کشف الاسرار

اردو ترجمہ و شرح

دُرِّ مختار

چہارم

ترجمہ و اضافات

مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی (مفتی دار العلوم دیوبند)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

کشف الاسرار

اردو ترجمہ وشرح

دُرِّ مختار

جلد چہارم

مصنف

فقیہ، محدث، عالم، حافظ حدیث

حضرت علامہ علاء الدین

حصکفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ واضافات

مولانا محمد مبارک صاحب

استاذ جامعہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر (بہار)

• کِتَابُ الْوَقْفِ • کِتَابُ الْبُیُوعِ • کِتَابُ الْکَفَالَۃِ • کِتَابُ الْحَوَالَۃِ
• کِتَابُ الْقَضَاءِ • کِتَابُ الشَّھَادَاتِ • کِتَابُ الْوَکَالَۃِ
• کِتَابُ الدَّعْوٰی • کِتَابُ الْاِقْرَارِ • کِتَابُ الصُّلْحِ

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند (یوپی)

Mobile No.09897576186.

نام کتاب : کشف الاسرار ترجمہ وشرح دُرمختار (جلد چہارم)

تالیف : فقیہ، محدث، عالم، حافظ حدیث حضرت علامہ علاء الدین حصکفیؒ

ترجمہ واضافات : مولانا محمد مبارک صاحب

استاذ جامعہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر (بہار)

باہتمام : تاج عثمانی

کمپیوٹر کتابت : شاد کمپیوٹرس دیوبند

ناشر
مکتبہ فیض القرآن
نزد چھتہ مسجد دیوبند
ضلع سہارنپور (یوپی) 247554

MAKTABA FAIZUL QURAN
NEAR CHHATTA MASJID, DEOBAND - 247554
DISTT. SAHARANPUR (U.P)
Ph.No.01336 - 222 401 (Mob.) 098 97 57 61 86

فہرست مضامین کشف الاسرار شرح اردو درمختار

جلد چہارم

عنوان	صفحہ

كِتَابُ الوَقْفِ

شریعت اسلامیہ میں وقف کی بڑی اہم ترین حیثیت ہے حتی کہ اس کو شعائر اسلام بھی کہا گیا ہے، وقف کی مشروطیت ہر دوفریق کے حق میں مفید اور نفع بخش ہے، کہ واقف کے لئے ''صدقہ جاریہ'' کی ایک مستحکم صورت ہے، زندگی اور مرنے کے بعد جب تک وقف کردہ شئی موجود رہے گی برابر اجر وثواب اس کو حاصل ہوتا رہے گا بلاشبہ یہ آخرت کے لئے ذخیرہ ہے۔

اور جنکے حق میں یہ وقف کیا گیا ہے ان کیلئے بھی نفع بخش ہے واقف کی شرائط کے مطابق انکو اس سے نفع اٹھانے کا حق رہتا ہے

وقف کی تاریخ پر اگر نظر کی جائے تو ''بیت اللہ'' پہلا وقف ہوگا اور اس کے بیت المقدس دوسرا وقف، اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد مسجد نبوی ﷺ اور اہل اسلام میں حضرت عمر فاروقؓ کی وقف کردہ وہ زمین جو ان کو خیبر میں حاصل ہوئی تھی اور اس کے بعد وقف کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔ دنیاء اسلام میں اوقاف کی بڑی تعداد اور مقدار ہے۔

حضرت عمرؓ کا وقف کرنا، فتح خیبر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہو کر حضرت عمرؓ کو حصہ غنیمت حاصل ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ انی اصبت ارضاً بخیبر (الحدیث) یارسول اللہ! خیبر میں مجھ کو عمدہ ترین زمین کا قطعہ حاصل ہوا ہے اس سے بہتر مجھ کو آج تک حاصہ نہ ہوا اس کے متعلق آپ ﷺ مجھ کو کیا مشورہ ارشاد فرماتے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان شئتَ حبست اصلها وتصدقت بها، فتصدق بها عمر رضی اللہ عنہ۔

(الحدیث مشکوٰۃ ص ۲۶۰ متفق علیه)

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس زمین کو وقف کردیا تھا۔

وقف کے محاسن اور فوائد

(۱) واقف کیوں وقف کرتا ہے؟ دراصل جن مقاصد میں واقف کرتا ہے وہ مقاصد اس کے نزدیک نہایت مستحسن ہوتے ہیں لہٰذا وقف کے ذریعہ وہ ان مقاصد کو حاصل کرتا ہے (مثلاً) صدقۂ جاریہ کے اس کے مرنے کے بعد اس کو ثواب حاصل ہوتا رہے مرنے کے بعد انسان کا عمل ختم ہو گیا، ولیکن اپنی زندگی میں اگر اس نے کوئی ایسا صدقہ کردیا کہ جو اس کے مرنے کے بعد وہ باقی ہے، موجود ہے مخلوق کو اس سے نفع پہونچ رہا ہے تو جس زندگی میں ہے عمل صالح پر ثواب حاصل ہو رہا تھا اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب وقف کے نامۂ اعمال میں برابر جاری رہے گا اس وجہ سے اس کو صدقۂ جاریہ شمار کیا گیا۔

مُنَاسَبَتُهُ لِلشَّرِكَةِ إِدْخَالُ غَيْرِهِ مَعَهُ فِي مَالِهِ، غَيْرَ أَنَّ مِلْكَهُ بَاقٍ فِيهَا لَا فِيهِ.

حضرت ملاؒ نے ''کتاب المشرکة'' کے بعد کتاالوقف کو بیان کیا ہے سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کیا مناسبت ہو سکتی ہے جس کے پیش نظر ملاؒ نے شرکت کے بعد اس کو بیان کیا ہے۔

صاحب درمختار نے اس مناسبت کو بیان فرمارہے ہیں۔

ترجمہ

شرکت اور وقف کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص کو اپنے مال میں داخل (شامل) کرنا مگر ان دونوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ شرکت میں اپنی ملکیت باقی رہتی ہے وقف میں واقف کی ملکیت باقی نہیں رہتی۔

وقف کے لغوی معنی کسی شئی کو محبوس کرنا۔

تشریح حضرات مصنفین کی یہ عادت ہے کہ کتاب کے درمیان ربط کو برقرار رکھتے ہوئے ابواب اور کتب کی ترتیب میں مناسبت کی بھی رعایت اور اہل نظر اس کو تلاش کرتے ہیں، دراصل یہ بھی علم میں اضافہ کا سبب ہے۔

وقف اور شرکت میں ایک گونہ مناسبت ہے ایک شخص اپنے مال میں کسی دوسرے شخص کو شریک کرتا ہے تو یہ شرکت محض شرکت تصرف فی المال وحصول نفع بالمال ہورتی ہے مالک کی ملکیت بدستور باقی رہتی ہے وہ شریک حق ملکیت میں شریک نہ ہوگا؛ جب کہ واقف اپنی مملوکہ شئی کو وقف کر کے اپنی ملکیت سے خارج کرتا ہے اور دوسروں کو تصرف اور حصول نفع میں اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔

ایک اشکال اگر واقف نے وقف کیا بایں صورت کہ وہ اپنی ذات پر بھی وقف کرے اور اس کے ساتھ دوسروں پر بھی وقف کرے، تو اس صورت وقف میں دوسروں کو شریک کیا ہے اپنے ساتھ ورنہ جبکہ مطلق وقف کیا جاپے تو اس صورت میں اپنے ساتھ دوسروں کا داخل کرنا نہیں ہوگا۔؟ اس لئے یہ عبارت کمزور ہے۔

لہٰذا شارح یہ مناسبت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس طرح صاحب نہر الفائق وغیرہ نے بیان کی ہے (ہو ہذا) وقف اور شرکت کے درمیان مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ دونوں میں مقصود اس مال سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے جو اصل مال سے زائد ہو۔ اور شریک میں مال مالک کی ملکیت ہی میں ہو رہتا ہے اور وقف میں اکثر علماء کے نزدیک واقف کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (یہ عبارت اور مفہوم زیادہ واضح اور اشکال سے خالی ہے) وما توفیقی الا باللہ۔ (الطحاوی)

(هُوَ) لُغَةً الْحَبْسُ

ترجمہ وقف کے لغوی معنیٰ الحبسُ یعنی روکنا، بند کرنا، محبوس کرنا اور وقف مصدر ہے جو اسم مفعول کے معنی میں ہے اور اسی وجہ سے وقف کی جمع اوقاف ہے۔

تشریح شارح نے وقف کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اصلاً تو وہ مصدر ہے جس کے معنی محبوس کرنا، روکنا، مقید کرنا موقف الحساب وہ جگہ جہاں بروز قیامت برائے حساب مخلوق محبوس ہوگی اور یہ امر معاملہ ہے کہ وقف اگرچہ مصدر ہے (جیسا کہ لغوی معنی سے ظاہر ہے) ولیکن یہ اسم مفعول کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اب وہ موقوف کے معنی میں ہے اور وقف کی جمع اوقاف آتی ہے۔

وَشَرْعًا (حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى) حُكْمِ (مِلْكِ الْوَاقِفِ وَالتَّصَدُّقُ بِالْمَنْفَعَةِ) وَلَوْ فِي الْجُمْلَةِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ (عِنْدَهُ) جَائِزٌ غَيْرُ لَازِمٍ كَالْعَارِيَةِ (وَعِنْدَهُمَا هُوَ حَبْسُهَا عَلَى) حُكْمِ (مِلْكِ اللَّهِ تَعَالَى وَصَرْفُ مَنْفَعَتِهَا عَلَى مَنْ أَحَبَّ) وَلَوْ غَنِيًّا فَيَلْزَمُ، فَلَا يَجُوزُ لَهُ إِبْطَالُهُ وَلَا يُورَثُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى ابْنُ الْكَمَالِ وَابْنُ الشِّحْنَةِ

ترجمہ ومطلب اور شرعی اصطلاح میں وقف کی تعریف یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک عین شئی کو محبوس کرنا، واقف کی ملکیت کے حکم پر (برقرار رہتے ہوئے) اور اس شئی سے حاصل ہونے والے منافع کو

صدقہ کرنا۔ اگر وہ تصدیق فی الجملہ ہو اور قول اصح کے مطابق امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کرنا جائز ہے لازم نہیں (اور اس وقف کی حیثیت ایسی ہے) جیسا کہ عاریت کی۔

اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ عین شئ کو محبوس کرنا اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر اور اس شئ کے منافع کو صرف کرنا ان افراد پر جو وقف کو محبوب ہوں۔ اگر وہ مالدار ہوں جن پر اس کو وقف کیا ہے اور جب کہ واقف کی ملکیت سے وہ شئ خارج ہوگئی ہے، تو یہ واقف لازم ہو چکا ہے، تو اب اس وقف کو منسوخ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور نہ اس میں وارثت جاری ہوگی اور عندالاحناف حضرات صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ وبہ قال ابن الکمال علیہ الرحمہ و ابن لشحنۃ علیہ الرحمہ

تشریح خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام اعظمؒ اور آپ کے دونوں اصحابؒ کے درمیان حکم وقف میں اختلاف ہے۔ **ھو ھذا۔**

امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کرنے پر واقف کی ملکیت بدستور باقی رہتی ہے ختم نہیں ہوتی، اور اسی اعتبار سے واقف کو یہ بھی حق ہے کہ وہ جس وقف چاہے وقف کو ختم کر دے، کیونکہ جب یہ لازم والی نوعیت ہی نہیں ہے بلکہ جواز اور مباح کرنے کی ایک صورت ہے، قبل عاریت کے لہٰذا واقف کو حقوق مالکانہ باقی ہیں، اس کے برخلاف حضرتا صاحبین کے نزدیک واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، وقف کرنے کے بعد، اور اب وہ شئ موقوفہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہوگئی، لہٰذا واقف کو مالکانہ حقوق نہیں، کہ وہ اس کو منسوخ کر سکے، اور وہ اس میں حق وراثت ثابت ہوگا۔

البتہ اس بنیاد پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وقف کردہ شئ سے جو منافع حاصل ہون ے والے ہیں، وہ ان کو حاصل ہوں گے، جن کے حق میں واقف نے یہ وقف کیا ہے، لہٰذا واقف کے بیان کردہ مصارف میں ان کو صرف کیا جائے گا، اس کے خلاف ہرگز کسی کو صرف کرنے کا استحقاق نہ ہوگا، نہ متولی کو اور نہ حاکم وقت کو، اور التصدیق کی عبارت سے حقیقت وقف اور مقصد وقف معلوم ہوتا ہے کہ واقف کو اصل غرض اور منشا یہ ہے کہ اس کو ثواب حاصل ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کرنا ایک قربت اور طاعت ہے جس پر ثواب مرتب ہوگا، اور اس میں واقف کی نیت ضروری ہے کیونکہ کوئی عمل قربت نیت کے بغیر معتبر نہیں ہے۔

وفی الجملة مصنفؒ نے ایک قید فی الجملہ کی تعریف میں زیادہ کی ہے تا کہ تعریف جامع ہو جائے اور اس عبارت سے اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ تصدق فی الجملہ مراد ہے۔

ولو غنیاً وقف سے مالدار بھی حسب بیان واقف نفع حاصل کر سکتے ہیں اور کتاب محیط کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر اغنیاء پر ہی وقف کریگا تو وہ وقف درست نہ ہوگا کیونکہ اغنیاء کے حق میں وقف کرنا قربت نہیں (چونکہ وہ تصدق کا مصرف نہیں الا یہ کہ آخر میں غرباء اور محتاجین کو بھی شامل لاحق کر دیا جائے۔ تو اس صورت میں فی الجملہ قربت ثابت ہوگی کذا فی الحلبی۔

فائدہ: مصنفؒ نے اسی وجہ سے فی الجملہ کی قید لگا دی ہے!

وَسَبَبُهُ إِرَادَةُ مَحْبُوبِ النَّفْسِ فِي الدُّنْيَا بِبِرِّ الْأَحْبَابِ وَفِي الْآخِرَةِ بِالثَّوَابِ يَعْنِي بِالنِّيَّةِ مِنْ أَهْلِهَا؛ لِأَنَّهُ مُبَاحٌ بِدَلِيلِ صِحَّتِهِ مِنَ الْكَافِرِوَقَدْ يَكُونُ وَاجِبًا بِالنَّذْرِ فَيَتَصَدَّقُ بِهَا أَوْ بِثَمَنِهَا، وَلَوْ وَقَفَهَا عَلَى مَنْ لَا تَجُوزُ لَهُ الزَّكَاةُ جَازَ فِي الْحُكْمِ وَبَقِيَ نَذْرُهُ وَبِهَذَا عُرِفَ صِفَتُهُ وَحُكْمُهُ مَا مَرَّ فِي تَعْرِيفِهِ

ترجمہ ومطلب واقف، وقف کیوں کرتا ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ دنیا میں احباب (اور محبوب ترین) کے لئے خیر کو پہونچانا اور آخرت میں حصول ثواب کا ارادہ وقصد کرنا۔

یعنی وقف کرنا (اور اس پر ثواب کا مرتب ہونا) نیت کے ساتھ ہوگا اس شخص سے جو نیت کا (شرعاً) اہل ہو، بایں وجہ کہ (بعض احوال میں) وقف کرنا مباح بھی ہوتا ہے اور اس مباح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وقف کافر کی جانب سے بھی درست ہوجاتا ہے۔

اور کبھی وقف کرنا واجب بھی ہوجاتا ہے، مثلاً نذر کر لینے کی وجہ سے (لہٰذا بصورت نذر وقف کرنے میں) اس شئی کو صدقہ کردے یا کہ اس کی قیمت صدقہ کردے۔

اور اگر واقف نے وقف کیا ایسے افراد کو جن کو اس کی زکوٰۃ دیا جانا جائز نہ ہو مثلاً اس کے اصول اور فروع کو تو اس صورت میں وقف حکماً جائز ہوگا اور نذر برقرار رہے گی، جس کا پورا کرنا ہوگا اور اس (تفصیل اور بیان) سے وقف کی صفت بھی معلوم ہوگی اور وقف کا حکم شرعی وہی ہے کہ جو وقف کی تعریف میں گذر چکا ہے!

تشریح وقف کا سبب، اصل سبب اور مقصد تو بصورت صدقہ جاریہ آخرت میں حصول ثواب ہی ہے۔ جن بندگان خدا کو اس کی فکر رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آخرت میں ثواب اور درجات حاصل ہوں، وہ حیات میں طاعت وعبادت کرتے ہیں اور شریعت نے ترقیٔ درجات کے لئے صدقۂ جاریہ کو مشروع قرار دیکر مرنے کے بعد بھی سلسلۂ ثواب جاری رہنے کی تعلیم فرمائی ہے جس کی ایک صورت وقف کرنا بھی ہے جن پر وقف کیا جاتا ہے وہ وقف شدہ اشیاء سے فائدہ حاصل کرتے ہیں یہ وقف اہل علم پر ہو۔ فقراء اور مساکین کے حق میں ہو یا کہ وقف علی الاولاد کی صورت میں ہو۔

جس کی بہت سے انواع ہیں، اور وہ وقف کے قلبی احساس کے ساتھ ہے کہ کن کے حق میں وقف کرے، اسی کے ساتھ حضرت مصنفؒ نے ایک مسئلہ یہ بھی بیان کردیا ہے کہ واقف کی نیت کا ہونا لازم ہے اور نیت شرعاً معتبر ہوگی جب کہ وہ نیت کا اہل ہو، یعنی عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا ضروری ہے؛ اگرچہ ثواب کے اعمال نابالغ بچہ سے صادر ہوتے ہیں اور ان پر اجر وثواب بھی مرتب ہوتا ہے، ولیکن خاصکر وقف میں بالغ ہونا لازم ہے۔

وقف کی صفت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں۔ (۱) وقف مباح (۲) وقف قربت، اگر وقف کیا جائے بلا نیت قربت، تب بھی وقف ہوجائے گا مثلاً کافر نے وقف کیا اور کافر کا وقف شرعاً معتبر تسلیم کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کافر کا کوئی عمل قربت نہیں ہوگا۔ کیونکہ کفر کی حالت میں نیت قربت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا عنداللہ۔

فائدہ: اسی طرح اگر کسی مسلمان ن وقف کیا ولیکن غیر مباح امور پر وقف کردیا۔ بدعات پر وقف کردیا ہے تو یہ وقف لازم ہوجائے گا تفصیل فقہ اور فتاوی کی کتب میں ملاحظہ ہو۔ (اسعدی)

دوسری قسم وقف قربت، اس کی بھی دو اقسام ہیں (۱) جو وقف نیت قربت اور ثواب کیا جائے، جملہ شرائط کے ساتھ جو شرعاً صحت کے لئے معتبر ہوں۔

(۲) اور دوسری قسم وقف فرض ہے یہ جب کہ کسی نے وقف کی نذر کی ہو، مثلاً یہ کہا اگر میرے والد سفر سے واپس آگئے تو میں یہ مکان وقف کردونگا۔ اور اس کے بعد والا سفر سے آگئے۔ تو اب اس پر مکان کا وقف کرنا لازم ہوگیا ہے کہ یہ نذر تھی اور

نذر کا پورا کرنا لازم اور فرض ہے: کما ورد الحکم فی القرآن۔

جس میں کافر کے غلام کو آزاد کو بھی درست قرار دیا گیا ہے اگر چہ اس پر اس کو آخرت میں کوئی ثواب نہ ملے گا اور بھی اس کی مثالیں ہوسکتی ہیں! (اسعدی)

ولو وقف علی من الخ حضرت مصنفؒ نے اس جگہ ایک اور مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر وقف نذر والی صورت میں واقف نے ان لوگوں کے حق میں وقف کیا ہے کہ جن کو اس وقف کی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی جیسے اس کے اصول والدین وغیرہ اور اس کے فروع، اس کی اولاد در اولاد تو اس صورت میں اس وقف نذر کا کیا حکم ہوگا۔ (؟)

حضرت مصنفؒ نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ وقف بھی درست ہوگیا۔ جاز فی الحکم۔

اور اس پر نذر کا پورا کرنا باقی ہوگا، اس مکان سے تو نذر ادا نہ ہوتی بلکہ اس پر یہ لازم ہے کہ یہ نذر کو پورا کرنے کے لئے مکان کی قیمت صدقہ کرے اور یا کہ اس مکان کو صدقہ کردیک۔ ان مصارف میں جہاں کہ نذر کردہ صدقہ کی جاتی ہے۔

(شارح)

ضروری تنبیہ حضرت مصنفؒ نے اس مقام پر مسئلۂ نذر کو مسئلہ وقف کے ساتھ خلط کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ یعنی اگر وقف کا اور لفظ نذر ہو، جس کی مثال ماقبل میں گذر چکی ہے "ان قدم والدی الخ، یہ مذکورہ حکم اسی صورت مسئلہ کا ہے

اور اگر اولاد وغیرہ پر وقف باللازم کیا ہے تو اس صورت میں یہ دوسرا مسئلہ ہوگا؛ چنانچہ شارحؒ نے اس کا حکم یا بیان کیا ہے کہ اولاد وغیرہ پر چونکہ نذر کا مال خرچ نہیں ہوگا؛ اس لئے نذر کا پورا کرنا باقی ہے، تو یہ اس مکان کی قیمت صدقہ کردے اور یا کہ اس مکان کو صدقہ کردے۔

مگر اس میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے (کما فی البحر) کہ اس شخص سے معلوم کیا جائے گا کہ تمہاری نیت کیا تھی؟ اگر اس نے وضاحت کی کہ میری نیت فقط صدقہ کرنے کی تھی تو یہ نذر ہوگی؛ لہٰذا مکان صدقہ کردے یا کہ اس کی قیمت اور اگر اس نے یہ بیان کیا کہ میں نے وقف کیا تھا تب وہ مکان وقف بھی ہوگا۔

اور ان دونوں صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر وہ قف بالنذر، ان لوگوں کے حق میں کیا ہے کہ نہ اصول ہوں اور نہ فروع، تب نذر درست ہوگی اور کوئی نیت اگر کی تھی تب یہ مکان میراث ہوگا ورثاء کے حق میں۔ (غایت الاوطار حاشیہ کشف الاستار)

وَمَحَلُّهُ الْمَالُ الْمُتَقَوَّمُ وَرُكْنُهُ الْأَلْفَاظُ الْخَاصَّةُ كَأَرْضِي هَذِهِ صَدَقَةٌ مَوْقُوفَةٌ مُؤَبَّدَةٌ عَلَى الْمَسَاكِينِ وَنَحْوِهِ مِنَ الْأَلْفَاظِ كَمَوْقُوفَةٍ لِلَّهِ تَعَالَى أَوْ عَلَى وَجْهِ الْخَيْرِ أَوِ الْبِرِّ وَاكْتَفَى أَبُو يُوسُفَ بِلَفْظِ مَوْقُوفَةٍ فَقَطْ قَالَ الشَّهِيدُ وَنَحْنُ نُفْتِي بِهِ لِلْعُرْفِ

ترجمہ ومطلب اور محل وقف، مال متقوم کا ہونا ہے اور وقف کا رکن، مخصوص الفاظ ہیں مثلاً واقف ان الفاظ سے وقف کرے "میری یہ زمین صدقہ موقوفہ بمعنی مساکین پر، اور بھی اس کے مانند دوسرے الفاظ ہوسکتے ہیں،

مثلاً یہ کہے ''یہ زمین اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کی گئی، یا یہ کہے کہ'' زمین یہ علی وجہ الخیر وقف کی گئی، یا یہ کہ علی وجہ البر وقف کی گئی۔

اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے فقط لفظ ''موقوفہ'' پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ علامہ صدر شہیدؒ فرماتے ہیں کہ معروف ہونے کی وجہ سے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

تشریح حضرت مصنفؒ نے اس مقام پر دو چیزوں کو بیان فرمایا ہے، اول کہ محل وقف اور دوم رکن وقف، ہر دو کی قدرے تفصیل یہ ہے۔ محل وقف ہونا ضروری ہے کہ اس کے بغیر وقف فضول ہوگا اور محل مال متقوم ہے کہ جس کو وقف کیا جائے شرعاً مال ہونا لازم ہے جس میں متقوم ہونے کی شان پائی جائے۔ (جس کی تعریف کتاب البیوع میں مذکور ہے)۔

نیز واقف اس مال کا مالک بھی ہو، اور یہ ملکیت عند الوقف ہونا ضروری ہے۔

فائدہ: اگر غصب کردہ زمین کو وقف کیا۔ اور بعدہ اس کو خرید لیا گیا ہو، تب بھی یہ وقف درست نہ ہوگا۔ (طحاوی)

رکن وقف خاص الفاظ کے ساتھ وقف کرنا، تا کہ بصراحت عقد وقف ثابت ہو، اور اس پر وقف کا حکم نافذ کیا جائے، جس طرح عقد نکاح اور عقد بیع وغیرھما میں بھی اس کا اعتبار کیا گیا ہے، جن الفاظ کے ساتھ وقف ہوتا ہے اس کے لئے مخصوص الفاظ ہیں، الہٰذا ان مخصوص الفاظ میں سے کسی لفظ کے ساتھ وقف کرنا ہوگا اور ان مخصوف الفاظ میں بعض صریح ہیں مثلاً وَقَفْتُ (میں نے وقف کیا) حَبَسْت (میں ان اس کو محبوس کر دیا) اور بعض الفاظ کنائی ہیں۔

الفاظ کنائی میں واقف کی نیت کا ہونا ضروری ہے مثلاً تصدقتُ، حرّمتُ، اَبَدتُّ، جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ یہ الفاظ (تقریباً) نقل کیا ہے، حضرت مصنفؒ نے بھی ان میں سے چند الفاظ کا تذکرہ فرمایا ہے جو مذکور ہیں۔

عرف کا معتبر ہونا حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ فقط ''ھذا ارض موقوفة'' کہہ دینا بھی کافی ہے یعنی یہ زمین وقف کر دی گئی، مساکین اور دوام وغیرہ کے تذکرہ کئے بغیر بھی، عرف اور سہولت کا اعتبار کرتے ہوئے۔ مشائخ احنافؒ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے کما قال صدر الشهید رحمہ اللہ۔

سوال: الفاظ اور تلفظ کو رکن وقف کیوں کہا ہے؟

جواب: اگر کسی نے وقف مع الشرائط (عبارت تو) لکھدی اور الفاظ وقف میں سے کوئی لفظ بھی نہ لکھا گیا تو بالاتفاق وقف درست نہ ہوگا۔ کذا شرح ملتقی میں ہے کہ حضرات طرفینؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ واقف از خود وقف نامہ لکھے اور گواہوں کو اس پر شاہد بنائے تب وقف درست ہوگا۔

فائدہ: اگر واقف لکھنا نہ جانتا ہو تو خود اس کو لکھائے یعنی تلفظ بالوقف کرے اور کاتب اس کو لکھ دے، مثلاً میں نے اپنا مکان وقف کیا۔

وَشَرْطُهُ شَرْطُ سَائِرِ التَّبَرُّعَاتِ كَحُرِّيَّةٍ وَتَكْلِيفٍ وَأَنْ يَكُونَ قُرْبَةً فِي ذَاتِهِ مَعْلُومًا مُنَجَّزًا لَا مُعَلَّقًا إِلَّا بِكَائِنٍ، وَلَا مُضَافًا، وَلَا مُوَقَّتًا وَلَا بِخِيَارِ شَرْطٍ، وَلَا ذَكَرَ مَعَهُ اشْتِرَاطَ بَيْعِهِ وَصَرْفَ ثَمَنِهِ، فَإِنْ ذَكَرَهُ بَطَلَ وَقْفُهُ بَزَّازِيَّةٌ.

ترجمہ و مطلب وقف کے درست ہونے کی شرط بھی وہی ہے جو دیگر تمام تبرعات کی شرط ہے، جیسے واقف کا آزاد ہونا، مکلف ہونا، اور وقف کرنے میں فی (حد) ذاتہ قربت ہو (اور وقف کی شرط یہ بھی ہے کہ) شئی موقوفہ معلوم

اور معین ہونا معلوم اور غیر متعین نہ ہو، (فی الفور، بوقت وقف) منجز ہو، کہ کسی شرط کے ساتھ (یہ وقف) معلق نہ ہو، الا یہ کہ وہ شرط ایسی ہو کہ جو متحقق ہو، موجود ہو، اور وقف کی شرط یہ بھی ہے کہ وقف مضاف نہ وہ اور نہ کسی خاص مدت تک کے لئے وقف کیا ہو اور وقف کرنا خیار شرط کے ساتھ نہ ہو، اور وقف کی شرط یہ بھی ہے کہ وقف کرنے کے ساتھ واقف خیار فروختگی کا تذکرہ نہ کرے، اور اپنی حاجت کے لئے اس شئی کو قیمت کے صرف کرنے کا تذکرہ نہ کرے، اور اگر اس کا تذکرہ کردیا تو وقف باطل ہوجائے گا۔ کذافی البزازیہ۔

تشریح حضرت مصنف نے اس جگہ وقف کے درست ہونے کی چند شرائط بیان کی ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ کوئی وقف درست ہوسکتا ہے۔

اصولی طور پر شرط یہ ہے کہ جو شرط تبرعات میں شرعاً معتبر ہیں وہی شرط اس میں بھی ہوگی؛ کیونکہ وقف کرنا بھی ایک ایسی قربت ہے کہ جو تبرعاً ہی ہوتی ہے۔

شرائط

(۱) آزاد ہونا، غلام کا وقف کرنا درست نہ ہوگا، کیونکہ وہ مالک ہی نہیں ہے۔

(۲) مکلف ہونا؛ لہٰذا نابالغ اور مجنون کا وقف کرنا بھی درست نہ ہوگا؛ اس لئے کہ اصول میں ان کا تصرف معتبر نہیں ہے۔

(۳) فی ذاتہ قربت اور باعث اجر وثواب بھی ہو، جس شئی کو وقف کیا جائے یا جن کے حق میں وقف کیا جائے، لہٰذا کوئی غیر مسلم ذمی اگر وقف کرے وہ درست نہ ہوگا، یہود اور نصاریٰ کے معابد کو اگر وقف کیا جائے اگرچہ وقف کرنے والا نومسلم وہ تو بھی ہی وقف درست نہ ہوگا کیونکہ یہ کوئی ذریعہ اجر ثواب اور قربت نہیں اور اسی طرح کفار حربی پر بھی وقف معتبر نہ ہوگا اگرچہ کوئی ذمی کافر وقف کرے۔

فائدہ: بدعات اور خلاف شرح امور کے لئے وقف بھی معتبر نہیں البتہ نفس وقف ہوجائے گا کمامر۔

سوال: اگر مالدار پر وقف کیا جائے؟

جواب: بہت سے تبرعات مالداروں کے حق میں باعث اجر وثواب اور تبرع ہوتے ہیں لہٰذا وقف علی الغنی بھی درست ہے کذا فی الذخیرۃ۔

البتہ یہ قربت کم درجہ پر ہوگی بہ نسبت فقراء پر وقف کرنے کے۔ (غایۃ الاوطار)

(۴) جس شئی کو وقف کیا جائے وہ معلوم ہو، معین ہو، نامعلوم اور غیر متعین نہ وہ، مثلاً اپنی مملوک زمین سے کچھ حصہ وقف کرے، لیکن اس کو معین نہ کرے اور اسی طرح وقف کرتے ہوئے موقوف علیہ کی تعیین نہ کی گئی مثلاً یہ کہا کہ یہ زمین فقراء یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے، یہ صورت بلاتعیین ہے۔ کذافی العالمگیریۃ۔

(۵) معلق کی صورت میں بھی وقف درست نہ ہوگا مثلاً اگر میرا بیٹا ہوگا تو میرا مکان مساکین پر وقف ہے، چونکہ اس صورت میں یہ وقف منجز نہیں اس کے بالمقابل اور چند معلق اور مضاف والی صورت ہے بلکہ معلق ہے البتہ اگر یہ کہا کہ اگر یہ مکان میری ملکیت ہے تو وقف کرتا ہوں بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ مکان اسی کی ملکیت میں بوقت وقف تھا تو یہ تعلیق ہے کہ جو فی الواقع

موجود بھی تھی۔

(٦) مضاف نہ ہو لیکن اکثر علماء نے اس شرط کو تسلیم نہیں کیا ہے چنانچہ بحر اور ہند شروحات کنز میں جامع الفصولین سے نقل کیا ہے کہ اضافت کے ساتھ وقف درست ہوگا مثلاً یہ کہا کہ میرا مکان صدقہ بالوقف ہے کل آنے والے روز۔ تو یہ وقف درست ہو گیا۔ (حاشیہ کشف الاستار)

البتہ یہ صورت کہ میرا یہ مکان وقف ہے میرے مرنے کے بعد'' یہ اضافت وصیت کے حکم میں ہوگی، اور اس پر ایک تہائی کے حساب سے حکم نافذ ہوگا۔ مزید تفصیل آنے والی ہے۔ (مختصراً از کشف الاستار)

(۷) کسی خاص وقت کی قید کے ساتھ وقف کرنا درست نہ ہوگا جیسے ایک ماہ کے لئے، ایک سال کے لئے وقف کرتا ہوں۔

(۸) خیار شرط کے ساتھ مثلاً واقف یہ کہے کہ مجھ کو اختیار ہوگا کہ میں وقف کو منسوخ کردوں گا، حضرت امام محمدؒ کے نزدیک علی الاطلاق یہ خیار کے ساتھ درست نہیں البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین یوم تک خیار ہو سکتا ہے۔ کذافی البدایہ

فائدہ: یہ اختلاف غیر مسجد والی صورت میں ہے اور اگر مسجد بنائی گئی اور اس میں یہ خیار شرط والی صورت کی گئی تو یہ شرط باطل رہے گی اور وقف درست ہوگا۔ (کشف الاستار)

(۹) اگر واقف نے بوقت وقف یہ شرط کی کہ وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے اور اس کی قیمت (ثمن) کو اپنی ضرورت میں خرچ کر سکتا ہے تو یہ وقف باطل ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں وقف کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے؛ کیونکہ وقف کرنے کے بعد اس کو واپس کرنے کا کوئی استحقاق نہیں؛ بلکہ لازم ہے کہ وقف دواماً ہونا چاہئے نیز صدقہ کرنے کے بعد واپس لینے کا حق نہیں ہوا کرتا، اور وقف کرنا ایک صدقہ کی نوع ہے۔

وَفِي الْفَتْحِ: لَوْ وَقَفَ الْمُرْتَدُّ فَقُتِلَ أَوْ مَاتَ أَوْ ارْتَدَّ الْمُسْلِمُ بَطَلَ وَقْفُهُ، وَلَا يَصِحُّ وَقْفُ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ عَلَى بِيعَةٍ أَوْ حَرْبِيٍّ قِيلَ أَوْ مَجُوسِيٍّ، وَجَازَ عَلَى ذِمِّيٍّ لِأَنَّهُ قُرْبَةٌ حَتَّى لَوْ قَالَ عَلَى أَنَّ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ وَلَدِهِ أَوْ انْتَقَلَ إلَى غَيْرِ النَّصْرَانِيَّةِ فَلَا شَيْءَ لَهُ لَزِمَ شَرْطُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ

ترجمہ ومطلب اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا اور وہ بوجہ ارتداد قتل کر دیا گیا یا کہ (مرتد ہونے کے بعد) مر گیا اور یا کہ مسلمان نے وقف کر دیا تھا اور اسکے بعد وہ مرتد ہو گیا تو ان مذکورہ صورتوں میں یہ وقف باطل ہو جائیگا۔

اور کسی مکان کا یا کسی ذمی کا نصاریٰ کے حق میں یا کہ کسی حربی کے حق میں وقف کرنا درست نہ ہوگا، اور بعض علماء کا قول ہے کہ مجوسی کیلئے وقف کرنا (تو درست نہیں، البتہ) ذمی کے حق میں وقف کرنا جائز ہے؛ کیونکہ یہ وقف بھی قربت میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر کوئی نصرانی ذمی وقف کرے اور یہ شرط لگائے کہ جو اسکی اولاد میں سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے تو اسکو وقف کے منافع میں سے کچھ بھی حق نہ ہوگا، تو یہ اسکی شرط لازم ہو جائے گی مذہب مختار (اور قولِ مفتی بہ کے مطابق)

تشریح جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ وقف ایک صدقہ جاریہ ہے اور قربت ہے تو ارتداد کی صورت میں اس کا وقف باطل ہوگا۔ هو المختار جامع الفصولین وغیرہ کذافی الشامی ص ۳۷۱ ج ۳۔

کیونکہ مرتد ہونے پر اس کے حق میں آخرت کے لئے کوئی کار ثواب معتبر نہیں ہوگا؛ حتیٰ کہ مرتد کے اعمال صالحہ سب

باطل ہو گئے، اگر اس نے توبہ نہ کی تو آخرت میں گذشتہ اعمالِ صالحہ کا کوئی اجر و ثواب حاصل نہ ہوگا اور جب یہ وقف ختم اور باطل ہو چکا ہے تو اب اس سے میراث جاری ہوگی۔ (غایۃ الاوطار)

فائدہ: البتہ مرتدہ عورت کا وقف کرنا درست ہے، اس وجہ سے کہ مرتدہ کو قتل نہیں کیا جاتا کذافی البحر مرتدہ کو محبوس کیا جاتا ہے۔

ولا یصح: جبکہ فی ذاتہ وہ قربت ہی نہیں تو وقف کس طرح درست ہوگا؛ اس لئے یہ بات کہی گئی کہ مسلمان اگر یہود اور نصاریٰ وکفار کے معابد کیلئے وقف کرے یہ درست نہ ہوگا البتہ اسمیں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عہد اسلام میں یہ وقف نہیں ہوسکتا اور جو اوقاف دور جاہلیت میں کئے گئے ہوں۔ یعنی حربی ہونے کی صورت میں (دارالاسلام میں رہتے ہوئے) وقف کیا گیا تھا تو وہ رہے گا۔

ذمی کا وقف چونکہ وہ قربت ہی نہیں ہے اس لئے جائز اور معتبر نہ ہوگا۔

قیل: مطلب یہ ہے کہ بعض فقہاء احناف کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ مجوس محتاج اور مساکین کے حق میں وقف کرنا درست ہے قول معتمد کے مطابق۔ (غایہ)

وجاز علی الذمی ذمی کو صدقہ دینا، نذر اور کفار کا مال دینا جب درست ہے کہ یہ عمل قربت میں داخل ہے لہٰذا وقف کرنا ذمی کے حق میں بھی جائز ہوگا۔ (غایۃ)

لَزِمَ شرطه علی المذهب اس عبارت سے مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ شرط غیر معتبر رہے گی اس لئے اس شرط کو لازم نہیں کیا جائے گا، تو حضرت مصنفؒ نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مذہب مختار کے مطابق اس کی یہ شرط تسلیم ہوگی اور نافذ رہے گی کیونکہ وہ مالک کو حق ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں جو بھی تصرف کرے وہ معتبر ہوگا کذا نص الخصاف علیہ اور شامی میں نقل کیا گیا ہے کہ "فان شرائط الواقف معتبرۃ اذالم تخالف الشرع" یعنی جب تک شریعت کے خلاف نہ ہو تو واقف کی شرائط معتبر ہونگی۔ لہٰذا واقف اگر کسی خاص نوع کو معین کرے تو یہ جائز ہے۔

فائدہ: واقف نے جو اپنی شرط میں کہا من اسلم الخ تو اس کا ہرگز یہ مفہوم نہ ہوگا کہ اسلام کو سبب حرمان عن الوقف تصور کیا جائے کماقیل؛ بلکہ اصل سبب حرمان اس کے حق میں واقف کی شرط ہے، جس کی وجہ سے تحقیق سبب تملک نہ ہوا۔ (بالاختصار از شامی ص ۳۷۲ ج ۳)

وَالْمِلْكُ يَزُولُ عَنِ الْمَوْقُوفِ بِأَرْبَعَةٍ بِإِفْرَازِ مَسْجِدٍ كَمَا سَيَجِيءُ وَ بِقَضَاءِ الْقَاضِي لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ، وَصُورَتُهُ: أَنْ يُسَلِّمَهُ إِلَى الْمُتَوَلِّي ثُمَّ يَظْهَرُ الرُّجُوعَ مُعِينُ الْمُفْتِي مَعْزِيًّا لِلْفَتْحِ الْمُوَلَّى مِنْ قِبَلِ السُّلْطَانِ لَا الْمُحَكَّمِ وَسَيَجِيءُ أَنَّ الْبَيِّنَةَ تُقْبَلُ بِلَا دَعْوَى،

ترجمہ ومطلب واقف نے وقف کیا (اب سوال یہ ہے کہ اس کی ملکیت سے شئی موقوفہ خارج ہوتی ہے یا نہیں؟) حضرت ملاؒ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ چار امور میں سے کوئی ایک صورت اگر پائی گئی تو ملکیت ختم ہوجائے گی۔ (۱) مسجد کو علیحدہ کردینے سے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی، (۲) اور قضاء قاضی سے جس کو بادشاہ نے قاضی مقرر کیا ہوا ہے نہ کہ محکم کے حکم اور فیصلہ سے۔

سوال قاضی کے حکم اور فیصلہ کی ضرورت (کیوں؟) اس لئے کہ حضرات فقہاء مجتہدین کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ وقف کرنے سے ملکیت باقی رہتی ہے یا کہ زائل ہوجاتی ہے۔ (کما مر)

اور قضاء قاضی کی صورت (و مثال یہ ہے کہ) واقف، وقف کردہ شئی متولی کے حوالہ کردے اور اس سے تسلیم کئے جانے کے بعد واقف رجوع عن الوقف ظاہر کرتا ہے اور یہ کہے کہ میں اب وقف نہیں کرتا ہوں اس پر قاضی نے وقف کے حق میں فیصلہ کردیا۔ كذا في معين المفتي عن الفتح۔

تشریح ماقبل میں یہ مسئلہ بیان ہوچکا ہے کہ بالاتفاق وقف کرنا درست ہے اور جائز ہے، البتہ اس میں اہل اجتہاد کا اختلاف ہوا کہ وقف کرنے کے بعد واقف کی ملکیت باقی رہے گی (امام اعظمؒ کا یہی قول ہے) یا کہ ملکیت ختم ہوجائے گی حضرات صاحبینؒ کا یہی قول ہے۔

اس اختلاف کی بنیاد پر حضرت مصنفؒ نے اس جگہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے، دراصل یہ مسئلہ لزوم وقف اور عدم لزوم وقف کا ہے جس کو حضرت مصنفؒ نے زوال ملک (الخ) کی صورت میں بیان فرمایا ہے، چونکہ زوال ملک متحقق ہوجانے پر لزوم وقف بھی ہوجائے گا۔ التلازم بين الخروج واللازم كذى في الشامي۔ ولیکن اس کے باوجود اور عدم لزوم میں اختلاف تھا قول اصح کے مطابق كذا في شرح الوقاية تو اس وجہ سے ضرورت پیش آئی کہ مسئلہ لزوم جو گویا کہ قطعی فیصلہ ہوگا حروج ملک پر کوئی بھی بیان کردیا جائے۔

حضرات مصنفؒ نے چار امور کو بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک صورت ہوجانے پر ملکیت ختم اور وقف لازم ہوجائے گا۔ (۱) افراز مسجد، اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

قضاء قاضی صورت مسئلہ یہ ہے، جس پر قضاء قاضی برائے لزوم وقف صادر ہوگا، واقف نے (مثلاً) زمین وقف کردی اور متولی کے سپرد بھی کردی اور اس کے بعد وہ اعلان کرتا ہے کہ میں نے اپنے وقف سے رجوع کرلیا ہے، میں اس کو وقف نہیں کرتا ہوں، متولی نے اس مقدمہ کو قاضی کی عدالت میں پیش کردیا، جس پر قاضی نے حکم صادر کریا کہ یہ وقف لازم ہوچکا ہے میں اسکو لازم کرتا ہوں وقف کو قطعی قرار دیتا ہوں واقف کی ملکیت سے وہ خارج ہے، لہٰذا اب قضاء قاضی کے بعد واقف کو کلیۃً امام اعظمؒ کے قول کے مطابق بھی کوئی استحقاق نہ رہے گا۔ فيلزم عند الامام ايضاً لارتفاع الخلاف بالقضاء۔ كذا في الشامي ص ۳۷۳ ج ۳ بعده قولا آخر و حاشيه شرح وقايه عن الفتح۔

لا المحکم دونوں فریق کسی ایک شخص کو بالاتفاق ثالث (حکم) تجویز کرلیں اور اسپر اسکا فیصلہ سپرد کردیں کہ جو وہ فیصلہ کرے واقف اور متولی کو منظور ہوگا، اور پھر محکم عن الفریقین فیصلہ کردے تو اسکے فیصلہ سے یہ زوال ملک مستحکم نہ ہوگی۔

غالباً اسی وجہ سے مصنفؒ نے صراحت کی ہے کہ اس قاضی کا فیصلہ معتبر ہوگا، جس کو بادشاہ نے قضاء کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔

فائدہ: اولاً حضرت امام ابو یوسفؒ، امام اعظمؒ کے قول کے ساتھ تھے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ حج کے لئے خلیفہ ہارون کے ساتھ تشریف لے گئے اور مدینہ پاک (وغیر علاقوں) میں حضرات صحابہؓ کے اوقاف کو دیکھا تو اس کے بعد اس قول سے رجوع کیا

اور لزوم وقف پر امام محمدؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دینا شروع کر دیا۔ (غاية الاوطار مع الوضاحت)

وسیجئ الخ اور عنقریب اس کی تفصیل آ رہی ہے کہ بغیر دعویٰ کے گواہی قبول ہوگی، مطلب یہ ہے کہ مسئلہ وقف میں قاضی کے پاس دعویٰ کئے بغیر بھی شہادت اور گواہی کی بنیاد پر قاضی فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ اصلاً وقف کا حکم ہے صدقہ کرنا منافع کا۔ اور وہ صدقہ کر دینا اللہ تعالیٰ کا حق ہو چکا، (حقوق العباد میں سے نہیں) اور حقوق اللہ میں قضاء بالشہادة بلا دعویٰ بھی مقبول ہوا کرتا ہے۔ (كذافي المحيط وايضاًفي الشامي)

ثُمَّ هَلْ الْقَضَاءُ بِالْوَقْفِ قَضَاءٌ عَلَى الْكَافَّةِ، فَلَا تُسْمَعُ فِيهِ دَعْوَى مِلْكٍ آخَرَ، وَوَقْفٍ آخَرَ أَمْ لَا فَتُسْمَعُ أَفْتَى أَبُو السُّعُودِ مُفْتِي الرُّومِ بِالْأَوَّلِ وَبِهِ جَزَمَ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ وَرَجَّحَهُ الْمُصَنِّفُ صَوْنًا عَنْ الْحِيَلِ لِإِبْطَالِهِ، لَكِنَّهُ نَقَلَ بَعْدَهُ عَنْ الْبَحْرِ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ الثَّانِي وَصَحَّحَهُ فِي الْفَوَاكِهِ الْبَدْرِيَّةِ وَبِهِ أَفْتَى الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ و مطلب اس کے بعد ایک وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جب قاضی نے موقود کے وقف لازم ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا ہے تو یہ فیصلہ بالوقف سب پر نافذ ہوگا کہ اب اس میں کسی دوسرے کی ملکیت کا دعویٰ نا قابل مسموع ہو، یا کہ دوسرے وقف کا دعویٰ بھی نا قابل مسموع ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ فیصلہ سب کے حق میں نافذ نہ ہوگا بلکہ دوسرا دعویٰ اگر قاضی کی عدالت میں پیش ہوا تو ان کو سنا جائے گا۔

جناب مفتیٔ روم ابو سعودؒ نے قول اول کو اختیار کیا اور اسی قول پر جزم اعتماد کیا گیا ہے (کتاب) منظومہ مجبیہ میں، اور حضرت مصنفؒ (صاحب متن) نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وقف کی حفاظت کرنا ہے جس سے کسی حیلہ اور تدبیر سے وقف باطل نہ ہو۔

ولیکن مصنفؒ (صاحب متن) نے اپنی شرح میں کلام کرنے کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ قول ثانی ہی معتمد ہے کہ وہ دعویٰ قابل سماعت ہوگا اور اسی قول ثانی کی فواکہ بدریہ نامی کتاب میں تصحیح کی ہے اور مصنفؒ نے اسی پر فتویٰ بھی دیا ہے۔

تشریح وقف کی ایک خصوصیت بیان کرتے ہوئے یہ بحث ضروری ہوتی ہے کہ جب عدالت میں قاضی کا فیصلہ وقف کے حق میں صادر ہو چکا ہے اور وہ فیصلہ کے بعد وقف لازم ہو چکا، واقف کی ملکیت سے خارج ہو چکا ہے تو اب یہ فیصلہ جس طرح واقف کے حق میں ہو رہے اسی طرح کسی اور دوسرے کے حق میں بھی صادر ہوگا۔ لہٰذا اگر اس کے بعد اگر کوئی دوسرا مدعی اس شئ موقوفہ کے سلسلہ میں ملکیت وغیرہ کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اب نا قابل سماع ہوگا، دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور اس کی اصل وجہ ہے وقف کی حفاظت کہ کسی تدبیر اور حیلہ سے وقف کا ابطال نہ ہو سکے۔

ولیکن دوسرا قول ہے کہ اگر قاضی کی عدالت میں کوئی دوسرا دعویٰ پیش ہو تو اس کو بھی سنا جائے گا اگر حق ثابت ہوتا ہے تو اس میں اول فیصلہ کے خلاف کیا جا سکتا ہے، اب یہ دو قول ہوئے، مشائخ احناف میں سے بعض قول اول کو راجح قرار دیکر اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے قول ثانی کو۔

فائدہ: چند مسائل ہیں جن میں فیصلہ ہو جانے کے بعد کوئی دوسرا دعویٰ خارج کر دیا جاتا ہے اور فیصلہ صادر شدہ سب ہی کے حق

میں ہوتا ہے۔ لاعلی المقضی علیہ فقط۔ الخ (شامی ص ۳۷۲ ج ۳ فان شئت فلیراجع الیہ۔۔ اسعدی!)

أَوْ بِالْمَوْتِ إِذَا عُلِّقَ بِهِ أَيْ بِمَوْتِهِ كَإِذَا مِتُّ فَقَدْ وَقَفْتُ دَارِي عَلَى كَذَا فَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَوَصِيَّةٍ تَلْزَمُ مِنَ الثُّلُثِ بِالْمَوْتِ لَا قَبْلَهُ. قُلْتُ: وَلَوْ لِوَارِثِهِ وَإِنْ رَدُّوهُ لَكِنَّهُ يُقْسَمُ كَالثُّلُثَيْنِ فَقَوْلُ الْبَزَّازِيَّةِ إِنَّهُ إِرْثٌ أَيْ حُكْمًا فَلَا خَلَلَ فِي عِبَارَتِهِ فَاعْتَبَرُوا الْوَارِثَ بِالنَّظَرِ لِلْغَلَّةِ وَالْوَصِيَّةِ، وَإِنْ رَدُّوا بِالنَّظَرِ لِلْغَيْرِ وَإِنْ لَمْ تَنْفُذْ لِوَارِثِهِ لِأَنَّهَا لَمْ تَتَمَحَّضْ لَهُ بَلْ لِغَيْرِهِ بَعْدَهُ فَافْهَمْ

ترجمہ ومطلب یا کہ (واقف کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے) اگر اس نے وقف کو معلق کیا اپنی موت کے ساتھ مثلاً اذا مت الخ جب میں مرجاؤں تو میرا مکان فلاں شرط کے مطابق وقف ہے، متن کی عبارت کے مطابق تو یہ وقف معتبر ہوگا؛ مگر شارح اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ قول صحیح کے مطابق تو یہ وقف وصیت کے حکم کے مطابق لازم ہوتا ہے یعنی ثلث مال سے بسبب موت کے نہ کہ موت سے قبل اگر چہ اپنے وارثوں کے حق میں ہی اس نے وقف کیا ہو اگر چہ اسکے وارثوں نے اسکو تسلیم نہ کیا ہو۔

ولیکن: باوجود اس وقف کو ورثاء کے تسلیم نہ کرنے کے بھی ایک ثلث کے منافع کو موقوف علیہ ورثاء پر تقسیم کیا جائے گا کہ جس طرح باقی دو ثلث کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے گا۔

تشریح صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی حیات میں مثلاً اپنا مکان وقف کیا کہ جب میں مرجاؤں تو میرا مکان وقف ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کا کیا حکم ہے؟

حضرت مصنفؒ صاحب متن کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقف معلق رہے گا اور واقف کے مرنے کے بعد یہ تمام مکان وقف ہوگا واقف کی ملکیت سے خارج ہوجائے گا؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مشائخ احناف کے دو قول ہیں قول اول یہی ہے جس کو متن میں یہاں بھی بیان کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت پر وقف نہ ہوگا، بلکہ یہ وصیت کے حکم میں ہوگا اور حضرت شارحؒ نے اس دوسرے قول کو فالصحیح کہا ہے۔

اور جب اس کو وصیت کا درجہ دیا گیا ہے اگر اس واقف کی ملکیت میں اس مکان کے علاوہ اور کوئی شئی نہیں ہے تب اس مکان کا ایک ثلث وقف ہوگا۔ اور دو ثلث شرعی ورثاء کی ملکیت ہوگی یعنی واقف کے مرنے کے بعد مرنے سے قبل نہیں اور دو ثلث کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔

(۲) اگر یہ وقف مذکور واقف نے اپنے ورثاء کے حق میں کیا تھا اور اس کے ورثاء نے اس وقف کو جائز بھی قرار نہ دیا ہو تب بھی یہ ایک ثلث وقف ہوگا یعنی اس ایک ثلث سے جو آمدنی ہوگی وہ ان موقوف علیہ ورثاء پر تقسیم ہوگی، اس تقسیم شرعی کے مطابق جو باقی دو ثلث مکان کی تقسیم ورثاء پر کی گئی تھی۔

فائدہ: گویا کہ ایک ثلث وقف کی حیثیت پر ہوگا اور اس صورت میں یہ مکان مشترکہ ہوگیا، وقف اور ورثاء کے درمیان۔

فائدہ: اور جب کہ ورثاء کے حق میں یہ وقف کیا ہوا ہے تو اس حصہ کی آمدنی موقوف علیہ ورثاء پر تقسیم ہوتی رہے گی اور جب ان ورثاء میں سے کوئی مرجائے گا تو پھر اس مرنے والے کے وارثوں میں اس کا حصہ ان کی جانب منتقل ہوجائے گا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب زیر بحث مسئلہ ''اذا مت فقد وقفت داری الخ'' میں اس وقف کو مرنے کے بعد وصیت کا درجہ دیا گیا اور اس پر یہ حکم مرتب ہوا ہے کہ ایک ثلث مکان کی آمدنی (جبکہ

ورثاء پر وقف کیا) ورثاء پر بطور وقف تقسیم ہوگی اور دو ثلث مکان ورثاء کی میراث رہے گی۔ (کمامر مفصلاً)

اس پر نظر کرتے ہوئے صاحب بحرؒ نے فرمایا کہ بزازیہ نے جو ایک عبارت درج کی ہے وہ عبارت اور ان کا قول درست نہیں ہے، اولاً بزازیہ کی عبارت ملاحظہ ہو! ص ۳۷۷ قال "ارضی هذه موقوفة علی ابنی فلان فان مات فعلی ولد ولدی ونسلی ولم تجز الورثة فهی ارث بین کل الورثته مادام الابن الموقوف علیه حیا فان مات صار کلها للنسل" یعنی واقف نے یہ کہا میری یہ زمین میرے فلاں ابن کے حق میں وقف ہے، پھر جب وہ مرجائے تو ان کے ولد پر اور میری نسل پر، ورثاء نے اس وقف کو تسلیم نہیں کیا، تو اب اس صورت میں وہ زمین ارث ہوگی تمام وارثوں کے حق میں جب تک کہ ابن موقوفہ زندہ رہے گا اور اس ابن کے مرنے کے بعد وہ زمین تمام نسل کے لئے ہے!

اس عبارت پر صاحب بحرالرائق نے اشکال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عبارت درست نہیں ہے، کیونکہ فتوی صاحب ظہیریہ دو ثلث ملک ہیں اور ایک ثلث وقف ہے کمامر، جس کا منافع ورثاء موقوف علیہ و پر تقسیم ہوگا جب تک یہ موقوف علیہ ورثاء زندہ رہیں گے! لہٰذا بزازیہ کا فتویٰ اور ان کا قول اسکے خلاف ہے؟ تو صاحب درمختار نے اسکا جواب دیتے ہوئے یہ تشریح اور وضاحت فرمائی ہے۔

صفحہ ۳۷۷: فقول البزازیة "انه ارث" (تا آخ) یعنی وہ زمین ارث ہے ازروئے حکم، باوجود وقف ہونے کے موقوف علیہ جب تک زندہ ہے میراث کی طرح ہی اس کی آمدنی تقسیم ہوی اور یہ تقسیم شرعی فرائض کے مطابق ہی ہوگی (اس تقسیم پر نظر کرتے ہوئے اس کو حکماً ارث سے تعبیر کردیا ہے) والا ففی الحقیقة الثلث وقف والباقی ملک۔ (شامی ص ۳۷۴ ج ۳)

"فلا خلل فی عبارته" اس تشریح اور تفسیر سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بزازیہ کی عبارت میں کوئی نقص اور خلل نہیں ہے۔

"فاعتبروا" صاحب درمختار مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرات علماء نے دو باتوں پر نظر کرتے ہوئے بزازیہ کی عبارت کا تجزیہ کیا، چنانچہ وارث کا اعتبار کیا آمدنی اور منافع کے پیش نظر اور غیر وارث کا اعتبار کیا وصیت پہ نظر کرتے ہوئے! چونکہ وصیت خالص وارث کے حق میں نہ تھیں۔ کیونکہ اگر وہ وصیت خالص وارث ہی کے لئے ہوتی تو ورثاء کے تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے وہ وصیت کالعدم ہوجاتی، اور جبکہ یہ وصیت فقط وارث کیلئے نہ تھی بلکہ غیر وارث پر بھی اسکا اطلاق ہوا اس لئے اس امر اخیال رکھنا بھی ضروری ہے اس اعتبار سے وہ وقف بھی ہے للغیر اور ورثاء کے حق میں (بوجہ رد کرنے کے) وہ وصیت نافذ نہ ہوگی۔

لا فیها: اور وصیت للغیر ہونے کی وجہ سے اس کا بھی اعتبار کرنا ضروری تھا کیونکہ وہ وصیت خالص وارث کے لئے نہ تھی بلکہ غیر وارث کے حق میں نافذ ہوتی ہے وارث کے بعد' فافهم، چونکہ یہ نہایت دقیق صورت مسئلہ ہے۔

فائدہ: علامہ شامیؒ نے اس مقام پر ایک تقریر اور فرمائی ہے فقال "والذی یظهر لی فی الجواب الخ" (ص ۳۷۴ ج ۳) فان شئت فلیراجع الیه۔ اسعدی۔

علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ صاحب درمختار نے جو جواب دیا ہے اور بزازیہ کے کلام کی تشریح کی ہے وہ خلاف ظاہر ہے۔

بزازیہ کی مذکورہ عبارت سے یہ امر بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام زمین ارث ہے، جب تک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اس کی موت کے بعد تو بالکلیہ ہی نسل (درنسل) کے لئے ہوجائے گی۔ جب کہ شارح صاحب درمختار کی تقریر جواب

مذکورہ ابن موقوف علیہ تک کے لئے ہوسکتی ہے لیکن نسل کے حق پر نظر کرتے ہوئے یہ جواب درست نہ ہوگا اس لئے کہ نسل کے لئے ثلث ہے نہ کہ تمام زمین۔ (غایۃ الاوطار ص ۶۵۷)

أَوْ بِقَوْلِهِ وَقَفْتهَا فِي حَيَاتِي وَبَعْدَ وَفَاتِي مُؤَبَّدًا فَإِنَّهُ جَائِزٌ عِنْدَهُمْ، لَكِنْ عِنْدَ الْإِمَامِ مَا دَامَ حَيًّا هُوَ نَذْرٌ بِالتَّصَدُّقِ بِالْغَلَّةِ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ وَلَهُ الرُّجُوعُ، وَلَوْ لَمْ يَرْجِعْ حَتَّى مَاتَ جَازَ مِنْ الثُّلُثِ.

قُلْت: فَفِي هَذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ لَهُ الرُّجُوعُ مَا دَامَ حَيًّا غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا بِأَمْرِ قَاضٍ أَوْ غَيْرِهِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ، فَقَوْلُ الدُّرَرِ لَوْ افْتَقَرَ يَفْسَخُهُ الْقَاضِي لَوْ غَيْرَ مُسَجَّلٍ مَنْظُورٌ فِيهِ

ترجمہ ومطلب ایک صورت واقف کی ملکیت ختم ہونے کی یہ ہے کہ واقف نے اس کلام سے وقف کیا تھا "میں نے اس کو وقف کیا اپنی زندگی میں" اور میری موت کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے وقف ہے، تو اس صورت میں یہ وقف امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اس میں ایک تفصیل ہے کہ جب تک یہ واقف زندہ رہے گا تو اس کی آمدنی نذر کے حکم کے ساتھ صدقہ ہوگی لہٰذا اس پر نذر کو پورا کرنا ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اوا اس کو زندگی میں رجوع کرنے کا بھی حق رہے گا۔ مع الکراہت اور اگر اس نے مرنے تک روجع نہ کیا تھا تو اس صورت میں وہ ایک ثلث وقف ہوگا۔

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ دونوں صورتوں میں یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات و بعد ممات میں واقف کو اپنی زندگی تک رجوع کرنے جائز ہوگا، یہ واقف مالدار ہو یا کہ غریب ہو، اور رجوع از خود کرے یا قاضی کی اجازت اور حکم سے کرے کذا فی شرنبلالیہ!

فقول الدُرر: صاحب دُرر کا یہ قول کہ اگر واقف غریب ومحتاج ہے تو قاضی اس کو فسخ کردے بشرطیکہ وقف پر قاضی کے حکم کے ساتھ تحریری حکم جاری نہ ہوا ہو، اس قول میں نظر ہے یعنی صاحب درر کا یہ قول تسلیم نہیں!

تشریح اور یہ قول اس لئے قابل تسلیم نہیں کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق نہ تو اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ واقف محتاج ہو اور نہ اس شرط کیساتھ کہ قاضی اجازت دے! بلکہ بلا شرط جبکہ وہ وقف غیر لازم ہے اس کو رجوع کرنیکا حق رہے گا تاہم یہ مکروہ ہوگا اور جب وقف لازم ہوگیا یعنی قاضی کا حکم نافذ ہوچکا اور اس پر تحریر وغیرہ کے ساتھ تسجیل ہوئی اب رجوع کا اختیار ختم ہوگیا۔

(وَلَا يَتِمُّ) الْوَقْفُ (حَتَّى يُقْبَضَ) لَمْ يَقُلْ لِلْمُتَوَلِّي لِأَنَّ تَسْلِيمَ كُلِّ شَيْءٍ بِمَا يَلِيقُ بِهِ فَفِي الْمَسْجِدِ بِالْإِفْرَازِ وَفِي غَيْرِهِ بِنَصْبِ الْمُتَوَلِّي وَبِتَسْلِيمِهِ إيَّاهُ ابْنُ كَمَالٍ (وَيُفْرَزُ) فَلَا يَجُوزُ وَقْفُ مَشَاعٍ يُقْسَمُ خِلَافًا لِلثَّانِي .

ترجمہ ومطلب اور وقف تام نہ ہوگا جب تک کہ (موقوف علیہ پر) قبضہ نہ ہوجائے۔

عبارت مذکور میں یہ بات نہیں کہی گئی کہ وہ قبضہ متولی کے لئے ہو، یعنی خاص کر متولی کا قبضہ ہو یہ لازم نہیں اس لئے کہ ہر شئی کی تسلیم اور سپردگی (اور پھر اس پر قبضہ) اس شئی کے لائق جو بھی مناسب ہو، اس کا اعتبار ہوتا ہے۔

مثلاً مسجد کہ اس کو اپنے تصرف واستعمال وغیرہ سے جدا کردینا تسلیم ہے اور مسجد کے علاوہ دوسری اشیاء کا وقف اور اس کی تسلیم یہ ہے کہ متولی مقرر کیا جائے اور اس کے قبضہ میں دینے سے وقف کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ (کذا صرح ابن کمال)

ویفرز: اور وقف تام نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس کو اپنی ملک سے زمین وغیرہ سے علیحدہ کر دیا جائے (تقسیم کے ساتھ) تو وقف کرنا مشترک صورت میں جب کہ وہ قابل تقسیم ہے، جائز نہیں۔

خلافا للثانی: یعنی قول ثانی، اس کے خلاف ہے یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشاع کا وقف جائز ہے تقسیم سے قبل بھی۔

فائدہ: البتہ بعد میں تقسیم کر دینا ضروری ہوگا۔

تشریح حضرت مصنفؒ وقف تام اور غیر تام والی صورت اور شرط برائے تام کو بیان فرمارہے ہیں، شرط اول یہ ہے کہ جب واقف نے کسی شئی وقف کر دیا ہے تو اس کو اپنے سے قبضہ جدا کر دیا جائے اور اس پر سے اپنا قبضہ (تصرف) ختم کر کے قبضہ میں دیدیا جائے، کہ جس میں ہدیہ، صدقہ وغیرہ کرنے کی صورت میں قبضہ کرنا لازم ہے۔

لم یقل للمتولی: حضرت مصنف نے یہ نہیں فرمایا کہ متولی کو قبضہ کر دیا جائے کیوں؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے اس امر کی وضاحت فرمائی، قبضہ کی مختلف انواع اور صورتیں ہوں گی۔ لہٰذا جو شئی جس درجہ کی ہوگی اسی اعتبار سے اس کا قبضہ بھی شرعاً معتبر ہوگا، مثلاً مسجد کسی شخص نے بنائی اس کے لئے یہ صورت ہوگی۔

حکماً: اس میں نماز پڑھنے اجازت دیکر (علانیہ) اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیا جائے اور اگر زمین کو قبرستان کے لئے وقف کیا ہے تو اس میں کم ازکم ایک قبر بن گئی تو یہ بھی حکماً قبضہ ہوگیا اگر مسافر خانہ اور سرائے بنا کر وقف کیا ہے تو کم ازکم ایک مسافر کا قیام ہوگیا۔ وغیرہ ذالک۔

نیز مسجد (وغیرہ) اور اس کا راستہ جدا کر دیا گیا ہے یہ بھی وقف تام کی صورت ہوگی۔ (شامی، شرح وقایہ، ھدایہ)

وفی غیرہ: البتہ مسجد کے علاوہ جو وقف ہو اس کو اپنے قبضہ سے نکالنا ضروری ہے اور متولی مقرر کر کے اس کو قبضہ میں دیا جانا ضروری ہے وقف تام کے لئے۔

اگر وہ تقسیم شدہ نہ ہو، تو اس کو تقسیم کرنا اور ممتاز کرنا، جدا کرنا بھی ضروری ہے اگرچہ قبضہ والی صورت میں تقسیم بھی حکماً داخل تھی، تاہم مزید وضاحت کرتے ہوئے اس کو بھی بیان کیا گیا ہی کذا فی الشامی، اور چونکہ بعض صورتوں میں اختلاف تھا کماسیجئی!

فلایجوز: اشیاء کی دو اقسام ہیں (۱) جس میں تقسیم کیا جانا ممکن ہو، (۲) جس میں تقسیم کیا جانا ممکن نہ ہو۔

لہٰذا قسم اول میں تقسیم کئے بغیر وقف کرنا درست نہیں ہے یہ قول ہے امام محمدؒ کا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشاع تقسیم کئے بغیر بھی جائز ہے، اصل اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قبضہ شرائط وقف میں سے نہیں ہے اور جب کہ قبضہ شرط ہی نہیں اور تقسیم تکمیل قبضہ کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ (ھدایہ) اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ خلافاً للثانی فرمایا ہے۔

وَيُجْعَلُ آخِرُهُ لِجِهَةِ قُرْبَةٍ لَا تَنْقَطِعُ هٰذَا بَيَانُ شَرَائِطِهِ الْخَاصَّةِ عَلٰى قَوْلِ مُحَمَّدٍ، لِأَنَّهُ كَالصَّدَقَةِ، وَجَعَلَهُ أَبُو يُوسُفَ كَالْإِعْتَاقِ وَاخْتَلَفَ التَّرْجِيحُ، وَالْأَخْذُ بِقَوْلِ الثَّانِي أَحْوَطُ وَأَسْهَلُ بَحْرٌ وَفِي الدُّرَرِ وَصَدْرِ الشَّرِيعَةِ وَبِهِ يُفْتٰى وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ ومطلب اور وقف کی اہم ترین شرط لازمی یہ ہے کہ اس وقف کا آخر ایسی جہت قربت مقرر کی جائے جو منقطع نہ ہو۔

یہ (وقف کا دائمی ہونا) حضرت امام محمدؒ کی شرائط خاص کے مطابق ہے اس لئے کہ (بقول امام محمدؒ) وقف مانند صدقہ کے ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے اس کو اعتاق عبد کے مانند قرار دیا ہے، اور مشائخ اہل تحقیق کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ کون سا قول راجح ہے امام ابو یوسفؒ کا یا کہ امام محمدؒ کا۔ قول ثانی یعنی امام ابو یوسفؒ کے قول کو اختیار کرنا زیادہ آسان اور اس میں زیادہ احتیاط ہے۔ (کذافی البحر)

''کتاب الدرر'' اور ''صدر الشریعة'' کے بیان کے مطابق اسی پر فتویٰ ہے اور حضرت مصنفؒ نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے۔

تشریح جیسا کہ گذشتہ بیان سے یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت امام محمدؒ کے نزدیک وقف مثل صدقہ کے حکم میں ہے اور صدقہ دیئے جانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے صدقہ جن کے حق میں کیا گیا ہے ان کا حق رہتا ہے؛ لہٰذا وقف کرتے ہوئے واقف پر لازم ہے کہ بصراحت ایسی نوعیت کا بھی بیان کردے کہ جو کہ مستقل اور دائمی صورت ہو۔

موقوف علیہ کی، کہ جو کسی بھی وقت منقطع نہ ہو، (مثلاً) غربا اور مساکین یا کہ ضروریات مسجد پر وقف کرنا اور یہ اس لئے کہ جن صورتوں پر وقف کیا جاتا ہے، بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ختم ہو سکتی ہیں کہ وہ مصرف باقی نہ رہے ولیکن غرباء اور مساکین والی نوعیت ایسی ہے کہ وہ ختم ہونے والی نہیں اور اسی طرح مسجد بھی تا قیام باقی رہتی ہے۔

فائدہ: وهذا في غير المسجد۔ (قاله الشامی ص ۳۷۶ ج ۳) کیونکہ مسجد تا قیامت باقی رہنے والی ہے کبھی وہ ختم ہونے والی نہیں۔ (اسعدی)

اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ دائمی اور تابیدی تصریح منجانب واقف ہونا لازمی ہے۔ (کذافی الھدایہ ص ج ۲) اور امام ابو یوسفؒ سے اس سلسلہ میں دو روایات ہیں ایک یہ کہ وقف میں تابید ضروری ہے ولیکن ذکر دوام شرط نہیں، اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری روایت کہ دوام شرط نہیں کذافی الشامی وغیرہ۔

کالاعتاق: امام ابو یوسفؒ نے وقف کو اعتاق کے مثل قرار دیتے ہیں کہ جس طرح مالک نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو تو بس یہ غلام اس کی ملکیت سے نکل چکا ہے اور اب دائمی وہ آزاد رہے گا، بس اسی طرح وقف بھی دائمی وقف ہوگا اگر چہ بصراحت دائمی جہت کا ذکر نہ کیا گیا ہو، بالآخر وہ شرعاً و حکماً دائمی جہت کی جانب منتقل ہو جائیگا اذا سمی فیه جهةً منقطع۔ (کذافی الھدایہ۔ ص ۶۳۹ ج ۲)

فائدہ: اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ وقف میں دوام کی شرط بالاتفاق ہی ہے اگر اختلاف ہے محض میان اور عدم بیان والی صورت میں ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے: وقیل ان التابید شرط بالاجماع الخ، ص ۶۳۹ ج ۲۔ (اسعدی)

(وَإِذَا وَقَّتَهُ) بِشَهْرٍ أَوْ سَنَةٍ (بَطَلَ) اتِّفَاقًا دُرَرٌ وَعَلَيْهِ فَلَوْ وَقَفَ عَلَى رَجُلٍ بِعَيْنِهِ عَادَ بَعْدَ مَوْتِهِ لِوَرَثَةِ الْوَاقِفِ بِهِ يُفْتِي فَتْحٌ. قُلْتُ: وَجَزَمَ فِي الْخَانِيَّةِ بِصِحَّةِ الْمَوْقُوفِ مُطْلَقًا فَتَنَبَّهْ وَأَقَرَّهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ

ترجمہ ومطلب اور اگر وقف کنندہ نے وقف کو وقت متعین کے ساتھ خاص کیا ہے، مثلاً ایک ماہ یا ایک سال کے لئے تو یہ وقف بالاتفاق باطل ہے (کذافی الدرر) اور اگر کسی شخص نے کسی معین شخص پر وقف کیا ہو تو اس شخص معین

کے انتقال کے بعد واقف کے ورثاء پر واپس آجائے گی، اس پر فتوی ہے (کذا فی الفتح) صاحب درمختار فرماتے ہیں، صاحب دُرر کے قول پر استدراک کرتے ہوئے کہ مطلقاً موقت وقف درست ہے اور خانیہ میں اس صحت پر جزم کیا ہے سواس پر آپ کو متنبہ کیا جاتا کہ شرنبلالیؒ نے بھی اسی قول کو برقرار رکھا ہے۔

تشریح اصل وقف میں دوام ہے اور وقت کی تعیین اس کے خلاف ہے البتہ اگر واقف نے رجوع کی شرط لگائے بغیر معین وقت کے لئے وقف کردیا تھا تو اسی صورت میں یہ تعیین کالعدم ہوجائے گی اور وقف دواماً ہوگا، جیسا کہ شامی کی تصریح سے یہ ظاہر ہے لان الوقف لا یجوز الا مؤبداً فاذا کان التابید عشر طالا یجوز موقتاً۔ علامہ شامیؒ نے اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ صاحب دُرر کے کلام پر پھر کوئی اشکال نہ رہے گا۔ جاز الوقف ویکون وقفاً ابداً۔ (ص ۳۷۸ ج ۳)

فَإِذَا تَمَّ وَلَزِمَ لَا يُمَلَّكُ وَلَا يُمْلَكُ وَلَا يُعَارُ وَلَا يُرْهَنُ فَبَطَلَ شَرْطُ وَاقِفِ الْكُتُبِ، الرَّهْنُ شَرْطٌ كَمَافِي التَّدْبِيرِوَلَوْسَكَنَهُ الْمُشْتَرِي أَوِ الْمُرْتَهِنُ ثُمَّ بَانَ أَنَّهُ وَقْفٌ أَوِ الصَّغِيرُ لَزِمَ أَجْرُ الْمِثْلِ قُنْيَةٌ

ترجمہ ومطلب پس جب کہ وقف مکمل ہوگیا کہ وقف کی جملہ شرائط کے ساتھ اور لازم ہوچکا کہ کوئی مانع نہ رہا تو اب وہ وقف نہ مملوک ہوگا اور اس وقف شدہ شئی میں تملیک ہوگی اور نہ وہ وقف شدہ شئی عاریۃ دی جائے گی اور نہ اس کو رہن رکھا جائے گا۔

اور اگر کتابوں کے وقف کنندہ نے رہن رکھنے کی شرط لگائی ہے تو یہ شرط باطل ہوگی۔ (کما مر فی التدبیر) اور اگر وقف شدہ مکان میں خریدار قیام پذیر رہا یا کہ مرتہن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ توقف شدہ ہے یا نابالغ بچہ کی ملکیت تو ان پر مثل اجرت قیام کے بعوض دینا لازم ہے۔ (کذا فی القینه)

تشریح خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام اعظمؒ اور حضرات صاحبینؒ کے اقوال کے مطابق وقف مکمل ہوچکا ہے تو اب یہ وقف شدہ شئی واقف کی ملکیت سے بالکلیہ خارج ہوگی اور اس کے بعد واقف کا کوئی تصرف اس میں معتبر نہ ہوگا اور اب یہ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور کوئی اس کا مالک نہ ہوگا اور بیع وغیرہ کسی بھی صورت میں یہ وقف شدہ شئی کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں جاسکتی ہے اور اسی طرح رہن اور عاریت کا عمل بھی اس پر جاری نہ ہوگا۔

لزم اجر مثل: کیونکہ اجرت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہ تھا، یہ استعمال کا معاوضہ دینا ہوگا۔

واقف الکتب: مطلب یہ ہے کہ اگر کتابوں کے وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ اگر کتابیں برائے مطالعہ کسی کو دی جائیں تو رہم کیساتھ دیجائیں بلا رہن کے نہ دیجائیں گی تو یہ شرط باطل ہے اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

وَلَا يُقْسَمُ بَلْ يَتَهَايَئُونَ إِلَّا عِنْدَهُمَا فَيُقْسَمُ الْمَشَاعُ وَبِهِ أَفْتَى قَارِئُ الْهِدَايَةِ وَغَيْرُهُ إِذَا كَانَتْ الْقِسْمَةُ بَيْنَ الْوَاقِفِ وَ شَرِيكِهِ الْمَالِكِ أَوْلِوَاقِفِ الْآخَرِأَوْنَاظِرِهِ إِنْ اخْتَلَفَتْ جِهَةُ وَقْفِهِمَا قَارِئُ الْهِدَايَةِ،وَلَوْوَقَفَ نِصْفَ عَقَارِكُلُّهُ لَهُ فَالْقَاضِي يَقْسِمُهُ مَعَ الْوَاقِفِ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ وَابْنُ الْكَمَالِ،

ترجمہ ومطلب اور مشترکہ شئی میں اگر ایک جزء وقف بھی ہے تو تقسیم نہ کی جائے گی اگر کوئی حصہ دار تقسیم مطالعہ کرے البتہ اس سے انتفاع کے لئے باری مقرر کردیجائے، اور نوبت بنوبت اس سے ہر مستحق فائدہ حاصل کرے۔

مگر حضرات صاحبینؒ کے نزدیک اس کو تقسیم کر دیا جائے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے، کیونکہ حضرات صاحبینؒ کے نزدیک مشترکہ شئی کا تقسیم کرنا درست ہے جیسا کہ یہ تقسیم واقف اور اس کے شریک کے درمایان ہو جو شریک مالک ہے (اپنے حصہ کا) یا دوسرے واقف کے درمیان یا اس کے ناظر کے درمیان (یہ تقسیم کی جائے) بشرطیکہ جہت وقف ان دونوں کے وقف میں مختلف ہو۔ (کذا صرح قارئ الهدایہ ﷺ)

اور اگر واقف نے اپنی مملوکہ شئی میں سے نصف زمین کو وقف کیا ہے تو اس صورت میں بھی طلب پر قاضی اس کو تقسیم کردے واقف کے ساتھ۔ (کذا صرح صدر الشریعة وابن الکمال)

تشریح ایک مشترکہ شئی تھی، ایک حصہ دار مالک نے اپنا حصہ وقف کر دیا اور اس وقف پر اضی اور حاکم شرعی نے حکم نافذ کر دیا اور وہ وقف معتبر ہو چکا تھا اس کے بعد شرکاء میں سے کسی نے بھی تقسیم کا مطالبہ کر دیا ہے، امام اعظمؒ کے نزدیک تقسیم کا عمل نہیں ہوگا اور اس مشترکہ شئی میں نوبت اور باری مقرر کی جائے اور ہر حصہ دار اس سے فائدہ اٹھائے .مثلاً ایک زمین مشترکہ ہے اور اس میں ایک حصہ وقف شدہ ہے تو وقف مقرر کر لیا جائے کہ اس مدت تک اس سے نفع اٹھایا جائے گا۔

البتہ حضرات صاحبینؒ کے نزدیک اس شئی کی تقسیم کر دی جائے اور فتویٰ اسی قول پر ہے اذا کانت الخ یعنی اگر یہ اشتراک واقف اور دوسرے مالک کے ساتھ ہے۔

اور اگر دو افراد۔نے وقف کیا ہے اور ہر ایک وقف کی جہت جداگانہ ہے لہٰذا دونوں واقف دونوں واقف تقسیم کا مطالبہ کرتے ہوں (۳) اور یہ صورت ہے کہ وقف مشترکہ ہے اور ہر واقف کے ناظر اور متولی علیحدہ علیحدہ ہوں ایسی صورت میں متولیان اور واقف کے ناظم کے درمیان تقسیم کا عمل کرنا ہے تا کہ ہر ناظم و متولی اپنے حصہٗ وقف کا انتظام کرے، تو ان تمام صورتوں میں تقسیم کر دی جائیگی۔

فالقاضی الخ: لہٰذا قاضی کسی شخص کو مقرر کر دے تا کہ اس میں تقسیم کا عمل کر دے اور جس شخص کو قاضی نے تقسیم کے عمل کے لئے مقرر کیا ہے وہ اس نصف کو وقف کنندہ کے ساتھ تقسیم کر دے کہ نصف حصہٗ عقار معین اور ممتاز ہو جائے کہ یہ حصہ وقف شدہ ہے اور دوسرا نصف حصہ مالک واقف کا ہوگا۔(۱) یعنی صار (الوقف) متفقاً علیہ الخ۔(شامی ص ۳۷۹ ج۳)

وَبَعْدَ مَوْتِهِ لِوَرَثَتِهِ ذٰلِكَ فَيُفْرِزُ الْقَاضِي الْوَقْفَ مِنَ الْمِلْكِ، وَلَهُمْ بَيْعُهُ بِهِ أَفْتَى قَارِئُ الْهِدَايَةِ وَاعْتَمَدَهُ فِي الْمَنْظُوْمَةِ الْمُحِبِّيَّةِ

ترجمہ ومطلب اور واقف کی موت کے بعد بھی یہ تقسیم کا عمل اس کے وارثوں کے حق میں بھی درست رہے گا۔ لہٰذا مذکورہ تقسیم شدہ وقف کو قاضی ان کی ملکیت سے جدا کر دے، اور ان ورثاء کو اپنے حصہٗ ملک کو فروخت کرنا جائز ہے، اس پر فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہؒ نے اور اسی قول اور فتویٰ پر اعتماد کیا منظومہ محبیہ میں!

تشریح خلاصہٗ کلام یہ ہے کہ جب حضرات صاحبینؒ کے نزدیک یہ تقسیم جائز ہے اور قاضی کے حکم سے تقسیم کا عمل ہو چکا ہے تو تقسیم کے بعد وقف والا حصہ علیحدہ ہو گیا اور دوسرا حصہ جدا ہو چکا ہے اور اب اس مملوکہ حصہ کو واقف اور اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء فروخت کر سکتے ہیں۔

فائدہ: تقسیم کنندہ جب تقسیم کر دے تو قرعہ اندازی کے ساتھ تعین کرے کون حصہ واقف کا ہوگا اور کون حصہ دوسرے فریق کا

ہوگا۔ وهذالان الواحد لا يصلح ان يكون مقاسماً ومقاسماً(شامی)والاولیٰ ان يقرع القاسم بين الجزائين الخ۔(شامی)

لَا الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِمْ فَلَا يُقْسَمُ الْوَقْف بَيْنَ مُسْتَحِقِّيهِ إجْمَاعًا دُرَرٌ وَكَافِيٌّ وَخُلَاصَةٌ وَغَيْرُهَا لِأَنَّ حَقَّهُمْ لَيْسَ فِي الْعَيْنِ وَبِهِ جَزَمَ ابْنُ نُجَيْمٍ فِي فَتَاوَاهُ، وَفِي فَتَاوَى قَارِئِ الْهِدَايَةِ هَذَا هُوَ الْمَذْهَبُ، وَبَعْضُهُمْ جَوَّزَ ذَلِكَ، وَلَوْ سَكَنَ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَجِدْ الْآخَرُ مَوْضِعًا يَكْفِيهِ فَلَيْسَ لَهُ أُجْرَةٌ وَلَا لَهُ أَنْ يَقُولَ أَنَا أَسْتَعْمِلُ بِقَدْرِ مَا اسْتَعْمَلْته لِأَنَّ الْمُهَايَأَةَ إنَّمَا تَكُونُ بَعْدَ الْخُصُومَةِ قُنْيَةٌ نَعَمْ لَوْ اسْتَعْمَلَهُ كُلَّهُ أَحَدُهُمْ بِالْغَلَبَةِ بِلَا إذْنِ الْآخَرِ، لَزِمَهُ أَجْرُ حِصَّةِ شَرِيكِهِ، وَلَوْ وَقْفًا عَلَى سُكْنَاهُمَا بِخِلَافِ الْمِلْكِ الْمُشْتَرَكِ وَلَوْ مُعَدًّا لِلْإِجَارَةِ قُنْيَةٌ. قُلْت: وَلَوْ بَعْضُهُ مِلْكٌ وَبَعْضُهُ وَقْفٌ وَيَأْتِي فِي الْغَصْبِ.

ترجمہ ومطلب اگر تقسیم کا مطالبہ ان کی جانب سے ہو جن پر وہ وقف شدہ ہے تو یہ تقسیم نہ ہوگی لہٰذا وقف کو مستحقین وقت کے درمیان بالا جماع تقسیم نہ ہوگا۔ (كذافی الدرر والكافی والخلاصه وغيره)

اس لئے کہ ان کا حق عین وقف میں نہیں ہے اسی قول کو اختیار کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاویٰ میں اور فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے کہ یہی مذہب ہے (مشائخ احناف کا) اور بعض علماء نے اس تقسیم کو بھی جائز کہا ہے۔(۱) هذا ضعيف المخالفت الاجماع۔ از حاشیہ کشف الاستار وكذافی الطحاوی وكذافی الشامی۔

اور اگر بعض وقف کے مستحقین کو مکان وقف میں سکونت اختیار کی ہے اور بعض کو ایسی جگہ نہ مل سکی کہ جو سکونت کے لئے ان کو کافی تو ان کو اجرت وصول کرنا ان مستحقین سے جو سکونت کئے ہوئے ہیں اور نہ اس کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ جس قدر تم نے اس میں سکونت اختیار کی ہے، میں بھی اسی قدر سکونت کروں گا؛ اس لئے کہ نوبت اور باری اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ قضاء قاضی سے یہ نوبت تقسیم اور مقرر کی گئی ہو۔ كذافی القنیه۔(۱) صاحب طحاویؒ نے فرمایا ہے کہ یہ عبارت خصافؒ کی ہے شارح یعنی صاحب درمختار نے اس کو قنیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔(غاية الاوتار)

نعم: جی ہاں اگر ایک مستحق جبراً تمام مکان وقف کو استعمال کیا ہے، دوسرے مستحق کی اجازت اور مرضی کے بغیر تو سکونت کنندہ پر لازم ہے کہ بقدر حصہ شریک اجرت ادا کرے اگرچہ دونوں کی سکونت کیلئے وہ مکان وقف شدہ ہو، بخلاف ملک مشترک کے کہ ایک فریق نے اسمیں سکونت کی ہے تو اسمیں شریک پر اجرت لازم نہ ہوگی، اگرچہ اس مکان کو کرایہ پر دینے کیلئے بنایا گیا ہو۔ (كذافی القنيه)

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اگر یہ صورت ہو کہ اس مکان بعض حصہ ملک ہے اور بعض حصہ وقف اس کی تفصیل غصب کے بیان میں آئے گی!

فلايقسم الخ: صورت مسئلہ یہ ہے کہا گر ایک مکان وقف شدہ ہے جن پر یہ وقف کیا گیا ہے وہ مستحقین وقف اس کو تقسیم کا مطالبہ کریں تو یہ تقسیم جائز نہ ہوگی کیونکہ شئی موقوف (عین وقف) میں ان کا کوئی حق نہیں ہے فقط اس سے نفع اٹھانے کا ہی

استحقاق ہے اور اس پر مشائخ احناف کا اجماع ہے۔

ولو سکن الخ: یہ مکان وقف ہے اور دونوں فریق کے لئے ہے ایک فریق نے اس میں سکونت کی ہوتی ہے جب کہ دوسرے فریق کو برائے سکونت جگہ نہ مل سکی، فریق اول کے ساکن ہونے کی وجہ سے تو اس صورت میں دوسرا فریق اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتا، البتہ اگر یہ مکان جو وقف شدہ ہے اور ایک نے اس تمام مکام پر دوسرے فریق کی اجازت کے بغیر ہی قبضہ کیا ہے اور سکونت کئے ہوئے ہے تو اس صورت میں دوسرے حقدار کو اپنے حصہ کی بقدر اجرت اور کرایہ کا حق حاصل ہوگا۔

ولا له: جب تک قاضی کی جانب سے اس وقف شدہ مکان کی سکونت کے لئے مستحقین کے درمیان نوبت اور باری مقرر شدہ نہ وہ تو اس وقت تک یہ کہنے کا حق نہ ہوگا کہ جس قدر مدت تک تم نے کونت کی ہے اسی قدر میں سکونت کروں گا آئندہ کے لئے قاضی کے فیصلہ کے مطابق رہائش میں باری اور نوبت پر عمل ہوگا۔

وَيَزُولُ مِلْكُهُ عَنِ الْمَسْجِدِ وَالْمُصَلَّى بِالْفِعْلِ وَ بِقَوْلِهِ جَعَلْته مَسْجِدًا عِنْدَ الثَّانِي وَشَرَطَ مُحَمَّدٌ وَالْإِمَامُ الصَّلَاةَ فِيهِ بِجَمَاعَةٍ وَقِيلَ: يَكْفِي وَاحِدٌ وَجَعَلَهُ فِي الْخَانِيَّةِ ظَاهِرَ الرِّوَايَةِ.

ترجمہ ومطلب اور واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے مسجد سے، بواسطہ فعل یا کہ واقف کے قول سے ''کہ میں نے اس کو مسجد بنا دیا ہے'' امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اور امام محمدؒ نیز امام اعظمؒ کے نزدیل اس میں یہ شرط ہے کہ اس میں نماز باجماعت ہو اور بعض حضرات کے نزدیک ایک شخص کا نماز پڑھ لینا بھی کافی ہوگا اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر روایت قرار دیا ہے۔

تشریح بالفعل: کہ اس میں نماز کی اجازت دیدی گئی اور نماز پڑھی گئی ہو یا کہ اس کو علیحدہ کر دیا گیا ہو جیسا کہ گذشتہ سطور میں معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمدرت کے نزدیک مسجد کا متولی کے سپرد کرنا شرط نہیں، نیز عمارت مسجد کا بنانا بھی شرط نہیں؛ چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص زمین (میدان) ہے، کوئی عمارت اس پر نہیں اور اس میں برائے مسجد لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی ہے تو یہ مسجد ہوگی، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس نے نیت کی تھی مسجد کی!

بہر حال نماز کا پڑھ لینا بس یہی قبضہ کے حکم میں ہے مسجد کے لئے؛ نیز اگر اس کے لئے امام اور مؤذن بھی کر دیا گیا تو ایک شخص کا نماز پڑھ لینا بھی کافی ہوگا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فَرْعٌ: أَرَادَ أَهْلُ الْمَحَلَّةِ نَقْضَ الْمَسْجِدِ وَبِنَاءَهُ أَحْكَمَ مِنَ الْأَوَّلِ أَنَّ الْبَانِيَ مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ لَهُمْ ذَلِكَ وَإِلَّا لَا بَزَّازِيَّةٌ. وَإِذَا جَعَلَ تَحْتَهُ سِرْدَابًا لِمَصَالِحِهِ أَيْ الْمَسْجِدِ جَازَ كَمَسْجِدِ الْقُدْسِ وَلَوْ جَعَلَ لِغَيْرِهَا أَوْ جَعَلَ (فَوْقَهُ بَيْتًا وَجَعَلَ بَابَ الْمَسْجِدِ إلَى طَرِيقٍ وَعَزَلَهُ عَنْ مِلْكِهِ لَا) يَكُونُ مَسْجِدًا. وَلَهُ بَيْعُهُ وَيُورَثُ عَنْهُ خِلَافًا لَهُمَا كَمَا لَوْ جَعَلَ وَسَطَ دَارِهِ مَسْجِدًا وَأَذِنَ لِلصَّلَاةِ فِيهِ حَيْثُ لَا يَكُونُ مَسْجِدًا إلَّا إذَا شَرَطَ الطَّرِيقَ زَيْلَعِيٌّ.

ترجمہ ومطلب اہل محلہ نے مسجد کو مسمار کر کے پہلے سے زیادہ مستحکم عمارت بنانے کا ارادہ کیا تو اگر یہ دوسری مرتبہ بنانے والا اہل محلہ میں سے ہی ہو تو یہ ان کے لئے جائز ہے ورنہ نہیں۔ (بزازیہ)

اور اگر مسجد کے نیچے، مسجد کی ضروریات کے لئے تہ خانہ بنایا تو یہ جائز ہے کہ جیسے مسجد بیت المقدس کے نیچے بنا ہوا ہے۔

اور اگر وہ تہ خانہ مسجد کے علاوہ دیگر مصالح کیلئے بنانا ہے یا کہ مسجد کے اوپر مکان بنایا اور مسجد کا دروازہ راستہ کی جانب کر دیا اور اس کو اپنی ملکیت سے الگ بھی کر دیا تو وہ مسجد نہ ہوگی اور اس کیلئے جائز ہے اس کو فروخت کرنا اور اسکے مرنے کے بعد اس کی جانب سے اس کا وارث مستحق ہوگا، بخلاف حضرات صاحبینؒ کے اس کی مثالی اس جیسا کہ ایک شخص نے اپنے مکان کے درمیان مسجد بنائی اور اس میں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی تو وہ مسجد نہ ہوگی مگر اس شرط کیساتھ کہ مسجد کیساتھ راستہ بھی علیحدہ سے تجویز کر دیا ہو۔

تشریح البانی: ظاہر عبارت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مسجد اول کے بنانے والوں میں سے یہ ایک شخص ہو لیکن اس جگہ کہ مناسبت اور قرینہ کے پیش نظر اس سے مراد جدید عمارت بنانے والا ہے۔ (از شامی ص ۳۸۱ ج ۳ قدیم نسخہ)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہلک محلہ کو مسجد کی تجدید کی اجازت ہے البتہ ی ضروری ہے کہ وقف کا خرچہ نہ ہوالا یہ کہ مسجد کی یہ قدیم عمار بہت خستہ ہو چکی ہو۔ (ایضاً)

(۲) مسجد کی ضروریات کے لئے تہ خانہ بنانا جائزے اور اس کی نظیر موجود ہے کہ بیت المقدس کی مسجد کے تحت حصہ تہ خانہ بنایا گیا ہے۔

اور اس میں اصل یہ ہے کہ مسجد کا بالائی حصہ اوپر تک اور تحتانی حصہ سب ہی مسجد کے حکم میں ہے اور وہ وقف ہوگا بندوں ک احق اس سے منقطع ہونا لازم ہے قال تعالیٰ ان المساجد للہ، جو چیز مسجد کی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہے وہ بھی اس میں داخل اور وہ بھی وقف ہے! اور اگر بندوں کا حق وابستہ ہے تو ایسی صورت میں وہ مسجد کے حکم میں نہ ہوگی، وقف کا حکم اس پر جاری نہ ہوگا یہ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق اور ظاہر مذہب میں یہی ہے۔ حضرات صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

فَرْعٌ: لَوْ بَنَى فَوْقَهُ بَيْتًا لِلْإِمَامِ لَا يَضُرُّ لِأَنَّهُ مِنَ الْمَصَالِحِ، أَمَّا لَوْ تَمَّتِ الْمَسْجِدِيَّةُ ثُمَّ أَرَادَ الْبِنَاءَ مُنِعَ وَلَوْ قَالَ عَنَيْت ذَلِكَ لَمْ يُصَدَّقْ تَتَارْخَانِيَّةٌ، فَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الْوَاقِفِ فَكَيْفَ بِغَيْرِهِ فَيَجِبُ هَدْمُهُ وَلَوْ عَلَى جِدَارِ الْمَسْجِدِ، وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ مِنْهُ وَلَا أَنْ يَجْعَلَ شَيْئًا مِنْهُ مُسْتَغَلًّا وَلَا سُكْنَى بَزَّازِيَّةٌ.

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیلئے حجرہ بنایا تو اس میں کوئی ضرر نہیں؛ اسلئے کہ یہ بھی مسجد کی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے، البتہ اگر اس مکان کا مسجد ہونا مکمل ہو چکا، اور اس کے بعد ارادہ کیا حجرہ بنانے کا تو منع کیا جائیگا اور اگر یہ واقف کہے کہ میں نے حجرہ بنانے کی نیت کی تھی تو اس کے اس قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ (تاتارخانیہ)

اور جبکہ واقف کا یہ حال اور حکم ہے تو غیر واقف کیلئے بنانے کیسے جائز ہوگا تو اگر کسی نے بنا دیا تھا تو اسکا منہدم کرنا واجب ہے اگر چہ مسجد کی دیوار پر ہی وہ حجرہ بنایا گیا ہو (نہ کہ چھت پر یا کہ حق مسجد علو پر) (۱) (مع انہ لم یأخذ من ھواء المسجد شیئاً) (شامی) اور کرایہ (بھی) اس سے لینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ مسجد کے کسی بھی چیز کو کرایہ پر دیا جائے یا رہائش کے

لئے مقرر کیا جائے۔ (بزازیہ)

تشریح اما لو تمت الخ۔ اگر مسجد کا حکم اس پر جاری ہو چکا ہے کہ زبان سے اعلان کر دیا ہو، مفتیٰ بہٖ قول کے مطابق بالفعل وہ مسجد قرار دے دی گئی، یعنی نماز پڑھی گئی، تو اب کسی بھی طرح اسکی اجازت نہ ہوگی کہ واقف یا کوئی اور شخص اس پر حجرہ بنائے

فائدہ: کیوں کہ اس طرح مسجد میں تغیر کرنا لازم آتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی بھی تصرف مسجد میں درست نہ ہوگا۔

ولو الی جدار المسجد الخ: مسئلہ مسجد کی دیوار پر، غیر مسجد کی کڑی، لکڑی وغیرہ کا رکھنا جائز نہیں ہے۔ وان کان من اوقاف۔ (شامی: ج: ۳، ص: ۳۸۲)

ولا ان یجعل الخ: مسجد کے کسی بھی جز پر جو وقف ہے وہ مسجد کے حکم میں ہے کوئی شی بنائی جائے اور کرایہ پر دی جائے یہ جائز نہیں ہے، اگر چہ وہ آمدنی مسجد کی ضروریات پر صرف کی جائے؛ البتہ اگر حدود مسجد سے جدا ہو، اگر چہ وہ وقف برائے مسجد ہے ولیکن مسجد کی نیت نہ کی گئی ہو، تو اب یہ جائز ہے۔

وَلَوْ خَرِبَ مَا حَوْلَهُ وَاسْتُغْنِيَ عَنْهُ يَبْقَى مَسْجِدًا عِنْدَ الْإِمَامِ وَالثَّانِي أَبَدًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ وَبِهِ يُفْتِي حَاوِي الْقُدْسِيِّ وَعَادَ إِلَى الْمِلْكِ أَيْ مِلْكِ الْبَانِي أَوْ وَرَثَتِهِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعَنِ الثَّانِي يُنْقَلُ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ بِإِذْنِ الْقَاضِي وَمِثْلُهُ فِي الْخِلَافِ الْمَذْكُورِ حَشِيشُ الْمَسْجِدِ وَحُصْرُهُ مَعَ الِاسْتِغْنَاءِ عَنْهُمَا وَ كَذَا الرِّبَاطُ وَالْبِئْرُ إِذَا لَمْ يُنْتَفَعْ بِهِمَا فَيُصْرَفُ وَقْفُ الْمَسْجِدِ وَالرِّبَاطِ وَالْبِئْرِ وَالْحَوْضِ إِلَى أَقْرَبِ مَسْجِدٍ أَوْ رِبَاطٍ أَوْ بِئْرٍ أَوْ حَوْضٍ إِلَيْهِ تَفْرِيعٌ عَلَى قَوْلِهِمَا

ترجمہ ومطلب اور اگر کے اردگرد منہدم ہو کر ویران ہوگئی اور امام ابو یوسفت کے نزدیک مسجد ہی باقی رہے گی، دواماً تا قیامت، اور اسی پر فتویٰ ہے (کذا فی الحاوی القدسی) اور امام محمدؒ کے نزدی یہ جگہ واقف اور اسکے وارثوں کی ملکیت میں واپس ہوجائے گی اور امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے وہ دوسری مسجد کی جانب منتقل ہوجائے گی اور مذکورہ اختلاف کے مثل (یہی تفصیل ہے) مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائی (وغیرہ سے متعلق) جبکہ ان اشیاء کی مسجد کو حاجب نہ رہے اور اسی طرح (حکم ہے) مسافر خانہ اور کنویں کا بھی جبکہ وہ استعمال کے قابل نہ رہے، تو وقف مسجد اور مسافر خانہ اور کنویں اور حوض کا اس مسجد یا اس مسافر خانہ یا کنویں وحوص پر جو اس سے زیادہ قریب میں واقع ہو، یہ تفریع شیخین کے قول کے مطابق! (کذافی الدرر)

تشریح ولو خرب الخ ایک قدیم مسجد کی عمارت بالکلیہ منہدم ہو چکی ہے، مقتدی ہوں یا کہ اس کے آس پاس والے مقتدی بھی نہ ہوں۔ یا ہم وہ جگہ مسجد ہی رہے گی کیونکہ جب شرعاً وہ مسجد شرعی ہے، وقف ہے تا قیامت اس پر مسجد کے ہی احکام جاری رہیں گے باقی اور واقف یا اسکے ورثاء کی ملکیت میں واپس نہ ہوگی البتہ امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جب وہ ایسی حالت پر ہے اور دوسری جدید مسجد اس محلہ میں موجد ہے اس ویران شدہ کی ضرورت بھی نہ رہی تو بانیٔ مسجد یا اس کے ورثاء کی ملکیت پر واپس ہوجائے گی اور یہی حکم دیگر وقف شدہ عمارات کا ہے مثلاً مسافر خانہ، کنویں، حوض وغیرہم۔

فائدہ: تاہم اگر اس منہدم شدہ کی کوئی آمدنی نہ ہو اور اہل محلہ اس کی تعمیر کا بندوبست کر دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا اور اس کے بعد

اس کو آباد کرنے کی بھی برابر کوشش رہے۔

(۲) اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ شکستہ اشیاء کو فروخت کردیجائے اور اس کی رقم کو محلہ کی اقرب ترین مسجد کی ضروریات میں صرف کردیا جائے اور یہ عمل بھی قاضی کی اجازت پر کرنا ہوگا اور یہی تفصیل دیگر اشیاء کا ہے جیسے منہدم شدہ مسجد کی چٹائیاں، قندیل وغیرہ جو بھی اسباب ہو، سب کا حکم برابر ہے کہ محلہ کی دوسری قریبی مسجد پر اس کو صرف کردیا جائے گا۔

اگرچہ یہ روایت ثانی ہے اور اول روایت کے مطابق اس انتقال کی اجازت نہیں تھی ولیکن مشائخ نے دوسری روایت کے مطابق بھی فتویٰ دیا ہے (سئل عن شمس الائمة الحلوانی ؒ ثم قال و بذالک تعلم فتویٰ بعض مشائخ عصر نا بل و من قبلهم (تا) من الفتیٰ بنقل بناء المسجد الخ۔ (شامی ص ۳۸۳ ج ۳)

(۲) و الفتویٰ علی قول ابی یوسف ؒ فی تابید المسجد۔

فائدہ: یہ تمام تفصیل ویران شدہ مسجد کی اشیاء سے متعلق ہے نفس مسجد یعنی وہ جگہ جس پر یہ مسجد تعمیر شدہ تھی وہ تا قیامت مسجد ہی رہے گی اس کے منتقل ہونے کی کوئی سبیل نہیں۔ جیسا کہ فقہاء کی عبارت سے حاصل مفہوم ہے۔

(۳) مسافر خانہ جو ویران ہو چکا تو اس کی اشیاء کو اقرب ترین مسافر خانہ کی جانب منتقل کردیا جائے گا اور اسی طرح حوض وغیرہ وقف شدہ کا حکم ہے کہ اسی نوع کی شئی وقف کی جانب منتقل کردیا جائے جو اس سے اقرب واقع ہو۔

دُرَرٌ وَفِيهَا: وَقْفُ ضَيْعَةٍ عَلَى الْفُقَرَاءِ وَسَلَّمَهَا لِلْمُتَوَلِّي ثُمَّ قَالَ لِوَصِيِّهِ: أَعْطِ مِنْ غَلَّتِهَا فُلَانًا كَذَا وَفُلَانًا كَذَا لَمْ يَصِحَّ لِخُرُوجِهِ عَنْ مِلْكِهِ بِالتَّسْجِيلِ فَلَوْ قَبْلَهُ صَحَّ. قُلْت: لَكِنْ سَيَجِيءُ مَعْزِيًّا لِفَتَاوَى مُؤَيِّدِ زَادَهْ أَنَّ لِلْوَاقِفِ الرُّجُوعَ فِي الشُّرُوطِ، وَلَوْ مُسَجَّلًا

ترجمہ ومطلب اور دُرر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقراء پر وقف کی ہے اور متولی کے سپرد کردی گئی اور اس کے بعد واقف نے اپنی وصی سے یہ کہا کہ اس زمین کی آمدنی میں سے اس قدر فلاں کو اور اس قدر فلاں کو دیجائے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی، کیونکہ وقف کرنے کے بعد واقف کی ملکیت سے وہ زمین خارج ہوگئی۔ قاضی کی تسجیل سے، سو اگر قاضی کی تسجیل سے قبل اگر یہ وصیت کی ہے تو درست ہوجائے گی۔

قلتُ یعنی صاحب درمختار اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب ''فتاویٰ مؤیذ زادہ'' سے یہ قول نقل شدہ آنے والا ہے کہ قاضی کی حکم تسجیل کے بعد بھی واقف کو شرائط وقف سے رجوع کرنے کا اختیار ہے۔

تشریح تسجیل یعنی قاضی نے اس کا حکم برائے وقف اری کرتے ہوئے اندراج کرادیا ہے اور یہ قضاء قاضی کے مانند ہے اور قضاء قاضی نافذ الامر ہوا کرتا ہے جس کو کالعدم نہیں کیا جاسکتا۔

قلتُ: صاحب درمختار اس قول کو نقل کرنے کے بعد استدراکا اس کو بیان فرمارہے ہیں کہ فصل کے آخر میں صاحب دُرر کی عبارت کے خلاف، دوسرا قول بھی ہے جس کا حال یہ ہے کہ قاضی کے تسجیل کے بعد بھی شرائط وقف میں تبدیلی اور رجوع کرنے کا حق ہے۔ ضمیر متوجہ ہے کتاب دُرر کی جانب۔

اتَّحَدَ الْوَاقِفُ وَالْجِهَةُ وَقَلَّ مَرْسُومُ بَعْضِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ بِسَبَبِ خَرَابِ وَقْفِ أَحَدِهِمَا جَازَ

لِلْحَاكِمِ أَنْ يَصْرِفَ مِنْ فَاضِلِ الْوَقْفِ الْآخَرِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُمَا حِينَئِذٍ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ وَإِنْ اخْتَلَفَ أَحَدُهُمَا بِأَنْ بَنَى رَجُلَانِ مَسْجِدَيْنِ أَوْ رَجُلٌ مَسْجِدًا وَمَدْرَسَةً وَوَقَفَ عَلَيْهِمَا أَوْقَافًا لَا يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ

ترجمہ ومطلب واقف اور جہت متحد ہے اور دو اوقاف میں سے ایک وقف کے ویران ہونے کی وجہ سے بعض موقوف کی مقررہ یافت کم ہوگئی، تو حاکم اور قاضی کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے اس کم ہونے والی پر خرچ کردے، اس وجہ سے کہ ان دونوں اوقاف کے مصرف ایک کے ویران ہوجانے کی وجہ سے ایک ہی مصرف کے مانند ہوگئے ہیں۔

اور اگر واقف اور جہت (وقف) سے کوئی ایک مختلف ہو، مثلاً دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف، وقف کئے ہوں تو اس صورت میں حاکم کو جائز نہ ہوگا کہ ایک وقف کی دوسری جہت پر صرف کرے۔

کمالو جعل الخ: یعنی یہ صورت اسی کے مطابق ہے کہ بندہ کا حق وابستہ ہے کہ وہ مکان کے ساتھ ملحق ہے تاہم یہ بھی امام صاحبؒ کے قول کے مطابق ہے، حضرات صاحبینؒ کا اس میں بھی اختلاف ہے۔ (ماخوذ از شامی) (ظاهره انه لا خلاف فيه مع ان فيه خلافهما ايضاً الخ۔ (ص ۳۸۲ ج ۳)

تشریح **اتحد الواقف الخ** مثال برائے مسئلہ مذکور ایک شخص نے مسجد پر دو وقف کئے تھے، ایک مسجد کی عمارت کیلئے اور دوسرا امام مسجد و مؤذن کے مصارف، مشاہرا اور تنخواہ کے لئے ان دونوں میں سے ایک وقف ویران ہو چکا ہے جس کی آمدنی کم ہوگئی یا کہ ختم ہوگئی۔ امام اور مؤذن کے مصارف کیلئے وہ ناکافی ہے ایسی صورت میں حاکم اور قاضی (وظاهره اختصاص ذالک بالقاضي دون الناظر) ایضاً اور فی زماننا جب کہ قاضی شرعی نہ ہو اہل فتاویٰ سے رجوع کیا جائے) کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے وقف کی زائد آمدنی سے امام وغیرہ کے مصارف کو پورا کردے، البتہ اس میں اہل محلہ کے صلاح کا سے بھی مشورہ کرلینا مناسب ہوگا۔

فائدہ: ان كان الواقف متحد (شامی) اور بوجہ ویرانی ہونے کے نیز ایک ہی واقف ہونے کے وہ وقف شئی واحد کے حکم میں ہے، کیونکہ سبب اور غرض ایک ہے، یعنی اس کے وقف کا احیائ، مقصد وقف باقی رہنا، صدقۂ جاریہ کا تسلسل برقرار رہنا۔ **و ذالک يحصل بما قلنا۔** (شامی ص ۳۸۴ ج ۳)

(۲) **وان اختلف احدهما الخ:** اس میں دو صورتیں ہیں (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ جو مذکورہ مثال سے ظاہر ہے کہ ایک ہی شخص ہے جس نے مسجد بھی بنائی اور مدرسہ بھی اور دونوں کے لئے جدا جدا وقف کئے۔

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ واقف مختلف ہوں کہ ایک مسجد ہے اور اس کے لئے دو شخصوں نے جدا جدا وقف کئے ہوں۔

لا یجوز الخ: کہ حاکم اور قاضی کو انتقال کا حق حاصل نہ ہوگا، علامہ شامیؒ نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فتاویٰ ابو لوالحسبیۃ سے نقل کیا ہے کہ ایک مسجد ہے جس کے لئے مختلف اور متعدد اوقاف ہوں تو قیم کے لئے جائز ہے (**لا بائس الخ**) کہ ان تمام اوقاف برائے مسجد واحد، کی آمدنی کو یکجا مخلوط کرے، **وان خرب حانوت منها فلا بأس بعمارته من غلة حالوت آخر۔** کیونکہ یہ تمام اوقاف ایک ہی مسجد کے لئے ہیں اور اس کی ضروریات کے لئے ہیں۔ (شامی ص ۳۸۴ ج ۳)

وَلَوْ وَقَفَ الْعَقَارُ بِبَقَرِهِ وَأَكْرَتِهِ بِفَتْحَتَيْنِ عَبِيدُهُ الْحَرَّاثُونَ صَحَّ اسْتِحْسَانًا تَبَعًا لِلْعَقَارِ جَازَ وَقْفُ الْقِنِّ عَلَى مَصَالِحِ الرِّبَاطِ خُلَاصَةٌ وَنَفَقَتُهُ وَجِنَايَتُهُ فِي مَالِ الْوَقْفِ، وَلَوْ قَتَلَ عَمْدًا لَا قَوَدَ فِيهِ بَزَّازِيَّةٌ بَلْ تَجِبُ قِيمَتُهُ لِيَشْتَرِيَ بِهَا بَدَلَهُ.

ترجمہ ومطلب اور اگر کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کے ساتھ بیل اور کھیتی کرنے والے غلاموں کو بھی وقف کیا تو از روئے استحسان یہ وقف مع ان مذکورہ اشیاء کے درست ہے۔ زمین کے ساتھ تابع ہو کر۔ اور مسافر خانہ کی ضروریات (خدمات وغیرہ) کے لئے غلام کا وقف کرنا (کذافی البزازیہ) بلکہ قاتل اس مقتول (وقف) غلام کی قیمت واجب ہوگی تاکہ اس قیمت سے اس کی جگہ دوسرا غلام خرید لیا جائے۔

تشریح زمین کا وقف بلاشبہ درست ہے اور جب کہ وہ زمین برائے کاشت ہو تو اس کے لئے آلاتِ حرس کی بھی ضرورت لازمی ہوگی، اس لئے واقف نے اپنی مملوکہ اشیاء میں سے آلات حرس، بیل وغیرہ حتیٰ کہ کاشت کار غلام بھی وقف کر دے یہ بھی زمین کے ساتھ تبعاً درست ہوگا اگر چہ ظاہر قیاس کا مقتضیٰ ہے کہ یہ منقولہ اشیاء وقف نہ ہوں؛ لیکن استحساناً اہل فتویٰ نے اس کو درست قرار دیا ہے؛ نیز جملہ منقولات کے وقف کرنے پر تعامل جاری ہے اس لئے دیگر اشیاء منسولہ کا وقف بھی درست قرار دیا گیا ہے اسی وجہ سے غلام وغیرہ کا مسافر خانہ اور مدرسہ کے لئے وقف کرنا درست قرار دیا گیا ہے۔ عن الخلاصه فی مسائل وقف المنقول الذی جری فیه التعامل۔ (ماخوذ از شامی)

واکراته، بمعنی عبیدة الحراثون، الاکرة، الحراثون، ماخوذ از اکرت الارض یعنی حرثتها، واسم الفاعل أكار للمبالغته۔ شامی ص ۳۸۴ ج ۳۔

وَكَمَا صَحَّ وَقْفُ مَشَاعٍ قُضِيَ بِجَوَازِهِ لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ، فَلِلْحَنَفِيِّ الْمُقَلِّدِ أَنْ يَحْكُمَ بِصِحَّةِ وَقْفِ الْمَشَاعِ وَبُطْلَانِهِ لِاخْتِلَافِ التَّرْجِيحِ وَإِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ قَوْلَانِ مُصَحَّحَانِ جَازَ الْإِفْتَاءُ وَالْقَضَاءُ بِأَحَدِهِمَا بَحْرٌ وَمُصَنِّفٌ.

ترجمہ ومطلب جس طرح مشاع کا وقف ہونا درست ہوگا جب کہ قاضی نے اس کے جواز کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا ہو۔ اس وجہ سے کہ اہل اجتہاد کا وقف مشاع میں اختلاف ہے لہٰذا قاضی حنفی مقلد کو وقف مشاع کی صحت اور عدم صحت پر حکم لگانے کا اختیار ہے کیونکہ قول ترجیح اور عدم ترجیح میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور جب کسی مسئلہ میں دو قول ہوں اور وہ دونوں مصحح ہوں تو ان دونوں اقوال میں سے کسی ایک قول پر فتویٰ دینا اور قضاء جائز ہے۔ (کذافی البحر وشرح المصنف)

تشریح ایک جماعت کے نزدیک مشائخ احناف میں سے مشاع کا وقف کرنا درست نہیں اور ایک جماعت کے نزدیک اس وقف کو درست قرار دیا ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے، اس اختلافی صورت میں جب قضاء قاضی نافذ ہو جائے گا تو اب یہ وقف متفق علیہ منعقد ہو جائے گا، ویصیر بالقضاء متفقا علیه۔ (شامی)

واذا کان فی المسئلة الخ: اور یہ اسی وقت تک ہے جبکہ کسی ایک قول کے مطابق اس میں فتاویٰ نہ دیا گیا ہو کیونکہ مفتیٰ بہ قول سے عدول کرنا غیر مفتیٰ بہ قول کی جانب درست نہیں، اور اسی طرح جبکہ ابتداءً مفتی بہ نہ تھا، اور اب کسی ایک قول پر

مفتی نے فتویٰ دے دیا کہ قاضی نے (فتویٰ کے بعد) حکم لگا دیا ہے تو اس کے بعد اس کے خلاف دوسرے قول پر نہ فتویٰ دیا جائے اور نہ حکم لگایا جائے۔

قولہ لان مصححان: یعنی جن جن مشائخ نے ہر ایک قول کی تصحیح کی ہو اور الفاظ تصحیح دونوں کے برابر درجہ پر ہوں تو ایسی صورت میں مفتی اور قاضی کو ان میں سے کسی ایک قول پر اپنا فتویٰ سادر کر دینا درست ہوگا گویا کہ ان میں سے ایک کو ترجیح دی گئی ہے۔

اور اگر صحت کے اعتبار سے کسی ایک قول کی صحت میں تاکید مصحح کی زائد ہے تو گویا کہ وہ راجح شدہ ہے ایسی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ اسی مؤکد کو اختیار کیا جائے۔ والا فالاولی الاخذ بما هو اكذا في التصحيح الخ۔ (شامی ص ۳۸۵ ج ۳)

وَ كَمَا صَحَّ أَيْضًا وَقْفُ كُلِّ مَنْقُولٍ قَصْدًا فِيهِ تَعَامُلٌ لِلنَّاسِ كَفَأْسٍ وَقَدُومٍ بَلْ وَدَرَاهِمَ وَدَنَانِيرَ

ترجمہ ومطلب اور اسی طرح ہر منقول شئی کا وقف کرنا بھی درست ہے بالقصد، (نہ کہ تبعاً) جن اشیاء میں وقف کرنے کا تعامل ناس جاری شدہ ہے مثلاً کلہاڑی، بسولہ، بلکہ دراہم ودنانیر بھی۔

تشریح گذشتہ عبارات سے معلوم ہو چکا ہے کہ تبعاً اشیاء منقول کا وقف بالاتفاق درست ہے اور بالقصد، مستقلاً اشیاء منقولہ میں کا وقف بھی درست ہے، البتہ اس میں ایک قید لگائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جن اشیاء میں اہل اسلام کے وقف پر تعامل جاری ہو ان اشیاء ہی کا وقف ہوگا۔ چنانچہ ہتھیار، گھوڑے کا وقف میں حضرات صاحبینؒ کا کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ احادیث اور آثار صحابہؓ سے یہ ثاثت شدہ ہے، اور غیر تعامل والی اشیاء میں حضرات صاحبین کا اختلاف ہے، امام محمدؒ کے نزدیک ہر منقول شئی کا علی الاطلاق وقف کرنا درت ہے، تعامل کی کوئی قید نہیں البتہ ام ابو یوسفؒ کے نزدیک رواج اور تعامل کی قید کے ساتھ مشروط ہے۔

فائدہ: دراہم اور دنانیر میں بھی قول مفتیٰ بہ کے مطابق وقف کرنا درست ہے جیسا کہ متن میں اس کی تصریح کی گئی ہے، وقال المصنف ﷺ في المنح ولما جرى التعامل في زماننا في البلاد والرواية وغيرها في وقف الدراهم والدنانير الخ (شامی ص ۳۸۵ ج ۳)

قُلْت: بَلْ وَرَدَ الْأَمْرُ لِلْقُضَاةِ بِالْحُكْمِ بِهِ كَمَا فِي مَعْرُوضَاتِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ وَمَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ فَيُبَاعُ وَيُدْفَعُ ثَمَنُهُ مُضَارَبَةً أَوْ بِضَاعَةً فَعَلَى هَذَا لَوْ وَقَفَ كُرًّا عَلَى شَرْطِ أَنْ يُقْرِضَهُ لِمَنْ لَا بَذْرَ لَهُ لِيَزْرَعَهُ لِنَفْسِهِ فَإِذَا أَدْرَكَ أَخَذَ مِقْدَارَهُ ثُمَّ أَقْرَضَهُ لِغَيْرِهِ وَهَكَذَا جَازَ خُلَاصَةٌ، وَفِيهَا: وَقَفَ بَقَرَةً عَلَى أَنَّ مَا خَرَجَ مِنْ لَبَنِهَا أَوْ سَمْنِهَا لِلْفُقَرَاءِ إنْ اعْتَادُوا ذَلِكَ رَجَوْت أَنْ يَجُوزَ

ترجمہ ومطلب شارح صاحب درمختارؒ فرماتے ہیں کہ بلکہ روم کے حاکم اور بادشاہ کا حکم قاضیوں کو دراہم اور دنانیر کی صحت وقف کے لئے قاضیوں کو حکم (اور قضائی) کا وارد شدہ ہے کہ ان کے وقف کی صحت پر قضاء جاری کریں چنانچہ مفتی ابو سعود کی مصروفیات میں ہے کہ ہر کیلی اور وزنی اشیاء کے وقف کا کیا جانا درست ہے، اور ان شئی کو فروخت کر دیا جائے اور حاصل شدہ قیمت کو مضاربت یا بضاعت کی صورت میں برائے تجارت کسی کو دے دی جائے۔

فعلی هذا: تو اسی قول کے مطابق (کہ کیلی، وزنی، منقولات اشیاء کا وقف درست قرار دیا گیا ہے تو اسی پر یہ بھی کہا گیا

ہے) کہ اگر کوئی شخص گیہوں یا جو اس شرط پر وقف کرے کہ متولی کسی ایسے کاشت کار کو یہ گیہوں اور جو قرض دے جس کے پاس بیج نہ ہو کہ وہ کاشت کار اپنی زمین بوے، اور جب غلہ تیار ہو کر حاصل ہو جائے تو اس سے ایک مقررہ مقدار وصول کی جائے اور پھر اسی طرح ضرورت مند کاشت کار کو بطور قرض دیدے اور اسی طرح ہمیشہ قرض دیتا رہے اور شرط کے مطابق مقدار اس سے حاصل کرتا رہے یہ صورت جائز ہے۔ (کذافی الخلاصه)

و فیها: اور خلاصہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے بقرہ وقف کی اس شرط کے ساتھ کہ جو اس کا دودھ گھی حاصل ہو وہ فقراء کے لئے ہے تو اگر اس نوع پر وقف کرنے کی اس علامہ میں عادت اور تعامل ہو تو میں امید کرتا ہوں کہ یہ صورت بھی جائز ہو۔

تشریح ومکیل، اس کا عطف مصنفؒ کے قول ودراہم پر ہے (شامی) ظاہر ہے کہ یہ کیلی اشیاء ہوں یا کہ وزنی ان کے اوقاف کو برقرار رکھنے والا واقف کی غرض صدقہ جاریہ کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی قیمت کو شرکت مضاربت وغیرہ کی صورت میں دے کر آمدنی سے فقراء اور مساکین پر صرف ہوتے رہنے کی مستقل نکل جائے گی۔

اور یہی حکم دراہم ودنانیر موقوفہ میں بھی ہوگا۔ و کذا یفعل فی وقف الدراھم الخ۔ (شامی)

فعلی ھذا: یعنی جب کہ کیلی اور وزنی اشیاء کے وقف کا قول درست قرار دیدیا گیا ہے تو اسی کے مطابق یہ صورت مذکورہ بھی وقف درست ہوگی۔

وما خرج من البربح یتصدق به فی جهت الوقف الخ (شامی ص ۳۸۶ ج ۳)

وَقِدْرٍ وَجِنَازَةٍ وَثِيَابِهَا وَمُصْحَفٍ وَكُتُبٍ لِأَنَّ التَّعَامُلَ يُتْرَكُ بِهِ الْقِيَاسُ لِحَدِيثِ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ بِخِلَافِ مَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ كَثِيَابٍ، وَمَتَاعٍ وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اخْتِيَارٌ وَأَلْحَقَ فِي الْبَحْرِ السَّفِينَةَ بِالْمَتَاعِ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: جَازَ وَقْفُ الْأَكْسِيَةِ عَلَى الْفُقَرَاءِ فَتُدْفَعُ إلَيْهِمْ شِتَاءً ثُمَّ يَرُدُّونَهَا بَعْدَهُ. وَفِي الدُّرَرِ وَقَفَ مُصْحَفًا عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ لِلْقِرَاءَةِ إنْ يُحْصَوْنَ جَازَ وَإِنْ وَقَفَ عَلَى الْمَسْجِدِ جَازَ وَيَقْرَأُ فِيهِ، وَلَا يَكُونُ مَحْصُورًا عَلَى هَذَا الْمَسْجِدِ وَبِهِ عُرِفَ حُكْمُ نَقْلِ كُتُبِ الْأَوْقَافِ مِنْ مَحَلِّهَا لِلِانْتِفَاعِ بِهَا وَالْفُقَهَاءُ بِذَلِكَ مُبْتَلَوْنَ فَإِنْ وَقَفَهَا عَلَى مُسْتَحِقِّي وَقْفِهِ لَمْ يَجُزْ نَقْلُهَا وَإِنْ عَلَى طَلَبَةِ الْعِلْمِ وَجَعَلَ مَقَرَّهَا فِي خِزَانَتِهِ الَّتِي فِي مَكَانِ كَذَا فَفِي جَوَازِ النَّقْلِ تَرَدُّدٌ نَهْرٌ

ترجمہ ومطلب اور درست ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اس کے کپڑوں کا اور قرآن کریم اور کتابوں کا، تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔ حدیث میں وارد شدہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی وجہ سے جس کو اہل اسلام بہتر قرار دیں وہ عند اللہ بھی بہتر ہے، بخلاف ان اشیاء منقولہ کے جن میں (زمانہ سلف) وقف کرنے کا تعامل نہ ہو، تو ان اشیاء کا وقف کرنا درست نہ ہوگا، مثلاً کپڑوں اور سامان کا۔

یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اس قول پر فتویٰ ہے (کذافی الاختیار شرح المختار) بحر الرائق میں کشتی کو اسباب کے ساتھ یعنی عدم جواز میں اور بزازیہ میں ہے کہ فقراء پر کمبلوں، چادروں (لحافوں کا وقف کرنا جائز ہے، تو فقرا کو سردی میں استعمال کے

لئے دیئے جائیں اور اس کے بعد وہ واپس کر دیں، قرأت کے لئے اہل مسجد پر قرآن کا وقف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ شمار میں آسکتے ہوں، (کذافی الدرر) اور اگر قرآن مسجد پر وقف کیا جائے تو بہتر ہے، ان مصاحف وقف شدہ میں قرأت کی جائے گی، اور یہ وقف شدہ قرآن محض کسی ایک ہی مسجد کے لئے محصور نہ ہوگا۔

اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ وقف شدہ کتب کا ان کے مقام سے منتقل کرنے کا حکم برائے استفادہ۔ اور فقہاء اس میں مبتلاء ہیں، سو اگر وقف کنندہ نے کتاب کو وقف کیا ہے اپنے مستحقین وقف کے لئے مثلاً کسی خاص مدرسہ کے لئے تو ان کو دوسری جگہ منتقل کرنا برائے مطالعہ جائز نہ ہوگا۔

اور اگر وقف کیا ہے مطلق طلباء کے لئے اور ان کتب کا ایک مقام متعین کر دیا کہ جو فلاں جگہ میں وہ کتب رہیں گی، تو اس صورت میں منتقل کرنے کے جواز میں تردد ہے۔ (کذافی النہر)

تشریح (الف) جنازہ (بالکسر) کے کئے چار پائی وغیرہ جس پر اس کو قبرستان لے جاتے ہیں، اور میت کی چار پائی وغیرہ پر جو کپڑا ڈالا جائے اور اسی طرح فی زمانناوہ کپڑا جو عورتوں کی تدفین کے وقت جس سے پردہ کیا جاتا ہے چونکہ عرفاً یہ اشیاء وقف کرتے آئے ہیں، اس لئے جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح وہ اشیاء جو سلف سے وقف ہوتی آرہی ہوں، جن پر تعامل ہو، اہل علم نے اس پر نکیر نہ کی بلکہ ان کی اجازت دی ہو، تو ایسی جملہ اشیاء کا وقف بھی درست ہوگا، اگر چہ قیاس اس کو درست نہ قرار دے، ایک اصول ہے ''التعامل یترک بہ القیاس''۔

(ب) قیاس اس کا متقضی ہے کہ منقولہ اشیاء کا وقف نہ کیا جائے کیونکہ وقف کی صحت کے لئے ایک لازمی شرط ہے کہ وہ علی الدوام ہو، اور منقول شئی لا یدوم، لیکن تعامل اس قیاس کو ترک کرنے پر حاکم ہے چونکہ فقہاء نے یہ فرمایا ہے، ''الثابت بالعرف کالثابت بالنص'' اور مزید تائید حدیث مذکورہ سے بھی ہوتی ہے کہ شرعی عرف اور تعامل معتبر ہوتا ہے۔ (ماخوذ از شامی)

متاع ہر وہ شی جس سے انتفاع کیا جائے اور ضرورت میں اس کا استعمال ہو خاص کر جو اشیاء اور اسباب گھر میں استعمال ہوتے ہوں۔ (شامی)

(ج) وان وقف الخ، ایک صورت یہ ہے کہ اہل مسجد کی قید کے ساتھ وقف کیا جائے تو اس میں شرط ہے کہ یہ بھی معلوم ہو کہ وہ اہل مسجد کون ہیں ان کی تعداد کیا ہے، کون لوگ تلاوت کریں گے۔

اور اگر یہ وقف مسجد پر ہو تب اس کی کوئی ضرورت نہیں جس طرح اور اشیاء برائے مسجد وقف ہوتی ہیں اسی طرح یہ بھی وقف شدہ ہے، لان الوقف علی المسجد لا علی اهله۔ (ایضاً)

ولا یکون الخ: اصل تو یہ ہے کہ جب کسی ایک مسجد کے لئے مخصوص کرتے ہوئے وقف کیا جائے تو دوسرے محلہ اور دوسری مسجد میں وہ منتقل نہ ہو۔ (ماخوذ از قینه وهذا هو الظاهر الخ شامی) یہ کہا جائے گا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ قولان متغایران۔

(د) وان علی طلبة العلم الخ اکثر علماء میں غرباء اور فقراء ہی ہوتے ہیں لہٰذا ان کی حاجت کا متقضی ہے کہ یہ وقف درست ہو، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جو مالدار ہوں وہ اس سے نفع نہ اٹھا سکیں گے، بلکہ یہ وقف سب کے لئے برابر ہوگا، لہٰذا مالدار

اور علماء بھی ان کتابوں سے انتفاع کر سکتے ہیں کیونکہ واقف کی اصل منشاء یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس سے نفع اٹھایا جائے "ویقصد نفع الزیقین ولانہ لیس کل غنی یجد کل کتاب یدید خصوصا وقت الحاجة"۔

(ف) ففی جواز النقل الخ: اگر اندیشۂ قوی ہے کہ منتقل ہونے کی صورت میں کتاب ضائع ہوجائے گی تو اب اس کو منتقل کرنا درست نہ ہوگا، اسی خدشہ کی وجہ سے عدم منتقل کی قید ہوتی ہے، قال الشامی ت وقد اخبرنی بعض قوام مدرسة ان واقفها کتب ذالک لیجعل حیلة لمنع اغارة من یحشی منه ایضاع واللہ اعلم سبحانه اعلم۔ (ص ۳۸۸ ج ۳)

وَيُبْدَأُ مِنْ غَلَّتِهِ بِعِمَارَتِهِ ثُمَّ مَا هُوَ أَقْرَبُ لِعِمَارَتِهِ كَإِمَامِ مَسْجِدٍ وَمُدَرِّسِ مَدْرَسَةٍ يُعْطَوْنَ بِقَدْرِ كِفَايَتِهِمْ ثُمَّ السِّرَاجُ وَالْبِسَاطُ كَذَلِكَ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ الْوَقْفُ لِثُبُوتِهِ اقْتِضَاءً وَتُقْطَعُ الْجِهَاتُ لِلْعِمَارَةِ إِنْ لَمْ يُخَفْ ضَرَرٌ بَيِّنٌ فَتْحٌ، فَإِنْ خِيفَ كَإِمَامٍ وَخَطِيبٍ وَفِرَاشٍ قُدِّمُوا فَيُعْطَى الْمَشْرُوطُ لَهُمْ وَأَمَّا النَّاظِرُ وَالْكَاتِبُ وَالْجَابِي، فَإِنْ عَمِلُوا زَمَنَ الْعِمَارَةِ، فَلَهُمْ أُجْرَةُ عَمَلِهِمْ لَا الْمَشْرُوطُ بَحْرٌ: قَالَ فِي النَّهْرِ: وَهُوَ الْحَقُّ خِلَافًا لِمَا فِي الْأَشْبَاهِ وَفِيهَا عَنْ الذَّخِيرَةِ لَوْ صَرَفَ النَّاظِرُ لَهُمْ مَعَ الْحَاجَةِ إِلَى التَّعْمِيرِ ضَمِنَ وَهَلْ يَرْجِعُ عَلَيْهِمْ الظَّاهِرُ لَا لِتَعَدِّيهِ بِالدَّفْعِ وَمَا قُطِعَ لِلْعِمَارَةِ يَسْقُطُ رَأْسًا: وَفِيهَا لَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ تَقْدِيمَ الْعِمَارَةِ. ثُمَّ الْفَاضِلُ لِلْفُقَرَاءِ أَوْ لِلْمُسْتَحِقِّينَ لَزِمَ النَّاظِرَ إِمْسَاكُ قَدْرِ الْعِمَارَةِ كُلَّ سَنَةٍ وَإِنْ لَمْ يَحْتَجْهُ الْآنَ لِجَوَازِ أَنْ يَحْدُثَ حَدَثٌ وَلَا غَلَّةَ بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَشْتَرِطْهُ فَلْيُحْفَظْ الْفَرْقُ بَيْنَ الشَّرْطِ وَعَدَمِهِ. وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ لَوْ زَادَ الْمُتَوَلِّي دَانَقًا عَلَى أَجْرِ الْمِثْلِ ضَمِنَ الْكُلَّ؛ لِوُقُوعِ الْإِجَارَةِ لَهُ وَفِي شَرْحِهَا لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ عِنْدَ قَوْلِهِ: وَيَدْخُلُ فِي وَقْفِ الْمَصَالِحِ قَيِّمٌ ... إِمَامٌ خَطِيبٌ وَالْمُؤَذِّنُ يَعْبُرُ الشَّعَائِرُ الَّتِي تَقَدَّمَ شَرَطَ أَمْ لَمْ يَشْتَرِطْ بَعْدَ الْعِمَارَةِ هِيَ إِمَامٌ وَخَطِيبٌ وَمُدَرِّسٌ وَوَقَّادٌ وَفَرَّاشٌ وَمُؤَذِّنٌ وَنَاظِرٌ، وَثَمَنُ زَيْتٍ وَقَنَادِيلُ وَحُصُرٌ وَمَاءُ وُضُوءٍ وَكُلْفَةُ نَقْلِهِ لِلْمِيضَأَةِ فَلَيْسَ مُبَاشِرٌ وَشَاهِدٌ، وَشَادٌّ، وَجَابٍ، وَخَازِنُ كُتُبٍ مِنْ الشَّعَائِرِ، فَتَقْيِيدُهُمْ فِي دَفْتَرِ الْمُحَاسَبَاتِ لَيْسَ بِشَرْعِيٍّ

ترجمہ ومطلب اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرت مثل سے ایک دانق بھی زحادہ دی، تو کل اجرت کا ضامن ہوگا۔ (کہ اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا) بایں وجہ کہ (اس صورت میں) وہ اجارہ متولی کے لئے ہوگیا۔

شرح وہبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ اسی قول کے قریب (اور اس کے موافق) حکم کے اعتبار سے وقف کے مصالح میں داخل ہے، ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن کہ جو شعائر مقدم ہیں (اور وہ مصالح وقت کے حکم میں) داخل ہیں، واقف نے ان شرط کیا ہو یا کہ نہ شرط کیا ہو، تجارت ضروریہ کے بعد (جن امور پر آمدنی کو صرف کیا جائے گا وہ امام وخطیب اور مدرس اور خدام مسجد) (مثلاً) خزانچی اور فراشگی، مؤذن اور ناظر، تیل اور قندیل اور چٹائیاں اور وضوء کے لئے پانی کی قیمت اور پانی لانے کی

مزدوری کہ جو وضوء کے (یہ سب وہ چیزیں ہیں جن پر وقف کی آمدنی صرف ہوگی) ان کے علاوہ مباشر اور شاہد اور مسجد کا دیکھ ریکھ رکھنے والا اور وصول کنندہ آمد کتابوں کا ناظر، شعائر ہے، وقف (کے حکم میں شامل اور داخل نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی تقدیم دفتر حساب میں اور شرعی نہیں ہے)۔

تشریح لوزردائحہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں ایک مزدور کو اجرت پر لگایا جب کہ اجرت عرفاً ایک درم ہے، مگر متولی نے ایک درہم اور ایک دانق اجرت مقرر کی اور دیدی، تو اس صورت میں متولی کو اپنے مال یہ تمام اجرت بطور ضمان ادا کرنا ہوگی۔ مال وقف سے نہیں۔ (ف) دانق، ۱/۶ درہم (كذا في شرح الوهبانيه من قاضي خاں) کیونکہ متولی کے اپنے لئے معاملہ کیا ہے، اور یہ غبن ناحق کے حکم میں آ گیا ہے جو اکثر مما يتغابن فيه الناس۔ البتہ اگر بہت کم مقدار زائد دیا جائے تو چونکہ اقل مقدار میں بچاؤ اکثر دشوار ہوتا ہے وہ نظر انداز رہے گا۔ (ماخوذ از شامی)۔

في وقف المصالح: مقصد بیان یہ ہے کہ اگر کسی واقف نے وقف کیا اور وقف ناصہ میں یہ کہا ہے کہ اسکی آمدنی ''مصالح مسجد'' پر صرف ہوگی، تو اس مجمل بیان میں کون سی چیزیں داخل ہونگی، چند آمدنی صرف کی جا سکتی ہے؛ چنانچہ وہ یہ ہیں، امام و خطیب وغیرہ۔

وَيَقَعُ الِاشْتِبَاهُ فِي بَوَّابٍ وَمُزَمِّلَاتِيٍّ قَالَهُ فِي الْبَحْرِ. قُلْت: وَلَا تَرَدُّدَ فِي تَقْدِيمِ بَوَّابٍ وَمُزَمِّلَاتِيٍّ وَخَادِمِ مَطْهَرَةٍ انْتَهَى. قُلْت: إنَّمَا يَكُونُ الْمُدَرِّسُ مِنْ الشَّعَائِرِ لَوْ مُدَرِّسَ الْمَدْرَسَةِ كَمَا مَرَّ، أَمَّا مُدَرِّسُ الْجَامِعِ فَلَا لِأَنَّهُ لَا يَتَعَطَّلُ لِغَيْبَتِهِ بِخِلَافِ الْمَدْرَسَةِ حَيْثُ تُقْفَلُ أَصْلًا.

ترجمہ و مطلب بحر الرائق میں ہے کہ دربان اور مندملائی میں اشتباہ ہوتا ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے (مذکورہ اقسام کیا یا نہیں۔ شرنبلالی کا قول ہے کہ دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کو مقدم رکھا جائے گا، اور اس میں کوئی متردد نہیں

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ مدرس (بھی) شعائر میں سے اگر مدرسہ کا مدرس ہو (كما هو) البتہ جامع مسجد کا مدرس شعائر میں داخل نہیں؛ کیونکہ اس کے مدرس نہ ہونیکی صورت میں بالکلیہ (تعلیمی نظام میں) تعطل ہو جائے گا اور کر مدرسہ بالکل بند ہو جائے گا (گویا کہ) مدرسہ مقفل ہو جائے گا۔

تشریح مندملہ، بروزن معظمۃ وہ برتن جس میں پانی ٹھنڈا ہوتا ہے (مثلاً مٹکہ اور مندملائی وہ خادم جو نمازیوں کے لئے پانی پینے کا نظم کرتا ہو)

خادم مطہرہ یعنی مسجد (وغیرہ) کی صفائی کا کار انجام دے، كذا في الطحاوي، شامی، (فائدہ) اگر چہ فی زمانا اس کی جگہ بڑی مسجدوں میں ٹھنڈے پانی کے لئے فرج وغیرہ ہوتے ہیں تاہم بعض مساجد میں اس کا انتظام ہوتا ہے۔

مدرس مدرسہ: یعنی جب کہ واقف کے شرط پر جو مدرس مدرسہ کا ملازم ہے اور وہ مستقل ہے (كما في الاشباه) اور فی زمانا مدرس کی وہ نوعیت نہیں ہے۔

سوال: اگر مدرس مدرسہ حاضر ہو اور وقت پر مدرسہ میں موجود رہتا ہے مگر طلباء مدرسہ میں نہ ہوں جس سے کہ وہ تعلیم دے، تو ایسی صورت میں تدریس کی اجرت کا وہ مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اگر مدرس نے اپنے کو تدریس کے لئے فارغ کر دیا ہے کہ وہ مدرسہ میں حاضر رہتا ہے وقت پر موجود رہتا ہے، وہ اجرت اور مشاہدہ کا مستحق ہوگا۔ (۲) وفی فتاویٰ الحانوی یستحق المعلام عند قیام المانع من العمل و لم یکن بتقصیرہ سواء کان ناظر أو غیرہ کا یجابی۔ شامی صفحہ ۳۹۱ ج ۳۔

وَهَلْ يَأْخُذُ أَيَّامَ الْبَطَالَةِ كَعِيدٍ وَرَمَضَانَ لَمْ أَرَهُ وَيَنْبَغِي إِلْحَاقُهُ بِبَطَالَةِ الْقَاضِي. وَاخْتَلَفُوا فِيهَا وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَأْخُذُ؛ لِأَنَّهَا لِلِاسْتِرَاحَةِ أَشْبَاهُ مِنْ قَاعِدَةِ الْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ. وَسَيَجِيءُ مَا لَوْ غَابَ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ ومطلب اور کیا مدرس تعطیل کے ایام کا مشاہدہ لے گا یا نہیں؟ مثلاً عید کی تعطیل اور رمضان کی تعطیل (جس زمانہ میں تدریس نہ ہو) صاحب ماتن فرماتے ہیں کہ میں (کتب فقہ میں) اس سے متعلق قول مصرح نہیں کیا تھا۔ (از روئے حکم) لاحق کیا جائے، اور علماء کے اس سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں۔ اور (ان جملہ اقوال میں سے) قول اصح یہ ہے کہ یہ مدرس ان ایام کی اجرت وصول کرلے، کیونکہ یہ تعطیل برائے استراحت ہے اشباہ (کے بیان کردہ) قاعدہ کے مطابق۔ "العادة محكمة" اور (ایک مسئلہ) جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے اگر مدرس غیر حاضر ہو۔

تشریح فليحفظ!: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عرف اور عادت کا اعتبار ہوگا کما قال العادةُ محكمةٌ، نیز اہل مدارس نے جو اصول ضابطہ تجویز کیا ہے اور اسی پر جانبین کے درمیان معاملہ ہوا ہے، تو اس کا بھی اعتبار ہوگا۔

(۲) اور جن ایام میں تدریس ہے اور اگر کسی یوم درس نہ دے تو اس یوم کی اجرت لینا حلال نہ ہوگا۔ بخلاف غیر هما من ایام الاسبوع حیث لا یحل له اخذ الاجر عن یو لم یدرس فیه الخ۔ (صفحہ ۳۹۱ شامی ج ۳)

فائدہ: فی زماننا اہل مدارس اور مدرسین اس معاملہ میں بہت ہی بلا شبہ یہ عند اللہ کسی بھی طرح درست نہ ہوگا۔ ہمارے اکابرین علماء کرام اس سلسلہ میں بہت ہی زیادہ محتاط تھے اور آج احتیاط نام کی کوئی صورت دکھلائی نہیں دے رہی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

یعنی جمعہ اور کسی یوم کی تعطیل کا ضابطہ ہو۔ اس کے علاوہ (اسلام)۔

دَارًا فَعِمَارَتُهُ عَلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى وَلَوْ مُتَعَدِّدًا مِنْ مَالِهِ لَا مِنَ الْغَلَّةِ إِذِ الْغُرْمُ بِالْغُنْمِ دُرَرٌ. وَلَمْ يَزِدْ فِي الْأَصَحِّ يَعْنِي إِنَّمَا تَجِبُ الْعِمَارَةُ عَلَيْهِ بِقَدْرِ الصِّفَةِ الَّتِي وَقَفَهَا الْوَاقِفُ وَلَوْ أَبَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى أَوْ عَجَزَ لِفَقْرِهِ عَمَّرَ الْحَاكِمُ أَيْ آجَرَهَا الْحَاكِمُ مِنْهُ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ وَعَمَّرَهَا بِأُجْرَتِهَا كَعِمَارَةِ الْوَاقِفِ وَلَمْ يَزِدْ فِي الْأَصَحِّ إِلَّا بِرِضَا مَنْ لَهُ السُّكْنَى زَيْلَعِيٌّ.

ترجمہ ومطلب اور اگر وہ وقف شدہ رہائشی مکان ہے تو اس کی مرمت کرنا اسے لازم ہے جس کیلئے وہ مکان مقف کیا ہوا ہے، اگرچہ اس میں رہائش پزیر متعدد ہوں تو رہنے والا اپنے مال سے اس کی مرمت کرلے، نہ کہ مکان کے کرایہ کیا مدنی سے، اگرچہ اسوجہ سے کہ نقصان (کا مان اور ذمہ درا) بدوض منفعت ہے، یعنی نفع اٹھانے کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے اس کے عوض یہ ضمان ہوگا۔

اور قول اصح کے مطابق رہنے والا مرمت زائد نہ کرگا، یعنی اس رہنے والے پر جو تعمیر و مرمت لازم وواجب ہوگی وہ اسی

صفت کے مطابق ہوگی، جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا۔
اور اگر یہ رہنے والا مرمت کرنے سے انکار کرے، یا کہ وہ غریب ہونے کی وجہ سے مرمت نہ کراسکے، تو حاکم اس کی مرمت (کا انتظام) کرے، یعنی اس مکان کو اجرت (اور کرایہ) دیا جائے، اسی رہنے والے کو کرایہ پر ہے واقف کی صفت کیے مطابق، اسمیں زائد عمارت نہ کی جائے، قول اصح کے مطابق، البتہ رہنے والی کی اجازت کہا تھا (اس میں اضافہ کیا جاسکتا ہے) (کذافی الزیلعی)

تشریح ظاہر ہے کہ مکان میں رہائش اور استعمال کی وجہ سے اس میں ٹوٹ، پھوٹ بھی ہوگی تو اس رہنے والے پر لازم ہے کہ واقف کی محنت کے مطابق اس مکان کو حتی الامکان برقرار رکھنے کے لئے اسکی مرمت کا وہی ضامن ہوگا اذا الغرم بالغنم یعنی نقصان کی ذمہ داری نفع کے بعوض لازم ہوا کرتی ہے۔
الحاکم یعنی مکان وقف کا متولی اور منتظم، اگر متولی موجود ہے تو پھر حاکم (وغیرہ) کو اس میں کوئی دخل نہ ہوگا؛ البتہ اگر متولی اس میں غفلت کرتا ہے، تو حاکم اس کا نظم کرے۔

وَلَا يُجْبَرُ الْآبِي عَلَى الْعِمَارَةِ. وَلَا تَصِحُّ إِجَارَةُ مَنْ لَهُ السُّكْنَى بَلِ الْمُتَوَلِّي أَوِ الْقَاضِي ثُمَّ رَدُّهَا بَعْدَ التَّعْمِيرِ إِلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى رِعَايَةً لِلْحَقَّيْنِ فَلَا عِمَارَةَ عَلَى مَنْ لَهُ الِاسْتِغْلَالُ لِأَنَّهُ لَا سُكْنَى لَهُ فَلَوْ سَكَنَ هَلْ تَلْزَمُهُ الْأُجْرَةُ؟ الظَّاهِرُ لَا لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ

ترجمہ ومطلب اور اگر انکار کرے، مکان میں رہنے والا مرمت کرنے سے تو اس پر زبردستی نہیں کی جائے گی۔ اور جس کو وقف میں رہنے کا استحقاق ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کرایہ پر دینا؛ بلکہ (اگر متولی اس کی مرمت کی وجہ سے کرایہ پر نہ دے) تو قاضی کرائے پر دے سکتا ہے، اور جب کہ واپس کردیا جائے مکان اس کو جس کو سکونت کا استحقاق تھا۔ جن سے کہ دونوں صاحب حق کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے۔
فلا عمارۃ: پس جس شخص کے لئے کرایہ کی آمدنی کا انجام استحقاق ہے (ازروئے وقف) تو اس پر مکان موقوفہ کی مرمت لازم نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے لئے رہائش کا استحقاق نہیں ہے، اگر وہ شخص (جس کو کرایہ کی آمدنی کا ہی حق ہے) اس مکان میں رہائش اختیار کرلے، تو کیا اس پر کرایہ لازم ہوگا (ے) بظاہر تو یہی ہے کہ اس پر کرادیہ لازم نہ ہوگا؛ کیونکہ کرایہ وصول کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

تشریح ولا تصح: مطلب یہ ہے کہ اگر وہ متولی نہیں ہے، تو کرایہ پر دینے گا اس کو اختیار نہ ہوگا۔ عقد کرایہ کرنے گا اختیار متولی کو ہی ہوگا۔ اور اگر متولی نہ ہو تو پھر قاضی کو۔ ولیکن کوئی وقف بغیر متولی کے نہیں ہوا کرتا کما مر۔
فائدہ: اس طرح جب کہ متولی ہو، تو قاضی کو بھی تصرف کا اختیار نہیں ہوگا۔ (شامی) لہٰذا قاعدہ ہے "الولایۃ الخاصۃ اقوی من الولایۃ العامۃ"۔!
رعایتہ الخ: مطلب یہ ہے کہ واقف کا حق ہے کہ وقف کردہ مکان صفت وقف کردہ پر رہائش کے حق کا مقتضی یہ کہ عند الضرورت مکان کرایہ پر دیا گیا تھا اور اب وہ مرمت ضرورت مکمل ہوگی، اس لئے اس کو مکان برائے رہائش دیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر مکان کی مرمت نہ ہوتی تو وقف کو بھی نقصان پہونچتا اور ضائع ہو جاتا اور سکونت بھی نہ ہو سکتی تھی۔ لانہ لو لم یعمرھا تفوت لسکنی اصلاً۔ (بحر، شامی ص ۳۹۲ ج ۳)

لعدم الفائدة: کیونکہ اگر اس سے کرایہ وصول بھی کیا گیا تو وہ کرایہ اسی کو دینا ہے کہ از روئے وقف وہ کرایہ کا حقدار تھا۔

إِلَّا إِذَا احْتِيجَ لِلْعِمَارَةِ، فَيَأْخُذُهَا الْمُتَوَلِّي لِيُعَمِّرَ بِهَا وَلَوْ هُوَ الْمُتَوَلِّي يَنْبَغِي أَنْ يُجْبِرَهُ الْقَاضِي عَلَى عِمَارَتِهِ مِمَّا عَلَيْهِ مِنَ الْأُجْرَةِ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ نَصَّبَ مُتَوَلِّيًا لِيَعْمُرَهَا وَلَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ غَلَّتَهَا لَهُ وَمُؤْنَتَهَا عَلَيْهِ صَحَّا وَهَلْ يُجْبَرُ عَلَى عِمَارَتِهَا؟ الظَّاهِرُ: لَا نَهْرٌ

ترجمہ البتہ اگر مرمت کی ضرورت ہے تو متولی اس سے کرایہ وصول کرلے تا کہ اس رقم سے اس کی مرمت کرائی جائے، اور اگر وہی شخص خود متولی بھی ہے (مگر مکان کی مرمت سے غافل اور لاپرواہی کرتا ہے تو) قاضی اس پر جبر کریگا کہ وہ اسکی مرمت کرائے اس رقم سے جو اسپر کرایہ کی واجب الاداء ہے اور اگر مرمت نہ کرے تو دوسرے متولی کو مقرر کردیا جائے؛ تا کہ وہ اسکی مرمت کرائے۔

ولو شرط الخ: اور اگر واقف نے (بوقت وقف) ایک شخص کے لئے آمدنی دینے کی شرط لگائی اور اس پر اس کا خرچ بھی شرط کیا گیا تو یہ دونوں شرطیں درست ہیں۔ (سوال ہل) کیا اس شخص پر مرمت کے لئے جبر کیا جائے گا۔ ظاہراً جواب یہ ہے کہ اس پر جبر نہیں ہوگا۔ کذافی الھند الفائق۔

تشریح ولو شرط الخ: مطلب یہ کہ اس شرط کے ساتھ وقف درست ہوگیا اور یہ شرط بھی درست ہوگی۔ فی التتار خانیتہ، فالوقف جائز مع ھذا الشرط۔

الظاھر الخ: اشارہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے، ظاہر روایت یہ ہے کہ جبر نہ ہو، اور بحر الرائق میں ہے وظاھرہ یُجبر علی عمارتھا (فائدہ وقف کا تحفظ اس امر کا مقتضی ہے کہ اس پر جبر ہی کیا جائے جس سے کہ مرمت) ہو جانے سے وقت کردہ شئی قائم رہے گی۔ (اسلام)

وَفِي الْفَتْحِ: لَوْ لَمْ يَجِدْ الْقَاضِي مَنْ يَسْتَأْجِرُهَا لَمْ أَرَهُ وَخَطَرَ لِي أَنَّهُ يُخَيِّرُهُ بَيْنَ أَنْ يَعْمُرَهَا أَوْ يَرُدَّهَا لِوَرَثَةِ الْوَاقِفِ. قُلْت: فَلَوْ هُوَ الْوَارِثُ لَمْ أَرَهُ. وَفِي فَتَاوَى قَارِئِ الْهِدَايَةِ مَا يُفِيدُ اسْتِبْدَالَهُ أَوْ رَدَّ ثَمَنِهِ لِلْوَرَثَةِ أَوْ لِلْفُقَرَاءِ

ترجمہ ومطلب اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی کو کوئی کرایہ دار نہ ملے، میں نے اس کو نہیں دیکھا، اور میں نے قلب میں (اس کیا جواب) یہ آتا ہے کہ جس کے لئے از روئے وقف حق رہائش ہے، قاضی اس کو اختیار دے کہ یا تو وہ اس کی تعمیر کرے اور یا کہ وقف (یا اس کے وارثوں) کو مکان واپس کردے!

قلت: اس کو نقل کرنے کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ اگر (واقف کے) ورثاء میں ہی برائے فروخت سکونت وقف شدہ ہو (اور اس کی مرمت بھی نہ کرائیں)، تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

فرماتے ہیں! میں نے اس کا حکم نہیں دیکھا۔ اور فتاویٰ قاری الھوایہ میں ہے کہ (وقف کے لئے) جو اس پر مفید ہو (مثلاً

) یہ کہ اس بوسیدہ مکان کا ابتدال کرے۔

تشریح مایفید الخ: یعنی اگر اس مکان کے کے ملبہ اوسامان وغیرہ کو فروخت کرنے کے بعد اس کی حاصل شدہ قیمت سے دوسری چیز خریدی جائے اور پا کر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت ورثاء کو واپس کردی جاپے۔ یا کہ فقراء کو دیدی جائے۔

فائدہ: فرخنگی والی صورت، حضرت امام یوسف کے قول کے مطابق ہوگا اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق ورثاء کو واپس کرنے والی صورت ہوگی۔ (شامی)

فائدہ: حضرات فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جب وقف ومہران ہوجائے اور اس لائق نہ رہے کہ اس سے نفع لیا جاسکے تو اس کی تبادلہ کی صورت اختیار کرنا جائز ہے جوصورت بھی زیادہ مفید ہو۔ البتہ یہ قاضی کی اجازت کے بعد کی جائے گی۔

(ماخوداز شامی وغیرہ بالاختصار)

وَصَرَفَ الْحَاكِمُ أَوِ الْمُتَوَلِّي حَاوِي نَقْضَهُ أَوْ ثَمَنَهُ إِنْ تَعَذَّرَ إِعَادَةُ عَيْنِهِ إِلَى عِمَارَتِهِ إِنْ احْتَاجَ وَإِلَّا حَفِظَهُ لَهُ لِيَحْتَاجَ إِلَّا إِذَا خَافَ ضَيَاعَهُ فَيَبِيعُهُ وَيُمْسِكُ ثَمَنَهُ لِيَحْتَاجَ حَاوِي. وَلَا يُقْسَمُ النَّقْضُ أَوْ ثَمَنُهُ بَيْنَ مُسْتَحِقِّ الْوَقْفِ لِأَنَّ حَقَّهُمْ فِي الْمَنَافِعِ لَا الْعَيْنِ

ترجمہ ومطلب اور حاکم اور متولی خرع کرلے مکانِ وقف کی شکستہ اشیاء کو اس وقف مکان کی مرمت کرنے میں اگر ان شیاء کی ضروت ہو (اور یہ اشیاء اس کی مرمت میں کام آسکتی ہوں) اور اگر فی الحال ضرورت نہ ہو، تو ان اشیاء کی حفاظت کی جائے (تا کہ بوقت ضرورت اسی مکان میں لگایا جاسکے) كذافي الحاوی!

اور ان اشیاء کا استعمال دشوار ہوگا تو (تو ان اشیاء کو فروحت کرنے کے بعد اس کی قسمت کو محفوظ کرلیا جائے)۔ اور مکان پر خرچ کیا جائے؛ یعنی اگر ان شکستہ اشیاء کا محفوظ کیا جانا مشکل ہے، ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو فروخت کردیا جائے۔ کذف فی الحاوی۔

اور ان شکستہ اشیاء یا اس کی قیمت کو وقف کے مستحقین کے درمیان تقسیم نہ کیا جائے گا کیونکہ ان کا حق (محض) اس سے نفع حاصل کرنا ہے، عین وقت پر ان کا استحقاق نہیں ہے۔

تشریح خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی وقف شدہ مکان بوسیدہ ہوگیا اور اس کی کچھ اشیاء ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں، تو اگر ان کی حفاظت ممکن ہے ان شیاء ہی کی حفاظت کرنا ضروری ہے، اور اگر ان اشیاء کا محفوظ رکھنا مشکل ہے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو انکو فروخت کردیا جائے گا اور قیمت کو محفوظ رکھا جائے گا تا کہ بوقت ضرورت اس مکان کی مرمت پر صرف کیا جائے، نہ اشیاء کو تقسیم کیا جائے گا اور نہ اس کی قیمت کو۔

(۲) اگر ان اشیاء کی حفاظت ممکن ہے تو ان کو فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ یہ حکم ان اشیاء کے لئے ہوگا جن اشیاء پر واقف کا وقف ہوا تھا۔

(۳) چنانچہ جن اشیاء کو متولی نے اس کی آمدنی سے خرید کیا تھا وہ مکان وقف کا جزء نہ ہو، تو اس مذکورہ شرط کے بغیر بھی فروحت کرنا جائز ہے۔

(۴) کیونکہ وقف کی کرایہ کی آمد سے خرید کردہ اشیاء پر وقف ہوجانے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ والمختار ان

لا يكون وقفاً۔

(۵) مسجد کی پرانی چٹائی کی بھی تقسیم نہ ہوگی اور رمضان (وغیرہ) میں جو اشیاء وقف مال کی ہوں اور فی الحال ان کی ضرورت نہ رہی تو وہ بھی تقسیم نہ ہونگی نیز مسجد کی وقف اشیاء امام اور موذن کے لئے استعمال کرنا جائز نہ ہوگا مثلاً تیل اور موم بتیاں وغیرہ۔ (شامی ص ۳۹۴ ج ۳)۔

جَعَلَ شَيْءٌ أَيْ جَعَلَ الْبَانِي شَيْئًا مِنَ الطَّرِيقِ مَسْجِدًا لِضِيقِهِ وَلَمْ يَضُرَّ بِالْمَارِّينَ جَازَ لِأَنَّهُمَا لِلْمُسْلِمِينَ كَعَكْسِهِ أَيْ كَجَوَازِ عَكْسِهِ وَهُوَ مَا إِذَا جُعِلَ فِي الْمَسْجِدِ مَمَرٌّ لِتَعَارُفِ أَهْلِ الْأَمْصَارِ فِي الْجَوَامِعِ. وَجَازَ لِكُلِّ أَحَدٍ أَنْ يَمُرَّ فِيهِ حَتَّى الْكَافِرُ إِلَّا الْجُنُبُ وَالْحَائِضَ وَالدَّوَابُّ زَيْلَعِيٌّ كَمَا جَازَ جَعْلُ الْإِمَامِ الطَّرِيقَ مَسْجِدًا لَا عَكْسُهُ لِجَوَازِ الصَّلَاةِ فِي الطَّرِيقِ لَا الْمُرُورِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ ومطلب اور مسجد کے بانی کے لئے جائز ہے کہ (عام) راستہ میں سے کچھ جگہ مسجد (میں شامل کرلے) مسجد میں جگہ تنگ ہونے (اور ضرورت) ہونے کی وجہ سے بشرطیکہ راہ گیروں کو کوئی ضرورت نہ پہونچے! کیونکہ مسجد اور راستہ دونوں ہی مسلمانوں کے لئے ہیں۔

کہ جس طرح اس کے برعکس (بھی) جائز ہے۔ یعنی اگر مسجد میں سے کچھ جگہ کو گذرگاہ بنایا جائے، اہل شہر کے تعارف کیوجہ سے مسجد جوامع میں!

اور (اس جگہ پر) ہر شخص کا گذرنا جائز ہوگا۔ حتی کہ کافر کے لئے بھی گذرنا جائز ہوتا مگر بحالت جنابت اور بحالت حیض اور جانوروں کو گذرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (کذا فی الزیلعی)۔

(۲) جس طرح بادشاہ (اور حاکم اعلیٰ) کو یہ جائز ہے کہ وہ راستہ کو مسجد بنادے کیونکہ راستہ میں نماز پڑھنا جائز ہے (تو اس راستہ کو مسجد بنانا بھی جائز ہوا) ولیکن اس کے برعکس جائز نہیں۔ یعنی مسجد کو راستہ بنادینا جائز نہ ہوگا۔

تشریح خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر عام راستہ ہے اور وہ جگہ کشادہ ہے اور کچھ جگہ مسجد میں شامل کرنا جائز ہوگا؛ کیونکہ یہ دونوں ہی مسلمانوں کے لئے ہے؛ البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ راستہ تنگ نہ ہوجائے۔

فائدہ: فی زماننا اگر اندیشۂ فساد ہے تو اس سے احتراز ضروری ہوگا۔ بالخصوص ان علاقوں میں جہاں کی آبادی مخلوط ہو۔ اسلام۔

(۲) اور کیا اس کے برعکس مسجد میں سے کسی حصہ کو گذرگاہ بنانا درست ہوگا؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، عالمگیر یہ میں محیط سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ درست نہیں ہے، تاہم اختلاف اقوال سے اس قدر استنباط ہوسکتا ہے کہ حدود مسجد اور عین مسجد کے علاوہ جو جگہ مسجد کی ہے اور وہ عین مسجد میں داخل نہ وہ خارج سے تو عند الضرورت قول اول پر اس میں سے اگر کچھ جگہ پر راستہ بنادیا جائے اہل محلہ کی سہولت کے لئے تو یہ درست ہوسکتا ہے (اسلامی) شامی وغیرہ کی عبارت سے یہ ماخوذ ہے۔

(۳) کما جاز الخ: اگر کسی راہ گذر کو مستقل مسجد بنادیا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ صاحب متن نے جو یہ نقل کیا ہے اور

اس میں کوئی قید بھی مذکور نہیں؛ حالانکہ گذشتہ صورت مسئلہ میں شرط کے ساتھ مذکور ہے، یعنی گذرنے والوں کو ضرور لاحق ہو۔

ظاہر ہے کہ جب ایک راستہ کو مکمل ختم کردیا جائے گا اور اس کو مسجد بنادیا جائے گا تو اس میں حق مدور بالکلیہ ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ درست نہ ہو، البتہ اس میں یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اگ دو راستے ہوں تو ایک راستہ کو مسجد میں تبدیل کردیا جائے اس پر مسجد بنادی جائے تو یہ جائز ہوگا؛ چنانچہ شامی ص ۳۹۵ میں ہے واجیب بان صورة الخ اس لئے کہ اس صورت میں کوئی حق باطل نہ ہوگا، اس وجہ سے کہ دوسرا راستہ موجود ہے۔

الحکم: البتہ یہ حق حاکم کو ہے کہ وہ اس کو بنائے یا اجازت دے۔

وقیل یجب ان یکون یامر القاضی۔ (ایضاً)

لجواز الصلاة فی الطریق: راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جب کہ گذرنے والوں کو ضرر لاحق ہو۔ **فالصواب لعدم الجواز الصلوٰۃ فی الطریق۔ (شامی ص ۳۹۵ ج ۳)**

(تُؤْخَذُ أَرْضٌ) وَدَارٌ وَحَانُوتٌ (بِجَنْبِ مَسْجِدٍ ضَاقَ عَلَى النَّاسِ بِالْقِيمَةِ كُرْهًا) دُرَرٌ وَعِمَادِيَّةٌ.

ترجمہ ومطلب اگر مسجد تنگ ہوگئی ہو تو جو زمین، مکان یا دوکان مسجد کے متصل ہے اس کو جبراً بمعنی قیمت سے لے کر مسجد میں شامل کرنا جائز ہے۔ (کذافی الارو العمادیه)

تشریح مطلب یہ ہے کہ مسجد تنگ ہوگئی نمازی زائد ہیں ظاہر ہے کہ اقامت نماز حق شرعی ہے، اور عامۃ الناس کی اس ضرورت کو پورا کرنا ہے لہٰذا خرید کر اس کو مسجد میں شامل کردیا جائے اوا گر وہ مالک بخوشی نہ دے تو پھر قاضی اور حاکم کی اجازت کے ساتھ جبراً قیمت دیکر لیا جائے۔

لما روی عن الصحابة انه کما حناق مسجد الحرام اخذوا ارضین بکرة من اصحابها بالقیمة وزادو فی مسجد الحرام۔ (بحر عن الزیلعی)۔

فائدہ: مگر اسی کے ساتھ ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ اگر دوسری مسجد نہ ہو تب یہ جبراً لیا جائے اور اگر دوسری مسجد ہے جس سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے تو اس صورت میں جبراً لینا درست نہ ہوگا۔

قال فی نور العین ولعل الاخذ کرها لیس می کل مسجد الخ۔ (شامی ص ۳۹۶ ج ۳)

(جَعَلَ) الْوَاقِفُ (الْوِلَايَةَ لِنَفْسِهِ جَازَ) بِالْإِجْمَاعِ، وَكَذَا لَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ لِأَحَدٍ فَالْوِلَايَةُ لَهُ عِنْدَ الثَّانِي. وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ نَهْرٌ، خِلَافًا لِمَا نَقَلَهُ الْمُصَنِّفُ، ثُمَّ لِوَصِيِّهِ إنْ كَانَ وَإِلَّا فَلِلْحَاكِمِ فَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ وَقَارِئِ الْهِدَايَةِ وَسَيَجِيءُ (وَيُنْزَعُ) وُجُوبًا بَزَّازِيَّةٌ (لَوْ) الْوَاقِفُ دُرَرٌ فَغَيْرُهُ بِالْأَوْلَى (غَيْرَ مَأْمُونٍ) أَوْ عَاجِزًا أَوْ ظَهَرَ بِهِ فِسْقٌ كَشُرْبِ خَمْرٍ وَنَحْوِهِ فَتْحٌ، أَوْ كَانَ يَصْرِفُ مَالَهُ فِي الْكِيمْيَاءِ نَهْرٌ بَحْثًا (وَإِنْ شَرَطَ عَدَمَ نَزْعِهِ) أَوْ أَنْ لَا يَنْزِعَهُ قَاضٍ وَلَا سُلْطَانٌ لِمُخَالَفَتِهِ لِحُكْمِ الشَّرْعِ فَيَبْطُلُ كَالْوَصِيِّ فَلَوْ مَأْمُونًا لَمْ تَصِحَّ تَوْلِيَةُ غَيْرِهِ أَشْبَاهٌ

ترجمہ ومطلب وقف کرنے والا اگر وقف کی ولایت (یعنی تولیت) کو اپنی ذات کے لئے مقرر کر لے تو یہ جائز ہے بالاجماع جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور اگر کسی کو وقف کی ولایت کے لئے شرط نہیں کی تو اس صورت میں بھی واقف ہی کے لے ولایت (تولیت) مقرر ہو جائے گی، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور ظاہر مذہب بھی یہی ہے (کذافی الھند) اس کے برخلاف مصنفؒ نے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد اگر واقف نے کوئی شرط نہیں کی ہے ولایت کے لئے تو پھر واقف کے وصی کے ولایت ثابت ہوگی اگر کوئی وصی مقرر شدہ ہے اور کوئی وصی (واقف کا مقرر شدہ نہ ہو تو اس صورت میں حق ولایت، حاکم) (قاضی کو ہوگا۔ (کذافی فتاویٰ ابن نجیم وقاری الھدایه) اور (مزید بیان) پھر آئے گا ان شاء اللہ۔

اور اگر واقف اپنے وقف کا (بذات) خود متولی ہو اور (اس کی تولیت پر) اعتماد نہ وہ (مثلاً خائن ہے) یا کہ وقف کا متولی عاجز ہو (کہ وقف کو خدمت نہ کر سکے) عدم قدرت کی وجہ سے تو لازمی اور وجوبی طور پر اس متولی اور واقف سے وقف کو نکال لیا جائے، ان کی تحویل میں نہ چھوڑا جائے گا، اور یا کہ وہ فاسق ہونا ظاہر ہو جائے (مثلاً شرابی ہے، یا اور کوئی سبب فسق ہو) اور یا کہ وہ اپنے مال کو کیمیا گری میں صرف کرات ہو۔ تو ان صورتوں میں بھی ان کی تولیت سے وسف کو نکال لیا جائے گا۔

اور جب کہ واقف (متولی) سے نکالا جانا واجب ہے تو اگر کوئی اور دوسرا اس پر ناظر یا متولی ہو، تو بدرجۂ اول اس کی تولیت ختم کر دی جائے گی۔

(کذافی الدر، و کذافی الفتح، و کذافی الھند) اور یہ تولیت ختم کر دی جائے گا اگر چہ واقف نے یہ شرط کی ہو کہ متولی کو علیحدہ نہ کیا جائے گا۔ اور یا یہ شرط لگائی ہوئی ہے کہ متولی کو حاکم اور قاضی جدا نہ کرے گا تو اس صورت میں بھی نکالنا واجب ہے چونکہ یہ شرط خلاف شرع ہے جو باطل ہوگی۔

جس طرح وصی (غیر مامون) سے وقف کو (اس کی نگرانی سے) نکالنا لازم ہے اور اگر متولی امین ہے (خیانت سے مامون ہے) تو اس صورت میں دوسرے کی تولیت درست نہ ہوگی۔ (کذافی الاشباہ)

تشریح دراصل مسئلہ وقف میں واقف کو شرط کا درجہ شرعاً کنص لازم ہوتا ہے جس کو بلا علت ختم نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا واقف نے وقف کرتے ہوئے جس کی تولیت کو مشروط کر دیا ہے تو یہ تولیت لازم ہوگی اگر چہ یہ تولیت خود واقف اپنے لئے مخصوص کر لے اور جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک وقف کے تام اور مکمل ہونے کے لئے تسلیم شرط ہے، تو بھی ولایت واقف کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ تسلیم کی کوئی صورت اختیار کی جا سکتی ہے، بالاجماع سے عندالاحناف: جس میں مشائخ احناف کا اختلاف نہیں، مگر یہ اجماع کا قل محل نظر ہے۔

خلافاً لما نقله المصنفؒ حضرت مصنفؒ نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وقف میں ولایت اور تولیت کی شرط نہ لگائی گئی تو اس صورت میں وقت درست ہی نہ ہوگا۔

اور سراجیہ میں ہے کہ تقویٰ امام محمدؒ ہی کے قول پر ہے: لہٰذا ''ھو الظاھر المذھب'' نقل کرنا درست نہ ہوگا (شامی ص ۳۹۶ ج ۳)

وسیجی: یعنی آئندہ جو فصل آنے والی ہے اس میں اسکا بیان آئے گا۔

وینزع خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان مذکورہ صورتوں میں وقف کی ولایت اور تولیت سے معزول کرنا قاضی اور حاکم وقت پر لازم اور واجب ہے اور اگر قاضی نے اس کو نظر انداز کردیا ہے اور معزول نہ کیا تو قاضی یہ ترک واجب کا گناہ ہوگا؛ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر فی الحال تولیت سے اس کو کلیۃً معزول نہیں کیا گیا ہو بلکہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کردیا جائے تو یہ صورت بھی درست ہے۔ بان المقصود دفع الضرورة عن الوقف واذا ارتفع اضم آخر اليه حصل المقصود۔

فائدہ: قاضی محض خیانت (وغیرہ) کے اعتراض پر فوراً متولی کو معزول نہیں کرے جب تک کہ خیانت کا معاملہ واضح ظاہر نہ ہوجائے، یعنی شرعی طریقہ پر مزید تفصیل مسائل فرعیہ کے تحت آئے گی ان شاء اللہ۔ (شامی ص ۳۹٦ ج ۳)

خلاصۂ کلام وقف کا متولی امین ہو اور متقی ہو نیز وقف کی نگرانی اور اس کے حقوق کی ادائیگی پر اس کو قدرت بھی ہو جس سے وقت کی حفاظت بھی ہو، اور وقف کی شرائط کے مطابق واقف کا مقصد مکمل ہوسکے اگر متولی میں یہ صفات معدوم ہوں گی، تو وقف ضائع ہوسکتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں اوقاف کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ (اسلامی)

وَجَازَ جَعْلُ غَلَّةِ الْوَقْفِ أَوْ الْوِلَايَةِ لِنَفْسِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَ جَازَ شَرْطُ الِاسْتِبْدَالِ بِهِ أَرْضًا أُخْرَى حِينَئِذٍ أَوْ شَرْطُ بَيْعِهِ وَيَشْتَرِي بِثَمَنِهِ أَرْضًا أُخْرَى إذَا شَاءَ فَإِذَا فَعَلَ صَارَتْ الثَّانِيَةُ كَالْأُولَى فِي شَرَائِطِهَا وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْهَا ثُمَّ لَا يَسْتَبْدِلُهَا بِثَالِثَةٍ لِأَنَّهُ حُكْمٌ ثَبَتَ بِالشَّرْطِ وَالشَّرْطُ وُجِدَ فِي الْأُولَى لَا الثَّانِيَةِ

ترجمہ ومطلب اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ واقف (اپنے وقف کردہ) واقف کی آمدنی کو اپنی ذات کے لئے شرط کرلے یا کہ ولایت کو اپنے لئے شرط کرلے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور جائز ہے کہ عندالاحناف شرط کرلے، وقف کو، دوسری زمین کے ساتھ تبدیل کرنے کی اس وقت میں یعنی (جب کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے)۔

اور یا کہ واقف عندالوقف شرط کرلے اس وقف کو فروخت کرنے کی اور اس کی قیمت سے دوسری زمین خریدنے کی جس وقت بھی چاہے، لہٰذا جب اس وقف کردہ زمین کو فروخت کرنے کے بعد دوسری زمین خرید کرلے گئی ہو، تو یہ خرید کردہ دوسری زمین مثل زمین اول کے (وقف) ہوگی اس کی تمام شرائط میں اگرچہ ان شرائط کا تذکرہ بھی نہ کیا جائے۔ اور پھر اس کے بعد تیسری زمین کے ساتھ تبدیل نہ کرے، کیونکہ استبدال کا حق حاصل ہوا تھا شرط لگادینے کی وجہ سے اور وہ شرط پائی گئی (اور پوری وہوگئی) اول مترتبہ میں۔ دوسری مرتبہ میں (وہ شرط سابقہ متعدی نہ وہوگی)۔

تشریح جعل الخ مطلب یہ ہے کہ واقف کو عندالاحناف شرائط مقرر کرنے کا حق ہوتا ہے لہٰذا اگر وقف کرتے ہوئے اس نے یہ شرط لگادی کہ اس وقف کی آمدنی تمام کیا کہ بعض اپنی زندگی تک وہ وصول کرے گا اور مرنے کے بعد فقراء وغیرہ حسب شرائط وہ آمدنی حرف ہوگی۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اس کو یہ استحقاق ہے مگر امام محمدؒ کے ہی قول پر فتویٰ کردیا ہے (کذا فی الطحطاوی) کیونکہ اس صورت میں لوگوں کے لئے وقف کی ترغیب ہے، نیز امام ابو یوسفؒ کا استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے وقف کردہ اموال سے معارف کرتے تھے، آمدنی یہ ہے کہ یہ شرط کے بغیر درست نہ ہوگا، اس لئے کہ اس

پر اجماع ہے اہل علم کا کہ بدون شرط وقف سے لینا حلال نہیں ہے۔ (کذافی الطحاوی)۔

او شرط بیعه: اگر فقط بیع کی شرط کی گئی تو وہ وقف باطل ہوجائے اور اگر بیع کی شرط کیا تو یہ بھی شرط کا جزء ہو کہ اس کے عوض دوسری زمین خرید کی جائے گی تب یہ شرط معتبر ہوگی اور وقف درست ہوگا۔

اذا شاء: ظاہر یہی ہے کہ یہ مشیت کی قید کا تعلق بیع کے ساتھ ہے خریداری کے ساتھ نہیں، فكان المناسب ذكره قبل قوله "ويشترى" لئلا يوهم انه قيد للشرائ۔ (شامی ص ۳۹۹ ج ۳)

اگر علی الاطلاق وقف کو فروختگی کی شرط کو درست قرار دیا جائے تو حکم وقف سے خلاف ہوجائے گا کیونکہ وقف مقتضی دوام ہے، اور فروخت والی صورت میں وقف دائمی نہ ہوجائے۔

(وَأَمَّا) الِاسْتِبْدَالُ وَلَوْ لِلْمَسَاكِينِ آلَ (بِدُونِ الشَّرْطِ فَلَا يَمْلِكُهُ إِلَّا الْقَاضِي) دُرَرٌ وَشَرَطَ فِي الْبَحْرِ خُرُوجَهُ عَلَى الِانْتِفَاعِ بِالْكُلِّيَّةِ وَكَوْنَ الْبَدَلِ عَقَارًا وَالْمُسْتَبْدِلُ قَاضِي الْجَنَّةِ الْمُفَسَّرُ بِذِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ، وَفِي النَّهْرِ أَنَّ الْمُسْتَبْدِلَ قَاضِي الْجَنَّةِ فَالنَّفْسُ بِهِ مُطْمَئِنَّةٌ فَلَا يُخْشَى ضَيَاعُهُ وَلَوْ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَكَذَا لَوْ شَرَطَ عَدَمَهُ وَهِيَ إِحْدَى الْمَسَائِلِ السَّبْعِ الَّتِي يُخَالِفُ فِيهَا شَرْطَ الْوَاقِفِ كَمَا بَسَطَهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَزَادَ ابْنُ الْمُصَنِّفِ فِي زَوَاهِرِهِ ثَامِنَةً وَهِيَ إِذَا نَصَّ الْوَاقِفُ وَرَأَى الْحَاكِمُ ضَمَّ مَشَارِفٍ جَازَ كَالْوَصِيِّ وَعَزَاهَا لِأَنْفَعِ الْوَسَائِلِ

ترجمہ ومطلب اور واقف کی شرط کے بغیر وقف شئی کا استبدال اگر چہ مساکین کے مفاد ہی کے لئے ہو (تو اس کا کسی کو اختیار نہیں) سوائے قاضی کے۔ (کذافی الدر) اور بحر الرائق میں (چند) شرائط کے ساتھ قاضی کیلئے استبدال کی اجازت کا ہونا بیان ہوا ہے، مثلاً (۱) واقف کا بالکلیہ قابل انتفاع نہ رہنا (۲) اور تبادلہ میں زمین ہی کا ہونا (۳) اور وہ قاضی جو استبدال کا مجاز ہے بشرطیکہ وہ قاضی صاحب علم وعمل ہو اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر استبدال کرنے والا قاضی (صاحب تقویٰ) ہے، وہ نفس مطمئنہ (کی صفت سے متصف) ہے جس سے کہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو دراہم و دنانیر کے بعوض تبدیک کرنا بھی جائز ہے اور اسی طرح (قاضی جنت کو) استبدال کا استحقاق ہے اگر چہ واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہوتی ہے اور یہ سات مسائل وہ ہیں جن کو اشباہ میں مفصل بیان کیا گیا ہے اور ابن مصنف نے اشباہ کے حاشیہ زوائد میں ایک آٹھواں مسئلہ زیادہ بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے صراحتاً شرط لگائی کہ کوئی شخص ناظر اور وقف کے نگراں کے ساتھ شریک نہ ہوگا اس وقف میں، اور حاکم نے واقف کی اس شرط کے خلاف یہ مناسب خیال کیا کہ اس ناظر و منتظم کے ساتھ مشروط کو شریک کیا جائے تو یہ جائز ہے، کہ جس طرح کسی ایک وصی کے ساتھ دوسری وصی کو شامل کر دینا از روئے مصلحت جائز ہے اور اس کی نسبت انفع المسائل کی جانب کی ہے۔

تشریح الاستبدلال الخ، وقف میں واقف کی شرائط قطعی ہوا کرتی ہویں جس کے خلاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے، حتیٰ کہ حاکم اور قاضی کو بھی نہیں ولیکن چند مسائل میں قاضی کو اختیار ہے کہ وہ واقف کی شرط کے خلاف اور بلا شرط کے بھی عمل کرسکتا ہے، مثلاً کسی مکان یا زمین وقف کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے اور واقف نے اس استبدال کی کوئی شرط لگائی نہیں

تھی عند الوقف تو وقف شدہ مکان وغیرہ کی حالت کے پیش نظر استبدال ضروری ہے تو یہ استبدال چند شرائط کے ساتھ مقید ہے اور قاضی کے علاوہ کسی اور کو یہ استحقاق نہیں ہے، ان شرائط میں سے تین شرائط کا تذکرہ کردیا گیا ہے۔ مزید دو شرطیں یہ ہیں۔(۱) وقف کی آمدنی اسقدر کم ہے کہ مکان وقف کی مرمت کے لئے وہ ناکافی ہے اور فروختگی میں عین فاحش نہ ہو، مناسب قیمت کے ساتھ فروخت کی جائے۔(شامی ص ۴۴۰ ج ۳)

قاضی الجنة الخ: اوراس کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ قاضی عالم اور باعمل ہو، خوف آخرت ہو، عدل کے ساتھ علم کے مطابق حق قضا ادا کرنے والا ہو، حدیث میں واردشدہ ہے کہ آپ کا ارشاد ہے "القضاة ثلثة" واحد فی الجنة واثنان فی النار۔(الحدیث مشکوٰۃ ص ۳۲۴) کیونکہ اکثر حالات اہل اسلام کے اوقاف ضائع ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کما ہو الغالب فی زماننا (شامی ص ۴۴۰ ج ۳) مساجد، مدارس وغیرہ کے اوقاف کے حالات بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ ہیں۔

ضروری یادداشت ہمارے اکابر کی محنت اور جد جہد سے اوقاف کی حفاظت کے لئے محکمہ اوقاف کو منظور کردیا گیا تھا، جس کو "وقف بواڈ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، جس کا حال بہت ہی نازک ہے جس کی صورت حال اس قدر ناگفتی ہے کہ زبان قلم سے اس کو بیان کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ حق پر قائم فرمائے آمین۔(اسعدی)

(۲) اور اگر فی الواقع قاضی جنت ہو، جس کی نگرانی میں وہ مکان وقف فروختگی کے مرحلہ پر ہے تو نقد رقم کیساتھ فروخت کرنا بھی درست ہوگا۔ تاہم حالات کا مقتضی یہی معلوم ہوتا ہے کہ استبدال والی صورت ہی کو اختیار کیا جائے گا۔

المسائل السبع الخ: حضرات فقہاء نے ایسے سات مسائل بیان کئے ہیں جن میں واقف کی شرط کے خلاف کرنے کی مشائخ نے اجازت دی ہے۔

(۱) واقف نے شرط کی تھی کہ وقف کے فلاں ناسخ کو معزول کیا جائے، مگر جو نالائق ناظر و منتظم ہے تو قاضی اس کو معزول کرسکتا ہے (۲) واقف نے شرط کی ہے کہ وقف کو ایک سال سے زائد کرایہ پر نہ دیا جائے اور صورت حال یہ ہے کہ لوگ ایک سال کی قید کے ساتھ کرایہ پر لینا پسند نہیں کرتے اور یا کہ مساکین کا نفع ہے ایک سال سے زائد لینے میں تو قاضی کو اس کا اختیار ہے کہ وہ واقف کی شرط کے خلاف کرے۔

(۳) واقف کی شرط تھی کہ میری قبر پر قرآن شریف پڑھا جائے تو یہ تعیین باطل ہے امام اعظمؒ کے قول پر کیونکہ قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے ولیکن امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے لہٰذا یہ قید درست ہوگی۔

(۴) واقف نے شرط کی تھی کہ زائد آمدنی فلاں مسجد کے سائلوں پر خرچ کی جائے تو متولی کو اس خاص مسجد کے علاوہ دیگر فقراء پر خرچ کرنا، صدقہ کرنا جائز ہے۔

(۵) واقف نے شرط لگائی تھی کہ ایک خاص مقدار گوشت یا روٹی ہر دن صدقہ کیا جائے تو متولی کو جائز ہے کہ وہ اس کے بجائے نقد رقم صدقہ کردے۔

(۶) جو مقدار امام کے لئے واقف نے مشروط کی ہے اور وہ مقدار کم ہے، کفایت نہ کرے تو قاضی متولی اس میں اضافہ کرسکتا ہے بشرطیکہ امام صاحب علم اور متقی ہو۔

(۷) واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہوئی ہے کہ عدم استبدال میں وقف کا نقصان اور ضائع ہونا ظاہر ہے تو قاضی کو استبدال جائز ہے اور یہی ایک مسئلہ متن میں بیان ہوا ہے۔ (شامی ص ۴۰۱ ج ۳)

وَفِيهَا لَا يَجُوزُ اسْتِبْدَالُ الْعَامِرِ إِلَّا فِي الْأَرْبَعِ قُلْتُ: لَكِنْ فِي مَعْرُوضَاتِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ أَنَّهُ فِي سَنَةِ إِحْدَى وَخَمْسِينَ وَتِسْعِمِائَةٍ وَرَدَ الْأَمْرُ الشَّرِيفُ بِمَنْعِ اسْتِبْدَالِهِ، وَأَمَرَ أَنْ يَصِيرَ بِإِذْنِ السُّلْطَانِ تَبَعًا لِتَرْجِيحِ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ ومطلب اور اشباہ میں ہے وقف عامہ کا استبدال جائز ہے مگر چار صورتوں میں اور وہ چار صورتیں تشریح میں نقل کی گئی ہیں، شارح صاحب درمختار، استدراکا فرماتے ہیں کہ مفتی ابو سعیدؒ کی معروضات میں نقل کیا گیا ہے کہ شاہ روم نے یہ حکم نامہ ۹۵۱ھ میں جاری فرمایا، کہ استبدال وقف ممنوع قرار دیا جاتا ہے اور یہ حکم صادر ہوا کہ ائندہ اگر ضرورتاً استبدال کرنا ہوگا تو بادشاہ کی اجازت کے ساتھ ہوگا اور یہ حکم امتناعی صدر الشریعۃ کے قول کی اتباع کرتے ہوئے دیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک قول راجح یہی ہے۔ انتہی قول شارح، سو اس قول کو یاد رکھئے۔

تشریح اشباہ میں بیان کردہ چار صورتیں جن میں استبدال کی رخصت دی گئی، (۱) واقف نے اگر استدال کی شرط کی ہوتی ہے، عند الوقف (۲) غاصب نے اس کو غصب کیا اور اس پر اسقدر پانی داخل کر دیا کہ زمین پر پانی غالب آ گیا جس کی وجہ سے وہ قابل کاشت نہ رہی تو ایسی صورت میں غاصب سے قیمت لے کر اس کے بدلہ میں دوری زمین خرید کیجائے۔

(۳) غاصب نے زمین وقف پر غاصبانہ قبضہ کرلیا اور اس کے خلاف گواہ نہیں ہیں تو ایسی صورت میں بھی قیمت لے کر دوسری زمین خرید لیجائے، اور اب یہ خرید کردہ زمین وقف اول کی شرط پر وقف ہوگی۔

(۴) اگر کوئی شخص زمین وقف کے بدلہ میں کثیر آمدنی والی زمین دے تو امام ابو یوسفؒ کے قول مفتیٰ بہ کے مطابق یہ صورت جائز ہے۔

قلت الخ: اشباہ کی بیان کردہ ان چار صورتوں میں استبدال کے جواز پر شارح نے فرمایا ہے کہ صاحب شرح وقایہ صدر الشریعہؒ نے شرح وقایہ میں بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے وقف کی مصلحت کے پیش نظر جو استبدال کی اجازت دی ہے اس کی آڑ میں بہت سے ظالم قاضیوں نے استبدال کے ذریعہ اہل اسلام کے اوقاف میں حلیہ گردی کرتے ہوئے بکثرت اس امر کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ علی الاطلاق، ہر قاضی کی اجازت استدال کافی ہوگی۔

بلکہ ضروری ہے کہ وہ قاضی جنت ہو "والعمری ان ھذا الخ من الکبریت الاحمد" یعنی قسم بخدا ایسا قاضی کا وجود کبریت احمد سے بھی زیادہ نادر الوجود ہے۔ وما اراہ الا لفظایذ کر فالاٰخری فیہ السدُّ خوفا من مجاوزۃ واللہ سائل کل انسان۔ (شامی ص ۴۰۱ ج ۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول مفتی بہ کے مطابق تو ضرورتاً استبدال کی اجازت تھی ولیکن حالات پر نظر کرتے ہوئے صدر الشریعہ (وغیرہ) اہل علم نے اس پر جوام کا فتویٰ نہیں؛ کیونکہ انہوں نے اپنے دور میں دیکھا کہ قاضیوں نے کس قدر اوقاف کے حق میں تجاوز عن الحد کرتے ہوئے عمل کیا۔ نحن نفتی بہ و قد شاھدنا فی الاستبدال مالا یعد ولا یحصیٰ

فان ظلمة القاضي جعلوه حيلة لابطال اوقاف المسلمين۔ (شامی ص ۴۰۱ ج ۳)

وَفِيهَا أَيْضًا لَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ الْعَزْلَ وَالنَّصْبَ وَسَائِرَ التَّصَرُّفَاتِ لِمَنْ يَتَوَلَّى مِنْ أَوْلَادِهِ وَلَا يُدَاخِلُهُمْ أَحَدٌ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْأُمَرَاءِ وَإِنْ دَاخَلُوهُمْ فَعَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ هَلْ يُمْكِنُ مُدَاخَلَتُهُمْ؟ فَأَجَابَ: بِأَنَّهُ فِي سَنَةِ أَرْبَعٍ وَأَرْبَعِينَ وَتِسْعِمِائَةٍ قَدْ حُرِّرَتْ هَذِهِ الْوَقْفِيَّاتُ الْمَشْرُوطَةُ هَكَذَا فَالْمُتَوَلُّونَ لَوْ مِنَ الْأُمَرَاءِ يَعْرِضُونَ لِلدَّوْلَةِ الْعَلِيَّةِ عَلَى مُقْتَضَى الشَّرْعِ وَمَنْ دُونَهُمْ رُتْبَةً يَعْرِضُ بِآرَائِهِمْ مَعَ قُضَاةِ الْبِلَادِ عَلَى مُقْتَضَى الْمَشْرُوعِ مِنَ الْمَوَادِّ لَا يُخَالِفُ الْقُضَاةُ الْمُتَوَلِّينَ وَلَا الْمُتَوَلُّونَ الْقُضَاةَ بِهَذَا وَرَدَ الْأَمْرُ الشَّرِيفُ فَالْوَاقِفُونَ لَوْ أَرَادُوا أَيَّ فَسَادٍ صَدَرَ يَصْدُرُ وَإِذَا دَاخَلَهُمُ الْقُضَاةُ وَالْأُمَرَاءُ فَعَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ فَهُمُ الْمَلْعُونُونَ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الشَّرَائِطَ الْمُخَالِفَةَ لِلشَّرْعِ جَمِيعَهَا لَغْوٌ وَبَاطِلٌ انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ۔

ترجمہ ومطلب اور مفتی ابو سعیدؒ کی معروضات میں ہی بھی ہے کہ اگر واقف نے عند الوقف یہ بھی شرط قائم کی ہوتی ہے کہ اس واقف کی اولاد میں سے جو بھی متولی ہوگا اس کو عزل ونصب اور جملہ تصرفات کا استحقاق ہوگا اور اس متولی کے تصرفات میں کسی بھی قاضی اور امراء کو دخل اندازی کا حق نہ ہوگا اور واقف نے تائیداً یہ بھی وقف نامہ میں درج کر دیا ہے کہ اگر کوئی دخل اندازی کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تو اب ایسی صورت میں ان متولی کے عمل میں کسی امیر و قاضی کو مداخلت کرنا درست نہ ہوگا، اس استثناء پر مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ ۹۴۴ھ میں اس نوع کے وقف درج ہوئے ہیں جن میں اس قسم کی شرائط کی گئی تھیں۔

(الف) سو اگر واقف کی اولاد میں جو متولی ہے سو اگر وہ متولی منجملہ امراء (معززین) میں سے ہے تو تصرفات وقبضہ کو ارباب دولت عالیہ سلطانیہ کے روبرو مقتضیٔ شریعت کے پیش نظر پیش کیا جائے تاکہ شریعت کے مقتضی پر عمل درآمد ہو۔

(ب) اور اگر متولی اس مذکورہ درجہ اور مرتبہ سے کم ہے تو وقف کے معاملات کو اپنی رائے اور تجاویز کے ساتھ شہر کے قضاۃ پر پیش کر دیا جائے تاکہ دونوں ہی شریعت میں پیش آمدہ امر کے مطابق عمل کریں، کہ نہ قاضی (علی الاطلاق) متولیوں کی مخالفت کریں اور نہ متولی قاضی کی مخالفت کریں، یعنی جب کہ قاضی نے امر شرعی کے ہی مطابق حکم بیان کیا ہو اور اسی طرح اگر متولی کا تصرف شرعاً درست ہے تو قاضی اس میں دخل نہ دیں اور نہ مخالفت کریں (شامی) کہ حکم سلطانی اسی انداز پر وارد ہے۔

(ج) سو جب یہ تفصیل معلوم ہو چکی ہے تو اس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ہو ہوگا کہ اگر واقف کنندگان نے جو مذکورہ عدم مداخلت کی شرط لگائی ہے اس پس ان کا غرض یہ ہے کہ متولی کی جانب سے وقف میں جو بھی فساد واقع ہو، وہ ہونے دیا جائے۔ (وہ سیاہ سفید کے مالک ہیں) امراء اور قاضیوں کو کوئی مداخلت ہی کرنا نہیں، اگر کریں گے تو ان پر لعنت ہوگی، تو (درحقیقت) یہ واقف کنندگان ہی ملعون ہوں گے۔ اس لئے کہ ان کی وہ شرط خلاف شرع ہے جو ایسی تمام شرائط لغو اور باطل ہوں گی۔

تشریح خلاصہ کلام یہ ہے کہ واقف کی شرائط اگر خلاف شرع ہوں گی تو ہرگز ان کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اگر شریعت کی حدود کے ساتھ ہوں تو ان کا اعتبار ہوگا۔

اورمتولی کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں، یعنی اگر کوئی متولی وقف بڑی شخصیت ہے جو بذات خود شاہی عدالت میں براہ راست وقف کے معاملات کو پیش کرسکتا ہے تو اس صورت میں براہ راست شاہی محکمہ پر عمل ہوجائے گا، اور جو اس حیثیت پر نہ ہو کہ وہ براہ راست شاہی عدالت تک رسائی نہیں رکھتا تو اس صورت میں متولیان اور قاضی شہر وقف کے معاملات پر شرعی اعتبار سے نظر کر کے راستہ اختیار کریں گے، اور کوئی صورت ایسی اختیار کرنے کی شرعاً اجازت نہ دیجائے گی جو وقف کی مصلحت کے خلاف ہو اور وقف کا ضیاع ہونے لگے، مقاصد وقف فوت ہونے لگیں۔ نہ ایسی شرائط قابل قبول ہونگی اور نہ ایسا کوئی تصرف قابل قبول ہوگا۔ متولی ہو یا کہ قاضی سب پر لازم ہے شریعت کی حدود میں تصرفات کرنا۔ تاہم قاضی اور امراء پر بھی یہی لازم ہے کہ بلاوجہ متولیان کے تصرفات میں مداخلت نہ کی جائے۔ حتی الامکان واقف کی شرائط کی رعایت کافی نہ کہا جائے گا اور متولیان پر بھی لازم ہے کہ امراء اور قاضیان کے ساتھ موافقت کی صورت کو اپنے بالکلیہ آزاد نہ ہو۔

بَنَى عَلَى أَرْضٍ ثُمَّ وَقَفَ الْبِنَاءَ قَصْدًا بِدُونِهَا أَنَّ الْأَرْضَ مَمْلُوكَةٌ لَا يَصِحُّ وَقِيلَ صَحَّ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. سُئِلَ قَارِئُ الْهِدَايَةِ عَنْ وَقْفِ الْبِنَاءِ وَالْغِرَاسِ بِلَا أَرْضٍ؟ فَأَجَابَ: الْفَتْوَى عَلَى صِحَّتِهِ ذَلِكَ وَرَجَّحَهُ شَارِحُ الْوَهْبَانِيَّةِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ مُعَلِّلًا بِأَنَّهُ مَنْقُولٌ فِيهِ تَعَامُلٌ فَيَتَعَيَّنُ بِهِ الْإِفْتَاءُ وَإِنْ مَوْقُوفَةً عَلَى مَا عَيَّنَ الْبِنَاءُ لَهُ جَازَ تَبَعًا إِجْمَاعًا، وَإِنَّ الْأَرْضَ (لِجِهَةٍ أُخْرَى فَمُخْتَلَفٌ فِيهِ) وَالصَّحِيحُ الصِّحَّةُ كَمَا فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ.

ترجمہ ومطلب ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی اور پھر اس عمارت کو قصداً وقف کردیا۔ زمین کے بغیر اگر وہ زمین کسی کی مملوکہ ہے تو یہ وقف اکثر اہل مذاہب کے نزدیک درست نہ ہوگا (کذافی البحر) اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف درست ہوگیا اور اسی قول ثانی پر فتویٰ ہے۔

سئل قاری ھدایه (۱): قاریٔ ہدایہ کا اسم گرامی مولانا سراج الدین ہے جو مولانا اکمل کے شاگرد ہیں اور صاحب فتح القدیر کے استاذ ہیں (غایۃ الاوطار) اور ان کا یہ لقب اس وجہ سے معروف ہوا کہ انہوں نے استاد سے ہدایہ اٹھارہ مرتبہ پڑھی ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ زمین کے بغیر عمارت یا درخت کو وقف کرنے سے متعلق کہ یہ وقف درست ہوگا یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وقف درست ہوگا کہ اس پر فتویٰ ہے اور شارح وہبانیہ نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں برقرار رکھا ہے (جس کی دلیل اور علت) یہ بیان فرمائی کہ عمارت اور درخت مال منقول ہے اور مال منقول کا وقف عرفاً جاری ہے (فتامل) لہٰذا اس قل پر فتویٰ دیا جانا متعین ہوگیا ہے (دوسری صورت) اور اگر وہ زمین موقوفہ ہے اُ پر جس کے لئے وہ عمارت بنائی گئی ہے تو اس صورت میں عمارت کا وقف کرنا بالتبع، بالاتفاق جائز ہے، اور اگر زمین وقف تو ہے مگر کسی اور دوسرے مصرف کے لئے وقف شدہ ہے تو اس صورت میں اختلاف ہے البتہ قول صحیح یہ ہے کہ یہ عمارت کا وقف درست ہوگی۔ (کذافی المنظومۃ المجیبۃ)۔

تشریح قصداً کی قید سے خارج کرنا مقصود ہے، تبعاً والی صورت سے کیونکہ بالتبع عمارت کا وقف بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ اصل میں بھی مذکور ہے۔

فائدہ: علامہ قاسم کا فتویٰ یہ ہے کہ زمین کے بغیر فقط عمارت کا وقف کرنا درست نہ ہوا کیونکہ متاع منقولات پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا بایں سبب کہ اشیاء منقولہ ازخود ایک زمانہ دراز تک باقی رہ سکتی ہیں، فتكون متابدة، بخلاف عمارت على الارض، کیونکہ زمین کے بغیر اس کو بقاء ہی نہیں ہے۔ فلايتم التخرج مثبت انه باطل بالاتفاق، والحكم به باطل۔ (شامی ص ۴۰۲ ج ۳)

وَسُئِلَ ابْنُ نُجَيْمٍ عَنْ وَقْفِ الْأَشْجَارِ بِلَا أَرْضٍ؟ فَأَجَابَ: يَصِحُّ لَوْ الْأَرْضُ وَقْفًا، وَلَوْ لِغَيْرِ الْوَاقِفِ. وَسُئِلَ أَيْضًا عَنْ الْبِنَاءِ وَالْغِرَاسِ فِي الْأَرْضِ الْمُحْتَكَرَةِ هَلْ يَجُوزُ بَيْعُهُ وَوَقْفُهُ وَهَلْ يَجُوزُ وَقْفُ الْعَيْنِ الْمَرْهُونَةِ أَوْ الْمُسْتَأْجَرَةِ؟ فَأَجَابَ نَعَمْ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: لَا يَجُوزُ وَقْفُ الْبِنَاءِ فِي أَرْضٍ عَارِيَّةٍ أَوْ إجَارَةٍ

ترجمہ ومطلب اور علامہ ابن نجیم سے سوال کیا گیا کہ زمین کے بغیر درختوں کا وقف کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وقف درست ہوجائے گا جب کہ زمین بھی وقف ہو، اگر چہ اس زمین کو درختوں کے وقف کنندہ کے علاوہ نے وقف کیا ہوا ہے۔

(۲) وسئل ایضا: نیز علامہ ابن نجیم سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ اگر عمارت یا کہ درخت ارض محتکرہ میں ہوں تو ان کا فروخت کرنا یا وقف کرنا جائز ہوگا۔

(۳) اور کیا جائز ہوگا وقف کرنا مکان یا زمین مرہونہ کو اور یا کہ وہ زمین مکان مستاجر کو اجرت پر دیا ہوا ہے اس کو بھی وقف کرنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ فروخت کرنا بھی اور وقف کرنا بھی جائز ہے۔

(۴) اور بزازیہ میں ہے کہ اگر زمین عاریۃ پر لی ہوئی ہے اور اس پر عمارت بنا کر وقف کی جائے تو یہ وقف جائز نہ ہوگا اور یا کہ وہ زمین کرایہ پر لی ہوئی ہے اور اس پر عمارت بنا کر وقف کی گئی تو یہ وقف بھی جائز نہیں۔

تشریح ارض محتکرہ یعنی وہ زمین موقوفہ جس کی اجرت اور کرایہ سالانہ یا ماہانہ مقرر شدہ ہو۔

المستاجرہ: مطلب یہ ہے کہ شخص کی اپنی زمین ہے جس کو اس نے کرایہ پر دیا ہے اور یہ مالک اسی حالت میں وقف کردے تو یہ وقف فی الحال درست ہوچکا ہے اور اجارہ کی مدت جس قدر ہے اس مدت تک یہ اجارہ بھی برقرار رہیگا، وقف کرنے کی وجہ سے اجارہ باطل نہ ہوگا اور جب اجارہ کی مدت ختم ہوجائیگی تو اب وقف شدہ یہ زمین مصرف وقف میں استعمال ہوگی۔ (کذافی البحر الرائق)

وفی المنظومة المحبية: ع

لا تجـز استنابه الفقيـة لا ★ ولا المـدرس لعـذر حصـلا

ترجمہ: اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ فقیہ اور مدرس عذر کی وجہ سے نائب مقرر کرنا جائز نہیں، ان میں سے اگر کسی کو عذر پیش آجائے۔

وَأَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْأَرْضِ الْمُحْتَكَرَةِ فَفِي الْمُنْيَةِ حَانُوتٌ لِرَجُلٍ فِي أَرْضِ وَقْفٍ فَأَبَى صَاحِبُهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ الْأَرْضَ بِأَجْرِ الْمِثْلِ أَنَّ الْعِمَارَةَ لَوْ رُفِعَتْ تُسْتَأْجَرُ بِأَكْثَرَ مِمَّا اسْتَأْجَرَهُ، أُمِرَ بِرَفْعِ الْعِمَارَةِ، وَتُؤَجَّرُ لِغَيْرِهِ وَإِلَّا تُتْرَكُ فِي يَدِهِ بِذَلِكَ الْأَجْرِ، وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ

ترجمہ ومطلب اور ارض محتکرہ میں زیادہ اجرت کا حکم (؟) کتاب منیہ میں اس کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے۔ وقف زمین میں ایک شخص کی دوکان ہے، اور اس کے مالک نے زمین کو اجرت مثلی پر کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔ اگر عمارت کو (زمین سے) ہٹا دیا جائے تو اس کی اجرت زائد ہو جائے، متاجر کی اجرت سے (اس صورت میں) دوکان کی عمارت کو (اس وقت) قف زمین سے اٹھانے کو کہا جائے گا۔ اور (عمارتِ دوکان اٹھائے جانے کے بعد) یہ زمین وقف کسی دوسرے شخص کو دے دی جائے، کرایہ پر دے دی جائے، اور اگر عمارت دوکان اٹھانے کے بعد (زمین وقف) کی اجرت (کرایہ) میں کوئی زیادتی نہ ہو، تو (اس صورتِ حال میں) وہ زمین متاجر کے پاس ہی اسی (سابقہ) اجرت پر رہنے دیا جائے گا (بحر الرائق میں بھی اسی کے مانند بیان کیا گیا ہے)

تشریح ایک شخص زمین وقف کا کرائے دار ہے اور اس کرائے دار نے اس پر مکان (دوکان) تعمیر کی ہوئی ہے۔ حالات کے پیش نظر زمین کے کرایہ میں بڑی حد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ اجرتِ مثلی میں تبدیلی آگئی ہے۔ زمین وقف کے متولیان نے کرایہ بڑھانے کے لئے اس کرایہ دار سے مطالبہ کیا۔ وہ کرایہ بڑھانے کے لئے آمادہ نہیں ہے، تو اس کرایہ دار سے کہا جائے گا کہ وہ اپنی عمارت کے سامان کو زمین سے اٹھالے، اور زمین حسب سابق خالی کر دے۔

اور زمین خالی کرانے کے بعد حالات کے مطابق زائد کرایہ پر دوسرے شخص کو دیدی جائے، (۲) اور اگر یہی سابقہ کرایہ دار کرایہ بڑھانے پر رضامند ہو جائے تو خالی کرانے کی ضرورت نہیں۔

البتہ یہ اندازہ کرنا ہوگا کہ زمین کا کرایہ عمارت کی وجہ سے بڑھا ہے کہ واقعتاً نفس زمین ہی کی کرایہ داری کی حیثیت بڑھاتی ہے۔

صورتِ اول میں خالی کرانے کی ضرورت نہیں، اور صورتِ ثانی میں یہ تفصیل ہے جو بیان ہوگی۔ (ماخوذ از شامی: ص: ۴۰۳، ج: ۳)

لَوْ زِيدَ عَلَيْهِ أَنَّ إِجَارَتَهُ مُشَاهَرَةٌ تُفْسَخُ عِنْدَ رَأْسِ الشَّهْرِ، ثُمَّ إِنْ ضَرَّ رَفْعُ الْبِنَاءِ لَمْ يُرْفَعْ وَإِنْ لَمْ يَضُرَّ رُفِعَ أَوْ يَتَمَلَّكُهُ الْقَيِّمُ بِرِضَا الْمُسْتَأْجِرِ فَإِنْ لَمْ يَرْضَى

ترجمہ ومطلب اور بحر الرائق میں (محیط سے نقل کیا گیا) ہے کہ اگر سابقہ کرایہ دار سے کرایہ زیادہ ہو جاتے، اور معاہدۂ کرایہ داری ماہانہ ہے تو (مہینہ ختم ہونے پر) مہینہ کے شروع میں اس سابقہ کرایہ دار کے کرایہ داری کو منسوخ کیا جائے۔ اور اس کرایہ داری کے منسوخ ہونے کے بعد (اس امر پر نظر کی جائے کہ) عمارت کو زمین سے اٹھانے (اور زمین کو خالی کرنے سے) زمین وقف کو کوئی نقصان پہونچنے والا نہیں ہے تو زمین خالی کرالی جائے گی۔ اور اگر خالی کرانے سے زمینوقف کو نقصان پہونچنے کا (قوی امکان) ہے تو ایسی صورتِ حال میں زمین کو خالی نہ کرائی جائے۔

(۲) اگر عمارت کا مالک برضامندی، وقف کے متولی (اور منتظم) کو مالک بنادے (تو ایسا کیا جائے، یعنی اس عمارت کے سامان کی قیمت کا اندازہ کر کے قیمت دے کر مالک ہو جائے)

(۳) اور اگر عمارت کا مالک عمارت کی قیمت لے کر مالک بنانے اور فروخت کرنے پر رضامند نہ ہو تو جبراً بلا رضامندی

ملکیت قائم نہیں ہوگی۔ (لہٰذا) رضامند نہ ہونے کی صورت میں (علی حالہ) باقی رکھا جائے (كذافي المحيط)

تشریح خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب زمین کے کرایہ داری کو فسخ کردیا گیا ہے اور عمارت کا مالک اس کو فروخت کرنے پر رضامند بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں زمین اور عمارت دونوں دوسرے کرایہ دار کو کرایہ داری پر دے دیا جائے اور کرایہ کی آمدنی تقسیم کرلی جائے (ایک قول کے مطابق) البتہ اس میں شرط ہے کہ عمارت کا مالک کرایہ پر دینے کی اجازت دے! ماخوذ از حاشیہ شامی۔

تَبْقَى إِلَى أَنْ يَخْلُصَ مِلْكُهُ مُحِيطٌ، بَقِيَ لَوْ إِجَارَتُهُ مُسَانَهَةً أَوْ مُدَّةً طَوِيلَةً وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ الزِّيَادَةُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَلَيْهِ وَلَا ضَرَرَ عَلَى الْوَقْفِ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِنَّمَا كَانَتْ بِسَبَبِ الْبِنَاءِ لَا الزِّيَادَةِ فِي نَفْسِ الْأَرْضِ انْتَهَى.

ترجمہ ومطلب صورتِ ثانی کا حکم باقی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کرایہ داری کا معاہدہ سالانہ ہو یا کہ مدت دراز کے لئے معاملہ طے شدہ ہو۔؟ تو اس صورتِ مسئلہ میں ظاہراً یہی حکم ہوگا کہ اجرت کی زیادتی قبول نہ کی جائے۔ (کیوں کہ مدتِ کرایہ داری کا معاہدہ اور معاملہ برقرار ہے-- جس کو فسخ کرنا بالکل مناسب نہ ہوگا) لہٰذا اسی کرایہ داری کو برقرار رکھا جائے تاکہ اس کرایہ دار کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ اور (کرایہ داری کو برقرار رکھنے میں) وقف کا کوئی ضرر نہیں ہے۔

کیوں کہ (بظاہر یہی ہے کہ) کرایہ داری کی زیادتی عمارتِ (مکان۔ دوکان) کی وجہ سے ہی تھی، محض زمین کی (وجہ سے) کرایہ داری میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ (صاحب البحر کا کلام مکمل ہوا)

تشریح خالی زمین کی کرایہ داری میں اضافہ ضروری نہیں ہے اغلب یہی ہے کہ عمارت کی وجہ سے اس کی ہمیت اور افادیت میں اضافہ ہوجانے کی وجہ سے کرایہ داری کی حیثیت میں بڑھوتری ہوتی ہے۔ نیز معاہدہ اور معاملہ کا بھی خیال رکھنا ایک شرعی لازمی امر ہے، اس معاہدہ کے اعتبار سے کرایہ دار نے تعمیری کام کیا ہوگا، لہٰذا اگر مدتِ معاہدہ سے قبل فسخ کرنے میں بلاشبہ کرایہ دار کا نقصان ہوگا۔

شریعت نے معاملات میں ہر دو فریق کی رعایت کا لحاظ کیا ہے۔ (اسعدی)

وَأَمَّا وَقْفُ الْإِقْطَاعَاتِ فَفِي النَّهْرِ: لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا كَانَتْ الْأَرْضُ مَوَاتًا أَوْ مِلْكًا لِلْإِمَامِ فَأَقْطَعَهَا رَجُلًا قَالَ: وَأَغْلَبُ أَوْقَافِ الْأُمَرَاءِ بِمِصْرَ إِنَّمَا هُوَ إِقْطَاعَاتٌ يَجْعَلُونَهَا مُشْتَرَاةً صُورَةً مِنْ وَكِيلِ بَيْتِ الْمَالِ وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ

ترجمہ ومطلب ایسی زمین کا وقف کرنا، جو بادشاہ کی جانب سے بطور معافی (اور بصورت علیہ) دی گئی ہو (؟) اس کا کیا حکم ہے۔

نہر الفائق میں بیان کیا گیا ہے کہ (علی الاطلاق ان) قطعات کا وقف کرنا جائز (اور معتبر) نہ ہوگا۔ مگر اس صورت میں نہ جب کہ وہ عطاء کردہ زمین [ا]

ا الارض مواتاً . . . زمانہ قدیم سے وہ زمین کسی کی ملکیت میں نہ رہی ہو، اس کا کوئی مالک نہ ہو اور وہ زمین ناقابل

کاشت اور بنجر تھی ایسی زمین سے متعلق تفصیلی احکام مستقل کتب فقہ میں بیان شدہ ہیں!

فائدہ: جب حاکم اور حکومت کی جانب سے کوئی زمین جاگیر کے طور پر کسی شخص کو عطاء کی جاتی تو اصطلاحاً اور معافی دیا جانا کہلاتا ہے۔ جس سے کہ وہ شخص اس عطاء شدہ زمین کا مالک ہو گیا۔ اور جب ملکیت شرعاً درست ہو گئی ہے، تو وقف کرنا بھی معتبر ہو گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ واقف اگر وقف کردہ زمین کا شرعاً مالک ہے تو یہ وقف مقبول ہو گا، خواہ ملکیت کی نوعیت جو بھی ہو۔ موات (کی قسم میں سے) تھی اور یا کہ وہ زمین شاہی ملکیت میں تھی تو یہ وقف صحیح ہو جائے گا۔ جو کسی شخص کو دی گئی۔ (اور یہ شخص اس کو وقف کرتا ہے) تو یہ وقف کرنا درست ہو گا۔

قال... صاحب نہر الفائق نے فرمایا کہ ملکِ مصر میں اکثر امراء کے اوقاف انعامی (یعنی عطیاتِ شاہی) ہیں۔ وقف کرنے والے بیت المال کے وکیل سے صورۃً (خرید کردہ) تحریر کر لیتے ہیں۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ اگر وہ زمین بیت المال کی تھی۔ شاہی ملکیت میں نہ تھی تو یہ عطیہ شاہی جائز نہ ہو گا۔ اور جس کو عطا کی گئی وہ اس کا مالک نہ ہو گا۔ لفظ صورتاً خرید کردہ تحریر کرا لینا بھی کافی نہ ہو گا۔

تشریح خلیفہ اور بادشاہِ وقت (یا حکومتِ وقتی) کی جانب سے جو قطعات عطاء کئے جاتے، انکی مختلف نوعتیں ہیں ہر ایک نوعیت کا حکم علیحدہ علیحدہ ہو گا، سب کا حکم برابر نہ ہو گا۔ صاحبِ کتاب نے بعض صورت کا حکم اور تفصیل بیان کی ہے۔ (اسعدی)

وَلَوْ وَقَفَ السُّلْطَانُ مِنْ بَيْتِ مَالِنَا لِمَصْلَحَةٍ عَمَّتْ يَجُوزُ وَيُؤْجَرُ. قُلْتُ: وَفِي شَرْحِهَا لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ وَكَذَا يَصِحُّ إِذْنُهُ بِذَلِكَ إِنْ فُتِحَتْ عَنْوَةً لَا صُلْحًا لِبَقَاءِ مِلْكِ مَالِكِهَا قَبْلَ الْفَتْحِ

ترجمہ ومطلب اور وہبانیہ میں ہے، اگر بادشاہ نے مسلمانوں کے بیت المال سے وقف کیا، مسلمانوں کی مصلحت (اور ضرورت) کے لئے، تو جائز ہے، اور بادشاہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ وہبانیہ کی شرح شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے (قوم مسلمین کو) اجازت دی کہ وہ شہر کی زمین میں سے (کسی زمین کے حصہ پر) مسجد وقف کے لئے مکانات یا دوکانات تعمیر کر لیں (تا کہ آمدنی سے مسجد کے مصارف میں تعاون ہو) تو یہ بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شہر مسمانوں نے طاقت اور قوت کے ساتھ فتح کیا ہو۔ کفار کے ساتھ بصورتِ صلح فتح نہ ہوا ہو۔

کیوں کہ بصورتِ صلح کسی علاقہ پر فتح ہونا، سابقہ ملکیت کو ختم نہیں کرتی بلکہ اہلِ ارض کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس علاقہ کی اراضی (وغیرہ) پر تصرف کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ (كذا في الطحطاوي۔ شامي: ج: ۳، ص: ۴۰۵)

تشریح جس علاقہ کو غلبہ اور طاقت کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا، اور اس علاقہ کی اراضی کو مجاہدین اور غانمین کے درمیان تقسیم نہ کیا گیا ہو اس صورت میں وقف کرنا اور تصرف کی اجازت دینا معتبر ہو گا۔ اور اگر تقسیم شدہ ہے تو تقسیم کے بعد یہ مجاہدین یہ مجاہدین اس کے مالک ہو چکے ہیں، اس لئے حق تصرف نہ ہو گا۔ (ایضاً)

أَطْلَقَ الْقَاضِي بَيْعَ الْوَقْفِ غَيْرِ الْمُسَجَّلِ لِوَارِثِ الْوَاقِفِ فَبَاعَ صَحَّ وَكَانَ حُكْمًا بِبُطْلَانِ الْوَقْفِ لِعَدَمِ تَسْجِيلِهِ حَتَّى لَوْ بَاعَهُ الْوَاقِفُ أَوْ بَعْضَهُ أَوْ رَجَعَ عَنْهُ وَوَقَفَهُ لِجِهَةٍ أُخْرَى، وَحَكَمَ بِالثَّانِي قَبْلَ الْحُكْمِ بِلُزُومِ الْأَوَّلِ صَحَّ الثَّانِي لِوُقُوعِهِ فِي مَحَلِّ الِاجْتِهَادِ كَمَا حَقَّقَهُ الْمُصَنِّفُ

وَأَفْتَى بِهِ تَبَعًا لِشَيْخِهِ وَقَارِئِ الْهِدَايَةِ وَالْمُنْلَا أَبِي السُّعُودِ. قُلْتُ: لَكِنْ حَمَلَهُ فِي النَّهْرِ الْقَاضِي الْمُجْتَهِدُ فَرَاجِعْهُ

ترجمہ ایک شیٔ (زمین وغیرہ) وقف شدہ ہے جو غیر مسجل ہے، اگر قاضی نے اس غیر مسجل وقف کو واقف کے وارث کو فروخت کرنے کی اجازت دے دی اور ان ورثاء نے اس کو فروخت کر دیا تو یہ بیع درست ہوگئی۔ اور چونکہ وہ وقف شدہ شیٔ غیر مسجل تھی جب قاضی نے اس کے فروخت کرنے کی اجازت دے دی تو یہ وقف (ہی) باطل ہوگیا۔

فائدہ: یعنی بیع کی اجازت دینے کے وقت وقف ہی باقی نہ رہا۔ ختم ہو چکا۔ البتہ وہ وقف شدہ بھی نہ ہو۔

تسجیل وقف کا مطلب یہ ہے کہ واقف نے جب وقف کیا تھا قاضی اور حاکم نے اس کے وقف کئے جانے کو منظوری دے دی، اور قضاء کے دفتر میں اس کو درج کر دیا گیا، اس صورت میں وقف لازم ہوجائے گا۔ اور عدم تسجیل کی صورت میں اگرچہ وقف ہوجائے گا، مگر وقف لازم اور قطعی نہیں (اور اس فقہاء کا اختلاف بھی ہے اور تفصیل بھی جس کا کچھ بیان ماقبل میں گذر بھی چکا ہے)۔

حتی لو باعه... اجازت کے بعد اگر واقف نے تمام وقف کو یا اس کے بعض حصہ کو فروخت کر دیا۔ اور یا کہ واقف، وقف سے رجوع کر لے (تو یہ سب صورتیں نافذ نہ ہوں گی۔ اور پھر) دوسری مرتبہ (وقف رجوع کرنے کے بعد) دوسرے مصرف کے لئے وقف کر دے، اور قاضی نے اس وقف ثانی کو (اپنے حکم سے) لازم کر دیا ہے (جب کہ) وقفِ اول کو لازم نہیں کیا تھا۔ تو اس صورت میں یہ وقف ثانی درست ہوگا۔

لو قوعه... اس وجہ سے کہ قاضی (کا یہ حکم) محل اجتہاد میں واقع ہوا ہے۔ اور مصنف علیہ الرحمہ نے اسی کو متحقق قرار دیا ہے اور اپنے شیخ اور استاذ کی اتباع کرتے ہوئے فتویٰ بھی دیا ہے، نیز قاریٔ ہدایہ اور مفتی ابوسعید کے فتویٰ کی اتباع کرتے ہوئے۔

قلت لکن حمله فی النهر... صاحب متن فرماتے ہیں کہ اس قول کو نہر الفائق میں قاضی مجتہد پر محمول (اور موقوف) کیا ہے۔ لہٰذا نہر الفائق کی جانب مراجعت کریں!

فائدہ: بظاہر اس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر قاضی مقلد ہے، شانِ اجتہاد نہ رکھتا ہو، تو ایسی صورت میں وہ یہ اجازت نہ دے گا۔

فائدہ: اصل تو یہ ہے کہ وقف شدہ شیٔ کی بیع کی اجازت نہ دی جائے، سداً للباب۔

فائدہ: اور حضراتِ صاحبین علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق فقہاء قاضی اور تسجیل سے قبل بھی وقف کرنا معتبر ہے اور وہ وقف متحقق ہوجاتا ہے، اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ فان کتب الذهب مطبقة علی ترجیح توهما بلذوه. بلا حکم و بانه المفتی به۔ (شامی: ج:۳، ص:۴۰۵)

محلِ اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مشائخ کے درمیان اس اختلافی صورت کی وجہ سے قاضی کی اجازت (ایک قول کے مطابق) معتبر ہوگی۔ گویا کہ اس قاضی نے اپنے اجتہاد سے اس کو اجازت دی ہے۔

(لَوْ) أَطْلَقَ الْقَاضِي الْبَيْعَ (لِغَيْرِهِ) أَيْ غَيْرِ الْوَارِثِ (لَا) يَصِحُّ بَيْعُهُ لِأَنَّهُ إذَا بَطَلَ عَادَ إلَى مِلْكِ الْوَارِثِ وَبَيْعُ مِلْكِ الْغَيْرِ لَا يَجُوزُ دُرَرٌ يَعْنِي بِغَيْرِ طَرِيقٍ شَرْعِيٍّ لِمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ بَاعَ الْقَيِّمُ الْوَقْفَ بِأَمْرِ الْقَاضِي وَرَأْيِهِ جَازَ.

ترجمہ ومطلب اور اگر قاضی نے وقف کے فروختگی کی اجازت غیر واقف کو دی، تو یہ اجازت درست نہ ہوگی، اور نہ بیع درست ہوگی، کیوں کہ جس وقت قاضی نے فروختگی کی اجازت دے دی تو (فی الفور) وہ وقف باطل ہوگیا، اور واقف کی ملکیت میں واپس ہوگیا، اور غیر کے مال کی بیع (یا وارث واقف) کی جائز نہیں۔ (کذافی الدرر)

یعنی بغیر ... یعنی (یہ) عدم جواز اس وقت ہے جب کہ شرعی طریقہ کے خلاف ہو، اس وجہ سے کہ (فتاویٰ) عمادیہ میں مرقوم ہے، کہ اگر قاضی کی اجازت اور ان کی تجویز سے وقف کے منتظم (یا متولی) نے اس کو فروخت کیا ہے، تو یہ جائز ہے۔ کیوں کہ یہ صورت شرعی طریقہ پر ہے!

تشریح خلاصۂ کلام یہ ہے کہ غیر واقف اور واقف کے وارث کے علاوہ کسی دوسرے کا وقف کو فروخت کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہ ہوگا۔ اگر چہ قاضی اور حاکم اجازت دے!

البتہ اگر متولی اور منتظم چونکہ وقف پر شرعی امین اور اس کے ولی ہیں۔ اجازت کے بعد یہ فروخت کر سکتے ہیں، کہ جس طرح وکیل اور وصی فروخت کر سکتے ہیں۔

قُلْت: وَأَمَّا الْمُسَجَّلُ لَوْ انْقَطَعَ ثُبُوتُهُ وَأَرَادَ أَوْلَادُ الْوَاقِفِ إِبْطَالَهُ فَقَالَ الْمُفْتِي أَبُو السُّعُودِ فِي مَعْرُوضَاتِهِ قَدْ مَنَعَ الْقُضَاةُ مِنْ اسْتِمَاعِ هَذِهِ الدَّعْوَى انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ الْوَقْفُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ كَهِبَةٍ فِيهِ مِنْ الثُّلُثِ مَعَ الْقَبْضِ فَإِنْ خَرَجَ الْوَقْفُ مِنْ الثُّلُثِ أَوْ أَجَازَهُ الْوَارِثُ نَفَذَ فِي الْكُلِّ وَإِلَّا بَطَلَ فِي الزَّائِدِ عَلَى الثُّلُثِ وَلَوْ أَجَازَ الْبَعْضُ جَازَ بِقَدْرِهِ.

ترجمہ ومطلب صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اگر وقف مسجل (جس وقف کی تکمیل قضاء قاضی کے ساتھ مکمل ہو چکی تھی اور درجہ شدہ ہے) جس کا ثبوت وقف منقطع ہو چکا ہو، اور (اب) واقف کی اولاد اس وقف کا ابطال چاہتے ہوں، تو مفتی ابو سعود علیہ الرحمہ اپنی معروضات میں فرماتے ہیں کہ قاضی اس قسم کے دعویٰ کی سماعت (ہی) نہ کرے، اس امید کو یاد رکھئے۔

الوقف فی مرض موتہ ... مرض وفات میں وقف کرنے کا (حکم وہی ہے جو) مرض وفات میں ہبہ کرنے کا حکم ہے۔ یعنی ایک تہائی مال میں سے معتبر ہوگا قبضہ کے ساتھ۔ اور وقف (کردہ شئ) ایک تہائی مال (کی تعداد) سے زائد ہو جائے، اور (واقف کے مرنے کے بعد) ورثاء نے اس کو جائز رکھا تو تمام میں وقف نافذ ہو جائے گا، اور اگر ورثاء نے (اس زائد من ثلث) کو منظور نہ کیا۔ ثلث کی مقدار سے زائد کا وقف باطل ہو جائے گا اور اگر بعض ورثاء نے زائد کو منظور کیا ہے تو اس کی مقدار کے مطابق (زائد میں) وقف نافذ ہوگا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ قدیم وقف ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی تحریری ثبوت محفوظ نہ ہو اور گواہ بھی باقی نہ ہوں، اگر چہ وہ وقف تام شدہ ہے جو معلوم اور معروفہ ہے، (ان الاوقاف التی تقادم) امرھا ومات شھودھا فی کان لھا اسم فی دواوین القضاۃ الخ شامی۔

مع القبض - یعنی اس میں قبضہ ہوگا تو اس حصہ کو باقی اموال سے علیحدہ بھی کرنا ہوگا تا کہ ہبہ اور وقف مکمل ہو۔

وَبَطَلَ وَقْفُ رَاهِنٍ مُعْسِرٍ وَمَرِيضٍ مَدْيُونٍ بِمُحِيطٍ بِخِلَافِ صَحِيحٍ لَوْ قَبْلَ الْحَجْرِ فَإِنْ شُرِطَ وَفَاءُ دَيْنِهِ مِنْ غَلَّتِهِ صَحَّ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ يُوَفَّى مِنَ الْفَاضِلِ عَنْ كِفَايَتِهِ بِلَا سَرَفٍ

ترجمہ ومطلب اور تنگ دست (مقروض) راہن کا وقف کرنا باطل ہے، اور (ایسے) امراض کا وقف کرنا (بھی) باطل ہے جو دین محیط کا مدیون (مقروض) ہو۔

بخلاف صحیح: البتہ (اس کے برخلاف) اگر ایسا مقروض شخص تندرست ہو، اور وہ وقف کردے (بشرطیکہ) وقف کرلے، قبل الحجر (تو یہ وقف معتبر ہوگا) جب کہ اس وقف کے ساتھ یہ شرط کی ہو کہ اس وقف کی آمدنی سے اس کا قرضہ (بھی) ادا کیا جائے گا۔

فائدہ: اور اگر حجر کے بعد وہ وقف کرتا ہے تو اب یہ وقف کرنا معتبر نہ ہوگا، کیوں کہ شرعاً وہ اپنے اموال میں تصرف کا حق ختم کر چکا ہے۔

وان لم یشرط: اور اگر (وقف کے ساتھ) قرضہ کی ادائیگی کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ (تب بھی) قرضہ ادا کیا جائے اس وقف کی آمدنی سے فضول خرچی کے بغیر جو واقف کی بقدر حاجت سے زائد ہو۔

تشریح یعنی یہ مریض مقروض ہے اور اس کی ملکیت میں جس قدر مال ہے اس قدر وہ مقروض بھی (یہ دین محیط ہے) اور چونکہ دین محیط مریض کے حق میں مانع وقف ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ قرضہ ادا کرے اور مرض کی حالت میں اگر وفات ہوگئی تو اس مال سے قرضہ ادا ہوگا۔ لہٰذا وقف کس طرح کرنا درست ہوگا۔ کہ یہ صورت حق العباد کو ضائع کرنے کا سبب ہوگی۔ اور یہ مقروض رہے گا۔

(۲) البتہ تندرست ہونے کی صورت میں وقف کرنا معتبر ہوگا، مگر اسی کے ساتھ یہ لازم ہے کہ قرضہ کی ادائیگی کو وقف کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔

کیوں کہ اس صورت میں بندوں کا حق محفوظ ہوگیا ہے قبل الحجر کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کی جانب سے اس مقروض پر اپنے اموال میں تصرف کرنے کی پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

من الفاضل الخ: مطلب یہ ہے کہ اگر واقف کے ضروری اخراجات وقف کی آمدنی سے پورے ہونے کے بعد کچھ بحث ہو تو یہ قرضہ میں ادا ہوگی۔ اور قرض خواہ ہونے کا یہ حق ہے کہ وہ اس کو وصول کر سکتے ہیں: لان الغلة بقيت على ملكه ذخيرةً۔

وَلَوْ وَقَفَهُ عَلَى غَيْرِهِ فَغَلَّتُهُ لِمَنْ جَعَلَهُ لَهُ خَاصَّةً فَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ. قُلْتُ: قُيِّدَ بِمُحِيطٍ لِأَنَّ غَيْرَ الْمُحِيطِ يَجُوزُ فِي ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ لَوْ لَهُ وَرَثَةٌ وَإِلَّا فَفِي كُلِّهِ، فَلَوْ بَاعَهَا الْقَاضِي ثُمَّ ظَهَرَ مَالٌ شَرَى بِهِ أَرْضًا بَدَلَهَا وَتَمَامُهُ فِي الْإِسْعَافِ فِي بَابِ وَقْفِ الْمَرِيضِ

ترجمہ اور اگر واقف نے اپنے علاوہ (دوسرے) پر وقف کیا ہو، تو اس وقف کی آمدنی اسی شخص کے لئے مخصوص ہوگی جس پر اس کو وقف کیا ہے۔ (کذافی فتاویٰ ابن نجیم)

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ دین میں محیط کی قید لگائی گئی ہے (اس قید سے یہ معلوم ہوا کہ) اگر دین محیط نہ ہو۔ تب دین کی مقدار کے علاوہ جس قدر مال باقی ہے اس کے ایک ثلث میں وقف درست ہو جائے گا۔

لوله ورثة: اگر واقف کی ورثاء ہوں، اور اگر وارث نہ ہوں، تو کل مابقیہ میں وقف نافذ ہو جائے گا۔

فلو باعها الخ: اور اگر قاضی نے دین کی ادائیگی کے لئے وقف کو فروخت کر دیا (خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط) اس کے بعد واقف میت کا (مزید) مال ظاہر ہوا۔ تو قاضی اس ظاہر شدہ مال سے دوسری زمین اس کے عوض خرید کر لے، اس کا تفصیلی بیان الاسعاف میں ہے۔

تشریح لو له ورثة: کیونکہ وارثوں کے ہوئے تمام مال کا وقف کرنا یا صدقہ کرنا معتبر نہیں ہوگا، البتہ اگر وارث ہوں اور یہ ورثاء بعد میں وقف کل کو تسلیم کر لیں تب یہ کل میں نافذ رہے گا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ مشتری کسی کا حق ضائع نہ ہونا چاہئے

وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ:

وَإِنْ وَقَفَ الْمَرْهُونُ فَافْتَكَّهُ يَجُزْ ☆ فَإِنْ مَاتَ عَنْ عَيْنٍ تَفِي لَا يُغَيَّرُ

أَيْ وَإِلَّا فَيَبْطُلُ أَوْ لِلْعِلَّةِ يُمْهَلُ فَلْيُتَأَمَّلْ. قُلْت: لَكِنْ فِي مَعْرُوضَاتِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ سُئِلَ عَمَّنْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِهِ وَهَرَبَ مِنَ الدُّيُونِ هَلْ يَصِحُّ: فَأَجَابَ: لَا يَصِحُّ وَلَا يَلْزَمُ وَالْقُضَاةُ مَمْنُوعُونَ مِنَ الْحُكْمِ وَتَسْجِيلِ الْوَقْفِ بِمِقْدَارِ مَا شُغِلَ بِالدَّيْنِ انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ ومطلب اور وہبانیہ میں ہے، اور اگر شئ مرہون کو وقف کیا اور (وقف کے بعد) اس کو رہن سے خلاص کیا ہے، تو یہ (صورت) جائز ہے۔ اور اگر (واقف، مقروض) ہو گیا، اس قدر مال چھوڑ کر مرا جو قرضہ کے لئے پورا ہے، تو یہ وقف معتبر نہ ہوگا۔

یغیر: یعنی قاضی اس وقف کو باطل کر دے، یا (دوسری صورت یہ ہے کہ) اس وقف کی آمدنی کے لئے مہلت دی جائے (تاکہ آمدنی سے) قرضہ ادا ہو، اور وقف باطل نہ ہو۔

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ مفتی ابو مسعود کی معروضات میں ہے، سوال کیا گیا...... کہ ایک شخص نے اولاد پر وقف کر دیا، اور قرضہ سے فرار اختیار کیا، کیا ایسی صورت میں یہ وقف درست ہوگا؟

الجواب:- یہ وقف درست (اور معتبر) نہ ہوگا۔ اور یہ وقف لازم نہ ہوگا، اور قضاۃ کو اس کے وقف پر حکم نافذ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور تسجیل کرنے سے (بھی) منع کیا گیا ہے، اس مقدار کے مطابق جس قدر قرضہ میں مال محیط ہے۔ اس جواب کو یاد رکھا جائے۔

تشریح فان مات الخ: مطلب یہ ہے کہ اولاً قرضہ ہی ادا کرنا ہے، لہٰذا وقف کو باطل کرنا ہوگا۔ جس سے کہ قرضہ کی ادائیگی کے لئے اس کو فروخت کیا جائے۔

وهرب من الديون: یعنی قرضوں کی ادائیگی سے فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے اموال کو وقف کر دیا، جس سے کہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے وہ اموال فروخت نہ ہو سکیں۔

بمقدار ما شغل الخ: مطلب یہ ہے کہ واقف کے اموال میں قرضوں کی مقدار کے مطابق وقف سے خارج رکھتے ہوئے، جو زائد ہو اس پر حکم نافذ کیا جائے، اور اس وقف کو قبول کیا جائے۔ کیوں کہ قرضوں کی مقدار کے مطابق تو گویا کہ اس

واقف کی ملکیت میں نہیں ہے، حسب ضرورت برائے دیون فروخت کرنا ہوگا۔

الْوَقْف عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ إِمَّا لِلْفُقَرَاءِ أَوْ لِلْأَغْنِيَاءِ ثُمَّ الْفُقَرَاءِ أَوْ يَسْتَوِي فِيهِ الْفَرِيقَانِ كَرِبَاطٍ وَخَانٍ وَمَقَابِرَ وَسِقَايَاتٍ وَقَنَاطِرَ وَنَحْوِ ذَلِكَ كَمَسَاجِدَ وَطَوَاحِينَ وَطَسْتٍ لِاحْتِيَاجِ الْكُلِّ لِذَلِكَ بِخِلَافِ الْأَدْوِيَةِ فَلَمْ يَجُزْ لِغَنِيٍّ بِلَا تَعْمِيمٍ أَوْ تَنْصِيصٍ فَيَدْخُلُ الْأَغْنِيَاءُ تَبَعًا لِلْفُقَرَاءِ قُنْيَةٌ.

ترجمہ ومطلب وقف کی تین قسمیں ہیں (۱) فقراء کیلئے (۲) یا مالداروں کیلئے اس کے بعد فقراء کیلئے (۳) اور یا کہ مالدار اور فقراء دونوں کیلئے درانحالیکہ دونوں برابر ہوں، جیسے مسافر خانہ، خانقاہ، قبرستان، پانی کی سبیل (وغیرہ) اور پل، اور جو بھی اشیاء ان کے مانند ہوں۔

اور اسی طرح (مثلاً) مساجد، پن چکیاں، اور

کیوں کہ ان شیاء کی سب کو ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ لہٰذا غرباء اور مالدار سب برابر ہوں گے۔

بخلاف الادویة - اس کے برخلاف، دوائیں جو شفاخانوں (اور ہسپتالوں) میں وقف کردہ ہوں - وہ مالداروں کے لئے جائز نہ ہوں گی۔ (البتہ اگر واقف) وقف کرتے ہوئے عام (لوگوں کے لئے) وقف کرے اور یا کہ واقف، صداقتاً وقف کرتے ہوئے کہے کہ مالداروں کے لئے بھی (یہ وقف) ہیں بصورتِ تعمیم مالدار بھی تبعاً فقراء کے ساتھ شامل رہیں گے۔ (ان باتعمیم وقف شدہ اشیاء سے نفع حاصل کرنے میں) کذافی القنیة۔

تشریح ونحو ذالک: جو غرباء اور مالدار سب ہی کے لئے برابر قابل انتفاع ہوں نیز مساجد میں جو قرآن شریف وقف کے رکھے گئے ہوں۔ وہ بھی مالداروں کے لئے جائز ہیں کہ ان میں تلاوت کریں۔ اور اسی طرح مدارس میں وقف کردہ کتب بھی۔ منقول فیہ تعامل۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مالدار اور غرباء کے لئے کون سی اشیاء وقف ہوں گی، جن میں دونوں برابر ہوں، دراصل اس کا مدار عرف پر ہے، ہدایہ میں ہے ان الفارق بین الموقوف للغلة وبین ھذا ھو العرف فان اھل العرف یریدون بذالک الخ۔ (شامی)

تبعاً - یہ تعمیم والی صورت سے متعلق ہے اور بصورت تنصیص جو وقف شدہ ہو۔ تو اس میں اصالتاً شامل ہوں گے۔ فھم مقصودون۔ کیوں کہ واقف نے مالداروں کو بھی بالقصد اس میں داخل کیا ہوا ہے۔

[فَرْعٌ] أَقَرَّ بِوَقْفٍ صَحِيحٍ وَبِأَنَّهُ أَخْرَجَهُ مِنْ يَدِهِ وَوَارِثُهُ يَعْلَمُ خِلَافَهُ جَازَ الْوَقْفُ وَلَا تُسْمَعُ دَعْوَى وَارِثِهِ قَضَاءً دُرَرٌ وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ:

وَتَبْطُلُ أَوْقَافُ امْرِئٍ بِارْتِدَادِهِ ☆ فَحَالُ ارْتِدَادٍ مِنْهُ لَا وَقْفَ أَجْدَرُ

ترجمہ ومطلب شارح: صاحبِ درمختار کی جانب سے، لاحق کردہ مسئلہ! واقف نے اقرار کیا کہ (یہ) وقف صحیح ہے اور (وقف کئے جانے کے بعد) اس کو اپنے قبضہ سے بھی خارج کر دیا، اور اس کا وارث اسکے خلاف جانتا ہے (یعنی مورث نے اس شئ کو وقف نہیں کیا ہے) یہ وقف جائز ہے۔ اور اس کے وارث کا دعویٰ قابلِ سماعت نہ ہوگا۔ (فی) القضاء... کذافی الدرر۔

فتاویٰ وہبانیہ میں ہے کہ اوقاف باطل ہوجاتے ہیں (وقف کنندہ) شخص کے مرتد ہوجانے سے، پس حالتِ ارتداد کے اوقاف (تو) بدرجۂ اولیٰ باطل ہوجائیں گے۔ (یعنی) وقف ہونے کے لائق ہی نہیں۔

تشریح قضاءً... البتہ دیانۃً قابل سماعت ہوگا۔ اور جب از روئے دیانۃً قابل سماعت ہے تو اس وارث کو یہ بھی حق حاصل رہے گا، کہ وہ اس کو حاصل کرنے کی بھی سعی کرنے کا مجاز ہوگا۔ کیوں کہ اس کے علم کے مطابق وارث کا قول خلاف بلکہ وہ وارث کی ہی ملکیت میں ہے۔...... یہ اور دگر ہے کہ عدالتِ قضاء میں وہ اگر ثابت نہ کر سکا تو خارج ہوجائے۔ اس صورت میں یہ مورث عنداللہ گنہ گار نہ ہوگا۔

وتبطل الخ: اس میں دو مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔

(ا) العیاذ باللہ اگر کوئی شخص وقف کرنے کے بعد مرتد ہوجائے۔ (؟) تو اس کا وقف کردہ باطل ہوگیا ہے۔ اور اس کے بعد اگر پھر وہ اسلام کی جانب رجوع کرلے، تو وقف باطل ہی رہے گا۔ مگر بعض فقہاء اہلِ نظر کی یہ تحقیق ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) فالجواب الصحیح ان الوقف علی الفقراء قربۃ باقیۃ الی حال الردۃ والردۃ تبطل القربۃ التی قارنتها الخ۔ (شامی)

فَصْلٌ : يُرَاعَى شَرْطُ الْوَاقِفِ فِي إجَارَتِهِ فَلَمْ يَزِدْ الْقَيِّمُ بَلْ الْقَاضِي لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةَ النَّظَرِ لِفَقِيرٍ وَغَائِبٍ وَمَيِّتٍ

فصل - واقف کی شرائط کی مراعات کا بیان۔

ترجمہ ومطلب مدتِ اجارہ میں واقف کے شرط کی رعایت لازمی ہے۔ لہٰذا متولی (واقف کی مدت، مثلاً ایک سال) سے زائد اجارہ پر نہ دیئے۔ بلکہ قاضی -- خلافِ شرط بھی) زیادہ مدت کے لئے دے سکتا ہے۔ کیوں کہ شرعاً قاضی کو ولایت (اور اختیار) ہے فقیر کے حق میں (امر مفید) کو نظر کرنے کی۔ اور غائب (لاپتہ) شخص اور میت (کے حق کی حفاظت) کے معاملات میں۔

تشریح ولایۃ النظر یعنی شرعاً قاضی کو ولایتِ نظری حاصل ہے، جس کی وجہ سے وہ حقوق اور مفاد کی حفاظت پر مامور ہے۔ تاکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں- حتی کہ میت اور لاپتہ شخص کے حقوق کی رعایت بھی لازمی ہے۔ اسی طرح اوقاف میں فقراء اور مساکین کی رعایت بھی ان کے پیشِ نظر رہتی ہے۔

واقف نے شرط لگائی ہوئی ہے کہ ایک سال سے زائد زمین یا مکان کرایہ پر نہ دی جائے۔ مگر کرایہ پر لینے والے ایک سال کے لئے راغب نہیں۔ اگر شرطِ واقف کو دیکھا جائے گا تو وہ کرایہ پر نہ جائے گی، فقراء کا نقصان ہوگا۔ اس لئے قاضی ایک سال بھی زائد پر (حسبِ حال) مدت کے لئے کرایہ کا معاملہ کرسکتا ہے۔ اور متولی کے مقابلہ میں قاضی کے اختیارات بہت زائد ہوتے ہیں۔

فَلَوْ أَهْمَلَ الْوَاقِفُ مُدَّتَهَا قِيلَ تُطْلَقُ الزِّيَادَةُ لِلْقَيِّمِ وَقِيلَ تُقَيَّدُ بِسَنَةٍ مُطْلَقًا وَبِهَا أَيْ بِالسَّنَةِ يُفْتَى فِي الدَّارِ وَبِثَلَاثِ سِنِينَ فِي الْأَرْضِ إلَّا إذَا كَانَتْ الْمَصْلَحَةُ بِخِلَافِ ذَلِكَ وَهَذَا مِمَّا يَخْتَلِفُ زَمَانًا وَمَوْضِعًا

ترجمہ ومطلب لو اگر واقف نے مدتِ اجارہ بلا قید رکھی (؟) بعض مشائخ کا قول ہے کہ متولی (اور منتظم) کے لئے زیادہ مدت کا علی الاطلاق اختیار ہوگا۔

اور بعض مشائخ کا قول ہے کہ علی الاطلاق ایک سال کی مدت کے ساتھ مقید ہوگی اور مکان کے کرایہ داری میں ایک سال کی مدت (تک دیٔ جانے پر ہی) فتویٰ ہے اور زمین میں تین سال کی مدت (تک معاملہ کرنے پر) فتویٰ ہے۔ مگر جب مصلحت (کا مقتضی) اس کے مخالف ہو۔

اور مدت (کی زیادتی اور کمی) زمان اور مکان (کے حالات کے اعتبار سے) مختلف ہوگی۔

فائدہ: فی زماننا حالات اوقاف کے حق میں کرایہ داری کے اعتبار سے بہت زائد نقصان دہ دکھلائی دیتے ہیں۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کے ساتھ اجارہ کا معاملہ اور معاہدہ کیا جانا ضروری ہے۔

تشریح

فلو اھمل۔ یعنی ایک سال اور یا کم وبیش کوئی مدت بصورتِ شرط مقرر نہیں کی، بلکہ اس کو مطلق رکھا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں مشائخ کے اقوال مختلف ہیں۔

الا اذا کانت الخ: یعنی وقف کی مصلحت اور جن کے حق میں وہ وقف شدہ ہے ان کی مصلحت مذکورہ صورت کے خلاف میں ہو، تو حسبِ مصلحت جواز اور عدمِ جواز کا فتویٰ ہوگا۔ اگر زیادہ مدت کے لئے کوئی معاملہ کیا جائے اور اس میں وقف کا ضیاع لازم آئے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں مدتِ دراز تک کے لئے معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

ھذا الخ: حالات اور واقعات سے اندازہ اور مشاہدہ ہوگا، کہ کس جگہ مدتِ دراز تک اجارہ کا معاملہ کرنے میں وقف کو نقصان پہنچنے والا نہیں ہے، تب اس کی اجازت ہوگی۔

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: لَوْ اُحْتِيجَ لِذَلِكَ يَعْقِدُ عُقُودًا فَيَكُونُ الْعَقْدُ الْأَوَّلُ لَازِمًا لِأَنَّهُ نَاجِزٌ وَالثَّانِي لَا لِأَنَّهُ مُضَافٌ. قُلْت: لَكِنْ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ الْفَتْوَى عَلَى إبْطَالِ الْإِجَارَةِ الطَّوِيلَةِ وَلَوْ بِعُقُودٍ ذَكَرَهُ الْكَرْمَانِيُّ فِي الْبَابِ التَّاسِعَ عَشَرَ وَأَقَرَّهُ قَدْرِي أَفَنْدِي وَسَيَجِيءُ فِي الْإِجَارَةِ

ترجمہ ومطلب

اور بزازیہ میں (یہ مسئلہ) مذکور ہے کہ اگر وقف (کی مصالح کے پیش نظر) عقدِ اجارہ کی دراز مدت کی احتیاج پیش آئے، تو (جواز کی صورت یہ ہے کہ) چند عقود منعقد کرے، تو عقدِ اوّل لازم ہوگا، کیوں کہ یہ عقدِ اول (تو) فی الحال نافذ ہوگا اور عقدِ ثانی لازم نہیں ہوا، کیوں کہ وہ (عقدِ اوّل کے بعد) مضاف ہے۔

قلت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ "فقیہ ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ فتویٰ (اس پر ہے کہ) اوقاف کے حق میں طویل مدت کا اجارہ باطل ہے اگرچہ بچند عقود (کی صورت میں) ہو اور اس کو کرمانیؒ نے (بھی) انیسویں باب میں بیان فرمایا ہے (اور قدری آفندیؒ نے (بھی) اس (فتویٰ) کو قائم رکھا ہے۔ مزید بیان انشاء اللہ کتاب الاجارہ میں آئے گا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ ان حضرات نے بزازیہ کی مذکورہ روایت کو مفتی بہ کے خلاف قرار دیا ہے اور مصنفؒ نے اس کو واضح کر دیا ہے۔

وَيُؤَجَّرُ بِأَجْرِ الْمِثْلِ فَلَا يَجُوزُ بِالْأَقَلِّ وَلَوْ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ قَارِئُ الْهِدَايَةِ إلَّا بِنُقْصَانٍ يَسِيرٍ أَوْ إذَا لَمْ يَرْغَبْ فِيهِ إلَّا بِأَقَلَّ أَشْبَاهٌ فَلَوْ رَخُصَ أَجْرُهُ بَعْدَ الْعَقْدِ لَا يُفْسَخُ الْعَقْدُ لِلُزُومِ الضَّرَرِ وَلَوْ زَادَ أَجْرُهُ عَلَى أَجْرِ مِثْلِهِ قِيلَ يَعْقِدُ ثَانِيًا بِهِ عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ ومطلب اور وقف کو اجرت مثلی پر (ہی) دیا جائے گا، لہٰذا اجرت مثلی سے کم پر دینا جائز نہ ہوگا، اگر مستاجر مستحق (ہی) کیوں نہ ہو، کذا ذکرہ قاری الہدایہ: مگر نقصانِ یسیر (کے ساتھ) رعایت کرتے ہوئے دیا جائے تو درست ہے۔

اور یا کہ کوئی اس کو اجرت مثلی پر لینے آمادہ نہ ہو۔تب قلیل اجرت پر (بھی) درست ہوگا، کذا فی الاشباہ۔

فَلَوْ رَخُصَ......سو اگر اجارہ منعقد ہو جانے کے بعد کرایہ داری (کی حیثیت) کم ہو جائے، ارزاں ہو جائے (تو) اجارہ فسخ نہ ہوگا۔ بلکہ برقرار رہے گا کیوں کہ فسخ ہونے پر وقف کو ضرور لاحق ہوگا۔ اور اگر عقد کے بعد......کرایہ داری کی حیثیت میں اضافہ ہو جائے تو بعض مشائخ کا قول ہے کہ از سرِ نو، پھر عقد کیا جائے۔علی الاصح - یہی قول اصح ہے......

فِي الْأَشْبَاهِ وَلَوْ زَادَ أَجْرَمِثْلِهِ فِي نَفْسِهِ بِلَازِيَادَةِ أَحَدٍفَلِلْمُتَوَلِّي فَسْخُهَا بِهِ يُفْتَى وَمَا لَمْ يُفْسَخْ فَلَهُ الْمُسَمَّى وَقِيلَ لَا يَعْقِدُ بِهِ ثَانِيًا كَزِيَادَةِ وَاحِدٍ تَعَنُّتًا فَإِنَّهَا لَا تُعْتَبَرُ وَسَيَجِيءُ فِي الْإِجَارَةِ .

ترجمہ اشباہ میں (مذکور) ہے کہ اگر اس وقف کی کرایہ داری کی حیثیت (سابقہ اجرت مثلی سے) فی نفسہ زائد ہو جائے کہ کسی شخص کے زائد کئے جانے کے بغیر، تو متولی کے لیے جائز ہے اس (سابقہ) عقد کو فسخ کر دینا (و) بہ یفتی۔یہی قول مفتی بہ ہے۔اور اگر متولی نے اجارہ کو فسخ نہ کیا ہو تو سابقہ ہی اجرت معینہ لی جائے گی۔

اور بعض کا قول ہے کہ (عقد اوّل کو فسخ کرنے کے بعد) دوسرا عقد نہ کرے کہ جس کی کسی شخص کے اجرت میں اضافہ کرنے کے سبب، اجارہ فسخ نہیں کیا جائے گا کہ فسخ کرنے اور عقد ثانی کرنے میں مستاجر (کرایہ دار) کے لیے باعثِ مشقت اور باعثِ ضرر ہوگا۔پس وہ اضافہ اور حیثیت کی زیادتی معتبر نہ ہوگی - مزید بیان باب الاجارہ میں آئے گا انشاء اللہ

وَالْمُسْتَأْجِرُ الْأَوَّلُ أَوْلَى مِنْ غَيْرِهِ إِذَا قَبِلَ الزِّيَادَةَ

ترجمہ ومطلب اور اوّل مستاجر (کرایہ دار) ہی زیادہ بہتر ہے دوسرے (نئے کرایہ دار) کے مقابلہ میں جب کہ اوّل کرائے دار نے اضافہ کو منظور کر لیا ہو۔

(ف) یہ قول اوّل کے مطابق ہے جس کو اصح قرار دیا گیا ہے۔(غایۃ)

وَالْمَوْقُوفُ عَلَيْهِ الْغَلَّةُ أَوْ السُّكْنَى لَا يَمْلِكُ الْإِجَارَةَ وَلَا الدَّعْوَى لَوْ غُصِبَ مِنْهُ الْوَقْفُ إِلَّا بِتَوْلِيَةٍ أَوْ إِذْنِ قَاضٍ وَلَوْ الْوَقْفُ عَلَى رَجُلٍ مُعَيَّنٍ عَلَى مَا عَلَيْهِ الْفَتْوَى عِمَادِيَّةٌ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْغَلَّةِ لَا الْعَيْنِ

ترجمہ ومطلب اور وقف کی آمدنی جن کے حق میں وقف کی گئی ہو (کہ ان پر وہ صرف ہوگی) اور یا کہ وہ مکانِ وقف میں سکونت (وقف ہو) تو ان کو کرایہ پر دینے کے لیے عقد کرنے کا حق نہ ہوگا اور نہ عدالت میں دعویٰ کرنے کا استحقاق ہوگا، جب کہ کسی نے وقف کو غصب کیا ہو (بلکہ یہ استحقاق تو وقف کے متولی (ہی) کو ہوگا۔البتہ اگر وہ (خود ہی) متولی ہوگا یا کہ قاضی نے اس کو اجازت دی ہو (عقدِ اجارہ کرانے کی) تب وہ اجارہ کا عقد کرنے کا مجاز ہوگا۔

اگر چہ وہ وقف ہو، خاص، معین شخص پر، قول مفتی بہ (یہی ہے) کذا فی العمادیہ، **سوال** ہے کہ اس شخص کو عقدِ اجارہ

کرنے کا اختیار کیوں نہیں ہے (؟) جب کہ وہ موقوف علیہ ہے؟

جواب: دراصل اس کو اگر استحقاق ہے تو (محض) آمدنی کا حق ہے نہ کہ عین وقف میں کہ عین وقف پر تو متولی ہی قائم ہوا کرتا ہے۔

وَهَلْ يَمْلِكُ السُّكْنٰى مَنْ يَسْتَحِقُّ الرَّيْعَ فِي الْوَهْبَانِيَّةِ لَا وَفِي شَرْحِهَا لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ وَالتَّحْرِيرِ نَعَمْ

ترجمہ ومطلب اور کیا جس شخص کو (از روئے وقف) آمدنی کے حصول کا استحقاق ہے، وہ (خود بھی) اس (مکان) میں سکنٰی کا حقدار ہوگا؟

وہبانیہ میں ہے کہ اس شخص کو سکنٰی کا حق نہ ہوگا (لیکن) وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں کہا گیا کہ وہ سکونت (بھی) کرسکتا ہے، اور ''التحریر'' میں بھی یہی ہے۔

وَ الْمَوْقُوفُ إِذَا آجَرَهُ الْمُتَوَلِّي بِدُونِ أَجْرِ الْمِثْلِ لَزِمَ الْمُسْتَأْجِرَ لَا الْمُتَوَلِّيَ كَمَا غَلِطَ فِيهِ بَعْضُهُمْ تَمَامُهُ أَيْ تَمَامُ أَجْرِ الْمِثْلِ كَأَبٍ وَكَذَا وَصِيٌّ خَانِيَّةٌ أَجَرَ مَنْزِلَ صَغِيرِهِ بِدُونِهِ فَإِنَّهُ يَلْزَمُ الْمُسْتَأْجِرَ تَمَامُهُ إِذْ لَيْسَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا وِلَايَةُ الْحَطِّ وَالْإِسْقَاطِ

ترجمہ ومطلب اور متولی نے اجرتِ (کرایہ) مثلی سے کم تر (پر) عقد کیا ہو (تو) اس صورت میں، مستاجر (کرایہ دار) پر لازم ہوگا کہ وہ اجرتِ مثلی ادا کرے نہ کہ متولی پر لازم ہوگا (کہ وہ از خود مکمل کرے) بعض اہل علم نے اس میں غلط کیا ہے (کہ متولی پر لازم قرار دیا) کہ وہ کمتر کو مکمل کرے گا۔

كَأَبٍ وكذا وَصِيٌّ - کہ اگر والد نے یا وَصِي نے نابالغ بچہ کے مکان کو اجرتِ مثلی سے کمتر پر دے دیا ہو، تو اس صورتِ مسئلہ میں بھی، کرایہ دار پر ہی کرایہ مکمل کرنا ہوگا کہ مثلی کرایہ (کے برابر) ہو، کذا فی الخانیہ۔ کیوں کہ نہ والد کو اور نہ وصی کو اجرتِ مثلی میں سے کم کرنے اور ساقط کرنے کا شرعاً اختیار نہیں ہے۔ بس اسی طرح متولی کو بھی۔

ضروری وضاحت...... شارح طحطاویؒ نے فرمایا ہے کہ عبادت میں اگر ''لکل منہما'' کی جگہ لکل منہم) جمع کے ساتھ) ہو۔ تو زائد بہتر ہے تا کہ متولی بھی اس علت میں شامل ہو۔

وَفِي الْأَشْبَاهِ عَنِ الْقُنْيَةِ: أَنَّ الْقَاضِيَ يَأْمُرُهُ بِالِاسْتِئْجَارِ بِأَجْرِ الْمِثْلِ وَعَلَيْهِ تَسْلِيمُ زَوْدِ السِّنِينَ الْمَاضِيَةِ، وَلَوْ كَانَ الْقَيِّمُ سَاكِتًا مَعَ قُدْرَتِهِ عَلَى الرَّفْعِ لِلْقَاضِي لَا غَرَامَةَ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا هِيَ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ وَإِذَا ظَفِرَ النَّاظِرُ بِمَالِ السَّاكِنِ فَلَهُ أَخْذُ النُّقْصَانِ مِنْهُ فَيَصْرِفُهُ فِي مَصْرِفِهِ قَضَاءً وَدِيَانَةً اه فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ ومطلب اور الاشباہ میں، قنیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ صورتِ مذکورہ میں...... قاضی مستاجر (کرایہ دار) کو حکم دے کہ وہ اجرتِ مثل (ہی) مکمل ادا کرے اور جس قدر مدت گذشتہ میں کرایہ کم دیا ہوا ہے، اس کو بھی مثلی کے مطابق مکمل کرے۔

وَلَوْ كَانَ الْقَيِّمُ... اور اگر متولی عقد، باوجود قاضی کی عدالت میں اس امیر کو پیش کرنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی، ساکت رہا یعنی قاضی کی عدالت میں اس کو پیش نہیں کیا کہ کرایہ دار پر مثلی اجرت بحکم قاضی لازم کرائے۔ تو متولی پر کوئی ضمان

لازم نہ ہوگا (اس کوتاہی کی وجہ سے) (بلکہ) ضمان تو مستاجر ہی پر ہوگا۔

وَإِذَا اَظْفَرَ النَّاظِرَ... اور اگر وقف کا متولی (اور ناظر) مکان میں رہنے والے کے مال پر (کسی صورت سے) قادر ہوجائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اجرتِ مثلی میں جس قدر نقصان اور کمی ہوئی ہے وہ اس کے مال سے اخذ کرلے اور نقصان کو مکمل کرلے۔ یہ جائز ہے اور وقف کے مصرف میں اس کو صرف کرے اور یہ جواز، قضاً و دیانۃً بہر صورت ہے، انتہی۔ اور الاشباہ کے مذکورہ کلام کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

قُلْتُ: وَقَيَّدَ بِإِجَارَةِ الْمُتَوَلِّي لِمَا فِي غَصْبِ الْأَشْبَاهِ لَوْ آجَرَ الْغَاصِبُ مَا مَنَافِعُهُ مَضْمُونَةٌ مِنْ مَالِ وَقْفٍ أَوْ يَتِيمٍ أَوْ مُعَدٍّ فَعَلَى الْمُسْتَأْجِرِ الْمُسَمَّى لَا أَجْرُ الْمِثْلِ، وَعَلَى الْغَاصِبِ رَدُّ مَا قَبَضَهُ لَا غَيْرُ لِتَأْوِيلِ الْعَقْدِ انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ ومطلب صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ صاحب متن نے (جو) قید لگائی ہے ''وقف میں اجارہ متولی کی (کہ اس نے یہ عقد کیا) دراصل کتاب الاشباہ کی کتاب الغصب میں مسئلہ مذکور ہے کہ اگر غاصب نے (مغصوبہ شئ کے منافع کا) ضمان ادا کیا ہو کہ جو اس پر ضمان لازم ہوا، مالِ وقف کا، یا مالِ یتیم، یا کہ اس مکان (جگہ) کا کرایہ جو برائے کرایہ داری کے مقرر کردہ ہو۔ تو مستاجر (کرایہ دار) پر مسمی رد (کرایہ) ہی لازم ہوگا جو بوقتِ عقد مقرر ہوا تھا، نہ کہ اجرتِ مثلی، اور غاصب پر واپس کرنا لازم ہوگا جو اس نے مستاجر سے وصول کیا ہوا ہے، اس کے علاوہ (اور کچھ نہیں۔ عقد اجارہ کے حکم کی بناء پر۔ یعنی عقدِ اجارہ کے وقت جو کرایہ (اجرت) مقرر ہوئی تھی اسی کا اعتبار ہوگا۔ انتہی فلیحفظ۔

(يُفْتَى بِالضَّمَانِ فِي غَصْبِ عَقَارِ الْوَقْفِ وَغَصْبِ مَنَافِعِهِ) أَوْ إِتْلَافِهَا كَمَا لَوْ سَكَنَ بِلَا إِذْنٍ أَوْ أَسْكَنَهُ الْمُتَوَلِّي بِلَا أَجْرٍ كَانَ عَلَى السَّاكِنِ أَجْرُ الْمِثْلِ، وَلَوْ غَيْرَ مُعَدٍّ لِلِاسْتِغْلَالِ بِهِ يُفْتَى صِيَانَةً لِلْوَقْفِ وَكَذَا مَنَافِعُ مَالِ الْيَتِيمِ دُرَرٌ .

ترجمہ ومطلب مشائخ اہل افتاء نے (یہ) فتویٰ دیا ہے کہ (اگر) زمین وقف کا غصب کیا گیا ہو اور یا کہ...... اس کے منافع کا غصب کیا گیا ہو، تو غاصب پر ضمان لازم ہونے کا بحکم (فتویٰ) ہے۔ مثلاً: مکانِ وقف میں اجازت کے بغیر (غصباً) سکونت کرلی ہو اور یا کہ متولی نے (ہی) کرایہ کے بغیر اس کو مکان میں رکھا ہو تو (ازروئے ضمان) رہنے والے پر اجرِ مثلی لازم ہوگا، اگرچہ وہ مکان برائے کرایہ داری نہ بنایا گیا ہو وَبِہٖ یُفتیٰ اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اموال وقف کی محافظت برقرار ہے، اور یہی حکم ہے مالِ یتیم کے منافع کا بھی۔ کہ بلا اجرت اس سے منافع حاصل کیا ہو، تو جس قدر منافع حاصل کیا گیا اس کے مطابق اجرِ مثلی ادا کرے۔ کذافی الدرر۔

(وَكَذَا) يُفْتَى (بِكُلِّ مَا هُوَ أَنْفَعُ لِلْوَقْفِ فِيمَا اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيهِ) حَاوِي الْقُدْسِيِّ، وَمَتَى قَضَى بِالْقِيمَةِ شَرَى بِهَا عَقَارًا آخَرَ فَيَكُونُ وَقْفًا بَدَلَ الْأَوَّلِ

ترجمہ ومطلب اور اسی طرح فتویٰ دیا گیا ہے، ہر اس صورت میں، جس میں وقف کے اموال کے حق زیادہ نفع اور مفید ہو اور اس میں علماء کا اختلاف واقع شدہ ہو۔ تو وقف کی رعایت کے پیش نظر اہل علم کے قول کے مطابق

وقف کے حق میں نفع بخش ہو۔ اس پر فتویٰ دیا جائے۔ کذا فی حاوی القدسیو متی قضی بالقیمة۔
اور جب کہ قاضی نے ''زمین وقف کی قیمت کا حکم صادر کیا ہو (یعنی غصب وغیرہ کی صورت میں) تو (علی الفور) اسی قیمت کے عوض اور زمین خرید لی جائے، (اب) یہ خرید کردہ، اوّل کے بدل وقف (ہی کے حکم پر) ہوگی۔

ضروری وضاحت اس دوسری خرید کردہ زمین (وغیرہ) کے وقف ہونے کے لیے وقف کرنے اور تلفظ بالموقف کی ضرورت نہ ہوگی۔ کذافی معین المفتی۔

وَ الَّذِي تُقْبَلُ فِيهِ الشَّهَادَةُ حِسْبَةً بِدُونِ الدَّعْوَى أَرْبَعَةَ عَشَرَ: مِنْهَا الْوَقْفُ عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ لِأَنَّ حُكْمَهُ التَّصَدُّقُ بِالْغَلَّةِ وَهُوَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى.

ترجمہ ومطلب اور وہ امور، جن میں برائے حصول ثواب شہادت بغیر دعویٰ کے (قاضی کی عدالت میں) مقبول ہوتی ہے وہ چودہ امور ہیں اور ان میں سے ایک ''وقف'' بھی ہے کذفی الاشباہ۔ اس لیے کہ اس وقف کا حکم شرعاً ہے کہ اس کی آمدنی (اور منافع) تَصَدُّق ہے اور تصدق محض حق اللہ ہے، لہٰذا اس کے حق میں شہادت کے لیے مدعی کے دعویٰ کی ضرورت نہیں اور اگر گواہی نہ دی گئی تو وقف ضائع ہو جائے گا۔

ضروری وضاحت وہ چودہ امور یہ ہیں (۱) وقف (۲) طلاق (۳) تعلیق طلاق (۴) باندی کا آزاد ہونا (۵) باندی کا مدبر ہونا (۶) خلع (۷) ہلال رمضان (کے لیے) (۸) نسب (۹) حدِ زنا (۱۰) حد شراب (۱۱) ایلاء (۱۲) اپنے مولیٰ کے نسب کا دعویٰ کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ۔

بَقِيَ لَوِ الْوَقْفُ عَلَى مُعَيَّنِينَ هَلْ تُقْبَلُ بِلَا دَعْوَى فِي الْخَانِيَّةِ يَنْبَغِي، لَا اتِّفَاقًا وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشَّيْخِ حَسَنٍ وَهَذَا التَّفْصِيلُ هُوَ الْمُخْتَارُ وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ إِنْ هُوَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى تُقْبَلُ وَإِلَّا لَا إِلَّا بِالدَّعْوَى فَلْيُحْفَظْ قُلْتُ: لَكِنْ بَحَثَ فِيهِ ابْنُ الشِّحْنَةِ، وَوَافَقَ الْمُصَنِّفَ بِقَبُولِهَا مُطْلَقًا لِثُبُوتِ أَصْلِ الْوَقْفِ لِمَآلِهِ لِلْفُقَرَاءِ وَبِاشْتِرَاطِ الدَّعْوَى لِثُبُوتِ الِاسْتِحْقَاقِ لِمَا فِي الْخَانِيَّةِ لَوْ كَانَ ثَمَّةَ مُسْتَحِقٌّ وَلَمْ يَدَّعِ لَمْ يُدْفَعْ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْغَلَّةِ وَتُصْرَفُ كُلُّهَا لِلْفُقَرَاءِ. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوِ ادَّعَى اسْتَحَقَّ مَعَ أَنَّهَا لَا تُسْمَعُ مِنْهُ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ إِلَّا بِتَوْلِيَةٍ كَمَا مَرَّ فَتَدَبَّرْ.

ترجمہ ومطلب علاوہ ازیں- باقی یہ صورت کہ اگر وقف خاص اور معین افراد پر ہوا ہو-؟ کیا اس میں شہادت بغیر دعویٰ مقبول ہوگی یا نہیں؟

خانیہ میں ہے کہ مناسب (تو) یہ ہے کہ مقبول نہ ہو۔ بالا تفاق اور شرح وہبانیہ از شیخ حسن میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ تعالیٰ ہو، تب تو مقبول ورنہ غیر مقبول اور یہ تفصیل ہوالمختار وکذا فی التاتارخانیہ...... کہ دوسری صورت میں بغیر دعویٰ کے مقبول نہ ہوگی، فلیحفظ۔ (وضاحت) اور تفصیل مذکورہ از تاتارخانیہ۔

قلتُ...... مصنف'' فرماتے ہیں کہ اس میں ابن شحنہ'' نے بحث (کرتے ہوئے فرمایا) ہے کہ مذکورہ تفصیل ضروری ہے

اور مصنفؒ نے موافقت کی ہے کہ شہادت کا علی الاطلاق مقبول ہونا ''اصل وقف کے ثبوت'' کے لیے، کیوں کہ وہ وقف فقراء کے لیے ہے اور دعویٰ کی شرط (ہونا-تو وہ) ہے استحقاق کے اثبات کے لیے-لہٰذا اس پر شرط دعویٰ ہونا ہی ضروری ہے کما فی الخانیہ۔ کہ اگر دعویٰ برائے استحقاق نہ ہو-تو اس کی آمدنی میں سے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔اور عام آمدنی فقراء پر (ہی) صرف ہوگی۔

قلتُ... مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بیان سے ایک امر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مستحق دعویٰ کرتا ہے (تب ہی وہ آمدنی کا حقدار ہوسکتا ہے، (ولیکن) اس کے باوجود مفتی بہ قول پر اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا کہ جب تک اس کو تولیت حاصل نہ ہو۔

(**فائدہ**) گذشتہ اوراق میں معلوم ہو چکا ہے کہ دعویٰ، متولی ہی کرسکتا ہے یا جو قائم مقام متولی کے ہو۔کما مر-فتدبر

وَفِي الْأَشْبَاهِ لَنَا شَاهِدٌ حِسْبَةً فِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ وَلَيْسَ لَنَا مُدَّعٍ حِسْبَةً إِلَّا فِي دَعْوَى الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ أَصْلَ الْوَقْفِ فَإِنَّهَا تُسْمَعُ عِنْدَ الْبَعْضِ وَالْمُفْتَى بِهِ لَا إِلَّا التَّوْلِيَةَ فَإِذَا لَمْ تُسْمَعْ دَعْوَاهُ فَالْأَجْنَبِيُّ أَوْلَى انْتَهَى وَقَدْ مَرَّ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ ومطلب جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہو چکا ہے کہ محض ثواب اور حسبۃ للہ شہادت کا مقبول ہونا چودہ امور میں سے عند الاحنافؒ کذا فی الاشباہ۔

اور عند الاحناف مدعی حسبۃ نہیں مگر موقوف علیہ، اصل وقف کے دعویٰ میں کہ اس کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا بعض علماء کے نزدیک اور مفتی بہ قول کے مطابق قابل سماعت نہ ہوگا مگر تولیت کے ساتھ-کہ غیر متولی،عویٰ نہیں کرسکتا اور جب کہ موقوف علیہ (فی الوقف) کا دعویٰ معتبر نہ ہوا، تو دیگر اشخاص کا بدرجہ اولیٰ معتبر نہ ہوگا۔وقد مرّ فتنبہ

وَيُشْتَرَطُ فِي دَعْوَى الْوَقْفِ بَيَانُ الْوَقْفِ وَلَوْ الْوَقْفُ قَدِيمًا فِي الصَّحِيحِ بَزَّازِيَّةٌ لِئَلَّا يَكُونَ إِثْبَاتًا لِلْمَجْهُولِ وَفِي الْعِمَادِيَّةِ تُقْبَلُ وَ تُقْبَلُ فِيهِ الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ وَشَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ وَالشَّهَادَةُ بِالشُّهْرَةِ لِإِثْبَاتِ أَصْلِهِ وَإِنْ صَرَّحُوا بِهِ أَيْ بِالسَّمَاعِ، فِي الْمُخْتَارِ وَلَوْ الْوَقْفُ عَلَى مُعَيَّنِينَ حِفْظًا لِلْأَوْقَافِ الْقَدِيمَةِ عَنْ الِاسْتِهْلَاكِ بِخِلَافِ غَيْرِهِ لَا تُقْبَلُ بِالشُّهْرَةِ لِلْإِثْبَاتِ.

ترجمہ ومطلب اوقاف کے سلسلہ میں دعویٰ کرنے کے لیے (یہ) شرط عائد کی گئی ہے کہ ''واقف'' کا بیان ہو، اگر چہ وقف قدیم زمانہ کا ہو، قول صحیح کے مطابق-کذا فی البزازیہ، تا کہ اثبات مجہول کے لیے نہ ہو۔

اور عمادیہ میں ہے کہ قبول کیا جائے اور اس میں شہادت علی الشہادت (بھی) قبول کی جائے گی اور رجال کے ساتھ، عورتوں کی شہادت بھی (حسب قاعدۂ شرعی) مقبول ہے اور شہادت مقبول ہوگی (وقف کے مشہور اور معروف) ہونے کی وجہ سے اصل وقف کے اثبات کے لیے، اگر چہ گواہ، صراحت کردیں، قبول وسماعت شہادت کی قول مختار کے مطابق، تا کہ اوقاف قدیمہ ضائع ہونے سے محفوظ رہیں۔

بخلاف غیر وقف کے محض شہرت کی بنیاد پر شہادت معتبر نہ ہوگی برائے اثبات!

شَرَائِطِهِ فِي الْأَصَحِّ دُرَرٌ وَغَيْرُهَا لَكِنْ فِي الْمُجْتَبَى الْمُخْتَارُ قَبُولُهَا عَلَى شَرَائِطِهِ أَيْضًا وَاعْتَمَدَهُ فِي الْمِعْرَاجِ وَأَقَرَّهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ وَقَوَّاهُ فِي الْفَتْحِ بِقَوْلِهِمْ يُسْلَكُ بِمُنْقَطِعِ الثُّبُوتِ

الْمَجْهُولَةِ شَرَائِطُهُ .

ترجمہ ومطلب شرائط وقف کے اثبات کے لیے محض شہرت کی وجہ سے شہادت مقبول نہ ہوگی قول اصح کے مطابق کذا فی الدرر، اور (اسی طرح) دیگر امور میں (بھی) محض شہرت کی بنیاد پر مقبول نہ ہوگی۔

ضروری وضاحت صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ وقف کے لیے کیا شرائط ہیں واقف کی جانب سے اور وہ شرائط شرعی ثبوت کے ساتھ تو معلوم نہیں لیکن محض شہرت کی بنیاد پر شہادت دی جائے کہ یہ شرائط قدیم زمانہ سے معلوم اور مشہور ہیں لہٰذا اس دعویٰ محض اور شہادت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جب تک شرعی ثبوت کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ واقف کی کوئی تحریر ہو وقف تامہ ہو۔

ولکن فی المجتبیٰ... ولیکن مجتبیٰ میں ہے کہ قول مختار ہے کہ (جس طرح نفس وقف کے اثبات میں) وہ شہادت علی المشہور رہے اسی طرح شرائط وقف میں بھی وہ شہادت مقبول ہوگی۔ اور معراج (الدرایہ) میں اسی قول کو معتمد قرار دیا ہے اور شرنبلالیؒ نے (بھی) اسی قول کو تسلیم کیا اور فتح القدیر میں اس قول کو قوی کہا ہے، حضرات فقہاء کے اس قول (کی بنیاد) پر کہ جس وقف کا ثبوت منقطع شدہ ہو۔ اور اس کے شرائط اور مصارف (بھی) نامعلوم ہوں تو ایسے اوقاف کے حق میں اسی کے مطابق عمل جاری ہوگا جو قاضی کے دفتر (اور رجسٹروں) میں درج ہے۔ اور شہرت یافتہ ہے۔ (انتہی کلام)

وجوابہ۔ اور ایسا کیوں؟ تو اس کا جواب ہے کہ یہ حکم ضرورتاً تسلیم ہوا ہے۔ (کہ اگر اس کو تسلیم نہ کریں گے تو اوقاف ضائع اور ہلاک ہوں گے اور مدعا عام ہے من کونہ للضرورۃ۔ بحر الرائق۔

مصارف اوقاف کا بیان

وَمَصَارِفُهُ مَا كَانَ عَلَيْهِ فِي دَوَاوِينِ الْقُضَاةِ انْتَهَى وَجَوَابُهُ أَنَّ ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ وَالْمُدَّعَى أَعَمُّ بَحْرٌ (وَبَيَانُ الْمَصْرِفِ) كَقَوْلِهِمْ عَلَى مَسْجِدِ كَذَا (مِنْ أَصْلِهِ) لِتَوَقُّفِ صِحَّةِ الْوَقْفِ عَلَيْهِ فَتُقْبَلُ بِالتَّسَامُعِ (وَبَعْضِ مُسْتَحِقِّيهِ) وَكَذَا بَعْضُ الْوَرَثَةِ وَلَا ثَالِثَ لَهُمَا كَمَا فِي الْأَشْبَاهِ. قُلْت: وَكَذَا لَوْ ثَبَتَ إعْسَارُهُ فِي وَجْهِ أَحَدِ الْغُرَمَاءِ كَمَا سَيَجِيءُ فَتَأَمَّلْ

ترجمہ ومطلب اور اوقاف کے مصرف کا (یہ) بیان ہے۔ مثلاً: شہداء نے گواہی دیتے ہوئے (یہ کہا، یہ زمین فلانی مسجد کے لیے وقف ہے، تو وہ زمین اس وقف میں داخل ہوگی، بسبب موقوف ہونے صحتِ وقف کا مصرف (وقف) کے بیان پر، لہٰذا شہادت بالتسامع مقبول ہے۔

وبعض... اور بعض مستحق وقف (قائم مقام کل مستحقین کے ہے۔

وکذا...... اور اسی طرح بعض وارث کا مستحق ہو جانا (بھی) تمام ورثاء کے مستحق ہونے کے حق میں (برابر ہے) اور یہ حکم اور قاعدہ۔ ان دو کے علاوہ تیسرے کسی امر میں (جاری) نہ ہوگا کہ ایک قائم مقام تمام کے حق میں ہو، کذا فی الاشباہ۔

قلت... مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص کے لیے کسی کا مفلس قرار دیا جانا (قاضی کے حکم کی وجہ سے) تو تمام

قرض خواہوں کے لیے بھی اس کی مفلسی ثابت ہوگی، جس کی تفصیل انشاء اللہ اس کے موقع پر آئے گی۔ فَتَأَمَّلْ

فائدہ: راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مصنفؒ نے یہ تیسری نظیر بھی پیش کی ہے کہ واحد- قائم مقام کل کے حق میں ہوگا۔ اسعدی

وَقَالُوا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْإِفْلَاسِ لِغَيْبَةِ الْمُدَّعِي وَكَذَا بَعْضُ الْأَوْلِيَاءِ الْمُتَسَاوِينَ يَثْبُتُ الِاعْتِرَاضُ لِكُلٍّ كَمَلًا وَكَذَا الْأَمَانُ وَالْقَوَدُ وَوِلَايَةُ الْمُطَالَبَةِ بِإِزَالَةِ الضَّرَرِ الْعَامِّ عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ وَالتَّتَبُّعُ يَقْتَضِي عَدَمَ الْحَصْرِ ثُمَّ إِنَّمَا يَنْتَصِبُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ خَصْمًا عَنِ الْكُلِّ لَوْ فِي دَعْوَى دَيْنٍ لَا عَيْنٍ مَا لَمْ تَكُنْ بِيَدِهِ فَلْيُحْفَظْ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْكُلِّ أَيْ إِذَا كَانَ وَقْفٌ بَيْنَ جَمَاعَةٍ وَوَاقِفُهُ وَاحِدٌ فَلَوْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَوْ وَكِيلُهُ الدَّعْوَى عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَوْ وَكِيلِهِ وَقِيلَ لَا يَنْتَصِبُ فَلَا يَصِحُّ الْقَضَاءُ إِلَّا بِقَدْرِ مَا فِي يَدِ الْحَاضِرِينَ

ترجمہ ومطلب قاضی کی عدالت میں کسی شخص کے حق میں افلاس کے گواہ، مدعی کی غیر موجودگی میں (بھی) شہادت توان کی یہ شہادت قابل قبول ہوگی۔

و کذا...... اوراسی طرح اولیاء متساوی (میں سے کسی ایک ولی) کا اعتراض کردینا (بھی) قائم مقام ہوگا تمام اولیاء کی جانب سے وہ اعتراض ثابت ہوگا۔

و کذا الامان- اوراسی طرح اگر ایک ولی نے قصاص اور امان میں اور ولایت مطالبہ میں- ایک ولی نے اگر امن دے دیا قصاص (کے بدلہ فدیہ قبول کرلیا) تو وہ قائم مقام ہوگا سب کے حق میں اور یہ اس لیے ہے کہ تا کہ مسلمانوں سے ضرر عام دفع ہو مسلمانوں کی راہ سے وَالتتبع... تلاش اور جستجو کرنا اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ (خاص کے ساتھ) حصر (اور مقید) نہیں ہے- یعنی دیگر امور میں بھی ایک فرد- اور بعض قائم مقام کل کے ہوگا لہٰذا اصاحب اشباہ نے دسرے کے ساتھ مقید کردیا تو وہ درست نہیں، جس قدر تلاش اور تحقیق کی جائے گی اس کی مثالیں فقہ میں اور بھی دستیاب ہوسکتی ہیں۔ (ماخوذ از غایۃ مع الوضاحت)

ثُمَ انما...... پھر- مذکورہ بیان کی روشنی میں یہ مستفاد ہوا کہ ایک وارث، تمام ورثاء کی جانب سے قائم مقام تجویز ہوسکتا ہے مقدمہ کرنے اور فریق ہونے کے لیے جب مقدمہ دین کے دعویٰ میں ہو نہ کہ عین شئی سے متعلق، کہ جب تک مدعی علیہ کے قبضہ میں نہ ہو۔ فلیحفظ

ینتصب...... اوراب اسی طرح کوئی ایک مستحق وقف (بھی) فریق بن کر مقدمہ قائم کرسکتا ہے کل کی جانب سے۔

یعنی جب وہ وقف ایک جماعت کے لیے ہو اور واقف فقط ایک ہو اور (اسی طرح) اس کے وکیل (کو بھی) فریق ہونا درست ہے (نیز) مدعی علیہ کے وکیل پر بھی۔

وقیل... اور بعض کا قول (ضعیف) ہے کہ ایک شخص فریق نہیں ہوسکتا، لہٰذا قاضی کو (فقط ایک شخص) کے فریق ہونے کی صورت میں قضا کرنا درست نہ ہوگا مگر اسی مقدار پر جو عدالت میں حاضر ہوں اور ان کے قبضہ میں (جس قدر) ہے۔

وَهَذَا أَيِ انْتِصَابُ بَعْضِهِمْ إِذَا كَانَ الْأَصْلُ ثَابِتًا وَإِلَّا فَلَا يَنْتَصِبُ أَحَدُ الْمُسْتَحِقِّينَ خَصْمًا وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ

ترجمہ و مطلب اور یہ مذکورہ صورت (یعنی) ایک کا فریق ہونا- اس وقت ہے جب کہ اصل وقف ثابت شدہ ہو، والا لا کہ غیر ثابت شدہ میں ایک، قائم مقام کل کے نہ ہوگا۔ تفصیلی بحث شرح وہبانیہ میں ملاحظہ ہو۔

اشْتَرَى الْمُتَوَلِّي بِمَالِ الْوَقْفِ دَارًا لِلْوَقْفِ لَا تُلْحَقُ بِالْمَنَازِلِ الْمَوْقُوفَةِ وَيَجُوزُ بَيْعُهَا فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّ لِلُزُومِهِ كَلَامًا كَثِيرًا وَلَمْ يُوجَدْ هَاهُنَا مَاتَ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ وَلَمْ يَسْتَوْفِيَا وَظِيفَتَهُمَا مِنَ الْوَقْفِ سَقَطَ لِأَنَّهُ كَالصِّلَةِ كَالْقَاضِي وَقِيلَ لَا يَسْقُطُ لِأَنَّهُ كَالْأُجْرَةِ كَذَا فِي الدُّرَرِ قَبْلَ بَابِ الْمُرْتَدِّ وَغَيْرِهَا قَالَ الْمُصَنِّفُ ثَمَّةَ: وَظَاهِرُهُ تَرْجِيحُ الْأَوَّلِ لِحِكَايَةِ الثَّانِي بِقِيلَ. قُلْت: قَدْ جَزَمَ فِي الْبُغْيَةِ تَلْخِيصِ الْقُنْيَةِ بِأَنَّهُ يُورَثُ بِخِلَافِ رِزْقِ الْقَاضِي كَذَافِي وَقْفِ الْأَشْبَاهِ وَمَغْنَمِ النَّهْرِ

ترجمہ و مطلب اگر وقف کے متولی نے مالِ وقف سے (مثلاً) ایک مکان خرید کیا ہو وقف کرنے کی غرض سے تو یہ جدید خرید کردہ مکان، سابقہ اوقاف کے ساتھ شامل نہ کیا جائے گا (اور) اس جدید خرید کردہ مکان کو فروخت کرنا جائز ہوگا۔ فی الاصح (جب کہ سابقہ وقف کو فروخت کرنا درست نہیں)

کیوں کہ (اس جدید خرید کردہ مکان کے وقف ہونے اور نہ ہونے میں) بہت تفصیلی کلام ہے جو اس جگہ مذکور نہیں ہے۔

وَلَوْ عَلَى الْإِمَامِ دَارُ وَقْفٍ فَلَمْ يَسْتَوْفِ الْأُجْرَةَ حَتَّى مَاتَ إِنْ آجَرَهَا الْمُتَوَلِّي سَقَطَ وَإِنْ آجَرَهَا الْإِمَامُ لَا عِمَادِيَّةٌ أَخَذَ الْإِمَامُ الْغَلَّةَ وَقْتَ الْإِدْرَاكِ، وَذَهَبَ قَبْلَ تَمَامِ السَّنَةِ لَا يُسْتَرَدُّ مِنْهُ غَلَّةُ بَاقِي السَّنَةِ فَصَارَ كَالْجِزْيَةِ وَمَوْتِ الْقَاضِي قَبْلَ الْحَوْلِ، وَيَحِلُّ لِلْإِمَامِ غَلَّةُ بَاقِي السَّنَةِ لَوْ فَقِيرًا وَكَذَا الْحُكْمُ فِي طَلَبَةِ الْعِلْمِ فِي الْمَدَارِسِ دُرَرٌ.

ترجمہ و مطلب اور اگر امام کے لیے مسجد کے امام پر مکان وقف ہوا اور امام نے اس مکان کا کرایہ وصول نہ کیا ہو اور وہ مرجائے تو اگر اس گھر کو متولی نے کرایہ پر دیا ہوا ہے تو کرایہ ساقط ہوگیا، اور اگر امام نے کرایہ پر دیا تھا تو ساقط نہ ہوگا کذا فی العمادیہ

کیوں کہ امام کا وصول کرنا کرایہ کو جب کہ کرایہ وصول کرنے کا وقت آئے گا اور (چوں کہ) امام سال تمام ہونے اور کرایہ وصول کرنے کے وقت سے پہلے (ہی) مسجد سے (وہ) امام چلا گیا ہو تو اس امام سے مکان کا کرایہ جو (مثلاً) ایک سال کا وصول کرلیا تھا واپس نہیں لیا جائے گا بقیہ سال کا

بلکہ وہ تو مثل جزیہ کے ہوگیا (حکماً)

اور سال تمام ہونے سے قبل (اگر) قاضی انتقال کرجائے تو اس سے بھی بقیہ سال کا وظیفہ واپس نہیں لیا جائے گا، اور حلال ہوگا امام کے لیے وہ آمدنی (کرایہ) اگر وہ حاجت مند ہو۔

و کذا الحکم الخ: اور یہی حکم ہے طلباءِ مدارس کے (یعنی) اگر سال بھر کا وظیفہ لیا ہوا ہے اور وہ تمام سال ہونے سے پہلے ہی مدرسے سے چلا جائے تو طلباء سے بقیہ سال کا زائد وظیفہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ کذا فی الدرر

فائدہ: مسئلہ ذمی- کہ اگر ذمی درمیان سال میں مرجائے تو اس کے ورثاء سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔

وَنَظَمَ ابْنُ الشِّحْنَةِ الْغَيْبَةَ الْمُسْقِطَةَ لِلْمَعْلُومِ الْمُقْتَضِيَةَ لِلْعَزْلِ. وَمِنْهُ:

وَمَا لَيْسَ بُدٌّ مِنْهُ إِنْ لَمْ يَزِدْ عَلَى ☆ ثَلَاثِ شُهُورٍ فَهُوَ يُعْفَى وَيُغْفَرُ

وَقَدْ أَطْبَقُوا لَا يَأْخُذُ السَّهْمَ مُطْلَقًا ☆ لِمَا قَدْ مَضَى وَالْحُكْمُ فِي الشَّرْعِ يُسْفِرُ

قُلْت: وَهَذَا كُلُّهُ فِي سُكَّانِ الْمَدْرَسَةِ، وَفِي غَيْرِ فَرْضِ الْحَجِّ وَصِلَةِ الرَّحِمِ أَمَّا فِيهِمَا فَلَا يَسْتَحِقُّ الْعَزْلَ وَالْمَعْلُومَ كَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ:

لَا تُجِزْ اسْتِنَابَةَ الْفَقِيهِ لَا ☆ وَلَا الْمُدَرِّسِ لِعُذْرٍ حَصَلَا

ترجمہ ومطلب: اوران مذکورہ مسائل کوابن شحنہؒ نے نظم میں بیان فرمایا ہے۔

الغيبۃ... یعنی- اس غیبت کو جوساقط کرتی ہے مشروط کواور (وہ) مقتضی ہے معزول کو- اوراسی نظم میں سے یہ بھی ہے۔

و ما لیس بُدٌمنہ اور جوغیبوبت مجبوراً ہو- اگر تین ماہ سے زائد نہ ہوتو وہ معاف ہے یعنی اس غیر حاضری کے ایام کا وظیفہ ملے گا۔ اوروہ غیر حاضری معاف ہوگی۔

(۲) و قَدْ- یعنی جب کہ سفر پر جائے خواہ وسفر ضروری ہو اور یا غیر ضروری۔

(و) مصنفؒ فرماتے ہیں- یہ حکم ان کے لیے ہے جو مدرسہ میں رہائش پذیر ہوں، اور فرض حج کے علاوہ سے متعلق ہے اور صلۂ رحم کی صورت کے علاوہ کے حق میں ہے البتہ حج فرض کی وجہ سے اگر سفر کیا ہے اور یا کہ صلۂ رحم کی صورت ہو- تب وہ طویل غیر حاضری سبب عزل نہ ہوگا اوراسی طرح اگر مشروط ہو- اور وہ معلوم ہو- تب بھی مستحق عزل نہ ہوگا۔ کذافی الشرح الوهبانیہ للشرنبلالی:

كَذَاكَ حُكْمُ سَائِرِ الْأَرْبَابِ ☆ أَوْ لَمْ يَكُنْ عُذْرٌ فَذَا مِنْ بَابِ

وَالْمُتَوَلِّي لَوْ لِوَقْفٍ أَجَرَا ☆ لَكِنَّهُ فِي صَكِّهِ مَا ذَكَرَا

مِنْ أَيِّ جِهَةٍ تَوَلَّى الْوَقْفَا ☆ مَا جَوَّزُوا ذَلِكَ حَيْثُ يُلْفَى

وَمِثْلُهُ الْوَصِيُّ إِذْ يَخْتَلِفُ ☆ حُكْمُهُمَا فِي ذَا عَلَى مَا يُعْرَفُ

بِحَسَبِ التَّقْلِيدِ وَالنَّصْبِ فَقِسْ ☆ كُلَّ التَّصَرُّفَاتِ كَيْ لَا تَلْتَبِسْ

ترجمہ ومطلب اوراسی طرح حکم دوسرے جملہ اہل وظائف کا اور اگر عذر نہ تو (تب تو) نیابت بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگی۔

والمتولی لو لو قف أجرا ومثلہ الوصی اذ یختلف

ترجمہ: اوراگر متولی نے (شیٔ) وقف کو اجرت پر دیا ولیکن متولی نے وثیقۂ اجارہ میں اس امر کو ذکر نہیں کیا کہ وہ متولی کس حیثیت سے مقرر شدہ ہے واقف کی جانب سے یا کہ قاضی کی جانب سے، حضرات علما اس اجارہ (کے عقد) کو جائز قرار نہیں دیا جس حد تک (بھی) وہ پہونچے۔

فائدہ: مذکورہ قول کے مطابق یہ تحریر جو بسلسلۂ اجارہ متولی نے لکھی ہے اس لئے معتبر نہیں کہ جب تک اس امید کی وضاحت نہ ہو کہ یہ ولایت کس جہت سے ہے اور چونکہ ہر نوع کا حکم جداگانہ ہے، اس لئے تحریر میں اس کی تصریح لازمی ہے، تاکہ اسی بنیاد پر

قاضی کا فیصلہ اور شرعی حکم نافذ ہو، والظاهر ان المراد فساد كتابة الصك الخ۔ (شامی ص ۴۲۱ ج ۳)

مسئلہ: اور وصی کا حکم بھی مثل متولی کے ہے اس لئے کہ دونوں کا حکم مختلف ہوگا جیسا کہ معروف اور مشہور ہے کہ وہ مختلف ہونا باعتبار تقلید اور نص کے۔

فائدہ: مثلاً وصی کی مختلف جہات والد کی جانب سے وصی کا ہونا، والدہ کی جانب سے وصی کا ہونا، دادا کی جانب سے وصی کا ہونا، اور قاضی کی جانب سے وصی ہونا، ان تمام اقسام کے حکم مختلف ہیں، سب کے برابر نہیں، اور جب تک اس کی وضاحت نہ ہو کہ اگر یہ شخص وصی ہے تو کسی کی جانب سے وصی مقرر ہوا ہے، تاکہ اسی اعتبار سے حکم جاری ہو اور اس پر عمل درآمد ہو۔

فَقِسْ (نمبر ۱) پس دیگر تصرفات کو بھی اس (مسئلہ) اجارہ دینے پر قیاس کرلیا جائے، کیلا یلتبس (نمبر ۲) یعنی یہ نوعیت تولیت اور وصی ہونے کی، وضاحت اس لئے ضروری قرار دی گئی ہے کہ احکام میں اشتباہ نہ ہو۔

تاء پر ضمہ اور جیم پر کسرہ۔

نمبر ۱ مثلاً خرید اور فروخت، نمبر ۳ یہ علت ہے عدم جواز کے لئے۔

قلت لكن للسيوطي رسالة لكنه في صكه ماذ كراحكمه ما في ذاء لمي مايعرف سماها الضبابة في جواز الاستنابة۔

ترجمہ ومطلب صاحب شرح درمختار فرماتے ہیں کہ امام سیوطی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "الضبابة في جواز الاشتبابة" جس میں امام سیوطی صاحب نیابت کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، لہٰذا اس تنبیہ کو پیش نظر رکھئے

ولایته: متولی کا تقرر کرنا واقف کے دائرہ اختیار میں ہے اور واقف کے بعد واقف کے وصی کو یہ اختیار ہے کیونکہ وصی قائم مقام ہوتا ہے اس واقف کے اور اصل کے اور اگر واقف نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا فقط اس وقف پر، تو ہو ہر شئی میں وصی ہوگا۔

فائدہ: اگر کسی شخص بوقت وفات کسی شخص کو وصی مقرر کردیا "ولیکن لم یذ کر من امر الواقف" تو وہ فقط وقف میں وصی ہوگا۔

حلافا للثانی: قول ثانی کے مطابق ان کے نزدیک اگر کسی شخص کو فقط اس وقت میں ہی وصی مقرر کیا ہے "فهو وصی فی الوقف فقط" (شامی)

فکان اولی ان یقول خلافا لحمد ﷺ" یعنی از روئے ظاہر روایت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ وہ وصی امور وقف اور دیگر امور میں عام ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک فقط امور اوقاف کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

ولو جعل: اور اگر کسی شخص کو ناظر مقرر کیا اور اس کے بعد ایک شخص کو وصی مقرر کردیا تو (اب) وہ دونوں ناظر ہوں گے جب تک (کسی ایک کو مخصوص نہ کردیا جائے) (تفصیلی کلام اسعاف میں ہے)۔

وَلَوْ وُجِدَ: اور اگر وقف کے متعلق "تحریریں میں پائی گئی ہوں (کہ ہر ایک وقف نامہ میں) ایک ایک متولی مقرر شدہ ہے اور دوسرے وقف نامہ کی تحریر تاریخ کے بعد کی ہے تو اس صورت میں وہ دونوں شخص شریک ہوں گے تولیت میں۔ (بحر الرائق)

فَرْعٌ: طَالِبُ التَّوْلِيَةِ لَا يُوَلَّى إِلَّا الْمَشْرُوطَ لَهُ النَّظَرُ لِأَنَّهُ مُوَلًّى فَيُرِيدُ التَّنْفِيذَ نَهْرٌ ثُمَّ إِذَا مَاتَ الْمَشْرُوطُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِ الْوَاقِفِ وَلَمْ يُوصِ لِأَحَدٍ فَوِلَايَةُ النَّصْبِ لِلْقَاضِي إِذْ لَا وِلَايَةَ لِمُسْتَحِقٍّ

إِلَّا بِتَوْلِيَةٍ كَمَا مَرَّ

ترجمہ ومطلب جو شخص تولیت کا از خود طالب ہو، اس کو متولی نہ بنایا جائے مگر اس شخص کو جس کے لئے تولیت مشروط ہے چونکہ بوجہ شرط کے وہ تو واقف کی جانب سے متولی ہو چکا، (فی الوقت مطالبہ کرنا) اس تولیت کو (حسب شرط) نافذ کرنا مطلوب ہے۔ (نہر الفائق)

ثم اذا مات: واقف کے مرنے کے بعد اگر وہ شخص (بھی) مر گیا جس کے لئے تولیت شرط کی گئی تھی اور واقف نے اپنی زندگی میں کسی شخص کے حق میں تولیت کی وصیت نہ کی ہو تو اس صورت میں متولی تجویز کرنے کا استحقاق قاضی کو ہوگا، کیونکہ مستحق وقف کے لئے ولایت نہیں مگر اس کی تولیت سے کما مر۔

فائدہ: اگر متولی کے حق میں واقف کی جانب سے کوئی بعد الوفات وصیت نہ ہو تو وہ واقف کے مرنے کے بعد وہ مشروط لہ متولی مفرور ہو جائے گا اور اگر واقف نے اس کو تولیت کے لئے نافذ کیا ہوا ہے ''فیما فی حیاتہ وبعد موتہ''

وَمَا دَامَ أَحَدٌ يَصْلُحُ لِلتَّوْلِيَةِ مِنْ أَقَارِبِ الْوَاقِفِ لَا يُجْعَلُ الْمُتَوَلِّي مِنَ الْأَجَانِبِ لِأَنَّهُ أَشْفَقُ وَمِنْ قَصْدِهِ نِسْبَةُ الْوَقْفِ إِلَيْهِمْ أَرَادَ الْمُتَوَلِّي إِقَامَةَ غَيْرِهِ مَقَامَهُ فِي حَيَاتِهِ وَصِحَّتِهِ إِنْ كَانَ التَّفْوِيضُ لَهُ بِالشَّرْطِ عَامًّا صَحَّ وَلَا يَمْلِكُ عَزْلَهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الْوَاقِفُ جَعَلَ لَهُ التَّفْوِيضَ وَالْعَزْلَ وَإِلَّا فَإِنْ فَوَّضَ فِي صِحَّتِهِ لَا يَصِحُّ وَإِنْ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ صَحَّ وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ لَهُ الْعَزْلُ وَالتَّفْوِيضُ إِلَى غَيْرِهِ كَالْإِيصَاءِ أَشْبَاهٌ.

ترجمہ ومطلب اور جب تک واقف کے اقارب میں تولیت کی صلاحیت رکھتا ہو تو اجانب (اور غیر اوقاف) میں سے کسی کو متولی مقرر نہیں کیا جائے، کیونکہ واقف (کی برادری اور قریبی رشتہ دار) وقف کے حق میں زیادہ شفیق ہوگا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ واقف کا مقصد وقف کی نسبت کے ساتھ اس کے خاندان کی جانب قائم رہے۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے جب کہ واقف کی اولاد اور اقارب کے لئے ہو، اور اگر ''لم یکن الواقف علیہم'' مثلاً (وغیرہ) کے لئے وقف شدہ ہو، تب یہ رعایت لازمی نہ ہوگی، (الماخوذ من شامی) چنانچہ ہندیہ میں التہذیب سے نقل کیا گیا ہے کہ ''والافضل ان ینصب من اولاد الموقوف علیہ واقاربہ مادام یوجد احد منہم''۔

اَرَادَ الْمُتَوَلِّي: اگر متولی نے اپنی زندگی میں یہ ارادہ کیا کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کو (اپنی زندگی میں) قائم مقام تجویز کرنے کا (تو اس کا کیا حکم ہے؟) اگر واقف کی جانب سے اس کو یہ اختیار سپرد کیا ہو ہے شرائط کے مطابق، (جو) واقف کی جانب شروط عام ہوں، تو یہ تجویز درست ہوگی۔

ولا تملک: (اور جب اس قدیم متولی نے) متولی مقرر کر دیا ہے تو اس کو معزول کرنے کا اس کو اختیار نہ ہوگا البتہ اگر واقف نے اس (قدیم متولی) کو معزول کرنے اور تجویز کرنے کا بھی حق دیا ہو۔

وَاِلَّا: اور اگر واقف کی جانب سے اس متولی کو تفویض عمومی نہ ہو تو دوسرے کو تجویز کا اپنی صحت کے ایام درست نہ ہوگا اور اگر اپنے مرض موت میں دوسرے کو تجویز کرے تو یہ درست ہوگا، اور مناسب یہی ہے کہ اس کو متولی کے تجویز کے اور عزل

کرنے کا اختیار ہو، وصیت کے مثل، کذا فی الشامی۔

وصحته: یہ عطف تفسیری ہے کہ مصنفؒ کا مقصد اس عبارت سے اس امر کی وضاحت کرنا ہے کہ فی حیاتہ مرض کے مقابلہ میں مراد ہ، وہو الصحۃ۔

مثلاً والد کے وصی کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے شخص کو اپنے قائم مقام وصی تجویز کرسکتا ہے اور اس کو تجویز کے بعد معزول کرنے کا بھی اختیار ہے۔

قَالَ: وَسُئِلْت عَنْ نَاظِرٍ مُعَيَّنٍ بِالشَّرْطِ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ لِلْحَاكِمِ فَهَلْ إذَا فَوَّضَ النَّظَرَ لِغَيْرِهِ ثُمَّ مَاتَ يَنْتَقِلُ لِلْحَاكِمِ؟ فَأَجَبْت: إنْ فَوَّضَ فِي صِحَّتِهِ فَنَعَمْ، وَإِنْ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ لَا مَا دَامَ الْمُفَوَّضُ لَهُ بَاقِيًا لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ، وَعَنْ وَاقِفٍ شَرَطَ مُرَتَّبًا لِرَجُلٍ مُعَيَّنٍ، ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ لِلْفُقَرَاءِ فَفَرَغَ مِنْهُ لِغَيْرِهِ ثُمَّ مَاتَ هَلْ يَنْتَقِلُ لِلْفُقَرَاءِ؟ فَأَجَبْت: بِالِانْتِقَالِ

ترجمہ ومطلب صاحب اشباہؒ نے فرمایا کہ مجھ سے (یہ) سوال کیا گیا، شرط کے مطابق جو ناظر (منتظم) معین اور مقرر شدہ ہو اور اس کے بعد (واقف کی ہدایت کے مطابق) پھر حاکم کو اختیار رہے کہ جس کو بھی مقرر کردے، تو اگر اس ناظر ومنتظم نے ہی از خود دوسرے شخص کو تجویز کردیا اور اس کے بعد وہ انتقال کر گیا تو ولایت حاکم کی جانب منتقل ہوگی، یا نہیں؟۔

فاجبت: اس سوال کے جواب میں صاحب اشباہ نے فرمایا کہ حاکم کی جانب تولیت کا اختیار منتقل ہوگا اگر اس قدیم ناظر نے اپنی صحت کے زمانہ میں دوسرے کو تولیت اور نظامت سپرد کی ہو، اور اگر اپنے مرض موت میں دوسرے کو نامزد کیا ہو تب حاکم کو اختیار نہ ہوگا، جب تک کہ وہ (جدید) ناظر موجود ہے کیونکہ وہ اس کے قائم مقام کے حکم میں ہے۔

وعن: سوال دوم فرمایا، مجھ سے سوال کیا گیا کہ کسی واقف نے وقف کیا مرتب شرط کے ساتھ، کہ اولاً ایک شخص معین کے لئے پھر اس کے بعد فقراء کے لئے، (پہلے) معنی شخص نے اپنا حصہ دوسرے کو حوالہ کردیا اور خود علیحدہ ہوگیا اور اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا تو کیا وظیفہ معینہ اس شخص سے فقراء کی جانب منتقل ہوگا یا نہیں؟۔

فاجبت: میں نے جواب دیا کہ منتقل ہوگا۔

وَفِيهَا لِلْوَاقِفِ عَزْلُ النَّاظِرِ مُطْلَقًا، بِهِ يُفْتَى، وَلَمْ أَرَ حُكْمَ عَزْلِهِ لِمُدَرِّسٍ وَإِمَامٍ وَلَّاهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَجْعَلْ نَاظِرًا فَنَصَبَ الْقَاضِي لَمْ يَمْلِكْ الْوَاقِفُ إخْرَاجَهُ، وَلَوْ عَزَلَ النَّاظِرُ نَفْسَهُ إنْ عَلِمَ الْوَاقِفُ أَوْ الْقَاضِي صَحَّ وَإِلَّا لَا.

ترجمہ ومطلب اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے ناظر (اور منتظم ومتولی) کو معزول کرنے کا علی الاطلاق۔

وَلَمْ أَرَ: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر اور حکم کو نہیں دیکھا کہ واقف نے جس امام اور مدرس کو تجویز کیا ہوا ہے وہ واقف اسکو معزول (اگر) کردے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کو معزول کرنے کا استحقاق ہے یا نہیں؟۔

فائدہ: علامہ شامیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس امر کی تصریح موجود ہے کہ متولی کو معزول کرنے کا ہے امام اور مؤذن کو، کہ ان کو اگر خدمت انجام دہی سے کوئی عذر لاحق ہوگیا اور ماہ تک انہوں نے کام انجام نہ دیا ہو، تو ان کو بلا شبہ معزول کیا جاسکتا ہے۔

متولی کو یہ استحقاق ہے اور یہی حکم مدرس کے لئے بھی ہے۔ نقله عن الخانية۔

وَلَو لَم يَجعل: اور اگر واقف نے ناظر اور منتظم کو مقرر نہیں کیا (تھا) بلکہ قاضی نے مقرر کیا ہے تو اس صورت میں واقف کو حق نہ ہوگا اس کو معزول کرنے کا۔

وَلَو عَزَلَ: اور اگر ناظر اور منتظم نے از خود ہی اپنے کو معزول کرلیا (؟) اگر واقف کو اور (یا) قاضی کو اس عزل کا علم ہو چکا ہے تو یہ عزل درست ہو گیا اور اگر علم نہ وہ تو درست نہ ہوگا۔

فائدہ: اس کی مثال اس وکیل کے مانند ہے کہ اگر وکیل نے از خود وکالت سے خود معزول کرلیا ہو تو متوکل کو اس عزل کا اگر علم ہو چکا ہے تب یہ عزل مکمل ہو گیا اور جب تک علم نہ ہو وہ وکالت پر قائم رہے گا۔

فهو كالوكيل اذا عزل نفسه الخ شامی۔

(بَاعَ دَارًا) ثُمَّ بَاعَهَا الْمُشْتَرِي مِنْ آخَرَ (ثُمَّ ادَّعَى أَنِّي كُنْتُ وَقَفْتُهَا أَوْ قَالَ وُقِفَ عَلَيَّ لَمْ تَصِحَّ) فَلَا يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي (وَلَوْ أَقَامَ بَيِّنَةً) أَوْ أَبْرَزَ حُجَّةً شَرْعِيَّةً (قُبِلَتْ) فَيَبْطُلُ الْبَيْعُ وَيَلْزَمُ أَجْرُ الْمِثْلِ فِيهِ لَا فِي الْمِلْكِ لَوْ أُسْتُحِقَّ عَلَى الْمُعْتَمَدِ بَزَّازِيَّةٌ وَغَيْرُهَا،

ترجمہ ومطلب اگر ایک شخص (مثلاً خالد) نے مکان فروخت کیا اور پھر اس مکان خریدنے والے (عبداللہ) نے خریدنے کے بعد فروخت کردیا اور اس کے بعد وہ (خالد) فروخت کنندہ نے دعوی کیا کہ میں نے اس مکان کو وقف کیا ہوگا تھا اور یا یہ کہا کہ وہ مکان تو مجھ پر وقف شدہ ہے تو یہ دعویٰ درست تسلیم نہ ہوگا۔

فائدہ: کہ اس شخص کے دعویٰ اور عمل میں تناقض ہے (اور یہی قول صحیح ہے شامی)۔

فلَا يَحلف المُشترى: پس اس صورت مسئلہ میں مشتری سے قسم نہ لے جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ قسم اس وقف لازم ہوتی ہے جب کہ دعویٰ شرعاً درست اور قابل تسلیم ہو، اور چونکہ وہ دعویٰ ہی تسلیم نہیں اس لئے قسم کا ترتب بھی نہ ہوگا۔

وَلَو اَقَامَ: اور اگر بائع (خالد) نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کردیئے اس کے وقف ہونے پر، یا حجت شرعی ثابت ہو جائے، (مثلاً وقف نامہ موجود ہے) اور قاضی کے دفتر میں اس کا اندارج شدہ ہے تو یہ شہادت قبول ہو جائے گی اور وہ بیع باطل ہوگی اور خریدار پر اجرت مثلی لازم آئے گی یعنی حقدار اس مکان کو استعمال کیا ہے ان ایام کی اجرت لازم ہے۔

فيه: یعنی بحکم وقف نہ کہ بحکم ملک۔

لا فی الملک لو استحق: یعنی اگر ملکیت کا استحقاق ثابت ہو جائے تو اس صورت میں اجرت مثلی مشتری پر لازم نہ ہوگی، قول معتمد کے مطابق۔

فائدہ: البتہ اگر یتیم ہو ملکیت ہو تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا کرایہ دینا ہوگا، فانہ کالوقف۔ (شامی)

وَلَيْسَ لِلْمُشْتَرِي حَبْسُهُ بِالثَّمَنِ مُنْيَةٌ مِنَ الِاسْتِحْقَاقِ وَهِيَ إِحْدَى الْمَسَائِلِ السَّبْعِ الْمُسْتَثْنَاةِ مِنْ قَوْلِهِمْ: مَنْ سَعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ فَسَعْيُهُ مَرْدُودٌ عَلَيْهِ. وَاعْتَمَدَهُ فِي الْفَتْحِ

وَالْبَحْرِ أَنَّهُ إِنْ ادَّعَى وَقْفًا مَحْكُومًا بِلُزُومِهِ قُبِلَ وَإِلَّا لَا وَهُوَ تَفْصِيلٌ حَسَنٌ اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ فِي بَابِ الِاسْتِحْقَاقِ، لَكِنْ اعْتَمَدَ الْأَوَّلَ آخِرَ الْكِتَابِ تَبَعًا لِلْكَنْزِ وَغَيْرِهِ:

ترجمہ ومطلب اورصورت مسئلہ مذکورہ میں مشتری کے لئے یہ جائز نہیں کہ وقف کومحبوس رکھے قیمت وصول کرنے کی غرض سے۔ کذافی المنیہ۔

فائدہ: کیونکہ محبوس رکھنا گویا کہ رہن ہے اور وقف میں رہن نہیں۔

وھی: اور وہ مسئلہ مذکورہ کہ بیع کے بعد وقف کا دعویٰ کرنا، ان سات مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جو فقہاء کے اس قول ''من سعی فی نقض کاتم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ'' سے مستثنیٰ ہے۔ کذافی قضاء الاشباہ۔

وَاعْتَمَدَ فِي الْفَتْحِ: اور فتح القدیر و بحر الرائق شرح کنز میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ مبیع وقف شدہ ہے جس پر قاضی کا حکم نافذ شدہ ہے لزوم وقف کے لئے تو وہ قابل قبول ہوگا، و الا لا، اور یہ تفصیل حسن ہے جس پر مصنفؒ نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے ولیکن کتاب کے آخر میں قول اول پر اعتماد کیا۔

فائدہ: یعنی علی الاطلاق وقف کے دعویٰ کو قبول کیا ہے قضاء قاضی لزوم وقف ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، صاحب کنز (وغیرہ) کے قول کے مطابق!

بہر حال یہ تفصیل امام اعظمؒ کے قول کے مطابق ہے جیسا کہ ابتداء وقف میں اختلاف اقوال گذر چکے ہیں، لزوم وقف کا حکم ہو نالازم نہیں، وھذا انما یتأتی علی قول الإمام، اما علی المفتی بہ من انہ یتم بلفظ الوقف ونحوہ فلا، شامی ص ۴۲۶ ج ۳۔

خلاصۂ کلام اور جب مفتیٰ بہ قول کے مطابق واقف نے وقف کر دیا ہے خواہ لفظ وقف سے اس کو وقف کیا ہو یا اسی کے ہم معنی کسی دوسرے لفظ سے وقف کیا ہے بہر حال وقف محقق ہو جاتا ہے فضاء قاضی لزوم وقف کیلئے لازم نہیں ہے مگر امام اعظمؒ کے قول پر!۔

یعنی ''جو شخص سعی اور کوشش کر کے اس امر کو توڑنے اور ختم کرنے میں جو اسی کی جانب سے مکمل ہوتی ہو، تو وہ سعی مردود ہے مگر مسئلہ مذکورہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

وَفِي الْعِمَادِيَّةِ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ الْإِمَامِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَصَوَّبَهُ الزَّيْلَعِيُّ قَالَ: وَهُوَ أَحْوَطُ. وَفِي دَعْوَى الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ وَهَذَا فِي وَقْفٍ هُوَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى أَمَّا لَوْ كَانَ عَلَى الْعِبَادِ لَمْ يَجُزْ.

قُلْت: قَدْ قَدَّمْنَا قَبُولَهَا مُطْلَقًا لِثُبُوتِ أَصْلِهِ لِمَآلِهِ لِلْفُقَرَاءِ فَتَدَبَّرْ وَفِي فَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ: نَعَمْ تُسْمَعُ دَعْوَاهُ وَبَيِّنَتُهُ وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ

ترجمہ ومطلب اور وقف کے معاملہ میں شہادت پر شہادت قبول کی جائے گی اور مردود کے ساتھ عورتوں کی شہادت (بھی) مقبول ہے، اور قول مختار کے مطابق اصل وقف کے اثبات کے لئے شہرت کی گواہی قبول کی جائے گی اگر چہ گواہ اپنی سماعت کی بھی صراحت کر دیں، خواہ وہ وقف معین افراد کے حق میں ہو، شہادت مقبول ہوگی تا کہ اوقاف قدیم ہلاک ہونے سے محفوظ رہے، بخلاف (مسئلہ) غیر وقف کے، یعنی اگر مسئلہ وقف کے علاوہ کوئی معاملہ ہے جس میں شہادت بالتسامع جائز نہیں ہے اگر اس میں اپنی سماعت کی تصریح کر دی گئی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔

ولا تقبل بالشهرة: قول اصح کے مطابق شہرت (والی) شہادت قبول نہیں کی جائے گی، شرائط وقف کے اثبات کے معاملہ میں۔ کذافی الدر وغیرہ۔

ولیکن (کتاب) مجتبی میں ہے کہ قول مختار کے مطابق شرائط وقف کے اثبات کے لئے بھی وہ شہادت قبول کی جائے گی، کتاب معراج میں (بھی) اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہے اور شرنبلالی نے بھی اسی قول کو برقرار رکھا ہے اور فتح القدیر میں (بھی) اسی قول کو قوی قرار دیا ہے فقہاء کے اس قول کی (بنیاد) پر کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہے اور اس وقف کے شرائط اور مصارف مجہول ہیں لہٰذا ایسی صورت میں اس پر عمل کیا جائے گا جو قاضی کے دفتر اور رجسٹروں میں اندراج شدہ ہے۔ (انتھی)

ایسا کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے اور مدعیٰ زیادہ عام ہے، خود شرائط وقف مجہول ہوں یا نہ ہوں۔

فائدہ: جب کہ قاضی کے دفتر کے علاوہ اس وقف کا حال معلوم نہیں ہے اور اس اندراج کے علاوہ کوئی ثبوت بھی موجود نہ ہو اس وجہ سے کہ وقف کو ضائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے اس لئے صاحب فتح القدیر نے اس ول کو برقرار رکھا اور اس کو شہرت اور سماعت والی گواہی کو معتبر قرار دیا ہے۔

الْبَانِي لِلْمَسْجِدِ أَوْلَى مِنَ الْقَوْمِ بِنَصْبِ الْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ فِي الْمُخْتَارِ إِلَّا إِذَا عَيَّنَ الْقَوْمُ أَصْلَحَ مِمَّنْ عَيَّنَهُ الْبَانِي صَحَّ الْوَقْفُ قَبْلَ وُجُودِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ فَلَوْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِ زَيْدٍ وَلَا وَلَدَ لَهُ أَوْ عَلَى مَكَانٍ هَيَّأَهُ لِبِنَاءِ مَسْجِدٍ أَوْ مَدْرَسَةٍ صَحَّ فِي الْأَصَحِّ وَتُصْرَفُ الْغَلَّةُ لِلْفُقَرَاءِ إِلَى أَنْ يُولَدَ لِزَيْدٍ أَوْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ عِمَادِيَّةٌ زَادَ فِي النَّهْرِ: وَيَنْبَغِي أَنَّهُ لَوْ وَقَفَهُ عَلَى مَدْرَسَةٍ يُدَرِّسُ فِيهَا الْمُدَرِّسُ مَعَ طَلَبَتِهِ فَدَرَّسَ فِي غَيْرِهَا لِتَعَذُّرِ التَّدْرِيسِ فِيهَا أَنْ تُصْرَفَ الْعَلُوفَةُ لَهُ لَا لِلْفُقَرَاءِ كَمَا يَقَعُ فِي الرُّومِ.

ترجمہ ومطلب مصرف وقف کا بیان، مثلاً گواہ یہ بیان دیں کہ یہ زمین فلاں مسجد کیلئے وقف ہے (اس بیان اور شہادت کے بعد) وہ زمین اصل وقف میں داخل (شمار) ہوگی، کیونکہ وقف کی صحت موقوف ہے مصرف کے بیان پر، لہٰذا مصرف پر شہادت قابل قبول ہوگی تسامع کے ساتھ اور بعض مستحق وقف، بجائے کل مستحق کے ہے، اور اسی طرح بعض وارث (بھی) قائم مقام ہوں گے تمام ورثاء کے (یعنی میت کی میراث اور ملکیت کے ثابت ہونے یا میت پر جو واجب اور لازم ہے کہ اگر بعض نے بیان دیاوہ قابل ہوتا ہے) ان مذکورہ مسائل کے علاوہ (کسی دوسرے مسئلہ میں) ایک شخص دو کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

فلث: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی مقروض شخص کی مفلسی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہوگئی، تو یہ تمام قرضخواہوں کے حق میں ثابت ہو جائے گی، (قاضی کی عدالت میں ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو گیا اور قاضی نے حکم جاری کر دیا کہ فلاں شخص مفلس ہے تو اس کے بعد دیگر قرضخواہوں کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت نہ ہوگی، سب کے حق میں یہی کافی ہے) جس کی تفصیل عنقریب اپنے مقام پر آئے گی (اور معلوم ہوگی) فتأمل۔

وَقَالُوا: اور حضرات فقہاء نے فرمایا کہ قاضی کی عدالت ہے میں افلاس کی شہادت، مدعی کی حاضری کے بغیر بھی قابل

قبول ہوتی ہے۔ (شہادت کی سماعت کے وقت قاضی کی عدالت میں مدعی کا ہونا ضروری نہیں)

و کذا: اور اسی طرح اولیائے متساوین میں سے کسی ایک ولی کا اعتراض کرنا (قائم مقام ہوتا ہے) دیگر تمام اولیاء کے حق میں بھی کہ تمام اولیاء کا قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا ضروری نہیں۔ (اور سب کی جانب سے امن ہو گیا، کما ورد فی الحدیث، (مشکوٰۃ) اور اسی طرح ایک ولی کا قصاص کا مطالبہ کرنا سب کے قائم مقام ہے)

و کذا الامان: اور یہی حکم ہے امان اور قصاص کے مسئلہ میں بھی کہ ایک ہی شخص اگر امن دیدے تو سب اہل اسلام کے لئے وہ کافی ہوگا۔

و ولایته: عام مسلمانوں کے راستہ سے کسی ضرر دینے والی شئی کو دور کرنے کے لئے ایک مسلمان کو بھی اس کی ولایت ہے جو سب کے قائم مقام ہوگا سقادی عصر کے لئے ایک شخص کا عدالت میں مطالبہ کرنا بھی کافی ہوگا۔

فُرُوعٌ مُهِمَّةٌ حَدَثَتْ لِلْفَتْوَى: أَرْصَدَ الْإِمَامُ أَرْضًا عَلَى سَاقِيَةٍ لِيَصْرِفَ خَرَاجَهَا لِكُلْفَتِهَا فَاسْتَغْنَى عَنْهَا لِخَرَابِ الْبَلَدِ فَنَقَلَهَا وَكِيلُ الْإِمَامِ لِسَاقِيَةٍ بِجِنَ مِلْكٍ هَلْ يَصِحُّ؟ أَجَابَ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ بِأَنَّ الْإِرْصَادَ عَلَى الْمِلْكِ إِرْصَادٌ عَلَى الْمَالِكِ يَعْنِي فَيَصِحُّ فَحِينَئِذٍ يَلْزَمُ الْمُرْصَدَ عَلَيْهِ إِدَارَتُهَا كَمَا كَانَتْ لِمَا فِي الْحَاوِي الْحَوْضُ إِذَا خَرِبَ صُرِفَتْ أَوْقَافُهُ فِي حَوْضٍ آخَرَ فَتَدَبَّرْ.

ترجمہ و مطلب بادشاہ وقت نے کوئی زمین (مثلاً) ایک خاص نہر کے لئے مقرر کر دی، تا کہ اس زمین کی آمدنی خرچ کی جائے نہر کی درستگی کے لئے ٹوٹ، پھوٹ کی اصلاح کرنا اور درستی کرنا۔

تو (بعد میں) اس شہر کے ویرانی ہو جانے کی وجہ سے اس نہر کی اہل شہر کو ضرورت نہ رہی ہو، تو سوال یہ ہے کہ اب اس زمین کی آمدنی کہاں خرچ کی جائے؟ سو اگر بادشاہ کے وکیل نے اس زمین کی آمدنی کو مملوک (یعنی دوسری نہر کی جانب اس کی آمدنی منتقل کر دی گئی، از حاشیہ) نہر پر صرف کرنے کو منتقل کر دیا ہے تو یہ انتقال درست ہوگا؟۔

الجواب بعض علماء شوافع نے جواب دیا ہے کہ ملک پر ارصاد (کا حکم وہی ہے) جو مالک پر ارصاد کرنا ہے یعنی یہ انتقال درست ہوگا۔

فحینئذ: پس ایسی صورت میں لازم ہوگا مرصد علیہ۔ یعنی نہر کے مالک، یا کہ وہ دوسری نہ ہو۔ پر کہ اس نہر کو اسی طرح جاری رکھے کہ جس طرح وہ پہلے جاری تھی۔

لِمافِي الحَاوِیْ: کیونکہ ''کتاب الحاوی'' میں مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر حوض ویران ہو جائے تو اس حوض کے اوقاف کی آمدنی دوسری حوض پر صرف کی جائے گی (پس اس پر غور و فکر کریں!۔

فائدہ: بظاہر دونوں مذکورہ مسائل میں ایک گونہ فرق ہے کیونکہ نہر کے مسئلہ میں منتقل کرنے ہے وقف سے مالک کی جانب، اور وحوض والے مسئلہ میں ایک وقف سے دوسرے وقفی جانب منتقل کرنا ہے، (حاشیہ)۔

(حاشیہ) حاصلہ ان ماخرب تصرف اوقافہ الی مجانسہ فلذا الارصاد الخ۔

دَارٌ كَبِيرَةٌ فِيهَا بُيُوتٌ وَقَفَ بَيْتًا مِنْهَا عَلَى عَتِيقَةِ فُلَانٍ وَالْبَاقِي عَلَى ذُرِّيَّتِهِ وَعَقِبِهِ ثُمَّ عَلَى

عُتَقَائِهِ فَآلَ الْوَقْفُ إِلَى الْعُتَقَاءِ هَلْ يَدْخُلُ مَنْ خَصَّهُ بِالْبَيْتِ فِي الثَّانِي؟ اخْتَلَفَ الْإِفْتَاءُ أَخْذًا مِنْ خِلَافِ مَذْكُورٍ فِي الذَّخِيرَةِ،

ترجمہ ومطلب صورت مسئلہ ایک بڑا مکان ہے جس میں بہت بیوت (کمرے) ہیں مالک مکان نے اس مکان میں سے ایک مخصوص کمرہ وقف کردیا، اپنے آزاد کردہ غلام کے لئے نامزد کرتے ہوئے علی عتقه فلان۔
اور باقی تمام مکان وقف کیا اپنی اولاد پر اور ان کی اولاد پر اور پھر ان کے بعد اپنے آزاد کردہ غلاموں پر۔

سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں جب کہ بالآخر وہ مکان تمام آزاد کردہ غلاموں کے لئے وقف کیا گیا ہے تو کیا وہ ایک کمرہ جو مخصوص ایک عتیق کے لئے وقف تھا یہ کمرہ بھی مکان کے ساتھ وقف میں۔ یعنی اول وقف خاص، وقف ثانی میں شامل رہے گا یا کہ وہ حسب سابق وقف اول پر ہی برقرار رہے گا۔
داخل ہوگا، یا خارج رہے گا؟۔

اختلف الافتاء: کتاب ''ذخیرہ'' میں اختلاف اقوال مذکور ہیں ان مختلف اقوال کی وجہ سے اہل افتاء نے اختلاف کیا ہے اس کے جواب میں!

لَكِنْ فِي الْخَانِيَّةِ أَوْصَى لِرَجُلٍ بِمَالٍ وَلِلْفُقَرَاءِ بِمَالٍ وَالْمُوصَى لَهُ مُحْتَاجٌ هَلْ يُعْطَى مِنْ نَصِيبِ الْفُقَرَاءِ؟ اخْتَلَفُوا وَالْأَصَحُّ نَعَمْ. اسْتَأْجَرَ دَارًا مَوْقُوفَةً فِيهَا أَشْجَارٌ مُثْمِرَةٌ هَلْ لَهُ الْأَكْلُ مِنْهَا؟ الظَّاهِرُ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ شَرْطَ الْوَاقِفِ لَمْ يَأْكُلْ لِمَا فِي الْحَاوِي: غَرَسَ فِي الْمَسْجِدِ أَشْجَارًا تُثْمِرُ إِنْ غَرَسَ لِلسَّبِيلِ فَلِكُلِّ مُسْلِمٍ الْأَكْلُ وَإِلَّا فَتُبَاعُ لِمَصَالِحِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ ومطلب لیکن خانیہ میں (یہ مذکور ہے) ایک شخص نے وصیت کی ایک شخص کے لئے مال کی اور (دوسری وصیت میں) وصیت کی دوسرے مال کی فقراء کے لئے اور اول وصیت جس شخص کیلئے کی گئی تھی (وہ بھی) فقیر اور غریب ہے کیا اس ثانی وصیت میں (سے بھی) فقراء کے ساتھ اس کو شمار کیا جائے اور دیا جائے؟ اہل علم نے اس (کے جواب) میں اختلاف کیا ہے۔ اور اصح قول (یہی ہے کہ) اس کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

استاجر دارا: صورت مسئلہ! اگر کسی شخص نے مکان وقف کرایہ پر لیا۔ اور اس مکان میں پھل دار درخت بھی ہیں۔
(سوال یہ ہے کہ) کیا کرایہ دار ان درختوں کے پھل کھا سکتا ہے؟

الجواب: بظاہر (تو) جواب یہ ہے، کہ اگر واقف کی شرط (کی نوعیت) معلوم نہ ہو، نہ کھائے؛ بلکہ متولی ان پھلوں کو فروخت کرے اور آمدنی کو مکانِ وقف کی مصالح پر صرف کرے۔

لمافی الحاوی کیوں کہ حاوی میں (یہ مسئلہ بیان کیا گیا) ہے کہ واقف نے مسجد میں پھل دار درخت لگائے۔ اگر درخت لگانے والے نے ''فی سبیل اللہ'' کی نیت کے ساتھ یہ درخت لگائے ہیں تو ہر مسلمان کو کھانے کا حق ہوگا۔ (اور اگر الاالخ ای وان لم یغیر سهاللسبیل الخ (شامی: ج: ۳ ص: ۴۲۸) اگر ایسا نہیں ہے تو) ان پھلوں کو فروخت لگانے والے کی نیت کا علم نہ ہو اور یا کہ اس نے مسجد کے لئے وہ درخت لگائے ہیں، تو ان دونوں صورتوں میں پھلوں کی آمدنی

مسجد کی مصالح میں صرف ہوگی۔(شامی)

قَوْلُهُمْ: شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ أَيْ فِي الْمَفْهُومِ وَالدَّلَالَةِ وَوُجُوبِ الْعَمَلِ بِهِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ خِدْمَةُ وَظِيفَتِهِ أَوْ تَرْكُهَا لِمَنْ يَعْمَلُ، وَإِلَّا أَثِمَ لَاسِيَّمَا فِيمَا يَلْزَمُ بِتَرْكِهَا تَعْطِيلُ الْكُلِّ مِنَ النَّهْرِ.

ترجمہ ومطلب حضرات فقہاء کا قول (ہے کہ) واقف کی شرط، نص کے مانند ہے، یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل (اس کی شرط کی تبھی واجب ہے!)

فيجب عليه پس صاحب، خدمت پر واجب ہے خدمتِ وظیفہ، یعنی جو وظیفۂ خدمت واقف کی شرط کے مطابق ہے اس کو انجام دینا واجب ہے کہ وظیفہ نہ لینا (کہ وہ خدمت انجام نہیں دے رہا ہوتو اس صورت میں) وظیفہ ترک کرنا (لازم ہوگا) اس کے حق میں جو اس خدمت کو انجام دے! (کیوں کہ) اگر باوجود کام نہ کرنے کے (بھی) مقررہ وظیفہ (وقف سے وصول کرتا ہے) تو یہ لینا (جائز نہ ہوگا، اور لینے پر) گنہ گار ہوگا۔خاص کر اس خدمت میں جس کے ترک کرنے سے تعطل لازم آئے۔

(مثلاً مدرس کی تدریس) جس کے ترک کرنے سے طلباء اور تعلیم کی تعطیل ہوجاتی ہے، اگر مدرس نے درس خدمتِ درس کو ترک کر دیا ہے۔

الکل من النہر: ۔ مبتداء وخبر۔........... یہ تمام فروعات نہر النائق سے ماخوذ اور منقول ہیں۔

تشریح فتاویٰ خیریہ میں اس کے متعلق یہ صراحت کی گئی ہے، کہ واقف کی شرائط کا اصل اعتبار "لماھو الواقع" ان میں ہے جو واقعۃ اور حقیقۃً واقف کی شرائط ہوں، اور جو شرائط تحریر میں ہو اور وہ خلافِ واقع ہوں، تو اس تحریر کا اعتبار نہ ہوگا؛ چنانچہ اگر شہادت سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ تحریر کے برعکس شرائط کو ثابت کر دیا گیا ہے تو اسی پر عمل ہوگا لان المکتوب خط مجرد ولا عبرة بہ لخروجہ عن الحجج الشرعیة۔(شامی)

المفہوم: یعنی لفظ سے جو معنی اور مفہوم معلوم ہو اور سمجھ میں آئے! اور اگر واقف کی عبارت کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اور واقف زندہ ہے تو اس سے اس کا مفہوم اور مراد کو معلوم کر لیا جائے گا۔

وَفِي الْأَشْبَاهِ الْجَامِكِيَّةِ فِي الْأَوْقَافِ لَهَا شَبَهُ الْأُجْرَةِ أَيْ فِي زَمَنِ الْمُبَاشَرَةِ وَالْحِلِّ لِلْأَغْنِيَاءِ، وَشَبَهُ الصِّلَةِ فَلَوْ مَاتَ أَوْ عُزِلَ لَا تُسْتَرَدُّ الْمُعَجَّلَةُ، وَشَبَهُ الصَّدَقَةِ لِتَصْحِيحِ أَصْلِ الْوَقْفِ، فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ ابْتِدَاءً وَتَمَامُهُ فِيهَا.

ترجمہ ومطلب اشباہ میں نقل کیا گیا ہے کہ اوقاف میں (جو) وظیفہ مقررہ (اور مرتبہ) ہے، وہ اجرت کے مشابہ ہے، خدمت کی ادائیگی کے اوقاف میں اور مال داروں کے حق میں حلال ہونے کے تھے، اور (وہ) مشابہ ہے صلہ کے (بھی)

چنانچہ اگر صاحبِ خدمت (مثلاً مدرس) مرجائے یا درمیان میں معزول کر دیا جائے۔؟

جو وظیفہ پیشگی (وصول کیا ہوا، مرنے اور معزول ہونے پر) واپس نہ لیا جائے گا۔ سالانہ وظیفہ اور جامکیہ ماہانہ!

وشبه الصدقة: اور وہ عطیہ صدقہ کے (بھی) مشابہ ہے، اصلِ وقف کی صحت ثابت ہونے کے حق میں۔

فائدہ: پس یہی وجہ ہے کہ ابتداء اغنیاء پر وقف درست نہیں ہے۔ اور اس کی تمام بحث اس میں ہے۔

تشریح کیوں کہ وہ صلہ (اور عطیہ) کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قبضہ میں جانے کے بعد ملکیت ثابت ہوگئی اور صلۂ عطاء کو ملکیت کے بعد واپس لیا نہیں جاسکتا۔

وشبه الصدقة: کیوں کہ واقف کو کسی شئ کو وقف کرنا برائے صدقۂ جاریہ کے ہے لہٰذا جو وظیفہ وقف کی آمدنی سے دیا جاتا ہے جب قبضہ متحقق ہوگیا تو دراصل یہ واقف کی ہدایت کے رہی تھی ''صدقہ'' ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ صدقہ پر جب قبضہ ثابت ہوگیا اس کو واپس نہیں لیا جاسکتا۔

فائدہ: کیوں کہ وقف قائم ہونے اور شرعاً درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ابتداءً صدقہ (کے حکم میں) ہو۔ ۔ الجامکیة ۔ هي مايترتب في الاوقاف لامحانب الوضائف (۲) كالعطاء وهو مايثبت في الديوان باسم المقاتلة او غيرهم۔ الا ان العطاء والجامكية شهرية! (شامي: ج: ۳، ص: ۴۲۹)

یعنی وقف کی آمدنی سے جو وظیفہ مقررہ ہو صاحب خدمت موقوف علیہ کے لئے۔ (۲) جس بیت المال سے وظائف مقرر شدہ ہوئے ہیں مجاہدوں (وغیرہ) کے لئے اور دفتر میں ان کا اندراج ہوتا ہے۔

يُكْرَهُ إعْطَاءُ نِصَابٍ لِفَقِيرٍ وَمِنْ وَقْفِ الْفُقَرَاءِ إلَّا إذَا وُقِفَ عَلَى فُقَرَاءِ قَرَابَتِهِ اخْتِيَارٌ وَمِنْهُ يُعْلَمُ حُكْمُ الْمُرَتَّبِ الْكَثِيرِ مِنْ وَقْفِ الْفُقَرَاءِ لِبَعْضِ الْعُلَمَاءِ الْفُقَرَاءِ فَلْيُحْفَظْ. لَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يُقَرِّرَ وَظِيفَةً فِي الْوَقْفِ بِغَيْرِ شَرْطِ الْوَاقِفِ، وَلَا يَحِلُّ لِلْمُقَرَّرِ الْأَخْذُ إلَّا النَّظَرَ عَلَى الْوَاقِفِ بِأَجْرِ مِثْلِهِ قُنْيَةٌ. تَجُوزُ الزِّيَادَةُ مِنْ الْقَاضِي عَلَى مَعْلُومِ الْإِمَامِ إذَا كَانَ لَا يَكْفِيهِ وَكَانَ عَالِمًا تَقِيًّا، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ وَرَقَتَيْنِ وَالْخَطِيبُ يُلْحَقُ بِالْإِمَامِ بَلْ هُوَ إمَامُ الْجُمُعَةِ

ترجمہ ومطلب جو فقراء کے لئے وقف شدہ ہے، اس میں سے (کسی) فقیر کو بقدر نصاب دینا مکروہ ہے، البتہ اگر واقف نے اپنے قرابت دار فقراء پر وقف کیا ہوا ہے تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں۔ کذافی الاخیار۔

ومنه يعلم: اور اسی (مذکورہ بیان سے) معلوم ہوا کہ (جو) حکم مرتب ہوا کثیر کا (کہ جو وقف شدہ ہو فقراء کے حق میں) اس وقف سے کسی محتاج عالم (کو بھی) مقدار نصاب (یا) مقدار نصاب سے زائد وظیفہ دینا (بھی مکروہ ہوگا) اس اصول کو یاد رکھئے!

ليس للقاضي: واقف کی شرط کے بغیر، قاضی کو (یہ) اختیار نہیں ہے کہ واقاف میں سے کسی کے لئے وظیفہ مقرر کردے، اور (اگر خلافِ شرط) قاضی نے مقرر (بھی) کردیا ہے تو اس کو لینا حلال نہیں، البتہ اگر وقف شئ کی دیکھ بھال کے بعوض اجرتِ مثلی دینا جائز ہے۔ کذافی القنية۔

تجوز: اور جائز ہے قاضی کے لئے وظیفہ میں اضافہ کردینا (مقررہ وظیفہ پر) امام کے لئے جب کہ (على الشرط وظيفه) امام کی ضروریات کے لئے ناکافی ہو۔ اور وہ امام عالم ہے اور متقی ہے۔

اثم قال: یعنی صاحب اشباہ نے اس کے دوورق کے بعد فرمایا ہے کہ خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے؛ بلکہ خطیب (تو)

امام جمعہ ہے۔ لہٰذا خطیب کا حکم بھی وہی ہے جو امام کا حکم معلوم ہوا۔

فائدہ: اور بظاہر یہی حکم ہے دیگر خدمت گار کے حق میں بھی جب کہ مقرر شدہ وظیفہ ناکافی ہو، مثلاً مدرس، موذن، دربان وغیرہ اذا لم یعملموا ابدون الزیادۃ الخ۔ (شامی)

تشریح یکرہ: کیوں کہ وہ زکوٰۃ کے مشابہ ہے۔ بوجہ صدقہ ہونے کے! الا اذا: کیوں کہ یہ وقف بمنزلہ وصیت کے ہوا۔ لہٰذا جو عطاء دینا ہوگا وہ وصیت کے مانند ہے۔

فائدہ: کیوں کہ اس صورت میں بھی وقف صدقہ ہے، اور زکوٰۃ کے مشابہ ہے۔

لیس للقاضی: چنانچہ قاضی کو یہ حق نہیں ہے کہ مسجد کے لئے فرش کو مقرر کرے۔ بلا شرط الواقف۔ (شامی)

قُلْت: وَاعْتَمَدَهُ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ وَنَقَلَ عَنْ الْمَبْسُوطِ أَنَّ السُّلْطَانَ يَجُوزُ لَهُ مُخَالَفَةُ الشَّرْطِ إذَا كَانَ غَالِبُ جِهَاتِ الْوَقْفِ قُرًى وَمَزَارِعَ فَيُعْمَلُ بِأَمْرِهِ وَإِنْ غَايَرَ شَرْطَ الْوَاقِفِ لِأَنَّ أَصْلَهَا لِبَيْتِ الْمَالِ يَصِحُّ تَعْلِيقُ التَّقْرِيرِ فِي الْوَظَائِفِ فَلَوْ قَالَ الْقَاضِي إنْ مَاتَ فُلَانٌ أَوْ شَغَرَتْ وَظِيفَةُ كَذَا فَقَدْ قَرَّرْتُك فِيهَا صَحَّ

ترجمہ ومطلب کہ آپ ﷺ نے غزوۂ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر لشکر تجویز فرمایا اور ارشاد فرمایا ان قتل زید فجعفر بن ابی طالب الخ۔ ج: ۳، ص: ۴۳۱۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مبسوط خواہر زادہ سے نقل کیا ہے کہ بادشاہِ وقت کو واقف کی شرط کے خلاف (عمل) کرنے کا حق (اور اختیار) ہے جیسا کہ وقف کی اکثری جہات دیہا اور زراعت کی زمین ہو۔ تو (اس زراعت) وقف کی اراضی میں بادشاہ کے حکم پر عمل کیا جائے اگر چہ واقف کی شرط کے مغایر ہو؛ کیوں کہ دیہات اور زراعتی اراضی کی اصل بیت المال کی ملکیت ہوتی ہے۔

یصح: اور وظائف میں تعلیق (کے ساتھ) تجویز (اور تقرری) درست ہے، مثلاً قاضی نے یہ (حکم جاری کیا کہ) اگر فلاں شخص مرجائے (جس کا وقف سے وظیفہ مقرر شدہ ہے) یا کہ فلاں وظیفہ خالی ہوجائے گا تو تم کو میں اس کی جگہ مقرر کرتا ہوں کہ وہ وظیفہ تم کو دیا جائے گا! یہ تعلیق درست ہے۔

تشریح قلت: علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور اس کے نائب کو یہ (تو) حق اور اختیار ہے واقف کی شرائط (میں اس قسم کا تصرف کرسکتا ہے کہ اس) میں زیادتی کردے اور یا حسب ضرورت کم کردے مگر یہ نہیں کہ علی الاطلاق مفید جہت کو تبدیل کرو مثلاً جو وظائف علماء کے لئے مقرر شدہ تھے ان کو ختم کردے اور دوسرے مصارف میں آمدنی کو منتقل کردے۔ فان الملوک ارادذالک ومنعھم علماء عصرھم۔ الخ۔ ج: ۳، ص: ۴۳۱۔

لَيْسَ لِلْقَاضِي عَزْلُ النَّاظِرِ بِمُجَرَّدِ شِكَايَةِ الْمُسْتَحِقِّينَ حَتَّى يُثْبِتُوا عَلَيْهِ خِيَانَةً وَكَذَا الْوَصِيُّ وَالنَّاظِرُ إذَا آجَرَ إنْسَانًا فَهَرَبَ وَمَالُ الْوَقْفِ عَلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ وَلَوْ فَرَّطَ فِي خَشَبِ الْوَقْفِ حَتَّى ضَاعَ ضَمِنَ. لَا تَجُوزُ الِاسْتِدَانَةُ عَلَى الْوَقْفِ إلَّا إذَا احْتِيجَ إلَيْهَا لِمَصْلَحَةِ الْوَقْفِ كَتَعْمِيرٍ وَشِرَاءِ بَذْرٍ فَيَجُوزُ بِشَرْطَيْنِ، الْأَوَّلُ: إذْنُ الْقَاضِي فَلَوْ بِبُعْدٍ مِنْهُ يَسْتَدِينُ بِنَفْسِهِ

الثَّانِي: أَنْ لَا تَتَيَسَّرَ إِجَارَةُ الْعَيْنِ وَالصَّرْفُ مِنْ أُجْرَتِهَا وَالِاسْتِدَانَةُ الْقَرْضُ وَالشِّرَاءُ نَسِيئَةً

ترجمہ ومطلب محض مستحقین وقف کی شکایت پر متولی کو معزول کرنا قاضی کے لئے جائز نہیں، تاوقتیکہ متولی کی خیانت ثابت کردیں۔ اوراسی طرح وصی کو بھی معزول کرنا درست نہ ہوگا۔ جب تک کہ خیانت ثابت نہ ہو۔

الناظر: اوراگر وقف کے ناظر (منتظم) نے کسی شخص کو اجرت دی کہ وہ بھاگ گیا حالانکہ اس شخص کے ذمہ وقف کا مال (اور مطالبہ) ہے، تو منتظم پر ضمان لازم نہ ہوگا۔ اوراگر ناظر اور متولی نے وقف (کے مال- مثلا) لکڑی کی حفاظت کا حق ادا نہ کیا ہو، یہاں تک کہ وہ لکڑی ضائع ہوگئی، تو اس پر ضمان لازم آئے گا۔

فائدہ: اور یہی حکم ہے کہ اشیاء وقف کی حفاظت کا پورے طور پر نظم نہ کیا اور ضائع ہوجائے، تو اس پر ضمان ہوگا، خواہ مسجد کے فرش ہوں یا کوئی اور شئ۔ و کذا خازن الکتب الموقوفه الخ۔ (شامی)

لا یجوز: وقف پر دین (قرض) چڑھانا جائز نہیں؛ مگر جب کہ قرضہ کی حاجت درپیش ہو، وقف کی ضرورت کے لئے، مثلاً تعمیر کرنا۔ اور زراعتی زمین وقف کے لئے بیچنے کی ضرورت ہو، ان خرید کرنا ہے، تو (مصلحتِ وقت کی وجہ سے) قرض نہیں جائز ہوگا دوشرائط کے ساتھ۔

(۱) **پہلی شرط:** قاضی سے اجازت لینا اوراگر قاضی دور مقام پر ہو۔ تو بذاتِ خود متولی بھی (بلا اجازت) لے سکتا ہے۔

(۲) **دوسری شرط:** عین وقف کو کرایہ پر دینا اوراس کی آمدنی سے خرچ (کی ضرورت کا پورا ہونا) ممکن نہ ہو۔

اور؟؟ الاستدانة صوابه الاستقراض۔

سے مدار قرض روپیہ لینا۔ اور یا کہ شئ (ضروری) کو ادھار خریدنا۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ وقف کی کوئی آمدنی نہیں ہے۔ جس سے کہ اس آمدنی سے ضرورتِ وقف پوری کی جاسکے۔ لہٰذا ایسی صورت میں قرض اور اشیاء کا ادھار خرید کرنا۔ وتفسیر الاستدانة کما فی الخانیة الخ۔ (شامی)

وَهَلْ لِلْمُتَوَلِّي شِرَاءُ مَتَاعٍ فَوْقَ قِيمَتِهِ ثُمَّ بَيْعُهُ لِلْعِمَارَةِ وَيَكُونُ الرِّبْحُ عَلَى الْوَقْفِ؟ الْجَوَابُ: نَعَمْ. أَقَرَّ بِأَرْضٍ فِي يَدِ غَيْرِهِ أَنَّهَا وَقْفٌ وَكَذَّبَهُ ثُمَّ مَلَكَهَا صَارَتْ وَقْفًا.

ترجمہ ومطلب سو وہ کیا متولی کے لئے (یہ) کسی شئ کو زائد قیمت پر خرید کرنا جائز ہے۔؟ اور پھر اسی شی کو برائے تعمیر فروخت کرنا اور جو منافع حاصل ہو اس کو وقف پر خرچ کرنا؟

الجواب: متولی کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

فائدہ: ولیکن امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی مالِ مسجد اور مالِ وقف سے نہ دے بلکہ اپنی ملکیت سے ادا کرے (ماخوذ از حاشیہ کشف الاستار)

اقر بارض فی......... ایک زمین ایک شخص کے قبضہ میں ہے (دوسرے شخص نے اقرار کیا کہ یہ زمین (جو فلاں کے قبضہ میں ہے وہ) وہ وقف ہے اور قابض نے اس کی تکذیب کی کہ وہ وقف نہیں۔ اس کے بعد...... کسی صورت سے...... وہ اقرار کنندہ شخص اس زمین کا مالک ہوگیا۔ تو اب یہ زمین وقف ہوگئی۔

فائدہ: دراصل یہ وقف (کا شیم) ہونا اور اس پر وقف کا حکم نافذ ہونا "مواخذة له بزعمه" کہ اسی کے قول واقرار پر عمل درآمد کیا گیا ہے۔

يُعْمَلُ بِالْمُصَادَقَةِ عَلَى الِاسْتِحْقَاقِ وَإِنْ خَالَفَتْ كِتَابَ الْوَقْفِ لَكِنْ فِي حَقِّ الْمُقِرِّ خَاصَّةً فَلَوْ أَقَرَّ الْمَشْرُوطُ لَهُ الرَّيْعُ أَوْ النَّظَرُ أَنَّهُ يَسْتَحِقُّهُ فُلَانٌ دُونَهُ صَحَّ، وَلَوْ جَعَلَهُ لِغَيْرِهِ لَا وَسَيَجِيءُ آخِرَ الْإِقْرَارِ

ترجمہ ومطلب عمل کیا جائے گا باہم تصدیق کے مطابق مستحق ہونے پر اگرچہ باہمی تصدیق، وثیقہ (اور تحریر کردہ امور) کے خلاف ہو، ولیکن یہ تحل (باہم تصدیق پر) محض مقر کے حق میں ہوگا۔

پس اگر اقرار کیا اس شخص نے جس کے لئے وقف کی آمدنی مشروط ہے (اور) یا کہ تولیت (اور انتظام) مشروط ہے کہ فلاں شخص اس آمدنی کا مستحق ہے نہ (یہ مقر) وہ مقر...... یعنی اپنے علاوہ دوسرے کے حق میں اقرار کرتا ہو! تو یہ اقرار درست ہے۔ اور اگر وہ شخص جس کے حق میں واقف نے وقف کیا ہوا ہے وہ اپنے حصہ کو دوسرے شخص کے لئے مقرر کرے۔ تو یہ درست نہ ہوگا۔ تفصیل کتاب الاقرار میں معلوم ہوگی۔

فائدہ: کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ واقف نے بعد میں دوسرے شخص کے لئے معین کردیا ہو، جس کے مطابق مقر اس کا اقرار کرتا اور بیان کرتا ہے۔ لہٰذا اس کو تسلیم کرلیا جائے گا۔ البتہ موقوف علیہ کو اپنا حصہ وقف دینا اور اپنے سے منتقل کرنا درست نہیں، جس طرح وراثت شرعی کو ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

اور اگر مقر کا اقرار واقعی مبنی برصداقت ہے، تب مقرلہ کے لئے وہ شی حلال ہوگی اور اگر فی الواقع یہ اقرار خلافِ واقعہ (کذب) ہے تب مقرلہ کے لئے حلال نہ ہوگا۔ اذ الاقرار اخبار لا تملیک۔

وَلَا يَكْفِي صَرْفُ النَّاظِرِ لِثُبُوتِ اسْتِحْقَاقِهِ بَلْ لَا بُدَّ مِنْ إِثْبَاتِ نَسَبِهِ وَسَيَجِيءُ فِي دَعْوَى ثُبُوتِ النَّسَبِ. مَتَى ذَكَرَ الْوَاقِفُ شَرْطَيْنِ مُتَعَارِضَيْنِ يُعْمَلُ بِالْمُتَأَخِّرِ مِنْهُمَا عِنْدَنَا لِأَنَّهُ نَاسِخٌ لِلْأَوَّلِ.

ترجمہ ومطلب اور (اگر متولی اور منتظم) وقف کی آمدنی صرف کرتا ہے کسی شخص پر (اور متولی کے صرف کرنے سے، استدلال کرتے ہوئے یہ شخص) دعوی کرتا ہے وقف کے مستحق ہونے کا۔ تو یہ دعویٰ استحقاق کافی نہ ہوگا مستحق (حقیقی) ہونے کے لئے بلکہ اثبات نسب ضروری ہے۔

فائدہ: زید نے دعویٰ کیا کہ وہ واقف کی اولاد میں سے ہے، اس لئے وہ وقف کی آمدنی کا مستحق ہے؟ اور دعویٰ کے اثبات کے لئے دلیل یہ ہے کہ متولی زید کو آمدنی دیتا ہے۔ محض اس سے استحقاق ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ شرعی طریقہ پر ذریت اور نسب ثابت کرنا ہوگا واقف کی طرف سے! اور اس کی تفصیل باب دعوی ثبوت نسب کے تحت معلوم ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ: متى ذكر الوقف...... اگر واقف نے دو ایسی شرائط کا تذکرہ کیا ہے جو متعارض ہیں، تو ان دونوں میں سے آخری شرط پر عمل ہوگا۔ ہمارے نزدیک کیوں کہ بعد والی شرط۔ اول شرط کے حق میں (بمنزلہ) ناسخ ہے۔

فائدہ: البتہ اگر دونوں شرطیں متعارض نہ ہوں، بلکہ دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے، توان دونوں شرائط پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

الْوَصْفُ بَعْدَ الْجُمَلِ يَرْجِعُ إِلَى الْأَخِيرِ عِنْدَنَا وَإِلَى الْجَمِيعِ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ لَوْ بِالْوَاوِ وَلَوْ بِثُمَّ فَإِلَى الْأَخِيرِ اتِّفَاقًا الْكُلُّ مِنْ وَقْفِ الْأَشْبَاهِ وَتَمَامُهُ فِي الْقَاعِدَةِ التَّاسِعَةِ. مَتَى وَقَفَ حَالَ صِحَّتِهِ وَقَالَ عَلَى الْفَرِيضَةِ الشَّرْعِيَّةِ قُسِمَ عَلَى ذُكُورِهِمْ وَإِنَاثِهِمْ بِالسَّوِيَّةِ هُوَ الْمُخْتَارُ الْمَنْقُولُ عَنْ الْأَخْبَارِ كَمَا حَقَّقَهُ مُفْتِي دِمَشْقَ يَحْيَى ابْنُ الْمِنْقَارِ فِي الرِّسَالَةِ الْمَرْضِيَّةِ عَلَى الْفَرِيضَةِ الشَّرْعِيَّةِ وَنَحْوُهُ فِي فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ

ترجمہ ومطلب

اور صفت تمام جملوں کے بعد کے آخری (جزئ) موقوف کی جانب راجع ہوتی ہے، جملوں سے مدار ہے معطوفات کے جملے مثال! اگر واقف نے یہ کہا وقفت علی اولادی اولادی۔ اولاد، اولادی الذکور اس مثال میں عندالاحناف الذکور (یعنی اولاد ذکور) صفت ہے تیسری شاخ کے لئے، اول اور ثانی شاخ کے لئے نہیں۔

والی الجمع: اور حضرات شوافع کے نزدیک (اس کے برخلاف) وہ صفت راجع ہوگی تمام کے ساتھ یعنی مذکورہ مثال میں پر سہ شاخوں کے لئے، جب کہ یہ عطف بالواؤ ہو، اور اگر عطف بحرفِ ثم ہو، تب بالاتفاق آخر معطوف (ہی) کی جانب راجع ہوگا، یہ جملہ مذکورہ مسائل الاشباہ کتاب الوقف سے ماخوذ ہیں۔!

اور مکمل بیان ان مسائل کا الاشباہ کی قاعدۂ تاسعہ میں مذکور ہیں! متی۔ بعض نسخوں میں ''من وقف الخ'' ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی صحت کی حالت میں وقف کیا (تمام) احد وقف کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔..... ''عمل الفريضة الشرعية'' یعنی میں نے وقف کیا بموجب فریضۂ شرعیہ کے، تو ورثاء کے مذکر اور مونث پر آمدنی تقسیم ہوگی برابری کے ساتھ، یہی قول مختار ہے جو علماء اخیار سے منقول ہے، اور اسی قول کو مفتی دمشق یحیٰ بن المنعار ''رسالہ فرضیہ علی فریضۂ شرعیہ'' میں تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اسی کے مطالب مصدؒ کے فتاویٰ میں بیان ہے۔

وَفِيهَا مَتَى ثَبَتَ بِطَرِيقٍ شَرْعِيٍّ وَقْفِيَّةُ مَكَانٍ وَجَبَ نَقْضُ الْبَيْعِ وَلَا إِثْمَ عَلَى الْبَائِعِ مَعَ عَدَمِ عِلْمِهِ وَلِلْمُتَوَلِّي أَجْرُ مِثْلِهِ وَلَوْ بَنَى الْمُشْتَرِي أَوْ غَرَسَ فَذَلِكَ لَهُمَا فَيُسْلَكُ مَعَهُمَا بِالْأَنْفَعِ لِلْوَقْفِ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ مَعْزِيًّا لِلْجَامِعِ إِنَّمَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ بَعْدَ نَقْضِهِ إِنْ سَلَّمَهُ الْمُشْتَرِي لِلْبَائِعِ وَإِنْ أَمْسَكَهُ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ بِخِلَافِ مَا لَوْ اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ

ترجمہ ومطلب

اور مصدؒ کے فتاوی میں (مذکور) ہے کہ جب قاعدۂ شرعیہ کے مطابق (کسی) مکان کا وقف ہونا ثابت ہو چکا تو (اگر اس مکان کو بیع کر دیا ہو تو) اس عقد بیع کو ختم کرنا واجب ہے، اور فروخت کرنے والے پر کوئی گناہ نہ ہوگا (اگر اس نے فروخت کیا تھا) معلوم نہ ہونے کی وجہ سے (کہ وہ وقف شدہ ہے) اور مشتری سے اجرت مثلی و مرن کرنے کا حق ہے۔ اور اگر خریدار نے اس مکان پر کوئی عمارتی کام کرلیا ہو متولی کے لئے، اور یا زمین میں درخت لگائے، (اور عقد بیع منسوخ ہو چکا ہے تو) وہ عمارتِ (جدید) اور درخت اس مشتری کی ملکیت میں رہیں گے۔ (البتہ) اس صورت میں اس عمارت اور درخت کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو وقف کے حق میں زیادہ نفع بخش (اور مفید) ہو۔

وفي البزازية: اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ (جو جامع سے منقول) ہے کہ مشتری تعمیر کنندہ، اپنے بنائے ہوئے (ملبہ کی) قیمت وصول کرلے، اگر مشتری نے وہ بناء بائع کو سپرد کردی ہے۔ اور اگر مشتری نے سپرد نہیں کیا بلکہ اپنے قبضہ میں (ہی) رکھا ہوا ہے۔ تو مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔ (البتہ) قالو استحق البیع والی صورت میں، حکم اس کے برخلاف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خریدار نے اس مکان میں جس قدر زمانہ رہائش کی تھی (جس کی وجہ وقف کے بیع کو فسخ کیا گیا ہے) تو اس کا کرایہ ''اجرت مثلی'' ادا کرنا ہوگا۔

یہ مسئلہ کی دوسری صورت ہے، جس کا تعلق وقف والی صورت کے علاوہ ہے۔ صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس فروخت کردہ مکان اور زمین میں عقد بیع کے بعد کبھی دوسرے کی ملکیت کا استحقاق ثابت ہوجائے۔ تو مشتری اس صورت میں قائم شدہ تعمیر کی قیمت وصول کرے۔ اس صورت میں ملبہ کی قیمت نہیں۔ کمافي الوقف۔

لَوِانْقَطَعَ ثُبُوتُهُ فَمَاكَانَ فِي دَوَاوِينِ الْقَضَاءِ اُتُّبِعَ وَإِلَّافَمَنْ بَرْهَنَ عَلَى شَيْءٍحُكِمَ لَهُ بِهِ وَإِلَّا صُرِفَ لِلْفُقَرَاءِ مَالَمْ يَظْهَرْوَجْهُ بُطْلَانِهِ بِطَرِيقٍ شَرْعِيٍّ فَيَعُودُلِمِلْكِ وَاقِفِهِ أَوْوَارِثِهِ أَوْ لِبَيْتِ الْمَالِ

ترجمہ ومطلب اگر (وقف شدہ شی کا) ثبوت منقطع شدہ ہے کہ وقف کی آمدنی کا مصرف معلوم نہ ہو، کہ وقف کئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہوگیا، تو قضاء کے دفتر (اور رجسٹروں) میں جو مدقوم ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے، اور اگر دفتر میں (بھی) اندراج نہ ہو۔ تو جو شخص شہادت کے ساتھ ثابت کرے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اگر گواہی بھی نہ ہو، تب فقراء پر آمدنی صرف کی جائے گی۔ جب تک شرعی طریقہ پر فقراء پر خرچ کرنے کی نوعیت باطل نہ ہوجائے۔

فیعود: سو اگر فقراء پر صرف کیا جانا شرعاً باطل ہوجائے تو اب وقف مالک کی ملکیت کی جانب واپس ہوگا یا ورثاء کی جانب (اور اگر وہ موجود نہ ہوں) بیت المال کی جانب۔

فائدہ: شرعاً اگر مصرف وقف واقف کی شرائط کے مطابق کوئی بھی مصرف باقی نہ ہو، تو آخری مصرف فقراء ہوں گے۔ اور کسی شرعی جہت سے یہ مصرف بھی ختم ہوجائے۔ تو ظاہر ہے کہ وقف کسی کے حق میں برقرار رکھا جائے۔ کوئی وجہ باقی نہ رہی۔ اس لئے واقف کی جانب اگر وہ زندہ ہے والداس کے ورثاء کی جانب اگر وہ زندہ ہوں واپس ہوگا۔ بوجہ شرعاً مصرفِ وقف موجود نہیں ہے۔

اور اگر کوئی بھی زندہ نہ ہو۔ بیت المال میں اس کے حقوق راجع ہوں گے۔ اور اگر بیت المال بھی موجود نہ ہو (کمافي زماننا) تب علماء اخیار سے اس کا حکم معلوم کیا جائے۔ اسعدی۔

فَلَوْ أَوْقَفَهُ السُّلْطَانُ عَامًا جَازَ، وَلَوْ لِجِهَةٍ خَاصَّةٍ فَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ لَا يَصِحُّ. لَوْ شَهِدَ الْمُتَوَلِّي مَعَ آخَرَ بِوَقْفِ مَكَانِ كَذَا عَلَى الْمَسْجِدِ فَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ قَبُولُهَا. لَا تَلْزَمُ الْمُحَاسَبَةُ فِي كُلِّ عَامٍ وَيَكْتَفِي الْقَاضِي مِنْهُ بِالْإِجْمَالِ لَوْ مَعْرُوفًا بِالْأَمَانَةِ، وَلَوْ مُتَّهَمًا يُجْبِرُهُ عَلَى التَّعْيِينِ شَيْئًا فَشَيْئًا وَيَحْبِسُهُ بَلْ يُهَدِّدُهُ، وَلَوِ اتَّهَمَهُ يُحَلِّفُهُ قُنْيَةٌ. قُلْت: وَقَدَّمْنَا فِي الشَّرِكَةِ أَنَّ الشَّرِيكَ وَالْمُضَارِبَ وَالْوَصِيَّ وَالْمُتَوَلِّيَ لَا يُلْزَمُ بِالتَّفْصِيلِ، وَأَنَّ غَرَضَ قُضَاتِنَا لَيْسَ إلَّا الْوُصُولَ لِسُحْتِ الْمَحْصُولِ. لَوِ ادَّعَى الْمُتَوَلِّي الدَّفْعَ قُبِلَ قَوْلُهُ بِلَا يَمِينٍ لَكِنْ أَفْتَى الْمُنْلَا أَبُو

السُّعُودِ أَنَّهُ إِنْ ادَّعَى الدَّفْعَ مِنْ غَلَّةِ الْوَقْفِ لِمَنْ نَصَّ عَلَيْهِ الْوَاقِفُ فِي وَقْفِهِ كَأَوْلَادِهِ وَأَوْلَادِ أَوْلَادِهِ قُبِلَ قَوْلُهُ، وَإِنْ ادَّعَى الدَّفْعَ إِلَى الْإِمَامِ بِالْجَامِعِ وَالْبَوَّابِ وَنَحْوِهِمَا لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ كَمَا لَوْ اسْتَأْجَرَ شَخْصًا لِلْبِنَاءِ فِي الْجَامِعِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ ثُمَّ ادَّعَى تَسْلِيمَ الْأُجْرَةِ إِلَيْهِ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَهُوَ تَفْصِيلٌ فِي غَايَةِ الْحُسْنِ فَيُعْمَلُ بِهِ وَاعْتَمَدَهُ ابْنُهُ فِي حَاشِيَةِ الْأَشْبَاهِ. قُلْت: وَسَيَجِيءُ فِي الْعَارِيَّةِ مَعْزِيًّا لِأَخِي زَادَهْ لَوْ آجَرَ الْقَيِّمُ، ثُمَّ عُزِلَ، فَقَبْضُ الْأُجْرَةِ لِلْمَنْصُوبِ فِي الْأَصَحِّ وَهَلْ يَمْلِكُ الْمَعْزُولُ مُصَادَقَةَ الْمُسْتَأْجِرِ عَلَى التَّعْمِيرِ قِيلَ نَعَمْ، قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَالَّذِي تَرَجَّحَ عِنْدِي لَا.

ترجمہ ومطلب اگر بادشاہ نے کوئی وقف عام کیا ہے (مثلاً مسجد یا قبرستان) تو یہ جائز ہے، اور اگر کسی خاص جہت کے لئے وقف کیا تو فقہاء کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص وقف درست نہیں ہوگا، مثلاً کسی خاص شخص کی اولاد کے لئے۔

فائدہ: اور بادشاہ کا وقف کرنا بیت المال سے! اور چونکہ بیت المال میں عامۃ المسلمین کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا تخصیص جائز ہوگی۔ تعیم درست ہے۔

لو شهد: اگر متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ (یہ) شہادت دی کہ فلاں مکان مسجد پر وقف ہے تو فقہاء کا کلام ظاہر یہ ہے کہ یہ شہادت مقبول ہوگی۔

لا تلزم: وقف کی آمدنی میں...... متولی سے ہر سال محاسبہ لازمی نہیں، اگر متولی کا آمین ہونا معلوم (اور معروف) ہے تو قاضی اجمالاً محاسبہ کرلے۔ کافی ہوگا۔ اور اگر متولی خیانت میں الزام (متہم) شدہ ہو، تو (اس متولی پر) قاضی جبر کرے (کہ وقف کی آمدنی کو) قدرے، قدرے صرف کرے، اور (متولی کو) مقید نہ کرے (یعنی تہمت اور خیانت کے الزام پر) بلکہ تنبیہ (کر دینا کافی ہے) اور (کسی نے) اس پر تہمت لگائی ہو (خیانت پر) تو قاضی اس سے قسم کھلائے گا۔ كذافي القنية۔

قلت: احبِ درمختار فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب الشرکۃ مین بیان کر چکے ہیں کہ شریک، مضارب، وصی اور متولی پر تفصیلی حساب دینالازم نہیں۔ اور (مصنف علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ) فی زماننا قاضیوں کے حساب لینے کی غرض (محض) مال حرام حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی مقصود نہیں۔

فائدہ: یعنی رشوت لینا۔

ولو ادعى اور اگر متولی نے دعویٰ کیا (کہ اس نے صاحب حق کو اس کا حق) دے دیا ہے تو اس کا قول بلاقسم قبول کیا جائے۔ ولیکن ملا ابو سعود علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر متولی نے (یہ) دعویٰ کیا ہے کہ اس نے وقف کی آمدنی (سے) واقف کی تصریح کے مطابق ان (صاحب حق) کو دیا ہے، اپنے وقف میں سے (مثلاً) اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو، کہ ان کو دیا جانا واقف کی جانب سے مصرح ہے۔ اس کا قول قبول کیا جائے گا۔ اور اگر متولی نے دعویٰ کیا کہ جامع مسجد کے امام کو (حسب تصریح) دیا ہے اور دربان کو دیا ہے اور اسی طرح (دیگر مصارف وقف سے متعلق) دیئے جانے کا بیان دیا ہے

متولی کا قول قابل نہ ہوگا (مثلاً) اگر ایک شخص کو مسجد جامع کی تعمیر کے لئے کوئی معین اجرت اور مزدوری پر مقرر کیا۔ اور متولی نے (بیان دیا کہ) اس کی اجرت دے دی گئی تو اس کے قول کو قبول نہ کیا جاوے گا۔

(یعنی اگر کوئی اختلافی صورتِ حال نے یہ حالات پیدا کر دیئے ہوں تو بھی قول کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ حقیقتِ حال کی تحقیق اور تفتیش کی جائے گی۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں) فرمایا ہے کہ یہ تفصیل مرحوم مفتی کی بہت ہی عمدہ ہے اس پر عمل کیا جائے اور ان کے بیٹے نے اشباہ کے حاشیہ میں (بھی) اسی پر اعتماد کیا ہے۔

قلت: صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ آئندہ (ایک) قول آئے گا کتاب العاریۃ میں۔ کہ حج زہدہ کی نقل کے مطابق کہ متولی نے مکانِ وقف کرایہ پر دیا پھر وہ متولی معزول ہوگیا۔ تو (اب جو جدید) مقرر شدہ متولی کرایہ وصول کرنے کا حق دار ہے قول اصح کے مطابق!

وهل يملك: کیا معزول شدہ متولی حق رکھتا ہے کہ تعمیر پر مت جرت تصدیق کے لئے (اس میں اختلاف ہے) بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ "جی ہاں" وہ حق رکھتا ہے۔

مثال: متولی معزول نے یہ بیان دیا کہ میں نے اس کو درستگی کرنے کا اور صرف کی اجازت دی ہے، تو اس کے قول کی تصدیق سے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "میرے نزدیک" قول راجح یہ ہے کہ اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے۔ اور اس کو یہ حق نہیں ہے۔

لَيْسَ لِلْمُتَوَلِّي أَخْذُ زِيَادَةٍ عَلَى مَا قَرَّرَ لَهُ الْوَاقِفُ أَصْلًا وَيَجِبُ صَرْفُ جَمِيعِ مَا يَحْصُلُ مِنْ نَمَاءٍ وَعَوَائِدَ شَرْعِيَّةٍ وَعُرْفِيَّةٍ لِمَصَارِفِ الْوَقْفِ الشَّرْعِيَّةِ. وَيَجِبُ عَلَى الْحَاكِمِ أَمْرُ الْمُرْتَشِي بِرَدِّ الرِّشْوَةِ عَلَى الرَّاشِي عَقِبَ الدَّعْوَى الشَّرْعِيَّةِ. الْكُلُّ مِنْ فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ. قُلْتُ: لَكِنْ سَيَجِيءُ فِي الْوَصَايَا وَمَرَّ أَيْضًا أَنَّ لِلْمُتَوَلِّي أَجْرَ مِثْلِ عَمَلِهِ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ ومطلب متولی کے لئے اس مقدار سے زائد (وقف کی آمدنی سے) لینا جائز نہیں ہے جو مقدار واقف نے متعین کی ہوئی ہے مطلقاً اصلاً، یعنی اجرت مثلی کے برابر ہو یا نہ ہو۔

ويجب: اور جو آمدنی، بڑھوتری حاصل ہو شرعاً وعرفاً ان تمام آمد شدہ کا وقف پر (ہی) صرف کرنا شرعی طریقہ پر واجب (اور لازم) ہے۔

(یعنی متولی کی اجرت مقرر شدہ ہو۔) اور اگر متولی کی کوئی اجرت مقرر شدہ نہیں ہے تو جو فوائد حاصل شدہ ہوں، وہ متولی خود لے سکتا ہے۔

ويجب على الحاكم: حاکم اور قاضی پر (یہ) واجب ہے کہ جس نے رشوت لی ہے اس کو وہ حکم دے رشوت واپس کرنے کا جس سے رشوت لی گئی ہے شرعی طور پر دعویٰ برائے واپسی رشوت کئے جانے کے بعد!

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر شرعاً کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا ہو، تو ایسی صورت میں قاضی پر قضاء لازم نہیں ہوگی، یہ جملہ گذشتہ مسائل

مصنف علیہ الرحمہ کے فتاویٰ سے نقل شدہ ہیں۔ مصنف علیہ الرحمہ سے مراد متن کے مصنف۔

وقلت: صاحب درمختار علیہ الرحمہ...... شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کتاب الوصایا میں آئے گا۔ اور ماقبل میں (بھی) یہ بیان گذر چکا ہے کہ ''متولی کے لئے'' اپنے عمل پر اجرت مثلی لینا جائز ہے۔ فتنبہ: آپ کو متنبہ ہونا چاہئے۔

لَوْ وَقَفَ عَلَى فُقَرَاءِ قَرَابَتِهِ لَمْ يَسْتَحِقَّ مُدَّعِيهَا وَلَوْ وَلِيًّا لِصَغِيرٍ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ عَلَى فَقْرِهِ وَقَرَابَتِهِ مَعَ بَيَانِ جِهَتِهَا، فَإِذَا قُضِيَ لَهُ اسْتَحَقَّهُ مِنْ حِينِ الْوَقْفِ عَلَيْهِ فَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ. وَفِيهَا سُئِلَ عَمَّنْ شَرَطَ السُّكْنَى لِزَوْجَتِهِ فُلَانَةَ بَعْدَ وَفَاتِهِ مَا دَامَتْ عَزَبًا فَمَاتَ وَتَزَوَّجَتْ وَطُلِّقَتْ هَلْ يَنْقَطِعُ حَقُّهَا بِالتَّزْوِيجِ. أَجَابَ: نَعَمْ. قُلْتُ: وَكَذَا الْوَقْفُ عَلَى أُمَّهَاتِ أَوْلَادِهِ إِلَّا مَنْ تَزَوَّجَ أَوْ عَلَى بَنِي فُلَانٍ إِلَّا مَنْ خَرَجَ مِنْ هَذِهِ الْبَلْدَةِ فَخَرَجَ بَعْضُهُمْ ثُمَّ عَادَ أَوْ عَلَى بَنِي فُلَانٍ مِمَّنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ فَتَرَكَ بَعْضُهُمْ ثُمَّ اشْتَغَلَ بِهِ فَلَا شَيْءَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَشْرِطَ أَنَّهُ لَوْ عَادَ فَلَهُ، فَلْيُحْفَظْ خِزَانَةُ الْمُفْتِينَ.

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے اپنے قربتدار فقراء کے لئے وقف کیا، تو قرابت کا مدعی، وقف کا مستحق نہ ہوگا۔ شہادت کے بغیر اگر چہ دعویٰ کنندہ صغیرون کا ولی ہو۔ (یعنی) شہادت (کے ذریعہ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ) وہ قرابت دار ہے اور فقیر اور مسکین (بھی) ہے (مزید اس امر کا بیان بھی ضروری ہے کہ وہ) کس جہت سے قرابت دار ہے واقف کا، سو جب قاضی کا حکم جاری ہو جائے گا اس کے مستحق ہونے پر، تب وہ مستحق ہوگا جس وقت سے وہ وقف ہوا ہے اس پر۔ کذا فی فتاویٰ ابن نجیم۔

وفیھا: اور فتاویٰ ابن نجیم میں ہے کہ، یہ سوال کیا گیا کہ:

ایک شخص نے اپنی وفات کے بعد اپنی فانہ زوجہ کے لئے یہ (وصیت کی کہ) جب تک وہ نکاح ثانی نہ کرے، اس وقت متوفیٰ شوہر کے مکان میں سکونت رکھ سکتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ شخص انتقال کر گیا، اور اس زوجہ نے نکاح کر لیا، اور مطلقہ ہوئی، (سوال یہ ہے کہ اس صورت میں) وہ سکونت سے محروم ہو جائے گی نکاح کرنے کی وجہ سے؟ گویا کہ یہ وقف (عارضی ہے)

الجواب: نعم: جی ہاں اس کا حق سکونت ختم ہو جائے گا۔

قلت: صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ یہی حکم اس صورت میں ہے کہ واقف نے وقف کیا ہو، اپنی امہاتِ اولاد کے لئے۔ مگر جب وہ ام ولد نکاح کر لے، تو اس کے حق میں وقف برائے سکونت کا حق نہ ہوگا۔ تو یہ بھی درست ہوگا جب تک یہ ام ولد من الواقف نکاح نہ کرے، اور جب نکاح کرلے گی حق سکونت ختم ہو جائے گا۔ (اور اسی طرح اگر واقف نے وقف کیا فلاں کی اولاد پر، اور یہ شرط لگائی کہ اگر) شہر میں نہ رہے گا شہر سے منتقل ہو گیا تو اس پر وقف نہ ہوگا۔ تو اگر کوئی شہر سے نکل گیا تھا، شہر سے منتقل ہو گیا تو اس پر وقف نہ ہوگا۔ تو اگر کوئی شہر سے نکل گیا تھا اور پھر (کچھ مدت کے بعد) واپس آ گیا؟ کیا حق وقف عود کرے گا؟)

دوسری صورت: اور اگر وقف کیا کہ اگر فلاں کی اولاد علم حاصل کرے، ان پر وقف کیا، سو اگر ان میں سے کسی نے علم حاصل کرنا ترک کر دیا، پھر ایک مدت کے بعد علم حاصل کرنا شروع کر دیا؟ کیا وقف عود کرے گا۔ اس صورت میں ان کے لئے کوئی حق نہیں ہوگا۔ جب حق ثابت ہو گیا تو عود نہ کرے گا۔ مگر جب کہ واقف نے (اس امر کی صداقت کی ہو اور شرط لگائی ہو کہ) اگر وہ

مخصوص شرط کی جانب عود کرآ ئے، تو حق فی الوقف (بھی) عود کرآ ئے گا۔اس کو محفوظ کیجئے۔ کذا فی خزانة المفتیین۔

وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ: قَضَى بِدُخُولِ وَلَدِ الْبِنْتِ بَعْدَ مُضِيِّ السِّنِينَ فَلَهُ غَلَّةُ الْآتِي لَا الْمَاضِي لَوْ مُسْتَهْلَكَةً وَقَفَ عَلَى بَنِيهِ وَلَهُ وَلَدٌ وَاحِدٌ فَلَهُ النِّصْفُ وَالْبَاقِي لِلْفُقَرَاءِ أَوْ عَلَى وَلَدِهِ لَهُ الْكُلُّ لِأَنَّهُ مُفْرَدٌ مُضَافٌ فَيَعُمُّ.

ترجمہ ومطلب اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر قاضی نے فیصلہ دیا (وقف برائے اولاد کے سلسلہ میں کہ) ولد بنت (بھی) اس اولاد میں داخل ہے، اور یہ فیصلہ وقف کئے جانے کے چند سال بعد میں ہوا ہے۔ تو اس صورت میں، اس ولد بنت کو وقف کی آمدنی میں (سے حصہ دیا جائے گا) آئندہ سے گذشتہ زمانہ کا اس کو استحقاق نہ ہوگا۔ یعنی جس وقت سے فیصلہ دیا ہے اس وقت سے وہ نافذ العمل ہوگا۔ جب کہ وقف کی آمدنی موجود نہ ہو۔ صرف ہو چکی ہو۔ اور اگر آمدنی جمع ہے باقی ہے تو گذشتہ ایام کی آمدنی سے بھی دیا جائے۔

وقف علی بنیه: اور اگر کسی نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر۔ اور واقف کا فقط ایک ہی لڑکا ہے، تو اسی لڑکے کو وقف (کی آمدنی) سے نصف ملے گا۔ اور باقی فقراء اور مساکین پر آمدنی صرف ہوگی۔

(کیوں کہ واقف نے وقف جمع کے لفظ کے ساتھ کیا تھا) لہٰذا لفظ کی رعایت کرتے ہوئے یہ تقسیم ہوگی حالانکہ لڑکا فقط ایک ہی ہے۔ البتہ وقف اور وصیت میں دو بھی جمع کے حکم میں ہوتے ہیں۔

او علی ولده: اور اگر واقف نے وقف کیا (اپنی اولاد۔ اپنے ولد پر۔ تو اس صورت میں ایک ولد کے لئے تمام آمدنی ہوگی)

لانه: کیوں کہ واقف کا ولہ کہہ کر وقف کرنا۔ جس میں۔ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے۔ تو اس صورت میں یہ وقف کا حکم۔ عام ہوگا۔ یعنی تمام وقف اسی پر ہوگا۔

اور بہ وجہ عموم کے واحد اور اکثر سب پر اطلاق ہوگا۔

لِلْمُتَوَلِّي الْإِقَالَةُ لَوْ خَيْرًا. أَجَرَ بِعَرَضٍ مُعَيَّنٍ صَحَّ، وَخَصَّاهُ بِالنُّقُودِ، لِلْمُسْتَأْجِرِ غَرْسُ الشَّجَرِ بِلَا إِذْنِ النَّاظِرِ، إِذَا لَمْ يَضُرَّ بِالْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ الْحَفْرُ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَيَأْذَنُ لَوْ خَيْرًا وَإِلَّا لَا وَمَا بَنَاهُ مُسْتَأْجِرٌ أَوْ غَرَسَهُ، فَلَهُ مَا لَمْ يَنْوِهِ لِلْوَقْفِ وَالْمُتَوَلِّي بِنَاؤُهُ وَغَرْسُهُ لِلْوَقْفِ مَا لَمْ يُشْهِدْ أَنَّهُ لِنَفْسِهِ قَبْلَهُ. وَلَوْ آجَرَ لِابْنِهِ لَمْ يَجُزْ خِلَافًا لَهُمَا كَعَبْدِهِ اتِّفَاقًا هَذَا لَوْ بَاشَرَ بِنَفْسِهِ فَلَوْ الْقَاضِيَ صَحَّ وَكَذَا الْوَصِيُّ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ.

ترجمہ ومطلب اگر وقف کے حق میں خیر ہے، تو متولی کو اجارہ کا اقالہ کرنا (یعنی عقد اجارہ کو ختم کرنا) جائز ہے۔ (اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ عقد اجارہ بھی اس متولی نے کیا ہو) اور اجرت اصول نہ کی ہو۔ و الّا لا: کذا فی الاشباہ۔

آجر: اور اگر متولی نے معین شئ کے بعوض اجرت پر دیا ہے۔ تو یہ عقد درست ہوگا۔ اور حضرات صاحبین علیہ الرحمہ کے نزدیک اجارہ نقد (سکہ) کے ساتھ مخصوص ہے۔

للمستاجر: کرایہ دار کے لئے جائز ہے زمین میں درخت لگانا متولی کی اجازت کے بعد (بھی) بشرطیکہ وقف زمین

کو (یہ) شجر کاری نقصان نہ دے۔ (البتہ) کرایہ دار کے لئے زمین میں کھدائی کرنا بغیر اجازت کے جائز نہیں۔ اور متولی کھدائی کی اجازت دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ زمین کے حق میں بہتر ہو، اور (اگر نقصان دہ ہے تب) اجازت نہ دے۔

وما بناه: اور کرایہ دار جو عمارت بنائے یا درخت لگائے اس کی ملکیت کرایہ دار ہی کی ہوگی، جب تک کہ وقف کے لئے اس نے نیت نہ کی ہو۔

والمتولي: اور (اگر) متولی نے وقف میں عمارت بنائی، درخت لگائے تو وہ وقف (ہی) کی ملکیت ہوں گے۔ جب تک تعمیر اور درخت لگانے سے قبل اس پر شاہد نہ قائم کردے کہ وہ عمارت اور درخت متولی کی ملکیت ہوں گے۔

ولو اجر: اور اگر متولی نے وقف کو کرایہ پر دیا اپنے والد کو۔ تو یہ جائز نہ ہوگا (امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک) بخلاف حضرات صاحبین علیہ الرحما کے (کہ یہ درست ہے)

فائدہ: اور یہی اختلاف ہے والد کے حق میں بھی! اور اس میں اصل یہ ہے کہ "ممن لا تقبل شهادة" کہ لم یجز الخ (شامی)

كعبده: جس طرح اپنے غلام کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔

وهذا: اور یہ مذکورہ حکم (جواز اور عدم جواز) اس وقت ہے جب کہ متولی نے بذات خود یہ عقد اجارہ کیا ہو سو اگر قاضی نے یہ عقد کیا ہے تب درست ہوگا (بلا خلاف)

وكذا الوصي: اور یہی حکم (متولی کے) وصی کے لئے بھی ہے، بخلاف وکیل کے!

وَقَفَ عَلَى أَصْحَابِ الْحَدِيثِ لَا يَدْخُلُ فِيهِ الشَّافِعِيُّ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ وَيَدْخُلُ الْحَنَفِيُّ كَانَ فِي طَلَبِهِ أَوْ لَا بَزَّازِيَّةٌ: أَيْ لِكَوْنِهِ يَعْمَلُ بِالْمُرْسَلِ وَيُقَدِّمُ خَبَرَ الْوَاحِدِ عَلَى الْقِيَاسِ، وَجَازَ عَلَى حَفْرِ الْقُبُورِ وَالْأَكْفَانِ لَا عَلَى الصُّوفِيَّةِ وَالْعُمْيَانِ فِي الْأَصَحِّ.

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے وقف کیا ہو اصحابِ حدیث پر تو اس وقف میں مسلکِ شافعی والا داخل نہ ہوگا۔ جب کہ وہ حدیث کا طالب علم نہ ہو اور حنفی داخل ہوگا۔ خود وہ حنفی طالب حدیث ہو یا نہ ہو، كذا في البزازية۔ یعنی کیونکہ حنفی حدیث مرسل پر بھی عمل کرتا ہے اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتا ہے۔

وجاز على حفر القبور: اور جائز ہے وقف کرنا قبور کی کھدائی پر اور میت کے ل ءکفن دینے پر۔

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے "انه عمل بكل الاحاديث حيث لم يتر العمل بهذين" فصار احق باطلاق هذا اللفظ عليه الخ شامی: ج: ۳، ص: ۴۴۳۔

وجاز على حفر القبور: ھ- اور جائز ہے وقف کرنا قبور کی کھدائی پر اور میت کے لئے کفن دینے پر۔

وبه يفتى۔ (ف) اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں اور ان مختلف اقوال میں مذکورہ قول مفتی بہ ہے۔

لا على الصوفية: اس میں اہلِ علم کا اختلاف ہے اور ان اقوال میں قول اصح کے مطابق ان پر وقف کرنا درست نہ ہوگا

العميان: البتہ فقراء اور حاجت مندوں کی تصریح کے ساتھ ان پر وقف کرنا درست ہوگا کہ اس صورت میں وہ وقف

ان میں وہ وقف ان میں کے فقراء پر ہوا ہے۔

وَلَوْ شَرَطَ النَّظَرَ لِلْأَرْشَدِ فَالْأَرْشَدِ مِنْ أَوْلَادِهِ فَاسْتَوَيَا اشْتَرَكَا بِهِ أَفْتَى بِهِ الْمُنْلَا أَبُو السُّعُودِ مُعَلِّلًا بِأَنَّ أَفْعَلَ التَّفْضِيلِ يَنْتَظِمُ الْوَاحِدَ وَالْمُتَعَدِّدَ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَفِي النَّهْرِ عَنْ الْإِسْعَافِ شَرَطَهُ لِأَفْضَلِ أَوْلَادِهِ فَاسْتَوَيَا فَلِأَسَنِّهِمْ وَلَوْ أَحَدُهُمَا أَوْرَعَ وَالْآخَرُ أَعْلَمَ بِأُمُورِ الْوَقْفِ فَهُوَ أَوْلَى إذَا أُمِنَ خِيَانَتُهُ انْتَهَى جَوْهَرَةٌ

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے (بوقتِ وقف) شرط لگائی کہ اسکی اولاد ارشد میں سے ہے وقف کا متولی ہوگا، تو اولاد میں سے جو زائد ارشد ہوگا (وہی) متولی ہوگا (اور ارشدیت میں جو جس قدر زائد ہوگا وہ مقام اور بعدہٗ درجہ بدرجہ اور اگر اس کی اولاد میں دو برابر ہوں ارشدیت میں، تو دونوں (ہی) تولیت میں شریک رہیں گے، اسی پر فتویٰ دیا ہے ملا ابو سعود نے۔

اور اس کی وجہ اور علت یہ بیان کی ہے کہ اسم تفضیل کا صیغہ واحد اور (ایک سے زائد) متعدد افراد کو شامل ہوتا ہے۔ اور یہی قول ظاہر ہے۔

وفی النھر: اور نہر الفائق میں اسعاف سے منقول ہے کہ (اگر) واقف نے اپنی اولاد کے حق میں تولیت کی شرط کی (کہ جو اس کی اولاد میں افضل ہو وہ متولی ہوگا) سو اس کی اولاد میں سے (دو یا زائد) افضل ہونے میں برابر ہیں۔ تو تولیت (ان دونوں میں سے اس کو) دی جائے گی جو عمر میں زائد ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک زیادہ پرہیزگار (اور متقی) ہے اور دوسرا امور وقف کا زائد جاننے والا ہے۔ تو یہی زیادہ مستحق ہوگا تولیت کیلئے بشرطیکہ اس میں ہو خیانت سے، عبارت مکمل ہوگئی۔ نقلاً محسن الجوہرہ۔

فائدہ: ومثلہ (ایضاً) لو استویا فی الدیانۃ والسداد والفضل والرشاد فالاعلم باسر الوقف اولی بحر عن الظھیریۃ۔ (شامی: ج:۳، ص:۴۴۳)

وَكَذَا لَوْ شَرَطَ لِأَرْشَدِهِمْ كَمَا فِي نَفْعِ الْوَسَائِلِ وَلَوْ ضَمَّ الْقَاضِي لِلْقَيِّمِ ثِقَةً أَيْ نَاظِرَ حِسْبَةٍ هَلْ لِلْأَصِيلِ أَنْ يَسْتَقِلَّ بِالتَّصَرُّفِ لَمْ أَرَهُ وَأَفْتَى الشَّيْخُ الْأَخُ أَنَّهُ إنْ ضَمَّ إلَيْهِ الْخِيَانَةَ لَمْ يَسْتَقِلَّ وَإِلَّا فَلَهُ ذَلِكَ وَهُوَ حَسَنٌ نَهْرٌ

ترجمہ ومطلب اگر واقف نے ارشد اولاد کے (ہی) کے مانند ہے۔ وکذا فی انفع الوسائل۔ ولو ضمّ: اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ (جو واقف کی شرط کے مطابق شدہ شدہ ہے) کسی معتبر شخص کو شامل کردیا (تاکہ اس کے ساتھ شریک ہو کر عمل کرلے، اور اس شخص کو) حسبۃً للہ (بلا اجرت اور تنخواہ) مقرر کیا، تو اس صورت مین سوال یہ ہے کہ جو متولی اصیل ہے، اس کو (اس دوسرے شخص کے بغیر) وقف میں تصرف کرنا درست ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب: مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اس سے متعلق) حکم بصراحت نہیں دیکھا ہے (البتہ میرے استاذ شریک بھائی صاحب بحر الرائق نے) فتویٰ دیا ہے کہ اگر قاضی نے متولی کے لئے ساتھ دوسرا ناظر متولی کی خیانت کی وجہ سے شریک کیا

ہو اس صورت حال میں اصل متولی مستقل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کا تصرف مستقل درست ہوگا۔ اور اگر وہ سب نہ ہو تو متولی اصیل تصرف کرنے کا حق ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ "یہ فتویٰ" بہت خوب ہے۔ (کذا فی النہر)

فائدہ: متولی وغیرہ کا تجویز کرنا ہر قاضی کے اختیار میں نہیں ہے؛ بلکہ قاضی القضاۃ کو ہی یہ اختیار ہے۔

وَفِي فَتَاوَى مُؤَيَّدِ زَادَهْ مَعْزِيًّا لِلْخَانِيَّةِ وَغَيْرِهَا لَيْسَ لِلْمُشْرِفِ التَّصَرُّفُ بَلْ الْحِفْظُ لَيْسَ لِلْمُتَوَلِّي أَنْ يَسْتَدِينَ عَلَى الْوَقْفِ لِلْعِمَارَةِ إلَّا بِإِذْنِ الْقَاضِي مَاتَ الْمُتَوَلِّي وَالْجُبَاةُ يَدَّعُونَ تَسْلِيمَ الْغَلَّةِ إلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُمْ صُدِّقُوا بِيَمِينِهِمْ؛ لِإِنْكَارِهِمْ الضَّمَانَ. لَا يَجُوزُ الرُّجُوعُ عَنْ الْوَقْفِ إذَا كَانَ مُسَجَّلًا، وَلَكِنْ يَجُوزُ الرُّجُوعُ عَنْ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ الْمَشْرُوطِ كَالْمُؤَذِّنِ وَالْإِمَامِ وَالْمُعَلِّمِ وَإِنْ كَانُوا أَصْلَحَ اهـ جَوْهَرَةٌ.

ترجمہ و مطلب مذکورہ فتاویٰ میں، فتاویٰ، تتارخانیہ وغیرہ منقول ہے کہ مشرف کو وقف میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ محض تحفظ (اور نگرانی کرنے کا) ہی حق ہے۔

لیس: متولی کو (یہ) جائز نہیں ہے کہ تعمیر کے لئے وقف پر قرضہ کرنا (اور قرض لے کر) وقف کو مقروض بنا دینا، مگر قاضی کی اجازت سے۔

مات المتولی: متولی کا انتقال ہو چکا، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ زمین کی پیداوار ہم نے متولی کو، اس کی حیات میں ادا کر چکے، اور اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی شہادت نہیں ہے۔ تو اس (صورتِ حال میں) قسم کے ساتھ ان کے قول کو تسلیم کیا جائے گا۔ کیوں کہ (یہ صورت) ضمان سے منکر ہونے کی ہے۔ (اور منکر کا قول قسم کے ساتھ تسلیم ہوتا ہے جب کہ مدعی شہادت پیش نہ کر سکے۔)

لا یجوز: جبکہ وقف (کا اندراج ہو چکا ہو) قاضی کے حکم پر، تو اب اس وقف سے رجوع کرنا واقف کیلئے جائز نہیں ہے۔

اور اگر موقوف علیہ مشروط ہو، اس میں رجوع کرنا جائز ہے (یعنی جن لوگوں پر بالشرط وقف کیا گیا ہے کہ وقف کی آمدنی فلاں، فلاں پر صرف ہوگی۔ تو ان فلاں، فلاں موقوف علیہ کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً)

موقوف علیہ مؤذن، امام اور معلمہ تھے۔ تو ان کو تبدیل کرنا جائز ہے اگر چہ وہ اصلح (بھی) ہوں۔

المشرف: دراصل وقف میں حق تصرف فقط متولی ہی کو ہوا کرتا ہے کیوں کہ متولی کا ہونا وقف کے لئے لازم ہے کہ وہ عندالوقف، شئ وقف شدہ پر قبضہ کرتا ہے جس سے وقف تام ہوتا ہے، اور مشرف کو خیانت وغیرہ کی تہمت کی وجہ سے مالِ وقف کی حفاظت کے لئے (بصورتِ نگراں) مقرر کیا جاتا ہے۔ ولیکن قال الفتح وھذا یختلف بحسب العرف فی معنی المشرف۔ (شامی)

ان یستدین: یہ مسئلہ ماقبل میں بھی گذر چکا ہے۔ (شامی: ج:۳، ص: ۴۴۴)

وَفِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى: شَرَطَ لِنَفْسِهِ مَا دَامَ حَيًّا، ثُمَّ لِوَلَدِهِ فُلَانٍ مَا عَاشَ، ثُمَّ بَعْدَهُ لِلْأَعَفِّ الْأَرْشَدِ مِنْ أَوْلَادِهِ فَالْهَاءُ تَنْصَرِفُ لِلِابْنِ لَا لِلْوَاقِفِ لِأَنَّ الْكِنَايَةَ تَنْصَرِفُ لِأَقْرَبِ الْمُكَنِّيَاتِ

بِمُقْتَضَى الْوَضْعِ وَكَذٰلِكَ مَسَائِلُ ثَلَاثٌ: وَقَفَ عَلَى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَنَسْلِهِ فَالْهَاءُ لِعَمْرٍو فَقَطْ، وَقَفْتُ عَلَى وَلَدِي وَوَلَدِ وَلَدِي الذُّكُورِ، فَالذُّكُورِ رَاجِعٌ لِوَلَدِ الْوَلَدِ فَحَسْبُ، وَعَكْسُهُ وَقَفْتُ عَلَى بَنِي زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَلَمْ يَدْخُلْ بَنُو عَمْرٍو لِأَنَّهُ أَقْرَبُ، إِلَى زَيْدٍ فَيُصْرَفُ إِلَيْهِ هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ.

ترجمہ ومطلب اور جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ اگر واقف نے عندالوقف (یہ) شرط کرتا کہ تاحیات وہ متولی ہوگا۔ اور (واقف کے لانے کے بعد) اس کا فلاں ولد متولی ہوگا۔ جب تک وہ زندہ رہے، اور اس فلاں ولد کے انتقال کے بعد وہ متولی ہوگا، جو اس کی اولاد میں زیادہ دیندار، پرہیزگار اور ہوشیار ہو۔

تو اس صورت میں واقف کے کلام "من بعدہ" کی ضمیر (ہ) اور "اولادہ" کی ضمیر ولد (ابن) کی جانب راجع ہوگی واقف کی جانب نہیں۔ کیوں کہ از روئے مقتضاء وضع کنایہ منصرف ہوتا ہے مکنیات میں سے اقرب ترین کی جانب!

و کذالک: اور اسی طرح تین مسائل میں (بھی) اقرب ترین کا (ہی) اعتبار ہوگا۔

مسئلہ اوّل: واقف نے وقف کیا (اس عبارت کے ساتھ) زید، عمرو اور اس کی نسل پر۔ (ونسلہ) لہٰذا ضمیر ہاء راجع ہوگی فقط عمرو کی جانب۔

مسئلہ دوم: اگر واقف نے وقف کیا (اس عبارت کے ساتھ کہ) وقف کیا میں نے اپنی اولاد پر، اور اولاد کی اولاد پر۔ کہ جو (اولاد) ذکور ہو۔ تو اس صورت میں اولاد ذکور (کی نسبت) راجع ہوگی۔ ولد الولد کی جانب فقط کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے۔

وعکسہ: اور (ایک صورت مسئلہ دوم کے) برعکس ہے، یعنی واقف نے (یہ کہا کہ) وقف میں نے زید کی اولاد اور عمرو کی اولاد پر، تو اس صورت میں عمرو کے لڑکے وقف میں داخل نہیں ہوں گے، اس وجہ سے کہ "ابنی زید" زید قریب ہے، زید کے لہٰذا اسی جانب ضمیر کو راجع کیا جاء گا۔

ھذاھو الصحیح: یعنی اسی قول کو مشائخ نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ کے اور بھی اقوال ہیں مگر وہ مرجوح ہیں۔

وَقَدَّمْنَا أَنَّ الْوَصْفَ بَعْدَ مُتَعَاطِفَيْنِ لِلْأَخِيرِ عِنْدَنَا. وَفِي الزَّيْلَعِيِّ: مِنْ بَابِ الْمُحَرَّمَاتِ: وَقَوْلُهُمْ يَنْصَرِفُ الشَّرْطُ إِلَيْهِمَا وَهُوَ الْأَصْلُ قُلْنَا ذٰلِكَ فِي الشَّرْطِ الْمُصَرَّحِ بِهِ وَالِاسْتِثْنَاءِ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالَى. وَأَمَّا فِي الصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي آخِرِ الْكَلَامِ فَتُصْرَفُ إِلَى مَا يَلِيهِ، نَحْوُ جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو الْعَالِمُ إِلَى آخِرِهِ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ ومطلب اور ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک (جو) وصف دو معطوفوں کے بعد مذکور ہو، وہ (صفت) آخری معطوف (یعنی ثانی) سے متعلق ہوتی ہے، اور زیلعی کے باب المحرمات میں یہ (نقل کیا گیا) ہے کہ فقہاء کا یہ قول کہ شرط دونوں معطوفات کی جانب راجع ہوتی ہے۔ (تو یہی قول) اصل ہے۔

قلنا: ہم (یہ بات کہتے ہیں) کہ "مذکورہ قول کی شرط" ہر دو معطوفات کی راجع ہوتی ہے۔ (اس وقت ہے جب کہ وہ) شرط مصرح ہو، اور استثناء بمشیت اللہ (کے ساتھ مذکور) ہو۔

واما في: اور وہ صفت جو آخر کلام میں مذکور ہے، تو یہ صفت (اصلاً) اقرب ترین کی جانب ہی راجع ہوگی (یعنی ثانی کی جانب!)

مثال جائز زيد و عمرو العالم: اس مثال میں (صفتِ) عالم، فقط عمرو کے ساتھ (متعلق) ہے۔ (کہ ان دونوں میں عمرو آخری ہے اور صفت کے متصل ہے۔ فليحظ!)

وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ قَالَ:

وَالْوَصْفُ بَعْدَ جُمَلٍ إِذَا أَتَى ☆ يَرْجِعُ لِلْجَمِيعِ فِيمَا ثَبَتَا

عِنْدَ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ فِيمَا ☆ إِنْ كَانَ ذَا الْعَطْفُ بِوَاوٍ أَمَّا

إِنْ كَانَ ذَا عَطْفًا بِثُمَّ وَقَعَا ☆ إِلَى الْأَخِيرِ بِاتِّفَاقٍ رَجَعَا

وَلَوْ عَلَى الْبَنِينَ وَقْفًا يَجْعَلُ ☆ فَإِنَّ فِي ذَاكَ الْبَنَاتُ تَدْخُلُ

وَوَلَدُ الِابْنِ كَذَاكَ الْبِنْتُ ☆ يَدْخُلُ فِي ذُرِّيَّةٍ بِثَبْتٍ

لَوْ وَقَفَ الْوَقْفَ عَلَى الذُّرِّيَّةِ ☆ مِنْ غَيْرِ تَرْتِيبٍ فَبِالسَّوِيَّةِ

يُقْسَمُ بَيْنَ مَنْ عَلَا وَالْأَسْفَلِ ☆ مِنْ غَيْرِ تَفْضِيلٍ لِبَعْضٍ فَانْقُلْ

وَتُنْقَضُ الْقِسْمَةُ فِي كُلِّ سَنَهْ

ترجمہ ومطلب اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر تمام (جُجلَ) مطوفات کے بعد صفت آئے تو (اس صورت میں) وہ صفت تمام معطوفات کی جانب راجع (ہوتی) ہے اس روایت کے مطابق جو امام شافعی علیہ الرحمہ سے ثابت شدہ ہے۔ بشرطیکہ عطف بالواو ہو۔ اور اگر عطف حرم ثم کے ساتھ ہو، تب احناف اور شوافع کے اتفاق کے ساتھ پوتا اور نواسی (بھی) وقف میں داخل ہوں گے، وہ آخری معطوفات کی جانب راجع ہوگی، اور ذریت کے وقف (والی صورت میں) اور اگر وقف بیٹوں پر (کیا گیا) ہو، تو (اس صورت میں) لڑکیاں بھی اس وقف میں داخل ہوں گی۔

فائدہ: اور اگر وقف کیا گیا ہو برادران پر کیا گیا ہو، تو ہمشیرگان (یعنی بہنیں) بھی داخل ہوں گی! كذا في الظهيرية۔

اور اگر وقف کیا گیا ہو "ذریت" پر؟ (کسی خاص) ترتیب کے بغیر۔

فائدہ: یعنی وقف کی شرط میں کوئی ترتیب ذریت کے درمیان بیان نہیں کی۔ تو (اس صورت میں) وقف کی آمدنی برابر تقسیم ہوگی۔ ذریت عالیہ اور ذریت سافلہ (کے درمیان) کوئی فرق نہ ہوگا کہ بعض کو زائد دیا جائے اور بعض کو کم (ایسا نہیں ہوگا بلکہ جملہ ذریت برابر درجہ میں رہے گی)

فائدہ: کوئی ذریت، کسی ذریت پر فضل اور زیادتی کا مستحق نہ ہوگا۔

فانقل: اس قول کو نقل کیجئے۔!

وتنقض: اور تقسیم (جو گذشتہ سال میں کی گئی تھی حسبِ شرط) ٹوٹ جائے گی، ہر سال میں (یعنی جب کہ آئندہ سال میں واقف کی ذریت میں کوئی لڑکا اور لڑکی کی ولادت ہوتی جو گذشتہ سال تقسیم میں داخل نہ تھا اور یا کہ موجودہ ذریت میں معین تھے ان میں سے کوئی مر جائے، تو ان دونوں صورتوں میں) تقسیم بدل جائے گی۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ جو انتقال کر جائے۔ اس کا جب حصہ ختم ہو گیا ہے تو گزشتہ تقسیم تبدیل ہونا لازمی ہے، اور اسی طرح ولادت والی صورت میں جب حقدار کی زیادتی ہوگئی ہے تب بھی تقسیم بدل جائے گی۔ خوب اچھی طرح غور فرمائیے۔

وَيُقْسَمُ الْبَاقِي عَلَى مَنْ عَيَّنَهْ

وَلَــوْ عَلَــى أَوْلَادِهِ ثُــمَّ عَلَــى ☆ أَوْلَادِ أَوْلَادٍ لَــهُ قَــدْ جَعَــلَا

وَقْفًا فَقَالُوا لَيْسَ فِي ذَا يَدْخُلُ ☆ أَوْلَادُ بِنْتِــهِ عَلَــى مَــا يُنْقَــلُ

بَنِــيَّ أَوْلَادِي كَــذَا أَقَــارِبِي ☆ وَإِخْوَتِــي وَلَفْــظُ آبَــائِي اخْــسِ

يَشْــتَرِكُ الْإِنَــاثُ وَالــذُّكُورُ ☆ فِيــهِ وَذَاكَ وَاضِــحٌ مَسْــطُورُ

ترجمہ و مطلب اور (اگر واقف نے تمام وقف کو ذریت پر وقف نہ کیا ہو، بلکہ) وقف کا تعلق حصہ وقف کیا ہے تو (اسی قدر وقف میں سے وہ حصہ) ذریت پر تقسیم ہوگا۔ اور اگر تمام وقف کیا ہوگا تب ذریت پر تمام تقسیم ہوگا۔

ولو علی: اور اگر واقف نے وقف کیا ہو اپنی اولاد پر۔ اور پھر اپنی اولاد کی اولاد پر۔ (کہ اس صورت پر) وقف کیا ہے۔

فقالوا: پس علماء نے فرمایا ہے کہ (اس بیان سے) اس کی اولاد میں اولاد اناث (نواسہ اور نواسی) داخل نہ ہوں گے۔

فقط اولاد ذکور پر وقف ہوگا۔ اس روایت کے مطابق جو مشائخ سے منقول شدہ ہے!

فائدہ: یہی ظاہر روایت ہے، جیسا کہ اہلِ فتاویٰ نے اس کو نقل کیا ہے۔

بنی اولادی: اگر کسی نے وقف کیا، اس عبارت سے کہ یہ وقف ''بنی اولادی'' کے لئے ہے، اور اسی طرح یہ کہا کہ ''اقاربی'' کے لئے وقف ہے اور یا یہ کہا کہ ''یہ وقف ہے میرے آباء'' پر۔

تو ان الفاظ کے ساتھ وقف کرنے کی صورت میں...... ذکور اور اناث ''میرے اخوۃ'' پر وقف ہے۔ شریک ہوں گے!

یہ قول واضح ہے اور منقول ہے۔

فائدہ: آبائی میں ولد، والدہ، دادا، دادی، نانا، اور نانی سب داخل ہوں گے۔ کیوں کہ بصورتِ اختلاط جمع مذکر کا صیغہ مؤنث کو بھی شامل ہوتا ہے۔!! کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیۃ۔

وَمِمَّا يَكْثُرُ وُقُوعُهُ مَا لَوْ وَقَفَ عَلَى ذُرِّيَّتِهِ مُرَتَّبًا وَجَعَلَ مِنْ شَرْطِهِ أَنَّ مَنْ مَاتَ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهِ وَلَهُ وَلَدٌ قَامَ مَقَامَهُ لَوْ بَقِيَ حَيًّا فَهَلْ لَهُ حَظُّ أَبِيهِ لَوْ كَانَ حَيًّا وَيُشَارِكُ الطَّبَقَةَ الْأُولَى أَوْ لَا؟ أَفْتَى السُّبْكِيُّ بِالْمُشَارَكَةِ وَخَالَفَهُ السُّيُوطِيّ، وَهَذِهِ الْمُخَالَفَةُ وَاجِبَةٌ كَمَا أَفَادَهُ ابْنُ نُجَيْمٍ فِي الْأَشْبَاهِ مِنَ الْقَاعِدَةِ التَّاسِعَةِ،

ترجمہ و مطلب اور وقف ''علی الاولاد'' کی جو صورت (اور نوعیت) اکثر (و بیشتر ملکِ مصر میں) کی جاتی ہے کہ اگر وقف کنندہ نے وقف کیا (اپنی اولاد پر) علی الترتیب، اور (عند الوقف یہ) شرط (بھی) کی کہ اگر اس کی اولاد میں سے استحقاق سے قبل انتقال کر جائے اور (اس مرنے والے کے) اولاد ہو، تو یہ اولاد (اپنے والد کے) قائم مقام ہوگی۔ مستحق ہونے میں (لہٰذا تقسیم میں یہ ولد حصہ میں مستحق رہے گا)

(سوال): اگر (اس ولد کا) والد زندہ ہو، تو کیا اس کے ولد کو اپنے والد کا حصہ ملے گا؟ اس کے والد زندہ ہونے کی صورت میں؟ اور یہ ولد مستحق ہونے میں۔ (اولاد کی ترتیب کے اعتبار سے) طبقۂ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں؟

(الجواب): علامہ سبکی علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا ہے مشارکت کا اور علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اس فتوے کے خلاف فرمایا ہے، اور یہ اختلاف (اور مخالفت) کی نوعیت لازمی اور واجب ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ نے اس کو الاشباہ میں نویں (قاعدہ کے تحت) بیان کیا ہے۔

فائدہ: بعض اہل محقق کی یہ تحقیق ہے کہ "مشارکت کا قول اور فتویٰ" تو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ سے منقول ہے، نہ کہ علامہ سبکی کی جانب۔ لہٰذا یہ سبکی کی جانب نسبت خطاءً ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)۔

فائدہ (۲): صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ جب واقف نے علی الترتیب اپنی اولاد اور نسل کے حق میں وقف کیا ہے اور از روئے ترتیب (اولاً) مستحق ہوگا طبقۂ اول من الاولاد اور اس کے بعد درجۂ سفلیٰ میں جو اولاد ہوگی (تا آخر) تو از روئے اوصول اور قاعدہ (من المیراث) طبقۂ اول حاجب ہوگی۔ طبقۂ سفلیٰ کے حق میں کہ جب تک طبقۂ اولیٰ میں کی اولاد باقی ہے وہی حقدار رہے گی۔

البتہ (یہ شرط بھی ہے کہ) اگر ان میں سے کوئی والد انتقال کر جائے تو اس کی اولاد اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔ کہ اگر یہ والد زندہ رہتا تو اپنے حصہ کا حقدار رہتا۔ اب وہ انتقال کر چکا ہے تو اس کی جگہ اس کی اولاد لے گی۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔!

لَكِنَّهُ ذَكَرَ بَعْدَ وَرَقَتَيْنِ أَنَّ بَعْضَهُمْ يُعَبِّرُ بَيْنَ الطَّبَقَاتِ بِثُمَّ وَبَعْضَهُمْ بِالْوَاوِ، فَبِالْوَاوِ يُشَارِكُ بِخِلَافِ ثُمَّ فَرَاجِعْهُ مُتَأَمِّلًا مَعَ شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ فَإِنَّهُ نَقَلَ عَنْ السُّبْكِيِّ وَاقِعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ يُحْتَاجُ إلَيْهِمَا، وَلَمْ يَزَلْ الْعُلَمَاءُ مُتَحَيِّرِينَ فِي فَهْمِ شُرُوطِ الْوَاقِفِينَ إلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ.

ترجمہ ومطلب ولیکن صاحب اشباہ علیہ الرحمہ نے (اپنی کتاب میں) اول ورق کے بعد (یہ) ذکر کیا ہے کہ بعض واقف "طبقۂ اولاد" میں لفظِ ثم کے ساتھ تعبیر کرتے (اور وقف کرتے) ہیں اور بعض واقف "لفظ واؤ" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں (تو اس تعبیر والی صورت میں یہ تفصیل ہے کہ) واؤ کیساتھ تعبیر والی شکل میں طبقۂ سافلہ (بھی) طبقۂ علیا (کے ساتھ) شریک ہوں گی۔

فائدہ: کیوں کہ حرفِ واؤ عاطفہ برائے جمع میں موضوع ہے لہٰذا اس کی رعایت ضروری ہوگی۔

(البتہ اس کے برخلاف) ثم کی تعبیر والی صورت میں مشارکت نہ ہوگی۔

فائدہ: کیوں کہ حرفِ ثم برائے ترتیب ہے لہٰذا ترتیب کا مقتضیٰ یہی ہے کہ شرکت نہ ہو۔

راجعہ: سو (آپ) کتاب الاشباہ کی مراجعت کریں، غور وفکر کیساتھ اور اسی کیساتھ شرح وہبانیہ (کی بھی) مراجعت کیجئے۔

فانہ نقل: کیوں کہ انھوں نے علامہ سبکی علیہ الرحمہ سے (اس کے علاوہ) دو صورتیں اور بھی نقل کی ہیں جن کی (بسا اوقات) ضرورت پیش آتی ہے۔

ولم یزل: اور علماء کرام ہمیشہ وقف کنندہ گان کی شرائط میں (جو اکثر عند الوقف شرطیں قائم کرتے ہیں) ان شرائط میں متحیر رہتے ہیں کہ ان کا مفہوم کیا (ہوسکتا) ہے؛ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو، اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ ان کے مفہوم پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

{اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور فہم فی الفقہ عنایت فرمائے۔ آمین}

وَلَقَدْ أَفْتَيْتُ فِيمَنْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِ الظُّهُورِ دُونَ الْإِنَاثِ فَمَاتَتْ مُسْتَحِقَّةٌ عَنْ وَلَدَيْنِ أَبُوهُمَا مِنْ أَوْلَادِ الظُّهُورِ بِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ نَصِيبُهَا لَهُمَا لِصِدْقِ كَوْنِهِمَا مِنْ أَوْلَادِ الظُّهُورِ بِاعْتِبَارِ أَبِيهِمَا كَمَا يُعْلَمُ مِنَ الْإِسْعَافِ وَغَيْرِهِ. وَفِي الْإِسْعَافِ والتتارخانية: لَوْ وَقَفَ عَلَى عَقِبِهِ يَكُونُ لِوَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ أَبَدًا مَا تَنَاسَلُوا مِنْ أَوْلَادِ الذُّكُورِ دُونَ الْإِنَاثِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَزْوَاجُهُنَّ مِنْ وَلَدِ الذُّكُورِ، كُلُّ مَنْ يَرْجِعُ نَسَبُهُ إِلَى الْوَاقِفِ بِالْآبَاءِ فَهُوَ مِنْ عَقِبِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ أَبُوهُ مِنْ غَيْرِ الذُّكُورِ مِنْ وَلَدِ الْوَاقِفِ فَلَيْسَ مِنْ عَقِبِهِ انْتَهَى

ترجمہ ومطلب صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ میں نے فتویٰ دیا ہے اس مسئلہ میں! کہ (صورتِ مسئلہ یہ ہے) ایک شخص نے وقف کیا اولاد ذکور پر نہ کہ اولاد اناث پر۔؟

ایک وقف کی مستحق عورت کا انتقال ہو گیا اور یہ عورت ایسے دو بچوں کو چھوڑ گئی کہ ان بچوں کا والد، اولاد ذکور میں سے ہے۔ (اس صورت میں کیا حکم ہے؟)

الجواب: اس عورت کا حصہ ان دونوں بچوں کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ کیوں کہ ان دونوں بچوں پر اولاد ذکور میں سے ہونا صادق آتا ہے اپنے اولاد کے اعتبار سے۔ جیسا کہ اسعاف وغیرہ سے یہ مفہوم (ماخوذ) ہے۔

وفی الاسعاف التاتار خانیة: اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں (مذکور) ہے کہ اگر وقف کنندہ نے وقف کیا، اپنے پسماندگان پر۔ تو (تو اس صورت میں اس کا اطلاق) واقف کی اولاد اور پوتوں پر رہے گا۔ ہمیشہ (ہمیشہ) کے لئے جب تک ان کی نسل باقی رہے گی۔ (اور یہ اولاد) ذکور میں سے پسماندگان مراد ہوں گے نہ کہ اناث کے!

البتہ اناث کی اولاد اس وقت وقف میں داخل ہو گئی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں کہ جن کا نسب واقف کی جانب راجع ہو۔ آباء کے واسطہ سے (لہٰذا) یہ واقف کے عقب (پسماندگان) ہیں اور جو شخص کا والدہ واقف کی اولاد ذکور میں سے نہ ہو تو وہ شخص واقف کے "عقب" میں داخل نہ ہوگا۔ کلام اسعاف تمام ہوا۔

فائدہ: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اسعاف اور تاتارخانیہ سے یہ ایک نظیر پیش کی ہے۔ جس سے مصنف علیہ الرحمہ کے مذکورہ فتوے کی تائید ہو رہی ہے۔ اور اس سے اس کی مزید فصاحت بھی ہے۔

فائدہ: اولاد ذکور ہی "عقب" میں شامل ہوگی۔ اولاد اناث پر اس کا اطلاق نہ ہوگا۔

وَسَيَجِيءُ فِي الْوَصَايَا أَنَّهُ لَوْ أَوْصَى لِآلِهِ أَوْ جِنْسِهِ دَخَلَ كُلُّ مَنْ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مِنْ قِبَلِ آبَائِهِ، وَلَا يَدْخُلُ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَأَنَّهَا لَوْ أَوْصَتْ إِلَى أَهْلِ بَيْتِهَا أَوْ لِجِنْسِهَا لَا يَدْخُلُ وَلَدُهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَبُوهُ مِنْ قَوْمِهَا لِأَنَّ الْوَلَدَ إِنَّمَا يُنْسَبُ لِأَبِيهِ لَا لِأُمِّهِ. قُلْتُ: وَبِهِ عُلِمَ جَوَابُ حَادِثَةٍ لَوْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِ الظُّهُورِ دُونَ أَوْلَادِ الْبُطُونِ فَمَاتَتْ مُسْتَحِقَّةٌ عَنْ وَلَدَيْنِ أَبُوهُمَا مِنْ أَوْلَادِ الظُّهُورِ هَلْ يَنْتَقِلُ نَصِيبُهَا لَهَا، فَأَجَبْتُ: نَعَمْ يَنْتَقِلُ نَصِيبُهَا لَهَا لِصِدْقِ كَوْنِهِمَا مِنْ أَوْلَادِ

انتَّسُوبِ بِاعْتِبَارِ وَالِدِهِمَا الْمَذْكُورِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ ومطلب اور کتاب الوصایا میں عنقریب (یہ بیان) آئے گا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی ''اپنی آل'' یا کہ ''اپنی جنس'' کے لئے، تو اس وصیت میں (ہر وہ) شخص داخل ہوگا جو منسوب ہے اس کی جانب اس کے آباء اور اجداد کے واسطے سے، اور داخل نہ ہوگی بنات کی اولاد۔

(۲) اور اگر عورت نے وصیت کی ''اپنے اہل بیت'' کے حق میں اور یا کہ اپنے جنس۔

مطلب یہ ہے کہ بوقتِ وصیت یہ کہا کہ میرے اہل بیت کے لئے یہ وصیت ہے اور یا یہ کہا کہ میری جنس کے حق میں یہ وصیت ہے کہ حق میں، تو (اس وصیت میں) وصیت کنندہ عورت کا ولد داخل نہ ہوگا؛ مگر اس صورت میں ولد داخل ہوگا، جب کہ اس ولد کا والد اس وصیت کنندہ عورت کی قوم میں سے ہو۔ کیوں کہ لڑکا اپنے والد کی جانب منسوب ہوتا ہے، والدہ کی جانب نہیں ہوتا۔!

قلت: صاحب درمختار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس تقریر اور بیان سے اس حاشیہ کا حکم (بھی) معلوم ہو گیا کہ (جس کی صورت یہ ہے) اگر واقف نے وقف کیا (اپنی) اولاد ذکور پر، نہ کہ اپنی اولاد بنات پر۔ پھر ان میں سے ایک عورت جو مستحق وقف میں داخل تھی انتقال کر گئی۔ جو دو بچوں کو چھوڑ کر مرگئی جن کا والد اولاد ذکور میں سے (ہی) ہے، تو اس صورت واقعہ میں سوال یہ ہے کہ اس عورت کا حصہ ان دونوں بچوں کی جانب منتقل ہوگا۔؟

الجواب: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے (یہ) جواب دیا کہ ''جی ہاں'' اس عورت (والدہ) کا حصہ ان دونوں بچوں کی جانب منتقل ہو جائے گا۔

کیوں کہ ان دونوں بچوں پر اولاد ذکور کا ہونا صادق ہے کہ وہ بچے اپنے والد کے اعتبار سے اولاد ذکور میں سے ہیں۔

فَصْلٌ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِوَقْفِ الْأَوْلَادِ

مِنَ الدُّرَرِ وَغَيْرِهَا وَعِبَارَةُ الْمَوَاهِبِ فِي الْوَقْفِ عَلَى نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَنَسْلِهِ وَعَقِبِهِ جَعَلَ رَيْعَهُ لِنَفْسِهِ أَيَّامَ حَيَاتِهِ ثُمَّ وَثُمَّ جَازَ عِنْدَ الثَّانِي وَبِهِ يُفْتَى، كَجَعْلِهِ لِوَلَدِهِ، وَلَكِنْ يَخْتَصُّ بِالصُّلْبِيِّ وَيَعُمُّ الْأُنْثَى مَا لَمْ يُقَيِّدْ بِالذَّكَرِ وَيَسْتَقِلُّ بِهِ الْوَاحِدُ، فَإِنِ انْتَفَى الصُّلْبِيُّ فَلِلْفُقَرَاءِ دُونَ وَلَدِ الْوَلَدِ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ حِينَ الْوَقْفِ صُلْبِيٌّ، فَيَخْتَصُّ بِوَلَدِ الِابْنِ وَلَوْ أُنْثَى دُونَ مَنْ دُونَهُ مِنَ الْبُطُونِ وَدُونَ وَلَدِ الْبِنْتِ فِي الصَّحِيحِ؛

ترجمہ ومطلب اس فصل میں ان امور کا بیان ہے جن کا تعلق اولاد کے وقف سے ہے۔ (اور یہ مسائل) درر وغیرہ سے نقل شدہ ہیں۔

بعض نسخوں میں اس جگہ یہ عبارت ''من ذکور وغیرھا'' ہے۔ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے یعنی ھی کے پیش نظر نسخہ میں الدرر کتاب ہے جس سے یہ نقل ہیں اور دوسرے نسخہ میں ''صورتِ مسئلہ یعنی اولاد من ذکور'' ہے۔

وعبارت المواهب: مواہب کی عبارت (جس کا مطلب) یہ ہے کہ (واقف نے جو وقف) اپنی ذات پر اور اپنی اولاد پر اور اپنی نسل اور اپنے پسماندگان پر کیا ہوا ہے (تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ) اپنی ذات پر وقف کرنے کا (مطلب یہ ہوگا

کہ) جب وہ زندہ رہے گا اس کی آمدنی کا وہ حقدار ہوگا اور پھر (اس کے مرنے کے بعد یہ آمدنی) درجہ بدرجہ اس کی اولاد کے لئے (منتقل ہوتی رہے گی، یہ وقف کی صورت) امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ بھی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وقف کی آمدنی کو اپنی اولاد کے لئے مخصوص کیا ہو، ولیکن یہ مخصوص ہوگا بھی صلبی اولاد کے لئے۔ (فقط) پوتے اور ان کی اولاد کے لئے نہیں۔!

ویعم الانثی: اور لفظِ ولد۔

اس لئے یہ نواسی جو اپنے والد کی ولد (اولاد) شمار ہوگی۔ ولد کے ولد کی جانب منتقل نہ ہوگا؛ البتہ اگر عند الوقف واقف کی صلبی اولاد نہ تھی تب وقف ولد الابن (پوتے) کے لئے مخصوص ہوگا، اگر چہ ولد الابن (میں) لڑکی ہو (اس کے علاوہ) ولد الابن (کے بعد والے بچوں کے لئے نہ ہوگا) اور نہ واقف کے نواسوں کے لئے ہوگا قول اصح کے مطابق کیوں کہ اولاد بنات کی نسبت اپنے آباء کی جانب منسوب ہوتی ہے۔ امہات کی جانب نہیں۔

(واقف کی جملہ اولاد مذکر اور) مؤنث کو بھی شامل ہوگا جب تک کہ واقف نے (عند الوقف) ولد ذکور کے ساتھ مقید نہ کیا ہو۔

فائدہ: عرفاً اور شرعاً نیز لغتاً بھی لفظِ ولد عام ہے جو کہ ماخوذ ہے ولادت سے، اور ولادت کا تعلق جس طرح لڑکے کے ساتھ ہے اسی طرح لڑکی کے ساتھ بھی ہے۔ بہر حال ولد دونوں کو شامل ہے۔

ویستعمل: اور وقف کے ساتھ مستقل ہوگا واحد صلبی (اولاد میں سے یعنی) بوقت وقف واقف کی اولاد تھی جو اس کی زندگی میں ہی مرگئی مگر فقط ایک لڑکا موجود ہے اور یا کہ بوقتِ وقف فقط ایک ہی صلبی لڑکا ہے۔ تو اس صورت میں وقف کی تمام آمدنی کا حقدار یہی ایک صلبی لڑکا رہے گا۔ (جب تک وہ زندہ ہے) اور اگر صلبی لڑکا زندہ نہ رہے، انتقال کر جائے، تو (اس کے بعد وقف کی آمدنی کا استحقاق) فقراء کے لئے ہوگا۔

وَلَوْ زَادَ وَوَلَدِ وَلَدِي فَقَطْ اُقْتُصِرَ عَلَيْهِمَا، وَلَوْ زَادَ الْبَطْنَ الثَّالِثَ عَمَّ نَسْلَهُ، وَيَسْتَوِي الْأَقْرَبُ وَالْأَبْعَدُ إِلَّا أَنْ يَذْكُرَ مَا يَدُلُّ عَلَى التَّرْتِيبِ، كَمَا لَوْ قَالَ ابْتِدَاءً عَلَى أَوْلَادِي بِلَفْظِ الْجَمْعِ أَوْ عَلَى وَلَدِي وَأَوْلَادِ أَوْلَادِي؛.

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے (عند الوقف اپنی عبارت میں یہ) زائد کیا کہ "میں نے وقف کیا" اپنے ولد پر اور پوتے پر فقط تو (اس صورت میں یہ وقف) ولد اور پوتے (کے حق میں) مخصوص ہوگا۔ اور اگر (یہ عبارت) بطنِ ثالث زائد کی ہو؟ تب (اس صورت میں) واقف کی تمام نسل کو (یہ وقف) ہوگا۔

فائدہ: کیوں کہ بطنِ ثالث کے ذکر کئے جانے کی وجہ سے "صفتِ تخصیص" ختم ہوگئی۔ باقی نہ رہی اور صفتِ تخصیص کے ختم ہو جانے کے بعد فقط نسبت پدری (تا آخر) باقی رہی جو آخر نسل تک جاری رہے گی۔

ویستوی: اور بطن ثانی کی زیادتی والی صورت میں...... الابعد اور الاقرب (مستحق ہونے میں) برابر درجہ میں ہوں گے۔ البتہ اگر واقف نے (عند الواقف) کوئی لفظ ایسا ذکر کر دیا ہو، جو ترتیب پر دلالت کرلے، مثلاً یہ کہا (ابتداء علی اولادی) جمع کے لفظ کے ساتھ یا یہ کہا "علی ولدی واولاد اولادی" یعنی جمع کے لفظ (اولادی) کہا تو ابتداءً اولاد کے لئے اور ان کے بعد

اولاد کی اولاد کے لئے۔ بہر حال عند الواقف، واقف اپنی عبارتِ وقف میں جس سے ابتداء کرے گا اولا اس کے ہی حق میں ہوگا۔ اوران کے موجود نہ رہنے کی صورت میں بعد والے حقدار ہوں گے۔!

وَلَوْ قَالَ عَلَى أَوْلَادِي وَلَكِنْ سَمَّاهُمْ فَمَاتَ أَحَدُهُمْ صُرِفَ نَصِيبُهُ لِلْفُقَرَاءِ؛ وَلَوْ عَلَى امْرَأَتِهِ وَأَوْلَادِهِ ثُمَّ مَاتَتْ لَمْ يَخْتَصَّ ابْنُهَا بِنَصِيبِهَا إِذَا لَمْ يَشْتَرِطْ رَدَّ نَصِيبِ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ إِلَى وَلَدِهِ؛وَلَوْقَالَ: عَلَى بَنِيَّ أَوْ عَلَى إِخْوَتِي دَخَلَ الْإِنَاثُ عَلَى الْأَوْجَهِ،وَعَلَى بَنَاتِي لَايَدْخُلُ الْبَنُونَ

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے (عند الوقف یہ کہا کہ) میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر، ولیکن (اسی کیساتھ) اولاد کا نام بھی ذکر کیا، تو (اس صورت میں) اگر ایک ولد کا انتقال ہوگیا (جن کا نام لیا تھا) تو اب مرنیوالے کا حصہ فقراء کی۔

چونکہ واقف نے تخصیص کے ساتھ جس کے لئے وقف کیا ہو اور وہ مرجائے یا جس مخصوص ادارہ وغیرہ کے لئے وقف کیا گیا تھا وہ ختم ہوجائے تو اخیر وقف فقراء کے لئے ہوتا ہے۔ (اسعدی)

جانب منتقل ہوجائے گا۔

اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر۔ اور اپنی اولاد پر۔ اس کے بعد زوجہ انتقال کرگئی تو اس کا لڑکا اس کے حصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ بشرطیکہ واقف نے (عند الوقف یہ شرط نہ کی ہو کہ) جو ولد انتقال کرجائے اس کے بعد اس کے ولد کو حصہ منتقل ہوگا۔

فائدہ: نیز زوجہ کا جو لڑکا دوسرے شوہر سے ہے وہ کسی بھی درجہ میں حق دار نہ ہوگا۔ **کذفی الطحطاوی۔**

ولو قال علی بنی: اور اگر واقف نے (عند الوقف یہ کہا کہ میں نے وقف کیا) ''اپنے بیٹوں پر'' یا ''وقف کیا اپنے بھائیوں پر'' تو اس صورت میں اناث بھی داخل ہوں گی یعنی ''علی بنی'' والی صورت میں لڑکیاں اور ''اخوتی'' والی صورت میں بہنیں۔ علی الاوجہ۔

کیوں کہ جمع مذکر عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتا ہے۔ بخلاف جمع اناث کے۔ **غایت الاوطار۔**

وعلی بناتی: اور اگر وقف کیا ''علی بناتی'' کی عبارت کے ساتھ تو اس میں ''البنون'' داخل نہ ہوں گے۔

وَلَوْ قَالَ: عَلَى بَنِيَّ وَلَهُ بَنَاتٌ فَقَطْ أَوْ قَالَ: عَلَى بَنَاتِي وَلَهُ بَنُونَ فَالْغَلَّةُ لِمَسَاكِينَ وَيَكُونُ وَقْفًا مُنْقَطِعًا فَإِنْ حَدَثَ مَا ذُكِرَ عَادَ إِلَيْهِ. وَيَدْخُلُ فِي قِسْمَةِ الْغَلَّةِ مَنْ وُلِدَ لِدُونِ نِصْفِ حَوْلٍ مُذْ طُلُوعِ الْغَلَّةِ لَا أَكْثَرَ إِلَّا إِذَا أَكْثَرَ إِلَّا إِذَا وَلَدَتْ مُبَانَتُهُ أَوْ أُمُّ وَلَدِهِ الْمُعْتَقَةِ لِدُونِ سَنَتَيْنِ لِثُبُوتِ نَسَبِهِ بِلَا حِلِّ وَطْئِهَا، -فَلَوْ يَحِلُّ فَلَا لِاحْتِمَالِ عُلُوقِهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْغَلَّةِ،

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے (یہ) کہا کہ میں نے وقف کیا ''اپنے بیٹوں پر'' حالانکہ اس کے فقط لڑکیاں ہی ہیں، اور اگر وقف کیا ''بیٹیوں'' پر حالانکہ اسکے فقط لڑکے ہی ہیں، تو اس صورت میں (چونکہ عند الوقف وہ موقوف علیہ مذکور موجود نہیں تھے، لہٰذا) یہ وقف فقراء کے لئے ہوگا، اور وقف منقطع ہوگا، اور جب وہ تولد ہوں جن کا عند الوقف نام لیا گیا تھا۔ تو وقف کی آمدنی ان کی جانب منتقل ہوجائے گی۔ (یعنی اب فقراء پر صرف نہ ہوگی)۔

ویدخل: اور (جو وقف اولاد پر وقف شدہ ہو اس کی آمدنی کی) تقسیم میں وہ لڑکا (بھی) داخل ہوگا جو (بائنہ مطلقہ کے بطن سے) چھ ماہ کی مدت سے کم میں تولد ہوا ہو، جس وقت سے وقف کی آمدنی شروع ہوئی تھی، اور جو لڑکا چھ ماہ کی مدت سے زائد مین تولد ہوا ہو، وہ داخل نہ ہوگا۔

الا اذا ولدت: مگر وہ لڑکا تقسیم میں داخل ہوگا جو واقف کی زوجۂ مباینہ نے یا واقف کی آزاد شدہ ام ولد نے جنا ہو (وسال کی مدت سے کم میں!)

لثبوت: کیوں کہ ثابت النسب ہوگا وہ لڑکا اس کی ماں (کے ساتھ) وطی کے حلال کے بغیر، سو اگر وطی حلال ہو۔ (باں صورت کہ ام ولد آزاد شدہ نہ ہو، یا کہ) زوجہ طلاقِ رجعی والی عدت میں ہو، تو ان دونوں صورتوں میں وطی حلال ہوتی ہے۔ کذ فی الحلبی۔ تو اب اکثر مدت ولادت میں وہ لڑکا داخل تقسیم نہ ہوگا۔

لاحتمال: کیوں کہ اس صورت میں (یہ) احتمال ہے کہ حمل کا قیام ہوا ہو وقف کی آمدنی (غلہ) کے ظاہر ہونے کے بعد۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ اس احتمال کی وجہ سے شک ہوگا۔ قطعی اور یقینی نہ ہوگا۔ وہ لڑکا بوقتِ تقسیم مستحق ہو چکا تھا؛ اس لئے احتیاطا اس کو اس وقت کی تقسیم میں داخل نہ کیا جائے گا۔

وَتُقْسَمُ بَيْنَهُمْ بِالسَّوِيَّةِ إِنْ لَمْ يُرَتِّبْ الْبُطُونَ، وَإِنْ قَالَ: لِلذَّكَرِ كَالْأُنْثَيَيْنِ فَكَمَا قَالَ، فَلَوْ وَصِيَّةً فَرْضِ ذَكَرٍ مَعَ الْإِنَاثِ وَأُنْثَى مَعَ الذُّكُورِ وَيَرْجِعُ سَهْمُهُ لِلْوَرَثَةِ لِعَدَمِ صِحَّةِ الْوَصِيَّةِ لِلْمَعْدُومِ فَلَا بُدَّ مِنْ فَرْضِهِ لِيَعْلَمَ مَا يَرْجِعُ لِلْوَرَثَةِ.

ترجمہ ومطلب

اور (جب کہ واقف نے وقف) اولاد پر کیا ہوا ہے تو اس صورت میں وقف کی آمدنی ''اولاد کے طبقات'' میں برابر تقسیم ہوگی جبکہ واقف نے (عندالوقف) بطون مین ترتیب کا ذکر نہ کیا ہو، البتہ اگر واقف نے عندالوقف بایں صورت وقف کیا تھا ''للذکر کالانثیین'' (تو اب) اسی اعتبار سے تقسیم ہوگی، کہ دو لڑکیوں کے برابر ایک لڑکے کو یعنی واقف کے قول کے مطابق۔

فلو وصیۃ فرض: سو اگر (اس شخص کا وہ قول) وصیت ہے تو (وصیت کی صورت میں) فرض کیا جائے۔ مرد (کو) عورتوں کے ساتھ اور عورتوں (کو) مرد کے ساتھ اور مفروض شخص کا حصہ۔ اس کے وارثوں کی جانب راجع ہوگا کیوں کہ معدوم کے حق میں وصیت درست نہیں ہے۔ پس ضروری ہے۔ تاکہ (یہ) معلوم ہو جائے کہ کتنی مقدار وارثوں کی جانب راجع ہوگا۔

فائدہ: مذکورہ مسئلہ کی وضاحت! اگر واقف نے اپنی اولاد پر وقف کیا ''للذکر حظ الانثیین'' کی عبارت کے ساتھ، اور مذکر اور مؤنث مشترک اور مخلوط ہیں یعنی اولاد میں مذکور اور اناث دونوں ہی ہیں، تو وقف کی آمدنی مذکور قول اور شرط کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اور اگر فقط اولاد میں ذکور ہوں اناث نہ ہوں۔ اور یا کہ اناث ہی ہوں ذکور نہ ہوں؟ تو اس صورت میں آمدنی برابر تقسیم ہوگی۔ مرد اور عورت کو فرض اور متصور کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی ذکور اور اناث کے لئے اس قول ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے ساتھ۔ جب کہ عندالوقفیت فقط مذکر ہی موجود ہیں۔ اور یا فقط اناث ہی موجود ہیں، تو اس وصیت والی صورت میں عورتوں کے ساتھ مردوں کو متصور اور فرض کرلیا جائے کہ وہ بھی اور اس میں اس کے برعکس۔ اور وصیت

کے مطابق مال تقسیم ہوگا۔ یعنی اناث کے لئے ایک حصہ مفروض مرد کے لئے دو حصے۔ اور جو بھی مفروض (تسلیم کیا گیا ہے اس) کا حصہ وصیت کنندہ کے ورثاء کی جانب واپس ہوگا اور وراثت میں تقسیم ہوگا۔ کیوں کہ مفروض، معدوم ہے۔

وَلَوْ قَالَ عَلَى وَلَدِي وَنَسْلِي أَبَدًا وَكُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ كَانَ نَصِيبُهُ لِنَسْلِهِ فَالْغَلَّةُ لِجَمِيعِ وَلَدِهِ وَنَسْلِهِ حَيِّهِمْ وَمَيِّتِهِمْ بِالسَّوِيَّةِ وَنَصِيبُ الْمَيِّتِ لِوَلَدِهِ أَيْضًا بِالْإِرْثِ عَمَلًا بِالشَّرْطِ؛

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے (عندالوقف بایں الفاظ) وقف کہا "علی ولدی" "ونسلی ابداً" و کلمامات واحد منهم کان نصیبه نسله۔ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنی نسل پر تا ابد، اور جو ان میں سے مرجائے تو اس کا حصہ اس کی نسل کے لئے ہوگا۔

اس صورت میں وقف کی آمدنی اس کی تمام اولاد اور نسل کے لئے ہوگی، جو زندہ (اور موجود) ہیں جو مرچکے (ہوں) سب کا حصہ برابر ہوگا (البتہ) مرنے والے کا حصہ (سب) اس کا ولد لے گا۔ بسبب ارث (وارث ہونے کی وجہ سے) شرط مذکور پر عمل کرتے ہوئے۔

فائدہ: واقف نے عندالوقف یہ شرط بیان کی کہ "وہ اپنی اولاد پر وقف کرتا ہے" اور ان کی اولاد پر تاوقتیکہ نسل کا سلسلہ قائم رہے گا؛ البتہ بطناً بعد بطن نہیں کہا تھا، بلکہ میت کا حصہ اس کے ولد کے لئے مقرر کر دیا، اس صورت میں وقف کی آمدنی سب پر برابر تقسیم ہوگی۔ اولاد پر اور نسل پر بھی؛ چنانچہ اگر واقف کا کوئی لڑکا مرجائے گا تو حسب میراث، اس کی جگہ اس کا ولد حقدار ہوگا۔ اس طرح "ولد میت" کو دو حصے ملیں گے۔ ایک حصہ واقف کی شرط کے مطابق اور دوسرا حصہ اپنے والد کی جانب سے، جو وراثتاً منتقل ہوا ہے؛ کیونکہ واقف نے ولد اور نسل دونوں کو عندالوقف برابر شریک کیا ہوا ہے۔ لہٰذا نسل (کے درجہ میں وہ پہلے ہی سے ایک حصہ کا حقدار تھا، اب دوسرا حصہ وارث ہونے کی وجہ سے اس کو ملا ہے) کیونکہ عندالوقف واقف نے اپنی عبارت میں "ایضاً" سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

وَلَوْ قَالَ: وَكُلُّ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ نَسْلٍ كَانَ نَصِيبُهُ لِمَنْ فَوْقَهُ وَلَمْ يَكُنْ فَوْقَهُ أَحَدٌ، أَوْ سَكَتَ عَنْهُ يَكُونُ رَاجِعًا لِأَصْلِ الْغَلَّةِ لَا لِلْفُقَرَاءِ مَا دَامَ نَسْلُهُ بَاقِيًا وَالنَّسْلُ اسْمٌ لِلْوَلَدِ وَوَلَدِهِ أَبَدًا -وَلَوْ أُنْثَى، وَالْعَقِبُ لِلْوَلَدِ وَوَلَدِهِ مِنْ الذُّكُورِ أَيْ دُونَ الْإِنَاثِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَزْوَاجُهُنَّ مِنْ وَلَدِ وَلَدِهِ الذُّكُورِ وَآلِهِ وَجِنْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّ مَنْ يُنَاسِبُهُ إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَهُ فِي الْإِسْلَامِ، وَهُوَ الَّذِي أَدْرَكَ الْإِسْلَامَ أَسْلَمَ أَوَّلًا

ترجمہ ومطلب اور اگر واقف نے عندالوقف، مذکورہ مسئلہ میں (یہ الفاظ کہے کہ) "کل من مات منهم" یعنی ہر وہ ولد جو بلانسل کے مرجائے تو اس کا حصہ "درجۂ علیا" کے لئے ہوگا؛ حالانکہ مرنے والے ولد کے اوپر کے درجہ پر کوئی زندہ باقی نہیں ہے، اور یا کہ واقف نے (مرنے والے کے حصہ کے متعلق) سکوت کیا ہو۔ کسی کے لئے نہ شرط کیا تو (اس صورت میں) مرنے والے کا حصہ اصل آمد میں لوٹ جائے گا۔ یعنی وہ اصل آمدنی جس شرط کے مطابق صرف ہوگی اسی مصرف میں صرف ہوگی۔ فقراء کی جانب منتقل نہ ہوگی۔ جب تک وہ واقف کی نسل موجود ہے۔

والنسل: شرعاً نسل کا اطلاق (کس پر ہوگا؟ جواب) ولد پر ہوتا ہے۔ اور اس کے ولد کی اولاد پر۔ ہمیشہ (کہ جب تک سلسلہ ولادت جاری رہے گا) بطناً بعد بطنٍ اولاد، پوتے، اور پوتی کی اولاد تا آخر، اور نسل میں عورت (لڑکیاں) بھی شامل رہیں گی، یعنی پوتیاں تا آخر۔

والعقب: اور عقب نام ہے ولد کا۔ اور اس کے اولاد ذکور کا۔ لہٰذا عورتوں پر عقب کا اطلاق نہ ہوگا، وہ اس رسم میں داخل نہیں۔ مگر جب کہ عورتوں کے شوہر اس کے پوتوں کی اولاد ہوں۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

وآله وجنسه واهل بيته: اور مرد کی آل، جنس، اور اہلِ بیت (کا اطلاق) پھر اس شخص (پر ہوگا) جو اس کا ہم نسب ہوا سکے رقصائے والد کی جانب اسلام میں۔ اور رقصائے والد فی الاسلام۔ وہ ہے جس نے ابتداءً اسلام کو پایا ہے۔ اسلام قبول کیا ہو۔ یا نہ قبول کیا ہو۔

فائدہ: ادراک اسلام کی قید کیوں؟ دراصل عہد اسلامی ہی عہد ہے، جو معتبر ہے، زمانۂ جاہلیت کا کوئی اعتبار شرعاً نہیں۔

وَقَرَابَتُهُ وَأَرْحَامُهُ وَأَنْسَابُهُ كُلُّ مَنْ يُنَاسِبُهُ إِلَى أَقْصَى أَبٍ لَهُ فِي الْإِسْلَامِ مِنْ قِبَلِ أَبَوَيْهِ سِوَى أَبَوَيْهِ وَوَلَدِهِ لِصُلْبِهِ فَإِنَّهُمْ لَا يُسَمَّوْنَ قَرَابَةً اتِّفَاقًا، وَكَذَا مَنْ عَلَا مِنْهُمْ أَوْ سَفَلَ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فَعَدَّهُمْ مِنْهَا،

ترجمہ ومطلب: اور مرد کی قرابت اور مرد کے ارحام اور مرد کے انساب وہ اشخاص ہیں کہ جو اس کے ہم نسب ہوں اسکے رقصائے والد تک اسلام میں (داخل شدہ ہوں) اس کے والدین کی جانب سے، اسکے والدین اور اولاد صلبی کے علاوہ!

فانهم: کیونکہ (والدین اور اولاد صلبی) قرابت دار نہیں، امام اعظم علیہ الرحمہ اور حضرات صاحبین علیہ الرحما کے قول کے مطابق۔

وكذا من علا: اور اسی سے جو والدین سے اوپر ہوں۔ (مثلاً اجداد، اور جدات) اور اسی طرح جو اولاد صلبی سے اسفل (نیچے درجہ کے) ہوں۔ مثلاً، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، وہ بھی حضرات شیخین علیہ الرحما کے نزدیک قرابت میں داخل نہیں؛ البتہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ قرابت میں داخل ہیں۔

فائدہ: لہٰذا جو درجۂ علیا کے ہوں وہ والدین کی جہت سے قرابت داری میں ہوں گے اور جو اسفل کے درجہ کے ہوں گے، وہ اولاد کی جہت سے! ماخوذ از حاشیہ۔

وَإِنْ قَيَّدَهُ بِفُقَرَائِهِمْ يُعْتَبَرُ الْفَقْرُ وَقْتَ وُجُودِ الْغَلَّةِ وَهُوَ الْمُجَوِّزُ لِأَخْذِ الزَّكَاةِ، فَلَوْ تَأَخَّرَ صَرْفُهَا سِنِينَ لِعَارِضٍ فَافْتَقَرَ الْغَنِيُّ وَاسْتَغْنَى الْفَقِيرُ شَارَكَ الْمُفْتَقِرُ وَقْتَ الْقِسْمَةِ الْفَقِيرَ وَقْتَ وُجُودِ الْغَلَّةِ وَلِأَنَّ الْغَلَّاتِ إِنَّمَا تُمْلَكُ حَقِيقَةً بِالْقَبْضِ وَطُرُوُّ الْغِنَى وَالْمَوْتُ لَا يُبْطِلُ مَا اسْتَحَقَّهُ، وَأَمَّا مَنْ وُلِدَ مِنْهُمْ لِدُونِ نِصْفِ حَوْلٍ بَعْدَ مَجِيءِ الْغَلَّةِ فَلَا حَظَّ لَهُ لِعَدَمِ احْتِيَاجِهِ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ الْغَنِيِّ، وَقِيلَ: يَسْتَحِقُّ لِأَنَّ الْفَقِيرَ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ

ترجمہ ومطلب: اور اگر واقف نے (عندالوقف یہ شرط لگادی کہ) وقف کیا میں نے اہلِ قرابت کے فقراء پر۔ تو فقر کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس وقت جب کہ آمدنی کا وجود ہوگا۔

فائدہ: جس وقت واقف کے مال کی آمدنی ہوگی، جس کو تقسیم کرنا ہے، اس وقت جو اس کے اقرباء میں فقراء ہوں گے وہ مستحق ہوں گے۔ یہ قول الشیخ ہلال علیہ الرحمۃ کا ہے۔

وهو المجوز: اور اقرباء سے مراد وہ ہیں جن کے لئے زکوۃ لینا جائز ہو، مطلب یہ ہوا کہ جو فقر زکوۃ کو جائز کرنے والا ہے وہی اس جگہ بھی مراد ہوگا۔

فلو تأخر صرفها: سو جب اگر مالِ وقف (کی آمدنی) کے صرف کرنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی، سو (اب عند التقسیم) غنی (جو کہ عند الوقف غنی تھا وہ) فقیر ہو گیا۔ اور جو (اس وقت) فقیر ہو گیا وہ (اب) مال دار ہو گیا۔؟ اس صورت میں کیا حکم ہے۔؟

شارک: تو (بوقت تقسیم وہ) غنی، جو فقیر ہو گیا ہے شریک رہے گا تقسیم میں، اس فقیر کیساتھ جو فقیر تھا آمدنی کے وجود کے وقت۔

لان: کیوں کہ "صلات" پر ملکیت (اس وقت متحقق) ہوتی ہے جب کہ حقیقۃً اس پر قبضہ ہو جائے۔ اور غنی کا عارض ہونا اور (اسی طرح) موت کا عارض ہونا اس کے حق کو باطل کرنے والا نہیں ہے۔ جس حق کا وہ مستحق ہو چکا۔

و امامن ولد منهم: اور (زیر بحث مسئلہ وقف میں اگر) اہلِ قرابت میں لڑکا پیدا ہوا آمدنی کے حصول کے بعد چھ ماہ سے قبل، تو اس صورت میں اس بچہ کو (اس سال کی آمدنی سے) نہ ملے گا۔ کیوں کہ (ابھی) اس بچہ کو ضرورت نہیں ہے پس وہ بمنزلہ غنی کے ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ مستحق ہوگا۔ اس لئے کہ وہ فقیر ہے۔ (اور فقیر وہ ہوتا ہے جو کسی شئ کا مالک نہ ہو) اور حمل کا کوئی استحقاق نہیں (اور نہ وہ کسی شئ کا مالک ہے۔)

وَلَوْ قَيَّدَهُ بِصُلَحَائِهِمْ أَوْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ أَوْ فَالْأَحْوَجِ أَوْ بِمَنْ جَاوَرَهُ مِنْهُمْ أَوْ بِمَنْ سَكَنَ مِصْرَ تَقَيَّدَ الِاسْتِحْقَاقُ بِهِ عَمَلًا بِشَرْطِهِ، وَتَمَامُهُ فِي الْإِسْعَافِ. وَمَنْ أَحْوَجَهُ حَوَادِثُ زَمَانِهِ إِلَى مَا خَفِيَ مِنْ مَسَائِلِ الْأَوْقَافِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى كِتَابِ [الْإِسْعَافُ الْمَخْصُوصُ بِأَحْكَامِ الْأَوْقَافِ، الْمُلَخَّصُ مِنْ كِتَابِ هِلَالٍ وَالْخَصَّافِ] كَذَا فِي الْبُرْهَانِ شَرْحِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ لِلشَّيْخِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى بْنِ أَبِي بَكْرٍ الطَّرَابُلُسِيِّ الْحَنَفِيِّ نَزِيلِ الْقَاهِرَةِ بَعْدَ دِمَشْقَ الْمُتَوَفَّى فِي أَوَائِلِ الْقَرْنِ الْعَاشِرِ سَنَةَ اثْنَيْنِ وَعِشْرِينَ وَتِسْعِمِائَةٍ، وَهُوَ أَيْضًا صَاحِبُ الْإِسْعَافِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ و مطلب

اور اگر واقف نے (عند الوقف) اہلِ قرابت (کے لئے جو وقف کیا ہے اس میں یہ) شرط لگائی کہ وہ صالح ہوں اور یا یہ قید (اور شرط لگائی کہ) اقرب فالاقرب، یا (یہ قید لگائی کہ) احوج فالاحوج (ہوں) یا یہ قید لگائی کہ جو (اس کے اقرباء میں سے، اس کے) پڑوس میں ہوں۔ (اور) یا یہ قید لگائی کہ جو شہر میں رہائش اختیار کریں۔ تو (واقف کی شرط اور قید کا اعتبار کرتے ہوئے) استحقاقِ وقف (میں) قیدِ مخصوص کے ساتھ (ہی) مقید ہوگا۔ تا کہ واقف کی شرط پر عمل ہو۔

فائدہ: اہلِ صلاح سے مراد، شریعت کے مطابق ان کی زندگی ہو۔ بظاہر کوئی خلاف سنت اور خلاف شریعت نہ کرتے ہوں۔ اندرونی حالات کی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں اگر یہ کہ وہ کسی صورت سے ظاہر ہو۔ اور اقرب سے مراد وہ شخص ہے جو قرابتِ رحم کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے ارث اور عصبیت کے اعتبار سے (اس جگہ) مدار نہیں۔

وتمامه: اور مسئلہ مذکورہ مکمل بیان (اور تفصیل) ''اسعاف'' میں ہے۔

ومن احوجه: اور جس عالم اور صاحبِ افتاء کو اوقاف کے مسائل خفیہ کی جانب حوادثِ زمانہ (پیش آمدہ معاملاتِ وقف) متوجہ کریں۔

اس وقت، اہل علم اور اہل افتاء کو لازم ہے کہ وہ ''کتاب الاسعاف'' کا مطالعہ کریں (خاص کر) سائل وقف کا۔ (یہ کتاب) کتاب ہلالؒ اور علامہ خصافؒ کی کتاب کا ملخص ہے۔ البرہان شرح مواہب الرحمن جو شیخ ابراہیم بن موسیٰ بن ابی بکر الطبر ابلسی الحنفی کی تصنیف ہے (اس میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے) موصوف مصر کے بعد شہر دمشق میں قیام پذیر ہوئے۔ (اور) موصوف کی وفات قرنِ عاشد کے اوائل میں ۹۲۲ھ میں ہوئی۔ اور وہی ''الاسعاف'' کے بھی مصنف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
بحمد اللہ کتاب الوقف مکمل ہوئی۔

العبد اسلام اسعدی المظاہری
(۲۳/شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ بروز دوشنبہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْبُيُوعِ

لَمَّا فَرَغَ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ تَعَالَى الْعِبَادَاتِ وَالْعُقُوبَاتِ شَرَعَ فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ الْمُعَامَلَاتِ.
وَمُنَاسَبَتُهُ لِلْوَقْفِ إِزَالَةُ الْمِلْكِ لَكِنْ لَا إِلَى مَالِكٍ وَهُنَا إِلَيْهِ فَكَانَا كَبَسِيطٍ وَمُرَكَّبٍ

ماتن نے جب حقوق اللہ یعنی عبادات وعقوبات سے فراغت پائی تو حقوق العباد یعنی معاملات کو شروع فرمایا اور وقف سے اس کی مناسبت ملک کا زائل ہونا ہے؛ لیکن مالک کی طرف نہیں اور یہاں مالک کی طرف ہے گویا وقف بسیط اور بیع مرکب ہے۔

حقوق العباد کو مؤخر کرنے کی وجہ صاحب کتاب نے پہلے حقوق اللہ کو بیان فرمایا اس کے بعد حقوق العباد کو بیان کرنا شروع کیا ہے اس لیے کہ حقوق اللہ اولیٰ ہے اور تمام حقوق پر مقدم بھی، قرآن کریم میں ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (النساء:۳۶)

وقف اور بیع میں مناسبت وقف کرنے کی صورت میں شئ موقوفہ سے واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے؛ ایسے ہی مبیع سے بائع کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے؛ چوں کہ زوال ملک میں دونوں برابر ہیں اسی مناسبت سے وقف کے بعد بیع کو بیان فرمایا ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وقف کی صورت میں شئ موقوف کا کوئی انسان مالک نہیں ہوتا ہے؛ لیکن بیع کی صورت میں، مشتری مبیع کا مالک ہو جایا کرتا ہے۔

بسیط مقدم ہوتا ہے مرکب پر وقف بسیط ہے اور بیع مرکب نیز وجودی طور پر بسیط مقدم ہوتا ہے اسی لیے وقف کو پہلے بیان فرمایا اور بیع کو بعد میں۔

وَجُمِعَ لِكَوْنِهِ بِاعْتِبَارِ كُلٍّ مِنَ الْبَيْعِ وَالْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ أَنْوَاعًا أَرْبَعَةً: نَافِذٌ مَوْقُوفٌ فَاسِدٌ بَاطِلٌ، وَمُقَايَضَةٌ صَرْفٌ سَلَمٌ مُطْلَقٌ مُرَابَحَةٌ تَوْلِيَةٌ، وَضِيعَةٌ مُسَاوَمَةٌ.

اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لائے ہیں کہ بیع، مبیع اور ثمن میں سے ہر ایک کی چار قسمیں ہیں: (۱) نافذ (۲) موقوف (۳) فاسد الی باطل، (۱) مقایضہ (۲) صرف (۳) سلم (۴) مطلق، (۱) مرابحہ (۲) تولیہ (۳) وضیعہ (۴) مساومہ۔

سوال بیع مصدر ہے اور مصدر کی جمع نہیں آیا کرتی ہے، تو پھر صاحب کتاب نے البیوع جمع کا صیغہ کیسے استعمال کرلیا ہے۔

جواب بیع مصدر ضرور ہے؛ لیکن بسا اوقات اسم مفعول کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے؛ اسی مفعول کا اعتبار کرتے ہوئے صاحب کتاب نے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، چوں کہ مفعول کی جمع آتی ہے۔ نیز بیع کی بہت ساری قسمیں ہیں ان کا اقسام کا اعتبار کرتے ہوئے صاحب کتاب نے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔

بیع نافذ: وہ بیع ہے جو فوراً لاگو ہو جائے۔

بیع موقوف: وہ بیع ہے جو کسی کی اجازت پر موقوف ہو۔

بیع فاسد: وہ بیع ہے جو ذات کے اعتبار مشروع ہو※ لیکن وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو۔
بیع باطل: وہ بیع ہے جو ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع نہ ہو۔
بیع مقائضہ: وہ بیع ہے جو عین کے بدلے میں عین ہو۔
بیع صرف: وہ بیع ہے جو ثمن کے بدلے میں ثمن ہو۔
بیع سلم: وہ ہے جو بیع الدین بالعین ہو۔
بیع مطلق: وہ بیع ہے جو ثمن کے بدلے میں عین ہو۔
بیع مرابحہ: وہ بیع ہے جو ثمن اول سے زائد میں بیچا جائے۔
بیع تولیہ: وہ بیع ہے جو ثمن اول کے مطابق بیچا جائے۔
بیع وضعیہ: وہ بیع ہے جو ثمن اول سے کم کر کے بیچا جائے۔
بیع مساومہ: وہ بیع ہے جس میں ثمن اول کا خیال کیے بغیر ویسے ہی بھاؤ کر کے بیچا جائے۔

هُوَ لُغَةً: مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ مَالًا أَوْ لَا بِدَلِيلِ {وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ} وَهُوَ مِنَ الْأَضْدَادِ، وَيُسْتَعْمَلُ مُتَعَدِّيًا وَبِمِنْ لِلتَّأْكِيدِ وَبِاللَّامِ، يُقَالُ: بِعْتُكَ الشَّيْءَ وَبِعْتُ لَكَ فَهِيَ زَائِدَةٌ قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ، وَبَاعَ عَلَيْهِ الْقَاضِي: أَيْ بِلَا رِضَاهُ.

ترجمہ: بیع لغت میں ایک چیز کے بدلے دوسری چیز دینا ہے، خواہ وہ مال ہو یا نہ ہو "وشروہ بثمن بخس" والی دلیل کی وجہ سے لفظ بیع اضداد میں سے، یہ متعدی استعمال ہوتا ہے اور من اور لام کے ساتھ تاکید کے لیے ہے۔ کہا جاتا ہے بعتک الشئ وبعتہ لک، تو یہ زائد ہے جسے ابن القطاع نے کہا ہے نیز کہا جاتا ہے: باع علیہ القاضی، یعنی قاضی نے اس کی رضامندی کے بغیر بیچ دیا۔

بیع کے لغوی معنی

بیع کے لغوی معنی ایک چیز کے بدلے دوسری چیز دینا ہے خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام پر بیع کا تحقق کیا گیا ہے حالاں کہ وہ آزاد ہونے کی بنیاد پر مال نہ تھے۔

لفظ بیع کی خصوصیت

وھو من الاضداد: کا مطلب یہ ہے کہ لفظ بیع کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں یعنی بیع کے معنی جس طرح سے خریدنے کے آتے ہیں ایسے ہی بیچنے کے بھی آتے ہیں۔ اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم، میں معنی اول بیچنا ہی مراد ہے اور "لایبیع احدکم علی بیع اخیہ الحدیث" میں معنی ثانی (خریدنا) ہی مراد ہے۔

لفظ بیع کا استعمال

بیع کا استعمال ذاتی طور پر بغیر صلہ کے متعدی ہوتا ہے اور جہاں کہیں بھی، من، لام یا علی کے ساتھ مستعمل ہوا ہے وہاں یا تو صلہ تاکید کے لیے ہے یا زائد ہے، بعتک الشی، بغیر صلہ کی مثال ہے۔ وبعتہ لک، صلہ لام کے ساتھ استعمال کی مثال ہے جو زائد ہے، وباع علیہ القاضی، علی کے ساتھ کی مثال ہے جو جبر

کا فائدہ دیتا ہے۔

وَشَرْعًا: مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوبٍ فِيهِ بِمِثْلِهِ خَرَجَ غَيْرُ الْمَرْغُوبِ، كَتُرَابٍ وَمَيْتَةٍ وَدَمٍ عَلَى وَجْهٍ مُفِيدٍ. مَخْصُوصٍ أَيْ بِإِيجَابٍ أَوْ تَعَاطٍ، فَخَرَجَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَالْهِبَةُ بِشَرْطِ الْعِوَضِ، وَخَرَجَ بِمُفِيدٍ مَا لَا يُفِيدُ فَلَا يَصِحُّ بَيْعُ دِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ اسْتَوَيَا وَزْنًا وَصِفَةً، وَلَا مُقَايَضَةُ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ حِصَّةَ دَارِهِ بِحِصَّةِ الْآخَرِ صَيْرَفِيَّةٌ وَلَا إِجَارَةُ السُّكْنَى بِالسُّكْنَى "أَشْبَاهٌ"

ترجمہ: بیع شریعت میں ایک مرغوب چیز دوسری مرغوب چیز کے بدلے دینا ہے، اس سے غیر مرغوب جیسے مٹی میتہ اور خون نکل گئے مخصوص طریقے پر یعنی ایجاب یا لینے کے ذریعے سے، چناں چہ جانبین سے تبرع اور عوض کی شرط کی وجہ سے ہبہ نکل گئے اور مفید کی قید سے غیر مفید چیزیں نکل گئیں۔ چناں چہ درہم کی بیع درہم سے وزن اور صفت میں برابری کے ساتھ صحیح نہیں ہے اور شریکین میں سے ایک کا اپنے گھر کے حصے کی دوسرے کے حصے سے برابری کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ صیرفیہ میں ہے اور ایک سکنی کو دوسرے سکنی کے بدلے کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

بیع کے اصطلاحی معنی بیع کے اصطلاحی معنی کسی مرغوب چیز کو کسی مرغوب چیز کے بدلے مخصوص طریقے پر دینا ہے۔

فوائد قیود شی مرغوب کی قید سے غیر مرغوب اشیاء نکل گئیں۔ مخصوص طریقے سے مراد بطریق تجارت ہے، اس لیے اس قید سے تبرع اور ہبہ نکل گئے اس لیے کہ ان دونوں میں تجارت کا طریقہ نہیں پایا جاتا ہے۔ اور وجہ مفید کی قید سے وہ تمام چیزیں نکل گئیں جن کے تبادلے سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ جیسے ایک گھر کو اسی طرح کے گھر کے بدلے میں بیچنا یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس صورت میں کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور بے فائدہ کاموں کو کرنا کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے: والذین ھم عن اللغو معرضون۔

وَيَكُونُ بِقَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ، أَمَّا الْقَوْلُ فَالْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ وَهُمَا رُكْنُهُ وَشَرْطُهُ أَهْلِيَّةُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَمَحَلُّهُ الْمَالُ. وَحُكْمُهُ ثُبُوتُ الْمِلْكِ. وَحِكْمَتُهُ نِظَامُ بَقَاءِ الْمَعَاشِ وَالْعَالَمِ. وَصِفَتُهُ: مُبَاحٌ مَكْرُوهٌ حَرَامٌ وَاجِبٌ.

ترجمہ: اور بیع قول وفعل سے منعقد ہوتی ہے بہر حال قول تو وہ ایجاب اور قبول ہے اور وہ دونوں رکن ہیں، اس کی شرط متعاقدین کا اہل ہونا ہے اس کا محل مال ہے اس کا حکم ملک کا ثابت ہونا ہے اور اس کی حکمت معاش اور عالم کے نظام کو باقی رکھنا ہے اور اس کی صفت مباح، مکروہ، حرام اور واجب ہے۔

بیع کیسے منعقد ہوتی ہے صاحب درمختار کہتے ہیں کہ بیع قول اور فعل دونوں طریقے سے منعقد ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں نے یہ بیچا دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدا، تو یہ بیع منعقد ہوگئی بذریعہ قول اور دوسری صورت یہ ہے جس کا اس زمانہ میں بہت زیادہ چلن ہے کہ دکاندار سے ایک کلو گوشت لیا بازار بھاؤ کے حساب سے اس کی جو قیمت بنی قصائی کو دیا اور چلتا بنا زبان سے کچھ بولا نہیں گیا لیکن دونوں سے ایسے امور صادر ہوئے کہ جن سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ دونوں نے خرید وفروخت کی، اسی لیے اس صورت کو بیع بذریعہ فعل کہا جاتا ہے۔

ھما ضمیر کا مرجع ظاہری اعتبار سے تو لگتا ہے کہ ھما ضمیر کا مرجع ایجاب وقبول ہے لیکن اس کا بھی قوی احتمال ہے کہ ھما ضمیر کا مرجع قول وفعل ہے جیسا کہ صاحب البحرالرائق نے اس کی صراحت کی ہے۔

شرائط بیع بیع میں ۷۶ شرائط ہیں جیسا کہ شامی میں البحرالرائق کے حوالے سے اس کی تفصیلات موجود ہیں یہاں ان ہی شرطوں کو بیان کیا جاتا ہے جن کی طرف صاحب درمختار نے اشارہ کیا ہے کہ اس کی شرط متعاقدین کا اہل ہونا ہے۔ متعاقدین کے اہل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عاقل ہوں، وہ پاگل یا ناسمجھ بچے نہ ہوں، نیز وہ متعدد ہوں ایسا نہ ہو کہ ایک ہی آدمی دونوں طرف سے بیع کر دے تو بیع منعقد نہ ہوگی، البتہ اگر باپ قاضی یا وصی تن تنہا بیع کر دے تو بیع منعقد ہو جائے گی۔

بیع کا محل صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ بیع کا محل مال ہوتا ہے یعنی جو چیز مال ہے اس کی خرید وفروخت جائز ہے اور جو مال نہیں ہے ان میں بیع کا انعقاد نہ ہوگا۔

علامہ شامی کی رائے حضرت علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب درمختار، المال کے بجائے المال المتقوم کہتے تو زیادہ اچھا ہوتا اس لیے کہ صرف المال کہنے کی صورت میں شراب نہیں نکلی ہے حالاں کہ شراب مسلمانوں کے نزدیک مال نہیں اس لیے اگر المال المتقوم کہا جاتا تو اس تعریف سے شراب خارج ہو جاتی اور تعریف جامع او رمانع بھی ہو جاتی۔

بیع کا حکم بیع صحیح کا حکم یہ ہے کہ ثمن اور مبیع پر بائع اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے۔

بیع کی حکمت بیع کی حکمت انسانی ضروریات کی تکمیل ہے، اور یہ بغیر بیع کے بہت مشکل ہے اس لیے کہ ایک آدمی اپنی تمام ضروریات کی تکمیل پر قادر نہیں ہے اس لیے کہ ایک سامان کے تیار ہونے میں اتنے مراحل آتے ہیں ان تمام مراحل کا طے کر لینا ایک انسان کے لیے مشکل کیا بل کہ ناممکن ہے مثلاً کپڑے کے اجزائے ترکیبی، کپڑے کی تیاری اور پھر اسکی سلائی یہ تمام کام ایک آدمی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے نظام کو باقی رکھنے کے لیے بیع کے طریقے کو رائج کیا تا کہ کوئی کپڑے کے اجزائے ترکیبی کی کھیتی کرے گا کوئی سوت تیار کرے گا اور کوئی سلائی کرے گا پھر لوگ الگ الگ طریقے سے اس کا استعمال کریں گے۔

بیع کی قسمیں بیع کی چار قسمیں ہیں (۱) مباح یہ وہ بیع ہے کہ جس کا تحقق عموماً مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ (۲) مکروہ یہ وہ بیع ہے جو شریعت کے رہنما اصول کے خلاف کی جائے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد کی جانے والی بیع، (۳) حرام اس سے بیع فاسد مراد ہے جیسے شراب کی بیع (۴) واجب وہ بیع ہے کہ جس کا آدمی محتاج ہو جائے جیسے یتیم کہ اس کے مال کا بیچنا واجب ہے، جس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

وثبوۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس

ترجمہ: اور بیع کا ثبوت قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ، اجماع اور قیاس سے ہے۔

بیع کا ثبوت قرآن کریم سے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ. (النساء:۲۹) وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ:۲۷۵)

بیع کا ثبوت حدیث رسول ﷺ سے

عن قيس بن ابى غرزة قال كنا فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم نسمى السماسرة فمر بنا النبى صلى الله عليه وسلم فسمانا باسم هو احسن منه فقال يا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة. قیس بن ابی غرزہ سے روایت ہے کہ ہمارا یعنی گروہ تجار کا رسول ﷺ کے زمانے میں سماسرہ نام تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارا نام پہلے نام سے بہتر رکھا اور آپ نے فرمایا اے معشر تجار! یعنی سوداگروں کے گروہ! بیع میں لغو اور قسم دونوں موجود ہوتے ہیں، اس لیے تم اپنی بیعوں کو صدقے سے ملا دو۔ مطلب یہ ہے کہ بیع اور شراء کے مقدمات میں اکثر لغو اور بے فائدہ قسم وغیرہ کا اتفاق پڑتا ہے تو اس کے کفارہ کے لیے کچھ للہ صدقہ دیا کرو۔ (ابوداؤد: اول کتاب البیوع)

اور ترمذی جلد: ۱/ ۲۲۹ میں ہے: يا معشر التجار ان الشيطان والاثم يحضران البيع فشوبوا بيعكم بالصدقة۔

(۲) عن ابى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے روز) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۹)

(۳) عن اسماعيل بن عبيد بن رفاعه عن ابيه عن جده انه خرج مع النبى الى المصلّى فرأى الناس يتبايعون فقال يا معشر التجار فاستجابوا الرسول الله ﷺ ورفعوا اعناقهم وابصارهم اليه فقال ان التجار يبعثون يوم القيامة فجاراً الا من اتقى الله وبرَّ وصَدَقَ۔ حضرت رفاعہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف نکلا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ خرید وفروخت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! یہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر آپ کی بات سننے لگے اور اپنی گردنیں اور آنکھیں آپ کی طرف اٹھائیں آپ نے فرمایا کہ تاجر قیامت کے دن فاجر نافرمان گنہگار اٹھائے جائیں گے، مگر وہ جو اللہ سے ڈرا اور نیکی کی اور سچ بولتا رہا۔ (ترمذی: ۱/ ۲۳۰)

بیع کا ثبوت اجماع سے

بیع کا ثبوت اجماع سے بھی ہے، کیوں کہ زمانہ نبوت سے لے کر آج تک تمام مسلمان جواز بیع پر متفق چلے آ رہے ہیں چناں چہ اصحاب سیر تحریر فرماتے ہیں کہ نبوت سے پندرہ سال پہلے حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے واسطے سے تجارت فرمائی تھی، نیز اکابر صحابہ، ائمہ مجتہدین اور بہت سے مشائخ نے تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے۔

بیع کا ثبوت قیاس سے

بیع کی مشروعیت انسانی ضروریات کی تکمیل ہے اور ضروریات کی تکمیل کے لیے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، وہ تمام چیزیں کسی ایک آدمی کے گھر تیار نہیں ہو سکتی ہیں، اس لیے ضروریات کی تکمیل کے لیے، دوسرے سامانوں کو غیر سے لینا ناگزیر ہے، جن کے حصول کے دو ہی طریقے ہیں: (۱) حرام (۲) حلال۔ حرام طریقہ تو از روئے شرع ممنوع ہے، اس لیے شریعت نے حلال طریقہ یعنی بیع کو جاری کیا، تا کہ لوگ بسہولت حلال طریقے سے اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔

فَالْإِيجَابُ هُوَ: مَا يُذْكَرُ أَوَّلًا مِنْ كَلَامِ أَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَالْقَبُولُ مَا يُذْكَرُ ثَانِيًا مِنَ الْآخَرِ سَوَاءٌ كَانَ بِعْتُ أَوِ اشْتَرَيْتُ الدَّالُّ عَلَى التَّرَاضِي قُيِّدَ بِهِ اقْتِدَاءً بِالْآيَةِ وَبَيَانًا لِلْبَيْعِ الشَّرْعِيِّ، وَلِذَا لَمْ يَلْزَمْ بَيْعُ الْمُكْرَهِ وَإِنِ انْعَقَدَ، وَلَمْ يَنْعَقِدْ مَعَ الْهَزْلِ لِعَدَمِ الرِّضَا بِحُكْمِهِ مَعَهُ. هَذَا وَيَرِدُ عَلَى التَّعْرِيفَيْنِ مَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ: لَوْ خَرَجَا مَعًا صَحَّ الْبَيْعُ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ: لَوْ كَانَا مَعًا لَمْ يَنْعَقِدْ كَمَا قَالُوا فِي السَّلَامِ، وَعَلَى الْأَوَّلِ مَا فِي الْأَشْبَاهِ تَكْرَارُ الْإِيجَابِ مُبْطِلٌ لِلْأَوَّلِ إِلَّا فِي عِتْقٍ وَطَلَاقٍ عَلَى مَالٍ،وَسَيَجِيءُ فِي الصُّلْحِ، وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ

۱- وَكُلُّ عَقْدٍ بَعْدَ عَقْدٍ جُدِّدَا ❁ فَأَبْطِلِ الثَّانِيَ لِأَنَّهُ سُدَى
۲- فَالصُّلْحُ بَعْدَ الصُّلْحِ أَضْحَى بَاطِلًا ❁ كَذَا النِّكَاحُ مَا عَدَا مَسَائِلَا
۳- مِنْهَا الشِّرَا بَعْدَ الشِّرَاءِ صَحَّحُوا ❁ كَذَا كَفَالَةٌ عَلَى مَا صَرَّحُوا
۴- إِذِ الْمُرَادُ صَاحِ فِي الْمُحَقَّقِ ❁ مِنْهَا إِذًا زِيَادَةُ التَّوَثُّقِ

ترجمہ: چناں چہ ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کے کلام میں سے پہلے مذکور ہو اس لیے قبول وہ ہے جو دوسرے سے بعد میں مذکور ہو، خواہ لفظ بعت ہو یا اشتریت جو رضامندی پر دلالت کرے، صاحب کتاب نے رضامندی کی قید، قرآن کریم کی اقتداء میں لگائی ہے نیز بیع شرعی کو بیان کرنے کے لیے، اس لیے کہ مکروہ کی بیع نافذ نہیں ہوتی، اگر چہ منعقد ہو جاتی ہے مذاقاً بیع منعقد نہیں ہوتی، بیع کے حکم کے ساتھ رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں تعریفوں پر تا تارخانیہ کی عبارت سے اعتراض واقع ہوتا ہے کہ اگر دونوں ساتھ نکلے تو بیع صحیح ہے، لیکن قہستانی میں ہے "اگر دونوں ساتھ ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی" جیسا کہ فقہاء نے سلام میں صراحت کی ہے، اور پہلی تعریف پر اشباہ کی عبارت سے اعتراض واقع ہوتا ہے کہ ایجاب کا تکرار پہلے کے لیے مبطل ہے، مگر عتق اور طلاق بالمال میں نہیں ہے اس کا بیان کتاب الصلح میں آنے والا ہے اور "المنظومة المحبية" میں ہے:

(۱) ہر وہ عقد جو عقد کے بعد نیا کیا جائے، تو دوسرے کو باطل جان اس لیے کہ وہ مہمل ہے
(۲) جب صلح صلح کے بعد باطل ہے ایسے ہی نکاح، مگر چند مسائل میں
(۳) اسی میں سے بیع بعد البیع کو علماء نے صحیح کہا ہے ایسے ہی کفالت جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے
(۴) اس لیے کہ عقد محقق میں اعتماد مراد ہے اور دوبارہ عقد سے وثوق کی زیادتی ہے

ایجاب وقبول کی حقیقت

بائع اور مشتری میں سے معاملہ طے کرنے کے لیے جو پہلے بولے اس بول کو ایجاب اور جو بعد میں بولے اسے قبول کہا جاتا ہے۔

ایجاب وقبول کے الفاظ

ایجاب وقبول کے لیے بعت اور اشتریت ہی کہنا ضروری نہیں، بل کہ تبدیلی ملکیت پر دلالت کیے جانے والے تمام الفاظ ایجاب وقبول کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں، فالبیع لایختص بلفظ وانما یثبت الحکم اذا وجد معنی التعلیک والتملک، (الطحطاوی علی الدر: ۳/ ۴) وینعقد بکل لفظ ینبئ

عن التحقیق کبعت واشتریت اورضیت او اعطیتک (شامی: ۷/۲۳)

مکرہ کی بیع

صاحب درمختار کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح ہے اور یہ بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے، گویا کہ جو حکم بیع فضولی کا ہے وہی حکم بیع مکرہ کا ہے حالانکہ بات ایسی نہیں ہے بل کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے اور یہ اس کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر مکرہ بعد میں راضی ہوجائے تو یہ بیع نافذ ہوجائے گی ورنہ تو یہ بیع فاسد ہے اس لیے کہ بائع کی طرف سے رضامندی نہیں پائی گئی جو نفاذ بیع کے لیے شرط ہے، فی المنار وشرحہ فی ذکر بیع المکرہ قال الا انہ یفسر ای ینعقد فاسدا لعدم الرضی الذی ھو شرط النفاذ۔ (الطحطاوی علی الدر: ۳/۵)

مذاقاً بیع کرنا

کوئی شخص مذاقاً بیع کرلیتا ہے، تو چوں کہ وہ اصلاً راضی نہیں ہے، اس لیے راضی نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع بھی فاسد ہے، اس لیے صاحب درمختار کا، لم ینعقد منع الھزل، کہنا ٹھیک نہیں، فقول الشارح: ولم ینعقد مع الھزل، الذی ھو مدخول العلۃ غیر صحیح لمنافاتہ ماتقدم من انہ منعقد لصدورہ من اھلہ فی محلہ لکنہ یفسد البیع لعدم الرضا بالحکم (ردالمحتار ۷/۱۹) نیز حدیث شریف میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین چیزیں ہیں جن میں حقیقت تو حقیقت ہے مذاق بھی حقیقت ہے (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت اور چوں کہ ان تینوں میں بیع شامل نہیں ہے اس لیے مذاقاً کی جانے والی بیع کا اعتبار نہ ہوگا، عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ رواہ الترمذی ابو داؤد وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب۔ (مشکوۃ المصابیح: ۸۴)

تکرار ایجاب کا حکم

ایک آدمی نے ایجاب کیا، ابھی دوسرے نے قبول نہیں کیا کہ ایجاب کرنے والے نے دوسری مرتبہ ایجاب کردیا ایسی صورت میں پہلا ایجاب باطل ہوکر دوسرے ایجاب کے مطابق ہی بیع منعقد ہوگی، اس کی صورت یہ ہے کہ بائع نے ایک مرتبہ کہا میں نے یہ سامان ایک ہزار میں بیچا ابھی مشتری نے قبول نہیں کیا تھا کہ بائع نے دوبارہ کہا کہ میں نے یہ سامان دو ہزار میں بیچا اب مشتری نے کہا میں نے خریدا، تو اب مشتری کا قبول دوسرے ایجاب سے متعلق ہوکر دو ہزار کے عوض میں بیع منعقد ہوگی، بخلاف عتق اور طلاق بالمال کے کہ اگر آقا یا شوہر نے کہا کہ تجھے ایک ہزار کے عوض آزادی یا طلاق ہے، ابھی قبول نہیں کیا کہ آقا یا شوہر پھر بولا تجھے دو ہزار کے عوض آزادی یا طلاق ہے، تو ایسی صورت میں دونوں ایجاب کو معتبر مان کر آزاد کردہ غلام اور مال کے عوض مطلقہ عورت پر تین ہزار روپئے واجب الادا ہوں گے، اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ بیع میں ایجاب عمل ہے اور عمل میں رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن عتاق اور طلاق میں ایجاب عمل نہیں بلکہ تعلیق ہے اور تعلیق میں آدمی خود رجوع نہیں کرسکتا الا یہ کہ فریق ثانی ہی اس کو قبول نہ کرے، تو وہ دوسری بات ہوگی۔ یعنی نہ طلاق ہوگی اور نہ ہی آزادی واقع ہوگی۔

تکرار عقد کا حکم

ایک معاملہ کرنے کے بعد پھر اسی معاملہ کو طے کرنا یہ تکرار عقد کہلاتا ہے۔ ایسی صورت میں چوں کہ ایک عقد کے بعد معاملہ طے ہوچکا ہے، اس لیے دوبارہ کیا جانے والا عقد لغو اور بے کار ہوگا، البتہ کچھ ایسے عقود ہیں کہ ان میں تکرار عقد ہوجائے تو بعد میں کیا جانے والا عقد لغو نہیں ہوگا، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ یہ پہلے عقد کی توثیق کے لیے ہے جیسے شرائی، کفالہ اور بعض علاقوں میں نکاح میں تین مرتبہ قبول کرانے کا طریقہ ہے۔

وَهُمَا عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ لَفْظَيْنِ يُنْبِئَانِ عَنْ مَعْنَى التَّمَلُّكِ وَالتَّمْلِيكِ مَاضِيَيْنِ كَبِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ

أَوْ حَالَيْنِ كَمُضَارِعَيْنِ لَمْ يُقْرَنَا بِسَوْفَ وَالسِّينِ كَأَبِيعُكَ فَيَقُولُ أَشْتَرِيهِ أَوْ أَحَدُهُمَا مَاضٍ وَالْآخَرُ حَالٌ. وَ لَكِنْ لَا يَحْتَاجُ الْأَوَّلُ إِلَى نِيَّةٍ بِخِلَافِ الثَّانِي فَإِنْ نَوَى بِهِ الْإِيجَابَ لِلْحَالِ صَحَّ عَلَى الْأَصَحِّ وَإِلَّا لَا إِذَا اسْتَعْمَلُوهُ لِلْحَالِ كَأَهْلِ خُوَارِزْمَ فَكَالْمَاضِي وَكَأَبِيعُكَ الْآنَ لِتَمَحُّضِهِ لِلْحَالِ، وَأَمَّا الْمُتَمَحِّضُ لِلِاسْتِقْبَالِ فَكَالْأَمْرِ لَا يَصِحُّ أَصْلًا إِلَّا الْأَمْرَ إِذَا دَلَّ عَلَى الْحَالِ كَخُذْهُ بِكَذَا فَقَالَ أَخَذْتُ أَوْ رَضِيتُ صَحَّ بِطَرِيقِ الِاقْتِضَاءِ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: ایجاب وقبول نام ہے ہر ان دولفظوں کا، جو غیر کو مالک کرنے اور خود مالک ہونے پر دلالت کرے، خواہ دونوں لفظ ماضی ہوں جیسے بعت اور اشتریت، یا دونوں حال ہوں جیسے مضارع بشرطے کہ دونوں سین اور سوف کے ساتھ متصل نہ ہوں جیسے ابیعک، تو مشتری کہے اشتریہ ان میں سے ایک ماضی اور دوسرا حال ہولیکن پہلی صورت میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، بخلاف دوسری صورت کے، تو اگر مضارع سے ایجاب کی صورت میں حال کی نیت کی، تو بیع صحیح ہے اصح قول کے مطابق، ورنہ صحیح نہیں ہے، الا یہ کہ مضارع کو حال ہی کے لیے استعمال کرتے ہوں جیسے اہل خوارزم تو یہ ماضی اور ابیعک الآن کے مانند ہے محض حال کے لیے ہونے کی وجہ سے اور بہر حال محض استقبال کے لیے، تو وہ امر کی طرح ہے، اس لیے اصلا بیع صحیح نہیں ہوگی، مگر امر جب حال پر دلالت کرے، جیسے اس کو اتنے میں لے، تو مشتری نے کہا میں نے لیا یا میں راضی ہوں تو یہ اقتضائی صحیح ہے، اس کو یاد رکھنا چاہئے۔

ایجاب وقبول کا مفہوم

وهما عبارة عن كل لفظ الخ: صاحب کتاب یہ کہہ رہے ہیں کہ ایجاب وقبول کے الفاظ صرف بعت اور اشتریت ہی نہیں ہے، بل کہ ایجاب وقبول سے وہ تمام الفاظ مراد ہیں جو تبدیلی ملکیت پر دلالت کرے خواہ وہ ماضی کے صیغے ہوں یا مضارع (حال) کے البتہ ایسا مضارع جو مستقبل کے لیے خاص ہو یا سین یا سوف داخل کر دیا گیا ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی۔

ایجاب وقبول میں نیت کی ضرورت

لا يحتاج الاول الى نية بخلاف الثاني: ایجاب وقبول میں ماضی کے صیغے استعمال کرنے کی صورت میں نیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر مضارع کے صیغے استعمال کیے جائیں تو، زمانہ حال کی نیت ضروری ہے اگر مضارع کے صیغے میں حال کی نیت کی ہے تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہیں، الا یہ کہ ایسا علاقہ ہو جہاں مضارع کا صیغہ حال ہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہو تو وہاں مضارع کے صیغے استعمال کرنے کی صورت میں حال کی نیت ضروری نہیں ہے، جیسے اہل خوارزم مضارع کو حال ہی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ایجاب وقبول میں امر کا صیغہ استعمال کرنا

الا الامر اذا دل على الحال: ایجاب یا قبول میں امر کا صیغہ اس انداز میں استعمال کیا جائے کہ جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ یہ صیغۂ امر حال ہی کے لیے استعمال کیا گیا ہے تو بیع منعقد ہو جائے گی ورنہ نہ ہوگی، جیسے بائع نے کہا یہ اتنے میں لے لے مشتری نے کہا میں نے لیا یا رضامندی ظاہر کی، اس کا آج کے بازار میں رواج بھی ہے، ایک آدمی بھاؤ کرتا ہے بات طے نہیں ہو پاتی ہے مشتری آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو بائع کہتا ہے ارے بھائی لے لو اب مشتری اپنی بتائی ہوئی قیمت دے کر مبیع لیتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

وَيَصِحُّ إِضَافَتُهُ إِلَى عُضْوٍ يَصِحُّ إِضَافَةُ الْعِتْقِ إِلَيْهِ كَوَجْهٍ وَفَرْجٍ وَإِلَّا لَا كَظَهْرٍ وَبَطْنٍ وَكُلُّ مَا

دَلَّ عَلَى مَعْنَى بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ نَحْوُ: قَدْ فَعَلْتُ وَنَعَمْ وَهَاتِ الثَّمَنَ وَهُوَ لَكَ أَوْ عَبْدُكَ أَوْ فِدَاكَ أَوْ خُذْهُ قَبُولٌ لٰكِنْ فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ: إِنْ بَدَأَ الْبَائِعُ فَقَبِلَ الْمُشْتَرِي بِنَعَمْ لَمْ يَنْعَقِدْ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَحْقِيقٍ وَبِعَكْسِهِ صَحَّ؛ لِأَنَّهُ جَوَابٌ وَفِي الْقُنْيَةِ نَعَمْ بَعْدَ الِاسْتِفْهَامِ كَهَلْ بِعْتَ مِنِّي بِكَذَا بَيْعٌ إِنْ نَقَدَ الثَّمَنَ؛ لِأَنَّ النَّقْدَ دَلِيلُ التَّحْقِيقِ وَلَوْ قَالَ: بِعْتُه فَبَلِّغْهُ يَا فُلَانُ فَبَلَّغَهُ غَيْرُهُ جَازَ فَلْيُحْفَظْ. وَلَا يَتَوَقَّفُ شَطْرُ الْعَقْدِ فِيهِ أَيْ الْبَيْعِ عَلَى قَبُولِ غَائِبٍ فَلَوْ قَالَ بِعْتُ فُلَانًا الْغَائِبَ فَبَلَغَهُ فَقَبِلَ لَمْ يَنْعَقِدْ اتِّفَاقًا إِلَّا إِذَا كَانَ بِكِتَابَةٍ أَوْ رِسَالَةٍ فَيُعْتَبَرُ مَجْلِسُ بُلُوغِهَا. كَمَا لَا يَتَوَقَّفُ. فِي النِّكَاحِ عَلَى الْأَظْهَرِ خِلَافًا لِلثَّانِي، فَلَهُ الرُّجُوعُ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ بِخِلَافِ الْخُلْعِ وَالْعِتْقِ عَلَى مَالٍ حَيْثُ يَتَوَقَّفُ اتِّفَاقًا فَلَا رُجُوعَ؛ لِأَنَّهُ يَمِينٌ "نِهَايَةٌ"

ترجمہ: اور بیع کی اضافت ایسے عضو کی طرف صحیح ہے کہ جس کی طرف عتق کی اضافت صحیح ہے، جیسے چہرہ اور شرمگاہ ورنہ نہیں جیسے پیٹھ اور پیٹ اور ہر وہ لفظ جو بعت اور اشتریت کے معنی پر دلالت کرے، جیسے قدفعلت، نعم قیمت لاؤ یہ تیرے لیے ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اس کو لے لے یہ تمام الفاظ قبول کے لیے ہیں لیکن ولوالجیہ میں ہے اگر بائع نے ایجاب کیا اور مشتری نے لفظ نعم سے قبول کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ تحقیق نہیں ہے اور اس کا برعکس صحیح ہے اس لیے کہ جواب ہے اور قنیہ میں ہے کہ نعم کہا استفہام کے بعد جیسے کیا تو نے مجھ سے اتنے میں بیچا، تو بیع ہے اگر ثمن نقد دے اس لیے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے، اور اگر کہا میں نے اس کو بیچا، اے فلانے تو اس کو بتادے، تو اس کے علاوہ نے مشتری کو بتادیا تو یہ بیع جائز ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ اور بیع میں ایجاب غائب کے قبول کرنے پر موقوف نہیں ہے، چناں چہ اگر کہا میں نے فلاں غائب کے ہاتھ بیچا پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے قبول کرلیا تو بالاتفاق بیع منعقد نہ ہوگی، مگر یہ کہ اس کو کتابت یا کہلوانے سے پہنچے تو اس مجلس کا اعتبار ہوگا جس میں یہ پہنچے، جیسا کہ نکاح میں موقوف نہیں ہے، ظاہری قول کے مطابق بخلاف دوسرے کے، چناں چہ ایجاب کرنے والے کو رجوع کا حق ہے، اس لیے کہ یہ عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور آزادی بعوض مال کے اس لیے کہ ان میں ایجاب شخص غائب کے قبول پر بالاتفاق وقوف ہے اس لیے یمین ہونے کی وجہ سے رجوع نہیں ہے۔

مبیع کے ایک حصے کی بیع کرنا

ویصح اضافته الی عضو الخ: اشیاء میں بعض ایسے اعضاء بھی ہوتے ہیں کہ جن میں سے ایک جز بول کر کل مراد لیا جاتا ہے، جیسے اردو میں بولا جاتا ہے کہ میرا در آپ کے لیے کھلا ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف دروازہ بل کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پورا گھر آپ کی خدمت کے لیے تیار ہے ایسے ہی انسانی بدن میں کچھ ایسے اعضاء بھی ہیں جن کو بول کر پورا انسانی وجود مراد لیا جاتا ہے، جیسے سر ہے گردن، چہرا اور شرمگاہ ہے تو اگر کسی نے ایجاب کو چہرے کی طرف منسوب کرتے ہوئے یوں کہا کہ میں نے اس باندی کا چہرہ اتنے میں بیچا تو یہ ایجاب صحیح ہے۔

لفظ نعم سے قبول کرنا

ان بدأ البائع فقبل المشتری بنعم لم ینعقد الخ: بائع نے ایجاب کیا اور مشتری نے اس کا جواب لفظ نعم سے دیا تو بیع منعقد نہ ہوگی، البتہ اگر مشتری نے ایجاب کیا اور بائع نے اس کا جواب لفظ نعم سے دیا

تو بیع منعقد ہو جائے گی اور اس فرق کی وجہ شاید یہ ہے کہ لفظ بیع مشترک ہے وہاں صرف لفظ نعم سے معنی کی تعیین دشوار ہے اس لیے بیع منعقد نہ ہوگی، لیکن لفظ شراء ایک ہی معنی پر دلالت کرتا ہے، اس لیے لفظ نعم سے ایک ہی معنی چوں کہ متعین ہو جاتا ہے اس لیے بیع صحیح ہے۔

بائع اور مشتری کا الگ الگ مجلس میں ہونا

ولو قال بعته فبلغه الخ: بائع نے مشتری کے غائبانہ میں ایجاب کیا اور کسی تیسرے شخص سے کہا کہ اس کو یہ خبر پہنچادی جائے، اس تیسرے آدمی نے یا کسی اور نے مشتری کو اس ایجاب کی خبر دیتا ہے اور مشتری قبول بھی کر لیتا ہے تو بیع صحیح ہے۔ ولا یتوقف شطر العقد فیه: لیکن اگر بائع نے اپنا ایجاب پہنچانے کے لیے کسی خاص آدمی کو متعین نہیں کیا، بل کہ ایجاب کر کے یوں ہی چھوڑ دیا اور شدہ شدہ بات مشتری تک پہنچی اور اس نے قبول کیا تو، اس صورت میں بیع منعقد نہ ہوگی اس لیے کہ یہ ایک مجہول صورت کے ذریعہ سے بیع ہوئی اس لیے بیع منعقد نہ ہوگی البتہ اگر کسی متعین شخص کے ذریعے ایجاب کی خبر پہنچے تو بیع منعقد ہو جائے گی گویا کہ یہ پہلی صورت ہی ہوگی۔

ثانی سے مراد

خلافا للثانی: الثانی سے مراد حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ ہیں یعنی اس مسئلے میں حضرت امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

رجوع کا حق

فله الرجوع لانه عقد معاوضة: بائع یا مشتری جس نے بھی ایجاب کیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کر لے اس لیے کہ یہ عقد معاوضہ ہے جب معاوضہ پر راضی نہیں ہے تو رجوع بھی کر سکتا ہے البتہ خلع اور عتق علی المال کی صورت میں رجوع نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ یہ ایک طرح سے یمین ہے جو دوسرے کے اختیار میں جا چکا ہے۔

وَأَمَّا الْفِعْلُ فَالتَّعَاطِي وَهُوَ التَّنَاوُلُ قَامُوسٌ. فِي خَسِيسٍ وَنَفِيسٍ خِلَافًا لِلْكَرْخِيِّ وَلَوْ التَّعَاطِي مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ عَلَى الْأَصَحِّ فَتْحٌ وَبِهِ يُفْتِي فَيْضٌ. إِذَا لَمْ يُصَرِّحْ مَعَهُ مَعَ التَّعَاطِي بِعَدَمِ الرِّضَا فَلَوْ دَفَعَ الدَّرَاهِمَ وَأَخَذَ الْبَطَاطِيخَ وَالْبَائِعُ يَقُولُ: لَا أُعْطِيهَا بِهَا لَمْ يَنْعَقِدْ كَمَا لَوْ كَانَ بَعْدَ عَقْدٍ فَاسِدٍ خُلَاصَةٌ وَبَزَّازِيَّةٌ وَصَرَّحَ فِي الْبَحْرِ بِأَنَّ الْإِيجَابَ وَالْقَبُولَ بَعْدَ عَقْدٍ فَاسِدٍ لَا يَنْعَقِدُ بِهِمَا الْبَيْعُ قَبْلَ مُتَارَكَةِ الْفَاسِدِ فَفِي بَيْعِ التَّعَاطِي بِالْأَوْلَى، وَعَلَيْهِ فَيُحْمَلُ مَا فِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا عَلَى ذَلِكَ، وَتَمَامُهُ فِي الْأَشْبَاهِ مِنْ الْفَوَائِدِ إِذَا بَطَلَ الْمُتَضَمِّنُ بَطَلَ الْمُتَضَمَّنُ وَالْمَبْنِيُّ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ. وَقِيلَ: لَا بُدَّ فِي التَّعَاطِي مِنْ الْإِعْطَاءِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ وَعَلَيْهِ الْأَكْثَرُ قَالَهُ الطَّرَسُوسِيُّ، وَاخْتَارَهُ الْبَزَّازِيُّ. وَأَفْتَى بِهِ الْحَلْوَانِيُّ وَاكْتَفَى الْكَرْمَانِيُّ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ مَعَ بَيَانِ الثَّمَنِ فَتَحَرَّرَ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ وَقَدْ عَلِمْتَ الْمُفْتَى بِهِ وَحَرَّرْنَا فِي شَرْحِ الْمُلْتَقَى صِحَّةَ الْإِقَالَةِ وَالْإِجَارَةِ وَالصَّرْفِ بِالتَّعَاطِي فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: اور بہر حال فعل تو وہ تعاطی ہے اور وہ لینا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے کم قیمت یا زیادہ قیمت میں کرخی کے خلاف بیع تعاطی منعقد ہو جاتی ہے اگر چہ ایک ہی جانب سے ہو اصح قول کے مطابق جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اسی پر فتوی ہے

جیسا کہ فیض میں ہے جب اس کے ساتھ یعنی طعاطی کے ساتھ عدم رضا مندی کی صراحت نہ کی ہو چناں چہ اگر دراہم دے کر خربوزے لیے، حالاں کہ بائع کہتا ہے میں اس کو اتنے میں نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسا کہ اگر عقد فاسد کے بعد ہو جیسا کہ خلاصہ اور بزازیہ میں ہے اور البحر الرائق میں صراحت کی ہے کہ اگر عقد فاسد کے بعد دوبارہ ایجاب وقبول کیا تو اس ایجاب وقبول سے بیع منعقد نہ ہوگی بیع فاسد کو ختم کرنے سے پہلے، تو بیع تعاطی میں بطریق اولی بیع منعقد نہ ہوگی، چناں چہ جو کچھ خلاصہ وغیرہ میں ہے وہ سب اسی پر محمول ہے اور اس کی پوری بحث اشباہ کے فوائد میں ہے کہ جب متضمن (بالکسر) باطل ہو تو متضمن (بالفتح) بھی باطل ہوگا اس لیے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور کہا گیا ہے کہ بیع تعاطی میں اعطاء جانبین سے ضروری ہے اسی پر اکثر ہیں جسے طرطوسی نے کہا ہے جسے بزازی نے اختیار کیا اور حلوانی نے اسی پر فتوی دیا ہے اور کرمانی نے مبیع کا سونپنا ثمن کے بیان کے ساتھ کافی کہا ہے تو اسی میں تین قول ہوئے نیز آپ نے مفتیٰ بہ قول کو جانا اور ہم نے شرح ملتقی میں اقالہ اجارہ اور صرف کا تعاطی سے صحیح ہونا لکھا ہے۔

بیع تعاطی ایجاب وقبول نہ کر کے محض سامان کا تبادلہ کر لیا جائے تو یہ بیع تعاطی ہے اس میں ہوتا یہ ہے کہ آدمی زبان سے تو کچھ بولتا نہیں ہے البتہ مبیع اور ثمن کا تبادلہ کر لیتا ہے جیسے بائع نے ایک کتاب لی اور بازار میں جو اس کی قیمت ہے، ادا کر کے چلتا بنا تو یہ بیع صحیح ہے اور یہی بیع تعاطی کہلاتی ہے۔

خسیس اور نفیس کی تفسیر کم قیمت یعنی درہم سے کم ہو تو وہ خسیس ہے، لیکن اگر دس درہم یا اس سے زیادہ ہو تو وہ قیمت نفیس کہلاتی ہے۔

بیع تعاطی کی صورتیں بیع تعاطی کی تین صورتیں ہیں: (۱) بائع یا مشتری میں سے کوئی بھی دے دے اس قول کی نسبت حضرت امام محمد کی طرف کی جاتی ہے یہ قول اصح ہے اسی پر فتویٰ ہے یہی وجہ ہے کہ زمانے کا اس پر عمل ہے (۲) جانبین کے لیے لازم ہے کہ بیع اور ثمن دونوں کو حوالہ کرے، بعض لوگوں نے اس دوسرے صورت پر فتویٰ تو دیا ہے، لیکن یہ قول زیادہ مقبول نہ ہو سکا یہی وجہ ہے کہ زمانے کا اس پر عمل نہیں ہے۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مبیع کے حوالہ کرنے سے بیع تعاطی تو ہو جائے گی البتہ ثمن کا تذکرہ ضروری ہے لوگوں کا معمول دیکھا جائے تو آج کے دور میں اس پر بھی عمل نہیں ہے۔ اس لیے مشتری ثمن کا تذکرہ کیے بغیر سودا لیتا ہے، بازار بھاؤ قیمت ادا کرتا ہے اور چلتا بنتا ہے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوتی ہے اس لیے بغیر ثمن کے تذکرہ کیے بیع تعاطی کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

عدم رضامندی کی صورت میں بیع تعاطی فلو دفع الدراهم واخذ البطاطيخ الخ: انعقاد بیع کے لیے چوں کہ رضامندی شرط ہے اس لیے اگر بیع تعاطی کی صورت میں بائع راضی نہیں ہے تو بیع منعقد نہ ہوگی۔

بیع فاسد کے بعد بیع تعاطی کرنا اب اسی بیع فاسد کو صحیح کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے بیع فاسد کو فسخ کرے، بیع فاسد کو فسخ کیے بغیر اگر دوبارہ صحیح طریقے سے بیع کرنا چاہتا ہے تو یہ بیع نہیں ہوگی، اس لیے اس بیع کی بنا فاسد پر رکھی جا رہی ہے، جو صحیح نہیں اسی طریقے سے بیع فاسد پر بیع تعاطی کرنا چاہتا ہے تو

بیع فاسد پر بیع تعاطی بدرجہ اولیٰ نہیں ہوگی، ہاں اگر بیع فاسد کو فسخ کر کے از سرنو بیع تعاطی کرتا ہے تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی۔

فُرُوعٌ مَایَسْتَجِرُّهُ الْإِنْسَانُ مِنَ الْبَیَّاعِ إِذَاحَاسَبَهُ عَلَی أَثْمَانِهَابَعْدَاسْتِهْلَاكِهَاجَازَ اسْتِحْسَانًا. بَیْعُ الْبَرَاءَاتِ الَّتِي یَكْتُبُهَا الدِّیْوَانُ عَلَی الْعُمَّالِ لَا یَصِحُّ بِخِلَافِ بَیْعِ حُظُوظِ الْأَئِمَّةِ لِأَنَّ مَالَ الْوَقْفِ قَائِمٌ ثَمَّةَ وَلَا كَذَلِكَ هُنَا أَشْبَاهٌ وَقُنْیَةٌ.وَمُفَادُهُ: أَنَّهُ یَجُوزُ لِلْمُسْتَحِقِّ بَیْعُ خُبْزِهِ قَبْلَ قَبْضِهِ مِنَ الْمُشْرِفِ بِخِلَافِ الْجُنْدِيِّ بَحْرٌ وَتَعَقَّبَهُ فِي النَّهْرِ وَأَفْتَی الْمُصَنِّفُ بِبُطْلَانِ بَیْعِ الْجَامِكِیَّةِ،لِمَافِي الْأَشْبَاهِ بَیْعُ الدَّیْنِ إِنَّمَایَجُوزُمِنَ الْمَدْیُونِ،وَفِیهَاوَفِي الْأَشْبَاهِ لَایَجُوزُ الْاِعْتِیَاضُ عَنِ الْحُقُوقِ الْمُجَرَّدَةِ كَحَقِّ الشُّفْعَةِ وَعَلَی هَذَا لَا یَجُوزُ الْاِعْتِیَاضُ عَنِ الْوَظَائِفِ بِالْأَوْقَافِ، وَفِیهَا فِي آخِرِ بَحْثِ تَعَارَضَ الْعُرْفُ مَعَ اللُّغَةِ. الْمَذْهَبُ عَدَمُ اعْتِبَارِ الْعُرْفِ الْخَاصِّ لَكِنْ أَفْتَی كَثِیرٌ بِاعْتِبَارِهِوَعَلَیْهِ فَیُفْتَی بِجَوَازِ النُّزُولِ عَنِ الْوَظَائِفِ بِمَالٍ وَبِلُزُومِ خُلُوِّ الْحَوَانِیتِ فَلَیْسَ لِرَبِّ الْحَانُوتِ إِخْرَاجُهُ وَلَا إِجَارَتُهَا لِغَیْرِهِ وَلَوْ وَقْفًا انْتَهَی مُلَخَّصًاوَفِي مُعِینِ الْمُفْتِي لِلْمُصَنِّفِ مَعْزِیًّا للولوالجیة: عِمَارَةٌ فِي أَرْضٍ بِیعَتْ فَإِنْ بِنَاءً أَوْ أَشْجَارًا جَازَ، وَإِنْ كِرَابًا أَوْ كُرَی أَنْهَارٍ أَوْ نَحْوَهُ مِمَّا لَمْ یَكُنْ ذَلِكَ بِمَالٍ وَلَا بِمَعْنَی مَالٍ لَمْ یَجُزْ اهـ. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّ بَیْعَ الْمَسْكَةِ لَا یَجُوزُ وَكَذَا رَهْنُهَا وَلِذَا جَعَلُوهُ الْآنَ فَرَاغًا كَالْوَظَائِفِ فَلْیُحَرَّرْ. اهـ. وَسَنَذْكُرُهُ فِي بَیْعِ الْوَفَاءِ.

فروع

ترجمہ: جن چیزوں کو انسان بائع سے لیتا ہے جب ان کی ہلاکت کے بعد، قیمت کا حساب لگایا جائے استحساناً بیع جائز ہے تنخواہ کی بیع، جن کو منشی عمال پر لکھ دیتے ہیں، صحیح نہیں ہے، برخلاف ائمہ کے حصے کی بیع کے اس لیے کہ وقف کا مال ہے جو وہاں موجود ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے، جیسا کہ اشباہ اور قنیہ میں ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ مستحق کے لیے ناظم سے لے کر قبضہ کرنے سے پہلے روٹی کا بیچنا جائز ہے بخلاف فوج کی تنخواہ کے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے، بحر الرائق میں اس پر اعتراض کیا ہے اور مصنف نے بیع جامکیہ کے باطل ہونے کا فتویٰ دیا ہے اس لیے کہ اشباہ میں ہے کہ دین کو صرف مدیون سے بیچ سکتے ہیں فتوی مصنف اور اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ کا عوض لینا جائز نہیں ہے جیسے حق شفعہ اسی قاعدے کے مطابق اوقاف کے وظائف کا عوض لینا جائز نہیں ہے اور اشباہ میں، عرف اور لغت کے تعارض والی بحث کے اخیر میں ہے کہ ظاہری مذہب یہی ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں، لیکن بہت سے علماء نے اس کے اعتبار کا فتویٰ دیا ہے اور اس پر عمل ہے، چناں چہ مال کے عوض وظائف سے دست بردار ہونے اور کرایہ دار کے مستحق ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے، چناں چہ دوکان مالک کے لیے جائز نہیں ہے کہ کرایہ دار کو نکالے اور نہ ہی دوسرے کو کرایہ پر دے اگر چہ وقف کی دکان ہو، اشباہ کی بات مختصراً ختم ہوئی، اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں، ولوالجیہ کے حوالے سے ہے کہ زمین کی عمارت بیچ گئی، تو اگر بنا ہے یا درخت ہے تو جائز ہے لیکن اگر نالے کے لیے یا نہر وغیرہ کھودنے کے لیے ہے، تو چوں کہ یہ مال نہ مال ہے اور نہ ہی مال کے معنی میں اس لیے بیع جائز نہیں معین المفتی کی عبارت ختم ہوئی میں کہتا ہوں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ مسکہ کی بیع جائز نہیں ہے ایسے ہی اس کا رہن اسی لیے علماء نے اس کو وظائف کی طرح

فراغ قرار دیا ہے اس لیے اس کی تحقیق ہونی چاہئے، متعین المفتی کی عبارت ختم ہوئی اور ہم اس کو بیع الوفاء میں بیان کریں گے۔

بیع کی ایک خاص صورت

ایک آدمی نے استعمال کے لیے کوئی چیز کسی سے لی، اب وہ استعمال کے دوران ہلاک ہوگئی یا ہلاک کیے بغیر استعمال بھی نہیں کر سکتے، ایسی صورت میں اس ہلاک شدہ شئی کی قیمت لگا کر معاوضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے۔

چیک کی بیع

بیع البراءات التی یکتبھا الدیوان الخ: ملازم کو نقد روپئے کے بجائے چیک کاٹ کے دے دیا گیا، تو اب اس ملازم کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس چیک کو کسی تیسرے کے ہاتھ فروخت کرے، اس لیے کہ بہت ممکن ہے اکاؤنٹ میں پیسے نہ ہوں اور نزاع کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جائے۔

ٹکٹ کی بیع

یجوز للمستحق بیع خبزہ الخ: بعض تعلیم گاہوں، فرموں اور کمپنیوں میں ٹکٹ یا کوپن ملتا ہے جسے دکھا کر کھانا لیا جاتا ہے، اب اگر کوئی آدمی اس ٹکٹ کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے اس کا رواج بھی ہے۔

تنخواہ کی بیع

وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة: تنخواہ اور پینشن چوں کہ حق مجرد ہے اور حق مجرد کی بیع جائز نہیں ہے، اس لیے تنخواہ اور پینشن کی بیع جائز نہیں ہے۔

وظیفے کا عوض لینا

وعلی ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف الخ: ایک آدمی کہیں ملازم ہے، اب متولی اس کو ہٹانا چاہتا ہے، لیکن وہ ملازم اس کے عوض میں مال کا مطالبہ کرتا ہے، تو اس طرح سے، وظائف کے عوض میں مال دینا جائز نہیں ہے، لیکن بعض لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہوئے (جو انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہو جانے کی صورت میں مال دیا تھا) کہا ہے کہ جائز ہے اس لیے اگر بہت خاص حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے اور مجبوری کی نوبت آجائے تو اس طرح کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، عام حالات میں اس طرح کا معاملہ کرنا صحیح نہیں۔

دکان کو خالی کرانا

فلیس لرب الحانوت اخراجه الخ: مالک دوکان کرایہ بڑھا سکتا ہے، دوکان دار سے دوکان کو خالی نہیں کرا سکتا ہے، ہاں اگر دوکان دار مناسب کرایہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس کا حکم الگ ہے۔

ٹھیکے پر کنواں کھدائی

ٹھیکے پر کنواں کھدوانا یا بورنگ کرانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ بہت ممکن ہے نیچے چٹان ہو، پانی نہ نکلے اور ٹھیکیدار کو نقصان ہو جائے۔

وَيَنْعَقِدُ أَيْضًا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ كَمَا فِي بَيْعِ الْقَاضِي وَالْوَصِيِّ وَ الْأَبِ مِنْ طِفْلِهِ وَشِرَائِهِ مِنْهُ فَإِنَّهُ لِوُفُورِ شَفَقَتِهِ جُعِلَتْ عِبَارَتُهُ كَعِبَارَتَيْنِ، وَتَمَامُهُ فِي الدُّرَرِ

ترجمہ: اور ایک لفظ سے بھی بیع منعقد ہو جاتی ہے، جیسے قاضی و وصی کی بیع اور یا باپ کا اپنے بچے کی جانب سے بیچنا اور خریدنا اس لیے کہ اس کی عبارت، شفقت کی زیادتی کی وجہ سے دو عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور اس کا پورا بیان درر میں ہے۔

ایک لفظ سے بیع کا انعقاد

وینعقد ایضا بلفظ واحد الخ: انعقاد بیع کے لیے تو دو لفظ چاہئے ایک ایجاب کے لیے دوسرا قبول کے لیے لیکن تین صورتیں ایسی ہیں کہ لفظ واحد سے ہی بیع ہو جایا کرتی ہے

(۱) قاضی (۲) وصی، کی بیع یتیم کے حق میں کہ ان دونوں نے یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیچا ہے تو جائز ہے، (۳) باپ اگر اپنے ایک بچے کے مال کو دوسرے بچے کے ہاتھ بیچتا ہے تو شفقت کی وجہ سے جائز ہے اس لیے باپ شفیق ہوتا ہے، اس کے دونوں بچے اس کی نظر میں برابر ہیں، یقیناوہ دھوکہ دہی سے کام نہ لیگا، اگر باپ ایسا ہے کہ اپنے ایک بچے کو گھاٹے میں رکھے تو اس بیع کا اعتبار نہ ہوگا۔

وَإِذَا أَوْجَبَ وَاحِدٌ قَبْلَ الْآخَرِ بَائِعًا كَانَ أَوْ مُشْتَرِيًا فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّ خِيَارَ الْقَبُولِ مُقَيَّدٌ بِهِ كُلَّ الْمَبِيعِ بِكُلِّ الثَّمَنِ، أَوْ تَرَكَ لِئَلَّا يَلْزَمَ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ إِلَّا إِذَا أَعَادَ الْإِيجَابَ وَالْقَبُولَ أَوْ رَضِيَ الْآخَرُ وَكَانَ الثَّمَنُ مُنْقَسِمًا عَلَى الْمَبِيعِ بِالْأَجْزَاءِ كَمَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ وَإِلَّا لَا، وَإِنْ رَضِيَ الْآخَرُ لِعَدَمِ جَوَازِ الْبَيْعِ بِالْحِصَّةِ ابْتِدَاءً كَمَا حَرَّرَهُ الْوَانِيُّ أَوْ بَيَّنَ ثَمَنَ كُلٍّ كَقَوْلِهِ بِعْتُهُمَا كُلَّ وَاحِدٍ بِمِائَةٍ وَإِنْ لَمْ يُكَرِّرْ لَفْظَ بِعْتُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنْ "الْبُرْهَانِ"

ترجمہ: جب ایک نے ایجاب کیا، تو دوسرا بائع ہو یا مشتری اسی مجلس میں قبول کرے، اس لیے کہ قبول کرنے کا اختیار اسی مجلس کے ساتھ مقید ہے، عاقد ثانی کل مبیع کو پورے ثمن کے ساتھ قبول کرے یا چھوڑ دے، تا کہ تفریق صفقہ لازم نہ آئے؛ الا یہ کہ ایجاب وقبول کو دہرائے یا دوسرا راضی ہو جائے اور ثمن منقسم ہوتا ہے ثمن کے اجزاء پر جیسے کیلی اور وزنی ورنہ نہیں اگر چہ دوسرا راضی ہو جائے، ابتداء حصہ میں بیع جائز نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ وانی نے لکھا ہے، یا ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا جیسے بائع کا قول، میں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک سو کے عوض بیچا، اگر چہ لفظ بعت کا تکرار نہ کیا ہو، صاحبین کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں برہان کے حوالے سے ہے۔

خیار قبول

واذااوجب واحدقبل الآخر الخ: بائع یا مشتری میں سے کسی نے ایجاب کیا تو اب دوسرے کو قبول کرنے کا اختیار ہے، سامان پسند اور قیمت بھی اچھی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اختیار ہے، کسی پر زبردستی بیع لازم نہیں کی جاسکتی ہے۔

بائع کی بتائی ہوئی قیمت کی اہمیت

مبیع ایسی چیز ہے کہ اس کے تمام اجزاء پر ایک ہی طرح کی قیمت متعین نہیں کر سکتے، تو ایسے تمام اشیاء کو بائع کی بتائی ہوئی قیمت ہی کے مطابق لے لے، اس قیمت سے کم کر کے ایجاب نہ کرے، چوں کہ اس صورت میں صرف ایجاب پایا گیا، قبول نہیں، اس لیے کہ جب بائع کے ایجاب کے مطابق قبول نہ ہو سکا تو اس کا یہ ایجاب ضائع ہو کر اب صرف ایجاب رہ گیا اور صرف ایجاب سے بیع منعقد ہوتی نہیں ہے، قیمت کم کر کے قبول کرنے کی صورت میں لازم ہے کہ ایجاب وقبول از سرے نو کیا جائے یا بائع کم قیمت ہی میں دینے کے لیے راضی ہے تو صرف مشتری کے ایجاب سے بیع منعقد ہو جائے گی اور بائع کا راضی ہونا قبول کا قائم مقام مان لیا جائے گا یہ اس صورت میں ہے کہ جب مبیع مختلف القیمت ہو، لیکن اگر مبیع متحد القیمت ہے، تو بائع کے لیے ایک چیز کی قیمت علاحدہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بل کہ کسی ایک کی قیمت بتا دے اسی قیمت کے حساب سے اس کی تمام اشیاء بکتی رہیں گی اس لیے کہ اس صورت میں بائع کی غرض یہ ہے کہ میرے یہ تمام سامان بک جائیں اور یہ تمام سامان متحد القیمت بھی ہیں اس لیے ہر ایک کی الگ

الگ قیمت بیان کرنا بے سود ہے۔

وَمَا لَمْ يُقْبَلْ بَطَلَ الْإِيجَابُ إِنْ رَجَعَ الْمُوجِبُ قَبْلَ الْقَبُولِ أَوْ قَامَ أَحَدُهُمَا وَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ عَنْ مَجْلِسِهِ عَلَى الرَّاجِحِ نَهْرٌ وَابْنُ الْكَمَالِ، فَإِنَّهُ كَمَجْلِسِ خِيَارِ الْمُخَيَّرَةِ وَكَذَا سَائِرُ التَّمْلِيكَاتِ فَتْحٌ.

ترجمہ: اور جب قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا، اگر موجب نے قبول سے پہلے رجوع کرلیا، یا ان دونوں میں سے ایک کھڑا ہوگیا اگر چہ مجلس سے نہیں گیا راجح قول کے مطابق، جیسا کہ نہر اور ابن الکمال میں ہے، گویا کہ خیار مجلس خیار مخیرہ کے مانند ہے، ایسے ہی تمام تملیکات جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

خیار قبول کب باطل ہوتا ہے؟

ومالم یقبل بطل الایجاب الخ: صاحب کتاب نے یہاں تین چیزیں بیان کی ہیں جن سے قبول کرنے کا اختیار باطل ہوجاتا ہے (۱) ایجاب تو کرلیا گیا، لیکن کسی نے قبول نہیں کیا یا ایجاب کرنے والے نے خود رجوع کرلیا یا متعاقدین میں سے کوئی مجلس سے اٹھ کھڑا ہو، ان تینوں کے علاوہ بھی کچھ ایسی چیزیں ہیں جن سے قبول کرنے کا اختیار ختم ہوجاتا ہے (۴) کوئی ایسی حرکت کرنا جو اعراض پر دلالت کرے (۵) متعاقدین میں سے کوئی صراحتاً خرید فروخت سے انکار کردے (۶) دونوں میں سے کسی کی موت ہوجائے (۷) مبیع ہی ضائع ہوجائے (۸) ایجاب کیا بیچنے کے لیے، لیکن پھر اس کو ہبہ کردیا۔

وَإِذَا وُجِدَا لَزِمَ الْبَيْعُ بِلَا خِيَارٍ إِلَّا لِعَيْبٍ أَوْ رُؤْيَةٍ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَحَدِيثُهُ مَحْمُولٌ عَلَى تَفَرُّقِ الْأَقْوَالِ إِذِ الْأَحْوَالُ ثَلَاثَةٌ قَبْلَ قَوْلِهِمَا وَبَعْدَهُ وَبَعْدَ أَحَدِهِمَا، وَإِطْلَاقُ الْمُتَبَايِعَيْنِ فِي الْأَوَّلِ مَجَازُ الْأَوَّلِ، وَفِي الثَّانِي مَجَازُ الْكَوْنِ وَفِي الثَّالِثِ حَقِيقَةٌ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب ایجاب وقبول پائے جائیں گے تو بیع بغیر کسی اختیار کے لازم ہوجائے گی مگر خیار عیب یا خیار رؤیت کی وجہ سے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف اور ان کی مستدل حدیث میں تفرق سے مراد تفرق اقوال ہے، اس لیے کہ تین احوال ہیں (۱) عاقدین کے قول سے پہلے (۲) عاقدین کے قول کے بعد (۳) عاقدین میں سے قول واحد کے بعد متبایعین کا اطلاق پہلی صورت میں انجام کے اعتبار سے مجاز ہے، دوسری صورت میں وقوع کے اعتبار سے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے، لھذا اسی پر محمول کیا جائیگا۔

خیار مجلس

واذا وجدا لزم البیع بلا خیار الخ: متعاقدین میں سے کسی نے ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول بھی کرلیا تو اب بیع تام ہوگئی، اب دونوں میں سے کوئی بھی معاملہ از خود فسخ نہیں کرسکتا، الا یہ کہ مبیع میں کوئی ایسا عیب نکل آئے کہ مشتری کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے، تو مشتری کو اختیار ملے گا۔ یہ مسلک احناف اور مالکیہ کا ہے، لیکن حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ: جب تک متعاقدین مجلس میں ہیں، بیع کے فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ قال البیعان کل واحد منہما الخیار علی صاحبہ مالم یتفرقا الا بیع الخیار (الصحیح لمسلم: ۶/۲) والی

حدیث کی وجہ سے۔احناف اور مالکیہ کی پہلی دلیل: باری تعالیٰ کا قول: لاتأکلوا اموالکم بینکم بالاطل الا ان تکون تجارة عن تراض " ہے کہ جب باہمی رضامندی سے بیع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے مشتری کو مبیع میں سے کھانے کی اجازت دی ہے اس لیے معلوم ہوا کہ ایجاب وقبول کے بعد متعاقدین میں سے ہر ایک مبیع اور ثمن میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں، جو مجلس کی برخاستگی پر موقوف نہیں، ایسی صورت حال میں اگر متعاقدین کو خیار مجلس دیا گیا تو نص قرآنی کا باطل ہونا لازم آئے گا جو نا جائز ہے۔ان حضرات کی دوسری دلیل باری تعالیٰ کا قول یا ایھا الذین آمنو أوفو ابالعقود ہے کہ قرآن کریم نے عقد کو باقی رکھنے کا حکم دیا ہے اور بیع بھی ایک عقد ہے جس کا باقی رکھنا از روئے قرآن لازم اور ضروری ہے اس لیے متعاقدین میں سے کسی کو خیار مجلس کا حق حاصل نہ ہوگا اس لیے کہ یہ اوفو ابالعقود کے خلاف ہے ان حضرات کی تیسری دلیل وہ حدیث بھی ہے جس سے حضرات شوافع اور حنابلہ اسدلال کرتے ہیں۔اس لیے کہ حدیث شریف میں تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے، جیسا کہ حضرت ابرہیم نخعی نے تفرق سے تفرق بالاقوال ہی مراد لی ہے۔عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم قال المتبایعان کل واحد منهما بالخیار علی صاحبه مالم یتفرقا الا بیع الخیار قال محمد و بهذا ناخذ و تفسیره عندنا مابلغنا ابراهیم النخعی انه قال المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا، قال (ابراهیم) مالم یتفرقا عن منطق البیع (مؤطا امام محمد: ۳۴،۳۴۲)

حضرت ابراہیم نخعی بڑے محدث اور جلیل القدر تابعی ہیں ان کی یہ رائے حقائق پر مبنی ہے، اس لیے کہ ان کے اس قول کی تائید آیات قرآنیہ اور آحادیث نبویہ سے ہو رہی ہے، قال اللہ تعالیٰ وما تفرق الذین او تو الکتاب الامن بعد ماجاءتهم البینة و قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم افترقت بنو اسرائیل علی ثنتین وسبعین فرقة وستفرق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة۔ (طحطاوی علی الدر: ۳/۱۲)

یہ ایک حقیقت ہے کہ نصوص میں عام طور پر تفرق سے تفرق قولی مراد لیا گیا ہے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ الصلاة والسلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو لے کر کوہِ طور پر گئے تھے، اس دوران بنی اسرائیل میں کچھ ایسی چیزیں در آئیں جو آسمانی مذہب کے خلاف تھی یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاة والسلام کہاں برداشت کر سکتے تھے۔انہوں نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "فرقت بین بنی اسرئیل" اگر تفرق سے تفرق بالابدان مراد لیا جائے تو یہ کارنامہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو طور پہاڑ پر لے جا کر انجام دے چکے ہیں تو پھر حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام کیوں؟

اسی طریقے سے قاضی زوجین کے درمیان تفریق کرتا ہے۔مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر براجمان ہیں۔اپنی جگہ سے ہٹنے کی نوبت نہیں آتی قاضی کے الفاظ تفریق ادا کر دینے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے قطع نظر اس کے کہ دونوں نے مجلس بدلی یا نہیں۔ظاہری بات ہے اس معنی کے مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ تفرق سے تفرق بالاقوال حقیقت ہے اور تفرق بالابدان مجاز ہے اس بات کو حافظ ابن حجر نے بھی تسلیم کیا ہے۔

ونقل ثعلب عن الفضل بن سلمة افترقا بالكلام وتفرقا بالابدان ورده ابن العربی بقوله تعالیٰ

ومالتفرق الذين اوتوا الكتاب فانه ظاهر فى التفرق بالكلام لا نه بالاعتقاد واجيب بأنه من لازمه فى الغالب لأن ما خالف اخر فى عقيدته كأنه مستدعا لمفارقته اياه ببدنه۔

لفظ متبایعین کی مراد

اذا الاحوال ثلاث قبل قبولهما الخ: متبایعان اسم فاعل متبایع کا تثنیہ ہے جس کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں (۱) دونوں کے قول سے پہلے یعنی محض بیع کا ارادہ کرنے سے بائع اور مشتری دونوں کو متبائع کہہ دیا جائے ابھی چوں کہ دونوں نے خرید وفروخت کا عمل کیا نہیں ہے بل کہ صرف ارادہ کیا اس لیے ان دونوں کو متبایعان کہنا مجاز ہوگا، اس لیے کہ اسم فاعل کا استعمال مستقبل کے لیے مجاز ہے (۲) دونوں کے قول کے بعد یعنی بائع اور مشتری دونوں نے ایجاب وقبول کرلیا بیع منعقد ہونے کے بعد دونوں کو متبایعان کہا جائے، اس صورت میں بھی مجاز ہوگا، اس لیے کہ اسم فاعل کا استعمال ماضی کے لیے مجاز ہے (۳) ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے بائع اور مشتری کو متبایعان کہا جائے اس صورت میں یہ حقیقت ہے اس لیے کہ اسم فاعل کا استعمال حال کے لیے حقیقت ہے۔ جب پہلے دونوں معانی مجاز ٹھہرے او رتیسرا مفہوم حقیقی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر آسانی سے عمل کرنا ممکن ہو حقیقت پر ہی عمل کیا جائے اس لیے حدیث شریف میں ماضی اور مستقبل کا مفہوم مراد نہ لے کر حال کا معنی مراد لیا جائے تو حدیث شریف کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایجاب کے بعد قبول کرنے سے پہلے والی صورت ہی کو حدیث شریف میں متبایعان کہا گیا ہے اسی کا دوسرا نام خیار قبول ہے اور حدیث شریف میں یہی معنی مراد ہے اس لیے کہ متبایعان کو ماضی پر محمول کرنے کی صورت میں مجازی معنی مراد لینے کے ساتھ ساتھ یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد مبیع پر مشتری کا حق ثابت ہونے کے بعد خواہ مخواہ مشتری کا حق باطل ہوجائے گا جو صحیح نہیں ہے۔

وَشُرِطَ لِصِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ وَوَصْفُ ثَمَنٍ كَمِصْرِيٍّ أَوْ دِمَشْقِيٍّ. غَيْرِ مُشَارٍ إِلَيْهِ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي مُشَارٍ إِلَيْهِ لِنَفْيِ الْجَهَالَةِ بِالْإِشَارَةِ مَا لَمْ يَكُنْ رِبَوِيًّا قُوبِلَ بِجِنْسِهِأَوْ سَلَمًا اتِّفَاقًا أَوْ رَأْسَ مَالِ سَلَمٍ لَوْ مَكِيلًا أَوْ مَوْزُونًا خِلَافًا لَهُمَا كَمَا سَيَجِيءُ

ترجمہ: اور بیع صحیح ہونے کی شرط مبیع اور ثمن کی مقدار کا جاننا ہے اور ثمن کا وصف جیسے مصری ہے یا دمشقی جس کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس میں یہ شرط نہیں ہے اشارہ سے جہالت دور ہوجانے کی وجہ سے جب کہ ایسا ربوی نہ ہو کہ جس کا تبادلہ ہوا ہو اپنے جنس سے یا سلم نہ ہو بالاتفاق، یا سلم کا رأس المال نہ ہو خواہ مکیلی ہو یا موزونی جیسا کہ آرہا ہے۔

بیع کی شرطیں

وشرط لصحتہ قدر مبیع وثمن الخ: بیع صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن کی مقدار سے بھی واقف ہو اگر دونوں مبیع اور ثمن کی مقدار سے ناواقف ہیں اور یہ جہالت، جہالت فاحشہ کے درجے کی ہے تو بیع نہ ہوگی البتہ اگر کم درجے کی جہالت ہے تو بیع صحیح ہوجائے گی اس لیے کہ اس باب میں کم نقصان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

کرنسی کی تعیین

ووصفثمن الخ: جس طریقے سے مبیع اور ثمن کی مقدار کا جاننا ضروری ہے ایسے ہی جہاں مختلف قسم کی کرنسیاں چلتی ہیں وہاں کرنسی کی تعیین بھی ضروری ہے۔

مبیع یا ثمن کی طرف اشارہ کر دینا

لا یشترط ذالک فی مشار الیہ الخ: مبیع اور ثمن کی مقدار سے واقفیت یا ثمن کے وصف کی تعیین اس صورت میں ہے کہ جب مبیع یا ثمن کو اشارہ کر کے متعین نہ کیا گیا ہو؛ لیکن اگر ان دونوں کو مبیع کے وقت اشارے کر کے متعین کر دیا گیا تو اب متعین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ اشارہ کی بنیاد پر جہالت ختم ہو گئی۔

اموال ربویہ کا تبادلہ

مالم یکن ربویا الخ: اموال ربویہ کے علاوہ چیزوں کی بیع اشارہ کر کے کرے تو جائز ہے لیکن اموال ربویہ کی بیع اشارہ کر کے بیچنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں اموال ربویہ کے تبادلے کی صورت میں برابری لازم قرار دیا ہے اور جب تک ان کو ناپا یا تولا نہ جائے برابر نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور برابر نہ ہونا ہی سود ہے اس سود سے بچانے کے لیے حضرات فقہاء نے بالاتفاق اموال ربویہ میں برابری کو لازم قرار دیا ہے جب برابر بھی کمی زیادتی نہ ہو اور یہ بغیر ناپے یا تولے ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح مکیلی یا موزونی اشیاء میں بیع سلم کرنے کی صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک وزن یا تول ضروری ہے البتہ حضرات صاحبین کے نزدیک مکیلی اور موزونی اشیاء میں بغیر ناپ تول کے اندازہ سے بیع سلم کر لیا تو بیع سلم صحیح ہے حضرت علامہ شامی کا رجحان صاحبین کے قول پر فتویٰ کا ہے اس کی مزید بحث بیع سلم کے تحت آرہی ہے۔

فَرْعٌ لَوْ كَانَ الثَّمَنُ فِي صُرَّةٍ وَلَمْ يَعْرِفْ مَا فِيهَا مِنْ خَارِجٍ خُيِّرَ وَيُسَمَّى خِيَارَ الْكَمِّيَّةِ لَا خِيَارَ الرُّؤْيَةِ لِعَدَمِ ثُبُوتِهِ فِي النُّقُودِ ''فتح''

ترجمہ: اگر ثمن تھیلی میں ہے اور باہر سے نہیں جانا گیا کہ اندر میں کیا ہے تو اختیار ملے گا جس کا نام خیار الکمیت نہ کہ خیار الرویت نقود میں خیار رؤیت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

ثمن نہ دیکھنے کی صورت میں

لو کان الثمن فی صرۃ الخ: سامان بیچنے کو تو بیچ دیا؛ لیکن بائع نے ابھی پیسے دیکھے نہیں ہیں، بیع تام ہو گئی اس کے بعد مشتری نے پیسے دیئے تو دیکھا کہ روپیہ تو پھٹا ہوا ہے اس صورت میں بائع کو یہ اختیار ہے کہ وہ پھٹا ہوا روپیہ نہ لے کر دوسرے روپے کا مطالبہ کرے جس کا نام خیار کمیت ہے نہ کہ خیار رویت اس لیے کہ خیار رویت کا تعلق سامان سے اور خیار کمیت کا تعلق نقود سے ہے۔

وَصَحَّ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَهُوَ الْأَصْلُ وَمُؤَجَّلٍ إِلَى مَعْلُومٍ لِئَلَّا يُفْضِيَ إِلَى النِّزَاعِ وَلَوْ بَاعَ مُؤَجَّلًا صُرِفَ لِشَهْرٍ بِهِ يُفْتَى وَلَوِ اخْتَلَفَا فِي الْأَجَلِ فَالْقَوْلُ لِنَافِيهِ إِلَّا فِي السَّلَمِ بِهِ يُفْتَى وَلَوْ فِي قَدْرِهِ فَلِلْمُدَّعِي الْأَقَلَّ وَالْبَيِّنَةُ فِيهِمَا لِلْمُشْتَرِي وَلَوْ فِي مُضِيِّهِ فَالْقَوْلُ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُشْتَرِي وَيَبْطُلُ الْأَجَلُ بِمَوْتِ الْمَدْيُونِ لَا الدَّائِنِ.

ترجمہ: اور بیع صحیح ہے نقد ثمن سے یہی اصل ہے اور ادھار سے مدت معلوم تک تاکہ نزاع کی نوبت نہ آئے اور اگر ادھار بیچا تو ایک مہینے تک پھیری جائے گی اسی پر فتویٰ ہے اور اگر دونوں نے مدت میں اختلاف کیا تو انکار کرنے والے کے قول کا اعتبار ہوگا مگر بیع سلم میں اور اگر دونوں نے مدت کی مقدار میں اختلاف کیا تو کم مدت والے کے قول کا اعتبار ہوگا، ان دونوں صورتوں میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے مدت کے گزر جانے میں اختلاف کیا تو مشتری کے قول اور بینہ کا

اعتبار ہوگا اور مدت باطل ہو جانے کی مدیون کے مرنے سے نہ کہ دائن کے مرنے سے۔

نقد بیع کرنا

وصح بثمن حال والاصل: نقد بیع شمار کرنے کی صورت میں ثمن کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی طرح کی کوئی شرط وغیرہ نہیں ہے۔

ادھار بیع کرنا

ومؤجل الی معلوم الخ: خرید و فروخت ادھار کرنے کی صورت میں یہ لازم ہے کہ ادائیگی ثمن کے بارے میں مدت طے کر لی جائے کہ ثمن کب ادا کرے گا ورنہ تو بائع قیمت کا مطالبہ جلدی کرے گا اور مشتری ٹالنے کی کوشش کرے گا جو مفضی الی النزاع ہے اور جو وہ بیع جو مفضی الی النزاع ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ بیع ادھار کے سلسلے میں کوئی کلام نہیں ہے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خرید اتھا اور ضمانت کے طور پر اپنی زرہ اس یہودی کے پاس رکھ دی تھی۔

مدت متعین نہ ہونے کی صورت میں

ولو باع مؤجلا صرف لشهر به يفتى: بیع ادھار ہوئی لیکن قیمت کی ادائیگی کے لیے مدت متعین نہ ہوئی ایسی صورت میں مشتری کو ایک ماہ کی مہلت ملی گی اس لیے کہ خدمت کا معاوضہ عموماً ماہ ہی کے لحاظ سے ہوتا ہے، تو وہ کہیں سے منسلک ہوگا، جہاں سے ایک مہینے پر اس کو تنخواہ ملے گی اور وہ آسانی سے ادا کر دے گا۔

مدت میں اختلاف

ولو اختلفا فی الاجل: بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا ہے اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت پر بیع ہوئی ہے، ایسی صورت میں بائع کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ عدم مدت کا قائل ہے، جو بیع میں اصل ہے اور اصل ہی کا اعتبار ہوا کرتا ہے۔

مدت کی مقدار میں اختلاف

ولو فی قدره الخ: ادھار بیع ہوئی اور مدت بھی متعین ہوئی لیکن اس بات پر بائع اور مشتری کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ ثمن کی ادائیگی کی مدت ایک مہینہ ہے یا دو مہینے تو کم مدت بیان کرنے والے کے قول کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے۔

اگر گواہ ہوں

والبينة فيهما للمشتری: مذکورہ بالا احکامات ان صورتوں میں ہیں کہ گواہ نہ ہوں لیکن اگر دونوں کے پاس گواہ ہیں تو مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے جس کا مدعی مشتری ہے اسی لیے اس کے گواہ کا اعتبار ہوگا۔

اختتام مدت پر اختلاف

ولو فی مضيه فالقول والبينة للمشتری: بائع کہتا ہے کہ مدت ختم ہوگئی اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت ابھی باقی ہے تو مشتری کی بات اور اس کے گواہ کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ یہ بینہ نفی پر قائم کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مدت باقی ہے اور مشتری کا مقصد بھی یہی ہے اس لیے کہ مشتری کے قول اور گواہ کا اعتبار ہوگا۔

مدیون کی مدت کی صورت میں

ويبطل الاجل بموت المديون: مشتری نے سامان ادھار خریدا مدت بھی متعین کی ابھی ادائیگی کی مدت آئی نہیں تھی کہ مشتری (مدیون) کی موت ہوگئی، تو

اب مدت خود بخود ختم ہو جائے گی اس لیے کہ مدیون کی موت سے اس کا متروکہ ادائے دین کے لیے متعین ہو جاتا ہے تو اب تاخیر بے فائدہ ہے۔

فُرُوعٌ بَاعَ بِحَالٍّ ثُمَّ أَجَّلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا أَوْ مَجْهُولًا كَنَيْرُوزَ وَحَصَادٍ صَارَ مُؤَجَّلًا مُنْيَةٌ. لَهُ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ مَبِيعٍ فَقَالَ: أَعْطِ كُلَّ شَهْرٍ مِائَةً فَلَيْسَ بِتَأْجِيلٍ بَزَّازِيَّةٌ. عَلَيْهِ أَلْفٌ ثَمَنٌ جَعَلَهُ رَبُّهُ نُجُومًا إِنْ أَخَلَّ بِنَجْمٍ حَلَّ الْبَاقِي فَالْأَمْرُ كَمَا شَرَطَ مُلْتَقَطٌ، وَهِيَ كَثِيرَةُ الْوُقُوعِ. قُلْتُ: وَمِمَّا يَكْثُرُ وُقُوعُهُ مَا لَوِ اشْتَرَى بِقِطَعٍ رَائِجَةٍ فَكَسَدَتْ بِضَرْبٍ جَدِيدَةٍ يَجِبُ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ مِنَ الذَّهَبِ لَا غَيْرَ إِذْ لَا يُمْكِنُ الْحُكَّامَ الْحُكْمُ بِمِثْلِهَا لِمَنْعِ السُّلْطَانِ مِنْهَا، وَلَا يَدْفَعُ قِيمَتَهَا مِنَ الْفِضَّةِ الْجَدِيدَةِ لِأَنَّهَا مَا لَمْ يَغْلِبْ غِشُّهَا فَجَيِّدُهَا وَرَدِيئُهَا سَوَاءٌ إِجْمَاعًا أَمَّا مَا غَلَبَ غِشُّهُ فَفِيهِ الْخِلَافُ، كَمَا سَيَجِيءُ فِي فَصْلِ الْقَرْضِ فَتَنَبَّهْ وَبِهِ أَجَابَ سَعْدِيٌّ أَفَنْدِي وَهَذَا إِذَا بِيعَ بِثَمَنٍ دَيْنٍ فَلَوْ بِعَيْنٍ فَسَدَ "فَتْحٌ"

ترجمہ: بیع کی پھر ادھار کر دیا مدت معلوم یا مجہول کے ساتھ جیسے نوروز یا کھیت کٹائی کے وقت تو یہ بیع ادھار ہے جیسا کہ منیہ میں ہے بائع کے ہزار روپے ثمن کے ہیں چناں چہ اس نے مشتری سے کہا ہر مہینے سو روپے دیا کر تو یہ تاجیل نہیں ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے مشتری پر ہزار روپے ثمن کے ہیں صاحب دین نے جس کی قسط مقرر کر دی اس شرط کے ساتھ کہ اگر قسط میں خلل ہوا تو باقی پیسے فوراً ادا کرنے ہوں گے اس صورت میں معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دائن نے شرط لگائی ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے اور یہ اکثر واقع ہوتا ہے جس کا اکثر وقوع ہونا یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر سکہ رائج کے بدلے خریدا پھر اس کا رواج ختم ہو گیا نئی کرنسی آنے کی وجہ سے تو اس کی وہ قیمت واجب ہوگی جو بیع کے دن سونے کے حساب سے تھی اس کے علاوہ نہیں اس لیے کہ ان جیسے مسائل میں حکام کے لیے فیصلے کا امکان ختم ہو جاتا ہے سلطان کے منع کر دینے کی وجہ سے اور مشتری اس کی قیمت فضہ جدیدہ سے نہ دے اس لیے کہ جب تک چاندی کی ملاوٹ غالب نہ ہوگی تو عمدہ اور ناقص چاندی بالاجماع برابر ہیں اور جب چاندی کی ملاوٹ غالب ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے جیسا کہ قرض کی فصل میں آنے والا ہے آگاہ رہنا چاہئے اور سعدی آفندی نے یہی جواب دیا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب بیع واقع ہوئی ہو ثمن دین کے عوض لیکن اگر بیع عین کے عوض ہوئی تو فاسد ہے۔

نقد کے بعد ادھار

بائع نے نقد بیچا لیکن پھر وہ بیع ادھار کی نوبت آ گئی وہ بھی اجل مجہول پر، تو یہ بیع صحیح ہے یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اجل مجہول سے مراد مجہول متقارب ہے یعنی مدت یقینا مجہول ہے لیکن ایسا مجہول جس کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے تو بیع صحیح ہے چوں کہ اس صورت میں بائع کو طویل انتظار اور عظیم نقصان کا سامنا نہیں ہے اور معاملات میں تھوڑے بہت نقصان کا اعتبار نہیں ہوتا ہے اس لیے بیع صحیح ہے لیکن اگر مدت مجہول متفاوت ہو جائے جس کی وجہ سے بائع کو طویل انتظار اور عظیم نقصان کا سامنا کرنا پڑے تو مذکورہ بالا صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ معاملات میں عظیم نقصان کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے لوگ زیادہ نقصان کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

قسطوں میں بیع

الف من ثمن مبیع الخ: بائع نے مشتری سے کہہ دیا کہ یک مشت روپے دینا کوئی ضروری نہیں بلکہ چند ماہ میں بھی قسطوں میں دے سکتے ہوتو یہ بیع ادھار نہیں بل کہ نقد ہے اس لیے کہ بائع فی الحال بھی پوری رقم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

قسط اور شرط سے بیع

علیہ الف ثمن جعل ربہ نجو ما الخ: بائع نے بیع قسطوں میں کی لیکن یہ شرط لگادی کہ اگر قسطوں کی ادائیگی میں گڑبڑی کروگے تو بقیہ تمام رقم یک مشت ادا کرنی ہوگی، تو بائع کی یہ شرط صحیح ہے۔

کرنسی کا بدل جانا

بیع ادھار ہوئی ابھی طے شدہ رقم دی نہیں گئی تھی کہ ملک میں اختلاف آیا اور کرنسی بدل گئی تو نئی کرنسی کے حساب سے قیمت ادا کرنی ہوگی جس کی معیار بیع کے دن سونے کی قیمت سے متعین ہوگی۔

وَ بِخِلَافِ جِنسِهِ وَلَمْ يَجْمَعْهُمَا قَدْرٌ لِمَا فِيهِ مِنْ رِبَا النَّسَاءِ كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِهِ وَالْأَجَلُ (ابْتِدَاؤُهُ مِنْ وَقْتِ التَّسْلِيمِ وَلَوْ فِيهِ خِيَارٌ فَمُذْ سُقُوطِ الْخِيَارِ عِنْدَهُ خَانِيَةٌ وَلِلْمُشْتَرِي بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ إِلَى سَنَةٍ مُنَكَّرَةٍ أَجَلَ سَنَةٍ ثَانِيَةٍ مُذْ تَسَلَّمَ لِمَنْعِ الْبَائِعِ السِّلْعَةَ عَنِ الْمُشْتَرِي سَنَةَ الْأَجَلِ الْمُنَكَّرَةَ تَحْصِيلًا لِفَائِدَةِ التَّأْجِيلِ فَلَوْ مُعَيَّنَةً أَوْ لَمْ يَمْنَعِ الْبَائِعُ مِنَ التَّسْلِيمِ لَا اتِّفَاقًا لِأَنَّ التَّقْصِيرَ مِنْهُ وَ الثَّمَنُ الْمُسَمَّى قَدْرُهُ لَا وَصْفُهُ يَنصَرِفُ مُطْلَقُهُ إِلَى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ بَلَدِ الْعَقْدِ مَجْمَعُ الْفَتَاوَى لِأَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ.

ترجمہ: اور بخلاف ثمن کے جنس کے نیز مبیع اور ثمن کیلی یا وزنی نہ ہوں، اس لیے کہ اس میں تاخیر کا سود ہے جیسا کہ باب الربوا میں آرہا ہے اور مدت کی ابتداء تسلیم مبیع کے وقت سے ہوگی اور اگر بیع بشرط خیار ہے تو اختیار ختم ہونے کے وقت سے مدت شمار ہوگی امام اعظم کے نزدیک جیسا کہ خانیہ میں ہے اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کی مدت پر ادھار بیع کی تو اس کو تسلیم کے وقت سے دوسرے سال تک مہلت ملے گی سال غیر معین کی مدت میں بائع کے سامان روکے رکھنے کی وجہ سے، تاخیر کا فائدہ حاصل ہونے کی وجہ سے، اگر مدت متعین ہو یا بائع نے مبیع سونپنے میں کوتاہی نہیں کی، تو بالاتفاق دوسرے سال کی مہلت نہیں ملے گی، اس لیے کہ کوتاہی مشتری کی جانب سے ہے اور ثمن کی مقدار متعین کی مگر وصف کی تعیین نہ کی ایسی صورت میں عقد ہونے والے شہر کے غالب سکے کی طرف مطلقا پھیرا جائے گا۔

جنس ثمن کی تعیین نہ ہونا

و بخلاف جنسہ الخ: بیع ادھار کے لیے شرط یہ ہے کہ ثمن نقود ہو اعیان نہ ہو دوسری شرط یہ ہے کہ ثمن اور مبیع خلاف جنس نیز مکیلی یا موزونی نہ ہوں۔

وَإِنِ اخْتَلَفَتِ النُّقُودُ مَالِيَّةً كَذَهَبٍ شَرِيفِيٍّ وَبُنْدُقِيٍّ (فَسَدَ الْعَقْدُ مَعَ الِاسْتِوَاءِ فِي رَوَاجِهَا إِلَّا إِذَا بَيَّنَ فِي الْمَجْلِسِ لِزَوَالِ الْجَهَالَةِ

ترجمہ: اور اگر نقود مالیت کے اعتبار سے مختلف ہوں جیسے شریفی اور بندوقی سونا، تو عقد فاسد ہے رواج میں برابر ہونے کے باوجود الا یہ کہ مجلس میں بیان کردے جہالت کے ختم ہوجانے کی وجہ سے۔

نقود مختلف ہونے کی صورت میں مسئلے کی تین صورتیں ہیں (۱) نقود درواج اور مالیت دونوں میں برابر (۲) رواج میں مختلف قیمت میں برابران دنوں صورتوں میں تو بیع صحیح ہے البتہ ایک تیسری صورت ہی جس کا بیان یہ ہے کہ رواج میں برابر اور قیمت میں مختلف ایسی صورت میں نقود کی تعیین ہوجاتی ہے تو ٹھیک ہے لیکن نقود کی تعیین نہ ہو تو بیع فاسد ہے اس لیے کہ مشتری کم مالیت والے نقود دینا چاہے گا اور بائع زیادہ قیمت والے نقود لینا چاہے گا جو نزاع کا سبب ہے اس لیے بیع فاسد ہے۔

وَصَحَّ بَيْعُ الطَّعَامِ هُوَ فِي عُرْفِ الْمُتَقَدِّمِينَ اسْمٌ لِلْحِنْطَةِ وَدَقِيقِهَا كَيْلًا وَجُزَافًا مُثَلَّثُ الْجِيمِ مُعَرَّبُ كُزَافِ الْمُجَازَفَةُ إِذَا كَانَ بِخِلَافِ جِنْسِهِ وَلَمْ يَكُنْ رَأْسَ مَالِ سَلَمٍ لِشَرْطِيَّةِ مَعْرِفَتِهِ كَمَا سَيَجِيءُ أَوْ كَانَ بِجِنْسِهِ وَهُوَ دُونَ نِصْفِ صَاعٍ إِذْ لَا رِبَا فِيهِ كَمَا سَيَجِيءُ وَ مِنَ الْمُجَازَفَةِ الْبَيْعُ بِإِنَاءٍ وَحَجَرٍ لَا يُعْرَفُ قَدْرُهُ قَيْدٌ فِيهِمَا وَلِلْمُشْتَرِي الْخِيَارُ فِيهِمَا نَهْرٌ وَهَذَا إِذَا لَمْ يَحْتَمِلِ الْإِنَاءُ النُّقْصَانَ وَ الْحَجَرُ التَّفَتُّتَ فَإِنِ احْتَمَلَهُمَا لَمْ يَجُزْ كَبَيْعِهِ قَدْرَ مَا يَمْلَأُ هَذَا الْبَيْتَ وَلَوْ قَدْرَ مَا يَمْلَأُ هَذَا الطَّشْتَ جَازَ سِرَاجٌ

ترجمہ: اور صحیح ہے طعام کی بیع، متقدمین کے عرف میں گیہوں اور آٹے کا نام طعام ہے، ناپ کر یا اندازے سے جزاف پہ تینوں حرکتیں پڑھ سکتے ہیں یہ معرف ہے گزاف کا بمعنی اٹکل سے خرید وفرخت کرنا جب بیع مخالف جنس کے ہو نیز سلم کا رأس المال نہ ہو رأس المال کے مقدار کی معرفت شرط ہونے کی وجہ سے جیسا کہ آرہا ہے یا بیع کی جنس کے ساتھ لیکن نصف صاع سے کم میں اس لیے کہ اس میں ربا نہیں ہے جیسا کہ آرہا ہے اور اٹکل بیع میں سے یہ بھی ہے کہ ایسے برتن اور پتھر سے بیچا جائے جس کی صحیح مقدار معلوم نہ ہو اور دونوں میں مشتری کو اختیار رہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب برتن نقصان اور پتھر ٹوٹنے کا احتمال نہ رکھتا ہو اگر دونوں کا احتمال ہو تو جائز نہیں ہے جیسا کہ اس مقدار کی بیع گھر کو بھر دے اور اگر اس مقدار کی بیع ہوئی جو اس طشت کو بھر دے تو جائز ہے۔

اناج کی بیع اناج سے اناج کی بیع اناج سے نقد اور خلاف جنس سے ہو تو ناپ کر اور اٹکل دونوں طریقے سے جائز ہے اس لیے کہ زمانہ نبوت میں اس طرح کی چیزوں میں کیل کا اعتبار تھا، کنا نخرج علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعا من طعام و صاعا من شعیر، خیال رہے کہ کتاب میں طعام سے مراد اناج ہے نہ ہی صرف گیہوں اور نہ ہی تمام کھانے کی چیزیں مراد ہیں۔

بیع سلم کی صورت میں ولم یکن رأس مال سلم الخ: اناج کی بیع اناج سے اس صورت میں اندازہ سے جائز ہے جب نقد ہو لیکن اگر اناج کی بیع اناج سے ادھار (سلم) کرے تو وزن ضروری ہے پھر اٹکل سے کام نہیں چلے گا۔

جنس کی بیع جنس سے او کان بجنسہ وھو دون نصف صاع الخ: گیہوں کی بیع گیہوں سے ہو رہی ہے اور وہ قلیل مقدار یعنی نصف صاع سے بھی کم ہے تو اٹکل سے بھی جائز ہے اسلیے کہ قلیل مقدار میں ربا کا

تحقق نہیں ہوتا ہے جیسا کہ باب الربوا میں آرہا ہے۔

پتھر اور برتن کیسا ہو

وباناء وحجر لايعرف قدره الخ: ایک تو یہ ہے کہ اناج کی بیع اناج سے اندازہ سے کردی گئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ ناپ کر یا تول کر کی لیکن ایسے برتن یا ایسے پتھر سے کہ ان دونوں کی صحیح مقدار معلوم نہیں تو ان دنوں کی مقدار میں لازم ہے کہ بعد میں کمی زیادتی کا احتمال نہ ہوا یسا نہ ہو کہ برتن میں زیادہ مال ڈالنے کی صورت میں پھیل جائے اور کم کی صورت میں سکڑا رہ جائے ایسے ہی پتھر میں ٹوٹنے کا احتمال نہ رہے۔

وَصَحَّ فِي مَا سَمَّى صَاعٌ فِي بَيْعِ صُبْرَةٍ كُلُّ صَاعٍ بِكَذَا مَعَ الْخِيَارِ لِلْمُشْتَرِي لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ، وَيُسَمَّى خِيَارَ التَّكَشُّفِ وَ صَحَّ (فِي الْكُلِّ إِنْ كِيلَتْ فِي الْمَجْلِسِ لِزَوَالِ الْمُفْسِدِ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ أَوْ سَمَّى جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا بِلَا خِيَارٍ لَوْ عِنْدَ الْعَقْدِ وَبِهِ لَوْ بَعْدَهُ فِي الْمَجْلِسِ أَوْ بَعْدَهُ عِنْدَهُمَا بِهِ يُفْتَى فَإِنْ رَضِيَ هَلْ يَلْزَمُ الْبَيْعُ بِلَا رِضَا الْبَائِعِ؟ الظَّاهِرُ نَعَمْ "نَهْرٌ"

ترجمہ: اناج کے ڈھیر میں سے ایک متعین صاع میں صحیح ہے اس صورت میں کہ ایک صاع اتنے میں ہے مشتری کے اختیار کے ساتھ تفرق صفقہ ہونے کی وجہ سے اور اس کو خیار تکشف بیع کہا جاتا ہے پورے ڈھیر میں بیع صحیح ہے اگر اسی مجلس میں ناپ دیا جائے مفسد کے دور ہو جانے کی وجہ سے جہالت کے جمنے سے پہلے اور اگر اس کے تمام قفیز بتادے وہ بھی عقد کے وقت تو بلا اختیار مشتری کی بیع صحیح ہے لیکن اگر عقد کے بعد قفیز متعین کیے اسی مجلس میں خواہ مجلس کے بعد تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، تو اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہو جائے گی بائع کی رضامندی کے بغیر ظاہری قول ہے کہ ہاں جیسا کہ نہر میں ہے۔

ڈھیر کی بیع

وصح فی ماسمی صاع فی بیع صبرة الخ: اس کا اس زمانے میں عام رواج ہے کہ ٹھیلے والا یا کوئی بھی دوکان دار آم لے کر آتا ہے اور یہ صدا لگاتا ہے بیس روپے کلو آدمی وزن کراتا ہے پیسے دیتا اور چلتا بنتا ہے تو چوں کہ وزن پایا گیا اس لیے جہالت ختم ہونے کی وجہ سے بیع صحیح ہے لیکن اگر وزن نہ ہو تو صرف ایک صاع میں بیع صحیح ہے باقی میں نہیں جہالت ہونے کی وجہ سے کہ کتنے کلو آم ہیں یہ واضح نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے ہی مجہول حال میں بیع ہوگئی اس کے بعد بائع نے مشتری کو وزن بتا دیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع صحیح نہیں ہے لیکن حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اس لیے کہ اب مفسد یعنی مبیع اور ثمن کی جہالت ختم ہوگئی۔

وَفَسَدَ فِي الْكُلِّ فِي بَيْعِ ثَلَّةٍ بِفَتْحٍ فَتَشْدِيدٍ قَطِيعُ الْغَنَمِ وَثَوْبٍ كُلُّ شَاةٍ أَوْ ذِرَاعٍ لَفٌّ وَنَشْرٌ بِكَذَا وَإِنْ عَلِمَ عَدَدَ الْغَنَمِ فِي الْمَجْلِسِ، لَمْ يَنْقَلِبْ صَحِيحًا عِنْدَهُ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَوْ رَضِيَا انْعَقَدَ بِالتَّعَاطِي وَنَظِيرُهُ الْبَيْعُ بِالرَّقْمِ سِرَاجٌ وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَعْدُودٍ مُتَفَاوِتٍ كَإِبِلٍ وَعَبِيدٍ وَبِطِّيخٍ وَكَذَا كُلُّ مَا فِي تَبْعِيضِهِ ضَرَرٌ كَمَصُوغٍ أَوَانٍ بَدَائِعُ وَلَوْ سَمَّى عَدَدَ الْغَنَمِ أَوِ الذَّرْعِ أَوْ جُمْلَةَ الثَّمَنِ صَحَّ اتِّفَاقًا، وَالضَّابِطُ لِكَلِمَةِ كُلٍّ أَنَّ الْأَفْرَادَ إِنْ لَمْ تُعْلَمْ نِهَايَتُهَا فَإِنْ لَمْ تُؤَدِّ لِلْجَهَالَةِ فَلِلِاسْتِغْرَاقِ كَيَمِينٍ وَتَعْلِيقٍ وَإِلَّا فَإِنْ لَمْ تُعْلَمْ فِي الْمَجْلِسِ فَعَلَى الْوَاحِدِ اتِّفَاقًا

كَإِجَارَةٍ وَكَفَالَةٍ وَإِقْرَارٍ وَإِلَّا فَإِنْ تَفَاوَتَتْ الْأَفْرَادُ كَالْغَنَمِ لَمْ يَصِحَّ فِي شَيْءٍ عِنْدَهُ وَالْأَصَحُّ فِي وَاحِدٍ عِنْدَهُ كَالصُّبْرَةِ وَصَحَّحَاهُ فِيهِمَا فِي الْكُلِّ بَحْرٌ. وَفِي النَّهْرِ عَنْ الْعُيُونِ وَالشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنْ الْبُرْهَانِ وَالْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ الْمُحِيطِ وَغَيْرِهِ وَبِقَوْلِهِمَا يُفْتَى تَيْسِيرًا

ترجمہ: اوران تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے کہ ریوڑ یا کپڑا اس طور پر بیچا جائے کہ ہر بکری یا گز بالترتیب اتنے میں ہے اور اگر جان لیا کہ بکری کی تعداد کو مجلس میں تو بھی بیع صحیح نہیں ہوگی امام صاحب کے نزدیک اصح قول کے مطابق، اور اگر دونوں راضی ہوجائیں تو یہ بیع تعاطی کی صورت میں منعقد ہوجائے گی اور اس کی نظیر پیسے سے بیع کرنا ہے جیسا کہ سراج میں ہے اور یہی حکم ان تمام اشیاء میں ہے جن کی معدود مختلف ہوں جیسے اونٹ، غلام اور خربوزہ اور یہی حکم ان تمام چیزوں میں ہے جن کے ٹکڑے کرنے سے ضرر ہو جیسے ڈھلے ہوئے برتن جیسا کہ بدائع میں ہے اور اگر بائع نے بکری اور گز کی عدد یا پوری قیمت بتادی تو بالاتفاق بیع صحیح ہے۔ لفظ کل کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ یا تو افراد کی انتہاء معلوم نہ ہو تو اگر باعث جہالت نہ ہو تو استغراق کے لیے ہے جیسے یمین اور تعلیق اور اگر اس کی جہالت موجب نزاع ہو اور افراد کی انتہاء مجلس میں معلوم نہ ہوسکتی تو بالاتفاق ایک فرد پر محمول ہوگا جیسے اجارہ، کفالہ اور اقرار، پھر اگر افراد متفاوت ہوں جیسے بکری تو امام صاحب کے نزدیک کسی بھی چیز میں بیع صحیح نہیں ہے ورنہ ایک میں ان کے نزدیک صحیح ہے جیسے ڈھیر اور صاحبین نے دونوں صورتوں میں صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ بحر اور نہر میں عیون سے شرنبلالیہ میں برہان سے اور قہستانی میں محیط وغیرہ کے حوالے سے موجود ہے اور آسانی پیدا کرنے کے لیے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔

معدود متفاوتہ کی بیع

وفسد فی الکل فی بیع ثلة وکذا الحکم فی کل معدود متفاوة: بہت سارے اونٹ بکری یا غلام ہیں ان کی بیع کی ایک صورت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی قیمت بتاتا جائے اور بیچتا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ گن کر متعین کر لے اس کے بعد ہر ایک کی قیمت بتادے مثلاً پچاس بکریاں ہیں وہ اس طور پر ایجاب کر لے کہ یہ پچاس بکریاں ہیں ہر بکری کی قیمت ایک ہزار روپئے ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ بکریوں کی پوری جماعت کو گنتی کیے بغیر پچاس ہزار روپئے میں بیچ دے ان تینوں صورتوں میں بالاتفاق بیع صحیح ہے اور چوتھی صورت یہ کہ بکری کی جماعت تو ہے مگر ان کی تعداد معلوم نہیں ہے اسی حال میں اس طور پر بیع کرتا ہے کہ ایک بکری ایک ہزار روپئے میں تو حضرت امام صاحب کے نزدیک بیع فاسد ہوگی البتہ حضرات صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک بیع ہوجائیگی اور ان ہی دونوں حضرات کا قول راجح ہے۔ وسیأتی ترجیح قولهما (ردالمختار: ۷/ ۶۴)

لفظ کل کے سلسلے میں قاعدہ

والضابط لکلمة کل الخ: لفظ کل کے سلسلے میں یہ ضابطہ ہے کہ اگر لفظ کل بول کر ایسے افراد مراد لیے جارہے ہیں جن کی تعداد لامتناہی ہے تو لفظ کل استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ (۲) لفظ کل بول کر ایسے افراد مراد لیے جارہے ہیں جن کی گنتی ممکن ہے وہ بھی مجلس میں تو ایک فرد مراد ہوتا ہے (۳) لفظ کل بول کر ایسے افراد مراد لیے جارہے ہیں جن میں تفاوت ہے تو حضرت امام صاحب کے نزدیک بیع نہ ہوگی اور حضرت صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں بیع ہوجائے گی حضرات صاحبین کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

وَإِنْ بَاعَ صُبْرَةً عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ قَفِيزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَهِيَ أَقَلُّ أَوْ أَكْثَرُ أَخَذَ الْمُشْتَرِي الْأَقَلَّ بِحِصَّتِهِ إِنْ شَاءَ أَوْ فَسَخَ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ وَكَذَا كُلُّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ لَيْسَ فِي تَبْعِيضِهِ ضَرَرٌ. وَمَا زَادَ لِلْبَائِعِ لِوُقُوعِ الْعَقْدِ عَلَى قَدْرٍ مُعَيَّنٍ وَإِنْ بَاعَ الْمَذْرُوعَ مِثْلَهُ عَلَى أَنَّهُ مِائَةُ ذِرَاعٍ مَثَلًا أَخَذَ الْمُشْتَرِي الْأَقَلَّ بِكُلِّ الثَّمَنِ أَوْ تَرَكَ إِلَّا إِذَا قَبَضَ الْمَبِيعَ أَوْ شَاهَدَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ لِانْتِفَاءِ الْغَرَرِ نَهْرٌ (وَ) أَخَذَ (الْأَكْثَرَ بِلَا خِيَارٍ لِلْبَائِعِ)؛ لِأَنَّ الذَّرْعَ وَصْفٌ لِتَعَيُّبِهِ بِالتَّبْعِيضِ ضِدُّ الْقَدْرِ وَالْوَصْفُ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ إِلَّا إِذَا كَانَ مَقْصُودًا بِالتَّنَاوُلِ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ وَإِنْ قَالَ فِي بَيْعِ الْمَذْرُوعِ (كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ أَخَذَ الْأَقَلَّ بِحِصَّتِهِ لِصَيْرُورَتِهِ أَصْلًا بِإِفْرَادِهِ بِذِكْرِ الثَّمَنِ أَوْ تَرَكَ لِتَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ. وَكَذَا أَخَذَ الْأَكْثَرَ كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ أَوْ فَسَخَ لِدَفْعِ ضَرَرِ الْتِزَامِ لِلزَّائِدِ.

ترجمہ: اور اگر ڈھیر کی بیع اس شرط پر کی کہ یہ سو قفیز ہیں سو درہم میں اور وہ ڈھیر سو قفیز سے کم یا زیادہ ہے تو مشتری اگر چاہے تو اپنے حصے کے بقدر کم کو لے لے یا فسخ کر دے تفرق صفقہ کی وجہ سے ایسے ہی ہر مکیلی اور موزونی جن کے ٹکڑا کرنے میں ضرر نہ ہو جو زیادہ ہے وہ بائع کا ہے معین مقدار میں بیع ہونے کی وجہ سے اور اگر مذروع کو مثل سابق اس شرط پر بیچا کہ یہ سو ذراع ہیں مثلاً، تو مشتری پوری قیمت سے کم کو لے لے یا چھوڑ دے مگر یہ کہ جب مبیع پر قبضہ کر لیا ہو یا دیکھ لیا ہو تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا دھوکا ختم ہو جانے کی وجہ سے جیسا کہ نہر میں ہے اور اکثر کو لے لیگا بائع کے اختیار کے بغیر اس لیے کہ ذراع ایسا وصف ہے جس میں تبعیض عیب ہے قدر (کیلی اور وزنی) کے برخلاف اور وصف ثمن کے کسی حصے کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ الا یہ کہ لینے کا مقصد ہی وصف ہو، جیسا کہ مصنف نے اپنے اس قول سے اس کو بیان فرمایا ہے اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر ذراع ایک درہم کے بدلے ہے، تو مشتری کم کو اسی کے بقدر قیمت سے لے لے گا، ثمن الگ سے ذکر کی بنیاد پر اصل ہو جانے کی وجہ سے یا چھوڑ دے تفرق صفقہ کی وجہ سے، اسی طرح زیادہ کو لے لے ہر ذراع کو ایک درہم کے بدلے یا فسخ کر دے، التزام زائد کے ضرر کے دور کرنے لیے۔

بیع میں قدر و وصف کی حقیقت

بائع نے یہ کہہ کر گیہوں کے ڈھیر کو تو بیچ دیا کہ سو قفیز ہیں، لیکن جب دیکھا گیا تو وہ سو سے کم یا زیادہ ہے اسی صورت میں مشتری کو لینے یا نہ لینے دونوں کا اختیار ہے، اس لیے کہ مشتری کو ضرورت ہے، سو قفیز کی اور یہاں ہے اور ایسے ہی اگر زیادہ ہے تو بھی مشتری کو اختیار ہے تفرق صفقہ کی وجہ سے یہ اختیار اس لیے ملا ہوا ہے کہ گیہوں کی ذات میں کیل اور وزن داخل ہے، جس میں کمی زیادہ کی بنیاد پر گیہوں کی حقیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اس لیے کمی بیشی دونوں صورتوں میں مشتری کے اختیار کے ساتھ بیع منعقد ہو جائے گی مگر مذروع چیزوں میں مذکورہ بالا طریقے کے مطابق ہوئی اور بعد میں کپڑا یا زمین کی مقدار کم یا زیادہ ثابت ہوئی تو یہاں ثمن میں کمی بیشی کے بغیر ہی بیع کا انعقاد ہوگا اس لیے کہ اشیاء مذروعہ میں ذراع وصف ہے جس کا قیمت کی کمی زیادتی میں اعتبار نہ ہوگا، البتہ کیل اور وزن اشیاء میں کیلی اور وزنی کی کمی زیادتی کا اعتبار ثمن میں ہوگا اس لیے کہ وصف نہیں بل کہ ذات میں داخل ہے۔

دوسری صورت وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم الخ: لیکن اگر پورے تھان کی قیمت نہ لگا کر ہر میٹر کی قیمت لگا کر یہ کہتا ہے کہ ہر میٹر کا دام ایک درہم ہے تو اب بیع صحیح ہوجائے گی اس لیے کہ اب ذراع جو وصف تھا، الگ سے ذکر کرنے کی بنیاد پر ذات میں داخل ہوگیا۔

وَفَسَدَ بَيْعُ عَشَرَةِ أَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ دَارٍ أَوْ حَمَّامٍ وَصَحَّحَاهُ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ جُمْلَتَهَا عَلَى الصَّحِيحِ، لِأَنَّ إِزَالَتَهَا بِيَدِهِمَا لَا يُفْسِدُ بَيْعَ عَشَرَةِ أَسْهُمٍ مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ اتِّفَاقًا لِشُيُوعِ السَّهْمِ لَا الذِّرَاعِ، بَقِيَ لَوْ تَرَاضَيَا عَلَى تَعْيِينِ الْأَذْرُعِ فِي مَكَانٍ لَمْ أَرَهُ، وَيَنْبَغِي انْقِلَابُهُ صَحِيحًا لَوْ فِي الْمَجْلِسِ وَلَوْ بَعْدَهُ فَبَيْعٌ بِالتَّعَاطِي "نَهْرٌ" اشْتَرَى عَدَدًا مِنْ قِيَمِيٍّ ثِيَابًا أَوْ غَنَمًا جَوْهَرَةً عَلَى أَنَّهُ كَذَا فَنَقَصَ أَوْ زَادَ فَسَدَ لِلْجَهَالَةِ وَلَوْ اشْتَرَى أَرْضًا عَلَى أَنَّ فِيهَا كَذَا نَخْلًا مُثْمِرًا فَإِذَا وَاحِدَةٌ فِيهَا لَا تُثْمِرُ فَسَدَ بَحْرٌ كَمَا لَوْ بَاعَ عِدْلًا مِنَ الثِّيَابِ أَوْ غَنَمًا وَاسْتَثْنَى وَاحِدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ فَسَدَ وَلَوْ بِعَيْنِهِ جَازَ الْبَيْعُ خَانِيَّةٌ

ترجمہ: گھر یا حمام کے سوگز میں سے دس گز کی بیع فاسد ہے اور صاحبین نے اس کو صحیح کہا ہے اگر چہ بائع نے تمام گزوں کا نام نہ لیا ہو، اس لیے کہ ان کا ازالہ ان دونوں کے ہاتھ میں ہے، سو حصے میں دس حصے کی بیع بالاتفاق فاسد نہیں ہے، سہم کے شائع ہونے کی وجہ سے نہ کہ ذراع، یہ بات باقی رہ گئی کہ اگر دونوں ایک مکان میں ذراع کی تعیین میں راضی ہوجائیں میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا، مناسب یہ ہے کہ اس کو صحیح قرار دیا جائے اگر مجلس میں ہے اور اگر اس کے بعد ہو تو بیع تعاطی ہوگی جیسا کہ نہر میں ہے، چند قیمتی چیزیں خریدیں کپڑے ہوں خواہ بکری، اس شرط پہ کہ اتنے میں کم ہوں یا زیادہ تو بیع فاسد ہے، جہالت کی وجہ سے اور اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس میں اتنے پھل دار کھجور کے پیڑ ہیں، تو اگر ان میں ایک درخت ثمر دار نہیں ہے تو بیع فاسد ہے، جیسا کہ بحر میں ہے جیسے اگر کپڑے کا گٹھر یا بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کو بلا تعیین مستثنیٰ کر لیا، تو بیع فاسد ہے اور اگر متعین کر لیا تو بیع جائز ہے، اس لیے کہ متعین کرنے کی صورت میں جہالت ختم ہوگئی اور جب جہالت ختم ہوگئی تو بلا کسی تردد کے بیع جائز اور نافذ ہے۔

وَلَوْ بَيَّنَ ثَمَنَ كُلٍّ مِنَ الْقِيَمِيِّ بِأَنْ قَالَ كُلُّ ثَوْبٍ مِنْهُ بِكَذَا وَنَقَصَ ثَوْبٌ صَحَّ الْبَيْعُ بِقَدْرِهِ لِعَدَمِ الْجَهَالَةِ وَخُيِّرَ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ. وَإِنْ زَادَ ثَوْبٌ فَسَدَ لِجَهَالَةِ الْمَزِيدِ وَلَوْ رَدَّ الزَّائِدَ أَوْ عَزَلَهُ هَلْ يَحِلُّ لَهُ الْبَاقِي خِلَافٌ. اشْتَرَى ثَوْبًا تَتَفَاوَتُ جَوَانِبُهُ فَلَوْ لَمْ تَتَفَاوَتْ كَكِرْبَاسٍ لَمْ تَحِلَّ لَهُ الزِّيَادَةُ إِنْ لَمْ يَضُرَّهُ الْقَطْعُ وَجَازَ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْهُ نَهْرٌ عَلَى أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ أَخَذَهُ بِعَشَرَةٍ فِي عَشَرَةٍ وَ زِيَادَةِ نِصْفٍ بِلَا خِيَارٍ؛ لِأَنَّهُ أَنْفَعُ وَ أَخَذَهُ بِتِسْعَةٍ فِي تِسْعَةٍ وَنِصْفٍ بِخِيَارٍ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَأْخُذُهُ فِي الْأَوَّلِ بِعَشَرَةٍ وَنِصْفٍ بِالْخِيَارِ وَفِي الثَّانِي بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ بِهِ وَهُوَ أَعْدَلُ الْأَقْوَالِ بَحْرٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ. قُلْتُ: لَكِنْ صَحَّحَ الْقُهُسْتَانِيُّ

وَغَيْرُهُ قَوْلَ الْإِمَامِ وَعَلَيْهِ الْمُتُونُ فَعَلَيْهِ الْفَتْوَى.

ترجمہ: اور اگر ہر قیمتی چیز کا ثمن، اس طور پر بیان کر دیا کہ اس میں سے ہر کپڑا اتنے میں ہے اور اس میں ایک کپڑا کم نکلا تو موجود مبیع میں بیع صحیح ہے، جہالت کے نہ ہونے کی وجہ سے، نیز مشتری کو اختیار ہوگا تفرق صفقہ کی وجہ سے اور اگر کپڑا زیادہ نکلا، تو مزید کی جہالت سے بیع فاسد ہے، اور اگر مشتری نے زائد کو لوٹا دیا یا اس کو کم کر دیا تو کیا باقی اس کے لیے حلال ہے، اس میں اختلاف ہے، ایسے کپڑے خریدے جن کے جوانب متفاوت ہیں، تو اگر اس کے جوانب متفاوت نہیں ہیں جیسے کرباس تو زائد کپڑا اس کے لیے حلال نہیں ہے اگر اس کا کاٹنا مضر نہ ہو اور اس میں سے ایک ذراع کی بیع جائز ہے، جیسا کہ نہر میں ہے اور اگر مختلف الجوانب والا کپڑا اس شرط پر خریدا کہ دس ذراع ہیں اور ہر ذراع کی قیمت ایک درہم ہے تو مشتری اس کو دس درہم کے عوض دس گز اور نصف زائد کو لے لے اس لیے کہ اس میں مشتری کو زیادہ نفع ہے اور ساڑھے نو گز کو نو درہم میں لے لے، اختیار کے ساتھ تفرق صفقہ کی وجہ سے امام محمد نے فرمایا پہلی صورت میں ساڑھے دس درہم دے کر لیگا اختیار کے ساتھ اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم دے کر لیگا اختیار کے ساتھ اور یہ سب سے زیادہ معتدل قول ہے، مصنف وغیرہ نے اسی قول کو بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں ،لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، اسی پر متون ہیں، چناں چہ اسی پر فتویٰ ہے۔

مختلف کپڑوں کی بیع

ولو بين ثمن كل من القيمي الخ: دس تھان ہیں ہر تھان کی قیمت ایک ہزار روپے ہیں دس تھان کی بیع کے بعد جب دیکھا گیا تو ایک تھان کم نکلا یعنی صرف نو تھان ہیں، تو اب مشتری کو اختیار ہے چاہے تو نو ہزار میں نو تھان لے لے اور اگر چاہے تو نہ لے اور اگر دس تھان سے زیادہ ہیں تو بیع فاسد ہوگی اس لیے کہ دس سے زیادہ تھان کی صورت میں دس کو متعین کرنے میں نزاع کا قوی اندیشہ ہے، جو بیع کو فاسد کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک تھان کی بیع

ایک تھان کپڑے کی بیع کی یہ کہ دس گز ہیں دس درہم میں، بعد میں جب دیکھا گیا تو وہ ساڑھے دس گز کا تھان تھا، ایسی صورت میں مشتری کو دس درہم کے بدلے ساڑھے دس گز لینے ہوں گے، اس لیے کہ اس میں مشتری کو فائدہ ہے اور دس درہم سے کم نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے تو دس درہم میں ساڑھے نو گز لے لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے؛ لیکن حضرت امام محمد کہتے ہیں کہ ساڑھے دس گز نکلنے کی صورت میں ساڑھے دس درہم اور ساڑھے نو گز نکلنے کی صورت میں ساڑھے نو درہم میں لے لے، یہ قول بیع کے لحاظ سے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن ارباب فتاویٰ لکھتے ہیں کہ فتویٰ پہلے قول پر ہے اس لیے کہ وہ صاحب مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے، نیز حضرت امام صاحب کا قول اصح بھی ہے اور مختار بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اصحاب متون نے حضرت امام صاحب کے قول کو اختیار کیا ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ تَبَعًا وَمَا لَا يَدْخُلُ. الْأَصْلُ أَنَّ مَسَائِلَ هَذَا الْفَصْلِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى قَاعِدَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا مَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ: (كُلُّ مَا كَانَ فِي الدَّارِ مِنَ الْبِنَاءِ) الْمَعْنَى كُلُّ مَا هُوَ مُتَنَاوَلُ اسْمِ الْمَبِيعِ عُرْفًا يَدْخُلُ بِلَا ذِكْرٍ وَذَكَرَ الثَّانِيَةَ بِقَوْلِهِ: (أَوْ مُتَّصِلًا بِهِ تَبَعًا لَهَا دَخَلَ فِي بَيْعِهَا) يَعْنِي أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مُتَّصِلًا بِالْبَيْعِ اتِّصَالَ قَرَارٍ وَهُوَ مَا وُضِعَ لَا لِأَنْ يَفْصِلَهُ الْبَشَرُ

دَخَلَ تَبَعًا وَمَا لَا فَلَا وَمَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْقِسْمَيْنِ فَإِنْ مِنْ حُقُوقِهِ وَمَرَافِقِهِ دَخَلَ بِذِكْرِهَا، وَإِلَّا لَا، (فَيَدْخُلُ الْبِنَاءُ وَالْمَفَاتِيحُ) الْمُتَّصِلَةُ أَغْلَاقُهَا كَضَبَّةٍ وَكِيلُونٍ وَلَوْ مِنْ فِضَّةٍ لَا الْقُفْلُ لِعَدَمِ اتِّصَالِهِ (وَالسُّلَّمُ الْمُتَّصِلُ وَالسَّرِيرُ وَالدَّرَجُ الْمُتَّصِلَةُ) وَالرَّحَى لَوْ أَسْفَلُهَا مَبْنِيًّا وَالْبَكَرَةُ لَا الدَّلْوُ وَالْحَبْلُ مَا لَمْ يَقُلْ بِمَرَافِقِهَا (فِي بَيْعِهَا) أَيِ الدَّارِ وَكَذَا بُسْتَانُهَا كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِ الِاسْتِحْقَاقِ وَيَدْخُلُ فِي بَيْعِ الْحَمَّامِ الْقُدُورُ لَا الْقِصَاعُ وَفِي الْحِمَارِ إِكَافُهُ إِنِ اشْتَرَاهُ مِنَ الْمُزَارِعِينَ وَأَهْلِ الْقُرَى لَا لَوْ مِنَ الْحَمَرِيِّينَ وَتَدْخُلُ قِلَادَتُهُ عُرْفًا وَيَدْخُلُ وَلَدُ الْبَقَرَةِ الرَّضِيعُ فِي الْأَتَانِ لَا رَضِيعًا أَوْ لَا بِهِ يُفْتَى وَتَدْخُلُ ثِيَابُ عَبْدٍ وَجَارِيَةٍ أَيْ كُسْوَةُ مِثْلِهِمَا يُعْطِيهِمَا هَذِهِ أَوْ غَيْرَهَا لَا حُلِيُّهَا إِلَّا إِنْ سَلَّمَهَا أَوْ قَبَضَهَا وَسَكَتَ وَتَمَامُهُ فِي الصَّيْرَفِيَّةِ

ترجمہ: یہ فصل اس بیان میں ہے کہ بیع میں تبعا کیا چیز داخل ہوگی اور کیا چیز داخل نہ ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ یہ فصل دو قاعدوں پر مبنی ہے ان میں سے ایک جسے مصنف نے اس قول میں بیان کیا ہے گھر میں ہر وہ چیز جو از قبیل عمارت ہے یعنی ہر وہ چیز جو عرفا مبیع کے نام کے ساتھ شامل ہے، وہ بغیر ذکر کے داخل ہوگی، اور دوسرے کو اپنے اس قول سے بیان کیا ہے یا اس سے وہ چیز تبعا متصل ہو وہ اس کی بیع میں داخل ہے یعنی ہر وہ چیز جو مبیع کے ساتھ مستقل طور متصل ہو یعنی وہ اس واسطے نہ بنی ہو کہ انسان اس کو جدا کر دے، تو وہ تبعا داخل ہے اور جو ایسی نہیں وہ بیع میں داخل نہیں اور جو ان دونوں قسموں میں سے نہ ہو، تو اگر وہ مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہے تو ذکر کی وجہ سے داخل ہوگا ورنہ نہیں، چناں چہ عمارت اور وہ چابیاں جو گھر کے دروازے سے متصل ہوں، تو بیع میں داخل ہیں، جیسے ضبہ اور کیلون اگر چہ چاندی کے ہوں نہ کہ تالا متصل نہ ہونے کی وجہ سے، ایسے سیڑھی جو متصل ہو، چار پائی اور درج جو متصل ہو، ایسی چکی جس کے نیچے کے پاٹ زمین پر گڑے ہوئے ہوں اور کنویں کی چرکھی بیع میں داخل ہیں نہ کہ ڈول اور رسی، جب تک کہ بائع بیع مرافق دار کا لفظ نہ بولے، ایسے ہی اس کا باغیچہ اور بہر حال کنواں جو گھر میں ہے وہ بیع میں داخل ہوگا، فتح القدیر میں ہے، جیسا کہ باب الاستحقاق میں آرہا ہے اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کہ پیالے اور گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر مزارعین اور دیہاتیوں سے خریدا ہو تب؛ لیکن اگر تاجروں سے خریدا ہے تو پالان داخل نہ ہوگا۔ اور عرفا گدھے کا قلادہ بیع میں داخل ہے گائے کا دودھ پیتا بچہ داخل ہے اور گدھے کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں ہے، خواہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی پر فتویٰ ہے، غلام اور باندی کے کپڑے داخل ہیں یعنی ایسا کپڑا جیسا یہ پہنتے ہیں بائع یا تو ان دونوں کو یہی کپڑے دے یا دوسرے نہ کہ اس کے زیور الا یہ کہ از خود بائع دے دے یا مشتری قبضہ کر لے اور بائع کچھ نہ بولے اور اس کی پوری بحث صیرفیہ میں ہے۔

تین قاعدے

ان مسائل هذا الفصل مبنية على قاعدتين الخ: حضرت شارح علیہ الرحمہ نے فصل میں تین قاعدے بیان کیے ہیں دو صراحتا اور تیسرا اشارۃً جن کی تفصیل یہ ہے کہ بعض مرتبہ آدمی ایک سامان بیچتا ہے لیکن اس کے ضمن میں دوسری چیزیں بھی داخل ہو جایا کرتی ہیں اس سلسلے میں تین ضابطے ہیں (۱) ہر وہ چیز جن کو عرفا لفظ مبیع شامل ہو وہ بیع کے اندر داخل ہے خواہ بیع کے وقت اس کی صراحت کی ہو یا نہ کی ہو (۲) ہر وہ چیز جو مبیع کے ساتھ مستقل طور پر متصل ہو وہ مبیع

کے تابع ہو کر بیع میں داخل ہو جائے گی (۳) کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو نہ عرفاً مبیع کے ساتھ متصل ہیں اور نہ ہی تبعاً، لیکن مبیع کے حقوق میں سے ہیں تو ذکر کرنے کی صورت میں مبیع کے ساتھ متصل ہو کر بیع میں داخل مانی جائیں گی۔

عمارت اور ہفصی تالا

فیدخل البناء والمفاتیح: گھر کی بیع میں عمارت کی تمام چیزیں اور ہفصی تالے گھر کے ساتھ بیع میں داخل ہو جائیں گے، اس لیے کہ عرفاً یہ تمام چیزیں گھر میں داخل ہیں۔

چارپائی، درج اور چکی

والسلم المتصل والسریر الخ: سیڑھی تو عمارت کے ساتھ پیوست ہوتی ہی ہے، البتہ چارپائی، درج اور چکی عام حالات میں الگ ہوتے ہیں اس لیے الگ ہونے کی صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے؛ لیکن اگر یہ تینوں چیزیں زمین کے ساتھ پیوست ہیں تو بیع میں داخل مانی جائیں گی، اس لیے تبعاً یہ چیزیں مبیع میں شامل ہیں۔

تیسری قسم کی چیزیں

ومالم یکن من القسمین الخ: ان دونوں قسموں کے علاوہ ایک تیسری قسم بھی ہے جو نہ عرفاً مبیع میں شامل ہے اور نہ ہی تبعاً، وہ چیزیں بیع میں داخل تو نہیں ہیں؛ لیکن اگر بائع رفق کا معاملہ کرتے ہوئے ان چیزوں کو بھی شامل کر دے تو وہ چیزیں بھی بیع میں داخل مان لی جائیں گی۔

وَيَدْخُلُ الشَّجَرُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ بِلَا ذِكْرٍ قَيْدٌ لِلْمَسْأَلَتَيْنِ فَبِالذِّكْرِ أَوْلَى. مُثْمِرَةً كَانَتْ أَوْ لَا صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً إِلَّا الْيَابِسَةَ لِأَنَّهَا عَلَى شَرَفِ الْقَلْعِ فَتْحٌ إِذَا كَانَتْ مَوْضُوعَةً فِيهَا كَالْبِنَاءِ لِلْقَرَارِ فَلَوْ فِيهَا صِغَارٌ تُقْلَعُ زَمَنَ الرَّبِيعِ إِنْ مِنْ أَصْلِهَا تَدْخُلُ وَإِنْ مِنْ وَجْهِ الْأَرْضِ لَا إِلَّا بِالشَّرْطِ وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ. وَفِي الْقُنْيَةِ شَرَى كَرْمًا دَخَلَ الْوَثَائِلُ الْمَشْدُودَةُ عَلَى الْأَوْتَادِ الْمَنْصُوبَةِ فِي الْأَرْضِ وَكَذَا الْأَعْمِدَةُ الْمَدْفُونَةُ فِي الْأَرْضِ الَّتِي عَلَيْهَا أَغْصَانُ الْكَرْمِ الْمُسَمَّاةُ بِأَرْضِ الْخَلِيلِ بِرَكَائِزِ الْكَرْمِ. وَفِي النَّهْرِ: كُلُّ مَا يَدْخُلُ تَبَعًا لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ لِكَوْنِهِ كَالْوَصْفِ وَذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي بَابِ الِاسْتِحْقَاقِ قُبَيْلَ السَّلَمِ

ترجمہ: اور درخت زمین کی بیع میں داخل ہو جائے گا بغیر ذکر کے دونوں مسئلوں میں بلا ذکر کی قید ہے، تو ذکر کرنے سے بدرجہ اولی، پھل دار ہو یا نہ ہو، چھوٹا ہو یا بڑا، الا یہ کہ سوکھا ہوا اس لیے کہ وہ تو کاٹ دینے کے قریب ہے فتح القدیر میں ہے جب یہ پیڑ مستقل طور پر لگایا گیا ہو عمارت کی طرح، تو اگر زمین میں ایسے چھوٹے پودے ہوں، جو موسم ربیع میں جڑ سے اکھاڑ لیے جاتے ہیں، تو بیع میں داخل نہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہیں تو بیع میں داخل ہیں لیکن اگر شرط لگا دی ہے، تو داخل ہیں اور اس کی پوری بحث شرح وہبانیہ میں ہے اور قنیہ میں ہے کہ انگور کا باغ خریدا تو وہ رسیاں جو زمین پر گڑی کھونٹیوں پر بندھی ہوئی ہیں بیع میں داخل ہیں اور ایسے ہی وہ ستون جو زمین پر گڑے ہوئے ہیں اور ان پر انگور کی ٹہنیاں ہیں جن کا نام ارض خلیل میں، رکائز الکرم ہے اور نہر میں ہے کہ جو چیز تبعاً داخل ہے وہ ثمن کے کسی حصے کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لیے کہ وہ وصف کی طرح ہے جس کا تذکرہ مصنف نے باب الاستحقاق میں سلم سے پہلے ذکر کیا ہے۔

زمین کی بیع میں درخت کا حکم و یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر الخ: کسی شخص نے زمین بیچی اس میں پیڑ کھڑے ہیں تو وہ تمام پیڑ بیع میں داخل مانے جائیں گیں اس لیے کہ پیڑ زمین کے ساتھ مستقل طور پر متصل ہیں، گویا کہ پیڑ عمارت کے مانند ہے، من اشتری ارضا فیھا نخل فالثمر للبائع الا ان یشترط المبتاع۔ (ہدایہ)

چھوٹے پودے کا حکم فلو فیھا صغار تقلع زمن الربیع الخ: اتنے چھوٹے چھوٹے پودے ہیں جن کو عموما جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے تو یہ پودے بیع میں داخل ہیں لیکن اگر وہ پودے ایسے ہیں جن کو زمین کے برابر سے کاٹا جاتا ہے تو یہ پودے بیع میں داخل نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ پھل کے حکم میں ہیں۔

سوکھے پیڑ کا حکم الا الیابسۃ الخ: پیڑ اگر سوکھے ہوئے ہیں تو ایسے پیڑ زمین کی بیع میں داخل نہ ہوں گے اسی لیے یہ پیڑ اب کٹنے ہی کو ہیں۔

وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ بِلَا تَسْمِيَةٍ إِلَّا إِذَا نَبَتَ وَلَا قِيمَةَ لَهُ فَيَدْخُلُ فِي الْأَصَحِّ شَرْحُ الْمَجْمَعِ وَ لَا الثَّمَرُ فِي بَيْعِ الشَّجَرِ بِدُونِ الشَّرْطِ عَبَّرَ هُنَا بِالشَّرْطِ وَثَمَّةَ بِالتَّسْمِيَةِ لِيُفِيدَ أَنَّهُ لَا فَرْقَ وَأَنَّ هَذَا الشَّرْطَ غَيْرُ مُفْسِدٍ وَخَصَّهُ بِالثَّمَرِ اتِّبَاعًا لِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «الثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ» وَيُؤْمَرُ الْبَائِعُ بِقَطْعِهِمَا الزَّرْعِ وَالثَّمَرِ وَتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ الْأَرْضِ وَالشَّجَرِ عِنْدَ وُجُوبِ تَسْلِيمِهِمَا، فَلَوْ لَمْ يَنْقُدِ الثَّمَنَ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ خَانِيَّةٌ.

ترجمہ: کھیتی بغیر ذکر کیے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگی، الا یہ کہ وہ کھیتی جم گئی ہو اور اس کی کوئی قیمت نہ ہو، تو اصح قول کے مطابق ایسی کھیتی بیع میں داخل ہوگی جیسا کہ شرح مجمع میں ہے اور پھل درخت کی بیع میں بغیر شرط کے داخل نہ ہوگا، وہاں شرط سے اور یہاں تسمیہ سے تعبیر کیا تاکہ اس کا فائدہ دے کہ شرط اور تسمیہ میں کوئی فرق نہیں ہے، نیز یہ شرط مفسد بیع نہیں ہے اور اس کو ثمر کے ساتھ خاص کیا حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے قول کی اتباع میں کہ پھل بائع کا ہے الا یہ کہ مشتری اس کی شرط کرلے اور بائع کھیتی اور پھل قطع کرنے اور مبیع یعنی زمین اور درخت حوالہ کرنے کا حکم کرے گا، حوالہ واجب ہونے کے وقت، تو اگر ثمن نقد نہیں دیا ہے تو حوالے کا حکم نہیں دے گا، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

کھیتی اور پھل کا حکم زمین یا درخت کی بیع کی صورت میں کھیتی اور پھل بیع میں داخل نہ ہوں گے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی یہی ہدایت ہے۔ من باع نخلا مؤبرا فالثمر للبائع الا ان یشترط المبتاع۔ (رد المحتار: ۷/ ۸۴)

کونپل کا حکم کھیتی اور پھل قابل انتفاع ہیں تو وہ زمین یا درخت کی بیع میں داخل نہیں ہیں لیکن اگر وہ دونوں کونپل یعنی ناقابل انتفاع کی شکل میں ہیں تو زمین اور درخت کی بیع ساتھ شامل ہوں گے شارح علیہ الرحمہ نے دخول کا قول تو نقل کر دیا ہے، لیکن طحطاوی اور شامی دنوں حضرات نے عدم دخول والی روایت کو نقل کیا ہے اس لیے عدم دخول پر ہی

فتویٰ ہونا چاہئے۔

وَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ صَلَاحُهُ لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْبَائِعِ فَيُجْبَرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَارِغًا كَمَا لَوْ أَوْصَى بِنَخْلٍ لِرَجُلٍ وَعَلَيْهِ بُسْرٌ حَيْثُ يُجْبَرُ الْوَرَثَةُ عَلَى قَطْعِ الْبُسْرِ هُوَ الْمُخْتَارُ مِنْ الرِّوَايَةِ وَلْوَالِجِيَّةٌ وَمَا فِي الْفُصُولَيْنِ بَاعَ أَرْضًا بِدُونِ الزَّرْعِ فَهُوَ لِلْبَائِعِ بِأَجْرِ مِثْلِهَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا رَضِيَ الْمُشْتَرِي نَهْرٌ وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً بَارِزَةً أَمَّا قَبْلَ الظُّهُورِ فَلَا يَصِحُّ اتِّفَاقًا. ظَهَرَ صَلَاحُهَا أَوْ لَا صَحَّ فِي الْأَصَحِّ. وَلَوْ بَرَزَ بَعْضُهَا دُونَ بَعْضٍ لَا يَصِحُّ. فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ) وَصَحَّحَهُ السَّرَخْسِيُّ وَأَفْتَى الْحَلْوَانِيُّ بِالْجَوَازِ لَوْ الْخَارِجُ أَكْثَرَ زَيْلَعِيٌّ. (وَيَقْطَعُهَا الْمُشْتَرِي فِي الْحَالِ) جَبْرًا عَلَيْهِ

ترجمہ: اگرچہ اس کی صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو اس لیے کہ مشتری کی ملک بائع کی ملک سے مشغول ہے اس لیے خالی کر کے حوالہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا کہ کسی نے کسی شخص کے لیے کھجور کی وصیت کی حالاں کہ اس پر بسر ہے تو وہ ورثا کو بسر کے توڑنے پر مجبور کرے گا، روایتوں میں یہی مختار ہے والواجیہ میں ہے اور فصولین میں جو ہے کہ کسی نے بغیر کھیتی کے زمین بیچی تو وہ کھیتی بائع کے لیے ہے کہ اس کے اجر مثل کے ساتھ، یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب مشتری راضی ہو جائے جیسا کہ نہر میں ہے اور جس شخص نے نمودار پھل کو بیچا اس کی صلاح ظاہر ہوئی یا نہ ہوئی ہو تو اصح قول کے مطابق صحیح ہے، بہر حال ظاہر ہونے سے پہلے، تو بالاتفاق صحیح نہیں، اور اگر بعض ظاہر ہوئے ہوں اور بعض باقی ہوں، تو ظاہری مذہب کے مطابق صحیح نہیں ہے، سرخسی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پھل ظاہر ہو گئے ہوں، جیسا کہ زیلعی میں ہے اور مشتری فوراً پھلوں کو توڑ لے اس پر مجبور ہو کر۔

درختوں پر پھلوں کی بیع

وان لم یظھر صلاحھا الخ: درختوں پر پھلوں کی بیع متعدد صورتوں پر مشتمل ہے جن کو بطریقہ دلیل حصر یوں بیان کیا جا سکتا ہے درختوں پر پھلوں کی بیع ظاہر ہونے کے بعد ہوگی یا پہلے، اگر ظاہر ہونے سے پہلے ہو تو بالاتفاق ناجائز، لیکن اگر ظاہر ہونے کے بعد ہو تو، اس کی دو صورتیں ہیں، بدو صلاح سے پہلے ہوگی یا بعد میں، اگر بعد میں ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے ہاں اگر بدو صلاح سے پہلے بیع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) بدو صلاح سے پہلے بائع مشتری کو اس بات کا پابند بنائے کہ فی الفور پھل توڑنے ہوں گے تو یہ بیع بالاتفاق جائز ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری یہ شرط لگائے کہ قابل انتفاع ہونے تک، پھل درخت پر ہی رہیں گے اس صورت میں بھی بیع بالاتفاق ممنوع ہے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ بیع بدو صلاح سے پہلے بلا شرط کے ہوئی، اس تیسری صورت کے بارے میں، ائمہ ثلاثہ کا کہنا ہے کہ دوسری صورت کی طرح اس صورت میں بھی بیع باطل ہوگی چناں چہ علامہ نووی، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحھا نھی البائع والمتاع (الصحیح لمسلم: ۲/ ۷) کے تحت رقم طراز ہیں: وان باعھا مطلقا بلا شرط فمذھبنا ومذھب الجمھور العلماء ان البیع باطل باطلاق ھذہ الاحادیث واما صححناہ بشرط القطع للاجماع فخصصنا الاحادیث بالاجماع (نووی: ۲/ ۸) لیکن امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت کی طرح تیسری

صورت میں بھی بیع جائز ہوگی اور مشتری کو فی الفور پھل توڑنے پر مجبور کیا جائے گا اس لیے کہ یہ تیسری صورت پہلی صورت کی طرح ہی ہے چناں چہ مشتری کو فی الحال پھل توڑنے پر مجبور کیا جائے گا اگر پھل توڑ لیتا ہے تو دونوں صورتیں ایک ہوجائیں گی اس اتحاد کو دیکھتے ہوئے احناف نے دنوں صورتوں میں بیع جائز ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے البتہ جو لوگ دونوں صورتوں کے حکم میں تفریق کے قائل ہیں، انہیں وجہ تفریق بیان کرنی چاہیے صرف یہ لکھ دینے سے کام نہیں چلے گا، وانما صححناه بشرط القطع للاجماع (نووی: ۲/ ۸) موصوف کو نص کے خلاف، اجماع اختیار کرنے کے واضح اور مضبوط دلائل ذکر کرنے تھے۔

جواب احناف کی طرف سے ان حضرات کی متدل روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ، الصحیح لمسلم کی روایت میں قبل بدو صلاح سے مراد، اس صورت کی بیع ممنوع ہے جب مشتری نے پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط لگادی ہو، والجواب عن الحدیث ان تأویله اذا باعه بشرط الترک۔ (فتح القدیر: ۶/ ۲۸۷)

وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى الْأَشْجَارِ فَسَدَ الْبَيْعُ كَشَرْطِ الْقَطْعِ عَلَى الْبَائِعِ حَاوِي. وَقِيلَ قَائِلُهُ مُحَمَّدٌ. لَا يَفْسُدُ إِذَا تَنَاهَتْ الثَّمَرَةُ لِلتَّعَارُفِ فَكَانَ شَرْطًا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَبِهِ يُفْتَى بَحْرٌ عَنْ الْأَسْرَارِ، لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ الْمُضْمَرَاتِ أَنَّهُ عَلَى قَوْلِهِمَا الْفَتْوَى فَتَنَبَّهْ. قَيَّدَ بِاشْتِرَاطِ التَّرْكِ لِأَنَّهُ لَوْ شَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ لَهُ الزِّيَادَةُ وَإِنْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ تَصَدَّقَ بِمَا زَادَ فِي ذَاتِهَا وَإِنْ بَعْدَمَا تَنَاهَتْ لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ وَإِنْ اسْتَأْجَرَ الشَّجَرَ إِلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ بَطَلَتْ الْإِجَارَةُ وَطَابَتْ الزِّيَادَةُ لِبَقَاءِ الْإِذْنِ. وَلَوْ اسْتَأْجَرَ الْأَرْضَ لِتَرْكِ الزَّرْعِ فَسَدَتْ لِجَهَالَةِ الْمُدَّةِ، وَلَمْ تَطِبْ الزِّيَادَةُ مُلْتَقَى الْأَبْحُرِ لِفَسَادِ الْإِذْنِ بِفَسَادِ الْإِجَارَةِ بِخِلَافِ الْبَاطِلِ كَمَا حَرَّرْنَاهُ فِي شَرْحِهِ. وَالْحِيلَةُ أَنْ يَأْخُذَ الشَّجَرَةَ مُعَامَلَةً عَلَى أَنَّ لَهُ جُزْءًا مِنْ أَلْفِ جُزْءٍ أَنْ يَشْتَرِيَ أُصُولَ الرَّطْبَةِ كَالْبَاذِنْجَانِ وَأَشْجَارِ الْبِطِّيخِ وَالْخِيَارِ لِيَكُونَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِي وَفِي الزَّرْعِ وَالْحَشِيشِ يَشْتَرِي الْمَوْجُودَ بِبَعْضِ الثَّمَنِ وَيَسْتَأْجِرُ الْأَرْضَ مُدَّةً مَعْلُومَةً يَعْلَمُ فِيهَا الْإِدْرَاكَ بِبَاقِي الثَّمَنِ، وَفِي الْأَشْجَارِ الْمَوْجُودَ، وَيُحِلُّ لَهُ الْبَائِعُ مَا يُوجَدُ، فَإِنْ خَافَ أَنْ يَرْجِعَ يَقُولُ عَلَى أَنِّي مَتَى رَجَعْتُ فِي الْإِذْنِ تَكُونُ مَأْذُونًا فِي التَّرْكِ شُمُنِّيٌّ مُلَخَّصًا. مَا جَازَ إِيرَادُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهِ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنْهُ إِلَّا الْوَصِيَّةَ بِالْخِدْمَةِ يَصِحُّ إِفْرَادُهَا دُونَ اسْتِثْنَائِهَا "أَشْبَاهٌ"

ترجمہ: اور اگر درخت پر چھوڑنے کی شرط لگادی تو بیع فاسد ہے جیسے بائع پر قطع کی شرط لگانے سے جیسا کہ حاوی میں ہے اور کہا گیا اس کے قائل امام محمد ہیں کہ جب پھل بڑے ہوں تو بیع فاسد نہ ہوگی عرف کی وجہ سے گویا کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضہ کرتا ہے جیسا کہ بحر میں اسرار کے حوالے سے ہے، لیکن قہستانی میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے اس لیے متنبہ رہنا چاہیے مصنف نے فساد بیع میں اشتراط ترک کی قید لگائی ہے اس لیے اگر اس کو مطلقا خرید کر بائع کی اجازت سے چھوڑ دیا، تو زیادتی مشتری کے لیے حلال ہے اور اگر بائع کی اجازت کے بغیر چھوڑا ہے تو پھلوں کی ذات میں جو زیادتی ہوئی ہے اس کو صدقہ کردے اور اگر پھلوں کے بڑھنے کے بعد تو کچھ بھی صدقہ نہ کرے اور اگر پھلوں کے پکنے تک

درخت کو کرائے پر لیا تو اجارہ باطل ہو کر، زیادتی حلال ہے اجازت باقی رہنے کی وجہ سے اور اگر زمین کرایے پر لی کھیتی کو چھوڑنے کے لیے، تو مدت مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے اور زیادتی حلال نہیں ہے جیسا کہ ملتقی الابحر میں ہے اجارہ فاسدہ کی بنیاد پر اجازت فاسد ہونے کی وجہ سے بخلاف باطل کے جیسا کہ ہم نے ملتقی کی شرح میں لکھا ہے۔

اور حیلہ ہے کہ درخت کو معاملۃً اس طور پر لے کہ ہزار حصے میں بائع کا ایک حصہ ہے دوسرا حیلہ یہ ہے کہ کھجور کے پیڑ خرید لے بیگن، خربوز اور لکڑی کے پودوں کی طرح، تا کہ بعد میں آنے والے پھل مشتری کے ہوں۔ کھیتی اور گھاس میں حیلہ یہ ہے کہ تھوڑی قیمت دے کر موجود کو خریدے اور باقی ثمن سے اس مدت معلوم تک جس میں کھیتی تیار ہو جائے زمین کرائے پر لے لے اور درخت میں حیلہ یہ ہے کہ مشتری موجود کو خریدے اور بائع باقی آنے والے پھلوں کو حلال کر دے، تو اگر مشتری کو خوف ہو کہ بائع رجوع کر لے گا تو بائع کہے کہ جب میں اجازت سے رجوع کروں تو تجھے چھوڑنے کی اجازت ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے جس کو مختصراً بیان کیا جو چیز تنہا بک سکتی ہے اس کا عقد سے نکال لینا صحیح ہے، مگر وصیت بالخدمت جس کا الگ کرنا صحیح ہے؛ لیکن عقد سے استثناء صحیح نہیں ہے جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

پھلوں کو درخت پر چھوڑنا

وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد وقیل لا الخ: درخت پر پھل آنے سے پہلے پھلوں کی بیع تو ممنوع ہے؛ لیکن اگر کوئی آدمی پھل آنے کے بعد درخت پر پھل چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع کرتا ہے تو حضرات شیخین کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے لیکن حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ شرط صحیح ہے عقد ہی کا ایک حصہ ہے اس لیے یہ بیع صحیح ہے عام لوگ اس میں مبتلا ہیں، اس لیے فقہاء نے بیع کی اس صورت کو جائز کہا ہے، امام طحاوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ شامی نے تو اسکا انتساب حضرات ائمہ ثلاثہ کی طرف کرتے ہوئے اس کی صراحت کی ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے **قال فی الفتح ویجوز عند محمد استحسانا وھو قول ائمة الثلاثه واختاره الطحاوی لعموم البلویٰ .... وفی الاسرار الفتوی علی قول محمد وبه اخذ الطحاوی وفی الملتقی ضم الیه ابا یوسف۔** (ردالمحتار: ۷/۸۷)

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ بِقَوْلِهِ: فَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ وَشَاةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ قَطِيعٍ وَ أَرْطَالٍ مَعْلُومَةٍ مِنْ بَيْعِ تَمْرِ نَخْلَةٍ لِصِحَّةِ إِيرَادِ الْعَقْدِ عَلَيْهَا. وَلَوْ الثَّمَرُ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ عَلَى الظَّاهِرِ كَصِحَّةِ بَيْعِ بُرٍّ فِي سُنْبُلِهِ بِغَيْرِ سُنْبُلِ الْبُرِّ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، وَبَاقِلَاءَ وَأُرْزٍ وَسِمْسِمٍ فِي قِشْرِهَا وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِي قِشْرِهَا الْأَوَّلِ وَهُوَ الْأَعْلَى وَعَلَى الْبَائِعِ إِخْرَاجُهُ إِلَّا إِذَا بَاعَ بِمَا فِيهِ. وَهَلْ لَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ؟ الْوَجْهُ نَعَمْ فَتْحٌ، وَإِنَّمَا بَطَلَ بَيْعُ مَا فِي تَمْرٍ وَقُطْنٍ وَضَرْعٍ مِنْ نَوًى وَحَبٍّ وَلَبَنٍ؛ لِأَنَّهُ مَعْدُومٌ عُرْفًا

ترجمہ: پھر مصنف نے اس قاعدے پر یہ کہتے ہوئے تفریع کی کہ صحیح ہے ڈھیر سے ایک قفیز اور ایک معین بکری ریوڑ سے اور چند معلوم رطل کھجور کے پھلوں کی بیع سے، ان پر الگ سے عقد ہونے کی وجہ سے اگر چہ پھل کھجور کے درخت پر ہو ظاہری روایت کے مطابق، جیسے گیہوں کی بالی کی بیع بالی کے علاوہ چیز کے بدلے اور لوبیا، چاول اور تل ان کے چھلکے میں اور

اخروٹ، بادام اور پستہ ان کے پہلے چھلکے میں اور وہ اوپر والا چھلکا ہے حالاں کہ بائع پر چھلکا نکالنا لازم ہے، الا یہ کہ چھلکے کے ساتھ بیع کی ہو، کیا اس کو خیار رویت حاصل ہے؟ ہاں جیسا کہ فتح میں ہے اور کھجور کی گٹھلی، کپاس کے بیج اور تھن کے دودھ کی بیع باطل ہے، اس لیے کہ عرفا یہ معدوم ہیں۔

قاعدے پر تفریع

ماجاز ایراد العقد الخ: کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن کو الگ الگ کر کے بھی بیچا جاتا ہے، اس لیے ان اشیاء کو بیچتے ہوئے، ان میں سے کوئی جز بیع سے الگ کر لینے کی گنجائش ہے اسی قاعدے پر تفریع کرتے ہوئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ چند مثالیں دی ہیں کہ گیہوں کا ڈھیر ہے اس کو بیچتے وقت ایک قفیز الگ کر لیتا ہے تو جائز ہے۔

چھلکے کے ساتھ بیع

کصحة بیع بر فی سنبله الخ: بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی خرید وفروخت چھلکے کے ساتھ رائج ہے، انھیں چھلکے کے ساتھ بیچنا اور خریدنا بھی جائز ہے، لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں، جنہیں چھلکے کے ساتھ بیچنے کا رواج نہیں ہے وہ عرفا چوں کہ معدوم سمجھے جاتے ہیں اس لیے چھلکے کے ساتھ ان کی بیع جائز نہیں جیسے گٹھلی، بیج اور تھن میں دودھ کی بیع۔

وَأَجْرَةُ كَيْلٍ وَوَزْنٍ وَعَدٍّ وَذَرْعٍ عَلَى بَائِعٍ؛ لِأَنَّهُ مِنْ تَمَامِ التَّسْلِيمِ وَأَجْرَةُ وَزْنِ ثَمَنٍ وَنَقْدِهِ وَقَطْعِ ثَمَرٍ وَإِخْرَاجِ طَعَامٍ مِنْ سَفِينَةٍ عَلَى مُشْتَرٍ إِلَّا إِذَا قَبَضَ الْبَائِعُ الثَّمَنَ ثُمَّ جَاءَ يَرُدُّهُ بِعَيْبِ الزِّيَافَةِ.

ترجمہ: پیمانہ کرنا گننے، وزن کرنے اور ناپنے کی اجرت بائع پر ہے، اس لیے یہ سب تسلیم کے تکملہ ہیں اور ثمن کے تولنے، اس کو پرکھنے، پھل توڑنے اور کشتی اناج نکالنے کی اجرت مشتری پر ہے الا یہ کہ جب بائع ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو کھوٹے کے عیب کی وجہ سے واپس کرنے آئے۔

حوالہ، ثمن ومبیع کے مراحل

مبیع کے لحاظ سے اس میں چار کام ہو سکتے ہیں (۱) اس کی پیائش کرنا (۲) گننا (۳) وزن کرنا (۴) ناپنا مبیع کے تعلق سے یہ چار کام ہیں ان چار کاموں کی ذمہ داری بائع پر ہے خواہ وہ خود کرے یا دوسروں سے کروائے، اسی طرح ثمن کے تعلق سے مشتری پر دو ذمہ داریاں ہیں (۱) اس کی پرکھ ان دو کاموں میں جو اجرت بنے گی یہ مشتری پر ہے، ان کاموں کے علاوہ بھی کچھ کام ہیں جیسے مبیع کا نکالنا، اس کی پیکنگ اور لوڈنگ مشری پر ہے۔

فَرْعٌ ظَهَرَ بَعْدَ نَقْدِ الصَّرَّافِ أَنَّ الدَّرَاهِمَ زُيُوفٌ رَدَّ الْأُجْرَةَ وَإِنْ وَجَدَ الْبَعْضَ فَبِقَدْرِهِ نَهْرٌ عَنْ إِجَارَةِ الْبَزَّازِيَّةِ. وَأَمَّا الدَّلَّالُ فَإِنْ بَاعَ الْعَيْنَ بِنَفْسِهِ بِإِذْنِ رَبِّهَا فَأُجْرَتُهُ عَلَى الْبَائِعِ وَإِنْ سَعَى بَيْنَهُمَا وَبَاعَ الْمَالِكُ بِنَفْسِهِ يُعْتَبَرُ الْعُرْفُ وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ ”الْوَهْبَانِيَّةِ“.

ترجمہ: صراف کے پرکھنے کے بعد پتا چلا کہ دراہم کھوٹے ہیں، تو اجرت لوٹا دے، اور اگر بعض کھوٹے پائے تو اس کے بقدر لوٹا دے جیسا کہ نہر میں بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے ہے، بہر حال دلال اگر اس سامان کو خود بیچ دیا مالک کی اجازت سے تو، اس کی اجرت بائع پر ہے اور اگر اس نے دونوں کے درمیان کوشش کی لیکن مالک نے خود بیچا عرف کا اعتبار ہوگا اس کی پوری بحث شرح وہبانیہ میں ہے۔

دلال کی اجرت

و اما الدلال فان باع العين بنفسه الخ: دلال نے مالک کی اجازت سے سامان بیچ دیا تو دلال کو بائع کی طرف سے دلالی کی اجرت ملے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ دلال نے بیچا نہیں بس بائع اور مشتری کو بھڑا دیا ایسی صورت میں کاروباری لوگ دلال کی اجرت جس کے ذمے لازم کرتے ہیں، اس پر اجرت لازم ہوگی۔

وَيُسَلِّمُ الثَّمَنَ أَوَّلًا فِي بَيْعِ سِلْعَةٍ بِدَنَانِيرَ وَدَرَاهِمَ إِنْ أَحْضَرَ الْبَائِعُ السِّلْعَةَ، وَفِي بَيْعِ سِلْعَةٍ بِمِثْلِهَا أَوْ ثَمَنٍ بِمِثْلِهِ سَلَّمَا مَعًا مَا لَمْ يَكُنْ أَحَدُهُمَا دَيْنًا كَسَلَمٍ وَثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ ثُمَّ التَّسْلِيمُ يَكُونُ بِالتَّخْلِيَةِ عَلَى وَجْهٍ يَتَمَكَّنُ مِنَ الْقَبْضِ بِلَا مَانِعٍ وَلَا حَائِلٍ. وَشَرَطَ فِي الْأَجْنَاسِ شَرْطًا ثَالِثًا وَهُوَ أَنْ يَقُولَ: خَلَّيْتُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْمَبِيعِ فَلَوْ لَمْ يَقُلْهُ أَوْ كَانَ بَعِيدًا لَمْ يَصِرْ قَابِضًا وَالنَّاسُ عَنْهُ غَافِلُونَ، فَإِنَّهُمْ يَشْتَرُونَ قَرْيَةً وَيُقِرُّونَ بِالتَّسْلِيمِ وَالْقَبْضِ، وَهُوَ لَا يَصِحُّ بِهِ الْقَبْضُ عَلَى الصَّحِيحِ وَكَذَا الْهِبَةُ وَالصَّدَقَةُ خَانِيَّةٌ. وَتَمَامُهُ فِيمَا عَلَّقْنَاهُ عَلَى "الْمُلْتَقَى"

ترجمہ: سامان کی بیع میں ثمن پہلے حوالہ کرے گا، دنانیر اور دراہم کی صورت میں اگر بائع نے سامان حاضر کر دیا ہو تو اور سامان کی بیع سامان کی صورت میں یا ثمن کی بیع ثمن کی شکل میں دونوں ایک ساتھ حوالہ کریں گے، جب کہ ان میں سے ایک دین نہ ہو جیسے مسلم فیہ اور ثمن مؤجل، پھر حوالہ تخلیہ سے ہوتا ہے، اس طور پر کہ وہ بغیر مانع اور حائل کے قبضہ کرنے پر قادر ہو جائے، اور اجناس میں تیسری شرط یہ ہے کہ بائع کہے میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان خالی کر دیا، اگر بائع نے یہ نہیں کہا اور مبیع دور میں ہے تو مشتری قابض نہیں مانا جائیگا، حالاں کہ لوگ اس سے غافل ہیں، اس لیے کہ لوگ گاؤں خریدتے ہیں اور حوالہ، قبضے کا اقرار کرتے ہیں حالاں کہ صحیح قول کے مطابق اس صورت میں قبضہ صحیح نہیں ہے، ایسے ہی ہبہ اور صدقہ، اس کی تمام بحث ملتقیٰ کی اس شرح میں ہے جسے ہم نے لکھا ہے۔

مبیع اور ثمن حوالہ کرنے کی صورتیں

ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعة الخ: اشیاء کے تبادلے کی تین صورتیں ہیں (١) سامان کا تبادلہ ثمن سے، اس صورت میں سامان موجود ہو تو مشتری پر لازم ہے کہ ثمن پہلے بائع کے حوالے کرے تب سامان اٹھائے (٢) سامان کا تبادلہ سامان سے (٣) ثمن کا تبادلہ ثمن سے ان دونوں صورتوں میں جانبین سے حوالہ ایک ہی وقت میں کرے۔

فائدہ

حوالہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مبیع اس طرح رکھ دیا جائے کہ بائع اور مشتری کو قبضہ کرنے میں کوئی دشواری نہ آئے۔

سامان دور ہونے کی صورت

وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا الخ: سامان دور میں ہو تو قبضے کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کو مبیع پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دے اگر بائع نے اجازت نہ دی تو قبضہ نہ مانا جائیگا۔

وَجَدَهُ أَيِ الْبَائِعُ الثَّمَنَ زُيُوفًا لَيْسَ لَهُ اسْتِرْدَادُ السِّلْعَةِ وَحَبْسُهَا بِهِ لِسُقُوطِ حَقِّهِ بِالتَّسْلِيمِ. وَقَالَ زُفَرُ: لَهُ ذَلِكَ، كَمَا لَوْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سَتُّوقَةً أَوْ مُسْتَحَقًّا وَكَالْمُرْتَهِنِ مَنِيَّةٌ.

ترجمہ: بائع نے ثمن کو کھوٹا پایا، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ سامان کو واپس کرلے اور اس کو رد کے رکھے حوالہ کی وجہ سے اس کا حق ساقط ہوجانے کی وجہ سے اور امام زفر نے فرمایا کہ بائع کو اس کا حق ہے جیسا کہ اگر سیسہ اور یا چاندی کا پتر چڑھا ہوا سکہ یا دوسرے کا پایا تو حق ہے، نیز مرتہن کو بھی ہے۔

سکہ کھوٹا ہونے کی صورت میں

وجدہ ای البائع الثمن زیوفاً: بیع کے بعد بائع اور مشتری دونوں نے مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرلیا، لیکن بعد میں بائع دیکھتا ہے کہ ثمن کھوٹا ہے یا نوٹ پھٹے ہوئے ہیں، ایسی صورت میں بائع کو یہ حق نہیں ہے کہ مبیع کو واپس کرے یا مشتری کو پریشان کرے، اس لیے کہ ثمن کھوٹا ہی جب بائع نے قبضہ کرلیا تو یہ قبضہ صحیح مانا جائے گا اس لیے کہ سکہ کھوٹا ہونے کی صورت میں تجار میں اس کی چلن کا رواج ہے البتہ اگر وہ سکے یا نوٹ نقلی ہوں جنہیں لینے کے لیے لوگ تیار نہیں ہیں، ایسے صورت میں بائع کو سامان واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔

قَبَضَ بَدَلَ دَرَاهِمِهِ الْجِيَادِ الَّتِي كَانَتْ لَهُ عَلَى زَيْدٍ زُيُوفًا عَلَى ظَنِّ أَنَّهَا جِيَادٌ ثُمَّ عَلِمَ بِأَنَّهَا زُيُوفٌ يَرُدُّهَا وَيَسْتَرِدُّ الْجِيَادَ إِنْ كَانَتْ قَائِمَةً وَإِلَّا فَلَا يَرُدُّ وَلَا يَسْتَرِدُّ، كَمَا لَوْ عَلِمَ بِذَلِكَ عِنْدَ الْقَبْضِ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَرُدُّ مِثْلَ الزُّيُوفِ وَيَرْجِعُ بِالْجِيَادِ، كَمَا لَوْ كَانَتْ رَصَاصًا أَوْ سَتُّوقَةً.

ترجمہ: اپنے کھرے دراہم کے بدلے جو زید پر قرض تھے، کھرے سمجھ کر کھوٹے پر قبضہ کرلیا، پھر پتا چلا کہ کھوٹے ہیں، تو ان کو واپس کر کے اچھے لے اگر موجود ہیں ورنہ نہیں جیسا کہ اس کو اگر قبضے کے وقت جان لے اور امام ابو یوسف نے کہا، کھوٹے لے کر واپس کرے اور کھرے لے لے جیسا کہ اگر سیسہ چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہو۔

قرض میں کھوٹا سکہ

مدیون نے دائن کو قرض کی ادائیگی میں کھوٹے سکے دے دیئے ایسی صورت میں اگر وہ کھوٹے سکے موجود ہیں تو دائن واپس کرسکتا ہے جیسا کہ اگر قبضے کے وقت یہ جان جائے کہ کہ سکے کھوٹے ہیں تو واپس کرنے کا پورا حق رکھتا ہے، ایسا ہی حکم قبضے کے بعد بھی ہے، لیکن اگر وہ کھوٹے سکے موجود نہیں ہیں تو اب واپس نہیں کرسکتا، مگر حضرت امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ کھوٹے سکے اگر موجود نہیں ہیں تو دوسرے کھوٹے سکے دے کر واپس کرے اور اچھے سکے لے لے۔

اشْتَرَى شَيْئًا وَقَبَضَهُ وَمَاتَ مُفْلِسًا قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْبَائِعُ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ. وَ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - هُوَ أَحَقُّ بِهِ كَمَا لَوْ لَمْ يَقْبِضْهُ الْمُشْتَرِي فَإِنَّ الْبَائِعَ أَحَقُّ بِهِ اتِّفَاقًا. وَلَنَا قَوْلُهُ: - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «إِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِي مُفْلِسًا فَوَجَدَ الْبَائِعُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ» شَرْحُ مَجْمَعِ الْعَيْنِيِّ.

ترجمہ: کسی شخص نے کچھ خرید کر قبضہ بھی کیا، لیکن ثمن ادا کرنے سے پہلے مفلسی کی حالت میں مرگیا تو بائع دوسری قرض خواہوں کے برابر ہوگا اور امام شافعی نے کہا بائع زیادہ حق دار ہوگا اور اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو بالاتفاق بائع زیادہ حق دار ہوگا۔ ہماری دلیل حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قول جب مشتری مفلسی کی حالت میں مرجائے اور بائع اپنا سامان بعینہ پائے تو وہ قرض خواہوں کے درمیان ہے جیسا کہ شرح مجمع العینی میں ہیں۔

بائع اور قرض خواہ مشتری نے سامان خریدا، قبضہ کیا بات تھی کہ دو چار دن میں قیمت ادا کریگا، لیکن اسی دوران اس کی موت ہوگئی، تو یہ دائن اور دوسرے قرض خواہ قرض کی وصولی میں برابر ہوں گے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے: اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه بعينه فهو اسوة للغرماء۔

فُرُوعٌ: بَاعَ نِصْفَ الزَّرْعِ بِلَا أَرْضٍ، إنْ بَاعَهُ الْأَكَّارُ لِرَبِّ الْأَرْضِ جَازَ، وَبِعَكْسِهِ لَا إلَّا إذَا كَانَ الْبَذْرُ مِنْ الْأَكَّارِ فَيَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ خَانِيَّةٌ. بَاعَ شَجَرًا أَوْ كَرْمًا مُثْمِرًا لَا يَدْخُلُ الثَّمَرُ وَحِينَئِذٍ فَيُعَارُ الشَّجَرُ إلَى الْإِدْرَاكِ فَلَوْ أَبَى الْمُشْتَرِي إعَارَتَهُ خُيِّرَ الْبَائِعُ إنْ شَاءَ أَبْطَلَ الْبَيْعَ أَوْ قَطَعَ الثَّمَرَ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ قَالَ فِي النَّهْرِ وَلَا فَرْقَ يَظْهَرُ بَيْنَ الْمُشْتَرِي وَالْبَائِعِ.

فروع ترجمہ: آدھی کھیتی بیچی زمین کے علاوہ اگر اس کو بٹائی دار نے زمین مالک سے بیچا ہے، تو جائز ہے اور اس کا الٹا جائز نہیں ہے، مگر جب بیج بٹائی دار کا ہو تو مناسب یہ ہے کہ جائز ہو جیسا کہ خانیہ میں ہے پھل دار درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل نہ ہوگا لہٰذا اس وقت درخت عاریت میں لیا جائیگا پھل پکنے تک، تو اگر مشتری عاریت پر دینے سے انکار کردے، تو بائع کو اختیار ہے اگر چاہے تو بیع باطل کردے یا پھل توڑ لے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے اور نہر میں ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا۔

بٹائی دار سے کھیتی خریدنا مالک زمین نے بٹائی دار سے کھیتی خرید لی تو یہ جائز ہے اس لیے کہ یہ اس کی زمین ہے اس میں کھیتی پکنے تک کھیتی لگی رہے گی کوئی بات نہ ہوگی لیکن بٹائی دار مالک زمین سے کھیتی خریدے تو یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ مالک زمین بیع کے فوراً بعد کھیت خالی کرنے کے لیے کہے گا اور بٹائی دار کھیتی پکنے تک ٹال مٹول کرے گا نزاع کا اندیشہ ہے اس نزاع سے بچنے کے لیے اس صورت کو فقہاء نے ممنوع قرار دیا ہے البتہ اگر بیج بٹائی دار کا ہے تو وہ بھی مالک زمین کی طرح کھیتی خرید سکتا ہے اس لیے بیج بٹائی کا ہونے کی صورت میں زمین مالک زبردستی کھیتی پکنے سے پہلے کھیت خالی نہیں کرا سکتا اس لیے یہ صورت جائز ہے۔

بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ

وَجْهُ تَقْدِيمِهِ مَعَ بَيَانِ تَقْسِيمِهِ مُبَيَّنٌ فِي الدُّرَرِ. ثُمَّ الْخِيَارَاتُ بَلَغَتْ سَبْعَةَ عَشَرَ: الثَّلَاثَةُ الْمُبَوَّبُ لَهَا، وَخِيَارُ تَعْيِينٍ وَغَبْنٍ وَنَقْدٍ وَكَمِّيَّةٍ وَاسْتِحْقَاقٍ، وَتَغْرِيرٍ فِعْلِيٍّ، وَكَشْفِ حَالٍ، وَخِيَانَةِ مُرَابَحَةٍ وَتَوْلِيَةٍ وَفَوَاتِ وَصْفٍ مَرْغُوبٍ فِيهِ، وَتَفْرِيقِ صَفْقَةٍ بِهَلَاكِ بَعْضِ مَبِيعٍ، وَإِجَازَةِ عَقْدِ الْفُضُولِيِّ، وَظُهُورِ الْمَبِيعِ مُسْتَأْجَرًا أَوْ مَرْهُونًا. أَشْبَاهٌ مِنْ أَحْكَامِ الْفُسُوخِ. قَالَ: وَيُفْسَخُ بِإِقَالَةٍ وَتَحَالُفٍ، فَبَلَغَتْ تِسْعَةَ عَشَرَ شَيْئًا، وَأَغْلَبُهَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ يَعْرِفُهُ مَنْ مَارَسَ الْكِتَابَ.

یہ باب خیار شرط کے بیان میں ہے

خیار شرط خیار شرط اس شرط کو کہتے ہیں جو متعاقدین میں سے دونوں کو شرط لگا لینے کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ تین دن تک بیع کے نفاذ یا فسخ کا اختیار ملتا ہے۔

ترجمہ: اس کو مقدم کرنے کی وجہ اس کی تقسیم بیان کرنے کے باوجود درر میں بیان کی گئی ہے پھر خیارات سترہ تک پہنچ گئے ہیں، تین وہ ہیں جن کے لیے ابواب مقرر ہوئے ہیں اور خیار تعیین، غبن نقد کمیت، استحقاق، تغیر یر فعلی، کشف حال، خیانت مرابحہ تولیہ وصف مرغوب فیہ کا فوت ہونا، بعض مبیع ہلاک ہونے سے تفریق صفقہ کا اختیار، عقد فضولی کی اجازت اور مبیع کرایہ کی ظاہر ہونا یا رہن کی جیسا کہ اشباہ کے احکام الفسوخ، میں ہے کہا کہ اقالہ اور تحالف سے عقد فاسد ہوتی ہے، لہٰذا یہ انیس اسباب تک پہنچ گئے جن کا تذکرہ مصنف نے اکثر کیا ہے جو کتاب کو برابر دیکھتا ہے وہ جانتا ہے۔

بیع خیار کو مؤخر کرنے کی وجہ

بیع کی دو قسمیں ہیں: (۱) لازم (۲) غیر لازم، لازم وہ ہے جس میں کسی طرح کا کسی کو کوئی اختیار نہ ہو، یعنی بیع فی الفور نافذ ہو جائے جو اصل ہے اس لیے بیع لازم کو اصل ہونے کی بنیاد پر مقدم کیا اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو چوں کہ اس کے نفاذ میں ہی تاخیر ہے اس لیے اس کو بعد میں بیان کیا۔

خیار شرط کو مقدم کرنے کی وجہ

وجہ تقدیمه مع بیان تقسیمه الخ: خیار شرط کو خیار رؤیت اور خیار عیب پر اس لیے مقدم کیا کہ خیر شرط میں ابتدائی دور میں بیع نافذ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے بعد میں پھر وہ بیع نافذ، ہو جاتی ہے خیار رویت میں جب تک مبیع دیکھ نہ لے تب تک نفاذ بیع کا تصور نہیں ہوتا ہے یعنی اس میں وقت زیادہ لگ سکتا ہے اور خیار عیب میں بیع حکماً ممنوع ہے۔ خیار شرط میں چوں کہ نفاذ مبیع کا امکان قوی ہے اس لیے اس کو مقدم کیا خیار رویت میں نفاذ بیع کا امکان ہے لیکن کم تر درجے کا اس لیے اس کو درمیان میں بیان کیا اور خیار عیب میں بیع کے نافذ ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اس لیے اس کو بعد میں بیان کیا۔

خیار کی قسمیں

ثم الخیارات بلغت سبعة عشر الخ: حضرت شارح علام کہتے ہیں کہ خیار کی سترہ قسمیں ہیں: (۱) خیار شرط جس کا بیان یہاں چل رہا ہے (۲) خیار رویت (۳) خیار عیب ان دونوں کا بیان آگے آ رہا ہے (۴) خیار تعیین یعنی بائع نے چند سامان بیچے اب ان میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار ملنے کا نام خیار تعیین ہے (۵) خیار غبن: متعاقدین میں سے کسی کو زیادہ نقصان کا سامنا ہونے کی صورت میں بیع فسخ کرنے کا اختیار ملتا ہے اسی کا نام خیار غبن ہے (۶) خیار نقد: اس پر سودا ہوا کہ اگر کل قیمت ادا نہیں کرتا ہے تو بیع فسخ ہو جائے گی اب مشتری اگر وقت متعینہ پر قیمت ادا کر دیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ بائع کو بیع فسخ کا اختیار ہوگا۔ (۷) اختیار کمیت: مشتری نے نوٹ دکھا کے سامان لینے کا تو لے لیا لیکن جب بائع نے وہ نوٹ دیکھے تو نقلی تھے، اب بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، حقیقت میں یہ تو خیار رویت ہے لیکن نقود میں خیار رویت ہوتا نہیں ہے اس لیے اس کا نام خیار کمیت رکھا گیا ہے (۸) استحقاق، یعنی بعض مبیع دوسرے کی ملکیت میں ہونے کا پتا چلے تو مشتری کو مبیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا (۹) خیر تغریر فعلی: یعنی بائع کا ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھا جائے (۱۰) خیار کشف حال: یعنی باٹ کے علاوہ پتھر وغیرہ سے تول کر دے دیا بعد میں پتا چلا کہ کم ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا (۱۱) خیانت مرابحہ: مشتری نے بیع مرابحہ کیا بعد میں پتا چلا کہ بائع نے جھوٹ بول کر مجھ سے نفع لے لیا تو مشتری کو اختیار ہوگا (۱۲) خیانت تولیہ: بائع نے یہ کہہ کر تو بیچ دیا کہ بھائی جتنے میں لیا ہے اتنے میں ہی دے رہا ہوں، بعد میں پتا چلا کہ بائع نے یہ جھوٹ کہا ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا (۱۳) خیار فوات وصف مرغوب فیہ: غلام خریدا کہ کاتب ہے بعد میں پتا چلا

کہ کاتب نہیں ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا (۱۴) خیار تفریق صفقه بهلاک بعض مبیع: مشتری کو ضرورت ہے دس کلو کی دس کلو لیے بھی ان میں دو کلو ضائع ہو گئے تو مشتری کو اختیار ہوگا (۱۵) خیار عقد الفضولی: مشتری نے عقد کر لیا بعد میں پتا چلا یہ سامان کا مالک نہیں ہے، بل کہ کوئی اور ہے اس صورت میں بھی مشتری کو اختیار ملے گا (۱۶) خیار ظهور المبیع مستاجرا: کوئی سامان کرایہ پر لے گیا اب صاحب نے مالک بن کر بیچ دیا بعد میں پتا چلا کہ یہ تو سامان کسی اور کا ہے اور یہ بیچنے والا کرایہ دار ہے تو بھی مشتری کو اختیار ملے گا۔ (۱۷) خیار ظهور المبیع مرهونا: کسی دوسرے کا سامان رہن میں رکھا تھا اب اس کو بیچ ڈالے تو مشتری کو اختیار ہوگا۔

مزید دو قسمیں

ویفسخ باقالة و تحالف الخ: اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ بیع پر متفق ہو جائیں اور تحالف یہ ہے کہ مبیع یا ثمن یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہو گیا، دونوں کے پاس گواہ نہیں، ایک دوسرے کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ایسی صورت میں قاضی دونوں سے قسم لے کر بیع فسخ کر دے گا۔ یہ کل انیس قسمیں ہوئیں جن کو حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جگہ جگہ بیان فرمایا ہے، حضرت شارح کا کہنا ہے کہ ان تمام قسموں کو حضرت مصنف کی کتاب میں وہی پا سکتا ہے جو بار بار پڑھے۔

صَحَّ شَرْطُهُ لِلْمُتَبَايِعَيْنِ مَعًا، وَلِأَحَدِهِمَا وَلَوْ وَصِيًّا، وَلِغَيْرِهِمَا وَلَوْ بَعْدَ الْعَقْدِ لَا قَبْلَهُ تَتَارْخَانِيَّةٌ فِي مَبِيعٍ كُلِّهِ أَوْ بَعْضِهِ كَثُلُثِهِ أَوْ رُبُعِهِ وَلَوْ فَاسِدًا. وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي اشْتِرَاطِهِ فَالْقَوْلُ لِنَا فِيهِ عَلَى الْمَذْهَبِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ أَوْ أَقَلُّ وَفَسَدَ عِنْدَ إِطْلَاقٍ أَوْ تَأْبِيدٍ. لَا أَكْثَرَ فَيَفْسُدُ، فَلِكُلٍّ فَسْخُهُ خِلَافًا لَهُمَا غَيْرَ أَنَّهُ يَجُوزُ إِنْ أَجَازَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ فِي الثَّلَاثَةِ فَيُقْلَبُ صَحِيحًا عَلَى الظَّاهِرِ.

ترجمہ: متعاقدین میں سے دونوں کا ایک ساتھ اور ان میں سے ایک کے لیے اگر چہ وصی ہو اور ان دونوں کے علاوہ کے لیے صحیح ہے اگر چہ عقد کے بعد ہو اس سے پہلے نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے مبیع کے کل حصے میں یا بعض میں جیسے تہائی یا چوتھائی، اگر چہ عقد فاسد ہو، اور اگر دونوں نے شرط کے سلسلے میں اختلاف کیا، تو صحیح مذہب کے مطابق ہمارا قول اس میں تین دن یا اس سے کم کا ہے اور بیع فاسد ہوگی شرط کے اطلاق اور ہمیشگی کے وقت تین دن سے زیادہ نہیں چناں چہ تین دن سے زیادہ کی صورت میں فاسد ہوگی اور ہر ایک کو عقد فسخ کرنے کا اختیار ہوگا صاحبین کے خلاف، مگر اس صورت میں جائز ہے کہ صاحب اختیار تین دن سے کم اجازت دے دے، تو یہ صحیح کی طرف لوٹ آئے گا ظاہری روایت کے مطابق۔

خیار شرط حاصل کرنے کا طریقہ

صح شرطه للمتبایعین معا الخ: متعاقدین میں سے دونوں ایک ساتھ خیار شرط لے لیں یا ان میں سے کوئی ایک خواہ یہ لوگ اجنبی کے لیے بھی اختیار لے لیں تو بھی درست ہے کل مبیع میں لیں یا بعض میں، جیسے رواج ہے کہ بازار سے آدمی سامان لے کر آتا ہے تو دوکاندار سے کہہ دیتا ہے کہ صاحب گھر میں پسند نہ ہوا تو سامان واپس کر دوں گا، دوکان دار اس کو منظور بھی کر لیتا ہے۔

خیار شرط کی مدت

ثلاثة ایام او اقل و فسد عند اطلاق الخ: خیار شرط میں تین دن کی مدت کی شرط لگانے کی صورت میں شرط کا اعتبار ہو کر بیع صحیح ہے، اس سے زیادہ دنوں کی شرط لگانے کی صورت میں شرط کا اعتبار نہ ہو کر

بیع فاسد ہوجائے گی، البتہ حضرت امام ابو یوسف اور محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک تین دن سے زیادہ کی بھی مدت متعین کر سکتا ہے بشرطیکہ معلوم ہو تین دن یا اس سے کم مدت والا قول راجح ہے، اس لیے کہ تین دن والی مدت کی صراحت صحیح روایتوں میں موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا رجوع بھی اسی قول کی طرف ثابت ہے، عن محمد بن يحى بن حبان قال هو جدى منقذ بن عمرو و كان رجلا قد اصابه آفة في رأسه فكسرت لسانه و كان لا يرع على ذالك التجارة و كان لا يزال يغبن فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر ذالك له اذا أنت بايعت فقل لا خلابة ثم انت في كل سلعة ابتعتها بالخيار ثلاث ليال فان رضيت فامسك و ان سخطت فاردها على صاحبها۔ (ابن ماجہ: ص ۱۷۰) و الاصح ان ابا يوسف يوافق الامام كذا في الحاشية الشبلتي (الطحطاوی علی الدر: ۳/ ۳۰)

تین دن سے زیادہ اختیار لینا

غير انه يجوز ان اجاز من الخيار الخ: تین دن سے زیادہ خیار شرط کی مدت متعین کرنے کی صورت میں بیع فاسد ہے، لیکن اس میں بھی ایک صورت ہے کہ مدت تو تین دن سے زیادہ متعین کی گئی، لیکن بعد میں وہ مدت کم کردی گئی تو بیع صحیح ہوجائے گی۔

(وَصَحَّ شَرْطُهُ أَيْضًا فِي لَازِمٍ يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ كَمُزَارَعَةٍ وَمُعَامَلَةٍ وَ إِجَارَةٍ وَقِسْمَةٍ وَصُلْحٍ عَنْ مَالٍ) وَلَوْ بِغَيْرِ عَيْنِهِ وَكِتَابَةٍ وَخُلْعٍ وَرَهْنٍ وَعِتْقٍ عَلَى مَالٍ لَوْ شُرِطَ لِزَوْجَةٍ وَرَاهِنٍ وَقِنٍّ وَنَحْوِهَا كَكَفَالَةٍ وَحَوَالَةٍ وَإِبْرَاءٍ وَتَسْلِيمِ شُفْعَةٍ بَعْدَ الطَّلَبَيْنِ، وَوَقْفٍ عِنْدَ الثَّانِي أَشْبَاهٌ وَإِقَالَةٍ بَزَّازِيَّةٌ، فَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ، لَا فِي نِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَيَمِينٍ وَنَذْرٍ وَصَرْفٍ وَسَلَمٍ وَإِقْرَارٍ إِلَّا الْإِقْرَارَ بِعَقْدٍ يَقْبَلُهُ أَشْبَاهٌ، وَوَكَالَةٍ وَوَصِيَّةٍ نَهْرٌ. فَهِيَ تِسْعَةٌ، وَقَدْ كُنْتُ غَيَّرْتُ مَا نَظَمَهُ فِي النَّهْرِ فَقُلْتُ:

يَأْتِي خِيَارُ الشَّرْطِ فِي الْإِجَارَهْ ☆ وَالْبَيْعِ وَالْإِبْرَاءِ وَالْكَفَالَهْ
وَالرَّهْنِ وَالْعِتْقِ وَتَرْكِ الشُّفْعَهْ ☆ وَالصُّلْحِ وَالْخُلْعِ كَذَا وَالْقِسْمَهْ
وَالْوَقْفِ وَالْحَوَالَةِ الْإِقَالَهْ ☆ لَا الصَّرْفِ وَالْإِقْرَارِ وَالْوَكَالَهْ
وَلَا النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالسَّلَمْ ☆ نَذْرٍ وَأَيْمَانٍ فَهَذَا يُغْتَنَمْ

ترجمہ: اور صحیح ہے شرط لگانا عقد لازم میں بھی جو فسخ کا احتمال رکھتا ہے، جیسے مزارعت، معاملہ اجارہ قسمت، صلح عن المال، اگر چہ بغیر عین کے، کتابت، خلع، رہن اور عتق علی مال اگر شرط لگائی بیوی راہن اور غلام سے اور کفالہ حوالہ، ابراء شفعہ دو طلب کے بعد، وقف امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا کہ اشباہ میں ہے اور اقالہ جیسا کہ بزازیہ میں ہے چناں چہ یہ سولہ عقود ہیں (جن میں خیار شرط ہے) شرط صحیح نہیں ہے نکاح، طلاق یمین، نذر، صرف، سلم اور اقرار مگر وہ اس عقد کا اقرار جو خیار کو قبول کرے جیسا کہ اشباہ میں ہے اور وکالہ اور وصیت جیسا کہ نہر میں ہے۔ یہ نو عقد ہیں اور میں نے نہر الفائق کی نظم کو بدل کر کہا ہے۔

خیار شرط آتی ہے اجارہ میں ✿ بیع، ابراء اور کفالت میں
رہن، عتق، اور ترک شفعہ ✿ صلح، خلع ایسے ہی قسمت
وقف حوالہ اور اقالہ ✿ خیار نہیں ہے صرف اقرار اور وکالت میں

نکاح، طلاق، سلم ✿ نذر اور ایمان نہیں لہٰذا اسے غنیمت جانو

خیار شرط والے معاملات

وصح شرطه ایضا فی لازم الخ: عقود دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) لازم (۲) غیر لازم عقود غیر لازم سے مراد وہ معاملات ہیں، جن کو طے کرنے کے بعد بھی فریقین یک طرفہ طور پر ختم کرنا چاہیں تو ختم کر سکتے ہیں جیسے وکالت شرکت وصیت وغیرہ اور لازم سے وہ عقود مراد ہیں جو منعقد ہونے کے بعد فسخ کا احتمال نہیں رکھتے جیسے نکاح، طلاق، خلع، عتاق، نذر، ایمان وغیرہ لیکن عقود لازم میں بھی کچھ ایسے عقود بھی ہیں کہ لازم ہونے کے بعد فریقین میں سے کوئی اختیار لے لے تو فسخ کر سکتا ہے جیسے اجارہ، بیع، ابرائ، کفالت وغیرہ۔

فَإِنْ اشْتَرَى شَخصٌ شَيْئًا عَلَى أَنَّهُ أَيْ الْمُشْتَرِي إِنْ لَمْ يَنْقُدْ ثَمَنَهُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا بَيْعَ صَحَّ اسْتِحْسَانًا خِلَافًا لِزُفَرَ، فَلَوْ لَمْ يَنْقُدْ فِي الثَّلَاثِ فَسَدَ فَنَفَذَ عِتْقُهُ بَعْدَهَا لَوْ فِي يَدِهِ فَلْيُحْفَظْ. وَ إِنْ اشْتَرَى كَذَلِكَ إِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ لَا يَصِحُّ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ. فَإِنْ نَقَدَ فِي الثَّلَاثَةِ جَازَ اتِّفَاقًا؛ لِأَنَّ خِيَارَ النَّقْدِ مُلْحَقٌ بِخِيَارِالشَّرْطِ، فَلَوْ تَرَكَ التَّفْرِيعَ لَكَانَ أَوْلَى وَلَا يَخْرُجُ مَبِيعٌ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ مَعَ خِيَارِهِ فَقَطْ اتِّفَاقًا فَيَهْلِكُ عَلَى الْمُشْتَرِي بِقِيمَتِهِ أَيْ بَدَلِهِ لِيَعُمَّ الْمِثْلِيَّ إِذَا قَبَضَهُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ يَوْمَ قَبْضِهِ كَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ (فَإِنَّهُ بَعْدَ بَيَانِ الثَّمَنِ مَضْمُونٌ بِالْقِيمَةِ) بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ ''نَهْرٌ''

ترجمہ: اگر کسی شخص نے کچھ خریدا اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری تین دن میں قیمت ادا نہیں کرے گا تو بیع نہیں ہے یہ استحسانا صحیح ہے، امام زفر کے خلاف، تو اگر تین دن میں ادا نہیں کیا، تو فاسد ہے، لہٰذا مشتری کا (غلام) آزاد کرنا تین کے بعد نافذ ہوگا، اگر اس کے قبضے میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہئے اور اگر اسی طرح چار دن کی شرط کے ساتھ خریدا تو صحیح نہیں ہے، امام محمد کے خلاف، اگر تین دن کے اندر ادا کر دیا تو بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ قیمت ادا کرنے کا اختیار خیار شرط کے ساتھ ملحق ہے مصنف تفریع چھوڑ دیتے تو اچھا ہوتا اور بائع کے محض اختیار لے لینے سے مبیع ملکیت سے نہیں نکل جاتی ہے، بالاتفاق لہٰذا ہلاک ہوگا تو مشتری کے ذمے اس کی قیمت کے ساتھ تاکہ مثلی کو بھی شامل ہو جائے جب بائع کی اجازت سے قبضہ کیا ہو قبضے کے دن سے چناں چہ جس چیز پر خریداری کے ارادے سے قبضہ کیا گیا ہے، تو وہ ثمن کے بیان کے بعد مضمون بالقیمت ہے جہاں تک اس کی قیمت پہنچے جیسا کہ نہر میں ہے، اگر چہ مشتری نے ضامن نہ ہونے کی شرط لگائی جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اگر وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل ضامن ہوگا نہ کہ موکل، الا یہ کہ موکل نے اس کا حکم دیا ہو جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ اور دیکھنے کی غرض سے تو مطلقاً ضامن نہ ہوگا رہن کے ارادے سے اس کی کم قیمت کا ضامن ہوگا قرض کے ارادے سے قبضے کی صورت میں قرض کے برابر ضامن ہوگا اور باندی سے نکاح کی صورت میں اس کی قیمت کے برابر ضامن ہوگا، جیسا کہ نہر میں ہے۔

بائع کا خیار شرط لینے کی صورت مبیع کا حکم

بائع نے شرط خیار لیا تو ایسی صورت میں مبیع بائع کی ملکیت میں رہے گی، اسی لیے مشتری نے بائع کی اجازت سے اگر قبضہ بھی کر لیا ہے، تو تصرف کا

حق نہیں رکھتا ہے البتہ مبیع اس دوران ہلاک ہوجاتی ہے تو مبیع کی قیمت مشتری کے ذمے ہوگی، اس لیے کہ مبیع ہلاک ہونے کی وجہ سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع فسخ ہونے کی صورت میں قیمت واجب ہوتی ہے نہ کہ ثمن۔

وَيَخْرُجُ عَنْ مِلْكِهِ أَيِ الْبَائِعِ مَعَ خِيَارِ الْمُشْتَرِي فَقَطْ فَيَهْلَكُ بِيَدِهِ بِالثَّمَنِ كَتَعَيُّبِهِ فِيهَا بِعَيْبٍ لَا يَرْتَفِعُ كَقَطْعِ يَدٍ فَيَلْزَمُهُ قِيمَتُهُ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى، وَلِلْبَائِعِ فَسْخُ الْمَبِيعِ وَأَخْذُ نُقْصَانِ الْقِيَمِيِّ لَا الْمِثْلِيِّ لِشُبْهَةِ الرِّبَا حَدَّادِيٌّ، وَثَمَنُهُ فِي الثَّانِيَةِ، وَلَوْ يَرْتَفِعُ كَمَرَضٍ، فَإِنْ زَالَ فِي الْمُدَّةِ فَهُوَ عَلَى خِيَارِهِ وَإِلَّا لَزِمَهُ الْعَقْدُ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ ابْنُ كَمَالٍ. وَلَا يَمْلِكُهُ الْمُشْتَرِي خِلَافًا لَهُمَا لِئَلَّا يَصِيرَ سَائِبَةً. قُلْنَا: السَّائِبَةُ هِيَ الَّتِي لَا مِلْكَ فِيهَا لِأَحَدٍ وَلَا تَعَلُّقَ مِلْكٍ، وَالثَّانِي مَوْجُودٌ هُنَا، وَيَلْزَمُكُمْ اجْتِمَاعُ الْبَدَلَيْنِ وَالْعَوْدُ عَلَى مَوْضُوعِهِ بِالنَّقْضِ بِشِرَاءِ قَرِيبِهِ.

ترجمہ: اور صرف مشتری کے اختیار کی صورت میں مبیع بائع کی ملکیت سے نکل جائے گی، لہٰذا ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن واجب ہوگا، جیسے مبیع کا ایسے عیب سے عیب دار ہوجانا، جس کا ازالہ ممکن نہ ہو جیسے ہاتھ کا کٹ جانا، لہٰذا پہلے والے مسئلے میں قیمت واجب ہوگی اور بائع کے لیے فسخ کر کے نقصان قیمی لینا جائز ہے نہ کہ مثلی، سود کے شبہ کی وجہ سے جیسا کہ حدادی میں ہے دوسری صورت میں ثمن اور اگر عیب ختم ہوسکتا ہے جیسے مرض، تو اگر مدت میں زائل ہوگیا، تو مشتری کے اختیار پر ہے ورنہ عقد م لازم ہوجائیگا اس لیے کہ اب واپس کرنا ناممکن ہے جیسا کہ ابن الکمال میں ہے اور مشتری مالک نہ ہوگا حضرات صاحبین کے خلاف تاکہ غیر مملوکہ کی بیع لازم نہ آئے ہم کہتے ہیں کہ سائبہ وہ ہے جس میں کسی کی ملکیت نہ ہو اور نہ ہی ملکیت کا علاقہ ہو، حالاں کہ دوسری صورت یہاں موجود ہے اگر ملک مشتری ثابت ہو تو بدلین کا اجتماع اور خیار کا فائدہ ختم ہوکر، اپنی جگہ پر لوٹنا لازم آئے گا ذی رحم محرم کے خرید۔نے کی وجہ سے۔

مشتری کا خیار شرط لینے کی صورت میں مبیع کا حکم

ويخرج عن ملكه اى البائع مع خيار المشترى فقط الخ: خیار شرط اگر مشتری کے لیے ہو تو مبیع بائع کی ملک سے خارج ہوتی ہے، دلیل یہ ہے کہ بیع اس شخص کے حق میں تو غیر لازم ہوتی ہے جس کے لیے خیار ہوتا ہے مگر جس کے لیے خیار نہیں ہوتا اس کے حق میں بیع لازم ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ بیع کو فسخ کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار شرط اسی شخص کی خیر خواہی کیلئے، مشروع ہوا ہے جس کے لیے خیار ثابت ہوتا ہے اور جس کے لیے خیار نہیں ہوتا اس کی خیر خواہی مطلوب نہیں ہوتی۔ پس اسی مقصد کے پیش نظر کہا گیا ہے کہ خیار اسی شخص کی ملک سے عوض کو نکلنے سے روکتا ہے جس کے لیے خیار ہو اور جس کے لیے خیار نہ ہو اس کی ملک سے عوض خارج ہوجاتا ہے پس خیار مشتری کی صورت میں ثمن تو مشتری کی ملک سے نہیں نکلے گا البتہ مبیع بائع کی ملک سے نکل جائے گی رہی یہ بات کہ جب مبیع، بائع کی ملک سے نکل گئی تو آیا مشتری کی ملک میں داخل ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی یعنی مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ مشتری کا مالک ہوجائے گا۔ یہی قول امام مالک امام شافعی اور امام احمدؒ کا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مبیع، بائع کی ملک سے تو نکل گئی اب اگر مشتری کی ملک میں داخل نہ ہو تو یہ مبیع بغیر مالک کے

رائیگاں ہو گی حالاں کہ شریعت اسلام میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ کوئی مملوکہ چیز کسی کی ملک سے نکل کر بغیر مالک کے موجود ہو۔ اس لیے اس مبیع کا مشتری کی ملک میں داخل ہونا ضروری ہے اس دلیل پر اعتراض کیا گیا ہے وہ یہ کہ اگر مسجد کے متولی نے مسجد کی خدمت کے لیے کوئی غلام خریدا تو یہ غلام بائع کی ملک سے تو نکل گیا مگر مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوا۔ کیوں کہ متولی اوقاف کا مالک نہیں ہوتا۔ پس جب مملوکہ چیز کا مالک کی ملک سے نکل کر بغیر کسی مالک کے پایا جانا ثابت ہو گیا تو یہ کہنا کسی طرح درست ہوگا کہ شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری گفتگو تجارت میں ہے اور آپ نے جو مثال بیان فرمائی ہے اس کا تعلق اوقاف سے ہے۔ لہٰذا اس مثال کے ذریعہ سے نقض وارد کرنا درست نہیں۔

حضرت اما ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کی صورت میں ثمن مشتری کی ملک سے نہیں نکلتا پس اگر مبیع بھی اس کی ملک میں داخل ہو جائے گی تو عقد معاوضہ میں دونوں عوض (ثمن، مبیع) ایک ہی شخص کی ملک میں جمع ہو جائیں گے حالاں کہ شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ کیوں کہ عقد معاوضہ مساوات چاہتا ہے کہ اگر کسی کا مال اپنی ملک میں آئے تو اس کا عوض دوسرے کی ملک میں جائے اور یہاں دنوں عوض مشتری کی ملک میں ہیں تو یہ عقد معاوضہ کس طرح ہو سکتا ہے اس دلیل پر بھی اعتراض ہے وہ یہ کہ اگر کسی شخص نے ایک آدمی کا مدبّر غصب کیا پھر مدبّر غاصب کے قبضہ سے بھاگ گیا تو غاصب پر مالک کے لیے ضمان واجب ہوتا ہے حالاں کہ مدبّر مولیٰ کی ملک سے نہیں نکلتا کیوں کہ مدبّر انتقال ملک کو قبول نہیں کرتا ہے ملاحظہ فرمائیے یہاں مدبّر اور اس کا بدل دنوں مولیٰ کی ملک میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ ایک آدمی کی ملک میں دونوں عوضوں کے جمع ہونے کی شریعت میں نظیر نہیں ہے غلط ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ضمانِ جنایت کی مثال بیان فرمائی ہے حالاں کہ ہمارا کلام ضمانِ معاوضہ میں ہے اس لیے اس مثال کو لیکر نقض وارد کرنا درست نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مشتری کے لیے اس کی خیر خواہی کے پیشِ نظر خیار مشروع کیا گیا ہے تا کہ مشتری غور وفکر کر کے اپنی مصلحت پر واقف ہو جائے کہ لینا مناسب ہے یا نہ لینا مناسب ہے پس اگر خیارِ مشتری کے باوجود مشتری مبیع کا مالک ہو گیا تو بسا اوقات مبیع مشتری کی طرف سے بغیر اس کے اختیار کے آزاد ہو جائے گی اس طور پر کہ مبیع مشتری کا ذی رحم محرم غلام ہے اور خیار کے باوجود وہ مشتری کی ملک میں داخل ہو گیا تو وہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔ کیوں کہ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من ملک ذا رحم محرم منه عَتِقَ علیه۔ پس جب غلام بغیر مشتری کے اختیار کے آزاد ہو گیا تو مشتری کے حق میں جو خیر خواہی مطلوب تھی وہ فوت ہو گئی اسلیے ہم نے کہا کہ خیارِ مشتری کی صورت میں، مشتری مبیع کا مالک نہ ہوگا اور شارح علیہ الرحمہ کا قول ویلزم اجتماع البدلین و العود علی مرضعه بالنقض بشراء قریبة کا یہی مطلب ہے۔

مدت خیار میں مبیع ہلاک ہو جائے

فیهلک بیده بالثمن لتعیبه فیها بعیب لا یرتفع الخ: خیار اگر مشتری کے لیے ہو اور مشتری کے قبضہ سے مبیع ہلاک ہو گئی تو عقد بیع لازم ہوگا اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا اسی طرح اگر مدتِ خیار میں مشتری کے قبضہ میں رہتے ہوئے مبیع کے اندر ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ وہ مرتفع نہیں ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائے گی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا لیکن اگر خیار بائع کے لیے ہو اور مبیع مشتری کے قبضہ سے مدتِ خیار میں ہلاک ہوئی ہو تو اس صورت میں مشتری پر قیمت واجب ہوگی، ثمن واجب نہ ہوگا۔ ان دونوں صورتوں کے درمیان (یعنی خیارِ مشتری کی

صورت میں اگر مدت خیار میں مبیع مشتری کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی تو مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور خیار بائع کی صورت میں اگر مدتِ خیار میں مشتری کے قبضہ سے مبیع ہلاک ہوگئی تو اس پر قیمت واجب ہوگی)

وجہ فرق یہ ہے کہ مبیع مشتری کے قبضہ میں عیب دار ہوئی اور خیار بھی مشتری کو ہے تو جس طرح کی مبیع پر قبضہ کیا تھا اس کا اسی طرح واپس کرنا متعذر ہو گیا ہے اور جب مشتری کے لیے مبیع کا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو خیار باطل ہو گیا اور بیع لازم ہوگئی اور بیع لازم ہونے کی صورت میں مشتری پر ثمن واجب ہوتا ہے نہ کہ قیمت اس لیے اس صورت میں مشتری پر ثمن واجب ہوگا۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ مبیع مشتری کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی ہو کیوں کہ قانونِ الٰہی ہے کہ ہر شخص مرنے سے پہلے بیمار ہوتا ہے اگرچہ اس بیماری کا احساس نہ ہوا ہو اور کسی چیز کے ہلاک سے پہلے اس میں کوئی نہ کوئی عیب ضرور پیدا ہوا تو مشتری پر اس کا واپس کرنا متعذر ہوگا اور جب مشتری پر مبیع کا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو مشتری کا خیار باطل ہو کر بیع لازم ہوگئی اور بیع لازم اور نافذ ہونے کی صورت میں مشتری پر ثمن واجب ہوتا ہے اس لیے اس صورت میں بھی مشتری پر ثمن واجب ہوگا قیمت واجب نہ ہوگی۔

اور جس صورت میں خیار، بائع کے لیے ہے اور مبیع مشتری کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس صورت میں مبیع کا واپس کرنا متعذر نہیں ہے کیوں کہ خیار بائع کے لیے ہے نہ کہ مشتری کے لیے۔ پس مبیع کے اندر عیب پیدا ہونے کی وجہ سے بائع کا خیار ساقط نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ اپنے خیار کے تحت عیب دار مبیع کو واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے اب اگر مبیع ہلاک ہوئی تو وہ بائع کی ملک پر ہلاک ہوگی، اور عقد فسخ ہو جائے گا دراں حالاں کہ عقد موقوف تھا اور مشتری کا قبضہ بجہتِ عقد ہے اور مقبوض بجہت العقد مضمون بالقیمت ہوتا ہے، جیسا کہ مقبوض علی سوم الشراء مضمون بالقیمت ہوتا ہے۔ اس لیے خیارِ بائع کی صورت میں اگر مبیع مشتری کے قبضہ سے ہلاک ہوگئی تو اس پر قیمت واجب ہوگی ثمن واجب نہ ہوگا۔

قیمت اور ثمن میں فرق قیمت بازار کے اس عام نرخ کو کہتے ہیں، جس میں اس چیز کی خرید و فروخت ہوتی ہے ثمن کسی چیز کے اس دام کو کہتے ہیں جس پر فریقین راضی ہو جائیں خواہ اس کی قیمت اس طے شدہ دام سے کم ہو یا زیادہ۔

المسئلة الاولی و الثانیة سے مراد قیمته فی المسئلة الولی الخ: مسئلہ اولیٰ سے مراد وہ صورت ہے، جس میں بائع نے خیار لیا ہو اور وفی الثانیة سے مراد وہ صورت ہے جس میں مشتری نے خیار لیا ہو۔

وَلَا يَخْرُجُ شَيْءٌ مِنْهُمَا أَيْ مِنْ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ مِنْ مِلْكِ بَائِعٍ وَمُشْتَرٍ عَنْ مَالِكِهِ اتِّفَاقًا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لَهُمَا ، وَأَيُّهُمَا فَسَخَ فِي الْمُدَّةِ انْفَسَخَ الْبَيْعُ، وَأَيُّهُمَا أَجَازَ بَطَلَ خِيَارُهُ فَقَطْ.

ترجمه: اور جب دونوں کے لیے خیار ہو، تو ان دونوں یعنی مبیع اور ثمن میں سے کوئی بائع اور مشتری کی ملکیت سے نہیں نکلے گا بالاتفاق اور ان دونوں میں سے جو بیع فسخ کرے گا، بیع فسخ ہو جائے گی، اور ان دونوں میں سے جو اجازت دے گا اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔

دونوں کے خیار لینے کی صورت میں مبیع کا حکم

ولا یخرج شی منهما الخ: بائع اور مشتری دونوں کے خیار لینے کی صورت میں مبیع بائع کی ملکیت میں اور ثمن مشتری کی ملکیت میں علی حالہ باقی رہیں گے۔

دونوں کے خیار لینے کی صورت میں بیع کا حکم

وایهما فسخ فی المدة الفسخ البیع الخ: بائع اور مشتری دونوں کے اختیار لینے کی صورت میں مسئلے کی سات صورتیں بنتی ہیں (۱) دونوں نے بیع فسخ کردی (۲) بائع نے فسخ کی مشتری نے اجازت دے دی (۳) مشتری نے فسخ کی بائع نے اجازت دے دی ان تینوں صورتوں میں بیع نہ ہوگی (۴) دونوں نے اجازت دے دی (۵) بائع نے اجازت دی مشتری خاموش رہا (۶) مشتری نے اجازت دی بائع خاموش رہا (۷) دونوں خاموش رہے ان چاروں صورتوں میں بیع ہوجائے گے۔

وَ هَذَا الْخِلَافُ يَظْهَرُ ثَمَرَتُهُ فِي عَشَرِ مَسَائِلَ جَمَعَهَا الْعَيْنِيُّ فِي قَوْلِهِ: اسْحَقْ عِزَّكَ فَخَمْ. الْأَلِفُ مِنَ الْأَمَةِ لَوْ اشْتَرَاهَا بِخِيَارٍ وَهِيَ زَوْجَتُهُ بَقِيَ النِّكَاحُ وَالسِّينُ مِنَ الِاسْتِبْرَاءِ فَحَيْضُهَا فِي الْمُدَّةِ لَا يُعْتَبَرُ اسْتِبْرَاءً. وَالْحَاءُ مِنَ الْمَحْرَمِ، فَلَا يَعْتِقُ مَحْرَمُهُ وَالْقَافُ مِنَ الْقُرْبَانِ لِمَنْكُوحَتِهِ الْمُشْتَرَاةِ، فَلَهُ رَدُّهَا إِلَّا إِذَا نَقَصَهَا بِهِ. وَالْعَيْنُ مِنَ الْوَدِيعَةِ عِنْدَ بَائِعِهِ، فَتَهْلَكُ عَلَى الْبَائِعِ لِارْتِفَاعِ الْقَبْضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ وَالزَّايُ مِنَ الزَّوْجَةِ الْمُشْتَرَاةِ، لَوْ وَلَدَتْ فِي الْمُدَّةِ فِي يَدِ الْبَائِعِ لَمْ تَصِرْ أُمَّ وَلَدٍ؛ وَلَوْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي لَزِمَ الْعَقْدُ؛ لِأَنَّ الْوِلَادَةَ عَيْبٌ دُرَرٌ وَابْنُ كَمَالٍ. وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الْخَانِيَّةِ إِذَا وَلَدَتْ بَطَلَ خِيَارُهُ، وَإِنْ كَانَ الْوَلَدُ مَيِّتًا وَلَمْ تَنْقُصْهَا الْوِلَادَةُ لَا يَبْطُلُ خِيَارُهُ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. وَالنُّونُ مِنَ الْكَسْبِ لِلْعَبْدِ فِي الْمُدَّةِ، فَهُوَ لِلْبَائِعِ بَعْدَ الْفَسْخِ. وَالْفَاءُ مِنَ الْفَسْخِ لِبَيْعِ الْأَمَةِ، فَلَا اسْتِبْرَاءَ عَلَى الْبَائِعِ. وَالْخَاءُ مِنَ الْخَمْرِ، فَلَوْ شَرَاهُ ذِمِّيٌّ مِنْ مِثْلِهِ بِالْخِيَارِ فَأَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَهُوَ لِلْبَائِعِ عَيْنِيٌّ، وَتَبِعَهُ الْمُصَنِّفُ، لَكِنَّ عِبَارَةَ ابْنِ الْكَمَالِ: وَأَسْلَمَ الْمُشْتَرِي. وَالْمِيمُ مِنَ الْمَأْذُونِ، لَوْ أَبْرَأَهُ الْبَائِعُ مِنَ الثَّمَنِ صَحَّ اسْتِحْسَانًا وَبَقِيَ خِيَارُهُ لِأَنَّهُ يَلِي عَدَمَ التَّمَلُّكِ، كُلُّ ذَلِكَ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا. قُلْتُ: وَزِيدَ عَلَى ذَلِكَ مَسَائِلُ مِنْهَا: التَّاءُ لِلتَّعْلِيقِ كَإِنْ مَلَكْتُهُ فَهُوَ حُرٌّ فَشَرَاهُ بِخِيَارٍ لَمْ يَعْتِقْ وَالتَّاءُ وَاسْتِدَامَةُ السُّكْنَى بِإِجَارَةٍ أَوْ إِعَارَةٍ لَيْسَ بِاخْتِيَارٍ. وَالصَّادُ، وَصَيْدٌ شَرَاهُ بِخِيَارٍ فَأَحْرَمَ بَطَلَ الْبَيْعُ وَالدَّالُ وَالزَّوَائِدُ الْحَادِثَةُ فِي الْمُدَّةِ بَعْدَ الْفَسْخِ لِلْبَائِعِ. وَالرَّاءُ وَالْعَصِيرُ فِي بَيْعِ مُسْلِمَيْنِ لَوْ تَخَمَّرَ فِي الْمُدَّةِ فَسَدَ خِلَافًا لَهُمَا، فَيَنْبَغِي أَنْ يَرْمِزَ لَهَا لَفْظَ تَتَصَدَّرُ وَيَضُمُّ الرَّمْزَ لِلرَّمْزِ، وَلَمْ أَرَهُ لِأَحَدٍ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: اور اس اختلاف کا ثمرہ، دس مسئلوں میں ظاہر ہوتا ہے جن کو علامہ عینی نے اپنے قول اسحق عزک فخم، میں جمع کردیا ہے الف سے اشارہ ہے باندی کی طرف، اگر اس کو خریدا شرط خیار پر حالاں کہ وہ باندی اس کی بیوی ہے، تو نکاح باقی ہے سین سے اشارہ ہے استبراء کی طرف، لہٰذا مدت خیار میں اس کے حیض کا، استبراء کے سلسلے میں معتبر نہ ہوگا حاء سے اشارہ

یعنی ذی رحم محرم کی طرف لہٰذا اس کا ذی رحم محرم آزاد نہ ہوگا ق سے اشارہ ہے قربان (وطی) کی طرف اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو خرید کر اس سے وطی کر لی، تو بائع کو واپس کرنے کا حق ہے الا یہ کہ جب وطی سے باندی میں نقصان آجائے ع سے اشارہ ہے ودیعت کی طرف اگر شرط خیار پر خرید کر مبیع بائع کو ودیعت میں دے دی، تو وہ بائع کے ذمے میں ہلاک ہوگی، واپسی کی بنیاد پر قیمہ ختم ہوتے اور مالک نہ ہونے کی وجہ سے ز سے اشارہ ہے زوجہ کی طرف اگر مشتری نے اپنی منکوحہ باندی خریدی اور اس نے مدت خیار کے اندر بائع کے یہاں بچہ جنا، تو وہ ام ولد نہ ہوگی اور اگر مشتری کے یہاں بچہ جنا، تو عقد لازم ہوجائے گا اس لیے کہ ولادت عیب ہے، جیسا کہ درر اور ابن الکمال میں ہے اور بحر میں خانیہ کے حوالے سے ہے کہ جب وہ بچہ جنے گی تو خیار باطل ہوجائے گا اور اگر بچہ مردہ ہو اور ولادت سے کوئی عیب نہ آئے تو اس کا خیار باطل نہ ہوگا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثبت رکھا ہے ل سے اشارہ ہے کمائی کی طرف مدت خیار کے اندر غلام کی کمائی بائع کے لیے ہے بیع فسخ ہونے کے بعد خ سے اشارہ ہے خمر کی طرف اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے شرط خیار پر شراب خریدی لیکن ان میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو وہ بائع کے لیے ہے جیسا کہ عینی میں ہے اور مصنف نے اسی کی پیروی کی ہے؛ لیکن ابن الکمال میں ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا م سے اشارہ ہے ماذون کی طرف، اگر عبد ماذون نے بیع کی اور بائع نے اس کا ثمن معاف کر دیا، تو یہ بیع استحسانا صحیح ہے اور اس کا خیار باقی ہے اس لیے کہ وہ مالک نہ ہونے کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ سب امام صاحب کے نزدیک ہیں صاحبین کے خلاف میں کہتا ہوں کہ ان دس پر چند مسائل کا اضافہ کیا جاسکتا ہے ان میں سے تعلیق ہے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اس کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے پھر اس نے اسی غلام کو شرط خیار پر خرید لیا تو آزاد نہ ہوگا ت اشارہ ہے استدامت سے کہ ایک آدمی نے شرط خیار پر ایسا گھر خریدا جس میں وہ اجارہ یا اعارہ کی وجہ سے رہ رہا تھا، تو وہ گھر کا مالک نہ ہوگا ص اشارہ ہے صید سے کہ شکاری کا جانور شرط خیار پر خرید کر احرام باندھ لیا، تو عندالامام بیع نہ ہوگی، د سے اشارہ ہے زوائد کی طرف یعنی مدت خیار میں پیدا ہونے والی زائد چیزیں فسخ کے بعد بائع کے لیے ہیں، ؏ سے اشارہ ہے عصیر کی طرف کہ جوس خریدا دو مسلمانوں نے اور وہ مدت خیار میں شراب ہوگیا، تو بیع فاسد ہوگی ان دنوں کے خلاف مناسب تھا اس کا اشارہ لفظ تتصدر سے کیا جاتا اور ان اشاروں کو پہلے والے اشاروں سے ملا دیا جاتا، لیکن میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

ثمرۂ اختلاف کی تشریح

وهٰذا الخلاف يظهر ثمرته في عشر مسائل الخ: یہ تمام مسائل، سابقہ ایک اصل پر مبنی ہیں وہ یہ کہ خیار مشتری کی صورت میں مبیع بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی (جو دوسرے کی باندی ہے) کو اس کے مولیٰ سے تین دن کے خیار کی شرط کے خریدا تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح فاسد نہیں ہوگا۔ کیوں کہ خیارِ شرط کی وجہ سے مشتری اس کا مالک نہیں ہوا۔ اور جب مالک نہیں ہوا تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ کیوں کہ نکاح ملک یمین سے فاسد ہوتا ہے۔ اور ملک یمین مشتری کو خیار کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے نکاح فاسد نہ ہوگا۔

ثمرۂ اختلاف کی دوسری نظیر

و السین من الاستبراء الخ: کسی شخص نے خیار شرط کے ساتھ ایک باندی خریدی اور اس باندی کو اسی مدت میں حیض آ گیا تو یہ حیض حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک استبراء میں شمار نہ ہوگا اس لیے کہ استبراء ملک کے بعد ہوتا ہے اور یہاں چوں کہ ملک پایا ہی نہیں گیا ہے۔ اس لیے اس استبراء کا اعتبار نہ ہوگا لیکن چوں کہ حضرات صاحبین کے نزدیک مدت خیار میں مشتری مبیع کا مالک ہو جاتا ہے اس لیے ان کے نزدیک مدت خیار میں آنے والے حیض کا اعتبار استبراء میں ہو جائے گا۔

ثمرۂ اختلاف کی تیسری نظیر

و الحاء من المحرم الخ: کسی نے خیار شرط کے ساتھ ذی رحم محرم کو خریدا، تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مدت خیار کے اندر غلام آزاد نہ ہوگا۔ لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک خیار شرط پر خریدا گیا ذی رحم محرم غلام مدت خیار کے اندر ہی آزاد ہو جائے گا اس لیے کہ ان کے یہاں ملکیت پائی گئی۔

ثمرۂ اختلاف کی چوتھی نظیر

و القاف من القربان لمنکوحته المشتراۃ الخ: قربان سے مراد وطی ہے یعنی کسی نے خیار شرط پر اپنی منکوحہ باندی خرید کر مدتِ خیار میں اس سے وطی کر لی تو اس وطی سے اس کا خیار باطل نہ ہوگا بلکہ مشتری کو اپنے خیار کی وجہ سے اس بیع کو رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ کیوں کہ مشتری نے جو وطی کی ہے وہ منکوحہ ہونے کی وجہ سے کی ہے نہ کہ باندی ہونے کی وجہ سے پس اس وطی کو بیع کی اجازت قرار دے کر خیار مشتری ساقط نہ کیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ محترمہ ابھی باکرہ ہی ہے اور مشتری جو شوہر بھی ہے اس نے اس سے وطی کر لی تو اس وطی سے مشتری کا خیار ساقط ہو گیا اور بیع لازم ہو گئی۔ اور جب بیع لازم ہو گئی تو نکاح فاسد ہو گیا۔ کیوں کہ ملک یمین کے بعد نکاح باقی نہیں رہتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ باکرہ کے ساتھ وطی کرنا باکرہ کو عیب دار بنا دیتا ہے اور مبیع عیب دار ہونے کے بعد واپس نہیں کی جا سکتی۔ پس جب مشتری کے لیے اس مبیعہ باندی کا عیب کی وجہ سے واپس کرنا متعذر ہو گیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو کر بیع لازم ہو جائے گی۔ یہ سب تفصیل امام اعظم کے نزدیک ہے۔ صاحبینؒ نے فرمایا کہ خیار مشتری کے باوجود نکاح فاسد ہو جائے گا، کیوں کہ صاحبین کے نزدیک مشتری خیار کے باوجود مبیع کا مالک ہو جاتا ہے۔ پس جب مشتری کو ملک یمین حاصل ہو گئی تو ملک نکاح ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر مشتری نے اس باندی سے مدتِ خیار میں وطی کی تو اس سے خیار ساقط ہو جائے گا کیوں کہ اس نے ملک یمین کی وجہ سے وطی کی ہے خواہ وہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو، اور ملک یمین کی وجہ سے وطی کرنا اس بات کی علامت ہے کہ مشتری بیع پر راضی ہے، اور بیع پر رضامندی کا اظہار خیار کو ساقط کر دیتا ہے۔ پس جب خیار ساقط ہو گیا تو مشتری کے لیے اس کو رد کرنا ممتنع ہو گیا۔

ثمرۂ اختلاف کی پانچویں نظیر

و العین من الودیعة عند بائعه الخ: کسی نے شرط خیار پر کوئی سامان خریدا اور اس کو بائع کے پاس ہی رکھ دیا، اس دوران وہ سامان ہلاک ہو گیا تو اس کا نقصان بائع پر آئے گا اس لیے کہ اس صورت میں نہ ہی مشتری کا قبضہ پایا گیا اور نہ ہی مشتری کی ملکیت پائی گئی، اس لیے کہ مدت خیار میں مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوا کرتا ہے۔

ثمرۂ اختلاف کی چھٹی نظیر

و الزاء من الزوجة المشتراة الخ: کسی شخص نے خیار پر اپنی منکوحہ باندی خریدی، ابھی قبضہ بھی نہیں کیا تھا کہ مدت خیار میں اس باندی نے بائع کے گھر بچہ جنا، تو یہ باندی مشتری کی ام ولد نہ ہوگی اس لیے کہ خیار شرط کی بنیاد پر مشتری اس باندی کا مالک نہ ہوسکا ہے، جب مشتری مالک ہی نہیں ہوا ہے، تو باندی ام ولد نہ ہوگی، لیکن اس منکوحہ باندی نے مشتری کے یہاں مدت خیار میں بچہ جنے تو وہ باندی بالاتفاق مشتری کی ام ولد ہوجائے گی اس لیے کہ بچہ ہونا یہ عیب ہے اور یہ عیب چوں کہ مشتری کے یہاں پیدا ہوا ہے جس کی وجہ سے اب مشتری واپس نہیں کرسکتا، اس لیے لامحالہ مشتری کو اس منکوحہ باندی کا مالک مان کر ام ولد ماننی ہی پڑے گی۔

ثمرۂ اختلاف کی ساتویں نظیر

و الکاف من الکسب الخ: کسی شخص نے شرط خیار پر ایک غلام خریدا، مدت کے دوران اس غلام نے کچھ کمایا بھی بعد میں اگر بیع فسخ کی جاتی ہے تو خیار مدت کے دوران والی کمائی بائع کا ہوگا، اس لیے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک چوں کہ خیار شرط کی بنیاد پر غلام کا مالک بائع ہی رہا اس لیے کمائی بھی اسی کی ہوگی۔

ثمرۂ اختلاف کی آٹھویں نظیر

و الفاء من الفسخ لبیع الامة الخ: کسی شخص نے شرط خیار پر ایک باندی خریدی اسی دوران اس باندی کو حیض آ گیا اور مشتری کو یہ عقد منظور نہیں ہوا اس نے شرط خیار کی بنیاد پر بیع فسخ کردی، تو اب حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے یہاں بائع پر استبراء کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ استبراء تو تبدیلی ملک کی بنیاد پر ہوتا ہے اور یہاں شرط خیار کی بنیاد پر تبدیلی ملک کا وجود ہوا ہی نہیں اس لیے استبراء بھی نہ ہوگا۔

فائدہ استبراء ایک کامل حیض گزرنے کا نام ہے یعنی باندی کو جب ایک حیض آ جائے تب جا کر دوسری مالک کے لیے اس سے جماع کرنا حلال ہوگا۔

ثمرۂ اختلاف کی نویں نظیر

و الخاء من الخمر الخ: ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے خیار شرط پر شراب خریدی ابھی خیار کی مدت باقی تھی کہ مشتری مسلمان ہوگیا، تو حضرت امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہوجائے گی، اس لیے کہ شرط خیار کی بنیاد پر وہ پہلے ہی سے مبیع (شراب) کا مالک نہیں بنا تھا، تو اب مسلمان ہوکر چوں کہ اس کا مالک نہیں بن سکتا اسی لیے بیع باطل ہوجائے گی۔

ثمرۂ اختلاف کی دسویں نظیر

و المیم من الماذون الخ: غلام ماذون لہ نے شرط خیار پر کچھ خریدا اس دوران وہ اس بات پر غور کررہا تھا کہ بیع باقی رکھی جائے یا نہیں کہ بائع نے ثمن معاف کردیا، تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس عبد ماذون کا خیار باقی ہے جس کی بنیاد پر وہ مبیع واپس کرسکتا ہے اس لیے وہ عبد ماذون ہے جسے اس بات کا اختیار ہے کہ کسی چیز کا مالک ہو اور وہ چوں کہ اپنے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے مبیع کو واپس کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں عبد ماذون مبیع واپس نہیں کرسکتا ہے اس لیے کہ وہ تو مبیع کا مالک بن چکا ہے اب وہ مبیع واپس کرتا ہے تو بلا کسی عوض کرتا ہے جو تبرع ہے اور عبد ماذون مالک تو بن سکتا ہے، تبرع نہیں کرسکتا، اسی لیے مذکورہ بالا صورت میں عبد ماذون حضرات صاحبین کے نزدیک مبیع واپس نہیں کرسکتا ہے۔

ثمرۂ اختلاف کی گیارہویں نظیر

والتاء للتعلیق الخ: ایک شخص نے کہا اگر میں کسی غلام کا مالک ہو جاؤں تو وہ آزاد ہے پھر اس شخص نے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ خریدا تو یہ غلام امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اس لیے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مدت خیار میں مشتری مبیع کا مالک نہیں بن پاتا ہے جب مشتری غلام کا مالک نہیں ہوسکا ہے، تو ان ملکت کی شرط نہ پائی گئی اس لیے غلام آزاد نہ ہوگا اور حضرات صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک مشتری خیار مشتری کی صورت میں مدت خیار کے اندر مبیع کا مالک ہو جاتا ہے اس لیے ان کے نزدیک ان ملکت کی شرط پائی گئی اور جب شرط پائی گئی تو غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر کسی نے کہا کہ ان اشتریت عبدا فھو حر اور پھر غلام بشرطِ خیار لیا تو تینوں حضرات کے نزدیک یہ غلام مدت خیار میں آزاد ہو جائے گا کیوں کہ آزادی شراء (خریدنے) پر معلق کی گئی تھی۔ اور شراء (خریدنا) پایا گیا تو آزادی بھی واقع ہو جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ معلق بالشرط شرط کے موجود ہونے کے وقت مرسل اور منجز ہوتا ہے یعنی اگر کسی چیز کو کسی شرط پر معلق کیا گیا تو وجود شرط کے وقت ایسا ہوتا ہے گویا اس نے بغیر شرط کے اس چیز کو واقع کیا ہے اور بغیر شرط واقع کرنے سے وہ چیز بالیقین واقع ہو جائے گی۔ پس یہاں چوں کہ آزادی شراء پر معلق کی گئی تھی اس لیے شراء کے بعد ایسا ہو گیا گویا اس نے بغیر کسی تعلیق کے اس کو آزاد کیا ہے، اور بغیر تعلیق کے آزاد کرنے سے آزادی واقع ہو ہی جاتی ہے اس لیے شراء کے بعد یہ غلام تینوں حضرات کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔

ثمرۂ اختلاف کی بارہویں نظیر

والتاء واستدامة السکنی الخ: کسی شخص نے شرط خیار پر ایسا گھر خریدا جس میں وہ پہلے ہی سے اجارۃً اعارۃً رہ رہا تھا خریدنے کے بعد اب اس کا مکمل ہمیشہ کے لیے قبضہ ہو گیا، لیکن یہ ہمیشہ والا قبضہ اس کو مالک بنا دے ایسا نہیں ہے جب تک وہ بیع کو نافذ نہیں کرے گا مالک نہ ہوگا۔

ثمرۂ اختلاف کی تیرہویں نظیر

والصاد صید شراہ بخیار الخ: کسی شخص نے حالت حلال میں شرط خیار پر شکار کیے ہوئے جانور کو خریدا، ابھی بیع نافذ نہیں ہوئی تھی کہ مشتری نے احرام باندھ لیا، تو یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

ثمرۂ اختلاف کی چودہویں نظیر

والدال والزوائد الحادثة الخ: کسی شخص نے خیار شرط پر کچھ خریدا اسی مدت کے دوران اس مبیع میں کچھ اضافہ بھی ہوا، مگر مشتری کو یہ عقد سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے بیع فسخ کر دی تو اضافہ شدہ چیز بائع کے لیے ہوگی اس لیے کہ یہ اضافہ بائع کی ملکیت میں ہوا ہے۔

ثمرۂ اختلاف کی پندرہویں نظیر

والراء والعصیر الخ: ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شرط خیار پر جوس خریدا، ابھی نافذ نہیں ہوئی تھی کہ وہ جوس مدت خیار کے اندر شراب کی شکل اختیار کر گیا، تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ بیع فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ مشتری مسلمان ہونے کے ناطے شراب کا مالک نہیں بن سکتا لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک ایک مشتری چوں کہ مدت خیار میں مالک بن چکا ہے اب واپس نہیں کر سکتا، بیع فسخ ہو جانے کی وجہ سے۔

أَجَازَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ وَلَوْ أَجْنَبِيًّا صَحَّ وَلَوْ مَعَ جَهْلِ صَاحِبِهِ إِجْمَاعًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْخِيَارُ لَهُمَا

وَفَسَخَ أَحَدُهُمَا فَلَيْسَ لِلْآخَرِ الْإِجَازَةُ؛ لِأَنَّ الْمَفْسُوخَ لَا تَلْحَقُهُ الْإِجَازَةُ. فَإِنْ فَسَخَ بِالْقَوْلِ لَا يَصِحُّ إِلَّا إِذَا عَلِمَ الْآخَرُ فِي الْمُدَّةِ، فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ لَزِمَ الْعَقْدُ، وَالْحِيلَةُ أَنْ يَسْتَوْثِقَ بِكَفِيلٍ مَخَافَةَ الْغَيْبَةِ أَوْ يَرْفَعَ الْأَمْرَ لِلْحَاكِمِ لِيَنْصِبَ مَنْ يَرُدُّ عَلَيْهِ عَيْنِيٌّ، قَيَّدْنَا بِالْقَوْلِ لِصِحَّتِهِ بِالْفِعْلِ بِلَا عِلْمِهِ اتِّفَاقًا كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ.

ترجمہ: صاحب اختیار نے اجازت دے دی اگر چہ اجنبی ہو، تو بیع صحیح ہے اپنے ساتھی سے ناواقفیت کے باوجود بالاجماع اگر قول سے فسخ کیا تو جب تک دوسرا مدت کے اندر نہ جان لے صحیح نہیں ہے، البتہ اگر دوسرا جان لے تو صحیح ہے فسخ کی تدبیر یہ ہے کہ صاحب اختیار کسی کفیل سے مضبوط کرے، غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا کہ حاکم اس شخص کو حاضر کرے جس پر بیع رد کی جائے جیسا کہ عینی میں ہے، ہم نے مقید کیا ہے بالقول سے دوسرے کے جانے بغیر بالاتفاق فعل سے صحیح ہونے کی وجہ سے جیسا کہ اس کو حضرت مصنف نے آگے بیان کیا ہے۔

قول سے فسخ کرنا

اجاز من له الخيار الخ: بیع بشرط خیار فسخ کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی زبانی طور پر اس کو رد کر دے، اس صورت میں صاحب اختیار کے لیے ضروری ہے کہ وہ فریق ثانی کو بیع فسخ کی اطلاع دے اگر فریق ثانی کو فسخ کی اطلاع نہیں ہو پائی نہ ہی کسی کفیل کو بتایا اور نہ ہی انتظامیہ کو باخبر کیا تو صاحب اختیار کے فسخ کرنے کا اعتبار نہ ہوگا یہ قول حضرات طرفین کا ہے لیکن حضرامام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ زبانی طور پر فسخ کرنے کی صورت میں فریق ثانی کو مطلع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔علامہ شامی کا رجحان معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر ہے، ورجح قوله في الفتح۔ (ردالمحتار: ۷/ ۱۳۰)

وَتَمَّ الْعَقْدُ بِمَوْتِهِ وَلَا يَخْلُفُهُ الْوَارِثُ كَخِيَارِ رُؤْيَةٍ وَتَغْرِيرٍ وَنَقْدٍ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ لَا تُورَثُ، وَأَمَّا خِيَارُ الْعَيْبِ وَالتَّعْيِينِ وَفَوَاتِ الْوَصْفِ الْمَرْغُوبِ فِيهِ فَيَخْلُفُهُ الْوَارِثُ فِيهَا لَا أَنَّهُ يَرِثُ خِيَارَهُ دُرَرٌ فَلْيُحْفَظْ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ لِمَرَضٍ أَوْ إِغْمَاءٍ وَالْإِعْتَاقُ وَلَوْ لِبَعْضِهِ وَتَوَابِعُهُ وَكَذَا كُلُّ تَصَرُّفٍ لَا يَنْفُذُ أَوْ لَا يَحِلُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ كَإِجَارَةٍ وَلَوْ بِلَا تَسْلِيمٍ فِي الْأَصَحِّ وَنَظَرٌ إِلَى فَرْجٍ دَاخِلٍ بِشَهْوَةٍ، وَالْقَوْلُ لِمُنْكِرِ الشَّهْوَةِ فَتْحٌ. وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ اشْتَرَاهَا بِالْخِيَارِ عَلَى أَنَّهَا بِكْرٌ فَوَطِئَهَا لِيَعْلَمَ أَهِيَ بِكْرٌ أَمْ لَا كَانَ إِجَازَةً، وَلَوْ وَجَدَهَا ثَيِّبًا وَلَمْ يَلْبَثْ فَلَهُ الرَّدُّ بِهَذَا الْعَيْبِ نَهْرٌ، وَسَيَجِيءُ فِي بَابِهِ وَلَوْ فَعَلَ الْبَائِعُ ذَلِكَ كَانَ فَسْخًا.

ترجمہ: صاحب اختیار کی موت سے بیع تام ہوجاتی ہے اور اس میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا ہے جیسے خیار رویت تغریر اور نقد میں اس لیے کہ اوصاف میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہے، بہر حال خیار عیب، خیار تعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کی صورت میں وارث خلیفہ ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہے، جیسا کہ درر میں ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے۔اور مدت خیار گذرنے سے بیع تام ہوجاتی ہے اگر چہ صاحب خیار کو پتا نہ چلے، خواہ بیماری کی وجہ سے یا بے ہوشی کی وجہ سے اور آزاد کرنے سے بیع تام ہوجاتی ہے، اگر چہ بعض حصہ آزاد کرے اور ایسے ہی اس کے توابع اور ایسے ہی ہر وہ تصرف جو

ملکیت کے بغیر نافذ یا حلال نہیں ہوتا ہے جیسے اجارہ پر دینا اگر چہ بغیر حوالے کے ہو اصح قول کے مطابق، فرج داخل کو شہوت سے دیکھنا، (بوقت اختلاف) منکر شہوت کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر باندی شرط خیار پر خریدی طے کر کے کہ باکرہ ہے، پھر اس نے یہ جاننے کے لیے وطی کی کہ باکرہ ہے یا نہیں، تو یہ اجازت ہے، لیکن اگر اس نے ثیبہ پایا اور وہ وطی کرنے سے باز رہا، تو اسے واپس کرنے کا حق ہے اس عیب کی وجہ سے جیسا کہ نہر میں ہے اور یہ اپنے باب میں آنے والا ہے اگر بائع نے اس کو کیا تو فسخ ہے۔

متعاقدین میں سے کسی کی موت کی صورت میں

متعاقدین میں سے کوئی ایک خیار مدت کی صورت میں مرجائے، تو بیع تام ہوجائے گی اور وارثین عاقدین کی لی ہوئی خیار شرط کے وارث نہ ہوں گے اس لیے کہ یہ اوصاف ہیں، جن میں وراثت نہیں چلتی ہے۔

سوال مقدر کا جواب

و اما خیار العیب و التعیین الخ: سوال یہ ہے کہ جب اوصاف میں وراثت نہیں چلتی ہے تو خیار عیب وغیرہ میں وراثت کیسے ثابت ہوگئی، حضرت شارح علیہ الرحمہ نے اسی سوال کا جواب دیا ہے کہ مشتری عقد بیع کی وجہ سے ایسی مبیع کا مستحق ہوا تھا، جو بے عیب ہو، اس کا تقاضہ ہے کہ مشتری کی موت کی صورت میں وارثین بھی بے عیب مبیع کے مستحق ہوں، لہٰذا مبیع عیب دار ہونے کی صورت میں وارثین واپس کرنے کے حق دار ہیں لیکن وارث ہونے کی وجہ سے نہیں بل کہ مشتری کے خلیفہ کے درجے میں ہو کر۔

خیار مدت کا ختم ہوجانا

ومضی المدة و ان لم یعلم الخ: خیار شرط کی مدت ختم ہوجانے سے بیع تام ہوجاتی ہے، خواہ یہ مدت صاحب اختیار کو یاد ہو یا نہ ہو۔

مبیع میں ایسا تصرف جو ملکیت چاہے

و الاعتاق و لو لبعضه الخ: مبیع میں ایسا تصرف کرنا جو ملکیت کا متقاضی ہو، تو بیع تام ہوجائے گی جیسے غلام آزاد کرنا، مکاتب بنانا یا باندی سے وطی کرنا۔

وَطَلَبُ الشُّفْعَةِ وَإِنْ لَمْ يَأْخُذْهَا مِعْرَاجٌ بِهَا أَيْ بِدَارٍ فِيهَا خِيَارُ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ خِيَارِ رُؤْيَةٍ وَعَيْبٍ مِعْرَاجٌ مِنَ الْمُشْتَرِي إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لَهُ؛ لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِجَازَةِ.

ترجمہ: خیار شرط پر خریدے گئے گھر کی بنیاد پر شفعہ طلب کرنے سے بیع تام ہوجاتی ہے اگر چہ شفعہ نہ لیا ہو، بخلاف خیار رویت اور عیب کے جیسا کہ معراج میں ہے مشتری سے جب کہ خیار اس کے لیے ہو، یہ اجازت کی دلیل ہے۔

شفعہ طلب کرنے کی صورت میں

و طلب الشفعة و ان لم یاخذها الخ: کسی شخص نے ایک گھر شرط پر خریدا، ابھی خیار کی مدت باقی تھی، اپنی منظوری بھی نہیں دی تھی اسی دوران دوسرا گھر اسی کے بغل میں بکا، تو اس مشتری نے شفعہ کا طلب کر دیا، تو اس طلب کی وجہ سے سمجھا جائے گا کہ جس گھر کو اس نے شرط خیار پر خریدا ہے وہ خریداری اس کو منظور ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ شفعہ طلب کر رہا ہے خواہ اسنے شفعہ لیا ہو یا نہ لیا ہو، اس کا شفعہ ہی طلب کرنا، بیع نافذ ہونے کے لیے کافی ہے۔

وَلَوْ شَرَطَ الْمُشْتَرِي أَوِ الْبَائِعُ كَمَا يُفِيدُهُ كَلَامُ الدُّرَرِ، وَبِهِ جَزَمَ الْبَهْنَسِيُّ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ عَاقِدًا

كَانَ أَوْ غَيْرَهُ بَهْنَسِيٌّ صَحَّ اسْتِحْسَانًا وَثَبَتَ الْخِيَارُ لَهُمَا. فَإِنْ أَجَازَ أَحَدُهُمَا مِنَ النَّائِبِ وَالْمُسْتَنِيبِ أَوْ نَقَضَ صَحَّ إِنْ وَافَقَهُ الْآخَرُ. وَإِنْ أَجَازَ أَحَدُهُمَا وَعَكَسَ الْآخَرُ فَالْأَسْبَقُ أَوْلَى لِعَدَمِ الْمُزَاحِمِ. وَلَوْ كَانَا مَعًا فَالْفَسْخُ أَحَقُّ فِي الْأَصَحِّ زَيْلَعِيٌّ؛ لِأَنَّ الْمُجَازَ يُفْسَخُ، وَالْمَفْسُوخَ لَا يُجَازُ. وَاعْتُرِضَ بِأَنَّهُ يُجَازُ لِمَا فِي الْمَبْسُوطِ لَوْ تَفَاسَخَا ثُمَّ تَرَاضَيَا عَلَى فَسْخِ الْفَسْخِ وَعَلَى إِعَادَةِ الْعَقْدِ بَيْنَهُمَا جَازَ إِذْ فَسْخُ الْفَسْخِ إِجَازَةٌ. وَأُجِيبَ بِمَنْعِ كَوْنِهِ إِجَازَةً بَلْ بَيْعٌ ابْتِدَاءً.

ترجمہ: اور اگر مشتری یا بائع نے شرط خیار لیا دوسرے کے لیے، خواہ وہ عاقد ہو یا غیر عاقد، جیسا کہ بہنسی میں ہے یہ استحساناً صحیح ہے۔ جیسا کہ درر کے کلام سے واضح ہوتا ہے، لہٰذا ان دونوں کے لیے خیار ثابت ہو جائے گا، تو اگر نائب اور مستنیب میں سے کسی نے اجازت دے دی یا فسخ کر دیا تو صحیح ہے، اگر دوسرے نے اس کی موافقت کی، ان میں سے ایک نے اجازت دیدی اور دوسرے نے اس کا الٹا کیا تو آگے بڑھنے والے کو ترجیح ہوگی مزاحم نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر یہ دونوں ایک ساتھ ہوں تو فسخ کرنے والا زیادہ حق دار ہوگا اصح قول کے مطابق جیسا کہ زیلعی میں ہے اس لیے کہ اجازت کو فسخ لاحق ہو جاتا ہے، لیکن فسخ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی ہے اس پر اعتراض کیا گیا کہ فسخ اجازت کو لاحق ہو جاتا ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے، اگر دونوں نے فسخ کیا پھر دونوں فسخ الفسخ پر یا اعادہ پر راضی ہو گئے تو جائز ہے، اس لیے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے اس کا جواب دیا گیا کہ یہ فسخ الفسخ اجازت ہے ہی نہیں بل کہ یہ تو از سر نو بیع ہے۔

غیر کے لیے شرط خیار لینا

ولو شرط المشتری او البائع الخ: متعاقدین میں سے کوئی، اپنے علاوہ کسی اور کے لیے خیار شرط لے تو ایسی صورت میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے کے لیے خیار شرط لینا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ عقد کے لوازم میں سے ہے اور لوازم عقد کو غیر کے اختیار میں دینا صحیح نہیں ہے جیسے کوئی سامان خریدے خود اور یہ کہہ دے کہ ثمن فلاں دے گا، لیکن بعض دفعہ ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ مجبوراً آدمی کو ایسے معاملات کرنے پڑتے ہیں جیسے کچھ لوگ معاملات سے زیادہ واقف نہیں ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے معاملہ دوسرے پر موقوف کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اس ضرورت کا خیال کرتے ہوئے، مذکورہ بالا صورتوں میں بیع کو جائز قرار دیا ہے۔

اجازت وانکار کی صورتیں

فان اجاز احدهما الخ: اجازت وانکار کی کئی صورتیں ہیں (۱) دونوں نے اجازت دے دی (۲) دونوں نے انکار کر دیا، پہلی صورت میں بیع نافذ اور دوسری صورت میں بیع فسخ مانی جائے گی (۳) ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جو بولے گا اسی کا اعتبار ہوگا (۴) دونوں نے ایک ساتھ اجازت دی اور دوسرے نے انکار کیا تو انکار کرنے والے کی بات راجح مانی جائے گی اس لیے کہ فسخ کا وجود اجازت کے بعد ہوتا ہے لیکن فسخ کے بعد اجازت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

اعتراض اور اس کا جواب

و اعترض بانه یجاز لما فی المبسوط الخ: اعتراض یہ ہے کہ آپ تو کہہ رہے ہیں کہ فسخ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی ہے حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فسخ کو اجازت لاحق ہو جاتی ہے اس لیے مبسوط میں ہے کہ دونوں فسخ کرنے بعد بیع کرنے پر راضی ہو جائیں تو بیع نہیں ہے، تو آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فسخ

کو اجازت لاحق نہیں ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دونوں نے فسخ کر دیا تو اب معاملہ ہی ختم ہو گیا، اب وہ لوگ بیع پر راضی ہو جاتے ہیں تو یہ بیع جدید مانی جائے گی۔

بَاعَ عَبْدَيْنِ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا، إِنْ فَصَلَ ثَمَنَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَعَيَّنَ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ صَحَّ الْبَيْعُ لِلْعِلْمِ بِالْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ وَإِلَّا يُعَيِّنْ وَلَا يَفْصِلْ أَوْ عَيَّنَ فَقَطْ أَوْ فَصَلَ فَقَطْ لَا يَصِحُّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ أَوْ أَحَدِهِمَا. وَكَذَا لَوْ كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي تَتَأَتَّى أَيْضًا الْأَنْوَاعُ الْأَرْبَعُ.

ترجمہ: کسی نے دو غلام اس شرط پر بیچے کہ ان میں سے ایک میں اختیار ہے، اگر ان میں سے ہر ایک کا ثمن بتا دیا اور اس غلام کی تعیین کر دی جس میں اختیار لیا ہے تو بیع صحیح ہے، مبیع اور ثمن معلوم ہونے کی وجہ سے، لیکن اگر غلام کی تعیین کی اور ثمن کی تفصیل نہیں کی یا صرف غلام کی تعیین کی یا صرف ثمن کی تفصیل کی، تو صحیح نہیں ہے، مبیع اور ثمن یا ان میں سے ایک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے ہی اگر مشتری کے لیے خیار ہو تو اس میں بھی چار صورتیں نکلیں گی۔

مسئلے کی چار صورتیں

باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدھما الخ: اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں (۱) دونوں غلاموں کا الگ الگ ثمن متعین کر دیا نیز جس غلام میں خیار لیا تھا اس کی تعیین کر دی، تو اس صورت میں بیع صحیح ہے، اس لیے کہ یہاں مبیع اور ثمن دونوں چیزیں معلوم ہیں (۲) نہ ہی دونوں غلاموں کا الگ الگ ثمن متعین کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ مجھے کس غلام میں اختیار ہے، اس صورت میں ثمن اور مبیع دونوں مجہول ہیں، اس لیے بیع فاسد ہے (۳) دونوں غلاموں کا ثمن الگ الگ بتا تو دیا لیکن کس غلام میں خیار ہے یہ نہیں بتایا، اس صورت میں مبیع مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے (۴) جس غلام میں خیار ہے اس کو تو بتا دیا، لیکن دونوں غلاموں کا ثمن الگ الگ نہیں بتایا اس صورت میں ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے۔

فَرْعٌ: وَكَّلَهُ بِبَيْعٍ بِشَرْطِ الْخِيَارِ فَبَاعَ بِلَا شَرْطٍ لَمْ يَجُزْ، وَلَوْ وَكَّلَهُ بِالشِّرَاءِ وَالْحَالَةُ هَذِهِ نَفَذَ عَلَى الْوَكِيلِ وَالْفَرْقُ أَنَّ الشِّرَاءَ مَتَى لَمْ يَنْفُذْ عَلَى الْآمِرِ يَنْفُذُ عَلَى الْمَأْمُورِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ فَتْحٌ، وَسَيَجِيءُ فِي الْفُضُولِيِّ وَالْوَكَالَةِ فَلْيُحْفَظْ.

فرع **ترجمہ**: کسی نے وکیل بنایا شرط خیار کے ساتھ اور اس نے بیع کی بغیر شرط خیار کے تو جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو وکیل بنایا خریدنے کا اور اس نے اسی طریقے پر بیع کی تو یہ وکیل پر نافذ ہوگی اس لیے کہ خریدنا جب آمر پر نافذ نہ ہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف بیع کے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور فضولی اور وکالت میں آرہا ہے اس لیے دھیان میں رکھنا چاہیے۔

دونوں مسئلے میں فرق

و کلہ ببیع بشرط الخیار الخ: یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ کسی شخص نے کسی کو شرط خیار کے ساتھ کچھ خریدنے کا وکیل بنایا اب اس وکیل نے بلا شرط خیار کے بیع کر لی تو یہ بیع نافذ نہ ہوگی چوں کہ یہ بیع مؤکل کی مرضی کے خلاف ہوئی ہے اور جب مؤکل کی مرضی کے خلاف ہوئی جب اس کی مرضی نہیں پائی گئی تو اس کی مرضی کے خلاف کر کے ملک کو زائل نہیں کر سکتے اس لیے اس پہلی صورت میں بیع نہ ہوگی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو شرط خیار کے ساتھ کچھ خریدنے کا وکیل بنایا اب اس نے بغیر شرط خیار کے خرید لیا، تو یہ بیع مؤکل کے حق میں تو نافذ نہ مانی جائے

گی، البتہ وکیل کے حق میں نافذ مانی جائے گی اس لیے کہ وہ خود مالک ہونے کا مکمل اختیار رکھتا ہے۔

وَصَحَّ خِيَارُ التَّعْيِينِ فِي الْقِيَمِيَّاتِ لَا فِي الْمِثْلِيَّاتِ بِعَدَمِ تَفَاوُتِهَا وَلَوْ لِلْبَائِعِ فِي الْأَصَحِّ كَافِي لِأَنَّهُ قَدْ يَرِثُ قِيَمِيًّا وَيَقْبِضُهُ وَكِيلُهُ وَلَا يَعْرِفُهُ فَيَبِيعُهُ بِهَذَا الشَّرْطِ فَمَسَّتْ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ "نَهْرٌ" فِيمَا دُونَ الْأَرْبَعَةِ لِانْدِفَاعِ الْحَاجَةِ بِالثَّلَاثَةِ لِوُجُودِ جَيِّدٍ وَرَدِيءٍ وَوَسَطٍ وَمُدَّتُهُ كَخِيَارِ الشَّرْطِ، وَلَا يُشْتَرَطُ مَعَهُ خِيَارُ شَرْطٍ فِي الْأَصَحِّ فَتْحٌ

ترجمہ: خیار تعیین صحیح ہے قیمی اشیاء میں نہ کہ مثلی اشیاء میں تفاوت نہ ہونے کی وجہ سے، اگر چہ بائع کے لیے ہو اصح قول کے مطابق جیسا کہ کافی میں ہے اس لیے کہ بائع کبھی قیمی اشیاء کا وارث ہوتا ہے اور اس کا وکیل اس پر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس کو نہیں جانتا ہے چناں چہ وہ خیار تعیین پر بیع کرتا ہے اس کی ضرورت پڑنے کی وجہ سے جیسا کہ نہر میں ہے چار چیزوں سے کم میں تین سے ضرورت پوری ہو جانے کی وجہ سے جید، ردی اور متوسط کے پائے جانے کی بنیاد پر، اس کی مدت خیار شرط کے طرح ہے اور اس کے ساتھ خیار شرط کا ہونا ضروری نہیں ہے اصح قول کے مطابق جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

خیار تعیین کی تعریف | بائع چند سامان بیچے ان میں سے ایک کو پسند کرنے کا نام خیار تعیین ہے۔

قیمی اور مثلی کی تعریف | جس چیز کا مماثل دست یاب نہ ہو اس کو قیمی اور جس کا مماثل دست یاب ہو اس کو مثلی کہتے ہیں۔

خیار تعیین کی صورت | و صح خیار التعیین الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کپڑا دس درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ تین دن کے اندر اندر کپڑوں میں سے ایک کپڑا متعین کرلے گا، تو یہ بیع صحیح ہے، اس لیے کہ بعض دفعہ اس کی ضرورت پڑ جایا کرتی ہے۔

وَلَوْ اشْتَرَيَا شَيْئًا عَلَى أَنَّهُمَا بِالْخِيَارِ فَرَضِيَ أَحَدُهُمَا بِالْبَيْعِ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً لَا يَرُدُّهُ الْآخَرُ بَلْ بَطَلَ خِيَارُهُ خِلَافًا لَهُمَا. وَكَذَا الْخِلَافُ فِي خِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالْعَيْبِ فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا الرَّدُّ بَعْدَ الرُّؤْيَةِ: أَيْ بَعْدَ رُؤْيَةِ الْآخَرِ أَوْ رِضَاهُ بِالْعَيْبِ خِلَافًا لَهُمَا لِضَرَرِ الْبَائِعِ بِعَيْبِ الشَّرِكَةِ كَمَا يَلْزَمُ الْبَيْعُ لَوْ اشْتَرَى رَجُلٌ عَبْدًا مِنْ رَجُلَيْنِ صَفْقَةً وَاحِدَةً عَلَى أَنَّ الْخِيَارَ لَهُمَا لِلْبَائِعَيْنِ فَرَضِيَ أَحَدُهُمَا دُونَ الْآخَرِ فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا الِانْفِرَادُ إِجَازَةً أَوْ رَدًّا خِلَافًا لَهُمَا "مَجْمَعٌ"

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں نے اس شرط پر کوئی چیز خریدی کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک آدمی بیع پر راضی ہو گیا خواہ صراحتاً ہو یا دلالتاً تو دوسرا شخص اس کو رد نہیں کر سکتا بل کہ اس کا اختیار باطل ہو جائے گا صاحبین کے خلاف اور ایسے ہی اختلاف خیار رویت اور خیار عیب میں ہے چناں چہ دوسرے کے دیکھنے یا عیب پر راضی ہو جانے کی وجہ سے ان میں سے ایک کو رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا صاحبین کے خلاف شرکت کے عیب سے بائع کا نقصان ہونے کی وجہ سے جیسا کہ بیع لازم ہو جاتی ہے، اگر ایک آدمی نے ایک ہی مجلس میں دو آدمیوں سے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ دونوں بائع کو اختیار ہے اب ان میں سے ایک تو راضی ہو گیا نہ کہ

دوسرا، تو اب ان میں سے تنہا ایک کو رد کرنے یا اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے، صاحبین کے خلاف، جیسا کہ مجمع میں ہے۔

ایک مشتری راضی ہونے کی صورت میں

دو آدمیوں نے شرط خیار پر ایک سامان خرید ا اس خیار کی بنیاد پر ایک بیع پر راضی ہو گیا، تو اب حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع تام ہو گئی، مشتری ثانی رد نہیں کر سکتا لیکن حضرات صاحبین کا کہنا ہے کہ صرف مشتری اول کے راضی ہونے کی وجہ سے بیع تام نہیں ہوگی، بل کہ اگر وہ رد کرنا چاہے تو رد کر سکتا ہے اس لیے کہ بیع کے وقت مشتری ثانی کے لیے اختیار ثابت تھا، اب اگر اسی حق کو مشتری اول کے راضی ہونے کی وجہ سے ختم کر دیں گے تو دوسرے کا حق باطل کرنا لازم آئے گا جو صحیح نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملکیت سے ایسی حالت میں نکلی ہے کہ اس میں کوئی عیب نہ تھا، لیکن ایک مشتری کے راضی ہونے کی وجہ سے مبیع میں اس کا حق ثابت ہو گیا، گویا کہ اب مبیع میں دو آدمی شریک ہو گئے ایک بائع دوسرا مشتری اول اور یہ شرکت مبیع میں عیب ہے اب اگر مشتری ثانی کو مبیع واپس کرنے کا اختیار دے دیا جائے تو عیب دار مبیع واپس کرنا لازم آئے گا، جس سے بائع کو نقصان کا سامنا ہے اور کسی کو نقصان پہنچانا شرعاً ممنوع ہے اس لیے ایک کے بیع پر راضی ہو جانے کی وجہ سے دوسرے مشتری کا اختیار ختم ہو جائے گا۔

اشْتَرَى عَبْدًا بِشَرْطِ خَبْزِهِ أَوْ كَتْبِهِ أَيْ حِرْفَتِهِ كَذَلِكَ فَظَهَرَ بِخِلَافِهِ بِأَنْ لَمْ يُوجَدْ مَعَهُ أَدْنَى مَا يَنْطَلِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْكِتَابَةِ أَوِ الْخَبْزِ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ إِنْ شَاءَ أَوْ تَرَكَهُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ الْمَرْغُوبِ فِيهِ وَلَوِ ادَّعَى الْمُشْتَرِي أَنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ لَمْ يُجْبَرْ عَلَى الْقَبْضِ حَتَّى يَعْلَمَ ذَلِكَ وَكَذَا سَائِرُ الْحِرَفِ اخْتِيَارٌ، وَلَوِ امْتَنَعَ الرَّدُّ بِسَبَبٍ مَا قَوَّمَ كَاتِبًا وَغَيْرَ كَاتِبٍ وَرَجَعَ بِالتَّفَاوُتِ فِي الْأَصَحِّ بِخِلَافِ شِرَائِهِ شَاةً عَلَى أَنَّهَا حَامِلٌ أَوْ تَحْلِبُ كَذَا رَطْلًا أَوْ يَخْبِزُ كَذَا صَاعًا أَوْ يَكْتُبُ كَذَا قَدْرًا فَسَدَ لِأَنَّهُ شَرْطٌ فَاسِدٌ لَا وَصْفٌ، حَتَّى لَوْ شَرَطَ أَنَّهَا حَلُوبٌ أَوْ لَبُونٌ جَازَ لِأَنَّهُ وَصْفٌ

ترجمہ: ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ خباز یا کاتب ہے یعنی روٹی پکانا یا کتابت کرنا اس کا پیشہ ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا اس طور پر کہ اس کے ساتھ اتنا ادنی پیشہ بھی نہیں پایا گیا کہ جس پر کتابت یا خبازی کا نام صادق آسکے اگر چاہے تو پوری قیمت سے اس کو لے لے یا اس کو چھوڑ دے اس میں وصف مرغوب نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہیں ہے تو قبضہ کرنے کے لیے بائع کو مجبور نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ اس وصف کو جان لے یہی حکم تمام پیشوں کا ہے جیسا کہ اختیار میں ہے اور اگر واپس کرنا کسی سبب سے ممنوع ہو جائے تو کاتب کی قیمت لگا کر اتنا واپس لے لے گا اصح قول کے مطابق برخلاف بکری خریدنے کے اس شرط پر کہ گابھن ہے یا اتنے رطل دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے صاع کی روٹی بناتا ہے یا اس قدر لکھتا ہے تو بیع فاسد ہے اس لیے یہ شرط فاسد ہے نہ کہ وصف یہاں تک کہ اگر شرط لگائی کہ وہ دودھار یا شیر دار ہے تو جائز ہے اس لیے کہ یہ وصف ہے۔

وصف مرغوب فوت ہونے کی صورت میں

اشتری عبدا بشرط خبزہ الخ: مشتری نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ ہنرمند ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ ویسے ہے کوئی ہنر جانتا نہیں ہے، تو اب مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو کل قیمت سے اس بے ہنر غلام کو لے لے اور اگر مرضی نہ ہو تو نہ لے، بے ہنر ہونے کی وجہ سے قیمت میں کمی نہیں کر سکتے ہیں اس لیے کہ یہ وصف ہے اور وصف کے مقابلے میں قیمت نہیں ہوا کرتی ہے لیکن اگر کوئی اس شرط پر خریدے کہ گابھن ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ یہ یقین سے معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے یہ ایسی چیز کی شرط ہے جو مجہول ہے اور مجہول شئ کی شرط لگانے کی صورت میں بیع فاسد ہوا کرتی ہے۔

وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ لَوْ اخْتَلَفَا فِي شَرْطِ الْخِيَارِ عَلَى الظَّاهِرِ كَمَا فِي دَعْوَى الْأَجَلِ وَالْمُضِيِّ وَالْإِجَازَةِ وَالزِّيَادَةِ. اشْتَرَى جَارِيَةً بِالْخِيَارِ فَرَدَّ غَيْرَهَا بَدَلَهَا قَائِلًا بِأَنَّهَا الْمُشْتَرَاةُ فَقَالَ الْبَائِعُ: لَيْسَتْ هِيَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي بِيَمِينِهِ وَجَازَ لِلْبَائِعِ وَطْؤُهَا "دُرَرٌ" وَانْعَقَدَ بَيْعًا بِالتَّعَاطِي فَتْحٌ. وَكَذَا الرَّدُّ فِي الْوَدِيعَةِ فَلْيُحْفَظْ. وَلَوْ قَالَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي عِنْدَ رَدِّهِ: كَانَ يُحْسِنُ ذَلِكَ لَكِنَّهُ نَسِيَ عِنْدَكَ، فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْخَبْزِ وَالْكِتَابَةِ فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لَهُ. وَلَوْ اشْتَرَاهُ مِنْ غَيْرِ اشْتِرَاطِ كَتْبِهِ وَخَبْزِهِ وَكَانَ يُحْسِنُ ذَلِكَ فَنَسِيَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ رَدَّ عَلَيْهِ لِتَغَيُّرِ الْمَبِيعِ قَبْلَ قَبْضِهِ زَيْلَعِيٌّ. قَالَ: وَلَوْ اخْتَارَ أَخْذَهُ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ لِمَا مَرَّ أَنَّ الْأَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ

ترجمہ: اور انکار کرنے والے کے قول کا اعتبار ہوگا اگر دونوں اختلاف کریں شرط خیار میں ظاہری روایت کے مطابق جیسا کہ مدت، اس کے گذرنے اجازت اور زیادتی کے دعویٰ میں، مشتری نے شرط خیار پر باندی خرید کر اس کی جگہ دوسری یہ کہتے ہوئے لوٹا دی کہ یہ وہی خریدی ہوئی باندی ہے لیکن بائع نے کہا یہ وہ نہیں ہے اس کے پاس بینہ بھی نہیں ہے، تو قسم کے ساتھ مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اور بائع کے لیے اس باندی سے وطی کرنا جائز ہے جیسا کہ درر میں ہے اور بیع تعاطی کے طور پر منعقد ہوگی اور یہی حکم ہے امانت واپس کرنے میں اس کو یاد رکھنا چاہئے، اور اگر بائع نے کہا غلام واپس کرتے وقت یہ اچھی روٹی بناتا تھا، لیکن یہ تیرے پاس بھول گیا، تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ اصل خباز اور کاتب نہ ہونا ہے گویا کہ ظاہری حالت اس کے لیے گواہ ہے اور اگر غلام خرید البغیر شرط کاتب اور خباز کے اور وہ اچھا کام کرتا تھا لیکن بائع کے ہاتھ میں بھول گیا، تو مشتری یہ غلام بائع کو واپس کر سکتا ہے قبضہ سے پہلے مبیع میں تغیر پیدا ہو جانے کی وجہ سے جیسا کہ زیلعی میں ہے نیز کہا اگر اسی غلام کو لینا پسند کرے پورا ثمن دے کر لے لے اس بنیاد پر جو گذر چکا کہ اوصاف کے مقابلے ثمن میں سے کچھ نہیں آتا۔

شرط خیار میں اختلاف ہونے کی صورت میں

والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار الخ: مشتری نے خیار شرط پر ایک غلام خریدنے کے بعد واپسی کے وقت دوسرا غلام پیش کرنے لگا بائع نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام تو دوسرا ہے یہ نہیں ہے مشتری نے کہا کہ نہیں میں نے بدلا نہیں ہے یہ دوسرا غلام نہیں ہے ایسی صورت میں بائع کے پاس گواہ ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مشتری کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی اس لیے کہ یہ مشتری منکر ہے۔

فُرُوعٌ بَاعَ دَارَهُ بِمَا فِيهَا مِنَ الْجُذُوعِ وَالْأَبْوَابِ وَالْخَشَبِ وَالنَّخْلِ، فَإِذَا لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ لَا خِيَارَ لِلْمُشْتَرِي. شَرَى دَارًا عَلَى أَنَّ بِنَاءَهَا بِالْآجُرِّ فَإِذَا هُوَ بِلَبِنٍ أَوْ أَرْضًا عَلَى أَنْ شَجَرَهَا كُلَّهَا مُثْمِرٌ فَإِذَا وَاحِدَةٌ مِنْهَا لَا تُثْمِرُ أَوْ ثَوْبًا عَلَى أَنَّهُ مَصْبُوغٌ بِعُصْفُرٍ فَإِذَا هُوَ بِزَعْفَرَانٍ فَسَدَ، وَلَوْ عَلَى أَنَّهَا بَغْلَةٌ مَثَلًا فَإِذَا هُوَ بَغْلٌ جَازَ وَخُيِّرَ، وَبِعَكْسِهِ جَازَ بِلَا خِيَارٍ لِكَوْنِهِ عَلَى صِفَةٍ خَيْرٍ مِنَ الْمَشْرُوطِ. فَلْيُحْفَظْ الضَّابِطُ. الْبَيْعُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ فِي اثْنَيْنِ وَثَلَاثِينَ مَوْضِعًا مَذْكُورَةً فِي الْأَشْبَاهِ شَرَطَ أَنَّهَا مُغَنِّيَةٌ، إِنْ لِلتَّبَرِّي لَا يَفْسُدُ، وَإِنْ لِلرَّغْبَةِ فَسَدَ بَدَائِعُ، وَلَوْ شَرَطَ حَبَلَهَا، إِنْ الشَّرْطُ مِنَ الْمُشْتَرِي فَسَدَ، وَإِنْ مِنَ الْبَائِعِ جَازَ؛ لِأَنَّ حَبَلَهَا عَيْبٌ فَذَكَرَهُ لِلْبَرَاءَةِ مِنْهُ، حَتَّى لَوْ كَانَ فِي بَلَدٍ يَرْغَبُونَ فِي شِرَاءِ الْإِمَاءِ لِلْأَوْلَادِ فَسَدَ خَانِيَّةٌ، وَلَوْ شَرَطَ أَنَّهَا ذَاتُ لَبَنٍ جَازَ عَلَى الْأَكْثَرِ. قُلْتُ: وَالضَّابِطُ لِلْأَوْصَافِ أَنَّ كُلَّ وَصْفٍ لَا غَرَرَ فِيهِ فَاشْتِرَاطُهُ جَائِزٌ لَا مَا فِيهِ غَرَرٌ إِلَّا أَنْ لَا يُرْغَبَ فِيهِ. وَفِي الْخَانِيَةِ فِي فَصْلِ الشُّرُوطِ الْمُفْسِدَةِ مَتَى عَايَنَ مَا يُعْرَفُ بِالْعِيَانِ انْتَفَى الْغَرَرُ. وَاللهُ أَعْلَمُ

فروع ترجمہ: کسی نے اپنا گھر بیچا بشمول کڑیوں، دروازوں لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے، لیکن ان میں سے کچھ بھی نہیں پایا، تو مشتری کے لیے خیار نہیں ہے کسی نے اس شرط پر گھر خریدا کہ اس کی عمارت پکی اینٹ کی ہے لیکن وہ کچی اینٹ کی نکلی یا کسی نے اس شرط پر زمین خریدی کہ اس کے درخت پھل دار ہیں لیکن ان میں ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کسی نے اس شرط پر کپڑا خریدا کہ کسم سے رنگا ہوا ہے لیکن وہ زعفران سے رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہے اگر کسی نے اس شرط پر خریدی کہ کھچری، لیکن وہ کھچر نکلا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے اور اس کے برعکس میں بغیر اختیار کے جائز ہے اس لیے کہ یہ ایسی صفت ہے جو مشروط سے اچھی ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے اس لیے ضابطہ کو یاد رکھنا چاہئے بیع بتیس مقامات پر شرط کی وجہ سے باطل نہیں ہوتی ہے جو اشباہ میں مذکور ہے شرط لگائی کہ مغنیہ ہے اگر بے زاری کے لیے ہے فاسد نہ ہوگی لیکن اگر رغبت کے لیے ہے تو فاسد ہے جیسا کہ بدائع میں ہے اور اگر حاملہ ہونے کی شرط لگائی اگر یہ شرط مشتری کی جانب سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے اس لیے کہ باندی کا حاملہ ہونا عیب ہے تو بائع نے اس سے برأت کے لیے ذکر کیا، لیکن اگر ایسے شہر میں ہے جہاں لوگ اولاد کی غرض سے باندی کو خریدتے ہیں تو بیع فاسد ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے اور اگر شرط لگائی کہ شیر دار ہے تو جائز ہے اکثر کی رائے کے مطابق میں کہتا ہوں کہ اوصاف کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ وصف جس میں دھوکہ نہ ہو اس کی شرط لگانا جائز ہے اور جس میں دھوکہ ہو جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ وصف مرغوب ہو اور خانیہ کی فصل شروط مفسدہ میں ہے کہ جب مشتری نے ان چیزوں کو دیکھ لیا جن کو دیکھ کر پہچانا جاتا ہے تو دھوکہ کا احتمال ختم ہو گیا اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ضابطہ بیع میں اوصاف کی شرط لگانے کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایسا وصف ہے کہ جس میں دھوکہ نہ ہو تو ایسے وصف کی شرط لگانا جائز ہے لیکن اگر ایسا وصف ہے جس میں دھوکا ہونے کا خدشہ ہو تو اسی کی شرط لگانا جائز نہیں ہاں اگر وہ

وصف جس میں دھوکا کا اندیشہ ہے لیکن مطلوب ومرغوب ہے تو اس کی بھی شرط لگائی جاسکتی ہے اسی قاعدے پر اوپر کے یہ تمام مسائل مندرج ہیں غور سے دیکھ لیا جائے۔

بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ

خیار رویت سے مراد ہر وہ بیع ہے جسے آدمی بغیر دیکھے کرے مبیع نہ دیکھنے کی بنیاد پر بائع کو معاملہ باقی رکھنے یا ختم کردینے کا اختیار رہتا ہے اسی کا نام خیار رویت ہے بعض دفعہ دیکھے بغیر خرید وفروخت کے معاملات کرنے پڑتے ہیں، اسی لیے شریعت نے مبیع دیکھے بغیر ہی بیع کی اجازت دی ہے، البتہ امکانی نزاع سے بچانے کے لیے یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ مبیع دیکھنے کے بعد معاملہ کو باقی رکھنے کا یا ختم کردینے کا اختیار ہوگا: من اشترى شيئا لم يره فله الخيار اذا راٰه ان شاء اخذه و ان شاء ترکه۔ الحدیث۔

خیار رویت کو خیار عیب پر تقدیم کی وجہ

خیار رویت کو خیار عیب پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ خیار رویت خیار عیب سے اقویٰ ہے اس لیے کہ خیار رویت مکمل طور پر بیع ہونے سے روکتا ہے اور خیار عیب کی صورت میں بیع تو مکمل ہوجاتی ہے لیکن حکم بیع یعنی ملکیت لازم نہیں ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو مکمل طور پر بیع کے لیے مانع ہو وہ اس سے اقویٰ ہوتا ہے جو صرف لزوم حکم سے مانع ہو، وہ اضعف ہوتا ہے اور اقویٰ مقدم ہوتا ہے اس لیے خیار رویت کو مقدم کیا۔

مِنْ إِضَافَةِ الْمُسَبَّبِ إِلَى السَّبَبِ وَمَا قِيلَ: مِنْ إِضَافَةِ الشَّيْءِ إِلَى شَرْطِهِ ظَاهِرٌ لِمَا سَيَجِيءُ أَنَّ لَهُ الرَّدَّ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ.

ترجمہ: خیار رویت میں مسبب کی اضافت سبب کی طرف ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ شیٔ کی اضافت اس کی طرف ہے تو یہ غیر ظاہر ہے اس لیے کہ آرہا ہے کہ مشتری کے لیے جائز ہے کہ وہ دیکھنے سے پہلے واپس کردے۔

خیار رویت میں اضافت

خیار کی اضافت رویت کی طرف از قبیل سبب کی اضافت سبب کی طرف ہے اور یہی قول راجح ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی اضافت شرط کی طرف ہے یہ بات مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ رویت جو شرط ہے اس کے نہ پائے جانے کی صورت میں مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہونا چاہئے تھا حالاں کہ اگر مشتری خیار رویت کی صورت میں مبیع دیکھنے سے پہلے بیع فسخ کرنا چاہے تو فسخ کرسکتا ہے جس سے صاف جھلکتا ہے کہ خیار کی اضافت شرط کی طرف نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں تو شرط کے بغیر ہی مشروط پایا جارہا ہے۔

هُوَ يَثْبُتُ فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ الشِّرَاءُ لِلْأَعْيَانِ وَالْإِجَارَةُ وَالْقِسْمَةُ وَالصُّلْحُ عَنْ دَعْوَى الْمَالِ عَلَى شَيْءٍ بِعَيْنِهِ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهَا مُعَاوَضَةٌ، فَلَيْسَ فِي دُيُونٍ وَنُقُودٍ وَعُقُودٍ لَا تَنْفَسِخُ بِالْفَسْخِ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ "فَتْحٌ"

ترجمہ: خیار رویت چار معاملات میں ثابت ہے (۱) اعیان کی خریداری (۲) اجارہ (۳) قسمت (۴) صلح، شئ معین پر مال کے دعوے سے اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک معاوضہ ہے لہٰذا دیون، نقود اور وہ عقود جو فسخ کرنے سے فسخ نہ ہو

خیار رویت میں نہیں ہے۔

خیار رویت والے معاملات

ھو یثبت فی اربعة مواضع الخ: چار معاملات ہیں (۱) بیع صحیح (۲) اجارہ (۳) قسمت (۴) صلح، جن میں خیار رویت کا ثبوت ملتا ہے ان کے علاوہ جتنے معاملات ہیں ان میں خیار رویت نہیں ہے۔

صَحَّ الشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ لِمَا لَمْ يَرَيَاهُ، وَالْإِشَارَةُ إِلَيْهِ أَيِ الْمَبِيعِ أَوْ إِلَى مَكَانِهِ شَرْطُ الْجَوَازِ فَلَوْ لَمْ يُشِرْ إِلَى ذَلِكَ لَمْ يَجُزْ إِجْمَاعًا فَتْحٌ وَبَحْرٌ. وَفِي حَاشِيَةِ أَخِي زَادَهُ الْأَصَحُّ الْجَوَازُ وَلَهُ أَيْ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يَرُدَّهُ إِذَا رَآهُ إِلَّا إِذَا حَمَلَهُ الْبَائِعُ لِبَيْتِ الْمُشْتَرِي، فَلَا يَرُدُّهُ إِذَا رَآهُ إِلَّا إِذَا أَعَادَهُ إِلَى الْبَائِعِ "أَشْبَاهٌ"

ترجمہ: صحیح ہے خریدنا اور بیچنا، ان چیز کو جسے بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہے اور اس کی طرف یعنی مبیع اور اس کی جگہ کی طرف اشارہ کرنا جائز ہونے کے لیے شرط ہے اور اگر اس کے لیے اشارہ نہیں کیا بالاجماع جائز نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر اور بحر میں ہے اخی زادہ کے حاشیے میں ہے کہ اصح قول کے مطابق بل اشارہ بھی جائز ہے اور مشتری کے لیے جائز ہے اس کو واپس کردے جب دیکھے، الا یہ کہ بائع نے مبیع کو مشتری کے گھر پہنچادیا تو واپس نہ کرے مگر یہ کہ اس کو دیکھ لے۔ (دیکھنے کے بعد واپس کرسکتا ہے) جب مشتری مبیع کو بائع کے گھر پہنچادے۔

خیار رویت کی صورت

صح الشراء والبیع لما لم یریاہ الخ: بیع خیار رویت کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے ابھی مبیع دیکھی نہیں کہ بیع کرلی تو یہ بیع صحیح ہے اب مبیع کی طرف اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ بعض دفعہ مبیع اتنی دوری میں ہوتی ہے کہ وہاں تک اشارہ ممکن بھی نہیں ہوتا ہے اسی لیے فقہ وفتاویٰ کے حاملین کی رائے ہے کہ اشارہ کی شرط لازم نہیں ہے مبیع دیکھے بغیر بلا اشارہ کے بیع کرے تو بیع ہوجائے گی، ان الاشارہ لیست شرطاً دائما بل عند عدم معرف آخر یرفع الجھالة۔ (ردالمحتار: ۷/۱۵۱)

وَإِنْ رَضِيَ بِالْقَوْلِ قَبْلَهُ أَيْ قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ؛ لِأَنَّ خِيَارَهُ مُعَلَّقٌ بِالرُّؤْيَةِ بِالنَّصِّ، وَلَا وُجُودَ لِلْمُعَلَّقِ قَبْلَ الشَّرْطِ. وَلَوْ فَسَخَهُ قَبْلَهَا قَبْلَ الرُّؤْيَةِ صَحَّ فَسْخُهُ فِي الْأَصَحِّ "بَحْرٌ" لِعَدَمِ لُزُومِ الْبَيْعِ بِسَبَبِ جَهَالَةِ الْمَبِيعِ فَلَمْ يَقَعْ مُبْرَمًا.

ترجمہ: اور اگر اس سے پہلے یعنی دیکھنے سے پہلے زبان سے راضی ہوگیا، اس لیے کہ اس کا خیار النص کی وجہ سے رویت پر معلق ہے اور معلق کا وجود شرط سے پہلے نہیں ہوتا ہے اور اگر بیع کو فسخ کیا دیکھنے سے پہلے تو اس کا فسخ کرنا اصح قول کے مطابق صحیح ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، بیع لازم نہ ہونے کی وجہ سے مبیع مجہول ہونے کے سبب سے یعنی بیع مستحکم ہی نہ ہوئی۔

زبان سے رضامندی ظاہر کرنا

وان رضی بالقول الخ: ایک آدمی نے خیار رویت کی شرط پر کچھ خریدا، ابھی اس نے سامان دیکھا نہیں ہے کہ زبانی طور پر رضامندی ظاہر کردی، تو اس رضامندی سے اس کا اختیار ختم نہ ہوگا، بل کہ وہ زبانی طور پر رضامندی ظاہر کرنے کے باوجود مبیع دیکھنے کے بعد پسند نہ ہونے کی صورت میں واپس

کرنے کا حق رکھتا ہے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے خیار کو رویت پر معلق کیا ہے اور رویت پائی نہیں گئی ہے اس لیے اس کا خیار باقی رہے گا کما قال علیہ الصلاۃ و السلام من اشتری لم یرہ بالخیار اذا رأہ ان شاء اخذہ و ان شاء ترکہ۔ الحدیث

دیکھنے سے پہلے فسخ کرنا

و لو فسخه قبلها الخ: بیع خیار رویت کی صورت میں مبیع دیکھنے سے پہلے ہی کوئی فسخ کرنا چاہے تو فسخ کرسکتا ہے اس لیے کہ ابھی تو بیع لازم نہیں ہوئی ہے۔

وَيَثْبُتُ الْخِيَارُ لِلرُّؤْيَةِ مُطْلَقًا غَيْرَ مُؤَقَّتٍ بِمُدَّةٍ هُوَ الْأَصَحُّ عِنَايَةٌ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ، مَا لَمْ يُوجَدْ مُبْطِلُهُ وَهُوَ مُبْطِلُ خِيَارِ الشَّرْطِ مُطْلَقًا وَمُفِيدُ الرِّضَا بَعْدَ الرُّؤْيَةِ لَا قَبْلَهَا دُرَرٌ فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ ثُمَّ رَدُّ الْأَوَّلِ بِالرُّؤْيَةِ دُرَرٌ مِنْ خِيَارِ الشَّرْطِ. فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: خیار رویت ثابت ہوتا ہے مطلقا بغیر تقرر مدت کے یہی اصح ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے جب تک کہ مبطل نہ پایا جائے اور اس کا مبطل وہی ہے جو خیار شرط کا ہے مطلقا اور دیکھنے کے بعد رضا مندی کا فائدہ ثابت ہونا ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ درر میں ہے چناں چہ شفعہ کے ذریعے لینا صحیح ہے پھر پہلے کو دیکھنے کے بعد واپس کرنا، جیسے کہ درر میں خیار الشرط کے بیان میں ہے۔ لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

خیار رویت کی مدت

و یثبت الخیار للرویة مطلقا غیر موقت الخ: خیار رویت کے لیے کوئی مدت نہیں ہے بل کہ مشتری جب تک مبیع نہیں دیکھے گا تب تک اس کے لیے خیار باقی رہے گا الا یہ کہ مبطل پایا جائے، اگر خیار رویت میں مبطل پایا گیا تو پھر مبیع نہ دیکھنے کی صورت میں جو خیار ملا تھا وہ ختم ہوجائے گا۔

خیار رویت کے مبطل

و ھو مبطل خیار الشرط الخ: کچھ ایسی چیزیں ہیں، جن سے خیار رویت باطل ہوجاتا ہے جیسے مبیع کا عیب دار ہوجانا (۲) مبیع میں ایسا تصرف جو ملکیت کا تقاضہ کرے جیسے خیار رویت پر غلام خریدا ابھی دیکھا نہیں کہ اس کو آزاد کردیا مکاتب بنادیا (۳) ایسا تصرف جس سے دوسرے کا حق متعلق ہوجائے جیسے خیار رویت پر خریدا ہوا مال دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا یا ہبہ کرکے مالک بنادیا یہ چند صورتیں ہیں جن سے خیار رویت باطل ہوجاتا ہے اسی کی طرف شارح نے و ھو مبطل خیار الشرط کہہ اشارہ کیا ہے۔

وَيُشْتَرَطُ لِلْفَسْخِ عِلْمُ الْبَائِعِ بِالْفَسْخِ خَوْفَ الْغَرَرِ وَلَا خِيَارَ لِبَائِعٍ مَا لَمْ يَرَهُ فِي الْأَصَحِّ وَكَفَى رُؤْيَةُ مَا يُؤْذِنُ بِالْمَقْصُودِ كَوَجْهِ صُبْرَةٍ وَرَقِيقٍ وَ وَجْهِ دَابَّةٍ تُرْكَبُ وَكَفَلِهَا أَيْضًا فِي الْأَصَحِّ وَ رُؤْيَةُ ظَاهِرِ ثَوْبٍ مَطْوِيٍّ وَقَالَ زُفَرُ: لَا بُدَّ مِنْ نَشْرِهِ كُلِّهِ، هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَكْثَرِ الْمُعْتَبَرَاتِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ، وَدَاخِلِ دَارٍ وَقَالَ زُفَرُ: لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ دَاخِلِ الْبُيُوتِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى جَوْهَرَةٌ، وَهَذَا اخْتِلَافُ زَمَانٍ لَا بُرْهَانٍ، وَمِثْلُهُ الْكَرْمُ وَالْبُسْتَانُ. وَ كَفَى جَسُّ شَاةِ لَحْمٍ، وَنَظَرُ جَمِيعِ جَسَدِ شَاةٍ "قُنْيَةٌ" لِلدَّرِّ وَالنَّسْلِ مَعَ ضَرْعِهَا ظَهِيرِيَّةٌ وَضَرْعِ بَقَرَةٍ حَلُوبٍ وَنَاقَةٍ؛ لِأَنَّهُ الْمَقْصُودُ "جَوْهَرَةٌ"

ترجمہ: اور فسخ کے لیے بائع کو فسخ کا علم ہونا شرط ہے دھوکہ کے ڈر سے اس بائع کو اختیار نہیں ہے جس نے بغیر دیکھے بیچا ہے اصح قول کے مطابق اس طرح دیکھنا کافی ہے جس سے مقصود معلوم ہو جائے، جیسے گیہوں کے ڈھیر اور غلام کا چہرہ اور سواری والے جانور کا چہرہ اور پیٹھ بھی اصح قول کے مطابق لپٹے ہوئے کپڑے کا ظاہر دیکھنا اور امام زفرؒ نے کہا اس کے تمام کو کھولنا ضروری ہے اور یہی مختار ہے یہی پسندیدہ ہے جیسا کہ اکثر معتبر کتابوں میں ہے جس کا اعتراف مصنف علیہ الرحمہ نے بھی کیا ہے اور گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے لیکن امام زفرؒ نے کہا کہ گھر کا اندرونی حصہ دیکھنا ضروری ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے یہ اختلاف زمانے پر موقوف ہے دلائل پر نہیں کافی ہے بکری کے گوشت کا ٹٹولنا دودھ اور نسل کی زیادتی کے لیے خریدنے کی صورت میں بکری کا پورا بدن تھن سمیت دیکھنا اور شیر دار گائے اور اونٹ کا تھن دیکھنا کافی ہے اس لیے کہ یہی مقصود ہے۔

علم بائع کی اہمیت

ویشترط لفسخه علم البائع الخ: مشتری نے خیار رویت پر کچھ خریدا اب وہ اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے بیع فسخ کرنا چاہے تو بائع کو جانکاری دینا ضروری ہے تا کہ وہ دھوکہ میں نہ رہے۔

سامان دیکھے بغیر بیچ دینا

ولا خیار لبائع مالم یرہ الخ: کسی آدمی کو وراثت یا کسی اور طریقے سے کوئی سامان ملا ابھی اس نے دیکھا نہیں کہ اس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیا، تو اب بائع کو خیار رویت نہ ملے گا یہی قول اصح ہے۔

خیار رویت میں دیکھنے کی حد

وکفی رویته مایوزن بالمقصود الخ: خیار رویت پر بیع کی صورت میں مبیع کو اس طور پر دیکھ لینے سے خیار ساقط ہو جاتا ہے کہ اس سے مقصد حاصل ہو جائے جیسے گیہوں کا ڈھیر ہے اس کا ظاہر دیکھ لیا تو اب خیار ساقط ہو جائے گا جیسے غلام ہے یا سواری کا جانور ہے ان کا چہرہ اور جانور کا پیٹھ دیکھ لینا کافی ہے کپڑا لپٹا ہوا ہے زیادہ خریدنے کی صورت میں لوگ اس کا ظاہر دیکھ کر بیع کر لیتے ہیں یہ سقوط خیار رویت کے لیے کافی نہیں ہے بل کہ جب تک اس کا اندرونی حصہ نہ دیکھے گا خیار ختم نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ تھان اندر سے خراب ہونے کی صورت میں یا ساڑی کٹی ہوئی ہونے کی صورت میں دکاندار کمپنی کو واپس کر دیتا ہے لیکن فی زمانا اندر سے دیکھے بغیر بیع ہو رہی ہے اور اس کی وجہ ہے کی کمپنی مال کی پیکنگ میں کافی احتیاط برتتی ہے اور بعض دفعہ آدمی اتنا مال لیتا ہے کہ ہر ایک کو اندر سے دیکھنا بہت مشکل بھی ہو جاتا ہے گھر خریدے تو اس کو بھی اندر سے دیکھ لے تا کہ ہر طرح سے دھوکا کا اندیشہ دور ہو جائے کوئی جانور خریدتا ہے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ گوشت کے لیے دوسرا یہ کہ نسل کی افزائش اور دودھ کے لیے اگر گوشت کے لیے خریدتا ہے تو اس کو پکڑ کر دیکھ لینا کافی ہے نسل اور دودھ کے لیے خریدتا ہے تو تھن سمیت پورا بدن دیکھ لینے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔

وَ كَفَى ذَوْقُ مَطْعُومٍ وَشَمُّ مَشْمُومٍ لَا خَارِجُ دَارٍ وَصَحْنُهَا عَلَى الْمُفْتَى بِهِ كَمَا مَرَّ أَوْ رُؤْيَةُ دُهْنٍ فِي زُجَاجٍ لِوُجُودِ الْحَائِلِ وَكَفَى رُؤْيَةُ وَكِيلِ قَبْضٍ وَ وَكِيلِ شِرَاءٍ لَا رُؤْيَةُ رَسُولِ الْمُشْتَرِي وَبَيَانُهُ فِي "الدُّرَرِ"

ترجمہ: اور کافی ہے کھانے والی چیز کو اور سونگھنے والی کو سونگھنا، گھر کے باہری حصہ اور صحن کو دیکھنا کافی نہیں ہے مفتی بہ قول کے مطابق جیسا کہ گذر چکا تیل کا شیشی میں دیکھنا کافی نہیں ہے حائل ہونے کی وجہ سے اور خریدنے والے اور قبضہ والے وکیل کا دیکھنا کافی ہے نہ کہ مشتری کا قاصد اور اس کا بیان درر میں ہے۔

کھانے پینے کی چیز میں رویت کی حد

وکفی ذوق مطعوم الخ: کھانے پینے کی چیز ہے ان میں خیار رویت چکھنے سے ختم ہوجاتا ہے ایسے ہی اگر سونگھنے والی چیز ہے مشتری نے سونگھ کر اچھا پایا تو اس کا خیار ختم ہوجائے گا۔

وَصَحَّ عَقْدُ الْأَعْمَى وَلَوْ لِغَيْرِهِ وَهُوَ كَالْبَصِيرِ إلَّا فِي اثْنَيْ عَشْرَةَ مَسْأَلَةً مَذْكُورَةً فِي الْأَشْبَاهِ وَسَقَطَ خِيَارُهُ بِجَسِّ مَبِيعٍ وَشَمِّهِ وَذَوْقِهِ فِيمَا يُعْرَفُ بِذَلِكَ وَوَصْفِ عَقَارٍ وَشَجَرٍ وَعَبْدٍ، وَكَذَا كُلُّ مَا لَا يُعْرَفُ بِجَسٍّ وَشَمٍّ وَذَوْقٍ حَدَّادِيٌّ أَوْ بِنَظَرِ وَكِيلِهِ، وَلَوْ أَبْصَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَا خِيَارَ لَهُ، هَذَا كُلُّهُ إذَا وُجِدَتْ الْمَذْكُورَاتُ كَشَمِّ الْأَعْمَى، وَكَذَا رُؤْيَةُ الْبَصِيرِ وَجَسُّ الصُّبْرَةِ وَنَحْوُهَا نَهْرٌ قَبْلَ شِرَائِهِ وَلَوْ بَعْدَهُ يَثْبُتُ لَهُ الْخِيَارُ بِهَا أَيْ بِالْمَذْكُورَاتِ لَا أَنَّهَا مُسْقِطَةٌ كَمَا غَلِطَ فِيهِ بَعْضُهُمْ فَيَمْتَدُّ خِيَارُهُ فِي جَمِيعِ عُمُرِهِ عَلَى الصَّحِيحِ مَا لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ ، أَوْ يَتَعَيَّبْ أَوْ يَهْلِكْ بَعْضُهُ عِنْدَهُ وَلَوْ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ، وَلَوْ أَذِنَ لِلْأَكَّارِ أَنْ يَزْرَعَهَا قَبْلَ الرُّؤْيَةِ فَزَرَعَهَا بَطَلَ؛ لِأَنَّ فِعْلَهُ بِأَمْرِهِ كَفِعْلِهِ عَيْنِيٌّ وَلَوْ شَرَى نَافِجَةَ مِسْكٍ فَأَخْرَجَ الْمِسْكَ مِنْهَا لَمْ يَرُدَّ بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ وَلَا عَيْبٍ، لِأَنَّ الْإِخْرَاجَ يُدْخِلُ عَلَيْهِ عَيْبًا ظَاهِرًا نَهْرٌ. وَمَنْ رَأَى أَحَدَ ثَوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ فَلَهُ رَدُّهُمَا إنْ شَاءَ لَا رَدُّ الْآخَرِ وَحْدَهُ لِتَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ.

ترجمہ: اور صحیح ہے نابینا کا عقد کرنا اگرچہ دوسرے کے لیے ہو اور وہ بینا کی طرح ہے مگر بارہ مسائل میں جو اشباہ میں مذکور ہیں اور اس کا خیار ساقط ہوجائے گا مبیع ٹٹولنے اس کو سونگھنے اور اس کو چکھنے سے جو چیز ان طریقوں سے پہچانی جائے اندھے کا خیار زمین درخت اور غلام کا وصف بیان کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے ایسے ہی ہر وہ چیز جو ٹٹولنے سونگھنے اور چکھنے سے نہ پہچانی جاتی ہو، جیسا کہ حدادی میں ہے اس کے لیے وکیل کے دیکھنے سے اختیار ختم ہوجاتا ہے اور اگر وصف بیان کرنے یا وکیل کے دیکھنے کے بعد اندھے کو نظر آنے لگے تو اس کے لیے خیار نہ ہوگا یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب یہ مذکورہ چیزیں جیسے اندھے کا سونگھنا ایسے ہی بینا کا غلے کے ڈھیر کو دیکھنا اور ایسے ہی جیسا کہ نہر میں ہے، اس کے خریدنے سے پہلے ہو اور اگر خریدنے کے بعد میں ہو تو ان مذکورہ چیزوں کے باوجود اس کے لیے خیار ہوگا اس لیے نہیں کہ یہ چیزیں مسقط ہیں جیسا کہ بعض اس غلط فہمی میں ہیں لہٰذا اس کا خیار اس کی آخری عمر تک ممتد ہوگا صحیح قول کے مطابق جب تک اس کی طرف سے ایسی چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے قول یا فعل کے ذریعہ یا مبیع کے عیب دار ہونے یا اس کے ذمے سے بعد کے ہلاک ہونے اگرچہ دیکھنے سے پہلے ہو اگر مشتری نے زمین دیکھنے سے پہلے اس میں زراعت کی اجازت دی اور مزارع نے اس میں زراعت تو اس کا اختیار باطل ہوجائے گا اس لیے کہ مزارع کا تصرف مشتری کے حکم سے اسی کا تصرف ہے جیسا کہ عینی میں ہے اور اگر مشک کی تھیلی خریدا اور اس میں سے مشک نکالا تو خیار رویت عیب کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتا اس لیے کہ مشک نکلنے کی وجہ سے ظاہری طور پر اس میں عیب داخل ہوگیا جیسا کہ نہر میں ہے جس شخص نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھ کر دونوں خریدے پھر اس نے دوسرے کو دیکھا تو اس کے لیے دونوں کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ کہ صرف دوسرے کا پھیرنا تفرق صفقہ کی وجہ سے۔

اندھے کی بیع

وصح عقد الاعمی الخ: اندھا آدمی خود بیع کرے تو بیع ہو جائے گی اور اگر نابینا آدمی نے خریدنے سے پہلے مبیع کو چھو کر دیکھ لیا اس کو سونگھ لیا یا چکھ لیا یا کسی نے اس مبیع کے اوصاف بیان کر دیئے تو ان تمام صورتوں میں نابینا کو اختیار نہ ملے گا ہاں اگر اس نے نہ ہی مبیع کو چھو یا نہ ہی اسے چکھا، سونگھا اور نہ ہی کسی نے اس مبیع کے اوصاف بیان کیے اور نابینا نے خرید لیا تو ایسی صورت میں اس نابینا مشتری کو اختیار ملے گا اور مبیع کی حقیقت اجاگر ہونے کے بعد وہ نابینا مشتری بیع کو باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا مجاز ہے۔

اندھے کا حکم

وھو کالبصیر الا فی اثنتی عشرة مسئلة: شریعت اسلامیہ میں بینا اور نابینا برابر ہیں، مگر بارہ مسئلے ایسے ہیں جن میں نابینا کے احکام الگ ہیں یعنی ان اعمال میں نابینا کے لیے شریک ہونا ضروری نہیں ہے بل کہ بعض اعمال تو وہ ہیں کہ نابینا اگر انجام دے دے تو کراہت سے خالی نہیں (۱) جہاد (۲) جمعہ (۳) جماعت (۴) حج میں شرکت لازم نہیں ہے (۵) گواہ (۶) قاضی (۷) امیر نہیں بن سکتے (۸) نابینا آنکھ میں دیت کے احکام جاری نہ ہوں گے (۹) نابینا کی امامت نماز میں مکروہ ہے الا یہ کہ یہی نابینا دوسرے لحاظ سے سب پر فائق ہو (۱۰) بطور کفارہ کے نابینا غلام آزاد کرنا صحیح نہیں ہے (۱۱) قبلہ کی تعیین میں نابینا کے اجتہاد کا اعتبار نہ ہوگا (۱۲) نابینا کا ذبیحہ مکروہ ہے۔

(طحطاوی علی الدر اور ردالمحتار)

وَلَوْ اشْتَرَى مَا رَأَى حَالَ كَوْنِهِ قَاصِدًا لِشِرَائِهِ عِنْدَ رُؤْيَتِهِ، فَلَوْ رَآهُ لَا لِقَصْدِ شِرَاءٍ ثُمَّ شَرَاهُ، قِيلَ: لَهُ الْخِيَارُ ظَهِيرِيَّةٌ، وَوَجْهُهُ ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَأَمَّلُ التَّأَمُّلَ الْمُفِيدَ بَحْرٌ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَلِقُوَّةِ مُدْرَكِهِ عَوَّلْنَا عَلَيْهِ عَالِمًا بِأَنَّهُ مَرْئِيُّهُ السَّابِقُ وَقْتَ الشِّرَاءِ فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ خُيِّرَ لِعَدَمِ الرِّضَا دُرَرٌ فَلَا خِيَارَ لَهُ إلَّا إذَا تَغَيَّرَ فَيُخَيَّرُ. رَأَى ثِيَابًا فَرَفَعَ الْبَائِعُ بَعْضَهَا ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ وَلَا يَعْرِفُهُ فَلَهُ الْخِيَارُ وَكَذَا لَوْ كَانَا مَلْفُوفَيْنِ وَثَمَنُهُمَا مُتَفَاوِتٌ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَكُونُ الْأَرْدَأُ بِالْأَكْثَرِ ثَمَنًا وَلَوْ سَمَّى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الثِّيَابِ عَشَرَةً لَا خِيَارَ لَهُ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ لَمَّا لَمْ يَخْتَلِفْ اسْتَوَيَا فِي الْأَوْصَافِ "بَحْرٌ"

ترجمہ: خریدنے کے ارادے سے دیکھی ہوئی چیز خریدی تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اس کو خریدنے کا ارادہ کیے بغیر دیکھا پھر اس کو خریدا تو کہا گیا کہ اس کے لیے خیار ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ خریدنے کا ارادہ کیے بغیر دیکھنے والا زیادہ غور وفکر نہیں کرتا ہے جیسا کہ بحر میں ہے نیز مصنف نے کہا ہے کہ ہم نے قوت دلیل کی بنیاد پر اس قول پر اعتماد کیا ہے مشتری کے خریدتے وقت یہ جانتے ہوئے کہ اس نے مبیع کو پہلے دیکھا ہے لیکن اگر اس کو یہ یاد نہیں ہے تو راضی ہونے کی صورت میں اس کو اختیار ملے گا جیسا کہ درر میں ہے ورنہ اس کو اختیار نہ ملے گا الا یہ کہ مبیع میں تبدیلی واقع ہو جائے تو اس کو اختیار ملے گا، تو مشتری نے چند کپڑے دیکھے مگر بائع نے ان میں سے بعض کو اٹھا لیا، پھر مشتری نے باقی کپڑے خرید لیے، حالاں کہ وہ ان کپڑوں کے بارے میں نہیں جانتا ہے، تو مشتری کو خیار ہوگا، ایسے ہی مشتری کو خیار ہوگا، اگر کپڑے لپٹے ہوئے ہوں اور ان دونوں کی قیمت الگ الگ ہو، اس لیے کہ بسا اوقات زیادہ قیمت کے بدلے گھٹیا مال مل جاتا ہے اور اگر کپڑوں میں سے

ہر ایک کے دس درہم متعین کر دیئے، تو مشتری کے لیے خیار نہ ہوگا اس لیے کہ ثمن جب مختلف نہیں ہوا تو دونوں اوصاف میں برابر ہوئے جیسا کہ بحر میں ہے۔

دیکھی ہوئی چیز خریدنا

و لو اشتری ما رای الخ: دیکھی ہوئی چیز خریدنے کی دو حالتیں (۱) اس کو ویسے ہی دیکھا تھا خریدنے کا ارادہ نہ تھا، بعد میں خریدنے کا ارادہ ہوا، اس نے خرید بھی لیا، تو اب مشتری کو خیار ملے گا (۲) مبیع کو خریدنے کے ارادے سے دیکھا تھا، لیکن اس وقت خریدا نہیں بعد میں خریدا، تو اگر اس کو یہ یاد ہے کہ مبیع کو کس حال میں دیکھا تھا، تو خیار نہ ملے گا، لیکن اگر وہ اس کو بھول گیا یا مبیع میں تبدیلی واقع ہوگئی تو ان دونوں صورتوں میں بھی خیار ملے گا۔

وَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ بِيَمِينِهِ إِذَا اخْتَلَفَا فِي التَّغْيِيرِ هَذَا لَوْ الْمُدَّةُ قَرِيبَهُ وَإِنْ بَعِيدَةً فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي عَمَلًا بِالظَّاهِرِ. وَفِي الظَّهِيرِيَّةِ: الشَّهْرُ فَمَا فَوْقَهُ بَعِيدٌ. وَفِي الْفَتْحِ: الشَّهْرُ فِي مِثْلِ الدَّابَّةِ وَالْمَمْلُوكِ قَلِيلٌ كَمَا أَنَّ الْقَوْلَ لِلْمُشْتَرِي بِيَمِينِهِ لَوْ اخْتَلَفَا فِي أَصْلِ الرُّؤْيَةِ؛ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الرُّؤْيَةَ، وَكَذَا لَوْ أَنْكَرَ الْبَائِعُ كَوْنَ الْمَرْدُودِ مَبِيعًا فِي بَيْعٍ بَاتٍّ أَوْ فِيهِ خِيَارُ شَرْطٍ أَوْ رُؤْيَةٍ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي، وَلَوْ فِيهِ خِيَارُ عَيْبٍ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ يَنْفَرِدُ بِالْفَسْخِ فِي الْأَوَّلِ لَا الْأَخِيرِ.

ترجمہ: بائع کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ جب دونوں اختلاف کریں مبیع کے بدل جانے کے سلسلے میں یہ اس وقت ہے جب مدت قریب ہو اگر مدت زیادہ ہو جائے تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا ظاہر پر عمل کرتے ہوئے، ظہیریہ میں ہے ایک مہینہ اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر میں کہ جانور اور غلام کے مثل میں ایک مہینہ کم ہے جیسے مشتری کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اگر دونوں اصل رویت میں اختلاف کریں، اس لیے کہ مشتری رویت کا منکر ہے ایسے ہی اگر بائع نے بیع قطعی، خیار شرط خیار رویت والی بیع میں واپس کی جانے والی مبیع کا انکار کیا، تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر اس میں خیار عیب ہے تو بائع کے قول کا اعتبار ہوگا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مشتری تنہا فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے نہ کہ اخیر میں۔

مبیع کے اندر تبدیلی کی صورت میں

و القول للبائع بیمینہ الخ: بائع اور مشتری کے درمیان اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ بائع کہتا ہے یہ وہی مبیع ہے اور مشتری کہتا ہے کہ یہ وہ مبیع نہیں ہے، بلکہ دوسری ہے اگر مدت قریب ہے، تو بائع کی بات مانی جائے گی لیکن اگر بیع کے بعد اختلاف کے وقت تک مدت زیادہ گزر چکی ہے تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔

فائدہ

فقہا کے اقل مدت ایک مہینہ ہے اور ایک مہینہ سے زیادہ ہونے کی صورت میں مدت زیادہ مانی جائے گی لیکن اس رائے سے بھی بات نہ بن سکی، اس لیے کہ کچھ ایسی بھی چیزیں ہیں جن میں ایک ماہ کی مدت بہت کم ہے جیسے کوئی جانور اور بہت ایسی چیزیں ہیں جن میں ایک مہینہ کی مدت بہت ہوتی ہے، بلکہ ان کو ایک مہینہ تک صحیح سلامت رکھنا ممکن بھی نہیں ہوتا ہے، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ مدت کی کمی بیشی کا مدار مبیع پر ہے، جیسی مبیع ہوگی ویسی ہی مدت طے کی جائے گی، قال

الشرنبلالي المدة تختلف باختلاف الشياه۔ (طحطاوی علی الرد: ۳/ ۴۴)

رویت میں اختلاف ہونا

لو اختلفا في اصل الرؤية الخ: بائع کہتا ہے کہ مشتری نے مبیع دیکھی ہے، لیکن مشتری کہتا ہے کہ میں نے سرے سے مبیع دیکھی ہی نہیں ہے، تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ مشتری منکر ہے اور منکر کے قول کا اعتبار ہوتا ہے۔

اشْتَرَى عِدْلًا مِنْ مَتَاعٍ وَلَمْ يَرَهُ وَبَاعَ أَوْ لَبِسَ نَهْرَ مِنْهُ ثَوْبًا بَعْدَ الْقَبْضِ أَوْ وَهَبَ وَسَلَّمَ رَدَّهُ بِخِيَارِ عَيْبٍ لَا بِخِيَارِ رُؤْيَةٍ أَوْ شَرْطٍ . الْأَصْلُ أَنَّ رَدَّ الْبَعْضِ يُوجِبُ تَفْرِيقَ الصَّفْقَةِ وَهُوَ بَعْدَ التَّمَامِ جَائِزٌ لَا قَبْلَهُ فَخِيَارُ الشَّرْطِ وَالرُّؤْيَةِ يَمْنَعَانِ تَمَامَهَا، وَخِيَارُ الْعَيْبِ يَمْنَعُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا بَعْدَهُ،وَهَلْ يَعُودُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ بَعْدَ سُقُوطِهِ عَنْ الثَّانِي لَا كَخِيَارِ شَرْطٍ،وَصَحَّحَهُ قَاضِي خَانْ وَغَيْرُهُ.

ترجمہ: سامان کا گٹھر خریدا حالاں کہ مشتری نے اس کو دیکھا نہیں اور قبضہ کرنے کے بعد اس میں سے، ایک کپڑا بیچ دیا یا پہن لیا یا ہبہ کر دیا یا دوسرے کو قبضہ کرا دیا، تو اس کو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرے گا نہ کہ خیار شرط کی وجہ سے اصول یہ ہے کہ بعض مبیع کا لوٹانا تفرق صفقہ کا موجب ہے اور یہ تمام کے بعد جائز ہے، اس سے پہلے نہیں چناں چہ خیار رویت دونوں بیع کے تمام ہونے سے مانع ہیں، قبضہ کرنے سے پہلے، اس کے بعد نہیں۔ اور کیا خیار رویت اس کے ساقط ہونے کے بعد لوٹے گا امام یوسف سے منقول ہے کہ لوٹے گا نہیں خیار شرط کے طرح، اس کو قاضی خاں وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

گٹھر خرید کر اس میں تصرف کرنا

اشتری عدلا من متاع و لم یرہ الخ: کسی شخص نے سامان جانچ کیے بغیر خرید لیا پھر اس نے قبضہ کر کے تصرف کر لیا اس گٹھر میں بعض سامان خراب نکلے تو ان گھٹیا سامانوں کو خیار عیب کی وجہ سے تو واپس کر سکتا ہے لیکن خیار رویت کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے، اس لیے کہ اصول ہے کہ بعض مبیع کو واپس کرنے کی صورت میں تفرق صفقہ ہوتا ہے اور تفرق جب ہی ہوگا کہ پہلا عقد مکمل ہو گیا ہو اور یہ خیار عیب کی صورت میں تو ممکن ہے؛ لیکن خیار رویت اور خیار شرط کی صورت میں ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں عقد مکمل ہوتا ہی نہیں ہے، اس لیے کہ تفرق صفقہ ہو نہیں سکتا اور جب تفرق صفقہ ہو نہیں سکتا تو بعض مبیع کو واپس کر کے بعض کو اپنے پاس رکھ لے یہ صحیح نہیں ہوگا۔

فُرُوعٌ: شَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ لَيْسَ لِلْبَائِعِ مُطَالَبَتُهُ بِالثَّمَنِ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ. وَلَوْ تَبَايَعَا عَيْنًا بِعَيْنٍ فَلَهُمَا الْخِيَارُ مُجْتَبَى. شَرَى جَارِيَةً بِعَبْدٍ وَأَلْفٍ فَتَقَابَضَا ثُمَّ رَدَّ بَائِعُ الْجَارِيَةِ بِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ لَمْ يَبْطُلْ الْبَيْعُ فِي الْجَارِيَةِ بِحِصَّةِ الْأَلْفِ ظَهِيرِيَّةٌ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ لَا خِيَارَ فِي الدَّيْنِ. أَرَادَ بَيْعَ ضَيْعَةٍ وَلَا يَكُونُ لِلْمُشْتَرِي خِيَارُ رُؤْيَةٍ، فَالْحِيلَةُ أَنْ يُقِرَّ بِثَوْبٍ لِإِنْسَانٍ ثُمَّ يَبِيعَ الثَّوْبَ مَعَ الضَّيْعَةِ، ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ يَسْتَحِقُّ الثَّوْبَ الْمُقَرَّبِهِ فَيَبْطُلُ خِيَارُ الْمُشْتَرِي لِلُزُومِ تَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ وَهُوَ لَا يَجُوزُ إلَّا فِي الشُّفْعَةِ وَالْوَالِجِيَّةُ. شَرَى شَيْئَيْنِ وَبِأَحَدِهِمَا عَيْبٌ، إنْ قَبَضَهُمَا لَهُ رَدُّ الْمَعِيبِ وَإِلَّا لَا لِمَا مَرَّ.

ترجمہ: کسی نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی، تو بائع کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے ثمن کا مطالبہ کرے دیکھنے سے

پہلے، اگر دونوں نے بیع کی، عین کی عین کے بدلے، تو ان دونوں کو اختیار ہوگا، جیسا کہ مجتبی میں ہے، باندی خریدی غلام اور ایک ہزار کے عوض میں اور دونوں پہ قبضہ کیا، پھر جاریہ کے بائع نے غلام کو واپس کر دیا خیار رویت کی بنیاد پر، تو جاریہ میں ایک ہزار کے بقدر میں بیع باطل نہ ہوگی، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، جیسا کہ گزر چکا کہ دین میں خیار نہیں ہوتا، زمین بیچنے کا ارادہ کیا یہ سوچ کر کہ مشتری کے لیے خیار نہ رہے، تو حیلہ یہ ہے کہ، کسی انسان کے لیے ایک کپڑے کا اقرار کرے پھر اس کپڑے کو زمین کے ساتھ بیچ دے، پھر مقرلہ اس کپڑے کا مستحق ہو جائیگا اور تفرق صفقہ لازم آنے کی وجہ سے، مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا، یہ صرف شفعہ میں جائز ہے، جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے، کسی نے دو چیز خریدی ان میں سے ایک معیوب ہے، اگر ان دونوں پہ قبضہ کر لیا ہے، تو عیب دار کو واپس کرے ورنہ نہیں۔

خیار رویت میں ثمن کا مطالبہ

شری شیئا لم یرہ الخ: بیع خیار رویت کی صورت میں بائع اس وقت تک ثمن کا مطالبہ نہیں کر سکتا جب تک کہ مشتری مبیع کو دیکھ نہ لے۔

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

خیار شرط اور خیار رویت یہ دونوں مکمل طور پر بیع ہونے سے روکتے ہیں اور خیار عیب میں بیع تو مکمل ہو جاتی ہے، لیکن حکم بیع یعنی ملکیت لازم نہیں ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو مکمل طور پر بیع کے لیے مانع ہو وہ اس سے اقوی ہوتا ہے اور جو اقوی ہوتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے اور جو صرف لزوم حکم سے مانع ہو وہ اضعف ہوتا ہے، اور جو اضعف ہوتا ہے، وہ مؤخر ہوتا ہے، اس لیے خیار عیب کو مؤخر کیا ہے۔

هُوَ لُغَةً مَا يَخْلُو عَنْهُ أَصْلُ الْفِطْرَةِ السَّلِيمَةِ. وَشَرْعًا مَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ مَنْ وَجَدَ بِمَشْرِيِّهِ مَا يَنْقُصُ الثَّمَنَ وَلَوْ يَسِيرًا جَوْهَرَةٌ عِنْدَ التُّجَّارِ الْمُرَادُ أَرْبَابُ الْمَعْرِفَةِ بِكُلِّ تِجَارَةٍ وَصَنْعَةٍ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ أَوْ رَدَّهُ مَا لَمْ يَتَعَيَّنْ إمْسَاكُهُ كَحَلَالَيْنِ أَحْرَمَا أَوْ أَحَدُهُمَا. وَفِي الْمُحِيطِ: وَصِيٌّ أَوْ وَكِيلٌ أَوْ عَبْدٌ مَأْذُونٌ شَرَى شَيْئًا بِأَلْفٍ وَقِيمَتُهُ ثَلَاثُ آلَافٍ لَمْ يَرُدَّهُ بِعَيْبٍ لِلْإِضْرَارِ بِيَتِيمٍ وَمُوَكِّلٍ وَمَوْلًى، بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ وَالرُّؤْيَةِ أَشْبَاهٌ. وَفِي النَّهْرِ: وَيَنْبَغِي الرُّجُوعُ بِالنُّقْصَانِ كَوَارِثٍ اشْتَرَى مِنْ التَّرِكَةِ كَفَنًا وَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا، وَلَوْ تَبَرَّعَ بِالْكَفَنِ أَجْنَبِيٌّ لَا يَرْجِعُ، وَهَذِهِ إحْدَى سِتِّ مَسَائِلَ لَا رُجُوعَ فِيهَا بِالنُّقْصَانِ مَذْكُورَةٌ فِي الْبَزَّازِيَّةِ، وَذَكَرْنَا فِي شَرْحِنَا لِلْمُلْتَقَى مَعْزِيًّا لِلْقُنْيَةِ أَنَّهُ قَدْ يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَلَا يَرْجِعُ بِالثَّمَنِ

ترجمہ: وہ لغت کے اعتبار سے وہ ہے کہ جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو اور شرعا وہ ہے جسے مصنف نے اپنے قول میں بیان کیا کہ جس نے اپنی مبیع میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جائے، اگر چہ کم ہو، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، تاجروں کے نزدیک تجار سے مراد، ہر طرح کی صنعت وتجارت جاننے والے لوگ ہیں، جسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے، اس کو پورے ثمن سے لے لے یا رد کر دے اس وقت تک جب تک کہ اس کو روک لینا متعین نہ ہو جائے، جیسے دو حلال نے صید کی بیع کے بعد احرام باندھا یا ایک نے احرام باندھا، تو اب مبیع کا لوٹانا ممتنع ہو گیا، محیط میں ہے کہ وصی، وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ایک

ہزار میں خریدی حالاں کہ اس کی قیمت تین ہزار ہے، تو عیب کی وجہ سے واپس نہ کرے خیار شرط اور خیار رویت کے خلاف کہ اشباہ میں ہے، یتیم موکل اور مولیٰ کو نقصان ہونے کی وجہ سے اور نہر میں ہے کہ بقدر نقصان رجوع مناسب ہے، جیسے کسی وارث نے، ترکہ سے کفن خریدا، لیکن اس میں عیب پایا، اور اگر کسی اجنبی نے کفن کے ذریعہ تبرع کیا، تو نقصان کا عوض نہ لے، یہ ان چھ مسائل میں سے ایک ہے جس میں نقصان کا عوض نہیں ہے، جو بزازیہ میں مذکور ہے اور ہم نے اپنی شرح ملتقی میں قنیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کبھی عیب کی وجہ سے مبیع واپس ہو جاتی ہے، لیکن ثمن نہیں ملتا ہے۔

مبیع کب تک واپس کرسکتا ہے

اخذہ بکل الثمن او ردہ الخ: عیب کا علم ہوا قبضے سے پہلے، مشتری نے بیع ختم کردی تو بیع ختم ہو جائے گی، لیکن اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا اس کے بعد عیب کا پتا چلتا ہے تو اب محض اپنی مرضی سے بیع فسخ نہیں کرسکتا، بل کہ قضائے قاضی یا بائع کی رضامندی ضروری ہے، بیع فسخ ہونے کی صورت میں مشتری اپنا کل ثمن لے لے گا، لیکن اگر وہ اسی عیب دار مبیع کو رکھنے کے لیے تیار ہو جائے تو پورے ثمن کے عوض میں رکھے عیب کی وجہ سے ثمن میں کمی نہ کرے، اس لیے کہ عیب کی وجہ سے وصف میں کمی آجاتی ہے اور وصف کے بدلے میں ثمن نہیں ہوا کرتا ہے، اس لیے عیب کی وجہ سے ثمن کم نہ کرے۔ یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب تک معیوب مبیع کا واپس کرنا ازروئے شرع صحیح ہو، لیکن اگر مبیع کا واپس کرنا مشکل ہو جائے اور مبیع کا مشتری کے پاس رہنا متعین ہو جائے تو اب مشتری عیب کی وجہ سے مبیع واپس نہیں کرسکتا، جیسے دو آدمی نے ایک شکار کی بیع کی اور بیع کے بعد دونوں نے احرام باندھ لیا یا دونوں میں سے ایک نے احرام باندھ لیا احرام باندھنے کے بعد مشتری کو پتا چلا کہ مبیع میں تو عیب ہے اور یہ مبیع شکار ہے، جس میں تصرف کرنے سے محرم معذور ہے، اس لیے اب وہ واپس بھی نہیں کرسکتا جب واپس نہیں کرسکتا، تو اب مبیع مشتری کے پاس رہنا متعین ہو گیا اس لیے محرم نہ ہی شکار کرسکتا ہے اور نہ ہی شکار میں تصرف کرسکتا ہے، اگر کوئی شخص حالت احرام میں خریدا ہوا شکار عیب کی وجہ سے واپس کرتا ہے، تو یہ شکار میں اس کا تصرف مانا جائے گا جو ممنوع ہے، اس لیے صورت مذکورہ میں محرم عیب کی بنیاد پر مبیع واپس نہیں کرسکتا ہے۔

کم دام میں خریدنا

شری شیئا بالف و قیمتہ ثلاثۃ آلاف الخ: ایک عیب دار چیز تھی بائع نے اس کا دام کم لگایا مشتری نے خرید لی بعد میں پتا چلا کہ عیب دار ہے، تو اب مشتری اس عیب دار سامان کو خیار عیب کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتا اس لیے کہ اس نے عیب کی وجہ سے پہلے ہی اس کی قیمت کم کردی ہے، اب بھی اگر واپس کردے گا، تو اس کو نقصان کا سامنا ہے۔

كَالْإِبَاقِ إِذَا أَبَقَ مِنَ الْمُشْتَرِي إِلَى الْبَائِعِ فِي الْبَلْدَةِ وَلَمْ يَخْتَفِ عِنْدَهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِعَيْبٍ. وَاخْتُلِفَ فِي الثَّوْرِ، وَالْأَحْسَنُ أَنَّهُ عَيْبٌ، وَلَيْسَ لِلْمُشْتَرِي مُطَالَبَةُ الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ قَبْلَ عَوْدِهِ مِنَ الْإِبَاقِ ابْنُ مَلَكٍ قُنْيَةٌ

ترجمہ: جیسے بھاگنا، الا یہ کہ مشتری سے بائع کی طرف بھاگے اسی شہر میں اور وہاں چھپ کر نہیں رہا تو یہ عیب نہیں ہے، بیل کے بھاگنے میں اختلاف ہے، حالاں کہ صحیح بات یہ ہے کہ عیب ہے مشتری کے لیے جائز نہیں ہے، کہ وہ غلام کا

بھاگنے سے واپسی تک بائع سے ثمن کا مطالبہ کرے، جیسا کہ ابن مالک اور قنیہ میں ہے۔

مبیع کا پہلا عیب کالاباق الا اذا ابق من المشتری الخ: خریدا ہوا سامان ایسا ہے، جو چلنے پھرنے پر قادر ہے جیسے، غلام باندی یا کوئی اور جانور، اگر ایک شہر سے بھاگ کر دوسرے شہر میں چلے گئے، یا بھاگ کر ہیں اسی شہر میں، لیکن شہر بڑا ہونے کی وجہ سے پتا نہیں چلتا، چھپ گئے تو ایسی صورت میں بھاگنا مانا جائے گا، جو عیب ہے۔

وَالْبَوْلِ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةِ إِلَّا إِذَا سَرَقَ شَيْئًا لِلْأَكْلِ مِنَ الْمَوْلَى أَوْ يَسِيرًا كَفَلْسٍ أَوْ فَلْسَيْنِ؛ وَلَوْ سَرَقَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي أَيْضًا فَقُطِعَ رَجَعَ بِرُبُعِ الثَّمَنِ لِقَطْعِهِ بِالسَّرِقَتَيْنِ جَمِيعًا؛ وَلَوْ رَضِيَ الْبَائِعُ بِأَخْذِهِ رَجَعَ بِثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ ثَمَنِهِ عَيْنِيٌّ (وَكُلُّهَا تَخْتَلِفُ صِغَرًا) أَيْ مِنَ التَّمْيِيزِ وَقَدَّرُوهُ بِخَمْسِ سِنِينَ، أَوْ أَنْ يَأْكُلَ وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ، وَتَمَامُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ فَلَوْ لَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَلْبَسْ وَحْدَهُ لَمْ يَكُنْ عَيْبًا ابْنُ مَلَكٍ (وَكِبَرًا) ؛ لِأَنَّهَا فِي الصِّغَرِ لِقُصُورِ عَقْلٍ وَضَعْفِ مَثَانَةٍ عَيْبٌ، وَفِي الْكِبَرِ لِسُوءِ اخْتِيَارٍ وَدَاءٍ بَاطِنٍ عَيْبٌ آخَرُ، فَعِنْدَ اتِّحَادِ الْحَالَةِ بِأَنْ ثَبَتَ إِبَاقُهُ عِنْدَ بَائِعِهِ ثُمَّ مُشْتَرِيهِ كِلَاهُمَا فِي صِغَرِهِ أَوْ كِبَرِهِ لَهُ الرَّدُّ لِاتِّحَادِ السَّبَبِ، وَعِنْدَ الِاخْتِلَافِ لَا لِكَوْنِهِ عَيْبًا حَادِثًا كَعَبْدٍ حُمَّ عِنْدَ بَائِعِهِ ثُمَّ حُمَّ عِنْدَ مُشْتَرِيهِ، إِنْ مِنْ نَوْعِهِ لَهُ رَدُّهُ وَإِلَّا لَا عَيْنِيٌّ. بَقِيَ لَوْ وَجَدَهُ يَبُولُ ثُمَّ تَعَيَّبَ حَتَّى رَجَعَ بِالنُّقْصَانِ ثُمَّ بَلَغَ هَلْ لِلْبَائِعِ أَنْ يَسْتَرِدَّ النُّقْصَانَ لِزَوَالِ ذَلِكَ الْعَيْبِ بِالْبُلُوغِ يَنْبَغِي نَعَمْ "فَتْحٌ"

ترجمہ: اور بستر میں پیشاب کرنا اور چوری کرنا، الا یہ کہ مولی سے کھانے کے لیے کوئی چیز چرائے یا کم ہو جیسے ایک یا دو پیسے اور اگر مشتری کے پاس بھی چوری کی، چناں چہ اس کا ہاتھ کاٹا گیا، تو ثمن کی ایک چوتھائی واپس کرے گا، دو چوریوں کے سبب سے کاٹے جانے کی وجہ سے ملا کر اور اگر بائع اس کو لینے کے لیے راضی ہو جائے، تو اس کے ثمن میں سے تین چوتھائی لے گا، جیسا کہ عینی میں ہے اور یہ سب مختلف ہوتا ہے چھوٹے میں، جس کی مقدار پانچ سال ہے اور یا کہ تنہا کھائے یا پہنے اور اس کی پوری بحث جوہرہ میں ہے، اور اگر وہ تنہا نہ کھاتا ہے نہ پہنتا ہے، تو عیب نہیں ہے، جیسا کہ ابن ملک میں ہے اور بڑے میں اس لیے کہ چھوٹے میں عقل کی کمی اور مثانے کی کم زوری کی وجہ سے عیب ہے، اور بڑے میں بری عادت اور باطنی بیماری کی وجہ دوسرا عیب ہے، چناں چہ حالت کے اتحاد کے وقت، اس طور پر کہ اس کا بھاگنا ثابت ہے، بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے، یہ دونوں چھوٹے یا بڑے میں ہو عیب ہے، سبب اتحاد کی وجہ سے مشتری کے لیے واپس کرنا جائز ہے اور اختلاف کے وقت نہیں اس لیے کہ یہ نیا عیب ہے، جیسے غلام کو بخار آیا بائع کے پاس پھر آیا مشتری کے پاس اگر یہ بخار پہلی قسم کا ہے، تو مشتری کے لیے جائز ہے ورنہ نہیں جیسا کہ عینی میں ہے، یہ مسئلہ باقی رہ گیا کہ مشتری نے غلام کو بستر پر پیشاب کرتے ہوئے پایا پھر اس میں دوسرا عیب ہو گیا، یہاں تک کہ مشتری نے نقصان کے بقدر ثمن واپس کر لیا پھر بائع ہو گیا، تو کیا بائع کے لیے یہ جائز ہے کہ نقصان کے واپس کرنے کا مطالبہ کرے، اس عیب کے زائل ہونے کی وجہ سے، بلوغت کی بنیاد پر، مناسب یہ ہے کہ جواب ہاں میں ہو۔

دوسرا عیب

والبول في الفراش: بستر پر پیشاب کردیتا ہے، تو یہ عیب ہے کہ اس لیے کہ بعض مرتبہ مثانے کی کمزوری کی وجہ سے سونے کی حالت میں انجانے میں پیشاب ہو جایا کرتا ہے، لیکن اگر غلام بڑا ہے اس کے باوجود وہ پیشاب کرتا ہے، تو یہ اس کی بری عادت کی علامت ہے، یہ پیشاب کرنا بائع اور مشتری دونوں کے پاس ہے تو مشتری کے لیے جائز ہے کہ غلام کو واپس کردے؛ لیکن اگر بائع کے پاس تو پیشاب نہیں کرتا تھا، جب مشتری کے پاس آیا تو بستر پر پیشاب کرنا شروع کردیا، تو اب مشتری واپس نہیں کرسکتا، اس لیے کہ یہ وہ عیب ہے، جو بعد میں پیدا ہوا ہے، اور بعد میں پیدا ہونے والے عیب کی بنیاد پر، واپس نہیں کرسکتا۔

تیسرا عیب

والسرقة الخ: چوری کرنا بھی عیب ہے یہ اس صورت میں ہے کہ زیادہ مقدار میں چوری کرے، اگر پیسے دو پیسے چوری کرے یا کھانے کی کوئی چیز چرا کر کھائے، تو یہ چوری نہیں مانی جائیگی۔

وَالْجُنُونِ هُوَ اخْتِلَافُ الْقُوَّةِ الَّتِي بِهَا إِدْرَاكُ الْكُلِّيَّاتِ تَلْوِيحٌ، وَبِهِ عُلِمَ تَعْرِيفُ الْعَقْلِ أَنَّهُ الْقُوَّةُ الْمَذْكُورَةُ، وَمَعْدِنُهُ الْقَلْبُ وَشُعَاعُهُ فِي الدِّمَاغِ دُرَرٌ وَهُوَ لَا يَخْتَلِفُ بِهِمَا لِاتِّحَادِ سَبَبِهِ، بِخِلَافِ مَا مَرَّ، وَقِيلَ يَخْتَلِفُ عَيْنِيٌّ وَمِقْدَارُهُ فَوْقَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَلَا بُدَّ مِنْ مُعَاوَدَتِهِ عِنْدَ الْمُشْتَرِي فِي الْأَصَحِّ، وَإِلَّا فَلَا رَدَّ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: زِنَا الْجَارِيَةِ، وَالتَّوَلُّدُ مِنَ الزِّنَا، وَالْوِلَادَةُ فَتْحٌ. قُلْتُ: لَكِنْ فِي الْبَزَّازِيَّةِ الْوِلَادَةُ لَيْسَتْ بِعَيْبٍ إِلَّا أَنْ تُوجِبَ نُقْصَانًا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَاعْتَمَدَهُ فِي النَّهْرِ. وَفِيهِ: الْحَبَلُ عَيْبٌ فِي بَنَاتِ آدَمَ لَا فِي الْبَهَائِمِ وَالْجُذَامُ وَالْبَرَصُ وَالْعَمَى وَالْعَوَرُ وَالْحَوَلُ وَالصَّمَمُ وَالْخَرَسُ وَالْقُرُوحُ وَالْأَمْرَاضُ عُيُوبٌ، وَكَذَا الْأَدَرُ وَهُوَ انْتِفَاخُ الْأُنْثَيَيْنِ وَالْعِنِّينُ وَالْخَصِيُّ عَيْبٌ، وَإِنِ اشْتَرَى عَلَى أَنَّهُ خَصِيٌّ فَوَجَدَهُ فَحْلًا فَلَا خِيَارَ لَهُ "جَوْهَرَةٌ".

ترجمہ: اور جنون وہ دماغی قوت میں ایسا فتور ہے کہ جس سے آدمی کلیات کا ادراک کرتا ہے، جیسا کہ تلویح میں ہے، اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی، اس لیے کہ وہ قوت مذکورہ ہے، اس کا معدن دل ہے، اور اس کی روشنی دماغ میں ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اور جنون چھوٹے اور بڑے میں مختلف نہیں ہوتا ہے، اس کا سبب ایک ہونے کی وجہ سے، برخلاف جو گزر چکا، لیکن کہا گیا ہے کہ مختلف ہوتا ہے جیسا کہ عینی میں ہے، اور اس کی مقدار ایک دن رات ہے، مشتری کے پاس جنون کا لوٹنا ضروری ہے، اصح قول کے مطابق ورنہ واپس نہیں کرے گا، مگر تین عیب کی وجہ سے، (۱) باندی کا زانیہ ہونا (۲) زنا سے بچہ پیدا ہونا (۳) بچہ پیدا ہونا جیسا کہ فتح میں ہے، میں کہتا ہوں، لیکن بزازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں ہے، الا یہ کہ نقصان کا موجب ہو، اسی پر فتوی ہے، اسی پر نہر میں اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اس میں ہے کہ حمل عیب ہے عورتوں میں، بہائم میں نہیں کوڑھ برص، اندھا، کانا، بھینگا، بہرا، گونگا، زخم اور دوسری بیماریاں عیب ہیں، اور جیسے ادرا اور وہ دونوں خصیے کا پھول جانا ہے، عنین اور خصی عیب ہے اور جب خریدا اس شرط پر کہ یہ خصی ہے، لیکن اس کو سانڈ پایا، تو اس کو خیار نہ ہوگا، جوہرہ میں ہے۔

جنون بھی عیب ہے

والجنون هو اختلال القوة التي الخ: جنون عیب ہے، بائع کے پاس کبھی پاگل ہو جاتا تھا، ایسے ہی اگر مشتری کے پاس بھی پاگل ہو گیا۔ تو مشتری اس غلام کو واپس کرنے کا اختیار رکھتا

ہے،لیکن اگر مشتری کے پاس آ کر جنون ہونا ختم ہو گیا ہو اب مشتری کو واپس کرنے کا حق نہیں ہے،اس لیے کہ سمجھا جائے گا کہ جنون جو عیب تھا،اب وہ ختم ہو گیا، جنون چھوٹے اور بڑے دونوں کے لیے یکساں طور پر عیب ہے، اس لیے چھوٹے اور بڑے دونوں میں جنون کا سبب ایک ہے،یعنی فساد عقل اور جب سبب ایک ہے،تو حکم بھی ایک ہوگا یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے،اس لیے کہ صاحب ہدایہ نے جنون میں سبب متحد ہونے والی روایت کو نقل کیا ہے،لیکن سبب مختلف ہونے والے قول کو نقل نہیں کیا ہے۔

جنون کی مقدار

و مقداره فوق يوم و ليلة: جنون اگر ایک دن اور رات سے زیادہ رہتا ہے،تو جنون عیب مانا جائے گا، اس سے کم رہتا ہے،تو عیب نہ مانا جائے گا،جزم به الزيلعي۔(ردالمحتار:۷/۱۷۵)

زنا

الا فى ثلاث: زنا: باندی زانیہ ہے تو یہ اس میں عیب ہے اس عیب کی وجہ سے مشتری باندی کو واپس کر سکتا ہے۔

ولادت

و التولد من الزنا و الولادة: مشتری نے ایک باندی خریدی، اس کو بچہ پیدا ہو گیا، اگر یہ بچہ حرام نطفے سے ہے، تو یہ عیب ہے،لیکن اگر جائز طور پر ہے،تو صحیح بات یہ ہے کہ یہ عیب نہیں ہے، الا یہ کہ نقصان ہو،ثم رأيت في البزازية عن النهاية الولادة ليست بعيب الا ان توجب نقصانا و عليه الفتوى۔(ردالمحتار:۷/۱۷۶)

حمل

حمل باندی میں عیب ہے، اس لیے کہ خریدنے کے بعد مشتری اس باندی سے وطی کرنا چاہے گا یا نکاح کرنا چاہے گا،لیکن حمل کی وجہ سے مشتری یہ کام نہیں کر سکتا، اس لیے عیب ہے، البتہ جانوروں میں حمل عیب نہیں ہے۔

امراض

و الامراض عيوب: ایسا مرض جس سے قیمت میں کمی واقع ہو جائے شریعت کی نظر میں مرض ہے جیسے کوڑ، برص، وغیرہ، جس کی تفصیل اوپر شرح میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وَالْبَخَرِ نَتْنُ الْفَمِ وَالدَّفَرِ نَتْنُ الْإِبْطِ، وَكَذَا نَتْنُ الْأَنْفِ بَزَّازِيَّةٌ وَالزِّنَا وَالتَّوَلُّدِ مِنْهُ كُلُّهَا عَيْبٌ فِيهَا لَا فِيهِ وَلَوْ أَمْرَدَ فِي الْأَصَحِّ "خُلَاصَةٌ" إِلَّا أَنْ يَفْحُشَ الْأَوَّلَانِ فِيهِ بِحَيْثُ يَمْنَعُ الْقُرْبَ مِنَ الْمَوْلَى أَوْ يَكُونُ الزِّنَا عَادَةً لَهُ بِأَنْ يَتَكَرَّرَ أَكْثَرَ مِنْ مَرَّتَيْنِ، وَاللُّوَاطَةُ بِهَا عَيْبٌ مُطْلَقًا، وَبِهِ إِنْ مَجَّانًا، لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْأُبْنَةِ، وَإِنْ بِأَجْرٍ لَا "قُنْيَةٌ". وَفِيهَا: شَرَى حِمَارًا تَعْلُوهُ الْحُمُرُ إِنْ طَاوَعَ فَعَيْبٌ وَإِلَّا لَا، وَأَمَّا التَّخَنُّثُ بِلِينِ صَوْتٍ وَتَكَسُّرِ مَشْيٍ فَإِنْ كَثُرَ رُدَّ، لَا إِنْ قَلَّ "بَزَّازِيَّةٌ"

ترجمہ: بخر یعنی منہ کی بدبو، ذفر یعنی بغل کی بدبو، ایسے ہی ناک کی بدبو، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب باندی میں عیب ہیں، نہ کہ غلام میں، اگر چہ امرد ہو اصح قول کے مطابق جیسا کہ خلاصہ میں ہے، الا یہ کہ منہ اور بغل کی بدبو غلام میں زیادہ ہو اس طور پر کہ مولی کے قریب ہونا دشوار ہو، یا زنا اس کی عادت ہو، اس طور پر کہ دو بار سے زیادہ مکرر ہو جائے اور لواطت غلام میں مطلقا عیب ہے، اگر مفت ہو، اس لیے کہ یہ عیب کی دلیل ہے، اگر اجرت سے ہو تو نہیں، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اس میں ہے کہ کسی نے ایسا گدھا خریدا جس پر دوسرے گدھے چڑھتے ہیں اگر یہ گدھے کی مرضی سے ہو تو عیب ہے، ورنہ نہیں اور بہر حال عورت کی طرح نرم آواز سے بات کرنا اور مٹکا کر چلنا، اگر زیادہ، ہو تو واپس کرے گا، کم ہو تو نہیں، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

منہ، بغل اور ناک کی بدبو

و البخر نتن الفم و الذفر الخ: یہ تینوں چیزیں باندی میں عیب ہے اس لیے کہ مالک بعض دفعہ باندی کے ساتھ ہونا چاہتا ہے، اور تینوں چیزوں کی بدبو کی وجہ سے بدبودار باندی کے

ساتھ سونا دشوار ہوتا ہے، اس لیے یہ باندی کے حق میں تو عیب ہے، لیکن غلام کے حق میں عیب نہیں ہے، اس لیے کہ غلام سے صرف کام لینا مقصد ہوتا ہے، اوران بدبوؤں کے باوجود خدمت کی جاسکتی ہے، الا یہ کہ ان سب کی بدکواس قدر تیز ہو کہ آقا اپنے غلام کا قریب ہونا ہی برداشت نہ کر سکے تو پھر یہ بدبو غلام کے حق میں بھی عیب مانی جائے گی۔

زنا و الزنا: زنا باندی کے حق میں عیب ہے، لیکن غلام کے حق میں زنا عیب نہیں ہے، الا یہ کہ غلام اس کا عادی ہو اور بار باراس کام کو انجام دے چکا ہو، تو زنا غلام کے حق میں بھی عیب ہوگا، جس کی مقدار دو سے زیادہ مرتبہ زنا کرنا ہے۔

زنا سے ولادت و التولد منه: حرام نطفے سے باندی کو بچہ ہوا، تو یہ عیب ہے، اس لیے کہ بچے کو اس کا عار زندگی بھر جھیلنا پڑتا ہے۔

لواطت و اللواطة بها عيب مطلقا و به الخ: لواطت عیب ہے اور ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے فطرت سلیم کو نفرت بھی ہے اور مالکوں کو عار بھی ہوتا ہے، اس لیے خریدار لوطی غلام کو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

وَالْكُفْرِ بِأَقْسَامِهِ وَكَذَا الرَّفْضُ وَالِاعْتِزَالُ بَحْرٌ بَحْثًا عَيْبٌ فِيهِمَا وَلَوْ الْمُشْتَرِي ذِمِّيًّا سِرَاجٌ وَعَدَمِ الْحَيْضِ لِبِنْتِ سَبْعَةَ عَشَرَ وَعِنْدَهُمَا خَمْسَةَ عَشَرَ، وَيُعْرَفُ بِقَوْلِهَا إذَا انْضَمَّ إلَيْهِ نُكُولُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ مُلْتَقَى. وَلَا تُسْمَعُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ عِنْدَ الثَّانِي

ترجمہ: اور کفر اپنے قسموں کے ساتھ ایسے ہی رفض اور اعتزال، جیسا کہ بحر میں ہے بحثا، غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے، اگر چہ مشتری ذمی ہو، جیسا کہ سراج میں ہے اور سترہ سالہ باندی کو حیض نہ آنا اور ان دونوں کے نزدیک پندرہ سالہ اور یہ باندی کے اقرار سے جانا جائے گا، جب کہ اس میں بائع کا انکار مل جائے یہ خواہ قبضے سے پہلے ہو یا بعد میں یہی صحیح ہے، جیسا کہ ملتقی میں ہے، اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک تین مہینے سے کم میں نہیں سنا جائے گا۔

کفر و الکفر باقسامه الخ: کسی نے اس شرط پر غلام یا باندی کو خریدا کہ مسلمان ہے، بعد میں پتا چلا کہ کافر ہے، تو اس عیب کی وجہ سے مشتری غلام یا باندی کو واپس کر سکتا ہے، خواہ مشتری مسلمان ہو یا کافر، اس لیے کہ مسلمان کو کافر کی صحبت سے نفرت ہوتی ہے، اور یہ کافر کے حق میں اس لیے عیب ہے کہ اسلام خیر محض ہے۔

باطل فرقے کا ہونا و کذا الرفض و الاعتزال: غلام کو یہ سمجھ کر خریدا کہ اس کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے بعد میں پتا چلا کہ اس کا تعلق کسی باطل فرقے سے ہے، تو اس عیب کی بنیاد پر مشتری اس غلام کو واپس کر سکتا ہے۔

حیض نہ آنا و عدم الحیض الخ: جوان باندی خریدی، مشتری نے سمجھا کہ سب کچھ ٹھیک ہے، لیکن بعد میں پتا چلا کہ اس جوان باندی کو حیض نہیں آرہا ہے، تو جوان عورت کو حیض نہ آنا ایک بیماری ہے، اس بیماری کی وجہ سے مشتری باندی کو واپس کر سکتا ہے۔

وَالِاسْتِحَاضَةُ وَالسُّعَالِ الْقَدِيمِ لَا الْمُعْتَادُ وَالدَّيْنِ الَّذِي يُطَالَبُ بِهِ فِي الْحَالِ لَا الْمُؤَجَّلُ لِعِتْقِهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِعَيْبٍ كَمَا نَقَلَهُ مِسْكِينٌ عَنْ الذَّخِيرَةِ، لَكِنْ عَمَّمَ الْكَمَالُ وَعَلَّلَهُ بِنُقْصَانِ وَلَائِهِ وَمِيرَاثِهِ

ترجمہ: اور استحاضہ، پرانی کھانسی نہ کہ عادت کی کھانسی اور ایسا قرض جس کا فی الحال مطالبہ ہو عیب ہے نہ کہ ایسا قرض نہیں، جو اس کی آزادی پر موقوف ہو، اس لیے کہ یہ عیب نہیں ہے جیسا کہ سکنی نے اس کو ذخیرہ کے حوالے سے لکھا ہے، لیکن محقق کمال الدین نے دین کو عام رکھا ہے، اور ان کی دلیل ولا اور میراث میں نقصان ہونا ہے۔

استحاضہ

و الاستحاضة الخ: استحاضہ عیب ہے، اس لیے کہ یہ بھی ایک بیماری ہے۔

قدیم کھانسی

و السعال القديم الخ: پرانی کھانسی ہے، تو یہ بھی عیب ہے، لیکن اگر وقتی طور پر موسم کے تقاضے سے کھانسی ہوگئی ہے تو یہ عیب نہیں ہے، اس لیے کہ موسم کی بنیاد پر ہونے والی کھانسی ایسی نہیں ہوتی ہے کہ ختم نہ ہو جائے یہ تو دو چار دن میں ختم ہو جائے گی اس لیے کھانسی عیب نہیں ہے، البتہ پرانی کھانسی ہو تو وہ عیب ہے۔

قرض

و الدين الذى يطالب به فى الحال الخ: غلام یا باندی خریدنے کو تو خرید لیا، لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ غلام یا باندی مقروض ہے اور دائن قرض کا بھی مطالبہ کر رہا ہے، تو یہ عیب ہے لیکن اگر ایسا قرض ہے کہ دائن نے یہ کہہ کر قرض دیا ہے کہ ابھی لے جا جب تو آزاد ہوگا، تو قرض ادا کر دینا، ایسی صورت میں یہ قرض عیب نہ سمجھا جائے گا۔

وَالشَّعْرِ وَالْمَاءِ فِي الْعَيْنِ وَكَذَا كُلُّ مَرَضٍ فِيهَا فَهُوَ عَيْبٌ مِعْرَاجٌ كَسَبَلٍ وَحَوَصٍ وَكَثْرَةِ دَمْعٍ (وَالثُّؤْلُولِ) بِمُثَلَّثَةٍ كَزُنْبُورٍ بُثْرٌ صِغَارٌ صُلْبٌ مُسْتَدِيرٌ عَلَى صُوَرٍ شَتَّى جَمْعُهُ ثَآلِيلُ قَامُوسٌ وَقَيَّدَهُ بِالْكَثْرَةِ بَعْضُ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ وَكَذَا الْكَيُّ عَيْبٌ لَوْ عَنْ دَاءٍ وَإِلَّا لَا وَقَطْعُ الْأُصْبُعِ عَيْبٌ، وَالْأُصْبُعَانِ عَيْبَانِ، وَالْأَصَابِعُ مَعَ الْكَفِّ عَيْبٌ وَاحِدٌ، وَالْعَسَرُ وَهُوَ مَنْ يَعْمَلُ بِيَسَارِهِ فَقَطْ إلَّا أَنْ يَعْمَلَ بِالْيَمِينِ أَيْضًا كَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -، وَالشَّيْبُ، وَشُرْبُ خَمْرٍ جَهْرًا وَقِمَارٌ إنْ عُدَّ عَيْبًا، وَعَدَمُ خِتَانِهِمَا لَوْ كَبِيرَيْنِ مُوَلَّدَيْنِ وَعَدَمُ نَهْقِ حِمَارٍ، وَقِلَّةُ أَكْلِ دَوَابَّ، وَنِكَاحٌ، وَكَذِبٌ وَنَمِيمَةٌ، وَتَرْكُ صَلَاةٍ، وَلَكِنْ فِي الْقُنْيَةِ تَرْكُهَا فِي الْعَبْدِ لَا يُوجِبُ الرَّدَّ. وَفِيهَا: لَوْ ظَهَرَ أَنَّ الدَّارَ مَشْئُومَةٌ يَنْبَغِي أَنْ يَتَمَكَّنَ مِنْ الرَّدِّ؛ لِأَنَّ النَّاسَ لَا يَرْغَبُونَ فِيهَا. وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ: وَالْخَالُ عَيْبٌ لَوْ عَلَى الذَّقَنِ أَوْ الشَّفَةِ لَا الْخَدِّ، وَالْعُيُوبُ كَثِيرَةٌ بَرَّأَنَا اللَّهُ مِنْهَا.

ترجمہ: آنکھ میں بال اور پانی عیب ہے ایسے ہی آنکھ میں جو بھی مرض ہو وہ عیب ہے، جیسا کہ معراج میں ہے، جیسے موتیابند، آنکھ تنگ ہونا آنکھ سے پانی نکلنا اور مسا، تینوں حرکتوں کے ساتھ جیسے زنبور، چھوٹی سخت پھنسی مختلف طریقے سے گھیرے رہتی ہے، اس کی جمع ثالیل ہے جیسا کہ قاموس میں ہے اور ہدایہ کے بعض شارحین نے اس کو کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے ایسے ہی داغ عیب ہے اگر بیماری کی وجہ سے داغ ہو تب، ورنہ نہیں، ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب ہے دو انگلی کا کٹنا دو عیب ہے اور تمام انگلیوں کا ہتھیلی کے ساتھ کٹنا عیب واحد ہے، عسر وہ ہے جو صرف بائیں ہاتھ سے کام کرے، تو عیب ہے، مگر یہ کہ وہ دائیں ہاتھ سے بھی کام کرے تو عیب نہیں ہے جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، بوڑھا، علانیہ شراب پینا یا جوا کھیلنا اگر عیب شمار ہو،

دونوں کا ختنہ نہ ہونا اگر بڑے ہوں دارالاسلام میں پیدا ہوئے ہوں گدھے کا نہ بولنا جانور کا کم کھانا نکاح ہونا جھوٹ بولنا غیبت کرنا اور نماز چھوڑنا عیب ہے، لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد نہیں ہے اور اسی میں ہے کہ اگر پتا چل جائے کہ یہ گھر منحوس ہے، تو مناسب یہ ہے کہ مشتری واپس کرنے پر قادر ہو، اس لیے کہ لوگ ایسے گھر کے خریدنے میں رغبت نہیں رکھتے ہیں اور منظومہ محبیہ میں ہے اور خال عیب ہے اگر تھوڑی یا ہونٹ میں ہو نہ کہ گال میں اور عیوب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے حفاظت فرمائے۔

آنکھ میں بال اور پانی

والشعر والماء في العين: بعض آنکھ میں بال نکل آتا ہے جس کی وجہ سے آنکھ میں تکلیف ہوتی اور بینائی بھی ختم ہوجاتی ہے ایسا بال اگر آنکھ میں ہو یا آنکھ سے پانی بہتا ہے تو یہ دونوں چیزیں عیب ہیں۔

آنکھ کی دوسری بیماری

و كذا كل مرض فيها الخ: آنکھ کی جتنی بیماریاں ہیں سب عیب ہیں، آنکھ میں کوئی بیماری ہو تو مشتری خریدا ہوا غلام یا خریدی ہوئی باندی کو اس بیماری کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے۔

حَدَثَ عَيْبٌ آخَرُ عِنْدَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ فِعْلِ الْبَائِعِ، فَلَوْ بِهِ بَعْدَ الْقَبْضِ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَوَجَبَ الْأَرْشُ وَأَمَّا قَبْلَهُ فَلَهُ أَخْذُهُ أَوْ رَدُّهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ مُطْلَقًا، وَلَوْ بَرْهَنَ الْبَائِعُ عَلَى حُدُوثِهِ وَالْمُشْتَرِي عَلَى قِدَمِهِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُشْتَرِي، وَلَا يَرُدُّ جَبْرًا مَالَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ إِلَّا فِي بَلَدِ الْعَقْدِ بَحْرٌ. رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ إِلَّا فِيمَا اُسْتُثْنِيَ؛ وَمِنْهُ مَا لَوْ شَرَاهُ تَوْلِيَةً أَوْ خَاطَهُ لِطِفْلِهِ زَيْلَعِيٌّ أَوْ رَضِيَ بِهِ الْبَائِعُ جَوْهَرَةٌ. وَلَهُ الرَّدُّ بِرِضَا الْبَائِعِ إِلَّا لِمَانِعِ عَيْبٍ أَوْ زِيَادَةٍ كَأَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ فَاطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِهِ) أَيْ بِنُقْصَانِهِ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ بِالْقَطْعِ (فَإِنْ قَبِلَهُ الْبَائِعُ كَذَلِكَ لَهُ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ.

ترجمہ: مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہو گیا بائع کے تصرف کے بغیر، تو اگر یہ قبضے کے بعد ہوا تو بائع نقصان کے بقدر ثمن واپس کرے گا اور عیب جدید کا تاوان بائع پر واجب ہوگا اور بہر حال قبضے سے پہلے تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو لے یا رد کرکے پورا ثمن لے کر مطلقا اور اگر بائع نے گواہ پیش کیا عیب کے جدید ہونے کا اور مشتری نے عیب کے قدیم ہونے کا، تو بائع کے قول کا اعتبار ہوگا اور بینہ کی صورت میں مشتری کا اور مشتری زبردستی اس مبیع کو واپس نہ کرے جو بوجھ ہو یا اس میں خرچ کی حاجت ہو الا یہ کہ عقد والے شہر میں ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، تو مشتری نقصان کے بقدر ثمن واپس لے لے مگر ان مسائل میں جن کا استثنی ہوگیا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ اگر مشتری نے تولیتا یا اس کو اپنے بچے کے لیے کٹوایا جیسا کہ زیلعی میں ہے یا بائع اس سے راضی ہوگیا جیسا کہ جوہرہ میں ہے اور مشتری کے لیے واپس کرنا جائز ہے، بائع کی رضامندی سے الا یہ کہ عیب یا زیادتی کی بنیاد پر مانع ہوجائے، جیسے ایک کپڑا خرید کر کٹوالیا، پھر کسی عیب قدیم پر مطلع ہوا، تو نقصان کے بقدر واپس لے گا، کٹوانے کی بنیاد پر واپسی مشکل ہونے کی وجہ سے، اگر بائع اسی حال میں اس کو قبول کرلے، تو مشتری کے لیے واپس کرنا جائز ہے، اس لیے کہ بائع نے اپنا حق ساقط کردیا۔

نیا عیب

حدث عیب آخر عند المشتری الخ: مبیع میں عیب کی ایک حالت تو یہ ہے کہ خرید وفروخت کے وقت وہ عیب موجود تھا، اگر ایسا ہے، تو اس عیب کی وجہ سے مشتری مبیع واپس کرنے کا حق دار ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مبیع میں پہلے سے کچھ عیب تھا، اسی حال میں بیع ہوئی اور بیع کے بعد اب اس مبیع میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا، تو اس کی دو صورتیں ہے (۱) یہ نیا عیب بائع کے پاس پیدا ہوا (۲) یہ کہ یہ نیا عیب مشتری کے پاس پیدا ہوا۔ اگر بائع کے پاس پیدا ہوا، تو اس کی پانچ صورتیں ہیں (۱) بائع کے تصرف سے (۲) مشتری کے تصرف سے (۳) اجنبی سے (۴) خود مبیع سے (۵) قدرتی آفت سے اگر نیا عیب بائع کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو مبیع واپس کر دے اور اگر چاہے، تو نئے عیب کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے، اس کے بقدر ثمن واپس لے لے اور اگر عیب مشتری کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو پورا ثمن دینا ہوگا، اس لیے عیب کی وجہ سے قیمت کم نہ ہوگی، اس لیے کہ اس نقصان کا یہ خود ذمہ دار ہے، اگر عیب اجنبی کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورا ثمن دے کر مبیع کو لے لے اور اجنبی سے حرجانہ وصول کر لے اور اگر چاہے، تو مبیع واپس کر دے، اور اگر عیب جدید آفت سماوی یا خود مبیع سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری چاہے تو مبیع واپس کر دے، اور اگر چاہے تو بقدر نقصان ثمن کم کر کے مبیع لے لے۔ یہ تمام صورتیں اس حال میں ہیں کہ مبیع بائع کے پاس ہوں لیکن اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد عیب جدید پیدا ہوا ہے تو اس میں بھی یہی پانچ صورتیں ہیں احکام دو ہیں (۱) اگر عیب جدید مشتری، مبیع یا آفت سماوی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے تو عیب قدیم کی وجہ سے مبیع تو واپس نہیں کر سکتے البتہ قدیم عیب کی بنیاد پر ثمن کم کرا سکتے ہیں، لیکن اگر بائع خود ہی واپس لینے پر راضی ہو جائے، تو مبیع واپس کی جا سکتی ہے، (۲) بائع یا اجنبی کے تصرف سے عیب جدید پیدا ہوا ہے، تو مجرم پر حرجانہ لازم آئے گا واپس نہیں کر سکتا ہے، البتہ عیب قدیم کی وجہ سے ثمن میں کمی ہو سکتی ہے۔

حَدَثَ عَيْبٌ آخَرُ عِنْدَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ فِعْلِ الْبَائِعِ، فَلَوْ بِهِ بَعْدَ الْقَبْضِ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَوَجَبَ الْأَرْشُ وَأَمَّا قَبْلَهُ فَلَهُ أَخْذُهُ أَوْ رَدُّهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ مُطْلَقًا، وَلَوْ بَرْهَنَ الْبَائِعُ عَلَى حُدُوثِهِ وَالْمُشْتَرِي عَلَى قِدَمِهِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُشْتَرِي، وَلَا يَرُدُّ جَبْرًا مَالَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ إِلَّا فِي بَلَدِ الْعَقْدِ بَحْرٌ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ إِلَّا فِيمَا اُسْتُثْنِيَ؛ وَمِنْهُ مَا لَوْ شَرَاهُ تَوْلِيَةً أَوْ خَاطَهُ لِطِفْلِهِ زَيْلَعِيٌّ أَوْ رَضِيَ بِهِ الْبَائِعُ جَوْهَرَةٌ. وَلَهُ الرَّدُّ بِرِضَا الْبَائِعِ إِلَّا لِمَانِعِ عَيْبٍ أَوْ زِيَادَةٍ كَأَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ فَاطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ قَدِيمٍ رَجَعَ بِهِ أَيْ بِنُقْصَانِهِ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ بِالْقَطْعِ فَإِنْ قَبِلَهُ الْبَائِعُ كَذَلِكَ لَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ.

ترجمہ: مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہو گیا بائع کے تصرف کے بغیر، تو اگر یہ قبضے کے بعد ہوا تو بائع نقصان کے بقدر ثمن واپس کرے گا اور عیب جدید کا تاوان بائع پر واجب ہوگا اور بہر حال قبضے سے پہلے تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے یا رد کر کے پورا ثمن لے کر مطلقاً اور اگر بائع نے گواہ پیش کیا عیب کے جدید ہونے کا اور مشتری نے عیب کے قدیم ہونے کا، تو بائع کے قول کا اعتبار ہوگا اور بینہ کی صورت میں مشتری کا اور مشتری زبردستی اس مبیع کو واپس نہ کرے جو بوجھ ہو یا اس میں خرچ کی حاجت ہو الا یہ کہ عقد والے شہر میں ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، تو مشتری نقصان کے بقدر ثمن واپس لے لے مگر ان

مسائل میں جن کا استثنی ہو گیا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ اگر مشتری نے تولیتا یا اس کو اپنے بچے کے لیے کٹوایا جیسا کہ زیلعی میں ہے یا بائع اس سے راضی ہو گیا جیسا کہ جوہرہ میں ہے اور مشتری کے لیے واپس کرنا جائز ہے، بائع کی رضامندی سے الا یہ کہ عیب یا زیادتی کی بنیاد پر مانع ہو جائے، جیسے ایک کپڑا خرید کر کٹوالیا، پھر کسی عیب قدیم پر مطلع ہوا، تو نقصان کے بقدر واپس لے گا، کٹوانے کی بنیاد پر واپسی مشکل ہونے کی وجہ سے، اگر بائع اسی حال میں اس کو قبول کر لے، تو مشتری کے لیے واپس کرنا جائز ہے، اس لیے کہ بائع نے اپنا حق ساقط کر دیا۔

نیا عیب حدث عیب آخر عند المشتری الخ: مبیع میں عیب کی ایک حالت تو یہ ہے کہ خرید و فروخت کے وقت وہ عیب موجود تھا، اگر ایسا ہے، تو اس عیب کی وجہ سے مشتری مبیع واپس کرنے کا حق دار ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مبیع میں پہلے سے کچھ عیب تھا، اسی حال میں بیع ہوئی اور بیع کے بعد اب اس مبیع میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا، تو اس کی دو صورتیں ہے (۱) یہ نیا عیب بائع کے پاس پیدا ہوا (۲) یہ کہ یہ نیا عیب مشتری کے پاس پیدا ہوا۔ اگر بائع کے پاس پیدا ہوا، تو اس کی پانچ صورتیں ہیں (۱) بائع کے تصرف سے (۲) مشتری کے تصرف سے (۳) اجنبی سے (۴) خود مبیع سے (۵) قدرتی آفت سے اگر نیا عیب بائع کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو مبیع واپس کر دے اور اگر چاہے، تو نئے عیب کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے، اس کے بقدر ثمن واپس لے لے اور اگر عیب مشتری کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو پورا ثمن دینا ہوگا، اس لیے عیب کی وجہ سے قیمت کم نہ ہوگی، اس لیے کہ اس نقصان کا یہ خود ذمہ دار ہے، اگر عیب اجنبی کے تصرف سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورا ثمن دے کر مبیع کو لے لے اور اجنبی سے حرجانہ وصول کر لے اور اگر چاہے، تو مبیع واپس کر دے، اور اگر عیب جدید آفت سماوی یا خود مبیع سے پیدا ہوا ہے، تو مشتری چاہے تو مبیع واپس کر دے، اور اگر چاہے تو بقدر نقصان ثمن کم کر کے مبیع لے لے۔ یہ تمام صورتیں اس حال میں ہیں کہ مبیع بائع کے پاس ہوں لیکن اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد عیب جدید پیدا ہوا ہے تو اس میں بھی یہی پانچ صورتیں ہیں احکام دو ہیں (۱) اگر عیب جدید مشتری، مبیع یا آفت سماوی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے تو عیب قدیم کی وجہ سے مبیع تو واپس نہیں کر سکتے البتہ قدیم عیب کی بنیاد پر ثمن کم کرا سکتے ہیں، لیکن اگر بائع خود ہی واپس لینے پر راضی ہو جائے، تو مبیع واپس کی جا سکتی ہے، (۲) بائع یا اجنبی کے تصرف سے عیب جدید پیدا ہوا ہے، تو مجرم پر حرجانہ لازم آئے گا واپس نہیں کر سکتا ہے، البتہ عیب قدیم کی وجہ سے ثمن میں کمی ہو سکتی ہے۔

وَلَوْ اشْتَرَى بَعِيرًا فَنَحَرَ فَوَجَدَ أَمْعَاءَهُ فَاسِدًا لَا يَرْجِعُ لِإِفْسَادِ مَالِيَّتِهِ كَمَا لَا يَرْجِعُ (لَوْ بَاعَ الْمُشْتَرِي الثَّوْبَ كُلَّهُ أَوْ بَعْضَهُ أَوْ وَهَبَهُ بَعْدَ الْقَطْعِ لِجَوَازِ رَدِّهِ مَقْطُوعًا لَا مَخِيطًا كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ فَلَوْ قَطَعَهُ الْمُشْتَرِي وَخَاطَهُ أَوْ صَبَغَهُ بِأَيِّ صَبْغٍ كَانَ عَيْنِيٌّ أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ أَوْ خَبَزَ الدَّقِيقَ أَوْ غَرَسَ أَوْ بَنَى ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ لِحَقِّ الشَّرْعِ لِحُصُولِ الرِّبَا حَتَّى لَوْ تَرَاضَيَا عَلَى الرَّدِّ لَا يَقْضِي الْقَاضِي بِهِ "دُرَرٌ" وَ ابْنُ كَمَالٍ كَمَا يَرْجِعُ لَوْ بَاعَهُ أَيِ الْمُمْتَنِعُ رَدُّهُ فِي هَذِهِ الصُّوَرِ بَعْدَ رُؤْيَةِ الْعَيْبِ قَبْلَ الرِّضَا بِهِ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً أَوْ مَاتَ الْعَبْدُ الْمُرَادُ هَلَاكُ الْمَبِيعِ عِنْدَ الْمُشْتَرِي أَوْ أَعْتَقَهُ أَوْ دَبَّرَ أَوْ

اسْتَوْلَدَ أَوْ حَ قَبْلَ عِلْمِهِ بِعَيْبِهِ أَوْ كَانَ الْمَبِيعُ طَعَامًا فَأَكَلَهُ أَوْ بَعْضَهُ أَوْ أَطْعَمَهُ عَبْدَهُ أَوْ مُدَبَّرَهُ أَوْ أُمَّ وَلَدِهِ أَوْ لَبِسَ الثَّوْبَ حَتَّى تَخَرَّقَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ اسْتِحْسَانًا عِنْدَهُمَا، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى بَحْرٌ وَعَنْهُمَا يَرُدُّ مَا بَقِيَ وَيَرْجِعُ بِنُقْصَانِ مَا أَكَلَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اخْتِيَارٌ وَقُهُسْتَانِيٌّ وَلَوْ كَانَ فِي وِعَاءَيْنِ فَلَهُ رَدُّ الْبَاقِي بِحِصَّتِهِ مِنْ الثَّمَنِ اتِّفَاقًا ابْنُ كَمَالٍ وَابْنُ مَلَكٍ وَسَيَجِيءُ. قُلْت: فَعَلَى مَا فِي الِاخْتِيَارِ وَالْقُهُسْتَانِيِّ يَتَرَجَّحُ الْقِيَاسُ قُنْيَةٌ. وَلَوْ أَعْتَقَهُ عَلَى مَالٍ أَوْ كَاتَبَهُ أَوْ قَتَلَهُ أَوْ أَبَقَ أَوْ أَطْعَمَهُ طِفْلَهُ أَوْ امْرَأَتَهُ أَوْ مُكَاتَبَهُ أَوْ ضَيْفَهُ مُجْتَبَى بَعْدَ اطِّلَاعِهِ عَلَى عَيْبٍ، كَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْعَيْنِيِّ فِي الرَّمْزِ، لَكِنْ ذَكَرَ فِي الْمَجْمَعِ فِي الْجَمِيعِ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ وَأَقَرَّهُ شُرَّاحُهُ حَتَّى الْعَيْنِيُّ، فَيُفِيدُ الْبَعْدِيَّةَ بِالْأَوْلَوِيَّةِ فَتَنَبَّهْ لَا يَرْجِعُ بِشَيْءٍ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِفِعْلِهِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَوْضِعٍ لِلْبَائِعِ أَخْذُهُ مَعِيبًا لَا يَرْجِعُ بِإِخْرَاجِهِ عَنْ مِلْكِهِ، وَإِلَّا رَجَعَ اخْتِيَارٌ. وَفِيهِ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا فِي الْأَكْلِ وَأَقَرَّهُ الْقُهُسْتَانِيُّ. شَرَى نَحْوَ بَيْضٍ وَبِطِّيخٍ كَجَوْزٍ وَقِثَّاءٍ فَكَسَرَهُ فَوَجَدَهُ فَاسِدًا يُنْتَفَعُ بِهِ وَلَوْ عَلَفًا لِلدَّوَابِّ فَلَهُ إنْ لَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ عِلْمِهِ بِعَيْبِهِ نُقْصَانُهُ إلَّا إذَا رَضِيَ الْبَائِعُ بِهِ، وَلَوْ عَلِمَ بِعَيْبِهِ قَبْلَ كَسْرِهِ فَلَهُ رَدُّهُ وَإِنْ لَمْ يُنْتَفَعْ بِهِ أَصْلًا فَلَهُ كُلُّ الثَّمَنِ لِبُطْلَانِ الْبَيْعِ، وَلَوْ كَانَ أَكْثَرُهُ فَاسِدًا جَازَ بِحِصَّتِهِ عِنْدَهُمَا نَهْرٌ. وَفِي الْمُجْتَبَى: لَوْ كَانَ سَمْنًا ذَائِبًا فَأَكَلَهُ ثُمَّ أَقَرَّ بَائِعُهُ بِوُقُوعِ فَأْرَةٍ فِيهِ رَجَعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ عِنْدَهُمَا، وَبِهِ يُفْتَى.

ترجمہ: اور اگر اونٹ خرید کر اس کو ذبح کیا لیکن اس کی آنت سڑی ہوئی ملی، تو اس کی مالیت کو فاسد کرنے کی وجہ سے واپس نہیں کرے گا، جیسے واپس نہیں کرے گا، اگر مشتری پورا کپڑا یا بعض کو بیچ دیا یا ہبہ کر دیا کاٹنے کے بعد کٹا ہوا واپس کرنا جائز ہونے کی وجہ سے نہ کہ سلا ہوا، جیسا کہ مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا ہے، اگر مشتری نے اس کو کاٹ دیا یا سی دیا یا رنگ دیا، جس رنگ میں ہو جیسا کہ عینی میں ہے، یا ستو میں گھی ملا دیا آٹے کی روٹی بنالی، درخت لگالیا یا عمارت بنالی، پھر کسی عیب پر مطلع ہوا، تو اس کے نقصان کے بقدر واپس لے گا، زیادتی کی وجہ سے واپسی ممتنع ہونے کی وجہ سے شریعت کے حق کی وجہ سے ربا کا تحقق ہونے کی وجہ سے، اگر دونوں واپسی پر راضی ہو جائیں، تو قاضی اس کا فیصلہ نہ کرے گا، جیسا کہ درر اور ابن الکمال میں ہے، جیسا کہ واپس لیتا ہے، اگر الممتنع الرد صبیع کو بیچ دیا ان صورتوں میں عیب دیکھنے کے بعد، راضی ہونے سے پہلے خواہ رضامندی صراحتا ہو کہ دلالۃ یا غلام مر گیا، مبیع ہلاک ہونے سے مراد مشتری کے پاس ہلاک ہونا ہے، یا اس کو آزاد کر دیا اس کو مدبر بنا دیا یا اس کو ام ولد بنا دیا اس کو وقف کر دیا عیب پر مطلع ہونے سے پہلے یا مبیع کھانا ہو اور اس نے اسی کو کھالیا یا بعض کو کھایا اپنے غلام کو کھلایا مدبر کو یا ام ولد کو یا کپڑے کو پہن لیا حتیٰ کہ وہ پرانا ہو گیا، تو حضرات صاحبین کے نزدیک استحسانا واپس لے گا اس پر فتویٰ ہے جیسا کہ بحر میں ہے، اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے کہ باقی بچے ہوئے کو واپس کر دے اور جو کھایا ہے، واپس کرنا جائز ہے، ثمن میں سے اس کے حصے کے بقدر جیسا کہ ابن کمال اور ابن ملک میں ہے، جو عنقریب آرہا ہے، میں کہتا ہوں کہ اختیار اور قہستانی کی عبارت کی وجہ سے قیاس راجح ہو جاتا ہے، اس لیے متنبہ رہنا چاہئے اور اگر غلام کو مال کے عوض میں آزاد کیا یا

مکاتب بنایا اس کو قتل کر دیا یا بھاگ گیا یا کھانا اپنے بچے یا اپنی بیوی یا اپنے مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلا دیا، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے عیب پر مطلع ہونے کے بعد مصنف نے رمز الحقائق میں، عینی کی اتباع کرتے ہوئے ایسا ہی ذکر کیا ہے، لیکن مجمع میں تمام میں رویت سے پہلے کی قید کے ساتھ ذکر کیا ہے، نیز اس کے شارحین نے اس کو ثابت رکھا ہے، حتی کہ عینی نے چناں چہ بدرجہ اولی بعدیت کا فائدہ دیتا ہے اس لیے متنبہ رہنا چاہئے کچھ بھی واپس نہیں لے گا اس کے تصرف سے رد ممتنع ہونے کی وجہ سے اصول یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں بائع کے لیے عیب دار مبیع کا واپس لینا درست ہے وہاں بقدر نقصان ثمن پھیرنا جائز نہیں ہے، مبیع اس کی ملکیت سے نکل جانے کی وجہ سے، ورنہ پھیرنا جائز ہے، جیسا کہ اختیار میں ہے اور اسی میں کھانے کی صورت میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، جیسے قہستانی نے ثابت کر رکھا ہے، انڈا یا خربوزہ کی طرح جیسے اخروٹ اور ککڑی خرید کر اس کو توڑا، لیکن اس کو ایسا فاسد پایا جو نا قبل انتفاع ہے، خواہ جانور کے چارہ کے لیے ہو، تو اس کے لیے اختیار ہے، اگر اس میں کچھ بھی، اس کا عیب جاننے کے بعد نہیں کھایا، اس کا نقصان لے لے، مگر یہ کہ بائع مبیع واپس لینے پر راضی ہو جائے، اور اگر اس کا عیب توڑنے سے پہلے جان لیا، تو اس کے لیے واپس کرنا جائز ہے اور اگر اس سے سرے سے فائدہ نہیں اٹھایا ہے، تو مشتری کے لیے پورا ثمن ہے، بیع باطل ہو جانے کی وجہ سے اور اگر اس کا اکثر فاسد پایا تو بقدر صحیح میں صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے، جیسا کہ نہر میں ہے اور مجتبیٰ میں ہے اگر گھی پگھلا ہوا تھا، جیسے مشتری نے کھایا، پھر بائع نے اس میں چوہا گرنے کا اقرار کیا، تو صاحبین کے نزدیک عیب کی وجہ سے نقصان کے بقدر ثمن واپس لے گا اسی پر فتویٰ ہے۔

انڈے اور خربوزہ کی بیع

شرى نحو بيض او بطيخ الخ: کسی نے انڈے یا خربوزے کی طرح کوئی چیز خریدی، جیسے اخروٹ کھیرا یا ککڑی، خریدا تو اچھا دیکھ کر، لیکن جب توڑنے کے بعد دیکھا، تو وہ خراب نکلا، اگر وہ مکمل خراب ہے، اور اس کا کچھ بھی قابل انتفاع نہیں ہے، تو پوری قیمت واپس لے کر مبیع واپس کر دے، البتہ اگر مکمل خراب نہیں ہے، بل کہ تھوڑا بہت خراب ہے اور باقی حصے سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، تو مشتری نقصان کے بقدر ثمن واپس لے گا۔

بَاعَ مَا اشْتَرَاهُ فَرَدَّ الْمُشْتَرِي الثَّانِيَ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ رَدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ لَوْ رُدَّ عَلَيْهِ بِقَضَاءٍ؛ لِأَنَّهُ فَسْخٌ، مَا لَمْ يَحْدُثْ بِهِ عَيْبٌ آخَرُ عِنْدَهُ فَيَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ، وَهَذَا لَوْ بَعْدَ قَبْضِهِ فَلَهُ قَبْلَهُ رَدُّهُ مُطْلَقًا فِي غَيْرِ الْعَقَارِ كَالرَّدِّ بِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ أَوْ الشَّرْطِ دُرَرٌ. وَهَذَا إذَا بَاعَهُ قَبْلَ اطِّلَاعِهِ عَلَى الْعَيْبِ، فَلَوْ بَعْدَهُ فَلَا رَدَّ مُطْلَقًا بَحْرٌ، وَهَذَا فِي غَيْرِ النَّقْدَيْنِ لِعَدَمِ تَعَيُّنِهِمَا فَلَهُ الرَّدُّ مُطْلَقًا شَرْحُ مَجْمَعٍ: وَلَوْ رَدَّهُ بِرِضَاهُ بِلَا قَضَاءٍ لَا وَإِنْ لَمْ يَحْدُثْ مِثْلُهُ فِي الْأَصَحِّ؛ لِأَنَّهُ إقَالَةٌ.

ترجمہ: خریدی ہوئی چیز بیچ دی لیکن مشتری ثانی نے عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا، تو مشتری اول بائع کو واپس کرے گا اگر مشتری ثانی نے قضائے قاضی کی بنیاد پر واپس کیا ہے تب اس لیے کہ یہ فسخ ہے، جب تک کہ اس کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا نہ ہوا ہو، ورنہ نقصان کے بقدر واپس کرے گا یہ اس صورت میں ہے کہ قبضے کے بعد ہو اور اگر قبضے سے پہلے ہو تو مطلقاً واپس کرے گا غیر عقار میں جیسا کہ خیار رویت اور شرط میں واپس ہوتا ہے جیسا کہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب مشتری اول نے عیب پر مطلع ہونے سے پہلے بیچا ہے، لیکن اگر اس کے بعد بیچا ہے تو مطلقاً واپس نہ کرے گا جیسا کہ بحر میں

ہے اور یہ یعنی قضا اور رضا کی شرط نقد کے علاوہ میں ہے ان دونوں کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے لہذا اس کے لیے مطلقا واپس کرنا جائز ہے جیسا کہ شرط جمع میں ہے، اور اگر مشتری ثانی نے بلا قضائے قاضی کے مشتری اول کی رضامندی سے واپس کیا ہے تو مشتری اول اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر چہ اس کے مثل پیدا نہ ہوتا ہو اصح قول کے مطابق اس لیے کہ یہ اقالہ ہے۔

مشتری ثانی اگر عیب کی وجہ سے واپس کر دے

ایک آدمی نے عیب دار مبیع خریدی، وہ عیب پر تو مطلع نہیں ہوا تھا مطلع ہونے سے پہلے ہی اس نے کسی اور کو بیچ دیا، اب مشتری ثانی نے عیب کی بنیاد پر وہ مبیع واپس کر دی تو اس واپسی کی دو صورتیں ہیں (۱) قضائے قاضی (۲) مشتری اول کی رضامندی سے اگر پہلی صورت ہے، تو بعد میں کوئی دوسرا عیب پیدا نہیں ہوا ہے، تو بائع اول کو واپس کیا جا سکتا ہے، لیکن بعد میں کوئی عیب پیدا ہو گیا، تو مبیع بائع اول کو واپس نہیں کیا جا سکتا، البتہ نقصان کے بقدر قیمت واپس لے سکتا ہے، اور اگر دوسری صورت یعنی واپسی آپس کی رضامندی سے بغیر قضائے قاضی کے ہوئی ہے، تو بائع اول کو مبیع واپس نہیں کی جا سکتی ہے۔

ادَّعَى عَيْبًا مُوجِبًا لِفَسْخٍ أَوْ حَطِّ ثَمَنٍ بَعْدَ قَبْضِهِ الْمَبِيعَ لَمْ يُجْبَرِ الْمُشْتَرِي عَلَى دَفْعِ الثَّمَنِ لِلْبَائِعِ بَلْ يُبَرْهِنُ الْمُشْتَرِي لِإِثْبَاتِ الْعَيْبِ أَوْ يَحْلِفُ بَائِعُهُ عَلَى نَفْيِهِ وَيَدْفَعُ الثَّمَنَ إِنْ لَمْ يَكُنْ شُهُودٌ وَإِنِ ادَّعَى غَيْبَةَ شُهُودِهِ دَفَعَ الثَّمَنَ إِنْ حَلَفَ بَائِعُهُ وَلَوْ قَالَ أُحْضِرُهُمْ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَجَّلَهُ، وَلَوْ قَالَ لَا بَيِّنَةَ لِي فَحَلَّفَهُ ثُمَّ أَتَى بِهَا تُقْبَلُ خِلَافًا لَهُمَا فَتْحٌ وَلَزِمَ الْعَيْبُ بِنُكُولِهِ أَيِ الْبَائِعِ عَنِ الْحَلِفِ. ادَّعَى الْمُشْتَرِي إِبَاقًا وَنَحْوَهُ مِمَّا يُشْتَرَطُ لِرَدِّهِ وُجُودُ الْعَيْبِ عِنْدَهُمَا كَبَوْلٍ وَسَرِقَةٍ وَجُنُونٍ لَمْ يُحَلَّفْ بَائِعُهُ إِذَا أَنْكَرَ قِيَامَهُ لِلْحَالِ حَتَّى يُبَرْهِنَ الْمُشْتَرِي أَنَّهُ قَدْ أَبَقَ عِنْدَهُ فَإِنْ بَرْهَنَ حَلَفَ بَائِعُهُ عِنْدَهُمَا بِاللّٰهِ مَا أَبَقَ وَمَا سَرَقَ وَمَا جُنَّ قَطُّ وَفِي الْكَبِيرِ: بِاللّٰهِ مَا أَبَقَ مُذْ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ لِاخْتِلَافِهِ صِغَرًا وَكِبَرًا.

ترجمہ: مشتری نے اس عیب کا دعویٰ کیا جو فسخ بیع یا ثمن میں کمی کا موجب ہے مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد، تو مشتری کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ بائع کو ثمن دے بلکہ مشتری عیب کو ثابت کرنے کے لیے گواہ لائے یا بائع اس کی نفی پر قسم کھائے، اور مشتری ثمن ادا کرے اگر گواہ نہ ہو اور اگر مشتری نے اپنے گواہ کے غائب ہونے کا دعویٰ کیا، تو ثمن ادا کرے اگر بائع نے قسم کھا لیا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو تین دن میں حاضر کر دوں گا تو قاضی اس کو مہلت دے اور اگر مشتری نے کہا میرے پاس گواہ نہیں ہے، چناں چہ بائع نے قسم کھائی پھر مشتری گواہ لے آیا، تو اس کی گواہی قبول ہوگی صاحبین کے خلاف، جیسا کہ فتح میں ہے اور عیب لازم ہوگا، اس کے یعنی بائع کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے مشتری نے بھاگنے کا دعویٰ کیا اور اس کے مانند وہ عیب ہے جس عیب کے وجود عاقدین کے نزدیک پھیر دینے کے لیے شرط ہے جیسے پیشاب چوری، اور جنون، بائع سے قسم نہ لی جائے گی جب اس کے فی الحال موجود ہونے سے انکار کرے، یہاں تک کہ مشتری گواہ پیش کرے کہ وہ اس کے پاس سے بھاگا ہے، جب وہ گواہ پیش کر دے تو صاحبین کے نزدیک اس کے بائع سے قسم لی جائے گی خدا کی قسم یہ نہ کبھی بھاگا، نہ چوری کی اور نہ ہی پاگل ہوا اور بڑے میں خدا کی قسم یہ نہیں بھاگا ہے جب سے جوان مردوں کے برابر پہنچا ہے بھاگنے کا حکم چھوٹے اور بڑے

میں مختلف ہونے کی وجہ سے۔

عیب سے انکار کرنے کی صورت میں

ادعی عیباً موجباً للفسخ الخ: عیب دار مبیع کے سلسلے میں جو مسئلے بیان ہوئے وہ اس صورت کے تھے کہ بائع مشتری کے دعویٰ کے مطابق مبیع میں عیب ہونے کو مان لے لیکن اگر بائع مبیع میں عیب ہونے سے انکار کر دے، تو مشتری سے گواہ پیش کرنے کے لیے کہا جائے گا، اگر وہ گواہ پیش کر دے، تو اس مشتری کی بات مان لی جائے گی لیکن اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے، تو بائع کو قسم کھانے کے لیے کہا جائے گا، بائع قسم کھا کر اگر کہہ دے کہ بیع کے وقت مبیع میں مذکورہ عیب نہ تھا یہ بعد میں پیدا ہوا ہے، اس صورت میں بائع کی بات مانی جائے گی۔

گواہ پیش کرنے کے لیے وقت مانگنا

ولو قال احضرھم الی ثلثة ایام اجله: مشتری کے گواہ پیش کرنے کے لیے، مہلت مانگنے کی صورت میں اصل چیز بائع کا نقصان ہے، اگر گواہ پیش کرنے کے لیے مشتری کا مہلت مانگنے کی صورت میں بائع کا ضرر ہے تو مہلت ۰۰) جائے گی اور بائع سے قسم لے کر فیصلہ دے دیا جائے گا، البتہ اگر بائع کا نقصان نہیں ہے، تو دوسری مجلس تک مشتری کو بیع ثابت کرنے لیے مہلت دی جائے گی، لو قال لی بینة حاضرة امهله القاضی الی المجلس الثانی اذلا ضرر فیه علی البائع بحر۔

(طحطاوی علی الدر: ۳/۵۵، ردالمحتار: ۷/۲۰۲)

وَاعْلَمْ أَنَّ الْعُيُوبَ أَنْوَاعٌ خَفِيٌّ كَإِبَاقٍ وَعُلِمَ حُكْمُهُ وَظَاهِرٌ كَعَوَرٍ وَصَمَمٍ وَأُصْبُعٍ زَائِدَةٍ أَوْ نَاقِصَةٍ. فَيَقْضِي بِالرَّدِّ بِلَا يَمِينٍ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ إِذَا لَمْ يَدَّعِ الرِّضَا بِهِ. وَمَا لَا يَعْرِفُهُ إِلَّا الْأَطِبَّاءُ كَكَبِدٍ، فَيَكْفِي قَوْلُ عَدْلٍ وَلِإِثْبَاتِهِ عِنْدَ بَائِعِهِ عَدْلَيْنِ وَمَا لَا يَعْرِفُهُ إِلَّا النِّسَاءُ كَرَتْقٍ فَيَكْفِي قَوْلُ الْوَاحِدَةِ ثُمَّ يَحْلِفُ الْبَائِعُ عَيْنِيٌّ قُلْتُ: وَبَقِيَ خَامِسٌ مَا لَا يَنْظُرُهُ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، فَفِي شَرْحِ قَاضِي خَانْ: شَرَى جَارِيَةً وَادَّعَى أَنَّهَا خُنْثَى حَلَفَ الْبَائِعُ اسْتَحَقَّ بَعْضَ الْمَبِيعِ، كَانَ اسْتِحْقَاقُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ لِلْكُلِّ خُيِّرَ فِي الْكُلِّ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ وَإِنْ بَعْدَهُ خُيِّرَ فِي الْقِيَمِيِّ لَا فِي غَيْرِهِ؛ لِأَنَّ تَبْعِيضَ الْقِيَمِيِّ عَيْبٌ لَا الْمِثْلِيِّ كَمَا سَيَجِيءُ.

ترجمہ: اور جان لو کہ عیوب کی چند قسمیں ہیں ایک پوشیدہ جیسے بھاگنا اس کا حکم جان لیا گیا، ظاہر جیسے کانا، گونگا انگلیوں کا زیادہ ہونا یا کم ہونا چناں چہ قاضی واپس کرنے کا فیصلہ دے گا، بغیر قسم کے اس کا یقین ہونے سے پہلے جب کہ بائع نے اس عیب کے ساتھ مشتری کے راضی ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ اور تیسری قسم وہ ہے، جسے صرف اطباء ہی جانتے ہیں، جیسے جگر کا درد اس میں ایک عادل حکیم کا قول کافی ہے اور بائع کے پاس اس کو ثابت کرنے کے لیے دو عادل حکیم۔ چوتھی قسم وہ ہے جسے صرف عورتیں ہی جان سکتی ہیں جیسے عورت کی شرمگاہ کی بستگی اس میں ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع قسم کھائے جیسا کہ عینی میں ہے، میں کہتا ہوں پانچویں قسم باقی رہ گئی وہ ہے جسے نہ مرد دیکھ سکے اور نہ ہی عورت چناں چہ قاضی خاں کی شرح میں ہے، کسی نے باندی خریدنے کے بعد دعویٰ کیا کہ وہ ہجڑا ہے، تو بائع قسم کھائے، بائع کے علاوہ کوئی دوسرا، بعض مبیع کا مستحق نکلا، تو اگر اس کا مستحق ہونا، قبضہ سے پہلے ہے، تو مشتری ہر ایک میں مختار ہے، تفرق صفقہ کی وجہ سے اور اگر اس کے بعد ہو تو مشتری قیمی میں

مختار ہے، اس کے علاوہ میں نہیں، اس لیے کہ کمی کی تبعیض عیب ہے نہ کہ مثلی کی، جیسا کہ آ رہا ہے۔

عیوب کی قسمیں عیب کی پانچ قسمیں ہیں اور ان کے پہچاننے کے مختلف طریقے ہیں، جو اوپر ترجمے میں مذکور ہو چکے ہیں، ان کو پہچاننے کے لیے مذکورہ بالا طریقے ہی اپنایا جائے۔

مبیع میں استحقاق استحق بعض المبیع الخ: مبیع میں قبضہ سے پہلے کوئی دوسرا بعض مبیع کا مستحق ٹھہرا تو مشتری کو مبیع کے باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ملے گا، لیکن اگر یہی صورت مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد پیش آئے تو، اب دیکھا جائے گا کہ بعض مبیع کو الگ کر لینے سے مشتری کو تو نقصان نہیں ہے اگر نقصان ہے، تو مبیع کے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، اگر نقصان نہیں ہے تو مشتری کو بعض مبیع ہی لینی ہوگی۔

وَإِنْ شَرَى شَيْئَيْنِ فَقَبَضَ أَحَدَهُمَا دُونَ الْآخَرِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ مَا قَبْلَ قَبْضِهِمَا فَلَوْ اُسْتُحِقَّ أَوْ تَعَيَّبَ أَحَدُهُمَا خُيِّرَ وَهُوَ أَيْ خِيَارُ الْعَيْبِ بَعْدَ رُؤْيَةِ الْعَيْبِ عَلَى التَّرَاخِي عَلَى الْمُعْتَمَدِ، وَمَا فِي الْحَاوِي غَرِيبٌ بَحْرٌ فَلَوْ خَاصَمَ ثُمَّ تَرَكَ ثُمَّ عَادَ وَخَاصَمَ فَلَهُ الرَّدُّ مَا لَمْ يُوجَدْ مُبْطِلُهُ كَدَلِيلِ الرِّضَا فَتْحٌ، وَفِي الْخُلَاصَةِ: لَوْ لَمْ يَجِدْ الْبَائِعَ حَتَّى هَلَكَ رَجَعَ بِالنُّقْصَانِ

ترجمہ: اور اگر دو چیزیں خرید کر ان میں سے ایک پہ قبضہ کر لیا نہ کہ دوسری پہ تو اس کا حکم ان دونوں پر قبضہ کرنے سے پہلے والا حکم ہے، چناں چہ غیر مستحق ہوا یا ایک عیب دار ہے، تو مشتری کو اختیار ہے اور وہ یعنی خیار عیب دیکھنے کے بعد ہے، علی التراخی معتمد قول کے مطابق اور جو حاوی میں ہے وہ غریب ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، مشتری نے جھگڑا کیا پھر چھوڑ دیا، پھر اس نے دوبارہ آ کر جھگڑا شروع کیا، تو اس کو واپس کرنے کا حق ہے، جب تک کہ اس کو باطل کرنے والا نہ پایا یا ہو، جیسے رضامندی کی دلیل جیسا کہ فتح میں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بائع کو نہیں پایا یہاں تک کہ مبیع ہلاک ہو گئی، تو نقصان واپس لے گا۔

دعویٰ کے بعد چھوڑ دینا فلو خاصم ثم ترک ثم عدا الخ: ایک آدمی نے کوئی چیز خریدی، وہ عیب دار نکلی اس نے مبیع کے عیب دار ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس نے چھوڑ دیا، کچھ مدت کے بعد پھر اس مشتری نے وہی دعویٰ کیا، اس کا یہ دعویٰ سنا جائے گا، اگر اس نے اس عیب دار مبیع کو استعمال نہ کیا ہو تو، اگر اس نے استعمال کر لیا، یا یہ جانتے ہوئے کہ مبیع عیب دار ہے اس نے ایسا تصرف کر لیا، جس سے اس کی رضامندی کا ثبوت ملتا ہو۔

بائع کو نہ پانے کی صورت میں و فی الخلاصة لو لم یجد البائع الخ: مبیع عیب دار تھی، اس کو واپس کرنے کے لیے مشتری نے بائع کو تلاش تو کیا، لیکن بائع ملا نہیں، اور مشتری نے اس میں، ایسا تصرف بھی نہیں کیا، جو رضامندی کی دلیل ہو، تو اگر مبیع محفوظ ہے، تو مشتری اس کو بعد میں بھی واپس کر سکتا ہے، اور اگر مبیع محفوظ نہیں ہے، تو نقصان کے بقدر ثمن واپس لے سکتا ہے۔

وَاللُّبْسُ وَالرُّكُوبُ وَالْمُدَاوَاةُ لَهُ أَوْ بِهِ عَيْنِيٌّ رِضًا بِالْعَيْبِ الَّذِي يُدَاوِيهِ فَقَطْ مَا لَمْ يَنْقُصْهُ بُرْجُنْدِيٌّ وَكَذَا كُلُّ مُفِيدِ رِضًا بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْعَيْبِ يَمْنَعُ الرَّدَّ وَالْأَرْشَ، وَمِنْهُ الْعَرْضُ عَلَى الْبَيْعِ إِلَّا الدَّرَاهِمَ إِذَا وَجَدَهَا زُيُوفًا فَعَرَضَهَا عَلَى الْبَيْعِ فَلَيْسَ بِرِضًا؛ كَعَرْضِ ثَوْبٍ عَلَى خَيَّاطٍ

لِيَنظُرَ أَيَكْفِيهِ أَمْ لَا، أَوْ عَرَضَهِ عَلَى الْمُقَوِّمِينَ لِيُقَوِّمَ؛ وَلَوْ قَالَ لَهُ الْبَائِعُ أَتَبِيعُهُ قَالَ نَعَمْ لَزِمَ؛ وَلَوْ قَالَ لَا لَا.؛ لِأَنَّ نَعَمْ عَرْضٌ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَقْرِيرٌ لِمِلْكِهِ بَزَّازِيَّةٌ

ترجمہ: اور پہننا سوار ہونا اور مبیع کا علاج کرنا یا اس سے علاج کرنا، جیسا کہ عینی میں ہے، رضامندی ہے، فقط اس عیب سے جس کا علاج کیا ہے، جب تک کہ اس علاج سے مبیع کا نقصان نہ ہوا ہو، جیسا کہ برجندی میں ہے ایسے ہی عیب کی جانکاری کے بعد ہر وہ قول وفعل جو رضامندی کا فائدہ دیتا ہو، ثمن کم کرنے اور پھیر دینے کے لیے مانع ہے، ان ہی میں سے بیع کے لیے پیش کرنا، مگر دراہم جب ان کو کھوٹا پائے اور ان کو بیع کے لیے پیش کیے، تو یہ رضامندی نہیں ہے، جیسے کپڑے کو درزی کے سامنے پیش کرنا تا کہ وہ دیکھے کہ یہ اس کے لیے کافی ہے یا نہیں یا قیمت لگانے والوں کے سامنے پیش کرنا تا کہ وہ قیمت لگائے اور اگر بائع نے مشتری سے کہا، کیا تو اس کو بیچتا ہے، اس نے کہا ہاں، تو بیع لازم ہو جائے گی اور اگر مشتری نے کہا نہیں تو بیع لازم نہ ہوگی، اس لیے کہ ہاں کہنا بیع کے لیے پیش کرنا ہے، اور نہیں کہنا بائع کی ملکیت کو ثابت کرنا ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

عیب دار مبیع استعمال کرنے کی صورت میں

و اللبس و الركوب الخ: مشتری نے یہ جانتے ہوئے کہ مبیع عیب دار ہے، اس کو استعمال کر لیا یا اس کا علاج کیا، تو مشتری کا اختیار ختم ہو جائے گا، اس لیے کہ اس کے استعمال کرنے کی وجہ سے، یہ سمجھا جائے گا کہ مشتری عیب دار مبیع سے ہی راضی ہے۔

لَا يَكُونُ رِضَا الرُّكُوبُ لِلرَّدِّ عَلَى الْبَائِعِ أَوْ لِشِرَاءِ الْعَلَفِ لَهَا أَوْ لِلسَّقْيِ وَ الْحَالُ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ أَيِ الرُّكُوبِ لِعَجْزٍ أَوْ صُعُوبَةٍ، وَهَلْ هُوَ قَيْدٌ لِلْأَخِيرَيْنِ أَوْ لِلثَّلَاثَةِ؟ اسْتَظْهَرَ الْبُرْجَنْدِيُّ الثَّانِيَ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلدُّرَرِ وَالْبَحْرِ وَالشُّمُنِّيِّ وَغَيْرُهُمْ الْأَوَّلَ؛ وَلَوْ قَالَ الْبَائِعُ رَكِبْتَهَا لِحَاجَتِك وَقَالَ الْمُشْتَرِي بَلْ لِأَرُدَّهَا فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي بَحْرٌ. وَفِي الْفَتْحِ: وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فِي السَّفَرِ فَحَمَلَهَا فَهُوَ عُذْرٌ.

ترجمہ: رضامندی نہیں ہے بائع کو واپس کرنے کے لیے سوار ہونا یا جانور کے چارہ کے لیے یا اس کو پانی پلانے کے لیے، حالاں کہ مشتری کو اس کی دشواری کی ضرورت ہے اس کی عاجزی یا پریشانی کی وجہ سے اور کیا یہ مقید ہے اخیرین کے لیے یا تینوں کے لیے برجندی نے دوسرے قول کو قوی کہا ہے اور مصنف نے درر اور بحر کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور شمنی وغیرہ نے پہلے کو اور اگر بائع نے کہا کہ تو اپنی ضرورت کے لیے سوار ہوا تھا، مشتری نے کہا کہ نہیں میں اس کو واپس کرنے کے لیے سوار ہوا تھا، تو مشتری کا قول معتبر ہوا جیسا کہ بحر میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ مبیع میں دوران سفر عیب پایا، پھر اس میں بوجھ لادا، تو یہ عذر ہے۔

سواری کے فائدے کے لیے سوار ہونا

لا يكون رضى الركوب للرد الخ: سواری خریدی خواہ وہ جانور کی شکل میں ہو یا گاڑی کی شکل میں بعد میں اس میں عیب نظر آیا اب مشتری نے اس عیب دار سواری کو واپس کرنے کی لیے اس میں چڑھ کر اس کو لے گیا یا اس کو کھلانے، پلانے یا گاڑی ہے تو پنچر (puncture) بنوانے کے لیے سوار ہو کر لے گیا، تو یہ اس کا سوار ہونا اس کی رضامندی نہیں مانی جائے گی، اس لیے کہ

اس عیب دار مبیع کو مشتری نے اپنی ضرورت کے لیے نہیں، بل کہ مبیع کی ضرورت کے لیے استعمال کیا ہے، اس سے مشتری کی رضامندی ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔

اخْتَلَفَا بَعْدَ التَّقَابُضِ فِي عَدَدِ الْمَبِيعِ أَوَاحِدٌ أَوْ مُتَعَدِّدٌ لِيَتَوَزَّعَ الثَّمَنُ عَلَى تَقْدِيرِ الرَّدِّ وَفِي عَدَدِ الْمَقْبُوضِ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّهُ قَابِضٌ وَالْقَوْلُ لِلْقَابِضِ مُطْلَقًا قَدْرًا أَوْ صِفَةً أَوْ تَعَيُّنًا، فَلَوْجَاءَ لِيَرُدَّهُ بِخِيَارِشَرْطٍ أَوْرُؤْيَةٍ فَقَالَ الْبَائِعُ لَيْسَ هُوَالْمَبِيعَ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي فِي تَعْيِينِهِ، وَلَوْ جَاءَ لِيَرُدَّهُ بِخِيَارِ عَيْبٍ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ، كَمَا لَوْ اخْتَلَفَا فِي طُولِ الْمَبِيعِ وَعَرْضِهِ فَتْحٌ.

ترجمہ: دونوں نے اختلاف کیا قبضہ کے بعد مبیع کے عدد میں کہ ایک ہے یا متعدد تا کہ ثمن منقسم ہوجائے واپس کرنے کی صورت میں اور اختلاف کیا، قبضہ کی گئی مبیع کی تعداد میں تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ قابض ہے اور مطلقا قابض کے قول کا اعتبار ہوتا ہے، مبیع کی مقدار میں یا صفت میں یا اس کی تعیین میں اگر مشتری مبیع لے کر آیا تا کہ اس کو خیار شرط یا خیار رویت کی بنیاد پر واپس کرے، تو بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہیں ہے تو اس کی تعیین میں مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر آیا تا کہ خیار عیب کی وجہ سے واپس کرے تو بائع کے قول کا اعتبار ہوگا۔ جیسا کہ اگر دونوں مبیع کی لمبائی، چوڑائی میں اختلاف کرے تو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

مبیع کی تعداد میں اختلاف ہونا

مشتری نے مبیع کو واپس کرنا چاہا اس وقت بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہیں ہے یا مبیع اور تھی، تو اگر خیار شرط اور خیار رویت کی بنیاد پر واپس کر رہا ہے، تو مشتری کی بات مانی جائے گی، اور اگر خیار عیب کی وجہ سے واپس کر رہا ہے تو بائع کی بات مانی جائے گی اس لیے کہ خیار رویت اور شرط میں مشتری تنہا اگر بیع فسخ کرنا چاہے تو وہ فسخ کرسکتا ہے، اسی اختیار کی بنیاد پر مذکورہ بالا دو صورتوں میں مشتری (قابض) کی بات مانی جائے گی بخلاف خیار عیب کی وجہ سے واپس کرنے کی صورت میں، اس لیے کہ خیار عیب کی صورت میں وہ تنہا بیع کو فسخ نہیں کرسکتا، بل کہ بیع فسخ کرنے سے پہلے اس کو اپنا دعویٰ ثابت کرنا ہوگا۔

اشْتَرَى عَبْدَيْنِ أَيْ شَيْئَيْنِ يَنْتَفِعُ بِأَحَدِهِمَا وَحْدَهُ صَفْقَةً واحِدَةً وَقَبَضَ أَحَدَهُمَا وَوَجَدَ بِهِ أَوْ بِالْآخَرِ عَيْبًا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ إِلَّا بَعْدَ الْقَبْضِ أَخَذَهُمَا أَوْ رَدَّهُمَا، وَلَوْ قَبَضَهُمَا رَدَّ الْمَعِيبَ بِحِصَّتِهِ سَالِمًا وَحْدَهُ لِجَوَازِ التَّفْرِيقِ بَعْدَ التَّمَامِ كَمَا لَوْ قَبَضَ كَيْلِيًّا أَوْ وَزْنِيًّا أَوْ زَوْجَيْ خُفٍّ وَنَحْوَهُ كَزَوْجَيْ ثَوْرٍ أَلِفَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ بِحَيْثُ لَا يَعْمَلُ بِدُونِهِ وَوَجَدَ بِبَعْضِهِ عَيْبًا فَإِنَّ لَهُ رَدَّ كُلِّهِ أَوْ أَخْذَهُ بِعَيْبِهِ؛ لِأَنَّهُ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ وَلَوْ فِي وِعَاءَيْنِ عَلَى الْأَظْهَرِ عِنَايَةٌ وَهُوَ الْأَصَحُّ بُرْهَانٌ.

ترجمہ: دو غلام یعنی چیز خریدے، ان میں صرف ایک سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور اسی میں عیب پایا یا دوسرے میں اور یہ جانکاری قبضہ کرنے کے بعد ہوئی ان دونوں کو لے لے یا واپس کردے اور اگر ان دنوں پہ قبضہ کیا ہے تو صرف عیب دار کو واپس کردے، اس کے سالم حصے کے ساتھ، بیع تمام کے بعد تفرق صفقہ جائز ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ اگر کیلی اور وزنی میں

قبضہ کیا یا موزے کے جوڑے پر اس جیسے سامان پر جیسے بیل کے جوڑے پر کہ ان میں سے ایک دوسرے سے ایسا مل گیا ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں کرتا ہے، اور ان میں سے بعض میں عیب پایا، تو مشتری کو اختیار ہے، سب واپس کردے یا اس کو عیب دار کے ساتھ لے لے، اس لیے کہ وہ سب ایک سامان کی طرح ہیں اگر چہ ناپ تول دو برتنوں سے ہوئے ہوں، اظہر قول کے مطابق، جیسا کہ عنایہ میں ہے، اور یہی اصح ہے، جیسا کہ برہان میں ہے۔

بعض عیب دار ہونے کی صورت میں

اشتری عبدین الخ: کسی نے متعدد چیزیں خریدیں، ان میں سے کچھ عیب دار ہیں ان کو رکھنے یا واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں، (۱) ابھی مبیع پر قبضہ نہیں کیا ہے کہ بعض مبیع عیب ہونے کا علم ہوا، تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو کل مبیع رکھ لے اور اگر چاہے تو کل مبیع واپس کردے اس میں صحیح مبیع کو رکھ کر عیب دار مبیع کو واپس کرنا چاہے تو ایسا نہیں کرسکتا، اس لیے کہ خیار عیب میں قبضہ سے پہلے بیع تام نہیں ہوتی ہے، اور جب مذکورہ بالا صورت میں بیع تام نہیں ہوئی ہے، تو بعض کو رکھ کر بعض کو واپس نہیں کرسکتے، اس لیے کہ بعض کو رکھ کر بعض کو واپس کرنا یہ دوسری بیع ہے اور ایک مبیع کی تکمیل سے پہلے اسی سامان پر دوسری بیع نہیں کرسکتے اس لیے کہ یہ تفرق صفقہ ہے، جو ممنوع ہے (۲) بعض مبیع پر قبضہ کیا تھا، کل پر نہیں کیا تھا، کہ اس کو بعض مبیع میں عیب ہونے کا علم ہوا، تو اس میں بھی پہلی صورت کی طرح مشتری اگر چاہے تو کل مبیع لے لے اور اگر چاہے تو کل مبیع واپس کردے (۳) کل مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد پتا چلا کہ بعض مبیع میں عیب ہے، تو مشتری کو اختیار ہے، کہ اگر چاہے تو عیب دار مبیع کو واپس کرکے بقیہ قیمت واپس لے لے، اس لیے کہ کل مبیع پہ قبضہ کرنے کی بنیاد پر بیع تام ہوگئی اور بیع تام ہونے کے بعد گویا کہ یہ دوسری بیع ہوئی، جو تفرق صفقہ کے زمرے میں نہیں آتا ہے، لیکن اگر مبیع ایسی ہے کہ ان میں سے بعض کو بعض سے جدا کرنے کی صورت میں عیب بڑھ سکتا ہے، تو پھر یہاں بھی بعض کو رکھ کر واپس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَطِئَهَا أَوْ قَبَّلَهَا أَوْ مَسَّهَا بِشَهْوَةٍ ثُمَّ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا لَمْ يَرُدَّهَا مُطْلَقًا وَلَوْ ثَيِّبًا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ. وَلَنَا أَنَّهُ اسْتَوْفَى مَاءَهَا وَهُوَ جُزْؤُهَا؛ وَلَوْ الْوَاطِئُ زَوْجَهَا، إنْ ثَيِّبًا رَدَّهَا: وَإِنْ بِكْرًا لَا "بَحْرٌ" وَرَجَعَ بِالنُّقْصَانِ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ. وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ: لَوْ شَرَطَ بَكَارَتَهَا فَبَانَتْ ثَيِّبًا لَمْ يَرُدَّهَا بَلْ يَرْجِعُ بِأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا نُقْصَانِ هَذَا الْعَيْبِ. وَفِي الْحَاوِي وَالْمُلْتَقَطِ: الثُّيُوبَةُ لَيْسَتْ بِعَيْبٍ إلَّا إذَا شَرَطَ الْبَكَارَةَ فَيَرُدُّهَا لِعَدَمِ الْمَشْرُوطِ (إلَّا إذَا قَبِلَهَا الْبَائِعُ) : لِأَنَّ الِامْتِنَاعَ لِحَقِّهِ فَإِذَا رَضِيَ زَالَ الِامْتِنَاعُ

ترجمہ: کسی نے باندی خرید کر اس سے وطی کی یا اس کا چوما لیا یا شہوت سے چھویا، پھر اس میں عیب پایا، تو اس کو مطلقا واپس نہ کرے، اگر چہ ثیبہ ہو، امام شافعی اور احمد کے خلاف ہماری دلیل یہ ہے کہ واطی نے اس کی منی نکالی جو جزو بدن ہے، اور اگر واطی اس کا شوہر ہو، تو اگر ثیبہ ہے، تو واپس کردے، اور اگر باکرہ ہے، تو واپس نہ کرے اور نقصان کے بقدر واپس لے گا واپسی ممتنع ہونے کی وجہ سے اور منظومہ محبیہ میں ہے اگر باکرہ کی شرط لگائی اور ظاہر ہو کہ ثیبہ ہے، تو واپس نہ کرے بلکہ اس عیب کے نقصان کے بدلے چالیس درہم واپس لے لے حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیوبت عیب نہیں ہے الا یہ کہ بکارت کی

شرط لگائے، تو پھیر دے مشروط نہ ہونے کی وجہ سے مگر یہ کہ بائع اس کو قبول کر لے، اس لیے کہ ممنوع اس کے حق کی وجہ سے تھا لہٰذا جب بائع راضی ہو گیا، تو امتناع زائل ہو گیا۔

وطی کے بعد عیب کا پتا چلنا

اشترى جارية الخ: کسی نے باندی خریدی، اس سے وطی کی یا بوس وکنار کیا، اس کے بعد پتا چلا کہ اس میں عیب ہے، تو اب مشتری اس عیب دار باندی کو واپس کر سکتا ہے اس لیے کہ جب باندی سے ان نے وطی کی تو اس کی منی بھی نکلی جو بدن کا ایک جزء ہے، جو ضائع ہو گیا، اس ضیاع کے باوجود واپسی کی اجازت سے یہ صورت بنے گی، کہ اس نے (مشتری نے) بعض مبیع کو لیا اور بعض کو واپس کر دیا، جو جائز نہیں ہے، اسی طرح شہوت سے بوس وکنار کا بھی یہی حکم ہے، واپس نہیں کر سکتا ہے، اس لیے کہ حرمت مصاحرت کے لیے بوس وکنار کا بھی اعتبار کیا گیا ہے، البتہ عیب کی جانکاری کے بغیر باندی سے مشتری نے وطی کی اس کے بعد اس کو عیب کا علم ہوا تو، نقصان کے بقدر قیمت واپس لے سکتا ہے۔

وَيَعُودُ الرَّدُّ بِالْعَيْبِ الْقَدِيمِ بَعْدَ زَوَالِ الْعَيْبِ الْحَادِثِ لِعَوْدِ الْمَمْنُوعِ بِزَوَالِ الْمَانِعِ دُرَرٌ، فَيَرُدُّ الْمَبِيعَ مَعَ النُّقْصَانِ عَلَى الرَّاجِحِ "نَهْرٌ" ظَهَرَ عَيْبٌ بِمَشْرِيِّ الْبَائِعُ الْغَائِبِ وَأَثْبَتَهُ عِنْدَ الْقَاضِي فَوَضَعَهُ عِنْدَ عَدْلٍ فَإِذَا هَلَكَ هَلَكَ عَلَى الْمُشْتَرِي إِلَّا إِذَا قَضَى الْقَاضِي بِالرَّدِّ عَلَى بَائِعِهِ ؛ لِأَنَّ الْقَضَاءَ عَلَى الْغَائِبِ بِلَا خَصْمٍ يَنْفُذُ عَلَى الْأَظْهَرِ "دُرَرٌ"

ترجمه: عیب قدیم کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار لوٹ آئے گا عیب جدید کے زوال کے بعد مانع کے زوال سے ممنوع لوٹ آنے کی وجہ سے جیسا کہ درر میں ہے، لہٰذا مبیع واپس کر دی جائے نقصان کے ساتھ راجح قول کے مطابق جیسا کہ نہر میں ہے، بائع غائب سے خریدی ہوئی چیز میں عیب ظاہر ہو، نیز مشتری نے اس عیب کو قاضی کے پاس ثابت کر دیا اور قاضی نے کسی معتمد کے پاس رکھوا دیا اس دوران ہلاک ہو جائے تو مشتری کے ذمہ ہوگا الا یہ کہ قاضی بائع کے خلاف واپس کرنے کا فیصلہ دے دے اس لیے کہ غائب پر فیصلہ قول اظہر کے مطابق نافذ ہوتا ہے۔

بائع غائب کے خلاف فیصلہ

ظهر عيب بمشرى البائع الغائب: ایک آدمی نے کوئی سامان ایسے بائع سے خریدا جو غائب ہے، خریدنے کو تو خرید لیا، لیکن بعد میں پتا چلا کہ اس میں عیب ہے، اسی صورت میں اگر مشتری قاضی کی عدالت میں مقدمہ کر دیتا ہے اور قاضی بائع غائب کے خلاف مشتری کے حق میں مبیع معیوب کی واپسی کا فیصلہ دے دیتا ہے، اس کے بعد اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو بائع کے ذمہ ہوگا، لیکن اگر مشتری مقدمہ نہیں کرتا ہے یا مقدمہ کرتا ہے، مگر قاضی کے قبضہ کرنے سے پہلے ہی مبیع ہلاک ہو جاتی ہے، تو اس کا نقصان مشتری کے ذمہ ہوگا۔

قُتِلَ الْعَبْدُ الْمَقْبُوضُ أَوْ قُطِعَ بِسَبَبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ كَقَتْلٍ أَوْ رِدَّةٍ رَدَّ الْمَقْطُوعَ أَوْ أَمْسَكَهُ وَرَجَعَ بِنِصْفِ ثَمَنِهِ مَجْمَعٌ وَأَخَذَ ثَمَنَهُمَا أَيْ ثَمَنَ الْمَقْطُوعِ وَالْمَقْتُولِ؛ وَلَوْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي فَقُطِعَ عِنْدَ الْأَخِيرِ أَوْ قُتِلَ رَجَعَ الْبَاعَةُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَإِنْ عَلِمُوا بِذَلِكَ لِكَوْنِهِ كَالِاسْتِحْقَاقِ لَا كَالْعَيْبِ خِلَافًا لَهُمَا. وَصَحَّ الْبَيْعُ بِشَرْطِ الْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ

خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ عَنِ الْحُقُوقِ الْمَجْهُولَةِ لَا يَصِحُّ عِنْدَهُ، وَيَصِحُّ عِنْدَنَا لِعَدَمِ إِفْضَائِهِ إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَيَدْخُلُ فِيهِ الْمَوْجُودُ وَالْحَادِثُ بَعْدَ الْعَقْدِ قَبْلَ الْقَبْضِ فَلَا يَرُدُّ بِعَيْبٍ وَخَصَّهُ مَالِكٌ وَمُحَمَّدٌ بِالْمَوْجُودِ كَقَوْلِهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ بِهِ؛ وَلَوْ قَالَ مِمَّا يَحْدُثُ صَحَّ عِنْدَ الثَّانِي وَفَسَدَ عِنْدَ الثَّالِثِ ''نَهْر''

ترجمہ: مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد غلام قتل کیا گیا یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا، اس سبب سے جو بائع کے پاس ہوا تھا جیسے قتل یا ردت، تو مشتری اگر مقطوع کو واپس کردے اور ان دونوں کا ثمن یعنی مقطوع اور مقتول کا لے لے اور اگر چاہے، تو مقطوع کو روک لے اور اس کا نصف ثمن واپس نہ لے، جیسا کہ مجمع میں ہے اور اگر غلام کی کئی بار بیع ہوئی پھر اخیر کے پاس اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو بعض بائع بعض سے رجوع کریں، اگر ان کو اس کا سبب معلوم ہو، اس کے استحقاق کی طرح ہونے کی وجہ سے نہ کہ عیب کی طرح صاحبین کے خلاف اور بیع صحیح ہے ہر طرح کے عیب سے برأت کی شرط کے ساتھ، اگرچہ عین متعین نہ کیا گیا ہو، امام شافعی کے خلاف اس لیے کہ حقوق مجہولہ سے برأت ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور ہمارے نزدیک صحیح ہے، مفضی الی المنازعہ نہ ہونے کی وجہ سے اس میں داخل ہے، موجود عیب اور وہ عیب جو عقد کے بعد پیدا ہو، قبضہ کرنے سے پہلے لہٰذا عیب کی وجہ سے واپس نہیں کرے گا، اور امام محمد اور امام مالک نے اس کو موجود کے ساتھ خاص کیا ہے، جیسا کہ بائع کا کہنا اس کے ہر عیب سے اور اگر کہا جو ظاہر ہوگا، تو صحیح ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے امام محمد کے نزدیک جیسا کہ نہر میں ہے۔

قبضہ کے بعد حد جاری ہونا

قتل العبد المقبوض او قطع بسبب الخ: مشتری نے ایک غلام خریدا جو ٹھیک ٹھاک ہے، لیکن اس نے بائع کے پاس ایسا جرم کیا تھا کہ اس پر حد شرعی ضروری تھی جس کی وجہ سے یا تو اس کی موت ہوگی یا اس کے بدن میں نقص ہوگیا ایسی صورت میں مشتری کو دو اختیار ہیں ایک یہ کہ وہ اس غلام کو واپس کردے اور اپنا ثمن واپس لے لے اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ رکھ لے اور اپنا آدھا ثمن واپس لے لے۔

ہر عیب سے برأت کی شرط کے ساتھ

و صح البیع بشرط البرائۃ من کل عیب الخ: بائع نے سامان بیچتے وقت یہ شرط لگادی کہ یہ مبیع ہر عیب سے پاک ہے اور مشتری نے یہ شرط منظور بھی کر لی تو اب بعد میں مشتری کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق نہ ہوگا خواہ ان عیوب کو نام بنام شمار کرایا ہو یا نہ کرایا ہو، بائع اور مشتری کو ان عیوب کا علم ہو یا نہ ہو مگر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی برأت صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حقوق مجہولہ سے برأت ٹھیک نہیں ہے، چوں کہ اس صورت میں تملیک کا معنی پایا جاتا ہے، اور مجہول کی تملیک صحیح نہیں ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ بری کرنا تملیک نہیں بل کہ اسقاط ہے اور جہالت اسقاط مفضی الی المنازعہ نہیں ہے، اس لیے اسقاط جب مفضی الی المنازعہ نہیں ہے، تو مفسد بیع بھی نہ ہوگا۔

أَبْرَأَهُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فَهُوَ عَلَى الْمَرَضِ، وَقِيلَ عَلَى مَا فِي الْبَاطِنِ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلِاخْتِيَارِ وَالْجَوْهَرَةِ؛ لِأَنَّهُ الْمَعْرُوفُ فِي الْعَادَةِ وَمَا سِوَاهُ فِي الْعُرْفِ مَرَضٌ وَلَوْ أَبْرَأَهُ مِنْ كُلِّ

غَائِلَةٍ فَهِيَ السَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ وَالزِّنَا.

ترجمہ: بائع نے ہر داء سے برأت کی، تو یہ مرض پر محمول ہے اور کہا گیا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کی اتباع میں، اس لیے کہ لفظ داء عادت میں مرض باطن میں مشہور ہے، اور اس کے سوا عرف میں مرض ہے اور اگر ہر برائی سے برأت کی، تو یہ چوری ہے، بھاگنا ہے اور زنا ہے۔

لفظ داء سے برأت کی صورت میں

ابرائه من كل داء الخ: بائع نے لفظ داء سے برأت کی ایسی صورت میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ پوشیدہ اور باطن کے امراض مراد ہوں گے لیکن احناف کے یہاں مشہور یہ ہے کہ اس صورت میں ظاہر اور باطن دونوں طرح کے امراض مراد ہوں گے، اس لیے کہ لغت میں ایسا ہی ہے۔

اشْتَرَى عَبْدًا فَقَالَ لِمَنْ سَاوَمَهُ إِيَّاهُ: اشْتَرِهِ فَلَا عَيْبَ بِهِ فَلَمْ يَتَّفِقْ بَيْنَهُمَا الْبَيْعُ فَوَجَدَ مُشْتَرِيهِ بِهِ عَيْبًا فَلَهُ رَدُّهُ عَلَى بَائِعِهِ بِشَرْطِهِ وَلَأَنْ يَمْنَعَهُ مِنَ الرَّدِّ عَلَيْهِ إِقْرَارُهُ السَّابِقُ بِعَدَمِ الْعَيْبِ، لِأَنَّهُ مَجَازٌ عَنِ التَّرْوِيجِ وَلَوْ عَيَّنَهُ أَيِ الْعَيْبَ فَقَالَ لَا عَوَرَ بِهِ أَوْ لَا شَلَلَ لَا يَرُدُّهُ لِإِحَاطَةِ الْعِلْمِ بِهِ إِلَّا أَنْ لَا يَحْدُثَ مِثْلُهُ كَلَا أُصْبُعَ بِهِ زَائِدَةٌ ثُمَّ وَجَدَهَا فَلَهُ رَدُّهُ لِلتَّيَقُّنِ بِكَذِبِهِ.

ترجمہ: ایک غلام خریدا پھر اس نے اس سے کہا جو غلام کو خریدنا چاہتا تھا کہ تو اس کو خرید لے اس لیے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان بیع پر اتفاق نہیں ہوا، پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اس کو بائع پر پھیر دینے کا اختیار ہے، اس شرط کی وجہ سے اور بائع پر لوٹانا اس کا پہلا عدم عیب کا اقرار مانع نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ ترویج پر محمول ہے اور اگر بائع نے عیب کی تعیین کرتے ہوئے کہا کہ یہ کانا نہیں ہے یا اس کا ہاتھ شل نہیں ہوا ہے، تو واپس نہیں کرسکتا با قاعدہ طور پر اس عیب کی جانکاری کی وجہ سے الا یہ کہ ویسا عیب پیدا نہیں ہوسکتا ہے، جیسے ہرگز اس کی انگلی زیادہ نہیں ہے، پھر زائد انگلی ملی، تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا، بائع کے جھوٹ پر یقین ہونے کی وجہ سے۔

پہلی مجلس میں برأت اور دوسری میں بیع

اشترى عبدا فقال لمن ساومه الخ: بائع نے پہلے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے، اس وقت بیع نہیں ہوئی، بعد میں مشتری نے اسی مبیع کو بلا کسی شرط کے خرید لیا خرید کرنے کے بعد مشتری کو پتا چلا کہ اس میں عیب ہے تو اس عیب کی وجہ سے مشتری اس مبیع کو واپس کرسکتا ہے۔

قَالَ لِآخَرَ عَبْدِي هَذَا آبِقٌ فَاشْتَرِهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ وَبَاعَ مِنْ آخَرَ فَوَجَدَهُ الْمُشْتَرِي الثَّانِي آبِقًا لَا يَرُدُّهُ بِمَا سَبَقَ مِنْ إِقْرَارِ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ مَا لَمْ يُبَرْهِنْ أَنَّهُ أَبِقَ عِنْدَهُ ، لِأَنَّ إِقْرَارَ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَى الْبَائِعِ الثَّانِي الْمَوْجُودِ مِنْهُ السُّكُوتُ. اشْتَرَى جَارِيَةً لَهَا لَبَنٌ فَأَرْضَعَتْ صَبِيًّا لَهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا كَانَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهَا؛ لِأَنَّهُ اسْتِخْدَامٌ، بِخِلَافِ الشَّاةِ الْمُصَرَّاةِ فَلَا يَرُدُّهَا مَعَ لَبَنِهَا أَوْ صَاعَ تَمْرٍ بَلْ يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ عَلَى الْمُخْتَارِ شُرُوحُ مَجْمَعٍ وَحَرَّرْنَاهُ فِيمَا عَلَّقْنَاهُ عَلَى "الْمَنَارِ" كَمَا لَوْ اسْتَخْدَمَهَا فِي غَيْرِ ذَلِكَ، فَفِي الْمَبْسُوطِ الِاسْتِخْدَامُ بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْعَيْبِ

لَيسَ بِرِضًا استِحسَانًا؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَوَسَّعُونَ فِيهِ فَهُوَ لِلاختِبَارِ. وفِي البَزَّازِيَّة: الصَّحِيحُ أَنَّهُ رِضًا فِي المَرَّةِ الثَّانِيَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي نَوعٍ آخَرَ وفِي الصُّغرَى أَنَّهُ مَرَّةً لَيسَ بِرِضًا إِلَّا عَلَى كُرهٍ مِنَ القِنِّ "بَحر"

ترجمہ: بائع نے کسی سے کہا یہ میرا غلام بھاگتا ہے، تم اس کو مجھ سے خرید لو، اس نے اس کو خرید کر دوسرے سے بیچ دیا، پھر مشتری ثانی نے اس کو بھگوڑا پایا تو بائع اول کے سابق اقرار کی وجہ سے اس کو واپس نہیں کرے گا، جب تک کہ گواہ سے اس کو ثابت نہ کردے کہ واقعتا وہ اس کے پاس سے بھاگا ہے اس لیے کہ بائع اول کا اقرار بائع ثانی پر حجت نہ ہوگا اس عیب موجود پر جس پر سکوت ہے، شیر دار لونڈی خریدی، چناں چہ اس نے مشتری کے بچے کو دودھ پلایا پھر اس میں عیب پایا، مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے، اس لیے کہ یہ استخدام ہے، بخلاف شاۃ مصراۃ کے کہ اس کو واپس نہ کرے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ، بل کہ بقدر نقصان ثمن واپس لے لے پسندیدہ قول کے مطابق جیسا کہ شروح المجمع میں ہے اور ہم نے منار کی شرح میں اس کی تفصیل کی ہے، جیسا کہ اگر خدمت لی اس کے علاوہ میں، تو مبسوط میں ہے کہ عیب کی جانکاری کے بعد استخدام استحسانا رضا نہیں ہے، اس لیے کہ استخدام میں، لوگوں کے نزدیک وسعت ہے چوں کہ یہ جانچنے کے لیے ہوتا ہے اور بزازیہ میں ہے صحیح یہ ہے کہ دوسری دفعہ استخدام رضامندی کی دلیل ہے، الا اب کہ دوسری قسم میں ہو اور صغری میں ہے کہ ایک مرتبہ خدمت لینا رضامندی نہیں ہے، الا یہ کہ غلام پر زبردستی کر کے کام لے۔

مشتری ثانی کے پاس عیب ظاہر ہونا

کسی نے اپنا غلام یہ کہہ کر بیچا کہ یہ بھگوڑا ہے مشتری نے خرید لیا اس کے پاس سے نہیں بھاگا اب اس نے جواب بائع ثانی کی حیثیت کا مالک ہے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا جو مشتری ثانی ہے اس مشتری ثانی کے پاس سے وہ غلام بھاگ گیا، تو اب مشتری ثانی کا دعویٰ ویسے ہی تسلیم نہیں کر لیا جائے گا، بلکہ اس کو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا، تب جا کر اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

تصریہ کا حکم

حضرت امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ تصریہ کی وجہ سے مصراۃ واپس نہیں کی جا سکتی، چوں کہ تصریہ عیب نہیں ہے، اس لیے کہ اگر واقعتا جانور کا دودھ میں روکا نہ گیا ہو، بلکہ تھن تو بڑا ہے، لیکن دودھ کم ہوتا ہے تو واپسی کا اختیار نہیں ہے، گویا کہ تصریہ اور عدم تصریہ میں فرق مشکل ہے بل کہ اس دھوکا دھڑی کی گرم بازاری میں ناممکن ہے اور محض دھوکا عیب نہیں ہے اور یہ بات عین ممکن ہے کہ جانور کا تصریہ تو نہ کیا گیا ہو بلکہ فطرۃ وہ کم دودھ والا ہو اس لیے احناف کے نزدیک تصریہ عیب نہیں ہے کہ خیار عیب کی بنیاد پر واپسی کا اختیار ملے البتہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے قیمت میں جو کمی آئی ہے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے تا کہ مشتری کے نقصانات کی مکافات ہو جائے لا خيار له لانه ذالك ليس بعيب بدليل انه لو لم تكن مصراة فوجدها اقل لبنا من امثالها لم يملك ردها و التدليس بما ليس بعيب لا يثبت الخيار۔ (المغنی: ۴/۱۵۰)

دوسرا قول حضرات ائمہ ثلاثہ کا ہے کہ تصریہ عیب ہے اس لیے مشتری کو جب معلوم ہو جائے کہ تصریہ کی گئی ہے تو مبیع مصراۃ کے باقی رکھنے یا ختم کرنے کا کلی اختیار حاصل ہوگا، ان من اشترى شاة مصراة من بهيمة الانعام لم يعلم تصريتها ثم

علم فله الخيار في الرد و الامساك روى ذالك عن............ مالك و ابن ابى يعلى و الشافعي و اسحاق۔ (المغنی: ۴/ ۱۵۰)

جمہور کی دلیل جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اونٹ اور بکری کو اس طرح دودھ روک کر نہ بیچو اگر اس طرح فروخت کیا تو جو اسے خریدے گا اسے دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہوگا اگر پسند ہو تو روک رکھے ناپسند ہو تو ایک صاع کھجور کے ساتھ لوٹا دے، و لنا ما روى ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال لا تصروا الابل و الغنم فمن ابتاعها بعد فانه بخير النظرين بعد ان يحتلبها ان شاء امسكها و ان شاء ردها و صاعا من تمر متفق عليه۔ (المغنی: ۴/ ۱۵۰)

دلائل احناف اس باب میں اقوال ائمہ اور ان کے دلائل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک حدیث کے خلاف ہے حالاں کہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کسی ایک آیت یا حدیث کی بنیاد پر کوئی موقف اختیار نہیں کرتے بلکہ جملہا ئے متعلقہ دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی رائے قائم فرماتے ہیں، تا کہ تکرار دلائل سے تعدد آراء لازم نہ آئے، ٹھیک اسی طریقے سے جب احادیث مصراۃ کے ساتھ ساتھ تمام متعلقہ دلائل پر نظر ڈالی تو احادیث مصراۃ کو آیات قرآنیہ متعدد احادیث نبویہ اور مسلمہ اصول شرعیہ کے خلاف دیکھا تو انہوں نے وہ رائے قائم کی جو احادیث کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے عین مطابق ہو، چناں چہ قرآن کریم کی آیتیں، و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به۔ (النحل: ۱۲۶)۔ فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم (البقرہ: ۱۹۴) جزاء سيئة سيئة مثلها (الشوری: ۴۰)۔ ان آیتوں سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان برابری کی پاسداری ہو۔ جب کہ بیع مصراۃ میں واپسی مصراۃ کی صورت میں برابری بعید از عقل و دانش ہے، اس لیے حضرات احناف نے ان آیات پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مصراۃ تو واپس نہ کی جائے البتہ بتائی ہوئی مقدار سے دودھ کم ہونے کی صورت میں قیمت کم ہو کر جو نقصان ہوا ہے اس نقصان کے بقدر ثمن واپس لے سکتا ہے اس صورت میں آیات پر عمل ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کا مقصد بھی باقی رہ جاتا ہے ان الحديث و ان وقع بنقل العدل الضابط عن مثله الى قائله لا بد في اعتباره ان يكون غير شاذ و لا معلول و هذا معلول لان يخالف عموم الكتاب و السنة المشهورة فيتوقف بها عن العمل بظاهره اما عموم الكتاب فقوله تعالىٰ: فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم، و قوله تعالىٰ: و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به۔ (عمدۃ القاری: ۵/ ۵۱۰)

(۲) حضرات احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث مصراۃ البيعان بالخيار ما لم يتفرقا سے منسوخ ہے الاول ما قاله محمد بن شجاع ان هذا الحديث نسخه البيعان بالخيار ما لم يتفرقا فلما قطع صلى الله عليه وسلم بالفرقة الخيار ثبت بذلك ان لا خيار لأحد بعد ذلك الا لمن استثناه سيدنا صلى الله عليه وسلم و هذا هو قوله الا بيع الخيار۔ (عمدۃ القاری: ۵/ ۵۱۰)

جواب: احناف کی طرف سے حدیث مصراۃ کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) عیسی بن ابان نے حدیث مصراۃ کو آیت ربوا سے منسوخ قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں سیئات اور عقوبات کی سزا مالی جرمانہ ہوا کرتا تھا، پھر معاصی کی سزا مالی جرمانہ کو منسوخ کرتے ہوئے فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم کا حکم صادر فرمایا، تو اب مصراۃ کے ساتھ ایک صاع تمر واپس کرنے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا الثانی ما قاله عیسی بن ابان کان ذالک فی اول الاسلام حیث کانت العقوبات فی الدیون حتی نسخ الله الربا فردت الاشیاء الماخوذة الی امثالها۔ (عمدۃ القاری: ۵/ ۵۱۰)

(۲) احناف کی طرف سے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث مصراۃ میں اضطراب ہے اور مضطرب روایت سے استدلال درست نہیں ہے الثالث ما قاله ابن التین و حمله ما رووا به حدیث المصراة بالاضطراب قال مرة صاعا من تمر و مرة صاعا من طعام و مرة مثل او مثلی لبنها۔ (عمدۃ القاری: ۵/ ۵۱۰)

(۳) احناف کی طرف سے حدیث مصراۃ کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ یہ حدیث دیانت پر محمول ہے چوں کہ تصریہ ایک طرح کا دھوکا ہے اس لیے بائع پر لازم ہے کہ مشتری کے نقصان کی تلافی کرتے ہوئے، دیانتاً قیمت واپس کر مصراۃ واپس کر دے، و الجواب عندی ان الحدیث محمول علی الدیانة دون القضاء..... فالتصریة ایضا خدیعة و یجب فیها علی البائع ان یقیل المشتری دیانة و ان لم یجب قضاء۔ (فیض الباری: ۳/ ۲۳۱)

ان تمام دلائل و جوابات میں بڑے تکلفات ہیں، سیدھی سی بات یہ ہے کہ تصریہ واپس نہیں کر سکتے، یہ حضرت امام صاحب کا مسلک ہے ہی نہیں، بلکہ یہ سارا کھیل عیسی بن ابان کا ہے اس لیے کہ ان سے یا حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے اس مسئلے کی کوئی صراحت ہی ثابت نہیں ہے بلکہ کچھ ایسی روایتیں ہیں جو اس نقل شدہ مسلک کے خلاف جاتی ہیں الفصل الثالث فیما یثبت فیه الخیار ابو حنیفة عن القاسم بن حبیب الصیرفی عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم من اشتری مصراة فهو بالخیار ثلاثة ایام فان ردها رد معها صاعا من تمر۔ (مسانید الامام الاعظم: ۲/ ۲۵) ـــــــــ یہ باب کی پہلی حدیث ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ باب کی پہلی حدیث تو مستدل نہ ہو اور دوسری تمام حدیثیں مستدل ہوں، اس کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہئے ورنہ حدیث باب پر عمل کیا جائے جیسا کہ کتاب الام میں کتاب اختلاف العراقیین کے حوالے سے حدیث مصراۃ کے سلسلے میں حضرت امام صاحب کی یہ رائے نقل کی گئی ہے کہ تین دن تک خیار ملے گا تین دن سے زیادہ ہونے پر کوئی اختیار نہ ملے گا، باب المصراة و الرد بالعیب و لیس فی التراجم وفیه نصوص فمن ذالک فی باب الاختلاف فی العیب من کتاب اختلاف العراقیین لما حکی عن ابی حنیفة لا یکون الخیار فوق ثلاثة ایام بلغنا عن رسول الله صلی الله علیه و سلم انه کان یقول من اشتری شاة محفلة فهو بخیر الناظرین ثلاثة ایام ان شاء ردها و رد معها صاعا من تمر او صاعا من شعیر۔ (حاشیہ کتاب الام: ۳/ ۵۹)

ملک العلماء علامہ کاسانی نے تو حدیث مصراۃ کو مسائل خیار عیب کی اساس قرار دیا ہے اور چوں کہ خیار عیب ثابت ہے اس لیے تصریہ کی صورت میں بھی خیار ملنا چاہئے، و الاصل فی شرعیة هذا الخیار ما روی عن رسول الله صلی الله علیه و سلم انه قال من اشتری شاة محفلة فوجدها مصراة فهو بخیر الناظرین ثلاثة ایام۔ (بدائع الصنائع: ۴/ ۵۴۴)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک وہی ہے جو حضرات جمہور کا ہے کہ تصریہ کی صورت میں وہ بھی خیار کو تسلیم کرتے تھے، ساتھ عیسی بن ابان کے احتساب کو ایک جست نظر انداز کر دینا بھی کوئی انصاف کا تقاضہ نہیں ہے فان هذه المسئلة لم تصح نقله عن ابی حنیفة و لا عن احد من اصحابه نعم نسب الی عیسی بن ابان المعاصر للشافعی و هی ایضا محل یر د عندی۔ (فیض الباری: ۳/۲۳۱)

تیسرا قول حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہے اور وہ یہ کہ بیع مصراۃ میں دودھ بتلائی ہوئی مقدار سے کم ہونے کی صورت میں مبیع واپس کر دی جائے گی اور اس ایک آدھ دن میں جو دودھ دوہا گیا ہے اس کی مناسب قیمت لگا کر قیمت ادا کر دی جائے گی۔ ان من اشتری مصراۃ من بهیمة الانعام لم یعلم تصریتها ثم علم فله الخیار فی الرد و الامساک ذهب الیه ابو یوسف و عامة اهل العلم...... و قال ابو یوسف یر د قیمة اللبن لانه ضمان متلف فکان مقدار بقیمة کسائر المتلفات۔ (المغنی: ۴/۱۵۰،۱۵۱)

یہ قول نصوص شرعیہ اور اقوال فقہاء کے مدنظر بہت مناسب ہے بلکہ گنگا جمنی سنگم کا علم بردار اور حالات حاضرہ کی ترجمانی کا حق دار بھی، اس قول کو مشہور یا عدم مشہور کہہ کر مجروح کرنے کی کوشش کرنا انصاف کی سرحد سے تجاوز کرنے کے مرادف ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ مسئلہ چوں کہ صرف اور صرف قضاء سے متعلق ہے اس لیے احناف کے نزدیک حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ ہونا چاہیے، تاکہ اختلاف کے سارے تانے بانے بکھرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کی زبان پر سکوت طاری ہو جائے جیسا کہ ملک العلماء حضرت علامہ کاسانی کا یہی رجحان ہے، و الاصل فی شرعیة هذا الخیار ما روی عن رسول الله صلی الله علیه و سلم انه قال من اشتری شاة محفلة فوجدها مصراة فهو بخیر النظرین الی ثلاثة و فی روایة فهو باحد النظرین الی ثلاثة ان شاء امسک و ان شاء رد و رد معها صاعا من تمر النظر ان المذکور ان هما نظر الامساک و الرد، و ذکر الثلاث فی الحدیث لیس للتوقیت لان هذا النوع من الخیار لیس بموقت بل هو بناء الامر علی الغالب المعتاد لان المشتری ان کانت به عیب یقف علیه المشتری فی هذه المدة عادة فیرضی به فیمسکه او لا یرضی به فیرده و الصاع من التمر کانه قیمة اللبن الذی حلبه المشتری علمه رسول الله صلی الله علیه و سلم بطریق المشاهد و الله عز و جل اعلم۔ (بدائع الصنائع: ۴/۵۴۴)

قَالَ الْمُشْتَرِي لَيْسَ بِهِ بِالْمَبِيعِ أُصْبُعٌ زَائِدَةٌ أَوْ نَحْوُهَا مِمَّا لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ ذَلِكَ كَانَ لَهُ الرَّدُّ بِلَا يَمِينٍ لِمَا مَرَّ. بَاعَ عَبْدًا وَقَالَ لِلْمُشْتَرِي بَرِئْتُ إلَيْكَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ بِهِ إلَّا الْإِبَاقَ فَوَجَدَهُ آبِقًا فَلَهُ الرَّدُّ، وَلَوْ قَالَ إلَّا إبَاقَهُ لَا ؛ لِأَنَّهُ فِي الْأَوَّلِ لَمْ يُضِفْ الْإِبَاقَ لِلْعَبْدِ وَلَا وَصَفَهُ بِهِ فَلَمْ يَكُنْ إقْرَارًا بِإِبَاقِهِ لِلْحَالِ، وَفِي الثَّانِي أَضَافَهُ إلَيْهِ فَكَانَ إخْبَارًا بِأَنَّهُ آبِقٌ فَيَكُونُ رَاضِيًا بِهِ قَبْلَ الشِّرَاءِ خَانِيَّةٌ. وَفِيهَا: لَوْ بَرِئَ مِنْ كُلِّ حَقٍّ لَهُ قِبَلَهُ دَخَلَ الْعَيْبُ لَا الدَّرَكُ

ترجمہ: مشتری نے کہا مبیع میں زائد انگلی نہیں ہے یا اس طرح کا ایسا عیب نہیں ہے، جو اس مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس نے وہی عیب پایا، تو اس کو بلا یمین واپس کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ گزر چکا، غلام بیچتے ہوئے مشتری سے کہا میں اس کے

ہر عیب سے بری ہوں مگر بھاگنے کے پھر مشتری نے اس کو بھگوڑا پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر کہا مگر اس کے بھاگنے کے تو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا، اس لیے کہ پہلی صورت میں اباق کی اضافت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ ہی اباق کے ساتھ اس کو موصوف کیا، لہٰذا وہ فی الحال غلام کے لیے بھاگنے کا اقرار کرنے والا نہیں ہوا اور دوسری صورت میں اس کی طرف اضافت کر کے اس کے بھگوڑا ہونے کی خبر دے رہا ہے گویا کہ مشتری خریداری سے پہلے اس عیب سے راضی تھا جیسا کہ خانیہ میں ہے اور اسی میں ہے اور اگر مشتری نے، اپنی جانب سے اپنے ہر حق سے برأت ظاہر کی تو اس میں عیب داخل ہوگا نہ کہ درک۔

اضافت عیب کی حیثیت

باع عبدا وقال للمشتری الخ: بائع نے غلام بیچتے ہوئے مطلقا اباق سے استثنا کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہر عیب سے بری ہے، اس صورت میں اباق غلام کے ساتھ چوں کہ خاص نہیں ہو سکا، اس لیے بعد میں اگر غلام بھاگ جاتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر لفظ، اباق کی اضافت غلام کی طرف کرتے ہوئے اباق کو غلام کے ساتھ خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے اس کو استثنا کیا اور مشتری نے اس غلام کو خرید بھی لیا اور بعد میں غلام کا بھاگنا پایا گیا، تو مشتری اب اس غلام کو واپس نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اس دوسری صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ مشتری غلام کے مذکورہ عیب سے راضی تھا۔

مُشْتَرٍ لِعَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ أَعْتَقَ الْبَائِعُ الْعَبْدَ أَوْ دَبَّرَ أَوِ اسْتَوْلَدَ الْأَمَةَ أَوْ هُوَ حُرُّ الْأَصْلِ وَأَنْكَرَ الْبَائِعُ حَلَفَ لِعَجْزِ الْمُشْتَرِي عَنِ الْإِثْبَاتِ فَإِنْ حَلَفَ قَضَى عَلَى الْمُشْتَرِي بِمَا قَالَهُ مِنَ الْعِتْقِ وَنَحْوِهِ لِإِقْرَارِهِ بِذَلِكَ وَرَجَعَ بِالْعَيْبِ إِنْ عَلِمَ بِهِ ؛ لِأَنَّ الْمُبْطِلَ لِلرُّجُوعِ إِزَالَتُهُ عَنْ مِلْكِهِ إِلَى غَيْرِهِ بِإِنْشَائِهِ أَوْ إِقْرَارِهِ وَلَمْ يُوجَدْ حَتَّى لَوْ قَالَ بَاعَهُ وَهُوَ مِلْكُ فُلَانٍ وَصَدَّقَهُ فُلَانٌ (وَأَخَذَهُ لَا يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ لِإِزَالَتِهِ بِإِقْرَارِهِ كَأَنَّهُ وَهَبَهُ. وَجَدَ الْمُشْتَرِي الْغَنِيمَةَ مُحْرَزَةً بِدَارِنَا أَوْ غَيْرَ مُحْرَزَةٍ لَوِ الْبَيْعُ مِنَ الْإِمَامِ أَوْ أَمِينِهِ بَحْرٌ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: فَقَيْدُ مُحْرَزَةٍ غَيْرُ لَازِمٍ عَيْبًا لَا يَرُدُّ عَلَيْهِمَا؛ لِأَنَّ الْأَمِينَ لَا يَنْتَصِبُ خَصْمًا بَلْ يَنْصِبُ لَهُ الْإِمَامُ خَصْمًا فَيَرُدُّ عَلَى مَنْصُوبِ الْإِمَامِ وَلَا يُحَلِّفُهُ ، لِأَنَّ فَائِدَةَ الْحَلِفِ النُّكُولُ وَلَا يَصِحُّ نُكُولُهُ وَإِقْرَارُهُ فَإِذَا رَدَّ عَلَيْهِ الْمَعِيبَ بَعْدَ ثُبُوتِهِ يُبَاعُ وَيَدْفَعُ الثَّمَنَ إِلَيْهِ وَيَرُدُّ النَّقْصَ وَالْفَضْلَ إِلَى مَحَلِّهِ؛ لِأَنَّ الْغُرْمَ بِالْغُنْمِ دُرَرٌ.

ترجمہ: غلام یا باندی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر بنا دیا یا باندی کو ام ولد بنا لیا یا وہ اصلا آزاد ہے اور بائع نے انکار کیا، تو بائع قسم کھائے گا مشتری کے ثبوت سے عاجز ہونے کی صورت میں، پس اگر بائع قسم کھا لیتا ہے تو مشتری کے خلاف بائع کے قول کے مطابق عتق وغیرہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مشتری کے اس کے اقرار کرنے کی وجہ سے اور مشتری عیب کی وجہ سے نقصان کے بقدر ثمن واپس لے گا، اگر عیب کی جانکاری ہو جائے، اس لیے کہ نقصان کی واپسی کا مبطل اس کو اپنی ملک سے دوسرے کی طرف زائل کرنا ہے تملیک ظاہر کر کے یا اپنے اقرار سے اور وہ یہاں نہیں پایا گیا، یہاں تک کہ اگر مشتری نے کہا بائع نے غلام کو بیچا حالاں کہ وہ فلاں کی ملک ہے اور فلاں نے اس کی تصدیق بھی کی اس کے باوجود مشتری نے خرید لیا تو مشتری نقصان کو واپس نہیں لے گا، اس کے اقرار کی وجہ سے اس کی ملک زائل ہونے کی وجہ سے گویا کہ مشتری نے اس

کو ہبہ کردیا، مشتری نے غنیمت میں عیب پایا خواہ دارالاسلام میں محفوظ ہو یا نہ ہو، اگر امام یا اس کے امین سے خریدا ہے جیسا کہ بحر میں ہے مصنف نے کہا کہ محرز کی قید لازم نہیں ہے تو امام اور امین کو واپس نہیں کرے گا اس لیے کہ امین صاحب خصم نہیں ہے، بل کہ امام اس کے لیے کسی کو مدعی علیہ بنائے تب مشتری اس کو امام کے منصوب پر واپس کرے اور اس سے قسم نہ لے اس لیے کہ قسم کا فائدہ نکول ہے اور منصوب شخص کا انکار اور اقرار صحیح نہیں ہے جب عیب کے ثابت ہونے کے بعد عیب دار مبیع کو واپس کردے تو عیب دار مبیع دوبارہ بیچ کر ثمن مشتری کو دیا جائے اور نقصان اور زیادتی کو اس کے محل کی طرف واپس کردیا جائے، اس لیے کہ نقصان فائدے کے مقابلے میں ہے جیسا کہ درر میں ہے۔

مال غنیمت میں عیب ہونے کی صورت میں

وجد المشتری لغنیمة الخ: حکومت نے مال غنیمت بیچا، مشتری نے خریدنے کے بعد اس میں عیب پایا، تو اس کے واپس کرنے کی صورت یہ ہے کہ حکومت مقدمہ کی پیروی کے لیے ایک شخص کو مدعی علیہ بنائے اور مبیع میں عیب ثابت ہوجائے، تو اس مبیع کی دوبارہ بیع ہو اگر کم قیمت لگ رہی ہے، تو باقی پیسے مشتری اول کو واپس کیے جائیں گے، اور اگر زیادہ قیمت لگ رہی ہے تو زیادہ پیسے بیت المال میں جمع ہوں گے۔

وَجَدَ الْمُشْتَرِي بِمَشْرِيِّهِ عَيْبًا وَأَرَادَ الرَّدَّ بِهِ فَاصْطَلَحَا عَلَى أَنْ يَدْفَعَ الْبَائِعُ الدَّرَاهِمَ إِلَى الْمُشْتَرِي وَلَا يَرُدَّ عَلَيْهِ جَازَ وَيُجْعَلُ حَطًّا مِنَ الثَّمَنِ وَعَلَى الْعَكْسِ وَهُوَ أَنْ يَصْطَلِحَا عَلَى أَنْ يَدْفَعَ الْمُشْتَرِي الدَّرَاهِمَ إِلَى الْبَائِعِ وَيَرُدَّ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ لَهُ غَيْرُ الرِّشْوَةِ فَلَا يَجُوزُ. وَفِي الصُّغْرَى: ادَّعَى عَيْبًا فَصَالَحَهُ عَلَى مَالٍ ثُمَّ بَرِئَ أَوْ ظَهَرَ أَنْ لَا عَيْبَ، فَلِلْبَائِعِ أَنْ يَرْجِعَ بِمَا أَدَّى، وَلَوْ زَالَ بِمُعَالَجَةِ الْمُشْتَرِي لَا قُنْيَةٌ. رَضِيَ الْوَكِيلُ بِالْعَيْبِ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ مَعَ الْعَيْبِ الَّذِي بِهِ يُسَاوِي الثَّمَنَ الْمُسَمَّى وَإِلَّا يُسَاوِيهِ لَا يَلْزَمُ الْمُوَكِّلَ.

ترجمہ: مشتری نے مبیع میں عیب پایا اور واپس کرنے کا بھی ارادہ کیا لیکن دونوں نے اس پر صلح کی کہ بائع مشتری کو چند دراہم دے گا، اور مشتری اس کو واپس نہیں کریگا تو جائز ہے اور یہ ثمن کا گھٹا دینا سمجھا جائے گا اس کا برعکس اور وہ یہ ہیکہ دونوں اس پر صلح کریں کہ بائع کو چند دراہم دے کر مبیع واپس کرے گا تو یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ رشوت کے علاوہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لیے جائز نہ ہوگا صغری میں ہے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے مال پر صلح کرلیا پھر عیب زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ عیب نہیں ہے تو بائع کے لیے جائز ہے کہ جو دیا ہے اس کو لے لے اور اگر مشتری کے علاج سے زائل ہوا ہے تو لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے وکیل عیب کے باوجود راضی ہوگیا وکیل کے لیے یہ مبیع لازم ہوگی اگر مبیع عیب کے باوجود ثمن مسمی کے برابر ہو اور اگر ثمن مسمی کے برابر نہ ہو تو موکل کے لیے لازم نہ ہوگا۔

عیب کے باوجود صلح کرلینا

وجد المشتری بمشریه عیبا الخ: مشتری نے مبیع میں عیب پایا اس نے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو بائع نے کہا کہ واپس کیا کرے گا، کچھ ثمن ہی کم کردیتے ہیں، ثمن کم ہونے کی صورت میں مشتری عیب دار مبیع ہی رکھنے کا لیے تیار ہوگیا تو یہ جائز ہے لیکن عیب دار مبیع واپس کرنے کی صورت میں مشتری کے

بجائے بائع خود سامان واپس کرنے کے عوض میں پیسہ لینے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے۔

علاج کرنے کی صورت میں

ادعی عیبا فصالحه علی مال الخ: مبیع میں عیب ہونے کی صورت میں دونوں کے درمیان ثمن کم ہو کر صلح ہو گئی اب بائع کے علاج سے یا ویسے ہی مبیع کا وہ عیب ختم ہو گیا تو بائع واپس کیا ہوا ثمن واپس لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے علاج سے عیب زائل ہوا ہے تو بائع واپس کیا ہوا ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے۔

فُرُوعٌ: لَا يَحِلُّ كِتْمَانُ الْعَيْبِ فِي مَبِيعٍ أَوْ ثَمَنٍ؛ لِأَنَّ الْغِشَّ حَرَامٌ إلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ. الْأُولَى: الْأَسِيرُ إذَا شَرَى شَيْئًا ثَمَّةَ وَدَفَعَ الثَّمَنَ مَغْشُوشًا جَازَ إنْ كَانَ حُرًّا لَا عَبْدًا. الثَّانِيَةُ: يَجُوزُ إعْطَاءُ الزُّيُوفِ وَالنَّاقِصِ فِي الْجِبَايَاتِ "أَشْبَاهٌ"

ترجمہ: ثمن یا مبیع کا عیب چھپانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ دھوکہ حرام ہے مگر دو مسئلوں میں ایک یہ کہ قیدی کوئی چیز دار الحرب میں خرید لے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر آزاد ہو نہ کہ غلام دوسرا یہ کہ بادشاہ کہ ظلم میں کھوٹے اور ناقص سکے دینا جائز ہے جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

عیب کے سلسلے میں ہدایت

لا یحل کتمان العیب الخ: بائع اور مشتری کو یہ ہدایت ہے کہ مبیع یا ثمن میں کسی طرح کا کوئی عیب ہو تو اس کو چھپائے نہیں اس لیے کہ عیب چھپا کر بیع کرنا دھوکہ ہے اور دھوکہ حرام ہے۔

دو مسئلوں میں دھوکا کا حکم

الا فی مسئلتین الخ: ویسے تو دھوکا حرام ہے لیکن دو مسئلے ایسے ہیں کہ ان میں دھوکہ کی گنجائش ہے ایک کہ مسلم قیدی دار الحرب میں کھوٹے سکے دے کر اچھے مال خرید سکتا ہے دوسرا یہ کہ حکومت نے ظلما جرمانہ عائد کر دیا تو بھی آدمی کھوٹے سکے ادا کر سکتا ہے۔

وَفِيهَا: رَدُّ الْبَيْعِ بِعَيْبٍ بِقَضَاءٍ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْكُلِّ إلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ: إحْدَاهُمَا: لَوْ أَحَالَ الْبَائِعُ بِالثَّمَنِ ثُمَّ رُدَّ الْمَبِيعُ بِعَيْبٍ بِقَضَاءٍ لَمْ تَبْطُلْ الْحَوَالَةُ، الثَّانِيَةُ: لَوْ بَاعَهُ بَعْدَ الرَّدِّ بِعَيْبٍ بِقَضَاءٍ مِنْ غَيْرِ الْمُشْتَرِي وَكَانَ مَنْقُولًا لَمْ يَجُزْ قَبْلَ قَبْضِهِ، وَلَوْ كَانَ فَسْخًا لَجَازَ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: شَرَى عَبْدًا فَضَمِنَ لَهُ رَجُلٌ عُيُوبَهُ فَاطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ وَرَدَّهُ لَمْ يَضْمَنْ؛ لِأَنَّهُ ضَمَانُ الْعُهْدَةِ، وَضَمِنَهُ الثَّانِي؛ لِأَنَّهُ ضَمَانُ الْعُيُوبِ، وَإِنْ ضَمِنَ السَّرِقَةَ أَوْ الْحُرِّيَّةَ أَوْ الْجُنُونَ أَوْ الْعَمَى فَوَجَدَهُ كَذَلِكَ ضَمِنَ الثَّمَنَ. وَفِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى: شَرَى ثَمَرَةَ كَرْمٍ وَلَا يُمْكِنُ قِطَافُهَا لِغَلَبَةِ الزَّنَابِيرِ، إنْ بَعْدَ الْقَبْضِ لَمْ يَرُدَّهُ، وَإِنْ قَبْلَهُ، فَإِنْ انْتَقَصَ الْمَبِيعُ بِتَنَاوُلِ الزَّنَابِيرِ فَلَهُ الْفَسْخُ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ وَاللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ: اور اشباہ میں ہے کہ قضائے قاضی سے عیب دار مبیع کا واپس کرنا فسخ ہے ہر ایک کے حق میں، مگر دو مسئلوں میں ایک یہ کہ بائع نے ثمن کا حوالہ کیا، پھر عیب کی بنیاد پر قضائے قاضی سے مبیع واپس کر دی گئی، تو حوالہ باطل نہ ہوگا، دوسرا یہ کہ اگر بائع

نے اس کو عیب کی بنیاد پر قضائے قاضی سے واپس کرنے کے بعد غیر مشتری سے بیچ دے حالاں کہ وہ مال منقول ہے تو قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے اور اگر فسخ ہوتا تو جائز ہوتا اور بزازیہ میں ہے کہ کسی نے غلام خریدا اور دوسرا آدمی اس کے عیوب کا ضامن ہوا، پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور واپس کر دیا تو وہ ضامن ذمہ دار نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ عہدے کا ضمان ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ ضامن ہوگا، اس لیے کہ یہ عیوب کا ضمان ہے اور اگر وہ چوری یا آزادی یا جنون یا نابینائی کا ضامن ہوا اور مشتری نے اس کو ایسا ہی پایا تو وہ ثمن کا ضامن ہوگا اور جواہر الفتوی میں ہے انگور کے پھل خریدے اور بھڑوں کی زیادتی کی وجہ سے پھل توڑنا ممکن نہیں ہوا، اگر یہ قبضے کے بعد ہوا ہے تو واپس نہیں کرے گا اور اگر بھڑوں کی زیادتی قبضہ سے پہلے ہوئی ہے اور بھڑوں کے کھانے کی وجہ سے پھل کم ہو گئے ہیں تو اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے تفرق صفقہ کی وجہ سے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خرید کے بعد پھل توڑنا محال ہونے کی صورت میں

شری ثمرة كرم و لا يمكن قطافها الخ: کسی نے پھل کا باغ خریدا اور قبضہ بھی کرلیا لیکن قبضہ کرنے کے بعد ایسی صورت سامنے آئی کہ وہ پھل توڑنے پر قادر نہیں ہو سکا تو چوں کہ مشتری قبضہ کر چکا ہے اس لیے اب وہ واپس نہیں کرسکتا ہے، البتہ یہ صورت مال قبضہ کرنے سے پہلے پیش آئی اور پھل کو بھی نقصان پہنچ جائے تو مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

بیع باطل: بیع باطل وہ ہے جو ذات اور وصف دونوں لحاظ سے مشروع نہ ہو، جیسے معدوم یا غیر مال کی بیع۔

بیع فاسد: بیع فاسد وہ ہے جو ذات کے لحاظ سے مشروع ہو، لیکن وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو، جیسے غیر مقدور التسلیم کی بیع۔

بیع مکروہ: بیع مکروہ وہ ہے جو ذات اور وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو، لیکن فعل منہی عنہ اس سے متصل ہو گیا جیسے اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت۔

بیع موقوف: بیع موقوف وہ ہے جو ذات اور وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو لیکن اس کا نفاذ کسی تیسرے کی اجازت پر موقوف ہو جیسے فضولی کی بیع۔

الْمُرَادُ بِالْفَاسِدِ الْمَمْنُوعُ مَجَازًا عُرْفِيًّا فَيَعُمُّ الْبَاطِلَ وَالْمَكْرُوهَ، وَقَدْ يُذْكَرُ فِيهِ بَعْضُ الصَّحِيحِ تَبَعًا، وَكُلُّ مَا أَوْرَثَ خَلَلًا فِي رُكْنِ الْبَيْعِ فَهُوَ مُبْطِلٌ، وَمَا أَوْرَثَهُ فِي غَيْرِهِ فَمُفْسِدٌ

ترجمہ: فاسد سے مراد ممنوع ہے مجاز عرفی کے اعتبار سے لہٰذا باطل اور مکروہ کو شامل ہوگا اور کبھی اس میں تبعاً بعض صحیح کو ذکر کیا جاتا ہے اور جو چیز بیع کے رکن میں خلل پیدا کرے وہ مبطل ہے اور جو رکن کے علاوہ میں خلل پیدا کرے وہ مفسد ہے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ یہ باب بیع فاسد کا ہے اور فاسد میں باطل داخل نہیں ہے حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب میں بیع فاسد کے ساتھ ساتھ بیع باطل کا بھی تذکرہ کیا ہے ایسا کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں تو باطل اور فاسد الگ الگ چیزیں ہیں، لیکن عرف میں باطل بول کر فاسد اور فاسد بول کر باطل مراد لیا جاتا ہے اسی عرف کی رعایت کرتے ہوئے فاسد بول کر باطل کو بھی شامل کر لیا گیا ہے اسی کی طرف

حضرت شارح علیہ الرحمہ نے المراد بالفاسد الممنوع مجاز اعرفیا سے اشارہ کیا ہے۔

عرف سے مراد مجاز عرفیا: عرف سے مراد حضرت فقہائے کرام کا عرف ہے۔

بَطَلَ بَيْعُ مَا لَيْسَ بِمَالٍ وَالْمَالُ مَا يَمِيلُ إِلَيْهِ الطَّبْعُ وَيَجْرِي فِيهِ الْبَذْلُ وَالْمَنْعُ دُرَرٌ، فَخَرَجَ التُّرَابُ وَنَحْوُهُ كَالدَّمِ الْمَسْفُوحِ فَجَازَ بَيْعُ كَبِدٍ وَطِحَالٍ

ترجمہ: اس چیز کی بیع باطل ہے جو مال نہیں ہے مال وہ ہے جس کی طرف انسانی طبیعت مائل ہو اور اس میں دینا اور منع کرنا جاری ہو سکے چناں چہ مٹی اور اس جیسی چیزیں نکل گئیں جیسے بہتا ہوا خون لہٰذا تلی اور کلیجی کی بیع جائز ہے۔

مال کی تعریف المال یمیل الخ: مال وہ ہے جس کی طرف انسانی طبیعت مائل ہو۔

دم مفسوح کی بیع کالدم المفسوح: بہتا ہوا خون ناپاک ہے اس ناپاکی کی وجہ سے اس میں کوئی مالیت نہیں ہے اور جب مالیت نہیں ہے تو مبادلۃ المال بالمال نہیں پایا گیا اس لیے خون مفسوح کی بیع باطل ہے۔

وَالْمَيْتَةِ سِوَى سَمَكٍ وَجَرَادٍ،وَلَا فَرْقَ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ بَيْنَ الَّتِي مَاتَتْ حَتْفَ أَنْفِهَا أَوْ بِخَنْقٍ وَنَحْوِهِ

ترجمہ: اور مردار مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ، مسلمان کے حق میں کوئی فرق نہیں ہے اس کے درمیان جو خود بخود مرے یا کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو اور اس طرح سے۔

میتہ کی بیع و المیتۃ سوی سمک الخ: شرعی ذبح کے علاوہ جانور کے مرنے کی جو بھی صورت پیش آئے وہ میتہ ہے اور شرعا میتہ ناپاک ہے اس ناپاکی کی وجہ سے اس میں کوئی مالیت نہیں ہے اور جب مالیت نہیں ہے، تو مبادلہ المال بالمال رکن بیع نہیں پایا گیا اس لیے میتہ کی بیع باطل ہے۔

وَالْحُرِّ وَالْبَيْعِ بِهِ أَيْ جَعْلِهِ ثَمَنًا بِإِدْخَالِ الْبَاءِ عَلَيْهِ؛لِأَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَلَمْ يُوجَدْ

ترجمہ: اور آزاد کی بیع اور اس کے ذریعے سے خریداری یعنی آزاد کو ثمن بنایا باداخل کر کے اس لیے کہ بیع کا رکن مبادلۃ المال بالمال ہے جو نہیں پایا گیا۔

آزاد کی بیع آزاد مالک ہے مملوک نہیں ہے جب مملوک نہیں ہے تو مال بھی نہیں ہے اور جب مال نہیں ہے تو مبادلۃ المال بالمال رکن بیع نہیں پایا گیا اس لیے حر نہ مبیع بن سکتا ہے اور نہ ہی ثمن، اس لیے حر کی بیع باطل ہے۔

وَالْمَعْدُومِ كَبَيْعِ حَقِّ التَّعَلِّي أَيْ عُلْوٍ سَقَطَ؛ لِأَنَّهُ مَعْدُومٌ، وَمِنْهُ بَيْعُ مَا أَصْلُهُ غَائِبٌ كَجَزَرٍ وَفُجْلٍ، أَوْ بَعْضُهُ مَعْدُومٌ كَوَرْدٍ وَيَاسَمِينٍ وَوَرَقِ فِرْصَادٍ. وَجَوَّزَهُ مَالِكٌ لِتَعَامُلِ النَّاسِ، وَبِهِ أَفْتَى بَعْضُ مَشَايِخِنَا عَمَلًا بِالِاسْتِحْسَانِ، هَذَا إِذَا نَبَتَ وَلَمْ يُعْلَمْ وُجُودُهُ، فَإِذَا عُلِمَ جَازَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ وَتَكْفِي رُؤْيَةُ الْبَعْضِ عِنْدَهُمَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى "شَرْحُ مَجْمَعٍ"

ترجمہ: اور معدوم کی بیع باطل ہے، جیسے حق تعلی کو بیچنا، یعنی وہ بالا خانہ جو گر چکا ہو، اس لیے کہ یہ معدوم کی بیع ہے، اور اسی میں اس چیز کی بیع ہے، جس کی جڑ غائب ہو جیسے گاجر اور مولی کی بیع یا بعض مبیع معدوم ہے جیسے گلاب اور چنبیلی کی بیع اور

توت کے پتوں کی بیع کو امام مالک نے تعامل ناس کی وجہ سے جائز کہا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے استحسان پر عمل کرتے ہوئے اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ اس وقت ہے جب جما ہوا اور اس کا موجود ہونا معلوم نہ ہو، پس جب معلوم ہو جائے تو جائز ہے اور مشتری کو خیار رویت ثابت ہے بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ شرح میں ہے۔

حق تعلی کی بیع

والمعدوم کبیع حق التعلی الخ: گھر یا زمین کے اوپر والے حصے کی بیع جس میں کچھ بنا ہوا نہیں ہے اس کی بیع باطل ہے اس لیے کہ کچھ ہے ہی نہیں بس فضا ہے اور فضا مال نہیں ہے اس لیے حق تعلی کی بیع باطل ہے۔

وَالْمَضَامِينِ مَا فِي ظُهُورِ الْآبَاءِ مِنَ الْمَنِيِّ وَالْمَلَاقِيحِ جَمْعُ مَلْقُوحَةٍ: مَا فِي الْبَطْنِ مِنَ الْجَنِينِ وَالنَّتَاجِ بِكَسْرِ النُّونِ: حَبَلُ الْحَبَلَةِ أَيْ نِتَاجُ النَّتَاجِ لِدَابَّةٍ أَوْ آدَمِيٍّ وَبَيْعِ أَمَةٍ تَبَيَّنَ أَنَّهُ ذَكَّرَ الضَّمِيرَ لِتَذْكِيرِ الْخَبَرِ عَبْدٌ وَعَكْسُهُ بِخِلَافِ الْبَهَائِمِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ حُكْمًا فَيَبْطُلُ، وَفِي سَائِرِ الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ فَيَصِحُّ وَيَتَخَيَّرُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ.

ترجمہ: باطل ہے مضامین کی بیع یعنی وہ منی جو نر کی پیٹھ میں ہو اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملقوحۃ کی جمع ہے یعنی وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ میں ہو اور نتاج نون کے زیر کے ساتھ حبل الحبلہ یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ اور باندی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہو اور اس کے برعکس (انہ) میں ضمیر مذکر لائے خبر کے مذکر ہونے کی وجہ سے بخلاف جانوروں کے اصول یہ ہے کہ مذکر و مؤنث آدمی میں دو جنس ہیں حکما لہٰذا بیع باطل ہوگی اور تمام حیوانات میں ایک جنس ہے اس لیے بیع صحیح ہوگی اور وصف فوت ہونے کی وجہ سے مشتری کو اختیار ہوگا۔

مضامین کی بیع

ایام جاہلیت میں بعض عجیب قسم کے معاملات ہوتے تھے ان میں سے ایک نر کے صلب میں، رہنے والے مادہ منویہ سے ممکنہ صورت میں پیدا ہونے والے بچے کے بیع تھی اور دوسری صورت گابھن کے دوران، پیٹ میں موجود پیدا ہونے سے پہلے ہی بچے کی بیع تھی ان دونوں صورتوں کو شریعت نے باطل قرار دیا ہے، اس لیے کہ ایک نامعلوم اور غیر موجود کی بیع تھی۔

باندی بتا کر غلام حوالہ کرنا

و بیع امة تبین انه الخ: بائع اور مشتری کے درمیان سودا طے ہوا باندی کا اور جب مبیع حوالہ کرنے کا وقت آیا، تو بائع غلام حوالہ کر رہا ہے تو یہ بیع باطل ہے، اس لیے کہ انسانوں میں مرد اور عورت ہونا الگ الگ جنس ہے اور جس جنس کی بیع ہوئی ہے وہ جنس ادا نہیں کر رہا ہے جو ایک بیع معدوم کی صورت ہے اور بیع معدوم باطل ہے لیکن جانوروں میں نر اور مادہ کے درمیان اس طرح کی تبدیلی جنس واحد ہونے کی وجہ سے کوئی ایسا حرج نہیں ہے، بیع تو منعقد ہو جائے؛ البتہ وصف میں تبدیلی کی وجہ سے مشتری کو بیع باقی رکھنے یا ختم کرنے کا خیار ہوگا۔

وَمَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَمْدًا وَلَوْ مِنْ كَافِرٍ بَزَّازِيَّةٌ، وَكَذَا مَا ضُمَّ إِلَيْهِ؛ لِأَنَّ حُرْمَتَهُ بِالنَّصِّ

ترجمہ: اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے، جس میں جان کر بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہو، اگرچہ کافر کے ہاتھ بیچے جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اسی طرح جو اس میں ملا دیا گیا ہو، اس لیے کہ اس کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

متروک التسمیہ کی بیع

و متروک التسمية عمدا الخ: ایسا ذبیحہ جس میں جان کر بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہے اس کی بیع دونوں حالتوں میں حرام ہے مسلمان سے بیچے یا غیر مسلم سے۔

وَبَيْعِ الْكِرَابِ وَكَرْيِ الْأَنْهَارِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ، بِخِلَافِ بِنَاءٍ وَشَجَرٍ فَيَصِحُّ إِذَا لَمْ يُشْتَرَطْ تَرْكُهَا وَلْوَالِجِيَّةٌ. وَمَا فِي حُكْمِهِ أَيْ حُكْمِ مَا لَيْسَ بِمَالٍ كَأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ وَالْمُدَبَّرِ الْمُطْلَقِ فَإِنَّ بَيْعَ هَؤُلَاءِ بَاطِلٌ: أَيْ بَقَاءً، فَلَمْ يُمْلَكُوا بِالْقَبْضِ لِابْتِدَاءٍ فَصَحَّ بَيْعُهُمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَبَيْعُ قِنٍّ ضُمَّ إِلَيْهِمْ دُرَرٌ، وَقَوْلُ ابْنِ الْكَمَالِ بَيْعُ هَؤُلَاءِ بَاطِلٌ مَوْقُوفٌ، ضَعَّفَهُ فِي الْبَحْرِ بِأَنَّ الْمُرَجَّحَ اشْتِرَاطُ رِضَا الْمُكَاتَبِ قَبْلَ الْبَيْعِ وَعَدَمُ نَفَاذِ الْقَضَاءِ بِبَيْعِ أُمِّ الْوَلَدِ وَصَحَّحَ فِي الْفَتْحِ نَفَاذَهُ. قُلْت: الْأَوْجَهُ تَوَقُّفُهُ عَلَى قَضَاءٍ آخَرَ إِمْضَاءً أَوْ رَدًّا عَيْنِيٌّ وَنَهْرٌ، فَلْيَكُنْ التَّوْفِيقُ. وَفِي السِّرَاجِ: وَلَدُ هَؤُلَاءِ كَهُمْ، وَبَيْعُ مُبَعَّضٍ كَحُرٍّ.

ترجمہ: زمین کی جوتائی اور نہر کی کھدائی کی بیع باطل ہے اس لیے کہ یہ مال متقوم نہیں ہے برخلاف عمارت اور درخت کے لہٰذا صحیح ہے جب چھوڑنے کی شرط نہ لگائے جیسا کہ والوالجیہ میں ہے اور جو اس کے حکم میں ہو یعنی اس کے حکم میں جو مال نہیں ہے جیسے ام ولد مکاتب اور مدبر مطلق ان سب کی بیع باطل ہے حق حریت باقی رہنے تک لہٰذا یہ مملوک نہیں ہوں گے قبضہ سے ابتدائی باطل نہیں ہے لہٰذا ان کو ان کی ذات سے بیچنا صحیح ہے اور ان کے ساتھ ملا کر غلام کی بیع صحیح ہے جیسا کہ درر میں ہے ابن الکمال کا قول کہ ان سب کی بیع باطل موقوف ہے بحر میں اس کی تضعیف کی ہے اس طور پر کہ بیع سے پہلے مکاتب کے راضی ہونے کی شرط مرجح ہے اور ام ولد کی بیع میں، قاضی کا فیصلہ نافذ نہ ہونا فتح میں اس کا نافذ نہ ہونا صحیح کہا ہے میں کہتا ہوں یہ جاری ہونے میں یا رد ہونے میں دوسرے قاضی کے قضا پر موقوف ہے جیسا کہ عینی اور نہر میں ہے لہذا تطبیق ہوگئی اور سراج میں ہے ان کی اولاد ان ہی کی طرح ہے اور غلام کا جز بیچنا آزاد کی طرح ہے۔

جوتائی اور کھدائی کی بیع

و بیع الکراب و کری الانهار الخ: ایک آدمی نے زمین کرایہ پر لے کر اس کو جوتا یا اس میں نہر کھودی پھر یا تو اجارہ فسخ ہوگیا یا اجارہ کی مدت پوری ہوگئی، اب زمین مالک چاہ رہا ہے کہ اس کی زمین حوالے کی جائے، اور کرایہ پر لینے والا دیکھ رہا ہے کہ زمین حوالہ کرنے کی صورت میں، اس کی محنت بے کار جا رہی ہے اس صورت میں اگر کرایہ لینے والا چاہے کہ میں اپنی اس جوتائی یا کھدائی کو زمین مالک کے ہاتھ بیچ دوں، تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ مال غیر متقوم ہے جس کی بیع باطل ہے اس کے صحیح ہونے کی صورت یہ ہے کہ دوسری معیاد کے لیے کرایہ پر لے لے۔

ام ولد کی بیع

کام ولد: ام ولد کی بیع باطل ہے، البتہ صحیح ہونے کی صورت یہ ہے کہ ام ولد کی بیع کے حق میں دو قاضیوں کا فیصلہ یکے بعد دیگرے ہو جائے،

مکاتب کی بیع

و المکاتب، الا یہ کہ مکاتب خود اپنی بیع پر راضی ہو جائے اس کے راضی ہونے کی صورت میں سمجھا جائے گا کہ وہ خود اپنا حق باطل کرنے پر راضی ہے اس لیے اس کی بیع صحیح ہو جائے گی۔

مدبر کی بیع

و المدبر المطلق: ام ولد کی طرح مدبر کی بیع باطل ہے البتہ صحیح ہونے کی یہ صورت ہے کہ مدبر کی بیع کے حق میں، دو قاضیوں کا فیصلہ یک بعد دیگرے ہو جائے۔

وَبَطَلَ بَيْعُ مَالٍ غَيْرِ مُتَقَوِّمٍ أَيْ غَيْرِ مُبَاحِ الِانْتِفَاعِ بِهِ ابْنُ كَمَالٍ فَلْيُحْفَظْ كَخَمْرٍ وَخِنْزِيرٍ وَمَيْتَةٍ لَمْ تَمُتْ حَتْفَ أَنْفِهَا بَلْ بِالْخَنْقِ وَنَحْوِهِ فَإِنَّهَا مَالٌ عِنْدَ الذِّمِّيِّ كَخَمْرٍ وَخِنْزِيرٍ، وَهٰذَا إِنْ بِيعَتْ بِالثَّمَنِ أَيْ بِالدَّيْنِ كَدَرَاهِمَ وَدَنَانِيرَ وَمَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ بَطَلَ فِي الْكُلِّ، وَإِنْ بِيعَتْ بِعَيْنٍ كَعَرْضٍ بَطَلَ فِي الْخَمْرِ وَفَسَدَ فِي الْعَرْضِ فَيَمْلِكُهُ بِالْقَبْضِ بِقِيمَتِهِ ابْنُ كَمَالٍ.

ترجمہ: مال غیر متقوم کی بیع باطل ہے یعنی جس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہو، جیسا کہ ابن کمال میں ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے جیسے خمر، خنزیر اور ایسا مردہ جو خود بخود نہ مرا ہو؛ بل کہ گلا یا اس کے مانند دبانے سے مرا ہو، اس لیے یہ ذمی کے نزدیک خمر و خنزیر کی طرح مال ہے اور اگر ان کی بیع ثمن یعنی دین کے عوض ہو جیسے دارہم، دنانیر، مکیل و موزون تو باطل ہے ہر ایک میں اور اگر ان کی بیع ہوئی عین یعنی سامان کے عوض تو شراب میں باطل ہے اور سامان میں فاسد ہے لہٰذا قبضہ کرنے سے قیمت کے عوض سامان کا مالک ہو جائے گا جیسا کہ ابن کمال میں ہے۔

غیر متقوم کی تعریف

ای غیر مباح الانتفاع بہ: مال ہونے کے باوجود جس چیز سے شرعاً نفع اٹھانا ممنوع ہے وہ مال غیر متقوم ہے۔

وَ بَطَلَ بَيْعُ قِنٍّ ضُمَّ إِلَى حُرٍّ وَذَكِيَّةٍ ضُمَّتْ إِلَى مَيْتَةٍ مَاتَتْ حَتْفَ أَنْفِهَا قَيَّدَ بِهِ لِتَكُونَ كَالْحُرِّ وَإِنْ سَمَّى ثَمَنَ كُلٍّ أَيْ فَصَّلَ الثَّمَنَ خِلَافًا لَهُمَا، وَمَبْنَى الْخِلَافِ أَنَّ الصَّفْقَةَ لَا تَتَعَدَّدُ بِمُجَرَّدِ تَفْصِيلِ الثَّمَنِ بَلْ لَا بُدَّ مِنْ تَكْرَارِ لَفْظِ الْعَقْدِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَظَاهِرُ النِّهَايَةِ يُفِيدُ أَنَّهُ فَاسِدٌ بِخِلَافِ بَيْعِ قِنٍّ ضُمَّ إِلَى مُدَبَّرٍ أَوْ نَحْوِهِ أَوْقِنٍّ غَيْرِهِ وَمِلْكٍ ضُمَّ إِلَى وَقْفٍ غَيْرِ الْمَسْجِدِ الْعَامِرِ فَإِنَّهُ كَالْحُرِّ بِخِلَافِ الْغَامِرِ: بِالْمُعْجَمَةِ الْخَرَابِ فَكَمُدَبَّرٍ أَشْبَاهٌ. مِنْ قَاعِدَةِ: إِذَا اجْتَمَعَ الْحَرَامُ وَالْحَلَالُ وَلَوْ مَحْكُومًا بِهِ فِي الْأَصَحِّ خِلَافًا لِمَا أَفْتَى بِهِ الْمُنْلَا أَبُو السُّعُودِ فَيَصِحُّ بِحِصَّتِهِ فِي الْقِنِّ وَعَبْدِهِ وَالْمِلْكِ؛ لِأَنَّهَا مَالٌ فِي الْجُمْلَةِ. وَلَوْ بَاعَ قَرْيَةً وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْمَسَاجِدَ وَالْمَقَابِرَ لَمْ يَصِحَّ عَيْنِيٌّ. كَمَا بَطَلَ بَيْعُ صَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ وَمَجْنُونٍ شَيْئًا وَبَوْلٍ وَرَجِيعِ آدَمِيٍّ لَمْ يَغْلِبْ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَلَوْ مَغْلُوبًا بِهِ جَازَ كَسِرْقِينٍ وَبَعْرٍ، وَاكْتَفَى فِي الْبَحْرِ بِمُجَرَّدِ خَلْطِهِ بِتُرَابٍ

ترجمہ: اور باطل ہے اس غلام کی بیع جس کو آزاد کے ساتھ ملا دیا ہو اور اس ذبیحہ کی بیع جس کو خود بخود مرنے والے میتہ کے ساتھ ملا دیا ہو، اس کی قید لگائی تا کہ آزاد کی طرح ہو جائے اگر چہ ایک کا ثمن متعین ہو، یعنی الگ الگ ثمن مذکور ہو، صاحبین کے خلاف اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ صرف ثمن کی تفصیل سے عقد متعدد نہیں ہو جاتا، بل کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک تعدد عقد کے لیے تکرار لفظ ضروری ہے صاحبین کے خلاف اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فاسد ہے برخلاف اس غلام کی بیع کے جس کو مدبر یا اس کے مانند کے ساتھ ملایا ہو یا دوسرے کے غلام کے ساتھ اور وہ غلام جس کو ملایا ہو وقف کے ساتھ سوائے

مسجد آباد کے اس لیے کہ وہ آزاد کی طرح ہے برخلاف غیر آباد کے اس لیے کہ وہ مدبر کی طرح ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے اس قاعدہ کی بنیاد پر کہ جب حلال وحرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے اگر چہ اس پر قاضی کا فیصلہ ہو گیا ہو، اصح قول کے مطابق اس فتوی کے خلاف جو ملا ابو السعود نے دیا ہے لہٰذا بقدر اس کے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور مملوک میں وقف کے ساتھ بیع صحیح ہے اس لیے کہ یہ حقیقت میں مال ہیں اور اگر گاؤں کو بیچا اور مساجد و مقابر کو الگ نہیں کیا تو صحیح نہیں ہے جیسا کہ عینی میں ہے جیسا کہ غیر عاقل بچے اور مجنون کی بیع باطل ہے آدمی کے پیشاب پاخانہ بیچنا جب ان میں مٹی غالب نہ ہو جب یہ مغلوب ہو جائیں تو جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع اور بحر میں صرف مٹی ملنے پر اکتفا کیا ہے۔

غلام کو آزاد کے ساتھ ملا کر بیچنا

و بطل بیع قن ضم الی حر: غلام اور آزاد انسان کو ایک ساتھ ملا کر بیچنا یہ صورت باطل ہے اس لیے آزاد مال نہیں ہے اس لیے بیع کا رکن مبادلة المال بالمال نہیں پایا گیا جس کی وجہ سے بیع باطل ہے۔

وَشَعْرِ الْإِنْسَانِ لِكَرَامَةِ الْآدَمِيِّ وَلَوْ كَافِرًا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ فِي بَحْثِ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ.

ترجمہ: اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے آدمی کی عزت کی وجہ سے اگر چہ وہ کافر ہو، مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث میں ذکر کیا ہے۔

انسانی بال کی بیع

انسانی بال پاک ہونے کے باوجود عزت و بزرگی کی وجہ سے اس کی بیع ممنوع ہے اس لیے کہ حدیث کی وجہ سے انسانی بالوں سے فائدہ اٹھانا ہی جائز نہیں ہے لعن الله الواصلة والمستوصلة۔

(بدائع الصنائع: ۴/ ۳۳۳)

وَبَيْعُ مَا لَيْسَ فِي مِلْكِهِ لِبُطْلَانِ بَيْعِ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ. لَا بِطَرِيقِ السَّلَمِ فَإِنَّهُ صَحِيحٌ؛ لِأَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْإِنْسَانِ، وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ»

ترجمہ: اور اس چیز کی بیع باطل ہے جو ملک نہ ہو معدوم کی بیع باطل ہونے کی وجہ سے اور جس میں عدم کا خطرہ ہو، سلم کے طریقے سے باطل نہیں ہے بلکہ وہ صحیح ہے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جو انسان کے پاس نہ ہو اور سلم میں رخصت دی۔

جو چیز ملک میں نہ ہو اس کی بیع

و بیع مالیس فی ملکه: جو چیز انسان کی ملک میں نہ ہو، اس کی بیع باطل ہے اس لیے کہ حضرت بنی علیہ الصلاة والسلام نے اسی طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے البتہ بیع کی ایک صورت جسے سلم کہتے ہیں جائز ہے حدیث کی وجہ سے۔

وَ بَطَلَ بَيْعٌ صُرِّحَ بِنَفْيِ الثَّمَنِ فِيهِ لِانْعِدَامِ الرُّكْنِ وَهُوَ الْمَالُ.

ترجمہ: اور وہ بیع باطل ہے جس میں نفی ثمن کی صراحت ہو، رکن یعنی مال نہ ہونے کی وجہ سے۔

نفی ثمن کے ساتھ بیع

و بطل بیع صرح بنفی الثمن الخ: حضرت ماتن اور شارح اس بات پر متفق ہیں کہ ثمن کے نفی کر دینے کی صورت میں بیع منعقد نہ ہوگی لیکن حضرت علامہ شامی نے اس بات کی صراحت کی

ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں بیع منعقد ہوجائے گی اور ثمن کے نفی کرنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، و قيل ينعقد لان نفيه لم يصح لانه نفي العقد فصار كانه مسكت عن ذكر الثمن۔ و فيه ينعقد البيع و يثبت الملك بالقبض كما ياتي قريباً۔ (رد المحتار: ۷/۲۴۶)

وَ الْبَيْعُ الْبَاطِلُ حُكْمُهُ عَدَمُ مِلْكِ الْمُشْتَرِي إِيَّاهُ إِذَا قَبَضَهُ فَلَا ضَمَانَ لَوْ هَلَكَ الْمَبِيعُ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ وَصَحَّحَ فِي الْقُنْيَةِ ضَمَانَهُ، قِيلَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. وَفِيهَا بَيْعُ الْحَرْبِيِّ أَبَاهُ أَوْ ابْنَهُ، قِيلَ بَاطِلٌ، وَقِيلَ فَاسِدٌ. وَفِي وَصَايَاهَا بَيْعُ الْوَصِيِّ مَالَ الْيَتِيمِ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ بَاطِلٌ وَقِيلَ فَاسِدٌ وَرُجِّحَ. وَفِي النُّتَفِ: بَيْعُ الْمُضْطَرِّ وَشِرَاؤُهُ فَاسِدٌ.

ترجمہ: اور بیع باطل کا حکم مشتری کا مالک نہ ہونا ہے یعنی مشتری قبضہ کرنے سے مبیع کا مالک نہیں ہوتا ہے تو مشتری پر تاوان نہیں ہے اگر مبیع اس کے پاس ہلاک ہوجائے اس لیے کہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان دینے کی تصحیح ہے اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور قنیہ میں ہے کہ حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بیچنا کہا گیا کہ باطل ہے اور کہا گیا کہ فاسد ہے اور قنیہ کی کتاب الوصایا میں ہے کہ وصی کا یتیم کے مال کو غبن فاحش سے بیچنا باطل ہے اور کہا گیا کہ فاسد ہے بعض نے اسی کو راجح قرار دیا ہے اور نتف میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدنا فاسد ہے۔

بیع باطل کا حکم

و البيع الباطل حكمه الخ: بیع باطل میں مشتری قبضہ کرنے کی صورت میں مبیع کا مالک نہ ہوگا لیکن مبیع ہلاک ہوجانے کی صورت میں مشتری ضامن ہوگا یا نہیں اس سلسلے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مشتری ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ مبیع اس کے ہاتھ میں امانت کی شکل ہے اور امانت ہلاک ہوجانے کی صورت میں امین ضامن نہیں ہوتا ہے اس لیے مشتری بھی ضامن نہ ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ مبیع باطل میں قبضہ کرنے کے بعد مشتری کے پاس سے مبیع ہلاک ہوجانے کی صورت میں مشتری پر ضمان لازم آئے گا اس لیے کہ مشتری کو ویسے چھوڑ دیا جائے اور اس پر کسی طرح کا ضمان لازم نہ کیا جائے تو وہ لاپرواہ ہوجائے گا اور مبیع کی صحیح دیکھ ریکھ نہیں کرے گا اس لیے مشتری پر ضمان لازم کیا جائے گا یہی دوسرا قول راجح ہے۔ الا ان القول الثاني في مسألتنا مرجح على القول الاول۔ (رد المحتار: ۷/۲۴۷)

وَفَسَدَ بَيْعُ مَا سُكِتَ أَيْ وَقَعَ السُّكُوتُ فِيهِ عَنْ الثَّمَنِ كَبَيْعِهِ بِقِيمَتِهِ

ترجمہ: اور وہ بیع فاسد ہے جس میں سکوت واقع ہو ثمن سے جیسے مبیع کی بیع بقدر اس کی قیمت کے۔

بغیر ذکر ثمن کے ساتھ بیع

و فسد بيع ما سكت الخ: ایک صورت یہ ہے کہ ثمن کی نفی کردی جائے، اس صورت میں تو بیع باطل ہے جس کا حکم گذر چکا دوسری صورت میں یہ ہے کہ ثمن کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا، ایسی صورت میں بیع فاسد ہے۔

وَ فَسَدَ بَيْعُ عَرَضٍ هُوَ الْمَتَاعُ الْقِيَمِيُّ، ابْنُ كَمَالٍ بِخَمْرٍ وَعَكْسُهُ فَيَنْعَقِدُ فِي الْعَرَضِ لَا الْخَمْرِ كَمَا مَرَّ

ترجمہ: اور فاسد ہے عرض یعنی قیمتی اسباب کی بیع جیسا کہ ابن الکمال میں ہے اور اس کا الٹا، چناں چہ سامان میں بیع

منعقد ہو جائے گی نہ کہ شراب میں جیسا کہ گذر چکا۔

عرض کی بیع شرب سے

و فسد بیع عرض الخ: قیمتی سامان ہیں، ان کی بیع شراب سے کی جائے تو بیع فاسد ہے، باطل نہیں ہے اس لیے کہ شراب من وجہ مال ہے اس لیے کہ اہل ذمہ کے نزدیک یہ مال ہے۔

وَ فَسَدَ بَيْعُهُ أَيْ الْعَرْضِ بِأُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُكَاتَبِ وَالْمُدَبَّرِ حَتَّى لَوْ تَقَابَضَا مَلَكَ الْمُشْتَرِي لِلْعَرْضِ الْعَرْضَ لِمَا مَرَّ أَنَّهُمْ مَالٌ فِي الْجُمْلَةِ

ترجمہ: اور قیمتی اسباب کی بیع ام ولد، مکاتب اور مدبر سے فاسد ہے حتی کہ اگر دونوں نے قبضہ کرلیا، تو مشتری سامان کا مالک ہو جائے گا اس لیے کہ یہ سب فی الجملہ مال ہیں جیسا کہ گذر چکا۔

قیمتی اشیاء کی بیع ام ولد وغیرہ سے

و فسد بیعه ای العرض بام الولد الخ: ام ولد وغیرہ میں چوں کہ من وجہ مالیت موجود ہے اس لیے قیمتی اسباب کے عوض ام ولد وغیرہ کی بیع کی جائے تو یہ بیع فاسد ہے۔

وَ فَسَدَ بَيْعُ سَمَكٍ لَمْ يُصَدْ لَوْ بِالْعَرْضِ وَإِلَّا فَبَاطِلٌ لِعَدَمِ الْمِلْكِ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ أَوْ صِيدَ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي مَكَانٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ إِلَّا بِحِيلَةٍ لِلْعَجْزِ عَنْ التَّسْلِيمِ وَإِنْ أُخِذَ بِدُونِهَا صَحَّ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ إِلَّا إِذَا دَخَلَ بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَسُدَّ مَدْخَلَهُ فَلَوْ سَدَّهُ مَلَكَهُ. وَلَمْ تَجُزْ إِجَارَةُ بِرْكَةٍ لِيُصَادَ مِنْهَا السَّمَكُ بَحْرٌ

ترجمہ: اور بغیر شکار کی ہوئی مچھلی کی بیع فاسد ہے اگر عرض سے بیچی جائے ورنہ باطل ہے ملک نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے یا شکار کر کے ایسی جگہ ڈال دی جائے جہاں سے بغیر جال کے پکڑی نہیں جاسکتی (تو بھی فاسد ہے) تسلیم سے عاجز ہونے کی وجہ سے اور اگر بغیر جال کے پکڑی جاسکے تو صحیح ہے اور مشتری کے لیے خیار رویت ہے مگر جب مچھلی خود بخود داخل ہو اور اس کا راستہ بند نہ کیا ہو (تو باطل ہے) اور اگر اس کا راستہ بند کر دیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا (اگر بغیر جال کے پکڑنا ممکن ہو تو بیع صحیح ہے) اور تالاب کا اجارہ جائز نہیں ہے تا کہ مچھلی شکار کی جائے۔

پانی میں مچھلی کی بیع

و فسد بیع سمک لم یصد الخ: مچھلی پانی ہی میں ہے اس کو پکڑا نہیں ہے ایسی حالت میں مچھلی کی بیع اسباب سے فاسد ہے اور اگر دراہم و دنانیر سے ہو تو باطل ہے اس لیے کہ جب تک مچھلی پانی میں ہے وہ غیر متقوم ہے اور تقوم اس میں احراز سے آتا ہے جو، یہاں حاصل نہیں ہے۔

وَ بَيْعُ طَيْرٍ فِي الْهَوَاءِ لَا يَرْجِعُ بَعْدَ إِرْسَالِهِ مِنْ يَدِهِ، أَمَّا قَبْلَ صَيْدِهِ فَبَاطِلٌ أَصْلًا لِعَدَمِ الْمِلْكِ وَإِنْ كَانَ يَطِيرُ وَيَرْجِعُ كَالْحَمَامِ صَحَّ وَقِيلَ لَا وَرَجَّحَهُ فِي النَّهْرِ

ترجمہ: اور فضاء میں ان چڑیوں کی بیع فاسد ہے جن کو چھوڑنے کے بعد واپس نہیں آتی ہیں بہر حال ان کو شکار کرنے سے پہلے تو اصلاً باطل ہے ملک نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر اڑ کر واپس آتی ہو کبوتر کی طرح تو صحیح ہے اور کہا گیا کہ صحیح نہیں ہے اور نہر میں اسی قول کو راجح کہا ہے۔

فضاء میں پرندے کی بیع

و بیع طیر فی الھواء الخ: بیع پرندہ کی تین صورتیں ہیں (۱) فضاء میں شکار کرنے سے پہلے یہ باطل ہے (۲) شکار کر کے اس کو فضاء میں چھوڑ دینے کے بعد یہ فاسد (۳) فضاء میں پالتو پرندوں کی بیع اگر خود بخود واپس آجائے یا بغیر جال کے پکڑ لیا جائے تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

وَ بَيْعُ الْحَمْلِ أَيْ الْجَنِينِ، وَجَزَمَ فِي الْبَحْرِ بِبُطْلَانِهِ كَالنَّتَاجِ

ترجمہ: حمل یعنی پیٹ میں بچے کی بیع فاسد ہے اور بحر الرائق میں ولد الولد کی طرح اس کے باطل ہونے پر یقین کیا ہے۔

حمل کی بیع

و بیع الحمل الخ: ایک ہے حمل، حمل کی بیع فاسد ہے اور ایک ہے حمل کا حمل جسے حدیث شریف میں حبل الحبلہ کہا گیا ہے اس کی بیع باطل ہے۔

وَأَمَةٍ إِلَّا حَمْلَهَا لِفَسَادِهِ بِالشَّرْطِ، بِخِلَافِ هِبَةٍ وَوَصِيَّةٍ

ترجمہ: اور باندی کی بیع سوائے اس کے حمل کے فاسد ہے شرط کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔ بخلاف ہبہ اور وصیت کے۔

استثنائے حمل کی حالتیں

و امۃ الا حملھا الخ: استثنائے حمل کی تین حالتیں ہیں (۱) استثناء اور عقد دونوں فاسد ہیں جیسے بیع اجارہ رہن وغیرہ (۲) عقد صحیح اور استثناء باطل ہبہ، صدقہ نکاح خلع وغیرہ (۳) عقد اور استثناء دونوں جائز ہیں جیسے وصیت یعنی اگر کسی نے حمل کو الگ کر کے صرف باندی کی وصیت کی یا باندی کو الگ کر کے صرف حمل کی وصیت کی۔

وَلَبَنٍ فِي ضَرْعٍ وَجَزَمَ الْبُرْجَنْدِيُّ بِبُطْلَانِهِ

ترجمہ: اور تھن میں دودھ کی بیع فاسد ہے اور برجندی نے اس کے باطل ہونے پر یقین کیا ہے۔

تھن میں دودھ کی بیع

و لبن فی صرع الخ: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے تھن میں دودھ کی بیع کو فاسد لکھا ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ باطل ہے اس لیے کہ یہ معلوم نہیں کہ تھن میں دودھ ہے یا خون ہے یا ہوا ہے یا تھن ویسے ہی پھولا ہوا، یعنی دودھ کے وجود میں شک ہے لہٰذا مال نہیں پایا گیا، اس لیے یہ باطل ہے اور اسی قول کو ہدایہ، بدائع اور ردالمحتار میں اختیار کیا گیا ہے نیز شارح علام کا یہی مسلک ہے۔

وَلُؤْلُؤٍ فِي صَدَفٍ لِلْغَرَرِ

ترجمہ: اور دھوکے کی وجہ سے سیپی میں موتی کی بیع فاسد ہے۔

صدف میں موتی کی بیع

و لؤلؤ فی صدف: صدف میں موتی کی بیع باطل ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی صراحت ہے۔

وَصُوفٍ عَلَى ظَهْرِ غَنَمٍ وَجَوَّزَهُ الثَّانِي وَمَالِكٌ. وَفِي السِّرَاجِ: لَوْ سَلَّمَ الصُّوفَ وَاللَّبَنَ بَعْدَ الْعَقْدِ لَمْ يَنْقَلِبْ صَحِيحًا، وَكَذَا كُلُّ مَا اتِّصَالُهُ خِلْقِيٌّ كَجِلْدِ حَيَوَانٍ وَنَوَى تَمْرٍ وَبُنٍّ وَبِطِّيخٍ، لِمَا مَرَّ أَنَّهُ مَعْدُومٌ عُرْفًا،

ترجمہ: اور بھیڑ کی پیٹھ پر بال کی بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسف اور امام مالک علیہما الرحمہ نے جائز کہا ہے اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے عقد کے بعد دودھ اور بال مشتری کے حوالے کر دیا تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی ایسے ہی اس چیز کا اتصال پیدائشی

ہو جیسے جانور کی کھال کھجور کی گٹھلی اور خربوزے کا بیج جیسا کہ گزر چکا کہ یہ عرفاً معدوم ہے۔

بدن پر بال کی بیع

وصوف علی ظهر غنم الخ: بھیڑ بکری یا کسی اور جانور کے بالوں کو اس کے بدن پر ہی بیچنا بیع فاسد ہے اس لیے کہ بال نیچے سے بڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بائع اور مشتری کا مال خلط ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بیع فاسد ہے۔

وَإِنَّمَا صَحَّحُوا بَيْعَ الْكُرَّاثِ وَشَجَرِ الصَّفْصَافِ وأوراق التُّوت بأغصانها للتعامل. وفي القُنية: بَاعَ أَوْرَاقَ تُوتٍ لَمْ تُقْطَعْ قَبْلَهُ بِسَنَةٍ جَازَ وبِسَنَتَيْنِ لا؛ لأَنَّهُ يَشْتَبِهُ موضع قطعه عرفا

ترجمہ: اور بے شک گندنا درخت بیدا اور توت کے پتوں کی بیع شاخوں کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے معاملہ کی وجہ سے اور قنیہ میں کہ توت کے ان اوراق کو بیچا جو ایک سال سے توڑے نہیں گئے ہیں تو جائز ہے اور اگر دو سال سے توڑے نہیں گئے ہیں تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ توڑنے کی جگہ عرفاً مشتبہ ہوگا۔

سوال مقدر کا جواب

سوال یہ ہے کہ بھیڑ کے بال اس کے بدن پر بیچنا اس لیے ممنوع تھا کہ اس کے بال نیچے سے بڑھنے کی وجہ سے بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاف ہوتا ہے تو ایسے ہی گندنا میں اس کے پتے نیچے سے بڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے تو گندنا کے پتوں کی بیع بھی ممنوع ہونا چاہیے۔

وانما صححوا الخ: سے اسی سوال کا جواب ہے کہ اصول کا تقاضہ تو یہ ہے کہ گندنا کی بیع بھی ممنوع ہو لیکن چونکہ اس کی بیع عام طور پر سے ہوتی ہے مسلمانوں میں اس کا رواج ہے اس رواج کی وجہ سے حضرت فقہاء کرام نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

وَجِذْعٍ مُعَيَّنٍ فِي سَقْفٍ أَمَّا غَيْرُ الْمُعَيَّنِ فَلَا ينقلب صحيحا ابن كمال.

ترجمہ: اس معین شہتیر کی بیع فاسد ہے جو چھت میں لگا ہوا ہو بہر حال غیر معین تو وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ابن کمال میں ہے۔

شہتیر کی بیع

شہتیر غیر معین کی بیع مبیع متعین نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے شہتیر معین جو چھت میں منصوب ہے اس کی بیع فاسد ہے اس لیے کہ چھت سے الگ کرنے کی صورت میں بائع کا نقصان ہے البتہ شہتیر معین جو چھت سے الگ ہے اس کی بیع بلا کراہت درست ہے۔

وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ فَلَوْ قُطِعَ وَسُلِّمَ قَبْلَ فَسْخِ الْمُشْتَرِي عَادَ صَحِيحًا، وَلَوْ لَمْ يَضُرَّهُ الْقَطْعُ كَكِرْبَاسٍ جَازَ لِانْتِفَاءِ الْمَانِعِ

ترجمہ: اس کپڑے میں سے ایک گز کی بیع فاسد ہے جس کا پھاڑنا نقصان ہو لیکن اگر مشتری نے پھاڑ دیا یا شہتیر چھت سے الگ کر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر پھاڑنا نقصان نہ ہو جیسے تھان سے تو جائز ہے مانع نہ ہونے کی وجہ سے۔

بیع ثوب کی ایک خاص صورت

و ذراع من ثوب الخ: کپڑا ایسا ہے جس میں سے ایک گز الگ کرنے کی صورت میں نقصان نہ ہو، جیسے تھان تو بیع صحیح ہے۔

وَضَرْبَةِ الْقَانِصِ بِقَافٍ وَنُونٍ الصَّائِدُ وَالْغَائِصِ بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ الْغَوَّاصُ، وَالْبَيْعُ فِيهِمَا بَاطِلٌ لِلْغَرَرِ

بَحْرٌ وَنَهْرٌ وَالْكَمَالُ وَابْنُ الْكَمَالِ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَقَدْ نَظَمَهُ مُنْلَا خُسْرو فِي سَلْكِ الْمَقَاصِدِ فَتَبِعْتُهُ فِي الْمُخْتَصَرِ، وَيَجِبُ أَنْ يُرَادَ بِهِ الْبَاطِلُ؛ لِأَنَّهُ مِمَّا لَيْسَ فِي مِلْكِهِ كَمَا مَرَّ

ترجمہ: اور قانص کے ایک مرتبہ جال مارنے قاف اور نون کے ساتھ یعنی شکاری اور غوص کے ایک مرتبہ غوطہ لگانے کی بیع ان دونوں صورتوں میں دھوکہ کی وجہ سے بیع باطل ہے جیسا کہ بحر نہر کمال اور ابن الکمال میں یہ ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے کہ ملا خسرو نے اس بیع کو مفاسد کی لڑی میں پرو دیا ہے چناں چہ میں نے بھی مختصر میں اس کی اتباع کی ہے اور ضروری ہے کہ اس سے باطل مراد لی جائے اس لیے کہ یہ اس چیز کی بیع ہے جو ملک میں نہیں ہے۔

ضربۃ القانص کی صورت

و ضربة القانص: اس کی صورت یہ ہے کہ بائع کہے کہ میں نے اتنے میں تیرے ہاتھ ان تمام چیزوں کو بیچا جو ایک مرتبہ جال پھینکنے سے آئے اس صورت میں مبیع ملک میں نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہے۔

وَالْمُزَابَنَةُ هِيَ بَيْعُ الرُّطَبِ عَلَى النَّخْلِ بِتَمْرٍ مَقْطُوعٍ مِثْلَ كَيْلِهِ تَقْدِيرًا شُرُوحُ مَجْمَعٍ، وَمِثْلُهُ الْعِنَبُ بِالزَّبِيبِ عِنَايَةٌ لِلنَّهْيِ وَلِشُبْهَةِ الرِّبَا. قَالَ الْمُصَنِّفُ: فَلَوْلَمْ يَكُنْ رَطْبًا جَازَ لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ

ترجمہ: بیع مزابنہ فاسد ہے وہ درخت پر لگے تر کھجور کو ٹوٹے ہوئے کھجور سے اندازے سے اس کے کیل کے مثل بیچنا ہے جیسا کہ شروح المجمع میں ہے اور اسی کے مانند انگور کی بیع کشمش سے ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے حدیث سے منع ہونے اور سود کا شبہ ہونے کی وجہ سے مصنف نے کہا اور اگر پکا ہوا نہ ہو (کچا ہو) تو جائز ہے جنس بدل جانے کی وجہ سے۔

بیع مزابنہ

و المزابنة هي بيع الرطب الخ: بیع مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے درخت پر لگی ہوئی کھجوریں توڑی ہوئی کھجوروں کے عوض اس طور پر فروخت کی کہ توڑی ہوئی کھجوروں کو کیل کیا یا وزن کیا ان کھجوروں کا اندازہ کرکے جو درخت پر لگی ہوئی ہیں مثلاً یہ اندازہ کیا کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوریں پانچ من ہیں، اس کے بعد دوسرے عاقد سے وزن کرکے ٹوٹی ہوئی پانچ من کھجوریں لے لیں اس طریقے سے بیع کرنا فاسد ہے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع التمر بالتمر۔ (الصحیح المسلم:۲/۸)

وَالْمُلَامَسَةُ لِلسِّلْعَةِ

ترجمہ: بیع ملامسہ فاسد ہے یعنی سامان میں ہاتھ لگا کر۔

بیع ملامسہ

بیع ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چھویا، یا میں نے تیرا کپڑا چھویا تو بیع واجب ہوگئی، والملامسة لمس الرجل ثوب الآخر بيده بالليل او بالنهار۔ (الصحیح لمسلم:۲/۲) اس طریقے سے بھی بیع فاسد ہے حدیث شریف میں منع ہونے کی وجہ سے، نهى عن بيع الملامسة و المنابذة۔ (الصحیح المسلم:۲/۲)

(وَالْمُنَابَذَةُ) أَيْ نَبْذُهَا لِلْمُشْتَرِي

ترجمہ: بیع منابذہ فاسد ہے یعنی مبیع کا مشتری کے سامنے ڈالنا۔

بیع منابذہ

وامامنابذۃ الخ: بیع منابذہ یہ ہے کہ متعاقدین میں سے ہر ایک کا دوسرے کا کپڑا دیکھے بغیر اپنا اپنا کپڑا پھینک دینا، ان ینبذ کل واحد منھما ثوبہ الی الآخر ولم ینظر منھما الی ثوب صاحبہ۔

(الصحیح لمسلم:۲/۲)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ۔

(الصحیح لمسلم:۲/۲)

وَإِلْقَاءُ الْحَجرِ عَلَيْهَا، وَهِيَ مِنْ بُيُوعِ الْجَاهِلِيَّةِ فَنُهِيَ عَنْهَا كُلُّهَا عَيْنِيٌّ لِوُجُودِ الْقِمَارِ، فَكَانَتْ فَاسِدَةً إِنْ سَبَقَ ذِكْرُ الثَّمَنِ "بَحْرٌ"

ترجمہ: مبیع پر پتھر ڈال کر بیع فاسد ہے یہ جاہلیت کی بیع ہے اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سب سے منع فرمادیا جیسا کہ عینی میں ہے قمار کے پائے جانے کی وجہ سے یہ سب بیع فاسد ہیں اگر چہ ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔

بیع القاء الحجر

والقاء الحجر اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری مبیع پر کنکری پھینکے جس مبیع پر بھی گرے بیع لازم ہو جائے بیع کی یہ صورت بھی فاسد ہے اس لیے کہ یہ بھی منابذہ ہے جو حدیث میں ممنوع ہے۔

وَ بَيْعُ (ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ) أَوْ عَبْدٍ مِنْ عَبْدَيْنِ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ، فَلَوْ قَبَضَهُمَا وَهَلَكَا مَعًا ضَمِنَ نِصْفَ قِيمَةِ كُلٍّ. إِذْ الْفَاسِدُ مُعْتَبَرٌ بِالصَّحِيحِ وَلَوْ مُرَتَّبَيْنِ، فَقِيمَةُ الْأَوَّلِ لِتَعَذُّرِ رَدِّهِ وَالْقَوْلُ لِلضَّامِنِ، وَهَذَا إِذَا لَمْ يُشْتَرَطْ خِيَارُ التَّعْيِينِ، فَلَوْ شَرَطَ أَخَذَ أَيَّهُمَا شَاءَ جَازَ لِمَا مَرَّ

ترجمہ: ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں سے ایک غلام کی بیع دو غلاموں سے فاسد ہے مبیع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کیا اور دونوں ایک ساتھ ہلاک ہو گئے تو مشتری ہر ایک کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا، اس لیے بیع فاسد صحیح کی طرح معتبر ہے اور اگر دونوں بالترتیب ضائع ہوئے تو اس کا تاوان دے جو پہلے ضائع ہوا، اس کی واپسی معتذر ہونے کی وجہ سے اور تعیین میں مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا یہ اس وقت فاسد ہے جب مشتری نے تعیین کی شرط نہ لگائی ہو اگر شرط لگائی ہے، تو ان میں سے ایک کا لینا جائز ہے جیسا کہ گذر چکا، ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں سے، اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے بائع کو ایک کپڑا دے کر دو کپڑے لیے اور دونوں کپڑوں میں سے یہ متعین نہیں کیا کہ ان میں سے کون سا کپڑا لیا اس صورت میں چوں کہ مبیع مجہول ہے اس لیے بیع فاسد ہے۔

وَالْمَرَاعِي أَيْ الْكَلَأُ وَإِجَارَتُهَا أَمَّا بُطْلَانُ بَيْعِهَا فَلِعَدَمِ الْمِلْكِ لِحَدِيثِ «النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ» وَأَمَّا بُطْلَانُ إِجَارَتِهَا فَلِأَنَّهَا عَلَى اسْتِهْلَاكِ عَيْنٍ ابْنُ كَمَالٍ، وَهَذَا إِذَا نَبَتَ بِنَفْسِهِ وَإِنْ أَنْبَتَهُ بِسَقْيٍ وَتَرْبِيَةٍ مَلَكَهُ وَجَازَ بَيْعُهُ عَيْنِيٌّ، وَقِيلَ لَا

ترجمہ: چراگاہ یعنی چارے کی بیع اور اس کا اجارہ فاسد ہے بہر حال اس کی بیع کا باطل ہونا ملک نہ ہونے کی وجہ سے

ہے حدیث کی بنیاد پر کہ لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں پانی گھاس اور آگ میں اور بہر حال اجارہ کا باطل ہونا اس لیے ہے کہ یہ اجارہ عین کے استہلاک پر ہے جیسا کہ ابن کمال میں ہے اور ناجائز اس وقت ہے جب خود بخود اگی اور اگر پانی دے کر اور پرورش کر کے گھاس اگائی ہے تو وہ اس کا مالک ہے لہٰذا اس کی بیع جائز ہے جیسا کہ عینی میں ہے اور کہا گیا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

چراگاہ کی بیع

و المراعي اي الكلأ الخ: چراگاہ چوں کہ سرکاری ملک ہوتی ہے اس لیے اس میں کسی کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کی بیع فاسد ہے البتہ اگر کسی نے دیکھ ریکھ کی اور گھاس بڑی ہوگئی تو بیچی جاسکتی ہے بعض حضرات نے اس کو بھی فاسد کہا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بیع جائز ہے اس لیے کہ جواز کے قائل اکثر مشائخ ہیں، وعلی الجواز اكثر المشائخ (ردالمحتار ۷/۲۵۷)

قَالَ وَبَيْعُ الْقَصِيلِ وَالرَّطْبَةُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: إِنْ لِيَقْطَعَهُ أَوْ لِيُرْسِلَ دَابَّتَهُ فَتَأْكُلَ جَازَ وَإِنْ لِيَتْرُكَهُ لَمْ يَجُزْ، وَحِيلَتُهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ الْأَرْضَ لِضَرْبِ فُسْطَاطِهِ أَوْ لِإِيقَافِ دَوَابِّهِ أَوْ لِمَنْفَعَةٍ أُخْرَى كَمَقِيلٍ وَمُرَاحٍ، وَتَمَامُهُ فِي وَقْفِ "الْأَشْبَاهِ"

ترجمہ: عینی نے کہا کہ سبز جو اور سبز چارہ کی بیع تین طرح پر ہے (۱) اس کو کاٹ لے (۲) اپنے جانور کو چھوڑے تا کہ اس کو کھالے، تو جائز ہے (۳) اور اگر اس کو چھوڑنے کے لیے ہے تو جائز نہیں ہے اس کے جائز ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ زمین کو کرایہ پر لے لے اپنا خیمہ گاڑنے کے لیے یا اپنے جانور کو بٹھانے کے لیے یا دوسرے فائدے کے لیے جیسے آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانور کو بٹھانے کے لیے اور اس کی پوری بحث اشباہ کی کتاب الوقف میں ہے۔

کھیت میں چارے کی بیع

قالا و بيع القصيل الخ: کھیت میں لگے چارے کی بیع جائز ہے لیکن اگر مشتری نے کھیت میں چھوڑنے کی شرط لگادی تو یہ صورت فاسد ہے البتہ اگر بائع خود راضی ہو جائے تو جائز ہے جیسا کہ آج کل رواج ہے اس لیے کہ ایک ہی دن تمام چاروں کو کاٹ کر جانور کو کھلا یا تو نہیں جاسکتا ہے اس لیے بائع کچھ دن کے لیے مشتری کو آزاد چھوڑ دیتا ہے وہ کاٹ کاٹ کر کھلاتا رہتا ہے۔

وَيُبَاعُ دُودُ الْقَزِّ أَيْ الْإِبْرَيْسَمُ وَبَيْضُهُ أَيْ بِزْرُهُ، وَهُوَ بِزْرُ الْفَيْلَقِ الَّذِي فِيهِ الدُّودُ وَالنَّحْلُ الْمُحْرَزُ، وَهُوَ دُودُ الْعَسَلِ، وَهَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَبِهِ قَالَتْ الثَّلَاثَةُ، وَبِهِ يُفْتَى عَيْنِيٌّ وَابْنُ مَلَكٍ وَخُلَاصَةٌ وَغَيْرُهَا. وَجَوَّزَ أَبُو اللَّيْثِ بَيْعَ الْعَلَقِ، وَبِهِ يُفْتَى لِلْحَاجَةِ مُجْتَبَى بِخِلَافِ غَيْرِهِمَا مِنْ الْهَوَامِّ فَلَا يَجُوزُ اتِّفَاقًا كَحَيَّاتٍ وَضَبٍّ وَمَا فِي بَحْرٍ كَسَرَطَانٍ، إلَّا السَّمَكَ وَمَا جَازَ الِانْتِفَاعُ بِجِلْدِهِ أَوْ عَظْمِهِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ جَوَازَ الْبَيْعِ يَدُورُ مَعَ حِلِّ الِانْتِفَاعِ مُجْتَبَى، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ وَسَيَجِيءُ فِي الْمُتَفَرِّقَاتِ.

ترجمہ: بیچا جائے گا قز یعنی ریشم کا کیڑا اور اس کا انڈا یعنی اس کا بیج جسے بزر الفیلق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیڑا ہوتا ہے اور بیچا جائے گا نحل محرز یعنی شہد کی مکھی کو اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے جیسا کہ عینی ابن ملک اور خلاصہ وغیرہ میں ہے، ابو اللیث نے جونک کی بیع کو جائز کہا ہے اور ضرورت کی وجہ سے اس پر فتویٰ ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے

برخلاف ان کے علاوہ اور کپڑوں کی بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے جیسے سانپ گوہ اور جو کچھ دریا میں رہتے ہیں جیسے کیکڑا اگر مچھ اور جس کی جلد اور ہڈی سے انتفاع جائز ہو خلاصہ یہ کہ جواز بیع کا مدار انتفاع کی حلت پر ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ متفرقات میں آرہا ہے۔

دودالقز کا حکم

ویباع دود القز الخ: ریشم کے کیڑے شہد کی مکھی جونک کی بیع اور مچھلی کی بیع جائز ہے باقی تمام حشرات الارض اور آبی جانور کی بیع ممنوع ہے۔

فَرْعٌ إِنَّمَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ فِي الْقَزِّ إِذَا كَانَ الْبَيْضُ مِنْهُمَا وَالْعَمَلُ مِنْهُمَا وَهُوَ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا لَا أَثْلَاثًا، فَلَوْ دَفَعَ بِزْرَ الْقَزِّ أَوْ بَقَرَةً أَوْ دَجَاجًا لِآخَرَ بِالْعَلَفِ مُنَاصَفَةً فَالْخَارِجُ كُلُّهُ لِلْمَالِكِ لِحُدُوثِهِ مِنْ مِلْكِهِ وَعَلَيْهِ قِيمَةُ الْعَلَفِ وَأَجْرُ مِثْلِ الْعَامِلِ عَيْنِيٌّ مُلَخَّصًا، وَمِثْلُهُ دَفْعُ الْبَيْضِ كَمَا لَا يَخْفَى

ترجمہ: ریشم میں اس وقت شرکت جائز ہے جب انڈے دونوں کے ہوں اور عمل میں دونوں شریک ہوں اور وہ دونوں کے درمیان برابر برابر ہو نہ کہ تہائی پر، تو اگر ایک نے ریشم کے کپڑے گائے یا مرغی پرورش کے بدلے بٹائی پر دیئے تو بڑھوتری سب مالک کی ہوں گی اس کی ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے اور مالک پر خوراک کی قیمت اور پرورش کا آخر مثل لازم ہوں گے، جیسا کہ عینی میں ہے ملخصا اور اسی کے مانند ہے دوسرے شخص کو انڈے دینا جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

جانوروں کی بٹائی

و انما تجوز الشركة الخ: جانوروں کو بٹائی دینا کہ اس میں سے جو بچے دودھ اور انڈے کی شکل میں بڑھوتری ہوگی ان کو آدھا آدھا بانٹ لیں گے یہ جائز نہیں ہے اور یہاں پر جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ بٹائی نہیں؛ بلکہ یہ مشترک کاروبار ہے۔

وَالْآبِقِ وَلَوْ لِطِفْلِهِ أَوْ لِيَتِيمٍ فِي حِجْرِهِ، وَلَوْ وَهَبَهُ لَهُمَا صَحَّ عَيْنِيٌّ؛ وَمَا فِي الْأَشْبَاهِ تَحْرِيفٌ نَهْرٌ إِلَّا مِمَّنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ أَيْ الْآبِقَ عِنْدَهُ فَحِينَئِذٍ يَجُوزُ لِعَدَمِ الْمَانِعِ وَهَلْ يَصِيرُ قَابِضًا إِنْ قَبَضَهُ لِنَفْسِهِ أَوْ قَبَضَهُ وَلَمْ يُشْهِدْ؟ نَعَمْ وَإِنْ أَشْهَدَ لَا؛ لِأَنَّهُ قَبْضُ أَمَانَةٍ فَلَا يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الضَّمَانِ؛ لِأَنَّهُ أَقْوَى عِنَايَةٌ، وَإِلَّا إِذَا أَبَقَ مِنَ الْغَاصِبِ فَبَاعَهُ الْمَالِكُ مِنْهُ فَإِنَّهُ يَصِحُّ لِعَدَمِ لُزُومِ التَّسْلِيمِ ذَخِيرَةٌ وَلَوْ بَاعَهُ ثُمَّ عَادَ وَسَلَّمَهُ يَتِمُّ الْبَيْعُ عَلَى الْقَوْلِ بِفَسَادِهِ، وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ وَقِيلَ لَا يَتِمُّ عَلَى الْقَوْلِ بِبُطْلَانِهِ وَهُوَ الْأَظْهَرُ مِنَ الرِّوَايَةِ وَاخْتَارَهُ فِي الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهَا، وَبِهِ كَانَ يُفْتِي الْبَلْخِيُّ وَغَيْرُهُ بَحْرٌ وَابْنُ كَمَالٍ

ترجمہ: بھگوڑے غلام کی بیع فاسد ہے اگرچہ اپنے بچے یا اپنے گود میں موجود یتیم سے بیع کی ہو اور اگر ان دونوں کو ہبہ کرے، تو صحیح ہے جیسا کہ عینی میں ہے اور جو اشباہ میں ہے اس میں تحریف ہے جیسا کہ نہر میں ہے لیکن اس صورت میں فاسد نہیں ہے کہ بائع گمان کرے کہ بھگوڑا غلام مشتری کے پاس موجود ہے بلکہ اس وقت بیع جائز ہے مانع نہ ہونے کی وجہ سے کیا مشتری اس کا قابض ہوگا؟ اگر اس نے اپنے لیے قبضہ کیا اور کسی کو گواہ نہیں بنایا تو قابض ہے اور اگر اس لیے گواہ بنایا، تو قابض

نہیں ہے اس لیے کہ اس نے امانت کے طور پر قبضہ کیا ہے اس لیے وہ قبض ضمان کا قائم مقام نہیں ہوگا اس لیے کہ قبض ضمان قوی تر ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے بھگوڑے غلام کی بیع اس وقت فاسد نہیں ہے جب غاصب سے بھاگا پھر مالک نے غاصب ہی کے ہاتھ بیچ دیا، یہ اس لیے صحیح ہے کہ حوالہ کرنا لازم نہیں جیسا کہ ذخیرہ میں ہے بھگوڑے غلام کو بیچا پھر واپس آیا اور بائع نے مشتری کے حوالے کر دیا تو بیع ہو جائے گی بیع فاسد ہونے کے قول کے مطابق اور اسی کو کمال نے راجح قرار دیا ہے کہا گیا ہے کہ تام نہیں ہوگی بیع باطل ہونے سے قول کے مطابق یہی ظاہر الروایہ ہے اسی کو ہدایہ اور دوسری کتابوں میں اختیار کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسی قول پر فتویٰ دیتے تھے، جیسا کہ بحر اور ابن کمال میں ہے۔

غلام آبق کی بیع والآبق: بھگوڑا غلام کی بیع فاسد ہے اس کی پوری تفصیل ترجمہ مذکور میں دیکھی جاسکتی ہے۔

وَلَبَنِ امْرَأَةٍ وَلَوْ فِي وِعَاءٍ وَلَوْ أَمَةً عَلَى الْأَظْهَرِ؛ لِأَنَّهُ جُزْءُ آدَمِيٍّ وَالرِّقُّ مُخْتَصٌّ بِالْحَيِّ وَلَا حَيَاةَ فِي اللَّبَنِ فَلَا يَحِلُّهُ الرِّقُّ

ترجمہ: عورت کے دودھ کی بیع فاسد ہے اگرچہ برتن میں ہو یا باندی ہو، اظہر قول کے مطابق، اس لیے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور دودھ میں جان نہیں ہے اس لیے اس میں رقیت داخل نہ ہوگی۔

آدمی کے دودھ کی بیع ولبن امرأة الخ: عورت کے دودھ کی بیع فاسد ہے اس لیے کہ اس کی عزت وشرافت کا تقاضہ یہی ہے۔

سوال مقدر کا جواب والرق مختص بالحی الخ: سوال یہ ہے کہ جب سراپا باندی کی بیع جائز ہے تو اس کے دودھ کی بیع جائز کیوں نہیں؟ اس کا جواب ہے کہ رقیت کا تعلق چوں کہ حیات سے ہے اور دودھ میں کوئی حیات نہیں، اس لیے دودھ کی بیع جائز نہیں۔

وَشَعْرِ الْخِنْزِيرِ لِنَجَاسَةِ عَيْنِهِ فَيَبْطُلُ بَيْعُهُ ابْنُ كَمَالٍ وَ إِنْ جَازَ الِانْتِفَاعُ بِهِ لِضَرُورَةِ الْخَرْزِ؛ حَتَّى لَوْ لَمْ يُوجَدْ بِلَا ثَمَنٍ جَازَ الشِّرَاءُ لِلضَّرُورَةِ وَكُرِهَ الْبَيْعُ فَلَا يَطِيبُ ثَمَنُهُ وَيُفْسِدُ الْمَاءَ عَلَى الصَّحِيحِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، قِيلَ هَذَا فِي الْمَنْتُوفِ، أَمَّا الْمَجْزُوزُ فَطَاهِرٌ عِنَايَةٌ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يُكْرَهُ الْخَرْزُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ نَجِسٌ، وَلِذَا لَمْ يَلْبَسْ السَّلَفُ مِثْلَ هَذَا الْخُفِّ ذَكَرَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ وَلَعَلَّ هَذَا فِي زَمَانِهِمْ، وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِ كَمَا لَا يَخْفَى

ترجمہ: سور کے بال کے بیع نجس العین ہونے کی وجہ سے اس کی بیع باطل ہے جیسا کہ ابن کمال میں ہے اگرچہ فائدہ اٹھانا ہو، ٹانکنے کی ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بغیر ثمن کے نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے اس کا خریدنا جائز ہے اور بائع کے لیے اس کا بیچنا مکروہ ہے لہٰذا اس کا ثمن اس کے لیے حلال نہیں ہے اور سور کا بال پانی کو فاسد کر دیتا ہے صحیح قول کے مطابق امام محمد کے خلاف اور کہا گیا کہ یہ حکم اکھاڑے ہوئے میں ہے، بہر حال تراشے ہوئے میں تو وہ پاک ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ سور کے بال سے ٹانکنا مکروہ ہے اس لیے کہ وہ نجس ہے اسی لیے سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے جیسا کہ قہستانی نے ذکر کیا ہے شاید یہ ان کے زمانے میں تھا بہر حال ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

شعر خنزیر کی بیع

و شعر الخنزیر الخ: سور کے بال کی بیع نجس العین ہونے کی وجہ سے باطل ہے زمانہ قدیم میں حضرات فقہائے کرام نے ناگزیر ضرورت کے لیے اس کے خرید نے کی اجازت دی تھی؛ لیکن اب چوں کہ اس کی ضرورت نہیں رہی اس لیے مطلقا اس کی بیع ممنوع اور باطل ہے اما فی زماننا فلا حجة اليه للاستغناء عنه مالمخارز و الابر۔(ردالمحتار:۷/۲٦۵)

وَجِلْدِ مَيْتَةٍ قَبْلَ الدَّبْغِ لَوْ بِالْعَرَضِ، وَلَوْ بِالثَّمَنِ فَبَاطِلٌ، وَلَمْ يُفَصِّلْهُ هٰهُنَا اعْتِمَادًا عَلٰى مَا سَبَقَ قَالَهُ الْوَانِيُّ فَلْيُحْفَظْ وَبَعْدَهُ أَيِ الدَّبْغِ يُبَاعُ إِلَّا جِلْدَ إِنْسَانٍ وَخِنْزِيرٍ وَحَيَّةٍ وَيُنْتَفَعُ بِهِ لِطَهَارَتِهِ حِينَئِذٍ لِغَيْرِ الْأَكْلِ وَلَوْ جِلْدَ مَأْكُولٍ عَلَى الصَّحِيحِ سِرَاجٌ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾وَهٰذَا جُزْؤُهَا.وَفِي الْمَجْمَعِ: وَنُجِيزُ بَيْعَ الدُّهْنِ الْمُتَنَجِّسِ وَالِانْتِفَاعَ بِهِ فِي غَيْرِ الْأَكْلِ بِخِلَافِ الْوَدَكِ كَمَا يُنْتَفَعُ بِمَا لَا تَحُلُّهُ حَيَاةٌ مِنْهَا كَعَصَبِهَا وَصُوفِهَا كَمَا مَرَّ فِي الطَّهَارَةِ.

ترجمہ: جلد میتہ کی بیع دباغت سے پہلے فاسد ہے اگر سامان سے ہو اور اگر ثمن سے ہو تو باطل ہے اور مصنف نے یہاں بیان سابق پر اعتماد کرتے ہوئے تفصیل نہیں کی ہے، جیسا کہ وانی نے کہا ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، دباغت کے بعد کھال بیچی جائے سوائے آدمی، سور اور سانپ کی کھال کے، اس وقت اس کے پاک ہونے کی وجہ سے، کھانے کے سوا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اگرچہ ماکول اللحم کی کھال ہو صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ سراج میں ہے باری تعالیٰ کے قول کی وجہ سے کہ حرام کردیا گیا ہے تم پر مردہ اور یہ کھال جز و مردہ ہے، اور مجمع میں ہے کہ ہم ناپاک تیل کی بیع جائز جانتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانا کھانے کے سوا، بخلاف مردہ کی چربی کے، جیسے اس چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، جس میں زندگی نہیں ہے، جیسے پٹھا اور اون، جیسا کہ کتاب الطہارت میں گذر چکا۔

جلد میتہ کی بیع

و جلد میتة الخ: جلد میتہ کی بیع دباغت سے پہلے باطل ہے "ذکر فی الشرنبلالیه عن البرهان الا ظهر البطلان" (ردالمحتار ۷/۲٦٦) البتہ دباغت کے بعد جلد میتہ کی بیع صحیح ہے، لیکن آدمی کی کھال کی بیع، اس کی کرامت اور جلد خنزیر کی بیع نجس العین ہونے کی وجہ سے بیع ممنوع اور باطل ہے، سانپ کی کھال سے مراد چھوٹا سانپ ہے، اس لیے کہ اس میں خون ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ناپاک ہے اور باریک ہونے کی وجہ سے دباغت بھی ممکن نہیں ہے، اس لیے چھوٹے سانپ کی بیع باطل ہے، البتہ بڑے سانپ کی کھال میں دباغت ممکن ہے، اس لیے دباغت کے بعد اس کی بیع صحیح ہے۔

وَ فَسَدَ شِرَاءُ مَا بَاعَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِوَكِيلِهِ مِنَ الَّذِي اشْتَرَاهُ وَلَوْ حُكْمًا كَوَارِثِهِ بِالْأَقَلِّ مِنْ قَدْرِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ قَبْلَ نَقْدِ كُلِّ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ. صُورَتُهُ: بَاعَ شَيْئًا بِعَشَرَةٍ وَلَمْ يَقْبِضِ الثَّمَنَ ثُمَّ شَرَاهُ بِخَمْسَةٍ لَمْ يَجُزْ وَإِنْ رَخُصَ السِّعْرُ لِلرِّبَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَشِرَاءُ مَنْ لَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ لَهُ كَابْنِهِ وَأَبِيهِ كَشِرَائِهِ بِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ أَيْضًا خِلَافًا لَهُمَا فِي غَيْرِ عَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ وَلَا بُدَّ لِعَدَمِ الْجَوَازِ مِنَ اتِّحَادِ جِنْسِ الثَّمَنِ وَكَوْنِ الْمَبِيعِ بِحَالِهِ فَإِنِ اخْتَلَفَ جِنْسُ الثَّمَنِ أَوْ تَعَيَّبَ الْمَبِيعُ جَازَ مُطْلَقًا كَمَا لَوْ شَرَاهُ بِأَزْيَدَ أَوْ بَعْدَ النَّقْدِ.

ترجمہ: اور فاسد ہے اس چیز کا خریدنا جس کو اس نے خود بیچا ہے یا اس کے وکیل نے، اس شخص سے جس نے اس کو خریدا ہے، اگر چہ مشتری حکما ہو، جیسے مشتری کے وارث سے خریدنا، ثمن اول سے کم میں، ثمن اول مکمل ادا کرنے سے پہلے ۔۔۔۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز دس درہم میں بیچی، ابھی ثمن پہ قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کو پانچ درہم میں خرید لیا، تو یہ جائز نہیں ہے، اگر چہ اس کا بھاؤ کم ہو گیا ہو، سود پائے جانے کی، وجہ سے امام شافعیؒ کے خلاف، بائع کے بجائے ایسے شخص کا خریدنا، جس کی گواہی اس کے فائدے کے لیے جائز نہیں ہے، جیسے اس کا بیٹا، باپ، خود اس (بائع) کے خریدنے کی طرح ہے، لہذا ان دونوں کا خریدنا بھی جائز نہیں ہے، صاحبین کے خلاف، سوائے اس کے غلام اور مکاتب کے عدم جواز کے لیے ضروری ہے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا اپنی حالت میں رہنا، لیکن اگر جنس ثمن بدل جائے یا مبیع عیب دار ہو جائے، تو مطلقا جائز ہے، زیادہ سے یا پہلے ثمن سے کم سے۔

بیچی ہوئی چیز خود خریدنا

وفسد شراء ما باع الخ: کسی شخص نے کوئی سامان بیچا، ابھی اس نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ یہ بائع یا اس کے اصول وفروع اسی سامان کو اتنے ہی ثمن میں خرید لے، تو یہ بیع فاسد ہے، اس لیے کہ اس صورت میں سود پایا جا رہا ہے، جو حرام ہے، البتہ اگر ثمن بدل جائے یا مبیع عیب دار ہو جائے یا فریقین میں سے ہر ایک بدلین پر قبضہ کر لے، تو صورت مذکورہ میں بیع جائز ہے۔

وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ جِنْسٌ وَاحِدٌ فِي ثَمَانِ مَسَائِلَ مِنْهَا هُنَا وَفِي قَضَاءِ دَيْنٍ وَشُفْعَةٍ وَإِكْرَاهٍ وَمُضَارَبَةٍ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً وَبَقَاءً وَامْتِنَاعِ مُرَابَحَةٍ، وَيُزَادُ زَكَاةٌ وَشَرِكَاتٌ وَقِيَمُ الْمُتْلَفَاتِ وَأُرُوشُ جِنَايَاتٍ كَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ مَعْزِيًّا لِلْعِمَادِيَّةِ وَفِي الْخُلَاصَةِ: كُلُّ عِوَضٍ مُلِكَ بِعَقْدٍ يَنْفَسِخُ بِهَلَاكِهِ قَبْلَ قَبْضِهِ لَمْ يَجُزْ التَّصَرُّفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَصَحَّ الْبَيْعُ فِيمَا ضُمَّ إلَيْهِ كَأَنْ بَاعَ بِعَشَرَةٍ وَلَمْ يَقْبِضْهَا ثُمَّ اشْتَرَاهُ مَعَ شَيْءٍ آخَرَ بِعَشَرَةٍ فَسَدَ فِي الْأَوَّلِ وَجَازَ فِي الْآخَرِ فَيُقْسَمُ الثَّمَنُ عَلَى قِيمَتِهِمَا وَلَا يَشِيعُ الْفَسَادُ؛ لِأَنَّهُ طَارِئٌ. وَلِمَكَانِ الِاجْتِهَادِ

ترجمہ: دراہم و دنانیر آٹھ مسئلوں میں ایک جنس ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے (۲) قضائے دین (۳) شفعہ (۴) اکراہ (۵) مضاربت میں ابتداء (۶) انتہاء کے اعتبار سے (۷) مرابحہ کے بقاء (۸) امتناع میں ۔ چار مسئلے زیادہ کیے گئے ہیں (۹) زکوۃ (۱۰) شرکات (۱۱) اشیائے متلفہ کی قیمتیں (۲) اور جنایات کی دیت، جیسا کہ مصنف نے عمادیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی شرح میں بیان کیا ہے، خلاصہ میں ہے کہ ہر وہ عوض جس میں ملک ایسے عقد کے ذریعے سے ہوئی کہ وہ عقد اس کے ہلاک ہونے کی وجہ سے فاسد ہو گیا قبضہ کرنے سے پہلے، تو اس میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے اور صحیح ہے اس چیز کی بیع، جو اس کی طرف ملائی گئی، جیسے کوئی چیز دس درہم میں بیچی، مشتری نے اس پہ قبضہ نہیں کیا، پھر بائع نے اس کو دوسرے سامان کے ساتھ دس درہم میں خرید لیا، تو پہلی مبیع میں بیع فاسد ہے اور دوسری میں جائز ہے، لہذا ثمن دونوں کی قیمت پر منقسم ہوگا اور اول کے فساد کا اثر ثانی پہ نہ ہوگا، اس لیے کہ وہ پیچھے سے آیا ہے، مقام اجتہاد کی وجہ سے۔

دراہم ودنانیر کی جنس

والدراهم و الدنانير الخ: ظاہراً دراہم و دنانیر کی جنس الگ الگ معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں دونوں کی جنس ایک ہے، اس لیے کہ دونوں کا مقصد ایک یعنی ثمنیت ہے، اسی لیے استحسانا

دونوں کی جنس ایک مانی گئی ہے۔

وَ بَيْعُ زَيْتٍ عَلَى أَنْ يَزِنَهُ بِظَرْفِهِ وَيَطْرَحَ عَنْهُ بِكُلِّ ظَرْفٍ كَذَا رِطْلًا لِأَنَّ مُقْتَضَى الْعَقْدِ طَرْحُ مِقْدَارِ وَزْنِهِ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ بِخِلَافِ شَرْطِ طَرْحِ وَزْنِ الظَّرْفِ فَإِنَّهُ يَجُوزُ كَمَا لَوْ عُرِفَ قَدْرُ وَزْنِهِ وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي نَفْسِ الظَّرْفِ وَقَدْرِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي بِيَمِينِهِ؛ لِأَنَّهُ قَابِضٌ أَوْ مُنْكِرٌ.

ترجمہ: زیتوں کی بیع اس شرط پر فاسد ہے کہ بائع اس کو تول دے اپنے برتن سے اور ہر برتن کے عوض میں اتنے رطل کم کرلے گا اس لیے کہ مقتضائے عقد کم لینا ہے برتن کے وزن کے برابر (جو یہاں معلوم نہیں) جیسا کہ مصنف نے اپنے قول میں بیان کیا بخلاف اس شرط کے کہ برتن کے وزن کے برابر کم کرتا رہے، تو یہ جائز ہے، جیسا کہ اگر اس کے وزن کی مقدار کو جان لے، اور اگر دونوں نے برتن کی تعیین میں یا اس کی مقدار میں اختلاف کیا، تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اس کی قسم کے ساتھ، اس لیے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہے۔

روغن زیتون کی بیع شرط کے ساتھ

وبیع زیت علی انه الخ: زیت سے مراد یہاں روغن زیتون ہے، مذکورہ عبارت میں اس کے فروخت کی دو صورتیں بتلائی گئی ہیں ایک یہ کہ خریدنے کے دوران مشتری نے یہ شرط لگادی کہ میرے برتن سے ناپ کر دینا ہوگا اور اس میں سے اتنا کم کرلینا اور اس ظرف کا وزن معلوم بھی نہیں ہے، تو یہ بیع فاسد ہے، اس لیے کہ یہ شرط اقتضائے عقد کے خلاف ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ شرط یہی ہے، لیکن اس ظرف کا وزن معلوم ہے، جس کی وجہ سے کمی زیادتی کا اندیشہ نہیں ہے، اس لیے دوسری صورت میں بیع صحیح ہے۔

وَصَحَّ بَيْعُ الطَّرِيقِ وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنْ الْخَانِيَّةِ: لَا يَصِحُّ وَمِنْ قِسْمَةِ الْوَهْبَانِيَّةِ: (الطويل)

وَلَيْسَ لَهُمْ قَالَ الْإِمَامُ تَقَاسُمٌ ☆ بِدَرْبٍ وَلَمْ يَنْفُذْ كَذَا الْبَيْعُ يُذْكَرُ

وَفِي مُعَايَاتِهَا وَارْتَضَاهُ فِي أَلْغَازِ الْأَشْبَاهِ (الطويل):

وَمَالِكُ أَرْضٍ لَيْسَ يَمْلِكُ بَيْعَهَا ☆ لِغَيْرِ شَرِيكٍ ثُمَّ لَوْ مِنْهُ يُنْظَرُ

حَدٌّ أَيْ بُيِّنَ لَهُ طُولٌ وَعَرْضٌ أَوَّلًا وَهِبَتُهُ وَإِنْ لَمْ يُبَيَّنْ يُقَدَّرُ بِعَرْضِ بَابِ الدَّارِ الْعُظْمَى

ترجمہ: صحیح ہے راستے کی بیع اور شرنبلالیہ میں خانیہ کے حوالے سے ہے کہ صحیح نہیں ہے اور وہبانیہ کی کتاب القسمت میں ہے، کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کا کوچۂ غیر نافذہ کو باہم تقسیم کرلینا جائز نہیں ہے، ایسے ہی اس کی بیع مذکور ہے۔

اور اشباہ کے مشکل سوال کے جواب میں ہے کہ مالک زمین کے لیے اپنے شریک کے علاوہ کو کوچہ بیچنے کا مالک نہیں ہے، پھر اگر شریک سے بیچتا ہے، اس میں بھی نظر ہے اس کی حد کو یعنی طول یا عرض بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس کا ہبہ کرنا جائز ہے اور اگر بیان نہ کیا ہو، تو گھر کے بڑے دروازے کے برابر اس کی چوڑائی متعین کی جائے گی۔

راستے کی بیع

وصح بیع الطریق الخ: یہاں راستے سے وہ خاص راستہ مراد ہے جو ایک آدمی کی ملکیت میں، ایسے راستے کی بیع تو جائز ہے، لیکن اگر ایسا راستہ ہے جو چند لوگوں کا مشترک ہو، فروخت کردینے کی صورت میں

دوسرے شریک کو پریشانی ہوگی ایسی صورت میں راستے کی بیع ممنوع ہے، الا یہ کہ سارے شریک فروخت کرنے پر راضی ہوجائیں۔

ھو قد علمت ما قدرنا سابقا ان ما فی الوھبانیة غیر ما ذکرہ المصنف لان مراد المصنف الطریق الخاص المملوک لواحد وھذا طریق مشترک فی سکة مشترکة۔ (ردالمحتار ۷/۲۷۴)

لَا بَيْعُ مَسِيلِ الْمَاءِ وَهِبَتُهُ لِجَهَالَتِهِ، إذْ لَا يَدْرِي قَدْرَ مَا يَشْغَلُهُ مِنَ الْمَاءِ.

ترجمه: صحیح نہیں ہے پانی کی گذرگاہ کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا، اس کی مقدار مجہول ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ نہیں جانتا کہ پانی اس کی کتنی مقدار کو مشغول کرے گا۔

نالی کی بیع راستہ بیچنا اس لیے جائز ہے کہ اس کی لمبائی چوڑائی معلوم ہے، لیکن نالی کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، یہ بھی معلوم نہیں کہ نالی میں کس قدر پانی بہے گا اس لیے نالی کی بیع ممنوع ہے۔

وَصَحَّ بَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ تَبَعًا لِلْأَرْضِ بِلَا خِلَافٍ وَمَقْصُودًا وَحْدَهُ فِي رِوَايَةٍ وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ شُمُنِّيٌّ وَفِي أُخْرَى لَا، وَصَحَّحَهُ أَبُو اللَّيْثِ وَكَذَا بَيْعُ الشِّرْبِ وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ فَسَادُهُ إلَّا تَبَعًا خَانِيَّةٌ وَشَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ، وَسَنُحَقِّقُهُ فِي إحْيَاءِ الْمَوَاتِ لَايَصِحُّ بَيْعُ حَقِّ التَّسْيِيلِ وَهِبَتُهُ سَوَاءٌ كَانَ عَلَى الْأَرْضِ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ كَمَا مَرَّ أَوْ عَلَى السَّطْحِ لِأَنَّهُ حَقُّ التَّعَلِّي، وَقَدْ مَرَّ بُطْلَانُهُ

ترجمه: حق مرور کی بیع صحیح ہے زمین کے ساتھ بالاتفاق اور بالذات صرف حق مرور کی ایک روایت کے مطابق اور اسی روایت کو اکثر فقہاء نے لیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حق مرور کی بیع صحیح نہیں ہے، اس کو فقیہ ابوالیث نے صحیح قرار دیا ہے اور ایسے ہی شرب کی بیع صحیح ہے اور ظاہری روایت اس کا فاسد ہونا ہے، الا یہ کہ زمین کے ساتھ ہو، جیسا کہ خانیہ اور وہبانیہ میں ہے اور اس کی تحقیق احیاء الموات میں کریں گے، حق تسیل کی بیع اور اس کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے، خواہ وہ زمین پر ہو اس کے مکان کے مجہول ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا یا چھت پر ہو، اس لیے کہ یہ حق تعلّی ہے، جس کے باطل ہونے کا بیان گذر چکا ہے۔

حق مرور کی بیع وصح بیع حق المرور الخ: حق مرور کی بیع صحیح ہے، اس لیے کہ اس کے ساتھ زمین بھی ہوتی ہے اور زمین ہے، تو عین پایا گیا اور جب عین ہے، تو بیع صحیح ہے البتہ حق تعلّی کی بیع صحیح نہیں ہے، اس لیے وہاں عین کا وجود نہیں ہے، بل کہ فضا ہی فضا ہے اور فضا کی بیع صحیح نہیں ہے۔

وَ لَا الْبَيْعُ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ إلَى النَّيْرُوزِ هُوَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنَ الرَّبِيعِ تَحُلُّ فِيهِ الشَّمْسُ بُرْجَ الْحَمَلِ وَهَذَا نَيْرُوزُ السُّلْطَانِ، وَنَيْرُوزُ الْمَجُوسِ يَوْمَ تَحُلُّ فِي الْحُوتِ، وَعَدَّهُ الْبُرْجَنْدِيُّ سَبْعَةً فَإِذَا لَمْ يُبَيِّنَا فَالْعَقْدُ فَاسِدٌ ابْنُ كَمَالٍ وَالْمِهْرَجَانِ هُوَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنَ الْخَرِيفِ تَحُلُّ فِيهِ الشَّمْسُ بُرْجَ الْمِيزَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى فِطْرِهِمْ وَفِطْرِ الْيَهُودِ وَصَوْمِهِمْ فَاكْتَفَى بِذِكْرِ أَحَدِهِمَا سِرَاجٌ إذَا لَمْ يَدْرِهِ الْمُتَعَاقِدَانِ النَّيْرُوزَ وَمَا بَعْدَهُ، فَلَوْ عَرَفَاهُ جَازَ بِخِلَافِ فِطْرِ النَّصَارَى بَعْدَ مَا شَرَعُوا فِي صَوْمِهِمْ لِلْعِلْمِ بِهِ وَهُوَ خَمْسُونَ يَوْمًا وَ لَا إلَى قُدُومِ الْحَاجِّ وَالْحَصَادِ لِلزَّرْعِ وَالدِّيَاسِ لِلْحَبِّ

وَالْقِطَافِ لِلْعِنَبِ؛ لِأَنَّهَا تَتَقَدَّمُ وَتَتَأَخَّرُ.

ترجمہ: بیع صحیح نہیں ہے نوروز تک ثمن ادھار رکھنے سے، نوروز فصل ربیع کا پہلا دن ہے، جس میں سورج برج حمل میں داخل ہوتا ہے، اس کو سلطان نیروز کہتے ہیں اور مجوس کا نیروز جس میں سورج برج حوت میں داخل ہوتا ہے، برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہیں، لہذا عاقدین نے بیان نہیں کیا تو عقد فاسد ہے، جیسا کہ ابن الکمال میں ہے اور مہرجان فصل خریف کا پہلا دن ہے جس میں سورج برج میزان میں داخل ہوتا ہے، نصاریٰ کا روزہ، ان کا افطار، یہود کا افطار اور ان کا روزہ، ان دونوں میں سے ایک کے ذکر پر اکتفی کیا، جیسا کہ سراج میں ہے، جب اس کو نوروز اور اس کے بعد کی مدت متعاقدین نہ جانتے ہوں (تو عقد فاسد ہے) لیکن اگر ان دونوں نے جان لیا، تو جائز ہے، برخلاف نصاریٰ کے روزہ توڑنے کے دن اس کے شروع کرنے کے بعد اس کے معلوم ہونے کی وجہ اور وہ پچاس دن ہیں اور صحیح نہیں ہے حاجیوں کے آنے، کھیتی کاٹنے، اناج گاہنے اور انگور توڑنے کے دن تک، اس لیے کہ یہ سب مقدم ومؤخر ہوتے ہیں۔

غیر متعین تاریخ تک ادھار بیع کرنا

ولا البیع بثمن مؤجل الی الخ: یہاں جتنے ایام بیان کیے گئے ہیں ان سے مراد وہ تاریخیں ہیں جن کی تعیین نہیں ہو پاتی ہے، جیسے حاجیوں کے لوٹنے کے دن یہ لوگ کبھی جلدی بھی آجاتے ہیں اور کبھی دیر بھی ہو جاتی ہے؛ البتہ اگر یہ ایام کسی صورت میں متعین ہو جائیں تو پھر ان ایام کو بنیاد بنا کر ادھار بیع کی جا سکتی ہے۔

وَلَوْ بَاعَ مُطْلَقًا عَنْهَا أَيْ عَنْ هَذِهِ الْآجَالِ ثُمَّ أَجَّلَ الثَّمَنَ الدَّيْنَ، أَمَّا تَأْجِيلُ الْمَبِيعِ أَوْ الثَّمَنِ الْعَيْنِيِّ فَمُفْسِدٌ وَلَوْ إلَى مَعْلُومٍ شُمُنِّيٌّ إلَيْهَا صَحَّ التَّأْجِيلُ كَمَا لَوْ كَفَلَ إلَى هَذِهِ الْأَوْقَاتِ؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ الْيَسِيرَةَ مُتَحَمَّلَةٌ فِي الدَّيْنِ وَالْكَفَالَةِ لَا الْفَاحِشَةِ

ترجمہ: اور اگر مطلقاً یعنی ان اوقات بالا کا تذکرہ کیے بغیر بیع کی، پھر دین کی مدت اوقات مذکورہ کو ٹھہرایا، تو یہ مفسد ہے اگرچہ معلوم ہو، جیسا کہ شمنی میں ہے؛ لیکن یہ تاجیل صحیح ہے، جیسا کہ اگر ان اوقات کو بنیاد بنا کر کوئی کفیل ہو جائے، اس لیے کہ دین اور کفالت میں معمولی جہالت قابل برداشت ہے نہ کہ زیادہ جہالت۔

نقد کے بعد ادھار

ولو باع مطلقا عنها الخ: نقد بیچا؛ لیکن پھر ادھار کی نوبت آگئی وہ بھی اجل مجہول پر تو یہ بیع صحیح ہے، چوں کہ اس صورت میں بائع کو طویل انتظار اور عظیم نقصان کا سامنا کرنا نہیں پڑتا ہے اس کی تفصیل پیچھے اسی عنوان کے تحت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

أَوْ أَسْقَطَ الْمُشْتَرِي الْأَجَلَ فِي الصُّوَرِ الْمَذْكُورَةِ قَبْلَ حُلُولِهِ وَقَبْلَ فَسْخِهِ وَ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ حَتَّى لَوْ تَفَرَّقَا قَبْلَ الْإِسْقَاطِ تَأَكَّدَ الْفَسَادُ وَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا اتِّفَاقًا. ابْنُ كَمَالٍ وَابْنُ مَلَكٍ: كَجَهَالَةٍ فَاحِشَةٍ كَهُبُوبِ الرِّيحِ وَمَجِيءِ مَطَرٍ فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا وَإِنْ أَبْطَلَ الْأَجَلَ عَيْنِيٌّ

ترجمہ: یا مشتری صورت مذکورہ میں مدت ساقط کر دے، مدت آنے سے پہلے، بیع فسخ کرنے سے پہلے یا افتراق سے پہلے، یہاں تک کہ اگر متعاقدین ساقط کرنے سے پہلے الگ ہو جائیں تو فساد مؤکد ہو جائے گا اور جائز نہ ہوگا بالاتفاق جیسا

کہ ابن کمال اور ابن مالک نے کہا ہے مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور بارش ہونے کی مدت لہذا جواز نہیں لوٹے گا اگر چہ مدت باطل کردے۔

مدت کو ساقط کردینا

او اسقط المشتری الاجل الخ: مشتری اگر صورت مذکورہ میں مدت ساقط کردے اور یہ ساقط کرنا تفرق کے بعد ہو تو فساد مزید مؤکد ہو جائے گا؛ اگر یہ ساقط کرنا مدت آنے سے پہلے یا فسخ سے پہلے یا تفرق سے پہلے ہو تو، مذکورہ بالا صورت میں بیع نہیں ہو جائے گی، اس لیے کہ جہالت کی وجہ سے بیع فاسد تھی جب مشتری نے از خود مدت ختم کردی تو اب بیع جائز ہو جائے گی، چوں کہ اب نزاع کا اندیشہ نہ رہا۔

أَوْ أَمَرَ الْمُسْلِمُ بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ شِرَائِهِمَا أَيْ وَكَّلَ الْمُسْلِمُ ذِمِّيًّا أَوْ أَمَرَ الْمُحْرِمُ غَيْرَهُ أَيْ غَيْرَ الْمُحْرِمِ بِبَيْعِ صَيْدِهِ يَعْنِي صَحَّ ذَلِكَ عِنْدَ الْإِمَامِ مَعَ أَشَدِّ كَرَاهَةٍ كَمَا صَحَّ مَا مَرَّ؛ لِأَنَّ الْعَاقِدَ يَتَصَرَّفُ بِأَهْلِيَّتِهِ وَانْتِقَالُ الْمِلْكِ إِلَى الْآمِرِ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ. وَقَالَا: لَا يَصِحُّ، وَهُوَ الْأَظْهَرُ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنْ الْبُرْهَانِ

ترجمہ: مسلمان نے شراب یا خنزیر بیچنے یا خریدنے کا حکم دیا یعنی مسلمان نے ذمی کو وکیل بنایا یا محرم نے دوسرے یعنی غیر محرم کو اپنا شکار بیچنے کا حکم دیا، تو یہ امام اعظم کے نزدیک صحیح ہے، نہایت کراہت کے ساتھ جیسا کہ ضمانت سابقہ صحیح ہے، جو گذر چکا، اس لیے کہ عاقد (وکیل) اپنی اہلیت کی بنیاد پر تصرف کرتا ہے (نہ کہ موکل کی اہلیت کی بنیاد پر) اور انتقال ملک آمر کی طرف امر حکمی ہے، ان دونوں نے کہا کہ صحیح نہیں ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ شرنبلالیہ نے برہان سے نقل کیا ہے۔

کافر کو وکیل بنانا

او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر الخ: کسی مسلمان کی ملکیت میں شراب یا خنزیر آ گئے، وہ مسلمان اب ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ طریقہ اپنائے کہ ان کو بیچنے کے لیے، کسی غیر مسلم کو وکیل بنادے کہ میں نے تھوڑا ہی بیچا ہے، تا کہ اس ثمن سے فائدہ اٹھایا جاسکے بیع کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، "فلا یشرع مع کونه مکروها تحریما، فای فائدة فی الصحة" (رد المحتار ۷/۲۸۰) "ولو باع ذمی من ذمی خمرا او خنزیرا ثم اسلما او اسلم احدهما قبل القبض یفسخ البیع لانه بالاسلام حرم البیع و الشراء فیحرم القبض و التسلیم ایضاً" (بدائع الصنائع ۴/۳۳۴)

وَلَا بَيْعٌ بِشَرْطٍ عَطْفٌ عَلَى إِلَى النَّيْرُوزِ يَعْنِي الْأَصْلُ الْجَامِعُ فِي فَسَادِ الْعَقْدِ بِسَبَبِ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَا يُلَائِمُهُ وَفِيهِ نَفْعٌ لِأَحَدِهِمَا أَوْ فِيهِ نَفْعٌ لِمَبِيعٍ هُوَ مِنْ أَهْلِ الِاسْتِحْقَاقِ لِلنَّفْعِ بِأَنْ يَكُونَ آدَمِيًّا، فَلَوْ لَمْ يَكُنْ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَرْكَبَ الدَّابَّةَ الْمَبِيعَةَ لَمْ يَكُنْ مُفْسِدًا كَمَا سَيَجِيءُ وَلَمْ يَجْرِ الْعُرْفُ بِهِ وَ لَمْ يَرِدْ الشَّرْعُ بِجَوَازِهِ أَمَّا لَوْ جَرَى الْعُرْفُ بِهِ كَبَيْعِ نَعْلٍ مَعَ شَرْطِ تَشْرِيكِهِ، أَوْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ كَخِيَارِ شَرْطٍ فَلَا فَسَادَ كَشَرْطِ أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَيَخِيطَهُ قَبَاءً مِثَالٌ لِمَا لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ نَفْعٌ لِلْمُشْتَرِي أَوْ يَسْتَخْدِمَهُ مِثَالٌ لِمَا فِيهِ نَفْعٌ لِلْبَائِعِ، وَإِنَّمَا قَالَ شَهْرًا لِمَا مَرَّ أَنَّ الْخِيَارَ إِذَا كَانَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ جَازَ أَنْ يُشْتَرَطَ فِيهِ الِاسْتِخْدَامُ دُرَرٌ. أَوْ

يَعْتِقَهُ فَإِنْ أَعْتَقَهُ صَحَّ إِذْ بَعْدَ قَبْضِهِ وَلَزِمَ الثَّمَنُ عِنْدَهُ وَإِلَّا لَا، شَرْحُ مَجْمَعٍ أَوْ يُدَبِّرَهُ أَوْ يُكَاتِبَهُ أَوْ يَسْتَوْلِدَهَا أَوْ لَا يُخْرِجَ الْقِنَّ عَنْ مِلْكِهِ مِثَالٌ لِمَا فِيهِ نَفْعٌ لِمَبِيعٍ يَسْتَحِقُّهُ الثَّمَنُ

ترجمہ: بیع نہیں ہے شرط کے ساتھ، یہ وہ پر عطف ہے یعنی شرط کے سبب سے عقد فاسد ہونے کے سلسلے میں یہ جامع اصول ہے کہ عقد اس کا تقاضہ نہ کرتا ہو اور نہ اس کے مناسب ہو، نیز اس میں ان میں سے ایک یا محل استحقاق والی مبیع کا فائدہ ہو، اس طور پر کہ مبیع آدمی ہو، لیکن اگر آدمی نہ ہو جیسے یہ شرط کہ مشتری خریدے ہوئے جانور پر سوار نہ ہو تو یہ شرط مفسد بیع نہیں ہے، جیسا کہ آ رہا ہے، اس کا رواج نہ ہو، اس کے جواز پر شریعت وارد نہ ہوئی ہو، بہرحال اگر رواج ہو جیسے جوتے کی بیع اس میں تسمہ لگانے کے ساتھ یا اس کے جواز پر شریعت وارد ہوئی ہو، تو فاسد نہیں ہے، جیسے یہ شرط کہ کپڑے کو بائع کاٹے گا اور قبا سی کر دے گا، یہ مثال ہے اس شرط کی جس کا عقد تقاضہ نہیں کرتا ہے، نیز اس میں مشتری کا فائدہ ہے یا یہ شرط کہ بائع ایک مہینہ خدمت لے گا، یہ مثال ہے جس میں بائع کا فائدہ ہو، ایک مہینے کی شرط اس لیے لگائی کہ گذر چکا ہے کہ جب خیار تین دن کا ہو، تو اس میں استخدام کی شرط جائز ہے جیسا کہ درر میں ہے یا یہ شرط کہ مشتری غلام کو آزاد کر دے، تو اگر اس نے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد آزاد کر دیا، تو صحیح ہے امام اعظم کے نزدیک اور ثمن واجب ہوگا، ورنہ نہیں جیسا کہ شرح مجمع میں ہے، یا یہ شرط کہ غلام کو مدبر یا مکاتب بنا لے، یا باندی کو حرم میں داخل کر لے یا غلام مشتری کی ملک سے خارج نہ ہوگا، یہ مثال اس شرط کی ہے جس میں مستحق مبیع کا فائدہ ہے۔

شرط کے ساتھ بیع

ولا بیع بشرط الخ: بیع کے لیے کچھ وہ شرطیں ہیں، جو شرعاً ثابت ہیں، کچھ عرفاً رائج ہیں اور کچھ وہ شرطیں ہیں جو تقاضہ بیع کی غماز ہیں، ان تین طرح کی شرطوں سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے، لیکن اگر کسی نے ان تین طرح کی شرطوں کے علاوہ کوئی اور شرط لگا دی، جس میں بائع مشتری یا مبیع کا فائدہ ہے، تو بیع فاسد ہوگی۔

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الْأَصْلِ بِقَوْلِهِ فَيَصِحُّ الْبَيْعُ بِشَرْطٍ يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي وَشَرْطِ حَبْسِ الْمَبِيعِ لِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ أَوْ لَا يَقْتَضِيهِ وَلَا نَفْعَ فِيهِ لِأَحَدٍ وَلَوْ أَجْنَبِيًّا ابْنُ مَلَكٍ، فَلَوْ شَرَطَ أَنْ يَسْكُنَهَا فُلَانٌ أَوْ أَنْ يُقْرِضَهُ الْبَائِعُ أَوْ الْمُشْتَرِي كَذَا فَالْأَظْهَرُ الْفَسَادُ ذَكَرَهُ أَخِي زَادَهْ وَظَاهِرُ الْبَحْرِ تَرْجِيحُ الصِّحَّةِ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ عَبَّرَ ابْنُ الْكَمَالِ بِيَرْكَبَ الدَّابَّةَ الْمَبِيعَةَ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِأَهْلٍ لِلنَّفْعِ أَوْ لَا يَقْتَضِيهِ لَكِنْ يُلَائِمُهُ كَشَرْطِ رَهْنٍ مَعْلُومٍ وَكَفِيلٍ حَاضِرٍ ابْنُ مَلَكٍ، أَوْ جَرَى الْعُرْفُ بِهِ كَبَيْعِ نَعْلٍ أَيْ صَرْمٍ سَمَّاهُ بِاسْمِ مَا يَئُولُ عَيْنِيٌّ عَلَى أَنْ يَحْذُوَهُ الْبَائِعُ وَيُشَرِّكَهُ أَيْ يَضَعَ عَلَيْهِ الشِّرَاكَ وَهُوَ السَّيْرُ وَمِثْلُهُ تَسْمِيرُ الْقَبْقَابِ اسْتِحْسَانًا لِلتَّعَامُلِ بِلَا نَكِيرٍ ، هَذَا إذَا عَلَّقَهُ بِكَلِمَةِ عَلَى، وَإِنْ بِكَلِمَةِ إنْ بَطَلَ الْبَيْعُ إلَّا فِي بِعْت إنْ رَضِيَ فُلَانٌ، وَوَقَّتَهُ كَخِيَارِ الشَّرْطِ أَشْبَاهٌ مِنْ الشَّرْطِ وَالتَّعْلِيقِ، وَنَحْرٌ مِنْ مَسَائِلَ شَتَّى.

ترجمہ: پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر اپنے قول سے تفریع کی کہ ایسی شرط کے ساتھ بیع صحیح ہے، جس کا عقد تقاضہ کرے جیسے یہ شرط کہ مشتری کے لیے ملک ہے یا ثمن حاصل کرنے کے لیے مبیع روک لینے کی شرط لگانا یا ایسی شرط لگانا کہ جس میں

کسی کا فائدہ نہ ہو، اگر چہ وہ اجنبی ہو جیسا کہ ابن ملک میں ہے، تو اگر بائع نے یہ شرط لگائی کہ فلاں اس میں ٹھہرے گا یا متعاقدین میں سے کوئی اس کو اتنا قرض دے، تو قول اظہر یہ ہے کہ فساد ہے، جیسا کہ اخی زادہ نے ذکر کیا ہے اور بحر کا ظاہری کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے، جیسے یہ شرط کہ نہ بیچے، اس کو ابن الکمال نے تعبیر کیا کہ خریدے ہوئے جانور پر سوار نہ ہو، اس لیے کہ جانور نفع کا مستحق نہیں ہے یا وہ شرط جس کا عقد مقتضی نہیں ہے، لیکن عقد کے مناسب ہے، جیسے رہن کو متعین اور کفیل کو حاضر کرنے کی شرط لگانا، جیسا کہ ابن ملک میں ہے یا ایسی شرط لگانا، جس کا عرف میں رواج ہو جیسے نعل کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اس میں تسمہ لگائے یعنی چمڑے کا فیتا اور یہی حکم ہے کھڑاؤں میں کیلیں جڑنے کا اور نعل کا نام حرم (چمڑا) رکھا اس کے انجام کے اعتبار سے استحساناً بلا انکار کے رائج ہونے کی وجہ سے شرط مذکور سے بیع اس وقت صحیح ہوگی جب کلمۂ ”علی“ سے معلق کرے اور کلمہ ”ان“ سے معلق کرے، تو بیع باطل ہے؛ مگر ایک صورت میں کہ کہا میں نے بیع کی اگر فلاں راضی ہے اور اس کا وقت خیار شرط کی طرح تین دن متعین کیا، جیسا کہ اشباہ میں ”الشرط و التعلیق“ اور بحر میں ”مسائل شتی“ کے بیان میں ہے۔

وَإِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ بِرِضَا عَبَّرَ ابْنُ الْكَمَالِ بِإِذْنِ بَائِعِهِ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً بِأَنْ قَبَضَهُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ بِحَضْرَتِهِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَبِهِ خَرَجَ الْبَاطِلُ وَتَقَدَّمَ مَعَ حُكْمِهِ وَحِينَئِذٍ فَلَا حَاجَةَ لِقَوْلِ الْهِدَايَةِ وَالْعِنَايَةِ: وَكُلٌّ مِنْ عِوَضَيْهِ مَالٌ كَمَا أَفَادَهُ ابْنُ الْكَمَالِ، لَكِنْ أَجَابَ سَعْدِيٌّ بِأَنَّهُ لَمَّا كَانَ الْفَاسِدُ يَعُمُّ الْبَاطِلَ مَجَازًا كَمَا مَرَّ حَقَّقَ إِخْرَاجَهُ بِذَلِكَ فَتَنَبَّهْ. وَلَمْ يَنْهَهُ الْبَائِعُ عَنْهُ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ خِيَارُ شَرْطٍ مَلَكَهُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ فِي بَيْعِ الْهَازِلِ وَفِي شِرَاءِ الْأَبِ مِنْ مَالِهِ لِطِفْلِهِ أَوْ بَيْعِهِ لَهُ كَذَلِكَ فَاسِدًا لَا يَمْلِكُهُ حَتَّى يَسْتَعْمِلَهُ وَالْمَقْبُوضُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي أَمَانَةٌ لَا يَمْلِكُهُ بِهِ. وَإِذَا مَلَكَهُ تَثْبُتُ كُلُّ أَحْكَامِ الْمِلْكِ إِلَّا خَمْسَةً: لَا يَحِلُّ لَهُ أَكْلُهُ، وَلَا لُبْسُهُ، وَلَا وَطْؤُهَا، وَلَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا مِنْهُ الْبَائِعُ، وَلَا شُفْعَةَ لِجَارِهِ لَوْ عَقَارًا أَشْبَاهٌ. وَفِي الْجَوْهَرَةِ وَشَرْحِ الْمَجْمَعِ: وَلَا شُفْعَةَ بِهَا فَهِيَ سَادِسَةٌ بِمِثْلِهِ إِنْ مِثْلِيًّا وَإِلَّا فَبِقِيمَتِهِ يَعْنِي إِنْ بَعْدَ هَلَاكِهِ أَوْ تَعَذُّرِ رَدِّهِ يَوْمَ قَبْضِهِ ؛ لِأَنَّ بِهِ يَدْخُلُ فِي ضَمَانِهِ فَلَا تُعْتَبَرُ زِيَادَةُ قِيمَتِهِ كَالْمَغْصُوبِ. وَالْقَوْلُ فِيهَا لِلْمُشْتَرِي لِإِنْكَارِهِ الزِّيَادَةَ

ترجمہ: اور جب مشتری نے مبیع پر بائع کی رضامندی سے قبضہ کیا، ابن الکمال نے اس کو اذن سے تعبیر کیا ہے، خواہ صراحتاً ہو کہ دلالۃً اس طور پر کہ مجلس عقد میں بائع کی موجودگی میں قبضہ کیا بیع فاسد میں، فاسد کی قید سے باطل نکل گیا اور اس کا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہے، جب باطل نکل گیا، تو ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی ضرورت نہیں رہی کہ ”اس کے دونوں عوضوں میں سے ہر عوض مال ہو“ جیسا کہ ابن الکمال نے بیان کیا ہے؛ لیکن سعدی نے جواب دیا کہ جب فاسد باطل کو عام ہو مجازاً تو صاحب ہدایہ کا اس کے ذریعے سے نکالنا محقق ہو گیا اس لیے آگاہ رہنا چاہیے، اور بائع نے اس سے منع نہیں کیا نیز اس میں خیار شرط نہیں ہے، تو مشتری مالک ہو جائے گا، مگر تین صورتوں میں (۱) ہازل کی بیع (۲) باپ کا اپنے بچے کے لیے اپنے مال میں سے خریدنا (۳) باپ کا اپنے بچے سے بیع فاسد کرنا ان صورتوں میں مشتری مالک نہ ہوگا یہاں تک کہ استعمال کر لے، اور بیع سے پہلے، مشتری کے

ہاتھ میں مقبوض ہونے کی صورت میں امانت ہے، اس بیع فاسد کی وجہ سے مشتری مالک نہ ہوگا، بیع فاسد میں جب مشتری مالک ہو جائے، تو ملکیت کے تمام احکام ثابت ہو جائیں گے، مگر پانچ (۱) مشتری کے لیے حلال نہیں ہے، اس کا کھانا (۲) اس کا پہننا (۳) اس سے وطی کرنا (۴) اس سے بائع مشتری کے پاس سے نکاح نہ کرے (۵) شفعہ نہیں ہے پڑوسی کے لیے اگر زمین ہو، جیسا کہ اشباہ میں ہے اور جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ اس کی وجہ سے شفعہ نہیں ہے، تو یہ چھٹی قسم ہوگئی (مشتری مالک ہوگا) مبیع کا مثل دے کر اگر مثلی ہے ورنہ اس کی قیمت دے گا یعنی مبیع کے ہلاک ہونے یا واپسی متعذر ہونے کی وجہ سے، قبضے کے دن جو قیمت تھی، اس لیے کہ قبضے کی وجہ سے مبیع اس کے ضمان میں داخل ہوئی، تو اس کی قیمت کے بڑھنے کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ مغصوب میں ہے اور قیمت کے بارے میں مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا، اس کے قیمت کی زیادتی کا انکار کرنے کی وجہ سے۔

بیع فاسد کی صورت میں قبضہ کر لینا

و اذا قبض المشتری المبیع الخ: بیع فاسد کی صورت میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا، تو وہ اس مبیع کا مالک ہو جائے گا، مگر تین مسئلے ایسے ہیں جن میں بیع فاسد کی صورت میں مشتری مالک نہ ہوگا، یہ تینوں مسئلے ترجے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔۔۔۔ جب مشتری مالک ہو جائے گا، تو ملکیت کے احکام بھی ثابت ہو جائیں گے؛ لیکن پانچ ایسے احکام ہیں جو ثابت نہ ہوں گے، اور یہ اس لیے کہ بیع فاسد کی صورت میں مبیع مشتری کے ہاتھ میں امانت کی شکل میں ہے، اس لیے وہ مطلقا تصرف نہیں کر سکتا۔۔۔ اس بارے میں متعاقدین کو ہدایت ہے کہ بائع حکم کرے مشتری سامان واپس کر کے ثمن دے دے، البتہ مبیع ہلاک یا واپسی مشکل ہو جانے کی صورت میں اس مبیع کی قیمت ادا کرے گا، اس لیے کہ مشتری نے مبیع ہلاک کر کے امانت میں خیانت کی ہے اور خیانت کی صورت میں ضمان لازم آتا ہے۔

وَ يَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَسْخُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ وَيَكُونُ امْتِنَاعًا عَنْهُ ابْنُ الْمَلَكِ أَوْ بَعْدَهُ مَا دَامَ الْمَبِيعُ بِحَالِهِ جَوْهَرَةٌ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي إعْدَامًا لِلْفَسَادِ ؛ لِأَنَّهُ مَعْصِيَةٌ فَيَجِبُ رَفْعُهَا بَحْرٌ وَ لِذَا لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ قَضَاءُ قَاضٍ ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ شَرْعًا لَا يَحْتَاجُ لِلْقَضَاءِ دُرَرٌ وَإِذَا أَصَرَّ أَحَدُهُمَا عَلَى إمْسَاكِهِ وَعَلِمَ بِهِ الْقَاضِي فَلَهُ فَسْخُهُ جَبْرًا عَلَيْهِمَا حَقًّا لِلشَّرْعِ بَزَّازِيَّةٌ وَكُلُّ مَبِيعٍ فَاسِدٍ رَدَّهُ الْمُشْتَرِي عَلَى بَائِعِهِ بِهِبَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ بَيْعٍ أَوْ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ كَإِعَارَةٍ وَإِجَارَةٍ وَغَصْبٍ وَوَقَعَ فِي يَدِ بَائِعِهِ فَهُوَ مُتَارَكَةٌ لِلْبَيْعِ وَبَرِئَ الْمُشْتَرِي مِنْ ضَمَانِهِ قُنْيَةٌ. وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُسْتَحَقَّ بِجِهَةٍ إذَا وَصَلَ إلَى الْمُسْتَحِقِّ بِجِهَةٍ أُخْرَى اُعْتُبِرَ وَاصِلًا بِجِهَةٍ مُسْتَحَقَّةٍ إنْ وَصَلَ إلَيْهِ مِنَ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَلَا. وَتَمَامُهُ فِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے، یعنی اس سے باز رہنا ہوگا، جیسا کہ ابن ملک میں ہے یا قبضہ کرنے کے بعد جب تک مبیع مشتری کے ہاتھ میں، اپنی حالت میں ہو، جیسا کہ جوہرہ میں ہے یہ فساد مٹانے کے لیے ہے، اس لیے کہ یہ معصیت ہے، لہٰذا اس کا دور کرنا ضروری ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں قضائے قاضی شرط نہیں ہے، اس لیے کہ جو واجب ہو وہ قضائے قاضی کا محتاج نہیں ہوتا ہے، جب ان دونوں میں سے

ایک بیع باقی رکھنے پر اصرار کرے اور اس کو قاضی جان لے، تو قاضی کو اختیار ہے کہ شرعی حق کی بنیاد پر، زبردستی اس کو فسخ کردے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اور جس مبیع فاسد کو مشتری بائع کو، بطور ہبہ، صدقہ، بیع یا اور کسی وجہ سے، جیسے عاریت، اجارہ اور غصب اور وہ بائع کے ہاتھ میں پہنچ جائے، تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اس کے ضمان سے بری ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے، قاعدہ یہ ہے کہ کوئی مستحق ہے، کسی جہت سے اور وہ چیز مستحق کو دوسری جہت سے پہنچ جائے، تو مستحق کی طرف پہنچنے کا اعتبار ہوگا، جب اس کی طرف مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے، ورنہ نہیں اور اس کی پوری بحث جامع فصولین میں ہے۔

بیع فاسد کا حکم

و یجب علی کل واحد منهما فسخه الخ: بیع فاسد ہوگئی؛ لیکن قبضہ نہیں ہوا ہے، ایسی صورت میں متعاقدین پر لازم ہے کہ اس بیع کو فسخ کردیں، دوسری صورت یہ ہے کہ بیع فسخ کے بعد قبضہ پایا گیا؛ مگر مبیع اپنی حالت میں موجود ہے، تو بھی اس عقد کو فسخ کرنا واجب ہے؛ لیکن اگر مبیع ہلاک ہوگئی یا مبیع اس حال میں ہے کہ واپسی مشکل ہوجائے، تو اب یہ بیع نافذ ہوجائے گی تصرف کی وجہ سے اور اس مبیع میں دوسرے آدمی کا حق متعلق ہوجانے کی وجہ سے حق استرداد بھی جاتا رہے گا، "انما نفذ بیعه لانه ملکه فملک التصرف فیه و سقط حق الاسترداد لتعلق حق العبد الثانی و نقض الاول انما کان لحق الشرع و حق العبد مقدم فی الشرع لحاجته" (طحطاوی علی الدر ۳/۸۰)

فَإِنْ بَاعَهُ أَيْ بَاعَ الْمُشْتَرِي الْمُشْتَرَى فَاسِدًا بَيْعًا صَحِيحًا بَاتًّا فَلَوْ فَاسِدًا أَوْ بِخِيَارٍ لَمْ يَمْتَنِعْ الْفَسْخُ لِغَيْرِ بَائِعِهِ فَلَوْ مِنْهُ كَانَ نَقْضًا لِلْأَوَّلِ كَمَا عَلِمْت وَفَسَادُهُ بِغَيْرِ الْإِكْرَاهِ فَلَوْ بِهِ يَنْقُضُ كُلَّ تَصَرُّفَاتِ الْمُشْتَرِي أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَ أَوْ أَعْتَقَهُ أَوْ كَاتَبَهُ أَوْ اسْتَوْلَدَهَا وَلَوْ لَمْ تَحْبَلْ رَدَّهَا مَعَ عُقْرِهَا اتِّفَاقًا سِرَاجٌ بَعْدَ قَبْضِهِ فَلَوْ قَبْلَهُ لَمْ يَعْتِقْ بِعِتْقِهِ بَلْ بِعِتْقِ الْبَائِعِ بِأَمْرِهِ، وَكَذَا لَوْ أَمَرَهُ بِطَحْنِ الْحِنْطَةِ أَوْ ذَبْحِ الشَّاةِ فَيَصِيرُ الْمُشْتَرِي قَابِضًا اقْتِضَاءً فَقَدْ مَلَكَ الْمَأْمُورُ مَا لَا يَمْلِكُهُ الْآمِرُ وَمَا فِي الْخَانِيَّةِ عَلَى خِلَافِ هَذَا إمَّا رِوَايَةٌ أَوْ غَلَطٌ مِنْ الْكَاتِبِ كَمَا بَسَطَهُ الْعِمَادِيُّ أَوْ وَقَفَهُ وَقْفًا صَحِيحًا، لِأَنَّهُ اسْتَهْلَكَهُ حِينَ وَقَفَهُ وَأَخْرَجَهُ عَنْ مِلْكِهِ. وَمَا فِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ عَلَى خِلَافِ هَذَا غَيْرُ صَحِيحٍ كَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ أَوْ رَهَنَهُ أَوْ أَوْصَى أَوْ تَصَدَّقَ بِهِ نَفَذَ الْبَيْعُ الْفَاسِدُ فِي جَمِيعِ مَا مَرَّ وَامْتَنَعَ الْفَسْخُ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ بِهِ إلَّا فِي أَرْبَعٍ مَذْكُورَةٍ فِي الْأَشْبَاهِ، وَكَذَا كُلُّ تَصَرُّفٍ قَوْلِيٍّ غَيْرَ إجَارَةٍ وَنِكَاحٍ وَهَلْ يَبْطُلُ نِكَاحُ الْأَمَةِ بِالْفَسْخِ، الْمُخْتَارُ نَعَمْ السَّجَاعِيُّ، وَمَتَى زَالَ الْمَانِعُ كَرُجُوعِ هِبَةٍ وَعَجْزِ مُكَاتَبٍ وَفَكِّ رَهْنٍ عَادَ حَقُّ الْفَسْخِ لَوْ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالْقِيمَةِ لَا بَعْدَهُ

ترجمہ: تو اگر اس کو بیچا یعنی مشتری نے فاسد کے طور خریدی ہوئی مبیع کو بیچا بطور بیع صحیح بلا شرط کے بائع کے علاوہ سے، تو اگر فاسد ہے یا خیار ہے، تو فسخ کرنا ممتنع نہ ہوگا، لہٰذا اگر بائع سے ہو، تو یہ پہلے کے لیے نقض ہوگا، جیسا کہ آپ نے جان لیا، اگر فساد بغیر اکراہ کے ہے؛ لیکن اگر فساد اکراہ سے ہے، تو مشتری کے تمام تصرفات ختم ہوجائیں گے، یا مشتری نے مبیع کو ہبہ کر کے قبضہ کرادیا یا اس کو آزاد کردیا یا مکاتب بنالیا یا ام ولد بنالی اور اگر وہ حاملہ نہیں ہوئی ہے، تو اس کو مہر مثل کے ساتھ

واپس کردے بالاتفاق، جیسا کہ سراج میں ہے، اس پر قبضہ کرنے کے بعد، لہٰذا اگر قبضہ کرنے سے پہلے، تو مشتری کے آزاد کرنے سے آزاد نہ ہوگا؛ البتہ مشتری کے حکم سے بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائے گا، ایسے ہی اگر مشتری بائع کو گیہوں پیسنے یا بکری ذبح کرنے کے لیے کہے، تو مشتری اقتضاءً قابض ہو جائے گا، گویا کہ آمر مالک نہیں ہوا اور مامور مالک ہوگیا، اور خانیہ میں جو اس کے خلاف ہے وہ یا تو دوسری روایت ہے یا کاتب کی غلطی ہے، جیسا کہ عمادی نے اس کی تفصیل کی ہے، یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا (تو ممتنع ہوگا) اس لیے کہ مشتری اس کو وقف کے وقت مستہلک کیا اور اپنی ملکیت سے نکالا اور جو جامع الفصولین میں اس کے خلاف ہے وہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ مصنف نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کو رہن میں رکھا یا وصیت کی یا اس کو صدقہ کردیا، تو تمام مذکورہ صورتوں میں بیع فاسد نافذ ہو جائے گی اور بندے کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے، فسخ کرنا ممتنع ہو جائے گا؛ مگر چار صورتوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں اسی طرح سے ہر تصرف قولی سوائے نکاح اور اجارہ کے اور کیا بیع فسخ کرنے سے باندی کا نکاح فاسد ہوگا مختار یہ ہے کہ ہاں، جیسا کہ والوالجیہ میں ہے اور جب مانع فسخ زائل ہو جائے جیسے ہبہ سے رجوع کرنا، مکاتب کا عاجز ہونا اور رہن کو چھوڑ دینا، تو فسخ کرنے کا حق لوٹ آئے گا، اگر قیمت ادا کرنے کے فیصلے سے پہلے ہو نہ کی اس کے بعد۔

بیع فاسد کو بیچنا

فان باعه ای باع المشتری الخ: کسی نے بیع فاسد کی، پھر اس مبیع فاسد کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا، اگر یہ دوسری بیع بھی فاسد ہے، تو بائع اور مشتری ثانی ابھی بھی پہلی بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں بیع لازم نہیں ہوئی ہے اور خیار کی صورت میں مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی ہے؛ لیکن اگر بیع صحیح ہوئی ہے، وہ بھی مبیع فاسد پر قبضہ کرنے کے بعد یا اس طرح سے کوئی دوسرا تصرف کیا، جیسے ہبہ کیا یا آزاد کردیا وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں مشتری کے تصرفات صحیح مان کر بیع فاسد نافذ مانی جائے گی۔

وَلَا يَبْطُلُ حَقُّ الْفَسْخِ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا فَيَخْلُفُهُ الْوَارِثُ بِهِ يُفْتَى وَ بَعْدَ الْفَسْخِ لَا يَأْخُذُهُ بَائِعُهُ حَتَّى يَرُدَّ ثَمَنَهُ الْمَنْقُودَ، بِخِلَافِ مَا لَوْ شَرَى مِنْ مَدْيُونِهِ بِدَيْنِهِ شِرَاءً فَاسِدًا فَلَيْسَ لِلْمُشْتَرِي حَبْسُهُ لِاسْتِيفَاءِ دَيْنِهِ كَإِجَارَةٍ وَرَهْنٍ وَعَقْدٍ صَحِيحٍ، وَالْفَرْقُ فِي الْكَافِي فَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا أَوْ الْمُؤْجِرُ أَوْ الْمُسْتَقْرِضُ أَوْ الرَّاهِنُ فَاسِدًا عَيْنِيٌّ وَزَيْلَعِيٌّ بَعْدَ الْفَسْخِ فَالْمُشْتَرِي وَنَحْوُهُ أَحَقُّ بِهِ مِنْ سَائِرِ الْغُرَمَاءِ بَلْ قَبْلَ تَجْهِيزِهِ فَلَهُ حَقُّ حَبْسِهِ حَتَّى يَأْخُذَ مَالَهُ فَيَأْخُذُ الْمُشْتَرِي دَرَاهِمَ الثَّمَنِ بِعَيْنِهَا لَوْ قَائِمَةً، وَمِثْلَهَا لَوْ هَالِكَةً بِنَاءً عَلَى تَعَيُّنِ الدَّرَاهِمِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَهُوَ الْأَصَحُّ

ترجمہ: ان دونوں میں سے کسی کے مرنے سے فسخ کرنے کا حق باطل نہ ہوگا، میت کا وارث اس کا خلیفہ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے اور فسخ کے بعد بائع مبیع نہ لے، جب تک کی ثمن مقبوض واپس نہ کردے، بخلاف اس کے کہ اگر دائن نے مدیون سے، اپنے دین کے بدلے، شرائے فاسد کیا، تو مشتری کے لیے، اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے، مبیع کو روک کے رکھنا جائز نہیں ہے، جیسے اجارہ فاسدہ، رہن فاسد اور عقد صحیح اور فرق کافی میں ہے؛ اگر ان میں سے ایک یا اجارۂ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مرجائے، فسخ کے بعد، جیسا کہ عینی اور زیلعی میں ہے، تو مشتری اور اس کے مانند زیادہ حق دار

ہیں، تمام قرض خواہوں سے، بل کہ اس کی تجہیز سے پہلے، لہٰذا اس کو مبیع روکنے کا حق ہے، یہاں تک کہ وہ اپنا حق لے لے، لہٰذا مشتری دراہم ثمن کو لے گا، اگر بعینہ موجود ہوں اور اس کے مانند اگر دراہم موجود نہ ہوں، بیع فاسد میں دراہم متعین ہونے کی بنا پر اور یہی اصح ہے۔

بیع فاسد کرنے والے کی موت ہو جائے

و لا یبطل حق الفسخ الخ: متعاقدین بیع فاسد کرنے کے بعد زندہ ہیں، تو وہ دونوں اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، ایسے ہی متعاقدین میں سے کوئی مر جائے، تو یہی فسخ کرنے کا حق وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

فسخ میں واپسی کا طریقہ

و بعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ الخ: فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر بائع کی طرف سے فسخ ہو، تو اس کے لیے یہ ہدایت ہے کہ ثمن واپس کر دے اور مبیع لے لے، ایسا نہ کرے کہ مبیع تو لے لی اور ثمن واپس نہیں کر رہا ہے، ایسے ہی ہدایت مشتری کے لیے بھی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

وَ إِنَّمَا طَابَ لِلْبَائِعِ مَا رَبِحَ فِي الثَّمَنِ لَا عَلَى الرِّوَايَةِ الصَّحِيحَةِ الْمُقَابِلَةِ لِلْأَصَحِّ، بَلْ عَلَى الْأَصَحِّ أَيْضًا لِأَنَّ الثَّمَنَ فِي الْعَقْدِ الثَّانِي غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ، وَلَا يَضُرُّ تَعْيِينُهُ فِي الْأَوَّلِ كَمَا أَفَادَهُ سَعْدِيٌّ لَا يَطِيبُ لِلْمُشْتَرِي مَا رَبِحَ فِي بَيْعٍ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ بِأَنْ بَاعَهُ بِأَزْيَدَ لِتَعَلُّقِ الْعَقْدِ بِعَيْنِهِ فَتَمَكَّنَ الْخُبْثُ فِي الرِّبْحِ فَيَتَصَدَّقُ بِهِ كَمَا طَابَ رِبْحُ مَالٍ ادَّعَاهُ عَلَى آخَرَ فَصَدَّقَهُ عَلَى ذَلِكَ فَقَضَى لَهُ أَيْ أَوْفَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ ظَهَرَ عَدَمُهُ بِتَصَادُقِهِمَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ لِأَنَّ بَدَلَ الْمُسْتَحَقِّ مَمْلُوكًا مِلْكًا فَاسِدًا، وَالْخُبْثُ لِفَسَادِ الْمِلْكِ إِنَّمَا يَعْمَلُ فِيمَا يَتَعَيَّنُ لَا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ، وَأَمَّا الْخُبْثُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ كَالْغَصْبِ فَيَعْمَلُ فِيهِمَا كَمَا بَسَطَهُ خُسْرو وَابْنُ الْكَمَالِ. وَقَالَ الْكَمَالُ: لَوْ تَعَمَّدَ الْكَذِبَ فِي دَعْوَاهُ الدَّيْنَ لَا يَمْلِكُهُ أَصْلًا، وَقَوَّاهُ فِي النَّهْرِ. وَفِيهِ: الْحَرَامُ يَنْتَقِلُ، فَلَوْ دَخَلَ بِأَمَانٍ وَأَخَذَ مَالَ حَرْبِيٍّ بِلَا رِضَاهُ وَأَخْرَجَهُ إِلَيْنَا مَلَكَهُ وَصَحَّ بَيْعُهُ، لَكِنْ لَا يَطِيبُ لَهُ وَلَا لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ فَإِنَّهُ لَا يَطِيبُ لَهُ لِفَسَادِ عَقْدِهِ وَيَطِيبُ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ لِصِحَّةِ عَقْدِهِ. وَفِي حَظْرِ الْأَشْبَاهِ: الْحُرْمَةُ تَتَعَدَّدُ مَعَ الْعِلْمِ بِهَا إِلَّا فِي حَقِّ الْوَارِثِ، وَقَيَّدَهُ فِي الظَّهِيرِيَّةِ بِأَنْ لَا يُعْلَمَ أَرْبَابُ الْأَمْوَالِ، وَسَنُحَقِّقُهُ ثَمَّةَ.

ترجمہ: اور ثمن سے حاصل ہونے والا نفع بائع کے لیے حلال ہے، اس صحیح روایت کی بنیاد پر نہیں جو اصح قول کے مقابلے میں ہے؛ بل کہ اصح قول کے مطابق بھی اس لیے کہ ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور عقد اول میں متعین ہونا مضر نہیں ہے، جیسا کہ سعدی نے بیان کیا ہے مشتری کے لیے ایسی مبیع (فاسد) کا فائدہ حلال نہیں ہے، جو متعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہو، اس طور پر کہ اس مبیع کو زیادہ ثمن پر بیچے، اس کے عین کے ساتھ عقد متعلق ہونے کی وجہ سے، لہٰذا خبث نفع میں مل گیا، اس لیے مشتری اس (زائد) نفع کو صدقہ کر دے، جیسے حلال ہے اس مال کا نفع، جس کا دوسرے پر دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے اس کی تصدیق کر دی، پھر اس نے مدعی کو یعنی وہ مال دے دیا پھر ان دونوں کے تصدیق کرنے سے اس کے خلاف ظاہر ہوا، اس طور پر

کہ مدعیٰ علیہ پر کچھ نہ تھا، اس لیے کہ مستحق کا بدل ایسے مملوک سے ہوا جو ملک فاسد ہے اور فساد ملک کی وجہ سے خبث کا اطلاق، اس مبیع میں ہوتا ہے، جو متعین ہو نہ کہ اس میں جو متعین نہ ہو، بہر حال خبث عدم ملک کی وجہ سے جیسے غصب، تو دونوں صورتوں میں (خواہ متعین ہو یا نہ ہو خبث کا) اطلاق ہوگا، جیسا کہ خسرو اور ابن کمال نے اس کی تفصیل کی ہے، اور کمال الدین نے کہا ہے کہ اگر مدعی کو اپنے دعوائے دین میں جھوٹ کا یقین ہو جائے، تو وہ نفع کا بالکل مالک نہ ہوگا، نہر میں اس قول کو قوی قرار دیا ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ حرام منتقل ہوتا ہے، اس لیے کہ کوئی مسلمان امان لے کر دار الحرب گیا اور حربی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لے کر دار الاسلام میں آ گیا، تو وہ اس مال کا مالک ہوگا اور اس کے لیے اس کا بیچنا صحیح ہے؛ لیکن وہ مال اس کے لیے اور اس سے خریدنے والے کے لیے حلال نہیں ہے، بخلاف بیع فاسد کے کہ وہ فساد عقد کی وجہ سے بائع کے لیے حلال نہیں ہے؛ لیکن مشتری کے لیے حلال ہے، اس کے حق میں بیع صحیح ہونے کی وجہ سے اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے، اس کی جانکاری کے حساب سے، مگر وارث کے حق میں اور ظہیریہ میں اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وارث مال والوں کو نہ جانتا ہو اور ہم اس کی تحقیق، اس کے مقام پر کریں گے۔

نفع کا حکم

و انما طاب للبائع ماربح الخ: بیع فاسد ہوئی تھی، اس فساد کی وجہ سے متعاقدین پر لازم تھا کہ اس عقد کو فسخ کر دیں، ان دونوں نے بیع فسخ کرنے کے بجائے بدلین میں تصرف کر کے دونوں نے نفع کمایا، اس صورت میں، بائع کو حاصل ہونے والا نفع اس کے لیے تو جائز ہے، اس لیے کہ اس نے جس ثمن کو استعمال کیا ہے وہ ثمن متعین نہیں تھا؛ لیکن مشتری نے جو نفع حاصل کیا ہے، وہ نفع اس کے لیے حلال نہیں ہے، اس لیے اس نے جس میں تصرف کر کے نفع کمایا ہے وہ مبیع متعین تھی اور فاسد ہونے کی وجہ سے اسی کا استعمال کرنا ممنوع تھا، اس لیے اس سے حاصل ہونے والا نفع بھی اس کے ساتھ مل کر ممنوع ہو جائے گا۔

بَنَى أَوْ غَرَسَ فِيمَا اشْتَرَاهُ فَاسِدًا شُرُوعٌ فِيمَا يَقْطَعُ حَقَّ الِاسْتِرْدَادِ مِنْ الْأَفْعَالِ الْحِسِّيَّةِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ الْقَوْلِيَّةِ لَزِمَهُ قِيمَتُهُمَا وَامْتَنَعَ الْفَسْخُ. وَقَالَا: يَنْقُضُهُمَا وَيُرَدُّ الْمَبِيعُ، وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ، وَتَعَقَّبَهُ فِي النَّهْرِ لِحُصُولِهِمَا بِتَسْلِيطِ الْبَائِعِ، وَكَذَا كُلُّ زِيَادَةٍ مُتَّصِلَةٍ غَيْرِ مُتَوَلِّدَةٍ كَصَبْغٍ وَخِيَاطَةٍ وَطَحْنِ حِنْطَةٍ وَلَتِّ سَوِيقٍ وَغَزْلِ قُطْنٍ وَجَارِيَةٍ عَلِقَتْ مِنْهُ فَلَوْ مُنْفَصِلَةً كَوَلَدٍ أَوْ مُتَوَلِّدَةً كَسِمَنٍ فَلَهُ الْفَسْخُ، وَيَضْمَنُهَا بِاسْتِهْلَاكِهَا سِوَى مُنْفَصِلَةٍ غَيْرِ مُتَوَلِّدَةٍ جَوْهَرَةٌ:وَفِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ: لَوْ نَقَصَ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي بِفِعْلِ الْمُشْتَرِي أَوْ الْمَبِيعِ أَوْ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ أَخَذَهُ الْبَائِعُ مَعَ الْأَرْشِ، وَلَوْ بِفِعْلِ الْبَائِعِ صَارَ مُسْتَرِدًّاوَلَوْ بِفِعْلِ أَجْنَبِيٍّ خُيِّرَ الْبَائِعُ.

ترجمہ: بطور فاسد خریدی گئی زمین پر عمارت بنائی یا باغ لگایا، شروع ہوئے ان چیزوں کے بیان میں، جن میں افعال حسیہ کی وجہ سے استرداد کا حق ساقط ہو جاتا ہے، قولیہ سے فارغ ہونے کے بعد، تو مشتری پر اس کی قیمت لازم ہوگی اور فسخ کرنا ممنوع ہو جائے گا اور ان دونوں نے کہا، دونوں کو علاحدہ کر کے زمین واپس کر دے، اس کو کمال نے راجح قرار دیا ہے اور النہر میں اس کی تردید کی ہے، بائع کو سونپنے کے ساتھ عمارت اور باغ حاصل ہونے کی وجہ سے، ایسے ہی ہر وہ زیادتی جو متصل ہو اور اس سے

پیدا نہ ہوئی ہو، جیسے رنگ کپڑا، گیہوں کا پسنا، ستو کا تر کرنا، روئی کا کاتنا اور لونڈی کا مشتری سے حاملہ ہونا؛ لیکن زیادتی منفصلہ ہو جیسے ولد یا متولدہ، جیسے ثمن، تو اس کے لیے فسخ کا اختیار ہے، لہٰذا اس کے استہلاک کا تاوان دے، منفصلہ غیر متولدہ کے علاوہ، جیسا کہ جوہرہ میں ہے اور جامع الفصولین میں ہے اگر مشتری کے پاس مبیع مشتری، مبیع یا آسمانی آفت سے ناقص ہو جائے، تو بائع اس کو لے لے دیت کے ساتھ اور اگر بائع کے فعل سے ہو تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو تو بائع کو اختیار ہوگا۔

بطور فاسد خریدی ہوئی زمین پہ تصرف

بنی او غرس فیما اشتراہ فاسداً الخ: کسی نے کوئی زمین بطور فاسد خریدی اب اس کی ذمہ داری تھی کہ اس بیع کو فسخ کردے، اس نے فسخ کی نہیں، اس میں عمارت بنا ڈالی یا باغ لگالیا، اس کے بعد اگر مشتری فسخ کرنا چاہے، تو کیا حکم ہے، اس بارے میں صاحبین کی رائے یہ ہے کہ مشتری اپنی بنائی ہوئی عمارت ڈھادے اور لگایا ہوا باغ اکھاڑ دے اور اس زمین کو بائع کے حوالے کردے؛ لیکن حضرت امام اعظمؒ کا کہنا ہے کہ نہیں، زمین میں عمارت بنالینا یا باغ لگالینا یہ ایسا تصرف ہے، جس کی وجہ سے زمین کی واپسی کا حق ختم ہوگیا، اب بائع اس بیع کو فسخ نہیں کرسکتا، دلائل وشواہد کی بنیاد پر حضرت امام صاحبؒ کی رائے زیادہ قوی اور راجح ہے، نیز اخیر میں حضرت امام ابویوسفؒ نے حضرت امام صاحبؒ کے قول کو اختیار کرلیا تھا، "وذکر فی الایضاح ان قول ابی یوسف ھذا ھو قولہ الاول وقولہ آخراً مع ابی حنیفۃ" (فتح القدیر ۶/۴۷۱)

وَكُرِهَ تَحْرِيمًا مَعَ الصِّحَّةِ الْبَيْعُ عِنْدَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ إِلَّا إِذَا تَبَايَعَا يَمْشِيَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِتَعْلِيلِ النَّهْيِ بِالْإِخْلَالِ بِالسَّعْيِ، فَإِذَا انْتَفَى انْتَفَى، وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ مَنْ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ: مکروہ تحریمی ہے، صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کی پہلی اذان کے وقت، الا یہ کہ دونوں چلتے ہوئے بیع کریں، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، نہی کی علت چلنے کے ساتھ مخل ہونے کی وجہ سے، اس لیے جب خلل کی نفی ہوگی، تو نہی کی بھی نفی ہو جائے گی اور اس سے وہ خاص ہے جس پر جمعہ نہیں ہے، جس کو مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

جمعہ کی اذان کے بعد بیع

وکرہ تحریما الخ: جمعے کی اذان کے بعد بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے کہ اذان کے بعد خرید وفروخت کرے گا، تو سعی الی الجمعہ جو واجب ہے، اس میں خلل ہوگا اور واجب میں خلل ہونا امر قبیح ہے، اس امر قبیح کی وجہ سے اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا ممنوع ہے؛ البتہ اگر کوئی جمعہ کے لیے چلتے ہوئے بیع کرلے، تو کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں، سعی الی الجمعہ میں کوئی خلل نہیں ہوا۔

وَكُرِهَ النَّجْشُ بِفَتْحَتَيْنِ وَيُسَكَّنُ: أَنْ يَزِيدَ وَلَا يُرِيدَ الشِّرَاءَ أَوْ يَمْدَحَهُ بِمَا لَيْسَ فِيهِ لِيُرَوِّجَهُ وَيَجْرِي فِي النِّكَاحِ وَغَيْرِهِ. ثُمَّ النَّهْيُ مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَتِ السِّلْعَةُ بَلَغَتْ قِيمَتَهَا، أَمَّا إِذَا لَمْ تَبْلُغْ لَا يُكْرَهُ لِانْتِفَاءِ الْخِدَاعِ عِنَايَةٌ

ترجمہ: اور مکروہ ہے نجش، نون پر زبر اور جیم پر زبر وسکون دونوں ہیں، یہ ہے کہ قیمت بڑھائے اور خریداری کا ارادہ نہ ہو یا ایسی تعریف کرے جو اس میں نہیں ہے، تا کہ اس کو تیار کرے اور یہ نکاح وغیرہ میں (بھی) جاری ہوگا، پھر ممانعت اس صورت میں محمول ہے کہ جب سامان کی قیمت پوری ہوگئی ہو؛ لیکن جب اس کی قیمت نہ پہنچی ہو، تو مکروہ نہیں ہے، دھوکہ کو ختم

کرنے کے لیے، جیسا کہ عنایہ میں ہے۔

بیع نجش

و کرہ النجش الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی سامان خریدنے کے لیے آیا، سامان پسند آ گیا، بھاؤ طے نہیں ہوا تھا کہ تیسرے آدمی نے اس سامان کی زیادہ قیمت لگادی، اب مشتری اول سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ واقعتا اس سامان کی قیمت زیادہ ہے۔۔۔۔ وہ زیادہ قیمت دے کر اس سامان کو خرید لے گا۔۔۔۔۔ حالاں کہ اس تیسرے آدمی کا ارادہ خریداری کا نہ تھا، بس قیمت زیادہ کرنا مقصود تھا، یہ ایک طرح سے دھوکہ ہے، جو ممنوع ہے، "عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نهى عن النجش" (الصحيح المسلم ۲/۳)

وَالسَّوْمُ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ وَلَوْ ذِمِّيًّا أَوْ مُسْتَأْمَنًا، وَذِكْرُ الْأَخِ فِي الْحَدِيثِ لَيْسَ قَيْدًا بَلْ لِزِيَادَةِ التَّنْفِيرِ نَهْرٌ، وَهَذَا بَعْدَ الِاتِّفَاقِ عَلَى مَبْلَغِ الثَّمَنِ أَوْ الْمَهْرِ وَإِلَّا لَا يُكْرَهُ؛ لِأَنَّهُ بَيْعُ مَنْ يَزِيدُ، «وَقَدْ بَاعَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - قَدَحًا وَحِلْسًا بِبَيْعِ مَنْ يَزِيدُ»

ترجمہ: دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا اگرچہ ذمی ہو یا مستامن اور حدیث شریف میں بھائی کا ذکر قید احترازی نہیں ہے، بل کہ زیادتی نفرت کے لیے ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، اور یہ ثمن یا مہر کی مقدار پر متفق ہونے کے بعد ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بیع من یزید ہے، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پیالہ اور کملی کو "بیع من یزید" کے طور پر بیچا ہے۔

بيع السوم على سوم غيره

و السوم على سوم غيره الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ بیع پر متعاقدین کی رضامندی ہو گئی تھی؛ مگر ابھی قیمت ادا نہیں کی گئی تھی اتنے میں تیسرا شخص طے شدہ قیمت سے زیادہ قیمت یا اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پر، اس سے کم قیمت میں بائع سے خریدنا چاہے، اسی طریقے سے اپنا مال مشتری کے ہاتھ بیچنا چاہے، تو مکروہ تحریمی ہے "السوم على السوم وهو ان يتفق صاحب السلعة و الراغب فيها على البيع ولم يعقداه فيقول آخر لصاحبها انا اشتريه باكثر او للراغب انا ابيعك خيرا فيها بارخص وهذا حرام بعد استقرار الثمن" (عمدة القاری ۵/۴۹۵)

وَتَلَقِّي الْجَلَبِ بِمَعْنَى الْمَجْلُوبِ أَوْ الْجَالِبِ، وَهَذَا إذَا كَانَ يَضُرُّ بِأَهْلِ الْبَلَدِ أَوْ يُلَبِّسُ السِّعْرَ عَلَى الْوَارِدِينَ لِعَدَمِ عِلْمِهِمْ بِهِ فَيُكْرَهُ لِلضَّرَرِ وَالْغَرَرِ أَمَّا إذَا انْتَفَيَا فَلَا يُكْرَهُ.

ترجمہ: اور تجارتی قافلہ کا استقبال کرنا، یہ مجلوب یا جالب کے معنی میں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب شہر والوں کو نقصان ہو یا قافلے والے کو جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے بھاؤ ان سے پوشیدہ رکھے، لہذا یہ ضرر اور غرر ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے؛ لیکن جب یہ دونوں مفقود ہوں، تو مکروہ نہیں ہے۔

تلقیٔ جلب

و تلقی الجلب الخ: اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ شہر کے تاجر باہر سے مال لانے والوں سے سامان خرید کر رکھ لے، تا کہ شہر والوں پر زیادہ قیمت پر بیچا جا سکے۔۔۔۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شہر کے تاجر باہر سے مال لانے والے ایسے لوگوں سے، جو بازار بھاؤ سے واقف نہیں ہیں، ان سے کم قیمت میں مال خرید لے، ان دونوں صورتوں میں نقصان اور دھوکہ ہے، اس لیے تلقیٔ جلب مکروہ ہے، "وتلقى صورتان؛ احداهما ان يتلقاهم المشترون للطعام فى سنة حاجة ليبيعوه من اهل البلد بزيادة و ثانيهما ان يشترى منهم بارخص من سعر البلد وهم لا يعلمون بالسعر"

(فتح القدیر ۶/۴۷۷) البتہ اگر نقصان اور دھوکہ نہیں ہے، تو تلقی جلب ممنوع نہیں ہے، اس لیے کہ بعض روایتوں سے تلقی جلب کا ثبوت ملتا ہے "عن نافع عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال کانو یبتاعون الطعام فی اعلی السوق فیبیعونہ فی مکانہ فنہاھم رسول اللہ ﷺ ان یبیعوہ فی مکانہ حتی ینقلوہ" (الصحیح للبخاری) "۔۔۔۔ یحتمل حدیث النہی علی ما اذا حصل الضرر و حدیث الاباحۃ علی ما اذا لم یحصل" (فتح الباری ۴/۳۱۴)

وَكُرِهَ بَيْعُ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي وَهَذَا فِي حَالَةِ قَحْطٍ وَعَوَزٍ وَإِلَّا لَا لِانْعِدَامِ الضَّرَرِ، قِيلَ الْحَاضِرُ الْمَالِكُ وَالْبَادِي الْمُشْتَرِي وَالْأَصَحُّ كَمَا فِي الْمُجْتَبَى أَنَّهُمَا السِّمْسَارُ وَالْبَائِعُ لِمُوَافَقَتِهِ آخِرَ الْحَدِيثِ «دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا» وَلِذَا عُدِّيَ بِاللَّامِ لَا بِمِنْ.

ترجمہ: اور بیع الحاضر للبادی مکروہ ہے اور یہ قحط اور ضرورت کے وقت ہے، ورنہ نہیں نقصان نہ ہونے کی وجہ سے، کہا گیا ہے کہ حاضر مالک ہے اور بادی مشتری اور اصح جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے کہ ان دونوں سے مراد دلال اور بائع ہے، اس کے آخری حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے لوگوں کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے رزق دیتا ہے، اسی لیے لام سے متعدی ہوئی نہ کہ من سے۔

بیع الحاضر للبادی

و کرہ بیع الحاضر للبادی الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ بازار بھاؤ سے آگاہ اور خرید و فروخت کے ماہرین باہر سے مال لانے والے لوگوں سے یہ کہے کہ تم بذات خود سامان فروخت نہ کرو، لاؤ ہمیں دے دو ہم بتدریج زیادہ قیمت پر بیچ دیں گے، "یقول صاحب الاختیار ہو ان یجلب البادی السلعۃ فیاخذھا الحاضر لیبیعھا لہ بعد وقتہ بسعر اعلی من السعر الموجود" (طحطاوی علی الدر ۳/۸۴) یہ تعریف حدیث کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے، احناف کے نزدیک بھی یہی تعریف راجح ہے اور ہدایہ، بدائع الصنائع اور درمختار والوں نے جو صورت ذکر کی ہے کہ "شہریوں کے بجائے زیادہ قیمت وصول کرنے کی غرض سے گاؤں والوں کے ہاتھ بیچا جائے" اس کے بارے میں فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ تعریف مرجوح ہے "ولذا عدی باللام لا بمن ھذا مرجح آخر لتفسیر الثانی" (ردالمحتار ۷/۳۰۷)

لَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَنْ يَزِيدُ لِمَا مَرَّ وَيُسَمَّى بَيْعَ الدَّلَالَةِ وَلَا يُفَرِّقُ عَبَّرَ بِالنَّفْيِ مُبَالَغَةً فِي الْمَنْعِ «لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدٍ وَوَلَدِهِ وَأَخٍ وَأَخِيهِ» رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَغَيْرُهُ عَيْنِيٌّ. وَعَنْ الثَّانِي فَسَادُهُ مُطْلَقًا، وَبِهِ قَالَ زُفَرُ وَالْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ بَيْنَ صَغِيرٍ غَيْرِ بَالِغٍ وَذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ أَيْ مَحْرَمٍ مِنْ جِهَةِ الرَّحِمِ لَا الرَّضَاعِ كَابْنِ عَمٍّ هُوَ أَخٌ رَضَاعًا فَافْهَمْ. إلَّا إذَا كَانَ التَّفْرِيقُ بِإِعْتَاقٍ وَتَوَابِعِهِ وَلَوْ عَلَى مَالٍ، أَوْ بِبَيْعٍ مِمَّنْ حَلَفَ بِعِتْقِهِ، أَوْ كَانَ الْمَالِكُ كَافِرًا لِعَدَمِ مُخَاطَبَتِهِ بِالشَّرَائِعِ، أَوْ مُتَعَدِّدًا وَلَوْ الْآخَرُ لِطِفْلِهِ أَوْ مُكَاتَبِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، أَوْ تَعَدُّدُ مَحَارِمِهِ فَلَهُ بَيْعُ مَا سِوَى وَاحِدٍ غَيْرِ الْأَقْرَبِ وَالْأَبَوَيْنِ وَالْمُلْحَقِ بِهِمَا فَتْحٌ، أَوْ بِحَقٍّ مُسْتَحَقٍّ كَخُرُوجِهِ مُسْتَحِقًّا، وَ كَدَفْعِ أَحَدِهِمَا بِالْجِنَايَةِ وَبَيْعِهِ بِالدَّيْنِ أَوْ بِإِتْلَافِ مَالِ الْغَيْرِ وَرَدِّهِ بِعَيْبٍ ؛ لِأَنَّ النَّظَرَ فِي دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْ الْغَيْرِ لَا فِي الضَّرَرِ بِالْغَيْرِ بِخِلَافِ الْكَبِيرَيْنِ وَالزَّوْجَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِهِ

خِلَافًا لِأَحْمَدَ، فَالْمُسْتَثْنَى أَحَدَ عَشَرَ. وَكَمَا يُكْرَهُ التَّفْرِيقُ بِبَيْعٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَسْبَابِ الْمِلْكِ كَصَدَقَةٍ وَوَصِيَّةٍ يُكْرَهُ بِشِرَاءٍ إِلَّا مِنْ حَرْبِيٍّ ابْنُ مَلَكٍ، وَ بِقِسْمَةٍ فِي الْمِيرَاثِ وَالْغَنَائِمِ جَوْهَرَةٌ.

ترجمہ: بیع من یزید (نیلام) مکروہ نہیں ہے، اس حدیث کی وجہ سے جو گذر چکی، اس کا نام بیع الدلالہ (بھی) ہے، اور جدائی نہ کی جائے، صغیر غیر بالغ اور اس کے قرابت دار محرم کے درمیان، یعنی وہ محرم جو نسب کی وجہ سے ہے، نہ رضاعت سے، جیسے چچا کا لڑکا، جو رضاعی بھائی ہو، اس کو سمجھ لینا چاہیے، (لا یفرق) نفی سے تعبیر کیا منع میں مبالغہ کے لیے، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شخص پر لعنت کرنے کی وجہ سے جو باپ بیٹے اور بھائیوں کے درمیان جدائی کرے، اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے، جیسا کہ عینی میں ہے، دوسرے سے روایت ہے کہ یہ مطلقا فاسد ہے، یہی زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے الا یہ کہ جب تفریق اعتاق اور اس کے توابع سے ہو؛ اگر چہ اعتاق بعوض مال کے ہو، یا اس بیع کی وجہ سے کہ جس نے اس کو آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے، یا مالک کافر ہو، اس کے احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہونے کی وجہ سے، یا مالک چند ہوں اور اگر دوسرا غلام، اس کے بچے یا مکاتب کا ہو، تو تفریق میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یا بچے کے محارم چند ہوں، تو مالک کے لیے ایک محرم غیر اقرب، والدین اور ملحق بوالدین کے سوا بیچنا جائز ہے، یا مستحق کے حق کی وجہ سے جیسے اس بچے کا مستحق نکل آنا اور جیسے ان میں سے ایک کو جنایت میں یا غلام کی بیع دین کی وجہ سے یا دوسرے کا مال تلف کرنے کے سبب سے دینا اور عیب کی وجہ سے واپس کرنا، اس لیے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد کے خلاف، یہ گیارہ مستثنیٰ ہیں، جیسے تفریق مکروہ ہے، بیع سے، اس کے علاوہ دوسرے اسباب ملک سے جیسے صدقہ وصیت، ایسے ہی خریدنا مکروہ ہے، مگر حربی سے، جیسا کہ ابن ملک میں ہے اور میراث وغنائم میں تقسیم کے دوران تفریق کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔

نیلام	لا یکرہ بیع من یزید: نیلام (بیع زائدہ) جائز ہے، اس لیے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے "وقد باع علیہ الصلوٰۃ و السلام قدحا و جلسا ببیع من یزید رواہ اصحاب السنن الاربعۃ فی حدیث مطول" (رد المحتار ۷/۳۰۵)

ذی رحم محرم طفل کے درمیان تفریق؟	و لا یفرق عبر بالنفی الخ: کسی کی ملکیت میں غلام کی شکل میں چھوٹے بچے ہوں وہ آپس میں قریبی رشتہ دار ہوں، تو الگ الگ کر کے نہ بیچے، اس کی

کتنی صورتیں ہیں ترجمے میں مذکور ہیں اور بدرجۂ مجبوری کب الگ کر سکتے ہیں یہ بھی ترجمے میں مذکور ہے وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

فَصْلٌ فِي الْفُضُولِيِّ

مُنَاسَبَتُهُ ظَاهِرَةٌ، وَذَكَرَهُ فِي الْكَنْزِ بَعْدَ الِاسْتِحْقَاقِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ صُوَرِهِ.

ترجمہ: اس کی مناسبت ظاہر ہے اور کنز میں اس کو کتاب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے، اس لیے کہ یہ استحقاق ہی کی صورت ہے۔

فاسد اور فضولی میں مناسبت	مناسبتہ ظاہرۃ: بیع فاسد کے بعد بیع فضولی کو اس لیے بیان کیا ہے کہ دونوں میں بیع کسی شئ پر موقوف رہتی ہے، یعنی فاسد میں قبض پر اور فضولی میں اجازت پر۔

هُوَ مَنْ يَشْتَغِلُ بِمَا لَايَعْنِيهِ فَالْقَائِلُ لِمَنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ: أَنْتَ فُضُولِيٌّ يُخْشَى عَلَيْهِ الْكُفْرُ فَتْحٌ

ترجمہ: فضولی وہ ہے جو بے فائدہ کام میں مشغول ہو، لہٰذا امر بالمعروف کرنے والے کے بارے میں، "انت فضولی" کہنے والے پر کفر کا اندیشہ ہے، جیسا کہ کنز میں ہے۔

لغوی معنی فضولی کے لغوی معنی لایعنی کاموں میں مشغول رہنے والے کے ہیں۔

وَاصْطِلَاحًا مَنْ يَتَصَرَّفُ فِي حَقِّ غَيْرِهِ بِمَنْزِلَةِ الْجِنْسِ بِغَيْرِ إِذْنٍ شَرْعِيٍّ فَصْلٌ خَرَجَ بِهِ نَحْوُ وَكِيلٍ وَوَصِيٍّ كُلُّ تَصَرُّفٍ صَدَرَ مِنْهُ تَمْلِيكًا كَانَ كَبَيْعٍ وَتَزْوِيجٍ، وَإِسْقَاطًا كَطَلَاقٍ وَإِعْتَاقٍ وَلَهُ مُجِيزٌ أَيْ لِهَذَا التَّصَرُّفِ مَنْ يَقْدِرُ عَلَى إِجَازَتِهِ حَالَ وُقُوعِهِ انْعَقَدَ مَوْقُوفًا وَمَا لَا يُجِيزُ لَهُ حَالَةَ الْعَقْدِ لَا يَنْعَقِدُ أَصْلًا بَيَانُهُ: صَبِيٌّ بَاعَ مَثَلًا ثُمَّ بَلَغَ قَبْلَ إِجَازَةِ وَلِيِّهِ فَأَجَازَهُ بِنَفْسِهِ جَازَ؛ لِأَنَّ لَهُ وَلِيًّا يُجِيزُهُ حَالَةَ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ طَلَّقَ مَثَلًا ثُمَّ بَلَغَ فَأَجَازَهُ بِنَفْسِهِ لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّهُ وَقْتَ الْعَقْدِ لَا مُجِيزَ لَهُ فَيَبْطُلُ مَا لَمْ يَقُلْ أَوْقَعْتُهُ فَيَصِحُّ إِنْشَاءً لَا إِجَازَةً كَمَا بَسَطَهُ الْعِمَادِيُّ.

ترجمہ: اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو دوسرے کے حق میں تصرف کرے، اذن شرعی کے بغیر، حق غیر میں بمنزلہ جنس کے اور بغیر اذن شرعی فصل ہے، اس سے وکیل اور وصی جیسے نکل گئے، ہر وہ تصرف جو اس سے صادر ہوا ہو، تملیک ہو جیسے بیع اور تزویج یا اسقاط ہو جیسے طلاق واعتاق حالاں کہ وہ مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واقع ہونے کے وقت وہ شخص موجود ہے، جو اس تصرف کو جاری کرنے پر قادر ہے، تو یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوگا اور جس تصرف کا عقد کے وقت کوئی مجیز نہ ہوگا، تو وہ اصلا منعقد نہ ہوگا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک بچے نے بیع کی پھر وہ، اس کے ولی کے اجازت دینے سے پہلے ہی بالغ ہوگیا اور اس نے خود اجازت دے دی تو جائز ہے، اس لیے کہ اس کا ایسا ولی تھا جو عقد کے وقت موجود تھا برخلاف اس کے کہ مثلاً بچے نے طلاق دی پھر وہ بالغ ہوگیا اور وہ اسی طلاق کو خود سے جاری رکھتا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ طلاق کے وقت، اس کا مجیز نہ تھا، لہٰذا یہ طلاق باطل ہو جائے گی (یعنی صغیر میں اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہیں دے سکتا، اس لیے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اور اس کا ولی طلاق میں دخل نہیں دے سکتا ہے اس لیے یہ طلاق باطل ہوگی) جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ میں نے واقع کی، تو یہ بطور انشاء کے طلاق صحیح ہوگی نہ کہ اجازت کے، جیسا کہ عمادی نے اس کی تفصیل کی ہے۔

اصطلاحی معنی واصطلاحا الخ: فقہ میں فضولی وہ ہے، جو دوسرے کے حق میں اذن شرعی کے بغیر تصرف کرے۔

وَقْفُ بَيْعِ مَالِ الْغَيْرِ لَوْ الْغَيْرُ بَالِغًا عَاقِلًا، فَلَوْ صَغِيرًا أَوْ مَجْنُونًا لَمْ يَنْعَقِدْ أَصْلًا كَمَا فِي الزَّوَاهِرِ مَعْزِيًّا لِلْحَاوِي وَهَذَا إِنْ بَاعَهُ عَلَى أَنَّهُ لِمَالِكِهِ أَمَّا لَوْ بَاعَهُ عَلَى أَنَّهُ لِنَفْسِهِ أَوْ بَاعَهُ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ شَرَطَ الْخِيَارَ فِيهِ لِمَالِكِهِ الْمُكَلَّفِ أَوْ بَاعَ عَرْضًا مِنْ غَاصِبِ عَرْضٍ آخَرَ لِلْمَالِكِ بِهِ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ بَيْعَهُ مَوْقُوفٌ إِلَّا فِي هَذِهِ الْخَمْسَةِ فَبَاطِلٌ، قَيَّدَ بِالْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ اشْتَرَى لِغَيْرِهِ نَفَذَ عَلَيْهِ إِلَّا إِذَا كَانَ الْمُشْتَرِي صَبِيًّا أَوْ مَحْجُورًا عَلَيْهِ فَيُوقَفُ، هَذَا إِذَا لَمْ يُضِفْهُ الْفُضُولِيُّ إِلَى غَيْرِهِ، فَلَوْ أَضَافَهُ بِأَنْ قَالَ بِعْ هَذَا الْعَبْدَ لِفُلَانٍ فَقَالَ لِبَائِعٍ بِعْته لِفُلَانٍ

تَوَقَّفَ بَزَّازِيَّةٌ وَغَيْرُهَا لِأَنَّ بَيْعَهُ لِنَفْسِهِ بَاطِلٌ كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالْأَشْبَاهِ عَنِ الْبَدَائِعِ كَأَنَّهُ؛ لِأَنَّهُ غَاصِبٌ، وَكَذَا مِنْ نَفْسِهِ؛ لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَايَتَوَلَّى طَرَفَيِ الْبَيْعِ إِلَّا الْأَبَ كَمَا مَرَّ. وَعِبَارَةُ الْأَشْبَاهِ: وَبَيْعُ الْفُضُولِيِّ مَوْقُوفٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ فَبَاطِلٌ: إِذَا بَاعَ لِنَفْسِهِ بَدَائِعُ. وَإِذَا شَرَطَ الْخِيَارَ فِيهِ لِلْمَالِكِ تَنْقِيحٌ. وَإِذَا بَاعَ عَرْضًا مِنْ غَاصِبِ عَرْضٍ آخَرَ لِلْمَالِكِ بِهِ فَتْحٌ، لَكِنْ ضَعَّفَ الْمُصَنِّفُ الْأُولَى لِمُخَالَفَتِهَا لِفُرُوعِ الْمَذْهَبِ، لِتَصْرِيحِهِمْ بِأَنَّ بَيْعَ الْغَاصِبِ مَوْقُوفٌ، وَبِأَنَّ الْمَبِيعَ إِذَا اُسْتُحِقَّ فَلِلْمُسْتَحِقِّ إِجَازَتُهُ عَلَى الظَّاهِرِ مَعَ أَنَّ الْبَائِعَ بَاعَ لِنَفْسِهِ لَا لِلْمَالِكِ الَّذِي هُوَ الْمُسْتَحِقُّ مَعَ أَنَّهُ تَوَقَّفَ عَلَى الْإِجَازَةِ. وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَفِي النَّهْرِ: وَيَنْبَغِي إِلْغَاءُ الشَّرْطِ فَقَطْ. قُلْتُ: وَحَاصِلُهُ كَمَا قَالَهُ شَيْخُنَا أَنَّ بَيْعَهُ مَوْقُوفٌ وَلَوْ لِنَفْسِهِ عَلَى الصَّحِيحِ. اهـ. لَكِنْ فِي حَاشِيَةِ الْأَشْبَاهِ لِابْنِ الْمُصَنِّفِ. وَزِدْتُ مَسْأَلَتَيْنِ مِنَ الْحَاوِي: وَهُمَا بَيْعُ الْفُضُولِيِّ مَالَ صَغِيرٍ وَمَجْنُونٍ لَا يَنْعَقِدُ أَصْلًا، الى هنا.

ترجمہ: دوسرے کے مال کی بیع موقوف ہے، اگر دوسرا عاقل بالغ ہو؛ لیکن چھوٹا یا مجنون ہو، تو اصلا بیع منعقد نہ ہوگی، جیسا کہ زواہر میں حاوی کے حوالے سے ہے اور بیع موقوف اس صورت میں ہے کہ فضولی اس شرط پر بیع کرے کہ یہ مالک کے لیے ہے؛ لیکن اگر اس نے اس شرط پر بیع کی کہ یہ بیع اس کے لیے ہے یا اس نے خود سے بیع کی یا اپنے مکلف مالک کے لیے شرط خیار پر بیع کی یا اس نے ارض مغصوب بیچی، ایسی زمین کے بدلے جسے مشتری نے مالک سے غصب کی تھی، تو ان چار صورتوں میں بیع باطل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے؛ مگر ان پانچ صورتوں میں باطل ہے، توقف کو بیع کے ساتھ مقید کیا، اس لیے کہ فضولی اگر غیر کے لیے خریدے وہ فضولی پر نافذ ہوگا، الا یہ کہ مشتری بچہ یا مجور علیہ ہو، لہٰذا موقوف ہوگا، یہ اس صورت میں ہے کہ جب فضولی نے اس کو غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو؛ لیکن اگر منسوب کیا، اس طور پر کہ اس نے کہا، اس غلام کو فلاں کے لیے بیچ دو، بائع نے کہا میں نے فلاں کے لیے بیچ دیا، تو موقوف ہوگا، جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے، اس لیے کہ فضولی کا اپنے لیے بیچنا باطل ہے، جیسا کہ بحر اور اشباہ میں بدائع کے حوالے سے ہے، گویا کہ وہ (فضولی) غاصب ہے، ایسے ہی بیع فی نفسہ اس لیے کہ ایک آدمی، باپ کے علاوہ بیع کے دونوں طرفوں کا متولی نہیں ہوسکتا، جیسا کہ گذر چکا اور اشباہ کی عبارت، فضولی کی بیع موقوف ہے، مگر تین صورتوں میں باطل ہے، جب اپنے لیے بیچے، جیسا کہ بدائع میں ہے، جب مالک کے لیے شرط خیار لگائے، جیسا کہ تنقیح میں ہے اور جب ارض مغصوب بیچے، ایسی زمین کے بدلے، جسے مشتری نے مالک سے غصب کی تھی، جیسا کہ فتح میں ہے؛ لیکن مصنف نے اپنی شرح میں پہلی صورت کو ضعیف قرار دیا ہے، حضرات فقہاء کی تصریح کے مطابق، مسائل مذہب کے مخالف ہونے کی وجہ سے کہ غاصب کی بیع موقوف ہے، اس طور پر کہ جب کوئی مبیع کا مستحق نکلا، تو اس کو اجازت دینے کا حق ہے، ظاہری مذہب کے مطابق، حالاں کہ بائع نے اس کو اپنے لیے بیچا ہے، نہ کہ اس مالک کے لیے، جو اس کا مالک ہے، اس کے باوجود وہ بیع اجازت پر موقوف ہے اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق میں یہ ہے کہ صرف شرط خیار کو لغو کر دینا ہی مناسب تھا، میں کہتا

ہوں جیسا کہ ہمارے استاذ نے کہا ہے کہ فضولی کی بیع بشرط خیار صحیح قول کے مطابق موقوف ہے، اگر چہ اپنے لیے ہو، بات ختم ہوئی؛ لیکن ابن مصنف کے حاشیۂ اشباہ میں اور میں نے حاوی کے حوالے سے دو مسئلوں کا اضافہ کیا ہے اور وہ دونوں یہ کہ صغیر اور مجنون کے مال میں فضولی کی بیع اصلا منعقد نہ ہوگی۔

بیع فضولی کا حکم

وقف بیع مال الغیر الخ: کسی نے مالک کی اجازت کے بغیر، اس کی طرف سے یا اس کے لیے کچھ خرید وفروخت کر لیا، تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جس کے لیے بیع کی گئی ہے وہ عاقل و بالغ ہے، تو یہ فضولی کی بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی؛ لیکن اگر جس کے لیے یہ بیع کی گئی ہے وہ چھوٹا یا مجنون ہے، تو بیع منعقد ہی نہ ہوگی۔

وَقُفُ بَيْعِ الْعَبْدِ وَالصَّبِيِّ الْمَحْجُورَيْنِ عَلَى إجَازَةِ الْمَوْلَى وَالْوَلِيِّ وَكَذَا الْمَعْتُوهِ. وَفِي الْعِمَادِيَّةِ وَغَيْرِهَا: لَا تَنْعَقِدُ أَقَارِيرُ الْعَبْدِ وَلَا عُقُودُهُ، وَسَنُحَقِّقُهُ فِي الْحَجْرِ

ترجمہ: ممنوع التصرف غلام اور بچے کی بیع مولی اور ولی کی اجازت پر موقوف ہے، ایسے ہی معتوہ کی بیع اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار اور اس کے عقود منعقد نہیں ہوتے ہیں اور ہم اس کی تحقیق کتاب الحجر میں کریں گے۔

غلام غیر ماذون کی بیع

وقف بیع العبد الخ: غلام ہے، جسے خرید وفروخت کرنے سے روک دیا ہے، ایسے ہی بچہ ہے، اس کو بھی خرید وفروخت کرنے سے منع کر دیا ہے، ایسی حالت میں، غلام یا بچہ خرید و فروخت کر لیتے ہیں، تو بیع موقوف رہے گی۔

وَ وَقْفُ بَيْعِ مَالِهِ مِنْ فَاسِدِ عَقْلٍ غَيْرِ رَشِيدٍ عَلَى إجَازَةِ الْقَاضِي.

ترجمہ: بائع کا اپنے مال کی بیع فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

غیر رشید سے بیع

و وقف بیع مالہ من فاسد عقل الخ: فاسد العقل غیر رشید سے اگر کوئی بیع کر لیتا ہے، تو یہ بیع قاضی کی اجازت پر موقوف رہے گی، قاضی اگر اجازت دے، تو بیع ہوگی ورنہ فاسد ہوگی۔

وَ وَقْفُ بَيْعِ الْمَرْهُونِ وَالْمُسْتَأْجَرِ وَالْأَرْضِ فِي مُزَارَعَةِ الْغَيْرِ عَلَى إجَازَةِ مُرْتَهِنٍ وَمُسْتَأْجِرٍ وَمُزَارِعٍ

ترجمہ: مرہون، مستاجر اور بٹائی دار کی بیع، مرتہن، مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

مرہون کی بیع

و وقف بیع المرھون: ایک آدمی نے کسی کے پاس کوئی سامان رہن میں رکھا تھا وہ اس کو واپس لے جاتا ابھی وہ واپس نہیں لے گیا تھا، بل کہ وہ سامان جس کے پاس رہن میں رکھا تھا، اسی نے اس کو بیچ دیا، تو یہ بیع رہن رکھنے والے کی اجازت پر موقوف رہے گی، اس لیے کہ اس سامان کا یہی مالک ہے، اگر یہ اجازت دے، تو بیع ہوگی ورنہ بیع فاسد ہوگی۔

مستاجر کی بیع

و المستاجر: ایک آدمی نے مثلاً کسی شخص کو گھر کرایہ پر دیا، اس نے اپنا گھر بتا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ بیع کرایہ پر دینے والے کی اجازت پر موقوف رہے گی، اس لیے کہ وہی اصل میں مالک ہے۔

بٹائی دار کی بیع

والارض في مزارعة الغير: ایک آدمی نے اپنی زمین کسی کو بٹائی پر کھیتی کرنے کے لیے دی، اس نے اپنی زمین بتا کر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی، تو یہ بیع مالک زمین (بٹائی پر دینے والے) کی اجازت پر موقوف ہوگی، اس لیے کہ وہی اصل میں مالک ہے۔

وَ وَقفُ بَيْعِ شَيْءٍ بِرَقْمِهِ أَيْ بِالْمَكْتُوبِ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَلِمَهُ الْمُشْتَرِي فِي مَجْلِسِ الْبَيْعِ نَفَذَ وَإِلَّا بَطَلَ. قُلْت: وَفِي مُرَابَحَةِ الْبَحْرِ أَنَّهُ فَاسِدٌ لَهُ عَرْضِيَّةُ الصِّحَّةِ لَا بِالْعَكْسِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَعَلَيْهِ فَتَحْرُمُ مُبَاشَرَتُهُ، وَعَلَى الضَّعِيفِ لَا، وَتَرَكَ الْمُصَنِّفُ قَوْلَ الدُّرَرِ وَبَيْعِ الْمَبِيعِ مِنْ غَيْرِ مُشْتَرِيهِ لِدُخُولِهِ فِي بَيْعِ مَالِ الْغَيْرِ.

ترجمہ: شیٔ کی بیع اس رقم کے عوض میں موقوف ہے، جو رقم مکتوب میں لکھی ہوئی ہے، اگر مشتری اس کو بیع کی مجلس میں جان لے بیع نافذ ہے، ورنہ باطل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بحر کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم ایسی فاسد ہے کہ اس کو صحت عارض ہوسکتی ہے (مجلس میں جانکاری) اس کا الٹا نہیں، یہی قول صحیح ہے، اسی بنیاد پر بیع کی مباشرت حرام ہے، البتہ ضعیف قول کے مطابق حرام نہیں ہے، اور مصنف نے درر کے قول کو چھوڑ دیا کہ مبیع کی بیع غیر مشتری سے دوسرے کے مال کی بیع میں داخل ہونے کی وجہ سے۔

چیک کے عوض میں بیع

و وقف بيع شيء برقمه الخ: ایک آدمی نے کوئی سامان بیچا اس کے عوض میں، مشتری نے رقم (چیک) دیا، تو اس صورت میں اگر چیک کی مالیت اور اس کی مقدار معلوم ہے، تو بیع نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی۔

وَبَيْعِ الْمُرْتَدِّ وَالْبَيْعِ بِمَا بَاعَ فُلَانٌ وَالْبَائِعُ يَعْلَمُ وَالْمُشْتَرِي لَا يَعْلَمُ وَالْبَيْعُ بِمِثْلِ مَا يَبِيعُ النَّاسُ بِهِ أَوْ بِمِثْلِ مَا أَخَذَ بِهِ فُلَانٌ إنْ عَلِمَ فِي الْمَجْلِسِ صَحَّ وَإِلَّا بَطَلَ.

ترجمہ: مرتد کی بیع موقوف ہے اور بیع موقوف ہے، اس ثمن کے عوض، جو فلانے شخص نے بیچا ہے، حالاں کہ بائع اس کو جانتا ہے؛ لیکن مشتری نہیں جانتا ہے، اور یہ بیع اس ثمن کے مانند ہے، جس پر لوگ بیع کرتے ہیں یا اس ثمن کے مانند ہے، جس ثمن سے فلاں نے بیع کی، اگر مجلس میں جان لے، تو صحیح ہے، ورنہ باطل ہے۔

مرتد کی بیع

وبيع المرتد: حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک مرتد کی بیع موقوف ہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک موقوف نہیں ہے۔

وَبَيْعِ الشَّيْءِ بِقِيمَتِهِ فَإِنْ بَيَّنَ فِي الْمَجْلِسِ صَحَّ، وَإِلَّا بَطَلَ

ترجمہ: اور شیٔ کی بیع اس کی قیمت کی بنیاد پر، تو اگر مجلس میں ظاہر کردیا، تو صحیح ہے، ورنہ باطل ہے۔

قیمت کی بنیاد پر بیع

وبيع الشيء الخ: کسی سامان کو بیچا؛ لیکن اس کا ثمن طے نہیں کیا، مجهول الثمن کے طور پر بیع کرلیا، ایسی صورت میں اگر اس کی قیمت صراحت کردی جاتی ہے، مجلس کے اندر، تو بیع ٹھیک ہے، ورنہ باطل نہیں؛ بل کہ فاسد ہے۔ والا بطل: غير مسلم لانه فاسد يملك بالقبض "شرنبلالية"۔ (ردالمحتار ۷/۲۱۹)

وَبَيْعٍ فِيهِ خِيَارُ الْمَجْلِسِ كَمَا مَرَّ وَ وُقِفَ بَيْعُ الْغَاصِبِ عَلَى إِجَازَةِ الْمَالِكِ؛ يَعْنِي إِذَا بَاعَهُ لِمَالِكِهِ لَا لِنَفْسِهِ عَلَى مَا مَرَّ عَنِ الْبَدَائِعِ. وَوُقِفَ أَيْضًا بَيْعُ الْمَالِكِ الْمَغْصُوبَ عَلَى الْبَيِّنَةِ، أَوْ إِقْرَارِ الْغَاصِبِ، وَبَيْعِ مَا فِي تَسْلِيمِهِ ضَرَرٌ عَلَى تَسْلِيمِهِ فِي الْمَجْلِسِ، وَبَيْعِ الْمَرِيضِ لِوَارِثِهِ عَلَى إِجَازَةِ الْبَاقِي، وَبَيْعِ الْوَرَثَةِ التَّرِكَةَ الْمُسْتَغْرَقَةَ عَلَى إِجَازَةِ الْغُرَمَاءِ، وَبَيْعِ أَحَدِ الْوَكِيلَيْنِ أَوْ الْوَصِيَّيْنِ أَوْ النَّاظِرَيْنِ إِذَا بَاعَ بِحَضْرَةِ الْآخَرِ تَوَقَّفَ عَلَى إِجَازَتِهِ أَوْ بِغَيْبَتِهِ فَبَاطِلٌ، وَأَوْصَلَهُ فِي النَّهْرِ: إِلَى نَيِّفٍ وَثَلَاثِينَ

ترجمہ: وہ بیع موقوف ہے، جس میں خیار مجلس ہو، جیسا کہ گذر چکا اور غاصب کی بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہے، یعنی جب مالک کے لیے بیچا ہو نہ کہ اپنے لیے، اس بنیاد پر جو بدائع کے حوالے سے گذر چکی ہے، اور نیز موقوف ہے مالک کی بیع مغصوب کی گواہ یا غاصب کے اقرار کی بنیاد پر، وہ بیع (موقوف ہے) جس کے حوالے کرنے میں نقصان ہو (وہ بھی) ایسا حوالہ کہ جو مجلس میں ضروری ہو مرض وفات میں مبتلا شخص کی بیع ایک وارث کے لیے، باقی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کا بیچنا قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف ہے، وکیلین، وصیین یا ناظرین میں سے ایک کی بیع دوسرے کی موجودگی میں، دوسرے کی اجازت پر موقوف ہے؛ لیکن دوسرے کی غیر موجودگی میں باطل ہے اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس سے زیادہ قسموں تک پہنچایا ہے۔

غاصب کی بیع

وبیع الغاصب الخ: کسی نے غصب کیے ہوئے سامان کو بیچ دیا، تو یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے؛ اگر مالک اجازت دے، تو بیع ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

وَحُكْمُهُ أَيْ بَيْعِ الْفُضُولِيِّ لَوْ لَهُ مُجِيزٌ حَالَ وُقُوعِهِ كَمَا مَرَّ قَبُولُ الْإِجَازَةِ مِنَ الْمَالِكِ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ وَالْمُشْتَرِي وَالْمَبِيعُ قَائِمًا بِأَنْ لَا يَتَغَيَّرَ الْمَبِيعُ بِحَيْثُ يُعَدُّ شَيْئًا آخَرَ؛ لِأَنَّ إِجَازَتَهُ كَالْبَيْعِ حُكْمًا وَكَذَا يُشْتَرَطُ قِيَامُ الثَّمَنِ أَيْضًا لَوْ كَانَ عَرْضًا مُعَيَّنًا لِأَنَّهُ مَبِيعٌ مِنْ وَجْهٍ فَيَكُونُ مِلْكًا لِلْفُضُولِيِّ، وَعَلَيْهِ مِثْلُ الْمَبِيعِ لَوْ مِثْلِيًّا وَإِلَّا فَقِيمَتُهُ، وَغَيْرُ الْعَرْضِ مِلْكٌ لِلْمُجِيزِ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْفُضُولِيِّ مُلْتَقَى وَ كَذَا يُشْتَرَطُ قِيَامُ صَاحِبِ الْمَتَاعِ أَيْضًا فَلَا تَجُوزُ إِجَازَةُ وَارِثِهِ لِبُطْلَانِهِ بِمَوْتِهِ

ترجمہ: بیع فضولی کا حکم اگر مجیز وقوع بیع کے وقت موجود ہو، جیسا کہ گذر چکا مالک سے اجازت لینا ہے، جب بائع، مشتری اور مبیع موجود ہوں، اس طور پر کہ مبیع بدل کر دوسری چیز نہ ہوگئی ہو، اس لیے کہ مالک کی اجازت حکماً بیع ہے، اسی طرح مبیع کا موجود رہنا بھی شرط ہے، اگر عرض معین ہو، اس لیے کہ وہ عرض من وجہ مبیع ہے، جو فضولی کی ملکیت ہے (اور خود اپنی ملک کا خریدنا ٹھیک نہیں ہے) اس لیے فضولی پر مبیع کا مثل لازم ہوگا اگر مثلی ہے، ورنہ اس کی قیمت واجب ہوگی اور غیر عرض مجیز کی ملکیت ہے، جو فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے، ایسے ہی صاحب متاع کا موجود ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا اس کے وارث کی اجازت جائز نہیں ہے، اس کے موت کی وجہ سے اس کے باطل ہونے کی وجہ سے۔

بیع فضولی کے شرائط

وحکمہ ای بیع الفضولی الخ: حکم سے مراد شرط ہے، جیسا کہ خود حضرت شارح علام نے آگے صراحت کردی ہے۔۔۔ بیع فضولی کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ مالک بیع کی اجازت

دے، دوسری شرط یہ ہے کہ بائع، مشتری اور مبیع اپنی حالت پر موجود ہو، اگر مبیع میں تغیر فاحش آجائے، تو اب اجازت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، ایسے ہی مالک کا زندہ رہنا بھی ضروری ہے، اگر مالک مرجائے، تو اب اس کے ورثاء اس بیع کو نافذ نہیں کرسکتے۔

وَ حُكْمُهُ أَيْضًا أَخْذُ الْمَالِكِ الثَّمَنَ أَوْ طَلَبُهُ مِنَ الْمُشْتَرِي وَيَكُونُ إِجَازَةً عِمَادِيَّةٌ، وَهَلْ لِلْمُشْتَرِي الرُّجُوعُ عَلَى الْفُضُولِيِّ بِمِثْلِهِ لَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ قَبْلَ الْإِجَازَةِ الْأَصَحُّ نَعَمْ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ فُضُولِيٌّ وَقْتَ الْأَدَاءِ لَا إِنْ عَلِمَ قُنْيَةٌ، وَاعْتَمَدَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ، وَجَزَمَ الزَّيْلَعِيُّ وَابْنُ مَالِكٍ بِأَنَّهُ أَمَانَةٌ مُطْلَقًا

ترجمہ: بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ مالک کا ثمن لینا یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرنا اجازت ہے، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، اور کیا مشتری کے لیے جائز ہے کہ ثمن کے مثل فضولی سے واپس لے لے، اگر فضولی کے ہاتھ ثمن ہلاک ہوجائے، مالک کی اجازت سے پہلے، قول اصح یہ ہے کہ ہاں، اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت نہ جانتا ہو کہ فضولی ہے، اگر جان لیا تو جائز نہیں ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، ابن شحنہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، مصنف نے اسی کو ثابت رکھا ہے اور زیلعی و ابن الملک نے اسی پر یقین کیا ہے کہ مطلقاً ثمن (فضولی کے ہاتھ میں) امانت ہے۔

مالک کا ثمن لینا

و حکمه ایضا اخذ المالک الثمن الخ: بیع فضولی کی صورت میں مالک نے مشتری سے ثمن لے لیا یا مشتری سے ثمن کا مطالبہ کر بیٹھا ایسی صورت میں مالک کی طرف سے اجازت مانی جائے گی۔

وَقَوْلُهُ أَسَأْتَ نَهْرٌ بِئْسَمَا صَنَعْتَ أَوْ أَحْسَنْتَ أَوْ أَصَبْتَ عَلَى الْمُخْتَارِ

ترجمہ: مالک کا اساءت کہنا، جیسا کہ نہر میں ہے، تو نے برا کیا، تو نے اچھا کیا یا تو نے ٹھیک کیا، مختار قول کے مطابق، جیسا کہ فتح میں ہے۔

مالک کا تعریف کرنا

و قوله اسأت الخ: مالک نے اگر بیع فضولی کی برائی کردی، تو بیع نافذ نہ ہوگی، اس لیے یہ کلمات مالک کی طرف سے اجازت پر دلالت نہیں کرتے، "وفی ظاهر الروایة هو رد وبه یفتی" (رد المحتار ۷/۳۲۳)۔۔۔۔لیکن اگر مالک نے بیع فضولی کی تعریف کردی، تو ایک روایت یہ ہے کہ مالک کی طرف سے اجازت سمجھ کر بیع ہوجائے گی، اس لیے کہ مالک کو یہ بیع منظور ہے، اسی لیے تو اس نے تعریف کی دوسرا قول یہ ہے کہ مالک کی طرف سے تعریفی کلمات صادر ہونے کی بنیاد پر بیع فضولی نافذ نہیں مانی جائے گی، اس لیے کہ بعض دفعہ یہ کلمات آدمی استہزاء کے لیے بھی کہہ دیا کرتا ہے.....اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ بروقت قرینہ دیکھا جائے گا کہ مالک نے بیع کی تعریف کی، ان تعریفی کلمات میں اگر ایسا قرینہ ہے کہ جس سے یہ سمجھا جاسکتا ہو کہ واقعۃً مالک بیع باقی رکھنا چاہتا ہے، تو بیع نافذ ہوگی؛ لیکن اگر اس میں استہزاء کا قرینہ موجود ہے، تو بیع نافذ نہ ہوگی "ویعرف بالقرائن و لو لم توجد ینبغی ان یکون اجازة اذا الاصل هو الجد"۔(رد المحتار ۷/۳۲۴)

وَهِبَةُ الثَّمَنِ مِنَ الْمُشْتَرِي وَالتَّصَدُّقُ عَلَيْهِ بِهِ إِجَازَةٌ لَوِ الْمَبِيعُ قَائِمًا عِمَادِيَّةٌ وَقَوْلُهُ لَا أُجِيزُ رَدٌّ لَهُ أَيْ لِلْبَيْعِ الْمَوْقُوفِ، فَلَوْ أَجَازَهُ بَعْدَهُ لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّ الْمَفْسُوخَ لَا يُجَازُ، بِخِلَافِ الْمُسْتَأْجِرِ

لَوْ قَالَ لَا أُجِيزُ بَيْعَ الْآجِرِ ثُمَّ أَجَازَ جَازَ، وَأَفَادَ كَلَامُهُ جَوَازَ الْإِجَازَةِ بِالْفِعْلِ وَبِالْقَوْلِ، وَأَنَّ لِلْمَالِكِ الْإِجَازَةَ وَالْفَسْخَ وَلِلْمُشْتَرِي الْفَسْخُ لَا الْإِجَازَةُ، وَكَذَا لِلْفُضُولِيِّ قَبْلَهَا فِي الْبَيْعِ لَا النِّكَاحِ، لِأَنَّهُ مُعَبِّرٌ مَحْضٌ بَزَّازِيَّةٌ وَفِي الْمَجْمَعِ: لَوْ أَجَازَ أَحَدُ الْمَالِكَيْنِ خُيِّرَ الْمُشْتَرِي فِي حِصَّتِهِ وَأَلْزَمَهُ مُحَمَّدٌ بِهَا.

ترجمہ: ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا اس کو صدقہ کر دینا یہ اجازت ہے؛ اگر مبیع موجود ہو، جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور مالک کا کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا ہوں اس لیے رد ہے، یعنی بیع موقوف، اگر رد کرنے کے بعد اجازت دی، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ فسخ شدہ بیع جاری نہیں ہوتی ہے، بخلاف مستاجر کے، اگر اس نے کہا میں آجر کی بیع کو جاری نہیں کرتا، پھر اس نے اجازت دے دی، تو جائز ہے اور مصنف کے قول کا فائدہ قولاً اور فعلاً اجازت کا جائز ہونا ہے نیز مالک کے لیے اجازت اور فسخ کا اختیار ہے اور مشتری کے لیے صرف فسخ کا نہ کہ اجازت کا، ایسے ہی فضولی کے لیے مالک کی اجازت سے پہلے بیع میں فسخ کرنے کا اختیار ہے نہ کہ نکاح میں، اس لیے کہ وہ تو سفیر محض ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اگر دو مالکوں میں سے ایک نے اجازت دی، تو مشتری اس کا حصہ لینے میں مختار ہے اور امام محمد نے اس کے حصے کی بیع مشتری پر لازم رکھی ہے۔

مشتری ہی کو ثمن دے دینا

و هبة الثمن من المشتری الخ: مالک نے ثمن لینے کے بجائے مشتری کو بطور ہبہ یا صدقہ دے دیا، تو یہ مالک کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی۔

سَمِعَ أَنَّ فُضُولِيًّا بَاعَ مِلْكَهُ فَأَجَازَ، وَلَمْ يَعْلَمْ مِقْدَارَ الثَّمَنِ فَلَمَّا عَلِمَ رَدَّ الْبَيْعَ فَالْمُعْتَبَرُ إِجَازَتُهُ لِصَيْرُورَتِهِ بِالْإِجَازَةِ كَالْوَكِيلِ حَتَّى يَصِحَّ حَطُّهُ مِنَ الثَّمَنِ مُطْلَقًا بَزَّازِيَّةٌ.

ترجمہ: مالک نے سن کر کہ فضولی نے اس کا مال بیچ دیا ہے اجازت دے دی، حالاں کہ وہ مقدار ثمن کو نہیں جانتا ہے؛ لیکن جب اس نے مقدار کو جانا، تو بیع رد کر دی، تو اعتبار اس کی اجازت کا ہوگا، اس کی اجازت سے فضولی کے وکیل کی طرح ہو جانے کی وجہ سے، یہاں تک کہ وکیل کا ثمن سے کم کرنا مطلقاً صحیح ہے۔

مقدار ثمن جانے بغیر اجازت دینا

سمع ان فضولیا باع ملکه الخ: مالک نے اتنا سن کر کہ فضولی نے اس کا مال بیچ دیا ہے اب اس نے مقدار ثمن جانے بغیر اجازت دے دی، بعد میں جب پتا چلا کہ ثمن کم ہے، تو اس نے رد کر دیا، تو یہ اس کے رد کرنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اس کی پہلی والی اجازت رد کے بعد بھی اجازت ہی مانی جائے گی، اس لیے کہ ایک مرتبہ جب مالک نے اجازت دے دی، تو یہ فضولی اب وکیل کے قائم مقام ہو گیا اور وکیل کو یہ حق ہے کہ وہ ثمن کو کم کر کے بھی بیع کر لے، تو وہ بھی نافذ مانی جاتی ہے، ایسے ہی مذکورہ بالا صورت میں بھی بیع نافذ مانی جائے گی۔

اشْتَرَى مِنْ غَاصِبٍ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي أَوْ بَاعَهُ فَأَجَازَ الْمَالِكُ بَيْعَ الْغَاصِبِ أَوْ أَدَّى الْغَاصِبُ الضَّمَانَ إِلَى الْمَالِكِ عَلَى الْأَصَحِّ هِدَايَةٌ أَوْ أَدَّى الْمُشْتَرِي الضَّمَانَ إِلَيْهِ عَلَى الصَّحِيحِ زَيْلَعِيٌّ نَفَذَ الْأَوَّلُ وَهُوَ الْعِتْقُ لَا الثَّانِي وَهُوَ الْبَيْعُ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ إِنَّمَا يَفْتَقِرُ لِلْمِلْكِ وَقْتَ نَفَاذِهِ لَا وَقْتَ ثُبُوتِهِ قَيَّدَ بِعِتْقِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ عِتْقَ الْغَاصِبِ لَا يَنْفُذُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ

لِثُبُوتِ مِلْكِهِ بِهِ زَيْلَعِيٌّ .

ترجمہ: غاصب سے غلام خرید کر مشتری نے آزاد کر دیا یا اس کو بیچ دیا، پھر مالک نے بیع غاصب کو جاری کر دیا یا غاصب نے مالک کو ضمان ادا کر دیا اصح قول کے مطابق، جیسا کہ ہدایہ میں ہے یا مشتری نے اس کو ضمان ادا کر دیا صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ زیلعی میں ہے، پہلا نافذ ہو جائے گا اور وہ عتق ہے نہ ثانی اور وہ بیع ہے، اس لیے کہ عتاق نافذ ہونے کے وقت ملک کا محتاج ہوتا ہے، نہ کہ اس کے ثبوت کے وقت اور مقید کیا عتق مشتری سے، اس لیے کہ غاصب کا عتق ضمان ادا کرنے سے نافذ نہیں ہوتا ہے، ضمان سے اس کی ملکیت ثابت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

غاصب سے خرید کر مبیع میں تصرف کرنا

اشتری من غاصب الخ: مشتری نے غاصب سے غلام مغصوب خریدا غاصب چوں کہ اس غلام کا مالک نہیں تھا یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف تھی، مالک کی اجازت سے پہلے ہی، اگر مشتری نے اس غلام کو آزاد کر دیا یا کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا، اس کے بعد مالک نے اس بیع کو جاری کر دیا، تو عتق نافذ ہو جائے گا؛ لیکن مشتری کی بیع نافذ نہ ہوگی، اس لیے کہ غلام کو آزاد کرتے وقت اس میں ملکیت ہونا ضروری نہیں ہے، بل کہ آزادی کو نافذ کرتے وقت اگر ملکیت پائی گئی، تو کافی ہے؛ لیکن بیع میں بیع کرتے وقت مبیع میں بائع کے لیے ملکیت کا ہونا ضروری ہے، کسی صورت سے، بیع کرتے وقت اگر اس کی ملکیت نہیں پائی گئی، تو بیع نہ ہوگی۔

وَلَوْ قُطِعَتْ يَدُهُ مَثَلًا عِنْدَ مُشْتَرِيهِ فَأُجِيزَ الْبَيْعُ فَأَرْشُهُ أَيِ الْقَطْعِ لَهُ وَكَذَا كُلُّ مَا يَحْدُثُ مِنَ الْمَبِيعِ كَالْكَسْبِ وَالْوَلَدِ وَالْعُقْرِ وَلَوْ قَبْلَ الْإِجَازَةِ يَكُونُ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ تَمَّ لَهُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ، بِخِلَافِ الْغَاصِبِ لِمَا مَرَّ (وَتَصَدَّقَ بِمَا زَادَ عَلَى نِصْفِ الثَّمَنِ وُجُوبًا) لِعَدَمِ دُخُولِهِ فِي ضَمَانِهِ فَتْحٌ.

ترجمہ: اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا مثلاً مشتری کے پاس، پھر مالک نے بیع جاری کی، تو قطع کا تاوان مشتری کے لیے ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جو مبیع میں ظاہر ہو، جیسے کمائی بچہ اور مہر اگر چہ اجازت سے پہلے ہوں، مشتری کے لیے ہوں گے، اس لیے کہ ملکیت مشتری کے لیے خریدنے کے وقت ہی سے تام ہو چکی ہے، بخلاف غاصب کے جیسا کہ گذر چکا ہے، اور مشتری وجوبا صدقہ کرے، جو نصف ثمن پر زیادہ ہو، اس کے ضمان میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے۔

مبیع کا فائدہ ونقصان

و لو قطعت یدہ مثلا الخ: غلام کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، یا غلام نے کچھ کمایا، الغرض بیع فضولی کی صورت میں مبیع سے حاصل ہونے والا فائدہ یا نقصان ان دونوں کے ذمے دار مشتری ہے، خواہ یہ فائدہ یا نقصان، مالک کی اجازت کے بعد ہو یا اجازت سے پہلے۔

بَاعَ عَبْدَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ قَيْدٌ اتِّفَاقِيٌّ فَبَرْهَنَ الْمُشْتَرِي مَثَلًا عَلَى إِقْرَارِ الْبَائِعِ الْفُضُولِيِّ أَوْ عَلَى إِقْرَارِ رَبِّ الْعَبْدِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ لِلْعَبْدِ وَأَرَادَ الْمُشْتَرِي رَدَّ الْمَبِيعِ رُدَّتْ بَيِّنَتُهُ وَلَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ لِلتَّنَاقُضِ كَمَا لَوْ أَقَامَ الْبَائِعُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ بَاعَ بِلَا أَمْرٍ أَوْ بَرْهَنَ عَلَى إِقْرَارِ الْمُشْتَرِي بِذَلِكَ وَأَصْلُهُ أَنَّ مَنْ سَعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ لَا تُقْبَلُ إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ وَإِنْ أَقَرَّ الْبَائِعُ

الْمَذْكُورُ وَلَوْ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي بِخَبَرٍ بِأَنَّ رَبَّ الْعَبْدِ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى عَدَمِ الْأَمْرِ الْمُشْتَرِي انْتَقَضَ الْبَيْعُ؛ لِأَنَّ التَّنَاقُضَ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ لِعَدَمِ التُّهْمَةِ فَإِنْ تَوَافَقَا بَطَلَ فِي حَقِّهِمَا لَا فِي حَقِّ الْمَالِكِ لِلْعَبْدِ إِنْ كَذَّبَهُمَا وَادَّعَى أَنَّهُ كَانَ بِأَمْرِهِ فَيُطَالِبُ الْبَائِعُ بِالثَّمَنِ؛ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ لَا الْمُشْتَرِي خِلَافًا لِلثَّانِي.

ترجمہ: فضولی نے دوسرے کا غلام، اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا یہ قید اتفاقی ہے، پھر مشتری نے گواہ گذارا مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر گواہ لایا یا مالک غلام کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی سے غلام بیچنے کے لیے نہیں کہا تھا اور مشتری نے مبیع واپس کرنے کا ارادہ کیا، تو مشتری کے گواہ مردود ہوں گے اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا، تناقض کی وجہ سے، جیسا کہ بائع نے اگر گواہ پیش کیے کہ اس نے بغیر اجازت کے بیچا ہے یا گواہ پیش کیے مشتری کے اس طرح اقرار پر اور قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص اس چیز کے توڑنے پر کوشش کرے، جو اسی شخص کی طرف سے پوری ہوئی ہے، تو دو مسئلوں کے سوا قبول نہ ہوگا اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگر چہ قاضی کے سوا دوسرے کے پاس کیا کہ مالک غلام نے بیچنے کی اجازت نہیں دی ہے اور اس پر یعنی عدم امر پر مشتری اس کی موافقت کرے، تو بیع ختم ہو جائے گی، اس لیے کہ ایسا تناقض، اقرار کی صحت کا مانع نہیں ہوتا ہے، تہمت نہ ہونے کی وجہ سے، اگر متعاقدین موافق ہوئے، تو دونوں کے حق میں بیع باطل ہوگی نہ کہ مالک غلام کے حق میں، اگر مالک دونوں کی تکذیب کرے اور دعویٰ کرے کہ بیع اس کی اجازت سے ہوئی ہے، تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کرے گا اس لیے کہ وہ وکیل ہے نہ کہ مشتری، بخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔

دوسرے کا غلام بیچ دینا

باع عبد غیرہ بغیر امرہ الخ: فضولی نے دوسرے کا غلام اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا، بیع کے بعد مشتری نے اس کو ثابت بھی کر دیا کہ واقعتاً مالک کی طرف سے اجازت نہیں تھی، پھر مشتری کا ارادہ بدل گیا اور اس نے بیع رد کر دی، تو اب اس کے گواہ بھی رد ہو جائیں گے، اس لیے کہ یہاں عاقدین کے تصرف کا تقاضہ تھا کہ بیع نافذ مانی جائے؛ لیکن جب ایک فریق نے بیع رد کر دی تو اب دعویٰ ہی نہ رہا جب دعویٰ ہی نہ رہا تو اب گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے "اذا قدامهما على العقد و هما عاقلان اعترف منهما بصحته و نفاذه و البينة لا تبنى الا على دعوى صحيحة فاذ ابطلت الدعوى لا تقبل" (طحطاوی علی الدر ۳/۸۹)

بَاعَ دَارَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَأَقْبَضَهَا الْمُشْتَرِي نَهْرٌ. وَأَمَّا إِدْخَالُهَا فِي بِنَاءِ الْمُشْتَرِي فَقَيْدٌ اتِّفَاقًا دُرَرٌ ثُمَّ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ الْفُضُولِيُّ بِالْغَصْبِ وَأَنْكَرَ الْمُشْتَرِي لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ قِيمَةَ الدَّارِ لِعَدَمِ سِرَايَةِ إِقْرَارِهِ عَلَى الْمُشْتَرِي فَإِنْ بَرْهَنَ الْمَالِكُ أَخَذَهَا لِأَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِهَا

ترجمہ: دوسرے کا گھر اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا نیز مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا، جیسا کہ نہر میں ہے اور گھر کو مشتری کی عمارت میں داخل کرنا، قید اتفاقی ہے، جیسا کہ درر میں ہے، پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے انکار کیا، تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہیں دے گا، اس کا اقرار مشتری پر سرایت نہ کرنے کی وجہ سے، لہٰذا اگر مالک گواہ پیش کر دے، تو وہ گھر کو لے گا اس لیے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو گواہ کے ذریعے سے روشن کر دیا۔

دوسرے کا گھر بیچ دینا

باع دار غیرہ بغیر امرہ الخ: فضولی نے دوسرے کا گھر اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ بھی کرلیا، بعد میں مالک مکان نے یہ ثابت کردیا کہ یہ اسی کا گھر ہے، تو یہ گھر خالی کر کے اصل مالک کو واپس کردیا جائے گا۔

فُرُوعٌ: بَاعَهُ فُضُولِيٌّ وَآجَرَهُ آخَرُ أَوْ زَوَّجَهُ أَوْ رَهَنَهُ فَأُجِيزَا مَعًا ثَبَتَ الْأَقْوَى فَتَصِيرُ مَمْلُوكَةً لَا زَوْجَةً فَتْحٌ. سُكُوتُ الْمَالِكِ عِنْدَ الْعَقْدِ لَيْسَ بِإِجَازَةٍ خَانِيَّةٌ مِنْ آخِرِ فَصْلِ الْإِقَالَةِ.

ترجمہ: ایک فضولی نے اس کو بیچا اور دوسرے نے اس کو اجارہ میں لگایا یا اس کا نکاح کردیا یا اس کو رہن میں رکھ دیا پھر دونوں کے عمل کی اجازت لے کر ساتھ ہوئی، تو قوی تر عقد ثابت ہوگا، اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ کہ زوجہ، جیسا کہ فتح میں ہے، مالک کا عقد کے وقت خاموش رہنا اجازت نہیں ہے جیسا کہ خانیہ کی فصل اقالہ کے اخیر میں ہے۔

دو فضولی کا تصرف کرنا

باعہ فضولی و آجرہ اخر الخ: اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں فضولی نے ایک ہی طرح کا تصرف کیا جیسے دونوں نے کسی کا ایک ہی وقت میں نکاح کردیا یا دونوں نے ایک ہی وقت میں بیع کردی اور دونوں کو اجازت بھی مل گئی تو یہ دونوں عقد باطل ہوں گے، اس لیے کہ کسی کا تصرف راجح نہیں ہے: بل کہ دونوں برابر ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک کا تصرف دوسرے کے تصرف اقوی ہو جیسے بیک وقت دونوں میں سے ایک نے باندی کو بیچ دیا اور دوسرے نے نکاح کردیا اور ان دونوں فضولی کو اجازت بھی مل گئی، تو بیع نافذ ہوگی اور نکاح باطل ہوگا، اس لیے کہ بیع نکاح سے اقوی ہے۔

بَابُ الْإِقَالَةِ

هِيَ لُغَةً: الرَّفْعُ مِنْ أَقَالَ أَجْوَفُ يَائِيٌّ، وَشَرْعًا رَفْعُ الْبَيْعِ وَعَمَّمَ فِي الْجَوْهَرَةِ فَعَبَّرَ بِالْعَقْدِ

ترجمہ: یہ لغت میں ختم کرنا ہے، اقال اجوف یائی سے مشتق ہے اور شرعا بیع کو ختم کرنا ہے اور جوہرہ میں عام رکھا ہے چناں چہ انہوں نے عقد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لغوی معنی: اقالہ مادہ ''ق ی ل'' سے مشتق ہے، ہمزہ سلب کے لیے بمعنی بیع توڑنا۔

اصطلاحی معنی: متعاقدین کی رضامندی سے بیع ختم کرنے کا نام ''اقالہ'' ہے۔

وَيَصِحُّ بِلَفْظَيْنِ مَاضِيَيْنِ وَ هٰذَا رُكْنُهَا أَوْ أَحَدُهُمَا مُسْتَقْبَلٌ كَأَقِلْنِي فَقَالَ أَقَلْتُكَ لِعَدَمِ الْمُسَاوَمَةِ فِيهَا فَكَانَتْ كَالنِّكَاحِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ كَالْبَيْعِ قَالَ الْبُرْجَنْدِيُّ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَ تَصِحُّ أَيْضًا بِفَاسَخْتُكَ وَتَرَكْتُ وَتَارَكْتُكَ وَرَفَعْتُ وَبِالتَّعَاطِي وَلَوْ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ كَالْبَيْعِ هُوَ الصَّحِيحُ بَزَّازِيَّةٌ وَفِي السِّرَاجِيَّةِ لَا بُدَّ مِنَ التَّسْلِيمِ وَالْقَبْضِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ.

ترجمہ: اور صحیح ہے الفاظ ماضی سے اور یہ رکن ہے یا ان میں سے ایک مستقبل ہو، جیسے تم مجھ سے اقالہ کروگے، تو اس نے کہا کہ میں نے تم سے اقالہ کیا، اس میں مول نہ ہونے کی وجہ سے، گویا کہ یہ نکاح کے مانند ہوا اور امام محمد نے کہا کہ بیع کی طرح ہے، برجندی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور نیز صحیح ہے میں نے تجھ سے فسخ کیا، ترک کی، میں نے متارکہ کیا اور میں نے بیع ختم

کردی اور اقالہ تعاطی سے صحیح ہے اگر چہ ایک ہی جانب سے ہو، بیع کی طرح یہی صحیح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور سراجیہ میں ہے کہ جانبین سے تسلیم اور قبضہ ضروری ہے۔

اقالہ کا رکن

ويصح بلفظين ماضيين الخ: حضرات شیخین کے نزدیک اقالہ کے لیے لفظ ماضی کا ہونا ضروری نہیں ؛ بل کہ مستقبل سے اقالہ منعقد ہو جائے گا، لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک اقالہ کے لیے لفظ ماضی کا ہونا ضروری ہے، لفظ مستقبل سے منعقد نہ ہوگا، راجح حضرت امام محمدؒ کا قول ہے، اس لیے کہ حضرات شیخین کا رجوع امام محمد کے قول کی طرف ثابت ہے، "وفي الخلاصة اختار وا قول محمد وفي الشرنبلالية ويرجع قول محمد كون الامام معه على مافي الخالية" (ردالمحتار/۷/۳۳۲)

وَتَتَوَقَّفُ عَلَى قَبُولِ الْآخَرِ فِي الْمَجْلِسِ وَلَوْ كَانَ الْقَبُولُ فِعْلًا كَمَا لَوْ قَطَعَهُ أَوْ قَبَضَهُ فَوْرَ قَوْلِ الْمُشْتَرِي أَقَلْتُكَ؛ لِأَنَّ مِنْ شَرَائِطِهَا اتِّحَادُ الْمَجْلِسِ وَرِضَا الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَوْ الْوَرَثَةِ أَوْ الْوَصِيِّ وَبَقَاءُ الْمَحَلِّ الْقَابِلِ لِلْفَسْخِ بِخِيَارٍ فَلَوْ زَادَ زِيَادَةً تَمْنَعُ الْفَسْخَ لَمْ تَصِحَّ خِلَافًا لَهُمَا وَقَبْضَ بَدَلَيْ الصَّرْفِ فِي إِقَالَتِهِ وَأَنْ لَا يَهَبَ الْبَائِعُ الثَّمَنَ لِلْمُشْتَرِي قَبْلَ قَبْضِهِ، وَأَنْ لَا يَكُونَ الْبَيْعُ بِأَكْثَرَ مِنَ الْقِيمَةِ فِي بَيْعِ مَأْذُونٍ وَوَصِيٍّ وَمُتَوَلٍّ.

ترجمہ: اور اقالہ موقوف رہے گا دوسرے کے قبول پر مجلس میں، اگر چہ قبول فعل ہو جیسا کہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اس پر قبضہ کر لیا فی الفور، مشتری کے "اقلتک" کہنے کے بعد، اس لیے کہ اس کے شرائط میں سے اتحاد مجلس اور متعاقدین کا راضی ہونا ہے، یا وارث اور وصی کے، (اس کے شرائط میں سے) اس محل کا باقی رہنا ہے، جو خیار کی بنیاد پر فسخ کو قبول کرے، لہٰذا اگر ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کے لیے مانع ہو، تو اقالہ صحیح نہ ہوگا، صاحبین کے خلاف اور شرط ہے عقد صرف کے اقالہ میں صرف کے بدلین پر قبضہ کرنا اور شرط ہے کہ بائع مشتری کو ثمن ہبہ نہ کرے قبضہ کرنے سے پہلے نیز شرط ہے کہ بیع قیمت سے زیادہ ثمن پر نہ ہو، ماذون، وصی اور متولی کی بیع میں۔

شرائط اقالہ

وتتوقف على قبول الآخر الخ: اقالہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرا فریق اسی مجلس میں فوراً اقالہ کو قبول کرلے، خواہ زبان سے ہو یا ایسا عمل کرے کہ جس سے سمجھا جائے کہ وہ اقالہ پر راضی ہے، دوسری شرطیں ترجمے میں مذکور ہیں دیکھ لی جائیں۔

وَتَصِحُّ إِقَالَةُ الْمُتَوَلِّي إِنْ خَيْرًا لِلْوَقْفِ وَإِلَّا لَا الْأَصْلُ أَنَّ مَنْ مَلَكَ الْبَيْعَ مَلَكَ إِقَالَتَهُ إِلَّا فِي خَمْسٍ: الثَّلَاثَةُ الْمَذْكُورَةُ وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ قِيلَ وَبِالسَّلَمِ أَشْبَاهٌ وَلَا إِقَالَةَ فِي نِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ جَوْهَرَةٌ وَإِبْرَاءٍ بَحْرٌ مِنْ بَابِ التَّحَالُفِ.

ترجمہ: اور متولی کا اقالہ کرنا صحیح ہے، اگر وقف کے لیے بہتر ہو ورنہ نہیں قاعدہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ کا بھی مالک ہے، مگر پانچ مسئلوں میں تین مذکورہ بالا (ماذون، وصی اور متولی) وکیل بالشراء اور کہا گیا کہ وکیل بالسلم ؛ جیسا کہ اشباہ میں ہے، نکاح طلاق اور عتاق میں اقالہ نہیں ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے اور ابراء میں اقالہ نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں تحالف کے بیان میں ہے۔

متولی کا اقالہ کرنا

وتصح اقالة المتولي الخ: متولی نے وقف کی جائیداد بیچ دی پھر اقالہ کی نوبت آگئی، تو اگر اقالہ میں وقف کا فائدہ ہے، تو اقالہ کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔

وَهِيَ مَنْدُوبَةٌ لِلْحَدِيثِ وَتَجِبُ فِي عَقْدٍ مَكْرُوهٍ وَفَاسِدٍ بَحْرٌ. وَفِيمَا إذَا غَرَّهُ الْبَائِعُ يَسِيرًا نَهْرٌ بَحْثًا فَلَوْ فَاحِشًا لَهُ الرَّدُّ كَمَا سَيَجِيءُ

ترجمہ: اور اقالہ مستحب ہے حدیث کی وجہ سے اور بیع مکروہ و فاسد میں واجب ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور جس صورت میں بائع نے مشتری کو کم دھوکہ دیا ہو، اس میں قدرے بحث، جیسا کہ نہر میں ہے؛ لیکن اگر دھوکہ زیادہ ہے، تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ہے، جیسا کہ آرہا ہے۔

اقالہ کا ثبوت

وهي مندوب للحديث: اقالہ مستحب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "من اقال مسلما بيعته اقال الله عثرته (۱) اخرجه ابو داؤد زاد ابن ماجة يوم القيامة و رواه ابن حبان في صحيحه و الحاكم وقال على شرط الشيخين" (ردالمحتار)

وَحُكْمُهَا أَنَّهَا فَسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فِيمَا هُوَ مِنْ مُوجَبَاتِ بِفَتْحِ الْجِيمِ أَيْ أَحْكَامِ الْعَقْدِ أَمَّا لَوْ وَجَبَ بِشَرْطٍ زَائِدٍ كَانَتْ بَيْعًا جَدِيدًا فِي حَقِّهِمَا أَيْضًا كَأَنْ شَرَى بِدَيْنِهِ الْمُؤَجَّلِ عَيْنًا ثُمَّ تَقَايَلَا لَمْ يَعُدْ الْأَجَلُ فَيَصِيرُ دَيْنُهُ حَالًا كَأَنَّهُ بَاعَهُ مِنْهُ، وَلَوْ رَدَّهُ بِخِيَارٍ بِقَضَاءٍ عَادَ الْأَجَلُ؛ لِأَنَّهُ فَسْخٌ وَلَوْ كَانَ بِهِ كَفِيلٌ لَمْ تَعُدْ الْكَفَالَةُ فِيهِمَا

ترجمہ: اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ متعاقدین کے حق میں فسخ ہے، ان چیزوں میں جو احکام عقد میں سے ہو، جیم کے فتح کے ساتھ یعنی احکام عقد بہر حال اگر عقد شرط زائد سے واجب ہوا، تو اقالہ بھی دونوں کے حق میں بیع جدید ہوگا، جیسا کہ دائن کے اپنے دین کے بدلے عین کو خریدا، پھر اس نے اقالہ کیا، تو دین کی مدت نہیں لوٹے گی اور اس کا دین فی الحال واجب الادا ہوگا، گویا کہ دائن نے اس عین کو مدیون کے ہاتھ بیچا، اور اگر دائن نے مبیع کو خیار عیب کی بنیاد پر قاضی کے حکم سے واپس کردیا، تو مدت لوٹ آئے گی، اس لیے کہ یہ فسخ ہے، اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو، تو دونوں صورتوں میں کفالت نہیں لوٹے گی۔

اقالہ کا حکم

وحكمها انها فسخ في حق المتعاقدين الخ: جن عقدوں میں اقالہ جائز ہے، ان میں اقالہ کرنے سے عقد فسخ ہو جاتا ہے۔

خَالِيَةً ثُمَّ ذَكَرَ لِكَوْنِهَا فَسْخًا فُرُوعًا فَـ الْأَوَّلُ أَنَّهَا تَبْطُلُ بَعْدَ وِلَادَةِ الْمَبِيعَةِ لِتَعَذُّرِ الْفَسْخِ بِالزِّيَادَةِ الْمُنْفَصِلَةِ بَعْدَ الْقَبْضِ حَقًّا لِلشَّرْعِ لَا قَبْلَهُ مُطْلَقًا ابْنُ مَالِكٍ.

ترجمہ: پھر اقالہ فسخ ہونے کے چند فروع ذکر کیے، پہلا یہ ہے کہ مبیعہ کی ولادت کے بعد اقالہ باطل ہو جاتا ہے، قبضہ کے بعد زیادتِ منفصلہ کی وجہ سے فسخ متعذر ہونے کی وجہ سے، حق شرع کی بنیاد پر، نہ کہ قبضہ سے پہلے، جیسا کہ ابن ملک میں ہے۔

اقالہ فسخ ہونے کی پہلی نظیر

فالاول انها تبطل الخ: اقالہ فسخ ہے بیع نہیں ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مبیع کی ولادت ہوگئی، تو اب اقالہ نہیں کرسکتے اگر یہ بیع اول کے لیے فسخ نہ ہو کر یہ مستقل بیع ہوتی تو زیادتی

کے بعد بھی اقالہ کرنا صحیح ہوتا حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔

وَ الثَّانِي تَصِحُّ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ وَبِالسُّكُوتِ عَنْهُ وَيَرُدُّ مِثْلَ الْمَشْرُوطِ وَلَوْ الْمَقْبُوضُ أَجْوَدَ أَوْ أَرْدَأَ وَلَوْ تَقَايَلَا وَقَدْ كَسَدَتْ رَدَّ الْكَاسِدَ إِلَّا إِذَا بَاعَ الْمُتَوَلِّي أَوْ الْوَصِيُّ لِلْوَقْفِ أَوْ لِلصَّغِيرِ شَيْئًا بِأَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهِ أَوْ اشْتَرَيَا شَيْئًا بِأَقَلَّ مِنْهَا لِلْوَقْفِ أَوْ لِلصَّغِيرِ لَمْ تَجُزْ إِقَالَتُهُ، وَلَوْ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ وَكَذَا الْمَأْذُونُ كَمَا مَرَّ وَإِنْ وَصْلِيَّةٌ شَرَطَ غَيْرَ جِنْسِهِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ أَجَّلَهُ وَكَذَا فِي الْأَقَلِّ إِلَّا مَعَ تَعَيُّبِهِ فَتَكُونُ فَسْخًا بِالْأَقَلِّ لَوْ بِقَدْرِ الْعَيْبِ لَا أَزْيَدَ وَلَا أَنْقَصَ قِيلَ إِلَّا بِقَدْرِ مَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ.

ترجمه: دوسرا یہ کہ اقالہ صحیح ہے، ثمن اول کے برابر اور ثمن کے سکوت سے اور ثمن واپس کیا جائے گا مشروط کی طرح، اگر چہ مقبوض کھرا ہو یا کھوٹا اور اگر اقالہ کیا حالاں کہ دراہم گھٹیا ہو گئے، تو گھٹیا ہی کو پھیر دے، مگر جب متولی یا وصی نے وقف کی جائداد یا صغیر کے لیے کچھ بیچا، اس کی قیمت سے زیادہ یا اس کی قیمت سے کم میں وقف یا صغیر کے لیے کچھ خریدا، تو اقالہ صحیح نہیں ہے، اگر چہ ثمن اول کے مثل سے ہو، ایسا ہی مأذون جیسا کہ گذر چکا، اگر چہ ثمن غیر جنس سے یا اس سے زیادہ یا ثمن کی مدت مشروط ہو، ایسے ہی کم ثمن میں، مگر مبیع کے معیوب ہو جانے کے ساتھ، تو کم ثمن کے ساتھ اقالہ صحیح ہے، اگر عیب کے بقدر (کم) ہو نہ زیادہ اور نہ کم، کہا گیا کہ مگر اتنا تھوڑا جس میں لوگ نقصان پہنچا دیتے ہیں۔

اقالہ فسخ ہونے کی دوسری نظیر

والثاني تصح بمثل الثمن الاول الخ: اقالہ فسخ ہونے کی دوسری نظیر یہ ہے کہ فریقین ثمن کا تذکرہ کیے بغیر اگر اقالہ کریں تو اقالہ صحیح ہو جائے گا، جو اقالہ کے فسخ ہونے پر دال ہے، اس لیے کہ اگر اقالہ بیع ہوتا تو ثمن کا تذکرہ کیے بغیر اقالہ صحیح نہیں ہوتا۔

وَ الثَّالِثُ لَا تَفْسُدُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ وَإِنْ لَمْ يَصِحَّ تَعْلِيقُهَا بِهِ كَمَا سَيَجِيءُ

ترجمه: تیسرا یہ کہ اقالہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا ہے، اگر چہ اس کی تعلیق شرط فاسد کے ساتھ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ آرہا ہے۔

اقالہ فسخ ہونے کی تیسری نظیر

والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد الخ: تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے سستا خریدا، تو زید نے خالد سے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا پائے، تو اس کے ہاتھ بیچ دینا، اب اگر خالد دوسری بیع کرے، تو بیع منعقد نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ شرط سے اقالے کی تعلیق ہے۔

وَ الرَّابِعُ جَازَ لِلْبَائِعِ بَيْعُ الْمَبِيعِ مِنْهُ ثَانِيًا بَعْدَهَا قَبْلَ قَبْضِهِ وَلَوْ كَانَ بَيْعًا فِي حَقِّهِمَا لَبَطَلَ كَبَيْعِهِ مِنْ غَيْرِ الْمُشْتَرِي عَيْنِيٌّ.

ترجمه: چوتھا یہ کہ بائع کے لیے جائز ہے کہ وہ مبیع کو مشتری کے ہاتھ بیچیں دوسری مرتبہ اقالہ کے بعد، قبضہ کرنے سے پہلے، اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں، تو باطل ہوتا، جیسا کہ غیر مشتری سے اس کا بیچنا باطل ہے۔

اقالہ فسخ ہونے کی چوتھی نظیر

والرابع جاز للبائع الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کپڑا بیچا عمرو سے کپڑا خرید کر قبضہ بھی کر لیا، پھر اقالہ کیا؛ لیکن قبضہ نہیں کیا تھا کہ پھر دوبارہ زید نے عمرو کے ہاتھ اسی مبیع کو بیچ دیا، تو یہ بیع صحیح ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اقالہ فسخ ہے، اس لیے کہ اگر اقالہ بیع ہوتا تو یہ بیع ثانی صحیح نہ ہوتی، جیسا کہ مذکورہ بالا صورت میں قبضہ کرنے سے پہلے اگر غیر مشتری کے ہاتھ بیچے، تو بیع باطل ہوگی۔

وَ الْخَامِسُ جَازَ قَبْضُ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُوْنِ مِنْهُ بَعْدَهَا بِلَا إِعَادَةِ كَيْلِهِ وَوَزْنِهِ

ترجمہ: پانچواں یہ کہ جائز ہے، مکیل اور موزون کا قبضہ کرنا مشتری سے اقالہ کے بعد، کیل اور وزن کا اعادہ کیے بغیر۔

اقالہ فسخ ہونے کی پانچویں نظیر

و الخامس جاز قبض المكيل الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ مکیلی یا موزونی میں سے کچھ خریدا، پھر اقالہ کیا، تو اب دوبارہ اس کو ناپنے یا تولنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اقالہ بیع اول کا فسخ ہے، نہ کہ یہ نئی بیع۔

وَالسَّادِسُ جَازَ هِبَةُ الْبَيْعِ مِنْهُ بَعْدَ الْإِقَالَةِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَلَوْكَانَ بَيْعًا فِي حَقِّهِمَالَمَا جَازَ كُلُّ ذٰلِكَ

ترجمہ: اور چھٹا یہ کہ جائز ہے مشتری کے لیے بائع کے ہاتھ مبیع کو ہبہ کرنا اقالہ کے بعد قبضہ سے پہلے اور اگر اقالہ ان دونوں کے حق میں بیع ہوتا، تو یہ سب جائز نہ ہوتا۔

اقالہ فسخ ہونے کی چھٹی نظیر

و السادس جاز هبة المبيع الخ: بیع مکمل ہونے کے بعد اقالہ کیا ابھی قبضہ نہیں کیا تھا کہ مشتری نے اس مبیع کو بائع کے ہاتھ ہبہ کر دیا، تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے، تو اس بات کی دلیل ہے کہ اقالہ بیع نہیں؛ بل کہ بیع اول کا فسخ ہے، اس لیے کہ اگر اقالہ بیع ہوتا، تو مذکورہ بالا صورت میں ہبہ کرنا صحیح نہ ہوتا، چوں کہ قبضہ سے پہلے مبیع کو ہبہ کرنے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے اور جب بیع فسخ ہوگئی، تو اب ہبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہوتا ہے۔

وَ إِنَّمَا هِيَ بَيْعٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ أَيْ لَوْ بَعْدَ الْقَبْضِ بِلَفْظِ الْإِقَالَةِ فَلَوْ قَبْلَهُ فَهِيَ فَسْخٌ فِي حَقِّ الْكُلِّ فِي غَيْرِ الْعَقَارِ وَلَوْ بِلَفْظِ مُفَاسَخَةٍ أَوْ مُتَارَكَةٍ أَوْ تَرَادٍّ لَمْ تُجْعَلْ بَيْعًا اتِّفَاقًا أَوْ لَوْ بِلَفْظِ الْبَيْعِ فَبَيْعٌ إِجْمَاعًا. وَثَمَرَتُهُ فِي مَوَاضِعَ

ترجمہ: اور اقالہ تیسرے کے حق میں بیع ہے، یعنی اگر قبضہ کے بعد لفظ اقالہ سے ہو؛ لیکن اگر قبضہ سے پہلے ہو، تو یہ ہر ایک کے حق میں فسخ ہے زمین کے علاوہ میں، اگر لفظ مناسخہ یا متارکہ یا تراد کے ذریعے ہو، تو بالاتفاق بیع نہ ہوگی اور اگر لفظ بیع سے ہو، تو بالاجماع بیع ہے اور اس کا ثمرہ چند جگہوں میں ہے۔

اقالہ کا حکم تیسرے کے حق میں

وانما هي بيع في حق ثالث: فریقین اقالہ کریں، اس کا حکم گذر چکا، یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ مشتری نے شئ منقول پر قبضہ کرنے کے بعد کسی تیسرے کے ساتھ لفظ اقالہ سے معاملہ کیا، تو یہ تیسرے کے حق میں اقالہ نہیں؛ بل کہ بیع ہے، اگر یہی معاملہ مشتری مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے کرے، تو یہ ہر ایک کے حق میں فسخ ہے، البتہ اگر وہ مبیع غیر منقول ہے، اس پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی سے تیسرے کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ صحیح ہے، اس لیے کہ عقار میں قبضہ کرنے سے پہلے، اس کی بیع صحیح ہے۔

فَ الْأَوَّلُ لَوْ كَانَ الْمَبِيعُ عَقَارًا فَسَلَّمَ الشَّفِيعُ الشُّفْعَةَ ثُمَّ تَقَايَلَا قُضِيَ لَهُ بِهَا لِكَوْنِهَا بَيْعًا جَدِيدًا فَكَانَ الشَّفِيعُ ثَالِثَهُمَا

ترجمہ: پہلا یہ ہے کہ اگر مبیع عقار ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر متعاقدین نے اقالہ کیا (اس کے بعد اگر شفیع مدعی ہو) تو اس کو شفعہ دلایا جائے گا، اس لیے کہ یہ بیع جدید ہے، لہٰذا شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا۔

پہلی نظیر فالاول لو کان المبیع الخ: اقالہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے اس کی پہلی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی نے زمین بیچی، شفیع کو حق شفعہ حاصل تھا، اس نے شفعہ سے انکار کر دیا، اس کے بعد متعاقدین نے اقالہ کیا، تو اب شفیع پھر شفعہ کا حق دار ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ اقالہ اس کے لیے بیع جدید ہے اور ہر بیع کے بعد شفیع کو شفعہ کا حق ہوتا ہے۔

وَ الثَّانِي لَا يَرُدُّ الْبَائِعُ الثَّانِي عَلَى الْأَوَّلِ بِعَيْبٍ عَلِمَهُ بَعْدَهَا لِأَنَّهُ بَيْعٌ فِي حَقِّهِ

ترجمہ: دوسرا یہ کہ بائع ثانی اول پر بیع رد نہیں کر سکتا ہے، اس عیب کی وجہ سے جو اقالہ کے بعد معلوم ہو، اس لیے یہ اس کے حق میں عیب ہے۔

دوسری نظیر و الثانی لا یرد البائع الثانی الخ: ایک آدمی نے کوئی سامان خریدا، پھر اس کو بیچ دیا اور مشتری ثانی نے اس کو خرید لیا، خریدنے کے بعد مشتری ثانی نے اس میں عیب دیکھا اور اس نے اقالہ کر لیا، اب اگر مشتریٔ اول، جس کے پاس عیب دار مبیع موجود ہے بائع اول کو مبیع واپس کرنا چاہے، تو نہیں کر سکتا ہے، اس لیے کہ بائع اول، ان دونوں کے حق میں شخص ثالث ہے، جس کے حق میں ان دونوں کا اقالہ بیع جدید ہے۔

وَ الثَّالِثُ لَيْسَ لِلْوَاهِبِ الرُّجُوعُ إِذَا بَاعَ الْمَوْهُوبُ لَهُ الْمَوْهُوبَ مِنْ آخَرَ ثُمَّ تَقَايَلَا لِأَنَّهُ كَالْمُشْتَرِي مِنَ الْمُشْتَرَى مِنْهُ

ترجمہ: تیسرا یہ کہ واہب کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ رجوع کرے، جب موہوب لہٗ نے شیٔ موہوب کو بیچا پھر اقالہ کر لیا، اس لیے کہ موہوب لہ مشتری کی طرح ہے، اپنے مشتری سے۔

تیسری نظیر و الثالث لیس للواهب الخ: ہدیہ دے کر اگر کوئی شخص واپس لے لے، تو لے سکتا ہے؛ لیکن اگر موہوب لہ نے، اس کو بیچ دیا اور پھر اقالہ بھی کر لیا، تو اب واہب شیٔ موہوب لہٗ کو واپس نہیں لے سکتا۔

فائدہ: عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال مثل الذی یرجع فی الصدقته کمثل الکلب یقیئ ثم یعود فی قیئة فیأکله (الصحیح لمسلم ۲/)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہدیہ کو واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اسی کو آ کر کھا لیتا ہے۔

یرجع فی صدقته: صدقہ کر کے یا ہدیہ دے کر واپس لینا ایک گھناؤنی حرکت ہے اس لیے جناب نبیٔ کریم ﷺ نے کتے کی ایک قبیح حرکت سے تشبیہ دی ہے، اس تشبیہ کے تقاضے اور دوسری روایتوں کی بنیاد پر ذو رحم محرم کے علاوہ دوسرے اجنبی لوگوں کو کیا ہوا، ہدیہ واپس لیا جا سکتا ہے اگر اس کا بدلہ نہ ملا ہو، اگرچہ اس طرح سے واپس لینا مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن حضرات ائمہ ثلاثہ

کے نزدیک کیا جانے والا ہدیہ مطلقاً واپس لینا حرام ہے البتہ اگر باپ نے اپنی اولاد کو ہدیہ کیا ہے تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے۔

وإذا وهب هبة لاجنبى فله الرجوع فيها وقال الشافعي لا رجوع فيها (الهداية ۳/۲۸۹) ولا يحل لواهب أن يرجع في هبته ولا لمهد أن يرجع في هديته وإن لم يثب عليها، يعني وإن لم يعوض عنها وأراد من عدا الاب بهذا قال الشافعي وابو ثور (المغنى لابن قدامه ۵/ ۶۸۲)

دلیل: حضرات ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیثِ باب ہے "ولنا قول النبى ﷺ العائد فى هبته كالعائد فى قيئه" (المغنى لابن قدامہ ۵/ ۶۸۳) "استدل اهل القول الأول بحديث الباب"۔ (تکملہ فتح الملہم ۲/ ۵۸)

احناف کی دلیل ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب تک ہدیہ کا بدلہ نہ مل جائے واہب کو واپس لینے کا حق ہے، اس روایت کی دوسرے آثار سے تائید ہو جاتی ہے لہٰذا یہ روایت بھی قابل حجت ہے تفصیل کے لیے دیکھیے (تکملہ فتح الملہم ثانی) "عن أبى هريرة قال قال رسول الله ﷺ الرجل احق بهبته مالم يثب منها" (ابن ماجہ) "عن ابن عمر عن النبى ﷺ قال من وهب هبة فهو احق بها مالم يثب منها هذا حديث صحيح على شرط الشيخين" (المستدرک الحاکم ۲/) "ان عمر يقول سمعت عمر بن الخطاب يقول من وهب هبة فهو احق بها حتى يثاب منها بما يرضى"۔ (شرح معانی الآثار ۲/ ۲۴۱)

جواب: احناف کی طرف سے حدیث باب کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ہدیہ واپس لینے والے کو کتے کے مشابہ کہہ کر یہ کہا ہے کہ یہ انسانی مروت کے خلاف ہے اگر کسی نے واپس لے لیا تو یہ کوئی حرام نہیں ہے؛ البتہ یہ مناسب طریقہ نہیں ہے۔ "واجابوا عن الحديث بأنه ﷺ جعل العائد فى هبته كالعائد فى قيئه بالتشبيه من حيث أنه ظاهر القبح مروة وخلقاً لا شرعاً" (عمدۃ القاری ۶/ ۲۷۷)

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہدیہ دینے والا شتر بے مہار ہو جائے اور آئے دن مسئلے کھڑے کرتا پھرے، یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا ایک اخلاقی جرم اور مکروہ تحریمی ضرور ہے، اس لیے اجتناب کی ضرورت ہے "صح الرجوع فيها بعد القبض مع انتفاء مانعه وإن كره الرجوع تحريما" (الدر المختار ۱۲/ ۶۱۷)

ہدیہ واپس لینے کے لیے سات شرطیں ضروری ہیں، ان میں ایک بھی شرط مفقود ہو جائے، تو اجنبی سے بھی ہدیہ واپس نہیں لیا جا سکتا ہے۔

منع الرجوع من المواهب سبعة ☆ فزيادة موصولة موت عوض

وخروجها عن ملك موهوب له ☆ زوجية قرب هلاك قد عوض

(تکملہ رد المحتار ۱۲/ ۶۱۹)

وَالرَّابِعُ الْمُشْتَرِي إِذَا بَاعَ الْمَبِيعَ مِنْ آخَرَ قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ جَازَ لِلْبَائِعِ شِرَاؤُهُ مِنْهُ بِالْأَقَلِّ

ترجمہ: چوتھا یہ کہ مشتری نے جب مبیع ثمن ادا کرنے سے پہلے، دوسرے سے بیچ دی، تو بائع کے لیے اس مبیع کا اس سے کم ثمن میں خریدنا جائز ہے۔

چوتھی نظیر والرابع المشتری اذا باع المبیع الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے سامان خرید کر قبضہ کرلیا؛ لیکن ابھی ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ اس نے وہ سامان کسی اور کے ہاتھ بیچ کرا قالہ بھی کرلیا، اب اگر بائع اول اسی سامان کو پہلے ثمن سے کم میں بائع اول نے خرید لیا، تو یہ جائز ہے۔

وَالْخَامِسُ إِذَا اشْتَرَى بِعُرُوضِ التِّجَارَةِ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ بَعْدَمَا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ وَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَرَدَّهُ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَاسْتَرَدَّ الْعُرُوضَ فَهَلَكَتْ فِي يَدِهِ لَمْ تَسْقُطِ الزَّكَاةُ فَالْفَقِيرُ ثَالِثُهُمَا إِذِ الرَّدُّ بِعَيْبٍ بِلَا قَضَاءٍ إِقَالَةٌ وَيُزَادُ التَّقَابُضُ فِي الصَّرْفِ وَوُجُوبُ الِاسْتِبْرَاءِ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى فَاللَّهُ ثَالِثُهُمَا صَدْرُ الشَّرِيعَةِ وَالْإِقَالَةُ بَعْضُ الْإِجَارَةِ وَالرَّهْنِ فَالْمُرْتَهِنُ ثَالِثُهُمَا نَهْرٌ فَهِيَ تِسْعَةٌ.

ترجمہ: پانچواں یہ کہ جب تجارت کے مال سے خدمت کے لیے غلام خریدا، اس مال پر سال گذرنے کے بعد، پھر غلام میں کوئی عیب پایا چناں چہ اس نے، غلام کو بغیر حکم قاضی کے واپس کر دیا اور مالک کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہوگئی، تو اس کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی، چوں کہ فقیر ان دونوں کا تیسرا ہے، اس لیے کہ عیب کی وجہ سے بلا قضائے قاضی واپس کرنا ''اقالہ'' ہے، اور بیع صرف میں تقابض اور استبراء کا وجوب زیادہ کیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ حق اللہ ہے، لہٰذا اللہ ان دونوں کا تیسرا ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ میں ہے، زیادہ کیا گیا ہے اقالہ اجارہ اور رہن کے بعد، لہٰذا مرتہن ان دونوں کا تیسرا ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، تو یہ نو ہوئے۔

پانچویں نظیر والخامس اذا اشتری الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے تجارت کے سامان خریدے، پھر اس سامان سے ایک سال گذر جانے کے بعد خدمت کے لیے غلام خریدا، بعد میں پتا چلا کہ غلام میں عیب ہے، اس عیب کی بنیاد پر غلام کو واپس کر کرا کے، اپنا سامان لے لیا اور پھر سامان ہلاک ہوگیا، پھر بھی اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اس لیے کہ عیب کی بنیاد پر بلا قضائے قاضی ''اقالہ'' ہے اور ''اقالہ'' تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے، لہٰذا تیسرا جو بھی مستحق زکوٰۃ ہے، تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

وَالْإِقَالَةُ يَمْنَعُ صِحَّتَهَا هَلَاكُ الْمَبِيعِ وَلَوْ حُكْمًا كَإِبَاقٍ لَا الثَّمَنِ وَلَوْ فِي بَدَلِ الصَّرْفِ وَهَلَاكُ بَعْضِهِ يَمْنَعُ الْإِقَالَةَ بِقَدْرِهِ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ وَلَيْسَ مِنْهُ مَا لَوْ شَرَى صَابُونًا فَجَفَّ فَتَقَايَلَا لِبَقَاءِ كُلِّ الْمَبِيعِ فَتْحٌ. وَإِذَا هَلَكَ أَحَدُ الْبَدَلَيْنِ فِي الْمُقَايَضَةِ وَكَذَا فِي السَّلَمِ صَحَّتِ الْإِقَالَةُ فِي الْبَاقِي مِنْهُمَا وَعَلَى الْمُشْتَرِي قِيمَةُ الْهَالِكِ إِنْ قِيَمِيًّا وَمِثْلُهُ إِنْ مِثْلِيًّا وَلَوْ هَلَكَا بَطَلَتْ إِلَّا فِي الصَّرْفِ.

ترجمہ: اقالہ ممنوع ہے، مبیع ہلاک ہو جانے سے، اگر چہ حکماً ہو جیسے بھاگ جانا نہ کہ ثمن، اگر چہ بدل صرف میں ہو اور بعض کے ہلاک ہونے سے، اسی کے بقدر حصے میں اقالہ ممنوع ہے، جز کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے، اس میں یہ صورت داخل نہیں ہے کہ اگر صابون خریدا پھر وہ خشک ہوگیا، پھر اقالہ کرے کل مبیع باقی رہنے کی وجہ سے، جیسا کہ فتح میں ہے، اور جب بدلین میں سے ایک بیع مقایضہ میں ہلاک ہو جائے، ایسے ہی سلم میں، اقالہ صحیح ہے ان دونوں کے باقی میں، مشتری پر ہالک کی قیمت ضروری ہے اگر قیمتی ہو ورنہ اس کی مثل اور دونوں بدل ہلاک ہو گئے، تو اقالہ باطل ہے، مگر صرف میں۔

مبیع ہلاک ہوجانا

والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع الخ: مبیع ہلاک ہوجائے یا اس میں ایسی کمی یا زیادتی ہوجائے کہ بائع واپسی کے لیے تیار نہ ہو، تو اب اقالہ باطل ہوجائے گا۔

تَقَایَلَا فَأَبَقَ الْعَبْدُ مِنْ یَدِ الْمُشْتَرِي وَعَجَزَ عَنْ تَسْلِيمِهِ أَوْ هَلَكَ الْمَبِيعُ بَعْدَهَا قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَتْ بَزَّازِيَّةٌ.

ترجمہ: متعاقدین نے اقالہ کیا اور (حوالہ کرنے سے پہلے ہی) غلام مشتری کے پاس سے بھاگ گیا اور وہ حوالہ کرنے سے عاجز ہوگیا یا مبیع قبضہ کرنے سے پہلے ہلاک ہوجائے، تو اقالہ باطل ہوجائے گا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

اقالہ کے بعد حوالہ نہ کر پانا

تقایلا فابق العبد من ید المشتری: متعاقدین نے اقالہ کیا؛ لیکن ابھی بائع نے مبیع پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ مشتری کے ہاتھ سے ہلاک ہوگیا یا غلام بھاگ گیا، جس کی وجہ سے وہ مبیع حوالہ کرنے سے عاجز ہوگیا، تو اب اقالہ باطل ہوجائے گا۔

وَإِنِ اشْتَرَى أَرْضًا مُشْجِرَةً فَقَطَعَهُ أَوْ عَبْدًا فَقُطِعَتْ يَدُهُ وَأَخَذَ أَرْشَهَا ثُمَّ تَقَايَلَا صَحَّتْ وَلَزِمَهُ جَمِيعُ الثَّمَنِ وَلَا شَيْءَ لِبَائِعِهِ مِنْ أَرْشِ الشَّجَرِ وَالْيَدَانِ عَالِمًا بِهِ بِقَطْعِ الْيَدِ وَالشَّجَرِ (وَقْتَ الْإِقَالَةِ وَإِنْ غَيْرَ عَالِمٍ خُيِّرَ بَيْنَ الْأَخْذِ بِجَمِيعِ ثَمَنِهِ أَوِ التَّرْكِ) قُنْيَةٌ وَفِيهَا شَرَى أَرْضًا مَزْرُوعَةً ثُمَّ حَصَدَهُ ثُمَّ تَقَايَلَا صَحَّتْ فِي الْأَرْضِ بِحِصَّتِهَا وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ إِدْرَاكِهِ لَمْ يَجُزْ وَفِيهَا تَقَايَلَا ثُمَّ عَلِمَ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ كَانَ وَطِئَ الْمَبِيعَةَ رَدَّهَا وَأَخَذَ ثَمَنَهَا وَفِيهَا مُؤْنَةُ الرَّدِّ عَلَى الْبَائِعِ مُطْلَقًا.

ترجمہ: اگر درخت والی زمین خرید کر اس کے درخت کاٹ لیے یا غلام خریدا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا، مشتری نے اس کا خون بہا لیا، پھر متعاقدین نے اقالہ کیا، تو صحیح ہے اور تمام ثمن اس کو لازم ہے اور اس کے بائع کے لیے کچھ نہیں ہے، درخت اور ہاتھ کے عوض سے، اگر اقالہ کے وقت قطع ہاتھ اور درخت سے آگاہ ہو اور اگر آگاہ نہ ہو، تو پورا ثمن کے لینے اور چھوڑ دینے میں مختار ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اسی میں ہے کہ مزروعہ زمین خریدی پھر کھیتی کاٹ لی پھر اقالہ کیا، تو یہ اقالہ زمین کے حصے میں صحیح ہے، اور اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا، تو جائز نہیں ہے، قنیہ میں ہے کہ متعاقدین نے اقالہ کیا، پھر پتا چلا کہ مشتری نے مبیعہ (لونڈی) سے وطی کی ہے، تو اس کو واپس کر کے ثمن لے لے اور قنیہ میں ہے کہ واپس کرنے کا خرچ ہر حال میں بائع پر ہے۔

درخت کاٹ کر اقالہ کرنا

و ان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہ الخ: کسی نے ایسی زمین خریدی جس میں درخت لگے ہوئے تھے ان درختوں کو کاٹنے کے بعد، اگر اقالہ کرنا چاہے، تو صرف زمین کا اقالہ کر سکتا ہے۔

وَيَصِحُّ إِقَالَةُ الْإِقَالَةِ فَلَوْ تَقَايَلَا الْبَيْعَ ثُمَّ تَقَايَلَاهَا أَيِ الْإِقَالَةَ ارْتَفَعَتْ وَعَادَ الْبَيْعُ إِلَّا إِقَالَةَ السَّلَمِ فَإِنَّهَا لَا تَقْبَلُ الْإِقَالَةَ لِكَوْنِ الْمُسْلَمِ فِيهِ دَيْنًا سَقَطَ، وَالسَّاقِطُ لَا يَعُودُ أَشْبَاهٌ وَفِيهَا رَأْسُ الْمَالِ بَعْدَ الْإِقَالَةِ كَهُوَ قَبْلَهَا فَلَا يَتَصَرَّفُ فِيهِ بَعْدَهَا كَقَبْلِهَا إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ لَوْ اخْتَلَفَا فِيهِ بَعْدَهَا فَلَا تَحَالُفَ، وَلَوْ تَفَرَّقَا قَبْلَ قَبْضِهِ جَازَ إِلَّا فِي الصَّرْفِ وَفِيهَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الصِّحَّةِ وَالْبُطْلَانِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الْبُطْلَانِ وَفِي الصِّحَّةِ وَالْفَسَادِ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ.

قُلْت: إلَّا فِي مَسْأَلَةِ إذَا ادَّعَى الْمُشْتَرِي بَيْعَهُ مِنْ بَائِعِهِ بِأَقَلَّ مِنَ الثَّمَنِ قَبْلَ النَّقْدِ وَادَّعَى الْبَائِعُ الْإِقَالَةَ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي مَعَ دَعْوَاهُ الْفَسَادَ وَلَوْ بِعَكْسِهِ تَحَالَفَا بِشَرْطِ قِيَامِ الْمَبِيعِ إلَّا إذَا اسْتَهْلَكَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ غَيْرِ الْمُشْتَرِي، وَرَأَيْت مَعْزِيًّا لِلْخُلَاصَةِ: بَاعَ كَرْمًا وَسَلَّمَهُ فَأَكَلَ مُشْتَرِيهِ نُزُلَهُ سَنَةً ثُمَّ تَقَايَلَا لَمْ يَصِحَّ.

ترجمہ: صحیح ہے اقالہ کا اقالہ کرنا، اس لیے اگر بیع کا اقالہ کیا، پھر متعاقدین نے اقالہ کا اقالہ کیا، تو اقالہ ختم ہو کر مبیع لوٹ آئے گی، مگر سلم کا اقالہ اس لیے کہ وہ اقالہ قبول نہیں کرتا، اس لیے کہ مسلم فیہ دین ہے جو ساقط ہو گیا اور ساقط ہونے کا لوٹنا نہیں، جیسا کہ اشباہ میں ہے، اشباہ میں ہے کہ رأس المال اقالہ کے بعد پہلے کی طرح ہے، لہٰذا اس میں پہلے کی طرح اقالہ کے بعد تصرف نہیں کرے گا، مگر دو مسئلوں میں، اگر رب المال اور مسلم الیہ نے اقالہ کے بعد رأس المال میں اختلاف کیا، تو دونوں کو قسم نہیں کھلائی جائے گی، اور اگر دونوں اقالہ کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے، تو جائز ہے؛ مگر صرف میں، اشباہ میں ہے کہ متعاقدین نے صحت اور بطلان میں اختلاف کیا مدعی بطلان کے قول کا اعتبار ہوگا اور صحت و فساد میں مدعی صحت کا۔

میں کہتا ہوں، مگر ایک مسئلے میں مشتری نے بائع کے خلاف ثمن ادا کرنے سے پہلے مبیع کے کم ثمن میں بیچنے کا دعویٰ کیا اور بائع نے اقالہ کا دعویٰ کیا، تو مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا، دعویٰ فساد کے باوجود اور اس کا الٹا ہو، تو دونوں سے قسم لی جائے گی۔

اقالہ کے بعد اقالہ کرنا

ویصح اقالۃ الاقالۃ الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ متعاقدین نے بیع کے بعد اقالہ کیا اور اقالہ کرنے کے بعد پھر اقالہ کیا، تو اقالہ ختم ہو کر سابقہ بیع لوٹ آئے گی؛ مگر بیع سلم میں ایسا نہیں کر سکتے، اس لیے کہ مسلم فیہ عین کے حکم میں ہے اور عین پر قبضہ کرنے سے پہلے، اس کی بیع کرنا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ

لَمَّا بَيَّنَ الثَّمَنَ شَرَعَ فِي الْمُثَمَّنِ وَلَمْ يَذْكُرْ الْمُسَاوَمَةَ وَالْوَضِيعَةَ لِظُهُورِهِمَا.

ترجمہ: مصنف نے جب ثمن کو بیان کیا، تو مثمن میں شروع ہوئے؛ لیکن مسامہ اور وضیعہ کا ذکر نہیں کیا ان کے ظاہر ہونے کی وجہ سے۔

مثمن کو مقدم کرنے کی وجہ

شرع فی الثمن: حضرت مصنف نے مثمن (مبیع) کو مقدم کیا، اس لیے کہ بیع میں وہی اصل ہے اس کے بعد ثمن کو بیان فرما رہے ہیں۔

بیع مساومۃ

المساومۃ: ثمن اول کی تحقیق کے بغیر کسی بھی ثمن سے بیع کرنے کا نام مساومہ ہے، اس کا رواج بہت زیادہ ہے۔

بیع وضیعہ

الوضیعۃ: ثمن اول کو کم کر کے بیچنے کا نام وضیعہ ہے، اس کا رواج کم ہے۔

الْمُرَابَحَةُ مَصْدَرُ رَابَحَ وَشَرْعًا بَيْعُ مَا مَلَكَهُ مِنَ الْعُرُوضِ وَلَوْ بِهِبَةٍ أَوْ إرْثٍ أَوْ وَصِيَّةٍ أَوْ غَصْبٍ فَإِنَّهُ إذَا ثَمَّنَهُ بِمَا قَامَ عَلَيْهِ وَبِفَضْلِ مُؤْنَةٍ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ جِنْسِهِ كَأَجْرِ قَصَّارٍ وَنَحْوِهِ، ثُمَّ بَاعَهُ مُرَابَحَةً عَلَى تِلْكَ الْقِيمَةِ جَازَ مَبْسُوطٌ.

ترجمہ: مرابحہ رابح کا مصدر ہے اور شرعاً متاع مملوکہ کا بیچنا ہے، خواہ وہ ملک ہبہ، ارث، وصیت یا غصب سے ہو،

جب اس کا ثمن اتنا مقرر کرے جتنے میں مالک ہوا ہے؛ بل کہ اس سے زیادہ اگر چہ اس کے جنس سے نہ ہو جیسے دھوبی کی اجرت اور اس کی مانند، پھر بائع اس چیز کو اس قیمت سے زیادہ کر کے بیچے تو جائز ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

لغوی معنی: المرابحة الخ: مرابحہ کے لغوی معنی آتے ہیں نفع دینا۔

اصطلاحی معنی: وشرعا بیع ماملکه: اصطلاح شرع میں مرابحہ یہ ہے کہ مشتری نے جس ثمن کے عوض کوئی سامان خریدا ہے، اس پر معلوم نفع بڑھا کر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دے۔

وَالتَّوْلِيَةُ مَصْدَرُ وَلَّى غَيْرَهُ جَعَلَهُ وَالِيًا وَشَرْعًا بَيْعُهُ بِثَمَنِهِ الْأَوَّلِ وَلَوْ حُكْمًا يَعْنِي بِقِيمَتِهِ، وَعَبَّرَ عَنْهَا بِهِ؛ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ

ترجمہ: اور تولیہ مصدر ہے بمعنی غیر کو ولی بنایا، یعنی اسی کو والی بنانا اور شرعاً شئ مملوک کو ثمن اول کے مطابق بیچنا، اگر چہ حکماً ہو یعنی اسی قیمت میں، اور مصنف علام نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا، اس لیے کہ تولیہ میں یہی رائج ہے۔

لغوی معنی: والتولية: بمعنی والی مقرر کرنا۔

اصطلاحی معنی: وشرعا بیعه بثمنه الاول: اصطلاح شرع میں تولیہ یہ ہے کہ جس قدر ثمن کے عوض خریدا ہے، بغیر نفع لیے اسی کے عوض فروخت کر دے۔

وَشَرْطُ صِحَّتِهِمَا كَوْنُ الْعِوَضِ مِثْلِيًّا أَوْ قِيَمِيًّا مَمْلُوكًا لِلْمُشْتَرِي وَ كَوْنُ الرِّبْحِ شَيْئًا مَعْلُومًا وَلَوْ قِيَمِيًّا مُشَارًا إِلَيْهِ كَهَذَا الثَّوْبِ لِانْتِفَاءِ الْجَهَالَةِ حَتَّى لَوْ بَاعَهُ بِرِبْحِ ده يازده أَيِ الْعَشَرَةِ بِأَحَدَ عَشَرَ لَمْ يَجُزْ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ بِالثَّمَنِ فِي الْمَجْلِسِ فَيُخَيَّرُ شَرْحُ مَجْمَعٍ لِلْعَيْنِيِّ.

ترجمہ: ان دونوں کے صحیح ہونے کی شرط عوض کا مثلی یا قیمی ہونا ہے جو مشتری کا مملوک ہو، نیز نفع کا شئ معلوم ہونا، خواہ قیمی ہو، جس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو، جیسے یہ کپڑا جہالت ختم ہونے کی وجہ سے، یہاں تک کہ اس کو "دہ یازدہ" یعنی دس کو گیارہ کے عوض بیچے گا، تو یہ جائز نہیں ہے، الا یہ کہ وہ مجلس میں ثمن کو جان لے، تو اس کو اختیار ہوگا، جیسا کہ شرح مجمع میں عینی کے حوالے سے ہے۔

مرابحہ اور تولیہ کے شرائط

وشرط صحتهما الخ: ان دونوں میں تین، تین شرطیں ہیں (۱) عوض مثلی ہو یا قیمی (۲) مشتری کا مملوک ہو (۳) نفع معلوم ہو۔

وَيَضُمُّ الْبَائِعُ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ أَجْرَ الْقَصَّارِ وَالصَّبْغِ بِأَيِّ لَوْنٍ كَانَ وَالطِّرَازِ بِالْكَسْرِ عَلَمُ الثَّوْبِ وَالْفَتْلِ وَحَمْلِ الطَّعَامِ وَسَوْقِ الْغَنَمِ وَأُجْرَةَ الْغَسْلِ وَالْخِيَاطَةِ وَكِسْوَتِهِ وَطَعَامَ الْمَبِيعِ بِلَا سَرَفٍ وَسَقْيَ الزَّرْعِ وَالْكَرْمِ وَكَسْحَهَا وَكَرْيَ الْمُسَنَّاةِ وَالْأَنْهَارِ وَغَرْسَ الْأَشْجَارِ وَتَجْصِيصَ الدَّارِ وَأُجْرَةَ السِّمْسَارِ هُوَ الدَّالُّ عَلَى مَكَانِ السِّلْعَةِ وَصَاحِبِهَا الْمَشْرُوطَةَ فِي الْعَقْدِ عَلَى مَا جَزَمَ بِهِ فِي الدُّرَرِ وَرَجَّحَ فِي الْبَحْرِ الْإِطْلَاقَ وَضَابِطُهُ كُلُّ مَا يَزِيدُ فِي الْمَبِيعِ أَوْ فِي قِيمَتِهِ يُضَمُّ دُرَرٌ وَاعْتَمَدَ الْعَيْنِيُّ وَغَيْرُهُ عَادَةَ التُّجَّارِ بِالضَّمِّ

ترجمہ: اور بائع رأس المال کے ساتھ ملائے دھوبی اور رنگ کی اجرت، خواہ جس رنگ سے ہو، کپڑے کی نقش و نگاری، بٹنے، غلہ اٹھانے، جانوروں کو ہانکنے، دھونے، سینے کی اجرت، غلام کے کپڑے، مبیع کا کھانا بغیر فضول خرچی کیے، انگور اور کھیتی کی سینچائی، اس کی جاروب کشی، حوض اور نہر کی کھدائی، درخت لگانے اور گھر میں چونا گردانی کی اجرت، اور سمسار کی اجرت وہ وہ ہے جو سامان کی جگہ یا اس کے مالک کا پتہ بتائے، وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی، اسی قید پر درر میں یقین کیا ہے اور بحر میں اطلاق کو ترجیح دی ہے۔۔۔اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز مبیع میں یا اس کی قیمت میں زیادہ ہو جائے، تو وہ رأس المال میں ملائی جائے گی جیسا کہ درر میں ہے اور عینی وغیرہ نے تاجروں کے ملانے والی عادت پر اعتماد کیا ہے۔

زائد خرچ کا حکم

ویضم البائع الی رأس المال الخ: بائع خریدی ہوئی چیز کو بیچنا چاہے، تو مبیع کے لانے یا اس کی حفاظت میں ثمن کے علاوہ جو زیادہ خرچ ہوا ہے، اس خرچ کو رأس المال (اصل ثمن) میں جوڑ کر زیادہ ثمن میں بیچ سکتے ہیں۔

وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا وَلَا يَقُولُ اشْتَرَيْتُه لِأَنَّهُ كَذِبٌ وَكَذَا إِذَا قَوَّمَ الْمَوْرُوثَ وَنَحْوَهُ أَوْ بَاعَ بِرَقْمِهِ لَوْ صَادِقًا فِي الرَّقْمِ فَتْحٌ.

ترجمہ: بائع کہے کہ مجھ کو اتنا پڑا ہے یہ نہ کہے کہ اتنے میں لیا ہے، اس لیے کہ یہ جھوٹ ہے، ایسے ہی جائز ہے جب میراث وغیرہ (ہبہ وصیت) کی قیمت متعین کر دے یا خریدی ہوئی رقم کے عوض بیچے، اگر رقم بتانے میں سچا ہے، جیسا کہ فتح میں ہے۔

زائد رقم بتانے کا طریقہ

ویقول قام علی الخ: مال خریدا دس روپے میں اور مزید دو روپے اور خرچ ہو گئے، تو وہ یہ نہ کہے کہ میں نے بارہ روپے میں خریدا ہے، اس لیے کہ یہ جھوٹ ہو جائے گا؛ بل کہ وہ کہے کہ بارہ روپے پڑے ہیں۔

لَا يَضُمُّ أَجْرَ الطَّبِيبِ وَالْمُعَلِّمِ دُرَرٌ وَلَوْ لِلْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَفِيهِ مَا فِيهِ؛ وَلِذَا عَلَّلَهُ فِي الْمَبْسُوطِ بِعَدَمِ الْعُرْفِ وَالدَّلَالَةِ وَالرَّاعِي وَ لَا نَفَقَةَ نَفْسِهِ وَلَا أَجْرَ عَمَلٍ بِنَفْسِهِ أَوْ تَطَوَّعَ بِهِ مُتَطَوِّعٌ وَجُعْلَ الْآبِقِ وَكِرَاءَ بَيْتِ الْحِفْظِ بِخِلَافِ أُجْرَةِ الْمَخْزَنِ فَإِنَّهَا تُضَمُّ كَمَا صَرَّحُوا بِهِ وَكَأَنَّهُ لِلْعُرْفِ وَإِلَّا فَلَا فَرْقَ يَظْهَرُ فَتَدَبَّرْ

ترجمہ: نہ ملائی جائے طبیب اور معلم کی اجرت، جیسا کہ درر میں ہے، اگرچہ علم اور شعر کے لیے ہو، اس میں جو علت ہے سو ہے، اسی لیے مبسوط میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے، دلال اور چرواہے کی اجرت نہ ملائے اپنی ذات کا خرچ اور نہ اپنی ذات کے عمل کی اجرت یا کسی نے از خود کر دیا، بھگوڑے غلام کو پکڑنے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملائے، بخلاف مخزن کی اجرت کے اس کو رأس المال کے ساتھ ملائے جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے، گویا کہ یہ عرف کی وجہ سے ہے، ورنہ کوئی فرق ظاہر نہیں ہے، غور کر لیجیے۔

طبیب کی اجرت

لا یضم اجر الطبیب الخ: کوئی جانور خریدا اس کے علاج میں جو کچھ خرچ ہو، اس کو رأس المال کے ساتھ نہ ملائے؛ البتہ جانور کو اگر معلم بنایا، تو اس خرچ کو رأس المال کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے، اس لیے کہ عرف یہی ہے "وفی المبسوط لو کان فی ضم المنفق فی التعلیم عرف ظاہر یلحق برأس المال" (ردالمحتار ۷/ ۳۵۵)

وَمَا يُؤْخَذُ فِي الطَّرِيقِ مِنَ الظُّلْمِ إِلَّا إِذَا جَرَتِ الْعَادَةُ بِضَمِّهِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ كَمَا عَلِمْتَ فَلْيَكُنِ الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ كَمَا يُفِيدُهُ كَلَامُ الْكَمَالِ.

ترجمہ: رأس المال کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے، جو راستے میں ظلماً لیا جاتا ہے، مگر جب اس کے ملانے کی عادت ہو جائے، یہی رواج اصل ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہی بات قابل بھروسہ ہے، جیسا کہ کمال کے کلام سے مستفاد ہے۔

ظلماً وصول کیا گیا پیسہ

وما یوخذ فی الطریق الخ: ظلماً راستے میں جو پیسہ وصول کیا گیا ہے، اس کو رأس المال کے ساتھ نہ ملائے یہ کہ یہ عرف ہو جائے اور عام طور پر تجار اس کو بھی رأس المال میں ملانے لگے، تو اس کو بھی رأس المال میں ملایا جائے گا۔

فَإِنْ ظَهَرَ خِيَانَتُهُ فِي مُرَابَحَةٍ بِإِقْرَارِهِ أَوْ بُرْهَانٍ عَلَى ذَلِكَ أَوْ بِنُكُولِهِ عَنِ الْيَمِينِ أَخَذَهُ الْمُشْتَرِي بِكُلِّ ثَمَنِهِ أَوْ رَدَّهُ لِفَوَاتِ الرِّضَا وَلَهُ الْحَطُّ قَدْرَ الْخِيَانَةِ فِي التَّوْلِيَةِ لِتَحْقِيقِ التَّوْلِيَةِ.

ترجمہ: اگر مرابحہ میں اس کی خیانت ظاہر ہو جائے، اس کے اقرار، اس کے گواہ یا قسم سے اس کے انکار کے ذریعے، تو مشتری مبیع لے لے پورے ثمن کے ساتھ یا اس کو واپس کر کے رضا مندی نہ ہونے کی وجہ سے اور تولیہ میں خیانت کے بقدر کم کرنے کی اجازت ہے، تولیہ متحقق نہ ہونے کی وجہ سے۔

مرابحہ میں خیانت کا پتا چلنا

فان ظهر خیانته الخ: بائع کی طرف سے ثمن بتلانے میں اگر خیانت کا علم ہو تو مشتری کو بیع باقی رکھنے اور ختم کرنے کا اختیار ہے۔

وَلَوْ هَلَكَ الْمَبِيعُ أَوِ اسْتَهْلَكَهُ فِي الْمُرَابَحَةِ قَبْلَ رَدِّهِ أَوْ حَدَثَ بِهِ مَا يَمْنَعُ مِنْهُ مِنَ الرَّدِّ (لَزِمَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ) الْمُسَمَّى وَسَقَطَ خِيَارُهُ وَقَدَّمْنَا أَنَّهُ لَوْ وَجَدَ الْمُوَلَّى بِالْمَبِيعِ عَيْبًا ثُمَّ حَدَثَ آخَرُ لَمْ يَرْجِعْ بِالنُّقْصَانِ

ترجمہ: اگر مبیع ہلاک ہو جائے یا مشتری ہلاک کر دے، بیع مرابحہ میں واپس کرنے سے پہلے، یا ایسی چیز پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے واپسی ممنوع ہو، تو تمام ثمن مسمّیٰ سے مبیع لینا لازم ہے اور واپسی کا خیار ساقط ہے، ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر صاحب معاملہ نے مبیع میں عیب پایا پھر اس میں دوسرا عیب پایا، تو نقصان کی وجہ سے واپس نہ کرے۔

مبیع ہلاک ہو جانا

و لو هلک المبیع الخ: مبیع از خود ہلاک ہو جائے یا مشتری ہلاک کر دے یا اس میں ایسی چیز پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے واپسی ممنوع ہے، تو اب صاحب تولیہ بیع کو واپس نہیں کرے گا؛ بل کہ پورے ثمن کے عوض میں مبیع رکھ لے گا۔

شَرَاهُ ثَانِيًا بِجِنْسِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ بَعْدَ بَيْعِهِ بِرِبْحٍ فَإِنْ رَابَحَ طَرَحَ مَا رَبِحَ قَبْلَ ذَلِكَ وَإِنِ اسْتَغْرَقَ الرِّبْحُ ثَمَنَهُ لَمْ يُرَابِحْ خِلَافًا لَهُمَا وَهُوَ أَرْفَقُ وَقَوْلُهُ أَوْثَقُ بَحْرٌ، وَلَوْ بَيَّنَ ذَلِكَ أَوْ بَاعَ بِغَيْرِ الْجِنْسِ أَوْ تَخَلَّلَ ثَالِثٌ جَازَ اتِّفَاقًا فَتْحٌ.

ترجمہ: نفع لے کر مبیع بیچنے کے بعد، ثمن اول کے جنس کے عوض دوبارہ مرابحہ کے طور پر خرید ا، تو اس سے پہلے جو نفع

لے چکا ہے، اس قدر کم کر دے اور اگر فائدہ اس کے ثمن کو مستغرق ہو، تو دوسری بار مرابحہ نہ کرے، صاحبین کے خلاف، اس قول میں آسانی ہے امام صاحب کے قول میں احتیاط ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، اور اگر اس کو بیان کر دیا یا بغیر جنس کے عوض بیچا یا تیسرا درمیان میں واقع ہوا، تو بالاتفاق نفع لینا جائز ہے۔

بیع مرابحہ کے بعد پھر اس کو خریدنا

شراء ثانیا الخ: اگر ایک آدمی نے ایک تھان خرید کر اس کو نفع سے فروخت کیا اور بائع کے ثمن پر اور مشتری کے مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد پھر بائع نے اس کو مشتری سے خرید لیا، اب اگر بائع اس کو نفع سے بیچنا چاہے تو اس سے پہلے جو کچھ نفع حاصل کر چکا ہے اس کو کم کر دے، اور اگر نفع سابقہ نے پورے ثمن کو گھیر لیا ہے تو اس کو مرابحہ سے فروخت نہیں کر سکتا، یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے اور صاحبین نے فرمایا ہے کہ ثمنِ اخیر پر نفع سے بیچ سکتا ہے یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا قول ہے، اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑے کا ایک تھان دس روپیہ میں خریدا اور تھان پر قبضہ کر لیا، پھر خالد نے یہ تھان پندرہ روپیہ کے عوض حامد کے ہاتھ فروخت کیا حامد نے تھان یعنی مبیع پر اور خالد نے پندرہ روپیہ یعنی ثمن پر قبضہ کر لیا، پھر خالد نے حامد سے یہ تھان دس روپیہ کے عوض خرید کر اس پر قبضہ کیا اور حامد کو دس روپیہ دے دیئے، اب اگر خالد اس تھان کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خالد نے بیع سابق میں پانچ روپیہ کا جو نفع حاصل کیا ہے اس کو کم کر دے اور پانچ روپیہ پر مرابحہ کر کے فروخت کر دے یعنی خالد فروخت کرتے وقت یہ کہے کہ یہ تھان مجھ کو پانچ روپیہ میں پڑا ہے اور اس قدر نفع مثلاً دو روپیہ نفع کے ساتھ فروخت کرتا ہوں، خالد یہ نہ کہے کہ میں نے یہ تھان پانچ روپیہ میں خریدا ہے ورنہ تو یہ کذب اور جھوٹ ہوگا اور اگر خالد نے کپڑے کا تھان دس روپیہ میں خرید کر اس پر قبضہ کرنے کے بعد حامد کو بیس (۲۰) روپیہ کے عوض اور بیع مرابحہ کے طور پر فروخت کیا اور حامد نے مبیع یعنی تھان پر اور خالد نے ثمن یعنی بیس (۲۰) روپیہ پر قبضہ کر لیا پھر خالد نے حامد سے وہی تھان دس روپیہ کے عوض خرید کر قبضہ کر لیا اب اگر خالد اس تھان کو مرابحۃً بیچنا چاہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس تھان کو مرابحۃً بیچنے کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ بیع سابق میں خالد نے دس روپیہ کا جو نفع حاصل کیا ہے اس کو کم کرنے کے بعد ثمن باقی نہیں رہتا اور جب ثمن باقی نہیں رہا تو مرابحہ کس چیز پر کرے گا، ہاں اگر خالد یہ تفصیل بیان کر دے کہ میں اس تھان کو ایک بار بیچ کر دس روپیہ کا نفع حاصل کر چکا ہوں، اب دوبارہ دس روپیہ پر اس قدر نفع لے کر فروخت کرتا ہوں تو یہ جائز ہے، اور صاحبین کے نزدیک نفع، ثمن کو گھیرے یا نہ گھیرے دونوں صورتوں میں بغیر تفصیل بیان کئے دس روپیہ پر بیع مرابحہ کر سکتا ہے یعنی دس روپیہ پر نفع متعین کر کے بیچ سکتا ہے، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسری بیع یعنی خالد کا حامد سے دس روپیہ کے عوض خریدنا ایک نیا عقد ہے جس کے احکام عقد اول سے بالکل جدا ہیں، اور جب عقدِ ثانی یعنی شراءِ ثانی کے احکام عقدِ اول سے جدا ہیں تو عقدِ ثانی پر مرابحہ کو مبنی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی عقدِ ثانی پر مرابحہ کیا جا سکتا ہے یعنی خالد دس روپیہ پر نفع لے کر تھان فروخت کر سکتا ہے جیسا کہ جب تیسرا آدمی درمیان میں آ گیا ہو، مثلاً خالد نے ایک تھان دس روپیہ کا خرید کر بیع مرابحہ کے طور پر بیس روپیہ کے عوض حامد کو بیچ دیا پھر حامد نے پچیس روپیہ کے عوض شاہد کے ہاتھ بیچ دیا پھر خالد نے شاہد سے دس روپیہ کے عوض خرید لیا تو اب اگر خالد دس روپیہ پر مرابحہ کر کے بیچنا چاہے تو بالاتفاق جائز ہے، پس اسی طرح اگر خالد حامد سے دس روپیہ کا خرید کر دس روپیہ پر

مرابحہ کرنا چاہے تو جائز ہے یعنی دس روپیہ پر نفع لے کر بیچ سکتا ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو نفع عقدِ اول کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، یعنی جب خالد نے دس روپیہ کا تھان خرید کر پندرہ روپیہ میں حامد کو بیچا تو اس عقد کی وجہ سے خالد کو پانچ روپیہ کا نفع ہوا اور اس نفع کے حصول کا شبہ عقد ثانی سے بھی ثابت ہے یعنی جب خالد نے اسی تھان کو اپنے مشتری یعنی حامد سے دس روپیہ میں خرید لیا تو وہ پانچ روپیہ جو خالد کو نفع میں ملا ہے گویا عقد ثانی سے ثابت ہوا، کیوں کہ عقد ثانی سے پہلے اس کے ساقط ہونے کا امکان ہے اس طور پر کہ حامد اگر مبیع یعنی تھان کے کسی عیب پر مطلع ہو جائے اور خیارِ عیب کی وجہ سے تھان خالد کو واپس کر دے اور اپنے پندرہ روپیہ لے لے تو خالد کو جو پانچ روپیہ کا نفع حاصل ہو رہا تھا وہ ساقط ہو جائے گا لیکن جب خالد نے مذکورہ تھان حامد سے دس روپیہ کے عوض خرید لیا ہے تو پانچ روپیہ کا نفع خالد کے لیے مستحکم اور مؤکد ہو گیا پس پانچ روپیہ کا نفع حقیقۃً تو عقدِ اول سے حاصل ہوا ہے مگر چوں کہ عقد ثانی سے اس کا استحکام ہوا ہے اس لیے شبہۂ عقد ثانی سے بھی ثبوت ہوگا اور جب عقدِ ثانی سے شبہۂ اس نفع یعنی پانچ روپیہ کا حصول ہوا ہے تو یہ ایسا ہو گیا گویا کہ خالد نے حامد سے دس روپیہ کے عوض کپڑے کا ایک تھان اور پانچ روپیہ خریدے ہیں پس پانچ روپیہ کے مقابلہ میں تو پانچ روپیہ ہو گئے اور کپڑے کا تھان پانچ روپیہ کے عوض رہا اور جب کپڑے کا تھان پانچ روپیہ کے عوض رہا تو خالد نے پانچ روپیہ پر مرابحہ کر سکتا ہے، کیوں کہ دس روپیہ پر مرابحہ کرنے کی صورت میں خیانت کا شبہ ہوگا، حالاں کہ بیع مرابحہ کے اندر احتیاطاً شبہۂ خیانت، حقیقتِ خیانت کے مانند ہوتا ہے پس بیع مرابحہ میں جس طرح حقیقت خیانت سے احتراز ضروری ہے اسی طرح شبہۂ خیانت سے بھی احتراز ضروری ہے اسی احتیاط کی وجہ سے اگر کوئی چیز صلح کر کے لی گئی ہو تو اس کو مرابحۃً بیچنا جائز نہیں ہے، مثلاً شاکر کے قاسم پر دس روپیہ قرضہ ہیں پس قاسم نے ایک کپڑے کو دس روپیہ پر نفع لے کر بیچنا چاہے تو جائز نہیں ہے کیوں کہ صلح بالعموم دام گھٹا کر کی جاتی ہے پس اس میں یہ شبہ ہو گیا کہ کپڑا دس روپیہ کا نہ ہو بلکہ دس روپیہ سے کم کا ہو تو اس شبہ سے بچنے کے لیے اس کپڑے کو مرابحۃً بیچنا جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف جب درمیان میں تیسرا آدمی پڑ گیا ہو یعنی خالد نے حامد کو بیچا اور حامد نے کسی اور کو بیچا اور اس سے خالد نے خریدا تو اس صورت میں خالد کو جو پانچ روپیہ کا نفع ہوا ہے اس کا استحکام تیسرے آدمی کے خریدنے سے ہوا ہے، خالد کو یہ نفع شراءِ ثانی سے حاصل نہیں ہوا، پس جب اس نفع کا ثبوت شراءِ ثانی سے نہیں ہوا تو خیانت کا شبہ بھی منفی ہو گیا اور جب خیانت کا شبہ منفی ہو گیا تو خالد کپڑے کا تھان دس روپیہ پر مرابحہ کر کے فروخت کر سکتا ہے۔

رَابَحَ أَيْ جَازَ أَنْ يَبِيعَ مُرَابَحَةً لِغَيْرِهِ سَيِّدٌ شَرَى مِنْ مُكَاتَبِهِ أَوْ مَأْذُونِهِ وَلَوْ الْمُسْتَغْرِقِ دَيْنُهُ لِرَقَبَتِهِ فَاعْتِبَارُ هَذَا الْقَيْدِ لِتَحْقِيقِ الشِّرَاءِ فَغَيْرُ الْمَدْيُونِ بِالْأَوْلَى عَلَى مَا شَرَى الْمَأْذُونُ كَعَكْسِهِ نَفْيًا لِلتُّهْمَةِ وَكَذَا كُلُّ مَنْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ كَأَصْلِهِ وَفَرْعِهِ وَلَوْ بَيَّنَ ذَلِكَ رَابَحَ عَلَى شِرَاءِ نَفْسِهِ ابْنُ كَمَالٍ. وَلَوْ كَانَ مُضَارِبًا مَعَهُ عَشَرَةٌ بِالنِّصْفِ اشْتَرَى بِهَا ثَوْبًا وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِخَمْسَةَ عَشَرَ بَاعَ الثَّوْبَ مُرَابَحَةً رَبُّ الْمَالِ بِاثْنَيْ عَشَرَ وَنِصْفٍ لِأَنَّ نِصْفَ الرِّبْحِ مِلْكُهُ وَكَذَا عَكْسُهُ كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِهِ وَتَحْقِيقُهُ فِي النَّهْرِ يُرَابِحُ مَرِيدُهَا بِلَا بَيَانٍ أَيْ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ سَلِيمًا أَمَّا بَيَانُ نَفْسِ الْعَيْبِ فَوَاجِبٌ فَتَعَيَّبَ عِنْدَهُ بِالتَّعَيُّبِ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ

أَوْ بِصُنْعِ الْمَبِيعِ وَوَطِئَ الثَّيِّبَ وَلَمْ يُنْقِصْهَا الْوَطْءُ كَقَرْضِ فَأْرٍ وَحَرْقِ نَارٍ لِلثَّوْبِ الْمُشْتَرَى، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَزُفَرُ وَالثَّلَاثَةُ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ قَالَ أَبُو اللَّيْثِ: وَبِهِ نَأْخُذُ وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَ يَرْبَحُ بِبَيَانٍ بِالتَّعْيِيبِ وَلَوْ بِفِعْلِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَإِنْ لَمْ يَأْخُذْ الْأَرْشَ وَقَيْدُ أَخْذِهِ فِي الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهَا اتِّفَاقِيٌّ فَتْحٌ وَوَطِئَ الْبِكْرَ كَتَكَسُّرِهِ بِنَشْرِهِ وَطَيِّهِ لِصَيْرُورَةِ الْأَوْصَافِ مَقْصُودَةً بِالْإِتْلَافِ؛ وَلِذَا قَالَ وَلَمْ يُنْقِصْهَا الْوَطْءُ

ترجمه: مرابحہ کرنا یعنی دوسرے کے لیے بیع مرابحہ کرنا جائز ہے، اس مولیٰ کو جس نے اپنے مکاتب یا ماذون سے خریدا ہے، اگر چہ اس کا دین اس کی گردن کو مستغرق ہو، اس قید (استغراق دین) کا اعتبار شراء کی تحقیق کے لیے، لهذا غیر مدیون کا بدرجہ اول ماذون کے شراء پر جیسے اس کا الٹا (ماذون اگر اپنے مولیٰ سے خرید کرے مرابحۂ مولی کی خرید پر) تہمت دور کرنے کے لیے، یہی حکم ہر اس شخص کا ہے، جس کے حق میں، اس کی گواہی معتبر نہیں ہے، جیسے اس کے اصول وفروع اور اگر اس کو (اپنے غلام، مولیٰ، اصول یا فروع) بیان کردے، تو اپنی ذات کے لیے بیع پر نفع لے کر بیچے، جیسا کہ ابن کمال میں ہے، اور اگر بائع مضارب ہو، جس کے پاس حصے کے دس درہم ہیں، ان سے کپڑا خرید کر رب المال سے پندرہ درہم میں بیچ دیا، تو کپڑے کو صاحبِ مال کے مرابحہ ساڑھے بارہ درہم میں بیچا، اس لیے کہ آدھا نفع اس کی ملکیت ہے، ایسے ہی اس کا الٹا، جیسا کہ اس کے باب میں آرہا ہے اور اس کی تحقیق نہر میں ہے۔

بیع مرابحہ کرے نفع کا ارادہ رکھنے والا، بغیر بیان کے کہ اس نے مبیع کو صحیح خریدا ہے؛ لیکن اس کے پاس آسمانی آفت یا مبیع کے فعل سے عیب دار ہوگیا، بہر حال عیب کا بیان کرنا ضروری ہے اور ثیبہ سے وطی جب کہ اس میں کوئی عیب نہ ہوگیا ہو، جیسے چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے ہوئے کپڑے کو، امام ابو یوسفؒ، زفرؒ اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ اس کا (بلا سبب عیب دار ہوا ہے) بیان کرنا ضروری ہے، ابو اللیث نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں، ابن کمال نے اسی کو راجح کہا ہے اور مصنف نے اسی کو ثابت رکھا ہے۔

اور نفع لے کر بیچے، عیب دار کردینے کو ظاہر کر کے، اگر دوسرے کے تصرف سے ہو حکم مالک کے بغیر، اگر چہ مالک نے دیت نہ لی ہو اور دیت لینے کی قید ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے، باکرہ سے وطی کو بیان کر کے بیچے، جیسے (کپڑے کا) پھٹنا پھیلانے یا سمیٹنے کی وجہ سے، اتلاف کی بنیاد پر اوصاف مقصود ہونے کی وجہ سے اسی لیے کہا اور اس کو وطی ناقص نہیں کرتی ہے۔

اپنے ماذون سے خرید کر بیع کرنا

رابح ای جاز ان یبیع الخ: آقا نے اپنے ماذون غلام سے مال خریدنے کے بعد کسی اور سے بیع مرابحہ کرنا چاہے، تو اس بیع کو منافع لے کر بیچ سکتا ہے۔

مال خریدنے کے بعد عیب دار ہوجائے

مریدها بیان الخ: بیع مرابحہ کرنے والے کے لیے یہ ہدایت ہے کہ مال صحیح سلامت خریدا تھا، بعد میں از خود آسمانی آفت سے مبیع عیب دار ہوگئی اور ایسی عیب دار ہوئی کہ ثمن میں کوئی خاص فرق پڑتا نہیں، تو بیع مرابحہ کے وقت اس عیب کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر ایسی عیب دار ہوگئی ہے یا کسی کے تصرف سے مبیع عیب دار ہوجائے کہ جس سے ثمن میں فرق پڑ جائے یا وصف مرغوب ہی ختم ہوجائے، تو اب بیع مرابحہ کے وقت اس عیب کا ظاہر کرنا ضروری ہے، جیسے باندی خریدی وہ ثیبہ ہے اس سے وطی کرلی اور اس کی ذات میں کوئی

نقصان نہیں ہوا، تو اس کو بیع مرابحہ کے وقت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر باندی باکرہ ہے، اس سے وطی کی اب اگر بیع مرابحہ کرنا چاہے، تو اس کا بیان کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ بکارت وصف مرغوب ہے، تاکہ وہ دھوکہ باز نہ سمجھا جائے جو حدیث شریف کی بنیاد پر ممنوع ہے "لئلا یکون غاشا له و فی الحدیث من غشنا فلیس منا و فی الخلاصة قبیل الصرف رجل یبیع سلعة معیبة و هو یعلم یجب ان یبنیها" (طحاوی علی الدر ۳/۹۷) و الاحسن الجواب بان ذالک مجرد وصف لا یقابله شیٔ من الثمن بخلاف الفائت بعور الجاریة و قرص الفأرة و نحوه فانه جزء من المبیع۔

اشْتَرَاهُ بِأَلْفٍ نَسِيئَةً وَبَاعَ بِرِبْحِ مِائَةٍ بِلَا بَيَانٍ خُيِّرَ الْمُشْتَرِي فَإِنْ تَلِفَ الْمَبِيعُ بِتَعَيُّبٍ أَوْ تَعَيَّبَ فَعَلِمَ بِالْأَجَلِ لَزِمَهُ كُلُّ الثَّمَنِ حَالًّا

ترجمہ: مبیع ہزار درہم کے عوض ادھار خریدی اور بغیر بیان کے سو درہم کے عوض بیچ دی، تو مشتری کو اختیار ہے، تو اگر مبیع ضائع ہو جائے، عیب دار ہونے یا عیب دار کرنے سے، پھر مشتری کو ادھار کا علم ہوا، تو مشتری کو فوراً پورا ثمن دینا لازم ہوگا۔

ادھار خرید کر بیع مرابحہ کرنا

اشتراہ بالف نسیئة الخ: ادھار خرید کر، بلا بیان کے بیع مرابحہ کر لی، تو اب مشتری کو مبیع لینے اور نہ لینے میں اختیار ہے؛ لیکن اگر مبیع ضائع ہو جائے تو مشتری کا اختیار ختم ہو جائے گا۔

وَكَذَا حُكْمُ التَّوْلِيَةِ فِي جَمِيعِ مَا مَرَّ وَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى الرُّجُوعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَ الْحَالِّ وَالْمُؤَجَّلِ بَحْرٌ وَمُصَنِّفٌ

ترجمہ: یہی حکم تولیہ کا ہے، مذکورہ تمام مسائل میں، ابوجعفر نے کہا کہ فتویٰ کے لیے پسندیدہ یہ ہے کہ، اس زیادتی کو پھیر لے جو ثمن حال اور موجل کے درمیان ہے، جیسا کہ بحر اور شرح مصنف میں ہے۔

تولیہ کا حکم

و کذا حکم التولیه الخ: عیب دار ہونے یا عیب دار کرنے کے سلسلے میں جو حکم مرابحہ کا ہے وہی حکم تولیہ کا ہے۔

وَلَّى رَجُلًا شَيْئًا أَيْ بَاعَهُ تَوْلِيَةً بِمَا قَامَ عَلَيْهِ أَوْ بِمَا اشْتَرَاهُ بِهِ وَلَمْ يَعْلَمِ الْمُشْتَرِي بِكَمْ قَامَ عَلَيْهِ فَسَدَ الْبَيْعُ لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ وَكَذَا حُكْمُ الْمُرَابَحَةِ وَخُيِّرَ الْمُشْتَرِي بَيْنَ أَخْذِهِ وَتَرْكِهِ لَوْ عَلِمَ فِي مَجْلِسِهِ وَإِلَّا بَطَلَ.

ترجمہ: کسی شخص نے کسی سے تولیہ کیا یعنی بیع تولیہ کیا، جتنا اس پر پڑا ہے یا جس ثمن میں خریدا ہے، اس کے عوض، حالاں کہ مشتری کو یہ نہیں معلوم کہ کتنا پڑا ہے، تو بیع فاسد ہے جہالت ثمن کی وجہ سے اور یہی حکم تولیہ کا ہے اور مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا، اگر اس کو مجلس میں جان لے، ورنہ باطل ہے۔

جہالت ثمن کے ساتھ بیع تولیہ کرنا

ولی رجلا شیئاً الخ: کسی شخص نے بیع تولیہ کیا اور اس نے مشتری کو ثمن اول نہیں بتایا، تو جہالت ثمن کی وجہ سے بیع کی یہ صورت فاسد ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا رَدَّ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ هُوَ مَا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَبِهِ أَفْتَى بَعْضُهُمْ مُطْلَقًا كَمَا فِي الْقُنْيَةِ ثُمَّ رَقَمَ وَقَالَ وَيُفْتَى بِالرَّدِّ رِفْقًا بِالنَّاسِ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ رِوَايَاتِ

الْمُضَارَبَةِ وَبِهِ يُفْتَى ثُمَّ رَقَمَ وَقَالَ إِنْ غَرَّهُ أَيْ غَرَّ الْمُشْتَرِي الْبَائِعَ أَوْ بِالْعَكْسِ أَوْ غَرَّهُ الدَّلَّالُ فَلَهُ الرَّدُّ وَإِلَّا لَا وَبِهِ أَفْتَى صَدْرُ الْإِسْلَامِ وَغَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ وَتَصَرُّفُهُ فِي بَعْضِ الْمَبِيعِ قَبْلَ عِلْمِهِ بِالْغَبْنِ غَيْرُ مَانِعٍ مِنْهُ فَيَرُدُّ مِثْلَ مَا أَتْلَفَهُ وَيَرْجِعُ بِكُلِّ الثَّمَنِ عَلَى الصَّوَابِ اهـ مُلَخَّصًا بَقِيَ مَا لَوْ كَانَ قِيَمِيًّا لَمْ أَرَهُ قُلْتُ: وَبِالْأَخِيرِ جَزَمَ الْإِمَامُ عَلَاءُ الدِّينِ السَّمَرْقَنْدِيُّ فِي تُحْفَةِ الْفُقَهَاءِ وَصَحَّحَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَغَيْرُهُ وَفِي كَفَالَةِ الْأَشْبَاهِ عَنْ بُيُوعِ الْخَانِيَّةِ مِنْ فَصْلِ الْغُرُورِ: الْغُرُورُ لَا يُوجِبُ الرُّجُوعَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مِنْهَا: هٰذِهِ، وَضَابِطُهَا أَنْ يَكُونَ فِي عَقْدٍ يَرْجِعُ نَفْعُهُ إِلَى الدَّافِعِ كَوَدِيعَةٍ وَإِجَارَةٍ، فَلَوْ هَلَكَا ثُمَّ اُسْتُحِقَّا رَجَعَ عَلَى الدَّافِعِ بِمَا ضَمِنَهُ وَلَا رُجُوعَ فِي عَارِيَةٍ وَهِبَةٍ لِكَوْنِ الْقَبْضِ لِنَفْسِهِ.

ترجمه: جان لو کہ غبنِ فاحش کی وجہ سے واپس نہ ہوگی، (غبن فاحش) وہ ہے جو قیمت لگانے والوں کے اندازے میں نہ آسکے، ظاہری روایت کے مطابق اور بعض نے مطلقاً اسی پر فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، پھر لکھتے ہوئے کہا کہ واپس کرنے کا فتویٰ دیا جائے، لوگوں پر آسانی کے لیے، اسی پر مضاربت کی اکثر روایتیں ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے، پھر لکھتے ہوئے کہا کہ اس کو اس نے دھوکہ دیا یعنی مشتری نے بائع کو دھوکہ دیا یا بائع نے مشتری کو یا دلال نے دھوکہ دیا، تو اس کو واپس کرنے کا حق ہے، ورنہ نہیں، صدرالاسلام وغیرہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، پھر کہا کہ مشتری کا بعض مبیع میں تصرف کرنا، غبن کی معلومات سے پہلے، واپسی کے لیے مانع نہیں ہے، چناں چہ مشتری، تلف شدہ شئ کا مثل پورے ثمن کے عوض میں واپس کردے، قولِ صواب کے مطابق، قنیہ کی بات ختم ہوئی مختصراً، باقی رہ گیا کہ مبیع قیمی ہو، تو میں نے اس مسئلے کی صراحت نہیں دیکھی ہے، میں کہتا ہوں کہ قولِ اخیر پر امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اعتماد کیا ہے اور زیلعی وغیرہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔۔۔۔۔ اور اشباہ کی کتاب الکفالہ میں، خانیہ کی کتاب البیوع فصل الغرور کے حوالے سے منقول ہے کہ دھوکہ سے واپسی لازم نہیں ہوتا ہے، مگر تین مسئلوں میں، ان میں سے ایک یہ ہے، قاعدہ اس کا یہ ہے کہ غرر ایسے عقد میں ہو جس میں نفع دافع کی طرف لوٹتا ہے، جیسے ودیعت اور اجارہ، اگر دونوں ہلاک ہوجائیں، پھر اجنبی مستحق نکلیں، تو دافع سے واپس لے لے جس قدر اس نے تاوان دیا ہے، ہبہ اور عاریت میں رجوع نہیں ہے، اپنی ذات کے لیے قبضہ ہونے کی وجہ سے۔

غبن کی تعریف

ھو مالایدخل الخ: غبن فاحش وہ قیمت ہے، جو قیمت لگانے والوں کے اندازے سے باہر ہو، جیسے کوئی چیز دس روپے میں خریدی؛ لیکن اس کی قیمت سات آٹھ روپے لگائی جاتی ہے، کوئی بھی تاجر اس کی قیمت دس روپے نہیں لگاتا، تو یہ غبن فاحش ہے؛ لیکن اگر کچھ لوگ اس کی قیمت آٹھ روپے لگاتے ہیں اور کچھ لوگ دس روپے بھی لگاتے ہیں، تو یہ غبن یسیر ہے۔

غبن کی وجہ سے رد

واعلم انه لا رد الخ: ظاہر روایت کے مطابق، بیچنے والے نے صراحتاً دھوکہ نہ دیا ہو اور ثمن کے بارے میں جھوٹ نہ کہا ہو، تو مشتری کو، اس معاملے کو رد کرنے کا حق نہ ہوگا؛ البتہ اگر بائع، مشتری یا دلال نے جھوٹ بول کر معاملہ طے کیا ہے، تو رد کرنے کا اختیار ہوگا، اور اگر قیمت کے بارے میں جھوٹ تو نہ بولا ہو؛ مگر غلط باور

کرا کر زیادہ قیمت میں فروخت یا کم قیمت میں خریدا ہو، تو اس معاملے کو رد کرنے کا حق نہ ہوگا؛ البتہ حضرات احناف کے یہاں ایک روایت کے مطابق، اس صورت میں بھی، معاملہ ختم کرنے کا اختیار رہتا ہے، اس قول پر حضرت علامہ شامی نے شاندار نوٹ لکھا ہے اور اپنے پرکشش انداز میں، اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جن لوگوں نے مطلقا خیار غبن کا فتوی دیا ہے وہ لوگ خود دھوکہ میں ہیں۔ "فمن افتى فى زماننا بالرد مطلقا فقد اخطأ خطأ فاحشا لما علمت من ان التفصيل هو المصحح المفتى به" (ردالمحتار ۷/ ۳۶۲) احناف کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اگر جان بوجھ کر دھوکہ دے، تو مغبون کو، غبن فاحش میں واپسی کا اختیار ہوگا، جیسے مرابحہ میں خیانت کی صورت میں مشتری کو مبیع واپس کرنے کا حق ہے۔ "نقل فى الفتح ان الامام علاء الدين سمرقندى ذكر فى تحفة الفقهاء ان اصحابنا يقولون فى المغبون انه لا يرد لكن هذا فى مغبون لا يغر اما فى مغبون غير يكون له حق الرد استدلالا بمسئلة المرابحة اى بمسئلة ما اذا خان فى المرابحة فان ذلك تغرير يثبت به الرد" (ردالمحتار ۷/ ۳۶۳) فان إطلع المشترى على خيانة فى المرابحة فهو بالخيار عند ابى حنيفة رحمه الله ان شاء اخذه بجميع الثمن و ان شاء تركه (الہدایہ ۳/ ۷۲)

الثَّانِيَةُ: أَنْ يَكُونَ فِي ضِمْنِ عَقْدِ مُعَاوَضَةٍ كَبَايِعُوا عَبْدِي أَوْ ابْنِي فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ ثُمَّ ظَهَرَ حُرًّا أَوْ ابْنَ الْغَيْرِ رَجَعُوا عَلَيْهِ لِلْغُرُورِ وَإِنْ كَانَ الْأَبُ حُرًّا وَإِلَّا فَبَعْدَ الْعِتْقِ وَهَذَا إِنْ أَضَافَهُ إِلَيْهِ وَأَمَرَ بِمُبَايَعَتِهِ وَمِنْهُ لَوْ بَنَى الْمُشْتَرِي أَوْ اسْتَوْلَدَ ثُمَّ اسْتُحِقَّا رَجَعَ عَلَى الْبَائِعِ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ وَالْوَلَدِ وَمِنْهُ مَا يَأْتِي فِي بَابِ الِاسْتِحْقَاقِ اشْتَرِنِي فَأَنَا عَبْدٌ بِخِلَافِ ارْتَهِنِّي. الثَّالِثَةُ: إِذَا كَانَ الْغُرُورُ بِالشُّرُوطِ كَمَا لَوْ زَوَّجَهُ امْرَأَةً عَلَى أَنَّهَا حُرَّةٌ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ رَجَعَ عَلَى الْمُخْبِرِ بِقِيمَةِ الْوَلَدِ الْمُسْتَحَقِّ وَسَيَجِيءُ آخِرَ الدَّعْوَى.

ترجمہ: دوسرا یہ کہ دھوکہ عقد معاوضہ کے ضمن میں ہو جیسے کسی نے لوگوں سے کہا کہ میں نے غلام یا میرے لڑکے سے بیع کرو، اس لیے کہ میں نے ان کو اجازت دی ہے، پھر ظاہر ہوا کہ آزاد ہے یا دوسرے کا لڑکا ہے، تو یہ لوگ اس کہنے والے سے واپس لیں گے دھوکہ ہونے کی وجہ سے، اگر باپ آزاد ہو ورنہ آزادی کے بعد اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہنے والے نے ماذون کو اپنی طرف منسوب کیا ہو یا ماذون سے بیع کرنے کا حکم دیا ہو اور عقد معاوضہ میں سے یہ ہے کہ اگر مشتری نے عمارت بنوائی یا باندی کو ام ولد بنایا، پھر دونوں غیر کی مستحق نکلیں تو بائع سے عمارت اور بچے کی قیمت واپس لے لے، بیع معاوضہ میں سے وہ ہے، جو باب الاستحقاق میں آئے گا کہ مجھ کو خرید لیجیے میں غلام ہوں (برخلاف) مجھ کو رہن رکھ لیجیے کے ------- تیسرا یہ کہ جب دھوکہ شرط کی وجہ سے ہو، جیسے کسی نے اس شرط پر عورت کا نکاح کرا دیا کہ وہ آزاد ہے، پھر دوسرے کی باندی نکلی، تو ناکح مخبر سے ولد مستحق کی قیمت لے لے اور عن قریب کتاب الدعوی کے اخیر میں آرہا ہے۔

فَرْعٌ: هَلْ يَنْتَقِلُ الرَّدُّ بِالتَّغْرِيرِ إِلَى الْوَارِثِ اسْتَظْهَرَ الْمُصَنِّفُ لَا لِتَصْرِيحِهِمْ بِأَنَّ الْحُقُوقَ الْمُجَرَّدَةَ لَا تُورَثُ. قُلْتُ: وَفِي حَاشِيَةِ الْأَشْبَاهِ لِابْنِ الْمُصَنِّفِ وَبِهِ أَفْتَى شَيْخُنَا الْعَلَّامَةُ عَلِيٌّ الْمَقْدِسِيُّ مُفْتِي مِصْرَ. قُلْتُ: وَقَدَّمْنَاهُ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ مَعْزِيًّا لِلدُّرَرِ لَكِنْ ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ فِي

شَرْحِ مَنْظُومَتِهِ الْفِقْهِيَّةِ مَا يُخَالِفُهُ وَمَالَ إِلَى أَنَّهُ يُورَثُ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَنَقَلَهُ عَنْهُ ابْنُهُ فِي كِتَابِهِ مَعُونَةُ الْمُفْتِي فِي كِتَابِ الْفَرَائِضِ وَأَيَّدَهُ بِمَا فِي بَحْثِ الْقَوْلِ فِي الْمِلْكِ مِنَ الْأَشْبَاهِ قُبَيْلَ التَّاسِعَةِ أَنَّ الْوَارِثَ يَرُدُّ بِالْعَيْبِ وَيَصِيرُ مَغْرُورًا بِخِلَافِ الْوَصِيِّ فَتَأَمَّلْ، وَقَدَّمْنَا عَنْ الْخَانِيَةِ أَنَّهُ مَتَى عَايَنَ مَا يُعْرَفُ بِالْعِيَانِ انْتَفَى الْغَرَرُ فَتَدَبَّرْ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمه: کیا دھوکہ کی بنیاد پر رد وارث کی طرف منتقل ہوتا ہے، مصنف نے (اپنی شرح میں) نہیں ظاہر کیا ہے، واضح ہونے کی وجہ سے کہ حقوقِ مجردہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے فتویٰ دیا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کو ہم خیار شرط میں پہلے درر کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن مصنف نے ''منظومة الفقهية'' میں جو ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے، اور مصنف درر کے حوالے سے اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ خیار عیب کی طرح وارث ہوگا، مصنف کے لڑکے نے اپنے والد سے اپنی کتاب ''معونة المفتی'' کی کتاب الفرائض میں نقل کیا ہے اور اشباہ سے ملک کے سلسلے میں قول کی بحث میں اس کی تائید کی ہے، جو قاعدۂ تاسعہ سے پہلے واقع ہے کہ وارث عیب کی وجہ سے واپس کرے گا اور وہ مغرور ہوگا بخلاف وصی کے، اس لیے غور کر لیجیے، ہم نے خانیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جب اس نے دیکھ کر معلوم کرنے والی چیز کو دیکھ لیا، تو دھوکہ ختم ہوگیا، غور کر لیجیے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ردکا انتقال

هل ينتقل الرد الخ: یہاں تو حضرت شارح علام نے کئی اقوال نقل کیے ہیں؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ رد حق مجرد ہے، جس میں وراثت نہیں چلتی ہے۔ ''و قدمنا هناک ترجيح ما بحث المصنف من انه لا يورث'' (ردالمحتار ۷/۳۶۸) ''و اما خيار العيب فلا يثبت فيه حق الرد للوارث اى باعتبار الخيار بل باعتبار ان الوارث ملكه سليماً اى مستحق السلامة فاذا ظهر فيه على عيب رده و ليس ذلک بطريق الارث'' (طحطاوی علی الدر ۳/۹۹)

فَصْلٌ فِي التَّصَرُّفِ فِي الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالزِّيَادَةِ وَالْحَطِّ فِيهِمَا وَتَأْجِيلِ الدُّيُونِ صَحَّ بَيْعُ عَقَارٍ لَا يُخْشَى هَلَاكُهُ قَبْلَ قَبْضِهِ مِنْ بَائِعِهِ لِعَدَمِ الْغَرَرِ لِنُدْرَةِ هَلَاكِ الْعَقَارِ، حَتَّى لَوْ كَانَ عُلْوًا أَوْ عَلَى شَطِّ نَهْرٍ وَنَحْوِهِ كَانَ كَمَنْقُولٍ فَلَا يَصِحُّ اتِّفَاقًا كَكِتَابَةٍ وَإِجَارَةٍ وَ بَيْعِ مَنْقُولٍ قَبْلَ قَبْضِهِ وَلَوْ مِنْ بَائِعِهِ كَمَا سَيَجِيءُ بِخِلَافِ عِتْقِهِ وَتَدْبِيرِهِ وَ هِبَتِهِ وَالتَّصَدُّقِ بِهِ وَإِقْرَاضِهِ وَرَهْنِهِ وَإِعَارَتِهِ مِنْ غَيْرِ بَائِعِهِ فَإِنَّهُ صَحِيحٌ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ عِوَضٍ مُلِكَ بِعَقْدٍ يَنْفَسِخُ بِهَلَاكِهِ قَبْلَ قَبْضِهِ فَالتَّصَرُّفُ فِيهِ غَيْرُ جَائِزٍ وَمَا لَا فَجَائِزٌ عَيْنِيٌّ

ترجمه: یہ فصل مبیع اور ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنے، ان دونوں میں کمی زیادتی کرنے اور دیون کی مدت مقرر کرنے کے بیان میں ہے۔ صحیح ہے عقار کی بیع، جس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو، بائع سے لے کر قبضہ کرنے سے پہلے، دھوکہ نہ ہونے اور عقار کی ہلاکت کم ہونے کی وجہ سے، یہاں تک کہ اگر اوپر ہو یا نہر کے کنارے ہو یا اس کے مانند ہو، تو وہ منقول کے حکم میں ہے، لہٰذا مکاتب، (زمین کا) اجارہ اور منقول کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے صحیح نہیں ہے؛ اگرچہ اس کے بائع سے ہو، جیسا کہ آ رہا ہے، برخلاف غلام کو آزاد کرنے اور مکاتب بنانے کے بائع کے علاوہ، کسی کو ہبہ کرنا، صدقہ میں دینا، قرض

دینا، رہن میں رکھنا اور عاریت میں دینا، یہ امام محمد کے قول پر صحیح ہے، یہی اصح ہے، قاعدہ ہے کہ ہر وہ عوض، جو مملوک ہو، ایسے عقد کے ذریعے سے کہ قبضہ کرنے سے پہلے، اس کی ہلاکت سے، فاسد ہو جائے، تو تصرف اس میں جائز نہیں ہے اور جس میں ایسا نہ ہو، تو جائز ہے، جیسا کہ عینی میں ہے۔

قبل القبضہ تصرف

صح بیع عقار الخ: جائداد ایسی جگہ واقع ہے، جہاں ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، ایسی جائداد خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتے ہیں، اس لیے کہ ارکان بیع، اہل سے صادر ہو کر محل میں واقع ہوئے اور غیر منقول چیز کی بیع میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہے، تو بیع کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، لہذا غیر منقول جائداد کی بیع قبل القبض صحیح ہے۔

وَ الْمَنقُولُ لَوْ وَهَبَهُ مِنَ الْبَائِعِ قَبْلَ قَبْضِهِ فَقَبِلَهُ الْبَائِعُ انْتَقَضَ الْبَيْعُ وَلَوْ بَاعَهُ مِنْهُ قَبْلَهُ لَمْ يَصِحَّ هَذَا الْبَيْعُ وَلَمْ يَنْتَقِضْ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ؛ لِأَنَّ الْهِبَةَ مَجَازٌ عَنِ الْإِقَالَةِ بِخِلَافِ بَيْعِهِ قَبْلَهُ فَإِنَّهُ بَاطِلٌ مُطْلَقًا جَوْهَرَةٌ. قُلْتُ: وَفِي الْمَوَاهِبِ وَفَسَدَ بَيْعُ الْمَنْقُولِ قَبْلَ قَبْضِهِ انْتَهَى وَنَفْيُ الصِّحَّةِ يَحْتَمِلُهُمَا فَتَدَبَّرْ

ترجمہ: منقول پر قبضہ کرنے سے پہلے اگر بائع کو ہبہ کر دیا اور بائع نے اس پر قبضہ کر لیا، تو بیع ختم ہو جائے گی اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ بیچ دیا، تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اور پہلی بیع ختم نہ ہوگی، اس لیے ہبہ اقالہ کا مجاز ہے، بخلاف قبضہ سے پہلے بیع کے، اس لیے کہ یہ مطلقاً باطل ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، میں کہتا ہوں "مواہب" میں ہے کہ قبضہ سے پہلے منقول کی بیع فاسد ہے، بات ختم ہوئی نفی صحت دونوں کو مشتمل ہے، لہذا غور کر لیں۔

قبل القبضہ منقول کی بیع

و المنقول لو وهبه الخ: منقول پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو ہبہ کر دیتا ہے، تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے؛ لیکن اگر منقول پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ بیچتا ہے، تو یہ بیع فاسد ہے۔ "يحتمل البطلان و الفساد و الظاهر الثاني لان الفساد الغرر كما مر مع وجود ركنيى البيع۔ و كثير اما يطلق الباطل على الفاسد" (ردالمحتار ۷/۳۷۱)

اشْتَرَى مَكِيلًا بِشَرْطِ الْكَيْلِ حَرُمَ أَيْ كُرِهَ تَحْرِيمًا بَيْعُهُ وَأَكْلُهُ حَتَّى يَكِيلَهُ وَقَدْ صَرَّحُوا بِفَسَادِهِ وَبِأَنَّهُ لَا يُقَالُ لِآكِلِهِ إِنَّهُ أَكَلَ حَرَامًا لِعَدَمِ التَّلَازُمِ كَمَا بَسَطَهُ الْكَمَالُ لِكَوْنِهِ أَكَلَ مِلْكَهُ وَمِثْلُهُ الْمَوْزُونُ وَالْمَعْدُودُ بِشَرْطِ الْوَزْنِ وَالْعَدِّ لِاحْتِمَالِ الزِّيَادَةِ، وَهِيَ لِلْبَائِعِ بِخِلَافِهِ مُجَازَفَةً؛ لِأَنَّ الْكُلَّ لِلْمُشْتَرِي وَقَيَّدَ بِقَوْلِهِ غَيْرَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ لِجَوَازِ التَّصَرُّفِ فِيهِمَا بَعْدَ الْقَبْضِ قَبْلَ الْوَزْنِ كَبَيْعِ التَّعَاطِي فَإِنَّهُ لَا يَحْتَاجُ فِي الْمَوْزُونَاتِ إِلَى وَزْنِ الْمُشْتَرِي ثَانِيًا؛ لِأَنَّهُ صَارَ بَيْعًا بِالْقَبْضِ بَعْدَ الْوَزْنِ قُنْيَةٌ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى خُلَاصَةٌ وَكَفَى كَيْلُهُ مِنَ الْبَائِعِ بِحَضْرَتِهِ أَيْ الْمُشْتَرِي بَعْدَ الْبَيْعِ لَا قَبْلَهُ أَصْلًا أَوْ بَعْدَهُ بِغَيْبَتِهِ فَلَوْ كِيلَ بِحَضْرَةِ رَجُلٍ فَشَرَاهُ فَبَاعَهُ قَبْلَ كَيْلِهِ لَمْ يَجُزْ وَإِنْ اكْتَالَهُ الثَّانِي لِعَدَمِ كَيْلِ الْأَوَّلِ فَلَمْ يَكُنْ قَابِضًا فَتْحٌ

ترجمہ: مکیلی چیز خریدی، کیل کی شرط کے ساتھ، تو حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے اس کا بیچنا اور کھانا، یہاں تک کہ اس کو ناپ لے اور علماء نے، اس کے فساد ہونے کی تصریح کی ہے نیز اس کے کھانے والے کو حرام خور نہ کہا جائے گا فساد حرام کو لازم نہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ کمال نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کے اپنے مملوک میں سے کھانے کی وجہ سے مکیل کی طرح موزون اور معدود ہے، وزن اور عدد کی شرط کے ساتھ زیادتی کے احتمال کی وجہ سے، حالاں کہ وہ بائع کا حق ہے، بخلاف اٹکل کی بیع کے، اس لیے کہ سب مشتری کے ہیں، مصنف نے غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی ہے، ان دونوں میں تصرف جائز ہونے کی وجہ سے، قبضہ کے بعد وزن سے پہلے، جیسے بیع تعاطی، اس میں مشتری دوبارہ موزونات کے دوبارہ وزن کرنے کا محتاج نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ وزن کے بعد قبضہ کرنے سے ہی بیع ہوئی ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے — کافی ہے بائع کا ناپنا، مشتری کے سامنے بیع کے بعد، بیع سے پہلے بالکل نہیں اور اس کے بعد مشتری کی غیر موجودگی میں، چناں چہ اگر اجنبی کے سامنے ناپنا، پھر مشتری نے اس کو خرید کرنا پنے سے پہلے، اس کو بیچ دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر مشتری ثانی نے اس کو ناپنا، پہلے کے نہ ناپنے کی وجہ سے، تو وہ قابض نہ ہوگا۔

کیل کی شرط کے ساتھ بیع

اشتری مکیلا بشرط الکیل الخ: کسی شخص نے مکیلی چیز کیل کی شرط کے ساتھ خریدی؛ تو جب تک کیل نہ کرلے مشتری کے لیے، اس کا بیچنا ممنوع ہے اگر بیچ دے، تو یہ بیع فاسد ہوگی۔

وَلَوْ كَانَ الْمَكِيلُ أَوْ الْمَوْزُونُ ثَمَنًا جَازَ التَّصَرُّفُ فِيهِ قَبْلَ كَيْلِهِ وَوَزْنِهِ لِجَوَازِهِ قَبْلَ الْقَبْضِ فَقَبْلَ الْكَيْلِ أَوْلَى. لَا يَحْرُمُ الْمَذْرُوعُ قَبْلَ ذَرْعِهِ وَإِنْ اشْتَرَاهُ بِشَرْطِهِ إلَّا إذَا أَفْرَدَ لِكُلِّ ذِرَاعٍ ثَمَنًا فَهُوَ فِي حُرْمَةِ مَا ذُكِرَ كَمَوْزُونٍ وَالْأَصْلُ مَا مَرَّ مِرَارًا أَنَّ الذَّرْعَ وَصْفٌ لَا قَدْرٌ فَيَكُونُ كُلُّهُ لِلْمُشْتَرِي إلَّا إذَا كَانَ مَقْصُودًا وَاسْتَثْنَى ابْنُ الْكَمَالِ مِنْ الْمَوْزُونِ مَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ؛ لِأَنَّ الْوَزْنَ حِينَئِذٍ فِيهِ وَصْفٌ

ترجمہ: اور اگر مکیل و موزون ثمن ہو، تو ناپنے اور وزن کرنے سے پہلے اس میں تصرف جائز ہے، قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہونے کی وجہ سے، تو کیل سے پہلے بدرجۂ اولی، حرام نہیں ہے مذروع کی بیع، پیائش سے پہلے، اگر چہ پیائش کی شرط کے ساتھ خریدا ہو؛ مگر یہ کہ جب ہر "گز" کا الگ الگ ثمن متعین کیا ہو، تو وہ حرمت میں موزون کی طرح ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا، قاعدہ یہ ہے، جو چند بار گذر چکا کہ "ذرع" وصف ہے نہ کہ مقدار، لہٰذا سب مشتری کا ہے، الا یہ کہ جب مقصود ہو، اور ابن کمال نے اس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے، جس کا ٹکڑا کرنا مضر ہو، اس لیے کہ وزن اس وقت وصف مقصود ہو گیا۔

مکیل کا ثمن ہونا

ولو کان المکیل او الموزون الخ: جس چیز کو ثمن ٹھہرایا ہے وہ مکیلی ہے، تو اب تصرف کے لیے، اس کا ناپنا لازم نہیں؛ بل کہ اگر ناپنے سے پہلے، اس ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ثمن میں، تو قبل القبضہ تصرف جائز ہے، تو قبل الکیل بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

وَجَازَ التَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ بِهِبَةٍ أَوْ بَيْعٍ أَوْ غَيْرِهِمَا لَوْ عَيْنًا أَيْ مُشَارًا إلَيْهِ وَلَوْ دَيْنًا فَالتَّصَرُّفُ فِيهِ تَمْلِيكٌ مِمَّنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ وَلَوْ بِعِوَضٍ وَلَا يَجُوزُ مِنْ غَيْرِهِ ابْنُ مَالِكٍ قَبْلَ قَبْضِهِ سَوَاءٌ تَعَيَّنَ

بِالتَّعْيِينِ كَمَكِيلٍ أَوْ لَا كَنُقُودٍ فَلَوْ بَاعَ إِبِلًا بِدَرَاهِمَ أَوْ بِكُرِّ بُرٍّ جَازَ أَخْذُ بَدَلِهِمَا شَيْئًا آخَرَ وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ دَيْنٍ قَبْلَ قَبْضِهِ كَمَهْرٍ وَأُجْرَةٍ وَضَمَانِ مُتْلَفٍ وَبَدَلِ خُلْعٍ وَعِتْقٍ بِمَالٍ وَمَوْرُوثٍ وَمُوصًى بِهِ. وَالْحَاصِلُ: جَوَازُ التَّصَرُّفِ فِي الْأَثْمَانِ وَالدُّيُونِ كُلِّهَا قَبْلَ قَبْضِهَا عَيْنِيٌّ سِوَى صَرْفٍ وَسَلَمٍ فَلَا يَجُوزُ أَخْذُ خِلَافِ جِنْسِهِ لِفَوَاتِ شَرْطِهِ

ترجمہ: ہبہ، بیع یا ان دونوں کے علاوہ ذرائع سے حاصل ہونے والے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے؛ اگر عین ہو یعنی اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہو اور اگر دین ہو، تو تصرف اس میں مدیون کی تملیک کا ہے، بشرطیکہ عوض ہو اور غیر مدیون سے جائز نہیں ہے، جیسا کہ ابن ملک میں ہے، قبضہ کرنے سے پہلے، خواہ متعین کرنے سے متعین ہو جائے، جیسے مکیلی یا (متعین کرنے سے متعین) نہ ہو جیسے نقود، تو اگر اونٹ کو دراہم یا ایک کر گیہوں کے عوض بیچا، تو ان دونوں کے بدلے دوسری چیز لینا جائز ہے، یہی حکم تمام دین میں قبضہ کرنے سے پہلے ہے، جیسے مہر، اجرت، تلف کا ضمان، بدل خلع، عتق بمال، وارثین اور وصیت کی چیز، خلاصہ یہ کہ ہر طرح کے اثمان اور دیون میں، قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہے، جیسا کہ عینی میں ہے، صرف اور سلم کے علاوہ، ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں ہے، شرط فوت ہو جانے کی وجہ سے۔

ثمن میں تصرف

و جاز التصرف فی الثمن الخ: ثمن اگر موجود ہے، تو اس میں قبضہ کرنے سے پہلے بھی تصرف کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر ثمن موجود نہیں ہے، مدیون پہ قرض کی شکل میں ہے، تو وہ مدیون اس میں تصرف کرسکتا ہے، اس لیے کہ وہ ثمن تو اسی کے پاس ہے، مدیون کے علاوہ کوئی دوسرا تصرف نہیں کرسکتا، اس حکم سے بیع صرف اور سلم کا ثمن مستثنیٰ ہے، اس لیے کہ ان دونوں معاملات میں، متعاقدین کے جدا ہونے سے پہلے ہی، مجلس کے اندر ثمن میں قبضہ کرنا شرط ہے "وھو القبض فی بدلیی الصرف ورأس مال السلم قبل الافتراق" (ردالمحتار ۷/ ۳۷۸)

وَصَحَّ الزِّيَادَةُ فِيهِ وَلَوْ مِنْ غَيْرِ جِنْسِهِ فِي الْمَجْلِسِ أَوْ بَعْدَهُ مِنَ الْمُشْتَرِي أَوْ وَارِثِهِ خُلَاصَةٌ. وَلَفْظُ ابْنِ مَالِكٍ أَوْ مِنْ أَجْنَبِيٍّ إِنْ فِي غَيْرِ صَرْفٍ وَ قَبِلَ الْبَائِعُ فِي الْمَجْلِسِ فَلَوْ بَعْدَهُ بَطَلَتْ خُلَاصَةٌ وَفِيهَا لَوْ نَدِمَ بَعْدَمَا زَادَ أُجْبِرَ وَكَانَ الْمَبِيعُ قَائِمًا فَلَا تَصِحُّ بَعْدَ هَلَاكِهِ وَلَوْ حُكْمًا عَلَى الظَّاهِرِ بِأَنْ بَاعَهُ ثُمَّ شَرَاهُ ثُمَّ زَادَهُ. زَادَ فِي الْخُلَاصَةِ وَكَوْنُهُ مَحَلًّا لِلْمُقَابَلَةِ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي حَقِيقَةً فَلَوْ بَاعَ بَعْدَ الْقَبْضِ أَوْ دَبَّرَ أَوْ كَاتَبَ أَوْ مَاتَتِ الشَّاةُ فَزَادَ لَمْ يَجُزْ لِفَوَاتِ مَحَلِّ الْبَيْعِ بِخِلَافِ مَا لَوْ أَجَّرَ أَوْ رَهَنَ أَوْ جَعَلَ الْحَدِيدَ سَيْفًا أَوْ ذَبَحَ الشَّاةَ لِقِيَامِ الِاسْمِ وَالصُّورَةِ وَبَعْضِ الْمَنَافِعِ.

ترجمہ: ثمن میں زیادہ کرنا صحیح ہے؛ اگر چہ جنس کے علاوہ سے ہو، یہ زیادتی مجلس میں ہو یا اس کے بعد مشتری کرے یا اس کا وارث، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، ابن الملک نے کہا، زیادتی خواہ اجنبی کی طرف سے ہو غیر صرف میں، بائع مجلس میں قبول کرلے، اگر بعد میں قبول کرے گا، تو باطل ہو جائے گا، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اگر مشتری اضافہ کے بعد پچھتائے، تو اس کو مجبور کیا جائے گا، اس شرط کے ساتھ کہ مبیع موجود ہو، لہٰذا مبیع کی ہلاکت کے بعد صحیح نہیں ہے، اگر چہ ہلاکت حکماً ہو، ظاہری قول کے

مطابق، اس طور پر کہ مشتری نے مبیع کو (خرید کر) بیچا پھر خریدا اور ثمن زیادہ دیا، خلاصہ میں تیسری شرط یہ ہے کہ حقیقت میں مبیع مشتری کے حق میں زیادتی کو قبول کرنے کے لائق ہو، لہٰذا اگر مشتری نے قبضہ کے بعد بیع کی یا مدبر بنایا، مکاتب بنایا یا بکری مرگئی، پھر زیادہ کیا، تو یہ محل بیع کے فوت ہو جانے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، برخلاف اس کے کہ اگر مبیع کو اجارہ میں دیا یا رہن میں رکھا، یا لوہے کی تلوار بنالی، یا بکری ذبح کرلی (تو زیادتی جائز ہے) نام، شکلیں اور بعض منافع باقی رہنے کی وجہ سے۔

ثمن میں زیادتی

وصح الزيادة فيه الخ: مشتری ثمن میں اضافہ کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے؛ لیکن اس کے لیے تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ مشتری نے جس مجلس میں اضافہ کیا ہے اسی مجلس میں بائع اس زیادتی کو قبول کرلے، دوم یہ کہ مبیع ہلاک نہ ہوئی ہو، سوم یہ کہ مبیع مشتری کی ملکیت میں ہو، اس لیے کہ یہ زیادتی ثمن اصل عقد میں داخل ہے اور اصل عقد میں مجلس اور مبیع کا اعتبار ہوا کرتا ہے، اس لیے ثمن میں اضافہ کے لیے بھی مجلس اور مبیع کا اعتبار ہوگا۔

وَ صَحَّ الْحَطُّ مِنْهُ وَلَوْ بَعْدَ هَلَاكِ الْمَبِيعِ وَقَبْضِ الثَّمَنِ

ترجمہ: اور صحیح ہے ثمن کا کم کرنا، اگرچہ مبیع کی ہلاکت اور ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو۔

ثمن میں کمی

وصح الحط منه الخ: بائع ثمن میں کمی کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، اس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، اس لیے کہ ثمن کی ادائے گی کے لیے ثمن کا موجود ہونا لازم نہیں ہے۔

وَالزِّيَادَةُ وَالْحَطُّ يَلْتَحِقَانِ بِأَصْلِ الْعَقْدِ بِالِاسْتِنَادِ فَبَطَلَ حَطُّ الْكُلِّ وَأَثَرُ الِالْتِحَاقِ فِي تَوْلِيَةٍ وَمُرَابَحَةٍ وَشُفْعَةٍ وَاسْتِحْقَاقٍ وَهَلَاكٍ وَحَبْسِ مَبِيعٍ وَفَسَادِ صَرْفٍ لَكِنْ إِنَّمَا يَظْهَرُ فِي الشُّفْعَةِ الْحَطُّ فَقَطْ

ترجمہ: زیادتی اور کمی، اصل عقد کے ساتھ بطریق استناد ملحق ہیں، لہٰذا پورے ثمن کا کم کر دینا باطل ہے اور الحاق کا اثر تولیہ مرابحہ، شفعہ، استحقاق، ہلاک، حبس مبیع اور فساد صرف میں ظاہر ہوگا؛ لیکن شفعہ میں صرف کمی کا اثر ظاہر ہوگا۔

کمی اور زیادتی کا حکم

والزيادة والحط الخ: کمی اور زیادتی اصل عقد میں داخل ہیں، اس لیے پورے ثمن کا کم کر دینا صحیح نہیں ہے، چوں کہ پورا ثمن کم کر دینے کی صورت میں بیع ''بیع'' نہ رہے گی؛ بل کہ وہ یا تو ہبہ ہے یا بیع بلا ثمن۔

وَ صَحَّ الزِّيَادَةُ فِي الْمَبِيعِ وَلَزِمَ الْبَائِعَ دَفْعُهَا إِنْ فِي غَيْرِ سَلَمٍ زَيْلَعِيٌّ وَ قَبِلَ الْمُشْتَرِي وَتَلْتَحِقُ أَيْضًا بِالْعَقْدِ فَلَوْ هَلَكَتْ الزِّيَادَةُ قَبْلَ قَبْضٍ سَقَطَ حِصَّتُهَا مِنَ الثَّمَنِ وَكَذَا لَوْ زَادَ فِي الثَّمَنِ عَرَضًا فَهَلَكَ قَبْلَ تَسْلِيمِهِ انْفَسَخَ الْعَقْدُ بِقَدْرِهِ قُنْيَةٌ وَلَا يُشْتَرَطُ لِلزِّيَادَةِ هُنَا قِيَامُ الْمَبِيعِ فَتَصِحُّ بَعْدَ هَلَاكِهِ بِخِلَافِهِ فِي الثَّمَنِ كَمَا مَرَّ.

ترجمہ: صحیح ہے مبیع میں زیادہ کرنا اور بائع کے لیے لازم ہے کہ اس زیادتی کو دے؛ اگر زیادتی غیر سلم میں ہو، جیسا کہ زیلعی میں ہے اور مشتری (اس زیادتی کو) قبول کرلے، مبیع کی زیادتی بھی اصل عقد کے ساتھ ملحق ہوگی، لہٰذا اگر زیادتی قبضہ کرنے سے پہلے ہلاک ہو جائے، تو ثمن سے اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا، ایسے ہی اگر مشتری نے ثمن میں سامان کے ذریعے

اضافہ کیا اور وہ حوالہ کرنے سے پہلے ہلاک ہوگیا، تو ہلاکت کی مقدار میں بیع فسخ ہوگی، جیسا کہ قنیہ میں ہے، نیز یہاں زیادتی کے لیے مبیع کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا مبیع کی ہلاکت کے بعد صحیح ہے، ثمن کے برخلاف، جیسا کہ گذر چکا۔

مبیع میں زیادتی وصح الزيادة في المبيع الخ: بائع کی طرف سے مبیع میں زیادتی بلا کسی شرط کے صحیح ہے۔

وَيَصِحُّ الْحَطُّ مِنَ الْمَبِيعِ إِنْ كَانَ الْمَبِيعُ دَيْنًا وَإِنْ عَيْنًا لَا يَصِحُّ؛ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ وَإِسْقَاطُ الْعَيْنِ لَا يَصِحُّ بِخِلَافِ الدَّيْنِ فَيَرْجِعُ بِمَا دَفَعَ فِي بَرَاءَةِ الْإِسْقَاطِ لَا فِي بَرَاءَةِ الْاِسْتِيفَاءِ اتِّفَاقًا وَلَوْ أَطْلَقَهَا فَقَوْلَانِ وَأَمَّا الْإِبْرَاءُ الْمُضَافُ إِلَى الثَّمَنِ فَصَحِيحٌ وَلَوْ بِهِبَةٍ أَوْ حَطٍّ فَيَرْجِعُ الْمُشْتَرِي بِمَا دَفَعَ عَلَى مَا ذَكَرَهُ السَّرَخْسِيُّ فَلْيُتَأَمَّلْ عِنْدَ الْفَتْوَى بَحْرٌ قَالَ فِي النَّهْرِ: وَهُوَ الْمُنَاسِبُ لِلْإِطْلَاقِ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ بَاعَهُ عَلَى أَنْ يَهَبَهُ مِنَ الثَّمَنِ كَذَا لَا يَصِحُّ وَلَوْ عَلَى أَنْ يَحُطَّ مِنْ ثَمَنِهِ كَذَا جَازَ لِلُحُوقِ الْحَطِّ بِأَصْلِ الْعَقْدِ دُونَ الْهِبَةِ

ترجمہ: صحیح ہے مبیع میں کم کرنا؛ اگر مبیع دین ہو؛ لیکن اگر عین ہو تو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ (کم کرنا) اسقاط ہے اور عین کا اسقاط صحیح نہیں ہے، بخلاف دین کے، لہٰذا وہ لے لے جو برأت اسقاط کے طور پر دیا ہے، نہ کہ برأت استیفاء کے طور پر بالاتفاق اور اگر برأت کو مطلق رکھا، تو (جواز اور عدم جواز) دونوں قول ہیں، اور جو برأت ثمن کی طرف منسوب ہو وہ صحیح ہے، اگر چہ ہبہ یا ثمن سے کم کرنے (کی صورت میں ہو) لہٰذا مشتری اس کو واپس لے لے گا جو اس نے دیا ہے، اس قول کے مطابق، جس کو سرخسی نے ذکر کیا ہے، اس لیے فتویٰ کے وقت غور کر لینا چاہیے، جیسا کہ بحر میں ہے، نہر میں کہا سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے، اور بزازیہ میں ہے کہ اس شرط پر بیچا کہ ثمن ہبہ کر دے گا، تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس شرط پر بیچا کہ ثمن کم دے، تو جائز ہے، کمی اصل عقد کے ساتھ لاحق ہونے کی وجہ سے نہ کہ ہبہ۔

مبیع میں کمی ویصح الحط من المبیع الخ: بائع اگر چاہے کہ وہ مبیع کو کم کر کے لے، تو وہ یہ کر سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ مبیع دین ہو؛ لیکن اگر مبیع عین ہے، تو مبیع میں کمی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اسقاط ہے اور عین میں اسقاط صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَالْاِسْتِحْقَاقُ لِبَائِعٍ أَوْ مُشْتَرٍ أَوْ شَفِيعٍ يَتَعَلَّقُ بِمَا وَقَعَ عَلَيْهِ الْعَقْدُ وَ يَتَعَلَّقُ بِالزِّيَادَةِ أَيْضًا فَلَوْ رُدَّ بِنَحْوِ عَيْبٍ رَجَعَ الْمُشْتَرِي بِالْكُلِّ وَلَزِمَ تَأْجِيلُ كُلِّ دَيْنٍ إِنْ قَبِلَ الْمَدْيُونُ إِلَّا فِي سَبْعٍ عَلَى مَا فِي مَدِينَاتِ الْأَشْبَاهِ بَدَلَيْ صَرْفٍ وَسَلَمٍ وَثَمَنٍ عِنْدَ إِقَالَةٍ وَبَعْدَهَا وَمَا أَخَذَ بِهِ الشَّفِيعُ وَدَيْنِ الْمَيِّتِ، وَالسَّابِعُ الْقَرْضُ فَلَا يَلْزَمُ تَأْجِيلُهُ إِلَّا فِي أَرْبَعٍ إِذَا كَانَ مَجْحُودًا أَوْ حَكَمَ مَالِكِيٌّ بِلُزُومِهِ بَعْدَ ثُبُوتِ أَصْلِ الدَّيْنِ عِنْدَهُ أَوْ أَحَالَهُ عَلَى آخَرَ فَأَجَّلَهُ الْمُقْرِضُ أَوْ أَحَالَهُ عَلَى مَدْيُونٍ مُؤَجَّلٍ دَيْنُهُ؛ لِأَنَّ الْحَوَالَةَ مُبْرِئَةٌ وَالرَّابِعُ الْوَصِيَّةُ. أَوْصَى بِأَنْ يُقْرِضَ مِنْ مَالِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ فُلَانًا إِلَى سَنَةٍ فَيَلْزَمُ مِنْ ثُلُثِهِ وَيُسَامِحُ فِيهَا نَظَرًا لِلْمُوصِي. أَوْ أَوْصَى بِتَأْجِيلِ قَرْضِهِ الَّذِي لَهُ عَلَى زَيْدٍ سَنَةً فَيَصِحُّ وَيَلْزَمُهُ.

ترجمہ: بائع، مشتری یا شفیع کا استحقاق اس سے متعلق ہوتا ہے، جس پر عقد ہوا ہے اور زیادتی سے بھی متعلق ہوتا ہے، لہٰذا اگر عیب وغیرہ کی بنیاد پر مبیع واپس کی جائے، تو سب (ثمن اور زیادہ) مشتری لے لے ــــ ہر دین کی مدت لازم ہے، اگر مدیون قبول کر لے؛ مگر سات صورتوں میں (لازم نہیں ہے) جیسا کہ اشباہ کی مداینات میں ہے (۱) صرف کے دونوں بدلوں میں (۲) سلم میں (۳) ثمن میں اقالہ کے وقت (۴) اقالہ کے بعد (۵) جس کے عوض شفیع نے شفعہ (۶) میت کے قرض میں (۷) ساتواں قرض ہے، مدت مقرر کرنا لازم نہیں ہے؛ مگر چار صورتوں میں (۱) جب مقروض انکار کرتا ہو (۲) جب مالکی نے قرض ثابت ہونے کے بعد مدت متعین کرنے کا حکم دیا ہو (۳) مقروض نے دین دوسرے کے حوالے کر دیا، جس پر دائن نے مدت متعین کردی یا مقروض نے اپنے اس مدیون کے حوالے کر دیا، جس کا دین مؤجل ہے، اس لیے کہ حوالہ برئی الذمہ کر دینے والا ہے (۴) چوتھی وصیت ہے وصیت کی کہ اس کے مال سے، ایک سال کی مدت پر، فلاں کو ہزار درہم دے دے، تو ثلث مال میں وصیت لازم ہوگی، موصی کی رعایت میں مدت کے اندر نرمی کی جائے گی، یا وصیت کی اس قرض کی جو زید پر سال بھر کی مدت پر ہے، تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہوگی۔

زیادتی کا حکم

والاستحقاق لبائع الخ: ثمن میں زیادتی کی گئی، پھر عیب کی وجہ سے مبیع واپس کردی گئی، تو اب وہ زیادتی بھی واپس کرنی ہوگی، اس لیے کہ استحقاق اصل ثمن اور زیادتی دونوں کے ساتھ متعلق ہے۔

وَالْحَاصِلُ: أَنَّ تَأْجِيلَ الدَّيْنِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ بَاطِلٍ فِي بَدَلَيْ صَرْفٍ وَسَلَمٍ وَصَحِيحٍ غَيْرِ لَازِمٍ فِي قَرْضٍ وَإِقَالَةٍ وَشَفِيعٍ وَدَيْنِ مَيِّتٍ وَلَازِمٍ فِيمَا عَدَا ذَلِكَ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَتَعَقَّبَهُ فِي النَّهْرِ بِأَنَّ الْمُلْحَقَ بِالْقَرْضِ تَأْجِيلُهُ بَاطِلٌ. قُلْتُ: وَمِنْ حِيَلِ تَأْجِيلِ الْقَرْضِ كَفَالَتُهُ مُؤَجَّلًا فَيَتَأَخَّرُ عَنِ الْأَصْلِ؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ وَاحِدٌ بَحْرٌ وَنَهْرٌ فَهِيَ خَامِسَةٌ فَلْتُحْفَظْ، وَفِي حِيَلِ الْأَشْبَاهِ: حِيلَةُ تَأْجِيلِ دَيْنِ الْمَيِّتِ أَنْ يُقِرَّ الْوَارِثُ بِأَنَّهُ ضَمِنَ مَا عَلَى الْمَيِّتِ فِي حَيَاتِهِ مُؤَجَّلًا إِلَى كَذَا وَيُصَدِّقُهُ الطَّالِبُ أَنَّهُ كَانَ مُؤَجَّلًا عَلَيْهِمَا وَيُقِرُّ الطَّالِبُ بِأَنَّ الْمَيِّتَ لَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا وَإِلَّا لَأُمِرَ الْوَارِثُ بِالْبَيْعِ لِلدَّيْنِ وَهَذَا عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مِنْ أَنَّ الدَّيْنَ إِذَا حَلَّ بِمَوْتِ الْمَدْيُونِ لَا يَحِلُّ عَلَى كَفِيلِهِ. قُلْتُ: وَسَيَجِيءُ آخِرَ الْكِتَابِ أَنَّهُ لَوْ حَلَّ لِمَوْتِهِ أَوْ أَدَّاهُ قَبْلَ حُلُولِهِ لَيْسَ لَهُ مِنَ الْمُرَابَحَةِ إِلَّا بِقَدْرِ مَا مَضَى مِنَ الْأَيَّامِ وَهُوَ جَوَابُ الْمُتَأَخِّرِينَ.

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ تاجیل دین تین طرح پر ہیں (۱) بدل سلم اور صرف میں (۲) صحیح غیر لازم قرض، اقالہ، شفیع اور دین میت (۳) لازم جو ان کے علاوہ ہوں، مصنف نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے؛ لیکن نہر میں اعتراض کیا گیا ہے کہ ملحقات قرض، اقالہ، شفیع اور دین میت باطل ہے، میں کہتا ہوں تاجیل قرض کے حیلوں میں سے، کفالت ہے قرض کی مدت ٹھہرا کر، لہٰذا اصیل سے مؤخر ہو جائے گا۔

اس لیے کہ قرض ایک ہے، جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، تو یہ پانچویں صورت ہے، اشباہ کے باب الحیل میں، دین کی تاجیل کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وہ (وارث) اقرار کرے کہ وہ میت کی زندگی میں، اس کے قرض کا اتنی مدت مقرر کر کے ضامن ہوا تھا

اور طالب دین اس کی تصدیق کرے کہ ان دونوں پر قرض مؤجل تھا، نیز طالب دین اقرار کرے کہ میت نے کچھ نہیں چھوڑا ہے؛ لیکن اگر چھوڑا ہے، تو وارث کو قرض کے لیے بیچنے کا حکم دیا جائے گا اور یہ حیلہ ظاہری روایت پر مبنی ہے کہ دین مؤجل جب مدیون کی مدت سے فوراً واجب الادا ہو جائے، تو کفیل پر فوراً ادا کرنا لازم نہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ آخری کتاب میں آنے والا ہے کہ اگر مدیون کی مدت سے فوراً ادا واجب ہو جائے یا مدیون مدت آنے سے پہلے ادا کر دے، تو اس کے منافع میں صرف گزشتہ ایام ہیں اور یہ متاخرین کا جواب ہے۔

قرض کے لیے مدت

و الحاصل ان تاجيل الدين الخ: آدمی قرض لے، تو اس سلسلے میں اصل ہدایت یہ ہے کہ ادائے گی کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی جا سکتی ہے؛ بل کہ قرض دینے والے کو یہ اختیار ہے کہ وہ جب چاہے، اپنا قرض وصول کر سکتا ہے؛ لیکن کچھ صورتیں، ایسی بھی ہیں، جن میں ادائے گی قرض کے لیے مدت متعین کی جا سکتی ہے، اس مدت کے اندر قرض دینے والا مقروض سے قرض کی ادائے گی کا مطالبہ نہیں کر سکتا وہ صورتیں ترجمے میں مذکور ہیں۔

فَصْلٌ فِي الْقَرْضِ

هُوَ لُغَةً: مَا تُعْطِيهِ لِتَتَقَاضَاهُ، وَشَرْعًا: مَا تُعْطِيهِ مِنْ مِثْلِيٍّ لِتَتَقَاضَاهُ وَهُوَ أَخْصَرُ مِنْ قَوْلِهِ عَقْدٌ مَخْصُوصٌ أَيْ بِلَفْظِ الْقَرْضِ وَنَحْوِهِ يَرِدُ عَلَى دَفْعِ مَالٍ بِمَنْزِلَةِ الْجِنْسِ مِثْلِيٍّ خَرَجَ الْقِيمِيُّ لِآخَرَ لِيَرُدَّ مِثْلَهُ خَرَجَ نَحْوُ وَدِيعَةٍ وَهِبَةٍ.

ترجمہ: یہ لغت میں وہ ہے جو دیا جائے تا کہ مطالبہ کیا جائے اور شرعاً قرض وہ ہے جس کو مثلیات میں سے دیا جائے تا کہ مطالبہ کیا جائے یہ مصنف کے قول سے زیادہ مختصر ہے کہ لفظ قرض وغیرہ کے ذریعے ایسا عقد مخصوص ہے، جو وارد ہو دوسرے شخص کو مال مثلی دینے سے، تا کہ وہ ایسا ہی مال واپس کرے، مال جنس کے درجے میں ہے، مثلی کی قید سے قیمی اور مثل (ویسا ہی) کی قید سے ودیعت اور ہبہ نکل گئے۔

لغوی معنی

قرض کے معنی کاٹنے کے ہیں، آدمی چوں کہ اپنے مال سے جدا کر کے دوسرے کو مال دیتا ہے، اسی لیے قرض کو قرض کہا جاتا ہے، حضرت شارح نے یہاں دوسرا معنی لکھا ہے کہ آدمی دوسرے کو مال دے تا کہ اس سے مطالبہ کرے، یہ مطلبی ترجمہ ہے۔

اصطلاحی معنی

قرض اصطلاح میں یہ ہے کہ آدمی مثلی مال دوسرے کو دے تا کہ اس سے مطالبہ کرے۔

وَصَحَّ الْقَرْضُ فِي مِثْلِيٍّ هُوَ كُلُّ مَا يُضْمَنُ بِالْمِثْلِ عِنْدَ الِاسْتِهْلَاكِ لَا فِي غَيْرِهِ مِنَ الْقِيمِيَّاتِ كَحَيَوَانٍ وَحَطَبٍ وَعَقَارٍ وَكُلِّ مُتَفَاوِتٍ لِتَعَذُّرِ رَدِّ الْمِثْلِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَقْبُوضَ بِقَرْضٍ فَاسِدٍ كَمَقْبُوضٍ بِبَيْعٍ فَاسِدٍ سَوَاءٌ فَيَحْرُمُ الِانْتِفَاعُ بِهِ لَا بَيْعُهُ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ

ترجمہ: قرض مثلی میں صحیح ہے، مثلی وہ ہے، جس کو ہلاک کرنے سے، اسی کے مثل کا تاوان ہوتا ہے، اس کے علاوہ قیمیات میں نہیں، جیسے حیوان، لکڑی، زمین اور متفاوت چیز کہ مثل کی واپسی متعذر ہونے کی وجہ سے، جان لو کہ قرض فاسد کے ذریعے قبضہ کیا ہوا، بیع فاسد کے ذریعے قبضہ کیے ہوئے کے مانند ہے، لہٰذا اس سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہے؛ لیکن اس کا بیچنا ممنوع

نہیں ہے، ملک ثابت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔

قرض کی صحت

وصح القرض فی مثلی الخ: قرض ایسی چیزوں کا صحیح ہے جس کا بدل موجود ہو، تاکہ مقبوض ہلاک ہو جانے کی صورت میں، اس کا بدل دیا جا سکے، اور جو چیز مثلی نہیں ہے؛ بل کہ قیمی ہے، جیسے حیوان، تو اس کا قرض صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ہلاک ہو جانے کی صورت میں اس کا بدل مشکل ہو جاتا ہے۔

فَيَصِحُّ اسْتِقْرَاضُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَكَذَا كُلُّ مَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ أَوْ يُعَدُّ مُتَقَارِبًا فَصَحَّ اسْتِقْرَاضُ جَوْزٍ وَبَيْضٍ وَكَاغِدٍ عَدَدًا وَلَحْمٍ وَزْنًا وَخُبْزٍ وَزْنًا وَعَدَدًا كَمَا سَيَجِيءُ

ترجمہ: دراہم و دنانیر کا قرض لینا صحیح ہے، ایسے ہی ہر مکیلی، موزونی یا متعارب گنتی کی چیزیں، جیسے اخروٹ، انڈا، کاغذ شمار کر کے، گوشت وزن کر کے اور روٹی وزناً وعدداً، جیسا کہ آرہا ہے۔

دراہم و دنانیر کا قرض

فیصح استقراض الدراھم الخ: دراہم و دنانیر ان چیزوں میں سے ہیں، جس کا بدل بہت آسان ہے، اس لیے ان دونوں کو قرض میں دینا صحیح ہے۔

اسْتَقْرَضَ مِنَ الْفُلُوسِ الرَّائِجَةِ وَالْعَدَالِيِّ فَكَسَدَتْ فَعَلَيْهِ مِثْلُهَا كَاسِدَةً وَ لَا يَغْرَمُ قِيمَتَهَا وَكَذَا كُلُّ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ مَضْمُونٌ بِمِثْلِهِ فَلَا عِبْرَةَ بِغَلَائِهِ وَرُخْصِهِ ذَكَرَهُ فِي الْمَبْسُوطِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ وَجَعَلَهُ فِي الْبَزَّازِيَّةِ وَغَيْرِهَا قَوْلَ الْإِمَامِ وَعِنْدَ الثَّانِي عَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْقَبْضِ وَعِنْدَ الثَّالِثِ قِيمَتُهَا فِي آخِرِ يَوْمِ رَوَاجِهَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى قَالَ

ترجمہ: کسی شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے، پھر ان کا رواج ختم ہو گیا، تو اس پر اسی طرح غیر مروج فلوس لازم الادا ہوں گے اور اس کی قیمت کا تاوان نہ دے، ایسے ہی ہر مکیلی اور موزونی چیز، جیسا کہ گذر چکا کہ اسی کی مثل لازم ہے، اس کی گرانی یا ارزانی کا اعتبار نہیں ہے، جس کو مبسوط میں بغیر اختلاف کے ذکر کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں امام صاحب کا قول کہا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک قبضے کے دن کی قیمت اور امام محمد کے نزدیک، اس کے رواج کے آخری دن کی قیمت ہے، اسی پر فتوی ہے۔

مقبوض کا رواج ختم ہونا

استقرض من الفلوس الخ: حضرت شارح علام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضرت امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے "بعض مشائخ زماننا افتوا بقول ابی یوسف و قوله اقرب الی الصواب فی زماننا کذا فی الھندیة من المحیط" (طحطاوی علی الدر ۳/۱۰۴) "و قدمنا اول البیوع انه عند ابی یوسف تجب قیمتها یوم القبض ایضا و علیه الفتوی کما فی البزازیة و الذخیرة و الخلاصة" (۷/۳۹۰)

قَالَ وَكَذَا الْخِلَافُ إِذَا اسْتَقْرَضَ طَعَامًا بِالْعِرَاقِ فَأَخَذَهُ صَاحِبُ الْقَرْضِ بِمَكَّةَ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ بِالْعِرَاقِ يَوْمَ اقْتِرَاضِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَعِنْدَ الثَّالِثِ يَوْمَ اخْتَصَمَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَرْجِعَ مَعَهُ إِلَى الْعِرَاقِ فَيَأْخُذَ طَعَامَهُ وَلَوِ اسْتَقْرَضَ الطَّعَامَ بِبَلَدِ الطَّعَامُ فِيهِ رَخِيصٌ فَلَقِيَهُ الْمُقْرِضُ فِي بَلَدٍ الطَّعَامُ فِيهِ غَالٍ فَأَخَذَهُ الطَّالِبُ بِحَقِّهِ فَلَيْسَ لَهُ حَبْسُ الْمَطْلُوبِ وَيُؤْمَرُ الْمَطْلُوبُ بِأَنْ يُوَثِّقَ لَهُ

بِكَفِيلٍ حَتَّى يُعْطِيَهُ طَعَامَهُ فِي الْبَلَدِ الَّذِي أَخَذَهُ مِنْهُ اسْتَقْرَضَ شَيْئًا مِنَ الْفَوَاكِهِ كَيْلًا أَوْ وَزْنًا فَلَمْ يَقْبِضْهُ حَتَّى انْقَطَعَ فَإِنَّهُ يُجْبَرُ صَاحِبُ الْقَرْضِ عَلَى تَأْخِيرِهِ إِلَى مَجِيءِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنْ يَتَرَاضَيَا عَلَى الْقِيمَةِ لِعَدَمِ وُجُودِهِ بِخِلَافِ الْفُلُوسِ إِذَا كَسَدَتْ وَتَمَامُهُ فِي صَرْفِ الْخَانِيَّةِ

ترجمہ: اور اسی طرح اختلاف ہے، جب عراق میں اناج قرض لیا؛ لیکن دائن نے مکہ میں مواخذہ کیا، تو اس پر عراق کی قیمت ہے قرض لینے کے دن، امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک جھگڑنے کے دن، نیز دائن پر یہ لازم نہیں کہ مدیون کے ساتھ عراق جاکر اس سے اناج کا مطالبہ کرے، اور اگر ایسے شہر میں قرض لیا جہاں اناج سستا ہے، قرض دینے والے نے مقروض کو ایسے شہر میں پایا جہاں اناج مہنگا ہے، چناں چہ اس نے اپنے حق کا مطالبہ کیا، تو طالب کے لیے مطلوب کو قید کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا مطلوب کو حکم ہوگا کہ کفیل کے ذریعے اعتماد کرا دے، تاکہ مطلوب طالب کو اسی شہر میں اناج دے دے جہاں لیا ہے۔۔۔۔ پھل میں سے کوئی چیز کیلا یا وزنا قرض لیا؛ مگر قبضہ نہیں کیا، یہاں تک کہ منقطع (ہلاک) ہوگیا، تو صاحب قرض کو تازہ میوہ پیدا ہونے تک تاخیر قرض پر مجبور کیا جائے گا، الا یہ کہ دونوں میوہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت پر راضی ہوجائیں، بخلاف فلوس کے جب وہ بیکار ہوجائیں اور اس کا پورا بیان خانیہ کے باب الصرف میں ہے۔

غلے کا قرض

و کذا الخلاف اذا استقرض الخ: اس سے پچھلے والے مسئلے میں یہ گذر چکا ہے کہ مدیون قرض لینے کے دن کی قیمت ادا کرے گا کہ جس دن ادا کرے اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ حضرت امام محمد کی رائے یہ ہے کہ جس دن ادا کرے گا اسی دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا؛ لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے؛ بل کہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے کہ جس دن قرض لیا ہے اسی دن کی قیمت ادا کرے گا، ایسے ہی اگر اناج قرض لیا ہے، تو جس دن قرض لیا ہے اور جہاں لیا ہے وہیں کی قیمت کا اعتبار ہوگا بھلے ہی دوسرے شہر میں ادا کرے؛ لیکن اگر دونوں شہر میں بھاؤ ایک ہے، تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

وَيَمْلِكُ الْمُسْتَقْرِضُ الْقَرْضَ بِنَفْسِ الْقَبْضِ عِنْدَهُمَا أَيِ الْإِمَامِ وَمُحَمَّدٍ خِلَافًا لِلثَّانِي فَلَهُ رَدُّ الْمِثْلِ وَلَوْ قَائِمًا خِلَافًا لَهُ بِنَاءً عَلَى انْعِقَادِهِ بِلَفْظِ الْقَرْضِ وَفِيهِ تَصْحِيحَانِ وَيَنْبَغِي اعْتِمَادُ الِانْعِقَادِ لِإِفَادَتِهِ الْمِلْكَ لِلْحَالِ بَحْرٌ. فَجَازَ شِرَاءُ الْمُسْتَقْرِضِ الْقَرْضَ وَلَوْ قَائِمًا مِنَ الْمُقْرِضِ بِدَرَاهِمَ مَقْبُوضَةٍ فَلَوْ تَفَرَّقَا قَبْلَ قَبْضِهَا بَطَلَ لِأَنَّهُ افْتِرَاقٌ عَنْ دَيْنٍ بِدَيْنٍ بَزَّازِيَّةٌ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: قرض لینے والا حضرات طرفین کے نزدیک مقبوض پر محض قبضہ کرنے سے مالک ہوجائے گا، حضرت امام ابو یوسف کے خلاف، لہٰذا قرض لینے والے کے لیے، اگر موجود ہو تو اس کی مثل واپس کرنا جائز ہے، امام ابو یوسف کے خلاف، لفظ قرض سے قرض منعقد ہوجانے کی وجہ سے اور اس میں (انعقاد و عدم انعقاد) دونوں کی تصحیح ہے اور مناسب ہے انعقاد پر اعتماد کرنا فی الحال ملک کا فائدہ دینے کی وجہ سے، جیسا کہ بحر میں ہے لہٰذا قرض لینے والے کے لیے قرض دینے والے سے مقبوض کا خریدنا جائز ہے، اگر موجود ہو، دراہم مقبوضہ کے عوض، پھر اگر دونوں دراہم پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہوگئے، تو یہ باطل ہے، اس لیے کہ دین سے افتراق ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

مقبوض پر ملکیت

و یملک المستقرض الخ: مقروض شیٔ مقبوض پر قبضہ کر لے، تو اس کی ملکیت ثابت ہوگئی، اب واپسی کے وقت شیٔ مقبوض ہی واپس کردے یا اس کی مثل یا اس کی قیمت ہر طرح سے جائز ہے، اس کی ہلاکت کی کوئی شرط نہیں ہے، اس لیے کہ قرض محض لفظ قرض سے منعقد ہو جاتا ہے، اس میں ہلاکت کی کوئی قید نہیں ہے، اس لیے عین موجود رہتے ہوئے اسی کی مثل دینے کی بھی اجازت ہے۔

أَقْرَضَ صَبِيًّا مَحْجُورًا فَاسْتَهْلَكَهُ الصَّبِيُّ لَا يَضْمَنُ خِلَافًا لِلثَّانِي وَكَذَا الْخِلَافُ لَوْ بَاعَهُ أَوْ أَوْدَعَهُ وَمِثْلُهُ الْمَعْتُوهُ وَلَوْ كَانَ الْمُسْتَقْرِضُ عَبْدًا مَحْجُورًا لَا يُؤَاخَذُ بِهِ قَبْلَ الْعِتْقِ خِلَافًا لِلثَّانِي وَهُوَ كَالْوَدِيعَةِ سَوَاءٌ خَانِيَةٌ. وَفِيهَا اسْتَقْرَضَ مِنْ آخَرَ دَرَاهِمَ فَأَتَاهُ الْمُقْرِضُ بِهَا فَقَالَ الْمُسْتَقْرِضُ أَلْقِهَا فِي الْمَاءِ فَأَلْقَاهَا قَالَ مُحَمَّدٌ لَا شَيْءَ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ وَكَذَا الدَّيْنُ وَالسَّلَمُ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ الْوَدِيعَةِ فَإِنَّهُ بِالْإِلْقَاءِ يُعَدُّ قَابِضًا وَالْفَرْقُ أَنَّ لَهُ إِعْطَاءَ غَيْرِهِ فِي الْأَوَّلِ لَا الثَّانِي وَعَزَاهُ لِغَرِيبِ الرِّوَايَةِ

ترجمہ: کسی نے ممنوع التصرف بچے کو قرض دیا اور بچے نے اس کو ہلاک کر دیا، تو اس پر ضمان نہیں ہے حضرت امام ابو یوسف کے خلاف ایسے ہی اختلاف ہے اگر بچے کے ہاتھ بیچے یا اس کے پاس امانت رکھے، اسی طرح کم عقل ہے اور اگر قرض لینے والا ممنوع التصرف غلام ہے، تو آزادی سے پہلے اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا، حضرت امام ابو یوسف کے خلاف اور قرض وودیعت حکم میں برابر ہیں، جیسا کہ خانیہ میں ہے، خانیہ ہی میں ہے کہ کسی نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے اور اس نے قرض دے دیئے، قرض لینے والے نے کہا، اس کو پانی میں ڈال دے، چناں چہ قرض دینے والے نے ڈال دیئے، امام محمد نے کہا کہ قرض لینے والے پر کچھ واجب نہیں ہے، ایسے ہی دین اور سلم ہے، برخلاف شراء اور ودیعت کے، اس لیے کہ (یہاں) ڈالنا قبضہ مانا جاتا ہے اور فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مامور کے لیے اجازت ہے کہ وہ دوسرے کو دے، نہ کہ دوسری صورت میں اور اس کو غریب الروایت کہا ہے۔

صبی مجور کو قرض دینا

اقرض صبیا محجورا الخ: صبیٔ مجور کو کسی نے قرض دیا اور اس صبی نے ہلاک کر دیا، تو حضرات طرفین کے نزدیک صبی پر ضمان نہیں ہے؛ لیکن حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک صبی مجور ہو کہ ماذون دونوں صورتوں میں ضمان ہے، یہی قول صحیح ہے "خلافا للثانی فانه یضمن قال فی الهندیة عن المبسوط وهو للصحیح" (رد المحتار ۷/۳۹۳)

وَ فِيهَا الْقَرْضُ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْجَائِزِ مِنَ الشُّرُوطِ فَالْفَاسِدُ مِنْهَا لَا يُبْطِلُهُ وَلَكِنَّهُ يَلْغُو شَرْطُ رَدِّ شَيْءٍ آخَرَ فَلَوْ اسْتَقْرَضَ الدَّرَاهِمَ الْمَكْسُورَةَ عَلَى أَنْ يُؤَدِّيَ صَحِيحًا كَانَ بَاطِلًا وَكَذَا لَوْ أَقْرَضَهُ طَعَامًا بِشَرْطِ رَدِّهِ فِي مَكَانٍ آخَرَ وَكَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ مَا قَبَضَ فَإِنْ قَضَاهُ أَجْوَدَ بِلَا شَرْطٍ جَازَ وَيُجْبَرُ الدَّائِنُ عَلَى قَبُولِ الْأَجْوَدِ وَقِيلَ لَا بَحْرٌ وَفِي الْخُلَاصَةِ الْقَرْضُ بِالشَّرْطِ حَرَامٌ وَالشَّرْطُ لَغْوٌ بِأَنْ يُقْرِضَ عَلَى أَنْ يَكْتُبَ بِهِ إِلَى بَلَدِ كَذَا لِيُوَفِّيَ دَيْنَهُ. وَفِي الْأَشْبَاهِ كُلُّ قَرْضٍ

جَرَّ نَفْعًا حَرَامٌ فَكُرِهَ لِلْمُرْتَهِنِ سُكْنَى الْمَرْهُونَةِ بِإِذْنِ الرَّاهِنِ.

ترجمہ: خانیہ میں ہے کہ قرض جائز شرط کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا، لہٰذا شرط فاسد اس کو باطل نہیں کرے گی؛ لیکن دوسری چیز واپس کرنے کی شرط لغو ہو جاتی ہے لہٰذا اگر ٹوٹے ہوئے دراہم اس شرط پر قرض لیے کہ صحیح واپس کرے گا، تو یہ باطل ہے، اسی طرح اگر غلہ قرض لیا دوسری جگہ واپس کرنے کی شرط کے ساتھ، حالاں کہ اس پر ویسا ہی واجب ہے، جیسا کہ اس نے قبضہ کیا ہے، لہٰذا اگر اس نے، بغیر شرط کے اچھا واپس کر دیا، تو جائز ہے اور دائن کو اچھا قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور کہا گیا کہ نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، خلاصہ میں ہے کہ شرط کے ساتھ قرض حرام ہے اور شرط لغو ہے، اس طور پر کہ اس کو فلاں شہر کی طرف لکھ دے، تا کہ وہاں اس کو قرض دیا جائے، اشباہ میں ہے، ہر وہ قرض جو نفع کھینچ کر لائے وہ حرام ہے، لہٰذا مرتہن کے لیے مکان مر ہونہ میں (رہنا) مکروہ ہے۔

شرط کے ساتھ قرض

و فيها القرض لا يتعلق بالجائز الخ: قرض لیتے دیتے کوئی شرط لگا دی خواہ شرط صحیح ہو کہ باطل دونوں طرح کی شرطیں باطل ہیں اور قرض صحیح ہو کہ اسی طرح کی چیز واجب ہوگی۔

فُرُوعٌ اسْتَقْرَضَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَأَرْسَلَ عَبْدَهُ لِأَخْذِهَا فَقَالَ الْمُقْرِضُ دَفَعْته إلَيْهِ وَأَقَرَّ الْعَبْدُ بِهِ وَقَالَ دَفَعْتهَا إلَى مَوْلَايَ فَأَنْكَرَ الْمَوْلَى قَبْضَ الْعَبْدِ الْعَشَرَةَ فَالْقَوْلُ لَهُ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَلَا يَرْجِعُ الْمُقْرِضُ عَلَى الْعَبْدِ لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ قَبَضَهَا بِحَقٍّ انْتَهَى. عِشْرُونَ رَجُلًا جَاءُوا وَاسْتَقْرَضُوا مِنْ رَجُلٍ وَأَمَرُوهُ بِالدَّفْعِ لِأَحَدِهِمْ فَدَفَعَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَطْلُبَ مِنْهُ إلَّا حِصَّتَهُ. قُلْت: وَمَفَادُهُ صِحَّةُ التَّوْكِيلِ بِقَبْضِ الْقَرْضِ لَا بِالِاسْتِقْرَاضِ قُنْيَةٌ

ترجمہ: دس درہم قرض مانگا اور لینے کے لیے اپنے غلام کو بھیجا، چناں چہ قرض دینے والے نے کہا کہ میں نے غلام کو دے دیا اور غلام نے اس کا اقرار کیا نیز غلام نے کہا میں نے اپنے مولی کو دراہم دے دیئے اور مولی نے دس درہم پر غلام کے قبضے کا انکار کیا، تو مولی کا قول معتبر ہو کر اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور قرض دینے والا غلام سے واپس نہیں لے گا، اس لیے کہ وہ اس بات کا مقر ہے کہ اس نے حق کی وجہ سے قبضہ کیا ہے، بات ختم ہوئی، جیسا کہ بحر میں ہے۔۔۔۔۔ بیس آدمی نے اگر ایک سے قرض مانگا اور ان سب نے ان میں سے ایک کو دینے کے لیے کہا چناں چہ اس نے ایک کو دے دیا، تو اس کے لیے صرف اسی کا حصہ مانگنے کی اجازت ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ قبضۂ قرض کی توکیل صحیح ہے نہ کہ قرض مانگنے کی، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

مقروض کا انکار کرنا

استقرض عشرة دراهم الخ: مقرض نے قرض کا انکار کیا اور دائن کے پاس ثبوت بھی نہیں ہے، تو مقروض کی بات مانی جائے گی اس لیے کہ قرض نہ لینا اصل ہے۔

وَفِيهَا اسْتِقْرَاضُ الْعَجِينِ وَزْنًا يَجُوزُ وَيَنْبَغِي جَوَازُهُ فِي الْخَمِيرَةِ بِلَا وَزْنٍ «سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنْ خَمِيرَةٍ يَتَعَاطَاهَا الْجِيرَانُ أَيَكُونُ رِبًا فَقَالَ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ قَبِيحًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ قَبِيحٌ»

ترجمہ: قنیہ میں ہے گوندھے ہوئے آٹے کو وزن کر کے قرض لینا جائز ہے اور خمیر میں بغیر وزن کے جائز ہونا مناسب ہے، حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ خمیر پڑوسی لیتے دیتے ہیں کیا یہ سود ہے، تو آپ نے فرمایا جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمان برا مانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

گوندھے ہوئے آٹے کا قرض

وفیھا استقراض العجین الخ: گوندھے ہوئے آٹے کا قرض وزن سے جائز ہے، بلا وزن جائز نہیں ہے؛ البتہ خمیر کا قرض وزن اور بغیر وزن دونوں صورتوں میں صحیح ہے، اس لیے کہ بغیر وزن کی صراحت خود حدیث شریف میں موجود ہے اور گوندھے ہوئے آٹے کی صراحت نہیں ہے، اس لیے صرف وزن سے جائز ہے، بغیر وزن کے جائز نہیں ہے ـــ یہ حدیث شریف مسند احمد میں ہے اور حسن ہے "ھو من حدیث احمد عن ابن مسعود ـــ وھو موقوف حسن" (طحطاوی علی الدر ۳/۱۰۶)

وَفِيهَا شِرَاءُ الشَّيْءِ الْيَسِيرِ بِثَمَنٍ غَالٍ لِحَاجَةِ الْقَرْضِ يَجُوزُ وَيُكْرَهُ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. قُلْتُ: وَفِي مَعْرُوضَاتِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ لَوْ ادَّانَ زَيْدٌ الْعَشَرَةَ بِاثْنَيْ عَشَرَ أَوْ بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بِطَرِيقِ الْمُعَامَلَةِ فِي زَمَانِنَا بَعْدَ أَنْ وَرَدَ الْأَمْرُ السُّلْطَانِيُّ وَفَتْوَى شَيْخِ الْإِسْلَامِ بِأَنْ لَا تُعْطَى الْعَشَرَةُ بِأَزْيَدَ مِنْ عَشَرَةٍ وَنِصْفٍ وَنُبِّهَ عَلَى ذَلِكَ فَلَمْ يَمْتَثِلْ مَاذَا يَلْزَمُهُ؟ فَأَجَابَ يُعَزَّرُ وَيُحْبَسُ إلَى أَنْ تَظْهَرَ تَوْبَتُهُ وَصَلَاحُهُ فَيُتْرَكُ وَفِي هَذِهِ الصُّورَةِ هَلْ يَرُدُّ مَا أَخَذَهُ مِنْ الرِّبْحِ لِصَاحِبِهِ؟ فَأَجَابَ: إنْ حَصَّلَهُ مِنْهُ بِالتَّرَاضِي وَرَدَ الْأَمْرُ بِعَدَمِ الرُّجُوعِ لَكِنْ يَظْهَرُ أَنَّ الْمُنَاسِبَ الْأَمْرُ بِالرُّجُوعِ وَأَقْبَحُ مِنْ ذَلِكَ السَّلَمُ حَتَّى أَنَّ بَعْضَ الْقُرَى قَدْ خَرِبَتْ بِهَذَا الْخُصُوصِ. انتهى واللہ الموفق

ترجمہ: قنیہ میں ہے کہ ضرورتِ قرض کی وجہ سے کم تر چیز کو ثمن گراں سے خریدنا جائز ہے؛ لیکن یہ صورت مکروہ ہے، نیز مصنف نے (اپنی شرح میں) اس کو ثابت رکھا ہے ـــ میں کہتا ہوں مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے کہ اگر زید نے دس درہم قرض میں دیئے کہ مقروض بارہ یا تیرہ درہم ادا کرے، معاملہ کے طور پر ہمارے زمانے میں امر سلطانی آنے کے بعد، شیخ الاسلام کا فتوی یہ ہے کہ دس نہ دے ساڑھے گیارہ کی زیادتی کے بدلے، اس پر زید کو آگاہ کر دیا گیا؛ لیکن اس نے نہیں مانا، تو اس کو کیا سزا ہوگی، تو جواب دیا کہ اس کو سزا دی جائے اور قید کیا جائے، یہاں تک کہ اس کی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو جائے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے، اسی صورت میں ہے کہ کیا دائن نے مقروض سے جو سود لیا ہے وہ واپس کر دے، تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر دائن کو سود مقروض کی رضامندی سے حاصل ہوا ہے، تو امر سلطانی واپس نہ کرنے کا ہے؛ لیکن مناسب ظاہر ہوا واپس کرنے کا۔

مجبوری کی حالت میں قرض

وفیھا شراء الشیء الیسیر الخ: ضرورتِ قرض کی وجہ سے کم قیمت والے سامان کو زیادہ قیمت میں خریدنا جائز ہے، اس لیے کہ یہ حالت مجبوری کی ہے اور مجبوری کی حالت میں ممنوع چیزیں بھی حلال ہو جایا کرتی ہیں؛ البتہ اس مجبوری سے جو دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ مکروہ ہے۔

☆☆☆

بَابُ الرِّبَا

هُوَ لُغَةً: مُطْلَقُ الزِّيَادَةِ وَشَرْعًا فَضْلٌ وَلَوْ حُكْمًا فَدَخَلَ رِبَا النَّسِيئَةِ وَالْبُيُوعُ الْفَاسِدَةُ فَكُلُّهَا مِنْ الرِّبَا فَيَجِبُ رَدُّ عَيْنِ الرِّبَا لَوْ قَائِمًا لَا رَدُّ ضَمَانِهِ لِأَنَّهُ يُمْلَكُ بِالْقَبْضِ قُنْيَةٌ وَبَحْرٌ خَالٍ عَنْ عِوَضٍ خَرَجَ مَسْأَلَةُ صَرْفِ الْجِنْسِ بِخِلَافِ جِنْسِهِ بِمِعْيَارٍ شَرْعِيٍّ وَهُوَ الْكَيْلُ وَالْوَزْنُ فَلَيْسَ الذَّرْعُ وَالْعَدُّ بِرِبًا مَشْرُوطٍ ذَلِكَ الْفَضْلُ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ أَيْ بَائِعٍ أَوْ مُشْتَرٍ فَلَوْ شُرِطَ لِغَيْرِهِمَا فَلَيْسَ بِرِبًا بَلْ بَيْعًا فَاسِدًا فِي الْمُعَاوَضَةِ فَلَيْسَ الْفَضْلُ فِي الْهِبَةِ بِرِبًا فَلَوْ شَرَى عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فِضَّةٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَزَادَ دَانَقًا إنْ وَهَبَهُ مِنْهُ انْعَدَمَ الرِّبَا وَلَمْ يَفْسُدْ الشِّرَاءُ وَهَذَا إنْ ضَرَّهَا الْكَسْرُ لِأَنَّهَا هِبَةُ مَشَاعٍ لَا يُقْسَمُ كَمَا فِي الْمِنَحِ عَنْ الذَّخِيرَةِ عَنْ مُحَمَّدٍ. وَفِي صَرْفِ الْمَجْمَعِ أَنَّ صِحَّةَ الزِّيَادَةِ وَالْحَطِّ قَوْلُ الْإِمَامِ وَأَنَّ مُحَمَّدًا أَجَازَ الْحَطَّ وَجَعَلَهُ هِبَةً مُبْتَدَأَةً كَحَطِّ كُلِّ الثَّمَنِ وَأَبْطَلَ الزِّيَادَةَ قَالَ ابْنُ مَلَكٍ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا خَفِيٌّ عِنْدِي قَالَ وَفِي الْخُلَاصَةِ لَوْ بَاعَ دِرْهَمًا بِدِرْهَمٍ وَأَحَدُهُمَا أَكْثَرُ وَزْنًا فَحَلَّلَهُ زِيَادَتَهُ جَازَ لِأَنَّهُ هِبَةُ مَشَاعٍ لَا يُقْسَمُ وَلَوْ بَاعَ قِطْعَةَ لَحْمٍ بِلَحْمٍ أَكْثَرَ وَزْنًا فَوَهَبَهُ الْفَضْلَ لَمْ يَجُزْ لِأَنَّهُ هِبَةُ مَشَاعٍ يُقْسَمُ قُلْت: وَمَا قَدَّمْنَا عَنْ الذَّخِيرَةِ عَنْ مُحَمَّدٍ صَرِيحٌ فِي عَدَمِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا وَعَلَيْهِ فَالْكُلُّ مِنْ الزِّيَادَةِ وَالْحَطِّ وَالْعَقْدِ صَحِيحٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَكَذَا عِنْدَ الْإِمَامِ سِوَى الْعَقْدِ فَيَفْسُدُ لِعَدَمِ التَّسَاوِي فَلْيُحْفَظْ فَإِنِّي لَمْ أَرَ مَنْ نَبَّهَ عَلَى هَذَا.

ترجمہ: ربا لغت میں مطلقا زیادتی کو کہتے ہیں، شرعا ربا زیادتی کو کہتے ہیں، اگر چہ حکما ہو، لہٰذا اس میں ربائے نسیہ اور بیوع فاسدہ داخل ہیں، اس لیے کہ تمام بیوع فاسدہ ربا ہیں، اس لیے عین ربا کا واپس کرنا واجب ہے نہ کہ اس کے ضمان کا واپس کرنا، اس لیے کہ قبضہ کرنے سے مالک ہو جاتا ہے، جیسا کہ قنیہ اور بحر میں ہے، خالی ہو عوض سے اس سے مسئلہ صرف جنس، اس کے مخالف جنس سے نکل گیا شرعی معیار کے ساتھ وہ کیل اور وزن ہے، لہٰذا ذرع اور عدد ربا نہیں ہے، متعاقدین یعنی بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کے لیے، اس زیادتی کی شرط لگائی ہو، لہٰذا اگر ان دونوں کے علاوہ کے لیے شرط لگائی ہو، تو ربا نہیں ہے: بل کہ بیع فاسد ہے، معاوضہ میں، لہٰذا ہبہ میں زیادتی سود نہیں ہے، اس لیے اگر چاندی کے دس سکے دس درہم کے بدلے خریدے اور ایک دانق چاندی زیادہ کر دی، اگر اس نے اس کو ہبہ کیا، تو ربا معدوم ہو جائے گا اور بیع فاسد نہ ہوئی، یہ اس صورت میں ہے کہ درہم کا توڑنا مضر ہو، اس لیے کہ ہبۂ مشاع تقسیم نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ منح میں ذخیرہ کے حوالے سے امام محمد سے منقول ہے اور مجمع کے باب الصرف میں ہے کہ کمی اور زیادتی کی صحت امام صاحب کا قول ہے اور امام محمد نے کمی کو جائز قرار دے کر اس کو ہبۂ ابتدائی قرار دیا ہے، جیسے تمام ثمن کم کر دیا جائے اور زیادتی کو باطل قرار دیا ہے، ابن ملک نے کہا کمی اور زیادتی کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر خفی ہے، ابن ملک نے کہا اگر ایک درہم کو دوسرے درہم سے بیچا اور ان میں سے ایک وزن کے اعتبار سے زیادہ ہے اور زیادتی کو اس کے لیے حلال کر دیا، تو جائز ہے، اس لیے کہ ہبۂ مشاع تقسیم نہیں ہوتا ہے، اور اگر

گوشت کے ٹکڑے کو ایسے گوشت کے بدلے میں بیچا، جو وزن کے اعتبار سے زیادہ ہے اور اس نے زیادتی کو ہبہ کر دیا، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ گوشت میں ہبہ مشاع جائز ہے ـــ میں کہتا ہوں کہ پہلے ذخیرہ کے حوالے امام محمد سے ان دونوں کے درمیان فرق نہ ہونے کی صراحت کی ہے اور اسی پر (فقہائ) ہیں، لہٰذا کمی زیادتی اور عقد سب صحیح ہیں امام محمد کے نزدیک اور ایسے ہی امام صاحب کے نزدیک سوائے عقد کے، چناں چہ وہ برابر نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس پر آگاہ کیا ہو۔

لغوی معنی ربا کے لغوی معنی مطلقاً زیادتی کے ہیں۔

اصطلاحی معنی ربا اصطلاح شرع میں متعاقدین میں سے کسی کے لیے مال کے بدلے اس مشروط مالی زیادتی کا نام ہے، جس کے مقابلے عوض نہ ہو۔

وَعِلَّتُهُ أَيْ عِلَّةُ تَحْرِيمِ الزِّيَادَةِ الْقَدْرُ الْمَعْهُودُ بِكَيْلٍ أَوْ وَزْنٍ مَعَ الْجِنْسِ فَإِنْ وُجِدَا حَرُمَ الْفَضْلُ أَيْ الزِّيَادَةُ وَالنَّسَاءُ بِالْمَدِّ التَّأْخِيرُ فَلَمْ يَجُزْ بَيْعُ قَفِيزِ بُرٍّ بِقَفِيزٍ مِنْهُ مُتَسَاوِيًا وَأَحَدُهُمَا نَسَاءٌ وَإِنْ عَدِمَا بِكَسْرِ الدَّالِ مِنْ بَابِ عَلِمَ ابْنُ مَالِكٍ حَلَّا كَهَرَوِيٍّ بِمَرْوِيَّيْنِ لِعَدَمِ الْعِلَّةِ فَبَقِيَ عَلَى أَصْلِ الْإِبَاحَةِ وَإِنْ وُجِدَ أَحَدُهُمَا أَيْ الْقَدْرُ وَحْدَهُ أَوْ الْجِنْسُ حَلَّ الْفَضْلُ وَحَرُمَ النَّسَاءُ وَلَوْ مَعَ التَّسَاوِي، حَتَّى لَوْ بَاعَ عَبْدًا بِعَبْدٍ إلَى أَجَلٍ لَمْ يَجُزْ لِوُجُودِ الْجِنْسِيَّةِ وَاسْتَثْنَى فِي الْمَجْمَعِ وَالدُّرَرِ إسْلَامَ مَنْقُودٍ فِي مَوْزُونٍ كَيْ لَا يَنْسَدَّ أَكْثَرُ أَبْوَابِ السَّلَمِ، وَنَقَلَ ابْنُ الْكَمَالِ عَنْ الْغَايَةِ جَوَازَ إسْلَامِ الْحِنْطَةِ فِي الزَّيْتِ. قُلْت: وَمُفَادُهُ أَنَّ الْقَدْرَ بِانْفِرَادِهِ لَا يُحَرِّمُ النَّسَاءَ بِخِلَافِ الْجِنْسِ فَلْيُحَرَّرْ وَقَدْ مَرَّ فِي السَّلَمِ أَنَّ حُرْمَةَ النَّسَاءِ تَتَحَقَّقُ بِالْجِنْسِ وَبِالْقَدْرِ الْمُتَّفِقِ قُنْيَةٌ.

ترجمہ: اس کی علت یعنی زیادتی کے حرام ہونے کی علت وہ مقدار ہے جو متعین ہے کیل اور وزن سے، جنس کے ساتھ، تو اگر یہ دونوں پائے گئے، تو فضل یعنی زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہیں، لہذا ایک قفیز گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں کے بدلے برابر سرابر ادھار جائز نہیں ہے اور اگر دونوں (قدر اور اتحاد جنس) معدوم ہو جائیں، تو حلال ہے، جیسے ایک ہروی کے بدلے دو مروی (کپڑے) علت نہ ہونے کی وجہ سے، لہذا اصل اباحت پر باقی ہے اور اگر ان میں سے ایک یعنی صرف قدر یا جنس پایا جائے، تو زیادتی حلال ہے، اور ادھار حرام ہے، اگر چہ برابر سرابر ہو، اس لیے اگر ایک غلام کو دوسرے غلام کے بدلے ادھار بیچا، تو ادھار کے پائے جانے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، مجمع اور درر میں، منقود کی بیع سلم کو موزون میں مستثنا کیا ہے، تا کہ سلم کے اکثر ابواب بند نہ ہو جائیں، ابن الکمال نے غایۃ التحقیق سے حنطہ کی بیع سلم، روغن زیتون میں جائز ہونا نقل کیا ہے، میں کہتا ہوں اس کا فائدہ یہ ہے کہ صرف قدر ادھار کو حرام نہیں کرتا ہے، بخلاف جنس کے، لہذا اس کی تنقیح ہونی چاہیے، اور سلم میں گذر چکا ہے کہ ادھار قدر مع الجنس دونوں کے اتفاق سے متحقق ہوتا ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

ربا کی علت وعلته الخ: شریعت نے تفاضل کو سود قرار دیا ہے اور کمی بیشی کی تحقیق، ایسی ہی دو چیزوں میں ہو سکتی ہے،

جن میں مساوات و برابری کا تحقق بھی ہو سکتا ہو اب دو چیزوں میں ظاہری مماثلت اور برابری اس وقت ہو سکتی ہے، جب دونوں ہم پیمانہ ہو اور معنوی مماثلت اس وقت قائم ہو سکتی ہے، جب دونوں کی ایک جنس ہو، اسی لیے قدر و جنس، سود کے لیے علت ہے یعنی حرمتِ سود کے لیے علت دو ہیں ایک قدر اور دوسری علت جنس، لہذا دو ایسی چیزیں، جو قدر و جنس میں متحد ہوں، تو خرید و فروخت میں ان دونوں کا برابر ہونا اور نقد ہونا بھی ضروری ہے، اگر کمی بیشی ہو جائے، تو یہ ربائے تفاضل ہے، اور اگر ادھار ہو جائے، تو یہ ربائے نسیہ ہے، جیسے سونے کی بیع سونے سے یا گیہوں کی بیع گیہوں سے اور اگر دونوں کی جنس اور قدر مختلف ہو تو کمی بیشی اور ادھار دونوں صورتیں جائز ہیں، جیسے روپے پیسے کے عوض میں کوئی دوسرا سامان خریدنا؛ لیکن اگر جنس ایک ہو اور قدر مختلف یا جنس جداگانہ اور قدر ایک، تو کمی بیشی جائز ہے، مگر ادھار جائز نہیں، جیسے سونا یا چاندی یا جو گیہوں وغیرہ عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد اس حدیث شریف کی بنیاد پر حضرت امام اعظمؒ کا کہنا ہے کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور بقیہ چار چیزوں میں علت کیل ہے، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے فمن زاد او زاد فقد ربى (الصحيح لمسلم ۲/۲۵) اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کمی بیشی کا علم وزن اور کیل سے ہی ہوگا اس لیے مذکورہ بالا چیزوں میں علت ربا وزن و کیل (قدر) مع الجنس ہے، چوں کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے میزان کی بھی صراحت فرمائی ہے، وكذالك الميزان (الصحيح لمسلم ۲/۲۶)

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الْأَصْلِ الْأَوَّلِ بِقَوْلِهِ فَحَرُمَ بَيْعُ كَيْلِيٍّ وَوَزْنِيٍّ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا وَلَوْ غَيْرَ مَطْعُومٍ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ كَجِصٍّ كَيْلِيٍّ وَحَدِيدٍ وَزْنِيٍّ ثُمَّ اخْتِلَافُ الْجِنْسِ يُعْرَفُ بِاخْتِلَافِ الْإِسْمِ الْخَاصِّ وَاخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ كَمَا بَسَطَهُ الْكَمَالُ وَحَلَّ بَيْعُ ذَلِكَ مُتَمَاثِلًا لَا مُتَفَاضِلًا وَبِلَا مِعْيَارٍ شَرْعِيٍّ فَإِنَّ الشَّرْعَ لَمْ يُقَدِّرِ الْمِعْيَارَ بِالذَّرَّةِ وَبِمَا دُونَ نِصْفِ صَاعٍ كَحَفْنَةٍ بِحَفْنَتَيْنِ وَثَلَاثٍ وَخَمْسٍ مَا لَمْ يَبْلُغْ نِصْفَ صَاعٍ وَتُفَّاحَةٍ بِتُفَّاحَتَيْنِ وَفَلْسٍ بِفَلْسَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ بِأَعْيَانِهِمَا لَوْ أَخَّرَهُ لَكَانَ أَوْلَى لِمَا فِي النَّهْرِ أَنَّهُ قَيْدٌ فِي الْكُلِّ. فَلَوْ كَانَا غَيْرَ مُعَيَّنَيْنِ أَوْ أَحَدُهُمَا لَمْ يَجُزْ اتِّفَاقًا وَتَمْرَةٍ بِتَمْرَتَيْنِ وَبَيْضَةٍ بِبَيْضَتَيْنِ وَجَوْزَةٍ بِجَوْزَتَيْنِ وَسَيْفٍ بِسَيْفَيْنِ وَدَوَاةٍ بِدَوَاتَيْنِ وَإِنَاءٍ بِأَثْقَلَ مِنْهُ مَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَحَدِ النَّقْدَيْنِ فَيَمْتَنِعُ التَّفَاضُلُ، فَتْحٌ، وَإِبْرَةٍ بِإِبْرَتَيْنِ وَذَرَّةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ مِمَّا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْوَزْنِ بِمِثْلَيْهَا فَجَازَ الْفَضْلُ لِفَقْدِ الْقَدْرِ، وَحَرُمَ النَّسَاءُ لِوُجُودِ الْجِنْسِ حَتَّى لَوِ انْتَفَى كَحَفْنَةِ بُرٍّ بِحَفْنَتَيْ شَعِيرٍ فَيَحِلُّ مُطْلَقًا لِعَدَمِ الْعِلَّةِ وَحَرَّمَ الْكُلَّ مُحَمَّدٌ وَصَحَّحَ كَمَا نَقَلَهُ الْكَمَالُ.

ترجمہ: پھر مصنف علام نے پہلی اصل پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ کیلی اور وزنی کی بیع، اس کی جنس کے ساتھ زیادتی کی حالت میں حرام ہے، اگرچہ غیر مطعوم ہو امام شافعی کے خلاف، جیسے کیلی گچ، اور وزنی لوہا، پھر جنس کا مختلف ہونا اسم خاص کے اختلاف اور مقصود کے الگ ہونے کی وجہ سے جانا جائے گا، جیسا کہ کمال نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کی بیع برابر

سرا برجائز ہے زیادتی کی حالت میں نہیں، اور معیار شرعی سے کم میں، اس لیے کہ شریعت نے ذرہ اور نصف صاع سے کم کو معیار متعین نہیں کیا ہے، جیسے ایک لپ کی بیع دو تین یا پانچ سے، جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے اور ایک سیب کی دو سیب سے، ایک پیسے کی دو پیسے سے یا اس سے زیادہ سے، بدلین متعین ہونے کی شرط کے ساتھ، اس قید کو مؤخر کرتے تو اچھا ہوتا، اس لیے کہ نہر میں متعین کی قید ہر ایک میں ہے، لہذا اگر دونوں یا ان میں سے ایک غیر متعین ہو، تو بالاتفاق بیع جائز نہیں ہے، ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے، ایک انڈے کی بیع دو انڈے سے، ایک اخروٹ کی بیع دو اخروٹ سے، ایک تلوار کی بیع دو تلوار سے، ایک دواة کی بیع دو دوات سے اور ایک برتن کی بیع اس سے بھاری برتن سے، جب تک سونا چاندی میں سے نہ ہو (اگر سونا یا چاندی ہوئے) تو تفاضل ممنوع ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، ایک سوئی کی بیع دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونا چاندی جو وزن کے تحت داخل نہیں ہے، ذرہ کے برابر سے، لہذا زیادتی جائز ہے قدر نہ ہونے کی وجہ سے؛ لیکن ادھار حرام ہے، جنس پائے جانے کی وجہ سے، یہاں تک کہ اگر جنس فوت ہو جائے تو ایک لپ گیہوں کی بیع، دو لپ جو سے مطلقاً حلال ہے، علت نہ ہونے کی وجہ سے، امام محمد نے سب کو حرام قرار دیا ہے، اسی کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ کمال نے اس کو نقل کیا ہے۔

امام شافعی کا اختلاف

فحرم بيع كيلي و وزني بجنسه الخ: کوئی بھی وزنی یا کیلی چیز اس کی جنس کے ساتھ کمی زیادتی کے ساتھ حرام ہے، خواہ وہ مطعومات میں سے ہو کہ غیر مطعومات میں سے؛ لیکن حضرت امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر مطعومات میں سے ہے، تو کمی بیشی کے ساتھ حرام ہے؛ لیکن اگر غیر مطعومات میں سے ہے، تو کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے، اس لیے کہ ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت طعم اور ثمنیت ہے "**فانه جعل العلة الطعم و الثمنية**"۔

(ردالمحتار ۷/۴۰۶)

کچ کی بیع لوہے سے

كجص كيلي الخ: جص سے مراد کچا لوہا ہے، یعنی کچا لوہا کیلی کی بیع لوہا وزنی سے کمی زیادتی کے ساتھ حرام ہے اس لیے کہ ان دونوں کی جنس بھی ایک ہے اور دونوں میں قدر بھی ہے۔

جنس کی علامت

ثم اختلاف الجنس يعرف الخ: دو ایسی چیزیں جن کی اصل الگ الگ ہو جیسے گائے کا گوشت اور بکرے کا گوشت، اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کا مقصود الگ الگ ہو، خواہ ان کی اصل ایک ہو، جیسے گیہوں کا دانہ اور اس کا آٹا، ان کے مقاصد استعمال الگ الگ ہیں اس لیے ان کی جنس الگ مانی جائے گی۔

معیار شرعی

وبلا معيار شرعي الخ: اموال غیر ربویہ میں کمی زیادتی، تو جائز ہے، ایسے ہی ان اموال ربویہ میں کمی زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے جن کی مقدار نصف صاع سے کم ہو، اس لیے معیار شرعی نصف صاع ہے، جو چیز اس مقدار سے کم ہو اس میں ربا کا تحقق نہ ہوگا۔

سوال

جب نصف صاع سے کم مقدار میں اموال ربویہ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہے، تو پھر حدیث شریف میں ایک درہم کی بیع دو درہم سے ممنوع کیوں ہے " **لا تبيعوا الدينار بالدينارين و لا الدرهم بالدرهمين**"

(الصحيح لمسلم ۲/۲۴)

جواب

نصف صاع سے کم مقدار میں اموال ربویہ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ، مکیلات میں جائز ہے، نہ کہ موزونات میں اور ایک درہم کے وزن کو معتبر وزن مانا گیا ہے، اس لیے ایک درہم کی بیع دو درہم سے ممنوع ہے؛ البتہ

سونے چاندی کی وہ مقدار جو وزن میں شامل نہیں ہوتا ہے جیسے ایک ذرہ چاندی کی بیع دو ذرے سے۔

وَمَا نَصَّ الشَّارِعُ عَلَى كَوْنِهِ كَيْلِيًّا كَبُرٍّ وَشَعِيرٍ وَتَمْرٍ وَمِلْحٍ أَوْ وَزْنِيًّا كَذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَهُوَ كَذَلِكَ لَا يَتَغَيَّرُ أَبَدًا فَلَمْ يَصِحَّ بَيْعُ حِنْطَةٍ بِحِنْطَةٍ وَزْنًا كَمَا لَوْ بَاعَ ذَهَبًا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةً بِفِضَّةٍ كَيْلًا وَلَوْ مَعَ التَّسَاوِي لِأَنَّ النَّصَّ أَقْوَى مِنَ الْعُرْفِ فَلَا يُتْرَكُ الْأَقْوَى بِالْأَدْنَى وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ حُمِلَ عَلَى الْعُرْفِ وَعَنِ الثَّانِي اعْتِبَارُ الْعُرْفِ مُطْلَقًا وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ. وَخَرَّجَ عَلَيْهِ سَعْدِيُّ أَفَنْدِي اسْتِقْرَاضَ الدَّرَاهِمِ عَدَدًا وَبَيْعَ الدَّقِيقِ وَزْنًا فِي زَمَانِنَا يَعْنِي بِمِثْلِهِ وَفِي الْكَافِي الْفَتْوَى عَلَى عَادَةِ النَّاسِ بَحْرٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ

ترجمہ: جس چیز کے کیلی ہونے پر شریعت نے صراحت کی ہے، جیسے گیہوں، جو، کھجور، اور نمک یا وزنی ہونے کی جیسے سونا چاندی، تو وہ ایسے ہی رہے گا کبھی نہیں بدلے گا، لہذا گیہوں کی بیع گیہوں سے وزن کر کے صحیح نہیں ہے، جیسے اگر سونا، سونا کے بدلے، اور چاندی، چاندی کے بدلے ناپ کر بیچے، اگر چہ برابر سرابر ہو، اس لیے کہ نص عرف سے زیادہ قوی ہے اور ادنی سے اقوی نہیں چھوڑا جائے گا اور جہاں شریعت نے تصریح نہیں کی ہے وہاں عرف پر محمول ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقا عرف کا اعتبار ہوگا، کمال نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اس قول پر سعدی آفندی نے تخریج کی ہے کہ دراہم کا گن کر قرض لینا اور آٹے کو وزن کر کے بیچنا ہمارے زمانے میں؛ یعنی اس کی مثل سے، کافی میں ہے کہ فتوی لوگوں کی عادت پر ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور مصنف نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے۔

نص اقوی ہے عرف سے

ومانص الشارع علی کونہ کیلیا الخ: عہد رسالت میں جو چیزیں کیلی تھیں، وہ ہمیشہ کیلی شمار ہوں گی، اگر چہ بعد میں لوگوں نے ان میں کیل سے معاملہ کرنا چھوڑ دیا ہو، جیسے گندم، جو، چھوہارا اور نمک، ان چیزوں میں مساوات و برابری کیل کے ذریعے ہی معتبر ہوگی نہ کہ وزن کے ذریعے، چناں چہ اگر گندم کو گندم کے عوض بیچا گیا اور برابری وزن کے ذریعہ کی گئی نہ کہ کیل کے ذریعے، تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ گندم حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کیلی تھا، اس لیے یہ ہمیشہ کیلی ہی رہے گا، اور جو چیزیں حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں وزنی تھیں وہ ہمیشہ وزنی ہی رہیں گی، جیسے سونا اور چاندی، اس لیے کہ اگر سونا سونے کے عوض بیچا گیا اور کیل کے ذریعے برابر کیا گیا، نہ کہ وزن کے ذریعے، تو یہ معاملہ جائز نہ ہوگا، اس لیے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہم پر واجب ہے، لہذا آپ نے جس کو کیلی قرار دیا وہ ہمیشہ کیلی اور جس کو وزنی قرار دیا وہ ہمیشہ وزنی رہے گا، نیز بعض عرف کے مقابلے میں اقوئ ہے، اس لیے کہ عرف تو باطل پر بھی ہو سکتا ہے، اس لیے نص کی موجودگی میں عرف کو اختیار نہ کیا جائے گا اور عرف صرف ان لوگوں کے لیے حجت ہے جہاں وہ عرف ہے اور جہاں وہ عرف نہیں ہے وہاں کے لوگوں کے لیے وہ عرف حجت نہیں ہے؛ بل کہ سب کے لیے نص حجت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نص عرف کے مقابلے میں اقوئ ہے اور اقوئ کو ادنیٰ کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا،

"لان النص اقوی من العرف لان للعرف جاز ان یکون علی باطل کتعارف اهل زماننا اخراج الشموع والسرج الی المقابر لیالی العید والنص بعد تبرته لایحتمل ان یکون علی باطل، ولان حجیة العرف علی الذین تعارفوہ

والتزموه فقط والنص حجة على الكل فهو اقوى" (فتح القدير ۱۵/۷)

جن کے بارے میں نص نہیں ہے

ومالم ينص عليه حمل على العرف الخ: جن چیزوں کے کیلی یا وزنی ہونے پر نص موجود نہیں ہے ان چیزوں کا کیلی یا وزنی ہونا تجارت کرنے والوں کی عادت پر محمول ہوگا یعنی اگر وہ کیل کے ذریعہ کاروبار کرتے ہیں تو وہ چیز کیلی شمار ہوگی اور اگر کسی چیز میں وزن کے ذریعہ کاروبار کرتے ہیں تو وہ چیز وزنی شمار ہوگی، کیوں کہ جس چیز میں لوگوں کی عادت واقع ہوئی ہے اس میں جوازِ حکم پر لوگوں کی عادت ہی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے مار آہ المسلون حسناً فهو عند الله حسن حاصل یہ ہے کہ نص موجود نہ ہونے کی صورت میں عرف اور لوگوں کا رواج بمنزلہ اجماع کے ہوتا ہے اور اجماع حجت شرعی ہے اس لیے کسی چیز کے مکیلی یا موزونی ہونے پر نص موجود نہ ہونے کی صورت میں تاجروں کی عات اور ان کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر کسی چیز میں وہ کیل کے ذریعہ معاملہ کرتے ہیں تو وہ چیز کیلی شمار ہوگی، اور اگر وزن کے ذریعہ معاملہ کرتے ہیں تو وہ چیز وزنی شمار ہوگی، امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ منصوص علیہ کے خلاف بھی عرف معتبر ہوتا ہے؛ یعنی اگر کسی چیز کا مکیلی ہونا منصوص ہے مگر عرف اس کے وزنی ہونے پر جاری ہے تو اس کو وزنی شمار کیا جائے گا، اور اگر کسی چیز کا وزنی ہونا منصوص ہے مگر عرف اس کے مکیلی ہونے پر جاری ہے تو اس کو مکیلی شمار کیا جائے گا، کیوں کہ عہد رسالت میں مکیلی چیزوں میں کیل کرنے پر اور موزونی چیزوں میں وزن کرنے پر جو نص وارد ہوئی ہے وہ اس زمانہ کے لوگوں کی عادت ہی کی وجہ سے ہے پس عادت ہی مقصود ہوئی پھر جب بعد میں چل کر عادت بدل گئی تو اسی کے مطابق حکم ثابت ہوگا، یعنی جب عہد رسالت میں گندم وغیرہ کی خرید وفروخت کیل کے ساتھ کی جاتی تھی تو ان کو کیلی شمار کیا جاتا رہا مگر جب وزن کے ساتھ خرید وفروخت کی عادت ہوگئی تو اب اس کو وزنی شمار کیا جائے گا؛ لیکن ہماری طرف سے ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو گندم وغیرہ میں کیل کے ساتھ معاملہ کرتے دیکھا اور اس پر آپ نے سکوت فرمایا تو یہ سکوت فرمانا نص کے مرتبہ میں ہوا اور نص، عرف اور رواج سے متغیر نہیں ہوتی ہے؛ کیوں کہ عرف، نص کے معارض نہیں ہوسکتا ہے۔

طرفین اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان ثمرۂ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ ایک آدمی نے گندم کو گندم کے عوض فروخت کیا اور دونوں عوضوں میں وزن کے ساتھ برابری کی گئی؛ یعنی لین دین وزن کے ذریعہ کیا گیا، یا سونے کو سونے کے عوض بیچا گیا اور برابری کیل کے ذریعہ کی گئی؛ یعنی لین دین پیمانہ اور کیل سے کیا گیا تو یہ صورت ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، کیوں کہ عرف کے مطابق وزنی چیز کو وزن کے ذریعہ برابر کیا گیا اور کیلی چیز کو کیل کے ذریعہ برابر کیا گیا اور طرفین کے نزدیک ناجائز ہے اگر چہ گندم میں لوگوں کا عرف وزن کے ساتھ ہے اور سونے میں لوگوں کا عرف کیل کے ساتھ ہے، دلیل یہ ہے کہ گندم اصلاً کیلی ہے اور سونا اصلاً وزنی ہے اور گندم کو وزن کے ذریعہ برابر کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کیل کے ذریعہ بھی برابر ہو، بلکہ کیل کے ذریعہ کمی، زیادتی کا شبہ باقی ہے، کیوں کہ بہت ممکن ہے کہ ایک جانب کا گندم کچھ گیلا ہو اور دوسری جانب سوکھا ہو؛ لہذا ایک من گیلا گندم جس برتن میں سما سکتا ہے اس برتن میں ایک من سوکھا گندم نہیں سما سکتا ہے؛ بلکہ کچھ گندم باقی رہ جائیں گے، اسی طرح جس سونے کو کیل کے ذریعہ برابر کیا گیا ہے ضروری نہیں کہ وہ وزن کے ذریعہ بھی برابر ہو اس میں چوں کہ کمی، زیادتی کا شبہ

ہے اور اموال ربویہ میں کمی زیادتی کا شبہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقتاً کمی، زیادتی حرام ہے، اس لیے اموال ربویہ میں شرعاً جو کیلی ہے اس کو کیلاً اور جو وزنی ہے، اس کو وزناً ہی برابر کیا جائے۔

وَالْمُعْتَبَرُ تَعْيِينُ الرِّبَوِيِّ فِي غَيْرِ الصَّرْفِ وَمَصُوغِ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ بِلَا شَرْطِ تَقَابُضٍ حَتَّى لَوْ بَاعَ بُرًّا بِبُرٍّ بِعَيْنِهِمَا وَتَفَرَّقَا قَبْلَ الْقَبْضِ جَازَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَلَوْ أَحَدُهُمَا دَيْنًا فَإِنْ هُوَ الثَّمَنُ وَقَبَضَهُ قَبْلَ التَّفَرُّقِ جَازَ وَإِلَّا لَا كَبَيْعِهِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ سِرَاجٌ.

ترجمہ: ثمن اور سونے اور چاندی کے بنے سامان کے علاوہ اموال ربویہ میں، متعین کرنا ہی معتبر ہے، بغیر قبضے کی شرط کے یہاں تک کہ اگر گیہوں کو گیہوں کے بدلے متعین کر کے بیچا اور دونوں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو جائز ہے، امام شافعیؒ کے خلاف مطعومات کی بیع میں اور اگر بدلین میں ایک دین ہو، تو اگر وہ دین ثمن ہے اور تفرق سے پہلے قبضہ کر لیا، تو جائز ہے، ورنہ نہیں، معدوم کی بیع لازم آنے کی وجہ سے۔

اموال ربویہ میں بیع کا طریقہ

والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف الخ: سونے چاندی کے علاوہ اموال ربویہ میں بیع اور ملکیت محض متعین کر دینے سے، بیع جائز اور ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، ان میں قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ سونے اور چاندی کی بیع اور ان میں ملکیت کے لیے مجلس کے اندر قبضہ کرنا ضروری ہے، اگر مجلس کے اندر قبضہ نہ پایا گیا تو یہ بیع صحیح ہے اور نہ ہی ملکیت اس لیے کہ اثمان میں ملکیت متعین کرنے سے ثابت نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ قبضہ کرنا ضروری ہے۔

امام شافعی کا اختلاف

خلافاللشافعی الخ: حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مطعومات کی بیع میں محض متعین کرنے سے بیع نہیں ہوگی؛ بلکہ قبضہ کرنا ضروری ہے، چناں چہ اگر گیہوں کے عوض گیہوں بیچا اور قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گیا، تو حضرت امام شافعی کے نزدیک بیع نہ ہوگی، اس لیے کہ حدیث شریف میں یداً بید سے قبضہ مراد ہے، گویا کہ حدیث شریف میں آلہ قبضہ بول کر ذی آلہ یعنی قبضہ مراد لیا گیا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر اموال ربویہ، بیع اور ملکیت کے لیے متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ بیع کا مقصود تصرف کا حق حاصل ہونا ہے اور یہ متعین سے حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے محض متعین کر دینے سے بیع اور ملکیت کا تحقق ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں "یداً بید" سے مراد قبضہ نہیں؛ بلکہ تعیین مراد ہے اس لیے کہ دوسری حدیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے کے عوض، چاندی کی بیع چاندی کے عوض، گندم کی بیع گندم کے عوض، جو کی بیع جو کے عوض، کھجور کی بیع کھجور کے عوض، اور نمک کی بیع نمک کے عوض منع فرماتے تھے، مگر دونوں عوض متعین کر کے برابر سرابر پس جس نے زیادہ دیا، یا زیادہ لیا، اس نے سود کا کاروبار کیا "سمعت رسول اللہ ﷺ ینھی عن الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواءً بسواء عینا بعین فمن زاد

او استزاد فقد اربی" (الصحیح لمسلم ۲/۲۴)

وَجَيِّدُ مَالِ الرِّبَا لَا حُقُوقِ الْعَبْدِ وَرَدِيئُهُ سَوَاءٌ إِلَّا فِي أَرْبَعِ مَالِ وَقْفٍ وَيَتِيمٍ وَمَرِيضٍ وَفِي الْقُلْبِ الرَّهْنِ إِذَا انْكَسَرَ أَشْبَاهٌ

ترجمہ: اور اموال ربویہ میں، اچھا اور خراب برابر ہے، حقوق العباد میں نہیں، مگر چار صورتوں میں وقف، یتیم، مریض کے مال میں اور رہن کے کنگن میں جب وہ ٹوٹ جائے، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

جید اور ردی کا حکم

وجید مال الربا الخ: اموال ربویہ کے تبادلے میں کیل و وزن میں برابری ضروری ہے خواہ ایک اچھا اور دوسرا خراب ہو؛ البتہ اموال ربویہ کے علاوہ دوسری اشیاء میں جید و ردی کا اعتبار کیا جائے گا، اس لیے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

بَاعَ فُلُوسًا بِمِثْلِهَا أَوْ بِدَرَاهِمَ أَوْ بِدَنَانِيرَ فَإِنْ نَقَدَ أَحَدُهُمَا جَازَ وَإِنْ تَفَرَّقَا بِلَا قَبْضِ أَحَدِهِمَا لَمْ يَجُزْ لِمَا مَرَّ

ترجمہ: فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم کو دنانیر سے، تو اگر ان میں سے ایک نقد دیا تو جائز ہے، اور اگر متعاقدین بدلین میں سے ایک پہ (بھی) قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

فلوس کی بیع فلوس کے عوض

باع فلوسا الخ: فلوس کو فلوس کے بدلے بیچا یا دراہم کی بیع دنانیر کے عوض میں کی، تو مجلس بیع کی اندر بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اگر قبضہ نہیں کرے گا تو بیع جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اثمان متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے؛ بلکہ قبضہ ضروری ہے۔

كَمَا جَازَ بَيْعُ لَحْمٍ بِحَيَوَانٍ وَلَوْ مِنْ جِنْسِهِ لِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَوْزُونِ بِمَا لَيْسَ بِمَوْزُونٍ فَيَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ بِشَرْطِ التَّعْيِينِ أَمَّا نَسِيئَةً فَلَا وَشَرَطَ مُحَمَّدٌ زِيَادَةَ الْمُجَانِسِ وَلَوْ بَاعَ مَذْبُوحَةً بِحَيَّةٍ أَوْ بِمَذْبُوحَةٍ جَازَ اتِّفَاقًا وَكَذَا الْمَسْلُوخَتَيْنِ إِنْ تَسَاوَيَا وَزْنًا ابْنُ مَالِكٍ وَأَرَادَ بِالْمَسْلُوخَةِ الْمَفْصُولَةَ عَنِ السَّقَطِ كَكَرِشٍ وَأَمْعَاءٍ بَحْرٌ.

ترجمہ: جیسے جائز ہے گوشت کو حیوان کے عوض بیچنا، اگر چہ اسی کی جنس سے ہو، اس لیے کہ یہ موزون کی بیع ایسی چیز سے ہے، جو موزون نہیں ہے، چناں چہ یہ جائز ہے، جیسے بھی ہو، تعیین کی شرط کے ساتھ، بہر حال ادھار تو جائز نہیں ہے، امام محمد نے جنسیت کی زیادتی کی شرط لگائی ہے اور اگر مذبوحہ جانور کو زندہ سے یا مذبوحہ سے، تو بالاتفاق جائز ہے، ایسے ہی کھال ادھڑی ہوئی، دو جانور کی بیع (جائز ہے) اگر وزن میں برابر ہو، جیسا کہ ابن ملک میں ہے، اور (طحاوی نے) مسلوخہ سے وہ جانور مراد لی ہے جس سے سقط؛ یعنی اوجھڑی اور آنت نکال لی ہو، جیسا کہ بحر میں ہے۔

گوشت کی بیع حیوان سے

کما جاز بیع لحم الخ: گوشت کی بیع حیوان کے عوض کمی یا زیادتی کے ساتھ جائز ہے، اس لیے کہ اس صورت میں گوشت (موزون) کی بیع گوشت (غیر موزون اور غیر کیلی) کے عوض ہونے کی وجہ سے ربا کا تحقق نہ ہوگا۔

وَكَمَا جَازَ بَيْعُ كِرْبَاسٍ بِقُطْنٍ وَغَزْلٍ مُطْلَقًا كَيْفَمَا كَانَ لِاخْتِلَافِهِمَا جِنْسًا كَبَيْعِ قُطْنٍ بِغَزْلِ الْقُطْنِ فِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ حَاوِيٌّ. وَفِي الْقُنْيَةِ لَا بَأْسَ بِغَزْلِ قُطْنٍ بِثِيَابِ قُطْنٍ يَدًا بِيَدٍ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا بِمَوْزُونَيْنِ وَلَا جِنْسَيْنِ وَكَذَلِكَ غَزْلُ كُلِّ جِنْسٍ بِثِيَابِهِ إِذَا لَمْ تُوزَنْ

ترجمہ: جیسے جائز ہے روئی کے کپڑے کی بیع روئی اور سوت سے مطلقا، یعنی جیسے چاہے دونوں کی جنس مختلف ہونے کی وجہ سے جیسے روئی کی بیع روئی کی سوت کے عوض، امام محمد کے قول کے مطابق اور یہی اصح ہے، جیسا کہ حاوی میں ہے قنیہ میں ہے کہ روئی کی سوت کی بیع، روئی کے کپڑے کے عوض کوئی حرج نہیں ہے، جب نقد ہو اس لیے کہ یہ دونوں وزنی نہیں ہیں، اور جنس ایک ہے، ایسے ہی ہر جنس کی سوت (کی بیع) اس کے کپڑے سے (جائز ہے) جب وزنی نہ ہو۔

سوت کی بیع کپڑے سے

وكماجاز بیع کرباس الخ: سوت کی جنس الگ ہے، اور کپڑے کی جنس الگ ہے، اس لیے کہ سوت اڈھیرنے سے روئی نکلتی ہے اور کپڑا اڈھیرنے سے سوت نکلتی ہے، نیز ان دونوں کے مقاصد بھی الگ الگ ہیں، سوت سے کپڑے تیار ہوتے ہیں اور کپڑے دوسری ضرورت کے کام آتے ہیں، جب دونوں کی جنس الگ ہے، تو کمی زیادتی اور ادھار ونقد ہر طرح سے بیع کی جاسکتی ہے۔

وَكَبَيْعِ رُطَبٍ بِرُطَبٍ أَوْ بِتَمْرٍ مُتَمَاثِلًا كَيْلًا لَا وَزْنًا خِلَافًا لِلْعَيْنِيِّ فِي الْحَالِ لَا الْمَآلِ خِلَافًا لَهُمْ فَلَوْ بَاعَ مُجَازَفَةً أَوْ مُوَازَنَةً لَمْ يَجُزْ اتِّفَاقًا ابْنُ مَالِكٍ وَعِنَبٍ بِعِنَبٍ أَوْ بِزَبِيبٍ مُتَمَاثِلًا كَذَلِكَ وَكَذَا كُلُّ ثَمَرَةٍ تَجِفُّ كَتِينٍ وَرُمَّانٍ يُبَاعُ رَطْبُهَا بِرَطْبِهَا وَبِيَابِسِهَا كَبَيْعِ بُرٍّ رَطْبًا أَوْ مَبْلُولًا بِمِثْلِهِ وَبِالْيَابِسِ وَكَذَا بَيْعُ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ مَنْقُوعٍ بِمِثْلِهِ أَوْ بِالْيَابِسِ مِنْهُمَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ زَيْلَعِيٌّ وَفِي الْعِنَايَةِ كُلُّ تَفَاوُتٍ خِلْقِيٍّ كَالرُّطَبِ وَالتَّمْرِ وَالْجَيِّدِ وَالرَّدِيءِ فَهُوَ سَاقِطُ الِاعْتِبَارِ وَكُلُّ تَفَاوُتٍ بِصُنْعِ الْعِبَادِ كَالْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ وَالْحِنْطَةِ الْمَقْلِيَّةِ بِغَيْرِهَا يَفْسُدُ كَمَا سَيَجِيءُ.

ترجمہ: جیسے کھجور کی بیع کھجور سے اور چھوہارے کی بیع چھوہارے سے برابر سرابر ناپ کر تول کر نہیں، عینی کے خلاف فی الحال نہ کہ بعد میں، صاحبینؒ کے خلاف، اگر اندازے سے یا وزن کر کے بیچا، تو بالاتفاق جائز نہیں ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے اور انگور کی بیع انگور سے یا کشمش سے برابر سرابر ایسے ہی (فی الحال وزن کر کے جائز ہے) اور ایسے ہی ہر خشک میوہ، جیسے انجیر اور انار تر کو تر کے عوض اور خشک کو خشک کے عوض بیچا جائے، کچے اور گیلے گیہوں کی بیع، اس کی مثل سے اور خشک، ایسے ہی بھگوئے ہوئے کشمش اور چھوہارے کی بیع اس کی مثل اور خشک سے، امام محمد کے خلاف، جیسا کہ زیلعی میں ہے، اور عنایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدائشی ہے جیسے کھجور، چھوہارا، ردی اور جید، تو وہ ساقط الاعتبار ہے اور جو تفاوت آدمی کے فعل سے ہو، جیسے گیہوں کی بیع آٹے سے اور کچے گیہوں کی بیع بھنے ہوئے گیہوں سے، فاسد ہے، جیسا کہ آرہا ہے۔

رطب کی بیع رطب سے

رطب کی بیع رطب سے کرے تو کیل کے ذریعے ناپ کر برابر سرابر کرے، کمی زیادتی کے ساتھ نہ کرے یہی حکم تمام پھلوں کا ہے تر کو تر کے ساتھ اور سوکھے کو سوکھے کے ساتھ بیچے، یہ ناپ بیع کے وقت کر لے، بعد میں ناپنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وَكَبَيْعِ لُحُومٍ مُخْتَلِفَةٍ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا يَدًا بِيَدٍ وَلَبَنِ بَقَرٍ وَغَنَمٍ وَخَلِّ دَقَلٍ بِفَتْحَتَيْنِ رَدِيءِ التَّمْرِ وَخَصَّهُ بِاعْتِبَارِ الْعَادَةِ بِخَلِّ عِنَبٍ وَشَحْمِ بَطْنٍ بِأَلْيَةٍ بِالْفَتْحِ مَا يُسَمِّيهِ الْعَوَامُّ لِيَّةً أَوْ لَحْمٍ وَخُبْزٍ وَلَوْ مِنْ بُرٍّ بِبُرٍّ أَوْ دَقِيقٍ وَلَوْ مِنْهُ وَزَيْتٍ مَطْبُوخٍ بِغَيْرِ الْمَطْبُوخِ وَدُهْنٍ مُرَبًّى بِالْبَنَفْسَجِ بِغَيْرِ الْمُرَبَّى مِنْهُ مُتَفَاضِلًا أَوْ وَزْنًا كَيْفَ كَانَ لِاخْتِلَافِ أَجْنَاسِهَا فَلَوْ اتَّحَدَ لَمْ يَجُزْ مُتَفَاضِلًا إلَّا فِي لَحْمِ الطَّيْرِ لِأَنَّهُ لَا يُوزَنُ عَادَةً حَتَّى لَوْ وُزِنَ لَمْ يَجُزْ زَيْلَعِيٌّ وَفِي الْفَتْحِ لَحْمُ الدَّجَاجِ وَالْإِوَزِّ وَزْنِيٌّ فِي عَامَّةِ مِصْرَ وَفِي النَّهْرِ لِعِلَّةٍ فِي زَمَنِهِ أَمَّا فِي زَمَانِنَا فَلَا وَالْحَاصِلُ أَنَّ الِاخْتِلَافَ بِاخْتِلَافِ الْأَصْلِ أَوْ الْمَقْصُودِ أَوْ بِتَبَدُّلِ الصِّفَةِ فَلْيُحْفَظْ وَجَازَ الْأَخِيرُ لَوْ الْخُبْزُ نَسِيئَةً بِهِ يُفْتَى دُرَرٌ إذَا أَتَى بِشَرَائِطِ السَّلَمِ لِحَاجَةِ النَّاسِ، وَالْأَحْوَطُ الْمَنْعُ إذْ قَلَّمَا يَقْبِضُ مِنْ جِنْسِ مَا سَمَّى وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ مَعْزِيًّا لِلْخِزَانَةِ الْأَحْسَنُ أَنْ يَبِيعَ خَاتَمًا مَثَلًا مِنْ الْخَبَّازِ بِقَدْرِ مَا يُرِيدُ مِنْ الْخُبْزِ وَيَجْعَلُ الْخُبْزَ الْمَوْصُوفَ بِصِفَةٍ مَعْلُومَةٍ ثَمَنًا حَتَّى يَصِيرَ دَيْنًا فِي ذِمَّةِ الْخَبَّازِ وَيُسَلِّمَ الْخَاتَمَ ثُمَّ يَشْتَرِيَ الْخَاتَمَ بِالْبُرِّ وَفِيهِ مَعْزِيًّا لِلْمُضْمَرَاتِ يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْخُبْزِ وَزْنًا وَكَذَا عَدَدًا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَسَيَجِيءُ جَوَازُ اسْتِقْرَاضِهِ أَيْضًا.

ترجمہ: جیسے مختلف گوشت کی بیع بعض کی بعض سے زیادہ کرکے ہاتھ در ہاتھ اور گائے کے دودھ (کی بیع) بھیڑ کے دودھ سے (جائز ہے زیادہ کرکے) دَقَل کے سرکے کی (بیع) دال اور قاف پر زبر کے ساتھ ردی کھجور، اس کو خاص طور پر عادت کا اعتبار کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، انگور کے سرکے سے، پیٹ کی چربی کی بیع دنبے کی چکتی سے جس کو عوام لبہ کہتے ہیں، یا گوشت، گیہوں کی روٹی کی بیع گیہوں یا آٹے سے اگرچہ آٹے کا ہو، پکے ہوئے روغن زیتون کی بیع بغیر پکے ہوئے سے، اور بنفشہ ملے ہوئے تیل کی بیع بغیر ملے ہوئے سے زیادہ کرکے جائز ہے یا وزن کرکے، جیسا ہو (جائز ہے) ان کے اجناس مختلف ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اگر جنس متحد ہو جائے، تو جائز نہیں ہے، مگر چڑیوں کے گوشت میں، اس لیے کہ عادت وزن نہیں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وزن ہونے لگے تو جائز نہیں ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، فتح میں ہے کہ مرغی اور بطخ کا گوشت مصر کی عادت میں وزنی ہے، نہر میں ہے کہ شاید ان کے زمانے میں، بہرحال ہمارے زمانے میں تو جائز نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ اختلاف اصل، مقصود یا صفت کے بدلنے سے ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، اخیر والی صورت جائز ہے، اگرچہ روٹی ادھار ہو اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ درر میں ہے کہ جب سلم کے شرائط پوری کی جائیں، لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے؛ لیکن احتیاط منع میں ہے، اس لیے کہ متعینہ جنس میں بہت کم قبضہ کرتا ہے، قہستانی میں خزانہ کے حوالے سے ہے: اچھا یہ ہے کہ انگوٹھی بیچے نان بائی سے، جتنی روٹی چاہتا ہے اس کے عوض اور اس متعینہ روٹی کو ثمن قرار دے یہاں تک کہ وہ نان بائی کے ذمے قرض ہوگا، وہ انگوٹھی دے کر پھر گیہوں کے بدلے انگوٹھی خرید لے، اسی میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ روٹی میں وزن کرکے بیع سلم جائز ہے، ایسے ہی گن کر اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ آرہا ہے کہ روٹی قرض میں لینا بھی جائز ہے۔

مختلف گوشت کی بیع

و كبيع لحوم مختلفة الخ: ایک جانور کے گوشت کو دوسرے جانور کے گوشت سے کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہے؛ البتہ ادھار جائز نہیں ہے، اس لیے کہ دونوں کی جنس الگ ہے، اور جب جنس الگ ہو جائے تو کمی زیادتی کے ساتھ بیع کی جاسکتی ہے، ادھار نہیں۔

وَ جَازَ بَيْعُ اللَّبَنِ بِالْجُبْنِ لِاخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ وَالِاسْمِ حَاوِيٌّ

ترجمہ: اور دودھ کی بیع پنیر سے جائز ہے، مقاصد اور نام کے اختلاف کی وجہ سے، جیسا کہ حاوی میں ہے۔

دودھ کی بیع پنیر سے

وجاز بيع اللبن بالجبن الخ: دودھ کی بیع پنیر سے کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہے، اس لیے کہ دونوں کے مقاصد بھی الگ ہیں اور نام بھی الگ ہیں۔

لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْبُرِّ بِدَقِيقٍ أَوْ سَوِيقٍ هُوَ الْمَجْرُوشُ وَلَا بَيْعُ دَقِيقٍ بِسَوِيقٍ مُطْلَقًا وَلَوْ مُتَسَاوِيًا لِعَدَمِ الْمُسَوِّى فَيَحْرُمُ لِشُبْهَةِ الرِّبَا خِلَافًا لَهُمَا وَأَمَّا بَيْعُ الدَّقِيقِ بِالدَّقِيقِ مُتَسَاوِيًا كَيْلًا إِذَا كَانَا مَكْبُوسَيْنِ فَجَائِزٌ اتِّفَاقًا ابْنُ مَالِكٍ كَبَيْعِ سَوِيقٍ بِسَوِيقٍ وَحِنْطَةٍ مَقْلِيَّةٍ بِمَقْلِيَّةٍ وَأَمَّا الْمَقْلِيَّةُ بِغَيْرِهَا فَفَاسِدٌ كَمَا مَرَّ

ترجمہ: جائز نہیں ہے گیہوں کو آٹے یا ستو سے بیچنا، جو دلا ہوا ہوتا ہے اور نہ آٹے کی بیع ستو سے مطلقاً، اگرچہ (ظاہراً) برابر ہو، ان دونوں کو برابر کرنے والا کوئی پیمانہ نہ ہونے کی وجہ سے، شبہ ربا کی بنیاد پر، صاحبین کے خلاف، آٹے کی بیع آٹے سے، کیل سے برابر کر کے، جب داب داب کے بھرا گیا ہو، تو بالاتفاق جائز ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے ہوئے گیہوں کی بیع بھنے ہوئے گیہوں سے، بہر حال بھنے ہوئے کی بیع بغیر بھنے ہوئے سے، تو فاسد ہے، جیسا کہ گذر چکا۔

گیہوں کی بیع آٹے سے

لايجوز بيع البر بدقيق الخ: گیہوں کی بیع آٹے سے، اس لیے جائز نہیں ہے کہ گیہوں اور آٹے دونوں کیلی ہیں اور کیل سے دونوں کا برابر کرنا ممکن نہیں ہے اور جب برابری ممکن نہیں ہے، تو شبہ ربا کی وجہ سے حرام ہے۔

وَلَا الزَّيْتُونِ بِزَيْتٍ وَالسِّمْسِمِ بِخَلٍّ بِمُهْمَلَةِ الشَّيْرَجُ حَتَّى يَكُونَ الزَّيْتُ وَالْخَلُّ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُونِ وَالسِّمْسِمِ لِيَكُونَ قَدْرُهُ بِمِثْلِهِ وَالزَّائِدُ بِالثُّفْلِ، وَكَذَا كُلُّ مَا لِثُفْلِهِ قِيمَةٌ كَجَوْزٍ بِدُهْنِهِ وَلَبَنٍ بِسَمْنِهِ وَعِنَبٍ بِعَصِيرِهِ فَإِنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهُ كَبَيْعِ تُرَابِ ذَهَبٍ بِذَهَبٍ فَسَدَ بِالزِّيَادَةِ لِرِبَا الْفَضْلِ.

ترجمہ: جائز نہیں ہے زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع تل کے تیل سے، یہاں تک کہ روغن زیتون اور تل کا تیل (اس) زیتون اور تل سے نکلنے والے تیل سے زیادہ ہو، تا کہ اس کی مقدار اس کے برابر میں ہو اور زیادہ کھلی کے بدلے، یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس کی کھلی کی قیمت ہو، جیسے اخروٹ کی بیع اس کے تیل سے، دودھ کی بیع گھی سے اور انگور کی بیع اس کے جوس سے؛ لیکن اگر اس کی قیمت نہ ہو، جیسے زر آلود مٹی کی سونے سے، تو زیادتی کی وجہ سے فاسد ہے، زیادتی سود ہونے کی وجہ سے۔

زیتون کی بیع روغن زیتون سے

ولا الزيتون: اگر زیتون کو روغن زیتون کے عوض یا تل کو اس کے تیل کے عوض بیچا گیا اور روغن زیتون اس روغن سے زیادہ ہوا جو زیتون میں ہے اور خالص تیل اس

سے زیادہ ہوا جو تلوں میں ہے تو یہ بیع جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں ربا متحقق نہیں ہوگا، اور ربوا اس لیے متحقق نہیں ہوگا کہ خالص تیل اپنے مثل اس تیل کے عوض ہو جائے گا جو زیتون یا تلوں میں ہے، اور خالص تیل کی مقدار زائد کھلی کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور کھلی اور تیل چوں کہ مختلف جنس ہیں اس لیے اس میں کوئی ربوا متحقق نہ ہوگا، اور اگر وہ تیل جو زیتون میں ہے یا تلوں میں ہے خالص تیل سے زائد ہوا یا برابر ہوا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی، کیوں کہ خالص تیل بھی وزنی ہے اور جو تیل، زیتون اور تلوں میں ہے وہ بھی وزنی ہے اس لیے قدر مع الجنس کے پائے جانے کی وجہ سے بیع جائز ہونے کے لیے دونوں عوضوں کا برابر ہونا ضروری ہے، مگر جب وہ تیل جو زیتون یا تل میں ہے اس سے زیادہ ہوا جو خالص تیل ہے؛ یعنی نکلا ہوا ہے تو اس صورت میں ایک عوض میں کچھ تیل اور کھلی زائد ہوگی، اور اگر زیتون یا تلوں کے اندر کا تیل خالص تیل کے برابر ہوا تو اس صورت میں کھلی زائد ہوگی، اور ایک عوض کا زائد ہونا اور دوسرے کا کم ہونا اسی کا نام ربوا ہے، پس ان دونوں صورتوں میں چوں کہ ربوا لازم آتا ہے اس لیے یہ دونوں صورتیں ناجائز ہوں گی۔

اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ زیتون یا تل میں کس قدر تیل ہے تو بھی یہ بیع ناجائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں ربوا کا احتمال ہے اور ربوا کا شبہ اسی طرح حرام اور ناجائز ہے جس طرح حقیقت ربوا حرام ہے، اس لیے معلوم نہ ہونے کی صورت میں بھی بیع ناجائز ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اخروٹ کی بیع اس کے تیل کے عوض اور دودھ کی بیع اس کے گھی کے عوض اور انگور کی بیع شیرۂ انگور کے عوض اور کھجور کی بیع اس کے شیرہ کے عوض اسی اعتبار پر جائز ہے؛ یعنی اگر خالص تیل اس سے زائد ہو جو اخروٹ میں ہے اور گھی اس سے زائد ہو جو دودھ میں ہے اور شیرۂ انگور اس شیرہ سے زائد ہو جو انگور میں ہے، اور کھجور کا خالص شیرہ اس سے زائد ہو جو کھجور میں ہے، تو یہ بیع جائز ہے ورنہ نہیں، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ روئی کو اس کے سوت کے عوض وزن کے اعتبار سے برابر کر کے بیچنے میں اختلاف ہے، چناں چہ بعض مشائخ جواز کے قائل ہیں، اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ روئی اور سوت دونوں کی اصل ایک ہے یعنی روئی۔

وَيُسْتَقْرَضُ الْخُبْزُ وَزْنًا وَعَدَدًا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى ابْنُ مَالِكٍ وَاسْتَحْسَنَهُ الْكَمَالُ وَاخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ تَيْسِيرًا. وَفِي الْمُجْتَبَى: بَاعَ رَغِيفًا نَقْدًا بِرَغِيفَيْنِ نَسِيئَةً جَازَ وَبِعَكْسِهِ لَا وَجَازَ بَيْعُ كَسِيرَاتِهِ كَيْفَ كَانَ.

ترجمہ: روٹی قرض میں لی جاسکتی ہے وزن کر کے اور گن کر امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، کمال نے اس کو پسند کیا ہے اور مصنف نے (اپنی شرح میں) آسانی کے لیے اسی کو اختیار کیا ہے، مجتبی میں ہے کہ ایک نقد روٹی دو ادھار سے بیچی تو جائز ہے، اور روٹی کے ٹکڑوں کی بیع جیسے ہو جائز ہے۔

روٹی کا قرض

ویستقرض الخبز وزنا وعددا الخ: روٹی کا قرض گن کر اور وزن کر کے، دونوں طرح سے جائز ہے اور تعامل ناس کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے "وانا اری ان قول محمد احسن" (ردالمحتار ۷/۴۲۱)

ایک روٹی کی بیع دو روٹی سے

وفی المجتبی باع رغیفا الخ: یہ جزئیہ اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے عمل نہیں ہے، نیز صاحب مجتبی نے اس مسئلے کو کس دلیل کی بنیاد پر نقل کیا ہے، یہ بھی پتہ نہیں چلتا

ہے "والحاصل انه مشكل ولذا قال الساتحاني ان هذا الفرع خارج عن القواعد لان الجنس بانفراده محرم النساء فلا يعمل به حتى ينص على تصحيحه" (ردالمحتار ۷/۴۲۱)

وَلَا رِبَا بَيْنَ سَيِّدٍ وَعَبْدِهِ وَلَوْ مُدَبَّرًا لَا مُكَاتَبًا إِذَا لَمْ يَكُنْ دَيْنُهُ مُسْتَغْرِقًا لِرَقَبَتِهِ وَكَسْبِهِ فَلَوْ مُسْتَغْرِقًا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا اتِّفَاقًا ابْنُ مَالِكٍ وَغَيْرُهُ لَكِنْ فِي الْبَحْرِ عَنِ الْمِعْرَاجِ التَّحْقِيقُ الْإِطْلَاقُ وَإِنَّمَا يَرُدُّ الزَّائِدَ لَا لِلرِّبَا بَلْ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغُرَمَاءِ وَلَا رِبَا بَيْنَ مُتَفَاوِضَيْنِ وَشَرِيكَيْ عِنَانٍ إِذَا تَبَايَعَا مِنْ مَالِهَا أَيْ مَالِ الشَّرِكَةِ زَيْلَعِيٌّ

ترجمہ: آقا اور غلام کے درمیان ربا نہیں ہے، اگر چہ مدبر ہو، نہ کہ مکاتب، جب کہ اس کا دین، اس کی ذات اور کمائی کو مستغرق نہ ہو، لہذا اگر مستغرق ہو، تو بالاتفاق ربا متحقق ہوگا، جیسا کہ ابن ملک وغیرہ نے صراحت کی ہے؛ لیکن بحر میں معراج کے حوالے سے ہے کہ مطلقاً (ربا نہ ہونے کی) تحقیق ہے اور (غلام مدیون کا) جو زائد مال واپس کیا جاتا ہے، وہ ربا کی وجہ سے نہیں: بل کہ قرض خواہوں (کا حق) متعلق ہونے کی وجہ سے ربا نہیں ہے، دو متفاوضین اور عنان کے دو شریکوں کے درمیان جب دونوں بیع کی ہو اسی مال؛ یعنی شرکت کے مال سے، جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

آقا اور غلام کے درمیان ربا

و لا ربا بين سيد و عبده: آقا اور غلام کے درمیان ربا کا تحقق نہیں ہوتا ہے اس لیے جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ سب آقا کا ہے، اس لیے بیع کا تحقق نہ ہونے کی وجہ سے ربا کا تحقق نہ ہوگا۔

وَلَا بَيْنَ حَرْبِيٍّ وَمُسْلِمٍ مُسْتَأْمَنٍ وَلَوْ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ أَوْ قِمَارٍ ثَمَّةَ لِأَنَّ مَالَهُ ثَمَّةَ مُبَاحٌ فَيَحِلُّ بِرِضَاهُ مُطْلَقًا بِلَا غَدْرٍ خِلَافًا لِلثَّانِي وَالثَّلَاثَةِ. وَ حُكْمِ مَنْ أَسْلَمَ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَلَمْ يُهَاجِرْ كَحَرْبِيٍّ فَلِلْمُسْلِمِ الرِّبَا مَعَهُ خِلَافًا لَهُمَا لِأَنَّ مَالَهُ غَيْرُ مَعْصُومٍ فَلَوْ هَاجَرَ إِلَيْنَا ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَلَا رِبَا جَوْهَرَةٌ. قُلْتُ: وَمِنْهُ يُعْلَمُ حُكْمُ مَنْ أَسْلَمَا ثَمَّةَ وَلَمْ يُهَاجِرَا. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الرِّبَا حَرَامٌ إِلَّا فِي هَذِهِ السِّتِّ مَسَائِلَ.

ترجمہ: ربا نہیں ہے حربی اور مسلم مستامن کے درمیان، اگر چہ عقد کے فاسد یا قمار کی وجہ سے ہو وہاں (دارالحرب میں) اس لیے کہ دارالحرب میں اس کا مال مباح ہے، لہذا بغیر دھوکہ کے اس کا مال اس کی رضامندی سے مطلقاً حلال ہے، بخلاف امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہ کے اور دارالحرب میں اسلام لاکر ہجرت نہ کرنے والے کا حکم حربی کی طرح ہے، لہذا مسلمان کے لیے اس کے ساتھ ربا حلال ہے، ان دونوں (امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ) کے خلاف ہے، اس لیے کہ اس کا مال معصوم نہیں ہے، لہذا اگر اس نے ہماری طرف ہجرت کی، پھر دارالحرب چلا گیا تو بالاتفاق ربا حلال نہیں ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس سے ان دو شخصوں کا حکم جانا گیا، جنھوں نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا؛ لیکن ہجرت نہیں کی، خلاصہ یہ کہ ربا حرام ہے؛ مگر ان چھ مسائل میں۔

مسلم اور حربی کے درمیان ربا

ولا بین حربی و مسلم: ایک مسلمان دارالحرب میں جا کر وہاں کے غیر مسلموں سے یا ایسے مسلمان سے جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہے، ان سے ربا کا معاملہ کرسکتا ہے، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب"۔

ربا جائز ہونے کی صورتیں

والحاصل ان الربا حرام الا الخ: (۱) آقا اور غلام کے درمیان (۲) دو شریک مفاوض میں (۳) دو شریک عنان میں (۴) مسلمان کو حربی سے دارالحرب میں (۵) مسلمان کو ایسے مسلم سے جس نے دارالحرب میں اسلام قبول کر کے ہجرت نہ کی ہو (۶) آپس میں دو مسلم غیر مہاجر کا۔

بَابُ الْحُقُوقِ

فِي الْبَيْعِ أَخَّرَهَا لِتَبَعِيَّتِهَا وَلِتَبَعِيَّتِهِ تَرْتِيبَ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ

ترجمہ: اس کو مؤخر کیا، بیع کے تابع ہونے کی وجہ سے، نیز جامع صغیر کی ترتیب کی اتباع کرتے ہوئے۔

لغوی معنی

حق کے لغوی معنی ثابت اور منافع کے آتے ہیں "هو مصدر حق الشئ من بابی ضرب وقتل اذا وجب وثبت ولهذا يقال لموافق الداء حقوقها" (ردالمحتار ۷/۴۲۴)

اصطلاحی معنی

حق وہ کیفیت اختصاص ہے، جس کے ذریعے انسان از روئے شرع حق تصرف کا مالک بنتا ہے "الحق هو اختصاص يقرر به الشرع سلطه او تكليفاً"۔

مؤخر کرنے کی وجہ

اخرها لتبعيتها الخ: حقوق بیع کے توابع ہیں اور توابع کا ذکر چوں کہ متبوع کے بعد ہوتا ہے، اس لیے حقوق کو بیع کے بعد ذکر کیا، نیز جامع صغیر میں یہی ترتیب ہے، اس لیے حضرت مصنف علام نے یہ ترتیب اختیار کی ہے۔

اشْتَرَى بَيْتًا فَوْقَهُ آخَرُ لَا يَدْخُلُ فِيهِ الْعُلُوُّ مُثَلَّثُ الْعَيْنِ وَلَوْ قَالَ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ مَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَسْتَتْبِعُ مِثْلَهُ وَكَذَا لَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ بِشِرَاءِ مَنْزِلٍ هُوَ مَا لَا إِصْطَبْلَ فِيهِ إِلَّا بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِمَرَافِقِهِ أَيْ حُقُوقِهِ كَطَرِيقٍ وَنَحْوِهِ وَعِنْدَ الثَّانِي الْمَرَافِقُ الْمَنَافِعُ أَشْبَاهٌ (أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ هُوَ فِيهِ أَوْ مِنْهُ

ترجمہ: ایک کوٹھری خریدی، جس کے اوپر دوسری کوٹھری ہے، تو اس میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا، اگرچہ مشتری نے ہر حق کے ساتھ یا ہر قلیل وکثیر کے ساتھ کہہ دیا ہو، جب تک داخل ہونے کی صراحت نہ کی ہو، اس لیے کہ شئ اپنی مثل کے تابع نہیں ہوتی ہے، ایسے ہی منزل کی خریداری میں بالاخانہ داخل نہیں ہوگا، منزل وہ ہے جس میں اصطبل نہ ہو، مگر ہر وہ حق جو اس کے لیے ہو یا اس کے حق ہو جیسے راستہ وغیرہ، امام ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے مراد منافع ہیں، جیسا کہ اشباہ میں ہے، یا ہر قلیل وکثیر (منزل میں) داخل ہے یا متعلق ہے (وہ مبیع ہے)

حق تعلی

اشتری بیتاً فوقه آخر لا یدخل فیه العلو الخ: مکانات کی بیع دو طرح سے ہوتی ہے ایک زمین کے ساتھ، جس کا رواج عام طور پر گاؤں، دیہات اور چھوٹے شہروں میں ہے، دوسرا صرف فلیٹ کی، جس کا رواج بڑے

شہروں میں ہے، اس صورت میں چوں کہ زمین کا مالک کوئی اور ہوتا ہے اور فلیٹ خریدنے والے نے صرف عمارت خریدی ہے، اس لیے وہ اوپر والے حصے کا مالک نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ دسویں منزل خریدنے والا گیارہویں منزل بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا ہے؛ البتہ پہلی صورت میں جہاں زمین کے ساتھ مکانات خریدے جاتے ہیں وہاں وہ اوپری حصے کا بھی مالک ہے، وہاں وہ منزل در منزل بنانا چاہے تو وہ مختار ہے، اس کو اس طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے چھوٹے شہروں اور قصبات میں آدمی دکان خریدتا ہے وہ بس دکان کا مالک ہے، اسی کے اندر وہ جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے اس کے اوپر دوسری عمارت بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا ہے، اس لیے کہ اس نے صرف دکان لی ہے، زمین نہیں لی ہے، "قلت وحيث كان المعتبر العرف فلا كلام سواء كان باسم خانه او غيره وفي عرفنا لو باع بيتا من دار او باع دكانا او اصطبلا او نحوه لا يدخل علو المبنى فوقه" (رد المختار ۷/۴۲۵)

وَيَدْخُلُ الْعُلْوُ بِشِرَاءِ دَارٍ وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ شَيْئًا وَلَوْ الْأَبْنِيَةُ بِتُرَابٍ أَوْ بِخِيَامٍ أَوْ قِبَابٍ وَهٰذَا التَّفْصِيلُ عُرْفُ الْكُوفَةِ وَفِي عُرْفِنَا يَدْخُلُ الْعُلْوُ بِلَا ذِكْرٍ فِي الصُّوَرِ كُلِّهَا فَتْحٌ وَكَافِي سَوَاءٌ كَانَ الْمَبِيعُ بَيْتًا فَوْقَهُ عُلْوٌ أَوْ غَيْرُهُ إِلَّا دَارَ الْمَلِكِ فَتُسَمَّى سَرَايَ نَهْرٌ كَمَا يَدْخُلُ فِي شِرَاءِ الدَّارِ الْكَنِيفُ وَبِئْرُ الْمَاءِ وَالْأَشْجَارُ الَّتِي فِي صَحْنِهَا وَ كَذَا الْبُسْتَانُ الدَّاخِلُ وَإِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِذٰلِكَ لَا الْبُسْتَانُ الْخَارِجُ إِلَّا إِذَا كَانَ أَصْغَرَ مِنْهَا فَيَدْخُلُ تَبَعًا وَلَوْ مِثْلَهَا أَوْ أَكْبَرَ فَلَا إِلَّا بِالشَّرْطِ زَيْلَعِيٌّ وَعَيْنِيٌّ. وَالظُّلَّةُ لَا تَدْخُلُ فِي بَيْعِ الدَّارِ لِبِنَائِهَا عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَذَتْ حُكْمَهُ إِلَّا بِكُلِّ حَقٍّ وَنَحْوِهِ مِمَّا مَرَّ وَقَالَا إِنَّ مَفْتَحَهَا فِي الدَّارِ تَدْخُلُ كَالْعُلْوِ

ترجمہ: بالاخانہ داخل ہوگا دار کی خریداری میں، اگرچہ کچھ ذکر نہ کیا ہو، اگرچہ عمارت، خیمے یا گنبد کی ہو اور یہ تفصیل اہل کوفہ کے عرف کے مطابق ہے اور ہمارے عرف کے مطابق، اوپر والا حصہ تمام صورتوں میں بغیر ذکر کے داخل ہوگا، جیسا کہ (فتح اور کافی) میں ہے، خواہ بکری شدہ گھر کے اوپر بالاخانہ ہو یا کچھ اور؛ مگر بادشاہ کا گھر اس لیے کہ اس کو سرائے کہتے ہیں، جیسا کہ نہر میں ہے، جیسے دار کی خریداری میں، بیت الخلائ، کنویں کا پانی اور وہ درخت جو صحن میں ہیں، داخل ہیں، ایسے ہی وہ باغیچہ، جو اندر ہے اگر چہ اس کی صراحت نہ کی ہو، نہ کہ باہر کا باغ؛ مگر جب باغیچہ گھر سے چھوٹا ہو، لہذا اس کے تابع ہو کر داخل ہوگا؛ لیکن اگر گھر کے برابر یا اس سے بڑا ہے تو داخل نہیں ہوگا؛ مگر شرط کے ساتھ، جیسا کہ زیلعی اور عینی میں ہے، چھجا (راستے کی طرف نکلا ہو) گھر کی بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے، اس کی بنا راستے پر ہونے کی وجہ سے، لہذا اس نے راستے کا حکم لے لیا؛ مگر بکل حق اور اس طرح کے الفاظ جو گذر گئے (کہنے کی وجہ سے) صاحبین نے کہا: اگر چھجے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو بالاخانہ کی طرح داخل ہے۔

گھر کی بیع میں باغیچہ کا حکم

و کذا البستان الداخل الخ: زمین کے ساتھ گھر خریدنے کی صورت میں گھر سے متصل صحن میں موجود باغیچہ بھی بیع میں داخل ہے، نیز صحن سے الگ گھر کے پاس گھر سے چھوٹا باغیچہ ہے تو وہ باغیچہ بھی شامل ہے؛ لیکن اگر وہ باغیچہ گھر کے برابر یا اس سے بڑا ہے تو بیع میں شامل نہ ہوگا، یہ حکم عام گھروں کا ہے؛ البتہ بادشاہوں، امیروں اور نوابوں کے گھروں کا حکم الگ ہوگا، اس لیے کہ ان گھروں کی لمبائی چوڑائی بے پناہ ہوتی ہے، حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی رقمطراز ہیں۔

مغلی عہد کی حویلیوں اور ڈیوڑھیوں کا اندازہ موجودہ زمانے کے ہندوستانیوں کو نہیں ہوسکتا، تھوڑے بہت نشانات اب بھی حیدرآباد میں پائے جاتے ہیں، کہ ایک، ایک امیر کی بعض ڈیوڑھیاں اس وقت بھی بحمد اللہ شاید ایک ایک مربع میل سے کم زمین میں نہ ہوگی (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ ۱۶۸)

وَيَدْخُلُ الْبَابُ الْأَعْظَمُ فِي بَيْعِ بَيْتٍ أَوْ دَارٍ مَعَ ذِكْرِ الْمَرَافِقِ لِأَنَّهُ مِنْ مَرَافِقِهَا خَانِيَّةٌ لَا يَدْخُلُ الطَّرِيقُ وَالْمَسِيلُ وَالشُّرْبُ إِلَّا بِنَحْوِ كُلِّ حَقٍّ وَنَحْوُهُ مِمَّا مَرَّ بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِدَارٍ وَأَرْضٍ فَتَدْخُلُ بِلَا ذِكْرٍ لِأَنَّهَا تُعْقَدُ لِلِانْتِفَاعِ لَا غَيْرُ وَالرَّهْنِ وَالْوَقْفِ خُلَاصَةٌ. وَلَوْ أَقَرَّ بِدَارٍ أَوْ صَالَحَ عَلَيْهَا أَوْ أَوْصَى بِهَا وَلَمْ يَذْكُرْ حُقُوقَهَا وَمَرَافِقَهَا لَا يَدْخُلُ الطَّرِيقُ كَالْبَيْعِ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْقِسْمَةِ وَإِنْ ذَكَرَ الْحُقُوقَ وَالْمَرَافِقَ إِلَّا بِرِضًا صَرِيحٍ نَهْرٌ عَنِ الْفَتْحِ وَفِي الْحَوَاشِي الْيَعْقُوبِيَّةِ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الرَّهْنُ كَالْبَيْعِ إِذْ لَا يُقْصَدُ بِهِ الِانْتِفَاعُ. قُلْتُ: هُوَ جَيِّدٌ لَوْلَا مُخَالَفَتُهُ لِلْمَنْقُولِ كَمَا مَرَّ، وَلَفْظُ الْخُلَاصَةِ وَيَدْخُلُ الطَّرِيقُ فِي الرَّهْنِ وَالصَّدَقَةِ الْمَوْقُوفَةِ كَالْإِجَارَةِ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ. نَعَمْ يَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ الْهِبَةُ وَالنِّكَاحُ وَالْخُلْعُ وَالْعِتْقُ عَلَى مَالٍ كَالْبَيْعِ وَالْوَجْهُ فِيهَا لَا يَخْفَى اهـ.

ترجمہ: بڑا دروازہ دار اور بیت کی بیع میں داخل ہے ذکرِ مرافق کے ساتھ، اس لیے کہ بڑا دروازہ گھر کے منافع میں سے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، داخل نہیں ہوگا راستہ (زمین کی بیع میں) نالی اور پانی کا حصہ؛ مگر کل حق وغیرہ کہنے کی وجہ سے جو گذر چکا، بخلاف گھر اور زمین کے کرایہ کے، لہٰذا بغیر ذکر کے داخل ہوگا، اس لیے کہ اجارہ نفع حاصل کرنے کے لیے منعقد ہوتا ہے، نہ کہ دوسرے (مقصد) کے لیے اور رہن ووقف کے خلاف، جیسا کہ خلاصہ میں ہے (رہن ووقف میں طریق، مسیل اور شرب بغیر ذکر کے داخل نہ ہوں گے) اور اگر گھر کا اقرار کیا یا اس پر صلح کی یا اس کی وصیت کی اور اس کے حقوق ومنافع کا تذکرہ نہیں کیا، تو بیع کی طرح راستہ داخل نہیں ہوگا، قسمت میں (راستہ) داخل نہیں ہوگا، اگرچہ حقوق ومنافع کو ذکر کردے، مگر صریح رضامندی سے؛ جیسا کہ فتح میں نہر کے حوالے سے ہے، حواشی یعقوبیہ میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ رہن بیع کی طرح ہو، اس لیے کہ اس سے منافع کا ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ اچھا ہے، اگر اس کی مخالفت منقول سے نہ ہو، جیسا کہ گذر چکا، خلاصہ کی عبارت یہ ہے کہ راستہ رہن اور صدقہ موقوفہ میں، اجارہ کی طرح داخل ہوگا اور مصنف علام نے بحر کی اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا ہے، جی، مناسب یہ ہے کہ ہبہ، نکاح، خلع اور مال کے بدلے آزادی بیع کی طرح ہو، اور وجہ اس میں ظاہر ہے بات پوری ہوئی، اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

بڑے دروازے کا حکم

ویدخل الباب الاعظم الخ: بڑی حویلی ہے، اس میں سے کسی کمرے کو بیچا، تو اس صورت میں کمرے کا خریدار بڑے دروازے کو استعمال کرنے کا حق دار ہوگا۔

بَابُ الِاسْتِحْقَاقِ

هُوَ طَلَبُ الْحَقِّ الِاسْتِحْقَاقُ نَوْعَانِ أَحَدُهُمَا مُبْطِلٌ لِلْمِلْكِ بِالْكُلِّيَّةِ كَالْعِتْقِ وَالْحُرِّيَّةِ الْأَصْلِيَّةِ وَنَحْوِهِ كَتَدْبِيرٍ وَكِتَابَةٍ وَ ثَانِيهِمَا نَاقِلٌ لَهُ مِنْ شَخْصٍ إِلَى آخَرَ كَالِاسْتِحْقَاقِ بِهِ أَيْ بِالْمِلْكِ بِأَنْ

ادَّعَى زَيْدٌ عَلَى بَكْرٍ أَنَّ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْعَبْدِ مِلْكٌ لَهُ وَبَرْهَنَ وَالنَّاقِلُ لَا يُوجِبُ فَسْخَ الْعَقْدِ عَلَى الظَّاهِرِ لِأَنَّهُ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ الْمِلْكِ

ترجمه: استحقاق یعنی حق طلب کرنا، استحقاق کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک بالکلیہ ملک کے لیے باطل ہے، جیسے عتق اور اصلاً آزاد ہونا اور اس کے مانند جیسے مدبر اور مکاتب اور دوسری قسم ملک کا ناقل ہونا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف، جیسے اس کی یعنی ملک کی وجہ سے مستحق ہونا اس طور پر کہ زید نے بکر کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس کے قبضے میں جو غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور گواہ پیش کیا، لہذا ناقل فسخ عقد کا موجب نہیں ہے ظاہری روایت کے مطابق، اس لیے کہ وہ بطلان ملک کا موجب نہیں۔

استحقاق کی قسمیں

الاستحقاق نوعان الخ: استحقاق کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس میں ملکیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا ہے، جیسے کسی نے آزاد آدمی کو غلام بتاکر بیچ دیا، تو اب آزاد آدمی پر مشتری کی ملکیت ثابت نہیں ہوسکتی، دوسری قسم یہ کہ ظاہراً ملکیت تو ثابت ہو جائے گی؛ لیکن کسی دوسرے آدمی کے مستحق نکل آنے کی وجہ سے وہ ملکیت اس دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے گی، جیسے کسی نے دوسرے کا غلام اپنا بتاکر بیچ دیا، اب کسی آدمی نے اس غلام پر بذریعہ ثبوت اپنی ملکیت ثابت کر دی، تو فضولی، جو ظاہراً اس غلام کا مالک تھا اور مشتری اس کی بیع سے مطمئن تھا کہ بیع ہو گئی، اب چوں کہ اس غلام پر کسی اور شخص کا استحقاق ہو چکا ہے، اس لیے بیع اس کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

وَالْحُكْمُ بِهِ حُكْمٌ عَلَى ذِي الْيَدِ وَعَلَى مَنْ تَلَقَّى ذُو الْيَدِ الْمِلْكَ مِنْهُ وَلَوْ مُوَرِّثَهُ فَيَتَعَدَّى إِلَى بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ أَشْبَاهٌ فَلَا تُسْمَعُ دَعْوَى الْمِلْكِ مِنْهُمْ لِلْحُكْمِ عَلَيْهِمْ بَلْ دَعْوَى النِّتَاجِ

ترجمه: استحقاق کا حکم کرنا، قبضہ کرنے والے پر حکم ہے اور اس شخص پر ہے، جس نے قابض سے ملکیت حاصل کی ہے، اگرچہ وہ قابض کا مورث ہو، لہذا یہ بقیہ وارثین کی طرف منتقل ہوگا، جیسا کہ اشباہ میں ہے، لہذا ان کی ملکیت کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا، ان پر حکم ہونے کی وجہ سے؛ بل کہ نتاج کا دعویٰ مسموع ہوگا۔

استحقاق کا حکم

والحکم بہ حکم علی الخ: استحقاق کا حکم یہ ہے کہ یہ پہلے اس شخص کے لیے ثابت ہوگا، جس کے قبضے میں ہے، پھر اس کے لیے جس نے بذریعہ ثبوت قابض کے خلاف اپنی ملکیت ثابت کر دے؛ یعنی قبضہ کرنے والے کی ملکیت مانی جائے گی؛ لیکن اگر دوسرا شخص گواہوں کے ذریعے سے اپنی ملکیت ثابت کر دے، تو اسی کی ملکیت مانی جائے گی، اور قابض کے قبضے کا اعتبار نہ ہوگا۔

وَلَا يَرْجِعُ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْتَرِينَ عَلَى بَائِعِهِ مَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ وَلَا عَلَى الْكَفِيلِ مَا لَمْ يُقْضَ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ لِئَلَّا يَجْتَمِعَ ثَمَنَانِ فِي مِلْكٍ وَاحِدٍ لِأَنَّ بَدَلَ الْمُسْتَحَقِّ مَمْلُوكٌ، وَلَوْ صَالَحَ بِشَيْءٍ قَلِيلٍ أَوْ أَبْرَأَ عَنْ ثَمَنِهِ بَعْدَ الْحُكْمِ لَهُ بِرُجُوعٍ عَلَيْهِ فَلِبَائِعِهِ أَنْ يَرْجِعَ عَلَى بَائِعِهِ أَيْضًا لِزَوَالِ الْبَدَلِ عَنْ مِلْكِهِ وَلَوْ حُكِمَ لِلْمُسْتَحِقِّ فَصَالَحَ الْمُشْتَرِيَ لَمْ يَرْجِعْ لِأَنَّهُ بِالصُّلْحِ أَبْطَلَ حَقَّ الرُّجُوعِ وَتَمَامُهُ فِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ.

ترجمه: (درمیان کے) مشتری میں سے کوئی ثمن اپنے بائع سے واپس نہ لے، جب تک اس سے ثمن نہ لے لیا

جائے اور نہ کفیل سے، جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہ ہو جائے، تا کہ دو ثمن ایک ملک میں جمع نہ ہو، اس لیے کہ بدل کا مستحق مملوک ہے، اور اگر معمولی چیز پر صلح کرلی یا قاضی کے حکم کے بعد ثمن سے بری کر دیا، تو بائع کے لیے اپنے بائع سے ثمن واپس لینا بھی جائز ہے، مشتری کی ملکیت سے بدل ختم ہونے کی وجہ سے اور اگر مستحق کے لیے فیصلہ کیا، پھر مشتری نے صلح کرلی، تو واپس نہیں لے گا، اس لیے کہ واپس کرنے کا حق صلح کی وجہ سے باطل ہو گیا، اور پوری بحث جامع الفصول میں ہے،

ثمن واپس کرنے کا طریقہ ولا یرجع احد من المشترین الخ: ایک سامان کی متعدد مرتبہ بیع ہونے کے بعد کوئی اس کا مستحق نکلا، جس کی صورت میں بیع فسخ کرنے کی نوبت آرہی ہے تو اب ثمن واپس کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بالترتیب واپس کرتا جائے ایسی صورت سے پرہیز کرے جس سے مبیع اور ثمن ایک ہی شخص کی ملکیت میں آجائے۔

وَالْمُبْطِلُ يُوجِبُهُ أَيْ يُوجِبُ فَسْخَ الْعُقُودِ اتِّفَاقًا وَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنَ الْبَاعَةِ الرُّجُوعُ عَلَى بَائِعِهِ وَإِنْ لَمْ يُرْجَعْ عَلَيْهِ وَيَرْجِعُ هُوَ أَيْضًا كَذَلِكَ عَلَى الْكَفِيلِ وَلَوْ قَبْلَ الْقَضَاءِ عَلَيْهِ لِعَدَمِ اجْتِمَاعِ الثَّمَنَيْنِ إِذْ بَدَلُ الْحُرِّ لَا يُمْلَكُ

ترجمہ: مبطل اس کا موجب ہے یعنی بالاتفاق عقد فسخ کرنے کا موجب ہے، لہذا مشتری میں سے ہر ایک اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا، اگر چہ اس سے واپس نہ لیا گیا ہو، نیز مشتری بھی اسی طرح اپنے کفیل سے واپس لے، اگر چہ بائع کے خلاف فیصلہ ہونے سے پہلے ہو، دو ثمن جمع نہ ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا ہے۔

مستحق کا اختیار والمبطل یوجبہ الخ: جب کوئی مستحق نکل آیا تو اب اس کو بالاتفاق عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

(وَالْحُكْمُ بِالْحُرِّيَّةِ الْأَصْلِيَّةِ حُكْمٌ عَلَى الْكَافَّةِ) مِنَ النَّاسِ سَوَاءٌ كَانَ بِبَيِّنَةٍ أَوْ بِقَوْلِهِ أَنَا حُرٌّ إِذَا لَمْ يَسْبِقْ مِنْهُ إِقْرَارٌ بِالرِّقِّ أَشْبَاهٌ (فَلَا تُسْمَعُ دَعْوَى الْمِلْكِ مِنْ أَحَدٍ وَكَذَا الْعِتْقُ وَفُرُوعُهُ) بِمَنْزِلَةِ حُرِّيَّةِ الْأَصْلِ

ترجمہ: اور اصل آزاد والا حکم ہی تمام لوگوں پر ہے خواہ وہ بینہ سے ہو یا انا حر سے، جب کہ اس نے پہلے غلامی کا اقرار نہ کیا ہو، جیسا کہ اشباہ میں ہے، لہذا کسی شخص سے ملکیت کا دعوی نہیں سنا جائے گا، اسی طرح آزاد اور اس کے فروع حریت اصلیہ کے درجے میں ہے۔

حریت اصلیہ کا حکم والحکم بالحریۃ الاصلیۃ الخ: حریت اصلیہ کا حکم یہ ہے کہ ان پر ملکیت کا دعوی کسی شخص کی جانب سے نہیں سنا جائے گا خواہ آزادی کا ثبوت انا حر کہنے سے ہو کہ گواہوں کے ذریعے سے۔

وَأَمَّا الْحُكْمُ بِالْعِتْقِ فِي الْمِلْكِ الْمُؤَرَّخِ فَعَلَى الْكَافَّةِ مِنْ وَقْتِ التَّارِيخِ وَ لَا يَكُونُ قَضَاءً قَبْلَهُ كَمَا بَسَطَهُ مُنْلَا خُسْرو وَيَعْقُوبُ بَاشَا فَاحْفَظْهُ فَإِنَّ أَكْثَرَ الْكُتُبِ عَنْهُ خَالِيَةٌ.

ترجمہ: بہر حال آزادی کا حکم ملک مورخ میں، تمام لوگوں کے لیے تاریخ کے وقت سے ہے اس پر تاریخ سے پہلے فیصلہ نہیں ہوگا، جیسا کہ ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے اس لیے کہ اکثر کتب اس سے خالی ہیں۔

آزادی کا حکم ملک مورخ میں

واما الحکم بالعتق الخ: زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں پانچ سال سے تیرا مالک ہوں، اس پر بکر نے کہا میں تو چھ سال سے فلاں کا غلام تھا، اس نے مجھے آزاد کر دیا اور اپنے اس دعوی کو بکر نے گواہوں سے ثابت بھی کر دیا، تو بکر آزادی کی تاریخ سے آزاد مانا جائے گا اور زید کا دعوی خارج ہو جائے گا۔

وَ اخْتَلَفُوا فِي الْقَضَاءِ بِالْوَقْفِ قِيلَ كَالْحُرِّيَّةِ وَقِيلَ لَا فَتُسْمَعُ فِيهِ دَعْوَى مِلْكٍ آخَرَ أَوْ وَقْفٍ آخَرَ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَصَحَّحَهُ الْعِمَادِيُّ وَفِي الْأَشْبَاهِ الْقَضَاءُ يَتَعَدَّى فِي أَرْبَعٍ: حُرِّيَّةٍ. وَنَسَبٍ وَنِكَاحٍ، وَوَلَاءٍ. وَفِي الْوَقْفِ يُقْتَصَرُ عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ: فقہاء نے وقف کے حکم میں اختلاف کیا ہے، کہا گیا کہ آزادی کی طرح ہے اور کہا گیا کہ نہیں، لہذا اس میں دوسرے کی ملکیت اور دوسرے کے وقف کا دعوی سنا جائے گا یہی پسندیدہ ہے اور عمادی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے، اشباہ میں ہے کہ قضاء چار صورتوں میں متعدی ہوتی ہے، آزادی، نسب، نکاح اور ولا میں اور وقف میں نہیں اصح قول کے مطابق۔

وقف میں استحقاق کا حکم

واختلفوا في القضاء الخ: کسی نے جائداد وقف کی، اس کا کوئی مستحق نکل آیا تو ایسا نہیں ہے کہ اس مستحق کا دعوی نہیں سنا جائے گا؛ بل کہ اسی کا دعوی سنا جائے گا، یہی اصل اور پسندیدہ قول ہے۔

وَيَثْبُتُ رُجُوعُ الْمُشْتَرِي عَلَى بَائِعِهِ بِالثَّمَنِ إِذَا كَانَ الِاسْتِحْقَاقُ بِالْبَيِّنَةِ لِمَا سَيَجِيءُ أَنَّهَا حُجَّةٌ مُتَعَدِّيَةٌ أَمَّا إِذَا كَانَ الِاسْتِحْقَاقُ بِإِقْرَارِ الْمُشْتَرِي أَوْ بِنُكُولِهِ أَوْ بِإِقْرَارِ وَكِيلِ الْمُشْتَرِي بِالْخُصُومَةِ أَوْ بِنُكُولِهِ فَلَا رُجُوعَ لِأَنَّهُ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ وَ الْأَصْلُ أَنَّ الْبَيِّنَةَ حُجَّةٌ مُتَعَدِّيَةٌ تَظْهَرُ فِي حَقِّ كَافَّةِ النَّاسِ لَكِنْ لَا فِي كُلِّ شَيْءٍ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ كَلَامِ الزَّيْلَعِيِّ وَالْعَيْنِيِّ بَلْ فِي عِتْقٍ وَنَحْوِهِ كَمَا مَرَّ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ لَا الْإِقْرَارَ بَلْ هُوَ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ عَلَى الْمُقِرِّ لِعَدَمِ وِلَايَتِهِ عَلَى غَيْرِهِ بَقِيَ لَوْ اجْتَمَعَا فَإِنْ ثَبَتَ الْحَقُّ بِهِمَا قُضِيَ بِالْإِقْرَارِ إِلَّا عِنْدَ الْحَاجَةِ فَبِالْبَيِّنَةِ أَوْلَى فَتْحٌ وَنَهْرٌ

ترجمہ: مشتری کا ثمن واپس لینا اپنے بائع سے، جب حق گواہوں سے ثابت ہوا ہو، اس لیے کہ یہ حجت متعدیہ ہے، جیسا کہ آ رہا ہے؛ لیکن جب حق مشتری کے اقرار یا انکار سے یا مشتری بالخصومت کے وکیل کے اقرار یا انکار سے ثابت ہوا ہو، تو واپس نہیں لے گا، اس لیے کہ یہ حجت قاصرہ ہے، قاعدہ ہے کہ بینہ حجت متعدیہ ہے، جو تمام لوگوں کے لیے ثابت ہوگی؛ لیکن تمام چیزوں میں نہیں، جیسا کہ زیلعی اور عینی کے کلام سے ظاہر ہے؛ بل کہ عتق جیسے مسئلے میں، جیسا کہ گذر چکا، جیسے مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے، نہ کہ اقرار؛ بل کہ وہ حجت قاصرہ ہے مقر پر دوسرے پر اس کی ولایت نہ ہونے کی وجہ سے، باقی رہا کہ دونوں جمع ہو جائیں تو اگر حق دونوں سے ثابت ہو، تو اقرار کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا مگر ضرورت کے وقت اسی وقت بینہ کے مطابق فیصلہ کرنا بہتر ہے، جیسا کہ فتح اور نہر میں ہے۔

استحقاق بالبینہ کا حکم

ویثبت رجوع المشتری الخ: استحقاق کا ثبوت دو طرح سے ہوتا ہے ایک بینہ سے اس صورت میں مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے اس لیے کہ یہ حجت قویہ ہے، دوسرا یہ کہ اقرار یا انکار سے اس صورت میں مشتری بائع سے ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لیے کہ یہ حجت قاصرہ ہے، چوں کہ بینہ کا تعلق قاضی سے ہے اور قاضی کا تعلق تمام لوگوں سے ہے، جن میں بائع بھی شامل ہے، اس لیے کہ بینہ کی صورت میں مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے؛ لیکن اقرار یا انکار کا تعلق صرف مقر یا منکر کی ذات سے، اس صورت میں قضائے قاضی کی ضرورت نہیں، اس لیے یہ حجت قاصرہ ہونے کی وجہ سے مشتری بائع سے ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے۔

فَلَوْ اُسْتُحِقَّتْ مَبِيعَةٌ وَلَدَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي لَا بِاسْتِيلَادِهِ بِبَيِّنَةٍ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا بِشَرْطِ الْقَضَاءِ بِهِ أَيْ بِالْوَلَدِ فِي الْأَصَحِّ زَيْلَعِيٌّ وَكَلَامُ الْبَزَّازِيِّ يُفِيدُ تَقْيِيدَهُ بِمَا إذَا سَكَتَ الشُّهُودُ فَلَوْ بَيَّنَا أَنَّهُ لِذِي الْيَدِ أَوْ قَالُوا لَا نَدْرِي لَا نَقْضِي بِهِ نَهْرٌ، ثُمَّ اسْتِيلَادُهُ لَا يَمْنَعُ اسْتِحْقَاقَ الْوَلَدِ بِالْبَيِّنَةِ فَيَكُونُ وَلَدُ الْمَغْرُورِ حُرًّا بِالْقِيمَةِ لِمُسْتَحِقِّهِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ دَعْوَى النَّسَبِ. وَإِنْ أَقَرَّ ذُو الْيَدِ بِهَا لِرَجُلٍ لَا يَتْبَعُهَا فَيَأْخُذُهَا وَحْدَهَا وَالْفَرْقُ مَا مَرَّ مِنَ الْأَصْلِ وَهَذَا إذَا لَمْ يَدَّعِهِ الْمُقَرُّ لَهُ فَلَوْ ادَّعَاهُ يَتْبَعُهَا وَكَذَا سَائِرُ الزَّوَائِدِ نَعَمْ لَا ضَمَانَ بِهَلَاكِهَا كَزَوَائِدِ الْمَغْصُوبِ وَلَمْ يَذْكُرْ النُّكُولَ لِأَنَّهُ فِي حُكْمِ الْإِقْرَارِ قُهُسْتَانِيٌّ مَعْزِيًّا لِلْعِمَادِيَّةِ

ترجمہ: اور اگر وہ مبیع غیر کی مستحق نکلی حالاں کہ مشتری کے پاس بچہ پیدا ہوا؛ لیکن مشتری کے نطفے سے نہیں، تو بچہ قاضی کے حکم سے مستحق کا ہوگا، (اگر استحقاق کا ثبوت) بینہ سے ہو، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ زیلعی میں ہے، بزازی کا کلام ہے کہ اس قید کا فائدہ اس صورت میں ہے کہ جب گواہوں نے خاموشی اختیار کی ہو؛ لیکن اگر گواہوں نے کہا کہ بچہ قابض کا ہے، یا کہا کہ ہم نہیں جانتے، تو قاضی فیصلہ نہ کرے، جیسا کہ نہر میں ہے، پھر قابض سے بچہ پیدا ہونا، گواہی کے ذریعے بچے کے استحقاق کے لیے مانع نہیں ہے، لہذا مغرور کا بچہ، اس کے مستحق کو قیمت دے کر آزاد ہوگا، جیسا کہ دعوائے نسب میں گذر چکا ہے، اور اگر قابض نے کسی شخص کے لیے لونڈی کے استحقاق کا دعویٰ کیا، تو بچہ لونڈی کے تابع نہ ہوگا، لہذا مشتری صرف باندی کو لے گا اور قاعدے کے ساتھ فرق گذر چکا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب مقرلہ نے اس کا دعویٰ نہ کیا ہو؛ لیکن اگر اس نے اس کا دعویٰ کیا تو بچہ اس کے تابع ہوگا، ایسے ہی تمام زوائد، نیز (قابض) زوائد کی ہلاکت کا ضامن نہ ہوگا، جیسے مغصوب کے زوائد، مصنف علام نے نکول کو ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے، جیسا کہ قہستانی میں عمادیہ کے حوالے سے ہے۔

ولادت کے بعد استحقاق

فلو استحقت مبیعة ولدت الخ: کسی شخص نے باندی خریدی اس کے بعد مشتری کے پاس اس باندی نے ایک بچہ جنا، بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی اس باندی کا مستحق نکل آیا، اگر یہ استحقاق گواہوں کے ذریعے سے ثابت ہوا ہے، تو بچہ باندی کے تابع ہو کر مستحق کو مل جائے گا؛ لیکن اگر یہ استحقاق اقرار کے ذریعے سے ثابت ہو تو بچہ مستحق کو نہ ملے گا؛ بل کہ مشتری کا حق ہے، اس لیے کہ گواہی والی صورت حجت قویہ اور اقرار والی صورت حجت قاصرہ ہے۔

وَمَنَعَ التَّنَاقُضُ أَيِ التَّدَافُعُ فِي الْكَلَامِ دَعْوَى الْمِلْكِ لِعَيْنٍ أَوْ مَنْفَعَةٍ لِمَا فِي الصُّغْرَى طَلَبُ نِكَاحِ الْأَمَةِ يَمْنَعُ دَعْوَى تَمَلُّكِهَا وَكَمَا يَمْنَعُهَا لِنَفْسِهِ يَمْنَعُهَا لِغَيْرِهِ إِلَّا إِذَا وُفِّقَ، وَهَلْ يَكْفِي إِمْكَانُ التَّوْفِيقِ؟ خِلَافٌ سَنُحَقِّقُهُ فِي مُتَفَرِّقَاتِ الْقَضَاءِ. وَفُرُوعُ هَذَا الْأَصْلِ كَثِيرَةٌ سَتَجِيءُ فِي الدَّعْوَى وَمِنْهَا: ادَّعَى عَلَى آخَرَ أَنَّهُ أَخُوهُ وَادَّعَى عَلَيْهِ النَّفَقَةَ فَقَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَيْسَ هُوَ بِأَخِي ثُمَّ مَاتَ الْمُدَّعِي عَنْ تَرِكَةٍ فَجَاءَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَطْلُبُ مِيرَاثَهُ إِنْ قَالَ هُوَ أَخِي لَمْ يُقْبَلْ لِلتَّنَاقُضِ وَإِنْ قَالَ أَبِي أَوِ ابْنِي قُبِلَ وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّنَاقُضَ لَا يَمْنَعُ دَعْوَى مَا يَخْفَى سَبَبُهُ كَالنَّسَبِ وَالطَّلَاقِ وَكَذَا الْحُرِّيَّةُ فَلَوْ قَالَ عَبْدٌ لِمُشْتَرٍ اشْتَرِنِي فَأَنَا عَبْدٌ لِزَيْدٍ فَاشْتَرَاهُ مُعْتَمِدًا عَلَى مَقَالَتِهِ فَإِذَا هُوَ حُرٌّ أَيْ ظَهَرَ حُرًّا فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ حَاضِرًا أَوْ غَائِبًا غَيْبَةً مَعْرُوفَةً يُعْرَفُ مَكَانُهُ فَلَا شَيْءَ عَلَى الْعَبْدِ لِوُجُودِ الْقَابِضِ وَإِلَّا رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْعَبْدِ بِالثَّمَنِ خِلَافًا لِلثَّانِي وَلَوْ قَالَ اشْتَرِنِي فَقَطْ أَوْ أَنَا عَبْدٌ فَقَطْ لَا رُجُوعَ عَلَيْهِ اتِّفَاقًا دُرَرٌ وَ رَجَعَ الْعَبْدُ عَلَى الْبَائِعِ إِذَا ظَفِرَ بِهِ بِخِلَافِ الرَّهْنِ بِأَنْ قَالَ ارْتَهِنِّي فَإِنِّي عَبْدٌ لَمْ يَضْمَنْ أَصْلًا، وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّغْرِيرَ يُوجِبُ الضَّمَانَ فِي ضِمْنِ عَقْدِ الْمُعَاوَضَةِ لَا الْوَثِيقَةِ.

ترجمہ: اور تناقض یعنی مخالفت کلامی، عین یا منفعت پر ملکیت کے دعویٰ کے لیے مانع ہے، اس لیے کہ صغریٰ میں ہے کہ باندی کا نکاح طلب کرنا، اس کے مالک ہونے کے دعویٰ کا مانع ہے، جیسے تناقض اپنی ذات کے لیے مانع ہے، غیر کے لیے بھی مانع ہے؛ مگر جب تطبیق ممکن ہو اور کیا تطبیق کا امکان کافی ہے، (یا بالفعل ضروری ہے) اس میں اختلاف ہے، عنقریب متفرقات میں اس کی تحقیق کریں گے، اس کے فروعات بہت ہیں کتاب الدعوی میں آرہا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور اس پر نفقہ کا دعویٰ کیا؛ لیکن مدعی علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں ہے، پھر مدعی کچھ مال چھوڑ کر مرا، اب مدعی علیہ نے آکر میراث کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا وہ میرا بھائی تھا، تو تناقض کی وجہ سے اس کا دعویٰ قبول نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا میرے والد یا میرا بیٹا ہے، تو قبول ہوگا، قاعدہ یہ ہے کہ تناقض اس دعوی کا مانع نہیں ہوتا ہے، جس کا سبب مخفی ہو، جیسے نسب، طلاق ایسے ہی حریت، لہذا اگر غلام نے مشتری سے کہا مجھ کو خرید لیجئے میں زید کا غلام ہوں، چنانچہ غلام کی بات پر بھروسہ کر کے اس کو خرید لیا اور وہ آزاد نکلا یعنی اس کا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا، تو اگر بائع حاضر ہے یا ایسی جگہ غائب ہے جو معلوم ہے، تو غلام پر کچھ لازم نہیں ہے، قابض پائے جانے کی وجہ سے ورنہ مشتری غلام سے ثمن لے گا، امام ابو یوسفؒ کے خلاف اور اگر اس نے صرف (یہ) کہا مجھے خرید لیجئے یا میں غلام ہوں، تو بالاتفاق اس سے رجوع نہیں کرے گا، جیسا کہ درر میں ہے، اور غلام بائع سے رجوع کرے گا جب وہ اس کو پالے رہن کے خلاف اس طور پر کہ اس نے کہا مجھے رہن رکھ لیجئے، اس لیے کہ میں غلام ہوں، تو یہ اصلا ضامن نہ ہوگا، قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ کہ عقد وثیقہ کے ضمن میں۔

ملکیت کے دعویٰ میں اختلاف کلامی

و منع التناقض ای التدافع الخ: مدعی نے اپنے دعویٰ میں اختلافِ کلامی کیا، یعنی کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ کہا، تو اس کا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

بَاعَ عَقَارًا ثُمَّ بَرْهَنَ أَنَّهُ وَقْفٌ مَحْكُومٌ بِلُزُومِهِ قُبِلَ وَإِلَّا لَا لِأَنَّ مُجَرَّدَ الْوَقْفِ لَا يُزِيلُ الْمِلْكَ بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ فَتْحٌ وَاعْتَقَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ عَلَى خِلَافِ مَا صَوَّبَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَتَقَدَّمَ فِي الْوَقْفِ وَسَيَجِيءُ آخِرَ الْكِتَابِ.

ترجمہ: کسی نے زمین بیچی، پھر ثابت کر دیا کہ یہ وقف شدہ ہے، جس کے لزوم پر قاضی کا فیصلہ ہو چکا ہے، تو یہ تناقض قبول ہے ورنہ نہیں، اس لیے کہ محض وقف ملکیت کو زائل نہیں کرتا ہے، برخلاف اعتاق کے، جیسا کہ فتح میں ہے، مصنف علام نے بحر کی پیروی کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا ہے، اس کے خلاف جس کی زیلعی نے تصویب کی ہے، وقف میں گذر چکا ہے اور آخر کتاب میں آرہا ہے۔

بیع کے بعد زمین وقف کی نکلنا

باع عقاراً ثم برھن الخ: کسی نے زمین خریدی، بعد میں گواہوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ زمین وقف شدہ ہے، جس کے بارے میں قاضی کا بھی فیصلہ ہو چکا ہے تو یہ زمین وقف کو مل جائے گی؛ لیکن اگر قاضی کی طرف سے اس زمین کے وقف ہونے کا فیصلہ صادر نہیں ہوا ہے تو یہ زمین مشتری ہی کو ملے گی، اس لیے کہ محض وقف سے آدمی کی ملکیت ختم نہیں ہو جاتی ہے۔

اشْتَرَى شَيْئًا وَلَمْ يَقْبِضْهُ حَتَّى ادَّعَاهُ آخَرُ أَنَّهُ لَهُ لَا تُسْمَعُ دَعْوَاهُ بِدُونِ حُضُورِ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي لِلْقَضَاءِ عَلَيْهِمَا وَلَوْ قُضِيَ لَهُ بِحَضْرَتِهِمَا ثُمَّ بَرْهَنَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَنَّ الْمُسْتَحِقَّ بَاعَهُ مِنَ الْبَائِعِ ثُمَّ هُوَ بَاعَهُ مِنَ الْمُشْتَرِي قُبِلَ وَلَزِمَ الْبَيْعُ وَتَمَامُهُ فِي الْفَتْحِ. لَا عِبْرَةَ بِتَارِيخِ الْغَيْبَةِ بَلْ الْعِبْرَةُ لِتَارِيخِ الْمِلْكِ فَلَوْ قَالَ الْمُسْتَحِقُّ عِنْدَ الدَّعْوَى غَابَتْ عَنِّي هَذِهِ الدَّابَّةُ مُنْذُ سَنَةٍ فَقَبْلَ الْقَضَاءِ بِهَا لِلْمُسْتَحِقِّ أَخْبَرَ الْمُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ الْبَائِعَ عَنِ الْقِصَّةِ فَقَالَ الْبَائِعُ لِي بَيِّنَةٌ أَنَّهَا كَانَتْ مِلْكًا لِي مُنْذُ سَنَتَيْنِ مَثَلًا وَبَرْهَنَ عَلَى ذَلِكَ لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ بَلْ يُقْضَى بِهَا لِلْمُسْتَحِقِّ لِبَقَاءِ دَعْوَاهُ فِي مِلْكٍ مُطْلَقٍ خَالٍ عَنْ تَارِيخٍ مِنَ الطَّرَفَيْنِ لِلْعِلْمِ بِكَوْنِهِ مِلْكَ الْغَيْرِ لَا يَمْنَعُ مِنَ الرُّجُوعِ عَلَى الْبَائِعِ عِنْدَ الِاسْتِحْقَاقِ فَلَوْ اسْتَوْلَدَ مُشْتَرَاةً يَعْلَمُ غَصْبَ الْبَائِعِ إِيَّاهَا كَانَ الْوَلَدُ رَقِيقًا لِانْعِدَامِ الْغُرُورِ، وَيَرْجِعُ بِالثَّمَنِ وَإِنْ أَقَرَّ بِمِلْكِيَّةِ الْمَبِيعِ لِلْمُسْتَحِقِّ دُرَرٌ. وَفِي الْقُنْيَةِ: لَوْ أَقَرَّ بِالْمِلْكِ لِلْبَائِعِ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ مِنْ يَدِهِ وَرَجَعَ لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ فَلَوْ وَصَلَ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ مَا، أُمِرَ بِتَسْلِيمِهِ إِلَيْهِ بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُقِرَّ لِأَنَّهُ مُحْتَمَلٌ بِخِلَافِ النَّصِّ

ترجمہ: کسی نے کوئی چیز خریدی، ابھی قبضہ نہیں کیا کہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہی ہے، تو بائع اور مشتری کی موجودگی کے بغیر اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا، اس پر قاضی کا حکم جاری کرنے کی وجہ سے اور اگر اس کے لیے ان دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کر دیا، پھر متعاقدین میں سے ایک اس پر گواہ لائے کہ مستحق نے اس کو بائع کے ہاتھ بیچا تھا، پھر بائع نے مشتری کے ہاتھ، تو قبول ہوگا، اور بیع لازم ہوگی اور اس کی پوری بحث فتح میں ہے، غائب ہونے کی تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں؛ بل کہ ملکیت کی تاریخ کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر مستحق نے دعویٰ کے وقت کہا کہ یہ جانور میرے پاس سے ایک سال سے غائب ہے،

پس مستحق کے لیے قاضی کے فیصلہ سے پہلے مستحق علیہ نے اس واقعہ کی خبر کی، تو بائع نے کہا کہ میرے پاس گواہ ہیں کہ یہ جانور دو سال سے میری ملکیت میں ہے، مثلاً اور گواہوں سے اس کو ثابت کر دیا، تو یہ دعویٰ خارج نہ ہوگا؛ بل کہ مستحق کے حق میں فیصلہ ہوگا، طرفین سے تاریخ خالی ہو کر ملک مطلق میں دعویٰ باقی رہنے کی وجہ سے یہ جان کر کہ دوسرے کی ملک ہے، استحقاق کے وقت بائع سے ثمن واپس لینے کے لیے مانع نہیں ہے، لہٰذا اگر مشتری نے باندی کو یہ جانتے ہوئے ام ولد بنایا کہ بائع نے اس کو غصب کیا ہے، تو بچہ غلام ہوگا، دھوکہ نہ ہونے کی وجہ سے اور مشتری ثمن واپس لے لے، اگر چہ (بعد میں) مبیع مستحق کی ملک میں ہونے کا اقرار کرے، قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی ملکیت کا اقرار کیا پھر اس کے قبضے میں کوئی مستحق نکلا، اور مشتری نے بائع سے ثمن واپس لے لیا، تو اس کا اقرار باطل نہ ہوگا، لہٰذا اگر کوئی چیز مستحق علیہ کے پاس کسی اور سبب سے پہنچی، تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس کو واپس کر دے، برخلاف اس کے کہ جب مشتری نے اقرار نہ کیا ہو، اس لیے کہ یہ محتمل ہے بخلاف صریح کے۔

مستحق کے خلاف ثبوت ملنا

اشتری شیئا الخ: کسی نے کوئی چیز خریدی، ابھی مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ دوسرے نے دعویٰ کیا کہ وہ چیز تو میری ہے، تم نے کیسے خرید لی، اس پر مشتری نے بائع کو اس کی اطلاع دی، اس اطلاع کے بعد بائع نے گواہوں کے ذریعے سے یہ ثابت کر دیا کہ واقعتاً وہ سامان بائع ہی کا ہے، تو مشتری کو وہ سامان مل جائے گا اور دوسرے آدمی کا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

لَا يَحْكُمُ الْقَاضِي بِسِجِلِّ الِاسْتِحْقَاقِ بِشَهَادَةِ أَنَّهُ كِتَابُ قَاضٍ كَذَا لِأَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ فَلَمْ يَجُزِ الِاعْتِمَادُ عَلَى نَفْسِ السِّجِلِّ بَلْ لَا بُدَّ مِنَ الشَّهَادَةِ عَنْ مَضْمُونِهِ لِيَقْضِيَ لِلْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ بِالرُّجُوعِ بِالثَّمَنِ كَذَا الْحُكْمُ فِي مَا سِوَى نَقْلِ الشَّهَادَةِ وَالْوَكَالَةِ مِنْ مَحَاضِرَ وَسِجِلَّاتٍ وَصُكُوكٍ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ بِكُلٍّ مِنْهَا إِلْزَامُ الْخَصْمِ بِخِلَافِ نَقْلِ وَكَالَةٍ وَشَهَادَةٍ لِأَنَّهُمَا لِتَحْصِيلِ الْعِلْمِ لِلْقَاضِي وَلِذَا لَزِمَ إِسْلَامُهُمْ وَلَوِ الْخَصْمُ كَافِرًا.

ترجمہ: قاضی استحقاق کے رجسٹر کی بنیاد پر اتنے ثبوت سے فیصلہ نہ کرے کہ یہ فلاں قاضی کا لکھا ہوا ہے، اس لیے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے، اس لیے صرف رجسٹر پر بھروسہ جائز نہیں ہے؛ بل کہ اس مضمون پر گواہی ضروری ہے، تا کہ مستحق علیہ کے لیے ثمن واپس کرنے کا فیصلہ کیا جا سکے، ایسے ہی (عدم اعتماد کا) حکم ہے، سوائے نقلِ شہادت و وکالت کے، محاضرات، سجلات اور صکوک میں سے، اس لیے کہ ان سب سے مقصود خصم پر غالب رہنا ہے، بخلاف نقلِ شہادت و وکالت کے، اس لیے کہ یہ دونوں قاضی کے لیے معلومات کے ذرائع ہیں، اسی لیے گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اگر چہ خصم کافر ہو۔

قاضی کس بنیاد پر فیصلہ کرے

لا یحکم القاضی بسجل الخ: قاضی رجسٹر اور دستاویز کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے؛ بل کہ گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے، اس لیے کہ کاغذات تو معلومات کے ذرائع ہیں وہ اس قدر مضبوط ذرائع نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکے، فیصلہ کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

وَلَا رُجُوعَ فِي دَعْوَى حَقٍّ مَجْهُولٍ مِنْ دَارٍ صُولِحَ عَلَى شَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَاسْتُحِقَّ بَعْضُهَا لِجَوَازِ دَعْوَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَلَوِ اسْتُحِقَّ كُلُّهَا رَدَّ كُلَّ الْعِوَضِ لِدُخُولِ الْمُدَّعِي فِي الْمُسْتَحَقِّ وَاسْتُفِيدَ مِنْهُ

أَيْ مِنْ جَوَابِ الْمَسْأَلَةِ أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا صِحَّةُ الصُّلْحِ عَنْ مَجْهُولٍ عَلَى مَعْلُومٍ لِأَنَّ جَهَالَةَ السَّاقِطِ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَ الثَّانِي عَدَمُ اشْتِرَاطِ صِحَّةِ الدَّعْوَى لِصِحَّتِهِ لِجَهَالَةِ الْمُدَّعَى بِهِ حَتَّى لَوْ بَرْهَنَ لَمْ يُقْبَلْ مَا لَمْ يَدَّعِ إِقْرَارَهُ بِهِ وَرَجَعَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِحِصَّتِهِ فِي دَعْوَى كُلِّهَا إِنْ اُسْتُحِقَّ شَيْءٌ مِنْهَا لِفَوَاتِ سَلَامَةِ الْمُبْدَلِ قَيَّدَ بِالْمَجْهُولِ لِأَنَّهُ لَوْ ادَّعَى قَدْرًا مَعْلُومًا كَرُبُعِهَا لَمْ يَرْجِعْ مَا دَامَ فِي يَدِهِ ذَلِكَ الْمِقْدَارُ وَإِنْ بَقِيَ أَقَلُّ رَجَعَ بِحِسَابِ مَا اُسْتُحِقَّ مِنْهُ.

ترجمہ: رجوع نہیں ہے حق مجہول کے دعوی میں ایسے گھر کے اندر جو شئ معین کے عوض صلح ہوگئی ہو، اس حال میں کہ بعض کا دوسرا مستحق نکلا، بقیہ حصے میں اسی کا دعویٰ جائز ہونے کی وجہ سے اور اگر دوسرا پورے گھر کا مستحق نکلا، تو پورا عوض واپس ہوگا، مدعا کے مستحق میں داخل ہونے کی وجہ سے، اس سے یعنی مسئلہ کے جواب سے دو امر مستفاد ہوئے ایک شئ معین پر دعوائے مجہول سے صلح کا صحیح ہونا، اس لیے کہ ساقط کی جہالت، منازعت کو نہیں پہنچاتی ہے، دوسرا صلح صحیح ہونے کے لیے دعویٰ کا صحیح ہونا، شرط نہیں ہے، مدعی بہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے، حتی کہ اگر گواہ لائے تو قبول نہ ہوگا، جب تک کہ وہ اپنے اس اقرار کو چھوڑ نہ دے، مدعی علیہ اپنے حصے کو واپس لے لے، پورے گھر کے دعویٰ کی صورت میں، اگر اس میں سے کچھ دوسرے کا حصہ نکلے، بدل صلح کی سلامت فوت ہونے کی وجہ سے مجہول کی قید لگائی، اس لیے کہ اگر قدر معلوم جیسے چوتھائی کا دعویٰ کیا، تو واپس نہ لے گا، جب تک اس کے قبضے میں وہ حصہ رہے اور اگر کم باقی ہے، تو اس کے حساب سے واپس لے لے جتنے کا مستحق نکلا ہے۔

ایک مستحق سے صلح کے بعد دوسرا مستحق نکلے

ولا رجوع في دعوى الخ: کسی شخص نے کوئی گھر خریدا، اس میں ایک حصہ ایسا تھا، جس کا بائع کے علاوہ دوسرا مستحق تھا، چناں چہ کچھ پیسے دے کر اس سے صلح کر لی، پھر کوئی اس گھر کا مستحق نکلا، اب یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرا جو مستحق نکلا ہے پورے گھر کا مستحق ہے یا پہلے والے کی طرح کسی حصے کا، اگر یہ دوسرا مستحق بھی گھر کے ایک حصے کا مستحق ہے، تو اس سے بھی صلح کرنا چاہے تو صلح کر سکتا ہے اور پہلے والے سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا؛ لیکن اگر یہ دوسرا مستحق پورے گھر کا مستحق نکلا ہے، تو پہلے مستحق کو جو بدل صلح دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے۔

فَرْعٌ: لَوْ صَالَحَ مِنَ الدَّنَانِيرِ عَلَى دَرَاهِمَ وَقَبَضَ الدَّرَاهِمَ فَاسْتُحِقَّتْ بَعْدَ التَّفَرُّقِ رَجَعَ بِالدِّينَارِ لِأَنَّ هَذَا الصُّلْحَ فِي مَعْنَى الصَّرْفِ فَإِذَا اُسْتُحِقَّ الْبَدَلُ بَطَلَ الصُّلْحُ فَوَجَبَ الرُّجُوعُ دُرَرٌ وَفِيهَا فُرُوعٌ أُخَرُ فَلْتُنْظَرْ، وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ مُهِمَّةٌ مِنْهَا:

لَوْ مُسْتَحَقًّا ظَهَرَ الْمَبِيعُ ☆ لَهُ عَلَى بَائِعِهِ الرُّجُوعُ
بِالثَّمَنِ الَّذِي لَهُ قَدْ دَفَعَا ☆ إِلَّا إِذَا الْبَائِعُ هَاهُنَا ادَّعَى
بِأَنَّهُ كَانَ قَدِيمًا اشْتَرَى ☆ ذَلِكَ مِنْ ذَا الْمُشْتَرِي بِلَا مِرَا
لَوْ اشْتَرَى خَرَابَةً وَأَنْفَقَا ☆ شَيْئًا عَلَى تَعْمِيرِهَا وَطَفِقَا
ذَاكَ يُسَوِّي بَعْدَهَا آكَامَهَا ☆ ثُمَّ اسْتَحَقَّ رَجُلٌ تَمَامَهَا
فَالْمُشْتَرِي فِي ذَاكَ لَيْسَ رَاجِعًا ☆ عَلَى الَّذِي غَدَا لِتِلْكَ بَائِعًا

وَلَا عَلَى ذَا الْمُسْتَحِقُّ مُطْلَقًا ☆ بِذَا الَّذِي كَانَ عَلَيْهَا أَنْفَقَا

وَإِنْ مَبِيعٌ مُسْتَحَقًّا ظَهَرَا ☆ ثُمَّ قَضَى الْقَاضِي عَلَى مَنِ اشْتَرَى

بِهِ فَصَالَحَ الَّذِي ادَّعَاهُ ☆ صُلْحًا عَلَى شَيْءٍ لَهُ أَدَّاهُ

يَرْجِعُ فِي ذَاكَ بِكُلِّ الثَّمَنِ ☆ عَلَى الَّذِي قَدْ بَاعَهُ فَاسْتَبِنِ

ترجمہ: اگر دنانیر سے دراہم پر صلح کر کے قبضہ کیا، پھر تفرق کے بعد دوسرا مستحق نکلا، تو دنانیر کو واپس لے لے، اس لیے کہ یہ صلح صرف کے حکم میں ہے، جب بدل صلح کا مستحق نکلا، تو صلح باطل ہوگئی، تو واپس کر لینا واجب ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اس میں دوسرے فروع ہیں، لہٰذا انتظار کرنا چاہیے منظومہ محبیہ میں اہم مسئلے ہیں ان میں سے اگر مبیع کا کوئی مستحق نکلے، تو جو ثمن بائع کو دیا ہے وہ اس سے واپس لے لے، مگر جب بائع یہاں دعویٰ کرے کہ میں نے زمانہ قدیم میں، اس مبیع کو اسی مشتری سے خریدا تھا، کسی نے ویران زمین خریدی، اس کو قابل کاشت بنانے کے لیے کچھ خرچ کر کے، اس کے ٹیلوں کو برابر کرنا شروع کیا کہ کوئی شخص اس پوری زمین کا مستحق نکلا، تو مشتری اپنے اس خرچ کو نہ ہی بائع سے واپس لے سکتا ہے اور نہ ہی اس مستحق سے مطلقاً، اور اگر ایک مبیع کا مستحق غیر ظاہر ہوا، پھر قاضی نے مشتری کے خلاف استحقاق کا فیصلہ دیا، تو مشتری نے کچھ مال بدل صلح کے طور پر دے کر صلح کر لی، تو مشتری اس صورت میں، اپنے بائع سے تمام ثمن واپس لے لے۔

دنانیر سے دراہم پر صلح

لو صالح من الدنانیر الخ: کسی شخص نے دنانیر سے دراہم پر صلح کر کے قبضہ کر لیا، دونوں الگ الگ بھی ہوگئے اس کے بعد دنانیر کا کوئی مستحق نکلا، تو اب دنانیر کو واپس کر دینا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ بیع صرف کے معنی میں ہے، جو بدل کے مستحق نکل آنے کی وجہ سے باطل ہے، جس کا ختم کرنا لازم ہے۔

وَفِي الْمُنْيَةِ شَرَى دَارًا وَبَنَى فِيهَا فَاسْتُحِقَّتْ رَجَعَ بِالثَّمَنِ وَقِيمَةِ الْبِنَاءِ مَبْنِيًّا عَلَى الْبَائِعِ إِذَا سَلَّمَ النَّقْضَ إِلَيْهِ يَوْمَ تَسْلِيمِهِ وَإِنْ لَمْ يُسَلِّمْ فَبِالثَّمَنِ لَا غَيْرُ كَمَا لَوْ اُسْتُحِقَّتْ بِجَمِيعِ بِنَائِهَا لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ مَتَى وَرَدَ عَلَى مِلْكِ الْمُشْتَرِي لَا يُوجِبُ الرُّجُوعَ عَلَى الْبَائِعِ بِقِيمَةِ الْبِنَاءِ مَثَلًا حَفَرَ بِئْرًا أَوْ نَقَّى الْبَلُّوعَةَ أَوْ رَمَّ مِنَ الدَّارِ شَيْئًا ثُمَّ اُسْتُحِقَّتْ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ عَلَى الْبَائِعِ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُوجِبُ الرُّجُوعَ بِالْقِيمَةِ لَا بِالنَّفَقَةِ كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الْخَرَابَةِ حَتَّى لَوْ كُتِبَ فِي الصَّكِّ فَمَا أَنْفَقَ الْمُشْتَرِي فِيهَا مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ رَمَّ فِيهَا مِنْ مَرَمَّةٍ فَعَلَى الْبَائِعِ يَفْسُدُ الْبَيْعُ وَلَوْ حَفَرَ بِئْرًا وَطَوَاهَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ الطَّيِّ لَا بِقِيمَةِ الْحَفْرِ فَلَوْ شَرَطَاهُ فَسَدَ وَكَذَا لَوْ حَفَرَ سَاقِيَةً إِنْ قَنْطَرَ عَلَيْهَا رَجَعَ بِقِيمَةِ بِنَاءِ الْقَنْطَرَةِ لَا بِنَفَقَةِ حَفْرِ السَّاقِيَةِ. وَبِالْجُمْلَةِ فَإِنَّمَا يَرْجِعُ إِذَا بَنَى فِيهَا أَوْ غَرَسَ بِقِيمَةِ مَا يُمْكِنُ نَقْضُهُ وَتَسْلِيمُهُ إِلَى الْبَائِعِ فَلَا يَرْجِعُ بِقِيمَةِ جِصٍّ وَطِينٍ وَتَمَامُهُ فِي الْفَصْلِ الْخَامِسَ عَشَرَ مِنَ الْفُصُولَيْنِ: وَفِيهِ شَرَى كَرْمًا فَاسْتُحِقَّ نِصْفُهُ لَهُ رَدُّ الْبَاقِي إِنْ لَمْ يَتَغَيَّرْ فِي يَدِهِ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ ثَمَرِهِ وَلَوْ شَرَى أَرْضَيْنِ فَاسْتُحِقَّتْ إِحْدَاهُمَا إِنْ قَبْلَ الْقَبْضِ خُيِّرَ الْمُشْتَرِي وَإِنْ بَعْدَهُ لَزِمَهُ غَيْرُ الْمُسْتَحَقِّ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ بِلَا خِيَارٍ. وَلَوْ اُسْتُحِقَّ الْعَبْدُ أَوْ

الْبَقَرَةُ لَمْ يَرْجِعْ بِمَا أَنْفَقَ. وَلَوْ اُسْتُحِقَّ ثِيَابُ الْقِنِّ أَوْ بَرْذَعَةُ الْحِمَارِ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ وَكُلُّ شَيْءٍ يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ تَبَعًا لَا حِصَّةَ لَهُ مِنَ الثَّمَنِ، وَلَكِنْ يُخَيَّرُ الْمُشْتَرِي فِيهِ، قُنْيَةٌ، وَلَوْ اُسْتُحِقَّ مِنْ يَدِ الْمُشْتَرِي الْأَخِيرِ كَانَ قَضَاءً عَلَى جَمِيعِ الْبَاعَةِ وَلِكُلٍّ أَنْ يَرْجِعَ عَلَى بَائِعِهِ بِالثَّمَنِ بِلَا إعَادَةِ بَيِّنَةٍ لَكِنْ لَا يَرْجِعُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ الْمُشْتَرِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَهُ أَنْ يَرْجِعَ قَالَ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُشْتَرِيَ الثَّانِيَ لَوْ أَبْرَأَ الْأَوَّلَ مِنَ الثَّمَنِ كَانَ لِلْأَوَّلِ الرُّجُوعُ كَمَا لَوْ وُجِدَ الْعَبْدُ حُرًّا فَلِكُلٍّ الرُّجُوعُ قَبْلَهُ خَانِيَّةٌ لَكِنْ فِي الْفُصُولَيْنِ مَا يُخَالِفُهُ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: منیہ میں ہے کہ کسی کے گھر خرید کر اس میں عمارت بنائی، پھر وہ گھر کسی کا مستحق نکلا، تو مشتری ثمن اور اس عمارت کی قیمت، جو اس کے حوالے کے وقت ٹھہرے بائع سے واپس لے لے، بشرطیکہ ملبہ حوالہ کردے اور اگر ملبہ حوالہ نہ کرے، تو صرف ثمن واپس لے گا، دوسرے اخراجات نہیں، جیسا کہ اگر گھر دوسرے کا نکلے اپنی پوری عمارت کے ساتھ، اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر استحقاق جب مشتری کی ملکیت میں ثابت ہو، تو بائع سے عمارت کی قیمت وصولی نہیں کی جائے گی، مثلاً اگر مشتری نے کنواں کھودوایا، یا پخانہ صاف کروایا، یا گھر سے کوئی سامان پھینک دیا پھر دوسرے کا نکلا، تو مشتری بائع سے کچھ نہیں لے گا، اس لیے کہ قاضی کا فیصلہ قیمت واپس کرنے کا موجب ہے، نہ کہ دوسرے اخراجات کا، جیسا کہ ویران زمین کے بارے میں گذر چکا ہے، یہاں تک کہ اگر بائع نے بیع نامہ میں لکھ دیا کہ جو مشتری اس میں خرچ کرے گا یا مرمت کے دوران کوئی سامان پھینکے گا وہ استحقاق کی صورت میں بائع پر ہے، تو بیع فاسد ہے، اور اگر کنواں کھود کر اس کا من بنایا، تو من کی قیمت واپس لے نہ کہ حفر کی، اس لیے کہ جب کھودائی کی شرط لگائے، تو فاسد ہے، اسی طرح اگر نہر کھودی، اگر اس پر پل بنایا، تو پل کی قیمت لے گا نہ کہ نہر کھودنے کی اجرت۔

خلاصہ یہ کہ واپس لینا اس وقت ہے جب اس میں عمارت بنا دے یا پودے لگا دے، تو اس چیز کی قیمت پھیرے، جس کو توڑ کر بائع کے حوالے کرنا ممکن نہ ہو، لہذا چونا اور مٹی کی قیمت واپس نہ کرے اور اس کی پوری بحث فصولین کی پندرہویں فصل میں ہے، فصولین میں ہے کہ کسی نے انگور کا باغ خریدا؛ لیکن اس کا آدھا کسی کا نکلا، تو مشتری کو اختیار ہے کہ باقی واپس کردے، اگر اس کے قبضے میں آکر باغ میں تبدیلی نہ ہوئی ہو اور نہ ہی اس نے پھل کھائے ہوں، کسی نے زمین کے دو ٹکڑے خریدے؛ لیکن ان میں سے ایک کا کوئی مستحق نکلا، یہ اگر قبضہ سے پہلے ہے، تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر قبضہ کے بعد ہے، تو غیر مستحق کا لینا اسی کے بقدر ثمن دے کر لازم ہے بغیر اختیار کے اور اگر غلام یا بیل دوسرے کے نکلے اور اگر غلام کے کپڑے اور گدھے کی جھول دوسرے کی نکلے، تو مشتری کچھ واپس نہیں لے گا، اس لیے کہ ہر وہ چیز جو بیع میں تبعاً داخل ہو، ثمن میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے؛ لیکن مشتری کو اس صورت میں اختیار ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اور اگر مبیع دوسرے مشتری کے قبضے میں جانے کے بعد دوسرے کی نکلی، تو قاضی کا فیصلہ تمام بیچنے والے پر ہے؛ لیکن سب کے لیے جائز ہے کہ بینہ کا اعادہ کیے بغیر اپنے بائع سے ثمن واپس لے لے؛ البتہ مشتری کو ثمن واپس کرنے سے پہلے ثمن نہ لے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، امام ابو یوسف نے کہا کہ ثمن واپس کرنے سے پہلے واپس لے لے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کا ثمن معاف کردے، تو پہلے کے لیے واپس لینا جائز ہے، جیسا کہ اگر غلام آزاد پایا جائے، تو ہر خریدار کو اختیار ہے کہ واپس کرنے سے پہلے پھیر لے؛ لیکن فصولین میں اس

کے خلاف ہے، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے۔

گھر کی مرمت کے بعد دوسرے کا نکلنا

شری دارا او بنی فیہا الخ: کسی نے گھر خرید کر اس میں مرمت کی، اس کے بعد وہ گھر کسی کا نکلا، تو مشتری ثمن واپس لے سکتا ہے اور دوسرے اخراجات میں تفصیل ہے اگر مشتری ملبہ وغیرہ دینے کے لیے تیار ہے تو وہ دوسرے اخراجات بھی لے سکتا ہے؛ لیکن اگر وہ ملبہ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے، تو اس کو صرف ثمن ملے گا دوسرے اخراجات نہیں ملیں گے۔

وَلَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ بِمَالٍ أَخَذَهُ مِنْهُ ثُمَّ اسْتُحِقَّ الْعَبْدُ لَمْ يَرْجِعِ الْمُسْتَحِقُّ بِالْمَالِ عَلَى الْمُعْتِقِ وَلَوْ شَرَى دَارًا بِعَبْدٍ وَأُخِذَتْ بِالشُّفْعَةِ ثُمَّ اسْتُحِقَّ الْعَبْدُ بَطَلَتِ الشُّفْعَةُ وَيَأْخُذُ الْبَائِعُ الدَّارَ مِنَ الشَّفِيعِ لِبُطْلَانِ الْبَيْعِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اگر غلام خریدا اور مال لے کر اس کو آزاد کر دیا، پھر غلام دوسرے کا نکلا، تو مستحق آزاد کرنے والے سے مال نہ لے اور اگر گھر غلام کے بدلے خریدا، کسی نے وہ گھر شفعہ میں لے لیا، پھر غلام دوسرے کا نکلا، تو شفعہ باطل ہو جائے گا اور بیع باطل ہونے کی وجہ سے بائع شفیع سے گھر لے لے۔

غلام کو آزاد کرنے کے بعد دوسرے کا نکلا

و لو اشتری عبدا فاعتقہ الخ: کسی نے غلام خرید کر آزاد کر دیا اس کے بعد اس غلام کا کوئی مستحق نکلا، تو وہ مستحق غلام کو لے لے آزاد کرنے والے (مشتری) سے کچھ نہ لے، اس لیے اس کو غلام کی صورت میں اپنا حق مل گیا ہے۔

بَابُ السَّلَمِ

هُوَ لُغَةً كَالسَّلَفِ وَزْنًا وَمَعْنًى وَشَرْعًا بَيْعُ آجِلٍ وَهُوَ الْمُسْلَمُ فِيهِ بِعَاجِلٍ وَهُوَ رَأْسُ الْمَالِ وَرُكْنُهُ رُكْنُ الْبَيْعِ حَتَّى يَنْعَقِدَ بِلَفْظِ بَيْعٍ فِي الْأَصَحِّ وَيُسَمَّى صَاحِبُ الدَّرَاهِمِ رَبُّ السَّلَمِ وَالْمُسْلِمُ بِكَسْرِ اللَّامِ وَ يُسَمَّى الْآخَرُ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ وَالْحِنْطَةُ مَثَلًا الْمُسْلَمُ فِيهِ وَالثَّمَنُ رَأْسُ الْمَالِ وَحُكْمُهُ ثُبُوتُ الْمِلْكِ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَلِرَبِّ السَّلَمِ فِي الثَّمَنِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ فِيهِ لَفٌّ وَنَشْرٌ مُرَتَّبٌ

ترجمہ: وہ لغت میں سلف کی طرح ہے وزن اور معنی کے لحاظ سے اور شرعاً بیع اجل یعنی مسلم فیہ بعاجل یعنی رأس المال ہے اور اس کا رکن بیع کا رکن ہے، یہاں تک کہ لفظ بیع سے منعقد ہو جائے گا، اصح قول کے مطابق اور دراہم والے کو رب السلم اور مسلم بکسر اللام کہتے ہیں اور دوسرے کو مسلم الیہ اور گیہوں کو مثلاً مسلم فیہ اور ثمن کو رأس المال اور اس کا حکم ملک کا ثابت ہونا ہے مسلم الیہ کے لیے اور رب سلم کا ثمن اور مسلم فیہ میں، یہ لف ونشر مرتب ہے۔

لغوی معنی: سلم لغت میں سلف یعنی ادھار کے معنی میں ہے۔

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں سلم خرید وفروخت کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں قیمت نقد ادا کر دی جائے اور سامان ادھار رہے۔

سلم کے ارکان

و رکنہ رکن البیع: دوسرے معاملات کی طرح سلم کے ارکان بھی ایجاب وقبول ہے، یعنی ایک طرف سے پیش کش اور دوسری طرف سے قبول کا اظہار ہو۔

سلم کا حکم

وحکمه ثبوت الملک الخ: سلم کا حکم یہ ہے کہ مسلم الیہ کے لیے ثمن میں اور رب السلم کے لیے مسلم فیہ میں ملک ثابت ہو جائے۔

وَيَصِحُّ فِيمَا أَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ كَجَوْدَتِهِ وَرَدَاءَتِهِ وَمَعْرِفَةُ قَدْرِهِ كَمَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ وَ خَرَجَ بِقَوْلِهِ مُثَمَّنٍ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ لِأَنَّهَا أَثْمَانٌ فَلَمْ يَجُزْ فِيهَا السَّلَمُ خِلَافًا لِمَالِكٍ

ترجمہ: سلم اس چیز میں صحیح ہے، جس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہو، جیسے اس کا اچھا ہونا اور خراب ہونا، اور اس کی مقدار کا جاننا ممکن ہو، جیسے مکیل اور موزون ہونا، مصنف علام کے قول مثمن سے دراہم ودنانیر نکل گئے، اس لیے کہ دراہم ودنانیر ثمن ہیں، ان میں سلم جائز نہیں ہے، امام مالک کے خلاف۔

شرائط سلم

ویصح فیما امکن ضبط الخ: سلم کی پہلی شرط یہ ہے کہ صفت متعین ہو۔

دوسری شرط

و معرفة قدره الخ: دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار متعین ہو، یہاں یہ دوشرطیں بیان کی گئی ہیں باقی شرطیں یہ ہیں (۳) جنس متعین ہو (۴) نوعیت متعین ہو (۵) مقدار متعین کی جانے والی چیز کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو (۶) ادھار ہو (۷) مدت متعین ہو۔

وَعَدَدِيٍّ مُتَقَارِبٍ كَجَوْزٍ وَبَيْضٍ وَفَلْسٍ وَكُمَّثْرَى وَمِشْمِشٍ وَتِينٍ وَلَبِنٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَآجُرٍّ بِمِلْبَنٍ مُعَيَّنٍ بُيِّنَ صِفَتُهُ وَمَكَانُ ضَرْبِهِ خُلَاصَةٌ

ترجمہ: سلم صحیح ہے عددی متقارب میں، جیسے اخروٹ، انڈے، پیسے، ناشپاتی، زرد آلو، انجیر، کچی اور پکی اینٹ، جس کی صفت اور بنانے کی جگہ متعین ہو، جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

عددی متقارب میں

وعددی متقارب الخ: ایسی چیز جو گن کر خریدی یا بیچی جاتی ہے اور ان کے افراد میں یا تو تفاوت نہیں ہوتا ہے یا اتنا کم ہوتا ہے کہ لوگ اسے ناقابل لحاظ سمجھتے ہیں، تو ان چیزوں میں بیع سلم درست ہے جیسے اخروٹ، انڈے وغیرہ۔

وَذَرْعِيٍّ كَثَوْبٍ بُيِّنَ قَدْرُهُ طُولًا وَعَرْضًا وَصَنْعَتُهُ كَقُطْنٍ وَكَتَّانٍ وَمُرَكَّبٍ مِنْهُمَا وَصِفَتُهُ كَعَمَلِ الشَّامِ أَوْ مِصْرَ أَوْ زَيْدٍ أَوْ عَمْرٍو وَرِقَّتُهُ أَوْ غِلَظُهُ وَوَزْنُهُ إِنْ بِيعَ بِهِ فَإِنَّ الدِّيبَاجَ كُلَّمَا ثَقُلَ وَزْنُهُ زَادَتْ قِيمَتُهُ وَالْحَرِيرَ كُلَّمَا خَفَّ وَزْنُهُ زَادَتْ قِيمَتُهُ فَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ مَعَ الذَّرْعِ

ترجمہ: سلم صحیح ہے ذرعی میں جیسے کپڑا جس کی مقدار لمبائی اور چوڑائی اور اس کی صفت بیان کردی جائے، جیسے روئی کا کپڑا یا کتان کا یا ان دونوں سے مرکب ہے اور اس کی صنعت کا بیان، جیسے شام یا مصر کا بنا ہوا ہے یا زید یا عمر کا بنایا ہوا ہے اور اس کی باریکی اور موٹائی کا بیان ہو اور وزن کا بیان ہو، اگر وزن سے بیچا جائے، اس لیے کہ دیباج جب وزنی ہوتا ہے، تو اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اور حریر جتنا ہلکا ہوتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے ذرع کے ساتھ اس کے وزن کا بیان بھی ضروری ہے۔

ذرعی میں سلم

وذرعی کثوب الخ: جن چیزوں کی پیمائش ہاتھ، گز وغیرہ سے کی جاتی ہے، ان میں بھی بیع سلم جائز ہے، جیسے کپڑا وغیرہ۔

لَا يَصِحُّ فِي عَدَدِيٍّ مُتَفَاوِتٍ هُوَ مَا تَتَفَاوَتُ مَالِيَّتُهُ كَبِطِّيخٍ وَقَرْعٍ وَدُرٍّ وَرُمَّانٍ فَلَمْ يَجُزْ عَدَدًا بِلَا مُمَيِّزٍ وَمَا جَازَ عَدًّا جَازَ كَيْلًا وَوَزْنًا نَهْرٌ وَيَصِحُّ فِي سَمَكٍ مَلِيحٍ وَمَالِحٌ لُغَةٌ رَدِيئَةٌ وَ فِي طَرِيٍّ حِينَ يُوجَدُ وَزْنًا وَضَرْبًا أَيْ نَوْعًا قَيْدٌ لَهُمَا لَا عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ وَلَوْ صِغَارًا جَازَ وَزْنًا وَكَيْلًا وَفِي الْكِبَارِ رِوَايَتَانِ مُجْتَبَى

ترجمہ: عددی متفاوت میں سلم صحیح نہیں ہے، عددی متفاوت وہ ہے کہ جس کی مالیت میں تفاوت ہو جیسے خربوزہ، کدو، بڑے موتی اور انار، لہذا بغیر ممیز کے گن کر سلم جائز نہیں ہے، اور جن چیزوں میں گن کر سلم جائز ہے، ان میں کیلا اور وزناً سلم جائز ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، سلم صحیح ہے نمک لگی ہوئی مچھلی میں (ملیح فصیح لغت ہے) اور مالح غیر فصیح ہے اور تازہ مچھلی میں جب وزن سے پائی جائے اور اس کی قسم معلوم ہو، جائز ہے وزن اور کیل سے، بڑی مچھلی میں دو روایتیں ہیں، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔

عددی متفاوت میں سلم

لا یصح فی عددی متفاوت الخ: ایسی چیز جو گن کر خریدی یا بیچی جاتی ہے اگر ان کے افراد میں تفاوت ہے اور ایسا تفاوت کہ مالیت میں بھی فرق پڑ جائے، تو ایسی چیز میں سلم جائز نہیں ہے

لَا فِي حَيَوَانٍ مَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَأَطْرَافِهِ كَرُءُوسٍ وَأَكَارِعَ خِلَافًا لِمَالِكٍ وَجَازَ وَزْنًا فِي رِوَايَةٍ وَ لَا فِي حَطَبٍ بِالْحُزَمِ وَرَطْبَةٍ بِالْجُرَزِ إِلَّا إِذَا ضُبِطَ بِمَا لَا يُؤَدِّي إِلَى نِزَاعٍ وَجَازَ وَزْنًا فَتْحٌ وَجَوْهَرٍ وَخَرَزٍ إِلَّا صِغَارَ لُؤْلُؤٍ تُبَاعُ وَزْنًا لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُعْلَمُ بِهِ وَمُنْقَطِعٍ لَا يُوجَدُ فِي الْأَسْوَاقِ مِنْ وَقْتِ الْعَقْدِ إِلَى وَقْتِ الِاسْتِحْقَاقِ وَلَوْ انْقَطَعَ فِي إِقْلِيمٍ دُونَ آخَرَ لَمْ يَجُزْ فِي الْمُنْقَطِعِ وَلَوْ انْقَطَعَ بَعْدَ الِاسْتِحْقَاقِ خُيِّرَ رَبُّ السَّلَمِ بَيْنَ انْتِظَارِ وُجُودِهِ وَالْفَسْخِ وَأَخْذِ رَأْسِ مَالِهِ وَلَحْمٍ وَلَوْ مَنْزُوعَ عَظْمٍ وَجَوَّزَاهُ إِذَا بُيِّنَ وَصْفُهُ وَمَوْضِعُهُ لِأَنَّهُ مَوْزُونٌ مَعْلُومٌ وَبِهِ قَالَتِ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى بَحْرٌ وَشَرْحُ مَجْمَعٍ لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ أَنَّهُ يَصِحُّ فِي الْمَنْزُوعِ بِلَا خِلَافٍ إِنَّمَا الْخِلَافُ فِي غَيْرِ الْمَنْزُوعِ فَتَنَبَّهْ لَكِنْ صَرَّحَ غَيْرُهُ بِالرِّوَايَتَيْنِ فَتَدَبَّرْ وَلَوْ حَكَمَ بِجَوَازِهِ صَحَّ اتِّفَاقًا بَزَّازِيَّةٌ وَفِي الْعَيْنِيِّ أَنَّهُ قِيَمِيٌّ عِنْدَهُ مِثْلِيٌّ عِنْدَهُمَا

ترجمہ: سلم صحیح نہیں ہے حیوان میں، امام شافعی کے خلاف، سلم صحیح نہیں ہے، اس کے اطراف میں، جیسے سر اور پائے امام مالک کے خلاف، ایک روایت کے مطابق وزن کر کے جائز ہے، اور لکڑی میں گٹھر باندھ کر سلم صحیح نہیں ہے اور نہ رطبہ میں مٹھی باندھ کر، مگر جب کہ اس طور پر متعین ہو جائے کہ نزاع کا اندیشہ نہ ہو؛ البتہ وزن کر کے جائز ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، جواہر اور پرونے والی چیز میں سلم صحیح نہیں ہے، چھوٹے موتی وزن سے بیچے جاتے ہیں، اس لیے کہ وزن سے اس کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے، ان نایاب چیزوں میں سلم صحیح نہیں ہے، جو بازار میں عقد کے وقت سے لے کر استحقاق کے وقت تک بازار میں دست یاب نہ ہو، اور اگر ایک ملک میں نایاب ہو نہ کہ دوسرے ملک میں، تو نایاب والے ملک میں بیع سلم صحیح نہیں ہے، اور اگر استحقاق کے بعد نایاب ہو، تو رب السلم کو اختیار ہے، چاہے اس کے پائے جانے کا انتظار کرے یا فسخ کر کے اپنا راس المال لے لے، بغیر ہڈی کے گوشت میں سلم جائز نہیں ہے؛ لیکن جب گوشت کا وصف اور اس کی جگہ بیان ہو تو جائز ہے، اس لیے کہ گوشت

موزون اور معلوم چیز ہے، یہی ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بحر اور شرح مجمع میں ہے؛ لیکن قہستانی میں ہے کہ بغیر ہڈی کے گوشت میں بغیر اختلاف کے سلم صحیح ہے، اختلاف تو ہڈی دار میں ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، ان کے علاوہ دوسروں نے دونوں روایتوں کی صراحت کی ہے، اس لیے غور کرنا چاہیے، اور اگر اس کے جائز ہونے کا حکم لگا دیا تو بالاتفاق صحیح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، عینی میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک گوشت قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ہے۔

حیوانات میں سلم

لافی حیوان الخ: حیوانات میں سلم دو طرح سے ہے ایک یہ کہ جنس و وصف بتلائے بغیر یہ بالاتفاق صحیح نہیں ہے، دوسرا یہ کہ جنس و وصف کی تعیین کے ساتھ اس صورت میں ائمہ ثلاثہ کے یہاں، تو سلم صحیح ہے؛ لیکن حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی چھوٹی مچھلی کے علاوہ حیوانات میں سلم صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جنس و وصف بیان کر دینے کے باوجود بھی حیوانات میں مالیت کے لحاظ سے تفاوت فاحش باقی رہتا ہے، اور حضرات ائمہ ثلاثہ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے، اس روایت کا تعلق آیت ربا کے نزول سے پہلے سے ہے۔

(قوله ولا يجوز السلم في الحيوان) وهو لا يخلو إما أن يكون مطلقا أو موصوفا، والأول لا يجوز بلا خلاف، والثاني لا يجوز عندنا خلافا للشافعي رحمه الله، هو يقول يمكن ضبطه ببيان الجنس كالإبل، والسن كالجذع والثني، والنوع كالبخت والعراب، والصفة كالسمن والهزال، والتفاوت بعد ذلك ساقط لقلته فأشبه الثياب، وقد ثبت ((أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أمر عمرو بن العاص أن يشتري بعيرا ببعيرين في تجهيز الجيش إلى أجل، وأنه عليه الصلاة والسلام استقرض بكرا وقضاه رباعيا)) والسلم أقرب إلى الجواز من الاستقراض، ولنا أن بعد ذكر الأوصاف التي اشترطه الخصم يبقى تفاوت فاحش في المالية باعتبار المعاني الباطنة، فقد يكون فرسان متساويان في الأوصاف المذكورة ويزيد ثمن إحداهما زيادة فاحشة للمعاني الباطنة فيفضي إلى المنازعة المنافية لوضع الأسباب، بخلاف الثياب لأنه مصنوع العباد، فقلما يتفاوت تفاوتا فاحشا بعد ذكر الأوصاف، و شراء البعير ببعيرين كان قبل نزول آية الربا۔ (فتح القدير ۷/۷۶)

وَ لَا بِمِكْيَالٍ وَذِرَاعٍ وَمَجْهُولٍ قَيْدٌ فِيهِمَا وَجَوَّزَهُ الثَّانِي فِي الْمَاءِ قُرَبًا لِلتَّعَامُلِ فَتْحٌ وَبُرِّ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا وَثَمَرِ نَخْلَةٍ مُعَيَّنَةٍ إِلَّا إِذَا كَانَتْ النِّسْبَةُ لِثَمَرَةٍ أَوْ نَخْلَةٍ أَوْ قَرْيَةٍ لِبَيَانِ الصِّفَةِ لَا لِتَعْيِينِ الْخَارِجِ كَقَمْحٍ مَرْجِيٍّ أَوْ بَلَدِيٍّ بِدِيَارِنَا فَالْمَانِعُ وَالْمُقْتَضِي الْعُرْفُ فَتْحٌ وَ لَا فِي حِنْطَةٍ حَدِيثَةٍ قَبْلَ حُدُوثِهَا لِأَنَّهَا مُنْقَطِعَةٌ فِي الْحَالِ وَكَوْنُهَا مَوْجُودَةً وَقْتَ الْعَقْدِ إِلَى وَقْتِ الْمَحَلِّ شَرْطٌ فَتْحٌ. وَفِي الْجَوْهَرَةِ: أَسْلَمَ فِي حِنْطَةٍ جَدِيدَةٍ أَوْ فِي ذُرَةٍ حَدِيثَةٍ لَمْ يَجُزْ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي أَيَكُونُ فِي تِلْكَ السَّنَةِ شَيْءٌ أَمْ لَا. قُلْت: وَعَلَيْهِ فَمَا يُكْتَبُ فِي وَثِيقَةِ السَّلَمِ مِنْ قَوْلِهِ جَدِيدُ عَامِهِ مُفْسِدٌ لَهُ أَيْ قَبْلَ وُجُودِ الْجَدِيدِ أَمَّا بَعْدَهُ فَيَصِحُّ كَمَا لَا يَخْفَى

ترجمہ: سلم صحیح نہیں ہے مجہول پیمانہ اور ذراع سے، مجہول کی قید دونوں میں ہے، امام ابو یوسف نے مشکیں بھر کر پانی

میں تعامل کی وجہ سے جائز رکھا ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، سلم صحیح نہیں ہے، مخصوص گاؤں کے گیہوں اور معین درخت کی کھجور میں، الایہ کہ جب کھجور کے درخت کا گاؤں کی طرف نسبت صفت بیان کرنے کے لیے ہو نہ کہ شئ خارج کو متعین کرنے کے لیے، جیسے مرغ زاری یا شہری گیہوں ہمارے دیار میں (بیان صفت کے لیے ہے) لہذا مانع اور عرف کا مقتضی عرف ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، سلم صحیح نہیں ہے نئے گیہوں میں پیدا ہونے سے پہلے، اس لیے کہ فی الحال وہ نایاب ہے، حالاں کہ اس کا عقد کے وقت سے لے کر استحقاق کے وقت تک موجود ہونا ضروری ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، جوہرہ میں ہے کہ نئے گیہوں یا نئی مکئی میں بیع سلم کیا، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ نہیں پتہ کہ اس سال پیداوار ہوگی کہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی بنیاد پر وثیقے میں، جو یہ لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں، تو نئے گیہوں پیدا ہونے سے پہلے مفسد ہے؛ البتہ پیدا ہونے کے بعد صحیح ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

مجہول پیمانہ سے بیع سلم

و لا بمکیال و ذراع الخ: پیمانہ یا ذراع کی مقدار معلوم نہیں ہے، تو ایسے پیمانہ اور ذراع سے بیع سلم کرنا صحیح نہیں ہے۔

وَشَرْطُهُ أَيْ شُرُوطُ صِحَّتِهِ الَّتِي تُذْكَرُ فِي الْعَقْدِ سَبْعَةٌ بَيَانُ جِنْسٍ كَبُرٍّ أَوْ تَمْرٍ وَ بَيَانُ نَوْعٍ كَمَسْقِيٍّ أَوْ بَعْلِيٍّ وَصِفَةٍ كَجَيِّدٍ أَوْ رَدِيءٍ وَقَدْرٍ كَكَذَا كَيْلًا لَا يَنْقَبِضُ وَلَا يَنْبَسِطُ وَأَجَلٍ وَأَقَلُّهُ فِي السَّلَمِ شَهْرٌ بِهِ يُفْتَى وَفِي الْحَاوِي لَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي نَوْعٍ وَاحِدٍ عَلَى أَنْ يَكُونَ حُلُولُ بَعْضِهِ فِي وَقْتٍ وَبَعْضِهِ فِي وَقْتٍ آخَرَ وَيَبْطُلُ الْأَجَلُ بِمَوْتِ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ لَا بِمَوْتِ رَبِّ السَّلَمِ فَيُؤْخَذُ الْمُسْلَمُ فِيهِ مِنْ تَرِكَتِهِ حَالًا لِبُطْلَانِ الْأَجَلِ بِمَوْتِ الْمَدْيُونِ لَا الدَّائِنِ وَلِذَا شُرِطَ دَوَامُ وُجُودِهِ لِتَدُومَ الْقُدْرَةُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بِمَوْتِهِ وَ بَيَانُ قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ إِنْ تَعَلَّقَ الْعَقْدُ بِمِقْدَارِهِ كَمَا فِي مَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ وَعَدَدِيٍّ غَيْرِ مُتَفَاوِتٍ وَاكْتَفَيَا بِالْإِشَارَةِ كَمَا فِي مَذْرُوعٍ وَحَيَوَانٍ قُلْنَا رُبَّمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَحْصِيلِ الْمُسْلَمِ فِيهِ فَيَحْتَاجُ إِلَى رَدِّ رَأْسِ الْمَالِ ابْنُ كَمَالٍ: وَقَدْ يُنْفِقُ بَعْضَهُ ثُمَّ يَجِدُ بَاقِيَهُ مَعِيبًا فَيَرُدُّهُ وَلَا يَسْتَبْدِلُهُ رَبُّ السَّلَمِ فِي مَجْلِسِ الرَّدِّ فَيَنْفَسِخُ الْعَقْدُ فِي الْمَرْدُودِ وَيَبْقَى فِي غَيْرِهِ فَتَلْزَمُ جَهَالَةُ الْمُسْلَمِ فِيهِ فِيمَا بَقِيَ ابْنُ مَالِكٍ فَوَجَبَ بَيَانُهُ وَ السَّابِعُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ لِلْمُسْلَمِ فِيهِ فِيمَا لَهُ حَمْلٌ أَوْ مُؤْنَةٌ وَمِثْلُهُ الثَّمَنُ وَالْأُجْرَةُ وَالْقِسْمَةُ وَعَيَّنَا مَكَانَ الْعَقْدِ وَبِهِ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ كَبَيْعٍ وَقَرْضٍ وَإِتْلَافٍ وَغَصْبٍ قُلْنَا هَذِهِ وَاجِبَةُ التَّسْلِيمِ فِي الْحَالِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ

ترجمہ: سلم کی شرط یعنی صحت کی وہ شرط جو عقد میں مذکور ہوتی ہے، سات ہیں، (۱) مسلم فیہ کی جنس کا بیان ہونا، جیسے گیہوں ہے کہ کھجور (۲) نوع کا بیان جیسے سینچائی سے یا بارش سے (۳) صفت کا بیان، جیسے عمدہ یا خراب (۴) قدر کا بیان، جیسے ایسا کیل جو سکڑے اور پھیلے نہیں (۵) وقت کا بیان، سلم میں جس کی مقدار ایک مہینہ ہے، اسی پر فتویٰ ہے، حاوی میں ہے کہ ایک نوع میں اس شرط کے ساتھ سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان میں سے بعض کا حلول ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے

وقت میں، اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کے مرنے سے نہ کہ رب السلم کے مرنے سے، لہذا رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ترکے سے فی الحال لے گا، مدیون کی موت سے مدت باطل ہو جانے کی وجہ سے نہ کہ دائن کی موت سے، اسی لیے مسلم فیہ کے دوام کی شرط لگائی گئی ہے تاکہ مسلم الیہ کی موت کی وجہ سے ہر وقت مسلم فیہ حوالہ کرنے پر قادر رہے، (٦) راس المال کی مقدار کا بیان، اگر راس المال اس کی مقدار سے متعلق ہو، جیسے مکیل، موزون اور عددی غیر متفاوت میں، صاحبین نے اشارے پر اکتفا کیا ہے، جیسے مذروع اور حیوان میں، ہم کہتے ہیں کہ بسا اوقات مسلم الیہ، مسلم فیہ کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے، تو راس المال واپس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ ابن کمال نے اس کی صراحت کی ہے، بعض میں تصرف کرنے کے بعد باقی میں عیب پایا، جس کی وجہ سے ان باقی کو واپس کر دیا؛ لیکن رب السلم نے ان بقیہ کو اس مجلس میں نہیں بدلا، تو لوٹائے گئے حصے میں عقد فاسد ہوگی اور دوسرے میں عقد باقی رہے گا، جس کی وجہ سے مابقیہ مسلم فیہ میں جہالت لازم آتی، جس کا بیان ضروری ہے، (٧) مسلم فیہ کے ادا کرنے کی جگہ کا بیان، جس میں بار برداری کی ضرورت پڑتی ہے اور جو چیزیں ہلکی ہیں، جیسے ثمن، اجرت اور عطر فروش کا ڈبہ، صاحبین نے (مسلم فیہ کی ادائیگی کے لیے) مکان عقد کو متعین کر دیا ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے، جیسے بیع، قرض اور غصب میں، ہم کہتے ہیں کہ ان میں فی الفور ادا کرنا ضروری ہے، سلم کے خلاف۔

صحت سلم کی شرطیں وشرطه ای شروط الخ: صحت سلم کی ۷/شرطیں ہیں، جس کی تفصیل ترجمے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شَرْطَ الْإِيفَاءَ فِي مَدِينَةٍ فَكُلُّ مَحَلَّاتِهَا سَوَاءٌ فِيهِ أَيْ فِي الْإِيفَاءِ حَتَّى لَوْ أَوْفَاهُ فِي مَحَلَّةٍ مِنْهَا بَرِئَ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُطَالِبَهُ فِي مَحَلَّةٍ أُخْرَى بَزَّازِيَّةٌ وَفِيهَا قَبْلَهُ شَرَطَ حَمْلَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ بَعْدَ الْإِيفَاءِ فِي الْمَكَانِ الْمَشْرُوطِ لَمْ يَصِحَّ لِاجْتِمَاعِ الصَّفْقَتَيْنِ الْإِجَارَةِ وَالتِّجَارَةِ

ترجمہ: شہر میں ایفائے شرط سے اس کے تمام محلے برابر ہیں، یہاں تک کہ اس نے ان میں سے کسی محلے میں ادا کر دیا، تو وہ بری ہو گیا، دوسرے محلے میں لے جانے کا مطالبہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، بزازیہ میں اس سے پہلے ہے کہ ادائیگی کے لیے جگہ کی تعیین کے بعد، اپنے گھر تک لے جانے کی شرط لگانا دوصفقے اجارہ اور تجارہ جمع ہو جانے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

شہر سے مراد شرط الایفاء الخ: مسلم فیہ کو جس شہر میں ادا کرنے کی بات طے ہوگئی اس سے مراد پورا شہر ہے، اس شہر کے جس محلے میں بھی ادا کر دے وہ اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو گیا۔

وَمَا لَا حَمْلَ لَهُ كَمِسْكٍ وَكَافُورٍ وَصِغَارِ لُؤْلُؤٍ لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيفَاءِ اتِّفَاقًا وَيُوَفِّيهِ حَيْثُ شَاءَ فِي الْأَصَحِّ وَصَحَّحَ ابْنُ كَمَالٍ مَكَانَ الْعَقْدِ وَلَوْ عَيَّنَ فِيمَا ذُكِرَ مَكَانًا تَعَيَّنَ فِي الْأَصَحِّ فَتْحٌ لِأَنَّهُ يُفِيدُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ

ترجمہ: جن میں بار برداری نہیں ہے، جیسے مشک، کافور اور چھوٹے موتی، ان میں مکان ایفاء کے بیان شرط نہیں ہے بالاتفاق، جہاں چاہے ادا کر دے، اصح قول کے مطابق، ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے اور اگر مذکورہ صورت میں جگہ متعین کر لی، تو اصح قول کے مطابق جگہ متعین ہو جائے گی، جیسا کہ فتح میں ہے، اس لیے کہ جگہ کی تعیین راستے کے خطرے کو

ساقط کرنے کے لیے مفید ہے۔

ادائیگی کے لیے جگہ کی تعیین

وما لا حمل له الخ: مسلم فیہ وزنی ہے اور اتنا وزنی کی بار برداری کی ضرورت پڑتی ہے، تو یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ کہاں ادا کرے گا؛ لیکن اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہے، جس میں بار برداری کی ضرورت نہیں پڑتی ہے تو اس کی ادائیگی کے لیے جگہ کی تعیین ضروری نہیں ہے؛ البتہ اگر ہلکے مسلم فیہ کی ادائیگی کے لیے، اگرچہ جگہ متعین کرلے، تو جگہ متعین ہو جائے گی۔

وَ بَقِيَ مِنَ الشُّرُوطِ قَبْضُ رَأْسِ الْمَالِ وَلَوْ عَيْنًا قَبْلَ الِافْتِرَاقِ بِأَبْدَانِهِمَا وَإِنْ نَامَا أَوْ سَارَا فَرْسَخًا أَوْ أَكْثَرَ وَلَوْ دَخَلَ لِيُخْرِجَ الدَّرَاهِمَ إِنْ تَوَارَى عَنِ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ بَطَلَ وَإِنْ بِحَيْثُ يَرَاهُ لَا وَصَحَّتِ الْكَفَالَةُ وَالْحَوَالَةُ وَالِارْتِهَانُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ بَزَّازِيَّةٌ وَهُوَ شَرْطُ بَقَائِهِ عَلَى الصِّحَّةِ لَا شَرْطُ انْعِقَادِهِ بِوَصْفِهَا فَيَنْعَقِدُ صَحِيحًا ثُمَّ يَبْطُلُ بِالِافْتِرَاقِ بِلَا قَبْضٍ وَلَوْ أَبَى الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ قَبْضَ رَأْسِ الْمَالِ أُجْبِرَ عَلَيْهِ خُلَاصَةٌ. وَبَقِيَ مِنَ الشُّرُوطِ كَوْنُ رَأْسِ الْمَالِ مَنْقُودًا وَعَدَمُ الْخِيَارِ وَأَنْ لَا يَشْمَلَ الْبَدَلَيْنِ إِحْدَى عِلَّتَيِ الرِّبَا وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُتَّفِقُ أَوِ الْجِنْسُ لِأَنَّ حُرْمَةَ النَّسَاءِ تَتَحَقَّقُ بِهِ وَعَدَّهَا الْعَيْنِيُّ تَبَعًا لِلْغَايَةِ. سَبْعَةَ عَشَرَ وَزَادَ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ الْقُدْرَةَ عَلَى تَحْصِيلِ الْمُسْلَمِ فِيهِ.

ترجمہ: شرطوں میں باقی رہا کہ افتراق بالابدان سے پہلے، قبضہ کرلے، اگرچہ عین ہو، لہذا دونوں سو گئے یا ایک فرسخ یا اس سے زیادہ چلے، یا رب السلم دراہم نکالنے کے لیے گھر میں داخل ہو، اور وہ مسلم الیہ سے چھپ گیا، تو یہ عقد باطل ہو گیا، اور اگر اس طور پر ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے، تو باطل نہیں ہے، کفالہ، حوالہ اور رہن راس المال کے عوض صحیح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، راس المال پر قبضہ، سلم کو صحت کے ساتھ باقی رکھنے کی شرط ہے اس کے وصف کے ساتھ، منعقد ہونے کی شرط نہیں ہے لہذا عقد صحیح ہوگا؛ لیکن قبضہ سے پہلے جدا ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائے گا، اور اگر مسلم الیہ نے راس المال پر قبضہ کرنے سے انکار کر دیا، تو اس کو قبضہ کرنے کے لیے مجبور کیا جائے گا، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، شرطوں میں باقی رہا راس المال کا نقد ہونا اور خیار شرط نہ ہونا، نیز بدلین علت ربا میں سے کسی علت کو شامل نہ ہو اور وہ متحد القدر اور جنس ہے، اس لیے کہ ان سے ادھار کا حرام ہونا متحقق ہو جاتا ہے اور عینی نے غایہ کی اتباع میں (سلم کی) سترہ شرطیں شمار کیں ہیں اور مصنف وغیرہ نے مسلم فیہ کے حاصل کرنے پر قادر ہونے کی شرط کا (بھی) اضافہ کیا ہے۔

راس المال پر قبضہ کی حقیقت

و بقی من الشرط الخ: راس المال پر قبضہ کرنا بھی ایک شرط ہے، اس لیے اگر راس المال پہ قبضہ کرنے سے پہلے مجلس ختم ہو گئی یا دوسرے امور میں مشغول ہو گئے، تو یہ عقد باطل ہو جائے گا۔

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الشَّرْطِ الثَّامِنِ بِقَوْلِهِ فَإِنْ أَسْلَمَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فِي كُرِّ بُرٍّ بِضَمٍّ فَتَشْدِيدٍ سِتُّونَ قَفِيزًا وَالْقَفِيزُ ثَمَانِيَةُ مَكَاكِيكَ وَالْمَكُّوكُ صَاعٌ وَنِصْفٌ عَيْنِيٌّ بُرٌّ حَالَ كَوْنِ الْمِائَتَيْنِ مَقْسُومَةً مِائَةً

دَيْنًا عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ وَمِائَةٌ نَقْدًا نَقَدَهَا رَبُّ السَّلَمِ وَافْتَرَقَا عَلَى ذَلِكَ فَالسَّلَمُ فِي حِصَّةِ الدَّيْنِ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ دَيْنٌ بِدَيْنٍ وَصَحَّ فِي حِصَّةِ النَّقْدِ وَلَمْ يَشِعِ الْفَسَادُ لِأَنَّهُ طَارٍ حَتَّى لَوْ نَقَدَ الدَّيْنَ فِي مَجْلِسِهِ صَحَّ فِي الْكُلِّ وَلَوْ إِحْدَاهُمَا دَنَانِيرَ أَوْ عَلَى غَيْرِ الْعَاقِدَيْنِ فَسَدَ فِي الْكُلِّ

ترجمہ: پھر آٹھویں شرط پر اپنے قول سے تفریع کی کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہوں میں (کر) ضم اور تشدید کے ساتھ ہے، ساٹھ قفیز کے برابر ہے اور ایک قفیز آٹھ مکوک کا اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا، جیسا کہ عینی میں ہے، اس طور پر کہ دو سو تقسیم ہوں گے، ایک سو مسلم الیہ پر دین ہوگا اور ایک سو نقد جسے رب السلم نے ادا کر دیا، اس پر دونوں جدا ہو گئے، تو سلم دین کے حصے میں باطل ہوگا، اور نقد کے حصے میں سلم صحیح ہے، فساد سب میں جاری نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ بعد میں طاری ہوا ہے، حتی کہ اگر دین کو مجلس میں ادا کر دیتا، تو سب میں صحیح تھا، اور اگر ان میں سے ایک دینار ہو (راس المال درہم بھی ہو اور دینار بھی ہو) یا دین عاقد کے علاوہ پر ہو، تو سب میں فاسد ہے۔

آٹھویں شرط پر تفریع

ثم فرع علی الشرط الخ: آٹھویں شرط یہ تھی کہ راس المال پر مجلس کے اندر اندر قبضہ کر لے، لہذا اگر راس المال پر قبضہ نہیں کیا یا ادھار رکھا، تو یہ عقد فاسد ہوگا۔

وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ لِلْمُسْلَمِ إِلَيْهِ فِي رَأْسِ الْمَالِ وَ لَا لِرَبِّ السَّلَمِ فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ بِنَحْوِ بَيْعٍ وَشَرِكَةٍ وَمُرَابَحَةٍ وَتَوْلِيَةٍ وَلَوْ مِمَّنْ عَلَيْهِ حَتَّى لَوْ وَهَبَهُ مِنْهُ كَانَ إِقَالَةً إِذَا قَبِلَ وَفِي الصُّغْرَى إِقَالَةُ بَعْضِ السَّلَمِ جَائِزَةٌ وَلَا يَجُوزُ لِرَبِّ السَّلَمِ شِرَاءُ شَيْءٍ مِنَ الْمُسْلَمِ إِلَيْهِ بِرَأْسِ الْمَالِ بَعْدَ الْإِقَالَةِ فِي عَقْدِ السَّلَمِ الصَّحِيحِ فَلَوْ كَانَ فَاسِدًا جَازَ الْإِسْتِبْدَالُ كَسَائِرِ الدُّيُونِ قَبْلَ قَبْضِهِ بِحُكْمِ الْإِقَالَةِ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لَا تَأْخُذْ إِلَّا سَلَمَكَ أَوْ رَأْسَ مَالِكَ أَيْ إِلَّا سَلَمَكَ حَالَ قِيَامِ الْعَقْدِ أَوْ رَأْسَ مَالِكَ حَالَ انْفِسَاخِهِ فَامْتَنَعَ الْإِسْتِبْدَالُ بِخِلَافِ بَدَلِ الصَّرْفِ حَيْثُ يَجُوزُ الْإِسْتِبْدَالُ عَنْهُ لَكِنْ بِشَرْطِ قَبْضِهِ فِي مَجْلِسِ الْإِقَالَةِ لِجَوَازِ تَصَرُّفِهِ فِيهِ بِخِلَافِ السَّلَمِ

ترجمہ: قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ کے لیے راس المال میں اور رب السلم کے لیے مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، جیسے بیع، شرکت، مرابحہ اور تولیہ، اگر چہ اسی سے ہو جس پر تھا، یہاں تک کہ اگر اس کو ہبہ کیا اور اس نے قبول کر لیا، تو یہ اقالہ ہوگا اور صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے، عقد سلم صحیح میں، اقالہ کے بعد، راس المال کے عوض، مسلم الیہ سے کچھ خریدنا رب السلم کے لیے جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر فاسد ہو، تو قبضہ سے پہلے تمام دیون کی طرح استبدال جائز ہے، اقالہ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے "تو نہ لے مگر اپنا سلم یا راس المال"، یعنی عقد قائم رہنے کی صورت میں مسلم فیہ اور فسخ ہونے کی حالت میں راس المال، لہذا (اقالہ کے بعد) استبدال ممتنع ہو گیا، بخلاف بدل صرف کے، اقالہ کی مجلس میں قبضہ کی شرط کے ساتھ استبدال جائز ہے، اسی مجلس میں تصرف جائز ہونے کی وجہ سے بخلاف سلم کے۔

بدلین میں تصرف

ولا یجوز التصرف الخ: سلم میں متعاقدین کے لیے بدلین پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے۔

وَلَوْ شَرَى الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ فِي كُرٍّ كُرًّا وَأَمَرَ الْمُشْتَرِي رَبَّ السَّلَمِ بِقَبْضِهِ قَضَاءً عَمَّا عَلَيْهِ لَمْ يَصِحَّ لِلُزُومِ الْكَيْلِ مَرَّتَيْنِ وَلَمْ يُوجَدْ وَصَحَّ لَوْ كَانَ الْكُرُّ قَرْضًا وَ أَمَرَ مُقْرِضَهُ بِهِ لِأَنَّهُ إِعَارَةٌ لَا اسْتِبْدَالٌ كَمَا صَحَّ لَوْ أَمَرَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ رَبَّ السَّلَمِ بِقَبْضِهِ مِنْهُ لَهُ ثُمَّ لِنَفْسِهِ فَفَعَلَ كَاكْتَالَهُ مَرَّتَيْنِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ أَمَرَهُ أَيِ الْمُسْلَمَ إِلَيْهِ رَبُّ السَّلَمِ أَنْ يَكِيلَ الْمُسْلَمَ فِيهِ فِي ظَرْفِهِ فَكَالَهُ فِي ظَرْفِهِ أَيْ وِعَاءِ رَبِّ السَّلَمِ بِغَيْبَتِهِ لَمْ يَكُنْ قَبْضًا أَمَّا بِحَضْرَتِهِ فَيَصِيرُ قَابِضًا بِالتَّخْلِيَةِ أَوْ أَمَرَ الْمُشْتَرِي الْبَائِعَ بِذَلِكَ فَكَالَهُ فِي ظَرْفِهِ ظَرْفِ الْبَائِعِ لَمْ يَكُنْ قَبْضًا لِحَقِّهِ بِخِلَافِ كَيْلِهِ فِي ظَرْفِ الْمُشْتَرِي بِأَمْرِهِ فَإِنَّهُ قَبْضٌ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْعَيْنِ وَالْأَوَّلُ فِي الذِّمَّةِ كَيْلُ الْعَيْنِ الْمُشْتَرَاةِ ثُمَّ كَيْلُ الدَّيْنِ الْمُسْلَمِ فِيهِ وَجَعْلُهُمَا فِي ظَرْفِ الْمُشْتَرِي قَبْضٌ بِأَمْرِهِ لِتَبَعِيَّةِ الدَّيْنِ لِلْعَيْنِ وَعَكْسُهُ وَهُوَ كَيْلُ الدَّيْنِ أَوَّلًا لَا يَكُونُ قَبْضًا وَخَيَّرَاهُ بَيْنَ نَقْضِ الْبَيْعِ وَالشَّرِكَةِ.

ترجمہ: اور اگر مسلم الیہ نے کر میں گیہوں خرید کر مشتری نے رب السلم کو قبضہ کرنے کے لیے کہا، تا کہ اس پر جو قرض ہے وہ ادا ہو جائے، تو یہ صحیح نہیں ہے، دو مرتبہ کیل لازم ہونے کی وجہ سے، جو نہیں پایا گیا، اور اگر کر قرض ہو اور وہ مدیون کو ادا کرنے کے لیے کہے، تو صحیح ہے، اس لیے کہ قرض عاریت ہے، نہ کہ بدلہ، جیسے اگر مسلم الیہ نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے کے لیے رب السلم کو حکم کیا، پھر اس کے لیے، دو مرتبہ وزن کے ساتھ، تو صحیح ہے، مانع ختم ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ نے رب السلم سے مسلم فیہ اپنے ظرف میں ناپنے کے لیے کہا، چناں چہ اس نے (رب السلم) نے اپنے ظرف میں مسلم الیہ کے غائبانہ میں ناپ دیا، بہر حال اگر اس کی موجودگی میں ناپے تو تخلیہ کی بنیاد پر قابض ہوگا، یا مشتری نے بائع سے ناپنے کے لیے کہا، چنان چہ اس نے اپنے ظرف سے ناپ دیا، تو وہ (مشتری) اپنے حق کا قابض نہ ہوگا، بخلاف بائع کے، مشتری کے حکم سے، اس کے ظرف میں ناپنے کے، اس لیے کہ اس کا حق عین میں ہے اور رب السلم کا حق ذمے میں ہے، بیع عین کو کیل کرنا پھر دین یعنی مسلم فیہ کو کیل کر کے دونوں کو، مشتری کے حکم سے اس کے ظرف میں ڈال دینا قبضہ ہے، دین کا عین کے تابع ہونے کی وجہ سے اور اس کا الٹا یعنی پہلے دین کو کیل کرنا، قبضہ نہیں ہوگا، اور صاحبین نے مشتری کو بیع اور شرکت کے توڑنے میں اختیار دیا ہے۔

بغیر ناپے قبضہ کرنا

و لو شری المسلم الیہ الخ: مسلم الیہ پر لازم تھا کہ جس چیز پر بیع سلم کی ہے، اس کو رب السلم کے حوالے کر دے چناں چہ اس نے گیہوں خرید کر رب السلم کو قبضہ کرنے کے لیے کہا، چنانچہ اس نے بغیر ناپے قبضہ کر لیا، تو یہ قبضہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ رب السلم کے لیے ضروری تھا کہ قبضہ کرتے وقت مسلم فیہ کو ناپ لے، جس کو اس نے کیا نہیں، اس لیے اس کا یہ قبضہ لغو ہوگا۔

أَسْلَمَ أَمَةً فِي كُرِّ بُرٍّ وَقَبَضَتْ فَتَقَايَلَا السَّلَمَ فَمَاتَتْ قَبْلَ قَبْضِهَا بِحُكْمِ الْإِقَالَةِ بَقِيَ عَقْدُ الْإِقَالَةِ أَوْ مَاتَتْ فَتَقَايَلَا صَحَّ لِبَقَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمُسْلَمُ فِيهِ وَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْقَبْضِ فِيهِمَا فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ لِأَنَّهُ سَبَبُ الضَّمَانِ كَذَا الْحُكْمُ فِي الْمُقَايَضَةِ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ بِالثَّمَنِ فِيهِمَا لِأَنَّ الْأَمَةَ أَصْلٌ فِي الْبَيْعِ. وَالْحَاصِلُ جَوَازُ الْإِقَالَةِ فِي السَّلَمِ قَبْلَ هَلَاكِ الْجَارِيَةِ وَبَعْدَهُ

بِخِلَافِ الْبَيْعِ.

ترجمہ: ایک کر گیہوں کے بدلے باندی میں عقد سلم کیا اور باندی پہ قبضہ ہونے کے بعد دونوں نے سلم کا اقالہ کیا؛ لیکن اقالہ کی بنیاد پر باندی پہ قبضہ ہونے سے پہلے باندی مرگئی، تو عقد اقالہ باقی ہے یا باندی کے مرنے کے بعد اقالہ کیا، تو (بھی) صحیح ہے، معقود یعنی مسلم فیہ باقی رہنے کی وجہ سے، ان دونوں صورتوں میں مسلم الیہ پر باندی پہ قبضہ کے دن کی قیمت لازم ہے، اس لیے کہ قبضہ ضمان کا سبب ہے، یہی حکم بیع مقایضہ میں ہے، ان دونوں صورتوں میں ثمن سے خریدنے کے، اس لیے کہ باندی اصل مبیع ہے، خلاصہ یہ کہ سلم میں باندی کی ہلاکت سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں اقالہ جائز ہے، بخلاف بیع کے۔

راس المال کی ہلاکت کے بعد اقالہ

اسلم امة فی کر بر الخ: مراد یہ ہے کہ باندی جو راس المال ہے اس کی ہلاکت کے بعد اگر اقالہ کرے، تو اقالہ صحیح ہے، اس لیے کہ سلم میں مسلم فیہ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ راس المال کا؛ لیکن بیع کی صورت میں باندی کا حکم مبیع کے درجے میں ہوگا اور بیع میں مبیع کا بھی اعتبار ہوتا ہے، اس لیے بیع کی صورت میں باندی کی ہلاکت کے بعد اقالہ صحیح نہیں ہے۔

تَقَايَلَا الْبَيْعَ فِي عَبْدٍ فَأَبَقَ بَعْدَ الْإِقَالَةِ مِنْ يَدِ الْمُشْتَرِي فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى تَسْلِيمِهِ لِلْبَائِعِ بَطَلَتْ الْإِقَالَةُ وَالْبَيْعُ بِحَالِهِ قُنْيَةٌ وَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الرَّدَاءَةَ وَالتَّأْجِيلَ لَا لَنَا فِي الْوَصْفِ وَهُوَ الرَّدَاءَةُ وَالْأَجَلِ وَالْأَصْلُ أَنَّ مَنْ خَرَجَ كَلَامُهُ تَعَنُّتًا فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِهِ بِالِاتِّفَاقِ وَإِنْ خَرَجَ خُصُومَةً وَوَقَعَ الِاتِّفَاقُ عَلَى عَقْدٍ وَاحِدٍ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الصِّحَّةَ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَهُ لِلْمُنْكِرِ

ترجمہ: اور اگر بائع اور مشتری نے ایک غلام میں اقالہ کیا، جو اقالہ کے بعد مشتری کے قبضے سے بھاگ گیا، اگر مشتری غلام کو (حاصل کر کے) بائع حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، تو اقالہ باطل ہے اور بیع اپنی حالت پہ رہے گی، جیسا کہ قنیہ میں ہے، نقصان اور تاجیل کے مدعی کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ وصف یعنی نقصان اور اجل کے منکر کا، قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام بطریق تعنت نکلا، تو بالاتفاق اس کے ساتھی کا قول معتبر ہوگا اور اگر (اس کا کلام) بطور خصومت کے نکلے اور ایک عقد میں اتفاق ہوجائے، تو صاحبین کے نزدیک مدعی صحت کے قول کا اعتبار ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک منکر (کے قول) کا۔

اقالہ کے بعد غلام بھاگ جانا

تقایلا البیع الخ: یہ عبارت "باب الاقالہ" سے متعلق ہے اور وہاں ایسی ہی عبارت آچکی ہے، "تقایلا فابق العبد من ید المشتری و حجر عن تسلیمہ الخ"

وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي مِقْدَارِهِ فَالْقَوْلُ لِلطَّالِبِ مَعَ يَمِينِهِ لِإِنْكَارِهِ الزِّيَادَةَ وَأَيُّ بَرْهَنَ قُبِلَ وَإِنْ بَرْهَنَا قَضَى بِبَيِّنَةِ الْمَطْلُوبِ لِإِثْبَاتِهَا الزِّيَادَةَ وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي مُضِيِّهِ فَالْقَوْلُ لِلْمَطْلُوبِ أَيْ الْمُسْلَمِ إلَيْهِ بِيَمِينِهِ إلَّا أَنْ يُبَرْهِنَ الْآخَرُ وَإِنْ بَرْهَنَا فَبَيِّنَةُ الْمَطْلُوبِ وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي السَّلَمِ تَحَالَفَا اسْتِحْسَانًا فَتْحٌ

ترجمہ: اور اگر دونوں نے مدت کی مقدار میں اختلاف کیا، تو قسم کے ساتھ مدعی کے قول کا اعتبار ہوگا، اس کے زیادتی کے انکار کی وجہ سے اور جو گواہ لائے گا، قبول ہوگا اور اگر دونوں گواہ لائے، تو مسلم الیہ کے گواہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، زیادتی کے

ثابت کرنے کی وجہ سے اور اگر دونوں مدت گذرنے پر اختلاف کریں، تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے قول کا اعتبار ہوگا، اس کی قسم کے ساتھ، الا یہ کہ دوسرا گواہ پیش کرے اور اگر دونوں گواہ پیش کریں، تو مطلوب کے گواہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کریں تو استحساناً قسم لی جائے گی۔

مدت کی تعیین میں اختلاف ہونا

ولو اختلافا في مقداره الخ: رب السلم اور مسلم الیہ دونوں نے سلم کی مدت میں اختلاف کیا، تو جس کے پاس گواہ ہوں گے اس کے حق میں فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہیں، تو مسلم الیہ کے حق میں فیصلہ ہوگا، چوں کہ اس کے پاس بینہ بھی ہے اور مدت کی زیادتی کو بھی ثابت کررہا ہے؛ لیکن اگر کسی کے پاس بھی گواہ نہیں ہے، تو رب السلم کے قول کا اعتبار ہوگا۔

وَالِاسْتِصْنَاعُ هُوَ طَلَبُ عَمَلِ الصَّنْعَةِ بِأَجَلٍ ذُكِرَ عَلَى سَبِيلِ الِاسْتِمْهَالِ لَا الِاسْتِعْجَالِ فَإِنَّهُ لَا يَصِيرُ سَلَمًا سَلَمٌ فَتُعْتَبَرُ شَرَائِطُهُ جَرَى فِيهِ تَعَامُلٌ أَمْ لَا وَقَالَا الْأَوَّلُ اسْتِصْنَاعٌ وَبِدُونِهِ أَيْ الْأَجَلِ فِيمَا فِيهِ تَعَامَلَ النَّاسُ كَخُفٍّ وَقُمْقُمَةٍ وَطَسْتٍ بِمُهْمَلَةٍ وَذَكَرَهُ فِي الْمُغْرِبِ فِي الشِّينِ الْمُعْجَمَةِ وَقَدْ يُقَالُ طُسُوتٌ صَحَّ الِاسْتِصْنَاعُ بَيْعًا لَا عِدَةً عَلَى الصَّحِيحِ ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَيُجْبَرُ الصَّانِعُ عَلَى عَمَلِهِ وَلَا يَرْجِعُ الْآمِرُ عَنْهُ وَلَوْ كَانَ عِدَةً لَمَا لَزِمَ وَالْمَبِيعُ هُوَ الْعَيْنُ لَا عَمَلُهُ خِلَافًا لِلْبَرْذَعِيِّ فَإِنْ جَاءَ الصَّانِعُ بِمَصْنُوعِ غَيْرِهِ أَوْ بِمَصْنُوعِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَأَخَذَهُ صَحَّ وَلَوْ كَانَ الْمَبِيعُ عَمَلَهُ لَمَا صَحَّ وَلَا يَتَعَيَّنُ الْمَبِيعُ لَهُ أَيْ لِلْآمِرِ بِلَا رِضَاهُ فَصَحَّ بَيْعُ الصَّانِعِ لِمَصْنُوعِهِ قَبْلَ رُؤْيَةِ آمِرِهِ وَلَوْ تَعَيَّنَ لَهُ لَمَا صَحَّ بَيْعُهُ وَلَهُ أَيْ لِلْآمِرِ أَخْذُهُ وَتَرْكُهُ بِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لِلصَّانِعِ بَعْدَ رُؤْيَةِ الْمَصْنُوعِ لَهُ وَهُوَ الْأَصَحُّ نَهْرٌ وَلَمْ يَصِحَّ فِيمَا لَمْ يُتَأَمَّلْ فِيهِ كَالثَّوْبِ إِلَّا بِأَجَلٍ كَمَا مَرَّ فَإِنْ لَمْ يَصِحَّ فَسَدَ إِنْ ذَكَرَ الْأَجَلَ عَلَى وَجْهِ الِاسْتِمْهَالِ وَإِنْ لِلِاسْتِعْجَالِ كَـ عَلَى أَنْ تُفْرِغَهُ غَدًا كَانَ صَحِيحًا.

ترجمہ: استصناع وہ کوئی چیز بنوا کرلینا ہے (استصناع سلم ہے) مہلت کے طور پر مدت ذکر کرنے کے ساتھ، الا یہ کہ (طلب) فی الحال ہو، تو وہ سلم نہیں ہو سکے گا، اگر سلم ہے تو سلم کے شرائط معتبر ہوں گے، ان (اشیائ) میں لوگوں کا عمل ہوگا یا نہیں، پہلا استصناع ہے اور مدت کے بغیر جن میں لوگوں کا عمل ہے، جیسے موزہ، بدھنا اور طست چھوٹی سین سے اور مغرب میں بڑی شین سے ذکر کیا ہے، نیز اسی کو طسوت کہا جاتا ہے، استصناع صحیح ہے بیع کے طور پر نہ کہ وعدہ کے طور پر صحیح قول کے مطابق، پھر اپنے قول سے اس پر تفریع کی، لہٰذا کاری گر کو بنانے کے لیے مجبور کیا جائے گا اور بنوانے والا اس سے راس المال واپس نہ لے اور اگر یہ وعدہ ہوتا، تو لازم نہ ہوتا اور مبیع عین ہے نہ کہ اس کا عمل بردعی کے خلاف، لہٰذا اگر دوسرے کا بنایا ہوا یا عقد سے پہلے کا بنا ہوا لائے، تو اس کا لینا صحیح ہے، اگر مبیع کاری گر کا عمل ہوتا، تو لینا صحیح نہ ہوتا، اور آمر کے لیے مبیع اس کی رضامندی کے بغیر متعین نہ ہوگی، لہٰذا آمر کے دیکھنے سے پہلے مصنوعات کا بیچنا جائز ہے، اگر متعین ہو جاتا، تو اس کا بیچنا صحیح نہ ہوتا اور آمر کے لیے اس کا لینا اور خیار رویت کی بنیاد پر نہ لینا صحیح ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ آمر کو مصنوعات دکھا دینے کے بعد کاری گر کو اختیار نہیں ہے

اور یہی اصح ہے، جیسا کہ امام مالک سے ہے، اور جن میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے ان میں (فرمائش) صحیح نہیں ہے، مگر مدت کے ساتھ، جیسے کپڑا، جیسا کہ گذر چکا، لہٰذا جب مدت سلم کے الحاق دے دی تو فاسد ہے، اگر مدت مہلت کے طور پر ذکر کی جائے، اگرچہ کم ہو، جیسے جلدی کرنے کو دیا جائے تو صحیح ہے۔

استصناع والاستصناع ھو طلب العمل: کسی سے کوئی چیز بنوانا، یہ بھی سلم ہی کی ایک صورت ہے، اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ایسی چیز بنانے کے لیے کہا کہ جس کا رواج نہیں ہے، اس صورت میں سلم کے شرائط کے ساتھ ساتھ مدت کا متعین کرنا بھی ضروری ہے، دوسرا یہ کہ ایسی چیز کے بنانے کا حکم دیا جس کا رواج ہے یہ سلم نہیں بیع ہے اس میں مدت متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ یہ بیع ہے اور بیع میں مدت متعین نہیں ہوا کرتی ہے، اس لیے اس میں بھی مدت متعین کرنا لازم نہیں ہے اور بیع کا یہ طریقہ استحساناً درست ہے۔

فرعٌ: السَّلَمُ فِي الدِّبْسِ لَا يَجُوزُ لِمَا فِي إِجَارَةِ جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى لَوْ جَعَلَ الدِّبْسَ أُجْرَةً لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمِثْلِيٍّ، لِأَنَّ النَّارَ عَمِلَتْ فِيهِ وَلِذَا لَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ فَلَا يَجِبُ فِي الذِّمَّةِ حَتَّى لَوْ كَانَ عَيْنًا جَازَ. قُلْتُ: وَسَيَجِيءُ فِي الْغَصْبِ أَنَّ الرُّبَّ وَالْقَطِرَ وَاللَّحْمَ وَالْفَحْمَ وَالْآجُرَّ وَالصَّابُونَ وَالْعُصْفُرَ وَالسِّرْقِينَ وَالْجُلُودَ وَالصُّرْمَ وَبُرًّا مَخْلُوطًا بِشَعِيرٍ قِيمِيٌّ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: جوس میں سلم جائز نہیں ہے، اس لیے کہ جواہر الفقہ کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ جوس کو اجرت ٹھہرایا، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ مثلی نہیں، اس لیے کہ آگ نے اس میں عمل کیا ہے، اسی لیے اس میں سلم جائز نہیں ہے، لہٰذا ذمہ میں واجب نہ ہوگا؛ لیکن اگر عین ہو تو جائز ہے، غصب میں آرہا ہے کہ شیرہ، پگھلا ہوا تابنا، گوشت، کوئلا، پکی ہوئی اینٹ، صابون، کسم، گوبر، چمڑے، کھال، اور جو کے ساتھ ملے ہوئے گیہوں قیمی ہیں، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

دبس میں سلم السلم فی الدبس الخ: دبس میں سلم جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ مثلی نہیں ہے، حالاں کہ سلم کے لیے مثلی ہونا ضروری ہے۔

بَابُ الْمُتَفَرِّقَاتِ

مِنْ أَبْوَابِهَا وَعَبَّرَ فِي الْكَنْزِ بِمَسَائِلَ مَنْثُورَةٍ وَفِي الدُّرَرِ بِمَسَائِلَ شَتَّى وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ اشْتَرَى ثَوْرًا أَوْ فَرَسًا مِنْ خَزَفٍ لِأَجْلِ اسْتِئْنَاسِ الصَّبِيِّ لَا يَصِحُّ وَ لَا قِيمَةَ لَهُ فَلَا يَضْمَنُ مُتْلِفُهُ وَقِيلَ بِخِلَافِهِ يَصِحُّ وَيَضْمَنُ قُنْيَةٌ وَفِي آخِرِ حَظْرِ الْمُجْتَبَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ بَيْعُ اللُّعْبَةِ وَأَنْ يَلْعَبَ بِهَا الصِّبْيَانُ

ترجمہ: ان مسائل کے بیان میں جو اپنے ابواب میں متفرق ہیں، کنز میں مسائل منثورہ اور درر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے، حالاں کہ مطلب ایک ہے، کسی نے مٹی کا بیل یا گھوڑا بچے کے کھیلنے کے لیے خریدا تو صحیح نہیں ہے، نہ اس کی کچھ قیمت ہے اور نہ ہی تلف کرنے والے پر ضمان ہے، اس کے خلاف (بھی) کہا گیا ہے کہ صحیح ہے اور ضامن ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اور مجتبیٰ کی کتاب الحظر کے اخیر میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ کھیلنے کے لیے جائز ہے، اگر ان سے بچے کھیلیں گے۔

مٹی کے گھوڑے

اشتری ثورا او فرسا الخ: بچوں کے کھیلنے کے لیے مٹی کا مجسمہ خریدنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ مٹی کے مجسمے سے کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا ہے؛ البتہ دوسرے دھات کا بنا ہوا ہو، تو جائز ہے، اس لیے کہ اس مجسمہ کو توڑ کر دوسرے مقصد کے لیے، استعمال کیا جاسکتا ہے، امام ابو یوسفؒ کی طرف جواز کی نسبت صحیح نہیں ہے، "عن ابی یوسف ای ناقلا عن ابی یوسف و ظاهره انه قوله لا روایة عنه" (ردالمحتار ۷/ ۴۷۸)

وَصَحَّ بَيْعُ الْكَلْبِ وَلَوْ عَقُورًا وَالْفَهْدُ وَالْفِيلُ وَالْقِرْدُ وَالسِّبَاعُ بِسَائِرِ أَنْوَاعِهَا حَتَّى الْهِرَّةُ وَكَذَا الطُّيُورُ عُلِّمَتْ أَوْ لَا سِوَى الْخِنْزِيرِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلِانْتِفَاعِ بِهَا وَبِجِلْدِهَا كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَالتَّمَسْخُرُ بِالْقِرْدِ، وَإِنْ كَانَ حَرَامًا لَا يَمْنَعُ بَيْعَهُ بَلْ يَكْرَهُهُ كَبَيْعِ الْعَصِيرِ شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ.

ترجمہ: کتا اگر چہ کاٹنے والا ہو، چیتا، ہاتھی، بندر اور درندے کی بیع صحیح ہے، تمام قسموں کے ساتھ، یہاں تک کہ بلی اور ایسے ہی پرندے، معلم ہوں کہ غیر معلم، خنزیر کے علاوہ، یہی قول پسندیدہ ہے ان سے اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھانے کی وجہ سے، جیسا کہ ہم نے بیع فاسد میں بیان کیا اور بندر سے تمسخر، اگر چہ حرام ہے؛ لیکن یہ مانع بیع نہیں؛ بل کہ مکروہ ہے، جیسے جوس کی بیع (شراب بنانے والے کے ہاتھ) جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے۔

کتے کی بیع

وصح بیع الکلب الخ: گھر، باغات اور جانوروں کی حفاظت کے لیے، کتا ایک مفید جانور ہے، اس افادیت کی بنیاد پر، عرب میں کتے پالنے کا عام رواج تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں بھی کتا آکر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے وعدے کے مطابق جبرئیل امیں کا نہ آنا اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پریشان ہو جانا روایات سے ثابت ہے، اس لیے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس محبت کو نفرت سے بدلنے کے لیے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم صادر فرمایا تھا؛ لیکن جب کچھ دنوں میں کتوں سے نفرت ہوگئی تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی ضروریات کے مدنظر کتوں کے قتل عام سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ عام کتے مارنے کی اجازت تو نہیں؛ بل کہ صرف کالے رنگ کے کتے مارے جائیں باقی نہیں، اس کے بعد پھر یہ حکم صادر ہوا کہ جن کتوں سے فائدہ ہے، ان کو نہ مارا جائے اس لیے اب ضرورت کے وقت معلّم اور مفید کتے پالنے کی اجازت ہے، اب ہر وہ آدمی جنہیں معلّم کتے کی ضرورت ہے، وہ لوگ خود سے کتوں کو معلّم بنائے ایک سنگین مسئلہ ہے، اس لیے احناف اور امام مالک کی رائے یہ ہے کہ شرعاً مفید کتوں کی خرید وفروخت کی اجازت ہے اور اس کے ثمن سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے؛ لیکن حضرت امام شافعی، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام مالک کی رائے یہ ہے کہ ہر طرح کے کتوں کی بیع حرام ہے ان حضرات کی دلیل "نهی عن ثمن الکلب" والی حدیث ہے۔

احتج به جماعة على أنه لا یجوز بیع الکلب مطلقاً العلم وغیره مما یجوز امتناؤه او لا یجوز و أنه لا ثمن له، وإليه ذهب الاوزاعی واحمد واسحاق وابوثور وابن المنذر واهل الظاهر وهو احدی الروایتین عن مالک۔ وخالفهم فی ذالک جماعة وهم عطاء بن أبی رباح وابراهیم النخعی وابو حنیفة وابو یوسف ومحمد وابن کنانة و سحنون من المالکیة ومالک فی روایة فقالوا الکلاب التی ینتفع بها یجوز بیعها ویباح اثمانها (عمدة القاری ۵/ ۲۰۹/ ۲۱۰)

وظاهر النهی تحریم بیعه وهو عام فی کل کلب معلماً کان أو غیره مما یجوز الاقتناء او لا یجوز وقال عطاء والنخعی یجوز بیع کلب الصید دون غیره۔ (فتح الباری ۴/ ۳۵۳)

دلائل احناف حضرات فقہائے احناف نے بیع کلب کی صحت پر متعدد روایات سے استدلال کیا ہے، ان میں سے چند ملاحظہ ہوں "عن جابر بن عبداللہ ان النبی ﷺ نھی عن ثمن الکلب والسنور الا کلب صید" (نسائی ۲/۲۰۱)(شرح معانی الآثار ۲/۲۲۸) یہ دونوں روایتیں مضبوط اور قابل استدلال ہیں، چناں چہ نسائی کی روایت کے بارے میں حضرت حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، اوران کا یہ اعتراف کوئی معمولی بات نہیں ہے "قال نھی رسول اللہ ﷺ عن ثمن الکلب إلا کلب صید أخرجه النسائی باسناد رجاله ثقات" (فتح الباری ۲/۳۵۳)

۲: احناف کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس کی تخریج حضرت امام ترمذیؒ نے کی ہے، جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثمن کلب سے منع کرتے ہوئے کلب صید کی قیمت کی اجازت دی ہے "عن أبی هریرة قال نهی عن ثمن الکلب إلا کلب صید" (جامع الترمذی ۱/۲۴۱)

أعله الترمذی بأبی المهزم ولاشک أنه ضعیف و لکن تابعه علی ذالک وبالجملة فلهذا الحدیث طرق یقوی بعضها بعضاً۔ (تکملہ فتح الملہم ۱/۵۲۸)

۳: حضرات احناف کی تیسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جس کی تخریج مسانید امام اعظم میں کی گئی ہے، جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثمن کلب کے سلسلے میں رخصت دی ہے "روی الامام ابو حنیفة عن الهیثم عن عکرمة عن ابن عباس قال رخص رسول اللہ ﷺ فی ثمن کلب الصید"۔ (جامع مسانید الامام الأعظم ۲/۱۰)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سند کے اعتبار سے عالی بھی ہے اور مضبوط بھی، جس کی بنیاد پر ایک طرف مائل ہو کر دوسری روایتوں سے صرف نظر کر لینا کوئی آسان کام نہیں تھا، اس لیے کبار محدثین اور حضرات فقہائے عظام اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کلب صید سے ممانعت کی روایتیں منسوخ ہیں اس لیے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال اس بات پر شاہد ہیں کہ ثمنِ کلب سے استفادہ جائز ہے، ثمنِ کلب اگر واقعتاً ممنوع ہی ہوتا تو صحابۂ کرام یقیناً کسی بھی حال میں اس کو جائز نہ سمجھتے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عبداللہ بن عمرو أنه قضی فی کلب صید قتله رجل بأربعین درهما وقضی فی کلب ماشیة بکبش۔ (شرح معانی الآثار ۲/۲۲۸)

دیکھیے اگر ثمنِ کلب سے ممانعت والی روایتیں منسوخ نہ ہوتیں تو صحابی ہونے کے ناطے کم سے کم عبداللہ بن عمرو اس طرح صریح احادیث کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کرتے، اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صریح روایات کی موجودگی میں کسی صحابی کے فیصلے سے استدلال کیوں کیا جائے خاص طور سے اس صورت میں جب کہ وہ فیصلہ احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرات صحابۂ کرام کا فیصلہ احادیث کے خلاف ہو تو ان ہی حضرات کا فیصلہ مانا جائے گا اس لیے کہ جب تک وہ روایت منسوخ نہ ہو جائے حضرات صحابۂ کرام اس حدیث کے خلاف فیصلہ کر ہی نہیں سکتے ورنہ تو حضرات صحابۂ کرام کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے خلاف عمل کرنا لازم آئے گا جس کی توقع کم از کم حضرات صحابۂ کرام سے نہیں ہے۔

وأما قوله فالعبرة لروایته لا بقضائه غیر مسلم لأن هذا الذی قاله: یؤدی الی مخالفة الصحابی لرسول اللہ ﷺ فیما روی عنه ولا نظن ذالک فی حق الصحابی بل العبرة لقضائه لأنه لم یقض بخلاف ما رواه إلا بعد أن ثبت

عنده انتساخ ماروا ہ۔ (عمدۃ القاری ۵/۶۱۱)

جواب: شوافع اور حنابلہ کی مستدل روایت کا جواب یہ ہے کہ ثمن کلب کا ممنوع ہونا یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتوں سے نفرت پیدا کرنے کے لیے کتوں کو مارنے کا عام حکم دیا تھا؛ لیکن جب حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مفید کتوں کے پالنے کی اجازت دیتے ہوئے ثمن کو حلال قرار دیا تو ممانعت والی تمام روایتیں منسوخ ہوگئیں، نیز مفید کتے معلّم ہی ہوتے ہیں، اب ہر آدمی معلّم بنائے ایک مشکل مسئلہ ہے اس لیے لازماً کتوں کے ثمن کو جائز ماننا پڑے گا تاکہ ہر آدمی معلّم بنانے کے جھمیلے سے باز رہ سکے۔

قال ابو جعفر فكان هذا حكم الكلب أن نقتل ولا يحل امساكها ولا الانتفاع بها فما كان الانتفاع به حراما وامساكه حراما فثمنه حرام فإن كان النبي ﷺ عن ثمن الكلب كان وهذا حكمها فإن ذالک قد نسخ فابيع الانتفاع بالكلاب۔ (شرح معانی الآثار ۲/۲۲۶) (عمدۃ القاری ۵/۶۱۱)

دوسری بات یہ کہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلقاً کتے کے ثمن سے منع فرمایا ہے؛ لیکن دوسری روایتوں کی بنیاد پر حضرات احناف نے، فائدے مند کتوں کو اس ممانعت سے الگ رکھا ہے، اس لیے کہ کتوں کے ثمن کی ممانعت دنائت کی بنیاد پر ہے اور دنائت غیر معلم کتوں میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے کلب ثمن کی ممانعت والی حدیثیں اسی پر محمول ہیں چوں کہ قاعدہ ہے "المطلق اذا اطلق يراد به الفرد الكامل" اور دنائت کے اعتبار سے فرد کامل غیر معلم کتے ہی ہیں نہ کہ معلم اس لیے معلم کتوں کی قیمت سے استفادہ جائز ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی ثمن کلب کے جواز پر آٹھ مضبوط دلیلیں نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں۔ فهذه الأدلة باجمعها تدل علی جواز بيع الكلب التي جازت الانتفاع بها۔

واما حديث الباب وسائر الاحاديث التي وردفيها النهي عن ثمنها مطلقا فقد حملها الامام محمد رحمه الله في الحجة ۲/۷۵۸ على النسخ "تكلمه فتح الملهم ۱/۵۳۱-

فائدہ صاحب درمختار نے جو یہاں مطلقاً کتے کی بیع کو جائز لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ بل کہ صحیح یہ ہے کہ معلم اور فائدہ مند کتے کی بیع جائز ہے اور وہ کتے جو نہ معلم ہیں اور نہ ہی تعلیم کو قبول کر سکتے ہیں، ان کی بیع جائز نہیں ہے، یہی حکم خنزیر کے علاوہ دوسرے حرام جانوروں کا ہے "روى الفضل بن غانم عن ابي يوسف نصه على منع بيع العقور على هذا مشى في المبسوط فقال يجوز بيع الكلب اذا كان بحال يقبل التعليم ونقل في النوادر انه يجوز بيع الحجر لانه يقبل التعليم وانما لا يجوز بيع الكلب القعور الذى لا يقبل التعليم وقال هذا هو الصحيح من المذهب قال وهكذا نقول في الاسد اذا كان يقبل التعليم ويصطاد به يجوز بيعه وان كان لا يقبل التعليم والاصطياد به لا يجوز قال والفهد والبازي يقبلان التعليم فيجوز بيعها على كل حال"۔ (فتح القدیر ۷/۱۱۸)

فَرْعٌ: لَا يَنْبَغِي اتِّخَاذُ كَلْبٍ إِلَّا لِخَوْفِ لِصٍّ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَمِثْلُهُ سَائِرُ السِّبَاعِ عَيْنِيٌّ وَجَازَ اقْتِنَاؤُهُ لِصَيْدٍ وَحِرَاسَةِ مَاشِيَةٍ وَزَرْعٍ إِجْمَاعًا كَمَا صَحَّ بَيْعُ خُرْءِ حَمَامٍ كَثِيرٍ وَ صَحَّ هِبَتُهُ

قُنْيَةٌ وَ أَدْنَى الْقِيمَةِ الَّتِي تُشْتَرَطُ لِجَوَازِ الْبَيْعِ فَلْسٌ وَلَوْ كَانَتْ كِسْرَةَ خُبْزٍ لَا يَجُوزُ قُنْيَةٌ كَمَا لَا يَجُوزُ بَيْعُ هَوَامِّ الْأَرْضِ كَالْخَنَافِسِ وَالْقَنَافِذِ وَالْعَقَارِبِ وَالْوَزَغِ وَالضَّبِّ وَ لَا هَوَامِّ الْبَحْرِ كَالسَّرَطَانِ وَكُلُّ مَا فِيهِ سِوَى سَمَكٍ وَجَوَّزَ فِي الْقُنْيَةِ بَيْعَ مَالَهُ ثَمَنٌ كَسَقَنْقُورٍ وَجُلُودِ خَزٍّ وَجَمَلِ الْمَاءِ لَوْ حَيًّا وَأَطْلَقَ الْحَسَنُ الْجَوَازَ وَجَوَّزَ أَبُو اللَّيْثِ بَيْعَ الْحَيَّاتِ إِنْ انْتُفِعَ بِهَا فِي الْأَدْوِيَةِ وَإِلَّا لَا وَرَدَّهُ فِي الْبَدَائِعِ بِأَنَّهُ غَيْرُ سَدِيدٍ لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ شَرْعًا لَا يَجُوزُ الْإِنْتِفَاعُ بِهِ لِلتَّدَاوِي كَالْخَمْرِ فَلَا تَقَعُ الْحَاجَةُ إِلَى شَرْعِ الْبَيْعِ

ترجمہ: کتے کی پرورش مناسب نہیں ہے؛ لیکن چور کے خوف اور دوسری ضرورت کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، کتے کی طرح دوسرے درندے ہیں جیسا کہ عینی میں ہے، اور جائز ہے کتے کا پالنا، شکار اور جانور کی حفاظت کے لیے، بالاجماع، جیسے کبوتر کی زیادہ بیٹ کی بیع اور اس کا ہبہ کرنا صحیح ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اور کم سے کم وہ قیمت جو جواز بیع کی شرط ہے، ایک پیسہ ہے اور اگر قیمت روٹی کا ٹکڑہ ہو، تو جائز نہیں ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، جیسے جائز نہیں حشرات الارض (کی بیع) جیسے گبریلے، چوہے، بچھو، چھپکلی اور گوہ اور نہ دریائی کیڑے، جیسے کیکڑے اور مچھلی کے علاوہ ہر وہ جانور، جو پانی میں رہے، قنیہ میں ہے کہ اس کی بیع جائز ہے، جس میں ثمن ہو، جیسے سقنقور، خز کی کھال اور پانی کا اونٹ اگر زندہ ہو اور حسن نے اس کی (جمل الماء کی) بیع کو مطلقاً (زندہ ہو کہ مردہ) جائز کہا ہے، اور ابواللیث نے زندہ (جمل المائ) کی بیع کو جائز کہا ہے، اگر دوائی میں مفید ہو، ورنہ نہیں؛ لیکن بدائع میں اس کی تردید کی ہے، اس طور پر کہ یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے دوائی کے لیے بھی، فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، جیسے شراب، لہذا اس کی بیع جائز کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

کتے کی پرورش

لاینبغی اتخاذ کلب الخ: شکاری نیز حفاظت کے لیے کتا پالنے کی اجازت ہے، شوقیہ، جنسی خواہش یا لہو لعب کے لیے کتا پالنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے "من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجرہ کل یوم قیراطان" (ردالمحتار ۷/۴۷۹)

وَيَجُوزُ بَيْعُ دُهْنٍ نَجِسٍ أَيْ مُتَنَجِّسٍ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَيُنْتَفَعُ بِهِ لِلْاسْتِصْبَاحِ فِي غَيْرِ مَسْجِدٍ كَمَا مَرَّ وَالذِّمِّيُّ كَالْمُسْلِمِ فِي بَيْعٍ كَصَرْفٍ وَسَلَمٍ وَرِبًا وَغَيْرِهَا غَيْرَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ وَمَيْتَةٍ لَمْ تَمُتْ حَتْفَ أَنْفِهَا بَلْ بِنَحْوِ خَنْقٍ أَوْ ذَبْحِ مَجُوسِيٍّ فَإِنَّهَا كَخِنْزِيرٍ وَقَدْ أُمِرْنَا بِتَرْكِهِمْ وَمَا يَدِينُونَ وَصَحَّ شِرَاؤُهُ أَيْ الْكَافِرِ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ عَبْدًا مُسْلِمًا أَوْ مُصْحَفًا أَوْ شِقْصًا مِنْهُمَا وَيُجْبَرُ عَلَى بَيْعِهِ وَلَوْ اشْتَرَى صَغِيرًا أُجْبِرَ وَلِيُّهُ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ أَقَامَ الْقَاضِي لَهُ وَلِيًّا وَكَذَا لَوْ أَسْلَمَ عَبْدُهُ وَيَتْبَعُهُ طِفْلُهُ وَلَوْ أَعْتَقَهُ أَوْ كَاتَبَهُ جَازَ فَإِنْ عَجَزَ أُجْبِرَ أَيْضًا وَلَوْ رَدَّهُ أَوْ اسْتَوْلَدَهَا سَعْيًا فِي قِيمَتِهَا وَيُوجَعُ ضَرْبًا لِوَطْئِهِ مُسْلِمَةً وَذَلِكَ حَرَامٌ.

ترجمہ: نجس یعنی نجس شدہ تیل کی بیع جائز ہے، جیسا کہ ہم نے بیع فاسد میں بیان کیا ہے اور مسجد کے علاوہ جگہ میں روشنی کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جیسا کہ گذر چکا اور ذمی بیع میں، جیسے صرف، سلم اور ربا وغیرہ میں مسلم کی طرح ہے،

علاوہ خمر، خنزیر اور وہ میتہ جو خود بخود نہ مر گیا ہو؛ بل کہ گلا دبانے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا ہو تو خنزیر کی طرح ہے، اور ہم کو انہیں اور ان کے معتقدات کے چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، اور کافر کے لیے صحیح ہے، جیسا کہ ہم نے بیع فاسد میں بیان کیا عبد مسلم یا مصحف یا ان دونوں میں سے کچھ حصہ خریدنا کافر کو مجبور کیا جائے گا (عبد مسلم کے) بیچنے پر اور اگر چہ مشتری چھوٹا ہو، تو اس کے ولی کو مجبور کیا جائے گا؛ لیکن اگر اس کا ولی نہ ہو تو قاضی اس بچے کے لیے ولی مقرر کرے، اسی طرح (بیچنے پر مجبور کیا جائے گا) اگر کافر کا غلام اسلام قبول کرلے اور اس غلام کا بچہ اسی کے تابع ہوگا اور اگر کافر نے اس کو آزاد کردیا یا مکاتب بنایا، تو جائز ہے اگر غلام (بدل کتابت ادا کرنے سے) عاجز ہو، تو بھی مجبور کیا جائے گا اور اگر مدبر یا ام ولد بنایا، تو دونوں اپنی قیمت ادا کرنے کے لیے محنت کریں گے، کافر پہ سختی کی جائے گی، مسلمہ سے وطی کرنے کی صورت میں، اس لیے کہ یہ حرام ہے۔

نجس کا استعمال

ویجوز بیع دھن الخ: نجس تیل کی بیع جائز ہے، اس لیے کہ بعض منافع کے لیے اس کا استعمال جائز ہے، جیسے مسجد کے علاوہ دوسری جگہ میں روشنی کے لیے۔

فَرْعٌ: مَنْ عَادَتُهُ شِرَاءُ الْمُرْدَانِ يُجْبَرُ عَلَى بَيْعِهِ دَفْعًا لِلْفَسَادِ نَهْرٌ وَغَيْرُهُ، وَكَذَا مُحْرِمٌ أَخَذَ صَيْدًا يُؤْمَرُ بِإِرْسَالِهِ وَلَوْ أَسْلَمَ مُقْرِضُ الْخَمْرِ سَقَطَتْ وَلَوْ الْمُسْتَقْرِضَ فَرِوَايَتَانِ وَطْءُ زَوْجِ الْأَمَةِ الْمُشْتَرَاةِ الَّتِي أَنْكَحَهَا الْمُشْتَرِي قَبْلَ قَبْضِهَا قَبْضٌ لِمُشْتَرِيهَا لِحُصُولِهِ بِتَسْلِيمِهِ فَصَارَ فِعْلُهُ كَفِعْلِهِ لَا مُجَرَّدُ نِكَاحِهَا اسْتِحْسَانًا فَلَوْ انْتَقَضَ الْبَيْعُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ النِّكَاحُ فِي قَوْلِ الثَّانِي، وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَقَيَّدَهُ الْكَمَالُ بِمَا إذَا لَمْ يَكُنْ بُطْلَانُهُ بِمَوْتِهَا، فَلَوْ بِهِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَمْ يَبْطُلْ النِّكَاحُ، وَإِنْ بَطَلَ الْبَيْعُ فَيَلْزَمُهُ الْمَهْرُ لِلْمُشْتَرِي فَتْحٌ

ترجمہ: جس کی عادت امردوں کے خریدنے کی ہو، اسے ان کے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، فساد دور کرنے کے لیے، جیسا کہ نہر وغیرہ میں ہے، ایسے ہی جس محرم نے شکار کیا ہے، اس کو چھوڑنے کے لیے کہا جائے گا، اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہوگیا، تو شراب ساقط ہوجائے گی، اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہوجائے، تو دو روایتیں ہیں، باندی کے شوہر نے باندی سے وطی کی جس کا نکاح مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے (اس شوہر سے) کردیا تھا، تو یہ (وطی) مشتری کے لیے قبضہ ہے، شوہر کی تسلیط سے قبضہ حاصل ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ شوہر کا کام مشتری کے کام کی طرح ہے، نہ کہ محض نکاح کرنے سے استحسانا، لہٰذا اگر قبضہ کرنے سے پہلے بیع ختم ہوجائے، تو نکاح باطل ہوجائے گا، امام ابو یوسف کے قول کے مطابق اور یہی پسندیدہ ہے، اس صورت کو کمال نے مقید کیا ہے کہ جب بطلان بیع باندی کی موت سے نہ ہو، لہٰذا اگر بیع کا باطل ہونا قبضہ سے پہلے موت کی وجہ سے ہو، تو نکاح باطل نہ ہوگا، اگر چہ بیع باطل ہوجائے، لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ مہر دے۔

صرف امردوں کو خریدنا

من عادته شراء المردان الخ: جس کی عادت یہ ہو کہ وہ امردوں کو خریدتا ہو اور بیچتا نہ ہو، تو ایسے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ ان امردوں کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دے، تاکہ فساد کا راستہ بند ہوجائے۔

اشْتَرَى شَيْئًا مَنْقُولًا، إذْ الْعَقَارُ لَا يَبِيعُهُ الْقَاضِي وَغَابَ الْمُشْتَرِي قَبْلَ الْقَبْضِ وَنَقْدِ الثَّمَنِ

غَيْبَةً مَعْرُوفَةً فَأَقَامَ بَائِعُهُ بَيِّنَةً أَنَّهُ بَاعَهُ مِنْهُ لَمْ يُبَعْ فِي دَيْنِهِ لِإِمْكَانِ ذَهَابِهِ إِلَيْهِ وَإِنْ جُهِلَ مَكَانُهُ بِيعَ الْمَبِيعُ: أَيْ بَاعَهُ الْقَاضِي أَوْ مَأْمُورُهُ نَظَرًا لِلْغَائِبِ وَأَدَّى الثَّمَنَ وَمَا فَضَلَ يُمْسِكُهُ لِلْغَائِبِ، وَإِنْ نَقَصَ تَبِعَهُ الْبَائِعُ إِذَا ظَفِرَ بِهِ

ترجمہ: کسی نے شئی منقول خریدی، اگر عقار ہے، تو قاضی نہ بیچے اور مشتری قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے غائب ہوگیا؛ لیکن اس کو جانا جاتا ہے، چناں چہ بائع نے گواہ قائم کردیے کہ اس نے اس سامان کو فلاں کے ہاتھ بیچا ہے، تو اس کے دین کے عوض میں اس کو نہ بیچے اس تک پہنچنے کے امکان کی وجہ سے اور اگر اس کا مکان معلوم نہ ہو، تو وہ مبیع بیچی جائے یعنی اس کو قاضی بیچے یا قاضی جس کو کہے غائب کی رعایت میں اور ثمن ادا کردے اور جو بچے اس کو غائب کے لیے رکھ دے، اور اگر کم ہو، تو بائع سے لے جب اس کو پالے۔

وَإِنْ اشْتَرَى اثْنَانِ شَيْئًا وَغَابَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فَلِلْحَاضِرِ دَفْعُ كُلِّ ثَمَنِهِ وَيُجْبَرُ الْبَائِعُ عَلَى قَبُولِ الْكُلِّ وَدَفْعِ الْكُلِّ لِلْحَاضِرِ وَلَهُ قَبْضُهُ وَحَبْسُهُ عَنْ شَرِيكِهِ إِذَا حَضَرَ حَتَّى يَنْقُدَ شَرِيكُهُ الثَّمَنَ، بِخِلَافِ أَحَدِ الْمُسْتَأْجِرِينَ. وَالْفَرْقُ أَنَّ لِلْبَائِعِ حَبْسَ الْمَبِيعِ لِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ فَكَانَ مُضْطَرًّا بِخِلَافِ الْمُؤَجِّرِ؛ اللَّهُمَّ إِلَّا إِذَا شَرَطَ تَعْجِيلَ الْأُجْرَةِ.

ترجمہ: دو آدمی نے سامان خریدا اور ایک غائب ہوگیا، تو موجود کے لیے پورا ثمن دینا جائز ہے، یعنی تمام ثمن لینے کے لیے بائع کو اور تمام ثمن دینے کے لیے مشتری کو مجبور کیا جائے گا اور حاضر کے لیے مبیع پر قبضہ کرکے اپنے شریک سے روک کے رکھنا جائز ہے، یہاں تک کہ اس کا شریک ثمن ادا کرے، بخلاف احد المستاجر کے، فرق یہ ہے کہ بائع کے لیے ثمن وصول کرنے کے لیے مبیع کا روکنا جائز ہے، گویا کہ مشتری مضطر ہے بخلاف موجر کے؛ جیسا کہ نہر میں ہے، الا یہ کہ اجرت پہلے دینے کی بات ہو۔

دو مشتری میں سے ایک کا غائب ہونا

وان اشتری اثنان الخ: دو شخص نے ایک سامان خریدا ابھی ثمن ادا نہیں کیا گیا تھا کہ ان میں سے ایک غائب ہوگیا، تو حاضر پورا ثمن دے کر کل مبیع لے لے بل کہ بائع اور مشتری مجبور کیے جائیں گے اور جب مشتری پورا ثمن دے دے، تو وہ تمام مبیع لے لے، اور بعد میں جب اس کا شریک آجائے، تو اس سے اس کے حصے کا ثمن لے لے؛ لیکن اگر اجرت میں لے کر دونوں میں سے ایک غائب ہوجائے، تو دوسرے کو اجرت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ اس لیے کہ کرایہ میں فی الفور ادائیگی کا رواج نہیں ہے، اس لیے وہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ شریک بعد میں جب آجائے گا اس سے لے لیں گے، مگر بیع میں ثمن فی الفور ادا کرنے کا رواج ہے، اس لیے یہاں تو مجبوری ہے، اس لیے بیع میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور کرایہ داری میں حکم الگ ہے۔

بَاعَ شَيْئًا بِالْأَلْفِ مِثْقَالَ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ تَنَصَّفَا بِهِ أَيْ بِالْمِثْقَالِ فَيَجِبُ خَمْسُمِائَةِ مِثْقَالٍ مِنْ كُلٍّ مِنْهُمَا لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ وَفِي بَيْعِهِ شَيْئًا بِأَلْفٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ تَنَصَّفَا وَانْصَرَفَ لِلْوَزْنِ الْمَعْهُودِ فَالنِّصْفُ مِنَ الذَّهَبِ مَثَاقِيلُ وَالنِّصْفُ مِنَ الْفِضَّةِ دَرَاهِمُ وَمِثْلُهُ لَهُ عَلَيَّ كُرُّ حِنْطَةٍ وَشَعِيرٍ وَسِمْسِمٍ لَزِمَهُ مِنْ كُلٍّ ثُلُثُ كُرٍّ، وَهَذِهِ قَاعِدَةٌ فِي وَبَدَلِ خُلْعٍ وَغَيْرِهِ فِي مَوْزُونٍ وَمَكِيلٍ وَمَعْدُودٍ

وَمَذْرُوعٍ عَيْنِيٌّ، وَقَوْلُهُ وَزْنَ سَبْعَةٍ تَقَدَّمَ فِي الزَّكَاةِ، وَأَفَادَ الْكَمَالُ أَنَّ اسْمَ الدِّرْهَمِ يَنْصَرِفُ لِلْمُتَعَارَفِ فِي بَلَدِ الْعَقْدِ؛ فَفِي مِصْرَ يَنْصَرِفُ لِلْفُلُوسِ. وَأَفَادَ فِي النَّهْرِ أَنَّ قِيمَتَهُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَزْمَانِ، فَأَفْتَى اللَّقَانِيُّ بِأَنَّهُ يُسَاوِي نِصْفًا وَثَلَاثَةَ فُلُوسٍ، فَلَوْ أَطْلَقَ الْوَاقِفُ الدِّرْهَمَ أُعْتُبِرَ زَمَنُهُ إِنْ عُرِفَ وَإِلَّا صُرِفَ لِلْفِضَّةِ لِأَنَّهُ الْأَصْلُ كَمَا لَوْ قَيَّدَهُ بِالنُّقْرَةِ كَوَاقِفِ الشَّيْخُونِيَّةِ والصرعتمشية وَنَحْوِهِمَا فَقِيمَةُ دِرْهَمِهَا نِصْفَانِ، وَأَفَادَ الْمُصَنِّفُ أَنَّ النُّقْرَةَ تُطْلَقُ عَلَى الْفِضَّةِ وَعَلَى الذَّهَبِ وَعَلَى الْفُلُوسِ النُّحَاسِ بِعُرْفِ مِصْرَ الْآنَ، فَلَا بُدَّ مِنْ مُرَجِّحٍ؛ فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فَالْعَمَلُ عَلَى الْإِسْتِيمَارَاتِ الْقَدِيمَةِ لِلْوَقْفِ كَمَا عَوَّلُوا عَلَيْهَا فِي نَظَائِرِهِ كَمَعْرِفَةِ خَرَاجٍ وَنَحْوِهِ. قَالَ: وَبِهِ أَفْتَى الْمُنْلَا أَبُو السُّعُودِ أَفَنْدِي. وَلَوْ قَبَضَ زَيْفًا بَدَلَ جَيِّدٍ كَانَ لَهُ عَلَى آخَرَ جَاهِلًا بِهِ فَلَوْ عَلِمَ وَأَنْفَقَهُ كَانَ قَضَاءً اتِّفَاقًا وَنَفَقَ أَوْ أَنْفَقَهُ فَلَوْ قَائِمًا رَدَّهُ اتِّفَاقًا فَهُوَ قَضَاءٌ لِحَقِّهِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِذَا لَمْ يَعْلَمْ يَرُدُّ مِثْلَ زَيْفِهِ وَيَرْجِعُ بِجَيِّدِهِ اسْتِحْسَانًا كَمَا لَوْ كَانَتْ سَتُّوقَةً أَوْ نَبَهْرَجَةً، وَاخْتَارَهُ لِلْفَتْوَى ابْنُ كَمَالٍ. قُلْتُ: وَرَجَّحَهُ فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ وَالشُّرُنْبُلَالِيَّةِ فِيهِ يُفْتَى.

ترجمہ: کوئی چیز سونے اور چاندی کے ایک ہزار مثقال کے عوض بیچی، تو دونوں سے آدھا آدھا ہوگا یعنی، لہذا دونوں سے پانچ پانچ سومثقال واجب ہوں گے، فوقیت نہ ہونے کی وجہ سے اور کوئی چیز ایک ہزار سونے اور چاندی کے عوض بیچنے کی صورت میں، آدھا آدھا ہوگا اور ہر ایک کے معروف وزن کا اعتبار ہوگا، لہذا آدھا سونے کے دینار ہوں گے اور آدھا چاندی کے درہم، اسی کے مانند ہے، کسی کا یہ کہنا کہ اس کا مجھ پر ایک کرگیہوں، جو اور تل ہے، ان میں سے ہر ایک کا ایک ثلث کرلازم ہے، یہی قاعدہ تمام معاملات میں ہے، جیسے مہر، وصیت، ودیعت، غصب، اجارہ اور بدل خلع وغیرہ، خواہ وہ موزون ہو کہ کیل، معدود ہو کہ مذروع، جیسا کہ عینی میں ہے، وزن سبعہ کتاب الزکوۃ میں مقدم ہو چکا، کمال نے فائدہ بیان کیا کہ درہم کا نام پھیرا جائے گا اس کی طرف جس سے عقد کے شہر میں مشہور ہے، لہذا مصر میں فلوس کی طرف، نہر میں تصریح ہے کہ درہم کی قیمت زمانے کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے، لہذا القانی نے فتویٰ دیا کہ درہم ساڑھے تین فلوس کے برابر ہے، لہذا اگر واقف نے مطلق رکھا، تو اس زمانے کا اعتبار ہوگا، اگر معلوم ہو، ورنہ چاندی کی طرف پھیرا جائے گا، اس لیے کہ وہی اصل ہے، جیسا کہ اگر نقرئی درہم کی قید لگائی، جیسے اگر شیخونیہ اور صرغتموشیہ اور ان جیسے (مقام) کے واقف (اگر نقرئی کی قید لگائے) تو وہاں کے درہم کی قیمت دونصف ہے، اور مصنف علام نے صراحت کی ہے کہ نقرئی کا اطلاق فی الحال مصر کے عرف میں سونا، چاندی اور تانبے کے فلوس پر ہوتا ہے، لہذا مرجح کا ہونا ضروری ہے، اگر مرجح نہ پایا جائے تو وقف کے عطایائے قدیمہ پر عمل ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے نظائر وقف میں اس پر اعتماد کیا ہے، جیسے خراج اور اس کے مانند کی معرفت میں مصنف نے کہا ہے کہ ملا ابوالسعود آفندی نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے، اور اگر کسی نے ناواقفیت میں کھرے درہم کے بدلے کھوٹے درہم پہ قبضہ کرلیا، جو اس پر اس کے تھے، تو اگر اس نے معلوم ہونے کے بعد خرچ کیا، تو بالاتفاق ادا ہو جائے گا، اور اگر وہ ابھی باقی ہے، تو بالاتفاق واپس کرسکتا ہے، گویا کہ وہ اپنے حق کا ادا کرنے والا ہے، امام ابو یوسف نے کہا کہ جب معلوم نہ ہو (اور کچھ خرچ کر ڈالا) تو کھوٹے واپس کر کے کھرے لے لے،

استحساناً، جیسے اگر ستوقہ اور نبہرجہ ہوں اور ابن کمال نے اسی کو فتویٰ کے لیے اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ بحر، نہر اور شرنبلالیہ میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، لہٰذا اسی پر فتویٰ ہے۔

دو جنس کے عوض میں خریدنا

باع شیئا بالالف الخ: کسی نے اس طور پر کوئی چیز خریدی کہ سونے چاندی کے ایک ہزار مثقال دیتے ہیں، تو پانچ سو مثقال سونے کے اور پانچ سو مثقال چاندی کے لازم ہوں گے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک کو متعین کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، جب کسی ایک کو متعین کرنے کے لیے کوئی وجہ بھی نہیں ہے، تو دونوں مراد ہوں گے۔

وَلَوْ فَرَّخَ طَيْرٌ أَوْ بَاضَ فِي أَرْضٍ لِرَجُلٍ أَوْ تَكَسَّرَ فِيهَا ظَبْيٌ أَيْ انْكَسَرَ رِجْلُهُ بِنَفْسِهِ، فَلَوْ كَسَرَهَا رَجُلٌ كَانَ لِلْكَاسِرِ لَا لِلْآخِذِ فَهُوَ لِلْآخِذِ لِسَبْقِ يَدِهِ لِمُبَاحٍ إلَّا إذَا هَيَّأَ أَرْضَهُ لِذَلِكَ فَهُوَ لَهُ أَوْ كَانَ صَاحِبُ الْأَرْضِ قَرِيبًا مِنْ الصَّيْدِ بِحَيْثُ يَقْدِرُ عَلَى أَخْذِهِ لَوْ مَدَّ يَدَهُ فَهُوَ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ لِتَمَكُّنِهِ مِنْهُ، فَلَوْ أَخَذَهُ غَيْرُهُ لَمْ يَمْلِكْهُ نَهْرٌ كَذَا مِثْلُ مَا مَرَّ صَيْدٌ تَعَلَّقَ بِشَبَكَةٍ نُصِبَتْ لِلْجَفَافِ أَوْ دَخَلَ دَارَ رَجُلٍ وَدِرْهَمٌ أَوْ سُكَّرٌ نُثِرَ فَوَقَعَ عَلَى ثَوْبٍ لَمْ يُعَدَّ لَهُ سَابِقًا وَلَمْ يَكُفَّ لَاحِقًا، فَلَوْ أَعَدَّهُ أَوْ كَفَّهُ مَلَكَهُ بِهَذَا الْفِعْلِ.

ترجمہ: اگر پرندے نے انڈا دیا کسی آدمی کی زمین میں یا اس میں خود بخود ہرن کا پیر ٹوٹ گیا، (تو وہ پانے والے کے لیے ہے) لیکن اگر کسی آدمی نے اس کا پیر توڑا تو وہ توڑنے والے کے لیے نہ کہ پانے والے کے لیے، تو وہ پانے والے کے لیے ہے، اس لیے کہ اس کا ہاتھ مباح کی طرف بڑھا، الا یہ کہ صاحب زمین نے اسی کام کے لیے اس زمین کو چھوڑ رکھا تھا، تو وہ اس کے لیے ہوگا (نہ کہ آخذ کے لیے) یا صاحب زمین شکار سے اتنا قریب ہو کہ اگر وہ ہاتھ بڑھائے، تو پکڑ لے، تو وہ صاحب زمین کے لیے ہے، اس پر قادر ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اگر اس کے علاوہ دوسرے نے اس کو پکڑ لیا، تو مالک نہ ہوگا، جیسا کہ نہر میں ہے، اور ایسے ہی جو گذر چکا کہ شکار اس جال میں پھنس گیا، جو سوکھانے کے لیے لگایا گیا تھا، یا کسی آدمی کے گھر میں داخل ہو گیا، درہم یا شکر لینے کے لیے کپڑا پھیلایا، چناں چہ اس کے کپڑے پر گرے، جس کو اس نے پہلے پھیلایا نہیں تھا یا کپڑے کو نہیں سمیٹا (تو مالک نہ ہوگا) لیکن اگر اس نے پھیلایا یا روک لیا، تو اس فعل کی وجہ سے مالک ہو جائے گا۔

کسی کی زمین میں پرندے کا انڈا دینا

ولو فرخ او باض الخ: پرندے نے کسی کی زمین میں انڈے دیے تو ان انڈوں پہ اس شخص کی ملکیت ہوگی، جس کی زمین ہے۔

فُرُوعٌ: عَسَلُ النَّحْلِ فِي أَرْضِهِ مِلْكُهُ مُطْلَقًا لِأَنَّهُ صَارَ مِنْ أَنْزَالِهَا. وَلَا عَلَى الْإِشْهَادِ وَالْخُرُوجِ إلَيْهِ إلَّا إذَا جَاءَهُ بِعُدُولٍ وَصَكٍّ فَلَيْسَ لَهُ الِامْتِنَاعُ مِنْ الْإِقْرَارِ. شَرَى قُطْنًا فَغَزَلَتْهُ امْرَأَتُهُ فَكُلُّهُ لَهُ. الْمَرْأَةُ إذَا كَفَّنَتْ بِلَا إذْنِ الْوَرَثَةِ كَفَنَ مِثْلِهِ رَجَعَتْ فِي التَّرِكَةِ، وَلَوْ أَكْثَرَ لَا تَرْجِعُ بِشَيْءٍ. قَالَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى -: وَلَوْ قِيلَ تَرْجِعُ بِقِيمَةِ كَفَنِ الْمِثْلِ لَا يَبْعُدُ.

ترجمہ: مکھی کا شہد مطلقاً زمین والے کے لیے ہے، اس لیے کہ شہد زمین کی پیداوار میں سے ہے، گھر خرید کر مشتری

نے بائع سے بیع نامہ لکھنے کا مطالبہ کیا، تو بائع کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا نہ گواہی پر اور نہ ہی اسے کرنے پر، الا یہ کہ مشتری عادل گواہ یا بیع نامہ لے آئے، تو اقرار سے منع کرنے کی گنجائش نہیں ہے، (شوہر نے) روئی خریدی اور اس کی بیوی نے، اس کو کات دیا، تو ساری سوت شوہر کے لیے ہے، بیوی نے ورثہ کی اجازت کے بغیر کفن مثل دیا، تو ترکہ سے لے لے اور اگر زیادہ دیا، تو کچھ (بھی) نہ لے، کسی نے کہا کہ اگر کہا جائے کہ کفن مثل لے سکتی ہے، تو بعید نہیں ہے۔

شہد کا حکم عسل النحل الخ: کسی کی زمین میں شہد کی مکھی بیٹھی اور اس سے شہد نکلا، تو یہ زمین والے کی ملکیت کی چیز ہے۔

اكْتَسَبَ حَرَامًا وَاشْتَرَى بِهِ أَوْ بِالدَّرَاهِمِ الْمَغْصُوبَةِ شَيْئًا. قَالَ الْكَرْخِيُّ: إنْ نَقَدَ قَبْلَ الْبَيْعِ تَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ وَإِلَّا لَا وَهَذَا قِيَاسٌ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كِلَاهُمَا سَوَاءٌ وَلَا يَطِيبُ لَهُ وَكَذَا لَوْ اشْتَرَى وَلَمْ يَقُلْ بِهَذِهِ الدَّرَاهِمِ وَأَعْطَى مِنْ الدَّرَاهِمِ دَفَعَ مَالَهُ مُضَارَبَةً لِرَجُلٍ جَاهِلٍ جَازَ أَخْذُ رِبْحِهِ مَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ اكْتَسَبَ الْحَرَامَ مَنْ رَمَى ثَوْبَهُ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَخْذُهُ مَا لَمْ يَقُلْ حِينَ رَمَى لِيَأْخُذْهُ مَنْ أَرَادَ. بَاعَ الْأَبُ ضَيْعَةَ طِفْلِهِ وَالْأَبُ مُفْسِدٌ فَاسِقٌ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ اسْتِحْسَانًا. شَرَتْ لِطِفْلِهَا عَلَى أَنْ لَا تَرْجِعَ عَلَيْهِ بِالثَّمَنِ جَازَ، وَهُوَ كَالْهِبَةِ اسْتِحْسَانًا. قَالَ الْأَسِيرُ اشْتَرِنِي أَوْ فُكَّنِي فَشَرَاهُ رَجَعَ بِمَا أَدَّى كَأَنَّهُ أَقْرَضَهُ؛ وَلَوْ قَالَ بِأَلْفٍ فَشَرَاهُ بِأَكْثَرَ لَمْ يَلْزَمْهُ الْفَضْلُ لِأَنَّهُ تَخْلِيصٌ لَا شِرَاءٌ شَرَى دَارًا وَدَبَغَ وَتَأَذَّى جِيرَانُهُ، إنْ عَلَى الدَّوَامِ يُمْنَعُ، وَعَلَى النُّدْرَةِ يُتَحَمَّلُ مِنْهُ. شَرَى لَحْمًا عَلَى أَنَّهُ لَحْمُ غَنَمٍ فَوَجَدَهُ لَحْمَ مَعْزٍ لَهُ الرَّدُّ. قَالَ زِنْ لِي مِنْ هَذَا اللَّحْمِ ثَلَاثَةَ أَرْطَالٍ فَوَزَنَ لَهُ أُخَيِّرُهُ وَمِنْ الْخُبْزِ فَوَزَنَ لَمْ يُخَيَّرْ. شَرَى بَذْرًا خَرِيفِيًّا فَإِذَا هُوَ رَبِيعِيٌّ، أَوْ شَرَى بَذْرَ الْبِطِّيخِ فَإِذَا هُوَ بَذْرُ الْقِثَّاءِ، إنْ قَائِمًا رَدَّهُ، وَإِنْ مُسْتَهْلَكًا فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ سَاوَمَ صَاحِبَ الزُّجَاجِ فَدَفَعَ لَهُ قَدَحًا يَنْظُرُهُ فَوَقَعَ مِنْهُ عَلَى أَقْدَاحٍ فَانْكَسَرُوا ضَمِنَ الْأَقْدَاحَ لَا الْقَدَحَ. شَرَى شَجَرَةً بِأَصْلِهَا وَفِي قَلْعِهَا مِنْ الْأَصْلِ ضَرَرٌ بِالْبَائِعِ يَقْطَعُهُ مِنْ وَجْهِ الْأَرْضِ مِنْ حَيْثُ لَا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْبَائِعُ، وَلَوْ انْهَدَمَ مِنْ سُقُوطِهِ حَائِطٌ ضَمِنَ الْقَالِعُ مَا تَوَلَّدَ مِنْ قَلْعِهِ.

ترجمہ: حرام کما کر اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کچھ خریدا، اس پر کرخی نے کہا کہ اگر ثمن بیع سے پہلے دیا ہے، تو منافعہ صدقہ کر دے، ورنہ نہیں اور یہ قیاس ہے، ابوبکر نے کہا دونوں (صورتیں) برابر ہیں، اس لیے اس کے لیے فائدہ لینا جائز نہیں ہے، یہی حکم ہے، اگر کچھ خریدا؛ لیکن دراہم متعین نہ کیے اور (مغصوبہ) دراہم دے دیے، اپنا مال جاہل آدمی کو بطور مضاربت کے دیا، تو اس کے نفع کا لینا جائز ہے، مگر یہ کہ وہ جان لے کہ حرام کمایا ہے، کسی نے کپڑا پھینکا، تو کسی کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ پھینکتے وقت کہہ دے کہ جو چاہے لے لے، باپ نے اپنے چھوٹے بچے کی زمین بیچی، حالاں کہ باپ مفسد فاسق ہے، تو استحسانا یہ بیع جائز نہیں ہے، ماں نے اپنے چھوٹے بچے کے لیے کچھ اس شرط پر خریدا کہ بچے سے ثمن نہ لے گی، تو جائز ہے اور یہ استحسانا ہبہ کی طرح ہے، قیدی نے کہا مجھ کو خرید لیجیے یا مجھ کو رہا کرا دیجیے، چناں چہ اس نے اس کو خرید لیا، تو مشتری نے جو دیا ہے وہ قیدی سے لے لے، گویا کہ اس نے اس کو قرض دیا، اور اگر کہا کہ مجھ کو ایک ہزار میں خرید لیجیے؛ لیکن اس نے

زیادہ میں خریدا، تو (قیدی پر) زیادہ لازم نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ تخلیص ہے نہ کہ شرائی، کسی نے گھر خرید کر دباغت دی، جس سے پڑوسی کو تکلیف ہوئی، اگر یہ برابر ہوتا ہے، تو منع کیا جائے گا؛ لیکن اگر کبھی کبھی کرتا ہے، تو برداشت کیا جائے گا، گوشت خریدا اس شرط پر کہ بکری کا گوشت ہے؛ بھیڑ کا گوشت نکلا تو واپس کرنے کا اختیار ہے، کہا مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تول دے، چناں چہ اس کے لیے وزن کر دیا، تو مشتری لینے کے لیے مجبور کیا جائے گا اور اسی طریقے پر روٹی وزن کر دی، تو مجبور نہیں کیا جائے گا، خریف کا بیج خریدا؛ لیکن وہ ربیع کا نکلا، خربوزے کا خریدا اور وہ ککڑی کا نکلا، اگر موجود ہے، تو واپس کر دے، اور اگر ہلاک ہو گئے، تو اس کے مثل واپس کر دے۔

بھاؤ کیا شیشے والے سے، چناں چہ بائع نے ایک پیالہ مشتری کو دیکھنے کے لیے دیا اور وہ پیالوں پر گر گیا، جس کی وجہ سے دوسرے پیالے (بھی) ٹوٹ گئے، تو مشتری تمام پیالوں کا ضامن ہوگا نہ کہ صرف ایک پیالے کا جسے خرید رہا تھا، جڑ سمیت درخت خریدا؛ لیکن جڑ سمیت اکھاڑنے میں بائع کا نقصان ہے، تو زمین کے اوپر سے اس طور پر کاٹ لے کہ بائع کا نقصان نہ ہو، اور اگر درخت گرنے کی وجہ سے، دیوار منہدم ہو جائے، تو وہ اکھاڑنے والا ذمہ دار ہوگا، جس کے اکھاڑنے کی وجہ سے یہ حادثہ ہوا ہے۔

حرام کمائی

اكتسب حراما الخ: کسب حرام سے جمع کی جانے والی جائداد اور منافع کا کیا حکم ہے؟ ردالمحتار کی تصریح درج ذیل ہے۔

قَوْلُهُ :اكْتَسَبَ حَرَامًا إلَخ تَوْضِيحُ الْمَسْأَلَةِ مَا فِي التَّتَارْخَانِيَّة حَيْثُ قَالَ: رَجُلٌ اكْتَسَبَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ ثُمَّ اشْتَرَى فَهَذَا عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: أَمَّا إنْ دَفَعَ تِلْكَ الدَّرَاهِمَ إلَى الْبَائِعِ أَوَّلًا ثُمَّ اشْتَرَى مِنْهُ بِهَا أَوْ اشْتَرَى قَبْلَ الدَّفْعِ بِهَا وَدَفَعَهَا، أَوْ اشْتَرَى قَبْلَ الدَّفْعِ بِهَا وَدَفَعَ غَيْرَهَا، أَوْ اشْتَرَى مُطْلَقًا وَدَفَعَ تِلْكَ الدَّرَاهِمَ، أَوْ اشْتَرَى بِدَرَاهِمَ أُخَرَ وَدَفَعَ تِلْكَ الدَّرَاهِمَ. قَالَ أَبُو نَصْرٍ: يَطِيبُ لَهُ وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ إلَّا فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ، لَكِنْ هَذَا خِلَافُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ فَإِنَّهُ نَصَّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: إذَا غَصَبَ أَلْفًا فَاشْتَرَى بِهَا جَارِيَةً وَبَاعَهَا بِأَلْفَيْنِ تَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ.

وَقَالَ الْكَرْخِيُّ: فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي لَا يَطِيبُ، وَفِي الثَّلَاثِ الْأَخِيرَةِ يَطِيبُ،

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا يَطِيبُ فِي الْكُلِّ، لَكِنْ الْفَتْوَى الْآنَ عَلَى قَوْلِ الْكَرْخِيِّ دَفْعًا لِلْحَرَجِ عَنْ النَّاسِ اهـ. (ردالمحتار ۷/۴۹۰)

گوشت وزن کے بعد

قال زن لی الخ: گوشت یا ایسی چیز جن میں تغیر کر کے وزن کیا جاتا ہے، ان چیزوں کو وزن کرانے کے بعد، مشتری کو لینے پر مجبور کیا جائے گا، جیسے گوشت اس لیے کہ گوشت کاٹ کر وزن کیا جاتا ہے اور لینے والے کٹوا کٹوا کر وزن کراتے ہیں، جس کی وجہ سے عموماً خریدار وزن کیا ہوا گوشت نہیں لیا کرتے ہیں، جو بائع کے لیے نقصان کا سبب ہے، اس نقصان سے بچانے کے لیے وزن کیا ہوا گوشت لینے کے لیے مشتری کو مجبور کیا جائے گا؛

لیکن وہ چیزیں جن کے وزن سے تغیر نہیں ہوتا ہے، جیسے روئی، اس زمانے میں، تو روئی وزن سے بکتی نہیں ہے؛ بل کہ گن کر بکتی ہے، تو اگر مشتری نے روئی کو گنوا کر بندھوالیا، تو ایسی صورت میں مشتری کو مجبور کیا جانا چاہیے، اس لیے کہ روئی کو پیک کر دینے کی صورت میں، اس کی ہیئت بدل جاتی ہے، جسے دوسرا لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے۔

دَفَعَ دَرَاهِمَ زُيُوفًا فَكَسَرَهَا الْمُشْتَرِي لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَنِعْمَ مَا صَنَعَ حَيْثُ غَشَّهُ وَخَانَهُ، وَكَذَا لَوْ دَفَعَ إِلَيْهِ لِيَنْظُرَ إِلَيْهِ فَكَسَرَهُ. وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْمَغْشُوشِ إِذَا بَيَّنَ غِشَّهُ أَوْ كَانَ ظَاهِرًا يُرَى، وَكَذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى –. فِي حِنْطَةٍ خُلِطَ بِهَا الشَّعِيرُ وَالشَّعِيرُ يُرَى لَا بَأْسَ بِبَيْعِهِ، وَإِنْ طَحَنَهُ لَا يَبِيعُ. وَقَالَ الثَّانِي فِي رَجُلٍ مَعَهُ فِضَّةٌ نُحَاسٍ: لَا يَبِيعُهَا حَتَّى يُبَيِّنَ، وَكُلُّ شَيْءٍ لَا يَجُوزُ فَإِنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُقْطَعَ وَيُعَاقَبَ صَاحِبُهُ إِذَا أَنْفَقَهُ وَهُوَ يَعْرِفُهُ. شَرَى فُلُوسًا بِدِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ وَقَالَ هِيَ بِدِرْهَمِكَ لَا يُنْفِقُهَا حَتَّى يَعُدَّهَا. شَرَى بِالدَّرَاهِمِ الزُّيُوفِ وَرَضِيَ بِأَقَلَّ مِمَّا يَشْتَرِي بِالْجَيِّدِ حَلَّ لَهُ. شَرَى ثِيَابًا بِبَغْدَادَ عَلَى أَنْ يُوَفِّيَ ثَمَنَهُ بِسَمَرْقَنْدَ لَمْ يَجُزْ لِجَهَالَةِ الْأَجَلِ. بَاعَ نِصْفَ أَرْضِهِ بِشَرْطِ خَرَاجِ كُلِّهَا عَلَى الْمُشْتَرِي فَهُوَ فَاسِدٌ. أَخَذَ الْخَرَاجَ مِنَ الْأَكَّارِ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَى الدِّهْقَانِ اسْتِحْسَانًا. شَرَى الْكَرْمَ مَعَ الْغَلَّةِ وَقَبَضَهُ، وَإِنْ رَضِيَ الْأَكَّارُ جَازَ الْبَيْعُ وَلَهُ حِصَّتُهُ مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ لَمْ يَرْضَ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ. قَضَاهُ دِرْهَمًا وَقَالَ أَنْفِقْهُ فَإِنْ جَازَ وَإِلَّا فَرُدَّهُ عَلَيَّ، فَقَبِلَهُ وَلَمْ يُنْفِقْهُ لَهُ رَدُّهُ اسْتِحْسَانًا، بِخِلَافِ جَارِيَةٍ وَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَقَالَ اعْرِضْهَا أَوْ بِعْهَا، فَإِنْ نَفَقَتْ وَإِلَّا رُدَّهَا فَعَرَضَهَا عَلَى الْبَيْعِ سَقَطَ الرَّدُّ. أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى –: إِذَا وَطِئَ رَجُلٌ أَمَتَهُ ثُمَّ زَوَّجَهَا مَكَانَهُ فَلِلزَّوْجِ وَطْؤُهَا بِلَا اسْتِبْرَاءٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ أَسْتَقْبِحُ، وَلَا يَقْرَبُهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَةً، كَمَا لَوْ اشْتَرَاهَا كَمَا سَيَجِيءُ فِي الْحَظْرِ، وَالْكُلُّ مِنَ الْمُلْتَقَطِ.

ترجمہ: کھوٹے دراہم دیے، چناں چہ بائع نے (یہاں مشتری کے بجائے بائع ہی مناسب ہے) ان کو توڑ ڈالا، تو بائع پر کچھ لازم نہیں ہے اور بائع نے جو کیا اچھا کیا، اس لیے کہ مشتری اس کو دھوکہ دے کر خیانت کی، یہی حکم ہے، اگر اس نے (کھوٹے دراہم) دیکھنے دیے اور اس نے توڑ ڈالے، ملاوٹ والے سامان بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب ملاوٹ کو بیان کر دے یا اتنا واضح ہو کہ پتا چل جائے، ایسے کہا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس گیہوں میں جس میں جو ملا ہوا ہو اور وہ نظر آتا ہو، تو اسکے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر آٹا پسوالیا، تو نہ بیچے، امام ابو یوسف نے اس شخص کے بارے میں کہا جس کے پاس تانبا ملی ہوئی چاندی ہے، تو اس کو نہ بیچے، یہاں تک بیان کر دے، ہر وہ چیز جو جائز نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ اس کو الگ کر کے اس کے مالک کو بچالے، تا کہ وہ جان بوجھ کر خرچ کرے، کسی نے درہم کے بدلے پیسے خریدے، چناں چہ بائع نے پیسے دیتے ہوئے کہا یہ تیرے درہم کے بدلے میں ہیں، تو مشتری ان کو گننے سے پہلے خرچ نہ کرے، کھوٹے درہم سے کچھ خریدا اور وہ اس سے کم میں راضی ہو گیا، جتنے میں کھرے درہم کے عوض خریدا جاتا ہے، تو یہ اس کے لیے حلال ہے، بغداد میں کپڑا خرید کر کہا کہ اس کا ثمن سمرقند میں دے گا، تو مدت

مجہول ہونے کی وجہ سے یہ جائز نہیں ہے، آدھی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا پورا اخراج مشتری پر ہے، تو یہ فاسد ہے، اگر بٹائی دار سے خراج لیا گیا، تو بٹائی دار کے لیے جائز ہے کہ زمین مالک سے استحساناً واپس لے لے، پھل کے ساتھ انگور کا باغ خرید کر اس پر قبضہ کر لیا، اگر بٹائی دار راضی ہو جائے، تو جائز ہے اور اس کے حصے کا ثمن اس کو ملے گا اور اگر راضی نہ ہو، تو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، کسی نے درہم ادا کر کے خرچ کرنے کے لیے کہا کہ اگر چل جائے، تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے واپس کر دینا، چناں چہ اس نے قبول کر کے خرچ نہیں کیا، تو استحساناً واپس کرنے کا حق ہے، بخلاف باندی کے کہ اس میں عیب پایا، تو بائع نے کہا، اس کو بیع کے لیے پیش کر، اگر بک جاتی ہے، تو ٹھیک ہے، ورنہ مجھکو واپس کر دینا، چناں چہ اس نے بیع کے لیے پیش کی، تو رد کا اختیار ساقط ہو گیا، امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جب ایک آدمی نے اپنی باندی سے وطی کرے اسی جگہ اس کا نکاح کر دیا، تو شوہر کے لیے بغیر استبراء کے اس سے وطی کرنا جائز ہے اور امام ابو یوسف نے کہا میں برا سمجھتا ہوں، لہٰذا شوہر وطی نہ کرے یہاں تک کہ اس کو ایک حیض نہ آجائے، جیسا کہ اس کو خریدنے کی صورت میں، جیسا کہ کتاب الحظر میں آرہا ہے، اور یہ سب ملتقط کے حوالے سے ہیں۔

کھوٹے درہم کو توڑ دینا

دفع دراهم زیوفا الخ: مشتری نے سامان خرید کر بائع کو کھوٹے درہم دیے، جن کو بائع نے توڑ دیا تو بائع پر کچھ لازم نہ ہوگا، اس لیے کہ مشتری نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا، جس کا یہ علاج تھا، شارح علام نے یہاں ”کسر“ کا فاعل مشتری کو قرار دیا ہے، مناسب یہ تھا کہ ”کسر“ کا فاعل ”بائع“ ہوتا ”فالمناسب فکسرها البائع“ (ردالمحتار ۷/ ۴۹۴)

درہم میں واپسی کا حق

قضاه درهما الخ: درہم ادا کر کے کہا کہ ان کو خرچ کر کے دیکھنا، اگر خرچ نہ ہوتے ہوں، بازار میں نہ چلتے ہوں، تو مجھے واپس کر دینا، چناں چہ اگر وہ دراہم خرچ نہ ہوئے، تو واپسی کا حق ہے، اس لیے کہ دراہم عینی نہیں ہیں؛ لیکن باندی میں یہ کہا کہ اس کو بیچ کر دیکھنا اگر بک جاتی ہے، تو ٹھیک ہے، ورنہ مجھے واپس کر دینا، چناں چہ اس نے اگر بیع کے لیے پیش کر دی، تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا، اس لیے کہ باندی عینی ہے اور عین میں تصرف کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

مَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ وَلَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِهِ هَاهُنَا أَصْلَانِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مُبَادَلَةَ مَالٍ بِمَالٍ يَفْسُدُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ كَالْبَيْعِ وَمَا لَا فَلَا كَالْقَرْضِ، ثَانِيهِمَا أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ مِنَ التَّمْلِيكَاتِ أَوْ التَّقْيِيدَاتِ كَرَجْعَةٍ يَبْطُلُ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ وَإِلَّا صَحَّ، لَكِنْ فِي إِسْقَاطَاتٍ وَالْتِزَامَاتٍ يَحْلِفُ بِهِمَا كَحَجٍّ وَطَلَاقٍ يَصِحُّ مُطْلَقًا وَفِي إِطْلَاقَاتٍ وَوِلَايَاتٍ وَتَحْرِيضَاتٍ بِالْمُلَائِمِ بَزَّازِيَّةٌ، فَالْأَوَّلُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ عَلَى مَا فِي الدُّرَرِ وَالْكَنْزِ وَإِجَارَةِ الْوِقَايَةِ الْبَيْعُ إِنْ عَلَّقَهُ بِكَلِمَةِ إِنْ لَا بِعَلَى عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَالْقِسْمَةُ لِلْمِثْلِي، أَمَّا قِسْمَةُ الْقِيمِيِّ فَتَصِحُّ بِخِيَارِ شَرْطٍ وَرُؤْيَةٍ وَالْإِجَارَةُ إِلَّا فِي قَوْلِهِ إِذَا جَاءَ رَأْسُ الشَّهْرِ فَقَدْ آجَرْتُكَ دَارِي بِكَذَا فَيَصِحُّ بِهِ يُفْتَى عِمَادِيَّةٌ، وَقَوْلُهُ لِغَاصِبِ دَارِهِ فَرِّغْهَا وَإِلَّا فَأُجْرَتُهَا كُلَّ شَهْرٍ بِكَذَا جَازَ كَمَا سَيَجِيءُ فِي مُتَفَرِّقَاتِ الْإِجَارَةِ مَعَ أَنَّهُ تَعْلِيقٌ بِعَدَمِ التَّفْرِيغِ وَالْإِجَازَةُ بِالزَّايِ، فَقَوْلُ الْبِكْرِ أَجَزْتُ النِّكَاحَ

إِنْ رَضِيَتْ أُمِّي مُبْطِلٌ لِلْإِجَازَةِ بَزَّازِيَّةٌ، وَكَذَا كُلُّ مَا لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ إِذَا انْعَقَدَ مَوْقُوفًا لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُ إِجَازَتِهِ بِالشَّرْطِ بَحْرٌ، فَقَصْرُهَا عَلَى الْبَيْعِ قُصُورٌ كَمَا وَقَعَ فِي الْمِنَحِ وَالرَّجْعَةُ قَالَ الْمُصَنِّفُ: إِنَّمَا ذَكَرْتهَا تَبَعًا لِلْكَنْزِ وَغَيْرِهِ. قَالَ شَيْخُنَا فِي بَحْرِهِ وَهُوَ خَطَأٌ وَالصَّوَابُ أَنَّهَا لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ اعْتِبَارًا لَهَا بِأَصْلِهَا وَهُوَ النِّكَاحُ وَأَطَالَ الْكَلَامَ، لَكِنْ تَعَقَّبَهُ فِي النَّهْرِ وَفَرَّقَ بِأَنَّهَا لَا تَفْتَقِرُ لِشُهُودٍ وَمَهْرٍ، وَلَهُ رَجْعَةُ أَمَةٍ عَلَى حُرَّةٍ نَكَحَهَا بَعْدَ طَلَاقِهَا وَتَبْطُلُ بِالشَّرْطِ، بِخِلَافِ النِّكَاحِ وَالصُّلْحُ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ دُرَرٌ وَغَيْرُهَا. وَفِي النَّهْرِ الظَّاهِرُ الْإِطْلَاقُ، حَتَّى لَوْ كَانَ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ كَانَ فِدَاءً فِي حَقِّ الْمُنْكِرِ وَلَا يَجُوزُ تَعْلِيقُهُ وَالْإِبْرَاءُ عَنْ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ مِنْ وَجْهٍ إِلَّا إِذَا كَانَ الشَّرْطُ مُتَعَارَفًا أَوْ عَلَّقَهُ بِأَمْرٍ كَائِنٍ كَإِنْ أَعْطَيْته شَرِيكِي فَقَدْ أَبْرَأْتُك وَقَدْ أَعْطَاهُ صَحَّ وَكَذَا بِمَوْتِهِ وَيَكُونُ وَصِيَّةً وَلَوْ لِوَارِثِهِ عَلَى مَا بَحَثَهُ فِي النَّهْرِ وَعَزْلُ الْوَكِيلِ وَالِاعْتِكَافُ فَإِنَّهُمَا لَيْسَا مِمَّا يَحْلِفُ بِهِ فَلَمْ يَجُزْ تَعْلِيقُهُمَا بِالشَّرْطِ، وَهَذَا فِي إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ كَمَا بَسَطَهُ فِي النَّهْرِ، وَالصَّحِيحُ إِلْحَاقُ الِاعْتِكَافِ بِالنَّذْرِ وَالْمُزَارَعَةُ وَالْمُعَامَلَةُ أَيْ الْمُسَاقَاةُ لِأَنَّهُمَا إِجَارَةٌ وَالْإِقْرَارُ إِلَّا إِذَا عَلَّقَهُ بِمَجِيءِ الْغَدِ أَوْ بِمَوْتِهِ فَيَجُوزُ وَيَلْزَمُهُ لِلْحَالِ عَيْنِيٌّ وَالْوَقْفُ وَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ التَّحْكِيمُ كَقَوْلِ الْمُحَكِّمَيْنِ إِذَا أَهَلَّ الشَّهْرُ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا لِأَنَّهُ صُلْحٌ مَعْنًى، فَلَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ وَلَا إِضَافَتُهُ عِنْدَ الثَّانِي، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي قَضَاءِ الْخَانِيَّةِ وَبَقِيَ إِبْطَالُ الْأَجَلِ. فَفِي الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ وَكَذَا الْحَجْرُ عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ.

ترجمہ: جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور جس کو شرط فاسد کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے، یہاں دو قاعدے ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ ہر وہ معاملہ جو مبادلۃ المال بالمال ہو وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے، جیسے بیع اور جو ایسا نہ ہو وہ فاسد نہ ہوگا، جیسے قرض، دوسرا یہ کہ جو تملیکات یا تقییدات میں سے ہو جیسے رجعت اس کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے، اصح قول کے مطابق؛ اسقاطات اور التزامات جن کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے جیسے حج اور طلاق (کو شرط کے ساتھ معلق کرنا) مطلقا صحیح ہے، اطلاقات، ولایات اور تحریضات میں شرط مناسب کے ساتھ صحیح ہے، جیسے کہ بزازیہ میں ہے پہلے قاعدے (کی تفریعات) چودہ ہیں، جیسا کہ درر، کنز اور شرح وقایہ کی کتاب الاجارہ میں ہے (۱) اگر اس کو لفظ ''ان'' سے معلق کیا نہ کہ لفظ ''علی'' سے جیسا کہ ہم نے بیع فاسد میں بیان کیا (۲) مال مثلی کی قسمت، بہر حال مال قیمی کی قسمت، تو خیار شرط اور خیار رویت سے صحیح ہے (۳) اجارہ (شرط سے فاسد ہے) الا یہ کہ اس نے کہا کہ جب مہینے کا سرا آئے گا، تو میں نے تجھ کو اپنا گھر کرایہ میں دینے کے عوض دیا، تو صحیح ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، مالک کا قول غاصب دار کے لیے کہ میرا گھر خالی کر دے، ورنہ ہر مہینے میں اتنا کرایہ لگے گا، تو اجازت ہے، جیسا کہ اجارۂ متفرقہ میں آ رہا ہے، باوجود اس کے کہ خالی نہ کرنے کی بنیاد پر یہ تعلیق ہے (۴) اجازت زاء کے ساتھ (شرط فاسد سے فاسد ہے) لہذا غیر شادی شدہ لڑکی کا قول ''میں نے نکاح کی اجازت دی اگر میری ماں راضی ہے'' یہ اجازتِ باکرہ کے لیے مبطل ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، ایسے ہی ہر وہ معاملہ جس کی تعلیق شرط کے

ساتھ صحیح نہیں ہے جب وہ موقوف منعقد ہوگا، تو شرط کے ساتھ اس کی اجازت کی تعلیق صحیح نہیں ہوگی، جیسا کہ بحر میں ہے، تو (صرف) بیع پر منحصر کرنا قصور ہے، جیسا کہ منح میں بیان ہے، (۵) رجعت شرط فاسد سے باطل ہے، مصنف علام نے کہا میں نے اس کو کنز وغیرہ کی اتباع میں ذکر کیا، ہمارے شیخ نے بحر میں کہا، جو غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی ہے، اس کے اصل یعنی نکاح کا اعتبار کرتے ہوئے، نیز صاحب بحر نے لمبی بحث کی ہے؛ لیکن نہر میں اعتراض کرتے ہوئے فرق بیان کیا ہے کہ رجعت گواہ اور مہر کی محتاج نہیں ہے، اور شوہر کے لیے باندی سے رجعت کرنے کا اختیار ہے اس آزاد عورت پر جس سے باندی کو طلاق رجعی دینے کے بعد نکاح کیا ہے، لہذا رجعت شرط سے باطل ہوجائے گی نکاح کے خلاف، (۶) صلح مال کی مال کے عوض، جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے اور نہر میں ہے کہ ظاہر مطلق ہونا ہے، یہاں تک کہ اگر انکار یا سکوت سے ہو، تو منکر کے حق میں فدا ہے، لہذا اس کی تعلیق جائز نہیں ہے (۷) دین سے بری کرنا، اس لیے کہ من وجہ تملیک ہے، یا امر ماضی پر معلق کیا، جیسے اگر تو نے میرے شریک کو فلاں چیز دی ہے تو میں نے تجھ کو بری کیا، حالاں کہ وہ اس کو دے چکا ہے، تو صحیح ہے، ایسے ہی اس کی موت سے اور یہ وصیت ہے؛ اگرچہ اپنے ورثاء کے لیے، جیسا کہ نہر میں بحث کی ہے (۸) وکیل کو معزول کرنا (۹) اعتکاف اس لیے کہ یہ دونوں ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی قسم کھائی جاتی ہے، اس لیے ان دونوں کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے، یہ ایک روایت کے مطابق ہے، جیسا کہ نہر میں تفصیل کی ہے، حالاں کہ اعتکاف کو نذر کے ساتھ ملحق کرنا صحیح ہے، (۱۰) مزارعہ، (۱۱) معاملہ یعنی مساقات، اس لیے کہ دونوں اجارہ ہیں (۱۲) اقرار الا یہ کہ جب اقرار کو کل یا مدت آنے پر معلق کرے، تو جائز ہے اور (شرط معتبر نہ ہوکر) فی الحال لازم ہوگا، جیسا کہ عینی میں ہے (۱۳) وقف اور چودھواں تحکیم ہے، جیسے محکمین کا یہ کہنا کہ جب چاند دکھے، تو ہمارے درمیان فیصلہ کردے، اس لیے کہ حقیقت میں یہ صلح ہے، لہذا امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی تعلیق اور اضافت صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیہ کی کتاب القضاء میں ہے، ابطال اجل باقی رہا، چناں چہ بزازیہ میں ہے کہ شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے، ایسے ہی (عبد ماذون کو) تصرف سے روکنا، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

شرط فاسد سے باطل ہونے والی چیزیں

مایبطل بالشرط الخ: یہ بالترتیب چودہ اور بعد میں دو یعنی سولہ چیزیں ہیں، جو شرط فاسد سے باطل ہوتی ہیں یعنی اگر ان سولہ معاملات کو کسی شرط فاسد پر معلق کردے، تو اس شرط کا اعتبار ہوکر یہ معاملات منعقد نہیں ہوسکیں گے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان سولہ میں سے دو چیزیں (۱) رجعت، (۲) اعتکاف) شرط فاسد کے ساتھ معلق کی جاتی ہیں، تو اس شرط فاسد کا اعتبار نہ ہوکر رجعت اور اعتکاف کا تحقق ہوجائے گا۔

وَمَا يَصِحُّ وَ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ لِعَدَمِ الْمُعَاوَضَةِ الْمَالِيَّةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ مَا عَدَّهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْعَيْنِيِّ وَزِدْتُ ثَمَانِيَةً الْقَرْضَ وَالْهِبَةَ وَالصَّدَقَةَ وَالنِّكَاحَ وَالطَّلَاقَ وَالْخُلْعَ وَالْعِتْقَ وَالرَّهْنَ وَالْإِيصَاءَ كَجَعَلْتُكَ وَصِيًّا عَلَى أَنْ تَتَزَوَّجَ بِنْتِي وَالْوَصِيَّةَ وَالشَّرِكَةَ وَ كَذَا الْمُضَارَبَةَ وَالْقَضَاءَ وَالْإِمَارَةَ كَوَلَّيْتُكَ بَلَدَ كَذَا مُؤَبَّدًا صَحَّ وَبَطَلَ الشَّرْطُ فَلَهُ عَزْلُهُ بِلَا جُنْحَةٍ، وَهَلْ يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ عَزْلِهِ كَمُدَرِّسٍ أَبَّدَهُ السُّلْطَانُ أَنْ يَقُولَ رَجَعْتُ عَنِ التَّأْبِيدِ أَفْتَى بَعْضُهُمْ بِذَلِكَ

وَاخْتَارَ فِي النَّهْرِ إِطْلَاقَ الصِّحَّةِ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: لَوْ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَرْتَشِيَ وَلَا يَشْرَبَ الْخَمْرَ وَلَا يَمْتَثِلَ قَوْلَ أَحَدٍ وَلَا يَسْمَعَ خُصُومَةَ زَيْدٍ صَحَّ التَّقْلِيدُ وَالشَّرْطُ وَالْكَفَالَةُ وَالْحَوَالَةُ إِلَّا إِذَا شُرِطَ فِي الْحَوَالَةِ الْإِعْطَاءُ مِنْ ثَمَنِ دَارِ الْمُحِيلِ فَتَفْسُدُ لِعَدَمِ قُدْرَتِهِ عَلَى الْوَفَاءِ بِالْمُلْتَزَمِ كَمَا عَزَاهُ الْمُصَنِّفُ لِلْبَزَّازِيَّةِ. وَأَجَابَ فِي النَّهْرِ بِأَنَّ هَذَا مِنَ الْمُحْتَالِ وَعْدٌ وَلَيْسَ الْكَلَامُ فِيهِ فَلْيُحَرَّرْ وَالْوَكَالَةُ وَالْإِقَالَةُ وَالْكِتَابَةُ إِلَّا إِذَا كَانَ الْفَسَادُ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ أَيْ نَفْسِ الْبَدَلِ كَكِتَابَتِهِ عَلَى خَمْرٍ فَتَفْسُدُ بِهِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ إِطْلَاقُهُمْ كَمَا حَرَّرَهُ خُسْرو وَإِذْنُ الْعَبْدِ فِي التِّجَارَةِ، وَدَعْوَةُ الْوَلَدِ كَهَذَا الْوَلَدُ مِنِّي إِنْ رَضِيَتْ امْرَأَتِي وَالصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَكَذَا الْإِبْرَاءُ عَنْهُ وَلَمْ يَذْكُرْهُ اكْتِفَاءً بِالصُّلْحِ دُرَرٌ وَ عَنِ الْجِرَاحَةِ الَّتِي فِيهَا الْقَوَدُ وَإِلَّا كَانَ مِنَ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ، وَعَنْ جِنَايَةِ غَصْبِ الْوَدِيعَةِ وَعَارِيَّةٍ إِذْ ضَمِنَهَا رَجُلٌ وَشَرَطَ فِيهَا حَوَالَةً أَوْ كَفَالَةً دُرَرٌ، وَالنَّسَبُ، وَالْحَجْرُ عَلَى الْمَأْذُونِ نَهْرٌ، وَالْغَصْبُ وَأَمَانُ مُقِنٍّ أَشْبَاهٌ وَعَقْدُ الذِّمَّةِ وَتَعْلِيقُ الرَّدِّ بِالْعَيْبِ، وَ تَعْلِيقُهُ بِخِيَارِ الشَّرْطِ وَعَزْلُ الْقَاضِي كَعَزَلْتُكَ إِنْ شَاءَ فُلَانٌ فَيَنْعَزِلُ وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ، لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهَا كُلَّهَا لَيْسَتْ بِمُعَاوَضَةٍ مَالِيَّةٍ، فَلَا تُؤَثِّرُ فِيهَا الشُّرُوطُ الْفَاسِدَةُ. وَبَقِيَ مَا يَجُوزُ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ، هُوَ مُخْتَصٌّ بِالْإِسْقَاطَاتِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يَحْلِفُ بِهَا كَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ، وَبِالِالْتِزَامَاتِ الَّتِي يَحْلِفُ بِهَا كَحَجٍّ وَصَلَاةٍ وَالتَّوْلِيَاتِ كَقَضَاءٍ وَإِمَارَةٍ عَيْنِيٌّ وَزَيْلَعِيٌّ. زَادَ فِي النَّهْرِ: الْإِذْنَ فِي التِّجَارَةِ وَتَسْلِيمَ الشُّفْعَةِ وَالْإِسْلَامَ، وَحَرَّرَ الْمُصَنِّفُ دُخُولَ الْإِسْلَامِ فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ مِنَ الْإِقْرَارِ، وَدُخُولَ الْكُفْرِ هُنَا لِأَنَّهُ تَرْكٌ. وَيَصِحُّ تَعْلِيقُ هِبَةٍ وَحَوَالَةٍ وَكَفَالَةٍ وَإِبْرَاءٍ عَنْهَا بِمُلَائِمٍ وَمَا تَصِحُّ إِضَافَتُهُ إِلَى الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ الْإِجَارَةُ وَفَسْخُهَا وَالْمُزَارَعَةُ وَالْمُعَامَلَةُ وَالْمُضَارَبَةُ وَالْوَكَالَةُ وَالْكَفَالَةُ وَالْإِيصَاءُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْقَضَاءُ وَالْإِمَارَةُ وَالطَّلَاقُ وَالْعَتَاقُ وَالْوَقْفُ فَهِيَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ، وَبَقِيَ الْعَارِيَّةُ وَالْإِذْنُ فِي التِّجَارَةِ فَيَصِحَّانِ مُضَافَيْنِ أَيْضًا عِمَادِيَّةٌ. وَمَا لَا تَصِحُّ إِضَافَتُهُ إِلَى الْمُسْتَقْبَلِ عَشَرَةٌ الْبَيْعُ، وَإِجَارَتُهُ، وَفَسْخُهُ، وَالْقِسْمَةُ وَالشَّرِكَةُ وَالْهِبَةُ وَالنِّكَاحُ وَالرَّجْعَةُ وَالصُّلْحُ عَنْ مَالٍ وَالْإِبْرَاءُ عَنِ الدَّيْنِ لِأَنَّهَا تَمْلِيكَاتٌ لِلْحَالِ فَلَا تُضَافُ لِلِاسْتِقْبَالِ كَمَا لَا تُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْقِمَارِ، وَبَقِيَ الْوَكَالَةُ عَلَى قَوْلِ الثَّانِي الْمُفْتَى بِهِ

ترجمہ: جو صحیح ہیں اور مال معاوضہ نہ ہونے کی وجہ سے شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی ہیں ۲۷ / ہیں، جن کا مصنف علام نے عینی کی اتباع میں شمار کرایا ہے اور میں نے ۸ / کا اضافہ کیا ہے (۱) قرض (۲) ہبہ (۳) صدقہ (۴) نکاح (۵) طلاق (۶) خلع (۷) عتق (۸) رہن (۹) وصی مقرر کرنا، جیسے میں نے آپ کو وصی بنایا کہ آپ میری بیٹی کا نکاح کر دیں (۱۰) وصیت (۱۱) شرکت (۱۲) مضاربت (۱۳) قضاء (۱۴) امارت، جیسے میں ہمیشہ کے لیے تجھ کو فلاں شہر کا والی بنایا، صحیح ہے اور شرط باطل ہو کر، اس کو بلاقصور کے معزول کرنے کا اختیار ہے، کیا اس کے معزولی کی صحت کے لیے اس مدرس کی طرح شرط ہے کہ جس کو بادشاہ نے

ہمیشہ کے لیے بحال کیا ہے کہ کہے کہ میں نے ہمیشگی کی شرط سے رجوع کیا، بعض نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور نہر میں مطلقاً صحیح ہونا اختیار کیا ہے؛ لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر اس پر شرط لگائی کہ رشوت نہیں لے گا، شراب نہیں پیے گا، کسی کی بات نہیں مانے گا اور زید کی خصومت نہیں سنے گا، تو تقلید قضاء اور شرط دونوں صحیح ہیں (۱۵) کفالت (۱۶) حوالہ، الا یہ کہ حوالہ میں یہ شرط ہو کہ ثمن محیل (مقروض) کے گھر سے ادا کیا جائے، تو محیل (مقروض) کے ادائیگی کے التزام پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہے، جیسا کہ مصنف نے (اپنی شرطیں) بزازیہ کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے اور نہر میں یہ جواب ہے کہ یہ محتال کی طرف سے وعدہ ہے، جس پر کلام نہیں، اس پر غور کر کے لکھنا چاہیے، (۱۷) وکالت (۱۸) اقالہ (۱۹) کتابت، الا یہ کہ فساد صلب عقد یعنی نفس بدل میں ہو، جیسے اس کو شراب پر مکاتب بنایا، تو اس سے فاسد ہو جائے گا اور فقہاء کا اطلاق اسی پر مبنی ہے، جیسا کہ اس کو ملا خسرو نے تحریر کیا ہے (۲۰) غلام کو تجارت کی اجازت دینا (۲۱) بچے کے نسب کا دعویٰ کرنا، جیسے یہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو جائے (۲۲) قتل عمد سے صلح (۲۳) ایسے ہی قتل عمد کو معاف کر دینا؛ لیکن فقہاء نے صلح پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے، جیسا کہ درر میں ہے (۲۴) ایسا زخم جس میں قصاص لازم ہے؛ لیکن اگر دیت لازم ہے، تو وہ پہلی قسم ہے (۲۵) غصب (۲۶) ودیعت (۲۷) عاریت کی خیانت، جب کوئی ان کی ضمانت لے اور اس ضمانت میں حوالہ یا کفالت کی شرط لگائے، جیسا کہ درر میں ہے (۲۸) نسب (۲۹) عبد ماذون کے تصرف کو روکنا، جیسا کہ نہر میں ہے (۳۰) غصب (۳۱) نفس کا امان، جیسا کہ اشباہ میں ہے (۳۲) عقد ذمہ (۳۳) رد کے اختیار کو عیب کے ساتھ معلق کرنا (۳۴) اس کو خیار شرط کے ساتھ معلق کرنا (۳۵) قاضی کو معزول کرنا، جیسے میں نے تجھ کو معزول کیا اگر فلاں چاہے، تو شرط باطل ہو کر قاضی معزول ہو جائے گا، اس لیے کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ ہر وہ تصرفات جو مالی معاوضہ سے خالی ہو، اس میں شروط فاسدہ موثر نہ ہوں گی۔

باقی رہے وہ تصرفات، جن کی تعلیق شرط کے ساتھ صحیح ہے اور وہ ان اسقاطات محضہ کے ساتھ مختص ہے، جن کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے، جیسے طلاق، عتاق اور ان التزامات کے ساتھ مختص ہے جن سے قسم کھاتے ہیں، جیسے حج نماز اور مختص ہے ولایت کے ساتھ، جیسے قضاء امارت، جیسا کہ زیلعی میں ہے اور نہر میں اذن فی التجارت، تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے، مصنف علام نے (اپنی شرح میں) دخول فی الاسلام کو قسم اول میں ہونا منقح کیا ہے، اس لیے کہ اقرار میں سے ہے اور یہاں دخول فی الکفر کو اس لیے کہ یہ شرک ہے اور صحیح ہے ہبہ، حوالہ اور کفالت سے برأت کا مناسب شرط کے ساتھ تعلیق کرنا اور جن کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح ہے وہ اجارہ، فسخِ اجارہ، مزارعہ، معاملہ، مضاربہ، وکالت، کفالت، ایصائی، وصیت، قضائی، امارت، طلاق، عتاق اور وقف ہیں یہ چودہ ہیں اور باقی رہے عاریت اور اذن فی التجارت، تو ان دونوں کی بھی اضافت صحیح ہے، جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور جن کی اضافت مستقبل کی طرف صحیح نہیں ہے، دس ہیں: بیع، اس کی اجازت، فسخ بیع، قسمت، شرکت، ہبہ، نکاح، رجعت، صلح عن المال اور دین سے برأت، اس لیے ان میں فی الحال مالک بنانا ہے، لہذا مستقبل کی طرف اضافت نہیں کی جائے گی، جیسا کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس میں قمار کا معنی ہے، امام ابو یوسف کے قول کے مطابق وکالت باقی ہے، جو مفتی بہ ہے۔

شرط کے باوجود صحیح ہونے والے معاملات

وما یصح ولا یبطل بالشرط الخ: یہاں ان معاملات کو بتا رہے ہیں کہ اگر ان کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے، تو وہ شرط اگر مناسب

نہیں ہے، تو وہ شرط لغو ہو کر یہ معاملات منعقد ہو جائیں گے۔

بَابُ الصَّرْفِ

عَنْوَنَهُ بِالْبَابِ لَا بِالْكِتَابِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَيْعِ هُوَ لُغَةً الزِّيَادَةُ. وَشَرْعًا بَيْعُ الثَّمَنِ بِالثَّمَنِ أَيْ مَا خُلِقَ لِلثَّمَنِيَّةِ وَمِنْهُ الْمَصُوغُ جِنْسًا بِجِنْسٍ أَوْ بِغَيْرِ جِنْسٍ كَذَهَبٍ بِفِضَّةٍ وَيُشْتَرَطُ عَدَمُ التَّأْجِيلِ وَالْخِيَارِ وَ التَّمَاثُلُ أَيْ التَّسَاوِي وَزْنًا وَالتَّقَابُضُ بِالْبَرَاجِمِ لَا بِالتَّخْلِيَةِ قَبْلَ الِافْتِرَاقِ وَهُوَ شَرْطُ بَقَائِهِ صَحِيحًا عَلَى الصَّحِيحِ إِنْ اتَّحَدَ جِنْسًا وَإِنْ وَصْلِيَّةٌ اخْتَلَفَا جَوْدَةً وَصِيَاغَةً لِمَا مَرَّ فِي الرِّبَا وَإِلَّا بِأَنْ لَمْ يَتَجَانَسَا شُرِطَ التَّقَابُضُ لِحُرْمَةِ النَّسَاءِ فَلَوْ بَاعَ النَّقْدَيْنِ أَحَدَهُمَا بِالْآخَرِ جُزَافًا أَوْ بِفَضْلٍ وَتَقَابَضَا فِيهِ أَيْ الْمَجْلِسِ صَحَّ، وَ الْعِوَضَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ حَتَّى لَوْ اسْتَقْرَضَا فَأَدَّيَا قَبْلَ افْتِرَاقِهِمَا أَوْ أَمْسَكَا مَا أَشَارَ إِلَيْهِ فِي الْعَقْدِ وَأَدَّيَا مِثْلَهُمَا جَازَ. وَيَفْسُدُ الصَّرْفُ بِخِيَارِ الشَّرْطِ وَالْأَجَلِ لِإِخْلَالِهِمَا بِالْقَبْضِ وَيَصِحُّ مَعَ إِسْقَاطِهِمَا فِي الْمَجْلِسِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ وَصَحَّ خِيَارُ رُؤْيَةٍ وَعَيْبٍ فِي مَصُوغٍ لَا نَقْدٍ.

ترجمہ: لفظ باب سے عنوان قائم کیا، کتاب سے نہیں، اس لیے کہ یہ بیع کی قسم ہے یہ لغت میں زیادتی ہے اور شرعاً بیع الثمن بالثمن یعنی جس کی خلقت ثمنیت کے لیے ہو اور جس کو ڈھال لیا ہو، جنس کی بیع جنس سے غیر جنس سے جیسے سونا چاندی سے اور شرط لگائی گئی ہے ادھار، خیار نہ ہونے کی، نیز برابری اور افتراق سے پہلے قبضہ کرنے کی اور قبضہ صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے، صحیح قول کے مطابق، اگر جنس ایک ہو، اگر چہ عمدگی اور صنعت میں فرق ہو، جو کہ ربا میں گذرا، ورنہ اگر دونوں ایک جنس کے نہ ہوں، تو صرف قبضہ کرنے کی شرط ہے، ادھار حرام ہونے کی وجہ سے، لہذا اگر سونا اور چاندی کو ایک دوسرے کے بدلے میں، اٹکل یا کمی زیادتی کے ساتھ بیچا اور مجلس میں قبضہ کر لیا، تو صحیح ہے، یہ دونوں عوض متعین نہیں ہوتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا یا عقد میں اشارہ کر کے متعین کیے ہوئے حصے کو روک کر اسی کے مثل دوسرا ادا کر دیا، تو جائز ہے صرف خیار شرط اور اجل سے فاسد ہو جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے اور صحیح ہو جاتا ہے ان دونوں شرطوں کو مجلس میں ساقط کر دینے سے مانع زائل ہونے کی وجہ سے، خیار رویت اور خیار عیب ڈھلے ہوئے میں صحیح ہے نقد میں نہیں۔

بعض لوگوں کی تردید

عنونہ بالباب الخ: بعض حضرات مثلاً صاحب کنز وغیرہ نے صرف کو مستقل طور پر "کتاب الصرف" کے عنوان سے بیان کیا ہے، لہذا مصنف علام نے "باب الصرف" کہہ کر ان حضرات کی تردید کر دی کہ یہ مستقل کتاب نہیں؛ بل کہ یہ کتاب البیوع کا ہی ایک حصہ ہے۔

لغوی معنی

ہو لغۃ الزیادۃ: صرف کے لغوی معنی زیادتی کے آتے ہیں۔

اصطلاحی معنی

وشرعا بیع الثمن بالثمن: سونے چاندی کی بیع ایک دوسرے سے کرنے کا نام صرف ہے۔

شرائط ویشترط الخ: صرف کے درست ہونے کے لیے چار چیزیں شرط ہیں (۱) فریقین کی طرف سے اپنے عوض پر الگ ہونے سے پہلے قبضہ حاصل کرلینا (۲) دونوں طرف سے ایک جنس ہو، تو برابر ہونا (۳) فریقین میں سے کسی کو بھی غور فکر کی مہلت حاصل نہ ہونا (۴) فریقین میں سے کسی کی جانب سے معاوضہ کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہ کرنا۔

خیار رویت وعیب وصح خیار رویۃ الخ: سونے چاندی کے زیورات ہیں یا دوسرے سامان بنے ہوئے ہیں، تو ان اشیاء میں خیار رویت اور خیار عیب دونوں حاصل ہیں۔

فَرْعٌ: الشَّرْطُ الْفَاسِدُ يَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا نَهْرٌ. ظَهَرَ بَعْضُ الثَّمَنِ زُيُوفًا فَرَدَّهُ يُنْتَقَضُ فِيهِ فَقَطْ لَا يَتَصَرَّفُ فِي بَدَلِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهِ لِوُجُوبِهِ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى فَلَوْ بَاعَ دِينَارًا بِدَرَاهِمَ وَاشْتَرَى بِهَا قَبْلَ قَبْضِهَا ثَوْبًا مَثَلًا فَسَدَ بَيْعُ الثَّوْبِ وَالصَّرْفُ بِحَالِهِ.

ترجمہ: امام اعظمؒ کے نزدیک شرط فاسد اصل کے ساتھ ملحق ہو جاتی ہے، صاحبین کے خلاف کچھ ثمن کھوٹا نکلا، چناں چہ اس نے اس کو واپس کردیا، تو اسی حصے میں بیع ٹوٹے گی، صرف میں قبضہ کرنے سے پہلے بے مصرف نہیں کرنا چاہیے، اس کے ساتھ اللہ کا حق ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اگر اس نے دینار دراہم کے بدلے بیچا اور اس پہ قبضہ کرنے سے پہلے مثلاً کپڑا خرید لیا، تو کپڑے کی بیع فاسد ہوگی اور صرف اپنی حالت پہ رہے گا۔

بعض ثمن میں عیب ہونا بیع صرف کیا، فریقین نے عوضین پہ قبضہ بھی کرلیا، اس کے بعد بعض میں جوڑ ھلے ہوئے تھے، کچھ عیب پایا، چناں چہ اس نے واپس بھی کردیے، تو جتنی مقدار واپس کی گئی ہے، اتنی مقدار میں بیع ختم ہو جائے گی اور بقیہ میں بیع (صرف) صحیح ہے۔

بَاعَ أَمَةً تَعْدِلُ أَلْفَ دِرْهَمٍ مَعَ طَوْقِ فِضَّةٍ فِي عُنُقِهَا قِيمَتُهُ أَلْفٌ إِنَّمَا بَيَّنَ قِيمَتَهُمَا لِيُفِيدَ انْقِسَامَ الثَّمَنِ عَلَى الْمُثَمَّنِ أَوْ أَنَّهُ غَيْرُ جِنْسِ الطَّوْقِ، وَإِلَّا فَالْعِبْرَةُ لِوَزْنِ الطَّوْقِ لَا لِقِيمَتِهِ فَقَدْرُهُ مُقَابَلٌ بِهِ وَالْبَاقِي بِالْجَارِيَةِ بِأَلْفَيْنِ مُتَعَلِّقٌ بِبَاعَ - وَنَقَدَ مِنَ الثَّمَنِ أَلْفًا أَوْ بَاعَهَا بِأَلْفَيْنِ أَلْفٍ نَقْدٍ وَأَلْفٍ نَسِيئَةٍ أَوْ بَاعَ سَيْفًا حِلْيَتُهُ خَمْسُونَ وَيَتَخَلَّصُ بِلَا ضَرَرٍ فَبَاعَهُ (بِمِائَةٍ وَنَقَدَ خَمْسِينَ فَمَا نَقَدَ) فَهُوَ ثَمَنُ الْفِضَّةِ سَوَاءٌ سَكَتَ أَوْ قَالَ خُذْ هَذَا مِنْ ثَمَنِهِمَا تَحَرِّيًا لِلْجَوَازِ، وَكَذَا لَوْ قَالَ هَذَا الْمُعَجَّلُ حِصَّةُ السَّيْفِ؛ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِلْحِلْيَةِ أَيْضًا لِدُخُولِهَا فِي بَيْعِهِ تَبَعًا، وَلَوْ زَادَ خَاصَّةً فَسَدَ الْبَيْعُ لِإِزَالَتِهِ الِاحْتِمَالَ فَإِنِ افْتَرَقَا مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ بَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ فَقَطْ وَصَحَّ فِي السَّيْفِ أَنْ يَتَخَلَّصَ بِلَا ضَرَرٍ كَطَوْقِ الْجَارِيَةِ وَإِنْ لَمْ يَتَخَلَّصْ إِلَّا بِضَرَرٍ بَطَلَ أَصْلًا وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى بِيعَ نَقْدٌ مَعَ غَيْرِهِ كَمُفَضَّضٍ وَمُزَرْكَشٍ بِنَقْدٍ مِنْ جِنْسِهِ شُرِطَ زِيَادَةُ الثَّمَنِ، فَلَوْ مِثْلَهُ أَوْ أَقَلَّ أَوْ جُهِلَ بَطَلَ وَلَوْ بِغَيْرِ جِنْسِهِ - شُرِطَ الْقَابِضُ فَقَطْ.

ترجمہ: باندی جس کی قیمت ایک ہزار ہے، چاندی کے اس طوق کے ساتھ جس کی قیمت ایک ہزار ہے (دونوں کو) دو

ہزار میں بیچا، مصنف علام نے طوق کی قیمت اس لیے بیان کی تا کہ ثمن کا ثمن پر منقسم ہونا ظاہر ہوجائے، یا یہ کہ طوق کے جنس کے علاوہ ہے، ورنہ تو طوق کے وزن کا اعتبار ہے، نہ کہ قیمت کا، لہذا طوق کے برابر والا ثمن طوق کے مقابل ہوگا اور باقی باندی کے مقابل؛ لیکن اس نے ایک ہزار ثمن ادا کیا، یا باندی کو دو ہزار میں بیچ کر ایک ہزار نقد لیا اور ایک ہزار ادھار، یا تلوار بیچی، جس کا زیور پچاس درہم کا ہے جسے بلاضرر الگ کیا جاسکتا ہے، اس کو سو درہم میں بیچ کر پچاس نقد لیے، جو اس نے نقد لیا ہے وہ چاندی کی قیمت ہے، خواہ وہ خاموش رہے یا کہہ دے کہ یہ لیجیے، دونوں کی قیمت (یہ طریقہ) جائز کرنے کے لیے (اختیار کیا) ایسے (ہی حکم ہے) اگر اس نے کہا یہ نقد چاندی کا حصہ ہے، اس لیے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے، تبعاً بیع میں داخل ہونے کی وجہ سے اور اگر لفظ خاص کا اضافہ کیا، تو بیع فاسد ہوجائے گی احتمال ختم ہونے کی وجہ سے، لہذا اگر دونوں بغیر قبضہ کے جدا ہوگئے، تو صرف حلیہ میں بیع باطل ہوکر تلوار میں صحیح ہوجائے گی اگر تلوار کو بلاضرر الگ ہوجانے کی صورت میں جیسے باندی کا طوق اور اگر الگ کرنے کی صورت میں ضرر ہو، تو سرے سے بیع باطل ہوجائے گی، قاعدہ یہ ہے کہ جب نقد کی بیع نقد سے غیر جنس کے ساتھ مل کر ہو، جیسے مفضض اور مزرکش، تو ثمن کا زیادہ کرنا شرط ہے اگر اس کے برابر، کم یا مجہول ہو، تو باطل ہے اور اگر بغیر جنس کے ہو، تو صرف قبضہ کرنا شرط ہے۔

باندی کی بیع طوق کے ساتھ

باع امة الخ: باندی کی قیمت ایک ہزار تھی اور اس کے گلے میں ایک طوق بھی پڑا ہوا تھا، جس کی قیمت بھی ایک ہزار تھی، دونوں کی قیمت دو ہزار ہوئی، اسی دو ہزار کے حساب سے باندی اور طوق دونوں کو دو ہزار میں بیچ دیا؛ لیکن قیمت ایک ہزار ادا کی اور ایک ثمن کو ادھار رکھا، تو بیع ہوجائے گی، اس لیے کہ ایک ہزار ثمن طوق کے بدلے میں مانی جائے گی اور ایک ہزار ثمن جو ادھار ہے وہ باندی کی قیمت مانی جائے گی، چوں کہ باندی اموال ربویہ میں سے نہیں ہے اس لیے اس کی بیع ادھار بھی جائز ہے۔

وَمَنْ بَاعَ إِنَاءَ فِضَّةٍ بِفِضَّةٍ أَوْ بِذَهَبٍ وَنَقَدَ بَعْضَ ثَمَنِهِ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ افْتَرَقَا صَحَّ فِيمَا قُبِضَ وَاشْتَرَكَا فِي الْإِنَاءِ لِأَنَّهُ صَرْفٌ وَلَا خِيَارَ لِلْمُشْتَرِي لِتَعَيُّبِهِ مِنْ قِبَلِهِ بِعَدَمِ نَقْدِهِ بِخِلَافِ هَلَاكِ أَحَدِ الْعَبْدَيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ فَيُخَيَّرُ لِعَدَمِ صُنْعِهِ وَإِذَا اسْتَحَقَّ بَعْضَهُ أَيِ الْإِنَاءَ أَخَذَ الْمُشْتَرِي مَا بَقِيَ بِقِسْطِهِ أَوْ رَدَّ لِتَعَيُّبِهِ بِغَيْرِ صُنْعِهِ. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ تَخْصِيصُ اسْتِحْقَاقِهِ بِالْبَيِّنَةِ لَا بِإِقْرَارِهِ، فَلْيُحَرَّرْ فَإِنْ أَجَازَ الْمُسْتَحِقُّ قَبْلَ فَسْخِ الْحَاكِمِ الْعَقْدَ جَازَ الْعَقْدُ اخْتَلَفُوا مَتَى يَنْفَسِخُ الْبَيْعُ إِذَا ظَهَرَ الِاسْتِحْقَاقُ، وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ لَا يَنْفَسِخُ مَا لَمْ يُفْسَخْ وَهُوَ الْأَصَحُّ فَتْحٌ وَكَانَ الثَّمَنُ لَهُ يَأْخُذُهُ الْبَائِعُ مِنَ الْمُشْتَرِي وَيُسَلِّمُهُ لَهُ إِذَا لَمْ يَفْتَرِقَا بَعْدَ الْإِجَازَةِ وَيَصِيرُ الْعَاقِدُ وَكِيلًا لِلْمُجِيزِ فَيَتَعَلَّقُ أَحْكَامُ الْعَقْدِ بِهِ دُونَ الْمُجِيزِ حَتَّى يَبْطُلَ الْعَقْدُ بِمُفَارَقَةِ الْعَاقِدِ دُونَ الْمُسْتَحِقِّ جَوْهَرَةٌ.

ترجمہ: جس نے چاندی کا برتن سونے یا چاندی کے عوض میں بیچا اور مشتری نے بعض ثمن مجلس میں ادا کردیا پھر دونوں جدا ہوئے، تو قبضہ کے بقدر حصے میں بیع صحیح ہے، اور برتن میں دونوں شریک ہوگئے، اس لیے کہ یہ صرف ہے اور مشتری کو اختیار نہیں ہے، نقد ادا نہ کرکے اپنی جانب سے اس میں عیب (شرکت) کردینے کی وجہ سے، بخلاف قبل القبضہ دو غلام میں سے ایک کے ہلاک ہونے کی صورت میں اس کو اختیار ہوگا، اس کا عمل دخل نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر بعض بیع کا مستحق نکلا، تو مشتری

اپنے باقی حصے کو لے لے یا واپس کردے، اس کے عمل دخل کے بغیر معیوب ہونے کی وجہ سے، اس کا فائدہ خاص طور پر استحقاق کے بینہ سے ثابت ہونے کی صورت میں ہے، نہ کہ اقرار سے، لہٰذا غور کر لینا چاہیے، اس لیے اگر مستحق نے، قاضی کے فسخ کرنے سے پہلے عقد کی اجازت دے دی، تو عقد جائز ہے، فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ بیع کب فسخ ہوگی؟ جب استحقاق ظاہر ہو جائے اور ظاہری روایت یہ ہے کہ بیع فسخ نہیں ہوگی جب تک کہ فسخ نہ کردے، اور یہی اصح ہے؛ جیسا کہ فتح میں ہے اور ثمن مستحق کا ہوگا، اس لیے بائع مشتری سے لے کر مستحق کو دے دے، (یہ اس صورت میں ہے کہ) جب دونوں (مستحق) کی اجازت کے بعد جدا نہ ہو گئے ہوں، لہٰذا عاقد مجیز (مستحق) کا وکیل ہوگا، لہٰذا عقد کے احکام عاقد (وکیل) سے متعلق ہوں گے، نہ کہ مجیز سے، یہاں تک کہ عقد عاقد کے الگ ہونے سے فاسد ہو جائے گا نہ کہ مستحق کے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔

چاندی کا برتن خرید کر بعض ثمن ادا کرنا

ومن باع اناء فضة الخ: چاندی کا برتن چاندی یا سونے کے عوض میں بیچا اور مشتری نے بعض ثمن ادا کیا، اور دونوں جدا ہو گئے، تو جتنا ثمن ادا کیا ہے اس حصے کے بقدر میں بیع ہوگی، اس لیے کہ اس حصے میں صرف کے شرائط پائے گئے، باقی حصے میں صرف کے شرائط فوت ہو جانے کی وجہ سے بیع منعقد نہ ہوگی۔

وَلَوْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ فَاسْتَحَقَّ بَعْضَهَا أَخَذَ الْمُشْتَرِي مَا بَقِيَ بِقِسْطِهِ بِلَا خِيَارٍ لِأَنَّ التَّبْعِيضَ لَا يَضُرُّهَا وَهَذَا لَوْ كَانَ الِاسْتِحْقَاقُ بَعْدَ قَبْضِهَا وَإِنْ قَبْلَ قَبْضِهَا لَهُ الْخِيَارُ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ، وَكَذَا الدِّينَارُ وَالدِّرْهَمُ جَوْهَرَةٌ وَصَحَّ بَيْعُ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارٍ بِدِرْهَمٍ وَدِينَارَيْنِ بِصَرْفِ الْجِنْسِ بِخِلَافِ جِنْسِهِ وَ مِثْلُهُ بَيْعُ كُرِّ بُرٍّ وَكُرِّ شَعِيرٍ بِكُرَّيْ بُرٍّ وَكُرَّيْ شَعِيرٍ كَذَا بَيْعُ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَدِينَارٍ وَصَحَّ بَيْعُ دِرْهَمٍ صَحِيحٍ وَدِرْهَمَيْنِ غَلَّةٍ بِفَتْحٍ وَتَشْدِيدٍ: مَا يَرُدُّهُ بَيْتُ الْمَالِ وَيَقْبَلُهُ التُّجَّارُ بِدِرْهَمَيْنِ صَحِيحَيْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةٍ لِلْمُسَاوَاةِ وَزْنًا وَعَدَمِ اعْتِبَارِ الْجَوْدَةِ

ترجمہ: اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اس کے کچھ حصے کا کوئی مستحق نکلا، تو مشتری بلا اختیار اپنے ما بقیہ حصے کو لے لے اس لیے کہ اس کے ٹکڑے کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے اور اس صورت میں ہے کہ جب استحقاق قبضے کے بعد ہو اور اگر قبضے سے پہلے ہو، تو تفرق صفقہ ہونے کی وجہ سے مشتری کو اختیار ہوگا، ایسے ہی دینار اور درہم، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، صحیح ہے دو درہم اور ایک دینار کی بیع ایک درہم اور دو دینار کے عوض، جنس کو اس کے جنس کے خلاف پھیر کر اور اسی کے مثل ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع دو کر گیہوں اور دو کر جو سے، ایسے ہی گیارہ درہم کی بیع دس دراہم اور ایک دینار کے عوض صحیح ہے ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی بیع بالفتح لام کے تشدید کے ساتھ (غلہ وہ درہم ہے جس کو بیت المال نہ لے، لیکن تجار لے لیتے ہیں) دو صحیح درہم اور ایک درہم غلہ سے، جودت کا اعتبار نہ ہو کر وزن میں برابر ہونے کی وجہ سے۔

چاندی کے ٹکڑے کا مستحق نکلنا

ولو باع قطعة نقرة الخ: چاندی کا ٹکڑا بیچا اور اس میں سے بعض حصے کا کوئی مستحق نکلا اور یہ استحقاق چاندی کے ٹکڑے پر مشتری کے قبضہ کر لینے کے بعد ثابت ہوا، تو جتنے حصے کا مستحق نکلا ہے اتنا حصہ مستحق کو دے دیا جائے گا اور باقی حصہ مشتری کو مل جائے گا اور مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار

بھی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس ڈلے کو ٹکڑا کرنے کی صورت میں کسی کو کوئی ضرر بھی نہیں ہے؛ لیکن اگر قبضہ کرنے سے پہلے ہی استحقاق کا ثبوت ہو گیا، تو پھر مشتری کو بیع کے باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں تفرق صفقہ پایا گیا۔

وَ صَحَّ بَيْعُ مَنْ عَلَيْهِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ دَيْنٌ مِمَّنْ هِيَ لَهُ أَيْ مِنْ دَائِنِهِ فَصَحَّ بَيْعُهُ مِنْهُ دِينَارًا بِهَا اتِّفَاقًا، وَتَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ إِذْ لَا رِبًا فِي دَيْنٍ سَقَطَ أَوْ بَيْعُهُ بِعَشَرَةٍ مُطْلَقَةٍ عَنِ التَّقْيِيدِ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ إِنْ دَفَعَ الْبَائِعُ الدِّينَارَ لِلْمُشْتَرِي وَتَقَاصَّا الْعَشَرَةَ الثَّمَنَ بِالْعَشَرَةِ الدَّيْنِ أَيْضًا اسْتِحْسَانًا. وَمَا غَلَبَ فِضَّتُهُ وَذَهَبُهُ فِضَّةٌ وَذَهَبٌ حُكْمًا فَلَا يَصِحُّ بَيْعُ الْخَالِصِ بِهِ، وَلَا بَيْعُ بَعْضِهِ بِبَعْضٍ إِلَّا مُتَسَاوِيًا وَزْنًا وَ كَذَا لَا يَصِحُّ الْإِسْتِقْرَاضُ بِهَا إِلَّا وَزْنًا كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ وَالْغَالِبُ عَلَيْهِ الْغِشُّ مِنْهُمَا فِي حُكْمِ عُرُوضٍ اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ فَصَحَّ بَيْعُهُ بِالْخَالِصِ إِنْ كَانَ الْخَالِصُ أَكْثَرَ مِنَ الْمَغْشُوشِ لِيَكُونَ قَدْرُهُ بِمِثْلِهِ وَالزَّائِدُ بِالْغِشِّ كَمَا مَرَّ وَبِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا وَزْنًا وَعَدَدًا بِصَرْفِ الْجِنْسِ لِخِلَافِهِ بِشَرْطِ التَّقَابُضِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ فِي الْمَجْلِسِ فِي الصُّورَتَيْنِ لِضَرَرِ التَّمْيِيزِ وَإِنْ كَانَ الْخَالِصُ مِثْلَهُ أَيْ مِثْلَ الْمَغْشُوشِ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ لَا يُدْرَى فَلَا يَصِحُّ الْبَيْعُ لِلرِّبَا فِي الْأَوَّلَيْنِ وَلِاحْتِمَالِهِ فِي الثَّالِثِ وَهُوَ أَيِ الْغَالِبُ الْغِشُّ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ إِنْ رَاجَ لِثَمَنِيَّتِهِ حِينَئِذٍ وَإِلَّا يَرُجْ تَعَيَّنَ بِهِ كَسِلْعَةٍ وَإِنْ قَبِلَهُ الْبَعْضُ فَكَزُيُوفٍ فَيَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِجِنْسِهِ زَيْفًا إِنْ عَلِمَ الْبَائِعُ بِحَالِهِ وَإِلَّا فَبِجِنْسِهِ جَيِّدٌ.

ترجمہ: صحیح ہے اس شخص کا بیچنا جس کے دس درہم قرض ہیں اس سے جس کے لیے دراہم ہیں یعنی دائن سے، لہذا مدیون کا دائن سے دراہم کے بدلے دینار کا بیچنا جائز ہے بالاتفاق، اس لیے کہ نفس عقد سے مقاصہ صحیح ہو جائے گا، اس لیے کہ ساقط ہونے والے دین میں ربا نہیں ہے یا مدیون کی بیع ایسے دس درہم کی مطلقا یعنی اس دین سے خالی کر کے جو اس پر ہے، اگر بائع (مدیون) مشتری کو دینار دے دے اور دونوں دس درہم ثمن و دس درہم دین کے بدلے میں گھٹا بھی دے، تو استحساناً جائز ہے، جس میں چاندی غالب ہے وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جس میں سونا غالب ہے وہ حکماً سونا ہے اس لیے ان سے خالص سونا چاندی کی بیع صحیح نہیں ہے، نیز سونا کی سونے سے اور چاندی کی چاندی سے بیع جائز نہیں ہے، مگر وزن سے برابر کر کے، ایسے ہی ان دونوں کو قرض میں لینا صحیح نہیں ہے، مگر وزن کر کے، جیسا کہ ربا کے بیان میں گذر چکا، ان دونوں میں ملا ہوا غالب ہو، تو وہ سامان کے حکم میں ہے غالب کا اعتبار کرتے ہوئے، لہذا خالص سے اس کی بیع صحیح ہے، اگر خالص مغشوش سے زیادہ ہوتا کہ اصل اصل کے برابر ہو جائے اور زیادہ ملاوٹ کے، جیسا کہ گذر چکا، اور اس کی جنس سے کمی زیادتی کی ساتھ وزن کر کے اور گن کر، جنس کو اس کی جنس کے خلاف پھیر کر، اس شرط کے ساتھ کہ دونوں صورتوں میں، جدا ہونے سے پہلے مجلس میں قبضہ کر لیں، اور اگر خالص مغشوش کے برابر یا اس سے کم یا نہیں جانتا، تو پہلی دو صورتوں میں ربا اور تیسری صورت میں ربا کا احتمال ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، اور وہ یعنی غش غالب متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے اس کی ثمنیت کا رواج ہو جانے کے وقت اور اگر اس کی ثمنیت کا رواج نہیں ہوا ہے تو متعین ہو جائے گا، جیسے کپڑا اور اگر بعض لوگوں میں ثمنیت کا رواج ہے اور بعض میں نہیں، تو وہ

کھوٹے دراہم کی طرح ہے، تو عقد کھوٹے دراہم کی جنس سے متعلق ہوگا، اگر بائع اس کا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو، تو عمدہ جنس سے متعلق ہوگا۔

دراہم کے بدلے دنانیر دینا

وصح بيع من عليه الخ: دراہم قرض لیے تھے، مدیون نے دراہم ادا کرنے کے بجائے دنانیر ادا کر دے، تو یہ صحیح ہے اور یہ بیع صرف کی ایک شکل ہے، اس لیے اس کو یہاں بیان فرمایا ہے۔

وَ صَحَّ الْمُبَايَعَةُ وَالِاسْتِقْرَاضُ بِمَا يَرُوجُ مِنْهُ عَمَلًا بِالْعُرْفِ فِيمَا لَا نَصَّ فِيهِ، فَإِنْ رَاجَ وَزْنًا فِيهِ أَوْ عَدَدًا فِيهِ أَوْ بِهِمَا فَبِكُلٍّ مِنْهُمَا وَالْمُتَسَاوِي غِشُّهُ وَفِضَّتُهُ وَذَهَبُهُ كَالْغَالِبِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ فِي تَبَايُعٍ وَاسْتِقْرَاضٍ فَلَمْ يَجُزْ إِلَّا بِالْوَزْنِ إِلَّا إِذَا أَشَارَ إِلَيْهِمَا كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ وَ أَمَّا فِي الصَّرْفِ فَكَغَالِبِ غِشٍّ فَيَصِحُّ بِالِاعْتِبَارِ الْمَارِّ اشْتَرَى شَيْئًا بِهِ بِغَالِبِ الْغِشِّ وَهُوَ نَافِقٌ أَوْ بِفُلُوسٍ نَافِقَةٍ فَكَسَدَ ذَلِكَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ لِلْبَائِعِ بَطَلَ الْبَيْعُ، كَمَا لَوِ انْقَطَعَتْ عَنْ أَيْدِي النَّاسِ فَإِنَّهُ كَالْكَسَادِ، وَكَذَا حُكْمُ الدَّرَاهِمِ لَوْ كَسَدَتْ أَوِ انْقَطَعَتْ بَطَلَ وَصَحَّحَاهُ بِقِيمَةِ الْمَبِيعِ، وَبِهِ يُفْتَى رِفْقًا بِالنَّاسِ بَحْرٌ وَحَقَائِقُ. وَحَدُّ الْكَسَادِ أَنْ تُتْرَكَ الْمُعَامَلَةُ بِهَا فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ فَلَوْ رَاجَتْ فِي بَعْضِهَا لَمْ يَبْطُلْ -بَلْ يَتَخَيَّرُ الْبَائِعُ لِتَعَيُّبِهَا وَ حَدُّ الِانْقِطَاعِ عَدَمُ وُجُودِهِ فِي السُّوقِ وَإِنْ وُجِدَ فِي أَيْدِي الصَّيَارِفَةِ وَ فِي الْبُيُوتِ كَذَا ذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ وَابْنُ الْمَلَكِ بِالْعَطْفِ خِلَافًا لِمَا فِي نُسَخِ الْمُصَنِّفِ وَقَدْ عَزَاهُ لِلْهِدَايَةِ، وَلَمْ أَرَهُ فِيهَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ لَوْ رَاجَتْ قَبْلَ فَسْخِ الْبَائِعِ الْبَيْعَ عَادَ جَائِزٌ لِعَدَمِ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ بِلَا فَسْخٍ، وَعَلَيْهِ فَقَوْلُ الْمُصَنِّفِ بَطَلَ الْبَيْعُ: أَيْ ثَبَتَ لِلْبَائِعِ وِلَايَةُ فَسْخِهِ، وَاللَّهُ الْمُوَفِّقُ وَ قَيَّدَ بِالْكَسَادِ، لِأَنَّهُ لَوْ نَقَصَتْ قِيمَتُهَا قَبْلَ الْقَبْضِ فَالْبَيْعُ عَلَى حَالِهِ إِجْمَاعًا وَلَا يَتَخَيَّرُ الْبَائِعُ وَ عَكْسُهُ وَلَوْ غَلَتْ قِيمَتُهَا وَازْدَادَتْ فَكَذَلِكَ الْبَيْعُ عَلَى حَالِهِ، وَلَا يَتَخَيَّرُ الْمُشْتَرِي وَيُطَالَبُ بِنَقْدِ ذَلِكَ الْعِيَارِ الَّذِي كَانَ وَقَعَ وَقْتَ الْبَيْعِ فَتْحٌ، وَقَيَّدَ بِقَوْلِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ بَاعَ دَلَّالٌ وَكَذَا فُضُولِيٌّ مَتَاعَ الْغَيْرِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ بِدَرَاهِمَ مَعْلُومَةٍ وَاسْتَوْفَاهَا فَكَسَدَتْ قَبْلَ دَفْعِهَا إِلَى رَبِّ الْمَتَاعِ لَا يَفْسُدُ الْبَيْعُ لِأَنَّ حَقَّ الْقَبْضِ لَهُ عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ. وَصَحَّ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ وَإِنْ لَمْ تُعَيَّنْ كَالدَّرَاهِمِ وَبِالْكَاسِدَةِ لَا حَتَّى يُعَيِّنَهَا كَسِلَعٍ وَيَجِبُ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ رَدُّ مِثْلِ أَفْلُسِ الْقَرْضِ وَإِذَا كَسَدَتْ وَأَوْجَبَ مُحَمَّدٌ قِيمَتَهَا يَوْمَ الْكَسَادِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى بَزَّازِيَّةٌ - وَفِي النَّهْرِ وَتَأْخِيرُ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ دَلِيلُهُمَا ظَاهِرٌ فِي اخْتِيَارِ قَوْلِهِمَا.

ترجمہ: صحیح ہے بیع کرنا اور قرض لینا اس چیز سے، جو ملاوٹ میں سے رائج ہو، عرف پہ عمل کرتے ہوئے، ان چیزوں میں جن میں نص نہیں ہے، اس لیے اگر وزن رائج ہے، تو وزن کا اعتبار ہوگا، عدد رائج ہے، تو عدد کا اعتبار ہوگا، اور اگر دونوں رائج

ہیں، تو دونوں کا اعتبار ہوگا، اور جس میں ملاوٹ اور اصل سونا چاندی برابر ہوں وہ بیع اور قرض میں غالب سونے چاندی کی طرح ہے، اس لیے بغیر وزن کے جائز ہے، الا یہ کہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا ہو، جیسے خالص دراہم ودنانیر میں، بہرحال صرف غش غالب کی طرح ہے، تو گذرے ہوئے کے اعتبار سے صحیح ہے (اس لیے) اس سے (غالب غش) کوئی چیز خریدی اور وہ کھوٹا ہو گیا یا گھوٹے سکے سے اور وہ حوالہ کرنے سے پہلے خراب ہو گئے، تو بیع باطل ہو گئی، جیسا کہ اگر لوگوں کے ہاتھوں سے منقطع ہو جائے، تو وہ خراب کی طرح ہے، ایسے ہی دراہم کا حکم ہے، اور اگر خراب یا منقطع ہو گئے، تو باطل ہے؛ لیکن صاحبین نے مبیع کی قیمت کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیا ہے، اور لوگوں کی سہولت کے لیے اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بحر اور حقائق میں ہے، کساد کی حد یہ ہے کہ لوگ ہر شہر میں اس کے ذریعے معاملہ کرنا چھوڑ دے، اس لیے اگر بعض شہروں میں رائج ہو، تو باطل نہ ہوگی، اور بائع کو اس کے اختیار کرنے کا اختیار ہوگا، اور انقطاع کی حد یہ ہے کہ بازار میں نہ پایا جائے، اگرچہ صرافوں کے ہاتھ یا گھروں میں ہو، ایسے ہی عینی اور ابن ملک نے عطف کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس کے خلاف جو مصنف کے نسخے میں ہے، جیسے انہوں نے ہدایہ کے حوالے سے لکھا ہے؛ لیکن میں نے ہدایہ میں اس کو نہیں دیکھا، اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، بزازیہ میں ہے کہ اگر بائع کے بیع فسخ کرنے سے پہلے رواج لوٹ آئے، تو جواز لوٹ آئے گا، بغیر فسخ کے عقد فسخ ہونے کی وجہ سے، لہٰذا مصنف کا قول ''بطل البیع'' کا مطلب ہے کہ بائع کے لیے فسخ ولایت ثابت ہے، اللہ ہی توفیق دے، اور کساد کی قید اس لیے لگائی کہ اگر اس کی قیمت کم ہو جائے قبضہ کرنے سے پہلے، تو بالاجماع بیع علی حالہ باقی رہے گی اور بائع کو اختیار نہ ہوگا اور اس کا الٹا کہ اگر قیمت بڑھ گئی یا زیادہ ہو گئی، تو اسی طرح بیع علی حالہ باقی رہے گی اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا اور اس سے ان ہی متعینہ دراہم ادا کرنے کے لیے کہا جائے گا، جو بیع کے وقت تھے، جیسا کہ فتح میں ہے، اپنے قول قبل التسلیم سے مقید کیا، اس لیے کہ اگر دلال ایسے فضولی نے دوسرے کا سامان، اس کی اجازت کے بغیر ان متعین دراہم کے بدلے اور اس نے (دلال یا فضولی نے) انہیں لے بھی لیے اور وہ رب المتاع کو دینے سے پہلے خراب ہو گئے، تو بیع فاسد نہ ہوگی، اس لیے کہ قبضے کا حق اسی کا ہے، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے صحیح ہے بیع رائج سکے سے، اگرچہ وہ متعین نہ ہوں، جیسے دراہم، بیکار سکوں سے صحیح نہیں ہے، یہاں تک کہ متعین کرلے، جیسے کپڑا اور بیکار ہو جانے کی صورت میں، مدیون پر لازم ہے کہ قرض میں لیے گئے پیسے کی مثل واپس کرے اور امام محمد نے خراب ہونے والے دن کی قیمت واجب کی ہے، جیسا کہ بزازیہ اور نہر میں ہے، اور صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل مؤخر کرنا، ان دونوں حضرات کے قول کو اختیار کرنا ظاہر ہوتا ہے۔

ملاوٹی سکے میں برابری کا طریقہ

وصح المبايعة والاستقراض الخ: ملاوٹی سکے ہیں ان کے ذریعے سے بیع یا قرض کا معاملہ کرنے کی صورت میں برابر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر عرف میں ان کو وزن کر کے برابر کیا جاتا ہے، تو وزن کر کے برابر کرنا لازم ہے؛ لیکن اگر عرف میں گن کر برابر کرنے کا رواج ہے، تو گن کر برابر کیا جائے گا اور اگر دونوں طرح سے برابر کیا جاتا ہے، ان دونوں طریقوں میں سے جس طریقے سے برابر کرنا چاہے برابر کرلے کافی ہے۔

اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِثْلًا فُلُوسٍ صَحَّ بِلَا بَيَانِ عَدَدِهَا لِلْعِلْمِ بِهِ وَعَلَيْهِ فُلُوسٌ تُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ، وَكَذَا بِثُلُثِ دِرْهَمٍ أَوْ رُبُعِهِ، وَكَذَا لَوْ اشْتَرَى بِدِرْهَمٍ فُلُوسٍ أَوْ بِدِرْهَمَيْنِ فُلُوسٍ

جَازَ عِنْدَ الثَّانِي، وَهُوَ الْأَصَحُّ لِلْعُرْفِ كَافِي.

ترجمہ: مثلاً نصف درہم کے پیسے سے کوئی چیز خریدی، تو صحیح ہے عدد بیان کیے بغیر، عدد معلوم ہونے کی وجہ سے اور مشتری پر اس قدر فلوس واجب ہیں، جو نصف درہم میں بیچے جاتے ہیں، ایسے ہی ثلث اور ربع درہم میں، ایسے ہی اگر ایک درہم یا دو درہم کے پیسے سے کوئی چیز خریدی، تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور یہی اصح ہے عرف کی وجہ سے، جیسا کہ کافی میں ہے۔

بڑے نوٹ دے کر کم سامان خریدنا

اشترى شيئاً الخ: مثال کے طور پر سو روپے کا نوٹ دے کر بیس روپے کا سامان خریدتا ہے، تو صحیح ہے اور مشتری پر بیس روپے لازم ہوں گے۔

وَمَنْ أَعْطَى صَيْرَفِيًّا دِرْهَمًا كَبِيرًا فَقَالَ أَعْطِنِي بِهِ نِصْفَ دِرْهَمٍ فُلُوسًا بِالنَّصْبِ صِفَةُ نِصْفِ وَنِصْفًا مِنَ الْفِضَّةِ صَغِيرًا إِلَّا حَبَّةً صَحَّ وَيَكُونُ النِّصْفُ إِلَّا حَبَّةً بِمِثْلِهِ وَمَا بَقِيَ بِالْفُلُوسِ، وَلَوْ كَرَّرَ لَفْظَ نِصْفٍ بَطَلَ فِي الْكُلِّ لِلُزُومِ الرِّبَا. وَ بِمَا تَقَرَّرَ ظَهَرَ أَنَّ الْأَمْوَالَ ثَلَاثَةٌ الْأَوَّلُ ثَمَنٌ بِكُلِّ حَالٍ وَهُوَ النَّقْدَانِ صَحِبَتْهُ الْبَاءُ أَوْ لَا، قُوبِلَ بِجِنْسِهِ أَوْ لَا وَ الثَّانِي مَبِيعٌ بِكُلِّ حَالٍ كَالثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ وَ الثَّالِثُ ثَمَنٌ مِنْ وَجْهٍ مَبِيعٌ مِنْ وَجْهٍ كَالْمِثْلِيَّاتِ فَإِنِ اتَّصَلَ بِهَا الْبَاءُ فَثَمَنٌ وَإِلَّا فَمَبِيعٌ. وَأَمَّا الْفُلُوسُ فَإِنْ رَائِجَةً فَكَثَمَنٍ وَإِلَّا فَكَسِلَعٍ وَالثَّمَنُ مِنْ حُكْمِهِ عَدَمُ اشْتِرَاطِ وُجُودِهِ فِي مِلْكِ الْعَاقِدِ عِنْدَ الْعَقْدِ وَعَدَمُ بُطْلَانِهِ أَيِ الْعَقْدِ بِهَلَاكِهِ أَيِ الثَّمَنِ وَيَصِحُّ الِاسْتِبْدَالُ بِهِ فِي غَيْرِ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ لَا فِيهِمَا وَحُكْمُ الْمَبِيعِ خِلَافُهُ أَيِ الثَّمَنِ فِي الْكُلِّ فَيُشْتَرَطُ وُجُودُ الْمَبِيعِ فِي مِلْكِهِ وَهَكَذَا. وَمِنْ حُكْمِهِمَا وُجُوبُ التَّسَاوِي عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِالْجِنْسِ فِي الْمُقَدَّرَاتِ كَمَا تَقَرَّرَ.

ترجمہ: جس نے صراف کو کامل درہم دے کر کہا مجھے آدھے درہم کے پیسے دیجیے اور آدھا چاندی کا چھوٹا ٹکڑا مگر ایک دانا، تو بیع صحیح ہے اور ایک دانا سے کم والا حصہ اس کی مثل کے مقابل ہوگا اور مابقیہ فلوس کے مقابل اور اگر لفظ نصف کو مقرر کہا، تو ربا لازم آنے کی وجہ سے سب میں بیع باطل ہے۔

جو ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ اموال تین قسم پر ہیں، (۱) ہر حال میں ثمن ہے اور وہ سونا اور چاندی ہیں، با جارہ آئے کہ نہ آئے جنس کے ساتھ ہوں کہ بغیر جنس کے (۲) ہر حال میں مبیع ہے، جیسے کپڑا اور چوپائے (۳) ایک حیثیت سے ثمن ہے اور ایک حیثیت سے مبیع ہے، جیسے مثلیات، اگر ان کے ساتھ مل جائے، تو ثمن ہے ورنہ مبیع، بہر حال پیسے، اگر رائج ہوں، تو ثمن کی طرح ہیں، ورنہ سامان کی طرح، ثمن کا حکم، عقد کے وقت عاقد کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں ہے اور اس کے یعنی ثمن کے ہلاک ہونے کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا ہے، اور صرف وسلم کے علاوہ میں ثمن کو بدل کر دینا صحیح ہے اور مبیع کا حکم اس کے یعنی ثمن کے خلاف ہے تمام صورتوں میں، لہذا عقد کے وقت عاقد کی ملکیت میں مبیع کا ہونا شرط ہے، ایسے ہی مکیلات اور موزونات میں جنس کے ساتھ تبادلے میں لازماً برابری کا بھی ہے۔

اموال کی قسمیں وبما تقرر ظهر ان الاموال ثلاثة الخ: اموال کی تین قسمیں ہیں (۱) ثمن جیسے سونا اور چاندی (۲) مبیع جیسے ان دونوں کے علاوہ دوسرے سامان کپڑے جانور وغیرہ (۳) من وجہ ثمن اور من وجہ مبیع، جیسے کرنسی، موجودہ زمانے میں دنیا کے اندر جو کرنسیاں رائج ہیں یہ ثمن کے درجے میں ہیں؛ لیکن اگر ان کا رواج ختم ہو جاتا ہے، تو یہی کرنسیاں مبیع کے درجے میں آجائیں گی، جیسے ہندوستان میں پچاس پیسے یا اس سے نیچے کے سکے۔

كِتَابُ الْكَفَالَةِ

مُنَاسَبَتُهَا لِلْبَيْعِ لِكَوْنِهَا فِيهِ غَالِبًا وَلِكَوْنِهَا بِالْأَمْرِ مُعَاوَضَةَ انْتِهَاءٍ هِيَ لُغَةً الضَّمُّ، وَحَكَى ابْنُ الْقَطَّاعِ كَفَلْته وَكَفَلْت بِهِ وَعَنْهُ وَتَثْلِيثُ الْفَاءِ. وَشَرْعًا ضَمُّ ذِمَّةِ الْكَفِيلِ إلَى ذِمَّةِ الْأَصِيلِ فِي الْمُطَالَبَةِ مُطْلَقًا بِنَفْسٍ أَوْ بِدَيْنٍ أَوْ عَيْنٍ كَمَغْصُوبٍ وَنَحْوِهِ كَمَا سَيَجِيءُ؛ لِأَنَّ الْمُطَالَبَةَ تَعُمُّ ذَلِكَ وَمَنْ عَرَّفَهَا بِالضَّمِّ فِي الدَّيْنِ إنَّمَا أَرَادَ تَعْرِيفَ نَوْعٍ مِنْهَا وَهُوَ الْكَفَالَةُ بِالْمَالِ؛ لِأَنَّهُ مَحَلُّ الْخِلَافِ وَبِهِ يُسْتَغْنَى عَمَّا ذَكَرَهُ مُنْلَا خُسْرو

ترجمہ: بیع سے اس کی مناسبت ہے، اس لیے کہ اس میں اکثر کفالت ہوتی ہے، نیز معاوضہ آخر کار امر سے ہونے کی وجہ سے یہ لغت میں ضم یعنی ملانا ہے اور ابن القطاع نے کفلتہ، کفلت بہ، عنہ اور فا کی تثلیث کے ساتھ بیان کیا ہے، اور شرعاً: مطالبۂ حق میں کفیل کے ذمے کو اصیل سے ملانا ہے، مطلقاً مطالبہ ذات کا ہو، خواہ دین کا یا پھر عین کا، جیسا کہ مغصوب وغیرہ، جیسا کہ آرہا ہے، اس لیے کہ مطالبہ ان تینوں کو عام ہے اور جن حضرات نے اس کی تعریف ضم فی الدین کے ساتھ کی ہے، انھوں نے ان میں سے ایک کی تعریف کا ارادہ کیا ہے اور وہ کفالت بالمال ہے، اس لیے کہ یہی جائے اختلاف ہے اور مصنف کی اس تعریف سے اس تفصیل کی ضرورت نہیں، جس کا تذکرہ ملا خسرو نے کیا ہے۔

مناسبت مناسبتها للبيع الخ: بیع میں عموماً کفالت کی ضرورت پڑتی ہے، اسی لیے بیع کے معاً کفالت کو بیان کیا ہے۔

لغوی معنی: هی لغة الضم: کفالت کے لغوی معنی ضم یعنی ملانے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: وشرعاً الخ: اصطلاح شرع میں، مطالبۂ حق میں، کفیل کے ذمے کو اصیل سے ملانے کا نام کفالت ہے۔

وَرُكْنُهَا إيجَابٌ وَقَبُولٌ بِالْأَلْفَاظِ الْآتِيَةِ وَلَمْ يَجْعَلْ الثَّانِيَ رُكْنًا وَشَرْطُهَا كَوْنُ الْمَكْفُولِ بِهِ نَفْسًا أَوْمَالًا مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ مِنْ الْكَفِيلِ فَلَمْ تَصِحَّ بِحَدٍّ وَقَوَدٍ وَفِي الدَّيْنِ كَوْنُهُ صَحِيحًا قَائِمًا لَا سَاقِطًا بِمَوْتِهِ مُفْلِسًا، وَلَا ضَعِيفًا كَبَدَلِ كِتَابَةٍ وَنَفَقَةِ زَوْجَةٍ قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا، فَمَا لَيْسَ دَيْنًا بِالْأَوْلَى نَهْرٌ

ترجمہ: کفالت کا رکن ایجاب اور قبول ہے، الفاظ آئندہ سے اور امام ابو یوسف نے دوسرے کو رکن قرار نہیں دیا ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ مکفول بہ مقدور التسلیم ہو خواہ نفس ہو کہ مال، لہٰذا حد اور قصاص میں کفالت صحیح نہیں ہے اور دین میں، اس کا صحیح قائم ہونا ہے، مدیون کے مفلسی کی حالت میں مرنے کی وجہ سے ساقط نہ ہو اور نہ ضعیف ہو، جیسے بدل کفالت اور قاضی کے حکم سے پہلے بیوی کا نفقہ، لہٰذا جو چیز دین نہیں ہے، اس میں بدرجۂ اولی کفالت نہیں ہے، جیسا کہ نہر میں ہے۔

کفالت کا رکن

رکنها ایجاب الخ: کفالت کا رکن ایجاب اور قبول ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ایجاب رکن ہے قبول رکن نہیں ہے، فتویٰ حضرات طرفین کے قول پر ہے " **نقل المصنف عن الطرسوسي ان الفتوىٰ على قولهما و اختاره الشيخ قاسم، حيث نقل اختيار ذلك عن اهل الترجيح كالمحبوبي والنسفي وغيرهما و اقره الرهلي، و ظاهر "الهداية" ترجيحه لتأخيره دليلهما و عليه المتون"**

(الدر المختار مع رد المحتار ۷/۵۹۲)

وَحُكْمُهَا لُزُومُ الْمُطَالَبَةِ عَلَى الْكَفِيلِ بِمَا هُوَ عَلَى الْأَصِيلِ نَفْسًا أَوْ مَالًا وَأَهْلُهَا مَنْ هُوَ أَهْلٌ لِلتَّبَرُّعِ فَلَا تَنْفُذُ مِنْ صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُونٍ إِلَّا إِذَا اسْتَدَانَ لَهُ وَلِيُّهُ وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْفُلَ الْمَالَ عَنْهُ فَتَصِحُّ وَيَكُونُ إِذْنًا فِي الْأَدَاءِ مُحِيطٌ، وَمُفَادُهُ أَنَّ الصَّبِيَّ يُطَالَبُ بِهَذَا الْمَالِ بِمُوجِبِ الْكَفَالَةِ وَلَوْلَاهَا لَطُولِبَ الْوَلِيُّ نَهْرٌ، وَلَا مِنْ مَرِيضٍ إِلَّا مِنَ الثُّلُثِ، وَلَا مِنْ عَبْدٍ وَلَوْ مَأْذُونًا فِي التِّجَارَةِ، وَيُطَالَبُ بَعْدَ الْعِتْقِ إِلَّا إِنْ أَذِنَ لَهُ الْمَوْلَى، وَلَا مِنْ مُكَاتَبٍ وَلَوْ بِإِذْنِ الْمَوْلَى. وَالْمُدَّعِي وَهُوَ الدَّائِنُ مَكْفُولٌ لَهُ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَدْيُونُ مَكْفُولٌ عَنْهُ وَيُسَمَّى الْأَصِيلَ أَيْضًا وَالنَّفْسُ أَوِ الْمَالُ الْمَكْفُولُ مَكْفُولٌ بِهِ وَمَنْ لَزِمَتْهُ الْمُطَالَبَةُ كَفِيلٌ وَدَلِيلُهَا الْإِجْمَاعُ وَسَنَدُهُ قَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - الزَّعِيمُ غَارِمٌ وَتَرْكُهَا أَحْوَطُ. مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ: الزَّعَامَةُ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ، وَأَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ، وَآخِرُهَا غَرَامَةٌ مُجْتَبَى. وَكَفَالَةُ النَّفْسِ تَنْعَقِدُ بِكَفَلْتُ بِنَفْسِهِ وَنَحْوِهَا مِمَّا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ بَدَنِهِ كَالطَّلَاقِ، وَقَدَّمْنَا ثَمَّةَ أَنَّهُمْ لَوْ تَعَارَفُوا إِطْلَاقَ الْيَدِ عَلَى الْجُمْلَةِ وَقَعَ بِهِ الطَّلَاقُ فَكَذَا فِي الْكَفَالَةِ فَتْحٌ وَ بِجُزْءٍ شَائِعٍ كَكَفَلْتُ بِنِصْفِهِ أَوْ رُبُعِهِ

ترجمہ: اور کفالت کا حکم کفیل پر اس مطالبہ کا لازم ہونا ہے، جو اصیل پر تھا، نفس کے اعتبار سے یا مال کے اعتبار سے، اس کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے، لہٰذا مجنون سے منعقد نہ ہوگی اور نہ ہی بچے سے، الا یہ کہ بچے کی طرف سے اس کے ولی نے قرض لے کر بچے کو حکم دیا کہ میرے مال کا ضامن ہو جا، تو صحیح ہے اور یہ ادائیگی کے معاملے میں اجازت ہوگی، جیسا کہ محیط میں ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ کفالت کی وجہ سے صبی سے اس مال کا مطالبہ کیا جائے گا، ورنہ تو ولی سے مطالبہ ہوتا، جیسا کہ نہر میں ہے، مریض (وفات) سے نہیں، مگر ثلث مال میں اور نہ غلام سے اگر چہ وہ ماذون فی التجارت ہو، البتہ آزادی کے بعد اس سے مطالبہ کیا جائے گا، الا یہ کہ آقا نے اس کو مالک بننے کی اجازت دی ہو اور نہ مکاتب سے، اگر چہ آقا کی اجازت سے ہو، مدعی یعنی دائن مکفول لہ ہے، مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے، اسے اصیل بھی کہا جاتا ہے اور نفس و مال مکفول بہ ہے اور جن سے مطالبہ لازم ہوتا ہے وہ کفیل ہے، کفالت کی دلیل اجماع ہے، جس کی سند حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "الزعیم غارم" ہے، اس کے ترک میں زیادہ احتیاط ہے، تورات میں لکھا ہوا ہے، کفالت شروع میں ملامت ہے، درمیان میں ندامت ہے اور اخیر میں غرامت (ڈنڈ دینا) ہے، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے اور کفالت نفس منعقد ہوتی ہے، کفلت نفسہ کہنے سے، ایسے ہی ہر وہ لفظ جس سے بدن انسانی مراد لیتے ہیں، جیسے طلاق میں، اور ہم نے وہاں بیان کیا ہے کہ اگر کسی قوم میں ہاتھ کا اطلاق پورے بدن

میں ہونا متعارف ہو، تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، لہٰذا ایسے ہی کفالت میں، جیسا کہ فتح میں ہے، کفالت صحیح ہے جزو ے شائع سے، جیسے میں کفیل بنا آدھے یا ربع کا۔

کفالت کا حکم

و حکمها الخ: کفالت کا حکم یہ ہے کہ اصیل یعنی مدیون سے جو مطالبہ تھا وہ اب مدیون سے نہ کر کے کفیل سے کیا جائے گا۔

کفالت کے لیے اہلیت

واهلها من هو اهل التبرع: کفیل بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل، بالغ اور آزاد ہو، لہٰذا مجنون، نابالغ اور غلام کفیل نہیں بن سکتا ہے، اس لیے کہ کفالت تبرع کے قبیل سے ہے اور ان کو تبرع کا حق نہیں ہے، بچے اور غلام اس وقت کفیل بن سکتے ہیں جب بچے کے ولی یا غلام کے مولی خاص طور پر کفیل بننے کی اجازت دے دیں۔

کفالت کا ثبوت

و دليلها الاجماع الخ: کفالت کا ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع سے ہے، وقد استدل فی الفتح لشرعیتها بقوله تعالى "و لمن جاء به حمل بعير و انا به زعيم" (رد المحتار ۷/۵۵۸)

وَ تَنْعَقِدُ بِضَمِنْتِهِ أَوْ عَلَيَّ أَوْ إِلَيَّ أَوْ عِنْدِي أَوْ أَنَا بِهِ زَعِيمٌ أَيْ كَفِيلٌ أَوْ قَبِيلٌ بِهِ أَيْ بِفُلَانٍ، أَوْ غَرِيمٌ، أَوْ حَمِيلٌ بِمَعْنَى مَحْمُولٍ بَدَائِعُ وَ تَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ أَنَا ضَامِنٌ حَتَّى تَجْتَمِعَا أَوْ حَتَّى تَلْتَقِيَا وَيَكُونُ كَفِيلًا إِلَى الْغَايَةِ تَتَارْخَانِيَّةٌ. وَقِيلَ لَا تَنْعَقِدُ لِعَدَمِ بَيَانِ الْمَضْمُونِ بِهِ أَهُوَ نَفْسٌ أَوْ مَالٌ، كَمَا نَقَلَهُ فِي الْخَانِيَّةِ عَنِ الثَّانِي. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَيْسَ الْمَذْهَبَ، لَكِنَّهُ اسْتَنْبَطَ مِنْهُ فِي فَتَاوِيهِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ الطَّالِبُ ضَمِنْتَ بِالْمَالِ، وَقَالَ الضَّامِنُ إِنَّمَا ضَمِنْتُ بِنَفْسِهِ لَا يَصِحُّ. ثُمَّ قَالَ: وَيَنْبَغِي أَنَّهُ إِذَا اعْتَرَفَ أَنَّهُ ضَمِنَ بِالنَّفْسِ أَنْ يُؤَاخَذَ بِإِقْرَارِهِ فَرَاجِعْهُ كَمَا لَا تَنْعَقِدُ فِي قَوْلِهِ أَنَا ضَامِنٌ أَوْ كَفِيلٌ لِمَعْرِفَتِهِ عَلَى الْمَذْهَبِ، خِلَافًا لِلثَّانِي بِأَنَّهُ لَمْ يَلْتَزِمْ الْمُطَالَبَةَ بَلْ الْمَعْرِفَةَ. وَاخْتُلِفَ فِي أَنَا ضَامِنٌ لِتَعْرِيفِهِ أَوْ عَلَى تَعْرِيفِهِ وَالْوَجْهُ اللُّزُومُ فَتْحٌ، كَأَنَا ضَامِنٌ لِوَجْهِهِ؛ لِأَنَّهُ يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ سِرَاجٌ، وَفِي مَعْرِفَةِ فُلَانٍ عَلَيَّ يَلْزَمُهُ أَنْ يَدُلَّ عَلَيْهِ خَانِيَّةٌ وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ كَفِيلًا نَهْرٌ.

ترجمہ: کفالت منعقد ہوتی ہے میں اس کا ضامن ہوں یا مجھ پر ہے یا میری ہے یا میرے پاس ہے یا میں اس کا کفیل ہوں، فلاں کا قبیل ہوں یا غریم یا حمیل ہوں سے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور کفالت منعقد ہوتی ہے "انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا" کہنے سے نیز وہ غایت تک کفیل ہوگا، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے اور کہا گیا کہ کفالت کا مضمون بیان کرنے کے وجہ سے منعقد نہ ہوگا کہ وہ نفس ہے یا مال، جیسا کہ اس کو خانیہ میں امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے، مصنف علام نے کہا کہ ظاہر ہے کہ یہ مذہب نہیں ہے، لیکن صاحب تاتارخانیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس سے استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت لی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے نفس کی ضمانت لی ہے، تو ضمانت صحیح نہیں ہے، پھر کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جب اس نے ضمانت بالنفس کا اعتراف کیا، تو اقرار کی وجہ سے مواخذہ ہونا چاہیے، اس لیے تلاش کرنا چاہیے، جیسے "انا ضامن او کفیل لمعرفته" کہنے سے

کفالت منعقد نہیں ہوتی ہے، مذہب کے مطابق، امام ابو یوسف کے خلاف، اس لیے کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا؛ بل کہ تعارف کا کیا، اختلاف کیا "انا ضامن لتعريفه او على تعريفه" میں اور ظاہر یہ ہے کہ کفالت لازم ہو، جیسا کہ فتح میں ہے، جیسے میں اس کے چہرے کا ضامن ہوں، اس لیے کہ چہرے سے پورا جسم مراد ہوتا ہے جیسا کہ سراج میں ہے اور "معرفة فلان علي" میں اس پر لازم ہے کہ بتادے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ کفیل ہے، جیسا کہ نہر میں ہے۔

کفالت کے الفاظ

و تنعقد بضمنته الخ: یہاں وہ الفاظ بتلائے گئے ہیں جن سے کفالت منعقد ہو جاتی ہے، وہ الفاظ کیا کیا ہیں ترجمے میں دیکھ لیے جائیں۔

وَإِذَا كَفَلَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَثَلًا كَانَ كَفِيلًا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ أَيْضًا أَبَدًا حَتَّى يُسْلِمَهُ لِمَا فِي الْمُلْتَقَطِ وَشَرْحِ الْمَجْمَعِ لَوْ سَلَّمَهُ لِلْحَالِ بَرِئَ وَإِنَّمَا الْمُدَّةُ لِتَأْخِيرِ الْمُطَالَبَةِ، وَلَوْ زَادَ وَأَنَا بَرِيءٌ بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَصِرْ كَفِيلًا أَصْلًا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَهِيَ الْحِيلَةُ فِي كَفَالَةٍ لَا تَلْزَمُ دُرَرٌ وَأَشْبَاهٌ. قُلْت: وَنَقَلَهُ فِي لِسَانِ الْحُكَّامِ عَنْ أَبِي اللَّيْثِ وَأَنَّ عَلَيْهِ الْفَتْوَى. ثُمَّ نَقَلَ عَنْ الْوَاقِعَاتِ أَنَّ الْفَتْوَى أَنَّهُ يَصِيرُ كَفِيلًا اهـ. لَكِنْ تَقَوَّى الْأَوَّلُ بِأَنَّهُ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ فَتَنَبَّهْ وَلَا يُطَالَبُ بِالْمَكْفُولِ بِهِ فِي الْحَالِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَبِهِ يُفْتَى وَصَحَّحَهُ فِي السِّرَاجِيَّةِ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: كَفَلَ عَلَى أَنَّهُ مَتَى أَوْ كُلَّمَا طَلَبَ فَلَهُ أَجْرُ شَهْرٍ صَحَّتْ، وَلَهُ أَجَلُ شَهْرٍ مُنْذُ طَلَبَهُ فَإِذَا تَمَّ الشَّهْرُ فَطَالَبَهُ لَزِمَ التَّسْلِيمُ وَلَا أَجَلَ لَهُ ثَانِيًا ثُمَّ قَالَ كَفَلَ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَشَرَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ صَحَّ بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ مَبْنَاهَا عَلَى التَّوَسُّعِ

ترجمہ: اور جب کوئی مثال کے طور پر تین دن کا کفیل بنا، تو وہ تین دن کے بعد بھی ہمیشہ کفیل ہوگا، یہاں تک کہ ادا کردے، جیسا کہ ملتقط میں ہے اور شرح المجمع میں ہے اگر فی الحال ادا کردے، تو بری ہو جائے گا اور مدت تو مطالبہ مؤخر کرنے کی وجہ سے ہے اور اگر زیادہ کیا کہ میں تین دن کے بعد بری ہوں، تو وہ اصلا کفیل نہیں ہے ظاہری روایت کے مطابق یہ کفالت میں ایک حیلہ ہے، جس کی وجہ سے لازم نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ درر اور اشباہ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے اس کو (لسان الحکام) میں ابو اللیث سے نقل کیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، پھر واقعات سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے؛ لیکن پہلا قوی ہوتا ہے، اس لیے وہ ظاہری مذہب ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے (تین دن والی کفالت میں) مکفول بہ سے فی الحال مطالبہ نہیں کیا جائے گا، ظاہری روایت کے مطابق، اسی پر فتویٰ ہے، سراجیہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص کفیل بنا: اس شرط پر کہ جس وقت اور جب جب مطالبہ کرے گا، اس کے لیے ایک مہینے کی مدت ہوگی، تو کفالت صحیح ہے اور اس کے لیے طلب کے وقت سے ایک مہینے کی مدت ہوگی، لہٰذا جب مہینہ پورا ہو کر پھر اس سے مطالبہ کیا، تو حوالہ کرنا لازم ہے اور اس کے لیے دوسری مرتبہ مدت نہیں ملے گی، پھر بزازیہ میں کہا کہ وہ کفیل ہوا اس شرط پر کہ اس کو دس دن یا زیادہ کا خیار ہے، تو صحیح ہے، بخلاف بیع کے، اس لیے کہ کفالت کی بنیاد توسع پر ہے۔

تین دن کی شرط کے ساتھ کفالت

و اذا کفل الی ثلاثة ایام الخ: کسی شخص نے یہ کہا میں تین دن تک کفیل ہوں، تو اس کی یہ تین دن کی شرط باطل ہو جائے گی اور وہ قرض نہ ادا کرنے تک کفیل مانا جائے گا، الا یہ کہ وہ اس کی صراحت کردے کہ میں تین دن تک کفیل ہوں اس کے بعد نہیں، تو وہ کفیل نہیں ہوگا، اس لیے کہ سرے سے وہ کفیل بنا ہی نہیں "لَا يَصِيرُ كَفِيلًا بَعْدَ الْمُدَّةِ لِنَفْيِهِمَا الْكَفَالَةَ فِيهِ صَرِيحًا وَلَا فِي الْحَالِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ظَهِيرِيَّةٌ." (ردالمحتار/۷/۵۶۴)

وَإِنْ شَرَطَ تَسْلِيمَهُ فِي وَقْتٍ بِعَيْنِهِ أَحْضَرَهُ فِيهِ إِنْ طَلَبَهُ كَدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ حَلَّ فَإِنْ أَحْضَرَهُ فِيهَا وَإِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حِينَ يَظْهَرُ مَطْلُهُ، وَلَوْ ظَهَرَ عَجْزُهُ ابْتِدَاءً لَا يَحْبِسُهُ عَيْنِيٌّ فَإِنْ غَابَ أَمْهَلَهُ مُدَّةَ ذَهَابِهِ وَإِيَابِهِ وَلَوْ لِدَارِ الْحَرْبِ عَيْنِيٌّ وَابْنُ مَلَكٍ وَ لَوْ لَمْ يَعْلَمْ مَكَانَهُ لَا يُطَالَبُ بِهِ لِأَنَّهُ عَاجِزٌ إِنْ ثَبَتَ ذَلِكَ بِتَصْدِيقِ الطَّالِبِ زَيْلَعِيٌّ. زَادَ فِي الْبَحْرِ أَوْ بِبَيِّنَةٍ أَقَامَهَا الْكَفِيلُ مُسْتَدِلًّا بِمَا فِي الْقُنْيَةِ: غَابَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ فَلِلدَّائِنِ مُلَازَمَةُ الْكَفِيلِ حَتَّى يُحْضِرَهُ؛ وَحِيلَةُ دَفْعِهِ أَنْ يَدَّعِيَ الْكَفِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ خَصْمَكَ غَائِبٌ غَيْبَةً لَا تُدْرَى فَبَيِّنْ لِي مَوْضِعَهُ، فَإِنْ بَرْهَنَ عَلَى ذَلِكَ تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ، وَلَوِ اخْتَلَفَا، فَإِنْ لَهُ خَرْجَةً لِلتُّجَّارِ مَعْرُوفَةً أَمَرَ الْكَفِيلُ بِالذَّهَابِ إِلَيْهِ وَإِلَّا حَلَفَ أَنَّهُ لَا يَدْرِي مَوْضِعَهُ، ثُمَّ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ قُلْنَا بِذَهَابِهِ إِلَيْهِ لِلطَّالِبِ أَنْ يَسْتَوْثِقَ بِكَفِيلٍ مِنَ الْكَفِيلِ لِئَلَّا يَغِيبَ الْآخَرُ

ترجمہ: اور اگر شرط لگائی مکفول بہ کو وقت متعین میں حوالہ کرنے کی، تو اس وقت میں اس کا حاضر کرنا حلال ہے، اگر اس کا مطالبہ کرے، جیسے دین مؤجل، لہٰذا اگر اس نے مکفول بہ کو اسی وقت میں حاضر کردیا، (تو ٹھیک ہے) ورنہ حاکم اس کو قید کرے، اگر اس سے ٹال مٹول کرنا ظاہر ہو اور اگر شروع سے ہی اس کا عاجز ہونا ظاہر ہو تو قید نہ کرے، جیسا کہ عینی میں ہے، اگر مکفول بہ غائب ہو، تو کفیل کو آنے جانے کی مدت تک مہلت ہوگی، اگرچہ دارالحرب میں ہو، جیسا کہ عینی اور ابن ملک نے صراحت کی ہے، اور اگر کفیل مکفول بہ کا پتہ نہیں جانتا ہے، تو اس سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ عاجز ہے یا کفیل کے بینہ قائم کرنے سے ثابت ہو، قنیہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے کہ مکفول بہ غائب ہو جائے، تو دائن کے لیے کفیل کو پکڑنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ مکفول بہ کو حاضر کردے، اس کے دور کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ کفیل دائن پر دعویٰ کرے کہ آپ کا خصم ایسی جگہ غائب ہو گیا ہے کہ جس کا پتہ معلوم نہیں، لہٰذا آپ اس کا پتہ بتادیجئے، اگر وہ اس کو گواہوں سے ثابت کردیتا ہے، تو اس سے خصومت دور ہو جائے گی اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا (اس صورت میں ہدایت یہ ہے کہ) اگر مکفول بہ تجارت کے لیے نکلتا ہے اور وہ معروف جگہ ہے، تو کفیل کو وہاں جانے کے لیے کہے، ورنہ وہ قسم کھائے کہ وہ اس کا پتہ نہیں جانتا ہے پھر ہم نے جن مقامات پر کفیل کو جانے کے لیے کہا ہے، دائن کفیل سے دین وصول کرنے میں مستعدی دکھائے، تاکہ دوسرا بھی غائب نہ ہو جائے۔

ضمانت دینے کے لیے وقت متعین کرنا

و ان شرط تسلیمه الخ: کفیل نے قرض دینے کے لیے ایک وقت متعین کردیا تھا، وہ وقت ابھی آیا نہیں تھا کہ دائن نے قرض کا مطالبہ کردیا، تو

اس کا یہ مطالبہ درست ہے اور کفیل اس کے اس مطالبہ پر مکفول بہ فوراً ادا کردے، تو جائز ہے، جیسے قرض کے معاملے میں کہ دائن مدیون سے کبھی بھی دین کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

مکفول بہ غائب ہوجانے کی صورت میں

فان غاب الخ: مکفول بہ غائب ہوگیا اور یہ معلوم ہے کہ مکفول بہ کہاں ہے، تو وہاں جا کر مکفول بہ لانے کی مدت تک کفیل کو مہلت دی جائے گی؛ لیکن اگر مکفول بہ کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے، تو کفیل کے عاجز ہوجانے کی وجہ سے اس سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

وَيَبْرَأُ الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ بِمَوْتِ الْمَكْفُولِ بِهِ وَلَوْ عَبْدًا أَرَادَ بِهِ دَفْعَ تَوَهُّمِ أَنَّ الْعَبْدَ مَالٌ، فَإِذَا تَعَذَّرَ تَسْلِيمُهُ لَزِمَهُ قِيمَتُهُ، وَسَيَجِيءُ مَا لَوْ كَفَلَ بِرَقَبَتِهِ وَبِمَوْتِ الْكَفِيلِ وَقِيلَ يُطَالَبُ وَارِثُهُ بِإِحْضَارِهِ سِرَاجٌ لَا بِمَوْتِ الطَّالِبِ بَلْ وَارِثِهِ أَوْ وَصِيِّهِ يُطَالِبُ الْكَفِيلَ، وَقِيلَ يَبْرَأُ وَهْبَانِيَّةٌ، وَالْمَذْهَبُ الْأَوَّلُ وَ يَبْرَأُ بِدَفْعِهِ إِلَى مَنْ كَفَلَ لَهُ حَيْثُ أَيْ فِي مَوْضِعٍ يُمْكِنُ مُخَاصَمَتُهُ سَوَاءٌ قَبِلَهُ الطَّالِبُ أَوْ لَا وَإِنْ لَمْ يَقُلْ وَقْتَ التَّكْفِيلِ إِذَا دَفَعْته إِلَيْك فَأَنَا بَرِيءٌ وَيَبْرَأُ بِتَسْلِيمِهِ مَرَّةً قَالَ سَلَّمْته إِلَيْك بِجِهَةِ الْكَفَالَةِ أَوْ لَا، إِنْ طَلَبَهُ مِنْهُ وَإِلَّا فَلَا بُدَّ أَنْ يَقُولَ ذَلِكَ

ترجمہ: کفیل بالنفس مکفول بہ کی موت سے بری ہوجاتا ہے، اگرچہ مکفول بہ غلام ہو، اس سے اس سوال کو دور کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ غلام مال ہے؟ لہٰذا جب اس کو حوالہ کرنا دشوار ہوگیا، تو اس کی قیمت لازم ہے اور یہ صورت آرہی ہے کہ اگر غلام کا کفیل ہوا، اور کفیل کی موت سے اور کہا گیا کہ اس کے وارث سے حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا، جیسا کہ سراج میں ہے، نہ کہ طالب کی مدت سے؛ بل کہ اس کے وارث اور وصی کفیل سے مطالبہ کریں گے نیز کہا گیا کہ بری ہوجائے گا، جیسا کہ وہبانیہ میں ہے اور مذہب اول ہے، کفیل بری ہوجاتا ہے، جہاں مکفول لہ کو حوالہ کرنے سے یعنی جس جگہ اس کو مخاصمت ممکن ہو، خواہ طالب قبول کرے یا نہ کرے، اگرچہ کفیل بنتے وقت اس نے یہ نہ کہا ہو کہ جب میں اس کو حوالہ کردوں گا تو بری ہوجاؤں گا، ایک مرتبہ حوالہ کرنے سے کفیل بری ہوجائے گا، وہ یہ کہے یا کہے کہ میں نے یہ کفالت کی وجہ سے حوالہ کیا، اگر طالب کفیل سے مطالبہ کرے تب ورنہ یہ کہنا ضروری ہے۔

کفالت بالنفس میں مکفول بہ کا مرجانا

ویبرأ الکفیل بالنفس الخ: کفیل بالنفس مکفول بہ کے مرجانے کی صورت میں بری ہوجائے گا، اس لیے کہ جس ذات کی اس نے ضمانت لی تھی اس کی موت ہوجانے کی وجہ سے اب وہ اس کو حاضر کرنے سے عاجز ہے، اس لیے وہ ادا کرنے کی ذمہ داری سے بری ہوجائے گا۔

وَلَوْ شَرَطَ تَسْلِيمَهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي سَلَّمَهُ فِيهِ وَلَمْ يَجُزْ تَسْلِيمُهُ فِي غَيْرِهِ بِهِ يُفْتَى فِي زَمَانِنَا لِتَهَاوُنِ النَّاسِ فِي إِعَانَةِ الْحَقِّ، وَلَوْ سَلَّمَهُ عِنْدَ الْأَمِيرِ أَوْ شَرَطَ تَسْلِيمَهُ عِنْدَ هَذَا الْقَاضِي فَسَلَّمَهُ عِنْدَ قَاضٍ آخَرَ جَازَ بَحْرٌ، وَلَوْ سَلَّمَهُ فِي السِّجْنِ لَوْ سَجَنَ هَذَا الْقَاضِي أَوْ سَجَنَ أَمِيرُ الْبَلَدِ فِي هَذَا الْمِصْرِ جَازَ ابْنُ مَلَكٍ

ترجمہ: اور اگر شرط لگائی قاضی کی مجلس میں حوالہ کرنے کی، تو وہیں حوالہ کرے، اس لیے کہ دوسری جگہ حوالہ کرنا جائز

نہیں ہے، ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے، حق کی مدد میں لوگوں کے سستی کرنے کی وجہ سے اور اگر امیر کے پاس حوالہ کیا یا شرط لگائی کہ اس قاضی کے پاس حوالہ کروں گا اور اس نے دوسرے قاضی کے پاس حوالہ کر دیا تو جائز ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور اگر قید خانہ میں حوالہ کیا، اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا اس شہر میں اس شہر کے امیر کا قید خانہ ہے، تو جائز ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے۔

قاضی کی مجلس میں ادا کرنے کی شرط لگانا

و لو شرط تسليمه الخ: مکفول بہ کو قاضی کی مجلس میں ادا کرنے کی شرط لگانے کی صورت میں قاضی ہی کی مجلس میں ادا کرنا ضروری ہے، حالات کو دیکھتے ہوئے فتویٰ اسی قول پر ہے۔

وَكَذَا يَبْرَأُ الْكَفِيلُ بِتَسْلِيمِ الْمَطْلُوبِ نَفْسَهُ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَبِتَسْلِيمِ وَكِيلِ الْكَفِيلِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ وَرَسُولِهِ إِلَيْهِ لِأَنَّ رَسُولَهُ إِلَى غَيْرِهِ كَالْأَجْنَبِيِّ. وَفِيهِ: يُشْتَرَطُ قَبُولُ الطَّالِبِ، وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَقُولَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ سَلَّمْتُ إِلَيْكَ عَنِ الْكَفِيلِ دُرَرٌ .مِنْ كَفَالَتِهِ أَيْ بِحُكْمِ الْكَفَالَةِ عَيْنِيٌّ، وَإِلَّا لَا يَبْرَأُ ابْنُ كَمَالٍ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: ایسے ہی کفیل بری ہو جائے گا، مطلوب خود کو حوالہ کرنے سے، مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے، وکیل الکفیل کے حوالہ کرنے سے، وکیل کے اس کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے اور طالب کی طرف کفیل کے قاصد سے اس لیے کہ کفیل کا قاصد دوسرے کی طرف اجنبی کی طرح ہے اس میں طالب کا قبول کرنا شرط ہے اور ان میں سے ہر ایک کا ''سلمت الیک من الکفیل'' کہنا (بھی) شرط ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اس کی کفالت یعنی کفالت کے حکم سے جیسا کہ عینی میں ہے، ورنہ بری نہ ہوگا، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

مکفول بہ خود کو حوالہ کردے

و كذا يبرأ الكفيل الخ: کفالت بالنفس میں، اگر مکفول بہ خود کو طالب کے حوالہ کر دے، تو کفیل بری ہو جائے گا، اس لیے کہ مقصود حاصل ہو گیا۔

وکیل یا قاصد کی طرف سے حوالگی

و بتسليم وكيل الكفيل الخ: کفیل کے وکیل یا اس کے قاصد نے، مکفول بہ کو حوالہ کر دیا، تو کفیل بری ہو جائے گا شرط یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں طالب قبول کرلے اور یہ تینوں یعنی مطلوب، وکیل اور قاصد طالب سے یہ کہہ بھی دے کہ میں نے یہ آپ کو کفیل کی کفالت سے ادا کر دیا۔

فَإِنْ قَالَ إِنْ لَمْ أُوَافِ أَيْ آتِي بِهِ غَدًا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ مِنَ الْمَالِ فَلَمْ يُوَافِ بِهِ مَعَ قُدْرَتِهِ عَلَيْهِ فَلَوْ عَجَزَ لِحَبْسٍ أَوْ مَرَضٍ لَمْ يَلْزَمْهُ الْمَالُ إِلَّا إِذَا عَجَزَ بِمَوْتِ الْمَطْلُوبِ أَوْ جُنُونِهِ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ أَوْ مَاتَ الْمَطْلُوبُ فِي الصُّورَةِ الْمَذْكُورَةِ ضَمِنَ الْمَالَ فِي الصُّورَتَيْنِ لِأَنَّهُ عَلَّقَ الْكَفَالَةَ بِالْمَالِ بِشَرْطٍ مُتَعَارَفٍ فَصَحَّ وَلَا يَبْرَأُ عَنْ كَفَالَةِ النَّفْسِ لِعَدَمِ التَّنَافِي، فَلَوْ أَبْرَأَهُ عَنْهَا فَلَمْ يُوَافِ بِهِ لَمْ يَجِبِ الْمَالُ لِفَقْدِ شَرْطِهِ، قَيَّدَ بِمَوْتِ الْمَطْلُوبِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ مَاتَ الطَّالِبُ طَلَبَ وَارِثُهُ، وَلَوْ مَاتَ الْكَفِيلُ طُولِبَ وَارِثُهُ دُرَرٌ، فَإِنْ دَفَعَهُ الْوَارِثُ إِلَى الطَّالِبِ بَرِئَ، وَإِنْ لَمْ

يَدْفَعْهُ حَتّٰى مَضَى الْوَقْتُ كَانَ الْمَالُ عَلَى الْوَارِثِ يَعْنِي مِنْ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ عَيْنِيٌّ.

ترجمہ: اگر کفیل نے کہا اگر میں کل اس کو نہ لے آؤں، تو میں اس کے مال کا ضامن ہوں، تو اگر قدرت کے باوجود نہیں لایا (تو کیا ہوگا؟ اس کو آگے بیان کیا)؛ لیکن اگر وہ قید یا مرض کی وجہ سے عاجز ہو جائے، تو مال لازم نہ ہوگا، الا یہ کہ جب مطلوب کی موت یا اس کے جنون سے عاجز ہو جائے، جیسا کہ مصنف علام نے اس کو اپنے قول میں بیان کیا یا صورت مذکورہ میں مطلوب مرگیا، تو دونوں صورتوں میں مال لازم ہوگا، اس لیے کہ اس نے کفالت کو مال پر معلق کیا، شرط متعارف کے ساتھ، لہٰذا صحیح ہے اور کفالت بالنفس سے بری نہ ہوگا، اس لیے کہ تفاوت نہیں ہے، لہٰذا اگر طالب نے کفیل کو حاضر کرنے سے بری کر دیا جس کی وجہ سے اس نے حاضر نہیں کیا، تو شرط فوت ہونے کی وجہ سے مال واجب نہ ہوگا مطلوب کی موت سے مقید کیا اس لیے کہ اگر طالب مرجائے تو اس کے وارث طلب کریں گے اور اگر کفیل مرجائے، تو اس کے وارث سے مطالبہ کیا جائے گا، جیسا کہ درر میں ہے، لہٰذا اگر وارث طالب کو دے دیں، تو بری ہو جائے گا؛ اگر نہیں دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا، تو وارث پر یعنی میت کے ترکے سے مال واجب ہوگا۔

کفالت بالنفس میں مال واجب ہونے کی صورت

فان قال ان لم اواف الخ: کفیل بالنفس نے کہا کہ اگر میں کل اس کو حاضر نہ کروں، تو مجھ پر اتنا مال ہے اس صورت میں، اگر کفیل قدرت کے باوجود مکفول بہ کو حاضر نہیں کرے گا، تو اس پر مکفول بہ کے عوض میں جو مال اپنے اوپر لازم کیا ہے وہ مال دینا ہوگا، الا یہ کہ مکفول بہ مرجائے یا مجنون ہو جائے، تو اس صورت میں بھی وہ عاجز ہے؛ لیکن یہ عجز من کل وجہ ہے، اس لیے ہر حال میں اس پر مال لازم ہوگا اور وہ عجز جس میں عجز من کل وجہ ثابت نہیں ہوتا ہے؛ بل کہ فی الحال ثابت ہوتا ہے، جیسے مکفول بہ بیمار ہو گیا یا جیل چلا گیا، اس حال میں کفیل عاجز ضرور ہے؛ لیکن یہ عجز ایک وقت تک ہے، مکفول بہ کی صحت یا رہائی کے بعد کفیل حاضر کرنے پر قادر ہو جائے گا، اس لیے ان صورتوں میں مال واجب نہ ہوگا، البتہ موت اور جنون کی صورت میں حوالہ ناممکن ہو گیا ہے، اس لیے ہر حال میں مال ہی لازم ہوگا "ان المراد انها مثله في سقوط المطالبة في الحال لا من كل وجه"۔ (ردالمحتار ۷/۵۷۱)

وَلَوِاخْتَلَفَا فِي الْمُوَافَاةِ وَعَدَمِهَا فَالْقَوْلُ لِلطَّالِبِ لِأَنَّهُ مُنْكِرُهَا وَ حِينَئِذٍ فَالْمَالُ لَازِمٌ عَلَى الْكَفِيلِ خَانِيَّةٌ. وَفِيهَا: وَلَوْ اخْتَفَى الطَّالِبُ فَلَمْ يَجِدْهُ الْكَفِيلُ نَصَّبَ الْقَاضِي عَنْهُ وَكِيلًا، وَلَا يُصَدَّقُ الْكَفِيلُ عَلَى الْمُوَافَاةِ إلَّا بِحُجَّةٍ. ادَّعَى عَلَى آخَرَ حَقًّا عَيْنِيٌّ أَوْ مِائَةَ دِينَارٍ وَلَمْ يُبَيِّنْهَا أَجَيِّدَةٌ أَمْ رَدِيئَةٌ أَوْ أَشْرَافِيَّةٌ لِتَصِحَّ الدَّعْوَى فَقَالَ رَجُلٌ لِلْمُدَّعِي دَعْهُ فَأَنَا كَفِيلٌ بِنَفْسِهِ وَ إِنْ لَمْ أُوَافِكَ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ أَيْ فَعَلَيَّ الْمِائَةُ فَلَمْ يُوَافِ الرَّجُلُ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمِائَةُ الَّتِي بَيَّنَهَا الْمُدَّعِي، إمَّا بِالْبَيِّنَةِ أَوْ بِإِقْرَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَتَصِحُّ الْكَفَالَتَانِ؛ لِأَنَّهُ إذَا بَيَّنَ الْتَحَقَ الْبَيَانُ بِأَصْلِ الدَّعْوَى فَتَبَيَّنَ صِحَّةُ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ فَتَرَتَّبَ عَلَيْهَا الثَّانِيَةُ وَالْقَوْلُ لَهُ أَيْ لِلْكَفِيلِ فِي الْبَيَانِ لِأَنَّهُ يَدَّعِي صِحَّةَ الْكَفَالَةِ، وَكَلَامُ السِّرَاجِ يُفِيدُ اشْتِرَاطَ إقْرَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِالْمَالِ فَلْيُحَرَّرْ.

ترجمہ: اور اگر حق دینے یا نہ دینے میں دونوں نے اختلاف کیا، تو طالب کا قول معتبر ہوگا، اس لیے کہ وہ اس کا منکر

ہے اور اس وقت کفیل پر لازم ہوگا، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور طالب چھپ گیا، جسے کفیل نے نہیں پایا، تو طالب کی طرف قاضی وکیل بنائے گا، گواہی کے بغیر ادائے گی میں کفیل کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کسی نے دوسرے پر حق کا دعویٰ کیا، جیسا کہ عینی میں ہے یا سو دینار کا؛ لیکن اس نے یہ نہیں بیان کیا کہ عمدہ ہے کہ ردی یا اشرفی، تا کہ دعویٰ صحیح ہو، اتنے میں کسی نے مدعی سے کہا، اس کو چھوڑ دے، میں اس کے نفس کا کفیل ہوں، اگر میں کل اس کو حاضر نہ کروں، تو مجھ پر سو دینار ہیں، اگر وہ آدمی کل اس کو حاضر نہ کرے، تو اس پر سو دینار ہیں، جن کو مدعی نے بیان کیا ہے، خواہ گواہ سے ہوں یا مدعی علیہ کے اقرار سے اور دونوں کفالت صحیح ہیں، اس لیے کہ جب بیان کر دیا، تو بیان اصل دعویٰ کے ساتھ ملحق ہو کر، کفالت بالنفس کی صحت ظاہر ہو جائے گی، لہٰذا اس پر دوسری (کفالت بالمال) مرتب ہو جائے گی اور بیان میں کفیل کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ کفالت کی صحت کا مدعی ہے اور سراج کے کلام سے مدعی علیہ کے اقرار کی شرط کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اس کی تنقیح ہونی چاہیے۔

دونوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں

و لو اختلفا فی الموافاۃ الخ: طالب اور کفیل میں اختلاف ہو گیا، طالب کہتا ہے کہ نہیں دیا ہے اور کفیل کہہ رہا ہے کہ دے دیا ہے، تو طالب کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ منکر ہے اور گواہ ویمین نہ ہونے کی صورت میں منکر کے قول کا اعتبار ہوتا ہے۔

(لَا يُجْبَرُ) الْمُدَّعَى عَلَيْهِ (عَلَى إِعْطَاءِ الْكَفِيلِ بِالنَّفْسِ فِي) دَعْوَى (حَدٍّ وَقَوَدٍ) مُطْلَقًا. وَقَالَا: يُجْبَرُ فِي قَوَدٍ وَحَدِّ قَذْفٍ وَسَرِقَةٍ كَتَعْزِيرٍ؛ لِأَنَّهُ حَقُّ آدَمِيٍّ، وَالْمُرَادُ بِالْجَبْرِ الْمُلَازَمَةُ لَا الْحَبْسُ (وَلَوْ أَعْطَى) بِرِضَاهُ كَفِيلًا فِي قَوَدٍ وَقَذْفٍ وَسَرِقَةٍ (جَازَ) اتِّفَاقًا ابْنُ كَمَالٍ، وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّهَا فِي حُقُوقِهِ تَعَالَى لَا تَجُوزُ نَهْرٌ. قُلْت: وَسَيَجِيءُ أَنَّهَا لَا تَصِحُّ بِنَفْسِ حَدٍّ وَقَوَدٍ فَلْيَكُنْ التَّوْفِيقُ (وَلَا حَبْسَ فِيهِمَا حَتَّى يَشْهَدَ شَاهِدَانِ مَسْتُورَانِ أَوْ) وَاحِدٌ (وَعَدْلٌ) يَعْرِفُهُ الْقَاضِي بِالْعَدَالَةِ؛ لِأَنَّ الْحَبْسَ لِلتُّهْمَةِ مَشْرُوعٌ وَكَذَا تَعْزِيرُ الْمُتَّهَمِ بَحْرٌ

فَوَائِدُ: لَا يَلْزَمُ أَحَدًا إِحْضَارُ أَحَدٍ فَلَا يَلْزَمُ الزَّوْجَ إِحْضَارُ زَوْجَتِهِ لِسَمَاعِ دَعْوَى عَلَيْهَا إِلَّا فِي أَرْبَعٍ: كَفِيلُ نَفْسٍ، وَسَجَّانُ قَاضٍ، وَالْأَبُ فِي صُورَتَيْنِ فِي الْأَشْبَاهِ وَفِي حَاشِيَتِهَا لِابْنِ الْمُصَنِّفِ مَعْزِيًّا لِإِحْكَامَاتِ الْعِمَادِيَّةِ الْأَبُ يُطَالَبُ بِإِحْضَارِهِ طِفْلَهُ إِذَا تَغَيَّبَ وَفِيهَا الْقَاضِي يَأْخُذُ كَفِيلًا بِإِحْضَارِ الْمُدَّعِي، وَكَذَا الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي أَرْبَعٍ: مُكَاتَبُهُ، وَمَأْذُونُهُ، وَوَصِيٌّ، وَوَكِيلٌ إِذَا لَمْ يُثْبِتْ الْمُدَّعِي الْوِصَايَةَ وَالْوَكَالَةَ. وَفِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ عَنْ مُحَمَّدٍ إِذَا كَانَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَعْرُوفًا لَا يُجْبَرُ عَلَى الْكَفِيلِ وَلَوْ كَانَ غَرِيبًا لَا يُجْبَرُ اتِّفَاقًا بَلْ حَقُّهُ فِي الْيَمِينِ فَقَطْ اهـ بِإِبْرَاءِ الْأَصِيلِ يَبْرَأُ الْكَفِيلُ إِلَّا كَفِيلَ النَّفْسِ إِلَّا إِذَا قَالَ لَا حَقَّ لِي قِبَلَهُ وَلَا لِمُوَكِّلِي وَلَا لِيَتِيمٍ أَنَا وَصِيُّهُ وَلَا لِوَقْفٍ أَنَا مُتَوَلِّيهِ فَحِينَئِذٍ يَبْرَأُ الْكَفِيلُ أَشْبَاهٌ

ترجمہ: مدعیٰ علیہ کو مجبور نہیں کیا جائے گا حد اور قصاص کے دعویٰ میں، کفالت بالنفس کو حاضر کرنے میں، مطلقا اور حضرات صاحبین نے کہا کہ قصاص، حد قذف اور چوری میں، جیسے تعزیر، اس لیے کہ یہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد ملازمت ہے، نہ

کہ حبس اور اگر مدعیٰ علیہ اپنی مرضی سے حد اور قصاص میں، کفالت دے دے، تو جائز ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے اور ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ آرہا ہے کہ کفالت نفس حد اور قود میں صحیح نہیں ہے، اس لیے تطبیق ہونی چاہیے، ان دونوں صورتوں میں قید نہیں ہے، یہاں تک کہ دو مستور گواہ گواہی دیں یا ایک عادل جس کی عدالت سے قاضی واقف ہو اس لیے کہ حبس تہمت کی وجہ سے مشروع ہے، ایسے ہی متہم کی تعزیر مشروع ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

فائدے: کسی پر کسی کو حاضر کرنا لازم نہیں ہے، اس لیے شوہر پر لازم نہیں ہے کہ بیوی کو حاضر کرے، اس پر دعویٰ کی سماعت کے لیے، مگر چار مسائل میں (۱) کفیل بالنفس (۲) قاضی کے داروغہ (۳-۴) اور دو صورتوں میں باپ کو، جیسا کہ اشباہ میں ہے ابن مصنف کے حاشیہ علی الاشباہ میں احکام العمادیہ کے حوالہ سے ہے کہ باپ سے اس کے لڑکے کو حاضر کرنے کے لیے کہا جائے گا، جب وہ غائب ہو جائے، اشباہ میں ہے کہ قاضی مدعی کو حاضر کرنے کے لیے کفیل لے، ایسے ہی مدعیٰ علیہ کو، مگر چار صورتوں میں، مکاتبت، ماذون اور وصیت و وکالت میں، جب کہ مدعی نے وصیت و وکالت ثابت نہ کی ہو، شرح المجمع میں امام محمد سے روایت ہے کہ جب مدعیٰ علیہ مشہور ہو، تو کفالت پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر غیر مشہور ہے تو بالاتفاق مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بل کہ اس کا حق صرف قسم میں ہے، اصیل بری کرنے سے، کفیل بری ہو جائے گا؛ مگر کفیل بالنفس، الا یہ کہ طالب کہے کہ میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، نہ ہی میرے موکل کا، نہ اس یتیم کا جس کا میں وصی ہوں اور نہ ہی اس وقف کا جس کا میں متولی ہوں، تو اس وقت کفیل بری ہو جائے گا، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

حدود وقصاص میں کفالت

لا يجبر المدعي عليه الخ: حدود وقصاص دو طرح کے ہیں ایک یہ کہ ان کا تعلق حق اللہ سے ہو چاہے حدِ زنا و شرب خمر ان میں تو کفیل بننا صحیح نہیں ہے، دوسرا یہ کہ ان کا تعلق حق العباد سے ہو، جیسے حد سرقہ اس دوسری قسم کے حد اور قصاص میں کوئی کفیل بننا چاہے، تو بن سکتا ہے اور یہاں اسی دوسری قسم کو بیان کیا گیا ہے۔ "فليكن التوفيق اي فليكن ظاهر كلامهم المذكور توفيقا بين ما ذكره المصنف من انه لو اعطى كفيلا برضاه جاز و بين ما سيجئى يحمل ما هنا على حقوق العباد و ما سيجئى على حقوقه تعالىٰ" (ردالمحتار ۷/۵۷۶) "اما لو كفل بنفس من على الحد تصح لكن هذا في الحدود التي فيها للعباد حق لحد القذف، بخلاف الحدود الخالصة كما تقدم بيانه" (ردالمحتار ۷/۵۸۹)

وَ أَمَّا كَفَالَةُ الْمَالِ فَتَصِحُّ وَلَوْ الْمَالُ مَجْهُولًا بِهِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ الْمَالُ دَيْنًا صَحِيحًا إِلَّا إِذَا كَانَ الدَّيْنُ مُشْتَرَكًا كَمَا سَيَجِيءُ؛ لِأَنَّ قِسْمَةَ الدَّيْنِ قَبْلَ قَبْضِهِ لَا تَجُوزُ ظَهِيرِيَّةٌ وَإِلَّا فِي مَسْأَلَةِ النَّفَقَةِ الْمُقَرَّرَةِ فَتَصِحُّ مَعَ أَنَّهَا تَسْقُطُ بِمَوْتٍ وَطَلَاقٍ أَشْبَاهٌ، وَكَأَنَّهُمْ أَخَذُوا فِيهَا بِالِاسْتِحْسَانِ لِلْحَاجَةِ لَا بِالْقِيَاسِ وَإِلَّا فِي بَدَلِ السِّعَايَةِ عِنْدَهُ بَزَّازِيَّةٌ، وَكَأَنَّهُ أُلْحِقَ بِبَدَلِ الْكِتَابَةِ وَإِلَّا فَهُوَ لَا يَسْقُطُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ التَّعْجِيزَ، فَيُلْغَزُ: أَيُّ دَيْنٍ صَحِيحٌ وَلَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ، وَأَيُّ دَيْنٍ ضَعِيفٌ وَتَصِحُّ بِهِ

ترجمہ: کفالت بالمال صحیح ہے، اگرچہ مال مجہول ہو، اس شرط کے ساتھ کہ دین صحیح ہو، مگر جب دین مشترک ہو، جیسا

کہ آرہا ہے، اس لیے کہ قبضہ کرنے سے پہلے دین کی تقسیم جائز نہیں ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے مگر نفقۂ مقررہ کے مسئلے میں صحیح ہے، مدت اور طلاق سے ساقط ہو جانے کے باوجود، جیسا کہ اشباہ میں ہے، گویا کہ حضرات فقہائے کرام نے اس مسئلے میں استحسان سے دلیل پکڑی ہے، نہ کہ قیاس سے اور بدلِ سعایہ میں امام اعظم کے نزدیک (کفالت) صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، گویا کہ انھوں نے اس کو بدلِ کتابت کے ساتھ ملحق کر کے (دین صحیح قرار دیا) ورنہ تو ساقط نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا ہے، لہٰذا بطور پہیلی کے پوچھتے ہیں کہ کون ایسا دین ہے جو صحیح ہے، لیکن کفالت صحیح نہیں ہے اور کون سا دین ضعیف ہے؛ لیکن اس میں کفالت صحیح ہے۔

کفالت بالمال و اما کفالت المال الخ: دین صحیح میں کفالت بالمال صحیح ہے، اگر چہ مال مجہول ہو۔

وَ الدَّيْنُ الصَّحِيحُ هُوَ مَا لَا يَسْقُطُ إِلَّا بِالْأَدَاءِ أَوْ الْإِبْرَاءِ وَلَوْ حُكْمًا بِفِعْلٍ يَلْزَمُهُ سُقُوطُ الدَّيْنِ فَيَسْقُطُ دَيْنُ الْمَهْرِ بِمُطَاوَعَتِهَا لِابْنِ الزَّوْجِ لِلْإِبْرَاءِ الْحُكْمِيِّ ابْنُ كَمَالٍ فَلَا تَصِحُّ بِبَدَلِ الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ لَا يَسْقُطُ بِدُونِهَا بِالتَّعْجِيزِ، وَلَوْ كَفَلَ وَأَدَّى رَجَعَ بِمَا أَدَّى بَحْرٌ، يَعْنِي لَوْ كَفَلَ بِأَمْرِهِ، وَسَيَجِيءُ قَيْدٌ آخَرُ بِكَفَلْتُ مُتَعَلِّقٌ بِتَصِحُّ عَنْهُ بِأَلْفٍ مِثَالُ الْمَعْلُومِ

ترجمہ: دین صحیح وہ ہے، جو ادا کرنے یا بری کرنے سے ہی ساقط ہو، اگر حکماً ہو، ایسے فعل سے جس سے دین کا ساقط ہونا لازم آئے، لہٰذا مہر کا قرض ساقط ہو جائے گا، شوہر کے لڑکے سے وطی کرانے سے، حکماً معاف ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، لہٰذا بدلِ کتابت میں کفالت صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان دونوں کے بغیر تعجیز سے ساقط ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر کسی نے کفیل ہو کر ادا کر دیا، تو اس سے لے لے، جو اس نے ادا کیا ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، یعنی اگر مکاتب کے حکم سے کفیل بنا ہے اور دوسری قید آرہی ہے۔

دین صحیح و الدین الصحیح الخ: دین صحیح وہ ہے، جو صرف ادا یا بری کرنے سے ہی ساقط ہوتا ہے۔

بدل کتابت میں کفالت؟ فلا تصح ببدل الکتابۃ: بدل کتابت چوں کہ غلام کے ادا کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے، جس کی بنیاد پر یہ دین ضعیف ہے اور دین ضعیف میں کفالت صحیح نہیں ہے، اس لیے بدلِ کتابت میں کفالت صحیح نہیں ہے۔

مالِ معروف کی مثال بکفلت متعلق الخ: یہ دین صحیح کی مثال ہے، جس میں کفالت درست ہے۔

وَ مَثَّلَ الْمَجْهُولَ بِأَرْبَعَةِ أَمْثِلَةٍ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ، وَبِمَا يُدْرِكُكَ فِي هَذَا الْبَيْعِ وَهَذَا يُسَمَّى ضَمَانَ الدَّرَكِ وَبِمَا بَايَعْتَ فُلَانًا فَعَلَيَّ وَكَذَا قَوْلُ الرَّجُلِ لِامْرَأَةِ الْغَيْرِ كَفَلْتُ لَكِ النَّفَقَةَ أَبَدًا مَا دَامَتْ الزَّوْجِيَّةُ خَانِيَّةٌ فَلْيُحْفَظْ. وَمَا غَصَبَكَ فُلَانٌ فَعَلَيَّ مَا هُنَا شَرْطِيَّةٌ أَيْ إِنْ بَايَعْتَه فَعَلَيَّ لَا مَا اشْتَرَيْتَه لِمَا سَيَجِيءُ أَنَّ الْكَفَالَةَ بِالْمَبِيعِ لَا تَجُوزُ، وَشَرَطَ فِي الْكُلِّ الْقَبُولَ: أَيْ وَلَوْ دَلَالَةً، بِأَنْ بَايَعَهُ أَوْ غَصَبَ مِنْهُ لِلْحَالِ نَهْرٌ، وَلَوْ بَاعَ ثَانِيًا لَمْ يَلْزَمْ الْكَفِيلَ إِلَّا فِي كُلَّمَا، وَقِيلَ يَلْزَمُ

إِلَّا فِي إِذَا وَعَلَيْهِ الْقُهُسْتَانِيُّ وَالشُّرُنْبُلَالِي فَلْيُحْفَظْ. وَلَوْ رَجَعَ عَنْهُ الْكَفِيلُ قَبْلَ الْمُبَايَعَةِ صَحَّ، بِخِلَافِ الْكَفَالَةِ بِالذَّوْبِ وَبِخِلَافِ: مَا غَصَبَكَ النَّاسُ أَوْ مَنْ غَصَبَكَ مِنَ النَّاسِ أَوْ بَايَعَك أَوْ قَتَلَكَ أَوْ مَنْ غَصَبْته أَوْ قَتَلْته فَأَنَا كَفِيلُهُ فَإِنَّهُ بَاطِلٌ، كَقَوْلِهِ مَا غَصَبَك أَهْلُ هَذِهِ الدَّارِ فَأَنَا ضَامِنُهُ فَإِنَّهُ بَاطِلٌ حَتَّى يُسَمِّيَ إِنْسَانًا بِعَيْنِهِ

ترجمه: مصنف علام نے مجہول کی چار مثالیں بیان کی ہیں (۱) میں کفیل بنا تیرے اس مال کا جو اس پر ہے (۲) میں کفیل ہوں، اس مال کا جو تجھے دینا پڑے، اس بیع میں، اس کو ضمان الدرک کہا جاتا ہے (۳) جو تو نے فلاں کو بیچا ہے وہ مجھ پر ہے، ایسے ہی کسی آدمی کا دوسرے کی بیوی سے کہنا کہ جب تک تیرا نکاح ہے، تب تک تیرے نفقہ کا میں کفیل ہوں، جیسا کہ خانیہ میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے (۴) اس شخص نے جو تیرا مال غصب کیا ہے، وہ مجھ پر ہے، تیسری اور چوتھی مثال میں مشروطیہ ہے، یعنی اگر تو اس کے ہاتھ بیچے گا، تو وہ مجھ پر ہے، نہ کہ جو تو خریدے، اس لیے کہ آرہا ہے کہ کفالت بالمبیع جائز نہیں ہے اور ہر ایک میں قبول کرنا شرط ہے، یعنی اگر چہ دلالۃً ہو، اس طور پر کہ اس نے اس سے بیع کی ہو یا غصب کیا ہو فی الحال، جیسا کہ نہر میں ہے، اور اگر دوسری مرتبہ بیع کی، تو کفیل پر لازم نہیں ہے؛ مگر کلما کے ساتھ کہنے میں اور دوسرا قول یہ ہے کہ لازم ہے؛ مگر اذا میں اسی پر قہستانی اور شرنبلالی ہیں، اس لیے اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اگر کفیل بیع کرنے سے پہلے کفالت سے رجوع کر لے، تو صحیح ہے، بخلاف لفظ ذوب سے کفالت کے ــــــ اور بخلاف ''ماغصبک الناس او من غصب من الناس او بایعک او قتلک او من غصبته او قتلته فانا کفیله'' اس لیے کہ یہ باطل ہے، جیسے کسی شخص کا قول ''ماغصبک اهل هذه الدار فانا ضامنه'' یہ بھی باطل ہے، یہاں تک کہ کسی معین انسان کا نام لے۔

مال مجہول کی مثالیں

و مثل المجهول الخ: مصنف علام نے مال مجہول کی ان چار مثالوں کو پیش کیا ہے، جن میں کفالت صحیح ہے، اس لیے ان چار صورتوں میں صرف مال مجہول ہے، باقی کفیل اور مکفول لہ معروف ہیں، اس لیے کفالت صحیح ہو جائے گی اور شارح علام نے جو مثالیں دی ہیں ان میں کہیں مکفول عنہ مجہول ہے اور کہیں مکفول لہ، اسی لیے کفالت درست نہیں ہے۔ ''و قد ذکر الشارح ست مسائل ففی الاولی جهالة المکفول عنه و فی الثانية و الثالثة و الرابعة جهالة المکفول بنفسه و فی الخامسة و السادسة جهالة المکفول له''۔ (ردالمحتار ۷/۵۸۵)

(أَوْ عُلِّقَتْ بِشَرْطٍ صَرِيحٍ مُلَائِمٍ) أَيْ مُوَافِقٍ لِلْكَفَالَةِ بِأَحَدِ أُمُورٍ ثَلَاثَةٍ: بِكَوْنِهِ شَرْطًا لِلُزُومِ الْحَقِّ (نَحْوُ) قَوْلِهِ (إِنْ اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ) أَوْ جَحَدَكَ الْمُودِعُ أَوْ غَصَبَك كَذَا أَوْ قَتَلَك أَوْ قَتَلَ ابْنَك أَوْ صَيْدَك فَعَلَيَّ الدِّيَةُ وَرَضِيَ بِهِ الْمَكْفُولُ جَازَ، بِخِلَافِ إِنْ أَكَلَك سَبُعٌ (أَوْ) شَرْطًا (لِإِمْكَانِ الِاسْتِيفَاءِ نَحْوُ إِنْ قَدِمَ زَيْدٌ) فَعَلَيَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ، وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ (وَهُوَ) أَيْ وَالْحَالُ أَنَّ زَيْدًا (مَكْفُولٌ عَنْهُ) أَوْ مُضَارِبُهُ أَوْ مُودِعُهُ أَوْ غَاصِبُهُ جَازَتِ الْكَفَالَةُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِقُدُومِهِ لِتَوَسُّلِهِ لِلْأَدَاءِ (أَوْ) شَرْطًا (لِتَعَذُّرِهِ) أَيِ الِاسْتِيفَاءِ (نَحْوُ إِنْ غَابَ زَيْدٌ عَنِ الْمِصْرِ) فَعَلَيَّ وَأَمْثِلَتُهُ كَثِيرَةٌ، فَهَذِهِ جُمْلَةُ الشُّرُوطِ الَّتِي يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْكَفَالَةِ بِهَا

ترجمہ: (کفالت صحیح ہے) کفالت کے موافق شرط صریح کے ساتھ معلق کرنے کی صورت میں، تین چیزوں میں سے ایک کے ساتھ اس طور پر کہ لزوم حق کے لیے شرط ہو، جیسے کفیل کا قول کہ اگر مبیع کا مستحق نکلے، یا امین امانت سے انکار کرے، یا تجھ سے غصب کرلے یا تجھے یا تیرے لڑکے کو یا تیرے شکار کو قتل کردے، تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول لہ اس سے راضی ہو، تو جائز ہے، بخلاف اس کے کہ اگر تجھ کو درندہ کھا جائے (تو میں ضامن ہوں) یا امکان استیفاء کے لیے شرط ہو، جیسے اگر زید آئے گا تو اس پر والا قرض مجھ پر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف علام کے اس قول کا کہ وہ یعنی زید مکفول عنہ یا اس کا مضارب یا اس کا امین یا اس کا غاصب ہے، لہٰذا اس کی آمد پر ادائے گی متعلق ہونے کی وجہ سے کفالت جائز ہے یا شرط ہو استیفائے دین متعذر ہونے کی وجہ سے جیسے زید اگر شہر سے غائب ہوجائے، تو دین مجھ پر ہے اور متعذر کی مثالیں بہت ہیں ـــــ یہ وہ شرطیں ہیں، جن کے ساتھ کفالت کو معلق کرنا جائز ہے۔

کفالت کو موافق شرط کے ساتھ معلق کرنا

او علقت بشرط الخ: کفالت کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کرنا، جو اس کے موافق یعنی ادائیگی کے لیے معاون ہو، تو جائز ہے، اس لیے کہ ان شرطوں سے کسی بھی فریق کو کوئی نقصان نہیں ہے "والاصل فیہ قولہ تعالیٰ ولمن جاء بہ حمل بعیر و انا بہ زعیم"۔
(ہدایہ مع الفتح ۷/ ۱۸۳)

وَلَا تَصِحُّ إنْ عُلِّقَتْ بِغَيْرِ مُلَائِمٍ نَحْوُ إنْ هَبَّتْ الرِّيحُ أَوْ جَاءَ الْمَطَرُ لِأَنَّهُ تَعْلِيقٌ بِالْخَطَرِ فَتَبْطُلُ وَلَا يَلْزَمُ الْمَالُ وَمَا فِي الْهِدَايَةِ سَهْوٌ كَمَا حَرَّرَهُ ابْنُ الْكَمَالِ، نَعَمْ لَوْ جَعَلَهُ أَجَلًا صَحَّتْ وَلَزِمَ الْمَالُ لِلْحَالِ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: کفالت صحیح نہیں ہے، اگر غیر موافق شرط کے ساتھ معلق کرے، جیسے اگر ہوا چلے یا بارش ہو، اس لیے کہ یہ خطرے کے ساتھ تعلیق ہے، لہٰذا باطل ہو کر مال لازم نہ ہوگا اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے، جیسا کہ ابن کمال نے لکھا ہے، البتہ اگر شرط غیر موافق کو مدت قرار دے، تو کفالت صحیح ہو کر مال لازم ہوگا، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

کفالت کو مخالف شرط کے ساتھ معلق کرنا

و لا تصح الخ: کفالت کو مخالف شرط یعنی ایسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جو سبب لزوم میں سے نہیں ہے، تو کفالت باطل ہے، اس لیے کہ جب لازم ہی نہیں ہو رہا ہے، تو ایک فریق کے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے اور دھوکہ ممنوع ہے اس لیے کفالت ہی نہ ہوگی۔

وَلَا تَصِحُّ أَيْضًا بِجَهَالَةِ الْمَكْفُولِ عَنْهُ فِي تَعْلِيقٍ وَإِضَافَةٍ لَا تَخْيِيرٍ كَكَفَلْت بِمَا لَكَ عَلَى فُلَانٍ أَوْ فُلَانٍ فَتَصِحُّ، وَالتَّعْيِينُ لِلْمَكْفُولِ لَهُ؛ لِأَنَّهُ صَاحِبُ الْحَقِّ

ترجمہ: نیز کفالت صحیح نہیں ہے مکفول عنہ کی جہالت سے تعلیق اور اضافت میں، نہ تخییر میں، جیسے میں کفیل ہوا تیرے اس مال کا جو فلاں یا فلاں پر ہے، تو صحیح ہے، اس لیے صاحب حق ہونے کی وجہ سے مکفول لہ کو متعین کرنے کا حق ہے۔

مکفول عنہ مجہول ہونا

و لا تصح الخ: مکفول عنہ اگر مجہول ہے، تو کفالت صحیح نہیں ہے؛ البتہ ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے کہ مکفول عنہ غیر متعین ہیں؛ لیکن کم ہیں، کم ہونے کی صورت متعین کرنا آسان ہے، جیسے

مکفول عنہ غیر متعین دو ہیں، توان دونوں میں سے ایک کو متعین کرنے کا اختیار مکفول لہٗ کو ملے گا، اس لیے کہ وہ صاحبِ حق ہے۔

وَلَا بِجَهَالَةِ الْمَكْفُولِ لَهُ وَبِهِ مُطْلَقًا، نَعَمْ لَوْ قَالَ: كَفَلْت رَجُلًا أَعْرِفُهُ بِوَجْهِهِ لَا بِاسْمِهِ جَازَ، وَأَيُّ رَجُلٍ أَتَى بِهِ وَحَلَفَ أَنَّهُ هُوَ بَرَّ بَزَّازِيَّةٌ. وَفِي السِّرَاجِيَّةِ قَالَ لِضَيْفِهِ وَهُوَ يَخَافُ عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ الذِّئْبِ إِنْ أَكَلَ الذِّئْبُ حِمَارَك فَأَنَا ضَامِنٌ فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ لَمْ يَضْمَنْ نَحْوُ مَا ذَابَ أَيْ مَا ثَبَتَ لَكَ عَلَى النَّاسِ أَوْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ فَعَلَيَّ مِثَالٌ لِلْأَوَّلِ، وَنَحْوُهُ مَا بَايَعْت بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مُعِينُ الْفَتْوَى أَوْ مَا ذَابَ عَلَيْك لِلنَّاسِ أَوْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ عَلَيْك فَعَلَيَّ مِثَالٌ لِلثَّانِي

ترجمہ: کفالت صحیح نہیں ہے، مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے مطلقاً؛ البتہ اگر کہے میں ایسے آدمی کا کفیل ہوں، جس کو چہرے سے پہچانتا ہوں؛ لیکن نام سے نہیں جانتا، تو کفالت جائز ہے اور جس آدمی کو لا کر قسم کھائے کہ یہ وہی آدمی ہے، تو بری ہو جائے گا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور سراجیہ میں ہے کہ ایسے مہمان سے کہنا جو اپنی سواری پر بھیڑیے سے ڈرتا ہے؛ اگر تیرے گدھے کو بھیڑیا کھا جائے، تو میں ضامن ہوں، اگر گدھے کو بھیڑیا کھا جائے، تو ضامن نہ ہوگا، جیسے تیرا جو دین لوگوں پر ثابت ہو یا کسی شخص پر وہ مجھ پہ ہے، یہ پہلے (مسئلے) کی (مکفول عنہ مجہول ہونے کی) مثال ہے، اور جیسے لوگوں میں سے تو جس سے بیع کرے (وہ مجھ پر ہے) جیسا کہ معین المفتی میں ہے، یا جو تجھ پر لوگوں کا ثابت ہو یا ان میں سے کسی کا تجھ پر وہ مجھ پہ ہے؛ یہ دوسرے (مسئلے) کی مثال ہے۔

مکفول لہ مجہول ہونا

و لا بجهالة المكفول له: مکفول لہ اگر مجہول ہے اور کفالت تعلیق کی صورت میں ہو کہ اضافت کی صورت میں یا تنجیز کی صورت میں ہر حال میں کفالت باطل ہے؛ البتہ شرکت مفاوضہ کی کفالت مکفول لہ مجہول ہونے کی صورت میں بھی صحیح ہو جاتی ہے، اس لیے کہ مذکورہ صورت میں مکفول لہ کا ثبوت صراحتاً نہیں؛ بل کہ ضمناً ہوتا ہے۔ "يستثنى منه الكفالة في شركة المفاوضة فانها تصح مع جهالة المكفول له لثبوتها ضمنا لا صريحاً" (ردالمحتار ۷/۵۸۹)

مکفول بہ مجہول ہونا

و به: مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے، نہ کہ مال، اس لیے کہ پیچھے یہ بات آ چکی ہے کہ جہالتِ مال کی صورت میں بھی کفالت صحیح ہے "و المراد هنا النفس لا المال لما تقدم من ان جهالة المال غير مانعة من صحة الكفالة" (ردالمحتار ۷/۵۸۹)

وَلَا يَصِحُّ بِنَفْسِ حَدٍّ وَقِصَاصٍ لِأَنَّ النِّيَابَةَ لَا تَجْرِي فِي الْعُقُوبَاتِ وَلَا بِحَمْلِ دَابَّةٍ مُعَيَّنَةٍ مُسْتَأْجَرَةٍ لَهُ وَخِدْمَةِ عَبْدٍ مُعَيَّنٍ مُسْتَأْجَرٍ لَهَا أَيْ لِلْخِدْمَةِ؛ لِأَنَّهُ يَلْزَمُ تَغْيِيرُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَيَّنِ لِوُجُوبِ مُطْلَقِ الْفِعْلِ لَا التَّسْلِيمِ

ترجمہ: حد اور قصاص میں کفالت بالنفس صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ عقوبات میں نیابت جاری نہیں ہوتی ہے، کفالت صحیح نہیں ہے، معین جانور کی بار برداری کی، جس کو کرایہ پر لیا ہے اور نہ معین غلام کی خدمت کی، جس کو اجرت یعنی خدمت کے لیے لیا ہے، اس لیے کہ اس میں معقود علیہ کا بدلنا لازم آتا ہے، بخلاف غیر معین کے، مطلقاً کام لازم ہونے کی وجہ سے نہ کہ تسلیم۔

حدود وقصاص میں کفالت و لا یصح الخ: یہی عنوان پیچھے گذرا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

کرایہ کی چیزوں پر کفالت و لا یحمل دابة الخ: کرایہ پر لینے کی دو صورتیں ہیں (۱) ایک یہ جو چیز کرایہ میں لی جارہی ہے وہ متعین ہے مثال کے طور پر یہ گاڑی اس صورت میں، تو کفالت صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ کفیل اس گاڑی کو حاضر کرنے سے عاجز ہے، اس لیے لامحالہ اس کو دوسری گاڑی حاضر کرنی پڑے گی اور دوسری گاڑی حاضر کرنے کی صورت میں معقود علیہ بدل گیا، اس تغیر سے بچنے کے لیے متعین چیز کو کرایہ پہ لینے کی صورت میں کفالت صحیح نہیں ہوگی، البتہ اگر کرایہ پہ لی جانے والی چیز غیر معین ہے، تو وہاں کفالت صحیح ہے، اس لیے کہ اس صورت میں مقصود معقود علیہ نہیں ہے؛ بل کہ اصل مقصد کام ہے۔

وَلَا بِمَبِيعٍ قَبْلَ قَبْضِهِ وَمَرْهُونٍ وَأَمَانَةٍ بِأَعْيَانِهَا، فَلَوْ بِتَسْلِيمِهَا صَحَّ فِي الْكُلِّ دُرَرٌ، وَرَجَّحَهُ الْكَمَالُ فَلَوْ هَلَكَ الْمُسْتَأْجِرُ مَثَلًا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَكَفِيلِ النَّفْسِ

ترجمہ: کفالت صحیح نہیں ہے مبیع کی قبضہ کرنے سے پہلے اور عینِ مرہون وامانت کی؛ لیکن اگر حوالہ کی ضمانت ہو، تو ہر ایک میں صحیح ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اس کو کمال نے راجح قرار دیا ہے، لہٰذا اگر کرایہ پر لی گئی چیز ضائع ہو جائے مثال کے طور پر، تو کفیل پر کچھ نہیں ہے، جیسے کفالت بالنفس میں۔

قبل القبضہ مبیع کی ضمانت و لا بمبیع الخ: مشتری نے مبیع پہ ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اور اس مبیع کا اگر کوئی کفیل بننا چاہے، تو یہ کفالت صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی مالیت خود اصیل یعنی بائع پر لازم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر قبل القبضہ مبیع ضائع ہو جائے، تو مبیع فسخ ہو جائے گی، ایسا نہیں ہے کہ اس کی جگہ دوسری مبیع لازم ہوگی، البتہ بائع کے ذمے ہے کہ ثمن واپس کر دے۔

وَصَحَّ أَيْضًا لَوِ الْمَكْفُولُ بِهِ ثَمَنًا لِكَوْنِهِ دَيْنًا صَحِيحًا عَلَى الْمُشْتَرِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَبِيًّا مَحْجُورًا عَلَيْهِ فَلَا يَلْزَمُ الْكَفِيلَ تَبَعًا لِلْأَصِيلِ خَانِيَةٌ وَكَذَا لَوْ مَغْصُوبًا أَوْ مَقْبُوضًا عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ إِنْ سَمَّى الثَّمَنَ وَإِلَّا فَهُوَ أَمَانَةٌ كَمَا مَرَّ وَمَبِيعًا فَاسِدًا وَبَدَلَ صُلْحٍ عَنْ دَمٍ وَخُلْعٍ وَمَهْرٍ خَانِيَةٌ، وَالْأَصْلُ أَنَّهَا تَصِحُّ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِنَفْسِهَا لَا بِغَيْرِهَا وَلَا بِالْأَمَانَاتِ

ترجمہ: نیز کفالت صحیح ہے مکفول بہ کے ثمن ہونے کی صورت میں، اس کے مشتری پر دین صحیح ہونے کی وجہ سے، الا یہ کہ مشتری بچہ یا مجور ہو، تو اس وقت کفیل پر لازم نہیں ہے، اصیل کی پیروی کرتے ہوئے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، ایسے ہی مغصوب اور خریداری کے ارادے سے قبضہ کرنے کی صورت میں، اگر ثمن متعین ہو گیا ہو، ورنہ کفالت صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امانت ہے (اور امانت میں کفالت نہیں) جیسا کہ گذر چکا اور کفالت صحیح ہے مبیع فاسد، بدل صلح عن الدم، خلع اور مہر میں، جیسا کہ خانیہ میں ہے، قاعدہ یہ ہے کہ کفالت اعیان مضمونہ بنفسہا کی کفالت صحیح ہے، نہ کہ غیرھا اور امانت کی۔

ثمن کی ضمانت و صح ایضا الخ: ثمن کی کفالت صحیح ہے، یعنی اگر مشتری نے ابھی ثمن ادا نہیں کیا ہے، تو اس کی کفالت لی جا سکتی ہے، اس لیے کہ ثمن مشتری پر دین صحیح ہے اور دین صحیح میں کفالت صحیح ہے، اس لیے یہاں بھی

وَلَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِنَوْعَيْهَا بِلَا قَبُولِ الطَّالِبِ أَوْ نَائِبِهِ وَلَوْ فُضُولِيًّا فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ وَجَوَّزَهَا الثَّانِي بِلَا قَبُولٍ وَبِهِ يُفْتَى دُرَرٌ وَبَزَّازِيَّةٌ، وَأَقَرَّهُ فِي الْبَحْرِ، وَبِهِ قَالَتِ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ، لَكِنْ نَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنِ الطَّرَسُوسِيِّ أَنَّ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا وَاخْتَارَهُ الشَّيْخُ قَاسِمٌ، هٰذَا حُكْمُ الْإِنْشَاءِ وَلَوْ أَخْبَرَ عَنْهُ بِأَنْ قَالَ أَنَا كَفِيلٌ بِمَالِ فُلَانٍ عَلَى فُلَانٍ حَالَ غَيْبَةِ الطَّالِبِ أَوْ كَفَلَ وَارِثُ الْمَرِيضِ عَنْهُ بِأَمْرِهِ بِأَنْ يَقُولَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ تَكَفَّلْ عَنِّي بِمَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَكَفَلَ بِهِ مَعَ غَيْبَةِ الْغُرَمَاءِ صَحَّ فِي الصُّورَتَيْنِ بِلَا قَبُولٍ اتِّفَاقًا اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّهَا وَصِيَّةٌ، فَلَوْ قَالَ لِأَجْنَبِيٍّ لَمْ يَصِحَّ، وَقِيلَ يَصِحُّ شَرْحُ مَجْمَعٍ. وَفِي الْفَتْحِ الصِّحَّةُ أَوْجَهُ، وَحَقَّقَ أَنَّهَا كَفَالَةٌ لَكِنْ يَرِدُ عَلَيْهِ تَوَقُّفُهَا عَلَى الْمَالِ، وَلَوْ لَهُ مَالٌ غَائِبٌ هَلْ يُؤْمَرُ الْغَرِيمُ بِانْتِظَارِهِ أَوْ يُطَالِبُ الْكَفِيلَ لَمْ أَرَهُ وَيَنْبَغِي عَلَى أَنَّهُ وَصِيَّةٌ أَنْ يَنْتَظِرَ لَا عَلَى أَنَّهَا كَفَالَةٌ، وَقَيَّدْنَا بِأَمْرِهِ؛ لِأَنَّ تَبَرُّعَ الْوَارِثِ بِضَمَانِهِ فِي غَيْبَتِهِمْ لَا يَصِحُّ وَرَوَى الْحَسَنُ الصِّحَّةَ، وَلَوْ ضَمِنَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ صَحَّ سِرَاجٌ وَلَعَلَّهُ قَوْلُ الثَّانِي لِمَا مَرَّ نَهْرٌ. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: اخْتَلَفَا فِي الْإِخْبَارِ وَالْإِنْشَاءِ فَالْقَوْلُ لِلْمُخْبِرِ

ترجمہ: کفالت کی دونوں قسمیں طالب یا اس کے نائب کے مجلس عقد میں قبول کیے بغیر صحیح نہیں ہے، اگر چہ قبول کرنے والا فضولی ہو اور امام ابو یوسف نے بغیر قبول کے جائز کہا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ درر اور بزازیہ میں ہے، بحر میں اس کو ثابت رکھا ہے اور حضرات ائمہ ثلاثہ نے یہی کہا ہے؛ لیکن مصنف نے (اپنی شرح میں) طرسوی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ حضرت طرفین کے قول پر ہے، شیخ قاسم نے اسی کو اختیار کیا ہے، یہ حکم انشاء ہے، اور اگر اس طور پر کفالت کی خبر دی کہ فلاں کا فلاں پر جو مال ہے میں کفیل ہوں، طالب کے غائبانے میں، یا کفیل بنا مال دار مریض کا وارث اس طور پر کہ مریض اپنے وارث سے کہے کہ میری طرف سے اس دین کا کفیل بن جا جو مجھ پر ہے، چناں چہ وہ قرض خواہوں کے غائبانے میں کفیل ہوگیا، تو دونوں صورتوں میں بالاتفاق استحساناً صحیح ہے، اس لیے کہ یہ وصیت ہے اور اگر اجنبی سے کہا، تو صحیح نہیں ہے اور کہا گیا کہ صحیح ہے، جیسا کہ شرح مجمع میں ہے اور فتح میں ہے کہ صحت زیادہ واضح ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ کفالت ہے، (وصیت نہیں ہے)؛ لیکن اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ پھر یہ مال پر موقوف کیوں ہے؟ اور اگر مریض کا مال غائب ہو، تو کیا قرض خواہ کو انتظار کرنے کے لیے کہا جائے گا، یا کفیل سے مطالبہ کرے؟ میں نے اس کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا، مناسب یہ ہے کہ انتظار کرے۔

صحت کفالت کے لیے قبول کی اہمیت

ولا تصح الکفالة بنوعیها الخ: کفالت میں قبول کی کیا اہمیت ہے؟ تشریح کتاب کے شروع میں عنوان ''کفالت کا رکن'' کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

وَلَا تَصِحُّ بِدَيْنٍ سَاقِطٍ وَلَوْ مِنْ وَارِثٍ عَنْ مَيِّتٍ مُفْلِسٍ إِلَّا إِذَا كَانَ بِهِ كَفِيلٌ أَوْ رَهْنٌ مِعْرَاجٌ. أَوْ ظَهَرَ لَهُ مَالٌ فَتَصِحُّ بِقَدْرِهِ ابْنُ مَلَكٍ، أَوْ لَحِقَهُ دَيْنٌ بَعْدَ مَوْتِهِ فَتَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهِ، بِأَنْ حَفَرَ بِئْرًا عَلَى الطَّرِيقِ فَتَلِفَ بِهِ شَيْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِ لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ فِي مَالِهِ وَضَمَانُ النَّفْسِ عَلَى

عَاقِلَتِهِ لِثُبُوتِ الدَّيْنِ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ السَّبَبِ وَهُوَ الْحَفْرُ الثَّابِتُ حَالَ قِيَامِ الذِّمَّةِ بَحْرٌ، وَهٰذَا عِنْدَهُ وَصَحَّحَاهَا مُطْلَقًا وَبِهِ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ، وَلَوْ تَبَرَّعَ بِهِ أَحَدٌ صَحَّ إِجْمَاعًا

ترجمہ: کفالت صحیح نہیں ہے، ایسے دین میں جو مفلس کی موت سے ساقط ہو جائے، اگر چہ کفالت وارث کی طرف سے ہو، الا یہ کہ اس کی زندگی میں (کوئی) کفیل ہو جائے یا رہن کی صورت ہو، جیسا کہ معراج میں ہے، یا اس کا مال ظاہر ہو جائے، تو مال کے بقدر میں کفالت صحیح ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، یا اس کی موت بعد دین لاحق ہو، تو اس کی کفالت صحیح ہے، اس طور پر کہ راستے (۱) میں کنواں کھودوایا اور اس کی موت کے بعد، اس کے ذریعے سے کوئی چیز ضائع ہوگئی، تو مال کا ضمان اس کے مال سے اور جان کا ضمان اس کے عاقلہ پر لازم ہے، دین کے مستند طور پر سبب کے وقت تک ثابت ہونے کی وجہ سے اور وہ کنواں کھودنا ہے، جو ذمہ کے ثابت ہونے کے وقت تک قائم ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، یہ حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے اور حضرات صاحبین نے مطلقاً کفالت کو صحیح قرار دیا ہے، یہی ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے، اگر کوئی بطور تبرع کفالت کرے، تو بالاجماع صحیح ہے۔

میت مفلس کی کفالت

ولا تصح بدين ساقط الخ: مدیون کی ایسی حالت میں موت ہوئی کہ اس نے نہ ہی مال چھوڑا اور نہ ہی زندگی میں اس کا کفیل بنا، ایسی صورت میں قضاءً اس کا دین ساقط ہو جائے گا اور قرض خواہ کو مطالبہ سے دست برداری کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے ایسی حالت میں، اگر کوئی شخص اس امید پر کفیل بنتا ہے کہ اس کے وارثین سے وصول کر لیں گے، تو اس کا کفیل بننا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر وہ تبرع کرنا چاہے، تو تبرع کر سکتا ہے۔

وَلَا تَصِحُّ كَفَالَةُ الْوَكِيلِ بِالثَّمَنِ لِلْمُوَكِّلِ فِيمَا لَوْ وَكَّلَ بِبَيْعِهِ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْقَبْضِ لَهُ بِالْأَصَالَةِ فَيَصِيرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهِ وَمُفَادُهُ أَنَّ الْوَصِيَّ وَالنَّاظِرَ لَا يَصِحُّ ضَمَانُهُمَا الثَّمَنَ عَنِ الْمُشْتَرِي فِيمَا بَاعَاهُ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ لَهُمَا وَلِذَا لَوْ أَبْرَآهُ عَنِ الثَّمَنِ صَحَّ وَضَمِنَا

ترجمہ: وکیل کی کفالت صحیح نہیں ہے، موکل کے اس ثمن میں، جس چیز کو بیچنے کے لیے اس کو وکیل بنایا ہے، اس لیے کہ حقیقۃً قبضے کا اختیار اسی کو ہے، گویا کہ وہ اپنی ذات کا ضامن ہوا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ وصی اور ناظر کا، مشتری کی طرف سے اس چیز کے ثمن کا ضامن بننا صحیح نہیں ہے، جس کو ان دونوں نے مشتری کے ہاتھ بیچا ہے، اس لیے کہ قبضے کا حق ان ہی دونوں کا ہے؛ البتہ اگر یہ دونوں مشتری کو ثمن سے بری کر دیں، تو صحیح ہے اور یہ دونوں ثمن کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۱) راستہ سے مراد دوسرے کی ملکیت ہے، ''المراد به الحفر في غير ملكه'' (ردالمحتار ۷/ ۵۹۵)

کس وکیل کی کفالت صحیح نہیں ہے؟

ولا تصح كفالة الوكيل الخ: ایک آدمی نے کسی شخص کو کچھ بیچنے کے لیے وکیل بنایا، وکیل بننے کے بعد اس وکیل نے موکل کے فرمان کے مطابق بیع کی، بیع تو کر دی؛ لیکن ثمن نہیں مل سکا، موکل پریشان، نوبت کفالت تک کی آگئی، اس حالت میں، اگر یہ بیع کا وکیل خود اس ثمن کا کفیل بننا چاہے، تو نہیں بن سکتا ہے، اس لیے کہ اس صورت میں اس کا خود اپنی ذات کے لیے کفیل بننا لازم آئے گا اور اپنی ذات کے لیے کفیل بننا صحیح نہیں ہے۔

وَ لَا تَصِحُّ كَفَالَةُ الْمُضَارِبِ لِرَبِّ الْمَالِ بِهِ أَيْ بِالثَّمَنِ لِمَا مَرَّ؛ وَلِأَنَّ الثَّمَنَ أَمَانَةٌ عِنْدَهُمَا فَالضَّمَانُ تَغْيِيرٌ لِحُكْمِ الشَّرْعِ

ترجمہ: صحیح نہیں ہے مضارب کی کفالت رب المال کے لیے اس میں یعنی ثمن میں اس دلیل کی وجہ سے، جو گذر چکی، نیز ثمن دونوں (وکیل اور مضارب) کے پاس امانت ہے، لہٰذا کفیل ہونا شریعت کے حکم کو بدل ڈالنا ہے۔

مضارب کا کفیل بننا

و لا تصح كفالة المضارب الخ: مضارب اگر اسی معاملے میں رب المال کے لیے کفیل بننا چاہے، تو نہیں بن سکتا، اس لیے کہ اسی صورت میں خود اپنی ذات کے لیے کفیل بننا لازم آئے گا، جو صحیح نہیں ہے، نیز ثمن وکیل اور مضارب دونوں کے ہاتھ میں امانت ہے اور امانت میں کفالت نہیں ہے۔

وَ لَا تَصِحُّ لِلشَّرِيكِ بِدَيْنٍ مُشْتَرَكٍ مُطْلَقًا وَلَوْ بِإِرْثٍ؛ لِأَنَّهُ لَوْ صَحَّ الضَّمَانُ مَعَ الشَّرِكَةِ يَصِيرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهِ وَلَوْ صَحَّ فِي حِصَّةِ صَاحِبِهِ يُؤَدِّي إِلَى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَذَا لَا يَجُوزُ، نَعَمْ لَوْ تَبَرَّعَ جَازَ كَمَا لَوْ كَانَ صَفْقَتَيْنِ.

ترجمہ: تمام دین مشترک میں، اپنے شریک کے لیے کفالت صحیح نہیں ہے، اگر چہ شرکت ارث کی وجہ سے ہو، اس لیے کہ اگر کفالت شرکت کے باوجود صحیح ہو، تو وہ اپنی ذات کا کفیل ہوگا اور اگر صرف شریک کے حصے میں ہو، تو قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم لازم آئے گی، جو جائز نہیں ہے، البتہ اگر تبرع کرے، تو جائز ہے، جیسا کہ اگر دو عقد ہو جائیں۔

دین مشترک میں کفالت

و لا تصح للشريك الخ: دین مشترک میں اپنے شریک کے لیے کفیل بننا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں بھی خود اپنی ذات کے لیے کفیل بننا لازم آتا ہے، جو جائز نہیں ہے۔

وَ لَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِالْعُهْدَةِ لِاشْتِبَاهِ الْمُرَادِ بِهَا وَ لَا بِالْخَلَاصِ أَيْ تَخْلِيصِ مَبِيعٍ يَسْتَحِقُّ لِعَجْزِهِ عَنْهُ، نَعَمْ لَوْ ضَمِنَ تَخْلِيصَهُ وَلَوْ بِشِرَاءٍ إِنْ قَدَرَ وَإِلَّا فَيَرُدُّ الثَّمَنَ كَانَ كَالدَّرَكِ عَيْنِيٌّ.

فَائِدَةٌ: مَتَى أَدَّى بِكَفَالَةٍ فَاسِدَةٍ رَجَعَ كَصَحِيحَةٍ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ. ثُمَّ قَالَ: وَنَظِيرُهُ لَوْ كَفَلَ بِبَدَلِ الْكِتَابَةِ لَمْ يَصِحَّ فَيَرْجِعُ بِمَا أَدَّى إِذَا حَسِبَ أَنَّهُ مُجْبَرٌ عَلَى ذَلِكَ لِضَمَانِهِ السَّابِقِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: دستاویز کی کفالت صحیح نہیں ہے، اس کی مراد میں اشتباہ ہونے کی وجہ سے اور نہ خلاص کی یعنی مستحق شدہ مبیع کی مثل دینے کی، اس سے عاجز ہونے کی وجہ سے؛ البتہ اگر اس کی مثل دینے کا ضامن ہوا، اگر چہ خرید کر دے قادر ہونے کی صورت میں، ورنہ اس کا ثمن واپس کر دے، گویا کہ یہ درک کی طرح ہے؛ جیسا کہ عینی میں ہے۔

فائدہ: کفیل نے کفالت فاسدہ میں طالب کو دے دیا، تو وہ مدیون سے، بعد میں لے لے، جیسے کفالت صحیح میں، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے، پھر انھوں نے کہا کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر، بدل کتابت کا کفیل ہوا، تو صحیح نہیں ہے، لہٰذا مکاتب سے واپس لے لے اس کو جو اس نے دیا ہے، جب وہ گمان کرے کہ ضمانت سابقہ کی وجہ سے وہ اس پر مجبور ہے، نیز مصنف علام نے اس کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے، اس لیے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

دستاویز کی کفالت

و لا یصح الکفالۃ الخ: "عہدۃ" سے مراد دستاویز ہے، اگر کوئی شخص دستاویز کی کفالت لیتا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ کفیل ایسی چیز کی کفالت لے رہا ہے، جسے ادا کرنے پر وہ قادر نہیں ہے، چوں کہ اس پہ مکمل طور پر بائع کا قبضہ ہے، جسے دینے کے لیے بائع تیار نہیں ہے، جس کی وجہ سے کفیل حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اس لیے کہ دستاویز بائع کے قبضے میں ہے اور بعینہ اس دستاویز کی حوالگی سے کفیل عاجز ہے، اس لیے اس صورت میں کفالت صحیح نہیں ہے؛ البتہ اگر یہ عجز کی صورت باقی نہ رہے، تو کفالت صحیح ہے، "قلت: فلو فسرھا بالدرک صح کما لو اشتھر اطلاقھا علیہ فی العرف لزوال المانع" (ردالمحتار ۷/۵۹۶)

وَلَوْ كَفَلَ بِأَمْرِهِ أَيْ بِأَمْرِ الْمَطْلُوبِ بِشَرْطِ قَوْلِهِ عَنِّي أَوْ عَلَيَّ أَنَّهُ عَلَيَّ وَهُوَ غَيْرُ صَبِيٍّ وَعَبْدٍ مَحْجُورَيْنِ ابْنُ مَلَكٍ رَجَعَ عَلَيْهِ بِمَا أَدَّى إِنْ أَدَّى بِمَا ضَمِنَ وَإِلَّا فِيمَا ضَمِنَ، وَإِنْ أَدَّى أَرْدَأَ لِمِلْكِهِ الدَّيْنَ بِالْأَدَاءِ فَكَانَ كَالطَّالِبِ، وَكَمَا لَوْ مَلَكَهُ بِهِبَةٍ أَوْ إِرْثٍ عَيْنِيٌّ وَإِنْ بِغَيْرِهِ لَا يَرْجِعُ لِتَبَرُّعِهِ إِلَّا إِذَا أَجَازَ فِي الْمَجْلِسِ فَيَرْجِعُ عِمَادِيَّةٌ، وَحِيلَةُ الرُّجُوعِ بِلَا أَمْرٍ يَهَبُهُ الطَّالِبُ الدَّيْنَ وَيُوَكِّلُهُ بِقَبْضِهِ وَلْوَالِجِيَّةٌ.

ترجمہ: اور اگر کفیل بنا اس کے یعنی مطلوب کے حکم سے اس شرط کے ساتھ کہ اس نے کہا میری طرف سے یا جو مجھ پر ہے (اسی کا) اور وہ صبی وعبد مجبور نہیں ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، تو کفیل اس سے بعد میں لے لے، جو اس نے ادا کیا ہے، اگر وہ وہی ادا کرے، جس کا ضامن ہوا ہے، ورنہ جس میں ضامن ہوا ہے، اگر چہ ردی ادا کرے، ادا کرنے کی وجہ سے دین کا مالک ہونے کی وجہ سے، گویا کہ وہ طالب کی طرح ہے، اور جیسا کہ وہ ہبہ یا ارث کے ذریعے مالک ہو جائے، اور اگر اس کے حکم کے بغیر ہو، تو بعد میں واپس نہ لے، اس کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے، الا یہ کہ مطلوب مجلس میں کفالت کو منظور کرلے، تو واپس لے لے، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، بغیر امر کے کفیل بننے کی صورت میں رجوع کا حیلہ یہ ہے کہ طالب کفیل کو اپنا دین ہبہ کردے یا قبضہ کرنے کا وکیل بنادے، جیسا کہ والوالجیہ میں ہے۔

مطلوب کی اجازت کے بغیر کفیل بننا

و لو کفل بامرہ الخ: مطلوب کی اجازت اور اس کی رضامندی سے کفیل بننے کی صورت میں کفیل بعد میں مکفول عنہ سے رجوع کر سکتا ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص صراحتاً یا دلالتاً مکفول عنہ کی طرف سے منظوری کے بغیر کفیل بن جاتا ہے، تو اس کی طرف سے تبرع ہے، جس کی وجہ سے بعد میں وہ مکفول عنہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔

وَلَا يُطَالِبُ كَفِيلٌ أَصِيلًا بِمَالٍ قَبْلَ أَنْ يُؤَدِّيَ الْكَفِيلُ عَنْهُ لِأَنَّ تَمَلُّكَهُ بِالْأَدَاءِ، نَعَمْ لِلْكَفِيلِ أَخْذُ رَهْنٍ مِنَ الْأَصِيلِ قَبْلَ أَدَائِهِ خَانِيَّةٌ فَإِنْ لُوزِمَ الْكَفِيلُ لَازَمَهُ أَيْ بِلَازَمَ هُوَ الْأَصِيلُ أَيْضًا حَتَّى يُخَلِّصَهُ وَإِذَا حَبَسَهُ لَهُ حَبْسُهُ هَذَا إِذَا كَفَلَ بِأَمْرِهِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَى الْكَفِيلِ لِلْمَطْلُوبِ دَيْنٌ مِثْلُهُ وَإِلَّا فَلَا مُلَازَمَةَ وَلَا حَبْسَ سِرَاجٌ. وَفِي الْأَشْبَاهِ أَدَاءُ الْكَفِيلِ يُوجِبُ بَرَاءَتَهُمَا لِلطَّالِبِ إِلَّا إِذَا أَحَالَهُ الْكَفِيلُ عَلَى مَدْيُونِهِ وَشَرَطَ بَرَاءَةَ نَفْسِهِ فَقَطْ

ترجمہ: کفیل اصیل سے، مکفول عنہ کو ادا کرنے سے پہلے مال کا مطالبہ نہیں کرے گا، اس لیے کہ اس کی ملکیت ادا کرنے سے ہوتی ہے؛ البتہ کفیل کے لیے جائز ہے کہ ادا کرنے سے پہلے، اصیل سے لے کر رہن رکھے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، اگر کفیل پکڑا جائے، تو وہ اصیل کو بھی پکڑے، یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے اور جب کفیل کو قید کرے، تو کفیل کے لیے جائز ہے کہ اصیل کو قید کرلے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب کفیل بنا ہوا اصیل کے حکم سے اور کفیل پر مطلوب کا دین اس کے برابر نہ ہو، ورنہ نہ پکڑنا ہے اور نہ ہی قید ہے، جیسا کہ سراج میں ہے، اشباہ میں ہے: کفیل کی طرف سے طالب کو مل جانا دونوں کی برأت کا موجب ہے، الا یہ کہ کفیل اپنے مدیون کو حوالہ کرے اور صرف اپنی ذات کی برأت کی شرط لگادے۔

کفیل کے مطالبے کا وقت

و لا يطالب كفيل الخ: کفیل جب مکفول لہ کو ادا کردے، اس کے بعد ہی مکفول عنہ سے مال کا مطالبہ کرسکتا ہے، ادا کرنے سے پہلے کفیل مکفول عنہ سے پہلے مطالبہ نہیں کرسکتا ہے، اس لیے کہ ادا کرنے کے بعد ہی وہ مالک ہوا ہے اور وہ مالک ہوگیا، تو وہ خود طالب کے حکم میں ہے، اس لیے اب وہ مطالبہ کرسکتا ہے۔

وَبَرِئَ الْكَفِيلُ بِأَدَاءِ الْأَصِيلِ إِجْمَاعًا إِلَّا إِذَا بَرْهَنَ عَلَى أَدَائِهِ قَبْلَ الْكَفَالَةِ فَيَبْرَأُ فَقَطْ كَمَا لَوْ حَلَفَ بَحْرٌ. وَلَوْ أَبْرَأَ الطَّالِبُ الْأَصِيلَ أَوْ أَخَّرَ عَنْهُ أَيْ أَجَّلَهُ بَرِئَ الْكَفِيلُ تَبَعًا لِلْأَصِيلِ إِلَّا كَفِيلَ النَّفْسِ كَمَا مَرَّ وَتَأَخَّرَ الدَّيْنُ عَنْهُ تَبَعًا لِلْأَصِيلِ إِلَّا إِذَا صَالَحَ الْمُكَاتَبَ عَنْ قَتْلِ الْعَمْدِ بِمَالٍ ثُمَّ كَفَلَهُ إِنْسَانٌ ثُمَّ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ تَأَخَّرَتْ مُطَالَبَةُ الْمُصَالِحِ إِلَى عِتْقِ الْأَصِيلِ، وَلَهُ مُطَالَبَةُ الْكَفِيلِ الْآنَ أَشْبَاهٌ وَلَا يَنْعَكِسُ لِعَدَمِ تَبَعِيَّةِ الْأَصْلِ لِلْفَرْعِ نَعَمْ لَوْ تَكَفَّلَ بِالْحَالِ مُؤَجَّلًا تَأَجَّلَ عَنْهُمَا؛ لِأَنَّ تَأْجِيلَهُ عَلَى الْكَفِيلِ تَأْجِيلٌ عَلَيْهِمَا، وَفِيهِ يُشْتَرَطُ قَبُولُ الْأَصِيلِ الْإِبْرَاءَ وَالتَّأْجِيلَ لَا الْكَفِيلِ إِلَّا إِذَا وَهَبَهُ أَوْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ دُرَرٌ.

قُلْت: وَفِي فَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ: أَجَّلَهُ عَلَى الْكَفِيلِ يَتَأَجَّلُ عَلَيْهِمَا، وَعَزَاهُ لِلْحَاوِي الْقُدْسِيِّ فَلْيُحْفَظْ وَفِي الْقُنْيَةِ: طَالَبَ الدَّائِنُ الْكَفِيلَ فَقَالَ لَهُ اصْبِرْ حَتَّى يَجِيءَ الْأَصِيلُ فَقَالَ لَا تَعَلُّقَ لِي عَلَيْهِ إِنَّمَا تَعَلُّقِي عَلَيْك هَلْ يَبْرَأُ؟ أَجَابَ نَعَمْ، وَقِيلَ لَا وَهُوَ الْمُخْتَارُ. وَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ الْمُؤَجَّلُ عَلَى الْكَفِيلِ بِمَوْتِهِ لَا يَحِلُّ عَلَى الْأَصِيلِ فَلَوْ أَدَّاهُ وَارِثُهُ لَمْ يَرْجِعْ لَوْ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِهِ إِلَّا إِلَى أَجَلِهِ خِلَافًا لِزُفَرَ كَمَا لَا يَحِلُّ الْمُؤَجَّلُ عَلَى الْكَفِيلِ اتِّفَاقًا إِذَا حَلَّ عَلَى الْأَصِيلِ بِهِ أَيْ بِمَوْتِهِ، وَلَوْ مَاتَا خُيِّرَ الطَّالِبُ دُرَرٌ صَالَحَ أَحَدُهُمَا رَبَّ الْمَالِ عَنْ أَلْفِ الدَّيْنِ عَلَى نِصْفِهِ مَثَلًا بَرِئَا إِلَّا أَنَّ الْمَسْأَلَةَ مُرَبَّعَةٌ، فَإِذَا شَرَطَ بَرَاءَتَهُمَا أَوْ بَرَاءَةَ الْأَصِيلِ أَوْ سَكَتَ بَرِئَا، وَ إِذَا شَرَطَ بَرَاءَةَ الْكَفِيلِ وَحْدَهُ كَانَتْ فَسْخًا لِلْكَفَالَةِ لَا إِسْقَاطًا لِأَصْلِ الدَّيْنِ فَيَبْرَأُ هُوَ وَحْدَهُ عَنْ خَمْسِمِائَةٍ دُونَ الْأَصِيلِ فَتَبْقَى عَلَيْهِ الْأَلْفُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ الطَّالِبُ بِخَمْسِمِائَةٍ وَالْكَفِيلُ بِخَمْسِمِائَةٍ لَوْ بِأَمْرِهِ، وَلَوْ صَالَحَ عَلَى جِنْسٍ آخَرَ رَجَعَ بِالْأَلْفِ كَمَا مَرَّ. صَالَحَ الْكَفِيلُ الطَّالِبَ عَلَى شَيْءٍ لِيُبْرِئَهُ عَنْ الْكَفَالَةِ لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ وَلَا يَجِبُ الْمَالُ عَلَى الْكَفِيلِ خَانِيَّةٌ،

وَهُوَ بِإِطْلَاقِهِ يَعُمُّ الْكَفَالَةَ بِالْمَالِ وَالنَّفْسِ بَحْرٌ. قَالَ الطَّالِبُ لِلْكَفِيلِ بَرِئْتَ إِلَيَّ مِنَ الْمَالِ الَّذِي كَفَلْتَ بِهِ رَجَعَ الْكَفِيلُ بِالْمَالِ عَلَى الْمَطْلُوبِ إِذَا كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِهِ لِإِقْرَارِهِ بِالْقَبْضِ، وَمُفَادُهُ بَرَاءَةُ الْمَطْلُوبِ لِلطَّالِبِ لِإِقْرَارِهِ كَالْكَفِيلِ وَفِي قَوْلِهِ لِلْكَفِيلِ بَرِئْتَ بِلَا إِلَيَّ أَوْ أَبْرَأْتُكَ لَا رُجُوعَ كَقَوْلِهِ أَنْتَ فِي حِلٍّ؛ لِأَنَّهُ إِبْرَاءٌ لَا إِقْرَارٌ بِالْقَبْضِ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ فِي الْأَوَّلِ أَيْ بَرِئْتَ فَإِنَّهُ جَعَلَهُ كَالْأَوَّلِ أَيْ إِلَى قِيلَ، وَهُوَ قَوْلُ الْإِمَامِ، وَاخْتَارَهُ فِي الْهِدَايَةِ، وَهُوَ أَقْرَبُ الِاحْتِمَالَيْنِ فَكَانَ أَوْلَى نَهْرٌ مَعْزِيًّا لِلْعِنَايَةِ، وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَوْ كَتَبَهُ فِي الصَّكِّ كَانَ إِقْرَارًا بِالْقَبْضِ عَمَلًا بِالْعُرْفِ وَهَذَا كُلُّهُ مَعَ غَيْبَةِ الطَّالِبِ وَمَعَ حَضْرَتِهِ يَرْجِعُ إِلَيْهِ فِي الْبَيَانِ لِمُرَادِهِ اتِّفَاقًا؛ لِأَنَّهُ الْمُجْمَلُ وَمِثْلُ الْكَفَالَةِ الْحَوَالَةُ.

ترجمہ: کفیل بری ہوجائے گا اصیل (مکفول عنہ) کے ادا کردینے سے بالاجماع، الا یہ کہ کفالت سے پہلے ادائیگی، کو (گواہوں سے) ثابت کردے، تو صرف اصیل بری ہوگا، جیسا کہ اس کے قسم کھانے کی صورت میں، بحر اور اگر طالب اصیل کو بری کردے، یا اس سے مدت مؤخر کردے، تو اصیل کے تابع ہو کر کفیل بری ہوجائے گا، الا یہ کہ نفس کا کفیل ہو، جیسا کہ گذر چکا اور اصیل کے تابع ہو کر دین کفیل سے مؤخر ہوگا، الا یہ کہ مکاتب نے (قصاص) قتلِ عمد کو مال کے عوض میں صلح کی، پھر کوئی آدمی اس مکاتب کا کفیل بنا؛ لیکن وہ مکاتب (ادا کرنے سے) عاجز ہوگیا، تو صلح کرنے والے (مقتول کے وارث) کا مطالبہ، مکاتب کے آزاد ہونے تک مؤخر ہوجائے گا اور وارث کا کفیل سے مطالبہ کرنا فی الحال جائز ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے اور اس کا الٹا نہیں ہوگا اصل فرع کے تابع نہ ہونے کی وجہ سے؛ البتہ اگر فی الحال کفیل بنا مدت مقرر کرکے، تو دونوں سے مدت مؤخر ہوجائے گی، اس لیے کہ کفیل کو مہلت دینا دونوں کے لیے مہلت ہے اور اشباہ میں ہے کہ ابراء اور تاجیل کی صورت میں اصیل کا قبول کرنا شرط ہے، نہ کہ کفیل کا، الا یہ کہ جب کفیل کو ہبہ کرلے یا صدقہ کرے، جیسا کہ درر میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم میں ہے کہ کفیل کے لیے مہلت دونوں کے لیے مہلت ہے اور انھوں نے اس کو حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ قنیہ میں ہے کہ مکفول لہ نے کفیل سے مطالبہ کیا، چناں چہ کفیل نے کہا صبر کیجیے یہاں تک کہ مکفول عنہ آگیا، تو مکفول لہ نے مکفول عنہ سے کہا اس سے (کفیل سے) میرا کوئی تعلق نہیں ہے، تعلق صرف تجھ سے ہے تو کیا کفیل بری ہوجائے گا؟ جواب دیا کہ ہاں نیز کہا گیا کہ نہیں اور یہی مختار ہے۔

اور جب دین مؤجل کفیل پر اس کی موت کی وجہ سے (فی الحال) واجب ہوجائے، تو اصیل پر (فی الحال) واجب نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اگر کفیل کے وارث نے (فی الحال) ادا کردیا، تو (ابھی) واپس نہیں لے گا، اگر کفالت اس کے حکم سے ہے، البتہ مدت پر لے سکتا ہے، امام زفر کے خلاف، جیسے دین مؤجل اصیل کی موت کی صورت میں، کفیل پر فی الحال واجب نہیں ہوتا ہے، اگر دونوں (اصیل اور کفیل) مرجائیں، تو طالب کو اختیار ہوگا، جیسا کہ درر میں ہے، دونوں (اصیل یا کفیل) میں سے ایک نے طالب سے ایک ہزار دین کی آدھے (مثلاً پانچ سو) پر صلح کی، تو دونوں بری ہوجائیں گے، مگر یہ مسئلہ چار صورتوں پر (مشتمل) ہے (۱) جب شرط لگائے دونوں کی برأت کی، (۲) اصیل کی برآت کی، (۳) یا خاموش رہے، (۴) اور جب صرف کفیل کی

برآت کی شرط لگائے، تو یہ کفالت کے لیے فسخ ہے، نہ اصل دین کے لیے اسقاط، لہٰذا پانچ سو سے صرف کفیل بری ہوگا نہ کہ اصیل، جس کی وجہ سے اصیل پر ایک ہزار باقی ہے، لہٰذا طالب اس سے پانچ سو لے گا اور کفیل سے پانچ سو، اگر ضمانت اصیل کے حکم سے ہو، اور اگر اصیل نے دوسری جنس پر صلح کی، تو کفیل (اصیل سے) ایک ہزار لے لے، جیسا کہ گذر چکا۔

کفیل نے طالب سے کسی چیز پر صلح کی تاکہ وہ کفالت سے بری کردے، تو صلح صحیح نہیں ہے اور کفیل پر مال (بھی) واجب نہیں ہے اور یہ اطلاق کی بنیاد پر کفالت بالمال والنفس (دونوں) کو عام ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

طالب نے کفیل سے کہا تو میری طرف سے اس مال سے بری ہے، جس کا تو کفیل ہے، تو کفیل اصیل سے مال لے گا، جب کفالت، اس کے حکم سے ہو، اصیل کے اقرارِ قبضہ کرنے کی وجہ سے اس کا فائدہ مطلوب کا بری کرنا طالب کو (مطالبہ سے) اس کے اقرار کی وجہ سے، کفیل کے مانند ہے۔

کفیل کے لیے اصیل کے قول ''بوئت بلا الی او بو أتک'' میں کفیل کے لیے رجوع کا حق نہیں ہے، جیسے اصیل کا قول ''انت فی حل'' اس لیے کہ صرف ابراء ہے نہ کہ اقرار قبضہ، امام ابو یوسف کے خلاف پہلی (صورت) یعنی ''بوئت'' میں اس لیے کہ انھوں نے اس کو پہلی (صورت) کی طرح قرار دیا ہے، یعنی ''الی'' کہا گیا کہ یہ امام اعظم کا قول ہے، ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ دونوں احتمالوں کے قریب ہے، لہٰذا یہ اولیٰ ہے، جیسا کہ نہر میں عنایہ کے حوالے سے ہے، حضرات فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر طالب لفظ برآت کو اقرار نامہ میں لکھ دے، تو یہ قبضے کا اقرار ہے، عرف پر عمل کرتے ہوئے، یہ سب طالب کی غیر موجودگی میں ہے اور اس کی موجودگی میں بالاتفاق اس کی مراد متعین کرنے کے لیے کہا جائے گا، اس لیے کہ مجمل ہے اور کفالہ کی طرح حوالہ ہے۔

اصیل خود ادا کردے

و برئی الکفیل الخ: کسی نے ایک آدمی کی کفالت لی، ابھی کفیل نے دین ادا نہیں کیا تھا کہ اس سے پہلے ہی اصیل (مکفول عنہ) نے خود ادا کردیا، تو کفیل بری ہوجائے گا، اس لیے کہ مقصود حاصل ہوگیا۔

طالب اصیل کو بری کردے

و لو ابرأ الطالب الخ: کفیل نے ابھی دین ادا نہیں کیا تھا کہ طالب (مکفول لہ) نے اصیل (مکفول عنہ) کو بری کردیا، تو کفیل بھی بری ہوجائے گا، اس لیے کہ برأت کی صورت میں اصل (مدیون) پر دین باقی نہیں رہا، تو فرع (کفیل) پر بھی دین باقی نہیں رہے گا، چوں کہ فرع اصل کے تابع ہوا کرتی ہے۔

کفیل مرجائے

و اذا حل الدین الخ: کفیل نے دین کو ایک مدت میں ادا کرنے کی کفالت لی تھی، وہ مدت ابھی آئی نہ تھی کہ کفیل کی موت ہوگئی، اس صورت میں کفیل پر دین فی الحال ادا کرنا لازم ہوجاتا ہے؛ لیکن اصیل پر فی الحال واجب نہیں ہوتا ہے، اس لیے اگر کفیل کے ورثاء نے فی الحال دین ادا کردیا، تو یہ لوگ اصیل سے فی الفور مطالبہ نہیں کرسکتے؛ بل کہ مدت پر ہی مطالبہ کریں گے۔

اصیل مرجائے

اذا حل علی الاصیل الخ: کفیل نے ابھی دین ادا نہیں کیا تھا کہ اصیل کی موت ہوگئی، اس موت کی وجہ سے اصیل پر دین فی الفور لازم ہوگئی اور چوں کہ یہ اصیل ہے، اس اصالت کی وجہ سے کفیل پر بھی فی الفور لازم ہوجائے گی، اس لیے کہ وہ فرع ہے، جو اصل کے تابع ہوگی، اس لیے طالب کو اختیار ہوگا، ان دونوں میں سے، جس سے چاہے، مطالبہ کرے۔

ایک کو بری کرنا

صالح احدھما الخ: رب المال (مکفول لہ) نے کفیل یا مکفول عنہ کے کہنے پر یا بغیر کہے ہی دین کا کچھ حصہ اگر معاف کر دیتا ہے، تو یہ دونوں سے معاف ہو جائے گا، اس لیے کہ جس دین سے معاف کر رہا ہے، اس کا سرا اصیل سے جڑا ہوا ہے، گویا کہ اصیل کا دین معاف کیا اور جب اصیل سے معاف ہو گیا، تو کفیل سے بھی معاف ہو جائے گا، اس لیے کہ کفیل اصیل کے تابع ہے، الا یہ کہ معافی کے وقت اس بات کی صراحت کر دے کہ صرف کفیل کے حصے سے معاف کر رہا ہے، تو صرف کفیل کے حصے سے معاف ہوگا، نہ کہ اصیل کے حصے سے، اس لیے کہ جب اس بات کی صراحت کر دی کہ کفیل کے حصے کو معاف کر رہا ہے، تو اب اصیل کے حصے کی معافی نہیں ہوگی اس لیے کہ اصیل کفیل کے تابع نہیں ہوتا ہے۔

مال دے کر کفالت سے بری ہونا

صالح الکفیل الطالب الخ: ایک آدمی کفیل بننے کا تو بن گیا؛ لیکن یہ سودا، اس کو مہنگا لگ رہا ہے، ایسی صورت حال میں وہ یہ چاہ رہا ہے کہ طالب (مکفول لہ) کو کچھ دے کر اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ اس کو (کفیل کو) کفالت سے بری کر دے اور مطالبہ کفیل سے کرنے کے بجائے، مدیون سے کرنا شروع کر دے، یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ رشوت کی ایک صورت ہے۔

(وَبَطَلَ تَعْلِيقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكَفَالَةِ بِالشَّرْطِ) الْغَيْرِ الْمُلَائِمِ عَلَى مَا اخْتَارَهُ فِي الْفَتْحِ وَالْمِعْرَاجِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا. وَالْمُتَفَرِّقَاتُ: لَكِنْ فِي النَّهْرِ ظَاهِرُ الزَّيْلَعِيِّ وَغَيْرِهِ تَرْجِيحُ الْإِطْلَاقِ قَيَّدَ بِكَفَالَةِ الْمَالِ؛ لِأَنَّ فِي كَفَالَةِ النَّفْسِ تَفْصِيلًا مَبْسُوطًا فِي الْخَانِيَّةِ.

ترجمہ: کفالہ میں برأت کو شرط غیر موافق کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے، اس بنیاد پر جسے فتح القدیر اور معراج میں اختیار کیا ہے، نیز مصنف علام نے یہاں اور متفرقات میں ثابت رکھا ہے؛ لیکن نہر میں ہے کہ زیلعی وغیرہ کے ظاہری کلام سے، اطلاق کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، مصنف علام نے کفالت بالمال کی قید لگائی ہے، اس لیے کہ کفالت بالنفس میں تفصیل ہے، جو خانیہ میں مذکور ہے۔

غیر مفید شرط کے ساتھ برأت کو معلق کرنا

و بطل تعلیق البرأۃ الخ: "الغیر الملائم" سے مراد وہ شرطیں ہیں جن سے طالب کو کوئی فائدہ نہیں ہے، ایسی غیر مفید شرط کے ساتھ مشروط کر کے اگر کفالت کی برأت کو معلق کرتا ہے، تو یہ شرطیں باطل ہوں گی اور کفالت اپنی جگہ باقی رہے گی، "ثم رأیت بخط بعض العلماء علی نسخۃ قدیمۃ من شرح المجمع ما نصہ: معناہ ان الکفالۃ جائزۃ و الشرط باطل"۔ (ردالمحتار ۷/۶۰۸)

لَا يَسْتَرِدُّ أَصِيلٌ مَا أَدَّى إِلَى الْكَفِيلِ بِأَمْرِهِ لِيَدْفَعَهُ لِلطَّالِبِ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ طَالِبَهُ وَلَا يَعْمَلُ نَهْيُهُ عَنِ الْأَدَاءِ لَوْ كَفِيلًا بِأَمْرِهِ وَإِلَّا عَمِلَ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَمْلِكُ الِاسْتِرْدَادَ بَحْرٌ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ لَكِنَّهُ قَدَّمَ قَبْلَهُ مَا يُخَالِفُهُ فَلْيُحَرَّرْ

ترجمہ: اصیل واپس نہ لے اس (مال) کو جو اس نے ایسے کفیل کو دیا ہے، جس کو اپنے حکم سے کفیل بنایا ہے، تاکہ وہ اس مال کو طالب کے حوالے کر لے، اگرچہ وہ طالب کو نہ دے اور کفیل ادا سے روکنے پر عمل نہیں کرے گا، اگر کفیل اس کے حکم سے ہے، ورنہ عمل کرے گا، اس لیے کہ اس وقت وہ واپس لینے کا مالک ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، نیز مصنف علام نے، اپنی شرح

میں اس کو ثابت رکھا ہے؛ لیکن اس سے پہلے جو مقدم کیا ہے وہ اس کے مخالف ہے، اس لیے تحقیق ہونی چاہیے۔

مدت سے پہلے کفیل کو مال دے دینا

لا یسترد اصیل الخ: ابھی ادائے گی کی مدت آئی نہیں تھی کہ اصیل (مکفول عنہ) نے کفیل کو مال دیا تا کہ وہ مکفول لہ کو ادا کر دے، ایسی صورت میں اگر کفیل مال ادا نہیں کر رہا ہے، تو اس کو ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس مال کو مکفول عنہ کفیل سے واپس لے سکتا ہے، اس لیے کہ کفیل پر دین کو فی الحال ادا کرنا لازم نہیں ہے؛ بل کہ جب ادا کرنے کا وقت آئے گا، تب ادا کرنا لازم ہے، اس لیے وقت سے پہلے اس کو مجبور نہیں کر سکتے، نیز کفالت کی نوبت تو اس وقت آتی ہے جب اصیل ادا نہیں کرتا ہے، بڑی مشکل میں تو قبضے میں آیا، اس لیے اس کو واپس نہیں کیا جائے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصیل کے حکم سے کفیل بنا ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص تبرعاً از خود کفیل بنا تھا، اس کو اصیل نے مال دے دیا ہے، تو اصیل اس مال کو واپس لے سکتا ہے، اس لیے کہ اس صورت میں کفیل پر دین نہ ہونے کی وجہ سے ادائے گی لازم نہیں ہے؛ بل کہ وہ مال اس کے قبضے میں محض امانت ہے اور امانت واپس لی جا سکتی ہے۔

وَإِنْ رَبِحَ الْكَفِيلُ بِهِ طَابَ لَهُ لِأَنَّهُ نَمَاءُ مِلْكِهِ حَيْثُ قَبَضَهُ عَلَى وَجْهِ الِاقْتِضَاءِ، فَلَوْ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ فَلَا لِتَمَحُّضِهِ أَمَانَةً خِلَافًا لِلثَّانِي وَنُدِبَ رَدُّهُ عَلَى الْأَصِيلِ إِنْ قَضَى الدَّيْنَ بِنَفْسِهِ دُرَرٌ فِيمَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ كَحِنْطَةٍ لَا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَنُقُودٍ فَلَا يُنْدَبُ، وَلَوْ رَدَّهُ هَلْ يَطِيبُ لِلْأَصِيلِ؟ الْأَشْبَهُ نَعَمْ وَلَوْ غَنِيًّا عِنَايَةٌ.

ترجمہ: اگر کفیل (مکفول بہ سے) نفع کمائے، تو اس کے لیے وہ جائز ہے، اس لیے کہ یہ قبضے کے بعد اس کی ملکیت میں زیادتی ہے، بشرطیکہ لازم کرنے کے طور پر ہو، لہٰذا اگر سفارت کے طور پر ہو، تو نہیں، محض امانت ہونے کی وجہ سے، امام ابو یوسف کے خلاف اور کفیل کے لیے مستحب ہے کہ (منافع) اصیل کو دے دے، جب وہ از خود قرض ادا کرے، جیسا کہ درر میں ہے، (نیز) اس صورت میں، جس میں مال متعین کرنے سے متعین ہو جاتا ہو، جیسے گیہوں، اس میں نہیں، جس میں متعین نہ ہوتا ہو، جیسے نقود، لہٰذا دینا مستحب نہیں ہے، اگر دے دے، تو کیا اصیل کے لیے جائز ہے؟ جائز کے زیادہ مشابہ ہے، اگر چہ مال دار ہو، جیسا کہ عنایہ میں ہے۔

مکفول بہ سے کفیل کا منافع کمانا

وان ربح الکفیل الخ: ابھی ادائے گی کی مدت نہیں آئی تھی کہ مکفول عنہ نے کفیل کو ادا کرنے کے لیے مال دے دیا، ابھی ادائے گی کا چوں کہ وقت آیا نہیں تھا، کفیل نے اس مذکورہ مال سے نفع کما لیا، تو اس کے لیے وہ نفع جائز ہے، اس لیے کہ یہ نفع خود اس کی ملکیت سے حاصل ہوا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصیل کی مرضی سے کفیل بنا ہے؛ لیکن اگر اصیل کی مرضی کے بغیر از خود کفیل بنا ہے، اور وہ نفع اس کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ وہ محض امانت ہے اور امانت میں تصرف صحیح نہیں ہے؛ لیکن اگر مکفول بہ عین ہے، تو کفیل کے لیے مستحب یہ ہے کہ مال مذکور سے حاصل ہونے والا نفع اصیل کو دے دے؛ لیکن اگر نقود میں سے ہے، تو حاصل ہونے والے نفع کا واپس کرنا، مستحب بھی نہیں ہے، اس لیے کہ جس عین سے اس نے نفع کمایا ہے وہ متعین ہونے کی وجہ سے نفع کا تعلق اس کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اس لیے کفیل استحباباً وہ نفع اصیل کو دے دے؛ لیکن مکفول بہ نقود ہونے کی صورت میں چوں کہ وہ غیر

متعین ہے، اس لیے نفع کا تعلق اس کے ساتھ نہیں ہو سکا، اس لیے مستحب بھی نہیں ہے، مزید تفصیل کے لیے کتاب البیوع میں دیکھیے "نفع کا حکم"۔

أَمَرَ الْأَصِيلُ كَفِيلَهُ بِبَيْعِ الْعِينَةِ أَيْ بَيْعِ الْعَيْنِ بِالرِّبْحِ نَسِيئَةً لِيَبِيعَهَا الْمُسْتَقْرِضُ بِأَقَلَّ لِيَقْضِيَ دَيْنَهُ، اخْتَرَعَهُ أَكَلَةُ الرِّبَا، وَهُوَ مَكْرُوهٌ مَذْمُومٌ شَرْعًا لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنْ مَبَرَّةِ الْإِقْرَاضِ فَفَعَلَ الْكَفِيلُ ذَلِكَ فَالْمَبِيعُ لِلْكَفِيلِ وَ زِيَادَةُ الرِّبْحِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ وَ لَا شَيْءَ عَلَى الْآمِرِ لِأَنَّهُ إِمَّا ضَمَانُ الْخُسْرَانِ أَوْ تَوْكِيلٌ .

ترجمہ: اصیل نے اپنے کفیل کو عینہ یعنی عین کو ادھار نفع کے ساتھ بیچنے کے لیے کہا، تا کہ مدیون کم قیمت میں بیچ تا کہ اس کا دین ادا ہو جائے، اس کو سود خوروں نے ایجاد کیا ہے، جو شرعاً مکروہ مذموم ہے، اس لیے کہ اس میں قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے، چناں چہ کفیل نے بیع کی، تو مبیع کفیل کے لیے ہے اور نفع کی زیادتی اسی پر ہے، اس لیے کہ وہ عاقد ہے اور آمر پر کچھ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ یا تو نقصان کا ضمان ہے یا مجہول کی توکیل ہے اور یہ باطل ہے۔

کفیل کو عین بیچنے کے لیے کہنا

امر الاصیل الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ اصیل نے کفیل سے کہا کہ تو کوئی سامان، مدیون کے ہاتھ زیادہ قیمت میں بیچ دے، اس نے مدیون کے ہاتھ زیادہ قیمت میں بیچ دیا، اب اصیل نے اسی سامان کو مدیون سے کم قیمت میں خرید کر کفیل کے ہاتھ اسی قیمت میں بیچ دیا، جس قیمت میں اس نے خریدا تھا، اس صورت میں کفیل کے پاس وہ سامان بھی پہنچ گیا اور پیسہ بھی بچ گیا، اب جو پیسہ کفیل کے پاس بچا ہے وہ پیسے اصیل کو دے دے، یہ صورت ہے، چناں چہ اگر کفیل نے اصیل کے کہنے پر ایسا کر لیا، تو مبیع کفیل کی ہوگی اور اس نے پہلی مرتبہ جتنی قیمت میں مبیع بیچی ہے، اس کا حق دار کفیل ہے، اصیل اس سے بقیہ قیمت نہیں لے سکتا ہے، اس لیے کہ یا تو ضمانِ خسران ہے، یا مجہول کی توکیل ہے اور دونوں صورتیں باطل ہیں۔

كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِمَا ذَابَ لَهُ أَوْ بِمَا قَضَى لَهُ عَلَيْهِ أَوْ بِمَا لَزِمَهُ لَهُ عِبَارَةُ الدُّرَرِ: لَزِمَ بِلَا ضَمِيرٍ. وَفِي الْهِدَايَةِ وَهَذَا مَاضٍ أُرِيدَ بِهِ الْمُسْتَقْبَلُ كَقَوْلِهِ: أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ فَغَابَ الْأَصِيلُ فَبَرْهَنَ الْمُدَّعِي عَلَى الْكَفِيلِ أَنَّ لَهُ عَلَى الْأَصِيلِ كَذَا لَمْ يُقْبَلْ بُرْهَانُهُ حَتَّى يَحْضُرَ الْغَائِبُ فَيَقْضِيَ عَلَيْهِ، فَيَلْزَمُهُ تَبَعًا لِلْأَصِيلِ. وَإِنْ بَرْهَنَ أَنَّ لَهُ عَلَى زَيْدٍ الْغَائِبِ كَذَا مِنَ الْمَالِ وَهُوَ أَيِ الْحَاضِرُ كَفِيلٌ قَضَى بِالْمَالِ عَلَى الْكَفِيلِ فَقَطْ وَلَوْ زَادَ بِأَمْرِهِ قَضَى عَلَيْهِمَا فَلِلْكَفِيلِ الرُّجُوعُ؛ لِأَنَّ الْمَكْفُولَ بِهِ هُنَا مَالٌ مُطْلَقٌ فَأَمْكَنَ إِثْبَاتُهُ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ وَهَذِهِ حِيلَةُ إِثْبَاتِ الدَّيْنِ عَلَى الْغَائِبِ، وَلَوْ خَافَ الطَّالِبُ مَوْتَ الشَّاهِدِ يَتَوَاضَعُ مَعَ رَجُلٍ وَيَدَّعِي عَلَيْهِ مِثْلَ هَذِهِ الْكَفَالَةِ فَيُقِرُّ الرَّجُلُ بِالْكَفَالَةِ وَيُنْكِرُ الدَّيْنَ فَيُبَرْهِنُ الْمُدَّعِي عَلَى الدَّيْنِ فَيَقْضِي بِهِ عَلَى الْكَفِيلِ وَالْأَصِيلِ ثُمَّ يُبْرِئُ الْكَفِيلَ فَيَبْقَى الْمَالُ عَلَى الْغَائِبِ وَكَذَا الْحَوَالَةُ، وَتَمَامُهُ فِي الْفَتْحِ وَالْبَحْرِ.

ترجمہ: ایک آدمی ایسے شخص کی طرف سے کفیل ہوا، جو دین اس پر ثابت ہے، یا قاضی نے جس کا فیصلہ کیا ہے، یا جو

مال اس کو لازم ہے، درر کی عبارت میں "لزم" بغیر ضمیر کے ہے اور ہدایہ میں ہے کہ یہ (ذاب اور قضی) ماضی ہیں؛ لیکن ان سے مستقبل مراد ہے، جیسے اس کا قول اطال اللہ بقاء ک۔ (ضمانت مذکورہ کے بعد) اصیل غائب ہوگیا، اور مدعی نے کفیل کے خلاف ثابت کردیا کہ اس کے اصیل پر اتنا قرض ہے، تو اس کی گواہی قبول نہ ہوگی، یہاں تک کہ غائب (اصیل) حاضر ہوجائے تب اس پر فیصلہ ہوکر کفیل پر لازم ہوگا، اصیل کے تابع ہوکر اور اگر ثابت کیا کہ اس کے غائب زید پر اتنا قرض ہے اور یہ بعض موجود (شخص) کفیل ہے، تو صرف کفیل پر مال ادا کرنے کا حکم ہوگا، اور اگر زیادہ کیا کہ یہ غائب کے حکم سے کفیل ہے، تو دونوں پر مال ادا کرنے کا حکم ہوگا، لہٰذا کفیل کو رجوع کا حق ہے، اس لیے کہ یہاں مکفول بہ (دعوائے مطلق کے مطابق) مالِ مطلق ہے، لہٰذا اس کا ثابت کرنا ممکن ہے، بخلاف پہلے مسئلے کے، یہ دین کو غائب پر ثابت کرنے کا ایک حیلہ ہے اور اگر طالب گواہوں کے مرنے سے ڈرے، تو وہ کسی آدمی کو تیار کرکے، اس پر ایسی کفالت کا دعویٰ کرے اور وہ آدمی کفالت کا اقرار کرے؛ لیکن دین کا اقرار کرے، تو مدعی دین پر گواہ لائے گا، جس کے مطابق قاضی کفیل اور اصیل کے خلاف فیصلہ کرے گا، بعد میں مدعی کفیل کو بری کردے، تو مال غائب پر باقی رہے گا، ایسے ہی حوالہ اور اس کی تمام بحث فتح اور بحر میں ہے۔

اصیل کا غائب ہونا کفل عن رجل بما ذاب الخ: یہاں مسئلے کی دو صورتیں ہیں ایک میں مدعی نے پہلے کفالت کو ثابت کیا بعد میں دین کو ثابت کیا، اس صورت میں دین ثابت ہونے سے پہلے ہی کفالت ثابت ہوگئی ہے، اس لیے کفالت کا اعتبار نہ ہوگا، اور دوسری صورت میں پہلے دین کو ثابت کیا، اس کے بعد کفالت کو ثابت کیا ہے، اس لیے کفالت کا اعتبار ہوگا، اسی کو حضرات شراح عظام مالِ مقید اور مال مطلق سے تعبیر کرتے ہیں "لان المکفول به هنا مال مطلق و دعوی المدعی مطلقة ایضا فصحت فقبلت البینة لانها بناء علی صحة الدعوی بخلاف ما قبلها لان المکفول به هناک مال مقید یکون وجوبه بعد الکفالة" (فتح القدیر ۷/ ۲۱۵)

كَفَالَتُهُ بِالدَّرَكِ تَسْلِيمٌ مِنْهُ لِمَبِيعٍ كَشُفْعَةٍ فَلَا دَعْوَى لَهُ كَكَتَبَ شَهَادَتَهُ فِي صَكٍّ كَتَبَ فِيهِ بَاعَ مِلْكَهُ أَوْ بَاعَ بَيْعًا نَافِذًا بَاتًّا فَإِنَّهُ تَسْلِيمٌ أَيْضًا، كَمَا لَوْ شَهِدَ بِالْبَيْعِ عِنْدَ الْحَاكِمِ قَضَى بِهَا أَوَّلَا لَا يَكُونُ تَسْلِيمًا كَتَبَ شَهَادَتَهُ فِي صَكٍّ بَيْعٍ مُطْلَقٍ عَمَّا ذَكَرَ أَوْ كَتَبَ شَهَادَتَهُ عَلَى إِقْرَارِ الْعَاقِدَيْنِ لِأَنَّهُ مُجَرَّدُ إِخْبَارٍ فَلَا تَنَاقُضَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَتْمَ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ اتِّفَاقًا بِاعْتِبَارِ عَادَتِهِمْ.

ترجمہ: جیسے کفالت بالدرک، کفیل کی جانب سے مبیع کے لیے مقبول ہوگا، جیسے شفعہ، تو اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہے، جیسے اس کی گواہی بیع نامہ پہ لکھ دی گئی، تو یہ بھی مقبول ہے، جیسے اگر حاکم کے پاس بیع کی گواہی دے خواہ حاکم اس کے مطابق فیصلہ کرے یا نہ کرے، اپنی شہادت مذکورہ قیود سے خالی بیع نامہ لکھی، تو مقبول نہیں ہے یا اپنی شہادت عاقدین کے اقرار پر لکھے (تو مقبول نہیں ہے) اس لیے کہ صرف اخبار ہے، لہٰذا کوئی تناقض نہیں ہے، مصنف علام نے انگوٹھی کو ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ (بعض کتابوں میں اس کا ذکر) اتفاقاً ہوا ہے، اس زمانے کے لوگوں کا اعتبار کرتے ہوئے۔

کفالت بالدرک کفالته بالدرک: مبیع پہ استحقاق کے وقت، اس کے ثمن کی کفالت لینے کا نام "کفالت بالدرک" ہے۔

قَالَ الْكَفِيلُ ضَمِنْتُه لَكَ إلَى شَهْرٍ وَقَالَ الطَّالِبُ هُوَ حَالٌّ فَالْقَوْلُ لِلضَّامِنِ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الْمُطَالَبَةَ وَعَكْسُهُ أَيْ الْحُكْمِ الْمَذْكُورِ فِي قَوْلِهِ لَكَ عَلَيَّ مِائَةٌ إلَى شَهْرٍ مَثَلًا إذَا قَالَ الْآخَرُ وَهُوَ الْمُقَرُّ لَهُ حَالَّةٌ لِأَنَّ الْمُقَرَّ لَهُ يُنْكِرُ الْأَجَلَ، وَالْحِيلَةُ لِمَنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُؤَجَّلٌ وَخَافَ الْكَذِبَ أَوْ حُلُولَهُ بِإِقْرَارٍ أَنْ يَقُولَ أَهُوَ حَالٌّ أَوْ مُؤَجَّلٌ؟ فَإِنْ قَالَ حَالٌّ أَنْكَرَهُ وَلَا حَرَجَ عَلَيْهِ زَيْلَعِيٌّ.

ترجمہ: کفیل نے کہا کہ میں تیرا ایک مہینے میں دینے کا کفیل ہوں اور طالب نے کہا کہ تو فی الحال دینے کا کفیل ہے تو کفیل کا قول معتبر ہوگا، اس لیے کہ وہ مطالبے کا منکر ہے، اور اس کا الٹا ہوگا یعنی حکمِ مذکور اس کے قول ”لک علی ماۃ الی شھر مثلا اذا قال الاخر وھو المقولہ حالۃ“ میں، اس لیے کہ مقر لہ مدت کا انکار کرتا ہے اور مدیون مؤجل جب جھوٹ سے یا اپنے اقرار سے فی الحال لازم ہونے سے ڈرے، تو اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ وہ (مدیون) کہے کہ تیرا دین مجھ پہ فی الحال (واجب الادا) ہے یا مدت پر، اگر وہ کہے کہ فی الحال، تو مدیون اس کا انکار کردے اور اس پر کوئی حرج بھی نہیں ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

مدت میں اختلاف ہوجانا

قال الکفیل ضمنتہ الخ: کفیل کہہ رہا ہے کہ ایک مہینے میں ادا کرنے کی شرط کے ساتھ میں نے کفالت کی ہے اور طالب کہہ رہا ہے کہ نہیں فی الحال ادا کرنے کی بات ہے، اس صورت میں کفیل کی بات کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ فی الحال مطالبہ کا منکر ہے اور یمین و بینہ نہ ہونے کی صورت میں منکر کے قول کا اعتبار ہوتا ہے۔

وَلَا يُؤْخَذُ ضَامِنُ الدَّرَكِ إذَا اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ قَبْلَ الْقَضَاءِ عَلَى الْبَائِعِ بِالثَّمَنِ إذْ بِمُجَرَّدِ الِاسْتِحْقَاقِ لَا يَنْتَقِضُ الْبَيْعُ عَلَى الظَّاهِرِ كَمَا مَرَّ.

ترجمہ: کفیل بالدرک ماخوذ نہیں ہوگا، جب مبیع کا مستحق نکل آئے، بائع پر ثمن کا فیصلہ ہونے سے پہلے، اس لیے محض استحقاق سے بیع ختم نہیں ہوتی ہے، ظاہری روایت کے مطابق، جیسا کہ گذر چکا۔

کفیل بالدرک کب ماخوذ ہوگا؟

و لا یو اخذ الدرک الخ: کفیل بالدرک، مبیع پہ دوسرے کا استحقاق ثابت ہوتے ہی ماخوذ نہ ہوگا؛ بل کہ پہلے بائع کو ثمن ادا کرنے کے لیے کہا جائے گا، جب بائع کے خلاف فیصلہ ہوجائے گا، تب کفیل بالدرک سے مطالبہ شروع ہوگا، اس لیے کہ فیصلہ ہونے سے پہلے خود اصیل پر ثمن کا واپس کرنا لازم نہیں ہے، تو کفیل پر بھی لازم نہ ہوگا اور جب لازم نہیں ہوا ہے، تو مطالبہ بھی ممنوع ہے۔

وَصَحَّ ضَمَانُ الْخَرَاجِ أَيْ الْمُوَظَّفِ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَهُوَ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ فِي الذِّمَّةِ بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ وَالرَّهْنُ بِهِ إذْ الرَّهْنُ بِخَرَاجِ الْمُقَاسَمَةِ بَاطِلٌ نَهْرٌ عَلَى خِلَافِ مَا أَطْلَقَهُ فِي الْبَحْرِ، وَتَجْوِيزُ الزَّيْلَعِيِّ الرَّهْنَ فِي كُلِّ مَا تَجُوزُ بِهِ الْكَفَالَةُ بِجَامِعِ التَّوَثُّقِ مَنْقُوضٌ بِالدَّرَكِ لِجَوَازِ الْكَفَالَةِ بِهِ دُونَ الرَّهْنِ وَكَذَا النَّوَائِبُ وَلَوْ بِغَيْرِ حَقٍّ كَجِبَايَاتِ زَمَانِنَا فَإِنَّهَا فِي الْمُطَالَبَةِ كَالدُّيُونِ بَلْ فَوْقَهَا، حَتَّى لَوْ أُخِذَتْ مِنْ الْأَكَّارِ فَلَهُ الرُّجُوعُ عَلَى مَالِكِ الْأَرْضِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى صَدْرُ الشَّرِيعَةِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَابْنُ الْكَمَالِ، وَقَيَّدَهُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ بِمَا إذَا أَمَرَهُ بِهِ طَائِعًا، فَلَوْ مُكْرَهًا

فِي الْأَمْرِ لَمْ يُعْتَبَرْ لِمَا أَمَرَهُ بِالرُّجُوعِ ذَكَرَهُ الْأَكْمَلُ. وَقَالُوا: مَنْ قَامَ بِتَوْزِيعِهَا بِالْعَدْلِ أُجِرَ، وَعَلَيْهِ فَلَا يَفْسُقُ حَيْثُ عَدَلَ وَهُوَ نَادِرٌ. وَفِي وَكَالَةِ الْبَزَّازِيَّةِ: قَالَ لِرَجُلٍ خَلِّصْنِي مِنْ مُصَادَرَةِ الْوَالِي أَوْ قَالَ الْأَسِيرُ ذٰلِكَ فَخَلَّصَهُ رَجَعَ بِلَا شَرْطٍ عَلَى الصَّحِيحِ. قُلْتُ: وَهٰذَا يَقَعُ فِي دِيَارِنَا كَثِيرًا، وَهُوَ أَنَّ الصُّوبَاشِيَّ يُمْسِكُ رَجُلًا وَيَحْبِسُهُ فَيَقُولُ لِآخَرَ خَلِّصْنِي فَيُخَلِّصَهُ بِمَبْلَغٍ: فَحِينَئِذٍ يَرْجِعُ بِغَيْرِ شَرْطِ الرُّجُوعِ بَلْ بِمُجَرَّدِ الْأَمْرِ فَتَدَبَّرْ، كَذَا بِخَطِّ الْمُصَنِّفِ عَلَى هَامِشِهَا فَلْيُحْفَظْ (وَالْقِسْمَةُ) أَيِ النَّصِيبُ مِنَ النَّائِبَةِ، وَقِيلَ هِيَ النَّائِبَةُ الْمُوَظَّفَةُ، وَقِيلَ غَيْرُ ذٰلِكَ، وَأَيًّا مَا كَانَ فَالْكَفَالَةُ بِهَا صَحِيحَةٌ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ.

ترجمہ: صحیح ہے خراج کا ضمان، جو ہر سال مقصود ہوتا ہے اور وہ وہ ہے جو کاشت کاروں کے ذمے کسی قرینے کی بنیاد پر واجب ہوتا ہے، ان کا قول ''و الرهن به'' اس لیے کہ خراج مقاسمہ کا رہن باطل ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، اس کے برخلاف جس کو بحر میں مطلق رکھا ہے، زیلعی کا ''جامع التوثق'' کے حوالے سے ہر اس چیز میں رہن کو جائز قرار دینا جن میں کفالت جائز ہے، (یہ دعویٰ) درک سے ٹوٹ جاتا ہے، اس میں کفالت جائز ہونے کی وجہ سے نہ کہ رہن، ایسے ہی نوائب کا ضمان، اگر چہ ظلماً ہو، جیسے ہمارے زمانے کے مظالم، اس لیے کہ یہ مطالبے میں دیون کی طرح ہیں؛ بل کہ اس سے بھی بڑھ کر، یہاں تک کہ اگر بٹائی دار سے لے لیا گیا، اس کو زمین مالک سے واپس لینے کا حق ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ، مصنف اور ابن الکمال نے اس کو ثابت رکھا ہے، اور شمس الائمہ نے اس کو اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب ضامن کو ضمانت کا حکم راضی سے دیا ہے؛ لیکن اگر مجبور ہو کر دیا ہے، تو واپسی کے حکم کا اعتبار نہ ہوگا، اس کو اکمل الدین نے ذکر کیا ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ جو مال تقسیم کرنے میں انصاف کرے وہ ماجور ہے، اس بنیاد پر جب تک وہ انصاف کرے فاسق نہیں کہا جائے گا اور ایسا (آدمی) کم ہے، بزازیہ کی کتاب الوکالت میں ہے کہ کسی آدمی نے کہا کہ مجھ کو والی کے مصادرہ سے چھڑائیے یا قیدی نے ایسا ہی کہا، چناں چہ اس کو چھڑا لیا، چھڑانے والا بلا شرط کے (اخراجات) اس سے لے گا، صحیح قول کے مطابق میں کہتا ہوں کہ یہ صورت ہمارے دیار میں بہت واقع ہوتی ہے اور وہ یہ کہ صوباشی کسی آدمی کو پکڑ کر قید کر لیتا ہے، چناں چہ وہ دوسرے سے کہتا ہے کہ مجھے رہا کرائیے، چناں چہ وہ پیسے سے رہا کراتا ہے، اور اس وقت بغیر کسی شرط کے اس سے واپس لیتا ہے؛ بل کہ صرف حکم کرنے سے، لہٰذا غور کرنا چاہیے، ایسا ہی مصنف علام کی تحریر میں، بزازیہ کے حاشیہ پہ ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، اور نائبہ میں سے قسمت یعنی حصے کا ضمان صحیح ہے، کہا گیا کہ یہ نائبہ موظفہ ہے اور کہا کہ دوسرے ہیں، جو بھی ہو، اس کی کفالت صحیح ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ نے صراحت کی ہے۔

خراج میں ضمان

وصح ضمان الخراج الخ: خراج اصطلاح میں اس زرعی ٹیکس کا نام ہے، جو بنیادی طور پر اسلامی مملکت کی غیر مسلم رعایا پر عشر کی جگہ لگایا جاتا ہے؛ اگر کوئی آدمی اس خراج کا ضمان لے، تو لینا صحیح ہے۔

قَالَ رَجُلٌ لِآخَرَ اُسْلُكْ هٰذَا الطَّرِيقَ فَإِنَّهُ أَمْنٌ فَسَلَكَ وَأُخِذَ مَالُهُ لَمْ يَضْمَنْ، وَلَوْ قَالَ إِنْ كَانَ مَخُوفًا وَأُخِذَ مَالُكَ فَأَنَا ضَامِنٌ وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا ضَمِنَ هٰذَا وَارِدٌ عَلَى مَا قَدَّمَهُ بِقَوْلِهِ وَلَا تَصِحُّ بِجَهَالَةِ الْمَكْفُولِ عَنْهُ كَمَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمَغْرُورَ إِنَّمَا يَرْجِعُ عَلَى الْغَارِّ إِذَا

حَصَلَ الْغُرُورُ فِي ضِمْنِ الْمُعَاوَضَةِ، أَوْ ضَمِنَ الْغَارُّ صِفَةَ السَّلَامَةِ لِلْمَغْرُورِ نَصًّا دُرَرٌ، وَتَمَامُهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَمَرَّ فِي الْمُرَابَحَةِ.

ترجمہ: ایک آدمی نے دوسرے سے کہا اس راستے میں چل، اس لیے کہ اس میں امن ہے، چناں چہ وہ اس راستے میں چلا؛ لیکن اس کا مال چھین لیا گیا، تو وہ (کہنے والا) ضامن نہ ہوگا، اور اگر ڈر ہے اور تیرا مال چھین لیا گیا، تو میں ضامن ہوں، تو یہ شخص ضامن ہوگا، اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ مصنف علام کے قول سے کہ مکفول عنہ کی جہالت کی صورت میں کفالت صحیح نہیں ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، قاعدہ یہ ہے کہ دھوکہ کھانے والا اس صورت میں دھوکہ دینے والے سے واپس لیتا ہے، جب دھوکہ عقد معاوضہ کے ضمن میں ہو، یا دھوکہ دینے والا شئ مغرور کی صفت سلامتی کی بصراحت ضمانت لے، اس کی پوری بحث اشباہ میں ہے، نیز مرابحہ میں گذر چکا ہے۔

دوسرے کی بات پر چل کر نقصان اٹھانا

قال رجل لآخر الخ: ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ اس راستے میں چل، اس کے کہنے کے مطابق وہ آدمی، اس راستے میں چل پڑا؛ لیکن اس کا نقصان ہو گیا، تو ایسی صورت میں کہنے والا ضامن نہ ہوگا، اس لیے کہ جس کو کہا گیا ہے، وہ خود سمجھ کر فیصلہ کر سکتا تھا، اس نے ایسا نہ کر کے بلا سوچے سمجھے محض کہنے سے ہی دوسرے کی بات پر چل پڑا، اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، نیز پر خطر راستے میں عام طور پر مال لوٹ لیا جاتا ہے، اس لیے کہنے والا ضامن نہ ہوگا، الا یہ کہ کہنے والا اس بات کی صراحت کر دے کہ میں بہر حال میں ضامن ہوں، تو کہنے والا ضامن ہوگا، اس صورت میں بھی ضمانت صحیح نہیں ہونی چاہیے تھی، اسی لیے کہ مکفول بہ مجہول ہے؛ لیکن کہنے والے میں زجراً ضامن مان لیا گیا ہے۔

فُرُوعٌ: ضَمَانُ الْغُرُورِ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ ضَمَانُ الْكَفَالَةِ. لِلْكَفِيلِ مَنْعُ الْأَصِيلِ مِنَ السَّفَرِ لَوْ كَفَالَتُهُ حَالَّةً لِيُخَلِّصَهُ مِنْهَا بِأَدَاءٍ أَوْ إِبْرَاءٍ، وَفِي الْكَفِيلِ بِالنَّفْسِ يَرُدُّهُ إِلَيْهِ كَمَا فِي الصُّغْرَى: أَيْ لَوْ بِأَمْرِهِ. مَنْ قَامَ عَنْ غَيْرِهِ بِوَاجِبٍ بِأَمْرِهِ رَجَعَ بِمَا دَفَعَ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْهُ كَالْأَمْرِ بِالْإِنْفَاقِ عَلَيْهِ وَبِقَضَاءِ دَيْنِهِ إِلَّا فِي مَسَائِلَ أَمَرَهُ بِتَعْوِيضٍ عَنْ هِبَتِهِ وَبِإِطْعَامٍ عَنْ كَفَّارَتِهِ وَبِأَدَاءٍ عَنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَبِأَنْ يَهَبَ فُلَانًا عَنِّي أَلْفًا فِي كُلِّ مَوْضِعٍ يَمْلِكُ الْمَدْفُوعُ إِلَيْهِ الْمَالَ الْمَدْفُوعَ إِلَيْهِ مُقَابَلًا بِمِلْكِ مَالٍ، فَإِنَّ الْمَأْمُورَ يَرْجِعُ بِلَا شَرْطٍ وَإِلَّا فَلَا، وَتَمَامُهُ فِي وَكَالَةِ السِّرَاجِ، وَالْكُلُّ مِنَ الْأَشْبَاهِ وَفِي الْمُلْتَقَطِ. الْكَفِيلُ لِلْمُخْتَلِعَةِ بِمَالِهَا عَلَى الزَّوْجِ مِنَ الدَّيْنِ لَا يَبْرَأُ بِتَجَدُّدِ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا. ثَوْبٌ غَابَ عَنْ دَلَّالٍ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، وَلَوْ غَابَ عَنْ صَاحِبِ الْحَانُوتِ وَقَدْ سَاوَمَ وَاتَّفَقَا عَلَى الثَّمَنِ فَعَلَيْهِ قِيمَةُ الثَّوْبِ، وَلَوْ طَافَ بِهِ الدَّلَّالُ ثُمَّ وَضَعَهُ فِي حَانُوتٍ فَهَلَكَ ضَمِنَ الدَّلَّالُ بِالِاتِّفَاقِ، وَلَا ضَمَانَ عَلَى صَاحِبِ الْحَانُوتِ عِنْدَ الْإِمَامِ؛ لِأَنَّهُ مُودِعُ الْمُودِعِ. دَلَّالٌ مَعْرُوفٌ فِي يَدِهِ ثَوْبٌ تَبَيَّنَ أَنَّهُ مَسْرُوقٌ فَقَالَ رَدَدْتُ عَلَى الَّذِي أَخَذْتُ مِنْهُ بَرِئَ؛ وَلَوْ قَالَ طَالِبٌ غَرِيمِي فِي مِصْرَ كَذَا فَإِذَا أَخَذْتُ مَالِي فَلَكَ عَشَرَةٌ مِنْهُ، يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُزَادُ

عَلَى عَشَرَةٍ مُلْتَقَطٌ. وَأَفْتَيْتُ بِأَنَّ ضَمَانَ الدَّلَّالِ وَالسِّمْسَارِ الثَّمَنَ لِلْبَائِعِ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ بِالْأَجْرِ. وَذَكَرُوا أَنَّ الْوَكِيلَ لَا يَصِحُّ ضَمَانُهُ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فَلْيُحَرَّرْ اهـ.

ترجمہ: غرر کا ضمان حقیقت میں، کفالت کا ضمان ہے، کفیل کو اختیار ہے کہ اصیل کو سفر سے روکے، اگر فی الحال ادا کرنے کی کفالت ہو، تا کہ وہ ادا یا ابراء کے ذریعے اس سے چھٹکارا پائے اور کفالت بالنفس میں اصیل کو اس کے (مکفول بہ کے) پاس لے آئے جیسا کہ صغریٰ میں ہے، یعنی کفالت اصیل کے حکم سے ہو، جس شخص نے دوسرے پر واجب مال کو اس کے کہنے پر ادا کر دیا، تو وہ دیا ہوا مال واپس لے لے، اگر چہ واپسی کی شرط نہ لگائی ہو، جیسے نفقہ اور دین ادا کرنے کا حکم کرنا، مگر چار مسئلوں میں (۱) شئ موہوب کا عوض دینے کا حکم دوسرے سے کیا، (۲) اپنے کفارے کے عوض میں کھانا کھلانے کے لیے کہہ دیا، (۳) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہہ دیا، (۴) دوسرے سے کہا میری طرف سے فلاں کو ایک ہزار ہبہ کر دے، جس جگہ مدفوع الیہ مالِ مدفوع کا مالک ہو جائے، مال کی ملکیت کے مقابلے میں، تو مامور بلا شرط کے واپس لے گا، ورنہ نہیں، اس کی پوری بحث سراج کی کتاب الوکالت میں ہے اور یہ فروعات اشباہ کے حوالے سے ہیں خلعہ کرنے والی کا کفیل، ان دونوں کے تجدد نکاح کرنے کی وجہ سے، عورت کے اس مال سے بری نہیں ہوگا، جو شوہر پر دین کی صورت میں ہے، دلال سے کپڑا غائب ہو گیا، تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر دو کاندار سے غائب ہو جائے، حالاں کہ بھاؤ کر کے دونوں ثمن پر متفق ہو گئے تھے، تو دو کاندار پر تاوان نہیں ہے، اس لیے کہ وہ امانت دار ہے، مشہور دلال کے ہاتھ میں موجود کپڑے کے بارے میں ظاہر ہو گیا کہ چوری کا ہے، پھر اس نے کہا کہ جس کا تھا، اس کو واپس کر دیا، تو وہ بری ہو جائے گا، اگر دائن نے کہا میرا مدیون فلاں شہر میں ہے، جب تو اس کو پکڑ لے، تو تیرے لیے دس ہیں، تو اجر مثل واجب ہوگا، جو دس سے زیادہ نہ ہو، جیسا کہ ملتقط میں ہے میں نے فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا بائع کے ثمن کا ضامن ہونا، باطل ہے، اس لیے کہ وہ اجر کا وکیل ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کا ضامن بننا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ خود اپنی ذات کا وکیل ہو جائے گا، اس کو تحقیق کر کے لکھنا چاہیے۔

کفیل کا اختیار اصیل پر

للکفیل منع الاصیل الخ: کفالت ایسی ہے کہ جس میں فی الفور دین ادا کرنے کی بات کہی گئی ہے، تو کفیل کو یہ اختیار ہے کہ اصیل کو سفر سے روک دے، تا کہ وہ فوری طور پر دین ادا کر کے، اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جائے۔

فَائِدَةٌ: ذَكَرَ الطَّرَسُوسِيُّ فِي مُؤَلَّفٍ لَهُ أَنَّ مُصَادَرَةَ السُّلْطَانِ لِأَرْبَابِ الْأَمْوَالِ لَا تَجُوزُ إِلَّا لِعُمَّالِ بَيْتِ الْمَالِ، مُسْتَدِلًّا بِأَنَّ عُمَرَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - صَادَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ اهـ وَذَلِكَ حِينَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْبَحْرَيْنِ ثُمَّ عَزَلَهُ وَأَخَذَ مِنْهُ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا ثُمَّ دَعَاهُ لِلْعَمَلِ فَأَبَى رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهُ. وَأَرَادَ بِعُمَّالِ بَيْتِ الْمَالِ خَدَمَتَهُ الَّذِينَ يَجْبُونَ أَمْوَالَهُ، وَمِنْ ذَلِكَ كَتَبَتُهُ إِذَا تَوَسَّعُوا فِي الْأَمْوَالِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى خِيَانَتِهِمْ وَيُلْحَقُ بِهِمْ كَتَبَةُ الْأَوْقَافِ وَنُظَّارُهَا إِذَا تَوَسَّعُوا وَتَعَاطَوْا أَنْوَاعَ اللَّهْوِ وَبِنَاءَ الْأَمَاكِنِ فَلِلْحَاكِمِ أَخْذُ الْأَمْوَالِ مِنْهُمْ وَعَزْلُهُمْ، فَإِنْ عَرَفَ خِيَانَتَهُمْ فِي وَقْفٍ مُعَيَّنٍ رَدَّ الْمَالَ إِلَيْهِ وَإِلَّا وَضَعَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ نَهْرٌ وَبَحْرٌ. وَفِي التَّلْخِيصِ: لَوْ كَفَلَ

الْحَالَّ مُؤَجَّلًا تَأَخَّرَ عَنِ الْأَصِيلِ وَلَوْ قَرْضًا؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ وَاحِدٌ. قُلْتُ: وَقَدَّمْنَا أَنَّهَا حِيلَةُ تَأْجِيلِ الْقَرْضِ وَسَيَجِيءُ أَنَّ لِلْمَدْيُونِ السَّفَرَ قَبْلَ حُلُولِ الدَّيْنِ، وَلَيْسَ لِلدَّائِنِ مَنْعُهُ وَلَكِنْ يُسَافِرُ مَعَهُ فَإِذَا حَلَّ مَنَعَهُ لِيُوفِيَهُ. وَاسْتَحْسَنَ أَبُو يُوسُفَ أَخْذَ كَفِيلٍ شَهْرًا لِامْرَأَةٍ طَلَبَتْ كَفِيلًا بِالنَّفَقَةِ لِسَفَرِ الزَّوْجِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَقَاسَ عَلَيْهِ فِي الْمُحِيطِ بَقِيَّةَ الدُّيُونِ لَكِنَّهُ مَعَ الْفَارِقِ كَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ، لَكِنْ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ:

لَوْ قَالَ مَدْيُونِي مُرَادُهُ السَّفَرْ ☆ وَأَجَلُ الدَّيْنِ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَرْ
وَطَلَبُ التَّكْفِيلِ قَالُوا يَلْزَمْ ☆ عَلَيْهِ إِعْطَاءُ كَفِيلٍ يُعْلَمْ
لَوْ حُبِسَ الْكَفِيلُ قَالُوا جَازَ لَهْ ☆ إِذَا أَرَادَ حَبْسَ مَنْ قَدْ كَفَلَهْ
لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ ذَا لِأَجْلِهِ ☆ حُبِسَ فَلْيُجَازِهِ بِفِعْلِهِ
ثُمَّ الْكَفِيلُ إِنْ يَمُتْ قَبْلَ الْأَجَلْ ☆ لَا شَكَّ أَنَّ الدَّيْنَ فِي ذَا الْحَالِ حَلْ
عَلَيْهِ فَالْوَارِثُ إِنْ أَدَّاهُ لَمْ ☆ يَرْجِعْ بِهِ مِنْ قَبْلِ مَا التَّأْجِيلُ تَمْ

ترجمہ: فائدہ: طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ بادشاہ کا مال داروں پر حرجانہ لگانا جائز نہیں ہے؛ مگر بیت المال کے عاملین پر، استدلال کرتے ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ پر حرجانہ عائد کیا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا تھا، پھر ان کو معزول کر کے ان سے بارہ ہزار لیے، پھر ان کو عامل بنانا چاہا؛ لیکن انھوں نے منع کر دیا، اس کو حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے، انھوں نے بیت المال کے عمال سے اس کے ان خادمین کو مراد لیا ہے، جو مال وصول کرتے ہیں، ان میں سے منشی بھی ہیں، جب مال میں زیادتی ظاہر کریں، اس لیے کہ یہ مال میں خیانت کی دلیل ہے، ان ہی کے ساتھ اوقاف کے منشی اور نگراں ملحق ہیں، جب کہ وہ عمارت بنوانے میں زیادتی اور لہو ولعب میں فضول خرچی کریں، تو حاکم کو ان کے مال ضبط کرنے اور معزول کا اختیار ہے، اگر ان کی خیانت متعین وقف میں ظاہر ہو، تو اسی وقف میں مال دے دیا جائے گا، ورنہ بیت المال میں، جیسا کہ نہر اور بحر میں ہے، تلخیص میں ہے کہ اگر دین حال کا مدت مکرر کر کے کفیل ہوا تو اصیل سے (بھی) مؤخر ہو جائے گا اگر چہ قرض ہو، اس لیے کہ دین ایک (ہی) ہے، میں کہتا ہوں کہ پہلے بیان کیا ہے کہ یہ قرض کو مؤخر کرنے کا حیلہ ہے، عن قریب آرہا ہے کہ دین کی مدت آنے سے پہلے مدیون کو سفر کا اختیار ہے دائن کو روکنے کا حق نہیں ہے؛ لیکن (نگرانی کے لیے) اس کے ساتھ سفر کر سکتا ہے؛ البتہ جب وقت ہو جائے، تو وصول کرنے کے لیے روکنے کا حق ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک استحساناً اس عورت کے لیے ایک مہینے کا کفیل بنا جائز ہے، جس نے شوہر کے سفر میں جانے کی صورت میں نفقے کے کفیل کا مطالبہ کیا، اسی پر فتویٰ ہے، اور محیط میں بقیہ دیون کو اسی پر قیاس کیا ہے؛ لیکن قیاس مع الفارق ہے، جیسا کہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے؛ منظومہ محبیہ میں ہے، صاحب دین نے کہا میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت کا اس پر مستقر نہیں، صاحب دین نے کفیل کا مطالبہ کیا، تو فقہاء نے کہا کہ مشہور کفیل کا متعین کرنا اس پر لازم ہے، اگر صاحب دین کفیل کو قید کرے، تو فقہاء نے کہا کہ اس کے لیے جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ جب مکفول عنہ کو قید کرنے کا ارادہ رکھے، اس لیے کہ یہ اسی

کی وجہ سے ہوا ہے، لہٰذا وہ اپنے فعل سے اس کا بدلہ دے، پھر اگر کفیل مدت آنے سے پہلے مرجائے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دین فی الحال لازم ہوجائے گا؛ لہٰذا وارث اگر ادا کردیں، تو وارث کو مدت آنے سے پہلے (قرض) لینے کا حق نہیں ہے۔

حکومت کی طرف سے حرجانہ

ذکر الطرسوسي الخ: حکومت اگر حرجانہ عائد کرے، تو یہ بیت المال کے ذمہ داران اور ملازمین پر کرسکتی ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے، نیز ان لوگوں کے ہاتھ میں خزانہ ہے، اس لیے خیانت کا قوی امکان ہے، عام لوگوں پر حرجانہ عائد کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان لوگوں کی رسائی خزانے تک ہے ہی نہیں، تو خیانت کیسے کرسکتے ہیں اور جب خیانت نہیں کی ہے، تو حرجانہ بھی صحیح نہیں ہے۔

بَابُ كَفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ

دَيْنٌ عَلَيْهِمَا لِآخَرَ بِأَنْ اشْتَرَيَا مِنْهُ عَبْدًا بِمِائَةٍ وَكَفَلَ كُلٌّ عَنْ صَاحِبِهِ بِأَمْرِهِ جَازَ وَلَمْ يَرْجِعْ عَلَى شَرِيكِهِ إِلَّا بِمَا أَدَّاهُ زَائِدًا عَلَى النِّصْفِ لِرُجْحَانِ جِهَةِ الْأَصَالَةِ عَلَى النِّيَابَةِ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ رَجَعَ بِنِصْفِهِ لَأَدَّى إِلَى الدَّوْرِ دُرَرٌ

ترجمہ: دو آدمی پہ دوسرے کا اس طور پر دین ہے کہ دونوں نے ایک آدمی سے سو میں ایک غلام خریدا اور دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا اس کی اجازت سے کفیل بنا، تو جائز ہے اور اپنے شریک سے واپس نہ لے؛ مگر یہ کہ جو نصف سے زیادہ ادا کیا ہے، اصالت کی جہت نیابت پر غالب ہونے کی وجہ سے، نیز اگر نصف میں واپس لے گا، تو دور لازم آئے گا، جیسا کہ درر میں ہے۔

دو آدمی کا آپس میں کفیل بننا

دين عليهما لآخر الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا کہ ان میں ایک آدھا ثمن دے گا اور دوسرا آدھا، ابھی ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کے ثمن کو اپنے ذمے لے لے، تو جائز ہے۔

وَإِنْ كَفَلَا عَنْ رَجُلٍ بِشَيْءٍ بِالتَّعَاقُبِ بِأَنْ كَانَ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ فَكَفَلَ عَنْهُ رَجُلَانِ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِجَمِيعِهِ مُنْفَرِدٌ ثُمَّ كَفَلَ كُلٌّ مِنَ الْكَفِيلَيْنِ عَنْ صَاحِبٍ بِأَمْرِهِ بِالْجَمِيعِ، وَبِهَذِهِ الْقُيُودِ خَالَفَتِ الْأُولَى فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا رَجَعَ بِنِصْفِهِ عَلَى شَرِيكِهِ لِكَوْنِ الْكُلِّ كَفَالَةً هُنَا أَوْ يَرْجِعُ إِنْ شَاءَ بِالْكُلِّ عَنِ الْأَصِيلِ لِكَوْنِهِ كَفَلَ بِالْكُلِّ بِأَمْرِهِ وَإِنْ أَبْرَأَ الطَّالِبُ أَحَدَهُمَا أَخَذَ الطَّالِبُ الْكَفِيلَ الْآخَرَ بِكُلِّهِ بِحُكْمِ كَفَالَتِهِ.

ترجمہ: اگر دو آدمی ایک آدمی کی طرف سے کفیل ہوئے، تعاقب کے طریقے پر، اس طور پر کہ ایک آدمی پر دین تھا، چناں چہ دو آدمی کفیل ہوئے، پھر ان دونوں میں ہر ایک علاحدہ، علاحدہ پورے دین کے ضامن ہوئے پھر کفیلوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی اجازت سے آپس میں پورے دین کے ضامن ہوئے، ان قیود سے پہلے مسئلے سے الگ ہوگیا، لہٰذا ان دونوں میں سے جو ادا کرے گا، اس کا آدھا اپنے ساتھی سے لے گا، یہاں ہر ایک کفیل ہوجانے کی وجہ سے اور اگر چاہے، تو کل اصیل سے لے لے، اس لیے کہ وہ اصیل کے حکم سے کل کا کفیل ہے، اگر طالب ان میں سے ایک کو بری کردے، تو دوسرے سے کل دین لے لے، اس کے کفیل بننے کے مطابق۔

ایک آدمی کی طرف سے دو آدمی کا کفیل بننا

وان كفلا عن رجل الخ: ایک آدمی کی طرف سے دو آدمی کا کفیل بننا جائز ہے۔

وَلَوْ افْتَرَقَ الْمُفَاوِضَانِ وَعَلَيْهِمَا دَيْنٌ أَخَذَ الْغَرِيمُ أَيًّا شَاءَ مِنْهُمَا بِكُلِّ الدَّيْنِ لِتَضَمُّنِهَا الْكَفَالَةَ كَمَا مَرَّ وَلَا رُجُوعَ عَلَى صَاحِبِهِ حَتَّى يُؤَدِّيَ أَكْثَرَ مِنَ النِّصْفِ لِمَا مَرَّ. كَاتَبَ عَبْدَيْهِ كِتَابَةً وَاحِدَةً وَكَفَلَ كُلٌّ مِنَ الْعَبْدَيْنِ عَنْ صَاحِبِهِ صَحَّ اسْتِحْسَانًا وَحِينَئِذٍ فَمَا أَدَّى أَحَدُهُمَا رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِنِصْفِهِ لِاسْتِوَائِهِمَا. وَلَوْ أَعْتَقَ الْمَوْلَى أَحَدَهُمَا وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا صَحَّ وَأَخَذَ أَيًّا شَاءَ مِنْهُمَا بِحِصَّةِ مَنْ لَمْ يَعْتِقْهُ الْمُعْتَقُ بِالْكَفَالَةِ وَالْآخَرُ بِالْأَصَالَةِ فَإِنْ أَخَذَ الْمُعْتَقَ رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ لِكَفَالَتِهِ وَإِنْ أَخَذَ الْآخَرَ لَا لِأَصَالَتِهِ. وَإِذَا كَفَلَ شَخْصٌ عَنْ عَبْدٍ مَالًا مَوْصُوفًا بِكَوْنِهِ لَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ مَوْلَاهُ بَلْ فِي حَقِّهِ بَعْدَ عِتْقِهِ كَمَا لَزِمَهُ بِإِقْرَارِهِ أَوْ اسْتِقْرَاضٍ أَوْ اسْتِهْلَاكِ وَدِيعَةٍ فَهُوَ أَيْ الْمَالُ الْمَذْكُورُ حَالٌّ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ أَيْ الْحُلُولَ لِحُلُولِهِ عَلَى الْعَبْدِ وَعَدَمِ مُطَالَبَتِهِ لِعُسْرَتِهِ، وَالْكَفِيلُ غَيْرُ مُعْسِرٍ وَيَرْجِعُ بَعْدَ عِتْقِهِ لَوْ بِأَمْرِهِ، وَلَوْ كَفَلَ مُؤَجَّلًا تَأَجَّلَ كَمَا مَرَّ.

ترجمہ: اگر دو شریک مفاوض اس حال میں جدا ہوئے کہ ان دونوں پر دین تھا، تو قرض خواہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے کل دین لے لے، مفاوضہ کفالت کے ساتھ متضمن ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا اور اپنے ساتھی سے واپس نہیں لے گا، الا یہ کہ آدھا سے زیادہ ادا کر دے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، آقا نے ایک ساتھ اپنے دو غلام کو مکاتب بنایا اور دونوں غلاموں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفیل بن جائے، تو استحسانا صحیح ہے، لہٰذا اس وقت ان دونوں میں سے جو ادا کیا ہے، اپنے ساتھی سے اس کا آدھا لے لے، دونوں برابر ہونے کی وجہ سے اور اگر آقا نے ان میں سے ایک کو آزاد کر دیا اور مسئلہ اسی حال میں ہے، تو صحیح ہے اور آقا ان دونوں میں سے جس سے چاہے، اپنے اس حصے کو لے لے جسے آزاد نہیں کیا ہے، عتق سے کفالت کی بنیاد پر اور دوسرے سے اصالت کی بنیاد پر، اگر معتق سے مواخذہ کیا، تو وہ (معتق) اپنے ساتھی سے لے لے کفالت کی وجہ سے، اور اگر دوسرے سے لے لیا، تو وہ واپس نہ لے اصالت کی وجہ سے جب کوئی آدمی غلام کا کفیل ہو، ایسے مال کا جس کا دین ہونا آقا کے حق میں ظاہر نہیں؛ بل کہ وہ آزادی کے بعد غلام کے حق میں ہے، جیسے مال لازم ہو جائے غلام پر اس کے اقرار یا استقراض یا ودیعت کے ہلاک کرنے سے، تو مال مذکور فی الحال ادا کرنا لازم ہے، اگر چہ فی الحال کی قید نہ لگائی ہو، غلام پر فی الحال لازم ہونے کی وجہ سے اور غلام سے مطالبہ تنگ دست کی وجہ سے نہ تھا؛ لیکن کفیل تنگ دست نہیں ہے، اگر غلام کے حکم سے کفیل بنا ہے، تو آزادی کے بعد واپس لے گا، اور اگر مدت مقرر کر کے کفیل بنا ہے، تو فی الحال ادا کرنا لازم نہیں، جیسا کہ گذر چکا۔

شریک مفاوض

و لو افترق المفاوضان الخ: پونجی، نفع، نقصان اور تصرف میں دونوں شریک اگر برابر ہوں، تو یہ شریک مفاوضت ہے، "اما ان تشترط المساواة فی المال و بحه وتصرفه و نفعه و ضرره او لافان شرط ذلک فهو المفاوضة" (فتح القدیر ۶/۱۵۵)

ادَّعَى شَخْصٌ رَقَبَةَ عَبْدٍ فَكَفَلَ بِهِ رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ الْمَكْفُولُ قَبْلَ تَسْلِيمِهِ فَبَرْهَنَ الْمُدَّعِي

أَنَّهُ كَانَ لَهُ ضَمِنَ الْكَفِيلُ قِيمَتَهُ لِجَوَازِهَا بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ كَمَا مَرَّ. وَلَوْ ادَّعَى عَلَى عَبْدٍ مَالًا فَكَفَلَ بِنَفْسِهِ أَيْ بِنَفْسِ الْعَبْدِ رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ بَرِئَ الْكَفِيلُ كَمَا فِي الْحُرِّ. وَلَوْ كَفَلَ عَبْدٌ غَيْرُ مَدْيُونٍ مُسْتَغْرِقٍ عَنْ سَيِّدِهِ بِأَمْرِهِ جَازَ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ فَإِذَا عَتَقَ فَأَدَّاهُ أَوْ كَفَلَ سَيِّدُهُ عَنْهُ بِأَمْرِهِ فَأَدَّاهُ وَلَوْ بَعْدَ عِتْقِهِ لَمْ يَرْجِعْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلَى الْآخَرِ لِانْعِقَادِهَا غَيْرَ مُوجِبَةٍ لِلرُّجُوعِ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا لَا يَسْتَوْجِبُ دَيْنًا عَلَى الْآخَرِ فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ كَمَا لَوْ كَفَلَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَبَلَغَهُ فَأَجَازَ الْكَفَالَةَ لَمْ تَكُنْ الْكَفَالَةُ مُوجِبَةً لِلرُّجُوعِ لِمَا قُلْنَاهُ وَ قَالُوا فَائِدَةُ كَفَالَةِ الْمَوْلَى عَنْ عَبْدِهِ وُجُوبُ مُطَالَبَتِهِ، بِإِيفَاءِ الدَّيْنِ مِنْ سَائِرِ أَمْوَالِهِ، وَفَائِدَةُ كَفَالَةِ الْعَبْدِ عَنْ مَوْلَاهُ تَعَلُّقُهُ أَيْ الدَّيْنِ بِرَقَبَتِهِ وَهَذَا لَمْ يُثْبِتْهُ الْمُصَنِّفُ مَتْنًا فِي شَرْحِهِ. وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ: کسی آدمی نے ایک غلام کی گردن کا دعویٰ کیا، دوسرا آدمی اس کا کفیل ہوا؛ لیکن حوالہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا، اور مدعی نے گواہوں سے ثابت کر دیا کہ وہ غلام اس کا تھا، تو کفیل غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا، اعیان مضمونہ میں کفالت جائز ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا، اور اگر غلام پر مال کا دعویٰ کیا اور کوئی غلام کے نفس کا کفیل ہو گیا، پھر غلام مر گیا، تو کفیل بری ہو جائے گا، جیسا کہ حر کی کفالت کے بارے میں گذر چکا، اور اگر ایسا غلام جو مستغرق بالدین نہیں ہے، وہ آقا کا اس کی اجازت سے کفیل ہو گیا، تو جائز ہے، اس لیے کہ آقا کا اس پر حق ہے، پھر جب وہ آزاد ہوا، جب اس نے ادا کیا اس کا آقا اس کی طرف سے اس کی اجازت سے کفیل بنا، پھر غلام نے آزاد کیا، اگرچہ آزادی کے بعد ہو، تو ان میں سے کوئی دوسرے سے واپس نہیں لے گا، کفالت کے رجوع غیر موجب ہو کر منعقد ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر دین واجب نہیں کر سکتا ہے، لہٰذا اس کے بعد کفالت واجب نہیں کرے گی، جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی کا کفیل بنا اس کی اجازت کے بغیر، پھر اس کو خبر ملی اور اس نے کفالت کو جاری کر دیا، تو کفالت رجوع کے لیے موجب نہیں ہوگی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا، فقہاء نے کہا ہے کہ غلام کی طرف سے آقا کی کفالت کا فائدہ (غلام کے علاوہ) آقا کے تمام مال سے دین ادا کرنے کے مطالبے کی راہ ہموار کرنا ہے، اور غلام کا مولا کی طرف سے کفالت کا فائدہ، اس کے دین کو اپنی گردن سے متعلق کرنا ہے، اور اس کو مصنف علام نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہی زیادہ اچھا جانتا ہے۔

مکفول بہ ہلاک ہو جائے

ادعی رقبته عبد الخ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے، اتنے میں دوسرا آدمی اس کا کفیل ہو گیا ابھی معاملہ جوں کا توں تھا کہ اس غلام کی موت ہو گئی، اس کے بعد مدعی نے گواہوں کے ذریعے سے ثابت کر دیا کہ واقعتاً غلام اسی کا ہے، تو کفیل پر اس غلام کی قیمت لازم ہوگی، اس لیے کہ غلام بمعنی اموال میں سے ایک مال ہے اور قیمتی اموال جب ضائع ہو جاتے ہیں، تو قیمت لازم ہوتی ہے، اس لیے غلام کی قیمت لازم ہوگی۔

كِتَابُ الْحَوَالَةِ

هِيَ لُغَةً النَّقْلُ، وَشَرْعًا: نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةِ الْمُحِيلِ إِلَى ذِمَّةِ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ وَهَلْ تُوجِبُ

اَلْبَرَاءَةُ مِنَ الدَّيْنِ الْمُصَحَّحِ نَعَمْ فَتْحٌ. اَلْمَدْيُونُ مُحِيلٌ وَالدَّائِنُ مُحْتَالٌ وَمُحْتَالٌ لَهُ وَمُحَالٌ وَمُحَالٌ لَهُ وَيُزَادُ خَامِسٌ وَهُوَ حَوِيلٌ فَتْحٌ. وَمَنْ يَقْبَلُهَا مُحْتَالٌ عَلَيْهِ وَمُحَالٌ عَلَيْهِ فَالْفَرْقُ بِالصِّلَةِ وَقَدْ تُحْذَفُ مِنَ الْأَوَّلِ وَالْمَالُ مُحَالٌ بِهِ

ترجمہ: یہ لغت میں منتقل کرنا ہے، اور شرعاً محیل کے ذمے سے دین کو محتال علیہ کے ذمے منتقل کرنا اور کیا، دین سے برأت لازم ہے؟ صحیح ہاں ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، مدیون محیل ہے اور دائن محتال، محتال لہ، محال، محال لہ اور مزید پانچواں حویل ہے، جیسا کہ فتح میں ہے اور جو قبول کرے وہ محتال علیہ ومحال علیہ ہے، لہٰذا فرق صلے سے ہے اور بسا اوقات پہلے سے صلہ حذف ہو جاتا ہے اور مال محال بہ ہے۔

مناسبت کفالہ اور حوالہ میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں میں میں اصیل پر واجب شدہ چیز دوسرے پر واجب ہو جاتی ہے؛ لیکن چوں کہ کفالہ کے احکام وسیع ہیں کہ وہ عین اور دین دونوں کو شامل ہیں، اس لیے کفالہ کو مقدم کیا اور حوالہ میں صرف دین سے بحث ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے احکام قدرے مختصر ہیں، اس لیے حوالہ کو مؤخر کیا" اوردها بعد الكفالة لانها لا تختص بالدين ولا تشمل العين بخلاف الكفالة "قهستاني" ومناسبة اقترانهما ان في كل التزام" (الطحطاوی علی الدر ۳/۲۲۶)

لغوی معنی: حوالہ کے لغوی معنی منتقلی کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: ایک شخص سے دوسرے شخص کے ذمے دین منتقل کر دینے کا نام حوالہ ہے۔

وَالْحَوَالَةُ شُرِطَ لِصِحَّتِهَا رِضَا الْكُلِّ بِلَا خِلَافٍ إِلَّا فِي الْأَوَّلِ وَهُوَ الْمُحِيلُ فَلَا يُشْتَرَطُ عَلَى الْمُخْتَارِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنِ الْمَوَاهِبِ. بَلْ قَالَ ابْنُ الْكَمَالِ: إِنَّمَا شَرَطَهُ الْقُدُورِيُّ لِلرُّجُوعِ عَلَيْهِ فَلَا اخْتِلَافَ فِي الرِّوَايَةِ، لَكِنْ اسْتَظْهَرَ الْأَكْمَلُ أَنَّ ابْتِدَاءَهَا إِنْ مِنَ الْمُحِيلِ شَرْطٌ ضَرُورَةً، وَإِلَّا لَا وَأَرَادَ بِالرِّضَا الْقَبُولَ، فَإِنَّ قَبُولَهَا فِي مَجْلِسِ الْإِيجَابِ شَرْطُ الْانْعِقَادِ بَحْرٌ عَنِ الْبَدَائِعِ. لَكِنْ فِي الدُّرَرِ وَغَيْرِهَا: الشَّرْطُ قَبُولُ الْمُحْتَالِ أَوْ نَائِبِهِ وَرِضَا الْبَاقِينَ لَا حُضُورُهُمَا، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ: اور حوالہ اس کے صحیح ہونے کے لیے سب کا راضی ہونا شرط ہے، مگر پہلے یعنی محیل میں، اس لیے کہ مختار قول کے مطابق شرط نہیں ہے، جیسا کہ مواہب کے حوالے سے شرنبلالیہ میں ہے؛ بل کہ ابن الکمال نے کہا کہ قدوری نے صرف رجوع جائز ہونے کے لیے رضائے محیل کی شرط لگائی ہے، لہٰذا روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ لیکن اکمل الدین نے ظاہر کیا ہے کہ حوالہ کی ابتداء اگر محیل کی طرف سے ہو، تو ضرورۃً شرط ہے ورنہ نہیں اور رضا سے مراد مقبول ہے، اس لیے کہ حوالہ کو ایجاب کی مجلس میں قبول کرنا انعقاد کے لیے شرط ہے، جیسا کہ بحر میں بدائع کے حوالے سے ہے؛ لیکن درر وغیرہ میں ہے کہ محتال یا اس کے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی کا راضی ہونا نہ کہ ان دونوں کا موجود ہونا، اس کو مصنف علام نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے۔

حوالہ کی شرط و الحوالة شرط لصحتها الخ: حوالہ میں تین آدمی ہوتے ہیں ایک مدیون جسے محیل دوسرا دائن جسے محال اور تیسرا دین کی ادائے گی کی ذمہ داری لینے والا جسے محال علیہ کہتے ہیں حوالہ صحیح ہونے کے لیے ان تینوں کا راضی ہونا شرط ہے، اس لیے کہ پہلا جو مدیون ہے بعض مرتبہ غیرت کی بنیاد پر خود پر لازم چیز کو از خود ادا کرنا چاہتا ہے اور دوسرے

کا احسان لینا پسند نہیں کرتا ہے، دوسرا جو محال ہے، اس کا حق دوسرے کی طرف منتقل ہورہا ہے، بعض دفعہ آدمی چاہتا ہے کہ میرا حق کسی اور کی طرف منتقل نہ ہو اور تیسرا جو محال علیہ ہے، جس پر کسی کا حق لازم ہورہا ہے، جو بلا رضا کے لازم نہیں ہوتا ہے، اس لیے ان تینوں کی رضامندی ضروری ہے۔

وَتَصِحُّ فِي الدَّيْنِ الْمَعْلُومِ لَا فِي الْعَيْنِ زَادَ فِي الْجَوْهَرَةِ: وَلَا فِي الْحُقُوقِ انْتَهَى. وَبِهِ عُرِفَ أَنَّ حَوَالَةَ الْغَازِي بِحَقِّهِ مِنْ غَنِيمَةٍ مُحْرَزَةٍ لَا تَصِحُّ، وَكَذَا حَوَالَةُ الْمُسْتَحِقِّ بِمَعْلُومِهِ فِي الْوَقْفِ عَلَى النَّاظِرِ نَهْرٌ. ثُمَّ قَالَ بَعْدَ وَرَقَتَيْنِ: وَهَذَا فِي الْحَوَالَةِ الْمُطْلَقَةِ ظَاهِرٌ، وَأَمَّا الْمُقَيَّدَةُ، فَفِي الْبَحْرِ أَنَّ مَالَ الْوَقْفِ فِي يَدِ النَّاظِرِ يَنْبَغِي أَنْ يَصِحَّ كَالْإِحَالَةِ عَلَى الْمُودِعِ، وَإِلَّا لَا لِأَنَّهَا مُطَالَبَةٌ انْتَهَى. وَمُقْتَضَاهُ صِحَّتُهَا بِحَقِّ الْغَنِيمَةِ، وَعِنْدِي

ترجمہ: حوالہ دین معلوم میں صحیح ہے نہ کہ عین میں، جوہرہ میں زیادہ کیا کہ حقوق میں حوالہ صحیح نہیں ہے، بات پوری ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ غنیمت محرزہ میں سے غازی کے حق کا حوالہ صحیح نہیں ہے، ایسے ہی وقف کے ملازم کا اپنی معلوم تنخواہ کو ناظر کے حوالے کرنا (صحیح نہیں ہے) جیسا کہ نہر میں ہے، پھر دو ورق کے بعد انھوں نے کہا کہ یہ حکم حوالۂ مطلقہ میں ظاہر ہے بہر حال مقیدہ میں، تو بحر میں ہے کہ اگر مال ناظر کے قبضے میں ہے، تو مناسب یہ ہے کہ صحیح ہو، جیسے امین کو حوالہ کر دینا، ورنہ نہیں اس لیے کہ یہ مطالبہ ہے (اور مطالبہ ناظر سے صحیح نہیں) بات ختم ہوئی، اس کا تقاضہ ہے کہ غنیمت کے حق میں حوالہ صحیح ہو، میرے نزدیک اس میں تردد ہے۔

کن چیزوں میں حوالہ صحیح ہے

وتصح في الدين المعلوم الخ: دین وہ بھی معلوم میں حوالہ صحیح ہے، دین مجہول اور عین میں حوالہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حوالہ میں انتقال سے مراد انتقال شرعی ہے اور یہ دین میں ہوتا ہے، عین میں نہیں، اس لیے کہ عین میں انتقال حسی ہوتا ہے، اس لیے صرف دین معلوم میں حوالہ صحیح ہے، دین مجہول اور عین میں حوالہ صحیح نہیں ہے۔

وَبَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ وَالْمُطَالَبَةِ جَمِيعًا بِالْقَبُولِ مِنَ الْمُحْتَالِ لِلْحَوَالَةِ. وَلَا يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ إِلَّا بِالتَّوَى بِالْقَصْرِ وَيُمَدُّ: هَلَاكُ الْمَالِ لِأَنَّ بَرَاءَتَهُ مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهِ، وَقَيَّدَهُ فِي الْبَحْرِ بِأَنْ لَا يَكُونَ الْمُحِيلُ هُوَ الْمُحْتَالَ عَلَيْهِ ثَانِيًا وَهُوَ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ أَنْ يَجْحَدَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ الْحَوَالَةَ وَيَحْلِفَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ أَيْ لِمُحْتَالٍ وَمُحِيلٍ أَوْ يَمُوتَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ مُفْلِسًا بِغَيْرِ عَيْنٍ وَدَيْنٍ وَكَفِيلٍ وَقَالَا بِهِمَا وَبِأَنْ فَلَّسَهُ الْحَاكِمُ.

ترجمہ: محیل دین اور مطالبہ دونوں سے بری ہو جائے گا، محتال کے حوالہ قبول کرنے سے اور محتال محیل سے مطالبہ نہیں کرے گا، مگر ہلاکت کی صورت میں ''التوی'' قصر اور مد دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یعنی مال کی ہلاکت اس لیے کہ محیل کی برأت محتال کے سلامتی حق کے ساتھ مقید تھی (جو فوت ہوگئی) اور بحر میں مقید کیا ہے کہ وہی محیل دوسری بار محتال علیہ نہ ہو گیا ہو اور وہ (ہلاکت) دو طرح سے ثابت ہوتی ہے، ایک یہ کہ محال علیہ حوالہ کا انکار کر کے قسم کھالے اور ان کے پاس (محیل و محتال کے

پاس) گواہ بھی نہ ہوں یا محال علیہ مفلسی کی حالت میں مرجائے یعنی بغیر عین، دین اور کفیل کے اور صاحبین نے کہا کہ حاکم اس کو مفلس قرار دے دے۔

محیل کا فائدہ

وبرئ المحیل من الدین الخ: حوالہ میں محیل کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ دین اور مطالبہ دونوں سے کلی طور پر بری ہوجاتا ہے اور ادائے گی کی ساری ذمہ داری محتال علیہ پر آجاتی ہے، محتال اب اسی سے مطالبہ کرے گا، مگر دو صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں جو بھی صورت پیش آجائے محتال محیل سے مطالبہ کرسکتا ہے، ایک یہ کہ محال علیہ دین کا انکار کردے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مفلسی کی حالت میں مرجائے، اس لیے کہ دین کا حوالہ قرض وصول ہونے کی امید پر کیا گیا تھا اور انکار یا مفلسی کی حالت میں محال علیہ کی موت سے وصولی کی امید ختم ہوگئی اس لیے اب محتال کے لیے اصل مدیون (محیل) مطالبہ کرنا جائز ہوجائے گا۔

وَلَوْ اخْتَلَفَا فِيهِ أَيْ فِي مَوْتِهِ مُفْلِسًا، وَكَذَا فِي مَوْتِهِ قَبْلَ الْأَدَاءِ أَوْ بَعْدَهُ فَالْقَوْلُ لِلْمُحْتَالِ مَعَ يَمِينِهِ عَلَى الْعِلْمِ لِيُمْسِكَهُ بِالْأَصْلِ وَهُوَ الْعُسْرَةُ زَيْلَعِيٌّ وَقِيلَ الْقَوْلُ لِلْمُحِيلِ بِيَمِينِهِ فَتْحٌ.

ترجمہ: اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس میں یعنی اس کے مفلسی کی حالت میں مرنے میں، ایسے ہی اس کی موت میں ادا سے پہلے یا بعد میں، تو قسم کے ساتھ محتال کے قول کا اعتبار ہوگا، اس کے اصل سے تمسک کرنے کی وجہ سے اور وہ تنگ دست ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے نیز کہا گیا ہے کہ قسم کے ساتھ محیل کے قول کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ فتح میں ہے۔

دونوں میں اختلاف ہوجانا

ولو اختلفا فیہ الخ: اور اگر محیل اور محتال کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوجائے کہ محال علیہ مفلسی کی حالت میں مرا ہے کہ کچھ چھوڑ کر یا یہ کہ وہ دین ادا کرنے کے بعد مرا ہے یا پہلے، تو محتال کی بات کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ اصل یعنی تنگ دستی کا مدعی ہے۔

طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمَا أَيْ بِمِثْلِ مَا أَحَالَ بِهِ مُدَّعِيًا قَضَاءَ دَيْنِهِ بِأَمْرِهِ فَقَالَ الْمُحِيلُ إِنَّمَا أَحَلْتَ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ لِي عَلَيْكَ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ بَلْ ضَمِنَ الْمُحِيلُ مِثْلَ الدَّيْنِ لِلْمُحْتَالِ عَلَيْهِ لِإِنْكَارِهِ وَقَبُولُ الْحَوَالَةِ لَيْسَ إِقْرَارًا بِالدَّيْنِ لِصِحَّتِهَا بِدُونِهِ. وَإِنْ قَالَ الْمُحِيلُ لِلْمُحْتَالِ أَحَلْتُكَ عَلَى فُلَانٍ بِمَعْنَى وَكَّلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي فَقَالَ الْمُحْتَالُ بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ فَالْقَوْلُ لِلْمُحِيلِ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ وَلَفْظُ الْحَوَالَةِ يُسْتَعْمَلُ فِي الْوَكَالَةِ.

ترجمہ: محتال علیہ نے محیل سے اس مال کے مثل کا مطالبہ کیا، جس کا محیل نے حوالہ کیا تھا، اس دعوی کے ساتھ کہ اس نے اس کا دین اس کی اجازت سے ادا کیا ہے، تو محیل نے کہا کہ میں نے تو اس دین کا حوالہ کیا تھا، جو تجھ پر میرا ثابت تھا، تو محیل کے قول کا اعتبار نہ ہوگا؛ بل کہ محیل محتال علیہ کے قرض کی مثل کا ضامن ہے، محتال علیہ کے انکار کی وجہ سے اور حوالہ کا قبول کرنا دین کا اقرار نہیں ہے، دین کے بغیر حوالہ صحیح ہونے کی وجہ سے، اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے فلاں کا قرض تیرے حوالہ کیا تھا، یعنی وکیل بنایا تھا، تاکہ تو میرے لیے اس سے ادا کرے، تو محتال نے کہا؛ بل کہ تو نے اس دین کو میرے حوالے کیا تھا، جو تجھ پر تھا، تو محیل کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ منکر ہے، نیز لفظ حوالہ وکالت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

محتال علیہ نے طلب کیا؛ لیکن محیل مکر گیا

طالب المحتال عليه الخ: محتال علیہ نے محیل کی اجازت سے قرض ادا کرنے کے بعد محیل سے دین کا مطالبہ کیا؛ لیکن محیل بہانا بازی کرتا ہے، تو اس کی بات کا اعتبار نہ ہوکر، اس پر لازم ہے کہ محتال علیہ کو قرض ادا کردے، اس لیے کہ محتال علیہ منکر ہے اور منکر کے قول کا اعتبار ہوتا ہے۔

أَحَالَهُ بِمَا لَهُ عِنْدَ زَيْدٍ حَالَ كَوْنِهِ وَدِيعَةً بِأَنْ أَوْدَعَ رَجُلًا أَلْفًا ثُمَّ أَحَالَ بِهَا غَرِيمَهُ صَحَّتْ فَإِنْ هَلَكَتْ الْوَدِيعَةُ بَرِئَ الْمُودِعُ وَعَادَ الدَّيْنُ عَلَى الْمُحِيلِ الْحَوَالَةَ مُقَيَّدَةٌ بِهَا بِخِلَافِ الْمُقَيَّدَةِ بِالْمَغْصُوبِ فَإِنَّهُ لَا يَبْرَأُ؛ لِأَنَّ مِثْلَهُ يَخْلُفُهُ. وَتَصِحُّ أَيْضًا بِدَيْنٍ خَاصٍّ فَصَارَتْ الْحَوَالَةُ الْمُقَيَّدَةُ ثَلَاثَةَ أَقْسَامٍ، وَحُكْمُهَا أَنْ لَا يَمْلِكَ الْمُحِيلُ مُطَالَبَةَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ وَلَا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ دَفْعَهَا لِلْمُحِيلِ، مَعَ أَنَّ الْمُحْتَالَ أُسْوَةٌ لِغُرَمَاءِ الْمُحِيلِ بَعْدَ مَوْتِهِ، بِخِلَافِ الْحَوَالَةِ الْمُطْلَقَةِ كَمَا بَسَطَهُ خُسْرو وَغَيْرُهُ.

ترجمہ: کسی نے اپنے اس مال کا حوالہ کیا، جو زید کے پاس اماناً تھا، اس طور پر کہ کسی آدمی کو بطور امانت کے ہزار روپے دیے پھر اس کو اپنے قرض خواہ کے لیے حوالہ کر دیا، تو صحیح ہے، اب اگر امانت ہلاک ہوجائے، تو امین بری ہوجائے گا اور دین محیل پر لوٹ آئے گا، اس لیے کہ حوالہ امانت کے ساتھ مقید تھا، بخلاف غصب کے ساتھ مقید ہونے کے، اس لیے کہ (مال مغصوب میں حوالہ کی صورت میں) محتال علیہ بری نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کا مثل اس کے قائم مقام ہے، نیز صحیح ہے حوالہ دین خاص میں، لہٰذا حوالہ مقیدہ تین قسم پر ہے ــــ حوالۂ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی محتال علیہ محیل کے حوالہ کرنے کا مختار ہے، باوجود اس کے کہ محتال محیل کی موت کے بعد اس کے (دوسرے) قرض خواہوں کے برابر ہے، بخلاف حوالۂ مطلقہ کے جیسا کہ خسرو وغیرہ نے اس کی تفصیل کی ہے۔

امانت میں حوالہ

احال بماله الخ: مثلاً زید کی امانت تھی عمرو کے پاس نیز زید بکر کا مقروض تھا، اب بکر نے زید سے کہا کہ عمرو کے پاس جو تیری امانت ہے، میں اسی میں سے قرض وصول کرلیتا ہوں، اور اس کی جانکاری عمرو کو بھی مل گئی، ابھی عمرو نے زید کی جانب سے قرض ادا نہیں کیا تھا کہ وہ امانت ہلاک ہوگئی، تو عمرو حوالہ سے بری ہوجائے گا اور بکر کا قرض دوبارہ زید کی طرف لوٹ آئے گا، اس لیے کہ دین کی ادائے گی امانت کے ساتھ مقید تھی اب امانت رہی نہیں، تو عمرو پر ادا کرنا بھی لازم نہیں رہا، اس لیے کہ امانت میں ضمان نہیں ہے، تو لامحالہ قرض پھر زید کی طرف لوٹ جائے گا اور اب وہی ادا کرے گا نہ کہ عمرو۔

بَاعَ بِشَرْطِ أَنْ يُحِيلَ عَلَى الْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ غَرِيمًا لَهُ أَيْ لِلْبَائِعِ بَطَلَ وَلَوْ بَاعَ بِشَرْطِ أَنْ يَحْتَالَ بِالثَّمَنِ صَحَّ لِأَنَّهُ شَرْطٌ مُلَائِمٌ كَشَرْطِ الْجَوْدَةِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ.

ترجمہ: اس شرط کے ساتھ بیچا کہ بائع مشتری کو اپنے قرض دار کے ذریعے ثمن حوالہ کرے گا، تو باطل ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع خود ثمن کا حوالہ قبول کرے گا، تو صحیح ہے، اس لیے کہ حوالہ قبول کرنا شرط ملائم ہے، جیسے جودت کی شرط بخلاف اول کے۔

حوالہ کی شرط کے ساتھ بیع

باع بشرط ان یحیل الخ: بیع کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ، بیع اس شرط کی مقتضی نہیں ہے، نیز اس میں بائع کا فائدہ ہے، جب بیع باطل ہوئی، تو حوالہ بھی باطل ہو جائے گا، بخلاف دوسری صورت کے، اس لیے کہ وہ شرط عقد کے مناسب ہے "بطل ای البیع ای فسد لانہ شرط لا یقتضیہ العقد و فیہ نفع للبائع "درر"۔ ای و بطلت الحوالة التی فی ضمنہ" (ردالمحتار ۸/۱۵)

أَدَّى الْمَالَ فِي الْحَوَالَةِ الْفَاسِدَةِ فَهُوَ الْخِيَارُ: إِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُحْتَالِ الْقَابِضِ، وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُحِيلِ وَكَذَا فِي كُلِّ مَوْضِعٍ وَرَدَ الِاسْتِحْقَاقُ بَزَّازِيَّةٌ وَفِيهَا: وَمِنْ صُوَرِ فَسَادِ الْحَوَالَةِ مَا لَوْ شُرِطَ فِيهَا الْإِعْطَاءُ مِنْ ثَمَنِ دَارِ الْمُحِيلِ مَثَلًا لِعَجْزِهِ عَنِ الْوَفَاءِ بِالْمُلْتَزَمِ. نَعَمْ لَوْ أَجَازَ جَازَ كَمَا لَوْ قَبِلَهَا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ بِشَرْطِ الْإِعْطَاءِ مِنْ ثَمَنِ دَارِهِ، وَلَكِنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْبَيْعِ، وَلَوْ بَاعَ يُجْبَرُ عَلَى الْأَدَاءِ. وَلَا يَصِحُّ تَأْجِيلُ عَقْدِهَا فَلَوْ قَالَ ضَمِنْتُ بِمَا لَكَ عَلَى فُلَانٍ عَلَى أَنْ أُحِيلَكَ بِهِ عَلَى فُلَانٍ إِلَى شَهْرٍ انْصَرَفَ التَّأْجِيلُ إِلَى الدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ تَأْجِيلُ عَقْدِ الْحَوَالَةِ بَحْرٌ عَنِ الْمُحِيطِ. وَكُرِهَتِ السَّفْتَجَةُ) بِضَمِّ السِّينِ وَتُفْتَحُ وَفَتْحِ التَّاءِ، وَهِيَ إِقْرَاضٌ لِسُقُوطِ خَطَرِ الطَّرِيقِ، فَكَأَنَّهُ أَحَالَ الْخَطَرَ الْمُتَوَقَّعَ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ فَكَانَ فِي مَعْنَى الْحَوَالَةِ وَقَالُوا: إِذَا لَمْ تَكُنِ الْمَنْفَعَةُ مَشْرُوطَةً وَلَا مُتَعَارَفَةً فَلَا بَأْسَ.

ترجمہ: محتال علیہ نے فاسدہ میں مال ادا کر دیا، تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو قبضہ کرنے والے محتال سے لے لے اور اگر چاہے، تو محیل سے لے لے، ایسے ہی ہر اس جگہ میں جہاں، استحقاق ظاہر ہو جائے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، حوالہ فاسدہ کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ حوالہ میں محیل کے گھر کے ثمن سے دینے کی شرط لگا دے؛ لیکن بیع پر مجبور نہ کرے، اگر وہ بیچ دے، تو ادا پر مجبور کیا جائے گا۔

عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں ہے، اس لیے اگر کہا کہ میں تیرے اس مال کا ضامن ہوا، جو فلاں پر ہے، اس شرط کے ساتھ کہ تیرے مال کو فلاں شخص پر ایک ماہ بعد حوالہ کروں گا، تو یہ تاجیل دین کی طرف لوٹ آئے گی، اس لیے کہ عقد حوالہ میں تاجیل صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں محیط کے حوالے سے ہے۔

سفتجہ مکروہ ہے "سین" پر پیش وزبر اور "تاء" پر زبر، یہ قرض دینا ہے راستے کے خطرے کو ختم کرنے کے لیے، گویا کہ متوقع خطرے کو مستقرض پر حوالہ کیا، چناں چہ یہ حوالہ کے معنی میں ہے، نیز فقہاء نے کہا ہے کہ منفعت مشروط اور متعارف نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حوالہ فاسدہ میں مال ادا کر دیا

ادی المال فی الحوالة الفاسدة الخ: محتال علیہ نے حوالۂ فاسدہ میں محتال کو مال دے دیا، تو اب اس کو اختیار ہے کہ بعد میں جس سے چاہے، اپنے مال کا بدلہ وصول کر لے، محتال سے اس لیے کہ جب حوالہ صحیح نہیں ہوا ہے، تو محتال علیہ کا دیا ہوا مال اس کے قبضے میں امانت کی طرح ہے اور امانت کو واپس لینا جائز ہے، اور محیل سے اس لیے کہ اسی کی وجہ سے تو وہ اس میں گرفتار ہوا ہے، اس لیے اس سے بھی وصول کر سکتا ہے۔

سفتجہ کی صورت

وکرهت السفتجة الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلا کوئی آدمی سعودیہ میں ریال قرض دے اور کہے کہ ہندوستان میں فلاں شخص کو یہ قرض واپس کردینا اور قرض لینے والا اس کو قبول بھی کرلے، تو یہ مکروہ ہے، اس لیے کہ قرض دینے والا راستے کے خطرات سے محفوظ ہوگیا اور قرض لینے والا راستے کے خطرات کا ذمہ دار ہوگیا، قرض دینے والے کو فائدہ ہورہا ہے، جو سود کی ایک قسم ہے اس لیے یہ صورت ممنوع ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، یہ شرط اور عرف کی صورت میں ممنوع ہے؛ لیکن اگر بلا شرط کے ایک آدمی سے قرض لے کر اس قرض کو دوسری جگہ یا دوسرے آدمی سے ادا کرادے تو جائز ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ دوسرا آدمی اچھے طریقہ سے ادا کرے۔

فَرْعٌ: فِي النَّهْرِ وَالْبَحْرِ عَنْ صَرْفِ الْبَزَّازِيَّةِ وَلَوْ أَنَّ الْمُسْتَقْرِضَ وَهَبَ مِنْهُ الزَّائِدَ لَمْ يَجُزْ لِأَنَّهُ مَشَاعٌ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ. وَلَوْ تَوَكَّلَ الْمُحِيلُ عَلَى الْمُحْتَالِ بِقَبْضِ دَيْنِ الْحَوَالَةِ لَمْ يَصِحَّ وَلَوْ شَرَطَ الْمُحْتَالُ الضَّمَانَ عَلَى الْمُحِيلِ صَحَّ وَيُطَالِبُ أَيًّا شَاءَ الْحَوَالَةَ بِشَرْطِ عَدَمِ بَرَاءَةِ الْمُحِيلِ كَفَالَةٌ خَانِيَّةٌ وَفِيهَا عَنْ الثَّانِي: لَوْ غَابَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَاءَ الْمُحَالُ وَادَّعَى جُحُودَهُ الْمَالَ لَمْ يُصَدَّقْ وَإِنْ بَرْهَنَ الْمَشْهُودَ عَلَيْهِ غَائِبٌ، فَلَوْ حَاضِرًا وَجَحَدَ الْحَوَالَةَ وَلَا بَيِّنَةَ كَانَ الْقَوْلُ لَهُ وَجُعِلَ جُحُودُهُ فَسْخًا.

فَرْعٌ: الْأَبُ أَوْ الْوَصِيُّ إذَا احْتَالَ بِمَالِ الْيَتِيمِ فَإِنْ كَانَ خَيْرًا لِلْيَتِيمِ بِأَنْ كَانَ الثَّانِي أَمْلَأَ صَحَّ سِرَاجِيَّةٌ وَإِلَّا لَمْ يَجُزْ كَمَا فِي مُضَارَبَةِ الْجَوْهَرَةِ. قُلْت: وَمُفَادُهُمَا عَدَمُ الْجَوَازِ لَوْ تَسَاوَيَا أَوْ تَقَارَبَا، وَبِهِ جَزَمَ فِي الْخَانِيَّةِ وَالْوَجْهُ لَهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ اشْتِغَالٌ بِمَا لَا يُفِيدُ، وَالْعُقُودُ إنَّمَا شُرِعَتْ لِلْفَائِدَةِ. انتهى والله اعلم.

ترجمہ: نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف کے حوالہ سے ہے کہ اگر مدیون نے اس میں سے زائد ہبہ کیا، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ جز و شائع ہے، جو قسمت کا احتمال رکھتا ہے، اور اگر محیل محتال کی طرف سے حوالہ کا دین قبضہ کرنے کے لیے وکیل ہوا، تو صحیح نہیں ہے اور اگر محتال محیل پر تاوان کی شرط لگائے، تو صحیح ہے اور (محیل ومحتال علیہ میں سے) جس سے چاہے مطالبہ کرے، اس لیے کہ حوالہ محیل کے عدم برأت کی شرط کے ساتھ کفالہ ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور خانیہ میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہوجائے، پھر محتال نے آکر محتال علیہ کے مال سے انکار کا دعویٰ کرے، تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اگر یہ وہ گواہوں سے ثابت کردے، اس لیے کہ مشہور (محال علیہ) غائب ہے اس لیے کہ اگر وہ حاضر (بھی) ہو اور ایسی صورت میں حوالہ کا انکار کرے کہ گواہ نہیں ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اس کا انکار کرنا فسخ ہوگا۔

فرع: باپ اور وصی یتیم کے مال میں جب حوالہ قبول کرے، اگر وہ یتیم کے حق میں بہتر ہو، اس طور پر کہ دوسرا (محال علیہ) محیل سے زیادہ مال دار ہو، جیسا کہ سراجیہ میں ہے، ورنہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ جوہرہ کی کتاب المضاربہ میں ہے، اس شرط کا فائدہ جائز نہ ہونا ہے، اگر دونوں برابر ہوں یا دونوں متقارب ہوں، خانیہ میں اسی پر یقین کیا ہے اور دلیل کا یہی تقاضہ ہے، اس لیے کہ دونوں کی برابری کی صورت میں بے فائدہ چیز کے ساتھ مشغول ہونا لازم آئے گا، حالاں کہ معاملات فائدے کے لیے

مشروع ہیں، بات ختم ہوئی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مدیون کی طرف سے ہبہ

فی النهر و البحر الخ: شارح علام فرماتے ہیں کہ مقروض نے دائن کو بطور ہدیہ ایسی چیز دی، جس کی تبعیض سے شئی موہوبہ کو کوئی نقصان نہیں ہے، تو یہ جائز نہیں ہے اور تبعیض سے نقصان ہے، تو جائز ہے، اس لیے کہ یہ ہبہٗ مشاع ہے جس میں قابل تقسیم چیز اہم چیز ہونے کی صورت میں سود مان کر ممنوع قرار دیا ہے؛ لیکن جس کی تبعیض سے نقصان ہے، اس کو ایک معمولی سامان مانا ہے جس کی کوئی خاص حقیقت نہیں، اس لیے وہ سود میں شامل نہیں ہے، تو جائز ہے ''فلو كانت الدراهم لا يفرها التبعيض لا يجوز لانها هبة المشاع فيما يحتمل القسمة ولو يفرها جاز وتكون هبة المشاع فيما يقسم''۔ (ردالمحتار ۸/ ۱۸)

كِتَابُ الْقَضَاءِ

نظام قضاء بہت پرانا نظام ہے اور مذہب اسلام اس کا شروع ہی سے حامی رہا ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا، تو نظام قضاء بھی ان کے حوالے کیا تھا(۱)؛ لیکن مرور زمانہ، لوگوں کی بے راہ روی اور ہوا پرستی نے، اس وقیع نظام کی چولیں ہلا کر رکھ دیں اور حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے وقت، اس باعظمت نظام کا تصور دور دور تک نہ تھا، آپ نے اس نظام کو بھی چست اور درست کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اس کو ایک محکمے کی شکل دے کر اس کا دائرہ بہت وسیع کر دیا۔

اسلام کا نظام قضا بہت صاف شفاف رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک مقدمے کے اندر قضاء در قضا نہیں ہے اس لیے کہ وہاں شخصیت کی بالادستی رشوت خوری کے تصور سے بالاتر ہو کر ٹھوس ثبوتوں کی بنیاد پر قانون کی زبان میں، فیصلہ سنایا جاتا ہے وہاں ایسا نہیں ہے کہ کچھ لوگ عدالت کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں اور فریقین میں سے ہر ایک، ان ہی لوگوں میں کچھ کو چند سکے میں لے کر کرایہ کے ٹٹو کی طرح استعمال کر کے، جھوٹی گواہی دلوا کر مقدمہ جیتنے کی، سعی لا حاصل کرتے ہیں نیز عدالت کے وکلاء فریقین کو جھوٹ بولنے پر مجبور بھی کرتے ہیں، اس لیے کہ جرائم، تو بے شمار ہیں اور جمہوری دفعات محدود، مظلوم ایسے جرم کا شکار ہوا ہے کہ اس کے مطابق کوئی دفعہ ہے ہی نہیں، ایسی صورت میں مظلوم کا بیان مرچ مسالہ لگا کر ایسا تیار کیا جاتا ہے کہ دفعات کے مطابق ہو کر مقدمے میں جان پڑ جائے، کہنے دیجیے، بچارا غریب ایک مقدمہ کرنے جاتا ہے، تو وکیل دو چار مقدمے کرا دیتا ہے اور ایسی پٹی پڑھاتا ہے کہ غریب بچارا دام وکیل میں آجاتا ہے لوگوں کے احوال بدل گئے، دیانت نہیں رہی، اسی لیے نوبت یہاں تک پہنچی؛ لیکن اسلامی قانون میں دیانت کا دقیع عنصر موجود ہے، اس لیے وہاں اس کی نوبت نہیں آتی ہے؛ اگر آتی بھی ہے تو بہت کم'' و ان هذا النظام قد احتيج اليه لفساد احوال الناس و تعقد القضايا و لذلك يوجد هذا النظام في تاريخ القضاء الاسلامي ـ و لكن ليس معنى ذلك ان نظام تعدد القضاة مصادم للشريعة الاسلامي ـ و ان نظام تعدد القضاة و ان لم يكن معمولا به في العصور الماضية من تاريخ الاسلام و لكن توجد هناك نصوص من الفقها تدل على جوازه''۔ (تکملہ فتح الملہم ۲/ ۵۴۳)

''ساڑھے بارہ ہزار مقدمات میں صرف تیرہ مقدمات کی اپیل (سرکاری) عدالتوں میں کی گئی، لیکن الحمد للہ ان

مقدمات میں بھی جہاں عدالتوں کے سامنے قاضی شریعت کا فیصلہ سامنے لایا گیا، قاضی کے فیصلے بحال رہے''۔

(قضاء کی شرعی اور تاریخی اہمیت ۴۳)

اس بارے میں ہدایت یہ ہے کہ پہلے قاضی کا فیصلہ اگر قرآن، حدیث یا اجماع امت کے خلاف ہو، تو دوسرا قاضی اس فیصلے کو توڑے گا ورنہ وہ پہلا فیصلہ بحال رہے گا، البتہ اگر وہ فیصلہ اجتہاد کی بنیاد پر ہے، تو دوسرا قاضی پہلے قاضی کے فیصلے کو نہیں توڑے گا، ''ثم المجتهد فيه لا يكون مخالفا مما ذكرنا من الكتاب و السنة المشهورة و الاجماع فاذا حكم حاكم بخلاف ذلك و رفع الى آخر لم ينفذ بل يبطله حتى لو نفذه ثم رفع الى قاض ثالث نقض لانه باطل و ضلال و الباطل لايجوز عليه الاعتماد'' (فتح القدير ۷/۳۰۵)

(۱) ''يداؤد انا جعلناك خليفة في الارض فاحكم بين الناس بالحق و لا تتبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل الله'' (ص/۲۶)

یہ تو اس صورت کی بات ہے کہ جہاں مسلمانوں کے امیر ہو وہ قاضیوں کا تقرر کرتے ہوں اور اسلامی ہدایت کے مطابق نظام قضاء چل رہا ہو؛ لیکن جہاں نہ امیر ہے اور نہ ہی امیر بنانے کی لوگوں میں رجحان ہے، ایسے بگڑے ہوئے صورت حال میں نظام قضاء ایک نازک موڑ پہ کھڑا ہے اور ارباب فکر وفتاویٰ یہ سوچنے پہ مجبور ہیں کہ اس حال میں کیا کیا جائے، اس لیے کہ قاضی مقرر کرنے کا حق اصل میں امیر المؤمنین کو ہے، اس قاضی القضاۃ کو ہے جسے امیر المؤمنین نے قاضی بحال کرنے کا اختیار دے رکھا ہے؛ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں نظام قضاء مفقود ہے، حالاں کہ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس سے مفر کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت نبیؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی حکم دیا گیا کہ لوگوں کے نزاعات کا فیصلہ باری تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق کریں۔

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔ (المائدۃ ۴۸)

ترجمہ: اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان، سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے، جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل، چھوڑ کر سیدھا راستہ، جو تیرے پاس آیا۔

نیز مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ حضرت نبیؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاکمیت کو تسلیم کریں اور ان کے فیصلے کے سامنے بہ رضا و رغبت سر تسلیم خم کر دیں۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء ۶۵)

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف بنائیں اس جھگڑے میں، جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔

مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ باری تعالیٰ، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولی الامر کی اطاعت کریں اور اپنے

نزاعات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا ئیں اللہ اور آخرت پہ ایمان کا یہی تقاضہ ہے اور اسی میں صلاح وفلاح ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. (النساء ۵۹)

ترجمه: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں، تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف، اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور اس کا انجام بہت بہتر ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو جب اللہ اور رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جائے، تو ان کی ذمہ داری ہے کہ سمع وطاعت کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ پیش کریں، یہی لوگ کام یاب اور کامران ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (النور ۵۱)

ترجمه: ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلائے فیصلہ کرنے کو ان میں، تو کہیں کہ ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ ان ہی کا بھلا ہے۔

ان احکامات کی بڑی وقعت واہمیت ہے، یہی وجہ ہے کہ قضائے شرعی سے روگردانی کرنے والوں کے بارے میں قرآن کریم کے اندر بڑے سخت کلمات موجود ہیں۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ. (المائده ۴۴)

ترجمه: اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق، جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (المائده ۴۵)

ترجمه: اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق، جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (المائده ۴۷)

ترجمه: اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق، جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔

اسی لیے ایک طرف ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف اللہ اور رسول کے قوانین سے روگردانی کو قرآن کریم نے بڑے سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (النساء ۶۰)

ترجمه: کیا تو نے نہ دیکھا ان کو، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر، جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے۔

ان احکامات کے ذریعے باہمی نزاعات میں، قانونِ الٰہی کو فیصل قرار دینے کا مطالبہ صرف ان مسلمانوں سے نہیں ہے، جو دارالاسلام میں رہتے ہوں؛ بل کہ یہ مطالبہ دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے، خواہ وہ کسی بھی ملک یا خطۂ ارض میں رہتے ہوں، اکثریت میں ہوں کہ اقلیت میں، اس لیے تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ اور تصفیہ کرانے کے لیے نظامِ قضاء قائم کریں اور قاضی کے فیصلوں کو بسروچشم قبول کریں، مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی اور قانونِ الٰہی کے احترام کا یہی تقاضہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جیسے آزاد ملک میں قاضیٔ شریعت کے پاس قوتِ قاہرہ نہ ہونے کے باوجود دارالقضاء کے فیصلوں کو مسلمان تو مانتے ہی ہیں، یہاں کی سرکاری عدالتیں بھی تسلیم کرتی ہیں اور یہی مقصود ہے، بانی مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ رقم طراز ہیں ''اب تک دارالقضاء امارت شرعیہ سے ساڑھے بارہ ہزار مقدمات کا فیصلہ کیا جاچکا ہے، ہر شخص کے لیے یہ جز باعث مسرت ہوگی کہ قاضی کے فیصلوں کو مدعی ومدعا علیہ نے دلی مسرت کے ساتھ حق تعالیٰ کا حکم سمجھ کر قبول کیا باوجود کہ امارت شرعیہ دارالقضاء کے پاس کوئی دنیاوی قوتِ قاہرہ نہیں ہے؛ لیکن ہمارے پاس سب سے بڑی طاقت جو فیصلوں کو قبول کراتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور خدا کے احکام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی سچائی پر یقین کامل ہے اور اسے ذریعۂ نجات سمجھنا ہے'' ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا'' (النساء ۵۹) ان ساڑھے بارہ ہزار مقدمات میں صرف تیرہ مقدمات کی اپیل عدالتوں میں کی گئی، لیکن الحمد للہ ان مقدمات میں بھی جہاں عدالتوں کے سامنے قاضی شریعت کا فیصلہ سامنے لایا گیا، قاضی کے فیصلے بحال رہے۔ (قضاء کی شرعی اور تاریخی اہمیت ۴۴/۴۳)

ہندوستان کے ماحول میں آج گاؤں درگاؤں پنچ بنے ہوئے ہیں اور وہ لوگ پنچایت کے نام سے گاؤں اور سماج کے لوگ فیصلہ کرتے ہیں اور ان فیصلوں کو فریقین اکثر مان لیتے ہیں؛ لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ بعض مرتبہ فیصلے بڑے غلط صادر ہو جاتے ہیں، قرآن اور حدیث کے صریح خلاف، تو ان کو کیوں نہ دارالقضاء سے جوڑ دیا جائے، تاکہ فیصلہ غلط کے بجائے صحیح ہو اور شریعت کے مطابق فیصلہ ہونے کی وجہ سے لوگ ہارنے کے باوجود جیتا ہوا محسوس کریں۔

مسلمانوں کی زندگی میں خاص کر ان کے معاشرتی مسائل میں بہت سے ایسے امور ہیں جن کا فیصلہ قاضی ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے، مثلاً اگر حرمت مصاہرت کی صورت پیدا ہوجائے یا نکاح کے بعد رضاعت کا علم ہو اور ان دونوں صورتوں میں شوہر ازدواجی تعلقات ختم کرنے پر تیار ہو یا عورت خیار بلوغ کا حق استعمال کرنا چاہے یا مفقود الخبر شخص کی بیوی اپنا نکاح ختم کرنا چاہے تو ان تمام شکلوں اور ان کے علاوہ کچھ دوسری شکلوں میں بھی اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ قاضی کا فیصلہ حاصل کیا جائے ورنہ معاشرہ بدترین گناہوں کا گھر بن جائے گا، ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں قضاء کا قیام ایک ناگزیر ضرورت قرار پاتا ہے جس کے بغیر شریعت کا قیام ممکن نہیں اسی لیے ہر مسلم معاشرہ پر نظام قضاء کا قیام فرض اور ضروری ٹھہرا۔

دور حاضر میں مسلمانوں کی کم از کم ایک تہائی تعداد ان ملکوں میں آباد ہے جہاں زمام اقتدار دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمان اقلیت کی حیثیت میں وہاں آباد ہیں ان میں سے بعض ممالک (مثلاً ہندوستان) کے مسلمانوں کی تعداد بہت سے مسلم اکثریتی ممالک کے مسلمانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، کیا مسلمانوں کی اتنی غیر معمولی تعداد کے لیے اس بات کی گنجائش ہے

کہ وہ لوگ اسلام کے عدالتی نظام کی خوبیوں اور برکتوں سے محروم رہیں اور اپنے نزاعات کا تصفیہ کرنے کے لیے قضائے شرعی کا نظام قائم نہ کریں، جس شخص کی بھی کتاب وسنت، مقاصد شریعت اور فقہاء کی تصریحات پر نظر ہوگی وہ بلا تامل یہی جواب دے گا کہ اسلام کے نظام عدل سے محرومی اور نظام قضاء سے روگردانی کسی ملک کے مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

قاضی مقرر کرنے کے طریقے جہاں اسلامی حکومت ہے، وہاں تو امیر المؤمنین یا قضی القضاۃ قاضیوں کا تقرر کریں گے اور جن ممالک میں، زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ رہے، وہاں نصب قاضی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، اول یہ کہ اگر حکومت نے کسی مسلمان کو ذمہ دار بنادیا کہ وہ قاضیوں کا تقرر کرے، (۲) حکومت نے کسی مسلمان کو قاضی بحال کرنے کا ذمہ دار نہیں بنایا، تو پھر مسلمانوں پر شرعی فریضہ ہے کہ وہ خود باہمی اتفاق سے ایک امیر منتخب کرلیں، تاکہ وہ امیر قاضیوں کا تقرر کریں (۳) خدانہ خواستہ مسلمان اپنے میں سے کسی امیر کے انتخاب میں ناکام رہیں، تو مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بااثر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں کسی معتمد عالم دین کو قاضی مقرر کرلیں، جن کی پشت پناہی منتخب کرنے والے لوگ (اربابِ حل وعقد) کریں گے، اس لیے کہ جب ان کو امیر مقرر کرنے کا حق ہے، تو کسی کو قاضی مقرر کردیں گے، تو ان کا یہ تقرر بھی صحیح ہوگا "اذا ولی الکافر علیھم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلاشبھۃ تأمل ثم ان الظاھر ان البلاد التی لیست تحت حکم سلطان بل لھم امیر منھم مستقل بالحکم علیھم بالتغلب او باتفاقھم علیہ یکون ذلک الامیر فی حکم السلطان فیصح منہ تولیۃ القاضی علیھم"۔ (ردالمحتار ۷/۴۴)

اس طریقے کو اگر فروغ دیا جائے، تو میرے خیال سے جمہوری عدالتوں کا حال وہ نہ ہوتا، جو آج ہے، وکیلوں کی کارکردگی، اپیلوں پر اپیل اور کچھ عدالت کی اپنی روش کی بنیاد پر مقدمات کا ایک لامتناہی سلسلہ زیر التوا ہے، حالاں کہ اسلامی عدالت میں وہ پیچیدگیاں نہیں ہیں، جن کی وجہ سے مقدمات کی سماعت کے لیے تاریخ در تاریخ کی نوبت آئے، اس بنیاد پر اس کو فروغ ملنا چاہیے؛ لیکن دور کاوٹوں کی وجہ سے اس کو فروغ نہیں مل رہا ہے ایک یہ کہ سماج میں جو لوگ اپنا کچھ بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں، جس کی بنیاد پر وہ پنچ کی حیثیت سے الٹا سیدھا فیصلہ کرتے رہتے ہیں، وہ دیکھ رہے ہیں کہ اگر چپے چپے پہ نظام قضاء قائم ہوگیا، تو ان کا الٹا سیدھا نہیں ہوسکے گا، یہی وجہ ہے کہ پنچ سے علماء کا وجود یکسر ختم کیے ہوئے ہیں دوسری طاقت اسلام مخالفین کی ہے، ان کو یقین ہے کہ اگر نظامِ قضاء قائم ہوگیا، تو قانونِ الٰہی کو غلبہ حاصل ہوجائے گا اور ہم بے کار ہوکر رہ جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ نظامِ قضاء کی مخالفت میں بیان بازیاں ہوتی ہیں، حالاں کہ یہاں، تو صرف اور صرف حق وانصاف کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے؛ لیکن جہاں پیسے اور نادانی کی بنیاد پر آئے دن غلط سلط فیصلے ہوتے ہیں وہاں کے بارے میں کوئی ایک لفظ بھی بولنے کے لیے تیار نہیں ہے، شرعی نظام کو تو رحمت غیر مترقبہ اور امدادِ غیبی سمجھ کر بسروچشم قبول کرنا چاہیے، چوں کہ اسی میں سب کا صلاح وفلاح ہے۔

لَمَّا كَانَ أَكْثَرُ الْمُنَازَعَاتِ يَقَعُ فِي الدُّيُونِ وَالْبِيَاعَاتِ أَعْقَبَهَا بِمَا يَقْطَعُهَا هُوَ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لُغَةً الْحُكْمُ وَشَرْعًا فَصْلُ الْخُصُومَاتِ وَقَطْعُ الْمُنَازَعَاتِ وَقِيلَ غَيْرُ ذٰلِكَ كَمَا بُسِطَ فِي الْمُطَوَّلَاتِ. وَأَرْكَانُهُ سِتَّةٌ عَلَى مَا نَظَمَهُ ابْنُ الْغَرْسِ بِقَوْلِهِ:

أَطْرَافُ كُلِّ قَضِيَّةٍ حُكْمِيَّةٍ ☆ سِتٌّ يَلُوحُ بَعْدَهَا التَّحْقِيقُ حُكْمٌ

وَمَحْكُومٌ بِهِ وَلَهُ وَمَحْكُومٌ عَلَيْهِ وَحَاكِمٌ وَطَرِيقٌ

ترجمہ: اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع ہوتے ہیں، اسی لیے مصنف علامؒ نے ان کے بعد اس کو بیان کیا جس سے جھگڑے ختم ہوتے ہیں، وہ (قضائی) مد اور قصر کے ساتھ بمعنی حکم ہے اور شرعاً فصل خصومات اور قطع منازعات ہے، اس کے علاوہ (دوسرے معانی) کہے گئے ہیں، جیسا کہ مطولات میں تفصیل کی ہے قضاء کے ارکان چھ ہیں، جن کو ابن الغرس نے اپنے قول میں پرو دیا ہے کہ: قضیہ حکمیہ کے اطراف چھ ہیں، جو تحقیق کے بعد ظاہر ہوتی ہیں (۱) حکم (۲) محکوم بہ (۳) محکوم لہ (۴) محکوم علیہ (۵) حاکم (۶) قضاء کا طریقہ۔

مناسبت

لما کان اکثر المنازعات الخ: جھگڑے عموماً دیون و بیاعات میں واقع ہوتے ہیں، اس لیے مصنف علام نے ان کے بعد قضاء کو بیان کیا، تاکہ جھگڑوں کا نپٹارا ہو سکے۔

لغوی معنی: هو بالمدالخ: قضاء کے لغوی معنی آتے ہیں فیصلہ کرنا۔

اصطلاحی معنی: و شرعاً فصل الخصومات الخ: مخصوص انداز میں فصل خصومات اور قطع منازعات کا نام قضاء ہے۔

قضاء کے ارکان

قضاء کے چھ ارکان ہیں (۱) قاضی (۲) مقضی بہ (جس بنیاد پر فیصلہ کیا جائے) (۳) مقضی لہ (جس کا حق دوسرے پر ثابت ہو) (۴) مقضی علیہ (یعنی جس پر دوسرے کا حق ثابت ہو) (۵) قضاء کا طریقہ (۶) فیصلہ۔

وَأَهْلُهُ أَهْلُ الشَّهَادَةِ أَيْ أَدَائِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ كَذَا فِي الْحَوَاشِي السَّعْدِيَّةِ وَيَرِدُ عَلَيْهِ أَنَّ الْكَافِرَ يَجُوزُ تَقْلِيدُهُ الْقَضَاءَ لِيَحْكُمَ بَيْنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ فِي التَّحْكِيمِ. وَشَرْطُ أَهْلِيَّتِهَا شَرْطُ أَهْلِيَّتِهِ فَإِنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ وَالشَّهَادَةِ أَقْوَى؛ لِأَنَّهَا مُلْزِمَةٌ عَلَى الْقَاضِي وَالْقَضَاءُ مُلْزِمٌ عَلَى الْخَصْمِ فَلِذَا قِيلَ: حُكْمُ الْقَضَاءِ يُسْتَقَى مِنْ حُكْمِ الشَّهَادَةِ ابْنُ كَمَالٍ

ترجمہ: قضاء کے لائق وہ ہے، جو گواہ یعنی مسلمانوں کے خلاف گواہی دینے کے لائق ہو، جیسا کہ حواشیٔ سعدیہ میں ہے، اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ کافر کو قاضی بنانا جائز ہے، تاکہ وہ ذمیوں کے درمیان فیصلہ کریں، اس کو زیلعی نے تحکیم میں ذکر کیا ہے، اور اہلیتِ شہادت کی شرط وہ ہے جو اہلیت قضاء کی شرط ہے، اس لیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ولایت کے باب سے ہے؛ بل کہ شہادت اقویٰ ہے، اس لیے کہ شہادت قاضی کو مجبور کرتی ہے اور قضاء خصم پر لازم ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ قاضی کا حکم شہادت کے حکم سے مرتب ہے، جیسا کہ ابن کمال میں ہے۔

قاضی کی اہلیت

و اهله اهل الشهادة: عہدۂ قضاء پر ایسے شخص کو مامور کرنا چاہیے، جو مسلمان ہو، عاقل و بالغ اور عادل ہو فاسق نہ ہو، احکام شرعیہ سے واقف ہو، دیکھنے، سننے اور بولنے کی طاقت رکھتا ہو نیز وہ آزاد بھی ہو،" و حاصله: ان شروط الشهادة من الاسلام و العقل و البلوغ و الحرية و عدم العمى " (ردالمحتار ۸/ ۲۴)

وَالْفَاسِقُ أَهْلُهَا فَيَكُونُ أَهْلَهُ لَكِنَّهُ لَا يُقَلَّدُ وُجُوبًا وَيَأْثَمُ مُقَلِّدُهُ كَقَابِلِ شَهَادَتِهِ، بِهِ يُفْتَى، وَقَيَّدَهُ فِي الْقَاعِدِيَّةِ بِمَا إِذَا غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ صِدْقُهُ فَلْيُحْفَظْ دُرَرٌ. وَاسْتَثْنَى الثَّانِي الْفَاسِقَ ذَا الْجَاهِ

وَالْمُرُوءَةِ فَإِنَّهُ يَجِبُ قَبُولُ شَهَادَتِهِ بَزَّازِيَّةٌ قَالَ فِي النَّهْرِ وَعَلَيْهِ فَلَا يَأْثَمُ أَيْضًا بِتَوْلِيَتِهِ الْقَضَاءَ حَيْثُ كَانَ كَذَلِكَ إِلَّا أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا انْتَهَى. قُلْتُ: سَيَجِيءُ تَضْعِيفُهُ فَرَاجِعْهُ وَفِي مَعْرُوضَاتِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ لَمَّا وَقَعَ التَّسَاوِي فِي قُضَاةِ زَمَانِنَا فِي وُجُودِ الْعَدَالَةِ ظَاهِرًا وَرَدَ الْأَمْرُ بِتَقْدِيمِ الْأَفْضَلِ فِي الْعِلْمِ وَالدِّيَانَةِ وَالْعَدَالَةِ.

ترجمہ: فاسق شہادت کا اہل ہے، لہٰذا وہ قضاء کا اہل ہے؛ لیکن وجوبی طور پر اس کو قاضی نہ بنائے، نیز اس کو قاضی بنانے والا گنہ گار ہوگا، جیسے فاسق کی گواہی قبول کرنے والا گنہ گار ہوتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے قاعدیہ میں، اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب قاضی کے گمان میں اس کا سچ ہونا غالب ہو جائے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، جیسا کہ درر میں ہے، امام ابو یوسف نے صاحب جاہ اور مروت کو مستثنیٰ کیا ہے، اس لیے کہ اس کی شہادت قبول کرنا واجب ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، نہر میں کہا، اس پر عمل کرتے ہوئے فاسق کو قاضی بنانے کی صورت میں گنہ گار بھی نہیں ہوگا، الا یہ کہ امام ابو یوسف ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، بات پوری ہوئی، میں کہتا ہوں اس قول کو ضعیف کرنے کا بیان آنے والا ہے، لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے، مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے کہ جب ہمارے زمانے میں، قاضیوں کی علامتِ ظاہری میں برابری واقع ہوئی، تو (سلطان کی طرف سے) علم و دیانت اور عدالت میں افضل کو مقدم کرنے کا حکم صادر ہوا۔

فاسق کو قاضی بنانا

و الفاسق اهلها: عہدۂ قضاء بڑا مہتم بالشان ہے، اس لیے اس عہدے کے لیے ایسے شخص کا انتخاب ہو، جو ادلیہ شرعیہ، قضیہ سابقہ اور لوگوں کے عرف سے واقفیت کے ساتھ، ساتھ ذہانت و فطانت اور دیانت سے معمور ہو، تا کہ مقدمے کی تہہ تک پہنچ کر انصاف کے مطابق فیصلہ کر سکے، ''لان ولاية القضاء لما كانت اعم او اكمل من ولاية الشهادة او مربتة عليها'' (عنایہ مع الفتح ۷/ ۲۵۳) تاہم اگر کسی فاسق کو قاضی بنا دے، تو اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا؛ البتہ فاسق انسان کو قاضی بنانے والا گنہ گار ہوگا ''فالوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه السلطان ذو شوكة وان كان جاهلا فاسقا وهو ظاهر المذهب عندنا ـــ ولكن لا ينبغي ان يلقد''۔ (فتح القدیر ۷/ ۲۵۳)

وَالْعَدُوُّ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عَلَى عَدُوِّهِ إِذَا كَانَتْ دُنْيَوِيَّةً وَلَوْ قَضَى الْقَاضِي بِهَا لَا يَنْفُذُ، ذَكَرَهُ يَعْقُوبُ بَاشَا فَلَا يَصِحُّ قَضَاؤُهُ عَلَيْهِ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ أَهْلَهُ أَهْلُ الشَّهَادَةِ قَالَ وَبِهِ أَفْتَى مُفْتِي مِصْرَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَمِينُ الدِّينِ بْنُ عَبْدِ الْعَالِ قَالَ وَكَذَا سِجِلُّ الْعَدُوِّ لَا يُقْبَلُ عَلَى عَدُوِّهِ. ثُمَّ نَقَلَ عَنْ شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ أَنَّهُ لَمْ يَرَ نَقْلَهَا عِنْدَنَا وَيَنْبَغِي النَّفَاذُ لَوْ الْقَاضِي عَدْلًا وَقَالَ ابْنُ وَهْبَانَ بَحْثًا إِنْ بِعِلْمِهِ لَمْ يَجُزْ وَإِنْ بِشَهَادَةِ الْعُدُولِ بِمَحْضَرٍ مِنَ النَّاسِ جَازَ اهـ. قُلْتُ: وَاعْتَمَدَهُ الْقَاضِي مُحِبُّ الدِّينِ فِي مَنْظُومَتِهِ فَقَالَ:

وَلَوْ عَلَى عَدُوِّهِ قَاضٍ حَكَمْ ☆ إِنْ كَانَ عَدْلًا صَحَّ ذَاكَ وَانْبَرَمْ
وَاخْتَارَ بَعْضُ الْعُلَمَا وَفَصَّلَا ☆ وَإِنْ كَانَ بِالْعِلْمِ قَضَى لَنْ يُقْبَلَا
وَإِنْ يَكُنْ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمَلَا ☆ وَبِشَهَادَةِ الْعُدُولِ قُبِلَا

قُلْتُ: لَكِنْ نَقَلَ فِي الْبَحْرِ وَالْعَيْنِيِّ وَالزَّيْلَعِيِّ وَالْمُصَنِّفِ وَغَيْرِهِمْ عِنْدَ مَسْأَلَةِ التَّقْلِيدِ مِنَ الْجَائِرِ عَنِ النَّاصِحِيِّ فِي تَهْذِيبِ أَدَبِ الْقَاضِي لِلْخَصَّافِ أَنَّ مَنْ لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ لَمْ يَجُزْ قَضَاؤُهُ وَمَنْ لَمْ يَجُزْ قَضَاؤُهُ لَا يُعْتَمَدُ عَلَى كِتَابِهِ اهـ. وَهُوَ صَرِيحٌ أَوْ كَالصَّرِيحِ فِيمَا اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ كَمَا لَا يَخْفَى فَلْيُعْتَمَدْ، وَبِهِ أَفْتَى مُحَقِّقُ الشَّافِعِيَّةِ الرَّمْلِيُّ وَمِنْ خَطِّهِ نَقَلْتُ أَنَّهُ قَضَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَثْبَتَ أَهُوَ بَطَلَ قَضَاؤُهُ فَلْيُحْفَظْ. وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ ثُمَّ إِنَّمَا تَثْبُتُ الْعَدَاوَةُ بِنَحْوِ قَذْفٍ وَجَرْحٍ وَقَتْلِ وَلِيٍّ لَا بِمُخَاصَمَةٍ، نَعَمْ هِيَ تَمْنَعُ الشَّهَادَةَ فِيمَا وَقَعَتْ فِيهِ الْمُخَاصَمَةُ كَشَهَادَةِ وَكِيلٍ فِيمَا وُكِّلَ فِيهِ وَوَصِيٍّ وَشَرِيكٍ.

ترجمہ: دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی، جب کہ دنیوی ہو اور اگر قاضی نے دشمن کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کیا، تو نافذ نہ ہوگا، اس کو یعقوب پاشا نے ذکر کیا ہے، لہٰذا دشمن کا فیصلہ دشمن کے خلاف صحیح نہیں ہوگا، اس لیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو گواہی کا اہل ہے وہ قضاء کا اہل ہے، مصنف نے (اپنی شرح میں) کہا ہے کہ مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبدالعال نے یہی فتویٰ دیا، انھوں نے کہا، ایسے ہی دشمن کی تحریر دشمن کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی پھر مصنف علام نے (اپنی شرح میں) شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ میرے خیال میں اس کی نقل نہیں دیکھی گئی، مناسب یہ ہے کہ قاضی عادل ہو تو فیصلہ نافذ ہو، ابن وہبان نے تفصیل کرتے ہوئے کہا کہ اگر قاضی کا فیصلہ اپنی جانکاری کی بنیاد پر ہو، تو جائز نہیں ہے اور اگر عادل گواہوں کی بنیاد پر لوگوں کے سامنے ہو تو جائز ہے، بات ختم ہوئی، میں کہتا ہوں کہ قاضی محب الدین نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے منظوم کلام میں کہا ہے، اور اگر قاضی نے اپنے دشمن کے خلاف فیصلہ دیا، اگر قاضی عادل ہے، تو یہ فیصلہ صحیح ہو کر اٹل رہے گا، بعض علماء نے تفصیل کرتے ہوئے اس کو پسند کیا کہ اگر قاضی اپنی جانکاری کی بنیاد پر فیصلہ دے، تو قبول نہیں ہے اور عادل گواہوں کی بنیاد پر لوگوں کے سامنے ہو، تو جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ لیکن صاحب بحر، عینی، زیلعی اور مصنف وغیرہ نے ظالم بادشاہ کی جانب سے قاضی مقرر کرنے کے مسئلے کے پاس ناصحی سے نقل کیا ہے کہ خصاف کی تہذیب ادب القاضی میں ہے کہ جس کی گواہی جائز نہیں، اس کا فیصلہ بھی جائز نہیں اور جس کا فیصلہ جائز نہیں، اس کی تحریر پر بھروسہ نہیں، بات پوری ہوئی، مصنف علام نے جس چیز پر اعتماد کیا ہے، وہ صریح ہے یا صریح کی طرح، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے اعتماد کرنا چاہیے، اور شوافع کے محقق رملی نے اس کا فتویٰ دیا ہے، اس میں سے میں نقل کر رہا ہوں کہ اگر کسی کے خلاف فیصلہ دیا، پھر اس نے دشمنی ثابت کر دی، تو قاضی کا فیصلہ باطل ہو جائے گا، اس کو یاد رکھنا چاہیے، شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ عداوت قذف، زخم اور قتل ولی جیسی چیزوں سے ثابت ہوتی ہے، نہ کہ مخاصمت سے؛ البتہ مخاصمت شہادت کے لیے اس وقت مانع ہوتی ہے جب، اسی مقدمے میں مخاصمت ہو جائے، جیسے اس مقدمے میں وکیل کی گواہی جس میں وہ وکیل ہے، ایسے ہی وصی اور شریک۔

دشمن کے خلاف فیصلہ دینا

و العدو لا تقبل الخ: قاضی نے ادلیہ شرعیہ اور گواہوں کی بنیاد پر لوگوں کی موجودگی میں اپنے دشمن کے خلاف فیصلہ دے، تو یہ نافذ العمل ہوگا؛ لیکن اگر قاضی اپنی معلومات کو بنیاد بنا کر بغیر گواہ طلب کیے، فیصلہ دے دے، تو یہ فیصلہ نافذ العمل نہ ہوگا۔

وَالْفَاسِقُ لَا يَصْلَحُ مُفْتِيًا لِأَنَّ الْفَتْوَى مِنْ أُمُورِ الدِّينِ، وَالْفَاسِقُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الدِّيَانَاتِ ابْنُ مَلَكٍ زَادَ الْعَيْنِيُّ وَاخْتَارَهُ كَثِيرٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ وَجَزَمَ بِهِ صَاحِبُ الْمَجْمَعِ فِي مَتْنِهِ وَلَهُ فِي شَرْحِهِ عِبَارَاتٌ بَلِيغَةٌ وَهُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ أَيْضًا وَظَاهِرُ مَا فِي التَّحْرِيرِ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ اسْتِفْتَاؤُهُ اتِّفَاقًا كَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ وَقِيلَ نَعَمْ يَصْلَحُ وَبِهِ جَزَمَ فِي الْكَنْزِ؛ لِأَنَّهُ يَجْتَهِدُ حَذَارِ نِسْبَةِ الْخَطَإِ وَلَا خِلَافَ فِي اشْتِرَاطِ إِسْلَامِهِ وَعَقْلِهِ، وَشَرَطَ بَعْضُهُمْ تَيَقُّظَهُ لَا حُرِّيَّتَهُ وَذُكُورَتَهُ وَنُطْقَهُ فَيَصِحُّ إِفْتَاءُ الْأَخْرَسِ لَا قَضَاؤُهُ

ترجمہ: فاسق آدمی مفتی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، اس لیے کہ فتویٰ، امور دینیہ میں سے اور فاسق کی بات دیانات میں قبول نہیں کی جاتی ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، عینی نے زیادہ کیا ہے کہ اس کو اکثر متاخرین فقہاء نے اختیار کیا ہے اور صاحب مجمع نے اپنے متن میں اسی پر یقین کیا ہے اور عینی کی شرح مجمع میں عبارات بلیغہ ہیں، اور یہی حضرات ائمہ ثلاثہ کا بھی قول ہے اور جو کچھ تحریر میں ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ فاسق سے مسئلہ پوچھنا بالاتفاق جائز نہیں ہے، جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں تفصیل کی ہے، اور کہا گیا ہے کہ جی فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور کنز میں اسی پر یقین کیا ہے، اس لیے کہ غلطی کی منسوب ہونے سے وہ بچنے کی کوشش کرتا ہے؛ البتہ اسلام اور عقل کی بشرط میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بعض نے معاملہ فہمی کی شرط لگائی ہے، نہ کہ آزاد ہونا، مذکر ہونا اور بولنے پر قادر ہونا، لہٰذا گونگے آدمی کا فتویٰ صحیح ہے، نہ کہ اس کا فیصلہ۔

فاسق کو مفتی بنانا

و الفاسق لا یصلح مفتیا الخ: افتاء کے عہدۂ جلیلہ پر ایسے آدمی کو مامور کیا جائے، جو نیک، صالح اور پرہیزگار ہو، فاسق و فاجر نہ ہو، اگر کوئی مفتی فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے، تو اس کا فتویٰ دینا، تو فی نفسہ صحیح ہے؛ لیکن ایسے آدمی کے فتوے پر اعماد مناسب نہیں ہے "و الحاصل: انہ لا یعتمد علی فتوی المفتی الفاسق مطلقا"۔ (ردالمحتار ۷/ ۳۰)

وَيُكْتَفَى بِالْإِشَارَةِ مِنْهُ لَا مِنَ الْقَاضِي لِلُزُومِ صِيغَةٍ مَخْصُوصَةٍ كَحَكَمْتُ وَأَلْزَمْتُ بَعْدَ دَعْوَى صَحِيحَةٍ وَأَمَّا الْأَطْرَشُ وَهُوَ مَنْ يَسْمَعُ الصَّوْتَ الْقَوِيَّ فَالْأَصَحُّ الصِّحَّةُ بِخِلَافِ الْأَصَمِّ.

وَيُفْتِي الْقَاضِي وَلَوْ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَهُوَ الصَّحِيحُ مَنْ لَمْ يُخَاصِمْ إِلَيْهِ ظَهِيرِيَّةٌ وَسَيَتَّضِحُ

ترجمہ: مفتی کی طرف سے اشارہ کافی ہے، قاضی کی طرف سے نہیں مخصوص صیغہ لازم ہونے کی وجہ سے، جیسے حکمت الزمت دعویٰ صحیح ہونے کے بعد اور بہرحال اطرش یعنی جو بلند آواز سنتا ہو، اصح یہ ہے کہ (قاضی بننا) صحیح ہے، بخلاف بہرے کے اور قاضی فتویٰ دے، اگرچہ مجلس قضاء میں اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اس شخص کے لیے، جو مدعی بن کر نہ آئے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، نیز قاضی نصیحت (بھی) کرسکتا ہے۔

اشارے سے قضاء

و یکتفی بالاشارۃ الخ: اشارہ سے فتویٰ دینا صحیح ہے؛ لیکن قضاء کے لیے اشارہ کافی نہیں ہے، اس لیے کہ قضاء کے لیے کچھ مخصوص الفاظ کی ادائے گی ضروری ہے جو اشارے سے پورے نہیں ہوسکتے۔

قاضی کا فتویٰ دینا

ویفتی القاضی الخ: قاضی مستفتی کو فتویٰ بھی دے سکتا ہے؛ لیکن اگر کوئی آدمی مدعی بن کر آیا ہے، تو اس کو فتویٰ نہ دے۔

وَيَأْخُذُ الْقَاضِي كَالْمُفْتِي بِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى الْإِطْلَاقِ ثُمَّ بِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ ثُمَّ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ مُنْيَةٌ وَسِرَاجِيَّةٌ وَعِبَارَةُ النَّهْرِ ثُمَّ بِقَوْلِ الْحَسَنِ فَتَنَبَّهْ وَصَحَّحَ فِي الْحَاوِي اعْتِبَارَ قُوَّةِ الْمُدْرَكِ وَالْأَوَّلُ أَضْبَطُ نَهْرٌ وَلَا يُخَيَّرُ إلَّا إذَا كَانَ مُجْتَهِدًا بَلْ الْمُقَلِّدُ مَتَى خَالَفَ مُعْتَمَدَ مَذْهَبِهِ لَا يَنْفُذُ حُكْمُهُ وَيُنْقَضُ هُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى كَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ فِي فَتَاوِيهِ وَغَيْرُهُ، وَقَدَّمْنَاهُ أَوَّلَ الْكِتَابِ وَسَيَجِيءُ. وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَغَيْرِهِ: اعْلَمْ أَنَّ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ قَالُوا الرَّأْيُ فِيهِ لِلْقَاضِي فَالْمُرَادُ قَاضٍ لَهُ مَلَكَةُ الِاجْتِهَادِ انْتَهَى وَفِي الْخُلَاصَةِ وَإِنَّمَا يَنْفُذُ الْقَضَاءُ وَفِي الْمُجْتَهَدِ فِيهِ إذَا عُلِمَ أَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ وَإِلَّا فَلَا.

ترجمہ: قاضی مفتی کی طرح، مطلقا امام ابوحنیفہ کا قول لے، پھر امام ابویوسف کا قول، پھر امام محمد کا قول، پھر زفر اور حسن بن زیاد کا قول، یہی اصح ہے جیسا کہ سراجیہ اور منیہ میں ہے اور نہر کی عبارت ہے پھر حسن کا قول، جیسا کہ قنیہ میں ہے اور حاوی میں، قوت دلیل کے اعتبار کو صحیح قرار دیا ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، اور غیر مجتہد کو اختیار نہیں ہے؛ بل کہ مقلد جب مذہب معتمد کے خلاف کرے، تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا ٹوٹ جائے گا، یہی فتویٰ کے لیے پسندیدہ ہے، جیسا کہ مصنف علام نے اپنے فتاویٰ میں اور دوسرے نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کو ہم نے شروع کتاب میں بیان کیا ہے اور عن قریب آرہا ہے، قہستانی وغیرہ میں ہے، جان لیجیے، فقہاء نے جس جگہ کہا ہے کہ اس میں قاضی کی رائے ہے، اس سے وہ قاضی مراد ہے جسے ملکۂ اجتہاد حاصل ہو، بات پوری ہوئی اور مجتہد فیہ مسائل میں قضاء اس وقت نافذ ہوگا، جب قاضی یہ جانتا ہو کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔

قاضی کے لیے فیصلہ کا طریقہ

و یاخذ القاضی کالمفتی الخ: قاضی کے لیے فیصلہ کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی حضرت امام اعظمؒ کے قول کے مطابق فیصلہ دے، ان کی طرف سے کوئی صراحت نہیں ہے، تو امام ابویوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کرے پھر امام محمدؒ کے قول کے مطابق اور ان تینوں حضرات سے صراحت نہ ہے، تو امام زفر اور حسن بن زیاد کے قول کے مطابق فیصلہ دے دے ـــــ تاہم کچھ ایسے مسائل ہیں جہاں یہ ترتیب ضروری نہیں ہے، جیسے عبادات والے مسئلے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور قضاء کے مسائل میں حضرت امام ابویوسف کا قول اختیار کیا جائے گا اور ذوی الارحام کے مسائل میں حضرت امام محمد کے قول کو بنیاد بنا کر فیصلہ دیا جائے گا، ''قد جعل العلماء الفتویٰ علی قول الامام الاعظم فی العبادات مطلقا وھو الواقع بالاستقراء مالم یکن عنہ روایۃ کقول المخالف کما فی طھارۃ الماء المستعمل و التیمم فقط عند عدم غیر نبیذ التمر کذا فی ''شرح المنیہ'' الکبیر لعلی فی بحث التیمم۔ و قد صرحوا بأن الفتویٰ علی قول محمد فی جمیع مسائل ذوی الارحام و فی قضاء الاشباہ و النظائر الفتوی علی قول ابی یوسف فیما یتعلق بالقضاء کما فی ''القنیہ'' و ''البزازیہ'' ای لحصول زیادۃ العلم لہ بہ بالتجربۃ''۔ (ردالمحتار ۱/۱۷۲)

خلاصہ یہ ہے کہ افتاء وقضاء کے لیے متفق علیہ قول کو اختیار کیا جائے، جن کو ظاہری روایات کہا جاتا ہے، وہاں صراحت نہ ملے، تو مذکورہ بالا ترتیب اختیار کی جائے۔

قاضیٔ مجتہد کے لیے فیصلہ کا طریقہ

و لا یخیر الا اذا کان الخ: مذکورہ بالا ترتیب کی پابندی اس قاضی کے لیے ہے، جو مقلد ہو؛ لیکن اگر کوئی قاضی مجتہد ہے، تو قوت دلیل کی روشنی میں جس قول کے مطابق فیصلہ دے گا، اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا: لیکن اب چوں کہ ایسے حضرات کا وجود باقی نہیں رہا، اس لیے موجودہ زمانے میں قاضی اور مفتی کے لیے مذکورہ بالا ترتیب کی رعایت کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اس لیے کہ مجتہد کے لیے بے پناہ علم وادراک کی ضرورت ہے، جس کے حامل علماء نظر نہیں آتے ہیں، اور عربی یا کسی بھی مادری زبان کے ذریعے اسلامیات مطالعہ کرنے والے بعض لوگ اپنے آپ کو مجتہد سمجھ بیٹھتے ہیں وہ لوگ صریح غلطی پہ ہیں، اس لیے کہ وہ لوگ قرآن کی ساتوں قرأتوں سے واقف ہونا، تو دور کی بات ہے، بغیر حرکت والا قرآن اگر ان کے سامنے رکھ دیا جائے، تو ایک قرأت کے مطابق بھی نہیں پڑھ سکتے، جناب والا کا مبلغ علم یہ ہے؛ لیکن ہیں مجتہد۔

وَإِذَا اخْتَلَفَ مُفْتِيَانِ فِي جَوَابِ حَادِثَةٍ أَخَذَ بِقَوْلِ أَفْقَهِهِمَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ أَوْرَعَهُمَا سِرَاجِيَّةٌ وَفِي الْمُلْتَقَطِ وَإِذَا أَشْكَلَ عَلَيْهِ أَمْرٌ وَلَا رَأْيَ لَهُ فِيهِ شَاوَرَ الْعُلَمَاءَ وَنَظَرَ أَحْسَنَ أَقَاوِيلِهِمْ وَقَضَى بِمَا رَآهُ صَوَابًا لَا بِغَيْرِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَيْرُهُ أَقْوَى فِي الْفِقْهِ وَوُجُوهِ الِاجْتِهَادِ فَيَجُوزُ تَرْكُ رَأْيِهِ بِرَأْيِهِ ثُمَّ قَالَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُجْتَهِدًا فَعَلَيْهِ تَقْلِيدُهُمْ وَاتِّبَاعُ رَأْيِهِمْ فَإِذَا قَضَى بِخِلَافِهِ لَا يَنْفُذُ حُكْمُهُ.

ترجمہ: کسی نئے مسئلے میں دو مفتی کے درمیان اختلاف ہو جائے، تو ان دونوں میں سے افقہ کا قول لیا جائے گا، اس کے بعد جو ان میں زیادہ پرہیزگار ہیں، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور ملتقط میں ہے، جب کوئی مسئلہ مشکل ہو جائے اور اس میں اس قاضی کی کوئی رائے نہ ہو، تو علماء سے مشورہ کرے، ان کے بہترین قولوں پہ نظر رکھے اور جس قول کو صحیح جانے، اس کے مطابق فیصلہ کرے، اس کے بغیر نہیں، الا یہ کہ دوسرا درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے کی وجہ سے فقہ میں زیادہ قوی ہو، تو اس کی رائے کی وجہ سے اپنی رائے کو چھوڑنا جائز ہے، پھر انھوں نے کہا، اگر قاضی مجتہد نہ ہو، تو اس پر مجتہد کی تقلید اور ان کی رائے کی اتباع لازم ہے؛ لہٰذا جب ان کے خلاف فیصلہ کرے، تو فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

جب دو قاضیوں میں اختلاف ہو جائے

کسی نئے مسئلے میں دو قاضیوں کے درمیان اختلاف ہو جائے، تو ان کے لیے ہدایت یہ ہے کہ علماء سے مشورہ کریں اور جو رائے زیادہ مناسب ہو، اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

الْمِصْرُ شَرْطٌ لِنَفَاذِ الْقَضَاءِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَفِي رِوَايَةِ النَّوَادِرِ لَا فَيَنْفُذُ فِي الْقُرَى وَفِي عَقَارٍ لَا فِي وِلَايَتِهِ عَلَى الصَّحِيحِ خُلَاصَةٌ وَبِهِ يُفْتَى بَزَّازِيَّةٌ. أَخْذُ الْقَضَاءِ بِرِشْوَةٍ لِلسُّلْطَانِ أَوْ لِقَوْمِهِ وَهُوَ عَالِمٌ بِهَا أَوْ بِشَفَاعَةٍ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ وَفَتَاوَى ابْنِ نُجَيْمٍ أَوْ ارْتَشَى هُوَ أَوْ أَعْوَانُهُ

بِعِلْمِهِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَحَكَمَ لَا يَنْفُذُ حُكْمُهُ وَمِنْهُ مَا لَوْ جَعَلَ لِمُوَلِّيهِ مَبْلَغًا فِي كُلِّ شَهْرٍ يَأْخُذُهُ مِنْهُ وَيُفَوِّضُ إِلَيْهِ قَضَاءَ نَاحِيَةٍ فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ لَكِنْ فِي الْفَتْحِ وَمَنْ قُلِّدَ بِوَاسِطَةِ الشُّفَعَاءِ كَمَنْ قُلِّدَ احْتِسَابًا وَمِثْلُهُ فِي الْبَزَّازِيَّةِ بِزِيَادَةٍ وَإِنْ لَمْ يَحِلَّ الطَّلَبُ بِالشُّفَعَاءِ وَلَوْ كَانَ عَدْلًا فَفَسَقَ بِأَخْذِهَا أَوْ بِغَيْرِهِ وَخَصَّهَا؛ لِأَنَّهَا الْمُعْظَمُ اسْتَحَقَّ الْعَزْلَ وُجُوبًا وَقِيلَ يَنْعَزِلُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى ابْنُ الْكَمَالِ وَابْنُ مَلَكٍ. وَفِي الْخُلَاصَةِ عَنِ النَّوَادِرِ لَوْ فَسَقَ أَوْ ارْتَدَّ أَوْ عَمِيَ ثُمَّ صَلُحَ أَوْ أَبْصَرَ فَهُوَ عَلَى قَضَائِهِ وَأَمَّا إِنْ قَضَى فِي فِسْقِهِ وَنَحْوِهِ فَبَاطِلٌ وَاعْتَمَدَهُ فِي الْبَحْرِ وَفِي الْفَتْحِ اتَّفَقُوا فِي الْإِمَارَةِ وَالسَّلْطَنَةِ عَلَى عَدَمِ الِانْعِزَالِ بِالْفِسْقِ؛ لِأَنَّهَا مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ لَكِنْ فِي أَوَّلِ دَعْوَى الْخَانِيَّةِ الْوَالِي كَالْقَاضِي فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: فیصلہ نافذ ہونے کے لیے شہر شرط ہے، ظاہری روایت کے مطابق اور نوادر کی روایت میں ہے کہ نہیں، لہٰذا دیہات اور اس زمین میں جہاں اس کی ولایت نہیں ہے، فیصلہ نافذ ہوگا صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

قاضی نے عہدۂ قضاء بادشاہ کو یا اس کے عملے کو رشوت دے کر حاصل کیا، حالاں کہ قاضی اس کو جانتا ہے یا سفارش سے (عہدۂ قضاء کو) حاصل کیا، جیسا کہ جامع الفصولین اور فتاویٰ ابن نجیم میں ہے یا قاضی یا اس کے کارندوں نے قاضی کی جانکاری میں رشوت لی، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، ایسی صورت میں قاضی فیصلہ دے، تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، اسی حکم میں وہ قاضی ہے، جو قاضی بنانے والے کے لیے ہر مہینے میں پیسہ متعین کردے کہ وہ اس سے لے لیا کرے اور کسی علاقے کا قاضی بنادے؛ لیکن فتح میں ہے، جو سفارش سے قاضی ہو وہ بذریعہ احتساب کے قاضی ہونے کی طرح ہے اور اسی طرح بزازیہ میں ہے؛ لیکن اتنا زیادہ ہے کہ سفارش سے قضاء کا طلب حلال نہیں ہے اور اگر وہ عادل ہے، تو رشوت لینے یا دوسرے جرائم کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا اور رشوت کی تخصیص کی اس لیے کہ اہم ہے، وہ مستحق عزل ہے وجوبی طور پر اور کہا گیا کہ وہ از خود معزول ہو جائے گا، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ ابن الکمال اور ابن الملک نے صراحت کی ہے، خلاصہ میں نوادر کے حوالے سے ہے کہ اگر قاضی فاسق، مرتد یا اندھا ہو گیا، پھر نیک ہو گیا، یا دیکھنے لگا، تو وہ عہدۂ قضاء پر بحال رہے گا اور فسق وغیرہ کے زمانے میں فیصلے دیے ہیں وہ باطل ہے، اس پر بحر میں اعتماد کیا ہے اور فتح میں ہے کہ فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ امارت وسلطنت میں معزول نہ کیا جائے، اس لیے کہ امارت وسلطنت کی بنیاد قہر اور غلبہ پر ہے؛ لیکن خانیہ کی کتاب الدعویٰ کے شروع میں ہے کہ والی قاضی کی طرح ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

قضاء کے لیے شہر

المصر شرط لنفاذ القضاء الخ: صحیح بات یہ ہے کہ قضاء کے لیے شہر شرط نہیں ہے: بل کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ دیہات میں بھی قضاء کا نفاذ ہو جاتا ہے "فی البحر و لا یشترط المصر علی ظاهر الروایة فالقضاء بالسواد صحیح و به یفتی کذا فی البزازیة" (ردالمحتار ۸/۴۴)

رشوت کے ذریعے عہدہ قضاء حاصل کرنا

اخذ القضاء برشوة الخ: رشوت دے کر عہدۂ قضاء حاصل کرنا یا رشوت لے کر کوئی قاضی فیصلہ کرے، تو یہ ٹھیک نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کر لیا، تو

حقیقت میں اس کا فیصلہ نافذ تو نہیں ہونا چاہیے؛ لیکن چوں کہ اب ایسے قاضی نہیں رہے، اس لیے بدرجۂ مجبوری یہ موقف اپنایا گیا کہ رشوت دے کر عہدۂ قضاء حاصل کرنے والے یا رشوت لے کر فیصلہ دینے والے قاضی کا فیصلہ نافذ العمل ہے" وقدمر عن صاحب النهر في ترجيح ان الفاسق اهل للقضاء انه لو اعتبر العدالة لانسد باب القضاء فكذا يقال هنا" (ردالمحتار ۸/۳۶)

وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مَوْثُوقًا بِهِ فِي عَفَافِهِ وَعَقْلِهِ وَصَلَاحِهِ وَفَهْمِهِ وَعِلْمِهِ بِالسُّنَّةِ وَالْآثَارِ وَوُجُوهِ الْفِقْهِ وَالِاجْتِهَادُ شَرْطُ الْأَوْلَوِيَّةِ لِتَعَذُّرِهِ عَلَى أَنَّهُ يَجُوزُ خُلُوُّ الزَّمَنِ عَنْهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ نَهْرٌ فَصَحَّ تَوْلِيَتُهُ الْعَامِّيَّ ابْنُ كَمَالٍ وَيَحْكُمُ بِفَتْوَى غَيْرِهِ لَكِنْ فِي إِيمَانِ الْبَزَّازِيَّةِ الْمُفْتِي يُفْتِي بِالدِّيَانَةِ وَالْقَاضِي يَقْضِي بِالظَّاهِرِ دَلَّ عَلَى أَنَّ الْجَاهِلَ لَا يُمْكِنُهُ الْقَضَاءُ بِالْفَتْوَى أَيْضًا فَلَا بُدَّ مِنْ كَوْنِ الْحَاكِمِ فِي الدِّمَاءِ وَالْفُرُوجِ عَالِمًا دِينًا كَالْكِبْرِيتِ الْأَحْمَرِ وَأَيْنَ الْكِبْرِيتُ الْأَحْمَرُ وَأَيْنَ الْعِلْمُ (وَمِثْلُهُ) فِيمَا ذَكَرَ الْمُفْتِي وَهُوَ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ الْمُجْتَهِدُ أَمَّا مَنْ يَحْفَظُ أَقْوَالَ الْمُجْتَهِدِ فَلَيْسَ بِمُفْتٍ وَفَتْوَاهُ لَيْسَ بِفَتْوَى بَلْ هُوَ نَقْلُ كَلَامٍ كَمَا بَسَطَهُ ابْنُ الْهُمَامِ

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ قاضی عزت و عقل، صلاح وفہم، علم بالسنہ و الآثار اور وجوہ فقہ میں معتمد ہو، اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے، اجتہاد متعذر ہونے کی وجہ سے، اس لیے غیر مجتہد کو قاضی بنانا جائز ہے، مجتہد سے زمانہ خالی ہونے کی وجہ، اکثر علماء کے نزدیک، جیسا کہ نہر میں ہے، لہٰذا عام آدمی کو قاضی بنانا صحیح ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے کہ وہ دوسرے کے فتوے پر عمل کرے؛ لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کے لیے دوسرے کے فتوے پر عمل کرنا ممکن بھی نہیں ہے، لہٰذا فوج داری اور نسب کے مقدمات میں قاضی کا عالم اور دین دار ہونا ضروری ہے، اور علم و دیانت سرخ یاقوت کی طرح ہے اور کہاں سرخ یاقوت اور کہاں علم، اور اسی طرح یعنی مذکورہ بالا اوصاف میں مفتی ہے اور اصولیین کے نزدیک مفتی (اصل میں) مجتہد ہے؛ بہر حال جو مجتہد کے اقوال یاد کرلے وہ مفتی نہیں ہے اور اس کا فتویٰ فتویٰ نہیں ہے؛ بل کہ وہ کلام کی نقل ہے، جیسا کہ ابن الہمام نے اس کی تفصیل کی ہے۔

قاضی کے اوصاف

وینبغی ان یکون موثوقا الخ: قاضی کے اوصاف یہ ہیں کہ قاضی عزت و عفت، عقل وفہم، تقوی و طہارت، علم و عمل اور معاملہ فہمی میں معتمد ہو، یہ تو قاضی کے اوصاف ہیں، اگر کوئی جاہل آدمی قاضی بن جائے، تو اس کے لیے ہدایت یہ ہے کہ کسی مفتی سے پوچھ کر فیصلہ کرے اور جن مسائل میں جرح و بحث کے بعد فیصلہ کی نوبت آتی ہے، ایسے مسائل میں مفتی کے لیے ہدایت ہے کہ قاضی سے جرح کرلے، اس کے بعد قضاء کے ضابطے کے مطابق فتویٰ دے۔

وَلَا يَطْلُبُ الْقَضَاءَ بِقَلْبِهِ وَلَا يَسْأَلُهُ بِلِسَانِهِ فِي الْخُلَاصَةِ طَالِبُ الْوِلَايَةِ لَا يُوَلَّى إِلَّا إِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ أَوْ كَانَتِ التَّوْلِيَةُ مَشْرُوطَةً لَهُ أَوْ ادَّعَى أَنَّ الْعَزْلَ مِنَ الْقَاضِي الْأَوَّلِ بِغَيْرِ جُنْحَةٍ نَهْرٌ قَالَ: وَاسْتَحَبَّ الشَّافِعِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ طَلَبَ الْقَضَاءِ لِخَامِلِ الذِّكْرِ لِنَشْرِ الْعِلْمِ وَيَخْتَارُ الْمُقَلِّدُ الْأَقْدَرَ وَالْأَوْلَى بِهِ وَلَا يَكُونُ فَظًّا غَلِيظًا جَبَّارًا عَنِيدًا لِأَنَّهُ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَفِي إِطْلَاقِ اسْمِ خَلِيفَةِ اللَّهِ خِلَافٌ تَتَارْخَانِيَّةٌ.

ترجمہ: نہ دل سے قضاء کی خواہش کرے اور نہ ہی زبان سے سوال کرے، خلاصہ میں ہے کہ ولایت کے طلب گار کو قاضی نہ بنایا جائے، الا یہ کہ قضاء اس کے لیے متعین ہو جائے یا ولایت (وقف) اس کے لیے مشروط ہو یا (معزول شدہ قاضی نے) دعویٰ کیا کہ قاضیٔ اول کی طرف سے معزولی (میرے) قصور کے بغیر ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، شوافع اور مالکیہ نے گم نام عالم کے لیے قضاء کی طلب کو مستحب کہا ہے تا کہ وہ علم کی اشاعت کر سکے، امیر ایسے شخص کو قاضی بنائے، جو قادر اور فائق ہو، ایسے شخص کو قاضی نہ بنائے، جو بد اخلاق، سخت، ظالم اور حق کا مخالف ہو، اس لیے کہ وہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ ہے اور خلیفۃ اللہ کہنے میں اختلاف ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔

عہدے کی طلب

و لا یطلب القضاء الخ: ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا، تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے، اس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے، تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں، عبد الرحمن بن سمرہؓ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے، تو اس کا بار اسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بنا پر ہو۔ (تفسیر عثمانی ۳۲۱)

وَكُرِهَ تَحْرِيمًا التَّقَلُّدُ أَيْ أَخْذُ الْقَضَاءِ لِمَنْ خَافَ الْحَيْفَ أَيْ الظُّلْمَ أَوْ الْعَجْزَ يَكْفِي أَحَدُهُمَا فِي الْكَرَاهَةِ ابْنُ كَمَالٍ وَإِنْ تَعَيَّنَ لَهُ أَوْ أَمِنَهُ لَا يُكْرَهُ فَتْحٌ ثُمَّ إِنْ انْحَصَرَ فُرِضَ عَيْنًا وَإِلَّا كِفَايَةً بَحْرٌ وَالتَّقَلُّدُ رُخْصَةٌ أَيْ مُبَاحٌ وَالتَّرْكُ عَزِيمَةٌ عِنْدَ الْعَامَّةِ بَزَّازِيَّةٌ فَالْأَوْلَى عَدَمُهُ

ترجمہ: اس شخص کے لیے قاضی بننا مکروہ تحریمی ہے، جسے ظلم کرنے یا عاجز ہو جانے کا اندیشہ ہو، ان میں سے ایک کراہت کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ابن کمال نے اس کی صراحت کی ہے اور اگر اس کے لیے عہدۂ قضاء متعین ہو جائے یا وہ (خدشات سے) مامون ہو، تو مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ فتح میں ہے پھر اگر عہدۂ قضاء (کسی شخص پر) منحصر ہو جائے، تو (قبول کرنا) فرض عین ہے، نہ کہ کفایہ، جیسا کہ بحر میں ہے، قاضی بننا رخصت یعنی مباح ہے اور نہ بننا عزیمت ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، لہٰذا قبول نہ کرنا اولیٰ ہے۔

ظالم وعاجز کے لیے قضاء

و کرہ تحریما التقلید الخ: جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کر سکے گا، یا فیصلہ کرنے سے عاجز ہے، ایسے شخص کے لیے قاضی بننا مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن ایسے شخص کو متعین کر دے، تو اب قاضی بننا مکروہ نہیں ہے؛ بل کہ اگر اس شخص کے علاوہ کوئی اور دوسرا آدمی ایسا نہیں ہے کہ جس کو قاضی بنایا جائے صرف یہی شخص ہے، جسے حکومت نے قاضی متعین کر دیا، تو اب اس شخص کے لیے مذکورہ بالا خدشات کے باوجود قاضی بننا فرض ہے؛ البتہ وہ اپنے اندر تبدیلی کرنے کی کوشش کرے ''وعلیہ ضبط نفسہ'' (ردالمحتار ۸/ ۴۲)

وَيَحْرُمُ عَلَى غَيْرِ الْأَهْلِ الدُّخُولُ فِيهِ قَطْعًا مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ فِي الْحُرْمَةِ فَفِيهِ الْأَحْكَامُ الْخَمْسَةُ

ويجوز تقلُّدُ القضاء مِنَ السُّلطانِ العَادِلِ وَالجائِرِ وَلَوْ كَافِرًا ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ وَغَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ يَمْنَعُهُ عَنِ الْقَضَاءِ بِالْحَقِّ فَيَحْرُمُ وَلَوْ فُقِدَ وَالٍ لِغَلَبَةِ كُفَّارٍ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ تَعْيِينُ وَالٍ وَإِمَامٍ لِلْجُمُعَةِ فَتْحٌ وَمِنْ سُلْطَانِ الْخَوَارِجِ وَ أَهْلِ الْبَغْيِ وَإِذَا صَحَّتْ التَّوْلِيَةُ صَحَّ الْعَزْلُ وَإِذَا رُفِعَ قَضَاءُ الْبَاغِي إِلَى قَاضِي الْعَدْلِ نَفَّذَهُ، وقيل لا وَبِهِ جَزَمَ النَّاصِحِيُّ

ترجمہ: قضاء میں داخل ہونا غیر اہل پر حرام ہے یقینی طور پر، جس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے اس میں پوری احکام ہیں، عادل اور ظالم بادشاہ کے لیے قاضی مقرر کرنا جائز ہے، اگرچہ وہ بادشاہ کافر ہو، اس کو مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے، الا یہ کہ سلطان قاضی کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کرے تو حرام ہے اور اگر غلبہ کفار کی وجہ سے امیر نہ رہے تو امیر اور امام جمعہ متعین کرنا مسلمانوں پر واجب ہے، جیسا کہ فتح میں ہے اور خوارج و باغی کے بادشاہ کے لیے (قاضی مقرر کرنا) جائز ہے اور جب قاضی باغی کا فیصلہ قاضی عادل کے پاس جائے تو اس کو جاری رکھے اور کہا گیا کہ جاری نہ رکھے، ناصحی نے اسی پر اعتماد کیا ہے

غیر اہل کا قاضی بننا

ویحرم علی غیر الاھل الخ: غیر اہل کا قاضی بننا مطلقاً حرام ہے، جو شخص علم وفہم اور تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے عہدۂ قضاء کے لائق نہ ہو، اس کے لیے قاضی بننا جائز نہیں ہے۔

قاضی مقرر کرنے کا حق

ویجوز تقلد القضاء من السلطان الخ: قاضی مقرر کرنے کا حق بادشاہ کو ہے، خواہ وہ بادشاہ عادل ہو کہ غیر عادل، کافر ہو کہ کسی باطل فرقے سے اس کا تعلق ہو اور جہاں اس طریقے پر عمل نہ ہو، وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح دوسرے اجتماعی کاموں کو انجام دینے کے لیے، اپنے میں سے کسی کو ذمہ دار مقرر کر لیا کرتے ہیں، ایسے ہی اپنے میں سے کسی لائق کو قاضی مقرر کرے، تاکہ وہ شریعت کے مطابق جھگڑوں کا فیصلہ کرے۔

فَإِذَا تَقَلَّدَ طَلَبَ دِيوَانَ قَاضٍ قَبْلَهُ يَعْنِي السِّجِلَّاتِ وَنَظَرَ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ فِي سِجْنِ الْقَاضِي وَأَمَّا الْمَحْبُوسُونَ فِي سِجْنِ الْوَالِي فَعَلَى الْإِمَامِ النَّظَرُ فِي أَحْوَالِهِمْ فَمَنْ لَزِمَهُ أَدَبٌ أَدَّبَهُ وَإِلَّا أَطْلَقَهُ وَلَا يُبَيِّتُ أَحَدًا فِي قَيْدٍ إِلَّا رَجُلًا مَطْلُوبًا بِدَمٍ وَنَفَقَتُهُ وَمَنْ لَيْسَ لَهُ مَالٌ فِي بَيْتِ الْمَالِ بَحْرٌ فَمَنْ أَقَرَّ مِنْهُمْ بِحَقٍّ أَوْ قَامَتْ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ أَلْزَمَهُ الْحَبْسَ ذَكَرَهُ مِسْكِينٌ وَقِيلَ الْحَقُّ وَإِلَّا نَادَى عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا يَرَى ثُمَّ أَطْلَقَهُ بِكَفِيلٍ بِنَفْسِهِ فَإِنْ أَبَى نَادَى عَلَيْهِ شَهْرًا ثُمَّ أَطْلَقَهُ وَعَمِلَ فِي الْوَدَائِعِ وَغَلَّاتِ الْوَقْفِ بِبَيِّنَةٍ أَوْ إِقْرَارِ ذِي الْيَدِ وَلَمْ يَعْمَلْ الْمُوَلَّى بِقَوْلِ الْمَعْزُولِ لِالْتِحَاقِهِ بِالرَّعَايَا وَشَهَادَةُ الْفَرْدِ لَا تُقْبَلُ خُصُوصًا بِفِعْلِ نَفْسِهِ دُرَرٌ وَنَفَاذُهُ رَدُّهَا وَلَوْ مَعَ آخَرَ نَهْرٌ. قُلْتُ: لَكِنْ أَفْتَى قَارِئُ الْهِدَايَةِ بِقَبُولِهَا وَتَبِعَهُ ابْنُ نُجَيْمٍ فَتَنَبَّهْ إِلَّا أَنْ يُقِرَّ ذُو الْيَدِ أَنَّهُ أَيِ الْمَعْزُولَ سَلَّمَهَا أَيِ الْوَدَائِعَ وَالْغَلَّاتِ إِلَيْهِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِيهِمَا أَنَّهَا لِزَيْدٍ إِلَّا إِذَا بَدَأَ ذُو الْيَدِ بِالْإِقْرَارِ لِلْغَيْرِ ثُمَّ أَقَرَّ بِتَسْلِيمِ الْقَاضِي إِلَيْهِ فَأَقَرَّ الْقَاضِي

ترجمہ: جب قاضی بن جائے تو سابق قاضی کے فیصلوں کے دیوان یعنی رجسٹر کا مطالعہ کرے، قاضی (سابق) کے قیدخانہ میں محبوس (قیدیوں) کے حال پہ نظر کرے، بہرحال جو بادشاہ کے قیدخانہ میں مقید ہیں، ان کے احوال پہ نظر کرنا بادشاہ کی

ذمہ داری ہے، لہٰذا جن کے لیے سزا لازم ہے، ان کو سزا دے ورنہ چھوڑ دے، قید خانہ میں رات کسی کو نہ رہنے دے؛ مگر وہ شخص جو خون ریزی میں مطلوب ہو، جس قیدی کے پاس مال نہ ہو اس کا خرچ بیت المال پر ہے، جیسا کہ بحر میں ہے جو شخص حق کا اقرار کرے یا بینہ سے ثابت ہو جائے، تو اس کو قید کرنا لازم ہے، اس کو مسکین نے ذکر کیا ہے اور کہا گیا کہ حق لازم کردے، ورنہ (قیدی پر کوئی حق ثابت نہ ہو سکے تو) قاضی اپنی صواب دید کے مطابق اعلان کرا دے، پھر اس کو ضمانت بالنفس کی بنیاد پر چھوڑ دے؛ اگر وہ ضمانت دینے سے انکار کرے، تو ایک مہینے تک (کہ فلاں قیدی پر جس کا حق ہو وہ ثابت کرے) اعلان کر کے اس کو چھوڑ دے قاضی اموال ودیعت اور محاصل وقف میں بینہ یا صاحب قبضہ کے اقرار کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور عہدۂ قضاء پر فائز قاضیٔ معزول کے قول پر عمل نہ کرے، اس کے عام آدمی کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے (اگر اس کو گواہ قرار دیجیے تو) ایک آدمی کی گواہی معتبر نہیں خصوصاً اپنے فعل کے لیے، جیسا کہ درر میں ہے خصوص کا فائدہ اس کی گواہی کو رد کرنا ہے، اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو، جیسا کہ نہر میں ہے، میں کہتا ہوں؛ لیکن قاری ہدایہ نے اس کی گواہی کے قبول کا فتویٰ دیا ہے اور ابن نجیم نے جس کی اتباع کی ہے، اس لیے خبردار رہنا چاہیے؛ الا یہ کہ صاحب قبضہ یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اموال ودیعت اور محاصل وقف، اس کو دیے ہیں، تو ان دونوں (صورتوں) میں قاضیٔ معزول کی بات معتبر ہوگی، مگر یہ کہ صاحب قبضہ پہلے دوسرے کے لیے اقرار کرے پھر یہ بتائے کہ قاضیٔ سابق نے اس کو یہ دیے ہیں اور قاضی دوسرے کے لیے اقرار کرے، تو وہ مال مقرلہ اول کو دے دیا جائے گا اور مقر اس مال کی قیمت (اگر قیمتی ہے) یا مثل کا ضامن ہوگا، قاضی کے دوسرے کے لیے اقرار کرنے کی وجہ سے، لہٰذا موجود اس عوض کو لے کر قاضی کے مقرلہ کو دے دے۔

قاضی کا کام

فاذا تقلد الخ: جب کوئی آدمی قاضی بن جائے، تو اس کے لیے یہ ہدایت ہے کہ قاضی سابق کے رجسٹر کو دیکھے اور جتنے قیدی ان کی تحویل میں تھے، ان کے احوال کو دیکھے، اقرار یا گواہوں سے جرم ثابت ہو جائے، تو قید ہی میں رکھے؛ لیکن اگر ان دونوں طریقوں سے جرم ثابت نہ ہو سکے، تو قاضی اپنی صواب دید کے مطابق اعلان کرائے، اگر فلاں قیدی پر کسی کا دعویٰ ہو، تو وہ عدالت آ کر ثابت کرے، اس اعلان کے باوجود کوئی اس قیدی کے خلاف دعویٰ ثابت کرنے کے لیے نہ آئے، تو اس قیدی سے کفالت بالنفس لے کر اس کو چھوڑ دے؛ اگر یہ کفالت نہ دے، تو ایک مہینے اعلان کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دے، بلا کسی وجہ کے اس کو قید خانہ میں نہ رکھے۔

وَيَقْضِي فِي الْمَسْجِدِ وَيَخْتَارُ مَسْجِدًا فِي وَسَطِ الْبَلَدِ تَيْسِيرًا لِلنَّاسِ وَيَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ كَخَطِيبٍ وَمُدَرِّسٍ خَانِيَةٌ وَأُجْرَةُ الْمُحْضِرِ عَلَى الْمُدَّعِي هُوَ الْأَصَحُّ بَحْرٌ عَنِ الْبَزَّازِيَةِ وَفِي الْخَانِيَةِ عَلَى الْمُتَمَرِّدِ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَكَذَا السُّلْطَانُ وَالْمُفْتِي وَالْفَقِيهُ أَوْ فِي دَارِهِ وَيَأْذَنُ عُمُومًا.

ترجمہ: قاضی مسجد میں فیصلہ کرنے اور لوگوں کی سہولت کے لیے اس مسجد کو اختیار کرے، جو شہر کے بیچ میں ہو اور خطیب ومدرس کی طرح قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، حاضر کرنے والے کی اجرت مدعی پر ہے، یہی اصح ہے، جیسا کہ بحر میں بزازیہ کے حوالے سے ہے اور خانیہ میں ہے کہ متمرد پر ہے یہ صحیح ہے، ایسے ہی بادشاہ، مفتی اور فقیہ مدرس اور اپنے گھر میں، جب کہ سب کو آنے کی اجازت ہو۔

مسجد میں قضاء

و يقضي في المجسد الخ: قاضی کے لیے فصلِ خصومات کے لیے مسجد میں بیٹھنا بہتر ہے، یہی نصوص سے ثابت ہے، نیز مسجد کے احرام میں لوگوں کے جھوٹ بولنے کا امکان کم ہے، یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے؛ لیکن حضرات شوافع کا کہنا ہے کہ مساجد میں مجالس قضاء کا انعقاد مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ بعض مرتبہ فریق بن کر مشرک بھی آجاتے ہیں، جو قرآن کی رو سے نجس ہیں، نیز آنے والوں میں حائضہ بھی ہوتی ہیں، جن کا مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔ ان دونوں دلیلوں کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ شرک اعتقاداً نجس ہیں اس لیے ان کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہے، اب رہی بات حائضہ کی، تو یہ بوقت مجبوری اپنے وکیل یا نائب کو بھیج سکتی ہے۔ (و المسجد الجامع أولى لأنه أشهر) ثم الذى تقام فيه الجماعات و إن لم تصل فيه الجمعة. قال فخر الإسلام: هذا إذا كان الجامع في وسط البلد، أما إذا كان في طرف منها فلا لزيادة المشقة على أهل الشقة المقابلة له، فالأولى أن يختار مسجدا في وسط البلد و في السوق، و يجوز أن يحكم في بيته و حيث كان إلا أن الأولى ما ذكرنا، و بقولنا قال أحمد و مالك في الصحيح عنه (و قال الشافعي: يكره الجلوس في المسجد للقضاء لأنه) أي القضاء (يحضره المشرك و هو نجس بالنص) قال تعالى - إنما المشركون نجس فلا يقربوا المجسد (و الحائض و هي ممنوعة عن دخوله) و لأن المساجد بنيت للصلاة و الذكر، و الخصومات تقترن بالمعاصي كثيرا من اليمين الغموس و الكذب في الدعاوى (و لنا) ما في الصحيحين من حديث اللعان من حديث سهل بن سعد، و فيه (فتلاعنا في المسجد و أنا شاهد) و لابد من كون أحدهما كاذبا حانثا في يمين غموس، و في الصحيحين أيضا ان كعب بن مالك (أنه تقاضى ابن أبي حدرد دينا كان له عليه في المسجد فارتفعت أصواتهما حتى سمعهما رسول الله ﷺ و هو في بيته فخرج إليهما حتى كشف سجف حجرته فنادى: يا كعب، فقال: لبيك يا رسول الله، فأشار بيده أن ضع الشطر من دينك، قال كعب: قد فعلت يا رسول الله، قال: قم فاقضه) و أخرج الطبراني مسندا إلى ابن عباس قال (بينا رسول الله ﷺ يخطبنا يوم الجمعة إذا أتى رجل فتخطى الناس حتى قرب إليه فقال: يا رسول الله أقم على الحد، فقال: اجلس فجلس، ثم قام الثانية فقال: يا رسول الله أقم على الحد، فقال اجلس فجلس ثم قال الثالثة فقال يا رسول الله أقم على الحد، قال و ما حدك؟ قال: أتيت امرأة حراما، فقال ﷺ لعلي و ابن عباس و زيد ابن حارثة و عثمان بن عفان رضي الله عنهم انطلقوا به فاجلدوه و لم يكن تزوج، فقيل يا رسول الله ألا تجلد التي خبث بها، فقال له رسول الله ﷺ: من صاحبتك؟ قال: فلانة فدعاها ثم سألها، فقالت: يا رسول الله كذب علي و الله إني لا أعرفه، فقال ﷺ: من شاهدك؟ فقال: يا رسول الله ما لي شاهد، فأمر به فجلد حد الفرية ثمانين جلدة) و أما أن الخلفاء الراشدين كانوا يجلسون في المساجد لفصل الخصومات فنقل بالمعنى: يعني وقع منهم هذا، و لا يكاد يشك في أن عمر و عثمان رضي الله عنهما وقع لهما ذالك او من تتبع السير رأى من ذالك شيأ: في البخاري لاعن عمر عند منبر رسول الله ﷺ۔ و أسند الإمام أبو بكر الرازي إلى الحسن أنه رأى عثمان قضى في المسجد و ذكر القصة في ذلك، فما قيل إنه غريب مبني على أن المراد رواية هذا اللفظ، و ليس كذلك۔ و في الطبقات لابن سعد بسنده إلى ربيعة بن أبي عبد الرحمن أنه رأى أبا بكر بن محمد بن عمرو بن حزم يقضي في المسجد عند

القبر، و كان على القضاء بالمدينة في ولاية عمر ابن عبد العزيز و أسند إلى سعيد بن مسلم بن بابك۔ قال: رأيت سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف يقضي في المسجد و كان قد ولي قضاء المدينة۔ و إلى محمد بن عمر قال: لما ولي أبو بكر بن محمد بن عمرو بن حزم إمرة المدينة لعمر بن عبد العزيز ولي أبا طوالة القضاء بها فكان يقضي في المسجد، قال: أبو طوالة ثقة يروى عن أنس ابن مالك۔ و إلى إسماعيل بن أبي خالد قال: رأيت شريحا يقضي في المسجد، و إلى الأسود بن شيبان قال: رأيت الشعبي و هو يومئذ قاضي الكوفة يقضي في المسجد، و كل قضاء صدر من هؤلاء كان بين السلف مشهورا و فيهم الصحابة و التابعون و لم يرو إنكاره عن أحد۔ و أما الحديث الذي ذكره المصنف (إنما بنيت المساجد لذكر الله و الحكم) فلم يعرف، و إنما أخرج مسلم حديث الأعرابي الذي قام يبول في المسجد فقال أصحاب رسول الله ﷺ (مه مه، فقال ﷺ: لا تزرموه دعوه فتركوه حتى بال، ثم دعاه رسول الله ﷺ فقال: إن هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول و القذر، و إنما هي لذكر الله تعالى و الصلاة و قراءة القرآن، قال: و أمر رجلا من القوم فدعا بدلو من ماء فشنه عليه) و أما نجاسة المشرك ففي الاعتقاد۔ (فتح القدير ۷/۶۹، ۲۷۰)

وَيَرُدُّ هَدِيَّةً التَّنْكِيرُ لِلتَّقْلِيلِ ابْنُ كَمَالٍ: وَهِيَ مَا يُعْطَى بِلَا شَرْطِ إِعَانَةٍ بِخِلَافِ الرِّشْوَةِ ابْنُ مَلَكٍ وَلَوْ تَأَذَّى الْمُهْدِي بِالرَّدِّ يُعْطِيهِ مِثْلَ قِيمَتِهَا خُلَاصَةٌ وَلَوْ تَعَذَّرَ الرَّدُّ لِعَدَمِ مَعْرِفَتِهِ أَوْ بُعْدِ مَكَانِهِ وَضَعَهَا فِي بَيْتِ الْمَالِ وَمِنْ خُصُوصِيَّاتِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَنَّ هَدَايَاهُ لَهُ تَتَارْخَانِيَّةٌ مُفَادُهُ أَنَّهُ لَيْسَ لِلْإِمَامِ قَبُولُ الْهَدِيَّةِ وَإِلَّا لَمْ تَكُنْ خُصُوصِيَّةً وَفِيهَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ وَالْمُفْتِي وَالْوَاعِظِ قَبُولُ الْهَدِيَّةِ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُهْدَى إِلَى الْعَالِمِ لِعِلْمِهِ بِخِلَافِ الْقَاضِي إِلَّا مِنْ أَرْبَعٍ السُّلْطَانِ وَالْبَاشَا أَشْبَاهٌ وَبَحْرٌ وَ قَرِيبِهِ الْمَحْرَمِ أَوْ مِمَّنْ جَرَتْ عَادَتُهُ بِذَلِكَ بِقَدْرِ عَادَتِهِ وَلَا خُصُومَةَ لَهُمَا دُرَرٌ

ترجمہ: قاضی ہدیہ نہ لے، هدية نکرہ لائے ہیں کم کو بتانے کے لیے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، ہدیہ وہ ہے، جو اعانت کی غرض سے بلا شرط دیا جائے، رشوت کے خلاف، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے اور اگر نہ لینے کی صورت میں ہدیہ دینے والے کو تکلیف ہو، تو قاضی اس کی قیمت کے بقدر دے دے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور اگر عدم معرفت یا مہدی کا مکان دور ہونے کی وجہ سے ہدیہ واپس کرنا دشوار ہو، تو اس کو بیت المال میں جمع کر دے اور یہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے ہدایا آپ کی ملکیت میں ہوتے تھے، جیسا کہ تتارخانیہ میں ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا امیر کے لیے جائز نہیں ہے، ورنہ تو یہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت نہ ہوگی، تاتارخانیہ میں ہے کہ امیر، مفتی اور واعظ کے لیے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، اس لیے کہ (بسا اوقات) عالم کو علم کی وجہ سے ہدیہ دیا جاتا ہے، قاضی کے خلاف؛ مگر چار سے (قاضی ہدیہ لے سکتا ہے) (۱) سلطان (۲) نائب سلطان، جیسا کہ اشباہ اور بحر میں ہے (۳) اپنے قریبی محرم (۴) پہلے سے جس کو ہدیہ دینے کی عادت ہو، اس کی عادت کے بقدر، اس شرط کے ساتھ کہ ان دونوں کا مقدمہ نہ ہو۔

قاضی کے لیے ہدیہ

و یرد هدية الخ: قاضی کے لیے عام لوگوں سے ہدیہ لینا جائز نہیں ہے، وہ صرف چار طرح کے لوگوں سے ہدیہ لے سکتا ہے، ایک امیر دوسرے نائب امیر، تیسرے اپنے قریبی رشتہ دار یعنی محرم چوتھا وہ شخص ہے، جو اس قاضی کو عہدۂ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے ہی سے ہدیہ دیا کرتا تھا، تو اب بھی اس سے ہدیہ لینا جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اپنے قریبی رشتہ دار اور پہلے سے ہدیہ دینے والے کا قاضی کے پاس کوئی مقدمہ نہ ہو، اگر ان دونوں میں سے کسی نے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کر رکھا ہے، تو پھر ان کی طرف سے قاضی کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ قاضی کے علاوہ دوسرے علمائے کرام جو دین کے مختلف کاموں میں لگے ہوئے ہیں، ان کے عہدے کی رعایت میں نہیں؛ بل کہ ان کے علم وفضل اور صلاحیت سے متاثر ہو کر، اگر ان کو کوئی ہدیہ دے، تو ان کے لیے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے "و لا يلحق بالقاضي فيما ذكر المفتي و الواعظ و معلم القرآن و العلم لانهم ليس لهم اهلية الالتزام، و الاولى في حقهم ان كانت الهدية لاجل ما يحصل منهم من الافتاء و الوعظ و التعليم عدم القبول ليكون علمهم خالصا لله تعالى و ان اهدى اليهم تحببا و توددا لعلمهم و صلاحهم فالاولى القبول" (ردالمحتار ۸/ ۵۰)

(وَ) يَرُدُّ إجَابَةَ (دَعْوَةٍ خَاصَّةٍ وَهِيَ الَّتِي لَا يَتَّخِذُهَا صَاحِبُهَا لَوْلَا حُضُورُ الْقَاضِي) وَلَوْ مِنْ مَحْرَمٍ وَمُعْتَادٍ وَقِيلَ: هِيَ كَالْهَدِيَّةِ وَفِي السِّرَاجِ وَشَرْحِ الْمَجْمَعِ وَلَا يُجِيبُ دَعْوَةَ خَصْمٍ وَغَيْرِ مُعْتَادٍ وَلَوْ عَامَّةً لِلتُّهْمَةِ

ترجمه: قاضی دعوتِ خاص کو قبول نہ کرے دعوت خاص وہ ہے کہ اگر قاضی نہ آئے، تو داعی اس تقریب کو منعقد نہ کرے؛ اگرچہ محرم یا معتاد کی طرف سے ہو نیز کہا گیا کہ یہ ہدیہ کی طرح ہے، سراج اور شرح مجمع میں ہے کہ قاضی خصم اور غیر معتاد کی دعوت قبول نہ کرے، اگرچہ دعوت عام ہو، تہمت کی وجہ سے۔

قاضی کے لیے دعوت

و يرد اجابة دعوة خاصة الخ: قاضی کا قریبی رشتہ دار یا معتاد قاضی کی دعوت کرے وہ دعوت خاص ہو کہ عام دونوں صورتوں میں قاضی کے لیے دعوت قبول کرنا جائز ہے؛ البتہ یہ خیال رہے کہ معتاد کی طرف سے اس کی پہلی عادت سے زیادہ دعوت قبول نہ کرے؛ لیکن ان دونوں قسموں کے علاوہ عام لوگ قاضی کی دعوت کریں اور وہ عام دعوت ہے، تو قاضی کے لیے مناسب یہ ہے کہ ایسی دعوت میں شریک نہ ہو؛ اگر وہ شریک ہو جائیں، تو کوئی حرج بھی نہیں ہے؛ لیکن اگر خصم میں سے کوئی دعوت کرے یا عام آدمی میں سے کوئی دعوت خاص کرے یعنی قاضی کی وجہ سے ہی وہ تقریب منعقد ہو رہی ہے، تو ان دونوں طرح کی دعوت کا قاضی کے لیے قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

وَيَشْهَدُ الْجِنَازَةَ وَيَعُودُ الْمَرِيضَ إنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا وَلَا عَلَيْهِمَا دَعْوَى شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنْ الْبُرْهَانِ وَيُسَوِّي وُجُوبًا بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ جُلُوسًا وَإِقْبَالًا وَإِشَارَةً وَنَظَرًا وَيَمْتَنِعُ مِنْ مُسَارَّةِ أَحَدِهِمَا وَالْإِشَارَةِ إلَيْهِ وَرَفْعِ صَوْتِهِ عَلَيْهِ وَالضَّحِكِ فِي وَجْهِهِ وَكَذَا الْقِيَامُ لَهُ بِالْأَوْلَى وَضِيَافَتِهِ نَعَمْ لَوْ فَعَلَ ذَلِكَ مَعَهُمَا مَعًا جَازَ نَهْرٌ وَلَا يَمْزَحُ فِي مَجْلِسِ الْحُكْمِ مُطْلَقًا وَلَوْ لِغَيْرِهِمَا لِذَهَابِهِ بِمَهَابَتِهِ وَلَا يُلَقِّنُهُ حُجَّتَهُ وَعَنْ الثَّانِي لَا بَأْسَ بِهِ عَيْنِيٌّ وَلَا يُلَقِّنُ الشَّاهِدَ شَهَادَتَهُ وَاسْتَحْسَنَهُ أَبُو

يُوسُفَ فِيمَا لَا يَسْتَفِيدُ بِهِ زِيَادَةَ عِلْمٍ وَالْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْقَضَاءِ لِزِيَادَةِ تَجْرِبَتِهِ، بَزَّازِيَّةٌ فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ، حُكِيَ أَنَّ أَبَا يُوسُفَ وَقْتَ مَوْتِهِ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَمِلْ إِلَى أَحَدِ الْخَصْمَيْنِ حَتَّى بِالْقَلْبِ إِلَّا فِي خُصُومَةِ نَصْرَانِيٍّ مَعَ الرَّشِيدِ لَمْ أُسَوِّ بَيْنَهُمَا وَقَضَيْتُ عَلَى الرَّشِيدِ ثُمَّ بَكَى اهـ. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي عَلَى مَنْ وَلَّاهُ وَفِي الْمُلْتَقَى وَيَصِحُّ لِمَنْ وَلَّاهُ وَعَلَيْهِ وَسَيَجِيءُ

ترجمہ: قاضی جنازہ میں شریک ہوے اور مریض کی عیادت کرے، اگر ان دونوں کے لیے یا ان دونوں پر دعویٰ نہ ہو، جیسا کہ شرنبلالیہ میں برہان کے حوالے سے ہے، قاضی کے لیے واجب ہے کہ خصمین کے درمیان بیٹھنے، متوجہ ہونے، اشارہ کرنے اور دیکھنے میں برابری کرے، ان میں سے ایک سے سرگوشی کرنا، ایک کی طرف اشارہ کرنا، ایک طرف پر آواز بلند کرنا اور ایک کے سامنے ہنسنا قاضی کے لیے ممنوع ہے، ایسے ہی بدرجہ اولی ایک کے لیے کھڑا ہونا اور ایک کی ضیافت کرنا؛ البتہ اگر دونوں کی ساتھ میں ضیافت کرے، تو جائز ہے، جیسا کہ نہر میں ہے، قاضی مجلس قضاء میں مذاق نہ کرے مطلقا، اگر چہ دوسرے سے ہو، اس سے رعب ختم ہونے کی وجہ سے، قاضی ان میں سے ایک کو دلیل نہ بتلائے، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ عینی میں ہے اور قاضی گواہ کو شہادت کی تلقین نہ کرے، اس کو امام ابو یوسف نے پسند کیا ہے، اس شہادت میں جس میں گواہ کو (گواہی دینے کی) زیادہ جانکاری نہ ہو اور قضاء سے متعلق مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے ان کو زیادہ تجربہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے —— والوالجیہ میں بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے موت کے وقت دعاء کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے میں خصمین میں سے ایک کی طرف مائل نہیں ہوا، حتی کے دل سے بھی؛ مگر ہارون رشید کے ساتھ ایک نصرانی کی خصومت میں، میں نے ان دونوں کے درمیان برابری نہیں کی اور ہاروں رشید کے خلاف فیصلہ کر دیا، پھر وہ روئے، بات پوری ہوئی، اس کا فائدہ یہ ہے کہ قاضی اس بادشاہ کے خلاف (بھی) فیصلہ دے سکتا ہے، جس نے اس کو قاضی بنایا ہے اور ملتقی میں ہے کہ فیصلہ قاضی بنانے والے کے حق میں اور خلاف میں صحیح ہے، جیسا کہ آرہا ہے۔

قاضی کا جنازہ میں شریک ہونا

ویشهد الجنازة الخ: کچھ لوگ ہیں جن کو شریعت کی طرف سے نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق ملا ہوا ہے، ان میں سے ایک قاضی بھی ہے، نیز وہاں یہ تفصیل نہیں ہے کہ قاضی اس طرح کی میت کی نماز جنازہ پڑھائے گا اور اس طرح کی میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا، اس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ قاضی کو ہر طرح کی میت (خواہ اس کا مقدمہ اس قاضی کے عدالت میں ہو کہ نہ ہو) کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر حق ولایت حاصل ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؛ لیکن درمختار کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میت کا مقدمہ قاضی کی عدالت میں درج ہو، وہ قاضی اس میت کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو؛ مگر درمختار میں موجود تفصیل (ان لم یکن لھما و لا علیھما دعوی) کی طرح دیگر کتب متداولہ میں وضاحت سے احقر کو نہیں مل سکا وہاں تو حکم عام ہے کہ حدیث شریف کی بنیاد پر قاضی ہر طرح کے جنازے میں شریک ہو سکتا ہے۔ ”و لا بأس بان یشھد القاضی الجنازة ویعود المریض فقد کان النبی ﷺ و الخلفاء الراشدون رضوان اللہ علیھم بعدہ یفعلون ذلک و لان ھذا من حق المسلم قال النبی ﷺ

للمسلم علی المسلم ستة حقوق و ذکر فی الجملہ ان یشیع جنازته و یعوده اذا مرض و لا یمتنع علیه القیام بحقوق الناس علیه بسبب القضاء'' (المبسوط للسرخسی ۱۵/۸۱) اسی طرح کی عبارت بدائع الصنائع (۵/۴۵۱) اور عنایہ شرح فتح (۷/۲۷۴) میں ہے۔ بنایہ میں ہے''قال ای القدوری فی مختصره و یشهد ای القاضی الجنازة و یعود المریض لان ذلک ای المذکور من شهود الجنازة و عیادة المریض من حقوق المسلمین لانه امر مندوب الیه و لیس فیه تهمة ایضاً'' (البنایہ ۸/۲۷) ـــــ حضرت علامہ طحطاوی نے درمختار کی یہ تفصیل سامنے ہونے کے باوجود حکم عام لکھا ہے کہ قاضی ہر طرح کے جنازے میں شریک ہوسکتا ہے، اس لیے کہ قاضی کو یہ حق حدیث شریف کی وجہ سے ملا ہوا ہے، جو قضاء کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا۔''و یشهد الجنازة الخ، لما رواه البخاری فی کتاب الادب من حدیث ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنه تعالی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول للمسلم علی اخیه ست خصال ان ترک شیئا منها فقد ترک حقا واجبا لا فیه بسلم علیه اذا القیه و یجیبه اذا دعاه و یشمته اذا عطش و یعوده اذا مرض و یحضره اذا مات و ینصحه اذا استنصحه یعنی و حق المسلم لا یسقط بالقضاء لکن لا یطیل مکثه فی ذلک الزمان'' (طحطاوی علی الدر ۳/۱۹۳) علامہ ابن الہمام وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ قاضی خصمین کے جنازے میں، تو شریک ہوسکتا ہے؛ لیکن خصمین میں سے کوئی مریض ہو جائے، تو اس کی عیادت کے لیے قاضی نہ جائے۔''ان لم یکن لهما و لا علیهما دعوی الذی فی الفتح و غیره الاقتصار علی ذکر المریض'' (ردالمحتار ۸/۵۲)

فُرُوعٌ: فِي الْبَدَائِعِ مِنْ جُمْلَةِ أَدَبِ الْقَاضِي أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُ أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ بِلِسَانٍ لَا يَعْرِفُهُ الْآخَرُ. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ: وَالْأَحْوَطُ أَنْ يَقُولَ لِلْخَصْمَيْنِ أَحْكُمُ بَيْنَكُمَا حَتَّى إذَا كَانَ فِي التَّقْلِيدِ خَلَلٌ يَصِيرُ حُكْمًا بِتَحْكِيمِهِمَا. قَضَى بِحَقٍّ ثُمَّ أَمَرَهُ السُّلْطَانُ بِالِاسْتِئْنَافِ بِمَحْضَرٍ مِنْ الْعُلَمَاءِ لَمْ يَلْزَمْهُ بَزَّازِيَّةٌ. طَلَبَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ نُسْخَةَ السِّجِلِّ وَمِنْ الْمَقْضِيِّ لَهُ لِيَعْرِضَهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَهُوَ صَحِيحٌ أَمْ لَا، فَامْتَنَعَ أَلْزَمَهُ الْقَاضِي بِذَلِكَ، جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى وَفِي الْفَتْحِ مَتَى أَمْكَنَ إقَامَةُ الْحَقِّ بِلَا إيغَارِ صُدُورٍ كَانَ أَوْلَى. وَهَلْ يَقْبَلُ قَصَصَ الْخُصُومِ إنْ جَلَسَ لِلْقَضَاءِ لَا، وَإِلَّا أَخَذَهَا وَلَا يَأْخُذُ بِمَا فِيهَا إلَّا إذَا أَقَرَّ بِلَفْظِهِ صَرِيحًا.

ترجمہ: بدائع الصنائع میں ہے کہ قاضی کے آداب میں سے یہ ہے کہ قاضی خصمین میں سے کسی سے، ایسی زبان میں بات نہ کرے کہ دوسرا نہ سمجھ سکے، تتارخانیہ میں ہے کہ خصمین کے لیے ''احکم بینکما'' کہنا احوط ہے، تا کہ جب قاضی بنانے میں خلل ہو، تو ان دونوں کے حکم بنانے کی وجہ سے حکم ہوجائے گا، قاضی نے حق کے مطابق فیصلہ کیا، پھر سلطان نے قاضی کو حکم دیا کہ علماء کی موجودگی میں از سر نو فیصلہ کیا جائے، تو یہ قاضی کے لیے ضروری نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، ہارنے والے نے جیتنے والے سے رجسٹر کی نقل مانگی، تا کہ علماء کو دکھائے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا نہیں؛ لیکن جیتنے والے نے منع کردیا، تو قاضی نقل دینے پر جیتنے والے کو مجبور کرے، جیسا کہ جواہر الفتاوی میں ہے، فتح میں ہے کہ جب حق کا قائم کرنا سینوں میں کینہ ڈالے بغیر ہو، تو یہ طریقہ اول ہے، اور کیا قاضی خصم کا قصہ قبول کرے؟ جواب یہ ہے کہ اگر قضاء کے لیے بیٹھ گیا ہے، تو قبول نہ کرے ورنہ قبول

کرے اور جو وہ بیان کرے، اس کو نہ پکڑے، مگر یہ کہ جس کو وہ لفظ صریح سے اقرار کرے۔

قاضی کس زبان میں بات کرے؟

فی البدائع الخ: قاضی کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ ایک فریق سے ایسی زبان میں بات نہ کرے، جسے دوسرا فریق نہ سمجھتا ہو۔

فَصْلٌ فِي الْحَبْسِ

هُوَ مَشْرُوعٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى {أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ} وَحَبَسَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - رَجُلًا بِالتُّهْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَأَحْدَثَ السِّجْنَ عَلِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - بَنَاهُ مِنْ قَصَبٍ وَسَمَّاهُ نَافِعًا فَنَقَبَهُ اللُّصُوصُ فَبَنَى غَيْرَهُ مِنْ مَدَرٍ وَسَمَّاهُ مُخَيَّسًا بِفَتْحِ الْيَاءِ وَتُكْسَرُ مَوْضِعُ التَّخْسِيسِ وَهُوَ التَّذْلِيلُ وَفِيهِ يَقُولُ عَلِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَأَحْدَثَ السِّجْنَ عَلِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - بَنَاهُ مِنْ قَصَبٍ وَسَمَّاهُ نَافِعًا فَنَقَبَهُ اللُّصُوصُ فَبَنَى غَيْرَهُ مِنْ مَدَرٍ وَسَمَّاهُ مُخَيَّسًا بِفَتْحِ الْيَاءِ وَتُكْسَرُ مَوْضِعُ التَّخْسِيسِ وَهُوَ التَّذْلِيلُ وَفِيهِ يَقُولُ عَلِيٌّ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ-

أَلَا تَرَانِي كَيِّسًا مُكَيَّسًا ☆ بَنَيْت بَعْدَ نَافِعٍ مُخَيَّسًا

حِصْنًا حَصِينًا وَأَمِينًا كَيِّسًا

ترجمہ: یہ فصل حبس کے بیان میں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے قول "او ینفو من الارض" سے مشروع ہے، نیز حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی کو تہمت کی وجہ سے مسجد میں قید کیا تھا، قید خانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، جسے انھوں نے بانس سے بنا کر اس کا نام نافع رکھا؛ لیکن چوروں نے اس میں نقب لگایا، تو انھوں نے مٹی کے ڈھیلوں سے دوسرا گھر بنا کر اس کا نام "مخیس" رکھا، یاء پر فتح کے ساتھ اور کسرہ (بھی) ہے، تخییس یعنی تذلیل کہ جگہ، اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے، کیا تو مجھ کو نہیں جانتا غیر عاقل کو عاقل بنانے والا، میں نے نافع کے بعد مخیس بنانا، مضبوط قلعہ اور اس پر عقل مند امین (بٹھایا)

حبس کی مشروعیت

ھو مشروع بقولہ تعالیٰ الخ: قید کرنا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے؛ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے اور حق نہ ملنے کی بنیاد پر مظلوم مجرم کو قید کرنے کا مطالبہ کرے، خواہ مخواہ شبہ یا فرضی مقدمہ بنا کر جیل خانہ میں ڈال کر سڑانے کا طریقہ، کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے "اذا ثبت الحق عند القاضی و طلب صاحب الحق حبس غریمہ فلا یخلو اما ان یثبت بالاقرار او بالنیۃ فان کان الاول لم یعجل بالحبس و امرہ بدفع ما علیہ لان الحبس جزاء المماطلۃ فلابد من ظہورھا۔۔۔۔و ان کان الثانی حبسہ کما سبق لظہور المماطلۃ بانکارہ" (عنایہ مع الفتح ۷/۲۷۸)

صِفَتُهُ أَنْ يَكُونَ بِمَوْضِعٍ لَيْسَ بِهِ فِرَاشٌ وَلَا وِطَاءٌ لِيُضْجَرَ فَيُوفِيَ وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ جِيءَ لَهُ بِهِ مُنِعَ مِنْهُ وَلَا يُمَكَّنُ أَحَدٌ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ لِلِاسْتِئْنَاسِ إلَّا أَقَارِبُهُ وَجِيرَانُهُ لِاحْتِيَاجِهِ لِلْمُشَاوَرَةِ وَلَا يَمْكُثُونَ عِنْدَهُ طَوِيلًا وَمُفَادُهُ أَنَّ زَوْجَتَهُ لَا تُحْبَسُ مَعَهُ لَوْ هِيَ الْحَابِسَةُ لَهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ، وَفِي

الْمُلْتَقَى يُمَكَّنُ مِنْ وَطْءِ جَارِيَتِهِ لَوْ فِيهِ خَلْوَةٌ

ترجمہ: اس کی صفت یہ ہے کہ ایسی جگہ ہو، جہاں نہ فرش ہو اور نہ ہی سونے کے لیے بستر، تا کہ وہ تکلیف کی وجہ سے قرض ادا کردے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کے لیے بستر لایا جائے تو روک دیا جائے، جی لگانے کے لیے اس کے پاس کسی کو نہ جانے دے، مگر اس کے رشتہ دار اور پڑوسی، ان سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہونے کی وجہ اور یہ لوگ قیدی کے پاس زیادہ نہ ٹھہرے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی بیوی کو اس کے ساتھ مقید نہ کرے، اگرچہ وہی قید کروانے والی ہو، ظاہری قول کے مطابق اور ملتقی میں ہے کہ جاریہ سے وطی کرنے کی قدرت دی جائے، اگر قید خانے میں خلوت ہو۔

قیدی سے ملاقات

صفته ان یکون الخ: قیدی کو ایسی جگہ قید رکھا جائے، جو سخت ہو، جہاں نرم بستر نہ ہو اور دوسرے لوگ قیدی کا دل بہلانے کے لیے اس کے پاس نہ آئے؛ البتہ پڑوسی اس کے رشتہ دار اور دیگر قیدی سے ملاقات کر سکتے ہیں اس لیے کہ بعض مرتبہ مشورہ کرنا یا ضروری کام بھی ہوتا ہے۔

وَلَا يَخْرُجُ لِجُمُعَةٍ وَلَا جَمَاعَةٍ وَلَا لِحَجِّ فَرْضٍ فَغَيْرُهُ أَوْلَى وَلَا لِحُضُورِ جِنَازَةٍ وَلَوْ كَانَ بِكَفِيلٍ زَيْلَعِيٌّ وَفِي الْخُلَاصَةِ يَخْرُجُ بِكَفِيلِ الْجِنَازَةِ أُصُولُهُ وَفُرُوعُهُ وَلَا غَيْرُهُمْ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. وَلَوْ مَرِضَ مَرَضًا أَضْنَاهُ وَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَخْدُمُهُ يَخْرُجُ بِكَفِيلٍ وَإِلَّا لَا بِهِ يُفْتَى وَلَا يَخْرُجَ لِمُعَالَجَةٍ وَكَسْبٍ قِيلَ وَلَا يَتَكَسَّبُ فِيهِ، وَلَوْ لَهُ دُيُونٌ خَرَجَ لِيُخَاصِمَ ثُمَّ يُحْبَسُ خَانِيَّةٌ.

ترجمہ: قیدی جمعہ اور جماعت کے لیے نہ نکلے اور نہ ہی حج فرض کے لیے، لہٰذا اس کے علاوہ کے لیے بدرجۂ اولیٰ، جنازہ میں شریک ہونے کے لیے نہ نکلے، اگرچہ کفیل کے ذریعے سے ہو، جیسا کہ زیلعی میں ہے اور خلاصہ میں ہے کہ کفیل کے ذریعے سے اصول وفروع کے جنازہ میں (شریک ہونے کے لیے) نکل سکتا ہے، ان کے علاوہ کے لیے نہیں، اسی پر فتویٰ ہے اور اگر شدید بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گیا اور وہ کسی خدمت کرنے والے کو پاتا (بھی) نہیں، تو کفیل کے ذریعے سے نکل سکتا ہے، ورنہ نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، علاج اور کمائی کے لیے نہ نکلے؛ بل کہ قید خانہ میں بھی نہ کمائے اور اگر اس کے قرض ہو، تو مخاصمت کے لیے نکلے، پھر قید کر لیا جائے، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

قیدی کے لیے ممنوعات

و لا یخرج لجمعة الخ: قیدی کو جمعہ، جماعت اور حج کے لیے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، اسی طرح سے عام لوگوں کے جنازے میں شرکت کی اجازت نہیں ہے؛ البتہ قیدی اپنے اصول وفروع کے جنازے میں ضمانت پر جا سکتا ہے، نیز وہ علاج کے لیے نہ نکلے؛ لیکن اگر قید خانے ہی میں صاحب فراش ہو گیا ہے اور وہاں اس کی کوئی خدمت کرنے والا ہے نہیں، تو قید خانے سے نکل سکتا ہے؛ لیکن شدید مریض کے باوجود قید خانے ہی میں اس کی تیمارداری کا مناسب نظم ہو جائے، تو اب اس شدید بیماری کی وجہ سے بھی قید خانہ سے نہیں نکل سکتا ہے۔

وَلَا يُضْرَبُ الْمَحْبُوسُ إِلَّا فِي ثَلَاثَةٍ: إِذَا امْتَنَعَ عَنْ كَفَّارَةِ ظِهَارٍ وَالْإِنْفَاقِ عَلَى قَرِيبِهِ وَالْقَسْمِ بَيْنَ نِسَائِهِ بَعْدَ وَعْظِهِ وَالضَّابِطُ مَا يَفُوتُ بِالتَّأْخِيرِ لَا إِلَى خَلَفٍ أَشْبَاهٌ. قُلْتُ: وَيُزَادُ مَا فِي الْوَهْبَانِيَّةِ:

وَإِنْ فَرَّ يُضْرَبُ دُونَ قَيْدٍ تَأْدُبًا ☆ وَتَطْيِينُ بَابِ الْحَبْسِ فِي الْعَنَتِ يُذْكَرُ

ترجمہ: قیدی کو نہ مارے، مگر تین صورتوں میں (۱) کفارۂ ظہار ادا نہ کرے (۲) اپنے قریبی (رشتہ داروں) پر خرچ نہ کرے (۳) اپنی بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرے، سمجھانے کے باوجود۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو حق تاخیر سے فوت ہو جائے اور دوسری چیز قائم مقام (بھی) نہ ہو سکے (تو مارا جائے گا) جیسا کہ اشباہ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ زیادہ کیا جائے، جو وہبانیہ میں ہے کہ اگر قیدی بھاگے، تو ادب دینے کے لیے مارا جائے بیڑی ڈالے بغیر اور سرکشی کی صورت میں مٹی سے دروازہ بند کرنا مذکور ہے۔

قیدی کو مارنا

ولا یضرب المحبوس الخ: وہ حقوق جن کی ادائیگی کی تاخیر سے دوسرے کو نقصان ہو اور کوئی ایسی چیز بھی ہو کہ ان حقوق کی قائم مقامی کر سکے، جیسے کفارہ ظہار، اس میں تاخیر کرنے سے عورت کے لیے پریشانی ہے، جن کا نفقہ واجب ہے ان کے اخراجات اس میں ٹال مٹول کرنے سے رشتہ داروں کے لیے پریشانی کا باعث ہے، ایسے ہی چند بیوی ہونے کی صورت میں ہر ایک کے درمیان انصاف نہیں کرتا ہے اور وقت گذرنے کی صورت میں ان کے حقوق بھی ضائع ہو جائیں گے ایسی بگڑی ہوئی صورت میں قیدی کو مار کر ان حقوق کی ادائیگی کے لیے مجبور کرنے کی اجازت ہے، نیز قیدی بھاگے، تو اس کو بھی مار سکتے ہیں، تا کہ یہ دوسرے قیدی کے لیے باعث عبرت ہو، ان کے علاوہ جرم قبول وانے، پریشان کرنے اور انتقامی جذبے سے دو چار ہو کر قیدیوں کی مار کٹائی سراسر ظلم اور انسانیت سوز حرکت ہے۔

وَلَا يُغَلُّ إِلَّا إِذَا خَافَ فِرَارَهُ فَيُقَيَّدُ أَوْ يُحَوَّلُ لِسِجْنِ اللُّصُوصِ وَهَلْ يُطَيَّنُ الْبَابُ؟ الرَّأْيُ فِيهِ لِلْقَاضِي بَزَّازِيَّةٌ وَلَا يُجَرَّدُ وَلَا يُؤَاجَرُ وَعَنِ الثَّانِي يُؤَجَّرُهُ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ وَلَا يُقَامُ بَيْنَ يَدَيْ صَاحِبِ الْحَقِّ إِهَانَةً لَهُ وَلَوْ كَانَ بِبَلَدٍ لَا قَاضِيَ فِيهَا لَازَمَهُ لَيْلًا وَنَهَارًا حَتَّى يَأْخُذَ حَقَّهُ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى. وَتَعْيِينُ مَكَانِهِ أَيْ مَكَانَ الْحَبْسِ عِنْدَ عَدَمِ إِرَادَةِ صَاحِبِ الْحَقِّ لِلْقَاضِي إِلَّا إِذَا طَلَبَ الْمُدَّعِي مَكَانًا آخَرَ فَيُجِيبُهُ لِذَلِكَ قُنْيَةٌ وَأَفْتَى الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِقَارِئِ الْهِدَايَةِ بِأَنَّ الْعِبْرَةَ فِي ذَلِكَ لِصَاحِبِ الْحَقِّ لَا لِلْقَاضِي اهـ، وَفِي النَّهْرِ: يَنْبَغِي أَنْ لَا يُجَابَ لَوْ طَلَبَ حَبْسَهُ فِي مَكَانِ اللُّصُوصِ وَنَحْوِهِ.

ترجمہ: گلے میں طوق نہ ڈالے، مگر یہ کہ جب قیدی کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو، تو اس کو بیڑی پہنا دے یا چوروں کے قید خانے میں منتقل کر دے اور کیا دروازے کو مٹی سے بند کر دے؟ قاضی کو اختیار ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، قیدی کو ننگا نہ کیا جائے، نہ مزدوری کرائی جائے، امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مزدوری کرائی جائے، اس کا قرض ادا کرنے کے لیے اور قیدی کو ذلیل کرنے کے لیے صاحب حق کے سامنے کھڑا نہ کرے اور اگر صاحب حق ایسے شہر کا ہے جہاں قاضی نہیں ہے، تو رات دن اس کا پیچھا کرے، یہاں تک کہ اپنا حق لے لے، جیسا کہ جواہر الفقہ میں ہے، قید خانہ کی تعیین صاحب حق کے ارادہ ظاہر نہ کرنے کی صورت میں، قاضی کے اختیار میں ہے؛ مگر جب مدعی دوسرے جیل کا مطالبہ کرے، تو قاضی اس کو مان لے، جیسا کہ قنیہ میں ہے اور مصنف علامؒ نے قاریٔ ہدایہ کی اتباع میں فتویٰ دیا کہ اس سلسلے میں صاحب حق کا اعتبار ہے، نہ کہ قاضی کا، بات پوری ہوئی، نہر

میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اگر مدعی چوروں یا دوسرے لوگوں کے قید خانہ میں مقید کرنے کا مطالبہ کرے، تو قبول نہ کیا جائے۔

قیدی کو بیڑی پہنانا

و لا یغل الخ: عام حالات میں قیدی کو بیڑی نہ پہنائی جائے؛ البتہ اگر بھاگتے ہوئے پکڑا جائے، یا بھاگنے کا اندیشہ ہو، تو ایسے قیدی کو بیڑی پہنائی جاسکتی ہے۔

فَرْعٌ: فِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُحِيطِ وَيُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ سِجْنٌ عَلَى حِدَةٍ نَفْيًا لِلْفِتْنَةِ. وَإِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ لِلْمُدَّعِي وَلَوْ دَانِقًا وَهُوَ سُدُسُ دِرْهَمٍ بِبَيِّنَةٍ عَجَّلَ حَبْسَهُ بِطَلَبِ الْمُدَّعِي لِظُهُورِ الْمَطْلِ بِإِنْكَارِهِ وَإِلَّا بِبَيِّنَةٍ بَلْ بِإِقْرَارٍ لَمْ يُعَجِّلْ حَبْسَهُ بَلْ يَأْمُرُهُ بِالْأَدَاءِ فَإِنْ أَبَى حَبَسَهُ، وَعَكَسَهُ السَّرَخْسِيُّ وَسَوَّى بَيْنَهُمَافِي الْكَنْزِ وَالدُّرَرِوَاسْتَحْسَنَهُ الزَّيْلَعِيُّ، وَالْأَوَّلُ مُخْتَارُ الْهِدَايَةِ وَالْوِقَايَةِ وَالْمَجْمَعِ، قَالَ فِي الْبَحْرِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا اهـ.قُلْت: وَفِي مُنْيَةٍ لَوْ ثَبَتَ بِبَيِّنَةٍ يُحْبَسُ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ وَبِالْإِقْرَارِ يُحْبَسُ فِي الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ دُونَ الْأُولَى فَلْيَكُنْ التَّوْفِيقُ

ترجمہ: بحر میں محیط کے حوالے سے ہے کہ فتنے کے سد باب کے لیے عورت کے لیے علاحدہ قید خانہ بنایا جائے اور جب مدعی کا حق ثابت ہو جائے، اگر چہ ایک دانق ہو اور وہ درہم کا چھٹا حصہ ہے، بینہ سے، تو مدعی کے مطالبہ کے مطابق، اس کو جلدی قید کرے، اس کے انکار کی وجہ سے ٹال مٹول ظاہر ہونے کی وجہ سے اور اگر اس کے اقرار سے ثابت ہو، تو اس کو قید کرنے میں جلدی نہ کرے؛ بل کہ اس کو ادا کرنے کے لیے کہا جائے، اگر وہ انکار کرے، تو اس کو قید کرلے، سرخسی نے اس کا الٹا کہا ہے، کنز اور درر نے ان دونوں صورتوں کے درمیان برابری کی ہے، جسے زیلعی نے پسند کیا ہے صاحب ہدایہ، وقایہ اور مجمع نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور بحر میں کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی مذہب ہے، بات پوری ہوئی، میں کہتا ہوں کہ منیہ میں ہے کہ اگر بینہ سے ثابت ہو، تو پہلی مرتبہ میں قید کرلے اور اقرار کی صورت میں دوسری اور تیسری مرتبہ میں قید کرے، نہ پہلی مرتبہ میں، اب تطبیق ہوگی۔

عورت کے لیے قید خانہ

فی البحر عن المحیط الخ: عورت کو قید خانے میں مردوں کے ساتھ نہ رکھے، اس لیے کہ یہ طریقہ فتنے کا باعث ہوسکتا ہے؛ بل کہ عورتوں کے لیے الگ قید خانے بنائے جائیں۔

مجرم کو کب قید کیا جائے؟

و اذا ثبت الحق الخ: مدعی کا حق ثابت ہونے کے لیے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ مدعی اپنا حق گواہوں کے ذریعے سے ثابت کرے، اس صورت میں حق ثابت ہونے کے باوجود اگر مدعیٰ علیہ حق دینے سے انکار کرتا ہے، تو اسے فوراً قید کرلیا جائے گا؛ لیکن اگر حق مدعیٰ علیہ کے اقرار سے ثابت ہو اور وہ فی الحال ادا نہیں کر پارہا ہے؛ بل کہ وہ مہلت مانگتا ہے، تو اسے مہلت دی جائے گی اور فی الحال قید نہیں کیا جائے گا، جب وہ اس مہلت والی مدت میں ادا نہ کرے، تو اس کو اب قید کیا جائے گا، اس لیے کہ مہلت کے باوجود ادا نہ کرنا، اس کی طرف سے ٹال مٹول کا صدور ہوا جس کی سزا قید ہے۔

وَيُحْبَسُ الْمَدْيُونُ فِي كُلِّ دَيْنٍ هُوَ بَدَلُ مَالٍ أَوْ مُلْتَزَمٌ بِعَقْدٍ، دُرَرٌ وَمَجْمَعٌ وَمُلْتَقَى مِثْلُ الثَّمَنِ وَلَوْ لِمَنْفَعَةٍ كَالْأُجْرَةِ وَالْقَرْضِ وَلَوْ الذِّمِّيُّ وَالْمَهْرِ الْمُعَجَّلِ وَمَا لَزِمَهُ بِكَفَالَةٍ وَلَوْ بِالدَّرَكِ أَوْ كَفِيلِ الْكَفِيلِ وَإِنْ كَثُرُوا، بَزَّازِيَّةٌ؛ لِأَنَّهُ الْتَزَمَهُ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ هَذَا وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ خِلَافًا لِفَتْوَى قَاضِي

خَانٌ لِتَقْدِيمِ الْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ عَلَى الْفَتَاوَى بَحْرٌ فَلْيُحْفَظْ. نَعَمْ عَدُّهُ فِي الِاخْتِيَارِ لِبَدَلِ الْخُلْعِ هُنَا خَطَأٌ، فَتَنَبَّهْ وَزَادَ الْقَلَانِسِيُّ أَنَّهُ يُحْبَسُ أَيْضًا فِي كُلِّ عَيْنٍ تَسْلِيمُهَا كَالْعَيْنِ الْمَغْصُوبَةِ لَا يُحْبَسُ فِي غَيْرِهِ أَيْ غَيْرِ مَا ذُكِرَ وَهُوَ تِسْعُ صُوَرٍ: بَدَلُ خُلْعٍ وَمَغْصُوبٍ وَمُتْلَفٍ وَدَمِ عَمْدٍ وَعِتْقِ حَظِّ شَرِيكٍ وَأَرْشِ جِنَايَةٍ وَنَفَقَةِ قَرِيبٍ وَزَوْجَةٍ وَمُؤَجَّلِ مَهْرٍ، قُلْتُ: ظَاهِرُهُ وَلَوْ بَعْدَ طَلَاقٍ وَفِي نَفَقَاتِ الْبَزَّازِيَّةِ يَثْبُتُ الْيَسَارُ بِالْإِخْبَارِ هُنَا بِخِلَافِ سَائِرِ الدُّيُونِ، لَكِنْ أَفْتَى ابْنُ نُجَيْمٍ بِأَنَّ الْقَوْلَ لَهُ بِيَمِينِهِ مَا لَمْ يَثْبُتْ غِنَاهُ فَرَاجِعْهُ وَلَوِ اخْتَلَفَا فَقَالَ الْمَدْيُونُ: لَيْسَ بَدَلَ مَالٍ وَقَالَ الدَّائِنُ إِنَّهُ ثَمَنُ مَتَاعٍ فَالْقَوْلُ لِلْمَدْيُونِ مَا لَمْ يُبَرْهِنْ رَبُّ الدَّيْنِ طَرَسُوسِيٌّ بَحْثًا وَأَقَرَّهُ فِي النَّهْرِ.

ترجمہ: مدیون مقید کیا جائے گا ہر اس دین میں جو مال کا عوض ہو یا عقد سے لازم کیا ہو، جیسا کہ درر، مجمع اور ملتقی میں ہے، جیسے ثمن، اگر چہ منفعت کی وجہ سے ہو جیسے اجرت، قرض اگر چہ ذمی کا ہو، مہر معجّل اور ہر وہ قرض، جو کفالت سے لازم ہو، اگر چہ کفالت بالدرک یا کفیل الکفیل سے ہو، اگر چہ زیادہ ہو، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اس لیے کہ کفیل نے عقد کی وجہ سے مہر کی طرح یہی معتمد ہے، قاضی خان کے فتوے کے خلاف، متن وشرح فتاویٰ پر مقدم ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ بحر میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے اور صاحب اختیار کا، بدلِ خلع کو مدعی کی بات مانے جانے والے مسائل میں شمار کرنا خطاء ہے، لہٰذا آگاہ رہنا چاہیے، قلانسی نے زیادہ کیا ہے کہ (مدعیٰ علیہ کو) ہر اس عین میں بھی مقید کیا جائے، جسے حوالہ کرنے پر وہ قادر ہو، جیسے عین مغصوبہ ان کے علاوہ یعنی مذکورشدہ صورتوں کے علاوہ میں قید نہ کرے، جن کی نو صورتیں ہیں (۱) بدل خلع (۲) بدل مغصوب (۳) تلف شدہ شئ کا بدل (۴) دم عمد کا بدل (۵) شریک کا حصہ آزاد کر دینے کا بدل (۶) جنایت کی دیت (۷) رشتہ داروں کا نفقہ (۸) بیوی کا نفقہ اور مہر مؤجل، میں کہتا ہوں اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر چہ طلاق کے بعد ہو اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی، نفقات میں محض خبر دینے سے ثابت ہو جاتی ہے، بخلاف تمام دیون کے، لیکن ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے کہ تنگ دست کا قول، اس کی قسم کھانے سے معتبر ہوتا ہے، جب تک کشادہ دستی ثابت نہ ہو جائے، لہٰذا اسی کی طرف مراجعت کرنی چاہیے اور اگر دونوں میں اختلاف ہو جائے، چناں چہ مدیون نے کہا کہ (مجھ پر) کسی مال کا بدل نہیں ہے اور دائن کہتا ہے کہ متاع کا ثمن ہے، تو مدیون کا قول معتبر ہوگا، جب تک صاحب دین گواہوں سے ثابت نہ کر دے طرطوسی نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے، جسے نہر میں ثابت رکھا ہے۔

دین کے عوض میں قید کرنا

ویحبس المدیون الخ: دین ایسا ہو کہ فی الفور واجب الادا ہیں، نیز مدیون ادا کرنے میں ٹال مٹول بھی کر رہا ہو اور مدعی نے قاضی کی عدالت میں دین ثابت کر کے قاضی سے مدیون کو قید کرنے کا مطالبہ بھی کر ڈالا، تو اس صورت میں مدیون کو قید کیا جائے گا۔ وہ دیون، جو فی الفور واجب الادا ہوتے ہیں چار ہیں (۱) مال کا بدلہ جیسے ثمن (۲) قرض (۳) مہر معجّل (۴) جو کفالت سے لازم کیا ہو، باقی وہ دیون یا مالی معاوضہ جو فی الفور واجب الادا نہیں ہوتے، ان کی وجہ سے مدیون کو قید نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ جب فی الفور واجب الادا ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ٹال مٹول نہیں پائی گئی اور جب ٹال مٹول نہیں پائی گئی، تو قید کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

فَرْعٌ: لَا يُحْبَسُ فِي دَيْنٍ مُؤَجَّلٍ، وَكَذَا لَا يُمْنَعُ مِنَ السَّفَرِ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ وَإِنْ بَعُدَ لَهُ

السَّفَرُ مَعَهُ، فَإِذَا حَلَّ مَنَعَهُ حَتَّى يُوفِيَهُ بَدَائِعُ، وَقَدَّمْنَاهُ فِي الْكَفَالَةِ إِنْ ادَّعَى الْمَدْيُونُ الْفَقْرَ إِذْ الْأَصْلُ الْعُسْرَةُ إِلَّا أَنْ يُبَرْهِنَ غَرِيمُهُ عَلَى غِنَاهُ أَيْ عَلَى قُدْرَتِهِ عَلَى الْوَفَاءِ وَلَوْ بِاقْتِرَاضٍ أَوْ بِتَقَاضِي غَرِيمِهِ فَيَحْبِسُهُ حِينَئِذٍ بِمَا رَأَى وَلَوْ يَوْمًا، وَهُوَ الصَّحِيحُ بَلْ فِي شَهَادَاتِ الْمُلْتَقَطِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إِذَا كَانَ الْمُعْسِرُ مَعْرُوفًا بِالْعُسْرَةِ لَمْ أَحْبِسْهُ، وَفِي الْخَانِيَةِ وَلَوْ فَقْرُهُ ظَاهِرًا سَأَلَ عَنْهُ عَاجِلًا وَقِيلَ بَيِّنَتُهُ عَلَى إِفْلَاسِهِ وَخَلَّى سَبِيلَهُ نَهْرٌ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ قَالَ الْمَدْيُونُ حَلِّفْهُ أَنَّهُ مَا يَعْلَمُ أَنِّي مُعْسِرٌ أَجَابَهُ الْقَاضِي،فَإِنْ حَلَفَ حَبَسَهُ بِطَلَبِهِ وَإِنْ نَكَلَ خَلَّاهُ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ. قُلْت: قَدَّمْنَا أَنَّ الرَّأْيَ لِمَنْ لَهُ مَلَكَةُ الِاجْتِهَادِ فَتَنَبَّهْ ثُمَّ بَعْدَ حَبْسِهِ بِمَا يَرَاهُ لَوْ حَالُهُ مُشْكِلًا عِنْدَ الْقَاضِي وَإِلَّا عَمِلَ بِمَا ظَهَرَ بَحْرٌ، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ سَأَلَ عَنْهُ احْتِيَاطًا لَا وُجُوبًا وَمِنْ جِيرَانِهِ وَيَكْفِي عَدْلٌ بِغَيْبَةِ دَائِنٍ، وَأَمَّا الْمَسْتُورُ فَإِنْ وَافَقَ قَوْلُهُ رَأْيَ الْقَاضِي عَمِلَ بِهِ وَإِلَّا لَا، أَنْفَعُ الْوَسَائِلِ بَحْثًا وَلَا يُشْتَرَطُ حَضْرَةُ الْخَصْمِ وَلَا لَفْظُ الشَّهَادَةِ إِلَّا إِذَا تَنَازَعَا فِي الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ قُهُسْتَانِيٌّ. قُلْت: لَكِنَّهَا بِالْإِعْسَارِ لِلنَّفْيِ وَهِيَ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ؛ وَلِذَا لَمْ يَجِبْ السُّؤَالُ، أَنْفَعُ الْوَسَائِلِ فَتَنَبَّهْ فَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ لَهُ مَالٌ خَلَّاهُ بِلَا كَفِيلٍ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مَالُ يَتِيمٍ وَوَقْفٌ وَإِذَا كَانَ الدَّائِنُ غَائِبًا ثُمَّ لَا يَحْبِسُهُ ثَانِيًا لَا لِلْأَوَّلِ وَلَا لِغَيْرِهِ حَتَّى يُثْبِتَ غَرِيمُهُ غِنَاهُ بَزَّازِيَّةٌ وَفِي الْقُنْيَةِ بَرْهَنَ الْمَحْبُوسُ عَلَى إِفْلَاسِهِ فَأَرَادَ الدَّائِنُ إِطْلَاقَهُ قَبْلَ تَفْلِيسِهِ فَعَلَى الْقَاضِي الْقَضَاءُ بِهِ حَتَّى لَا يُعِيدَهُ الدَّائِنُ ثَانِيًا.

ترجمہ: دین مؤجل میں مدیون مقید نہیں کیا جائے گا، ایسے ہی مدت آنے سے پہلے اس کو سفر سے روکا نہیں جائے گا؛ البتہ دائن اس کے ساتھ سفر کرسکتا ہے، جب مدت آجائے، تو اس کو سفر سے روک سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ دین ادا کردے جیسا کہ بدائع میں ہے، اس کو ہم نے کفالہ میں مقدم کیا ہے، (دین مؤجل میں) اگر مدیون تنگ دستی کا دعویٰ کرے، اس لیے کہ وہ اصل ہے، الا یہ کہ صاحبِ دین اس کی مال داری یعنی ادائے گی پر قادر ہونا ثابت کردے، اگرچہ (قدرت) قرض لینے یا اپنے مقروض سے تقاضہ کی صورت میں ہو، تو اس وقت قاضی کی صواب دید کے مطابق قید کیا جائے گا، اگرچہ ایک دن ہو، یہی صحیح ہے؛ بل کہ ملتقط کی کتاب الشہادات میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جب تنگ دست تنگ دستی کے ساتھ مشہور ہو، تو میں اس کو قید نہ کروں اور خانیہ میں ہے کہ اور اگر اس کا فقر ظاہر ہو، تو اس کے فقر کے بارے میں جلدی لوگوں سے پوچھے اور اس کے افلاس پر گواہی قبول کرکے اس کو چھوڑ دے، جیسا کہ نہر میں ہے، بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ آپ مدعی سے قسم لیجیے کہ وہ میری مفلسی کے بارے میں نہیں جانتا ہے، تو قاضی اس کو قبول کرلے اگر مدعی قسم کھالے، تو مدیون کو مدعی کے مطالبے پر قید کرلے اور اگر مدعی قسم کھانے سے انکار کرے، تو مدیون کو چھوڑ دے، اس کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے، میں کہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس کی رائے کا اعتبار ہوگا، جسے اجتہاد کا ملکہ حاصل ہو، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے، پھر قید کے بعد قید کی

مدت میں، قیدی کے ظاہری حال پر عمل کرے، جیسا کہ بحر میں ہے، اسی پر مصنف، علام نے بھروسہ کیا ہے اور اگر اس کا حال قاضی پر مشکل ہو جائے، تو اس کے حال کے بارے میں احتیاطاً پڑوسیوں سے پوچھے نہ کہ وجوباً، دائن کے عدم موجودگی میں ایک عادل کی گواہی کافی ہے، بہر حال مستور الحال کی گواہی، اگر اس کی گواہی قاضی کے رائے کے مطابق ہو، تو عمل کرے، ورنہ نہ کرے، جیسا کہ انفع الوسائل میں تفصیلاً ہے مدعی کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور نہ ہی لفظ شہادت سے (خبر دینا شرط) ہے، الا یہ کہ جب دونوں تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازعہ کریں، جیسا کہ قہستانی میں ہے، میں کہتا ہوں کہ تنگ دستی کی گواہی نفی کی گواہی ہے، جو حجت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے حال کا پتہ لگانا واجب نہیں ہے، جیسا کہ انفع الوسائل میں ہے، آگاہ رہنا چاہیے ----قیدی کا اگر مال ظاہر نہ ہو، تو اس کو چھوڑ دے بغیر کفیل کے، مگر تین صورتوں میں (۱) یتیم کے مال (۲) وقف کے مال (۳) اور دائن غائب ہو جانے کی صورت میں (جب افلاس کی بنیاد پر قید سے چھوٹ گیا) تو دوبارہ اس کو قید نہ کرے، پہلے مدعی اور نہ دوسرے کے لیے، یہاں تک کہ اس کا دائن اس کو مال دار نہ ثابت کر دے، جیسا کہ کہ بزازیہ میں ہے قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی پیش کی؛ لیکن قاضی کے اس کو مفلس قرار دینے سے پہلے دائن نے اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، تو قاضی پر لازم ہے کہ اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ دے دے، تا کہ دائن اس کو دوبارہ قید نہ کرادے۔

دین مؤجل میں قید کا حکم

لا یحبس فی دین مؤجل الخ: دین مؤجل میں مدیون کو مقید نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ قید تو ٹال مٹول کی صورت میں کیا جاتا ہے اور دین مؤجل میں چوں کہ ادائے گی کی مدت آنے سے پہلے ٹال مٹول کی صورت نہیں پائی جاتی ہے، اس لیے دین مؤجل میں مدیون کو ادائے گی کی مدت آنے سے پہلے قید نہیں کیا جائے گا۔

فَرْعٌ: أَحْضَرَ الْمَحْبُوسُ الدَّيْنَ وَغَابَ رَبُّهُ يُرِيدُ تَطْوِيلَ حَبْسِهِ إِنْ عَلِمَهُ وَقَدْرَهُ أَخَذَهُ أَوْ كَفِيلًا وَخَلَّاهُ، خَانِيَةٌ وَفِي الْأَشْبَاهِ لَا يَجُوزُ إِطْلَاقُ الْمَحْبُوسِ إِلَّا بِرِضَا خَصْمِهِ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ إِعْسَارُهُ أَوْ أَحْضَرَ الدَّيْنَ لِلْقَاضِي فِي غَيْبَةِ خَصْمِهِ. وَلَوْ قَالَ مَنْ يُرَادُ حَبْسُهُ أَبِيعُ عَرْضِي وَأَقْضِي دَيْنِي أَجَّلَهُ الْقَاضِي يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَحْبِسُهُ لِأَنَّ الثَّلَاثَةَ مُدَّةٌ ضُرِبَتْ لِإِبْلَاءِ الْأَعْذَارِ وَلَوْ لَهُ عَقَارٌ يَحْبِسُهُ أَيْ لِيَبِيعَهُ وَيَقْضِي الدَّيْنَ الَّذِي عَلَيْهِ وَلَوْ بِثَمَنٍ قَلِيلٍ بَزَّازِيَّةٌ وَسَيَجِيءُ تَمَامُهُ فِي الْحَجْرِ وَلَمْ يَمْنَعْ غُرَمَاءَهُ عَنْهُ عَلَى الظَّاهِرِ فَيُلَازِمُونَهُ نَهَارًا لَا لَيْلًا إِلَّا أَنْ يَكْتَسِبَ فِيهِ وَيَسْتَأْجِرَ لِلْمَرْأَةِ مَرْأَةً تُلَازِمُهَا مُنْيَةٌ.

ترجمہ: قیدی نے مال حاضر کیا؛ لیکن صاحب دین غائب ہو گیا، تا کہ اس کو زیادہ دن تک قید میں رکھے، اگر قاضی دین اور اس کی مقدار کو جانتا ہے، تو لے لے، مدیون سے ضامن لے کر اس کو چھوڑ دے، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور اشباہ میں ہے کہ مدعی کی رضامندی کے بغیر قیدی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، مگر جب کہ اس کا تنگ دست ہونا ثابت ہو جائے یا دین حاضر کر دے، تو مدعی کی عدم موجودگی میں قاضی کے لیے جائز ہے کہ (مدعی علیہ) کو چھوڑ دے --- جسے قید کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے، اس نے کہا

کہ میں اپنی جائداد بیچ کر دین ادا کرتا ہوں، تو اس کو قاضی دو، تین دن کی مہلت دے گا اور اس کو قید نہیں کرے گا، اس لیے کہ تین دن کی مدت، اعذار کی آزمائش کے لیے مقرر ہوئے ہیں اور اگر اسی کی زمین ہو، تو اس کو قید کرے تا کہ اس زمین کو بیچ کر وہ اس دین کو ادا کرے، جو اس پر ہے، اگر چہ کم قیمت میں ہو، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اس کی پوری بحث کتاب الحجر میں آرہی ہے۔ نہ روکے جائیں دائن کو مدیون سے، ظاہری قول کے مطابق، لہٰذا دن میں وہ مدیون کا پیچھا کریں گے، نہ کہ رات میں، الا یہ کہ وہ رات میں کماتا ہو، عورت مدیونہ کے لیے دوسری عورت اجرت میں لے، تا کہ وہ اس کے ساتھ لگی رہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے۔

دائن غائب ہو جائے

احضر المحبوس الدین الخ: مدیون نے دین ادا کرنے کے لیے مال حاضر کیا؛ لیکن دائن یہ سوچ کر کہ اس کو اور قید میں رکھا جائے، مال لینے کے بجائے وہ خود غائب ہو گیا، ایسی صورت میں، اگر قاضی دین کی مقدار کو جانتا ہے، تو دین لے لے اور اگر دین کی مقدار کو نہیں جانتا ہے تو اس قیدی کو ضمانت پر چھوڑ دے۔

فَرْعٌ: لَوْ اخْتَارَ الْمَطْلُوبُ الْحَبْسَ وَالطَّالِبُ الْمُلَازَمَةَ فَفِي حَجْرِ الْهِدَايَةِ يُخَيَّرُ الطَّالِبُ إِلَّا لِضَرَرٍ، وَكَلَّفَهُ فِي الْبَزَّازِيَّةِ الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ وَلِلطَّالِبِ مُلَازَمَتُهُ بِلَا أَمْرِ قَاضٍ لَوْ مُقِرًّا بِحَقِّهِ. وَلَا يُقْبَلُ بُرْهَانُهُ عَلَى إِفْلَاسِهِ قَبْلَ حَبْسِهِ لِقِيَامِهَا عَلَى النَّفْيِ وَصَحَّحَهُ عَزْمِي زَادَهْ وَصَحَّحَ غَيْرُهُ قَبُولَهَا وَالْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ رَأْيُهُ كَمَا مَرَّ فَإِنْ عَلِمَ إِعْسَارُهُ قَبْلَهَا وَإِلَّا لَا نَهْرٌ فَلْيُحْفَظْ وَبَيِّنَةُ يَسَارِهِ أَحَقُّ مِنْ بَيِّنَةِ إِعْسَارِهِ بِالْقَبُولِ لِأَنَّ الْيَسَارَ عَارِضٌ وَالْبَيِّنَاتُ لِلْإِثْبَاتِ. نَعَمْ لَوْ بَيَّنَ سَبَبَ إِعْسَارِهِ وَشَهِدُوا بِهِ فَتَقَدَّمَ لِإِثْبَاتِهَا أَمْرًا عَارِضًا فَتْحٌ بَحْثًا وَاعْتَمَدَهُ فِي النَّهْرِ وَفِي الْقُنْيَةِ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنُوا مِقْدَارَ مَا يَمْلِكُ قُبِلَتْ وَإِلَّا لَمْ يُمْكِنْ قَبُولُهَا؛ لِأَنَّهَا قَامَتْ لِلْمَحْبُوسِ وَهُوَ مُنْكِرٌ وَالْبَيِّنَةُ مَتَى قَامَتْ لِلْمُنْكِرِ لَا تُقْبَلُ وَأَبَّدَ حَبْسَ الْمُوسِرِ لِأَنَّهُ جَزَاءُ الظُّلْمِ قُلْتُ: وَسَيَجِيءُ فِي الْحَجْرِ أَنَّهُ يُبَاعُ مَالُهُ لِدَيْنِهِ عِنْدَهُمَا وَبِهِ يُفْتَى وَحِينَئِذٍ فَلَا يَتَأَبَّدُ حَبْسُهُ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: اگر مطلوب حبس اور طالب ملازمت اختیار کرے، تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہدایت یہ ہے کہ طالب کو اختیار دیا جائے گا، مگر ضرر کی صورت میں (اختیار نہ ہوگا) بزازیہ میں اس کو کفالت بالنفس پر مجبور کیا ہے اور طالب کو حکم قاضی کے بغیر (بھی) ملازمت کا حق ہے، اگر وہ طالب کے حق کا مقر ہے، مدیون کے قید ہونے سے پہلے، اس کے افلاس پر، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، نفی غنی پر گواہی قائم ہونے کی وجہ سے، عزمی زادہ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور دوسروں نے قبول کرنے کو صحیح قرار دیا ہے، اس بارے میں معتمد قاضی کی رائے ہے، جیسا کہ گذر چکا، لہٰذا قاضی اگر اس کے افلاس کو جانتا ہے، تو گواہی قبول کرے، ورنہ نہیں، جیسا کہ نہر میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، کشادہ دستی کی گواہی، تنگ دستی کی گواہی کے مقابلے قبول کرنے میں احق ہے، اس لیے کہ مال داری شئ عارض ہے اور گواہان ثابت کرنے کے لیے ہیں؛ البتہ اگر مدیون خود کے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور اس پر گواہ (بھی) لائے، تو یہ قبول ہونے میں مقدم ہوگا، گواہوں کے ذریعے امر عارض ثابت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ فتح میں تفصیل سے ہے اور نہر میں اس پر اعتماد کیا ہے قنیہ میں ہے کہ گواہ محبوس کی مقدار کو بیان نہ کرے، تو گواہی قبول ہوگی، ورنہ قبول نہ ہوگی، اس لیے کہ گواہی محبوس کے حق میں قائم ہوتی ہے، حالاں کہ وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے حق

میں قائم ہو، تو قبول نہ ہوگی، مال دار مدیون کو ہمیشہ قید میں رکھا جائے گا، اس لیے کہ یہ ظلم کا بدلہ ہے، میں کہتا ہوں کہ کتاب الحجر میں آرہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک محبوس کا مال اس کا دین ادا کرنے کے لیے بیچا جائے گا، اسی پر فتویٰ ہے، تو اس وقت ہمیشہ قید میں نہیں رہے گا، لہٰذا آگاہ رہنا چاہیے۔

قید کرنے میں جب اختلاف ہوجائے

لو اختار المطلوب الحبس الخ: مدیون یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے قید کرلیا جائے؛ لیکن دائن یہ کہہ رہا ہے کہ اس کو قید نہ کیا جائے، میں اس کی اس وقت تک نگرانی کروں گا، جب تک کہ یہ قرض ادا نہ کردے، اس صورت میں دائن کو اختیار ہے، اگر چاہے، تو اس کی نگرانی کرے، اگر چاہے، تو اس کو قید کرادے، اس شرط کے ساتھ کہ نگرانی کرنے میں مدیون کو پریشانی نہ ہو، اگر مدیون کو پریشانی ہے، تو پھر قید ہی کیا جائے گا۔

وَلَا يُحْبَسُ لِمَا مَضَى مِنْ نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ إِذَا ادَّعَى الْفَقْرَ وَإِنْ قَضَى بِهَا؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بَدَلَ مَالٍ وَلَا لَزِمَتْهُ بِعَقْدٍ عَلَى مَا مَرَّ حَتَّى لَوْ بَرْهَنَتْ عَلَى يَسَارِهِ حُبِسَ بِطَلَبِهَا بَلْ يُحْبَسُ إِذَا بَرْهَنَتْ عَلَى يَسَارِهِ بِطَلَبِهَا كَمَا لَوْ أَبَى أَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهِمَا أَوْ عَلَى أُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ فَيُحْبَسُ إِحْيَاءً لَهُمْ بَحْرٌ. قُلْت: وَهَلْ يُحْبَسُ لِمَحْرَمِهِ لَوْ أَبَى؟ لَمْ أَرَهُ وَظَاهِرُ تَقْيِيدِهِمْ لَا لَكِنْ مَا مَرَّ عَنْ الْأَشْبَاهِ لَا يُضْرَبُ الْمَحْبُوسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ يُفِيدُهُ فَتَأَمَّلْ عِنْدَ الْفَتْوَى وَسَيَجِيءُ حَبْسُ الْوَلِيِّ بِدَيْنِ الصَّغِيرِ

ترجمہ: قید نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ گذر چکا، بیوی اور اولاد کے نفقہ کی وجہ سے، جب وہ فقر کا دعویٰ کرے، اگرچہ قاضی نفقہ ادا کرنے کا فیصلہ دے دے، اس لیے کہ نفقہ بدلِ مال نہیں ہے اور نہ ہی وہ عقد کی وجہ سے لازم ہوا ہے، جیسا کہ گذر چکا؛ البتہ عورت اگر اس کے مال دار ہونے پر گواہ قائم کردے، تو عورت کے مطالبے کے مطابق قید کیا جائے گا؛ بل کہ شوہر محبوس کیا جائے گا جب بیوی اس کے مال دار ہونے کو گواہ سے ثابت کردے، اس کے مطالبے پر، جیسا کہ اگر شوہر بیوی بچوں یا اصول وفروع پر خرچ کرنے سے انکار کردے، تو اس کو قید کیا جائے گا، ان سب کو جلانے کے لیے، جیسا کہ بحر میں ہے، میں کہتا ہوں کیا آدمی کو قید کیا جائے گا، محرم کو نفقہ نہ دینے کی صورت میں میں نے اس کو نہیں پایا، ان قیود کا ظاہر یہ ہے کہ قید نہ کیا جائے؛ لیکن اشباہ کے حوالے سے جو گذرا ہے کہ محبوس کو نہ مارا جائے، مگر تین صورتوں میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ قید کیا جائے، اس لیے فتویٰ دیتے وقت غور کرلیا جائے، عن قریب آرہا ہے ولی کو قید کرنا صغیر کے دین کی وجہ سے۔

نفقہ کی وجہ سے قید کرنا

و لا يحبس لما مضى الخ: شوہر واقعتاً فقیر ہے وہ فقر کی وجہ سے بیوی بچوں کے نفقے کا انتظام نہیں کر پا رہا ہے، تو اس کو قید نہیں کیا جائے گا، اگر قاضی اس کو قید کرنے کا فیصلہ سنا دے؛ لیکن اگر وہ مال دار ہے اور مال داری کے باوجود بیوی بچوں یا دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ نہیں دے رہا ہے، تو اس کو قید کیا جائے گا "اما اذا امتنع من الانفاق عليه فانه يحبس و كذا كل من وجبت عليه النفقة فابى عن الانفاق أبا كان أو أما أو جداً" (فتح القدیر ۷/۲۸۵)

لَا يُحْبَسُ أَصْلٌ وَإِنْ عَلَا فِي دَيْنِ فَرْعِهِ بَلْ يَقْضِي الْقَاضِي دَيْنَهُ مِنْ عَيْنِ مَالِهِ أَوْ قِيمَتِهِ، وَالصَّحِيحُ عِنْدَهُمَا بَيْعُ عَقَارِهِ كَمَنْقُولِهِ بَحْرٌ فَلْيُحْفَظْ. وَلَا يَسْتَخْلِفُ قَاضٍ نَائِبًا إِلَّا إِذَا فُوِّضَ

إِلَيْهِ صَرِيحًا كَوَلِّ مَنْ شِئْت أَوْ دَلَالَةً كَجَعَلْتُكَ قَاضِيَ الْقُضَاةِ، وَالدَّلَالَةُ هُنَا أَقْوَى؛ لِأَنَّ فِي التَّصْرِيحِ الْمَذْكُورِ يَمْلِكُ الِاسْتِخْلَافَ لَا الْعَزْلَ وَفِي الدَّلَالَةِ يَمْلِكُهُمَا كَقَوْلِهِ وَلِّ مَنْ شِئْت وَاسْتَبْدِلْ أَوْ اسْتَخْلِفْ مَنْ شِئْت فَإِنَّ قَاضِيَ الْقُضَاةِ هُوَ الَّذِي يَتَصَرَّفُ فِيهِمْ مُطْلَقًا تَقْلِيدًا وَعَزْلًا بِخِلَافِ الْمَأْمُورِ بِإِقَامَةِ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَسْتَخْلِفُ بِلَا تَفْوِيضٍ لِلْإِذْنِ دَلَالَةً، ابْنُ مَلَكٍ وَغَيْرُهُ وَمَا ذَكَرَهُ مُنْلَا خُسْرو قَالَ فِي الْبَحْرِ لَا أَصْلَ لَهُ وَإِنَّمَا هُوَ فَهْمٌ فَهِمَهُ مِنْ بَعْضِ الْعِبَارَاتِ، وَقَدْ مَرَّ فِي الْجُمُعَةِ. نَائِبُ الْقَاضِي الْمُفَوَّضِ إِلَيْهِ الِاسْتِنَابَةَ فَقَطْ لَا الْعَزْلَ نَائِبٌ عَنْ الْأَصْلِ وَهُوَ السُّلْطَانُ وَحِينَئِذٍ فَلَا يَمْلِكُ أَنْ يَعْزِلَهُ الْقَاضِي بِغَيْرِ تَفْوِيضٍ مِنْهُ لِلْعَزْلِ أَيْضًا كَوَكِيلٍ وَكَّلَ وَ وَكَذَا لَا يَنْعَزِلُ أَيْضًا بِعَزْلِهِ وَلَا بِمَوْتِهِ وَلَا بِمَوْتِ السُّلْطَانِ بَلْ بِعَزْلِهِ زَيْلَعِيٌّ وَعَيْنِيٌّ وَابْنُ مَلَكٍ وَغَيْرُهُمْ فِي الْوَكَالَةِ، وَاعْتَمَدَهُ فِي الدُّرَرِ وَالْمُلْتَقَى وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَتَمَامُهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَفِي فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ، وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ فِي الْمَذْهَبِ لَا مَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْغَرْسِ لِمُخَالَفَتِهِ لِلْمَذْهَبِ وَنَائِبُ غَيْرِهِ أَيْ غَيْرِ الْمُفَوَّضِ إِلَيْهِ إِنْ قَضَى عِنْدَهُ أَوْ فِي غَيْبَتِهِ وَ أَجَازَهُ الْقَاضِي صَحَّ قَضَاؤُهُ لَوْ أَهْلًا بَلْ لَوْ قَضَى فُضُولِيٌّ أَوْ هُوَ فِي غَيْرِ نَوْبَتِهِ وَأَجَازَهُ جَازَ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ حُصُولُ رَأْيِهِ بَحْرٌ قَالَ وَبِهِ عُلِمَ دُخُولُ الْفُضُولِيِّ فِي الْقَضَاءِ.

فَرْعٌ: فِي الْأَشْبَاهِ وَالْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ لَوْ فُوِّضَ لِعَبْدٍ فَفَوَّضَ لِغَيْرِهِ صَحَّ لَوْ حَكَمَ بِنَفْسِهِ لَمْ يَصِحَّ وَلَوْ عَتَقَ فَقَضَى صَحَّ بِخِلَافِ صَبِيٍّ بَلَغَ.

ترجمہ: اصل کو قید نہیں کیا جائے گا اور پر تک فرع کے دین میں؛ بل کہ قاضی فرع کا دین، اصل کے عین مال یا اس کی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک اصل کے عقار کی بیع صحیح ہے، اس کے منقول کی طرح، جیسا کہ بحر میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے قاضی کسی نائب کو خلیفہ مقرر نہ کرے، الا یہ کہ بادشاہ اس کو یہ اختیار صراحتا دے دے جیسے تو جس کو چاہے ولی بنالے یا دلالۃ جیسے میں نے آپ کو قاضی القضاۃ بنایا اور دلالت یہاں زیادہ قوی ہے، اس لیے کہ صراحتِ مذکور میں قاضی خلیفہ بنانے کا مالک ہے معزول کرنے کا مختار نہیں ہے؛ لیکن دلالت کی صورت میں دونوں کا مختار ہے، گویا کہ بادشاہ نے کہا آپ جس کو چاہیں بدلیے اور جس کو چاہیں خلیفہ بنائیے، اس لیے کہ قاضی القضاۃ وہ ہے، جو ان میں مطلقا تصرف کرے قاضی بنانے اور معزول کرنے میں، بخلاف اس آدمی کے جو مامور ہے جمعہ پڑھانے پر، وہ بلا تفویض کے خلیفہ بنا سکتا ہے، دلالۃ اجازت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ ابن ملک وغیرہ نے صراحت کی ہے اور جو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے بحر میں کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ تو بعض عبارت سے ان کی فہم ہے، جو جمعہ کے بیان میں گذر چکا ہے قاضی کا نائب جسے صرف نائب بنانے کا اختیار ہے، نہ کہ معزول کرنے کا (اس لیے کہ) وہ تو اصل یعنی سلطان کی طرف سے نائب ہے، اس وقت سلطان کی طرف سے معزول کرنے کا اختیار ملے بغیر قاضی نائب کو معزول کرنے کا مختار نہیں ہے، اس وکیل کی طرح ہے جس نے وکیل بنایا، ایسے ہی معزول نہیں ہوگا قاضی کے معزول سے بھی، اس کی موت سے اور نہ ہی سلطان کی موت سے؛ بل کہ سلطان کی طرف سے معزولی سے ہی معزول ہوگا،

جیسا کہ زیلعی، عینی، ابن ملک وغیرہ نے کتاب الوکالت میں صراحت کی ہے، درر و ملتقی میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، اس کی پوری بحث اشباہ اور مصنف علام کے فتاویٰ میں ہے، یہی قول مذہب میں معتمد ہے، نہ کہ جس کو ابن الفرس نے ذکر کیا ہے، مذہب کے مخالف ہونے کی وجہ سے قاضی مذکور یعنی جس کو سلطان کی طرف سے نائب بنانے کا اختیار نہیں ہے، اس کا نائب، اگر قاضی کے سامنے فیصلہ کرے یا اس کی عدم موجودگی میں اور قاضی اس فیصلے کو جائز رکھے، تو اس کا فیصلہ صحیح ہے، اگر اہل ہو؛ بل کہ اگر فضولی نے فیصلہ کیا یا قاضی نے خود اپنی باری کے ایام کے علاوہ دن میں فیصلہ کیا اور اس فیصلے کو جائز رکھا، تو جائز ہے، اس لیے کہ مقصود قاضی کی رائے کا حاصل ہونا ہے، جیسا کہ بحر میں ہے (جو یہاں موجود ہے) اس سے قضاء میں فضولی کا داخل ہونا سمجھا گیا۔

اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر غلام کو قاضی بنایا اور اس نے دوسرے کو قاضی بنا دیا، تو صحیح ہے؛ لیکن اگر اس نے خود سے فیصلہ دیا، تو صحیح نہیں ہے اور اگر آزادی کے بعد فیصلہ کرے، تو صحیح ہے، بخلاف صبی کے جب بالغ ہو جائے۔

اصل کو قید کرنا

لا یحبس اصل الخ: اصل پہ فرع کا قرض ہے، تو اس قرض کی وجہ سے اصل کو قید نہیں کیا جائے گا؛ بل کہ قاضی اصل کی منقولہ جائداد کو بیچ کر قرض ادا کر دے گا، یہ تو مصالحت کی ایک صورت تھی؛ لیکن اگر اصل کے پاس منقولہ جائداد نہیں ہے، تو فرع اب صبر کرے، اس لیے کہ قید کرنا یہ سزا ہے اور والدین کو اُف کہنا بھی حرام ہے، تو قید کرنا، تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا" و لا یستحق الوالد عقوبة لاجل الولد لان التأفیف لما حرم کان الحبس حراما لانه فوقه" (فتح القدیر ۷/ ۲۸۴)

وَإِذَا رُفِعَ إِلَيْهِ حُكْمُ قَاضٍ خَرَجَ الْمُحَكَّمُ وَدَخَلَ الْمَيِّتُ وَالْمَعْزُولُ وَالْمُخَالِفُ لِرَأْيِهِ لِأَنَّهُ نَكِرَةٌ فِي سِيَاقِ الشَّرْطِ فَتَعُمُّ فَافْهَمْ آخَرَ قَيْدٌ اتِّفَاقِيٌّ إِذْ حُكْمُ نَفْسِهِ قَبْلَ ذَلِكَ كَذَلِكَ ابْنُ كَمَالٍ نَفَّذَهُ أَيْ أَلْزَمَ الْحُكْمَ وَالْعَمَلَ بِمُقْتَضَاهُ لَوْ مُجْتَهَدًا فِيهِ عَالِمًا بِاخْتِلَافِ الْفُقَهَاءِ فِيهِ فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَجُزْ قَضَاؤُهُ وَلَا يُمْضِيهِ الثَّانِي فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ زَيْلَعِيٌّ وَعَيْنِيٌّ وَابْنُ كَمَالٍ، لَكِنْ فِي الْخُلَاصَةِ وَيُفْتَى بِخِلَافِهِ وَكَأَنَّهُ تَيْسِيرٌ فَلْيُحْفَظْ بَعْدَ دَعْوَى صَحِيحَةٍ مِنْ خَصْمٍ عَلَى خَصْمٍ حَاضِرٍ وَإِلَّا كَانَ إِفْتَاءً فَيَحْكُمُ بِمَذْهَبِهِ لَا غَيْرُ، بَحْرٌ. وَسَيَجِيءُ آخِرَ الْكِتَابِ وَأَنَّهُ إِذَا ارْتَابَ فِي حُكْمِ الْأَوَّلِ لَهُ طَلَبُ شُهُودِ الْأَصْلِ قَالَ وَبِهِ عُرِفَ أَنَّ تَنَافِيذَ زَمَانِنَا لَا تُعْتَبَرُ لِتَرْكِ مَا ذَكَرَهُ وَقَدْ تَعَارَفُوا فِي زَمَانِنَا الْقَضَاءَ بِالْمُوجَبِ وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَعْنَى الْمُتَعَلِّقِ بِمَا أُضِيفَ إِلَيْهِ فِي ظَنِّ الْقَاضِي شَرْعًا مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَقْضِي بِهِ فَإِذَا حَكَمَ حَنَفِيٌّ بِمُوجَبِ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ كَانَ مَعْنَاهُ الْحُكْمَ بِبُطْلَانِ الْبَيْعِ وَلَوْ قَالَ الْمُوَثِّقُ وَحَكَمَ بِمُقْتَضَاهُ لَا يَصِحُّ؛ لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَقْتَضِي بُطْلَانَ نَفْسِهِ وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ الْحُكْمَ بِالْمُوجَبِ أَعَمُّ نَهْرٌ

ترجمہ: اور جب مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے فیصلے کا قاضی کی قید سے محکم (پنچ) نکل گیا؛ لیکن قاضی میت، قاضی معزول اور وہ قاضی داخل ہے جس نے اپنی رائے کی مخالفت کی ہے، اس لیے کہ قاضی سیاق شرط میں نکرہ ہے، لہذا

عام ہوگا، اس کو سمجھ لینا چاہیے، دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے، اس لیے کہ مرافعہ سے پہلے اس کا حکم ایسا ہی ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، تو اس حکم کو نافذ کرے اور اس کے مقتضاء پر عمل کرے اگر وہ فیصلہ مجتہد فیہ ہو، اس صورت میں کہ قاضیٔ فقہاء کے اختلاف سے واقف ہو؛ لیکن اگر وہ واقف نہ ہو، تو اس کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی قاضیٔ ثانی اس کو جاری رکھے، ظاہر ی مذہب میں، جیسا کہ زیلعی، عینی اور ابن کمال نے صراحت کی ہے؛ لیکن خلاصہ میں ہے کہ اس کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے، گویا کہ آسانی کے لیے یہ صورت اختیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، ایک خصم کے دعویٰ صحیح کے بعد دوسرے خصم کی موجودگی میں، ورنہ وہ افتاء ہوگا، لہٰذا اپنے مذہب کے مطابق حکم دے، نہ کہ غیر مذہب کے مطابق، جیسا کہ بحر میں ہے، آخری کتاب میں آرہا ہے کہ جب قاضیٔ ثانی کو پہلے قاضی کے حکم پہ شک ہو، تو اصل گواہ طلب کرنے کا حق ہے، صاحب بحر کہتے ہیں کہ اس سے جان لیا گیا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات، شرائط مذکورہ چھوڑ دینے کی وجہ سے معتبر نہیں ہوں گی، ہمارے زمانے میں موجب کی بنیاد پر فیصلہ کرنا رائج ہو گیا ہے اور وہ (موجب) نام ہے اس معنی متعلق کا جو شرعاً مضاف ہے موجب کی طرف قاضی کے گمان میں، اس حیثیت سے کہ قاضی اسی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے، لہٰذا اگر قاضیٔ حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم دیا، تو اس کا مطلب بطلانِ بیع کا حکم ہے اور اگر موثق (قاضی کے کاتب) نے کہا اور مدبر کے مقتضاء کا حکم دیا، تو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ کوئی اپنی ذات کے بطلان کا مقتضی نہیں ہوتا ہے۔

مقدمہ دوسرے قاضی کے پاس لے جانا

و اذا رفع الیہ حکم قاض الخ: ایک قاضی کے فیصلے کے بعد دوسرے قاضی کے پاس مقدمہ لے جانے کی شرعاً گنجائش ہے اور قاضی ثانی کے پاس تین صورتیں ہوں گی (۱) یہ کہ قاضی اول کا فیصلہ اصول شرعیہ کے مطابق ہوگا (۲) یہ کہ قاضی اول کا فیصلہ اصول شرعیہ کے خلاف ہوگا (۳) یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہ تھا، اختلاف سے واقفیت کے باوجود اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دے دیا، پہلی صورت میں قاضیٔ اول کا فیصلہ باقی رکھا جائے گا، دوسری صورت میں قاضیٔ ثانی قاضیٔ اول کا فیصلہ توڑ کر اصول شرعیہ کے مطابق فیصلہ دے گا، تیسری صورت میں حضرات ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف ہے، قاضیٔ اول نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا خواہ جان کر دے یا بھولے سے، مذہب کے خلاف فیصلہ ہو گیا ان دونوں صورتوں میں حضرت امام اعظم کے نزدیک قاضی اول کا فیصلہ نافذ ہوگا، اس لیے کہ قاضیٔ اول نے جو مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے، اس کو اس رائے پر یقین نہیں تھا، اس لیے اس نے دوسری رائے کے قائم کر کے فیصلہ دیا اس لیے اس کا فیصلہ نافذ ہوگا، لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں قاضیٔ اول کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا؛ بل کہ قاضیٔ ثانی اس فیصلے کو توڑ دے گا، اس لیے کہ قاضیٔ اول نے ایسا فیصلہ دیا ہے، جو خود اسی کی نظر میں غلط ہے، اس لیے کہ اسی کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا؛ بل کہ قاضیٔ ثانی قاضیٔ اول کا فیصلہ توڑ دے گا، اسی پر فتویٰ ہے "و قال ابو یوسف و محمد رحمھما اللہ لا ینفذ لانہ قضی بما ھو خطأ عندہ فیعمل بہ بزعمہ قال المصنف و علیہ الفتوی" (العنایہ مع الفتح: ۷/ ۳۰۵)

إِلَّا مَا عَرِيَ عَنْ دَلِيلٍ مُجْمَعٍ أَوْ خَالَفَ كِتَابًا لَمْ يَخْتَلِفْ فِي تَأْوِيلِهِ السَّلَفُ كَمَتْرُوكِ تَسْمِيَةٍ أَوْ سُنَّةً مَشْهُورَةً كَتَحْلِيلٍ بِلَا وَطْءٍ لِمُخَالَفَتِهِ حَدِيثَ الْعُسَيْلَةِ الْمَشْهُورِ أَوْ إِجْمَاعًا كَحِلِّ الْمُتْعَةِ لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ عَلَى فَسَادِهِ وَكَبَيْعِ أُمِّ وَلَدٍ عَلَى الْأَظْهَرِ وَقِيلَ يَنْفُذُ عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ: مگر یہ کہ (فیصلہ) دلیل سے خالی ہو، جیسا کہ مجمع میں یا قاضیٔ اول کا فیصلہ کتاب اللہ کے خلاف ہو، جس کی تاویل میں سلف نے اختلاف نہ کیا ہو، جیسے متروک التسمیہ یا سنتِ مشہورہ کے خلاف ہو، جیسے (مطلقہ ثلاثہ کو) بغیر وطی کے حلال کر دینا حدیث عسیلہ مشہورہ کی مخالفت کی وجہ سے یا اجماع کے خلاف ہو جیسے متعہ کو حلال قرار دے دینا، اسی کے فساد پر صحابہ کا اجماع ہونے کی وجہ سے اور جیسے ام ولد کی بیع اظہر قول کے مطابق اور کہا گیا کہ نافذ ہے اصح قول کے مطابق۔

بلا دلیل فیصلہ دینا

الا ما عری عن الدلیل الخ: قاضی اول نے بلا دلیل فیصلہ دیا اور یہ فیصلہ قاضیٔ ثانی کے پاس پہنچا تو قاضیٔ ثانی اس فیصلے کو توڑ کر دلیل کی بنیاد پر دوسرا فیصلہ دے۔

وَ مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ قَضَى بِشَاهِدٍ وَيَمِينِ الْمُدَّعِي لِمُخَالَفَتِهِ لِلْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ الْبَيِّنَةُ عَلَى مَنْ ادَّعَى وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ أَوْ بِقِصَاصٍ بِتَعْيِينِ الْوَلِيِّ وَاحِدًا مِنْ أَهْلِ الْمَحَلَّةِ أَوْ بِصِحَّةِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ أَوْ الْمُؤَقَّتِ أَوْ بِصِحَّةِ بَيْعِ مُعْتَقِ الْبَعْضِ أَوْ بِسُقُوطِ الدَّيْنِ بِمُضِيِّ سِنِينَ أَوْ بِصِحَّةِ طَلَاقِ الدَّوْرِ وَبَقَاءِ النِّكَاحِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ وَقَضَاءِ عَبْدٍ وَصَبِيٍّ مُطْلَقًا وَ قَضَاءِ كَافِرٍ عَلَى مُسْلِمٍ أَبَدًا وَنَحْوِ ذَلِكَ كَالتَّفْرِيقِ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ بِشَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ لَا يَنْفُذُ فِي الْكُلِّ وَعَدَّ مِنْهَا فِي الْأَشْبَاهِ نَيِّفًا وَأَرْبَعِينَ، وَذَكَرَ فِي الدُّرَرِ لِمَا يَنْفُذُ سَبْعَ صُوَرٍ مِنْهَا لَوْ قَضَتْ الْمَرْأَةُ بِحَدٍّ وَقَوَدٍ وَسَيَجِيءُ مَتْنًا خِلَافًا لِمَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ شَرْحًا وَالْأَصْلُ أَنَّ الْقَضَاءَ يَصِحُّ فِي مَوْضِعِ الِاخْتِلَافِ لَا الْخِلَافِ، وَالْفَرْقُ أَنَّ لِلْأَوَّلِ دَلِيلًا لَا الثَّانِي وَهَلْ اخْتِلَافُ الشَّافِعِيِّ مُعْتَبَرٌ؟ الْأَصَحُّ نَعَمْ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ.

ترجمہ: اسی میں سے اگر فیصلہ دیا ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر حدیث مشہور "البينة على من ادعى و اليمين على من انكر" کے مخالف ہونے کی وجہ سے یا قصاص کا حکم دیا ولی کے متعین کر دینے کی وجہ سے محلے میں سے کسی ایک شخص کے خلاف یا نکاح متعہ یا مؤقت کی صحت کا فیصلہ دیا، یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا فیصلہ کیا، یا چند سال گذر جانے کی بنیاد پر سقوط دین کا فیصلہ دیا، یا طلاق دور کی صحت اور بقائے نکاح کا فیصلہ دیا، جیسا کہ نکاح کے باب میں گذر چکا، غلام اور بچے کا فیصلہ مطلقا اور کافر کا فیصلہ مسلمان کے خلاف ہمیشہ اور اسی طرح جیسے مرضعہ کی گواہی کی بنیاد پر زوجین کے درمیان تفریق، ان تمام صورتوں میں (قاضیٔ اول کا فیصلہ) نافذ نہیں ہوگا، اشباہ میں ان کی تعداد چالیس سے زیادہ شمار کی ہے، درر میں فیصلہ نافذ نہ ہونے کی سات صورتیں ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر عورت حد وقصاص کا فیصلہ کرے، یہ مسئلہ عن قریب آئے گا، اس کے برخلاف جس کو مصنف علام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے، قاعدہ یہ ہے کہ قضاء اختلاف کی صورت میں نافذ ہے، خلاف کی صورت میں نافذ نہیں ہے اور فرق یہ ہے کہ اختلاف دلیل کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ خلاف اور کیا حضرت امام شافعی کا اختلاف معتبر ہے اصح یہ ہے کہ معتبر ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ نے صراحت کی ہے۔

قاضی کے وہ فیصلے جو نافذ نہیں ہوتے

و من ذلک مالو قضی الخ: مذکورہ بالا عبارت میں ان صورتوں کو بتایا گیا ہے جن صورتوں میں قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا ہے، اس لیے ان صورتوں میں

قاضی کا فیصلہ اصول شرعیہ اور ضابطۂ قضاء کے خلاف ہے۔

يَوْمُ الْمَوْتِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْقَضَاءِ بِخِلَافِ يَوْمِ الْقَتْلِ فَلَوْ بَرْهَنَ عَلَى مَوْتِ أَبِيهِ فِي يَوْمِ كَذَا ثُمَّ بَرْهَنَتْ امْرَأَةٌ أَنَّ الْمَيِّتَ نَكَحَهَا بَعْدَ ذَلِكَ قَضَى بِالنِّكَاحِ وَلَوْ بَرْهَنَ عَلَى قَتْلِهِ فِيهِ فَبَرْهَنَتْ أَنَّ الْمَقْتُولَ نَكَحَهَا بَعْدَهُ لَا تُقْبَلُ وَكَذَا جَمِيعُ الْعُقُودِ وَالْمُدَايَنَاتِ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ الزَّوْجَةِ الَّتِي مَعَهَا وَلَدٌ فَإِنَّهُ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا بِتَارِيخٍ مُنَاقِضٍ لِمَا قَضَى الْقَاضِي بِهِ مِنْ يَوْمِ الْقَتْلِ أَشْبَاهٌ وَاسْتَثْنَى مُحَشُّوهَا مِنَ الْأَوَّلِ مَسَائِلَ مِنْهَا ادَّعَيَاهُ مِيرَاثًا فَلِأَسْبَقِهِمَا تَارِيخًا. بَرْهَنَ الْوَكِيلُ عَلَى وَكَالَتِهِ وَحَكَمَ بِهَا فَادَّعَى الْمَطْلُوبُ مَوْتَ الطَّالِبِ صَحَّ الدَّفْعُ. بَرْهَنَ أَنَّهُ شَرَاهُ مِنْ أَبِيهِ مُنْذُ سَنَةٍ وَبَرْهَنَ ذُو الْيَدِ عَلَى مَوْتِهِ مُنْذُ سَنَتَيْنِ لَمْ تُسْمَعْ وَقِيلَ تُسْمَعُ وَسِرُّهُ أَنَّ الْقَضَاءَ بِالْبَيِّنَةِ عِبَارَةٌ عَنْ رَفْعِ النِّزَاعِ، وَالْمَوْتُ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ مَوْتٌ لَيْسَ مَحَلًّا لِلنِّزَاعِ لِيَرْتَفِعَ بِإِثْبَاتِهِ بِخِلَافِ الْقَتْلِ فَإِنَّهُ مِنْ حَيْثُ هُوَ مَحَلُّ النِّزَاعِ كَمَا لَا يَخْفَى.

ترجمہ: موت کا دن قضاء کے تحت داخل نہیں ہوگا، بخلاف یوم القتل کے، لہذا اگر کسی نے اپنے باپ کے مرنے کو کسی دن میں ثابت کر دیا، پھر کسی عورت نے یہ ثابت کر دیا کہ میت نے اس کے بعد، اس سے نکاح کیا ہے، تو ثبوت نکاح کا فیصلہ دیا جائے گا، اور اگر کسی دن میں باپ کے قتل ہونے پر گواہ لایا، پھر عورت نے ثابت کر دیا کہ مقتول نے مجھ سے اس کے بعد نکاح کیا ہے، تو عورت کی بات نہیں مانی جائے گی، ایسے ہی تمام عقود و دیون، مگر اس زوجہ کے مسئلے میں، جس کے ساتھ لڑکا ہے، اس لیے کہ اس عورت کے گواہ قبول ہوں گے اس تاریخ کے ساتھ جو ٹکرا رہی ہے قاضی کے یوم القتل والے فیصلے کے ساتھ، اشباہ کے محشیوں نے پہلے (یوم الموت) سے چند مسائل کو مستثنیٰ کیا ہے، ان میں سے یہ ہے کہ دو آدمیوں نے میراث کا دعویٰ کیا، تو ان دونوں میں سے میراث اس کی ہوگی جس کی تاریخ آگے ہو، وکیل نے اپنی وکالت کو گواہ سے ثابت کر دیا اور قاضی نے ثبوت وکالت کا فیصلہ دے دیا، پھر مدیون نے دائن کے مرنے کا دعویٰ کیا، تو دفع صحیح ہے (وکیل اب مطالبہ نہیں کر سکتا ہے) مدعی نے گواہ سے ثابت کر دیا کہ اس نے اس سامان کو صاحب قبضہ کے باپ سے ایک سال پہلے خریدا ہے اور صاحب قبضہ نے گواہ سے ثابت کر دیا کہ اس کا باپ دو سال پہلے مر چکا ہے، تو اس کی بات نہیں سنی جائے گی، اور کہا گیا ہے کہ سنی جائے گی، (دونوں میں فرق کا) راز یہ ہے کہ گواہ کے ذریعے فیصلہ دینے کا مطلب نزاع کو ختم کرنا ہے اور موت من حیث الموت محل نزاع نہیں، تا کہ اس کو (موت کو) ثابت کر کے رفع کی جائے، بخلاف قتل کے، اس لیے کہ وہ من حیث القتل محل نزاع ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

قضاء میں فطری موت کی حیثیت

یوم الموت لایدخل تحت القضاء الخ: فطری موت کی تاریخ کو فیصلہ کے لیے بنیاد نہیں بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ فطری موت محل نزاع نہیں ہے؛ البتہ قتل کی تاریخ کو فیصلہ کے لیے بنیاد بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ یہ محل نزاع ہے۔

وَيَنْفُذُ الْقَضَاءُ بِشَهَادَةِ الزُّورِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا حَيْثُ كَانَ الْمَحَلُّ قَابِلًا وَالْقَاضِي غَيْرُ عَالِمٍ بِزُورِهِمْ فِي الْعُقُودِ كَبَيْعٍ وَنِكَاحٍ وَالْفُسُوخِ كَإِقَالَةٍ وَطَلَاقٍ لِقَوْلِ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - لِتِلْكَ الْمَرْأَةِ

شَاهِدَاكِ زَوَّجَاكِ وَقَالَا وَزُفَرُ وَالثَّلَاثَةُ ظَاهِرًا فَقَطْ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنْ الْبُرْهَانِ بِخِلَافِ الْأَمْلَاكِ الْمُرْسَلَةِ أَيْ الْمُطْلَقَةِ عَنْ ذِكْرِ سَبَبِ الْمِلْكِ فَظَاهِرًا فَقَطْ إجْمَاعًا لِتَزَاحُمِ الْأَسْبَابِ حَتَّى لَوْ ذَكَرَا سَبَبًا مُعَيَّنًا فَعَلَى الْخِلَافِ إنْ كَانَ سَبَبًا يُمْكِنُ إنْشَاؤُهُ وَإِلَّا لَا يَنْفُذُ اتِّفَاقًا كَالْإِرْثِ، وَكَمَا لَوْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مُحَرَّمَةً بِنَحْوِ عِدَّةٍ أَوْ رِدَّةٍ وَكَمَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِي بِكَذِبِ الشُّهُودِ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا كَالْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ زَيْلَعِيٌّ وَنِكَاحِ الْفَتْحِ.

ترجمه: جھوٹی گواہی سے قضاء نافذ ہو جاتی ہے ظاہر اور باطن میں، اس حیثیت سے کہ قبول کرنے کے لائق ہو، نیز ان کے جھوٹ کو نہ جانتا ہو عقود میں جیسے بیع اور نکاح اور فسوخ جیسے اقالہ اور طلاق، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول "شاھداک زوجاک" کی وجہ سے صاحبین، زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ صرف ظاہراً قضاء نافذ ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ میں برہان کے حوالے سے ہے، بخلاف املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جن میں سبب ملک کے ذکر کی ضرورت نہیں، ان میں بالاجماع صرف ظاہراً قضاء نافذ ہوگی، اسباب کی زیادتی کی وجہ سے، یہاں تک کہ اگر کسی سبب کو ذکر کیا، جس کا (قضاء کے ذریعے) پیدا کرنا ممکن ہو، ورنہ (باطن) میں بالاتفاق نافذ نہیں ہوگا، جیسے ارث، اور جیسے عورت (ناکح) پر عدت یا ردت کی وجہ سے حرام ہو اور جیسے قاضی نے گواہوں کے جھوٹے ہونے کو جان لیا، تو اصلاً قضاء نافذ نہ ہوگی، جیسے جھوٹی قسم سے فیصلہ (نافذ نہیں ہوتا ہے) جیسا کہ زیلعی اور فتح کی کتاب النکاح میں ہے۔

جھوٹی گواہی پر دیا گیا فیصلہ

وینفذ القضاء بشهادة الزور الخ: مدعی نے جھوٹی گواہی پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا، تو ایسی صورت میں شیء مملوکہ دو طرح کے ہوں گی، ایک یہ کہ اس کی ملکیت کا سبب معلوم ہوگا دوسری یہ کہ اس کی ملکیت کا سبب معلوم نہ ہوگا، اگر ایسی چیز ہے، جس کی ملکیت کا سبب معلوم ہے، تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً دونوں طرح سے نافذ ہوگی؛ البتہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف ظاہراً نافذ ہوگی نہ کہ باطناً، اس لیے کہ جھوٹ ظاہراً حجت ہے نہ کہ باطناً، لہٰذا قضاء بھی ایسے ہی نافذ ہوگی، اس لیے کہ فیصلہ دلیل کے مطابق نافذ ہوتی ہے، حضرت امام اعظمؒ کی دلیل مذکورہ بالا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس لیے کہ مذکورہ بالا فیصلہ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر ہوا تھا، جس کا علم نہیں ہو سکا تھا، تو اس عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ اس مرد سے آپ میرا نکاح دوبارہ کر دیجئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا مطالبہ ٹھکرا دیا، جس سے پتا چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ فیصلہ ظاہراً اور باطناً دونوں طرح سے نافذ تھا، اسی لیے انھوں نے عورت کے مطالبے پر دھیان نہیں دیا، اگر وہ فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا، تو وہ اس عورت کے مطالبے پر ضرور دھیان دیتے۔ "قال محمد رحمه الله في الاصل بلغنا عن علي كرم الله وجهه ان رجلا اقام عنده بينة على امرأة انه تزوجها فانكرت فقضا له بالمرأة فقالت انه لم يتزوجني فاما اذا قضيت علي فجدد نكاحي فقال لا اجدد نكاحك الشاهدان زوجاك" قال و بهذا نأخذ فلو لم ينعقد النكاح بينهما باطنا بالقضاء لما امتنع من تجديد العقد عند طلبها و رغبة الزوج فيها"۔ (ردالمحتار: ۸/۹۵)

(قَضَى فِي مُجْتَهَدٍ فِيهِ بِخِلَافِ رَأْيِهِ) أَيْ مَذْهَبِهِ مَجْمَعٌ وَابْنُ كَمَالٍ (لَا يَنْفُذُ مُطْلَقًا) نَاسِيًا أَوْ

عَامِدًا عِنْدَهُمَا وَالْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ (وَبِهِ يُفْتِي) مَجْمَعٌ وَوِقَايَةٌ وَمُلْتَقًى وَقِيلَ بِالنَّفَاذِ يُفْتَى. وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ قَضَى مَنْ لَيْسَ مُجْتَهِدًا كَحَنِيفَةِ زَمَانِنَا بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ عَامِدًا لَا يَنْفُذُ اتِّفَاقًا، وَكَذَا نَاسِيًا عِنْدَهُمَا وَلَوْ قَيَّدَهُ السُّلْطَانُ بِصَحِيحِ مَذْهَبِهِ كَزَمَانِنَا تَقَيَّدَ بِلَا خِلَافٍ لِكَوْنِهِ مَعْزُولًا عَنْهُ انْتَهَى، وَقَدْ غَيَّرْت بَيْتَ الْوَهْبَانِيَّةِ فَقُلْت:

وَلَوْ حَكَمَ الْقَاضِي بِحُكْمٍ مُخَالِفٍ ☆ لِمَذْهَبِهِ مَا صَحَّ أَصْلًا يُسَطَّرُ.

قُلْت: وَأَمَّا الْأَمِيرُ فَمَتَى صَادَفَ فَصْلًا مُجْتَهِدًا فِيهِ نَفَذَ أَمْرُهُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ عَنْ سِيَرِ التَّتَارْخَانِيَّةِ وَغَيْرِهَا فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: قاضی نے مجتہد فیہ مسئلے میں اپنی رائے یعنی اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا، جیسا کہ مجمع میں ہے اور ابن کمال نے صراحت کی ہے تو مطلقا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، خواہ بھولے سے یا جان بوجھ کر فیصلہ کرے صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ مجمع، وقایہ اور ملتقی میں ہے اور کہا گیا ہے کہ نفاذ پر فتویٰ دیا گیا ہے، شرنبلالیہ کی شرح الوہبانیہ میں ہے غیر مجتہد حنفی قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف جان بوجھ کر فیصلہ دیا، تو بالاتفاق اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، ایسے ہی بھول کر (دیا گیا فیصلہ) صاحبین کے نزدیک نافذ نہیں ہوگا، اور اگر سلطان نے قضاء کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا ہے، جیسے ہمارے زمانے میں تو قضاء بلا خلاف مقید ہوگی، مذہب کے خلاف کرنے کا اختیار نہ ہونے کی وجہ سے، بات پوری ہوئی، میں نے وہبانیہ کے شعر کو بدل دیا ہے، چناں چہ میں نے کہا: اگر قاضی اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے، تو فیصلہ اصلا صحیح نہیں ہے، اس کو لکھ کر رکھنا چاہیے، میں کہتا ہوں بہر حال امیر کا حکم تو جب مجتہد فیہ کے باب سے ملے گا تو اس کا حکم نافذ ہوگا، جیسا کہ ہم نے اس کو تاتارخانیہ کی کتاب السیر وغیرہ کے حوالے سے پہلے سے بیان کیا ہے، اسی کو یاد رکھنا چاہیے۔

قاضی اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دے

قضى في مجتهد فيه الخ: قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا خواہ جان کر دے یا بھولے سے مذہب کے خلاف فیصلہ ہو گیا، ان دونوں صورتوں میں حضرت امام اعظم کے نزدیک ایسا فیصلہ بھی نافذ ہو جائے گا، اس لیے کہ قاضی نے جو مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے، اس کو اس رائے پر یقینی نہیں تھا، اس لیے اس نے دوسری رائے قائم کر کے فیصلہ دیا، اس لیے اس کا فیصلہ نافذ ہوگا؛ لیکن حضرات صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، اس لیے کہ قاضی نے ایسا فیصلہ دیا ہے جو خود اس کی نظر میں غلط ہے، اس لیے اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے "وقال ابو یوسف و محمد رحمهما الله لا ینفذ لانه قضى بما هو خطأ عنده فيعمل به بزعمه قال المصنف و عليه الفتوى" (العناية مع الفتح: ۷/ ۳۰۵)، "والوجه في هذا الزمان ان يفتى بقولهما لان التارك لمذهبه عمدا لا يفعله الا لهوى باطل لا لقصد جميل و اما الناس فلان المقلد ما قلده الا ليحكم بمذهبه لا بمذهب غيره" (ردالمحتار: ۸/ ۹۸)

وَلَا يَقْضِي عَلَى غَائِبٍ وَلَا لَهُ أَيْ لَا يَصِحُّ بَلْ وَلَا يَنْفُذُ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ بَحْرٌ إلَّا بِحُضُورِ نَائِبِهِ أَيْ مَنْ يَقُومُ مَقَامَ الْغَائِبِ حَقِيقَةً كَوَكِيلِهِ وَوَصِيِّهِ وَمُتَوَلِّي الْوَقْفِ أَفَادَ بِالِاسْتِثْنَاءِ أَنَّ الْقَاضِيَ

إِنَّمَا يَحْكُمُ عَلَى الْغَائِبِ وَالْمَيِّتِ لَا عَلَى الْوَكِيلِ وَالْوَصِيِّ فَيَكْتُبُ فِي السِّجِلِّ أَنَّهُ حَكَمَ عَلَى الْمَيِّتِ وَعَلَى الْغَائِبِ بِحَضْرَةِ وَكِيلِهِ وَبِحَضْرَةِ وَصِيِّهِ، جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ، وَأَفَادَ بِالْكَافِ عَدَمَ الْحَصْرِ فَإِنَّ أَحَدَ الْوَرَثَةِ كَذَلِكَ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِينَ، وَكَذَا أَحَدُ شَرِيكَيِ الدَّيْنِ وَأَجْنَبِيٌّ بِيَدِهِ مَالُ الْيَتِيمِ وَبَعْضُ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِمْ أَيْ لَوِ الْوَقْفُ ثَابِتًا كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ أَوْ نَائِبُهُ شَرْعًا كَوَصِيٍّ نَصَّبَهُ الْقَاضِي خَرَجَ الْمُسَخَّرُ كَمَا سَيَجِيءُ أَوْ حُكْمًا بِأَنْ يَكُونَ مَا يَدَّعِي عَلَى الْغَائِبِ سَبَبًا لَا مَحَالَةَ، فَلَوْ شَرَى أَمَةً ثُمَّ ادَّعَى أَنَّ مَوْلَاهَا زَوَّجَهَا مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ وَأَرَادَ رَدَّهَا بِعَيْبِ الزَّوَاجِ لَمْ يُقْبَلْ لِاحْتِمَالِ أَنَّهُ طَلَّقَهَا وَزَالَ الْعَيْبُ، ابْنُ كَمَالٍ لِمَا يَدَّعِي عَلَى الْحَاضِرِ مِثَالُهُ كَمَا إِذَا ادَّعَى دَارًا فِي يَدِ رَجُلٍ وَبَرْهَنَ الْمُدَّعِي عَلَى ذِي الْيَدِ أَنَّهُ الْمُشْتَرِي الدَّارَ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ عَلَى ذِي الْيَدِ الْحَاضِرِ كَانَ ذَلِكَ حُكْمًا عَلَى الْغَائِبِ أَيْضًا حَتَّى لَوْ حَضَرَ وَأَنْكَرَ لَمْ يُعْتَبَرْ؛ لِأَنَّ الشِّرَاءَ مِنَ الْمَالِكِ سَبَبُ الْمِلْكِيَّةِ لَا مَحَالَةَ وَلَهُ صُوَرٌ كَثِيرَةٌ ذَكَرَ مِنْهَا فِي الْمُجْتَبَى تِسْعًا وَعِشْرِينَ.

ترجمہ: غائب کے خلاف فیصلہ نہ دے اور نہ ہی اس کے موافق، یعنی فیصلہ صحیح نہیں ہے؛ بل کہ مفتی بہ قول کے مطابق نافذ نہیں ہوگا، جیسا کہ بحر میں ہے؛ مگر اس کے نائب کی موجودگی میں یعنی جو غائب کی قائم مقامی کرے، (نائب حقیقتاً ہو) جیسے اس کا وکیل، وصی اور وقف کا متولی (مصنف علام نے وکیل ووصی کو) مستثنی کر کے یہ فائدہ پہنچایا کہ قاضی غائب اور میت پر حکم کرتا ہے، نہ کہ وکیل ووصی پر، لہٰذا قاضی رجسٹر میں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر فیصلہ دیا، اس کے وصی اور اس کے وکیل کی موجودگی میں، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے، اور مصنف علام نے کاف سے فائدہ پہنچایا (ان تین پر) منحصر نہ ہونے کا، اس لیے کہ وارثین میں سے ایک شخص باقی کی طرف سے خصم ہو جاتا ہے، اسی طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک اجنبی (خصم ہو جاتا ہے) جس کے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے اور جس کو وقف کیا ہے، ان میں سے کوئی باقی کی طرف سے (خصم ہو جاتا ہے) یعنی اگر وقف ثابت ہو، جیسا کہ کتاب الوقف میں گذر چکا ہے یا اس کے شرعاً نائب کی موجودگی میں جیسے وہ وصی جس کو قاضی نے متعین کیا ہو، اس سے مسخر نکل گیا، جیسا کہ آرہا ہے، یا حکماً نائب کے سامنے، اس طور پر کہ جس سبب کا غائب پر دعویٰ کیا گیا ہے وہ بلا احتمال سبب ہے، لہٰذا اگر کسی نے باندی خریدی، پھر اس نے دعویٰ کیا کہ مولیٰ نے اس کا نکاح فلاں غائب سے کر دیا ہے اور اس نے نکاح کے عیب کی وجہ سے اس باندی کو واپس کر دینے کا ارادہ کیا تو اس کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا اس احتمال کی وجہ سے کہ فلاں غائب نے اس کو طلاق دے دی ہے، جس کی وجہ سے عیب زائل ہو گیا جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے جب حاضر پر دعویٰ کرے، اس کی مثال جیسے دعویٰ کیا اس گھر کا جو کسی آدمی کے قبضے میں ہے اور مدعی نے صاحب قبضہ کے خلاف گواہ لا کر ثابت کر دیا کہ اس (مدعی) نے اس گھر کو فلاں غائب سے خریدا ہے، چناں چہ حاکم نے موجود صاحب قبضہ کے خلاف فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ حکماً غائب پر بھی (نافذ) ہوگا، حتی کہ اگر غائب نے حاضر ہو کر کہا کہ میں نے نہیں بیچا ہے تو معتبر نہ ہوگا اس لیے کہ مالک سے خریدنا لا محالہ ملکیت کا سبب ہے، اس کی بہت زیادہ صورتیں ہیں، ان میں سے مجتبیٰ میں انتیس ذکر کی ہیں۔

غائب کے خلاف فیصلہ دینا

لا یقضی علی غائب الخ: فریقین میں سے کوئی غائب ہو تو قاضی فیصلہ نہ کرے، اگر قاضی نے فیصلہ دے دیا تو ایسا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، ہاں اگر غائب فریق کی طرف سے کوئی ایسا آدمی ہے جو اسی کی قائم مقامی کر سکے تو اس صورت میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔

وَلَوْ كَانَ مَا يَدَّعِي عَلَى الْغَائِبِ شَرْطًا لِمَا يَدَّعِيهِ عَلَى الْحَاضِرِ كَمَا إِذَا ادَّعَى مَوْلَاهُ أَنَّهُ عَلَّقَ عِتْقَهُ بِتَطْلِيقِ زَوْجَةِ زَيْدٍ وَبَرْهَنَ عَلَى التَّطْلِيقِ بِغَيْبَةِ زَيْدٍ لَا يُقْبَلُ فِي الْأَصَحِّ إِذَا كَانَ فِيهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْغَائِبِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ كَمَا إِذَا عَلَّقَ طَلَاقَ امْرَأَتِهِ بِدُخُولِ زَيْدٍ الدَّارَ يُقْبَلُ لِعَدَمِ ضَرَرِ الْغَائِبِ. وَمِنْ حِيَلِ إِثْبَاتِ الْعِتْقِ عَلَى الْغَائِبِ أَنْ يَدَّعِيَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ أَنَّ الشَّاهِدَ عَبْدُ فُلَانٍ فَبَرْهَنَ الْمُدَّعِي أَنَّ مَالِكَهُ الْغَائِبَ أَعْتَقَهُ تُقْبَلُ وَمِنْ حِيَلِ الطَّلَاقِ حِيلَةُ الْكَفَالَةِ بِمَهْرِهَا مُعَلَّقَةً بِطَلَاقِهَا وَدَعْوَى كَفَالَتِهِ بِنَفَقَةِ الْعِدَّةِ مُعَلَّقَةً بِالطَّلَاقِ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ لَا يَزْنِيَ فَحِيلَتُهُ مَا فِي دَعْوَى الْبَزَّازِيَّةِ. ادَّعَى عَلَيْهَا أَنَّ زَوْجَهَا الْغَائِبَ طَلَّقَهَا وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَتَزَوَّجَهَا فَأَقَرَّتْ بِزَوْجِيَّةِ الْغَائِبِ وَأَنْكَرَتْ طَلَاقَهُ فَبَرْهَنَ عَلَيْهَا بِالطَّلَاقِ يَقْضِي عَلَيْهَا أَنَّهَا زَوْجَةُ الْحَاضِرِ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى إِعَادَةِ الْبَيِّنَةِ إِذَا حَضَرَ الْغَائِبُ.

ترجمہ: اور اگر غائب پر دعویٰ کیا ہے وہ شرط ہے اس دعویٰ کی جو حاضر پر کیا ہے، جیسا کہ غلام نے مولیٰ کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میری آزادی، زوجۂ زید کی تطلیق پر معلق کی ہے اور اس نے زید کی عدم موجودگی میں تطلیق پر گواہ قائم کر دیئے تو اصح قول کے مطابق قبول نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں غائب کے حق کو باطل کرنا ہے، لہٰذا اگر غائب کا حق باطل نہ ہو، جیسے جب اپنی بیوی کی طلاق کو زید کے گھر میں داخل ہونے پر معلق کیا تو قبول ہوگا، غائب کو نقصان نہ ہونے کی وجہ سے، غائب کے خلاف اثبات عتق کے حیلوں میں سے یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعویٰ کرے شاہد فلاں (غائب) کا غلام ہے، چناں چہ مدعی نے گواہ سے ثابت کر دیا کہ اس کے غائب مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو قبول ہوگا، طلاق کے حیلوں میں اس مہر کی کفالت کا حیلہ ہے، جو عورت کی طلاق پر معلق ہے، نفقۂ عدت کی کفالت کا دعویٰ طلاق پر معلق ہے اور جس شخص نے زنا نہ کرنے کا ارادہ کیا اس کا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ کسی عورت پر دعویٰ کیا کہ اس کے غائب شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہے اور اس کی عدت بھی پوری ہو چکی ہے اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا؛ لیکن عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کرتے ہوئے، طلاق کا انکار کیا، لیکن اس مرد نے گواہ سے طلاق کو ثابت کر دیا تو قاضی فیصلہ کرے کہ یہ حاضر کی بیوی ہے اور جب غائب آ جائے تو بینہ دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

دعویٰ غائب پر معلق ہو

و لو کان مایدعی علی الغائب الخ: مدعی نے موجود مدعیٰ علیہ پر ایسا دعویٰ کیا، تو کسی غائب پر معلق ہے، اس صورت میں اگر شخص غائب کا نقصان ہے، تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا؛ لیکن اگر ایسا دعویٰ ہے جس سے شخص غائب کو کوئی نقصان نہیں ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا، مثال ترجمہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وَلَوْ قَضَى عَلَى الْغَائِبِ بِلَا نَائِبٍ يَنْفُذُ فِي أَظْهَرِ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَصْحَابِنَا ذَكَرَهُ مُنْلَا خُسْرو فِي بَابِ خِيَارِ الْعَيْبِ وَقِيلَ لَا يَنْفُذُ وَرَجَّحَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَفِي الْمُنْيَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ وَمَجْمَعِ الْفَتَاوَى

وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَرَجَّحَ فِي الْفَتْحِ تَوَقُّفَهُ عَلَى إِمْضَاءِ قَاضٍ آخَرَ وَفِي الْبَحْرِ وَالْمُعْتَمَدُ أَنَّ الْقَضَاءَ عَلَى الْمُسَخَّرِ لَا يَجُوزُ إِلَّا لِضَرُورَةٍ وَهِيَ فِي خَمْسِ مَسَائِلَ اشْتَرَى بِالْخِيَارِ فَتَوَارَى اخْتَفَى الْمَكْفُولُ لَهُ. حَلَفَ لَيُوفِيَنَّهُ الْيَوْمَ فَتَغَيَّبَ الدَّائِنُ. جَعَلَ أَمْرَهَا بِيَدِهَا إِنْ لَمْ تَصِلْ نَفَقَتُهَا فَتَغَيَّبَ. الْخَامِسَةُ إِذَا تَوَارَى الْخَصْمُ فَالْمُتَأَخِّرُونَ أَنَّ الْقَاضِيَ يُنَصِّبُ وَكِيلًا فِي الْكُلِّ وَهُوَ قَوْلُ الثَّانِي خَانِيَّةٌ. قُلْت: وَنَقَلَ شُرَّاحُ الْوَهْبَانِيَّةِ عَنْ شَرْحِ أَدَبِ الْقَاضِي أَنَّهُ قَوْلُ الْكُلِّ وَأَنَّ الْقَاضِيَ يَخْتِمُ بَيْتَهُ مُدَّةً يَرَاهَا ثُمَّ يُنَصِّبُ الْوَكِيلَ.

ترجمہ: اور اگر قاضی نے غائب پر فیصلہ دیا بغیر نائب کے تو نافذ ہوگا احناف کے نزدیک اظہر الروایتین میں، جس کو ملا خسرو نے خیار العیب کے باب میں ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ نافذ نہیں ہوگا اس کو بہت لوگوں نے راجح قرار دیا ہے جیسا کہ منیہ، بزازیہ اور مجمع الفتاویٰ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اور فتح میں دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے، بحر میں ہے کہ معتمد یہ ہے کہ قضاء علی المسخر جائز نہیں ہے، مگر ضرورت کی بنیاد پر اور وہ پانچ مسائل ہیں: (۱) یہ کہ کسی نے شرط خیار پر خریدا؛ لیکن بائع چھپ گیا (۲) مکفول لہٗ غائب ہوگیا (۳) مدیون نے قسم کھائی کہ آج قرض ادا کر دوں گا؛ لیکن وہ غائب ہوگیا (۴) شوہر نے بیوی کو اس شرط پر طلاق کا اختیار دیا کہ اگر تجھے نفقہ نہ پہنچے؛ لیکن بیوی غائب ہوگئی (۵) خصم چھپ جائے تو متاخرین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ قاضی تمام صورتوں میں وکیل مقرر کرے، یہ حضرت امام ابو یوسف کا قول ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ وہبانیہ کے شارحین نے ادب القاضی کی شرح سے نقل کی ہے کہ یہ سب کا قول ہے، نیز قاضی اس کے گھر میں مہر لگوائے جتنے دنوں کی مناسب سمجھے، پھر وکیل متعین کرے۔

غائب پر دیا گیا فیصلہ

ولو قضی علی غائب بلا نائب الخ: اصحابِ فن نے اس عبارت کے دو مطلب لیے ہیں ایک یہ کہ اس عبارت سے اپنے مذہب کا حکم بیان کرنا مقصود ہے، اگر یہ مطلب ہے تو صحیح بات یہ ہے کہ اس قول پر فتویٰ نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ احناف کے یہاں بالاتفاق قضاء علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں ہوتی ہے۔ دوسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اس عبارت سے ان حضرات کے مذہب کا حکم بیان کیا گیا ہے جو لوگ قضاء علی الغائب بلا نائب کے قائل ہیں، یعنی جو لوگ قضی علی الغائب کے قائل ہیں، اگر قاضی غائب پر فیصلہ دے دے تو ان کے یہاں فیصلہ نافذ ہوگا کہ نہیں؟ ”و الحاصل انه لا خلاف عندنا فی عدم جواز القضاء علی الغائب و انما الخلاف فی انه لو قضی به من یری جوازه هل ینفذ بدون تنفیذ او لا بد من امضاء قاض آخر؟“ (رد المحتار: ۸/۱۰۶)

وِلَايَةُ بَيْعِ التَّرِكَةِ الْمُسْتَغْرَقَةِ بِالدَّيْنِ لِلْقَاضِي لَا لِلْوَرَثَةِ لِعَدَمِ مِلْكِهِمْ حَيْثُ كَانَ الدَّيْنُ لِغَيْرِهِمْ يُقْرِضُ الْقَاضِي مَالَ الْوَقْفِ وَالْغَائِبِ وَاللُّقَطَةِ وَالْيَتِيمِ مِنْ مَلِيءٍ مُؤْتَمَنٍ حَيْثُ لَا وَصِيَّ وَلَا مَنْ يَقْبَلُهُ مُضَارَبَةً وَلَا مُسْتَغِلًّا يَشْتَرِيهِ، وَلَهُ أَخْذُ الْمَالِ مِنْ أَبٍ مُبَذِّرٍ وَوَضْعُهُ عِنْدَ عَدْلٍ، قُنْيَةٌ وَيَكْتُبُ الصَّكَّ نَدْبًا لِيَحْفَظَهُ لَا يُقْرِضُ الْأَبُ وَلَوْ قَاضِيًا؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْضِي لِوَلَدِهِ وَ لَا الْوَصِيُّ وَلَا الْمُلْتَقِطُ فَإِنْ أَقْرَضُوا لِعَجْزِهِمْ عَنِ التَّحْصِيلِ بِخِلَافِ الْقَاضِي وَيُسْتَثْنَى إِقْرَاضُهُمْ

لِلضَّرُورَةِ كَحَرْقٍ وَنَهْبٍ فَيَجُوزُ اتِّفَاقًا بَحْرٌ وَمَتَى جَازَ لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَالْإِقْرَاضُ أَوْلَى وَلَوْ قَضَى بِالْجَوْرِ فَالْغُرْمُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ مُتَعَمِّدًا وَأَقَرَّ بِهِ أَيْ بِالْعَمْدِ وَلَوْ خَطَأً فَالْغُرْمُ عَلَى الْمَقْضِيِّ لَهُ دُرَرٌ وَفِي الْمِنَحِ مَعْزِيًّا لِلسِّرَاجِ قَالَ مُحَمَّدٌ: لَوْ قَالَ تَعَمَّدْتُ الْجَوْرَ انْعَزَلَ عَنْ الْقَضَاءِ وَفِيهِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ إِذَا غَلَبَ جَوْرُهُ وَرِشْوَتُهُ رُدَّتْ قَضَايَاهُ وَشَهَادَتُهُ

ترجمہ: مستغرق بالدین کا ترکہ بیچنے کی ولایت قاضی کو ہے نہ کہ وارثین کو، وارثین کو ملکیت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے، جب کہ دین دوسرے کا ہو، قاضی وقف، غائب، لقطہ اور یتیم کے مال کو امانت دار مال دار کو قرض دے، اس شرط کے ساتھ کہ نہ وصی ہو، نہ ایسا آدمی، جو مضاربت کے طور پر قبول کرے اور نہ مستغل ہو جس کو قاضی خرید لے، قاضی کو اختیار ہے فضول خرچ باپ سے مال لے کر کسی عادل کے پاس رکھنے کا، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اقرار نامہ لکھوانا مستحب ہے تا کہ قرض یاد رہے، باپ قرض نہ دے، اگرچہ قاضی ہو، اس لیے کہ اپنے لڑکے کے لیے فیصلہ نہیں دے سکتا ہے، نہ ہی وصی اور ملتقط قرض دے، یہ لوگ اگر قرض دیں گے تو ضامن ہوں گے، تحصیل سے عاجز ہونے کی وجہ سے، بخلاف قاضی کے اور جہاں ان کے قرض دینے کو مستثنیٰ کیا ہے وہ ضرورت کی وجہ سے ہے، جیسے جلنے اور لوٹ (کے خوف سے) لہذا بالاتفاق جائز ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، نیز ملتقط کے لیے صدقہ کر دینا جائز ہے، تو قرض دینا بدرجۂ اولیٰ (جائز ہے) قاضی نے جان بوجھ کر ناجائز فیصلہ کیا اور اس کا اقرار بھی کیا تو تاوان قاضی پر ہے اس کے مال سے اور اگر غلطی سے ناجائز فیصلہ ہو گیا ہے تو تاوان اس پر ہے جس کے حق میں فیصلہ دیا ہے جیسا کہ درر میں ہے، منح میں سراج کے حوالے سے ہے کہ امام محمد نے کہا اگر قاضی کہے کہ میں نے جان بوجھ کر ظلم کیا ہے تو قضاء سے معزول ہو جائے گا، اس میں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور اس کی رشوت غالب ہو جائے تو اس کی قضاء اور شہادت مردود ہے۔

ترکہ میں قاضی کا اختیار

ولایة بیع الترکة الخ: میت پہ قرض ترکہ سے زیادہ ہے اور وارثین میں قرض کی ادائیگی پر اتفاق نہیں ہو سکا، ایسی صورت میں قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ترکہ بیچ کر قرضہ خواہوں کو قرض ادا کر دے؛ لیکن اگر وارثین خود قرض ادا کرنے کے لیے تیار ہیں تو پھر ترکہ فروخت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فُرُوعٌ: الْقَضَاءُ مُظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ وَيَتَخَصَّصُ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ وَخُصُومَةٍ حَتَّى لَوْ أَمَرَ السُّلْطَانُ بَعْدَ سَمَاعِ الدَّعْوَى بَعْدَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً فَسَمِعَهَا لَمْ يَنْفُذْ. قُلْت: فَلَا تُسْمَعُ الْآنَ بَعْدَهَا إِلَّا بِأَمْرٍ إِلَّا فِي الْوَقْفِ وَالْإِرْثِ وَوُجُودِ عُذْرٍ شَرْعِيٍّ وَبِهِ أَفْتَى الْمُفْتِي أَبُو السُّعُودِ فَلْيُحْفَظْ أَمْرُ السُّلْطَانِ إِنَّمَا يَنْفُذُ إِذَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَإِلَّا فَلَا أَشْبَاهٌ مِنْ الْقَاعِدَةِ الْخَامِسَةِ وَفَوَائِدَ شَتَّى، فَلَوْ أَمَرَ قُضَاتَهُ بِتَحْلِيفِ الشُّهُودِ وَجَبَ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ يَنْصَحُوهُ وَيَقُولُوا لَهُ لَا تُكَلِّفْ قُضَاتَكَ إِلَى أَمْرٍ يَلْزَمُ مِنْهُ سُخْطُكَ أَوْ سُخْطُ الْخَالِقِ تَعَالَى. قَضَاءُ الْبَاشَا وَكِتَابُهُ إِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ قَاضٍ مُوَلًّى مِنْ السُّلْطَانِ. الْحَاكِمُ كَالْقَاضِي إِلَّا فِي أَرْبَعَ عَشْرَةَ مَسْأَلَةً ذَكَرْنَاهَا فِي شَرْحِ الْكَنْزِ يَعْنِي فِي الْبَحْرِ.

ترجمہ: قضاء ظاہر کرنے والی ہے نہ کہ ثابت کرنے والی، قضاء زمان، مکان اور خصومت کے ساتھ خاص ہے، یہاں

تک کہ اگر سلطان نے پندرہ سال کے بعد دعویٰ نہ سننے کا حکم کیا، لیکن قاضی نے سن لیا تو نافذ نہ ہوگا، میں کہتا ہوں اب پندرہ سال بعد دعویٰ نہ سنے مگر سلطان کے حکم سے، مگر وقف، ارث اور عذر شرعی پائے جانے کی صورت میں، مفتی ابوالسعود نے اسی کا فتویٰ دیا ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، سلطان کا حکم اس صورت میں نافذ ہوگا جب شریعت کے موافق ہو، ورنہ نافذ نہ ہوگا، جیسا کہ اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتی میں ہے، اگر سلطان قاضیوں کو گواہوں سے قسم لینے کا حکم کرے، تو علماء پر واجب ہے کہ سلطان کو نصیحت کرے اور کہے کہ آپ اپنے قاضیوں کو ایسی بات پر مجبور نہ کیجئے کہ جس سے آپ کی یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لازم آئے، باشا کا فیصلہ اور قاضی کی طرف اس کا خط جائز ہے، اگر سلطان کی طرف سے قاضی، قاضی متعین نہ ہو، اور پنچ قاضی کی طرح ہے، مگر چودہ مسئلوں میں، جن کو ہم نے کنز کی شرح یعنی بحر میں ذکر کیا ہے۔

قضاء کی حیثیت

القضاء مظهر لا مثبت: حق تو پہلے سے ثابت ہوتا ہے، لہذا قضاء کے ذریعے سے اس حق کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بل کہ قضاء کے ذریعے اس حق کو ظاہر کر دینا ہے۔

وَفِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ مِنْ جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ الْقَاضِي بِتَأْخِيرِ الْحُكْمِ يَأْثَمُ وَيُعَزَّرُ وَيُعْزَلُ وَفِي الْأَشْبَاهِ لَا يَجُوزُ لِلْقَاضِي تَأْخِيرُ الْحُكْمِ بَعْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: لِرِيبَةٍ، وَلِرَجَاءِ صُلْحِ أَقَارِبَ وَإِذَا اسْتَمْهَلَ الْمُدَّعِي. لَا يَصِحُّ رُجُوعُهُ عَنْ قَضَائِهِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ لَوْ بِعِلْمِهِ أَوْ ظَهَرَ خَطَؤُهُ أَوْ بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ. فِعْلُ الْقَاضِي حُكْمٌ، فَلَوْ زَوَّجَ الْيَتِيمَةَ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ ابْنِهِ لَمْ يَجُزْ. إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ: إِذَا أَذِنَ الْوَلِيُّ لِلْقَاضِي بِتَزْوِيجِهَا كَانَ وَكِيلًا، وَإِذَا أَعْطَى فَقِيرًا مِنْ وَقْفِ الْفُقَرَاءِ كَانَ لَهُ إِعْطَاءُ غَيْرِهِ أَمْرُ الْقَاضِي حُكْمٌ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ الْوَقْفِ الْمَذْكُورَةِ فَأَمْرُهُ فَتْوَى فَلَوْ صَرَفَ بِغَيْرِهِ صَحَّ الْقَاضِي يُحَلِّفُ غَرِيمَ الْمَيِّتِ وَلَوْ أَقَرَّ بِهِ الْمَرِيضُ لَا يُقْبَلُ قَوْلُ أَمِينِ الْقَاضِي أَنَّهُ حَلَّفَ الْمُخَدَّرَةَ إِلَّا بِشَاهِدَيْنِ. مَنْ اعْتَمَدَ عَلَى أَمْرِ الْقَاضِي الَّذِي لَيْسَ بِشَرْعِيٍّ لَمْ يَخْرُجْ عَنْ الْعُهْدَةِ اهـ وَقَدَّمْنَا فِي الْوَقْفِ عَنْ الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ مَعْزِيًّا لِلْمَبْسُوطِ أَنَّ لِلسُّلْطَانِ مُخَالَفَةَ شَرْطِ الْوَاقِفِ لَوْ غَالِبُهُ قُرًى وَمَزَارِعَ، وَأَنَّهُ يَعْمَلُ بِأَمْرِهِ وَإِنْ غَايَرَ الشَّرْطَ فَلْيُحْفَظْ. قُلْت: وَأَجَابَ صُنْعِي أَفَنْدِي بِأَنَّهُ مَتَى كَانَ فِي الْوَقْفِ سَعَةٌ وَلَمْ يُقَصِّرْ فِي أَدَاءِ خِدْمَتِهِ لَا يُمْنَعُ فَتَنَبَّهْ وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ يُحْبَسُ الْوَلِيُّ بِدَيْنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يُوفِيَهُ أَوْ يَظْهَرَ فَقْرُ الصَّغِيرِ قُلْت: لَكِنْ قَدَّمَ شَارِحُهَا عَنْ قَاضِي خَانْ أَنَّ الْحُرَّ وَالْعَبْدَ وَالْبَالِغَ وَالصَّبِيَّ فِي الْحَبْسِ سَوَاءٌ فَيُتَأَمَّلُ نَفْيُهُ هُنَا قَالَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ، قَالَ: وَلَيْسَ لِلْقَاضِي الْبَيْعُ مَعَ وُجُودِ أَبٍ أَوْ وَصِيٍّ وَهِيَ فَائِدَةٌ حَسَنَةٌ. قُلْت: وَفِي الْقُنْيَةِ وَمَتَى بَاعَا فَلِلْقَاضِي نَقْضُهُ لَوْ أَصْلَحَ كَمَا نَظَمَهُ الشَّارِحُ فَضَمَمْته لِلْمَتْنِ مُغَيِّرًا لِبَعْضِهِ فَقُلْت:

وَيُنْقَضُ بَيْعٌ مِنْ أَبٍ أَوْ وَصِيِّهِ ... وَلَوْ مُصْلِحًا وَالْأَصْلَحُ النَّقْضُ يُسْطَرُ

وَيُحْبَسُ فِي دَيْنٍ عَلَى الطِّفْلِ وَالِدٌ ... وَصِيٌّ وَلِلتَّأْدِيبِ بَعْضٌ يُصَوِّرُ

وَفِي الدَّيْنِ لَمْ يُحْبَسْ أَبٌ وَمُكَاتَبٌ وَعَبْدٌ لِمَوْلَاهُ كَعَكْسٍ وَمُعْسِرُ

نَعَمْ لَوْ كَانَ الْعَبْدُ مَدْيُونًا يُحْبَسُ الْمَوْلَى بِدَيْنِهِ؛ لِأَنَّهُ لِلْغُرَمَاءِ، وَكَذَا يُحْبَسُ بِدَيْنِ مُكَاتَبَهُ إِلَّا فِيمَا كَانَ مِنْ حَبْسِ الْكِتَابَةِ فَفِي عَتَاقِ الْوَهْبَانِيَّةِ:

وَفِي غَيْرِ جِنْسِ الْحَقِّ يَحْبِسُ سَيِّدًا مُكَاتَبُهُ وَالْعَبْدُ فِيهَا مُخَيَّرُ

وَفِي حَجْرِهَا يُحْبَسُ ذُو الْكُتُبِ الصِّحَاحِ الْمُحَرِّرِ عَلَى الدَّيْنِ إِذْ بِالْكُتُبِ مَا هُوَ مُعْسِرُ

ترجمہ: جامع الفصولین کی پہلی فصل میں ہے کہ قاضی فیصلے کو مؤخر کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے، نیز اس کو معزول کرنے کی سزا دی جائے، اشباہ میں ہے کہ قضاء کی شرائط پائی جانے کے بعد قاضی کے لیے فیصلہ مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، مگر تین مسئلوں میں (۱) شک کی وجہ سے (۲) اقارب کے صلح کرنے کی امید سے (۳) مدعی کے مہلت چاہنے کی امید سے، قاضی کے لیے فیصلہ سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، مگر تین صورتوں میں: اگر فیصلہ کیا اپنی جانکاری کی بنیاد پر، یا غلطی ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا، قاضی کا فعل حکم ہے، لہذا اگر وہ یتیم بچی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے لڑکے سے کرلیا تو جائز نہیں ہے، مگر دو مسئلوں میں: (۱) جب ولی قاضی کو یتیم بچی کا نکاح کرنے کی اجازت دیدے، تو قاضی وکیل ہوگا (۲) جب قاضی نے فقراء کے وقف (کے مال) میں سے کسی فقیر کو دیا تو اس فقیر کو جائز ہے کہ دوسرے کو دے؛ (البتہ دوسرا قاضی اس حکم کو توڑ دے گا) قاضی کا امر حکم ہے، مگر وقف کے مذکور مسئلے میں، اس لیے کہ اس کا امر فتویٰ ہے، لہذا اگر دوسرے کے لیے خرچ کرے تو صحیح ہے، قاضی میت کے قرض خواہوں سے قسم لے گا، اگرچہ میت نے مرض الموت میں اقرار کیا تھا، قاضی کے امین کا یہ قول مقبول نہیں ہوگا کہ اس نے پردہ نشین سے قسم لی ہے، مگر دو گواہوں کے ذریعے، جس شخص نے قاضی کے اس حکم پر اعتماد حاصل کیا جو غیر شرعی ہے تو بری الذمہ نہیں ہوگا، بات پوری ہوئی، ہم نے کتاب الوقف میں منظومہ محبیہ سے مبسوط کے حوالے سے نقل کی ہے کہ سلطان کو واقف کی شرط کی مخالفت کرنے کا حق ہے، اگر وقف کی جائداد دیہات میں اور قابل کاشت ہو، نیز سلطان کے حکم پر عمل کیا جائے، اگرچہ واقف کی شرط بدل جائے، اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں، جواب دیا صنعی افندی نے اس طور پر کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور ملازمین امور مفوضہ کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرے، تو ممنوع نہیں ہے، لہذا آگاہ رہنا چاہیے، وہبانیہ میں ہے کہ ولی کو صغیر کے دین کے عوض قید کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ادا کردے یا صغیر کی محتاجگی ظاہر کرے، میں کہتا ہوں: لیکن وہبانیہ کے شارح (عبدالبر) نے قاضی خاں کے حوالے سے پہلے ذکر کیا ہے آزاد، غلام، بالغ اور صبی قید میں برابر ہیں، اس لیے غور کرنا چاہیے، یہاں نفی کا قول شرنبلالیہ کا ہے، شرنبلالی نے کہا باپ اور وصی کی موجودگی میں قاضی کو بیع کا حق نہیں ہے اور یہ اچھا فائدہ ہے، یہ مسئلہ قنیہ میں ہے، جب باپ اور وصی نے بیچا، تو قاضی کو بیع توڑنے کا حق ہے، اگر بیع کا توڑنا اصلح ہو، جیسا کہ وہبانیہ کے شارح نے اس کو نظم کیا ہے، لہذا ہم نے بعض الفاظ بدل کر متن میں ملا دیا اور یوں کہا، باپ اور وصی کی بیع توڑی جائے اگرچہ یہ دونوں مصلح ہو، اس لیے کہ توڑنا اصلح ہے، جیسا کہ لکھا ہوا ہے، بچے کے دین کی وجہ سے باپ اور وصی کو قید کیا جائے اور تادیب کے لیے بچے کو بعض کے نزدیک، دین کی وجہ سے باپ، مکاتب وغلام اپنے مولی کے دین کی وجہ سے اور اس کا الٹا اور مفلس مدیون؛ البتہ اگر غلام دوسرے کا مدیون ہو تو اس کے دین کی وجہ سے مولیٰ محبوس ہوگا، اس لیے کہ غلام کی کمائی میں غرماء کا حق ہے (جسے وہ

لے لیں) ایسے ہی مولیٰ مکاتب غلام کے دین کی وجہ سے محبوس ہوگا الا یہ کہ وہ دین جنس کتابت سے ہو، وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے کہ کتابت کی جنس کے علاوہ میں مکاتب کے قرض کی وجہ سے مولیٰ مقید ہوگا اور کتابت میں غلام کو اختیار ہوگا، وہبانیہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ صحیح کتابوں کا کاتب دین کی وجہ سے محبوس ہوگا، اس لیے کہ کتابوں کی وجہ سے وہ تنگ دست نہیں ہے۔

اسلامی عدالت کی خصوصیت

و فی الفصل الاول من جامع الخ: اسلامی عدالت کی خصوصیت میں سے یہ ہے کہ وہاں فیصلے میں تاخیر نہیں ہے، چناں چہ قاضی کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ جلد از جلد مقدمات کو فیصل کر دے اور خواہ مخواہ تاریخ پہ تاریخ دے کر فریقین کو پریشان نہ کرے؛ البتہ تین صورتیں ہیں، جن کی بنیاد پر قاضی فیصلے کو مؤخر کرسکتا ہے: (۱) ایک یہ کہ قاضی کو گواہوں پر شک ہو (۲) دوسرا یہ کہ فریقین میں صلح کی امید ہو (۳) یہ کہ مدعی ہی مہلت طلب کرے تو ان صورتوں میں قاضی فیصلے کو مؤخر کرسکتا ہے۔

بَابُ التَّحْكِيمِ

هُوَ لُغَةً: جَعْلُ الْحُكْمِ فِيمَا لَكَ لِغَيْرِكَ. وَعُرْفًا: تَوْلِيَةُ الْخَصْمَيْنِ حَاكِمًا يَحْكُمُ بَيْنَهُمَا،

ترجمہ: وہ لغت میں مال کے معاملے میں حکم کو دوسرے کے حوالے کرنا ہے اور عرفاً خصمین کا حکم متعین کرنا، تاکہ وہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

لغوی معنی: ھو لغة جعل الحکم الخ: تحکیم کے لغوی معنی کسی کو فیصلہ کرنے کے لیے متعین کرنا۔

اصطلاحی معنی: وعرفا تولیة الخ: خصمین کا کسی شخص کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے حاکم مقرر کرنے کا نام تحکیم ہے۔

وَرُكْنُهُ لَفْظُهُ الدَّالُّ عَلَيْهِ مَعَ قَبُولِ الْآخَرِ ذَلِكَ وَشَرْطُهُ مِنْ جِهَةِ الْمُحَكِّمِ بِالْكَسْرِ الْعَقْلُ لَا الْحُرِّيَّةُ وَالْإِسْلَامُ فَصَحَّ تَحْكِيمُ ذِمِّيٍّ ذِمِّيًّا وَ شَرْطُهُ مِنْ جِهَةِ الْحَكَمِ بِالْفَتْحِ صَلَاحِيَّتُهُ لِلْقَضَاءِ كَمَا مَرَّ وَيُشْتَرَطُ الْأَهْلِيَّةُ الْمَذْكُورَةُ وَقْتَهُ أَيِ التَّحْكِيمِ وَوَقْتَ الْحُكْمِ جَمِيعًا، فَلَوْ حَكَّمَا عَبْدًا فَعَتَقَ أَوْ صَبِيًّا فَبَلَغَ أَوْ ذِمِّيًّا فَأَسْلَمَ ثُمَّ حَكَمَ لَا يَنْفُذُ كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِي مُقَلَّدٍ بِفَتْحِ اللَّامِ مُشَدَّدَةً بِخِلَافِ الشَّهَادَةِ وَقَدَّمْنَا أَنَّهُ لَوِ اسْتُقْضِيَ الْعَبْدُ ثُمَّ عَتَقَ فَقَضَى صَحَّ وَعَزَاهُ سَعْدِيُّ أَفَنْدِي لِلْمُبْتَغَى.

ترجمہ: اس کا رکن وہ لفظ ہے جو تحکیم پر دلالت کرے، دوسرے کے قبول کرنے کی شرط کے ساتھ، تحکیم کی طرف سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو، نہ کہ آزاد اور مسلمان (آزادی اور اسلام شرط نہیں ہے) لہذا ذمی کو ذمی کے لیے حکم بنانا صحیح ہے، اور محکم کی طرف سے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ قضاء کی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ گذر چکا ہے، اہلیت مذکورہ تحکیم اور فیصلہ دونوں وقتوں میں شرط ہے، لہذا اگر دونوں نے غلام کو حکم بنایا پھر وہ آزاد ہوگیا یا بچے کو حکم بنایا پھر وہ بالغ ہوگیا یا ذمی کو حکم بنایا پھر اس نے اسلام قبول کیا اور فیصلہ دیا تو فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، جیسا کہ قاضی مقرر کرنے میں یہی حکم ہے، بخلاف شہادت کے، ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اگر غلام کو قاضی بنایا اور اس نے آزاد ہو کر فیصلہ دیا، تو فیصلہ صحیح ہے، سعدی افندی نے اس قول کو مجتبیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

تحکیم کا رکن

ورکنه لفظ الدال علیه الخ: کسی شخص کو حکم بنانے کا رکن یہ ہے کہ حکم بناتے وقت ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو تحکیم پر دلالت کرے نیز دوسرا راضی ہو۔

حکم بنانے والے کے لیے شرط

وشرطه من جهة المحکِم الخ: حکم بنانے والے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ عقل مند ہو، اس کا آزاد یا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے، اس لیے کہ بعض مرتبہ عبد ماذون، مکاتب اور ذمی کو اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ وہ کسی کو حکم بنائیں اگر یہ لوگ کسی کو حکم بنالیں تو حکم بنانا صحیح ہے۔

حکم کے لیے شرط

وشرطه من جهة المحکم: جس شخص کو حکم بنایا جا رہا ہے، اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، بل کہ حکم کی شرطیں سخت ہیں، اس لیے کہ اگر کسی غلام یا کافر کو قاضی بنا دیا اور ان دونوں نے آزادی یا اسلام قبول کرنے کے بعد فیصلہ دیا، تو وہ فیصلہ نافذ ہے؛ لیکن حکم غلام کا فیصلہ آزادی کے بعد بھی نافذ نہیں ہے

"وهل تجری هذه الروایة فی المحکم؟ لم اره والظاهر لا" (ردالمحتار: ۸/۱۲۶)

حَكَّمَا رَجُلًا مَعْلُومًا إِذْ لَوْ حَكَّمَا أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ لَمْ يَجُزْ إِجْمَاعًا لِلْجَهَالَةِ فَحَكَمَ بَيْنَهُمَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ إِقْرَارٍ أَوْ نُكُولٍ وَرَضِيَا بِحُكْمِهِ صَحَّ لَوْ فِي غَيْرِ حَدٍّ وَقَوَدٍ وَدِيَةٍ عَلَى عَاقِلَةٍ الْأَصْلُ أَنَّ حُكْمَ الْمُحَكَّمِ بِمَنْزِلَةِ الصُّلْحِ وَهَذِهِ لَا تَجُوزُ بِالصُّلْحِ فَلَا تَجُوزُ بِالتَّحْكِيمِ

ترجمہ: دونوں نے شخص معلوم کو حکم بنایا، اس لیے کہ اگر (اس طور پر) حکم بنایا کہ جو شخص پہلے مسجد میں داخل ہوگا تو جائز نہیں ہے جہالت کی وجہ سے، چناں چہ حکم (معلوم) نے ان دونوں کے درمیان بینہ، اقرار یا انکار کی بنیاد پر فیصلہ دیا اور وہ دونوں اس حکم سے راضی ہو گئے، تو فیصلہ صحیح ہے، اگر فیصلہ حد، قصاص اور دیت علی عاقلہ کے علاوہ میں ہو، قاعدہ یہ ہے کہ محکم صلح کے درجے میں ہے اور یہ تینوں چیزیں صلح سے جاری نہیں ہوتی ہیں، لہٰذا تحکیم جائز نہیں ہے۔

حکم بنانے کا طریقہ

حکما رجلا معلوما الخ: حکم بناتے وقت اس کا خیال رہے کہ کسی شخص معلوم کو حکم بنائے، مجہول آدمی کو حکم نہ بنائے، جیسے اس طرح کہے کہ جو شخص پہلے مسجد میں داخل ہوگا وہ حکم ہے۔

وَيَنْفَرِدُ أَحَدُهُمَا بِنَقْضِهِ أَيْ التَّحْكِيمِ بَعْدَ وُقُوعِهِ كَمَا يَنْفَرِدُ أَحَدُ الْعَاقِدَيْنِ فِي مُضَارَبَةٍ وَشِرْكَةٍ وَوَكَالَةٍ بِلَا الْتِمَاسِ طَالِبٍ فَإِنْ حَكَمَ لَزِمَهُمَا وَلَا يَبْطُلُ حُكْمُهُ بِعَزْلِهِمَا لِصُدُورِهِ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ وَ لَا يَتَعَدَّى حُكْمُهُ إِلَى غَيْرِهِمَا إِلَّا فِي مَسْأَلَةٍ مَا لَوْ حَكَّمَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ وَغَرِيمٌ لَهُ رَجُلًا فَحَكَمَ بَيْنَهُمَا وَأَلْزَمَ الشَّرِيكَ تَعَدَّى لِلشَّرِيكِ الْغَائِبِ لِأَنَّ حُكْمَهُ كَالصُّلْحِ بَحْرٌ فَلَوْ حَكَّمَاهُ فِي عَيْبِ مَبِيعٍ فَقَضَى بِرَدِّهِ لَيْسَ لِلْبَائِعِ رَدُّهُ عَلَى بَائِعِهِ إِلَّا بِرِضَا الْبَائِعِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي وَالْمُشْتَرِي بِتَحْكِيمِهِ فَتْحٌ ثُمَّ اسْتِثْنَاءُ الثَّلَاثَةِ يُفِيدُ صِحَّةَ التَّحْكِيمِ فِي كُلِّ الْمُجْتَهَدَاتِ كَحُكْمِهِ بِكَوْنِ الْكِنَايَاتِ رَوَاجِعَ وَفَسْخِ الْيَمِينِ الْمُضَافَةِ إِلَى الْمِلْكِ وَغَيْرِ ذَلِكَ لَكِنْ هَذَا مِمَّا يُعْلَمُ وَيُكْتَمُ وَظَاهِرُ الْهِدَايَةِ أَنَّهُ يُجِيبُ بِلَا يَحِلُّ فَتَأَمَّلْ.

ترجمہ: تحکیم واقع ہونے کے بعد فریقین میں ایک کو تحکیم توڑنے کا حق ہے، جیسے بیع مضاربت، شرکت اور وکالت میں

طالب کو کہے بغیر ایک کو توڑنے کا حق ہے، اگر حکم نے فیصلہ کیا، تو ان دونوں پر ماننا لازم ہے، اس لیے کہ حکم کا حکم ان دونوں کے معزول کرنے سے باطل نہیں ہوتا ہے، ولایت شرعی کی بنیاد پر حکم صادر ہونے کی وجہ سے حکم کا حکم ان دونوں کے علاوہ کی طرف متعدی نہیں ہوگا، مگر ایک مسئلے میں، جیسے شریکین میں سے ایک اور قرض خواہ نے کسی آدمی کو حکم بنایا، چناں چہ اس حکم نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور شریک پر کچھ مال لازم کیا، تو یہ حکم شریک غائب کی طرف بھی متعدی ہوگا، اس لیے کہ اس کا حکم صلح کی طرح ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، اگر بائع ثانی اور مشتری نے مبیع میں عیب ہونے کی بنیاد پر کسی کو حکم بنایا اور اس نے مبیع واپس کر دینے کا فیصلہ کیا تو بائع ثانی کو حق نہیں ہے کہ بائع اول کو واپس کر دے، مگر بائع اول، بائع ثانی اور مشتری کے اس شخص کی تحکیم پر راضی ہونے کی صورت میں، جیسا کہ فتح میں ہے، پھر تین (حد، قصاص اور دیت علی العاقلہ) کے استثناء سے تمام مجتہدات میں تحکیم کی صحت کا فائدہ دیتا ہے، جیسے کنایات کے رجعی ہونے اور وہ یمین جو ملک کی طرف مضاف ہو اس کے فسخ ہونے کا حکم اور ان کے علاوہ؛ لیکن اس کو جان لیجئے اور چھپا دیجئے، اور ہدایہ کا ظاہر یہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ تحکیم جائز نہیں ہے۔

حکم کو معزول کرنے کا حق

وینفرد احدھما الخ: حکم بنانے کے بعد فریقین میں سے کوئی اگر حکم کو معزول کر دے، تو حکم معزول ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ ابھی حکم نے فیصلہ نہیں کیا ہے؛ لیکن اگر معزول ہونے سے پہلے پہلے حکم فیصلہ دے دے تو اس فیصلے کو ماننا فریقین پر لازم ہے۔

وَصَحَّ إِخْبَارُهُ بِإِقْرَارِ أَحَدِ الْخَصْمَيْنِ وَبِعَدَالَةِ الشَّاهِدِ حَالَ وِلَايَتِهِ أَيْ بَقَاءِ تَحْكِيمِهِمَا لَا يَصِحُّ إِخْبَارُهُ بِحُكْمِهِ لِانْقِضَاءِ وِلَايَتِهِ. وَلَا يَصِحُّ حُكْمُهُ لِأَبَوَيْهِ وَوَلَدِهِ وَزَوْجَتِهِ كَحُكْمِ الْقَاضِي بِخِلَافِ حُكْمِهِمَا أَيِ الْقَاضِي وَالْمُحَكَّمِ عَلَيْهِمْ حَيْثُ يَصِحُّ كَالشَّهَادَةِ حَكَمَا رَجُلَيْنِ فَلَا بُدَّ مِنِ اجْتِمَاعِهِمَا عَلَى الْمَحْكُومِ بِهِ. وَيُمْضِي الْقَاضِي حُكْمَهُ إِنْ وَافَقَ مَذْهَبَهُ وَإِلَّا أَبْطَلَهُ لِأَنَّ حُكْمَهُ لَا يَرْفَعُ خِلَافًا وَلَيْسَ لَهُ لِلْمُحَكَّمِ تَفْوِيضُ التَّحْكِيمِ إِلَى غَيْرِهِ وَحُكْمُهُ بِالْوَقْفِ لَا يَرْفَعُ خِلَافًا عَلَى الصَّحِيحِ خَانِيَةٌ فَلَوْ رَفَعَ إِلَى مُوَافِقٍ لِمَذْهَبِهِ حَكَمَ ابْتِدَاءً بِلُزُومِهِ بِشَرْطِهِ وَلَا يُمْضِيهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ مُعْتَبَرًا. وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ كَالْقَاضِي إِلَّا فِي مَسَائِلَ عُدَّ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْهَا لَوِ ارْتَدَّ انْعَزَلَ فَإِذَا أَسْلَمَ احْتَاجَ لِتَحْكِيمٍ جَدِيدٍ بِخِلَافِ الْقَاضِي وَمِنْهَا لَوْ رَدَّ الشَّهَادَةَ لِتُهْمَةٍ فَلِغَيْرِهِ قَبُولُهَا وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يَلِيَ الْحَبْسَ وَلَمْ أَرَهُ وَكَذَا لَمْ أَرَ حُكْمَ قَبُولِهِ الْهَدِيَّةَ وَيَنْبَغِي أَنْ تَجُوزَ إِنْ أَهْدَى إِلَيْهِ وَقْتَ التَّحْكِيمِ.

ترجمہ: صحیح ہے اس کا خبر دینا احد الخصمین کے اقرار کا اور شاہد کی عدالت کا، اس کی ولایت کی حالت میں یعنی اس کی حکمیت باقی رہنے کے ساتھ اور اس کی حکمیت ختم ہونے کے بعد اخبار نہیں ہے، حکم کا فیصلہ والدین، اولاد اور اپنی بیوی کے حق میں صحیح نہیں ہے، قاضی کے فیصلے کی طرح، بخلاف ان دونوں یعنی قاضی اور حکم کا فیصلہ ان کے خلاف، تو صحیح ہے جیسے گواہی، فریقین نے دو آدمی کو حکم بنایا تو دونوں کا محکوم بہ پر جمع ہونا ضروری ہے، حکم کا فیصلہ مذہب کے مطابق ہو، تو قاضی اس فیصلے کو باقی رکھے ورنہ باطل کر دے، اس لیے کہ حکم کا فیصلہ مجتہدین کے اختلاف کا رافع نہیں ہے، حکم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ تحکیم اپنے علاوہ کسی دوسرے

کے حوالے کردے، حکم کا لزوم وقف کا فیصلہ کرنا، صحیح قول کے مطابق اختلاف کے لیے رافع نہیں ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، اور اگر محکم کے فیصلے کا مرافعہ ہوا ایسے قاضی کے پاس جس کے مذہب کے مطابق فیصلہ ہوا ہے تو از سر نو لزوم وقف کا فیصلہ کرے اس کی شرائط کے مطابق، پہلے فیصلے کو جاری نہ کردے، اس لیے کہ فیصلۂ اول معتبر واقع نہیں ہوا ہے۔ خلاصہ یہ کہ محکم قاضی کی طرح ہے مگر چند مسائل میں جن کی تعداد بحر میں سترہ شمار کرائی ہے (۱) اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو جائے گا، لہٰذا پھر اگر مسلمان ہو جائے، تو تحکیم جدید کا محتاج ہوگا، بخلاف قاضی کے (۲) ان میں سے اگر محکم تہمت کی وجہ سے شہادت کا رد کرے تو دوسرے کو قبول کرنے کا حق ہے (۳) مناسب یہ ہے کہ محکم حبس کا متولی نہ ہو، میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا ہے، ایسے ہی ہدیہ قبول کرنے کا حکم نہیں دیکھا، مناسب یہ ہے کہ تحکیم کے وقت اس کو ہدیہ نہ دیا جائے۔

محکم کی اہمیت

وصح اخبارہ الخ: محکم کو شرعاً چوں کہ ولایت کا درجہ حاصل ہے، اس لیے اس کے تنہا کی خبر معتبر ہوگی؛ البتہ اگر وقت حکمیت ختم ہو جائے تو اب وہ رعایا کے درجے میں آ گیا اب اس کی تنہا کی خبر معتبر نہ ہوگی۔

بَابُ كِتَابِ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي وَغَيْرِهِ

أَرَادَ بِغَيْرِهِ قَوْلَهُ وَالْمَرْأَةُ تَقْضِي إِلَخْ الْقَاضِي يَكْتُبُ إِلَى الْقَاضِي فِي كُلِّ حَقٍّ بِهِ يُفْتِي اسْتِحْسَانًا غَيْرِ حَدٍّ وَقَوَدٍ لِلشُّبْهَةِ فَإِنْ شَهِدُوا عَلَى خَصْمٍ حَاضِرٍ حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ وَكَتَبَ بِحُكْمِهِ لِيَحْفَظَ وَكِتَابُ الْحُكْمِ وَهُوَ السِّجِلُّ الْحُكْمِيُّ أَيْ الْحُجَّةُ الَّتِي فِيهَا حُكْمُ الْقَاضِي هَذَا فِي عُرْفِهِمْ وَفِي عُرْفِنَا كِتَابٌ كَبِيرٌ تُضْبَطُ فِيهِ وَقَائِعُ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْخَصْمُ حَاضِرًا لَمْ يَحْكُمْ لِأَنَّهُ حُكْمٌ عَلَى الْغَائِبِ وَكَتَبَ الشَّهَادَةَ إِلَى قَاضٍ يَكُونُ الْخَصْمُ فِي وِلَايَتِهِ لِيَحْكُمَ الْقَاضِي الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ بِهَا عَلَى رَأْيِهِ وَإِنْ كَانَ مُخَالِفًا لِرَأْيِ الْكَاتِبِ لِأَنَّهُ ابْتِدَاءُ حُكْمٍ

ترجمہ: مصنف علام نے ''وغیرہ'' سے یہ مراد لی ہے کہ عورت فیصلہ کرے گی حدود اور قصاص کے علاوہ میں۔ قاضی دوسرے قاضی کو خط لکھے ہر طرح کے حقوق میں، اسی پر فتویٰ ہے استحساناً حدود اور قصاص کے علاوہ میں، شبہ کی وجہ سے، لہٰذا اگر خصم کی موجودگی میں گواہی دیں، تو قاضی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ اور اسی حکم کو لکھے، تاکہ محفوظ رہے، حکم کی کتاب وہ حکمی رجسٹر ہے یعنی وہ دلیل ہے جس میں قاضی کے فیصلے ہیں یہ سلف کے عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں وہ بڑی کتاب ہے، جس میں لوگوں کے مقدمات لکھے جائیں، اگر خصم حاضر نہ ہو تو فیصلہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ قضاء علی الغائب ہے، قاضی گواہی کو ایسے قاضی کے پاس لکھے جس کی ولایت میں خصم ہو، تاکہ مکتوب الیہ قاضی اس تحریر کے ذریعے، اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے، اگرچہ لکھنے والے قاضی کی رائے کی مخالف ہو، اس لیے کہ یہ ابتداء حکم ہے۔

عورت کی قضاء

ارادبغیرہ الخ: حدود اور قصاص کے علاوہ دوسرے معاملات میں عورت کے فیصلے قابل اعتبار نہیں۔

کتاب القاضی الی القاضی

القاضی یکتب الی القاضی الخ: حدود اور قصاص کے علاوہ دوسرے معاملات میں قاضی گواہوں سے گواہی لے کر اس کی تفصیل دوسرے قاضی کو لکھ سکتا ہے اور وہ قاضی اس تحریر کی بنیاد پر فیصلہ دے سکتا ہے خواہ خط لکھنے والے قاضی کی رائے کے مطابق ہو یا مخالف۔

وَهُوَ نَقْلُ الشَّهَادَةِ حَقِيقَةً وَيُسَمَّى الْكِتَابَ الْحُكْمِيَّ وَلَيْسَ بِسِجِلٍّ وَقَرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ أَوْ أَعْلَمَهُمْ بِمَا فِيهِ وَخَتَمَ عِنْدَهُمْ أَيْ عِنْدَ شُهُودِ الطَّرِيقِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ إِلَيْهِمْ بَعْدَ كِتَابَةِ عُنْوَانِهِ فِي بَاطِنِهِ وَهُوَ أَنْ يَكْتُبَ فِيهِ اسْمَهُ وَاسْمَ الْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ وَشُهْرَتَهُمَا فَلَوْ كَانَ الْعُنْوَانُ عَلَى ظَاهِرِهِ لَمْ يُقْبَلْ قِيلَ هَذَا فِي عُرْفِهِمْ وَفِي عُرْفِنَا يَكُونُ عَلَى الظَّاهِرِ فَيُعْمَلُ بِهِ وَاكْتَفَى الثَّانِي بِأَنْ يُشْهِدَهُمْ أَنَّهُ كِتَابُهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَمَا فِي الْعَزْمِيَّةِ عَنِ الْكِفَايَةِ وَفِي الْمُلْتَقَى وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْعِيَانِ فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ نَظَرَ إِلَى خَتْمِهِ أَوَّلًا وَلَا يَقْبَلُهُ أَيْ لَا يَقْرَؤُهُ إِلَّا بِحُضُورِ الْخَصْمِ وَشُهُودِهِ ، وَلَا بُدَّ مِنْ إِسْلَامِ شُهُودِهِ وَلَوْ كَانَ لِذِمِّيٍّ عَلَى ذِمِّيٍّ لِشَهَادَتِهِمْ عَلَى فِعْلِ الْمُسْلِمِ إِلَّا إِذَا أَقَرَّ الْخَصْمُ فَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِمْ أَيِ الشُّهُودِ بِخِلَافِ كِتَابِ الْأَمَانِ فِي دَارِ الْحَرْبِ حَيْثُ لَا يَحْتَاجُ إِلَى بَيِّنَةٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُلْزِمٍ وَفِي الْأَشْبَاهِ: لَا يُعْمَلُ بِالْخَطِّ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ كِتَابِ الْأَمَانِ وَيُلْحَقُ بِهِ الْبَرَاءَاتُ وَدَفْتَرُ بَيَّاعٍ وَصَرَّافٍ وَسِمْسَارٍ وَجَوَّزَهُ مُحَمَّدٌ لِرَاوٍ وَقَاضٍ وَشَاهِدٍ إِنْ تَيَقَّنَ بِهِ قِيلَ وَبِهِ يُفْتَى.

ترجمہ: اور وہ حقیقۃً شہادت کو نقل کرنا ہے اس کا نام کتاب حکمی رکھا جاتا ہے، نہ کہ سجل (خط بھیجنے والا) قاضی خط کو راستے کے گواہوں کے سامنے پڑھے یا ان کے مضمون سے واقف کرا دے، ان کے یعنی راستے کے گواہوں کے سامنے مہر لگائے اور خط کے اندر اپنا پتہ لکھنے کے بعد گواہوں کے حوالے کر دے اور وہ یہ ہے کہ اپنا اور مکتوب الیہ کا نام لکھے اور ان دونوں کا عرف (بھی) لہٰذا اگر پتہ خط کے ظاہر میں ہو تو قبول نہ کرے، کہا گیا ہے کہ یہ سلف کے عرف کے مطابق ہے ہمارے عرف میں خط کے ظاہر میں پتہ لکھنے کا رواج ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جائے گا، امام ابو یوسف نے یہ کافی قرار دیا ہے کہ قاضی ان کو گواہ بنا دے کہ یہ اسی کا خط ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ عزمیہ میں کفایہ کے حوالے سے ہے ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کی طرح نہیں ہے، خط جب مکتوب الیہ کو ملے تو پہلے اس کی مہر کو دیکھے اور اس کو قبول نہ کرے یعنی نہ پڑھے، مگر خصم اور گواہوں کی موجودگی میں، راستے کے گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہوں، اگر چہ وہ خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی کے خلاف (راستے کے گواہوں کا) مسلم قاضی کے خط پر گواہ ہونے کی وجہ سے، الا یہ کہ مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا تو ان کی یعنی گواہوں کی ضرورت نہیں ہے، بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں، اس طور پر کہ اس میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ملزم نہیں ہے، اشباہ میں ہے کہ خط پر عمل نہ کیا جائے، مگر کتاب الامان کے مسئلے میں ملحق ہیں اس کے ساتھ براءت اور بیع، صرف اور سمسار نامے، امام محمد نے خط کو راوی، قاضی اور شاہد کے لیے جائز قرار دیا ہے، جب کہ یقین ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

کتاب القاضی الی القاضی کا فائدہ

وھو نقل الشھادۃ الخ: کتاب القاضی الی القاضی کا مقصد شہادت کی نقل ہے، اس لیے قاضی جب کچھ لکھے تو اس خط پر گواہ بنا دے تا کہ یہ گواہ دوسرے قاضی کو خط دے اور اس بات کی گواہی دے کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے جنہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

وَلَا بُدَّ مِنْ مَسَافَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ بَيْنَ الْقَاضِيَيْنِ كَالشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ عَلَى الظَّاهِرِ وَجَوَّزَهُمَا

الثَّانِي إِنْ بِحَيْثُ لَا يَعُودُ فِي يَوْمِهِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَسِرَاجِيَّةٌ.

ترجمہ: دونوں قاضیوں کے درمیان تین دن کی مسافت ضروری ہے، شہادت علی الشہادت کی طرح ظاہری روایت کے مطابق، امام ابو یوسف نے اس مسافت میں جائز قرار دیا ہے جہاں ایک دن میں واپس نہ ہو سکے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ اور سراجیہ میں ہے۔

کتاب القاضی الی القاضی کی مسافت

و لا بد من مسافة الخ: کتاب القاضی الی القاضی کے لیے ظاہری روایت میں ہے کہ تین دن کی مسافت ضروری ہے، اس سے کم مدت میں کتاب القاضی الی القاضی مقبول نہیں ہوگی؛ لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کے رائے یہ ہے کہ ایک دن کی مسافت میں بھی کتاب القاضی الی القاضی مقبول ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے حضرت امام ابو یوسفؒ کو قضاء کے باب میں زیادہ تجربہ تھا، اس لیے اس باب میں ان ہی کا قول اختیار کیا گیا ہے۔

وَيَبْطُلُ الْكِتَابُ بِمَوْتِ الْكَاتِبِ وَعَزْلِهِ قَبْلَ وُصُولِ الْكِتَابِ إِلَى الثَّانِي أَوْ بَعْدَ وُصُولِهِ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَأَجَازَهُ الثَّانِي وَأَمَّا بَعْدَهُمَا فَلَا يَبْطُلُ وَ يَبْطُلُ بِجُنُونِ الْكَاتِبِ وَرِدَّتِهِ وَحَدِّهِ لِقَذْفٍ وَعَمَائِهِ وَفِسْقِهِ بَعْدَ عَدَالَتِهِ لِخُرُوجِهِ عَنِ الْأَهْلِيَّةِ وَأَجَازَهُ الثَّانِي وَ كَذَا بِمَوْتِ الْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ وَخُرُوجِهِ عَنِ الْأَهْلِيَّةِ إِلَّا إِذَا عَمَّمَ بَعْدَ تَخْصِيصِ اسْمِ الْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ بِخِلَافِ مَا لَوْ عَمَّمَ ابْتِدَاءً وَجَوَّزَهُ الثَّانِي وَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ خُلَاصَةٌ. لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ الْخَصْمِ أَيًّا كَانَ لِقِيَامِ وَارِثِهِ أَوْ وَصِيِّهِ مَقَامَهُ. قُلْتُ: وَكَذَا لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ شَاهِدِ الْأَصْلِ كَمَا سَيَأْتِي مَتْنًا فِي بَابِهِ خِلَافًا لِمَا وَقَعَ فِي الْخَانِيَّةِ هُنَا فَهُوَ مُخَالِفٌ لِمَا ذَكَرَهُ بِنَفْسِهِ ثَمَّةَ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: خط باطل ہو جائے گا لکھنے والے قاضی کے مرنے یا معزول ہونے سے، دوسرے قاضی کے پاس خط پہنچنے سے پہلے اور پہنچنے کے بعد قرأت سے پہلے، امام ابو یوسف نے اس کو جائز قرار دیا ہے، بہر حال ان دونوں (صورتوں) کے بعد، تو باطل نہیں ہے، کاتب قاضی کے پاگل ہونے، مرتد ہونے، محدود فی القذف ہونے، اندھا ہونے اور عادل کے بعد فاسق ہونے سے خط باطل ہو جاتا ہے، اہلیت سے نکلنے کی وجہ سے، امام ابو یوسف نے جائز قرار دیا ہے، ایسے ہی مکتوب الیہ کے مرنے اور اہلیت سے نکلنے کی صورت میں خط باطل ہو جاتا ہے الا یہ کہ جب مکتوب الیہ کے نام کی تخصیص کے بعد عام رکھے، بخلاف اس کے کہ ابتداء عام رکھے، امام ابو یوسف نے جائز قرار دیا ہے، اسی پر عمل ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، خصم کے مرنے سے باطل نہیں ہوگا، خواہ مدعی مرے یا مدعیٰ علیہ وارث یا وصی کے ان کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے، ایسے ہی اصل گواہ مرنے کی صورت میں باطل نہیں ہوگا، جیسا کہ اس کے باب کے متن میں آرہا ہے، اس کے خلاف جو خانیہ میں واقع ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں (کتاب الشہادت میں) ذکر کیا ہے، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے۔

خط کب باطل ہوتا ہے

و ینطل الکتاب الخ: مذکورہ بالا عبارت میں وہ چند صورتیں بیان کی گئی ہیں، جن کی وجہ سے خط باطل ہو جاتا ہے، تفصیل ترجمے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وَ اعْلَمْ أَنَّ الْكِتَابَةَ بِعِلْمِهِ كَالْقَضَاءِ بِعِلْمِهِ فِي الْأَصَحِّ بَحْرٌ فَمَنْ جَوَّزَهُ جَوَّزَهَا وَمَنْ لَا فَلَا إِلَّا أَنَّ الْمُعْتَمَدَ عَدَمُ حُكْمِهِ بِعِلْمِهِ فِي زَمَانِنَا أَشْبَاهٌ وَفِيهَا الْإِمَامُ يَقْضِي بِعِلْمِهِ فِي حَدِّ قَذْفٍ وَقَوَدٍ وَتَعْزِيرٍ. قُلْتُ: فَهَلِ الْإِمَامُ قَيْدٌ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي الْحُدُودِ؟ لَمْ أَرَهُ لَكِنْ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ وَالْمُخْتَارِ الْآنَ عَدَمُ حُكْمِهِ بِعِلْمِهِ مُطْلَقًا كَمَا لَا يَقْضِي بِعِلْمِهِ فِي الْحُدُودِ الْخَالِصَةِ لِلَّهِ تَعَالَى كَزِنًا وَخَمْرٍ مُطْلَقًا غَيْرَ أَنَّهُ يُعَزِّرُ مَنْ بِهِ أَثَرُ السُّكْرِ لِلتُّهْمَةِ وَعَنِ الْإِمَامِ إِنَّ عِلْمَ الْقَاضِي فِي طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَغَصْبٍ يُثْبِتُ الْحَيْلُولَةَ عَلَى وَجْهِ الْحِسْبَةِ لَا الْقَضَاءِ.

ترجمہ: جان لیجئے اپنی جانکاری کی بنیاد پر خط، اپنی جانکاری کی بنیاد پر فیصلے کی طرح ہے، اصح قول کے مطابق، لہذا جس نے جانکاری کی بنیاد پر فیصلے کو جائز قرار دیا ہے، اس نے اپنی جانکاری کی بنیاد پر خط کو بھی جائز قرار دیا ہے اور جنھوں نے نہیں انھوں نے نہیں، مگر معتمد یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں اپنی جانکاری کی بنیاد پر دیا گیا فیصلہ قبول نہ ہو، جیسا کہ اشباہ میں ہے کہ امام اپنی جانکاری کی بنیاد پر حد قذف، قصاص اور تعزیر فیصلہ کرے گا، میں کہتا ہوں کہ کیا امام قید ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو کتاب الحدود میں بیان کیا ہے، میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا ہے؛ لیکن شرنبلالیہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ اب امام اپنی جانکاری کی بنیاد پر مطلقاً فیصلہ نہ کرے، جیسے قاضی اپنے علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے خاص حدود جیسے زنا اور خمر میں مطلقاً؛ البتہ قاضی نشہ کی وجہ سے سزا دیتا ہے، تہمت کی وجہ سے، امام سے منقول ہے کہ قاضی طلاق، عتاق اور غصب میں اپنے علم کی بنیاد پر حیلولت ثابت کرتا ہے یہ بطریق احتساب ہے نہ کہ بطریق قضائی۔

اپنی جانکاری کی بنیاد پر خط لکھنا

و اعلم ان الکتابة بعلمه الخ: جیسے اپنی جانکاری کی بنیاد پر قاضی کا دیا گیا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا ہے، ایسے اگر قاضی اپنی جانکاری کی بنیاد پر خط لکھے اور گواہوں سے گواہی نہ لے تو وہ خط بھی معتبر نہیں ہوگا اور اب چوں کہ لوگوں میں وہ دیانت باقی نہیں رہی اس لیے امام کا فیصلہ بھی اس کی جانکاری کی بنیاد پر معتبر نہ ہوگا۔

وَلَا يُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي مِنْ مُحَكَّمٍ بَلْ مِنْ قَاضٍ مُوَلًّى مِنْ قِبَلِ الْإِمَامِ يَمْلِكُ إِقَامَةَ الْجُمُعَةِ وَقِيلَ يُقْبَلُ مِنْ قَاضِي رُسْتَاقٍ إِلَى قَاضِي مِصْرٍ أَوْ رُسْتَاقٍ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ وَالْكَمَالُ. كَتَبَ كِتَابًا إِلَى مَنْ يَصِلُ إِلَيْهِ مِنْ قُضَاةِ الْمُسْلِمِينَ فَوَصَلَ إِلَى قَاضٍ وُلِّيَ بَعْدَ كِتَابَةِ هَذَا الْمَكْتُوبِ لَا يُقْبَلُ لِعَدَمِ وِلَايَتِهِ وَقْتَ الْخِطَابِ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى وَفِيهَا لَوْ جُعِلَ الْخِطَابُ لِلْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ لَيْسَ لِنَائِبِهِ أَنْ يَقْبَلَهُ.

ترجمہ: خط محکم کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا؛ بل کہ ایسے قاضی کی طرف سے قبول کیا جائے گا جو امامتِ جمعہ کے لیے قاضی کی طرف سے متعین ہو، کہا گیا ہے کہ دیہات کے قاضی کی طرف سے شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی جانب سے قبول کیا جائے گا، مصنف علام اور کمال نے اسی پر اعتماد کیا ہے، قاضی نے (اس تفصیل سے) خط لکھا کہ مسلم قاضیوں کو پہنچے، چناں چہ وہ خط ایسے قاضی کے پاس پہنچا، جو خط لکھنے کے بعد قاضی ہوا ہے تو اس کے حق میں وہ خط مقبول نہیں ہو، خطاب کے وقت

ولایت نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ جواہر الفقہ میں ہے، جواہر الفقہ میں ہے کہ اگر مکتوب الیہ کی طرف خطاب کو خاص کر دیا تو اس کے نائب کو قبول کرنے کا حق نہیں ہے۔

محکم کا خط محکم کی طرف سے قاضی کو لکھا گیا خط قبول نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ مستقل طور پر قاضی نہیں ہے، بل کہ اس کو وقتی طور پر ایک مقدمہ فیصل کرنے کے لیے حکم متعین کیا ہے، اس کی حیثیت قاضی شرعی کی نہیں ہے، اس لیے محکم کی طرف سے لکھا گیا خط قبول نہیں ہوگا، باقی دوسرے قضاۃ خواہ شہر کے قاضی ہوں کہ دیہات کے، جو امام کی طرف سے متعین ہیں، ان کے خطوط قبول ہوں گے۔ "الظاهر ان الخلاف مبني على الخلاف في ان المصر هل هو شرط لنفاذ القضاء ام لا؟ كما في البزازية فعلى هذا يفتي بقبوله من قاضي رستاق الى قاضي مصر او رستاق منع و مثله في شرح المقدسي"۔ (ردالمحتار:۸/۱۴۲)

وَالْمَرْأَةُ تَقْضِي فِي غَيْرِ حَدٍّ وَقَوَدٍ وَإِنْ أَثِمَ الْمُوَلِّي لَهَا لِخَبَرِ الْبُخَارِيِّ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً وَتَصْلُحُ نَاظِرَةً لِوَقْفٍ وَوَصِيَّةً لِيَتِيمٍ وَشَاهِدَةً فَتْحٌ فَيَصِحُّ تَقْرِيرُهَا فِي النَّظَرِ وَالشَّهَادَةِ فِي الْأَوْقَافِ وَلَوْ بِلَا شَرْطِ وَاقِفٍ بَحْرٌ قَالَ: وَقَدْ أَفْتَيْتُ فِيمَنْ شَرَطَ الشَّهَادَةَ فِي وَقْفِهِ لِفُلَانٍ ثُمَّ لِوَلَدِهِ فَمَاتَ وَتَرَكَ بِنْتًا أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ وَظِيفَةَ الشَّهَادَةِ وَفِي الْأَشْبَاهِ مِنْ أَحْكَامِ الْأُنْثَى اخْتَارَ فِي الْمُسَايَرَةِ جَوَازَ كَوْنِهَا نَبِيَّةً لَا رَسُولَةً لِبِنَاءِ حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ. وَلَوْ قَضَتْ فِي حَدٍّ وَقَوَدٍ فَرُفِعَ إِلَى قَاضٍ آخَرَ يَرَى جَوَازَهُ فَأَمْضَاهُ لَيْسَ لِغَيْرِهِ إِبْطَالُهُ لِخِلَافِ شُرَيْحٍ عَيْنِيٌّ وَالْخُنْثَى كَالْأُنْثَى بَحْرٌ

ترجمہ: عورت فیصلہ کرے گی حدود وقصاص کے علاوہ (مقدمات) میں، اگر چہ عورت کو قاضی بنانے والا گنہ گار ہوگا، بخاری کی حدیث "لم يفلح قوم و لوا امرهم امرأة" کی وجہ سے، عورت صلاحیت رکھتی ہے وقف کی ناظم ہونے، یتیم کی وصی ہونے اور گواہ بننے کی، جیسا کہ فتح میں ہے، لہذا عورت کو اوقاف کی نظامت اور شہادت کے لیے تقرر کرنا صحیح ہے، اگر چہ واقف کی شرط کے بغیر ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، صاحب بحر نے کہا ہے کہ میں نے فتویٰ دیا ہے اس معاملے کہ ایک آدمی نے کسی متعین شخص کے لیے شہادت کی شرط لگائی، پھر اس کے لڑکے کے لیے اور وہ شخص متعین مرگیا اور اس نے ایک لڑکی چھوڑی ہے، تو وہ لڑکی وظیفۂ شہادت کی مستحق ہوگی، اشباہ میں عورت کے احکام میں سے "مسایرہ" کے حوالے، نبیہ ہونے کے جواز کو اختیار کیا ہے، نہ کہ رسولہ عورت کی حالت پردے پر مبنی ہونے کی وجہ سے، اور اگر عورت نے حدود وقصاص میں فیصلہ دیا اور یہ فیصلہ ایسے قاضی کے پاس پہنچا جس کے مذہب میں عورت کا فیصلہ حدود وقصاص میں بھی جائز ہے، چناں چہ اس قاضی نے اس فیصلے کو باقی رکھا، تو دوسرے قاضی کو اس کے باطل قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، بخلاف قاضی شریح کے جیسا کہ عینی میں ہے، خنثیٰ انثیٰ کی طرح ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔

عورت کے فیصلے و المرأة تقضي في غير الخ: عورت کو قاضی نہیں بنانا چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے عورت کو قاضی بنا دیا اور اس عورت نے فیصلے دیئے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے؛ البتہ اس عورت کے فیصلے حدود وقصاص میں نافذ نہیں ہوں گے اس لیے کہ حدود وقصاص میں عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے، جب شہادت ہی معتبر نہیں تو اس کے فیصلے

بھی معتبر نہیں ہوں گے "و المرأة تقضى فى غير حد و قود اى قصاص لان القضاء يستقى من الشهادة و شهادتها جائزة فى غير الحدود اى و غير القود و لذا يجوز قضاءها فيه عينى"۔ (طحطاوی علی الدر: ۳/ ۲۱۳)

وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا وَقَعَ لِلْقَاضِي حَادِثَةٌ أَوْ لِوَلَدِهِ فَأَنَابَ غَيْرَهُ وَ قَضَى نَائِبُ الْقَاضِي لَهُ أَوْ لِوَلَدِهِ جَازَ قَضَاؤُهُ كَمَا لَوْ قَضَى لِلْإِمَامِ الَّذِي قَلَّدَهُ الْقَضَاءَ أَوْ لِوَلَدِ الْإِمَامِ سِرَاجِيَّةٌ وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ كُلُّ مَنْ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ وَعَلَيْهِ يَصِحُّ قَضَاؤُهُ لَهُ وَعَلَيْهِ ، خِلَافًا لِلْجَوَاهِرِ وَالْمُلْتَقَطِ فَلْيُحْفَظْ وَيَقْضِي النَّائِبُ بِمَا شَهِدُوا بِهِ عِنْدَ الْأَصْلِ وَعَكْسِهِ وَهُوَ قَضَاءُ الْأَصْلِ بِمَا شَهِدُوا بِهِ عِنْدَ النَّائِبِ فَيَجُوزُ لِلْقَاضِي أَنْ يَقْضِيَ بِتِلْكَ الشَّهَادَةِ بِإِخْبَارِ النَّائِبِ وَعَكْسِهِ خُلَاصَةٌ.

ترجمہ: جان لیجئے کہ جب قاضی کو کوئی معاملہ پیش ہو یا اس کے لڑکے کے لیے اور اس نے کسی کو نائب بنایا، چناں چہ قاضی کے نائب نے فیصلہ دیا قاضی کے لیے یا اس کے لڑکے کے لیے، نائب کا فیصلہ جائز ہے، جیسا کہ اگر قاضی اس امام کے لیے فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی بنایا ہے یا امام کے لڑکے کے لیے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے، بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کی گواہی کسی کے حق یا خلاف میں صحیح ہے، اس کا فیصلہ بھی اسی کے مطابق، یا مخالف صحیح ہے، بات پوری ہوئی، جواہر اور ملتقط کے خلاف، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، نائب اصل قاضی کے پاس دی گئی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کرسکتا ہے اور اس کا الٹا یعنی نائب کے پاس دی گئی گواہی کی بنیاد پر اصل قاضی کا فیصلہ کرنا، لہذا اصل قاضی کے لیے جائز ہے کہ اس شہادت پر فیصلہ کرے نائب کے خبر دینے کی وجہ سے اور اس کا الٹا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

قاضی اپنے مقدمے میں کیا کرے؟

و اعلم انه اذا وقع القاضى الخ: قاضی کو خود کوئی معاملہ در پیش ہو تو اگر ایسا قاضی ہے کہ جس کو نائب بنانے کا حق ہے تو وہ قاضی کسی کو نائب مقرر کردے، جو اس مبتلا بہ قاضی کا فیصلہ کردے؛ لیکن اگر وہ قاضی نائب بنانے کا مجاز نہیں ہے تو وہ قاضی سلطان سے رجوع کرے، تا کہ سلطان دوسرے قاضی سے اس کا فیصلہ کرادے۔ "و الوجه لمن ابتلى بمثل هذا ان يطلب من السلطان الذى و لاه ان يولى قاضيا اخر حتى يختصما اليه فيقضى ـــــ قلت: و لعل هذا محمول على مايكون القاضى مأذونا له بالانابة كما يدل عليه قوله "و الوجه الخ" و الا فلو كان مأذونا كان نائبه نائباً عن السلطان كما مر فى فصل الحبس"۔ (ردالمحتار: ۸/ ۴۴-۱۴۵)

فُرُوعٌ: لَا يَقْضِي الْقَاضِي لِمَنْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ إِلَّا إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ كِتَابُ قَاضٍ لِمَنْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ فَيَجُوزُ قَضَاؤُهُ بِهِ أَشْبَاهٌ وَفِيهَا لَا يَقْضِي لِنَفْسِهِ وَلَا لِوَلَدِهِ إِلَّا فِي الْوَصِيَّةِ وَحَرَّرَ الشُّرُنْبُلَالِيُّ فِي شَرْحِهِ لِلْوَهْبَانِيَّةِ صِحَّةَ قَضَاءِ الْقَاضِي لِأُمِّ امْرَأَتِهِ وَلِامْرَأَةِ أَبِيهِ وَلَوْ فِي حَيَاةِ امْرَأَتِهِ وَأَبِيهِ وَأَنَّهُ يَقْضِي فِيمَا هُوَ تَحْتَ نَظَرِهِ مِنْ الْأَوْقَافِ وَزَادَ بَيْتَيْنِ قَالَ:

وَيَقْضِي لِأُمِّ الْعِرْسِ حَالَ حَيَاتِهَا ☆ وَعِرْسِ أَبِيهِ وَهُوَ حَيٌّ مُحَرَّرُ
وَبَعْدَ وَفَاةٍ إِنْ خَلَا عَنْ نَصِيبِهِ ☆ بِمِيرَاثٍ مَقْضِيٌّ بِهِ فَتَبَصَّرُوا

وَيَقْضِي بِوَقْفٍ مُسْتَحِقٌّ لِرَيْعِهِ ☆ لِوَصْفِ الْقَضَا وَالْعِلْمِ أَوْ كَانَ يَنْظُرُ

ترجمہ: قاضی اس شخص کے حق میں فیصلہ نہ کرے، جس کی گواہی اس قاضی کے حق میں مقبول نہ ہو، الا یہ کہ قاضی کے پاس ان لوگوں کے بارے میں خط آجائے جن کی گواہی اس قاضی کے حق میں مقبول نہیں ہے تو ان کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، اشباہ میں ہے کہ قاضی اپنے اور اپنی اولاد کے بارے میں فیصلہ نہ کرے، مگر وصیت کی صورت میں، شرنبلالی نے وہبانیہ کی اپنی شرح میں قاضی کا اپنی خوش دامن اور سوتیلی ماں کے حق میں فیصلے کو صحیح قرار دیا ہے، اگر چہ اپنی بیوی اور اپنے والد کی زندگی میں فیصلہ دے، نیز قاضی ان اوقاف میں فیصلہ کر سکتا ہے جو اس کی نظامت میں ہیں، اور شرنبلالی نے دو بیت کا اضافہ کرتے ہوئے کہا: قاضی اپنی خوش دامن کے لیے فیصلہ کر سکتا ہے، اپنی بیوی کی زندگی میں اور سوتیلی ماں کے لیے، حالاں کہ باپ زندہ ہے، جیسا کہ لکھا ہوا ہے، اور وفات کے بعد فیصلہ کر سکتا ہے، اگر میراث میں قاضی کا حصہ نہ ہو، لہذا اس کو دیکھ لیجئے قاضی فیصلہ کرے وقف کے مستحق رعایہ کے لیے، اگر علم و قضاء کی وجہ سے قاضی (خود مستحق ہو) یا قاضی ناظم ہو۔

قاضی کن لوگوں کے حق میں فیصلہ نہ کرے

لا يقضى القاضي لمن لا تقبل الخ: قاضی اپنے ان قریبی رشتہ دار کے حق میں فیصلہ نہ کرے جس کی گواہی قاضی کے حق میں قبول نہیں کی جاتی ہے، اس لیے کہ اس صورت میں تہمت کا اندیشہ ہے، اس تہمت سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ان کے حق میں فیصلہ ہی نہ کرے۔

كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

أَخَّرَهَا عَنِ الْقَضَاءِ لِأَنَّهَا كَالْوَسِيلَةِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ هِيَ لُغَةً خَبَرٌ قَاطِعٌ. وَشَرْعًا إِخْبَارُ صِدْقٍ لِإِثْبَاتِ حَقٍّ فَتْحٌ. قُلْتُ: فَإِطْلَاقُهَا عَلَى الزُّورِ مَجَازٌ كَإِطْلَاقِ الْيَمِينِ عَلَى الْغَمُوسِ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي وَلَوْ بِلَا دَعْوَى كَمَا فِي عِتْقِ الْأَمَةِ. وَسَبَبُ وُجُوبِهَا طَلَبُ ذِي الْحَقِّ أَوْ خَوْفُ فَوْتِ حَقِّهِ بِأَنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهَا ذُو الْحَقِّ وَخَافَ فَوْتَهُ لَزِمَهُ أَنْ يَشْهَدَ بِلَا طَلَبٍ فَتْحٌ. شَرْطُهَا أَحَدٌ وَعِشْرُونَ شَرْطًا شَرَائِطُ مَكَانِهَا وَاحِدٌ. وَشَرَائِطُ التَّحَمُّلِ ثَلَاثَةٌ الْعَقْلُ الْكَامِلُ وَقْتَ التَّحَمُّلِ، وَالْبَصَرُ، وَمُعَايَنَةُ الْمَشْهُودِ بِهِ إِلَّا فِيمَا يَثْبُتُ بِالتَّسَامُعِ

ترجمہ: شہادت کو قضاء سے مؤخر کیا، اس لیے کہ یہ وسیلہ کی طرح ہے اور قضاء مقصود ہے، یہ لغت میں یقینی خبر ہے اور شرعا سچی خبر جو حق ثابت کرنے کے لیے ہو، جیسا کہ فتح میں ہے، میں کہتا ہوں، لہذا جھوٹ پر اس کا اطلاق مجاز ہے، جیسے یمین کا اطلاق غموس پر لفظ شہادت سے قاضی کی مجلس میں، اگر چہ بلا دعویٰ ہو، جیسے باندی کی آزادی میں، اس کے واجب ہونے کا سبب صاحب حق کی درخواست یا صاحب حق کا حق فوت ہونے کا اندیشہ ہے، اس طور پر کہ صاحب حق حق کو نہ جانتا ہو اور شاہد اس حق کے فوت ہونے سے ڈر رہا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ بغیر طلب کے گواہی دے، جیسا کہ فتح میں ہے۔ شہادت کی اکیس شرطیں ہیں، اس کی ایک شرط جگہ (مجلس قضائی) کا ہونا ہے، تحمل کی شرطیں تین ہیں: (۱) تحمل کے وقت عقل کامل ہونا، (۲) آنکھ ہونا، (۳) مشہود بہ کو دیکھنا، مگر وہ معاملات جو تسامع سے ثابت ہو۔

شہادت کو مؤخر کرنے کی وجہ

اخرها عن القضاء الخ: قضاء مقصود ہے اور شہادت وسیلہ اور چوں کہ مقصود وسیلہ پر مقدم ہوتا ہے اس لیے قضاء کو شہادت پر مقدم کیا۔

لغوی معنی: ہی لغۃ الخ: شہادت کے لغوی معنی سچی خبر دینے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: شرعاً اخبار صدق الخ: قاضی کی مجلس میں کسی حق کو ثابت کرنے کی غرض سے لفظ گواہی کے ذریعے سچی خبر دینے کا نام شہادت ہے۔

شہادت کی شرطیں

شرطها احد و عشرون الخ: قضاء کی اکیس شرطیں ہیں، ان میں سے ایک جگہ سے متعلق ہے یعنی شہادت کے لیے شرط یہ ہے کہ شاہد مجلس قضاء میں گواہی دے، اسی کا اعتبار ہوگا، ادھر ادھر بولنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

شرائط تحمل

و شرائط التحمل ثلاثة الخ: تحمل شہادت سے مراد کسی واقعہ کے پیش آنے کے وقت اس کا مشاہدہ کرنا ہے تا کہ بوقت ضرورت بیان دیا جا سکے، تحمل شہادت کی تین شرطیں ہیں: (۱) عقل کامل (۲) بینائی (۳) جس چیز کی گواہی دے رہا ہو اس کو بذات خود دیکھا ہو؛ مگر دس امور ایسے ہیں جن کی گواہی معائنہ کے بغیر شہرت کی بنیاد پر دی جا سکتی ہے، جن کا بیان آگے آرہا ہے۔

وَ شَرَائِطُ الْأَدَاءِ سَبْعَةَ عَشَرَ: عَشَرَةٌ عَامَّةٌ وَسَبْعَةٌ خَاصَّةٌ، مِنْهَا الضَّبْطُ وَالْوِلَايَةُ فَيُشْتَرَطُ الْإِسْلَامُ لَوْ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مُسْلِمًا وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّمْيِيزِ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَيْنَ الْمُدَّعِي وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَمِنْ الشَّرَائِطِ عَدَمُ قَرَابَةِ وِلَادٍ أَوْ زَوْجِيَّةٍ أَوْ عَدَاوَةٍ دُنْيَوِيَّةٍ أَوْ دَفْعِ مَغْرَمٍ أَوْ جَرِّ مَغْنَمٍ كَمَا سَيَجِيءُ.

ترجمہ: ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس عام ہیں اور سات خاص ہیں ان میں سے ایک ضبط ہے، ولایت، لہٰذا گواہ کے لیے اسلام شرط ہے، اگر مدعی علیہ مسلمان ہو، مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان سن کر یا دیکھ کر فرق کرنے پر قادر ہو، ولادت وزوجیت کی رشتہ داری نہ ہو، دنیوی عداوت نہ ہو، دفع تاوان یا حصول منفعت (کا ذریعہ) نہ ہو، جیسا کہ آرہا ہے۔

ادائے شہادت کی شرطیں

و شرائط الاداء الخ: صاحب کتاب نے یہاں تمام شرائط بیان نہیں کی ہیں، ان کا بیان آگے "باب القبول وعدمه" میں آرہا ہے۔

وَرُكْنُهَا لَفْظُ أَشْهَدُ لَا غَيْرُ لِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى مُشَاهَدَةٍ وَقَسَمٍ وَإِخْبَارٍ لِلْحَالِ فَكَأَنَّهُ يَقُولُ: أُقْسِمُ بِاللَّهِ لَقَدْ اطَّلَعْتُ عَلَى ذَلِكَ وَأَنَا أُخْبِرُ بِهِ وَهَذِهِ الْمَعَانِي مَفْقُودَةٌ فِي غَيْرِهِ فَتَعَيَّنَ، حَتَّى لَوْ زَادَ فِيمَا أَعْلَمُ بَطَلَ لِلشَّكِّ.

ترجمہ: شہادت کا رکن لفظ اشہد ہے، اس لفظ کے علاوہ نہیں، اس کے معنی مشاہدہ، قسم اور اخبار حال کو متضمن ہونے کی وجہ سے، گویا کہ شاہد کہتا ہے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں اس پر مطلع ہوں، جس کی میں خبر دے رہا ہوں اور یہ معنی دوسرے الفاظ میں نہیں ہیں، لہٰذا لفظ "اشہد" متعین ہے، یہاں تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کرے تو شک کی وجہ سے باطل ہے۔

شہادت کا رکن

وركنها الخ: شہادت کا رکن لفظ "اشهد" ہے اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے گواہی دے گا تو گواہی معتبر نہیں ہوگی، اس لیے کہ قسم کے لیے جن معانی کی ضرورت ہے وہ لفظ "اشهد" ہی میں موجود ہے، حتی کہ اگر "شهدت" سے دے یا "اشهد" میں کچھ الفاظ بڑھادے تو شک کی وجہ سے شہادت معتبر نہیں ہوگی۔

وَحُكْمُهَا وُجُوبُ الْحُكْمِ عَلَى الْقَاضِي بِمُوجِبِهَا بَعْدَ التَّزْكِيَةِ بِمَعْنَى افْتِرَاضِهِ فَوْرًا إِلَّا فِي ثَلَاثٍ قَدَّمْنَاهَا فَلَوْ امْتَنَعَ بَعْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهَا أَثِمَ لِتَرْكِهِ الْفَرْضَ وَاسْتَحَقَّ الْعَزْلَ لِفِسْقِهِ وَعُزِّرَ لِارْتِكَابِهِ مَا لَا يَجُوزُ شَرْعًا زَيْلَعِيٌّ وَكَفَرَ إِنْ لَمْ يَرَ الْوُجُوبَ أَيْ إِنْ لَمْ يَعْتَقِدْ افْتِرَاضَهُ عَلَيْهِ ابْنُ مَلَكٍ، وَأَطْلَقَ الْكَافِيجِيُّ كُفْرَهُ وَاسْتَظْهَرَ الْمُصَنِّفُ الْأَوَّلَ.

ترجمہ: شہادت کا حکم قاضی پر فیصلے کو واجب کرنا ہے، گواہوں کی وجہ سے، تزکیہ کے بعد، یعنی فیصلے کو فوراً فرض کرنا ہے مگر تین صورتوں میں (صلح اقارب، مدعی کی مہلت یا قاضی کو شک ہونے کی صورت میں) جن کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے، لہٰذا اگر قاضی شہادت کی شرائط پائی جانے کے بعد فیصلہ نہ کرے تو گنہ گار ہوگا، فرض کے ترک کی وجہ سے، فسق کی وجہ سے عزل کا مستحق ہوگا اور قاضی کو تعزیر دی جائے گی غیر شرعی چیز کے مرتکب ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، قاضی اگر وجوب کو نہیں مانتا ہے تو کافر ہو جائے گا یعنی اپنے اوپر اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ رکھے جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے کافیجی نے (شہادت کے باوجود فیصلہ نہ کرنے والے) قاضی کو مطلقاً کافر کہا ہے؛ لیکن مصنف علام نے قول اول کو قوی قرار دیا ہے۔

شہادت کا حکم

وحكمها وجوب الحكم الخ: شہادت ثابت ہو جائے تو قاضی پر لازم ہے کہ اس کے مطابق فیصلہ کر دے، اگر قاضی فیصلہ کرنے سے انکار کرے، تو قاضی گنہ گار، قابل عزل اور مستحق سزا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی اپنے اوپر فیصلہ کرنا واجب سمجھے؛ لیکن اگر سرے سے ہی فرضیت کا منکر ہو تو کافر قرار دیا جائے گا۔

وَيَجِبُ أَدَاؤُهَا بِالطَّلَبِ وَلَوْ حُكْمًا كَمَا مَرَّ، لَكِنَّ وُجُوبَهُ بِشُرُوطٍ سَبْعَةٍ مَبْسُوطَةٍ فِي الْبَحْرِ وَغَيْرِهِ، مِنْهَا عَدَالَةُ قَاضٍ وَقُرْبُ مَكَانِهِ وَعِلْمُهُ بِقَبُولِهِ أَوْ بِكَوْنِهِ أَسْرَعَ قَبُولًا وَطَلَبُ الْمُدَّعِي لَوْ فِي حَقِّ الْعَبْدِ إِنْ لَمْ يُوجَدْ بَدَلَهُ أَيْ بَدَلُ الشَّاهِدِ لِأَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ تَتَعَيَّنُ لَوْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا شَاهِدَانِ لِتَحَمُّلٍ أَوْ أَدَاءٍ، وَكَذَا الْكَاتِبُ إِذَا تَعَيَّنَ، لَكِنَّ لَهُ أَخْذَ الْأُجْرَةِ لَا لِلشَّاهِدِ، حَتَّى لَوْ أَرْكَبَهُ بِلَا عُذْرٍ لَمْ تُقْبَلْ وَبِهِ تُقْبَلُ لِحَدِيثِ أَكْرِمُوا الشُّهُودَ وَجَوَّزَ الثَّانِي الْأَكْلَ مُطْلَقًا وَبِهِ يُفْتَى بَحْرٌ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ: مدعی کے طلب کے وقت گواہی دینا واجب ہے، اگرچہ حکماً ہو؛ لیکن گواہی دینا سات شرطوں کے ساتھ واجب ہے، جو بحر وغیرہ میں مفصل ہے، ان میں قاضی کی عدالت ہونا اور گواہ کا مکان قریب ہونا ہے، نیز گواہ یہ جانتا ہو کہ قاضی اس کی گواہی قبول یا بہت جلدی کرے گا اور مدعی کا طلب کرنا، اگر حق عبد میں ہو، اس شرط کے ساتھ کہ نہ ملے یعنی گواہ کا بدل، اس لیے کہ گواہی فرض کفایہ ہے، جو تحمل اور ادا کے لیے صرف دو گواہ ہونے کی صورت میں فرض عین ہو جاتا ہے، ایسے ہی کاتب جب متعین ہو؛ لیکن اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے، نہ کہ شاہد کے لیے یہاں تک کہ اگر مدعی نے گواہ کو بلا عذر سوار کر لیا، تو گواہی مقبول نہیں ہوگی؛ البتہ

اگر عذر کی حالت میں سوار کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی، "اکرموا الشهود" والی حدیث کی وجہ سے، امام ابو یوسف نے گواہوں کو کھانا دینا مطلقاً جائز قرار دیا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بحر میں ہے جسے مصنف نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے۔

گواہی کب واجب ہوتی ہے؟

و یجب اداؤ ها الخ: صرف دو گواہ ہیں اور یہ آسانی کے ساتھ گواہی دے سکتے ہیں، نیز مدعی گواہی دینے کا مطالبہ بھی کرے تو ایسی صورت میں گواہی دینا واجب ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر بہت سارے گواہ ہیں تو چوں کہ ایسی صورت میں گواہی دینا فرض کفایہ ہے، کوئی بھی گواہی دے دے، تو سب کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی، ایسے ہی گواہ تو صرف دو ہی ہیں؛ لیکن یہ دوری یا مرض کی وجہ سے قاضی کی عدالت تک جا نہیں سکتے تو ان پر گواہی دینا واجب نہیں ہے، اس لیے کہ ان کو ضرر کا اندیشہ ہے چوں کہ قرآن کریم میں گواہوں کو پریشان کرنے سے منع کیا گیا ہے "لَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ" (البقرة: ۲۸۲)

وَ يَجِبُ الْأَدَاءُ بِلَا طَلَبٍ لَوِ الشَّهَادَةُ فِي حُقُوقِ اللّٰهِ تَعَالَى وَهِيَ كَثِيرَةٌ عَدَّ مِنْهَا فِي الْأَشْبَاهِ أَرْبَعَةَ عَشَرَ. قَالَ: وَمَتَى أَخَّرَ شَاهِدُ الْحِسْبَةِ شَهَادَتَهُ بِلَا عُذْرٍ فَسَقَ فَتُرَدُّ كَطَلَاقِ امْرَأَةٍ أَيْ بَائِنًا وَعِتْقِ أَمَةٍ وَتَدْبِيرِهَا وَكَذَا عِتْقُ عَبْدٍ وَتَدْبِيرُهُ شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ. وَكَذَا الرَّضَاعُ كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ، وَهَلْ يُقْبَلُ جَرْحُ الشَّاهِدِ حِسْبَةً؟ الظَّاهِرُ نَعَمْ لِكَوْنِهِ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالَى أَشْبَاهٌ فَبَلَغَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ، وَلَيْسَ لَنَا مُدَّعِي حِسْبَةٍ إِلَّا فِي الْوَقْفِ عَلَى الْمَرْجُوحِ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: بغیر طلب کے گواہی دینا واجب ہے، اگر گواہی حقوق اللہ سے متعلق ہو اور یہ بہت ہیں، اشباہ میں ان میں سے چودہ شمار کرائے ہیں، کہا شاہد حسبہ جب گواہی بلا عذر مؤخر کرے تو فاسق ہوگا، لہذا اس کی گواہی مردود ہوگی، جیسے عورت کی طلاق بائن، باندی کی آزادی اور اس کے مدبر ہونے کی، ایسے ہی غلام کی آزادی اور اس کا مدبر ہونا، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے، ایسے ہی رضا، جیسا کہ اس کے باب میں گذر چکا اور کیا ثواب کی نیت سے گواہوں میں جرح کرنا مقبول ہے؟ ظاہر ہے کہ ہاں، اس لیے کہ حقوق اللہ ہیں، جیسا کہ اشباہ میں ہے، لہذا یہ اٹھارہ ہو گئے اور ہمارے لیے ضعیف قول کے مطابق مدعی حسبہ صرف وقف میں ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

بلا طلب گواہی کب واجب ہوتی ہے؟

و یجب الاداء بلا طلب الخ: حقوق اللہ میں بلا طلب گواہی واجب ہے، اس لیے کہ من حیث المسلمان ہر ایک پر حقوق اللہ کا قیام ضروری ہے، ان میں یہ گواہ بھی ہیں، لہذا ان پر بلا طلب گواہی دینا لازم ہے۔

وَسَتْرُهَا فِي الْحُدُودِ أَبَرُّ لِحَدِيثِ مَنْ سَتَرَ سُتِرَ فَالْأَوْلَى الْكِتْمَانُ إِلَّا لِمُتَهَتِّكٍ بَحْرٌ. وَ الْأَوْلَى أَنْ يَقُولَ الشَّاهِدُ فِي السَّرِقَةِ أَخَذَ إِحْيَاءً لِلْحَقِّ لَا سَرَقَ رِعَايَةً لِلسَّتْرِ.

ترجمہ: حدود میں گواہی چھپانا زیادہ اچھا ہے "من ستر ستر" والی حدیث کی وجہ سے، لہذا پردہ پوشی بہتر ہے؛ لیکن بے عزت کرنے والے کے حق میں بہتر نہیں ہے، مناسب یہ ہے کہ چوری میں گواہ کہے، اس نے لیا، (یہ نہ کہے کہ) اس نے چوری کی، پردہ پوشی کی رعایت میں۔

شاہد کے لیے ہدایت

وستر ھافی الحدود الخ: ایسے جرائم جن سے حد جاری ہوتی ہے، ان جرائم سے متعلق شاہد کے لیے یہ ہدایت ہے کہ پردہ پوشی کرے، اس لیے کہ حدیث شریف میں پردہ پوشی کا حکم ہے۔

وَنِصَابُهَا لِلزِّنَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ مِنْهُمْ ابْنُ زَوْجِهَا، وَلَوْ عَلَّقَ عِتْقَهُ بِالزِّنَا وَقَعَ بِرَجُلَيْنِ وَلَا حَدَّ، وَلَوْ شَهِدَا بِعِتْقِهِ ثُمَّ أَرْبَعَةٌ بِزِنَاهُ مُحْصَنًا فَأَعْتَقَهُ الْقَاضِي ثُمَّ رَجَمَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْكُلُّ ضَمِنَ الْأَوَّلَانِ قِيمَتَهُ لِمَوْلَاهُ وَالْأَرْبَعَةُ دِيَتَهُ لَهُ أَيْضًا لَوْ وَارِثَهُ

ترجمہ: گواہوں کا نصاب زنا میں چار مرد ہیں، ان میں سے کوئی سوتیلا بیٹا نہ ہو اور اگر مولیٰ نے غلام کی آزادی خود زنا کرنے پر معلق کیا ہے، تو دو مرد کی گواہی سے آزادی واقع ہو جائے گی؛ لیکن حد نہیں لگے گی، اگر دو نے غلام کو آزاد کرنے کی گواہی دی، پھر چار مردوں نے غلام کے زنا کرنے اور اس کے محصن ہونے کی گواہی دی، چناں چہ قاضی نے اس کے آزاد ہونے کا فیصلہ دیا، پھر اس کو رجم کیا گیا، پھر ہر ایک نے گواہی سے رجوع کیا، تو پہلے دو مولیٰ کے لیے غلام کی قیمت کا ضامن ہوں گے اور چاروں بھی اس کی دیت کے اگر غلام کے وارث ہوں۔

جہاں چار گواہ ضروری ہیں

ونصابھا للزناء اربعة: زنا ایسا جرم ہے، جس کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ ضروری ہیں، چار مرد جب یہ گواہی دیں کہ ہم نے بیک وقت فلاں کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، تب حد زنا جاری ہو سکے گی ورنہ نہیں، نظائر وقرائن کی بنیاد پر زانی کو سزا نہیں دی جاسکتی ہے۔

وَ لِبَقِيَّةِ الْحُدُودِ وَالْقَوَدِ وَ مِنْهُ إِسْلَامُ كَافِرٍ ذَكَرٍ لِمَآلِهَا لِقَتْلِهِ بِخِلَافِ الْأُنْثَى بَحْرٌ وَ مِثْلُهُ رِدَّةُ مُسْلِمٍ رَجُلَانِ إِلَّا الْمُعَلَّقَ فَيَقَعُ وَلَا يُحَدُّ كَمَا مَرَّ

ترجمہ: بقیہ حدود، قصاص، ان میں کافر کے اسلام کی گواہی، اس کے انجام کار قتل ہونے کی وجہ سے ذکر کیا، بخلاف عورت کے، جیسا کہ بحر میں ہے، اسی طرح مسلمان کے مرتد ہونے (میں) دو مرد کی گواہی ہے، دو مرد نہ ہوں تو تعلیق واقع ہوگی نہ کہ حد جیسا کہ گذر چکا۔

جہاں دو مرد کی گواہی ضروری ہے

ولبقية الحدود الخ: بقیہ حدود وقصاص میں دو مرد کی گواہی ضروری ہے، اگر ایک مرد اور دو عورت مل کر کسی ایسے جرم میں گواہی دیں کہ جن میں حد جاری ہو سکتی ہے، تو گواہی قبول نہ ہوگی اس لیے کہ حدود وقصاص میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ "انما لم تقبل شهادة النساء لحديث الزهري مضت السنة من لدن رسول الله ﷺ و الخليفتين بعده ان لا شهادة للنساء في الحدود و القصاص"۔

(طحطاوی علی الدر: ۳/۲۳۰)

وَلِلْوِلَادَةِ وَاسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَلِلْإِرْثِ عِنْدَهُمَا وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَهُوَ أَرْجَحُ فَتْحٌ وَالْبَكَارَةِ وَعُيُوبِ النِّسَاءِ فِيمَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ امْرَأَةٌ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ وَالثِّنْتَانِ أَحْوَطُ، وَالْأَصَحُّ قَبُولُ رَجُلٍ وَاحِدٍ خُلَاصَةٌ وَفِي الْبُرْجَنْدِيِّ عَنِ الْمُلْتَقَطِ أَنَّ الْمُعَلِّمَ إِذَا شَهِدَ مُنْفَرِدًا فِي حَوَادِثِ الصِّبْيَانِ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ اهـ فَلْيُحْفَظْ. وَ نِصَابُهَا لِغَيْرِهَا مِنَ الْحُقُوقِ سَوَاءٌ كَانَ

الْحَقُّ مَالًا أَوْ غَيْرَهُ كَنِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَوَكَالَةٍ وَوَصِيَّةٍ وَاسْتِهْلَالِ صَبِيٍّ وَلَوْ لِلْإِرْثِ رَجُلَانِ إِلَّا فِي حَوَادِثِ صِبْيَانِ الْمَكْتَبِ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ الْمُعَلِّمِ مُنْفَرِدًا قُهُسْتَانِيٌّ عَنِ التَّجْنِيسِ (أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ) وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا {فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى} وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ أَرْبَعٍ بِلَا رَجُلٍ لِئَلَّا يَكْثُرَ خُرُوجُهُنَّ، وَخَصَّهُنَّ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ بِالْأَمْوَالِ وَتَوَابِعِهَا

ترجمہ: ولادت، بچے کی آواز اس پر نماز پڑھنے کے واسطے اور میراث کے واسطے حضرات صاحبین، شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہی قول زیادہ راجح ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، بکارت اور عورت کے وہ عیوب جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ایک مسلمان آزاد عورت کی گواہی کافی ہے اور دو عورتوں میں زیادہ احتیاط ہے اور اصح قول کے مطابق ایک مرد کی گواہی مقبول ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، برجندی میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ اگر معلم بچوں کے معاملات میں تنہا گواہی دے، تو اس کی گواہی مقبول ہے، بات پوری ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ مذکورہ معاملات کے علاوہ حقوق میں، خواہ وہ حق مال سے متعلق ہو یا مال کے علاوہ، جیسے نکاح، طلاق، وکالت، وصیت اور بچے کی آواز اگرچہ وراثت کے لیے ہو، دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں، مگر مکتب کے بچوں کے معاملات میں، تنہا معلم کی گواہی معتبر ہے، جیسا کہ قہستانی میں تجنیس کے حوالے سے ہے، ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے قول "فتذکر احداهما الاخری" کی وجہ سے فرق نہیں کیا جائے گا، اسی لیے بغیر مرد کے چار عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی تاکہ ان کو عدالت کا چکر زیادہ نہ لگانا پڑے، ائمہ ثلاثہ کے عورتوں کی گواہی کو اموال اور توابع اموال کے ساتھ خاص کیا ہے (حقوق غیر مالیہ میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورتوں کی گواہی مردوں کے ساتھ مقبول نہیں ہوگی)۔

جہاں ایک عورت کی گواہی کافی ہے

وللولادة الخ: ولادت، بکارت اور عورتوں کے وہ عیوب جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں، ان صورتوں میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

جہاں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے

ونصابها لغيرها الخ: حدود و قصاص اور وہ معاملات جس پر صرف عورت ہی مطلع ہوتی ہے، ان کے علاوہ تمام معاملات میں دو مرد یا نہیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے اس لیے صرف عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہ ہوگا۔

وَلَزِمَ فِي الْكُلِّ مِنَ الْمَرَاتِبِ الْأَرْبَعِ لَفْظُ أَشْهَدُ بِلَفْظِ الْمُضَارِعِ بِالْإِجْمَاعِ، وَكُلُّ مَا لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ هَذَا اللَّفْظُ كَطَهَارَةِ مَاءٍ وَرُؤْيَةِ هِلَالٍ فَهُوَ إِخْبَارٌ لَا شَهَادَةٌ لِقَبُولِهَا وَالْعَدَالَةُ لِوُجُوبِهِ فِي الْيَنَابِيعِ: الْعَدْلُ مَنْ لَمْ يُطْعَنْ عَلَيْهِ فِي بَطْنٍ وَلَا فَرْجٍ وَمِنْهُ الْكَذِبُ لِخُرُوجِهِ مِنَ الْبَطْنِ لَا لِصِحَّتِهِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ

ترجمہ: چاروں قسموں میں سے ہر ایک میں، لفظ اشہد لازم ہے، یعنی لفظ مضارع سے بالاجماع اور جن میں یہ لفظ شرط نہیں ہے جیسے طہارت آب اور رؤیت ہلال تو وہ اخبار ہے نہ کہ شہادت، اس کو قبول کرنے کے لیے اور عدالت لازم ہے فیصلہ کو واجب کرنے کے لیے (گواہ عادل نہیں ہے، تو قاضی پر فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے) ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے، جس پر پیٹ اور شرم گاہ کے معاملے میں طعن نہ ہو، ان میں سے جھوٹ ہے، پیٹ سے نکلنے کی وجہ سے، صحت کے لیے نہیں، امام شافعی کے خلاف۔

گواہی دینے کا طریقہ

و لزم فی الکل الخ: چاروں صورتوں میں لفظ "اشھد" سے گواہی دینا ضروری ہے، لفظ "اشھد" کے علاوہ دوسرے الفاظ سے گواہی دے گا تو گواہی کا اعتبار نہ ہوگا۔

عدالت کی اہمیت

گواہ کا نیک اور صالح ہونا ضروری ہے، یعنی گواہ ایسا آدمی ہو جو حدود شرعیہ کی رعایت کرنے والا ہو، اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ گواہ وہ آدمی بن سکتا ہے جو گناہ کبیرہ سے بچتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو لہٰذا اگر گواہ ایسا ہے جو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے تو اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہوگا، اس لیے کہ جو شخص گناہ کرتا رہتا ہے اس کے بارے میں یہ بہت ممکن ہے کہ گواہی کے معاملے میں جھوٹ بولے، گواہی کے ذریعے چوں کہ حق کو واضح کرنا ہوتا ہے، اس لیے گواہی دینے کے لیے ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے، جو نیک اور صالح ہو، تا کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ نہ کرے، "قال فی الذخیرۃ و احسن ما قیل فی تفسیر العدالۃ: ان یکون مجتنبا للکبائر و لا یکون مصرا علی الصغائر و یکون صلاحہ اکثر من فسادہ و صوابہ اکثر من خطئہ" (رد المحتار: ۸/ ۱۷۸)

فَلَوْ قَضىٰ بِشَهَادَةِ فَاسِقٍ نَفَذَ وَأَثِمَ فَتْحٌ إِلَّا أَنْ يَمْنَعَ مِنْهُ أَيْ مِنَ الْقَضَاءِ بِشَهَادَةِ الْفَاسِقِ الْإِمَامُ فَلَا يَنْفُذُ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ يَتَأَقَّتُ وَيَتَقَيَّدُ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ وَحَادِثَةٍ وَقَوْلٍ مُعْتَمَدٍ حَتَّى لَا يَنْفُذَ قَضَاؤُهُ بِأَقْوَالٍ ضَعِيفَةٍ وَمَا فِي الْقُنْيَةِ وَالْمُجْتَبَى مِنْ قَبُولِ ذِي الْمُرُوءَةِ الصَّادِقِ فَقَوْلُ الثَّانِي بَحْرٌ وَضَعَّفَهُ الْكَمَالُ بِأَنَّهُ تَعْلِيلٌ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ فَلَا يُقْبَلُ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ: فاسق گواہ کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا تو نافذ ہو جائے گا؛ لیکن قاضی گنہ گار ہوگا، جیسا کہ فتح میں ہے، الا یہ کہ امام قاضی کو فاسق گواہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے روک دے، تو نافذ نہیں ہوگا، اس لیے کہ گذر چکا کہ قضاء موقت اور مقید ہوتی ہے، زمان، مکان اور حادثے کے ساتھ اور معتمد قول یہ ہے کہ ضعیف قول کی بنیاد پر فیصلہ نافذ نہیں ہوتا ہے اور جو قنیہ و مجتبیٰ میں سچے صاحب مروت کی شہادت قبول ہونے کی صراحت ہے وہ امام ابو یوسف کا قول ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اس کو صاحب فتح نے ضعیف کہا ہے اس لیے کہ یہ نص کے معاملے میں تعلیل ہے، لہٰذا قبول نہیں ہوگا، جسے مصنف علام نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے۔

فاسق گواہ کی بنیاد پر فیصلہ

فلو قضی بشهادة فاسق الخ: فاسق و فاجر کی گواہی کی بنیاد پر قاضی اگر فیصلہ دے دے تو فیصلہ تو نافذ ہو جائے گا؛ لیکن قاضی گنہ گار ہوگا؛ البتہ ایک صورت ہے کہ فاسق کی گواہی پر دیا گیا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوگا اور وہ یہ کہ امام نے قاضی کو فاسق کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے روک دیا ہے۔

وَهِيَ إِنْ عَلَى حَاضِرٍ يَحْتَاجُ الشَّاهِدُ إِلَى الْإِشَارَةِ إِلَى ثَلَاثَةِ مَوَاضِعَ أَعْنِي الْخَصْمَيْنِ وَالْمَشْهُودَ بِهِ لَوْ عَيْنًا لَا دَيْنًا وَإِنْ عَلَى غَائِبٍ كَمَا فِي نَقْلِ الشَّهَادَةِ أَوْ مَيِّتٍ فَلَا بُدَّ لِقَبُولِهَا مِنْ نِسْبَتِهِ إِلَى جَدِّهِ فَلَا يَكْفِي ذِكْرُ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَصِنَاعَتِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ يُعْرَفُ بِهَا أَيْ بِالصِّنَاعَةِ لَا مَحَالَةَ بِأَنْ لَا يُشَارِكَهُ فِي الْمِصْرِ غَيْرُهُ فَلَوْ قَضَى بِلَا ذِكْرِ الْجَدِّ نَفَذَ فَالْمُعْتَبَرُ التَّعْرِيفُ لَا تَكْثِيرُ الْحُرُوفِ، حَتَّى لَوْ عُرِفَ بِاسْمِهِ فَقَطْ أَوْ بِلَقَبِهِ وَحْدَهُ كَفَى جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ وَمُلْتَقَطٌ

ترجمہ: گواہی اگر موجود پر ہے، تو گواہ تین جگہوں میں اشارہ کرنے پر محتاج ہے، یعنی خصمین اور مشہود بہ، اگر عین ہو

نہ کہ دین اور اگر غائب پر ہو، جیسے نقل شہادت یا میت کی گواہی میں تو اس کے قبول کے لیے دادا تک نسب ضروری ہے، لہذا اس کا اس کے باپ کا نام اور پیشہ کا تذکرہ کافی نہیں ہے، الا یہ کہ وہ بلا شرکت غیر پیشہ سے مشہور ہو، اس طور پر کہ شہر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہ ہو، لہذا اگر دادا کا تذکرہ کیے بغیر فیصلہ کر دیا تو نافذ ہوگا، اس لیے کہ اعتبار تعارف کا ہے، نہ کہ کثرت حروف، یہاں تک کہ اگر وہ فقط نام سے یا صرف لقب سے جانا جاتا ہے، تو کافی ہے، جیسا کہ جامع الفصولین اور ملتقط میں ہے۔

گواہ کے لیے ہدایت

وھی ان علی حاضر الخ: جن سے متعلق گواہی دی جارہی ہے، ان کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ موجود ہوں گے یا غائب ہوں گے، اگر موجود ہیں تو ان کی طرف اشارہ بھی کافی ہے، لیکن اگر غائب ہیں تو باپ اور دادا کے نام کے ساتھ ان کا تعارف ضروری ہے، اگر وہ مشہور نہ ہو تب ورنہ وہ جس نام یا جس پیشے سے معروف ہوں، اسی کا تذکرہ کافی ہے۔

وَلَا يَسْأَلُ عَنْ شَاهِدٍ بِلَا طَعْنٍ مِنَ الْخَصْمِ إِلَّا فِي حَدٍّ وَقَوَدٍ، وَعِنْدَهُمَا يَسْأَلُ فِي الْكُلِّ إِنْ جَهِلَ بِحَالِهِمْ بَحْرٌ سِرًّا وَعَلَنًا بِهِ يُفْتَى وَهُوَ اخْتِلَافُ زَمَانٍ لِأَنَّهُمَا كَانَا فِي الْقَرْنِ الرَّابِعِ، وَلَوْ اُكْتُفِيَ بِالسِّرِّ جَازَ مَجْمَعٌ وَبِهِ يُفْتَى سِرَاجِيَّةٌ. وَكَفَى فِي التَّزْكِيَةِ قَوْلُ الْمُزَكِّي هُوَ عَدْلٌ فِي الْأَصَحِّ لِثُبُوتِ الْحُرِّيَّةِ بِالدَّارِ دُرَرٌ يَعْنِي الْأَصْلَ فِيمَنْ كَانَ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ الْحُرِّيَّةُ فَهُوَ بِعِبَارَتِهِ جَوَابٌ عَنِ النَّقْضِ بِالْعَبْدِ وَبِدَلَالَتِهِ عَنِ النَّقْضِ بِالْمَحْدُودِ ابْنُ كَمَالٍ

ترجمہ: قاضی خصم کی طعن کے بغیر شاہد کی تفتیش نہ کرے، مگر حدود وقصاص میں اور صاحبین کے نزدیک ہر طرح کے مقدمات میں پوچھے، اگر قاضی ان کے احوال سے بے خبر ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، پوچھے مخفی اور علانیہ، اسی پر فتویٰ ہے اور یہ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ صاحبین چوتھے قرن میں تھے اور اگر قاضی مخفی پر اکتفا کرے، تو جائز ہے، جیسا کہ مجمع میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔ تزکیہ میں مزکی کا قول "ھو عدل" کہنا کافی ہے، اصح قول کے مطابق، دار الاسلام کی وجہ سے حریت ثابت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ درر میں ہے، یعنی جو لوگ دار الاسلام میں رہتے ہیں، ان کی اصلیت آزاد ہونا ہے، لہذا یہ جواب صراحتاً غلام ہونے کی نفی کرتا ہے اور دلالۃً محدود فی القذف ہونے کی نفی کرتا ہے۔

قاضی کے لیے ہدایت

ولا یسئل عن شاھد الخ: قاضی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گواہوں کے بارے میں صحیح جانکاری حاصل کرے کہ واقعتاً یہ عادل ہیں کہ نہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ گواہ کے محلے میں اپنے کارندے بھیج کر صحیح معلومات حاصل کرے؛ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ خصم جب گواہ پہ جرح کر دے، اگر خصم نے گواہ پہ جرح نہیں کی ہے، تو اب گواہ کی عدالت کا پتہ لگانا قاضی کے ذمے میں نہیں ہے؛ البتہ حدود وقصاص کے مقدمات میں مطلقاً قاضی گواہوں کی عدالت کی معلومات حاصل کرے، یہ تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک ہے؛ لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک ہر طرح کے مقدمات میں قاضی کی یہ ذمہ داری ہے کہ گواہوں کی عدالت کی معلومات حاصل کرے، اسی قول پر فتویٰ ہے۔ "و الفتوی علی قولھما فی ھذا الزمان" (۱۷۹/۸)

وَالتَّعْدِيلُ مِنَ الْخَصْمِ الَّذِي لَمْ يُرْجَعْ إِلَيْهِ فِي التَّعْدِيلِ لَمْ يَصْلُحْ فَلَوْ كَانَ مِمَّنْ يُرْجَعُ إِلَيْهِ فِي

التَّعْدِيلِ صَحَّ بَزَّازِيَّةٌ، وَالْمُرَادُ بِتَعْدِيلِهِ تَزْكِيَتُهُ بِقَوْلِهِ هُمْ عُدُولٌ زَادَ لَكِنَّهُمْ أَخْطَئُوا أَوْ نَسُوا أَوْ لَمْ يَزِدْ وَ أَمَّا قَوْلُهُ صَدَقُوا أَوْ هُمْ عُدُولٌ صَدَقَةٌ فَإِنَّهُ اعْتِرَافٌ بِالْحَقِّ فَيُقْضَى بِإِقْرَارِهِ لَا بِالْبَيِّنَةِ عِنْدَ الْجُحُودِ اخْتِيَارٌ. وَفِي الْبَحْرِ عَنِ التَّهْذِيبِ: يَحْلِفُ الشُّهُودُ فِي زَمَانِنَا لِتَعَذُّرِ التَّزْكِيَةِ إِذِ الْمَجْهُولُ لَا يَعْرِفُ الْمَجْهُولَ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. ثُمَّ نَقَلَ عَنْهُ عَنِ الصَّيْرَفِيَّةِ تَفْوِيضَهُ لِلْقَاضِي قُلْتُ: وَلَا تَنْسَ مَا مَرَّ عَنِ الْأَشْبَاهِ.

ترجمه: گواہ کو اس خصم کی طرف سے عادل کہنا، جس سے تعدیل کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے، صحیح نہیں ہے، لہذا اگر اس کی طرف تعدیل کے لیے رجوع کیا جائے تو صحیح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے خصم کی تعدیل سے مراد اس کے قول "ھم عدول" سے گواہ کا تزکیہ ہے، اس نے "لکنھم اخطأوا" زیادہ کیا یا بھول کر زیادہ نہیں کیا، بہر حال خصم کا قول کہ گواہ سچے ہیں، وہ سچے عادل ہیں، تو یہ حق کا اعتراف ہے، لہذا قاضی اس کے اقرار کی بنیاد پر فیصلہ کرے، نہ کہ گواہ کی بنیاد پر انکار کے وقت، جیسا کہ اختیار میں ہے، بحر میں تہذیب کے حوالے سے ہے کہ ہمارے زمانے میں تزکیہ متعذر ہونے کی وجہ سے گواہوں سے قسم لی جائے، اس لیے کہ مجہول مجہول کو نہیں جان سکتا ہے، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے، پھر صیرفیہ سے نقل کیا ہے کہ قسم کھلانا قاضی کے اختیار میں دے دے میں کہتا ہوں، اس کو نہیں بھولنا چاہیے جو اشباہ سے گذر چکا ہے۔

خصم کا ازخود گواہوں کی تصدیق کا حکم

و التعديل من الخصم الخ: قاضی نے مدعی علیہ سے گواہوں کی عدالت کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا ہے، پوچھنے سے پہلے ہی مدعی علیہ گواہوں کی تصدیق کر دے، تو اس کی تصدیق کا اعتبار نہ ہوگا، اس لیے کہ مدعی علیہ دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ خود جھوٹا ہے اور جب وہ جھوٹا ٹھہرا تو اس کی تصدیق کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

وَ الشَّاهِدُ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ بِمَا سَمِعَ أَوْ رَأَى فِي مِثْلِ الْبَيْعِ وَلَوْ بِالتَّعَاطِي فَيَكُونُ مِنَ الْمَرْئِيِّ وَالْإِقْرَارِ وَلَوْ بِالْكِتَابَةِ فَيَكُونُ مَرْئِيًّا وَحُكْمِ الْحَاكِمِ وَالْغَصْبِ وَالْقَتْلِ وَإِنْ لَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ وَلَوْ مُخْتَفِيًا يَرَى وَجْهَ الْمُقِرِّ وَيَفْهَمُهُ وَلَا يَشْهَدُ عَلَى مُحَجَّبٍ بِسَمَاعِهِ مِنْهُ إِلَّا إِذَا تَبَيَّنَ الْقَائِلَ بِأَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ غَيْرُهُ، لَكِنْ لَوْ فَسَّرَ لَا تُقْبَلُ دُرَرٌ أَوْ يَرَى شَخْصَهَا أَيِ الْقَائِلَةِ مَعَ شَهَادَةِ اثْنَيْنِ بِأَنَّهَا فُلَانَةُ بِنْتُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَيَكْفِي هَذَا لِلشَّهَادَةِ عَلَى الْاِسْمِ وَالنَّسَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ.

ترجمه: گواہ کے لیے جائز ہے کہ وہ گواہی دے اس چیز کی جس کو سنے یا دیکھے، بیع وغیرہ میں، خواہ بالتعاطی ہو، لہذا وہ مرئیات میں سے ہے اور اقرار کا، اگر چہ تحریر کے ذریعے ہو، لہذا یہ (بھی) مرئیات میں سے ہے، حاکم کے حکم، غصب اور قتل کی (گواہی دینا جائز ہے) اگر اس پر (اس کو) گواہ نہ بنایا ہو، اگر چہ گواہ چھپا ہو، اس طور پر کہ مقر کا چہرہ دیکھتا ہو اور سمجھتا ہو، پردے کے پیچھے سے سننے والا گواہی نہ دے، الا یہ کہ کہنے والا ظاہر ہو جائے، اس طور پر کہ گھر میں کوئی دوسرا نہ ہو؛ لیکن اگر تفسیر

کرے، تو گواہی قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ درر میں ہے، یا گواہ کہنے والی عورت کو دو گواہ کے ساتھ دیکھے، اس طور پر کہ یہ فلانی بنت فلاں بن فلاں ہے، یہ عورت کے نام ونسب پر گواہی کے لیے کافی ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔

گواہ کے لیے ہدایت

و الشاهد له ان يشهد الخ: گواہ کے لیے یہ ہدایت ہے کہ اس نے جس واقع کو دیکھا ہے، اسی کی گواہی اور جس واقع کو نہیں دیکھا ہے پردے کے پیچھے سے سنا ہے، تو اس کی گواہی نہ دے، الا یہ کہ اس کو یقین ہو جائے اس طور پر کہ پردے کے پیچھے صرف بولنے والا ہی تھا، کوئی دوسرا نہیں تھا، تو اس صورت میں گواہی دے سکتے ہیں اور ایک صورت ہے کہ کسی نے تحریر کے ذریعے اقرار کیا، اس تحریر کو جس نے دیکھا ہے وہ بھی اس اقرار کی گواہی دے سکتا ہے، اس لیے کہ یہ بھی مرئیات کے قبیل سے ہے۔

فَرْعٌ: فِي الْجَوَاهِرِ عَنْ مُحَمَّدٍ: لَا يَنْبَغِي لِلْفُقَهَاءِ كَتْبُ الشَّهَادَةِ لِأَنَّ عِنْدَ الْأَدَاءِ يُبْغِضُهُمْ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَيَضُرُّهُ وَإِذَا كَانَ بَيْنَ الْخَطَّيْنِ بِأَنْ أَخْرَجَ الْمُدَّعِي خَطَّ إِقْرَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَأَنْكَرَ كَوْنَهُ خَطَّهُ فَاسْتُكْتِبَ فَكَتَبَ وَبَيْنَ الْخَطَّيْنِ مُشَابَهَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى أَنَّهُمَا خَطُّ كَاتِبٍ وَاحِدٍ لَا يَحْكُمُ عَلَيْهِ بِالْمَالِ هُوَ الصَّحِيحُ خَانِيَّةٌ، وَإِنْ أَفْتَى قَارِئُ الْهِدَايَةِ بِخِلَافِهِ فَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا يُعَوَّلُ عَلَى هَذَا التَّصْحِيحِ لِأَنَّ قَاضِيَ خَانَ مِنْ أَجَلِّ مَنْ يُعْتَمَدُ عَلَى تَصْحِيحَاتِهِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا، وَفِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ وَاعْتَمَدَهُ فِي الْأَشْبَاهِ، لَكِنْ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ: لَوْ قَالَ هَذَا خَطِّي لَكِنْ لَيْسَ عَلَيَّ هَذَا الْمَالُ، إِنْ كَانَ الْخَطُّ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ مُصَدَّرًا مُعَنْوَنًا لَا يُصَدَّقُ وَيَلْزَمُ بِالْمَالِ وَنَحْوُهُ فِي الْمُلْتَقَطِ وَفَتَاوَى قَارِئِ الْهِدَايَةِ فَرَاجِعْ ذَلِكَ.

ترجمہ: امام محمد سے جواہر میں مروی ہے کہ اہل علم کے لیے مناسب نہیں ہے کہ گواہی کو لکھے، اس لیے کہ ادائے گواہی کے وقت مدعی علیہ ان (اہل علم) کے اوپر غصہ ہوگا، جو اس کے لیے مضر ہے، اور اگر دو خط کے درمیان اس طور پر کہ مدعی نے مدعی علیہ کے اقرار کا خط نکالا؛ لیکن اس نے انکار کیا، چناں چہ اس سے خط لکھایا، اس نے لکھا، تو دونوں خط کے درمیان واضح مشابہت ہے کہ یہ دونوں ایک ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو مدعی علیہ پر مال کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہی صحیح ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اگر چہ قاری ہدایہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے؛ لیکن اس پر اعتماد نہ کر کے اس تصحیح پر بھروسہ کیا جائے گا، اس لیے کہ جن حضرات کی تصحیحات پر عمل کیا جاتا ہے، ان میں سے قاضی خاں اجل ہیں، ایسے ہی مصنف علام نے اپنی شرح اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے، نیز اشباہ میں اعتماد کیا ہے؛ لیکن شرح وہبانیہ میں ہے کہ یہ خط میرا ہے؛ لیکن یہ مال مجھ پر لازم نہیں، اگر وہ خط بھیجنے کے طور پر صادر ہوا ہے، تو اس کی تصدیق نہ ہو کر مال لازم ہوگا، ایسے ہی ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتویٰ میں ہے، لہذا وہاں رجوع کرنا چاہیے۔

تحریر کی بنیاد پر فیصلہ

ایک آدمی کی تحریر بتاتی ہے کہ اس نے تحریری طور پر اقرار کیا ہے؛ لیکن بعد میں وہ انکار کر رہا ہے، تو اس کے انکار کا اعتبار ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ بعض مرتبہ آدمی مشق کے لیے بھی خط لکھتا ہے؛ لیکن اگر اس خط میں ایسے آثار ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ اس نے یہ خط بھیجنے کے لیے ہی لکھا تھا، تو

اس تحریری اقرار کا اعتبار ہو کر اس پر مال لازم ہوگا، اس لیے کہ غائب کو خط لکھنا حاضر کو خطاب کرنے کی طرح ہے۔

وَلَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ غَيْرِهِ مَا لَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ وَقَيَّدَهُ فِي النِّهَايَةِ بِمَا إذَا سَمِعَهُ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَاضِي، فَلَوْ فِيهِ جَازَ وَإِنْ لَمْ يُشْهِدْهُ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنْ الْجَوْهَرَةِ، وَيُخَالِفُهُ تَصْوِيرُ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ وَغَيْرِهِ، وَقَوْلُهُمْ لَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ وَقَبُولِ التَّحْمِيلِ وَعَدَمِ النَّهْيِ بَعْدَ التَّحْمِيلِ عَلَى الْأَظْهَرِ، نَعَمْ الشَّهَادَةُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي صَحِيحَةٌ وَإِنْ لَمْ يُشْهِدْهُمَا الْقَاضِي عَلَيْهِ، وَقَيَّدَهُ أَبُو يُوسُفَ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَهُوَ الْأَحْوَطُ ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ.

ترجمہ: دوسرے کی گواہی پر گواہی نہ دے، جب تک کہ اس پر گواہ نہ بنائے، نہایہ میں اس کو اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب اس کو مجلس قضاء کے علاوہ میں سنا ہو، لہذا اگر اس میں سنا ہے تو جائز ہے، اگر دوسرے نے اس کو گواہ نہ بنایا ہو، جیسا کہ شرنبلالی میں جوہرہ سے ہے، صدر الشریعہ وغیرہ کا خیال اس کے خلاف ہے، فقہاء کا قول گواہ بنانا، گواہ بننے کو قبول کرنا اور گواہ بننے کے بعد انکار نہ کرنا قول اظہر کے مطابق ضروری ہے، قضائے قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے، اگر چہ قاضی ان دونوں کو اس پر گواہ نہ بنایا ہو، امام ابو یوسف نے اس کو مجلس قضاء کے ساتھ مقید کیا ہے جو احوط ہے، جس کا تذکرہ خلاصہ میں ہے۔

کسی کی گواہی پر گواہی دینا

و لا يشهد على شهادة غيره الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے گواہی دی، اس گواہی کو کسی دوسرے شخص نے سنی، تو اب اس دوسرے شخص کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ یہ اس کی گواہی دے؛ البتہ اگر گواہِ اول اس دوسرے شخص کو اپنی گواہی پر گواہ بنادے اور یہ قبول بھی کر لے، بعد میں انکار بھی نہ کرے تو یہ دوسرا شخص گواہی دے سکتا ہے؛ لیکن گواہ اول کو قاضی کی مجلس میں گواہی دیتے ہوئے دیکھا ہے، تو اس دوسرے شخص کے لیے گنجائش ہے کہ اس کو گواہ بنائے بغیر بھی یہ گواہی دے سکتا ہے، یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے۔

كَفَى عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي اثْنَيْ عَشَرَ مَسْأَلَةً عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ مِنْهَا إِخْبَارُ الْقَاضِي بِإِفْلَاسِ الْمَحْبُوسِ بَعْدَ الْمُدَّةِ لِلتَّزْكِيَةِ أَيْ تَزْكِيَةِ السِّرِّ، وَأَمَّا تَزْكِيَةُ الْعَلَانِيَةِ فَشَهَادَةٌ إِجْمَاعًا وَتَرْجَمَةِ الشَّاهِدِ وَالْخَصْمِ وَالرِّسَالَةِ مِنَ الْقَاضِي إِلَى الْمُزَكِّي وَالِاثْنَانِ أَحْوَطُ، وَجَازَ تَزْكِيَةُ عَبْدٍ وَصَبِيٍّ وَوَالِدٍ، وَقَدْ نَظَمَ ابْنُ وَهْبَانَ مِنْهَا أَحَدَ عَشَرَ فَقَالَ:

وَيُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي تَقَوُّمٍ ☆ وَجَرْحٍ وَتَعْدِيلٍ وَأَرْشٍ يُقَدَّرُ
وَتَرْجَمَةٍ وَالسَّلَمِ هَلْ هُوَ جَيِّدٌ ☆ وَإِفْلَاسِهِ الْإِرْسَالِ وَالْعَيْبِ يَظْهَرُ
وَصَوْمٍ عَلَى مَا مَرَّ أَوْ عِنْدَ عِلَّةٍ ☆ وَمَوْتٍ إِذَا لِلشَّاهِدَيْنِ يُخْبِرُ.

وَالتَّزْكِيَةُ لِلذِّمِّيِّ تَكُونُ بِالْأَمَانَةِ فِي دِينِهِ وَلِسَانِهِ وَيَدِهِ وَأَنَّهُ صَاحِبُ يَقَظَةٍ فَإِنْ لَمْ يَعْرِفْهُ الْمُسْلِمُونَ سَأَلُوا عَنْهُ عُدُولَ الْمُشْرِكِينَ اخْتِيَارٌ. وَفِي الْمُلْتَقَطِ: عَدْلٌ نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ أَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ، وَلَوْ سَكِرَ الذِّمِّيُّ لَا تُقْبَلُ. وَلَا يَشْهَدُ مَنْ رَأَى خَطَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْهَا أَيْ الْحَادِثَةَ كَذَا الْقَاضِي وَالرَّاوِي لِمُشَابَهَةِ الْخَطِّ لِلْخَطِّ، وَجَوَّزَاهُ لَوْ فِي حَوْزِهِ، وَبِهِ نَأْخُذُ بَحْرٌ عَنْ الْمُبْتَغَى

وَلَا يَشْهَدُ أَحَدٌ بِمَا لَمْ يُعَايِنْهُ بِالْإِجْمَاعِ إِلَّا فِي عَشَرَةٍ عَلَى مَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ: مِنْهَا الْعِتْقُ وَالْوَلَاءُ عِنْدَ الثَّانِي وَالْمَهْرُ عَلَى الْأَصَحِّ بَزَّازِيَّةٌ وَ النَّسَبِ وَالْمَوْتِ وَالنِّكَاحِ وَالدُّخُولِ بِزَوْجَتِهِ وَوِلَايَةِ الْقَاضِي وَأَصْلِ الْوَقْفِ وَقِيلَ وَشَرَائِطِهِ عَلَى الْمُخْتَارِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ وَ أَصْلُهُ هُوَ كُلُّ مَا تَعَلَّقَ بِهِ صِحَّتُهُ وَتَوَقَّفَ عَلَيْهِ وَإِلَّا فَمِنْ شَرَائِطِهِ فَلَهُ الشَّهَادَةُ بِذَلِكَ إِذَا أَخْبَرَهُ بِهَا بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ مَنْ يَثِقُ الشَّاهِدُ بِهِ مِنْ خَبَرِ جَمَاعَةٍ لَا يُتَصَوَّرُ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ بِلَا شَرْطِ عَدَالَةٍ أَوْ شَهَادَةِ عَدْلَيْنِ إِلَّا فِي الْمَوْتِ، فَيَكْفِي الْعَدْلُ وَلَوْ أُنْثَى وَهُوَ الْمُخْتَارُ مُلْتَقَى وَفَتْحٌ، وَقَيَّدَهُ شَارِحُ الْوَهْبَانِيَّةِ بِأَنْ لَا يَكُونَ الْمُخْبِرُ مِنْهُمَا كَوَارِثٍ وَمُوصًى لَهُ

ترجمہ: ایک عادل شخص کی گواہی بارہ مسئلوں میں کافی ہے جیسا کہ اشباہ میں ہے، ان میں سے ایک قاضی کا خبر دینا، محبوس کے افلاس کی مدت کے بعد (۲) تزکیۂ سر کے لیے، بہر حال تزکیۂ علانیہ اس کے لیے بالاجماع گواہی ہے (ضابطے کی)، (۳) شاہد اور مخصم کے حالات کے لیے (۴) قاضی کی طرف سے مزکی کو خط پہنچانے کے لیے؛ لیکن دو آدمی میں زیادہ احتیاط ہے، غلام، بچے اور والد کا تزکیہ جائز ہے بارہ میں گیارہ کو ابن وہبان نے منظوم کرتے ہوئے کہا ہے، ایک عادل کی گواہی مقبول ہے قیمت ٹھہرانے، جرح کرنے، گواہ کی تعدیل، ترجمہ، مسلم فیہ میں کہ وہ جید ہے کہ ردی، افلاس محبوس، قاضی کے خط لے جانے، عیب ظاہر کرنے اور روزہ رکھوانے میں، جیسا کہ گذر چکا علت (بادل وغیرہ) ہونے کی صورت میں اور جب دونوں شاہد کے مرنے کی خبر دے، (ان صورتوں میں ایک عادل آدمی کی گواہی معتبر ہے)۔ ذمی کا تزکیہ اس کے دین، زبان اور ہاتھ میں امانت کے ذریعے ہوتا ہے، نیز وہ بیدار مغز ہو، مسلمان اگر اس کو نہ جانتے ہوں، تو عادل مشرکین سے پوچھ کر معلوم کریں گے، جیسا کہ اختیار میں ہے، ملتقط میں ہے کہ نصرانی عادل تھا پھر اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اگر ذمی نشے کی حالت میں ملا، تو گواہی قبول نہ ہوگی۔ جسے واقعہ یاد نہ ہو وہ اپنی تحریر دیکھ کر گواہی نہ دے، ایسے ہی قاضی اور راوی، ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہونے کی وجہ سے؛ لیکن صاحبین نے جائز قرار دیا ہے، اگر تحریر اس کی حفاظت میں رہے، اسی قول کو ہم لیتے ہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، مجتبیٰ کے حوالے سے، کوئی بغیر دیکھے ہوئے گواہی نہ دے بالاجماع؛ مگر دس مسئلے میں، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے، ان میں سے عتق وولاء ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور مہر اصح قول کے مطابق، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، نسب، موت، نکاح، دخول بالزوجہ، ولایت قاضی اور وقف کی اصل، کہا گیا اس کی شرطیں (بھی) مختار قول کے مطابق، جیسا کہ وقف کے بیان میں گذر چکا۔ وقف کی اصل وہ چیز ہے جس پر وقف کی صحت متعلق ہو اور اس پر موقوف ہو، ورنہ اس کی شرائط میں سے ہے، لہذا ایک آدمی کا گواہی دینا جائز ہے، جب شاہد کو ان اشیاء کی خبر دے، ایسا آدمی جس پر شاہد کو اعتماد ہے، اس جماعت میں، جس کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، بغیر شرط عدالت کے، یا دو عادل کی شہادت سے، مگر موت میں، چناں چہ اس میں ایک عادل کی گواہی کافی ہے، اگرچہ عورت ہو، یہی مختار ہے، جیسا کہ ملتقی اور فتح میں ہے، شارح وہبانیہ نے اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ مخبر وارث اور موصی لہ میں سے نہ ہو۔

جہاں صرف ایک عادل کی گواہی کافی ہے

کفی عدل و احد الخ: صاحب کتاب نے یہاں ان بارہ مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں صرف ایک عادل کی گواہی کافی ہے۔

اپنی تحریر پر اعتماد کر کے گواہی دینا

ولا یشھد من رای خطه الخ: اس کی صورت تو یہ ہے کہ تحریر بھی ہے اور واقعہ بھی یاد ہے تو بالاتفاق گواہی دی جاسکتی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ تحریر ہے؛ لیکن صاحب تحریر کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے، تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک گواہی نہیں دے سکتے؛ لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس تحریر کی حفاظت ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے کے ہاتھ میں نہیں گئی ہے اور صاحب تحریر کو مکمل اعتماد ہے تو اس تحریر کی بنیاد پر گواہی دی جاسکتی ہے اسی پر عمل اور فتویٰ ہے۔

وَمَنْ فِي يَدِهِ شَيْءٌ سِوَى رَقِيقٍ عُلِمَ رِقُّهُ وَ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِلَّا فَهُوَ كَمَتَاعٍ فَلَكَ أَنْ تَشْهَدَ بِهِ أَنَّهُ لَهُ إِنْ وَقَعَ فِي قَلْبِكَ ذَلِكَ أَيْ أَنَّهُ مَلَكَهُ وَإِلَّا لَا وَلَوْ عَايَنَ الْقَاضِي ذَلِكَ جَازَ لَهُ الْقَضَاءُ بِهِ بَزَّازِيَّةٌ: أَيْ إِذَا ادَّعَاهُ الْمَالِكُ وَإِلَّا لَا. وَإِنْ فَسَّرَ الشَّاهِدُ لِلْقَاضِي أَنَّ شَهَادَتَهُ بِالتَّسَامُعِ أَوْ بِمُعَايَنَةِ الْيَدِ رُدَّتْ عَلَى الصَّحِيحِ إِلَّا فِي الْوَقْفِ وَالْمَوْتِ إِذَا فَسَّرَا وَقَالَا فِيهِ أَخْبَرَنَا مَنْ نَثِقُ بِهِ تُقْبَلُ عَلَى الْأَصَحِّ خُلَاصَةٌ. بَلْ فِي الْعَزْمِيَّةِ عَنْ الْخَانِيَّةِ: مَعْنَى التَّفْسِيرِ أَنْ يَقُولَا شَهِدْنَا لِأَنَّا سَمِعْنَا مِنَ النَّاسِ. أَمَّا لَوْ قَالَا لَمْ نُعَايِنْ ذَلِكَ وَلَكِنَّهُ اشْتَهَرَ عِنْدَنَا جَازَتْ فِي الْكُلِّ وَصَحَّحَهُ شَارِحُ الْوَهْبَانِيَّةِ وَغَيْرُهُ اهـ.

ترجمہ: جس شخص کے قبضے میں کوئی چیز ہو، سوائے اس غلام کے جس کی رقیت معلوم ہو، جو اپنی رقیت از خود بیان کر سکتا ہو، ورنہ تو وہ سامان کے حکم میں ہے، لہذا آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ گواہی دیں کہ وہ سامان صاحب قبضہ کا ہے، اگر آپ کے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے، ورنہ نہیں، اور اگر قاضی نے قبضے کو خود دیکھا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کا فیصلہ دے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، جب مالک اس کا دعویٰ کرے، ورنہ نہیں، اور اگر گواہ قاضی کے سامنے تفسیر کرے کہ اس کی شہادت سننے، یا قبضہ دیکھنے کی وجہ سے ہے تو صحیح قول کے مطابق رد ہو جائے گی، مگر وقف اور موت میں، جب دونوں گواہ تفسیر کرتے ہوئے کہیں کہ ہمیں اس نے خبر دی ہے جس پر اعتماد ہے، تو اصح قول کے مطابق گواہی قبول ہوگی جیسا کہ خلاصہ میں ہے؛ بلکہ عزمیہ میں خانیہ کے حوالے سے ہے کہ تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ دونوں گواہ کہیں ہم دونوں گواہی دے رہے ہیں، اس لیے کہ لوگوں سے سنا ہے (تو گواہی مقبول نہیں ہوگی) بہر حال اگر دونوں نے کہا کہ ہم نے اس کو دیکھا نہیں ہے؛ لیکن وہ (واقعہ) ہمارے نزدیک مشہور ہے، تو تمام صورتوں (جن میں سماع کی بنیاد پر) گواہی جائز ہے، اس کو شارح وہبانیہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

صاحب قبضہ کے حق میں گواہی

و من فی یدہ شیء الخ: کسی کے قبضے اور استعمال میں کوئی چیز ہے، خواہ وہ منقولہ میں سے ہو کہ غیر منقولہ میں سے، لوگوں نے وہ سامان اس کے قبضے میں دیکھا؛ لیکن پھر پتا چلا کہ وہ سامان کسی دوسرے کے قبضے میں ہے، جس پر پہلے قبضے والے کا دعویٰ ہے کہ یہ میرا سامان ہے تو اب جن لوگوں

نے وہ سامان پہلے مدعی کے پاس دیکھا تھا ان کو یہ حق ہے کہ وہ مدعی کے حق میں گواہی دیں اور وہ سامان مدعی کو مل جائے گا، یہ حکم ان سامانوں سے متعلق ہے جو خود بول نہیں سکتے؛ لیکن اگر کوئی غلام یا باندی ہے جو اپنے او پر کسی کی ملکیت کا انکار کر سکتے ہیں اگر وہ ضابطے کے مطابق یہ ثابت کر دیں کہ ہم مدعی کے غلام نہیں ہیں تو مدعی کو کچھ نہیں ملے گا؛ لیکن اگر یہ غلام ملکیت کا دفاع نہیں کر سکے، تو مدعی کو مل جائیں گے۔

بَابُ الْقَبُولِ وَعَدَمِهِ

أَيْ مَنْ يَجِبُ عَلَى الْقَاضِي قَبُولُ شَهَادَتِهِ وَمَنْ لَا يَجِبُ لَا مَنْ يَصِحُّ قَبُولُهَا، أَوْ لَا يَصِحُّ لِصِحَّةِ الْفَاسِقِ مَثَلًا كَمَا حَقَّقَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِيَعْقُوبَ بَاشَا وَغَيْرِهِ. تُقْبَلُ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ أَيْ أَصْحَابِ بِدَعٍ لَا تُكَفَّرُ كَجَبْرٍ وَقَدَرٍ وَرَفْضٍ وَخُرُوجٍ وَتَشْبِيهٍ وَتَعْطِيلٍ، وَكُلٌّ مِنْهُمْ اثْنَتَا عَشْرَةَ فِرْقَةً فَصَارُوا اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ إِلَّا الْخَطَّابِيَّةَ صِنْفٌ مِنَ الرَّوَافِضِ يَرَوْنَ الشَّهَادَةَ لِشِيعَتِهِمْ وَلِكُلِّ مَنْ حَلَفَ أَنَّهُ مُحِقٌّ فَرَدُّهُمْ لَا لِبِدْعَتِهِمْ بَلْ لِتُهْمَةِ الْكَذِبِ وَلَمْ يَبْقَ لِمَذْهَبِهِمْ ذِكْرٌ بَحْرٌ وَ مِنَ الذِّمِّيِّ لَوْ عَدْلًا فِي دِينِهِمْ جَوْهَرَةٌ عَلَى مِثْلِهِ إِلَّا فِي خَمْسِ مَسَائِلَ عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ وَتَبْطُلُ بِإِسْلَامِهِ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَكَذَا بَعْدَهُ لَوْ بِعُقُوبَةٍ كَقَوَدٍ بَحْرٌ وَإِنْ اخْتَلَفَا مِلَّةً كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى

ترجمہ: یعنی قاضی پر کس کی گواہی قبول کرنا واجب ہے اور کس کی نہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ کس کی گواہی قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی صحیح نہیں ہے، فاسق کی صحیح ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ مصنف علام نے (اپنی شرح میں) یعقوب پاشا وغیرہ کی اتباع میں ثابت کیا ہے۔

بدعتیوں کی گواہی قبول ہوگی؛ لیکن ان کو کافر نہیں کہا جائے گا، جیسے جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی، تشبیہ اور تعطیل، ان میں سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہیں، چناں چہ بہتر (۷۲) ہو گئے، مگر خطابیہ کی (گواہی) یہ روافض کی ایک قسم ہے جو اپنے محبین اور جو قسم کھائے کہ میں حق پر ہوں، ان کے لیے گواہی دینا جائز جانتے ہیں، اس لیے ان کی گواہی جھوٹ کا الزام ہونے کی وجہ سے رد ہے نہ کہ بدعتی ہونے کی وجہ سے، اس مذہب کا وجود نہیں رہا جیسا کہ بحر میں ہے۔ ذمی کی گواہی اپنے مذہب والوں پر اگر وہ اپنے مذہب پر عادل ہو، مگر پانچ مسئلوں میں، جیسا کہ اشباہ میں ہے، قبل القضاء (مشہود علیہ کے) اسلام قبول کرنے سے ذمی کی گواہی باطل ہو جاتی ہے، ایسے ہی قضاء کے بعد، اگر عقوبت کی گواہی دی ہے جیسے قصاص، اگر چہ دونوں کا دین الگ الگ ہو جیسے یہودی اور نصرانی۔

کس کی گواہی قبول کرنا واجب ہے؟

ای من یجب علی القاضی الخ: جس شخص میں شہادت کی شرطیں پائی جاتی ہیں، اس کی شہادت قبول کرنا قاضی پر لازم ہے اور جس شخص میں شہادت کی شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس کی شہادت قبول کرنا ضروری نہیں ہے، قاضی اس کی شہادت رد کرنا چاہے تو رد کر سکتا ہے؛ لیکن اگر قاضی اس کی شہادت کو رد نہ کر کے فیصلہ کر دے، تو فیصلہ نافذ ہو جائے گا، البتہ جن کی گواہی سرے سے ہی صحیح نہیں ہے، ان کی گواہی لے کر فیصلہ کرنے کی صورت میں فیصلہ نافذ نہ ہوگا "افاد عنہ ان کل شہادۃ یکون سبب ردھا الفسق اذا قبلھا یصح کالمخنث والنائحۃ والمغنی ــــ" (طحطاوی علی الدر: ۳/ ۲۳۹)

بدعتی کی گواہی

تقبل من اهل الهواء الخ: بدعتی کی گواہی معتبر ہے، اس لیے کہ بدعت کا تعلق اعتقاد سے ہے اور قاضی باطنی چیزوں کو نہیں دیکھا کرتا ہے؛ البتہ اگر اعتقاد کے ساتھ ان غیر دینی امور کو ظاہری طور پر عمل میں لانے لگے، تو پھر فسق عملی کی بنیاد پر اس بدعتی کی گواہی رد ہو جائے گی" و لذا قال محمد بقبول شهادة الخوارج اذا اعتقدوا ولم يقاتلوا فاذا قاتلوا ردت شهادتهم لاظهار الفسق بالفعل، و الدليل على التخصيص اتفاقنا على قبول روايتهم للحديث"۔ (فتح القدیر: ۷/۴۱۶)

ذمی کی گواہی

و من الذمي الخ: ذمی کی گواہی اپنے مذہب والے کے حق میں قبول کی جائے گی، اس لیے کہ جو بھی خرابی ہے وہ اعتقاد کی وجہ سے ہے، باقی ظاہری اعمال میں اگر وہ اپنے مذہب کے لحاظ سے عادل ہیں، تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی؛ اگرچہ دونوں کا مذہب الگ الگ ہو، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپس میں نصاریٰ کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے "لانه عليه الصلاة و السلام اجاز شهادة النصارى بعضهم على بعض"۔ (طحطاوی علی الدر: ۳/۳۴۰)

وَ الذِّمِّيِّ عَلَى الْمُسْتَأْمَنِ لَا عَكْسِهِ وَلَا مُرْتَدٌّ عَلَى مِثْلِهِ فِي الْأَصَحِّ وَتُقْبَلُ مِنْهُ عَلَى مُسْتَأْمَنٍ مِثْلِهِ مَعَ اتِّحَادِ الدَّارِ لِأَنَّ اخْتِلَافَ دَارَيْهِمَا يَقْطَعُ الْوِلَايَةَ كَمَا يَمْنَعُ التَّوَارُثَ

ترجمہ: ذمی کی گواہی مستامن پر قبول ہوگی، نہ کہ اس کا الٹا اور نہ مرتد کی مرتد پر اصح قول کے مطابق، مستامن کی گواہی مستامن پر قبول ہوگی، اتحاد دار کے ساتھ، اس لیے کہ دونوں کے دار کا مختلف ہونا ولایت کے لیے قاطع ہے جیسے وراثت کے لیے مانع ہے۔

ذمی کی گواہی مستامن کے لیے

و الذمي على المستامن الخ: ذمی کی گواہی مستامن پر قبول ہوگی؛ لیکن مستامن کی گواہی ذمی پر قبول نہیں ہوگی اس لیے کہ مستامن کے مقابلے میں ذمی کا درجہ بڑھا ہوا ہے چوں کہ وہ دار الاسلام کا مستقل شہری ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی مسلمان ذمی کو ناحق قتل کر دے، تو قصاصاً اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا؛ لیکن مستامن کو قتل کرنے کی صورت میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

وَ تُقْبَلُ مِنْ عَدُوٍّ بِسَبَبِ الدِّينِ لِأَنَّهَا مِنَ التَّدَيُّنِ بِخِلَافِ الدُّنْيَوِيَّةِ فَإِنَّهُ لَا يَأْمَنُ مِنَ التَّقَوُّلِ عَلَيْهِ كَمَا سَيَجِيءُ؛ وَأَمَّا الصَّدِيقُ لِصَدِيقِهِ فَتُقْبَلُ إِلَّا إِذَا كَانَتِ الصَّدَاقَةُ مُتَنَاهِيَةً بِحَيْثُ يَتَصَرَّفُ كُلٌّ فِي مَالِ الْآخَرِ فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ مَعْزِيًّا لِمُعِينِ الْحُكَّامِ وَ مِنْ مُرْتَكِبِ صَغِيرَةٍ بِلَا إِصْرَارٍ إِنِ اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ كُلَّهَا وَغَلَبَ صَوَابُهُ عَلَى صَغَائِرِهِ دُرَرٌ وَغَيْرُهَا قَالَ: وَهُوَ مَعْنَى الْعَدَالَةِ. وَفِي الْخُلَاصَةِ: كُلُّ فِعْلٍ يَرْفُضُ الْمُرُوءَةَ وَالْكَرَمَ كَبِيرَةٌ، وَأَقَرَّهُ ابْنُ الْكَمَالِ. قَالَ: وَمَتَى ارْتَكَبَ كَبِيرَةً سَقَطَتْ عَدَالَتُهُ

ترجمہ: دین کے سبب سے دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لیے کہ یہ دشمنی دین داری کی وجہ سے، بخلاف دنیوی کے، اس لیے کہ اس میں جھوٹ سے اطمینان نہیں ہے، جیسا کہ آرہا ہے، بہر حال دوست کی گواہی دوست کے حق میں تو

قبول ہے الا یہ کہ دوستی انتہائی درجے کی ہو، اس طور پر کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں تصرف کرتے ہوں، جیسا کہ مصنف علام کے فتاویٰ میں معین الحکام کے حوالے سے ہے، بغیر اصرار کے گناہ صغیرہ کرنے والے کی گواہی مقبول ہے، اگر تمام کبائر سے بچتا ہو اور صواب اس کے صغائر پر غالب ہو، جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے، صاحب درر نے کہا کہ یہی عدالت کا معنیٰ ہے، خلاصہ میں ہے کہ جو کام مروت اور کرم کو چھوڑا دے وہ گناہ کبیرہ ہے، ابن کمال نے اس کو ثابت رکھتے ہوئے کہا کہ جب گناہ کبیرہ کرے گا تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔

بغض فی اللہ کی گواہی

و تقبل من عدو بسبب الخ: کسی دینی معاملہ کو لے کر دشمنی ہو گئی تو ایسے دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وَ مِنْ أَقْلَفَ لَوْ لِعُذْرٍ وَإِلَّا لَا وَبِهِ نَأْخُذُ بَحْرٌ وَالِاسْتِهْزَاءُ بِشَيْءٍ مِنَ الشَّرَائِعِ كُفْرٌ ابْنُ كَمَالٍ وَخَصِيٍّ وَأَقْطَعَ وَوَلَدِ الزِّنَا وَلَوْ بِالزِّنَا خِلَافًا لِمَالِكٍ وَخُنْثَى كَأُنْثَى لَوْ مُشْكِلًا وَإِلَّا فَلَا إِشْكَالَ وَعَتِيقٍ لِمُعْتِقِهِ وَعَكْسُهُ إِلَّا لِتُهْمَةٍ لِمَا فِي الْخُلَاصَةِ شَهِدَا بَعْدَ عِتْقِهِمَا أَنَّ الثَّمَنَ كَذَا عِنْدَ اخْتِلَافِ بَائِعٍ وَمُشْتَرٍ لَمْ تُقْبَلْ لِجَرِّ النَّفْعِ بِإِثْبَاتِ الْعِتْقِ وَلِأَخِيهِ وَعَمِّهِ وَمِنْ مُحَرَّمٍ رَضَاعًا أَوْ مُصَاهَرَةً إِلَّا إِذَا امْتَدَّتِ الْخُصُومَةُ وَخَاصَمَ مَعَهُ عَلَى مَا فِي الْقُنْيَةِ. وَفِي الْخِزَانَةِ: تَخَاصَمَ الشُّهُودُ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ تُقْبَلُ لَوْ عُدُولًا

ترجمہ: غیر مختون کی گواہی (مقبول ہے) اگر عذر کی وجہ سے ہو، ورنہ نہیں اسی کو ہم لیتے ہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، شریعت میں سے کسی چیز کا استہزاء کفر ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، خصی اور دست بریدہ کی گواہی (مقبول ہے)، ولد الزنا کی گواہی (مقبول ہے) اگرچہ زنا کی گواہی دے، امام مالک کے خلاف، خنثیٰ مشکل کا حکم عورت کی طرح ہے، ورنہ کوئی اشکال نہیں ہے، غلام کی گواہی آزاد کرنے والے کے حق میں اور اس کا الٹا (مقبول ہے)؛ لیکن تہمت کی وجہ سے مقبول نہیں ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ دو غلاموں نے آزادی کے بعد گواہی دی ثمن اتنا تھا، بائع اور مشتری کے اختلاف کے وقت تو مقبول نہیں ہوگی، اثبات آزادی کے لیے منفعت کھینچنے کی وجہ سے، بھائی، چچا، رضاعی اور سسرالی رشتہ داروں کے حق میں گواہی (مقبول ہے)، الا یہ کہ جھگڑا ممتد ہوا اور شاہد مدعی کے ساتھ مل کر لڑتا ہو، جیسا کہ قنیہ میں ہے اور خزانہ میں ہے کہ شہود اور مدعی علیہ کے لڑنے کے باوجود گواہی مقبول ہے، اگر گواہ عادل ہوں۔

غیر مختون کی گواہی

و من اقلف الخ: کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی ختنہ نہیں کروا سکا، تو اس کی گواہی مقبول ہے؛ لیکن اگر اس نے اس سنت کو سستی اور کاہلی کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَمِنْ كَافِرٍ عَلَى عَبْدٍ كَافِرٍ مَوْلَاهُ مُسْلِمٌ أَوْ عَلَى وَكِيلٍ حُرٍّ كَافِرٍ مُوَكِّلُهُ مُسْلِمٌ لَا يَجُوزُ عَكْسُهُ لِقِيَامِهَا عَلَى مُسْلِمٍ قَصْدًا وَفِي الْأَوَّلِ ضِمْنًا. وَ تُقْبَلُ عَلَى ذِمِّيٍّ مَيِّتٍ وَصِيُّهُ مُسْلِمٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِمُسْلِمٍ بَحْرٌ. وَفِي الْأَشْبَاهِ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ كَافِرٍ عَلَى مُسْلِمٍ إِلَّا تَبَعًا كَمَا مَرَّ أَوْ ضَرُورَةً فِي مَسْأَلَتَيْنِ: فِي الْإِيصَاءِ. شَهِدَ كَافِرَانِ عَلَى كَافِرٍ أَنَّهُ أَوْصَى إِلَى كَافِرٍ وَأَحْضَرَ

مُسْلِمًا عَلَيْهِ حَقٌّ لِلْمَيِّتِ. وَفِي النَّسَبِ شَهِدَا أَنَّ النَّصْرَانِيَّ ابْنَ الْمَيِّتِ فَادَّعَى عَلَى مُسْلِمٍ بِحَقٍّ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَوَجْهُهُ فِي الدُّرَرِ

ترجمہ: کافر کی گواہی اس کافر غلام پر (مقبول ہے) جس کا مولیٰ مسلمان ہو یا کافر آزاد وکیل پر، جس کا مؤکل مسلمان ہو، اس کا عکس جائز نہیں ہے، گواہی قصداً مسلمان کے خلاف قائم ہونے کی وجہ سے اور پہلی (صورت میں) ضمناً، (کافر کی گواہی) قبول کی جائے گی میت ذمی پر، اس کے وصی مسلمان ہونے کی صورت میں، اس شرط کے ساتھ کہ اس میت پر کسی مسلمان کا قرض نہ ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلمان پر قبول نہیں ہوگی، مگر تبعاً، جیسا کہ گذر چکا، یا ضرورۃ دو مسئلوں میں (۱) وصیت کہ دو کافروں نے ایک کافر پر گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی بنایا ہے اور اس وصی (کافر) نے ایسے مسلمان کو حاضر کیا جس پر میت کا حق ہے اور (۲) نسب میں کہ دو کافر نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے اور اس نے کسی مسلم پر میت کے حق کا دعویٰ کیا، یہ استحسانا ہے جس کی وجہ درر میں ہے۔

کافر کی گواہی کافر غلام پر

ومن كافر علي عبد كافر الخ: کافر کی گواہی کافر غلام کے حق میں تو مقبول ہے؛ لیکن یہاں ایک خاص صورت ہے اور وہ یہ کہ غلام کافر ہے اور گواہی دینے والے بھی کافر؛ یہ غلام مسلمان کی ملکیت میں ہے، اس لیے غلام پر جو کچھ مال واجب ہوگا وہ سب مسلمان مالک کو دینا ہوگا، اس لیے دیکھا جائے تو حقیقتا گواہی (کافر کی) مسلمان کے خلاف ہے، جو قبول نہیں ہونی چاہیے؛ لیکن یہ گواہی مسلمان مالک کے خلاف اصالۃ نہیں؛ بل کہ ضمناً ہے، اس لیے مقبول ہے، یہی اگر اس کا الٹا ہو جائے کہ غلام مسلمان ہو آقا کافر اور کوئی کافر غلام کے خلاف گواہی دے تو گواہی مقبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس صورت میں اصالۃ مسلمان (مسلمان غلام) کے خلاف ایک کافر کی گواہی ہے اور مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

دو مسئلوں میں کافر کی گواہی؟

ضرورۃ في مسئلتين: وصیت اور نسب کے مسئلے میں، ایسی صورت پیش آجائے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف ہو تو گواہی قبول کی جائے گی، اس لیے کافر کی موت اور ان کے نکاح کے اوقات میں مسلمان عموماً حاضر نہیں ہوا کرتے ہیں، اس لیے ضرورۃ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف مقبول ہے۔

وَالْعُمَّالِ لِلسُّلْطَانِ إِلَّا إِذَا كَانُوا أَعْوَانًا عَلَى الظُّلْمِ فَلَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ لِغَلَبَةِ ظُلْمِهِمْ كَرَئِيسِ الْقَرْيَةِ وَالْجَابِي وَالصَّرَّافِ وَالْمُعَرِّفِينَ فِي الْمَرَاكِبِ وَالْعُرَفَاءِ فِي جَمِيعِ الْأَصْنَافِ وَمُحْضِرِ قُضَاةِ الْعَهْدِ وَالْوُكَلَاءِ الْمُفْتَعَلَةِ وَالصَّكَّاكِ وَضُمَّانِ الْجِهَاتِ كَمُقَاطَعَةِ سُوقِ النَّخَّاسِينَ حَتَّى حَلَّ لَعْنُ الشَّاهِدِ لِشَهَادَتِهِ عَلَى بَاطِلٍ فَتْحٌ وَبَحْرٌ. وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ: أَمِيرٌ كَبِيرٌ ادَّعَى فَشَهِدَ لَهُ عُمَّالُهُ وَنُوَّابُهُ وَرَعَايَاهُمْ لَا تُقْبَلُ كَشَهَادَةِ الْمُزَارِعِ لِرَبِّ الْأَرْضِ، وَقِيلَ أَرَادَ بِالْعُمَّالِ الْمُحْتَرِفِينَ: أَيْ بِحِرْفَةٍ لَائِقَةٍ بِهِ وَهِيَ حِرْفَةُ آبَائِهِ وَأَجْدَادِهِ وَإِلَّا فَلَا مُرُوءَةَ لَهُ لَوْ دَنِيئَةً، فَلَا شَهَادَةَ لَهُ لِمَا عُرِفَ فِي حَدِّ الْعَدَالَةِ فَتْحٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

سلطان کی طرف سے عمال (کی گواہی مقبول ہے)، مگر یہ کہ جب ظلم پر مدد کرنے والے ہوں، تو غلبۂ ظلم کی وجہ سے ان

کی گواہی مقبول نہیں ہوگی (جو عموماً ظلم کرتے ہیں) جیسے زمین دار، خراج جمع کرنے والے، صراف، جہازوں میں (تجاروں کا) تعارف کرانے والے، اہل حرفہ کے رئیسوں، وقت کے قاضیوں کے پاس (اہل مقدمہ کو) حاضر کرنے والے، بناوٹی وکیلوں، قبالہ نویسوں، جہات کی ضمانت لینے والے (کی گواہی مقبول نہیں ہے)، جیسے بازار کے جانوروں کی دلالی بطور مقاطعہ لینے والے، یہاں تک کہ شاہد پر لعنت حلال ہے باطل پر گواہی دینے کی وجہ سے، جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے۔ وہبانیہ میں ہے کہ امیر کبیر نے دعویٰ کیا، چناں چہ امیر کے عمال، توابع یا عمال کی رعایا نے گواہی دی، تو گواہی مقبول نہیں ہوگی، جیسے بٹائی دار کی گواہی زمین مالک کے حق میں قبول نہیں ہوتی ہے، کہا گیا ہے کہ عمال سے مراد پیشہ ور ہیں، یعنی ایسا پیشہ جو ان کے لائق ہے اور وہ آباء و اجداد کا پیشہ ہے؛ لیکن اگر ذلت کا پیشہ ہے تو کوئی مروت نہیں رہی، تو اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی جیسا کہ عدالت کی تعریف میں جانا گیا، جیسا کہ فتح میں ہے اور مصنف نے (اپنی شرح) میں ثابت رکھا ہے۔

عمال کی گواہی

جو عاملین سلطان کی طرف سے مقرر ہیں، ان کی گواہی معتبر ہے، اس لیے کہ عامل بن جانے سے عدالت مجروح نہیں ہوتی ہے؛ لیکن یہی عمال ظلم کرنے لگیں تو ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی، اس لیے کہ ظلم کی وجہ سے عدالت مجروح ہوگئی، اسی طرح سے وہ ٹھیکیدار، دلال اور حکومت کے دوسرے کارندے، جو ظلم کرتے ہیں ان کی بھی گواہی معتبر نہیں ہوگی، اس لیے کہ ظلم کی وجہ سے عدالت مجروح ہوگئی "و المراد بالرئيس رئيس القرية و هو المسمى في بلادنا شيخ البلد و مثله معرفون في المراكب و المعرفاء في جميع الاصناف و ضمان الجهات في بلادنا لانهم كلهم اعوان على الظلم"۔ (فتح القدیر: ۷/ ۴۲۳)

لَا تُقْبَلُ مِنْ أَعْمَى أَيْ لَا يَقْضِي بِهَا، وَلَوْ قَضَى صَحَّ، وَعَمَّ قَوْلُهُ مُطْلَقًا مَا لَوْ عَمِيَ بَعْدَ الْأَدَاءِ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَمَا جَازَ بِالسَّمَاعِ خِلَافًا لِلثَّانِي، وَأَفَادَ عَدَمَ قَبُولِ الْأَخْرَسِ مُطْلَقًا بِالْأَوْلَى. وَمُرْتَدٌّ وَمَمْلُوكٍ وَلَوْ مُكَاتَبًا أَوْ مُبَعَّضًا وَصَبِيٍّ وَمُغَفَّلٍ وَمَجْنُونٍ إِلَّا فِي حَالِ صِحَّتِهِ إِلَّا أَنْ يَتَحَمَّلَا فِي الرِّقِّ وَالتَّمْيِيزِ وَأَدَّيَا بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ وَلَوْ لِمُعْتِقِهِ كَمَا مَرَّ وَ بَعْدَ الْبُلُوغِ وَكَذَا بَعْدَ إِبْصَارٍ وَإِسْلَامٍ وَتَوْبَةِ فِسْقٍ وَطَلَاقِ زَوْجَةٍ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالُ الْأَدَاءِ شَرْحُ تَكْمِلَةٍ. وَفِي الْبَحْرِ: مَتَى حَكَمَ بِرَدِّهِ لِعِلَّةٍ ثُمَّ زَالَتْ فَشَهِدَ بِهَا لَمْ تُقْبَلْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ عَبْدٌ وَصَبِيٌّ وَأَعْمَى وَكَافِرٌ عَلَى مُسْلِمٍ وَإِدْخَالُ الْكَمَالِ أَحَدَ الزَّوْجَيْنِ مَعَ الْأَرْبَعَةِ سَهْوٌ.

ترجمہ: اندھے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یعنی اندھے کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا؛ لیکن اگر قاضی فیصلہ کردے تو صحیح ہے، مصنف علام کا مطلقاً کہنا عام ہے، یہاں تک کہ اگر گواہی کے بعد قضاء سے پہلے اندھا ہو جائے (تو گواہی معتبر نہیں ہے) اس صورت میں بھی جن میں سماع سے گواہی جائز ہے، امام ابو یوسف کے خلاف، اس سے فائدہ ہوا کہ گونگے کی گواہی مطلقاً بدرجۂ اولیٰ مقبول نہیں ہے، مرتد اور غلام (کی گواہی مقبول نہیں ہے) اگرچہ مکاتب یا بعض حصہ آزاد کیا ہوا ہو، بچے، مغفل اور مجنون کی گواہی معتبر نہیں ہے؛ مگر یہ کہ (مجنون) صحت کی حالت میں گواہی دے، الا یہ کہ غلامی اور تمیز کی حالت

میں تحمل شہادت کریں اور آزادی یا بلوغ کے بعد گواہی دیں، ایسے ہی بینائی، اسلام قبول کرنے، فاسق کی توبہ اور زوجہ کی طلاق کے بعد، اس لیے کہ ادا کی حالت کا اعتبار ہے، جیسا کہ تکملہ کی شرح میں ہے اور بحر میں ہے کہ جب قاضی نے کسی علت کی وجہ سے گواہ کے رد کا فیصلہ کر دیا، پھر وہ علت دور ہونے کی وجہ سے اس نے گواہی دی تو گواہی قبول نہیں ہوگی مگر چار میں: غلام، صبی، اندھا اور کافر کی مسلمان کے خلاف اور کمال کا ان چار کے ساتھ ''احد الزوجین'' کو داخل کرنا سہو ہے۔

اندھے کی گواہی

لا تقبل من اعمی الخ: اندھے کی گواہی مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ جب وہ دیکھنے پر ہی قادر نہیں ہے تو وہ گواہی کیسے دے گا، حضرات طرفین کے نزدیک، تو یہاں تک ہے کہ بینا آدمی اگر فیصلہ ہونے سے پہلے اندھا ہو جائے تو بھی اس کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ فیصلے کے وقت تک شرائط شہادت کا پایا جانا ضروری ہے جو بعد میں قبل القضاء نہیں پائی گئی، نیز گواہ مشہود علیہ کی طرف اشارہ کرنے کا بھی محتاج ہوتا ہے جو اندھا ہونے کی صورت میں نہیں کر سکتا ہے ''و لنا ان الاداء یفتقر الی التمییز بالاشارۃ بین المشھود لہ و المشھود علیہ و لا یمیز الاعمی''۔ (رد المحتار: ۸/ ۱۹۳)

''قال صدر الشریعۃ و قول ابی یوسف اظہر و ھو ترجیح لہ لکن فیما اذا تحمل و ھو بصیر وادی و ھو اعمی و فیما اذا ادی و ھو بصیر فعمی قبل القضاء''۔ (طحطاوی علی الدر: ۳/ ۲۴۳)

وَمَحْدُودٍ فِي قَذْفٍ تَمَامَ الْحَدِّ وَقِيلَ بِالْأَكْثَرِ وَإِنْ تَابَ بِتَكْذِيبِهِ نَفْسَهُ فَتْحٌ، لِأَنَّ الرَّدَّ مِنْ تَمَامِ الْحَدِّ بِالنَّصِّ وَالِاسْتِثْنَاءَ مُنْصَرِفٌ لِمَا يَلِيهِ وَهُوَ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ إلَّا أَنْ يُحَدَّ كَافِرًا فِي الْقَذْفِ فَيُسْلِمَ فَتُقْبَلُ وَإِنْ ضُرِبَ أَكْثَرَهُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ عَلَى الظَّاهِرِ بِخِلَافِ عَبْدٍ حُدَّ فَعَتَقَ لَمْ تُقْبَلْ أَوْ يُقِيمَ الْمَحْدُودُ بَيِّنَةً عَلَى صِدْقِهِ إمَّا أَرْبَعَةً عَلَى زِنَاهُ أَوْ اثْنَيْنِ عَلَى إقْرَارِهِ بِهِ، كَمَا لَوْ بَرْهَنَ قَبْلَ الْحَدِّ بَحْرٌ. وَفِيهِ: الْفَاسِقُ إذَا تَابَ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ إلَّا الْمَحْدُودَ بِقَذْفٍ وَالْمَعْرُوفَ بِالْكَذِبِ وَشَاهِدَ الزُّورِ لَوْ عَدْلًا لَا تُقْبَلُ أَبَدًا مُلْتَقَطٌ، لَكِنْ سَيَجِيءُ تَرْجِيحُ قَبُولِهَا.

ترجمہ: اس کی گواہی مقبول نہیں جس کو قذف کی پوری حد لگائی گئی ہے، نیز کہا گیا کہ اکثر حد، اگر چہ اس نے اپنی تکذیب سے توبہ کر لی ہو، جیسا کہ فتح میں ہے، اس لیے کہ پوری حد لگنے والے کی گواہی نص سے مردود ہے اور استثناء اس کی طرف جائے گا، جو اس کے قریب ہے اور وہ ''اولئک ھم الفاسقون'' ہے، الا یہ کہ کافر پر حد قذف جاری ہوئی، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا، تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی، اگر چہ اکثر حد قبول اسلام کے بعد لگائی جائے، ظاہری روایت کے مطابق، بخلاف غلام کے اس کو حد لگائی گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو گواہی قبول نہیں ہوگی یا محدود فی قذف اپنی صداقت پر گواہی لائے، اس طور پر کہ چار زانی کے زنا پر یا دو اس کے زنا کے اقرار پر، جیسا کہ وہ اگر حد سے پہلے ثابت کر دیتا، جیسا کہ بحر میں ہے، بحر میں ہے کہ جب فاسق توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول ہوگی، مگر محدود فی القذف، معروف بالکذب اور جھوٹی گواہی دینے والے کی، اگر چہ وہ (بعد میں) عادل ہو گیا ہو، (ان تینوں کی گواہی) کبھی قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ ملتقط میں ہے؛ لیکن اس کے قبول کی ترجیح آ رہی ہے۔

محدود فی القذف کی گواہی

و محدود فی قذف الخ: کسی شخص نے مسلمان پر زنا کی تہمت لگائی، اب اس کی ذمہ داری ہے کہ ضابطے کے مطابق چار عادل کی گواہی سے اس کے زنا کو ثابت کرے، اگر وہ ثابت نہیں کر پاتا ہے تو وہ جھوٹا اور خطرناک قسم کا جھوٹا ہے، اس لیے اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، وہ اگر توبہ بھی کر لے، تو بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ قرآن کریم کا یہی حکم ہے "وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝" (النور: ۴) اس آیت کریمہ میں "لاتقبلوا لهم شهادة ابداً" کی قید ہے، اس لیے ایسے خطرناک قسم کے جھوٹوں کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، البتہ اگر حد جاری ہونے کے بعد بھی اگر وہ اپنی صداقت اس طور پر ثابت کردیں کہ متہم کردہ کے خلاف چار مرد کی گواہی، یا متہم کردہ کے اقرار زنا پر دو کی گواہی پیش کردے، تو اس کی یہ علت جاتی رہے گی اور اس کی گواہی اب قبول بھی ہوگی، اس لیے کہ اس صورت میں اس کی صداقت ثابت ہوگئی۔ اور اگر تہمت لگانے والا کافر ہے، اس نے حد جاری ہونے کے بعد اسلام قبول کرلیا تو چوں کہ اسلام کی وجہ سے اس کے تمام گناہ معاف ہوگئے اس لیے اس محدود فی القذف کی گواہی اسلام لے آنے کے بعد قبول کی جائے گی۔ اور یہ جو آیت میں "الا الذین تابوا من بعد ذلک" ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ سچی توبہ کرلے تو اس کا فسق تو زائل ہوجائے گا؛ لیکن گواہی دینے کا حق اب بھی نہیں ملے گا، اس لیے کہ "من بعد فسق کے بعد ہے، اس لیے اس کا تعلق فسق سے ہے نہ کہ "لاتقبلوا لهم شهادة ابداً" سے، اس لیے کہ استثناء جملۂ قریبیہ سے ہوتا ہے نہ کہ بعیدہ سے "الا الذين تابوا ينصرف الى الجملة الاخيرة او الى الكل و المسئلة محررة في الاصول و هي ان الاستثناء اذا تعقب جملا متعاطفة هل ينصرف الى الكل او الى الآخرة؟ عندنا الى الآخرة"۔ (فتح القدير: ۷/ ۴۰۰)

وَمَسْجُونٍ فِي حَادِثَةٍ تَقَعُ فِي السِّجْنِ وَكَذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الصِّبْيَانِ فِيمَا يَقَعُ فِي الْمَلَاعِبِ، وَلَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيمَا يَقَعُ فِي الْحَمَّامَاتِ وَإِنْ مَسَّتِ الْحَاجَاتُ لِمَنْعِ الشَّرْعِ عَمَّا يَسْتَحِقُّ بِهِ السِّجْنَ وَمَلَاعِبِ الصِّبْيَانِ وَحَمَّامَاتِ النِّسَاءِ، فَكَانَ التَّقْصِيرُ مُضَافًا إلَيْهِمْ لَا إلَى الشَّرْعِ بَزَّازِيَّةٌ وَصُغْرَى وشُرُنْبُلالِيَّة، لَكِنْ فِي الْحَاوِي: تُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ فِي الْقَتْلِ فِي الْحَمَّامِ بِحُكْمِ الدِّيَةِ كَيْ لَا يُهْدَرَ الدَّمُ اهـ فَلْيُتَنَبَّهْ عِنْدَ الْفَتْوَى، وَقَدَّمْنَا قَبُولَ شَهَادَةِ الْمُعَلِّمِ فِي حَوَادِثِ الصِّبْيَانِ.

ترجمہ: جیل میں واقع شدہ حادثے میں قیدی (کی گواہی مقبول نہیں ہوگی) ایسے ہی کھیل کے دوران ہونے والی لڑائی میں بچوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور نہ حمامات میں واقع شدہ حادثے میں عورت کی، اگرچہ مساج ضروریات میں سے ہے، جس چیز کی وجہ سے قید ہوا ہے، بچوں کے کھیل اور عورتوں کے حمامات سے شریعت کے منع کردینے کی وجہ سے، گویا کہ کوتاہی ان ہی کی طرف منسوب ہے، نہ کہ شریعت کی طرف، جیسا کہ بزازیہ، صغری اور شرنبلالیہ میں ہے، لیکن حاوی میں ہے کہ صرف عورت کی گواہی حمام میں کسی کا قتل ہوجانے کی صورت میں قبول کی جائے گی، دیت کو ثابت کرنے کے لیے تاکہ خون ضائع نہ ہو، بات پوری ہوئی،

اس لیے فتویٰ کے وقت متنبہ رہنا چاہیے، ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ بچوں کے حادثات میں معلم کی گواہی قبول کی جائے گی۔

قیدی کی گواہی

و مسجون فی حادثة الخ: قیدی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ جب وہ قیدی ہو گیا تو کسی نہ کسی جرم کی وجہ سے مقید ہوا ہے، جس کی وجہ سے اس کی عدالت مجروح ہو گئی تو اب اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی، ایسے ہی کھیل کے میدان میں بچے کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ ابھی گواہی دینے کے قابل نہیں ہوئے ہیں؛ البتہ عورت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حادثہ قتل ہے تو چوں کہ یہ حادثہ حمام میں ہوا ہے، اس لیے عورت کی گواہی قبول کی جائے گی تا کہ مقتول کا خون ضائع نہ ہو جائے؛ لیکن دوسرے حادثات میں حمام میں نہانے والی عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ حمام میں نہانے کا جو رواج ہے اس سے عدالت مجروح ہو جاتی ہے اور اب تو یہ بہت خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے لڑکے لڑکیوں کا مخلوط غسل ہوتا ہے۔

وَالزَّوْجَةِ لِزَوْجِهَا وَهُوَ لَهَا وَجَازَ عَلَيْهَا إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ فِي الْأَشْبَاهِ وَلَوْ فِي عِدَّةٍ مِنْ ثَلَاثٍ لِمَا فِي الْقُنْيَةِ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ لَهَا وَلَا شَهَادَتُهَا لَهُ، وَلَوْ شَهِدَ لَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَطَلَتْ خَانِيَةٌ، فَعُلِمَ مَنْعُ الزَّوْجِيَّةِ عِنْدَ الْقَضَاءِ لَا تَحَمُّلٌ أَوْ أَدَاءٌ.

ترجمہ: بیوی کی گواہی شوہر کے حق میں اور شوہر کی گواہی بیوی کے حق میں قبول نہیں ہے: البتہ خلاف میں جائز ہے، مگر دو مسئلوں میں جیسا کہ اشباہ میں ہے، اگر چہ طلاق ثلاثہ کی عدت میں ہو، اس لیے کہ قنیہ میں ہے کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی اور وہ ابھی عدت میں ہے، تو آپس میں ایک دوسرے کے حق میں گواہی جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے حق میں گواہی دے کر اس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو جائے گی، جیسا کہ خانیہ میں ہے تو معلوم ہوا کہ زوجیت کا قضاء کے وقت نہ ہونا ہے، نہ کہ تحمل شہادت یا ادا کے وقت۔

میاں بیوی کا آپس میں گواہ بننا

والزوجة لزوجها الخ: بیوی شوہر کے حق میں یا شوہر بیوی کے حق میں گواہی دے، تو یہ گواہی مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے منافع مشترک ہیں؛ البتہ اگر یہ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی؛ لیکن دو مسئلے ایسے ہیں جن میں شوہر کی گواہی بیوی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی، ایک زنا کو ثابت کرنے کے لیے تین مردوں کے ساتھ شوہر چوتھے کی حیثیت سے گواہی دے، تو شوہر کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور دوسرا مسئلہ حد قذف کی صورت میں۔

وَالْفَرْعِ لِأَصْلِهِ وَإِنْ عَلَا إِلَّا إِذَا شَهِدَ الْجَدُّ لِابْنِ ابْنِهِ عَلَى أَبِيهِ أَشْبَاهٌ. قَالَ: وَجَازَ عَلَى أَصْلِهِ إِلَّا إِذَا شَهِدَ عَلَى أَبِيهِ لِأُمِّهِ وَلَوْ بِطَلَاقِ ضَرَّتِهَا وَالْأُمُّ فِي نِكَاحِهِ، وَفِيهَا بَعْدَ ثَمَانِ وَرَقَاتٍ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْإِنْسَانِ لِنَفْسِهِ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ الْقَاتِلِ إِذَا شَهِدَ بِعَفْوِ وَلِيِّ الْمَقْتُولِ فَرَاجِعْهَا وَبِالْعَكْسِ لِلتُّهْمَةِ.

ترجمہ: فرع کی گواہی اصل کے حق میں مقبول نہیں ہے، اگر چہ اوپر تک ہو الا یہ کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں اپنے

بیٹے کے خلاف گواہی دے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، نیز صاحب اشباہ نے کہا کہ اپنی اصل کے خلاف جائز ہے، مگر جب اپنے باپ کے خلاف ماں کے حق میں گواہی دے، اگر چہ ماں کے سوکن کی طلاق کی (گواہی دے) اس حال میں کہ ماں باپ کے نکاح میں ہے، اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے لیے مقبول نہیں ہے، مگر اس قاتل کے مسئلے میں جو (توبہ کے بعد) ولی مقتول کے معاف کرنے کی گواہی دے، اس کا الٹا (گواہی مقبول نہیں ہے) تہمت کی وجہ سے۔

اصل کی گواہی فرع کے حق میں

اصل کی گواہی فرع کے حق میں اور فرع کی گواہی اصل کے حق میں مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ آپس میں ان کی قرابت ہے اور حضرت نبی علیہ الصلاۃ و السلام نے آپس میں قرابت والوں کی گواہی سے منع کیا ہے "عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ لا تجوز شهادة خائن ـــ ولا القانع اهل البيت لهم ولا ظنين في ولاء ولا قرابة"۔

وَسَيِّدٍ لِعَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ وَالشَّرِيكِ لِشَرِيكِهِ فِيمَا هُوَ مِنْ شَرِكَتِهِمَا لِأَنَّهَا لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهٍ. فِي الْأَشْبَاهِ: لِلْخَصْمِ أَنْ يَطْعَنَ بِثَلَاثَةٍ: بِرِقٍّ وَحَدٍّ وَشَرِكَةٍ. وَفِي فَتَاوَى النَّسَفِيِّ: لَوْ شَهِدَ بَعْضُ أَهْلِ الْقَرْيَةِ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ بِزِيَادَةِ الْخَرَاجِ لَا تُقْبَلُ مَا لَمْ يَكُنْ خَرَاجُ كُلِّ أَرْضٍ مُعَيَّنًا أَوْ لَا خَرَاجَ لِلشَّاهِدِ، وَكَذَا أَهْلُ قَرْيَةٍ شَهِدُوا عَلَى ضَيْعَةٍ أَنَّهَا مِنْ قَرْيَتِهِمْ لَا تُقْبَلُ، وَكَذَا أَهْلُ سِكَّةٍ يَشْهَدُونَ بِشَيْءٍ مِنْ مَصَالِحِهِ لَوْ غَيْرَ نَافِذَةٍ، وَفِي النَّافِذَةِ إنْ طَلَبَ حَقًّا لِنَفْسِهِ لَا تُقْبَلُ، وَإِنْ قَالَ لَا آخُذُ شَيْئًا تُقْبَلُ وَكَذَا فِي وَقْفِ الْمَدْرَسَةِ انْتَهَى فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: آقا کی گواہی غلام اور مکاتب کے حق میں اور ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کے حق میں، ان چیزوں کے بارے میں جن میں دونوں مشترک ہیں (گواہی مقبول نہیں ہے) اس لیے کہ اس میں من وجہ اپنی ذات کے لیے گواہی ہے، اشباہ میں ہے کہ خصم کو اختیار ہے کہ گواہی پر تین طرح سے طعن کر سکتا ہے، رقیت، حد قذف اور شرکت کی بنیاد پر، فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر گاؤں کے بعض لوگوں نے بعض کے خلاف زیادتی خراج کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے، جب تک کہ ہر زمین کا خراج متعین نہ ہو، نیز شاہد کے لیے خراج (میں حصہ) نہ ہو، ایسے ہی گاؤں والوں نے کسی قطعہ ارضی کے بارے میں گواہی دی کہ یہ ہمارے گاؤں کی ہے تو قبول نہیں ہے، ایسے ہی اہل کوچہ اپنے فائدے کے لیے کسی چیز کی گواہی دیں، اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور نافذہ میں اگر وہ اپنا حق طلب کرے، تو مقبول نہیں ہے اور اگر کہے میں کچھ نہیں لوں گا تو قبول ہے، ایسے ہی مدرسہ کے وقف میں ہے، بات پوری ہوئی، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

آقا کی گواہی غلام کے حق میں

وسید لعبد الخ: آقا کی گواہی غلام کے حق میں، ایسے ہی مشترک سامان کے بارے میں ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کے لیے معتبر نہیں ہے، اس لیے کہ یہ من وجہ اپنی ذات کے لیے گواہی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

وَالْأَجِيرِ الْخَاصِّ لِمُسْتَأْجِرِهِ مُسَانَهَةً أَوْ مُشَاهَرَةً أَوْ الْخَادِمِ أَوْ التَّابِعِ أَوْ التِّلْمِيذِ الْخَاصِّ الَّذِي يُعَدُّ ضَرَرُ أُسْتَاذِهِ ضَرَرَ نَفْسِهِ وَنَفْعُهُ نَفْعَ نَفْسِهِ دُرَرٌ، وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

-لَا شَهَادَةَ لِلْقَانِعِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ أَيِ الطَّالِبِ مَعَاشَهُ مِنْهُمْ، مِنَ الْقُنُوعِ لَا مِنَ الْقَنَاعَةِ، وَمُفَادُهُ قَبُولُ شَهَادَةِ الْمُسْتَأْجِرِ وَالْأُسْتَاذِ لَهُ

ترجمہ: اجیر خاص کی گواہی مستاجر کے لیے (مقبول نہیں ہے) خواہ سالانہ ہو کہ ماہانہ یا خادم یا تابع یا تلمیذ خاص، جو استاذ کے نقصان کو اپنا نقصان اور استاذ کے فائدے کو اپنا فائدہ شمار کرتا ہو، جیسا کہ درر میں ہے، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "لا شهادة للقانع باهل البيت" کا یہی مطلب ہے یعنی جو اپنا معاش گھر والوں سے طلب کرے یہ قنوع سے مشتق ہے نہ کہ قناعت سے اس کا فائدہ یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی مقبول ہے۔

اجیر خاص کی گواہی

و الاجير الخاص الخ: اجیر خاص وہ ہے جس کو آدمی ماہانہ یا سالانہ تنخواہ پر رکھے، اس طور پر کہ اس دوران کسی کسی دن کام نہیں ہو سکے، تو اس کی تنخواہ میں سے نہ کاٹی جائے، اگر ایسا اجیر ہے تو اس کی گواہی مستاجر کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی؛ لیکن اگر مستاجر اجیر کے حق میں گواہی دے تو قبول ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں کہ مستاجر کی بھی گواہی اجیر کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔ "و مفاده صرح به في الفتح جازما به لكن في التاتارخانية عن الفتاوى الغياثية و لا تجوز شهادة المستاجر الاجير في حاشية الفتال عن المحيط السرخسي قال ابو حنيفة في المجرد لا ينبغي للقاضي ان يجيز شهادة الاجير لاستاذه الاجير لاستاذه و لا الاستاذ لاجيره"۔ (رد المحتار: ۸/ ۱۹۸)

وَمُخَنَّثٌ بِالْفَتْحِ مَنْ يَفْعَلُ الرَّدِيءَ وَيُؤْتَى. وَأَمَّا بِالْكَسْرِ فَالْمُتَكَسِّرُ الْمُتَلَيِّنُ فِي أَعْضَائِهِ وَكَلَامِهِ خِلْقَةً فَتُقْبَلُ بَحْرٌ. وَمُغَنِّيَةٌ وَلَوْ لِنَفْسِهَا لِحُرْمَةِ رَفْعِ صَوْتِهَا دُرَرٌ، وَيَنْبَغِي تَقْيِيدُهُ بِمُدَاوَمَتِهَا عَلَيْهِ لِيَظْهَرَ عِنْدَ الْقَاضِي كَمَا فِي مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَى اللَّهْوِ ذَكَرَهُ الْوَانِيُّ وَنَائِحَةٌ فِي مُصِيبَةِ غَيْرِهَا بِأَجْرٍ دُرَرٌ وَفَتْحٌ. زَادَ الْعَيْنِيُّ: فَلَوْ فِي مُصِيبَتِهَا تُقْبَلُ وَعَلَّلَهُ الْوَانِيُّ بِزِيَادَةِ اضْطِرَارِهَا وَانْسِلَابِ صَبْرِهَا وَاخْتِيَارِهَا فَكَانَ كَالشُّرْبِ لِلتَّدَاوِي. وَعَدُوٌّ بِسَبَبِ الدُّنْيَا جَعَلَهُ ابْنُ الْكَمَالِ عَكْسَ الْفَرْعِ لِأَصْلِهِ فَتُقْبَلُ لَهُ لَا عَلَيْهِ، وَاعْتَمَدَ فِي الْوَهْبَانِيَّةِ وَالْمُحِبِّيَّةِ قَبُولَهَا مَا لَمْ يَفْسُقْ بِسَبَبِهَا. قَالُوا: وَالْحِقْدُ فِسْقٌ لِلنَّهْيِ عَنْهُ. وَفِي الْأَشْبَاهِ فِي تَتِمَّةِ قَاعِدَةِ: إِذَا اجْتَمَعَ الْحَرَامُ وَالْحَلَالُ: وَلَوِ الْعَدَاوَةُ لِلدُّنْيَا لَا تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَهِدَ عَلَى عَدُوِّهِ أَوْ غَيْرِهِ لِأَنَّهُ فِسْقٌ وَهُوَ لَا يَتَجَزَّأُ. وَفِي فَتَاوَى الْمُصَنِّفِ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْجَاهِلِ عَلَى الْعَالِمِ لِفِسْقِهِ بِتَرْكِ مَا يَجِبُ تَعَلُّمُهُ شَرْعًا فَحِينَئِذٍ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عَلَى مِثْلِهِ وَلَا عَلَى غَيْرِهِ، وَلِلْحَاكِمِ تَعْزِيرُهُ عَلَى تَرْكِهِ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: وَالْعَالِمُ مَنْ يَسْتَخْرِجُ الْمَعْنَى مِنَ التَّرْكِيبِ كَمَا يَحِقُّ وَيَنْبَغِي.

ترجمہ: مخنث (کی گواہی مقبول نہیں ہے) فتح کے ساتھ وہ ہے جو گھٹیا کام کرے یا لواطت کرائے اور بہر حال کسرے کے ساتھ، تو وہ جس کا اعضاء اور کلام پیدائشی طور پر نرم ہوں جیسا کہ بحر میں ہے، گانے والی کی (گواہی مقبول نہیں ہے) اگر چہ اپنی ذات کے لیے ہو رفع صوت اس کے لیے حرام ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ درر میں ہے، مناسب یہ ہے کہ اس کو

مداومت کے ساتھ مقید کیا جائے تا کہ قاضی کے نزدیک ظاہر ہو جائے جیسے کھیل کے وقت پینے میں مداومت شرط ہے، اس کو وانی نے ذکر کیا ہے، دوسرے کی مصیبت میں نوحہ کرنے والی کی، جیسا کہ درر اور فتح میں ہے، عینی نے زیادہ کیا ہے کہ اگر نوحہ اپنی مصیبت میں ہو تو گواہی قبول کی جائے گی، اس کو وانی نے اس کو کثرت اضطرار اور صبر و اختیار سلب ہو جانے کے ساتھ معلول کیا ہے، گویا کہ یہ دوائی کے لیے پینے کے حکم میں ہے۔ بسبب دنیا کے دشمن کی (گواہی مقبول نہیں ہے) ابن کمال نے اس کو فرع للاصل کے الثا قرار دیا ہے، لہٰذا دشمن کے حق میں مقبول ہے، نہ خلاف میں، وہبانیہ اور محبیہ میں اس وقت تک قبول کرنے پر اعتماد کیا ہے جب تک دشمنی فسق کے درجے تک نہ پہنچ گئی ہو، فقہاء نے کہا کہ کینہ فسق ہے، اس سے ممانعت ہونے کی وجہ سے، اشباہ میں قاعدہ "اجتمع الحلال والحرام" کے تتمہ میں ہے کہ اگر دنیا کی وجہ سے دشمنی ہو تو اس کی گواہی مقبول نہیں کی جائے گی، خواہ اپنے دشمن کے خلاف دے یا دوسرے کے، اس لیے کہ دنیوی دشمنی فسق ہے، جو قبول کے قابل نہیں ہے، مصنف علام کے فتاویٰ میں ہے کہ جاہل کی گواہی عالم پر قبول نہیں کی جائے گی، اس چیز کے ترک سے فاسق ہونے کی وجہ سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے، لہٰذا اس وقت اس کی گواہی جاہل وغیرہ کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور حاکم کو اختیار ہے کہ اس کے ترک پر اس کو سزا دے، مصنف علام نے پھر کہا کہ عالم وہ ہے جو ترکیب الفاظ سے معنی کا استخراج کرے، جیسا کہ حق اور مناسب ہے۔

مخنث کی گواہی

و مخنث بالفتح الخ: مخنث وہ ہے جس کی تخلیق نہ مرد کی سی ہو اور نہ ہی عورت جیسی یعنی اس میں نہ ہی مرد ہونے کی واضح علامتیں ہیں اور نہ ہی عورت ہونے کی، ایسی صورت میں اگر اس کی تخلیق عورت کے مشابہ ہے تو عورت کے حکم میں اور اگر مرد کے مشابہ ہے تو مرد کے حکم میں ہے؛ لیکن اگر مرد کے مشابہ ہوتے ہوئے عورت کی چال ڈھال اختیار کرلے تو اس کے لیے چوں کہ (مرد کے مشابہ ہونے کی وجہ سے) عورت کی چال ڈھال اختیار کرنا حرام تھا، اس حرام کے ارتکاب کی وجہ سے، اس کا شمار فاسقین میں ہو گیا، اس لیے اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

وَمُجَازِفٍ فِي كَلَامِهِ أَوْ يَحْلِفُ فِيهِ كَثِيرًا أَوْ اعْتَادَ شَتْمَ أَوْلَادِهِ أَوْ غَيْرِهِمْ لِأَنَّهُ مَعْصِيَةٌ كَبِيرَةٌ كَتَرْكِ زَكَاةٍ أَوْ حَجٍّ عَلَى رِوَايَةِ فَوْرِيَّتِهِ أَوْ تَرْكِ جَمَاعَةٍ أَوْ جُمُعَةٍ، أَوْ أَكْلٍ فَوْقَ شِبَعٍ بِلَا عُذْرٍ، وَخُرُوجٍ لِفُرْجَةِ قُدُومِ أَمِيرٍ وَرُكُوبِ بَحْرٍ وَلُبْسِ حَرِيرٍ، وَبَوْلٍ فِي سُوقٍ أَوْ إِلَى قِبْلَةٍ أَوْ شَمْسٍ أَوْ قَمَرٍ أَوْ طُفَيْلِيٍّ وَمُسْخَرَةٍ وَرَقَّاصٍ وَشَتَّامٍ لِلدَّابَّةِ وَفِي بِلَادِنَا يَشْتُمُونَ بَائِعَ الدَّابَّةِ فَتْحٌ وَغَيْرُهُ.

وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ: لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْبَخِيلِ لِأَنَّهُ لِبُخْلِهِ يَسْتَقْصِي فِيمَا يَتَقَرَّضُ مِنَ النَّاسِ فَيَأْخُذُ زِيَادَةً عَلَى حَقِّهِ، فَلَا يَكُونُ عَدْلًا وَلَا شَهَادَةُ الْأَشْرَافِ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ لِتَعَصُّبِهِمْ وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى، وَلَا مَنِ انْتَقَلَ مِنْ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - وَكَذَا بَائِعُ الْأَكْفَانِ وَالْحَنُوطِ لِتَمَنِّيهِ الْمَوْتَ، وَكَذَا الدَّلَّالُ وَالْوَكِيلُ لَوْ بِإِثْبَاتِ النِّكَاحِ، أَمَّا لَوْ شَهِدَ أَنَّهَا امْرَأَتُهُ تُقْبَلُ وَالْحِيلَةُ أَنَّهُ يَشْهَدُ بِالنِّكَاحِ وَلَا يَذْكُرُ الْوَكَالَةَ بَزَّازِيَّةٌ وَتَسْهِيلٌ، وَاعْتَمَدَهُ قَدْرِي أَفَنْدِي فِي وَاقِعَاتِهِ، وَذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي إِجَارَةِ مُعَيَّنَةٍ مَعْزِيًّا لِلْبَزَّازِيَّةِ؛ وَمُلَخَّصُهُ أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الدَّلَّالِينَ وَالصَّكَّاكِينَ وَالْمُحْضِرِينَ وَالْوُكَلَاءِ الْمُفْتَعَلَةِ

عَلَى أَبْوَابِهِمْ، وَنَحْوُهُ فِي فَتَاوَى مُؤَيِّدِ زَادَهْ. وَفِيهَا وَصِيٌّ أَخْرَجَ مِنَ الْوِصَايَةِ بَعْدَ قَبُولِهَا لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ لِلْمَيِّتِ أَبَدًا، وَكَذَا الْوَكِيلُ بَعْدَمَا أُخْرِجَ مِنَ الْوَكَالَةِ إِنْ خَاصَمَ اتِّفَاقًا، وَإِلَّا فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ.

ترجمہ: بے تکی بات کرنے والے، زیادہ قسمیں کھانے والے، اپنی اولاد یا دوسروں کو گالی دینے والے (کی گواہی مقبول نہیں ہے) اس لیے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے جیسے زکوۃ چھوڑنے والے یا حج اس روایت کے مطابق جس میں فی الفور واجب ہے یا جماعت و جمعہ چھوڑنے والے یا بلا عذر آسودہ سے زیادہ کھانے والے، امیر کی آمد پر تفریح کے لیے نکلنے والے، سمندر میں سوار ہونے والے، ریشم پہننے والے، بازار میں یا قبلہ رو یا سورج و چاند کی طرف پیشاب کرنے والے، طفیلی، مسخرہ، ناچنے والے اور جانوروں کو گالی دینے والے (کی گواہی مقبول نہیں ہے) ہمارے ملک میں جانور بیچنے والے گالی دیتے ہیں، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے، شرح وہبانیہ میں ہے کہ بخیل کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ وہ اپنے بخل کی وجہ سے لوگوں سے قرض وصول کرنے میں مبالغہ کرتا ہے، لہٰذا وہ حق سے زیادہ لینے کی وجہ سے عادل نہیں رہا، اہل عراق کے اشراف کی گواہی مقبول نہیں ہے، متعصب ہونے کی وجہ سے، مصنف علام نے جواہر الفتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہیں جو ابو حنیفہ کے مذہب سے امام شافعی کے مذہب میں چلا جائے، مصنف علام نے کہا (اپنی شرح میں) ایسے ہی کفن اور مردوں کی خوشبوں بیچنے والا، اس کے موت کی تمنا کرنے کی وجہ سے، ایسے ہی دلال اور وکیل (نکاح) کی گواہی اگر اثبات نکاح کی گواہی ہو، بہر حال اگر اس طور پر گواہی دے یہ فلاں کی بیوی ہے تو قبول کی جائے گی، اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا تذکرہ نہ کرے، جیسا کہ بزازیہ اور تسہیل میں ہے، اس پر قدری آفندی نے اپنے واقعات میں اعتماد کیا ہے، جسے مصنف علام نے معین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کے حوالے سے لکھا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دلالوں، قبالہ نویسوں، خصمین کو (قاضی کی عدالت میں) حاضر کرنے والوں اور پیشہ ور وکیلوں کی گواہی قضا کے باب میں مقبول نہیں ہے، ایسے فتاوی مؤید زادہ میں ہے اس میں ہے کہ وصی کو وصایہ قبول کرنے کے بعد وصایہ سے نکال دیا تو اس کی گواہی میت کے حق میں کبھی (بھی) قبول نہیں کی جائے گی، ایسے ہی وکیل کی وکالت کے معزول کرنے کے بعد (مؤکل کے حق میں گواہی مقبول نہیں ہے) اگر اس نے مخاصمت کی تو بالاتفاق اور اگر مخاصمت نہیں کی، تو امام ابو یوسف کے نزدیک قبول نہیں ہے۔

بے تکی بات کرنے والے کی گواہی

ومجازف في كلامه الخ: بے تکی بات کرنے والے کی بھی گواہی مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ جو شخص عام بول چال میں محتاط نہیں ہے وہ گواہی دینے میں بھی محتاط نہیں رہ سکتا، اس لیے اس پر بھروسہ نہیں رہا۔

وَمُدْمِنِ الشُّرْبِ لِغَيْرِ الْخَمْرِ لِأَنَّ بِقَطْرَةٍ مِنْهَا يَرْتَكِبُ الْكَبِيرَةَ فَتُرَدُّ شَهَادَتُهُ، وَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْكَمَالِ غَلَطٌ كَمَا حَرَّرَهُ فِي الْبَحْرِ. قَالَ: وَفِي غَيْرِ الْخَمْرِ يُشْتَرَطُ الْإِدْمَانُ لِأَنَّ شُرْبَهُ صَغِيرَةٌ، وَإِنَّمَا قَالَ عَلَى اللَّهْوِ لِيُخْرِجَ الشُّرْبَ لِلتَّدَاوِي فَلَا يُسْقِطُ الْعَدَالَةَ لِشُبْهَةِ الِاخْتِلَافِ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ وَابْنُ كَمَالٍ وَمَنْ يَلْعَبُ بِالصِّبْيَانِ لِعَدَمِ مُرُوءَتِهِ وَكَذِبِهِ غَالِبًا كَافِي وَالطُّيُورِ إِلَّا إِذَا

أَمْسَكَهَا لِلاسْتِئْنَاسِ فَيُبَاحُ إِلَّا أَنْ يَجُرَّ حَمَامَ غَيْرِهِ فَلَا لِأَكْلِهِ لِلْحَرَامِ عَيْنِيٌّ وَعِنَايَةٌ وَالطُّنْبُورِ وَكُلِّ لَهْوٍ شَنِيعٍ بَيْنَ النَّاسِ كَالطَّنَابِيرِ وَالْمَزَامِيرِ، وَإِنْ يَكُنْ شَنِيعًا نَحْوَ الْحُدَاءِ وَضَرْبِ الْقَصَبِ فَلَا إِلَّا إِذَا فَحُشَ بِأَنْ يَرْقُصُوا بِهِ خَانِيَّةٌ لِدُخُولِهِ فِي حَدِّ الْكَبَائِرِ بَحْرٌ.

ترجمہ: شراب کے علاوہ دوسرا نشہ برابر استعمال کرنے والے (کی گواہی مقبول نہیں ہے) اس لیے کہ شراب کے ایک قطرے سے مرتکب کبیرہ ہے، لہذا اس کی گواہی مردود ہے اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے (کہ تھوڑی شراب پینا گناہِ کبیرہ نہیں ہے، اس لیے عدالت مجروح نہیں ہوگی، الا یہ کہ وہ برابر ہے) وہ غلط ہے، جیسا کہ بحر میں اس کو لکھا ہے اور خمر کے علاوہ میں مداومت شرط ہے، اس لیے کہ اس کا پینا گناہ کبیرہ ہے اور مصنف علام نے علی اللھو کہا تاکہ دوائی کے لیے شراب پینے والا نکل جائے، لہذا اختلاف کے شبہ کی وجہ سے عدالت ساقط نہیں ہوگی، جیسا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال نے صراحت کی ہے، بچوں کے ساتھ کھیلنے والے کی مروت ختم ہو جانے اور زیادہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ کافی میں ہے، پرندوں سے کھیلنے والے کی الا یہ کہ چڑیوں کو دفع وحشت کے لیے رکھے تو مباح ہے، البتہ اگر وہ دوسروں کے کبوتر کو پکڑ رکھتا ہو تو گواہی مقبول نہیں ہے، حرام خوری کرنے کی وجہ سے جیسا کہ عینی اور عنایہ میں ہے، طنبور کھیلنے والے اور ہر وہ کھیل جو لوگوں کی نظر میں قبیح ہو جیسے طنابیر و مزامیر اور اگر قبیح نہ ہو جیسے اونٹوں کو گا کر ہانکنا اور لاٹھی کھیلنا تو یہ مانع شہادت نہیں، الا یہ کہ ان میں گناہ ہونے لگے، اس طور پر کہ اس میں لوگ ناچیں، جیسا کہ خانیہ میں ہے، کبائر کی حد داخل ہونے کی وجہ سے جیسا کہ بحر میں ہے۔

نشہ استعمال کرنے والے کی گواہی

و مدمن الشراب الخ: مراد یہ ہے کہ شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور چیز استعمال کرنے والے کی گواہی اس صورت میں رد ہوگی جب وہ نشہ آور چیز کو برابر استعمال کرتا ہو لوگ اس کی اس حرکت سے بخوبی واقف ہوں اور کبھی کبھی نشہ کی حالت میں گھر سے باہر بھی نظر آتا ہو، تو ایسے آدمی کی گواہی مردود ہے؛ لیکن اگر غیر شراب میں سے کبھی کبھار پی لیتا ہے مداومت نہیں ہے تو اس کی گواہی مقبول ہے، اس لیے کہ غیر شراب کا پینا گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ کی بنیاد پر اس کی گواہی مردود ہوگی جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتا ہو؛ البتہ اگر شراب میں سے ایک قطرہ بھی پی لیتا ہے تو اس کی شہادت مردود ہو جائے گی اس لیے کہ شراب کا ایک قطرہ بھی پینا گناہ کبیرہ ہے جو مردود شہادت کے لیے کافی ہے۔

وَمَنْ يُغَنِّي لِلنَّاسِ لِأَنَّهُ يَجْمَعُهُمْ عَلَى كَبِيرَةٍ هِدَايَةٌ وَغَيْرُهَا، وَكَلَامُ سَعْدِيٍّ أَفَنْدِي يُفِيدُ تَقْيِيدَهُ بِالْأُجْرَةِ فَتَأَمَّلْ. وَأَمَّا الْمُغَنِّي لِنَفْسِهِ لِدَفْعِ وَحْشَتِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ الْعَامَّةِ عِنَايَةٌ، وَصَحَّحَهُ الْعَيْنِيُّ وَغَيْرُهُ. قَالَ: وَلَوْ فِيهِ وَعْظٌ وَحِكْمَةٌ فَجَائِزٌ اتِّفَاقًا، وَمِنْهُمْ مَنْ أَجَازَهُ فِي الْعُرْسِ كَمَا جَازَ ضَرْبُ الدُّفِّ فِيهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاحَهُ مُطْلَقًا، وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهُ مُطْلَقًا، وَفِي الْبَحْرِ: وَالْمَذْهَبُ حُرْمَتُهُ مُطْلَقًا فَانْقَطَعَ الِاخْتِلَافُ، بَلْ ظَاهِرُ الْهِدَايَةِ أَنَّهُ كَبِيرَةٌ وَلَوْ لِنَفْسِهِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. قَالَ: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يَسْمَعُ الْغِنَاءَ أَوْ يَجْلِسُ مَجْلِسَ الْغِنَاءِ. زَادَ الْعَيْنِيُّ: أَوْ مَجْلِسَ

الْفُجُورِ وَالشَّرَابِ وَإِنْ لَمْ يَسْكَرْ لِأَنَّ اخْتِلَاطَهُ بِهِمْ وَتَرْكَهُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ يُسْقِطُ عَدَالَتَهُ

ترجمه: جو لوگوں کے لیے گانا گاتا ہو (اس کی گواہی مقبول نہیں) اس لیے کہ وہ لوگوں کو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے سعدی افندی کا کلام اجرت کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا غور کرنا چاہیے، بہر حال جو دفع وحشت کے لیے اپنی ذات کے لیے گائے تو عام فقہاء کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے اس کو عینی وغیرہ نے صحیح کہا ہے، نیز عینی نے کہا کہ اگر اس میں نصیحت وحکمت ہو تو جائز ہے بالاتفاق، فقہاء میں بعض وہ ہیں جنھوں نے نکاح کے موقع پر گانے کو جائز کہا ہے جیسے دف کا بجانا جائز ہے، بعض نے اس کو نکاح اور غیر نکاح (دونوں صورتوں) میں مکروہ کہا ہے اور بعض نے مطلقاً جائز کہا ہے، بات پوری ہوئی، بحر میں ہے کہ مطلقاً حرام ہے، اس لیے اختلاف ہی ختم ہو گیا؛ بل کہ ہدایہ کا ظاہری قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ ہے، اگر چہ اپنی ذات کے لیے ہو، مصنف علام نے (اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھتے ہوئے) کہا کہ اس شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جو غناء سنتا ہو، یا غناء کی مجلس میں بیٹھتا ہو، عینی نے زیادہ کیا کہ فاجر اور شرابی کے ساتھ بیٹھنا، اگر چہ شراب نہ پیئے، ان کی ملنے کی وجہ سے اور امر بالمعروف چھوڑنے کی وجہ سے عدالت ساقط ہو جائے گی۔

گانا گانے والے کی شہادت

و من يغني للناس الخ: فحش اشعار سننے سنانے کا نام گانا ہے، اس لیے کہ صالح اشعار کا نام گانا نہیں؛ بل کہ کچھ اور ہے، اگر کوئی آدمی گانا گائے خود کے لیے گائے یا دوسروں کو سنائے دونوں صورتوں میں اس کی عدالت مجروح ہو جاتی ہے اس لیے کہ فحش گوئی گناہ ہے۔

أَوْ يَرْتَكِبُ مَا يُحَدُّ بِهِ لِلْفِسْقِ، وَمُرَادُهُ مَنْ يَرْتَكِبُ كَبِيرَةً قَالَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ أَوْ يَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ لِأَنَّهُ حَرَامٌ أَوْ يَلْعَبُ بِنَرْدٍ أَوْ طَابٍ مُطْلَقًا قَامَرَ أَوْ لَا: أَمَّا الشِّطْرَنْجُ فَلِشُبْهَةِ الِاخْتِلَافِ شَرْطٌ وَاحِدٌ مِنْ سِتٍّ فَلِذَا قَالَ أَوْ يُقَامِرُ بِشِطْرَنْجٍ أَوْ يَتْرُكُ بِهِ الصَّلَاةَ حَتَّى يَفُوتَ وَقْتُهَا أَوْ يَحْلِفُ عَلَيْهِ كَثِيرًا أَوْ يَلْعَبُ بِهِ عَلَى الطَّرِيقِ أَوْ يَذْكُرُ عَلَيْهِ فِسْقًا أَشْبَاهُ أَوْ يُدَاوِمُ عَلَيْهِ ذَكَرَهُ سَعْدِيٌّ أَفَنْدِي مَعْزِيًّا لِلْكَافِي وَالْمِعْرَاجِ. أَوْ يَأْكُلُ الرِّبَا قَيَّدُوهُ بِالشُّهْرَةِ، وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْفِسْقَ يَمْنَعُهَا شَرْعًا إِلَّا أَنَّ الْقَاضِيَ لَا يُثْبِتُ ذَلِكَ إِلَّا بَعْدَ ظُهُورِهِ لَهُ فَالْكُلُّ سَوَاءٌ بَحْرٌ فَلْيُحْفَظْ أَوْ يَبُولُ أَوْ يَأْكُلُ عَلَى الطَّرِيقِ وَكَذَا كُلُّ مَا يُخِلُّ بِالْمُرُوءَةِ، وَمِنْهُ كَشْفُ عَوْرَتِهِ لِيَسْتَنْجِيَ مِنْ جَانِبِ الْبِرْكَةِ وَالنَّاسُ حُضُورٌ وَقَدْ كَثُرَ فِي زَمَانِنَا فَتْحٌ أَوْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ لِظُهُورِ فِسْقِهِ، بِخِلَافِ مَنْ يُخْفِيهِ لِأَنَّهُ فَاسِقٌ مَسْتُورٌ عَيْنِيٌّ، قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَإِنَّمَا قَيَّدْنَا بِالسَّلَفِ تَبَعًا لِكَلَامِهِمْ؛ وَإِلَّا فَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ سَبُّ مُسْلِمٍ لِسُقُوطِ الْعَدَالَةِ بِسَبِّ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّلَفِ كَمَا فِي السِّرَاجِ وَالنِّهَايَةِ. وَفِيهَا: الْفَرْقُ بَيْنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، أَنَّ السَّلَفَ الصَّالِحَ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ أَبُو حَنِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - وَالْخَلَفُ: بِالْفَتْحِ مَنْ بَعْدَهُمْ فِي الْخَيْرِ، وَبِالسُّكُونِ فِي الشَّرِّ بَحْرٌ. وَفِيهِ عَنِ الْعِنَايَةِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ: لَا أَقْبَلُ شَهَادَةَ مَنْ سَبَّ الصَّحَابَةَ وَأَقْبَلُهَا مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْهُمْ لِأَنَّهُ يَعْتَقِدُ دِينًا وَإِنْ كَانَ

عَلَى بَاطِلٍ فَلَمْ يَظْهَرْ فِسْقُهُ بِخِلَافِ السَّابِّ.

ترجمہ: ایسے گناہ کرنے والے (کی گواہی مقبول نہیں) جس کی وجہ سے اس کو حد لگے، فسق کی وجہ سے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو گناہ کبیرہ کرے، اس کو مصنف علام وغیرہ نے کہا ہے، یا بغیر لنگی کے غسل خانے میں داخل ہونے والے کی، اس لیے کہ یہ حرام ہے، نرد یا طاب کھیلنے والے کی (گواہی) مطلقاً (قبول نہیں ہے) اس میں جوا ہو کہ نہ ہو، بہر حال شطرنج تو اس میں شبہ اختلاف کی وجہ سے چھ شرطوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، اسی لیے مصنف علام نے کہا کہ شطرنج سے بازی لگائے یا نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ وقت فوت ہو جائے، یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو، راستے میں کھیلتا ہو، کھیلنے کے دوران کلمات فسق بکتا ہو، جیسا کہ اشباہ میں ہے یا ہمیشہ شطرنج کھیلتا ہو، اس کو سعدی افندی نے کافی اور معراج کے حوالے سے نقل کیا ہے، سود کھانے والے کی (گواہی مقبول نہیں) اس کو شہرت کے ساتھ مقید کیا ہے، یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ فسق شرعاً گواہی کو منع کرتا ہے، مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا، الا یہ کہ قاضی کے نزدیک فسق ظاہر ہو جانے کے بعد، لہٰذا تمام گناہ برابر ہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، راستے پہ پیشاب کرنے اور کھانے والے کی (گواہی مقبول نہیں) ایسے ہی ہر وہ حرکت جس سے مروت میں خلل ہو، ان میں سے لوگوں کے سامنے تالاب کے پاس استنجی کے لیے ستر عورت کا کھولنا اور ہمارے زمانے میں یہ حرکت بہت ہے، جیسا کہ فتح میں ہے۔ سلف کو اعلانیہ گالی دینے والے کی (گواہی مقبول نہیں ہے) اس کا فسق ظاہر ہونے کی وجہ سے، بخلاف اس کو جو پوشیدہ طور پر گالی دے، اس لیے کہ اس کا فسق پوشیدہ ہے، جیسا کہ عینی میں ہے، مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا کہ ہم نے سلف کے ساتھ مقید کیا، فقہاء کے کلام کی اتباع میں، ورنہ بہتر تو یہ تھا کہ کہا جائے مسلمان کو گالی دینا، مسلمان کو گالی دینے کی بنیاد پر عدالت ساقط ہو جانے کی وجہ سے، اگر چہ سلف میں سے نہ ہو، جیسا کہ سراج اور نہایہ میں ہے، نہایہ میں ہے کہ سلف اور خلف میں فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد صدر اول کے تابعین مراد ہیں، ان میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (بھی) ہیں، خلف (لام پر) فتح کے ساتھ ان کے بعد جو نیک لوگ ہیں اور خلف سکون کے ساتھ شر لوگ مراد ہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، بحر میں عنایہ کے حوالے سے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں صحابہ کو گالی دینے والے کی گواہی قبول کرتا ہوں اور جو ان پر تبرا کرتے ہیں ان کی (بھی) اس لیے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے جو ظاہر نہیں ہے، اگر چہ باطل پر ہے، لہٰذا اس کا فسق ظاہر نہیں ہوا بخلاف گالی دینے والے کے۔

مرتکب گناہ کبیرہ کی گواہی

او یرتکب ما یحد بہ الخ: ایسا گناہ جس پر وعید یا عذابِ دوزخ ثابت ہو اس کو گناہ کبیرہ کہتے ہیں، اگر کوئی آدمی اعلانیہ ایسے گناہ کا مرتکب ہے تو اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

شَهِدَا أَنَّ أَبِيهِمَا أَوْصَى إِلَيْهِفَإِنْ ادَّعَاهُ صَحَّتْ شَهَادَتُهُمَا اسْتِحْسَانًا كَشَهَادَةِ دَائِنَيِ الْمَيِّتِ وَمَدْيُونَيْهِ وَالْمُوصَى لَهُمَا وَوَصِيَّيْهِ لِثَالِثٍ عَلَى الْإِيصَاءِ وَإِنْ أَنْكَرَ لَا لِأَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَمْلِكُ إِجْبَارَ أَحَدٍ عَلَى قَبُولِ الْوَصِيَّةِ عَيْنِيٌّ كَمَا لَا تُقْبَلُ لَوْ شَهِدَا أَنَّ أَبِيهِمَا الْغَائِبَ وَكَّلَهُ بِقَبْضِ دُيُونِهِ وَادَّعَى الْوَكِيلُ أَوْ أَنْكَرَ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَمْلِكُ نَصْبَ الْوَكِيلِ عَلَى الْغَائِبِ بِخِلَافِ الْوَصِيِّ. شَهِدَ الْوَصِيُّ أَيْ وَصِيُّ الْمَيِّتِ بِحَقٍّ لِلْمَيِّتِ بَعْدَمَا عَزَلَهُ الْقَاضِي عَنْ الْوِصَايَةِ وَنَصَّبَ

غَيْرَهُ أَوْ بَعْدَ مَا أَدْرَكَ الْوَرَثَةُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِلْمَيِّتِ فِي مَالِهِ أَوْ غَيْرِهِ خَاصَمَ أَوْ لَا لِحُلُولِ الْوَصِيِّ مَحَلَّ الْمَيِّتِ، وَلِذَا لَا يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِلَا عَزْلِ قَاضٍ فَكَانَ كَالْمَيِّتِ نَفْسِهِ فَاسْتَوَى خِصَامُهُ وَعَدَمُهُ،

ترجمہ: دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں شخص کو وصی کیا ہے، اگر وہ شخص وصیت کا دعویٰ کرے تو استحساناً دونوں کی گواہی قبول ہے، جیسے میت کے دو دائنوں، دو مدیونوں، میت نے جن دو شخصوں کے لیے وصیت کی ہے اور میت کے دو وصیوں کی گواہی کسی تیسرے کو وصی کرنے میں (مقبول ہے) اور اگر انکار کرے تو مقبول نہیں ہے، اس لیے کہ قاضی کسی کو وصیت قبول کرنے پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ عینی میں ہے، جیسے گواہی قبول نہیں ہے اگر دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں غائب کو اپنے دین پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے، خواہ وکیل دعویٰ کرے یا انکار کرے (دونوں حالتوں میں گواہی مقبول نہیں ہے) اور فرق یہ ہے کہ قاضی غائب کی طرف سے وکیل متعین کرنے کا مختار نہیں ہے، بخلاف وصی کے۔ وصی یعنی میت کے وصی نے گواہی دی میت کے حق میں، قاضی کے وصایہ سے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کو متعین کرنے کے بعد، یا وارث کے بالغ ہونے کے بعد تو اس کی گواہی میت کے حق میں مال یا غیر مال میں مقبول نہیں ہے، وصی مخاصمت کرے یا نہ کرے، وصی کے میت کی جگہ اترنے کی وجہ سے، اسی لیے وہ قاضی کی طرف سے معزول کیے بغیر خود کو معزول کرنے کا مالک نہیں ہے، گویا کہ وصی کی ذات میت کی طرح ہے، لہٰذا اس کی خصومت اور عدم خصومت برابر ہے۔

باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی

شهدا ان اباهما الخ: اس کی صورت یہ ہے کہ باپ کسی کو وصی بنا کر مر گیا، اب اس باپ کے بیٹوں نے اس وصیت کے ثبوت میں گواہی دی، اگر وہ وصی دعویٰ کرے تو بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول ہے؛ لیکن اگر وہ وصی دعویٰ نہ کرے تو ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

بِخِلَافِ الْوَكِيلِ فَلِذَا قَالَ وَلَوْ شَهِدَ الْوَكِيلُ بَعْدَ عَزْلِهِ لِلْمُوَكِّلِ إِنْ خَاصَمَ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي ثُمَّ شَهِدَ بَعْدَ عَزْلِهِ لَا تُقْبَلُ اتِّفَاقًا لِلتُّهْمَةِ وَإِلَّا قُبِلَتْ لِعَدَمِهَا خِلَافًا لِلثَّانِي فَجَعَلَهُ كَالْوَصِيِّ سِرَاجٌ. وَفِي قَسَامَةِ الزَّيْلَعِيِّ: كُلُّ مَنْ صَارَ خَصْمًا فِي حَادِثَةٍ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ فِيهَا وَمَنْ كَانَ بِعَرْضِيَّةِ أَنْ يَصِيرَ خَصْمًا وَلَمْ يَنْتَصِبْ خَصْمًا بَعْدُ تُقْبَلُ وَهَذَانِ الْأَصْلَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا وَتَمَامُهُ فِيهِ، قَيَّدْنَا بِمَجْلِسِ الْقَاضِي لِأَنَّهُ لَوْ خَاصَمَ فِي غَيْرِهِ ثُمَّ عَزَلَهُ قُبِلَتْ عِنْدَهُمَا كَمَا لَوْ شَهِدَ فِي غَيْرِ مَا وُكِّلَ فِيهِ وَعَلَيْهِ جَامِعُ الْفَتَاوَى. وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: وَكَّلَهُ بِالْخُصُومَةِ عِنْدَ الْقَاضِي فَخَاصَمَ الْمَطْلُوبَ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ عِنْدَ الْقَاضِي ثُمَّ عَزَلَهُ فَشَهِدَ أَنَّ لِمُوَكِّلِهِ عَلَى الْمَطْلُوبِ مِائَةُ دِينَارٍ تُقْبَلُ بِخِلَافِ مَا لَوْ وَكَّلَهُ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي وَخَاصَمَ وَتَمَامُهُ فِيهَا. كَمَا قُبِلَتْ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِلثَّانِي شَهَادَةُ اثْنَيْنِ بِدَيْنٍ عَلَى الْمَيِّتِ لِرَجُلَيْنِ ثُمَّ شَهِدَ الْمَشْهُودُ لَهُمَا لِلشَّاهِدَيْنِ بِدَيْنٍ عَلَى الْمَيِّتِ لِأَنَّ كُلَّ فَرِيقٍ يَشْهَدُ بِالدَّيْنِ فِي الذِّمَّةِ وَهِيَ تَقْبَلُ حُقُوقًا شَتَّى فَلَمْ تَقَعْ الشَّرِكَةُ لَهُ فِي ذَلِكَ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ بِغَيْرِ عَيْنٍ كَمَا فِي وَصَايَا الْمَجْمَعِ وَشَرْحِهِ وَسَيَجِيءُ ثَمَّةَ وَ

كَشَهَادَةِ وَصِيَّيْنِ لِوَارِثٍ كَبِيرٍ عَلَى أَجْنَبِيٍّ فِي غَيْرِ مَالِ الْمَيِّتِ فَإِنَّهَا مَقْبُولَةٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَمَا لَوْ شَهِدَ الْوَصِيَّانِ عَلَى إِقْرَارِ الْمَيِّتِ بِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ لِوَارِثٍ بَالِغٍ تُقْبَلُ بَزَّازِيَّةٌ

ترجمہ: بخلاف وکیل کے، اسی لیے حضرت مصنف علام نے کہا اور اگر وکیل نے مؤکل کی طرف سے معزولی کے بعد گواہی دی، اگر قاضی کی مجلس میں مخاصمت کی، پھر عزل کے بعد گواہی دی تو بالاتفاق قبول نہیں ہے، تہمت کی وجہ سے، ورنہ قبول ہے تہمت نہ ہونے کی وجہ سے، امام ابو یوسف کے خلاف، انھوں نے وصی کی طرح قرار دیا، جیسا کہ سراج میں ہے اور زیلعی کی کتاب القسامہ میں ہے کہ جو کسی حادثہ میں خصم ہوگیا، اس میں اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور جس کا خصم ہونا متوقع ہے؛ لیکن وہ خصم نہیں ہوا تو اس کی گواہی مقبول ہے، یہی دونوں اصول متفق علیہ ہیں، اس کی پوری بحث زیلعی میں ہے، ہم نے مجلس قاضی کے ساتھ مقید کیا، اس لیے کہ اگر دوسری جگہ مخاصمت کی پھر اس کو معزول کر دیا تو طرفین کے نزدیک اس کی گواہی قبول ہوگی، جیسا کہ وکیل نے اس مقدمے کے علاوہ میں گواہی دی جس میں وہ وکیل ہوا ہے یا مؤکل کے خلاف گواہی دی تو قبول ہے جیسا کہ جامع الفتاویٰ میں ہے، بزازیہ میں ہے کہ قاضی کے پاس خصومت کا وکیل بنایا، چناں چہ اس نے قاضی کے پاس مدعیٰ علیہ سے ہزار درہم کا مخاصمہ کیا، پھر اس کو معزول کر دیا اور اس نے مؤکل کے حق میں گواہی دی کہ اس کے مدعیٰ علیہ پر ہزار دینار ہیں تو اس کی گواہی قبول ہوگی بخلاف اس کے کہ اس کو قاضی کے علاوہ کے پاس وکیل بنایا اور اس کی مخاصمت کی، اس کی پوری بحث بزازیہ میں ہے جیسے طرفین کے نزدیک قبول ہے نہ کہ امام ابو یوسف کے دو کی گواہی میت پر دو آدمی کے دین کی، پھر مشہود لہما نے دونوں شاہدوں کے لیے میت پر دین کی گواہی دی، اس لیے کہ ہر فریق ذمے میں دین کی گواہی دے رہا ہے اور ذمہ حقوقِ متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے، لہٰذا اس کی اس میں شرکت واقع نہیں ہوئی بخلاف وصیت کے بغیر معین کے، جیسا کہ مجمع اور اس کی شرح کی کتاب الوصایا میں ہے، اس کا ذکر کتاب الوصایا میں آرہا ہے، جیسے وارث کبیر کے دو وصیوں کی گواہی مال میت کے علاوہ میں اجنبی کے خلاف، تو یہ ظاہری روایت کے مطابق مقبول ہے، جیسے اگر دو وصیوں نے بڑے وارث کے لیے، میت کی طرف سے شیء معین کے اقرار کی گواہی دی، تو قبول ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

وکیل کی گواہی عزل کے بعد

و لو شهد الوكيل الخ: وکیل سے مراد یہاں وکیل خصومت ہے یعنی قرض ادا کرنے کا وکیل بنانا اور اس بات کا اختیار دیا کہ قاضی کے پاس مخاصمت کی نوبت آئے تو اس سے بھی پہلو تہی نہ کی جائے، چناں چہ اس نے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے قاضی کے پاس مخاصمت کی، اس کے بعد اس وکیل کو معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی قبول نہیں ہوگی؛ لیکن اگر مخاصمت سے پہلے ہی معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی مقبول ہوگی۔

وَلَوْ شَهِدَا فِي مَالِهِ أَيِ الْمَيِّتِ لَا خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ لِصَغِيرٍ لَمْ يَجُزْ اتِّفَاقًا، وَسَيَجِيءُ فِي الْوَصَايَا كَمَا لَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ عَلَى جَرْحٍ بِالْفَتْحِ: أَيْ فِسْقٍ مُجَرَّدٍ عَنْ إِثْبَاتِ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ لِلْعَبْدِ، فَإِنْ تَضَمَّنَتْهُ قُبِلَتْ وَإِلَّا لَا بَعْدَ التَّعْدِيلِ وَ لَوْ قَبْلَهُ قُبِلَتْ أَيِ الشَّهَادَةُ بَلْ الْإِخْبَارُ وَلَوْ مِنْ وَاحِدٍ عَلَى الْجَرْحِ الْمُجَرَّدِ كَذَا اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِمَا قَرَّرَهُ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ، وَأَقَرَّهُ مُنْلَا خُسْرو وَأَدْخَلَهُ تَحْتَ قَوْلِهِمْ: الدَّفْعُ أَسْهَلُ مِنَ الرَّفْعِ، وَذَكَرَ وَجْهَهُ، وَأَطْلَقَ ابْنُ الْكَمَالِ

رَدَّهَا تَبَعًا لِعَامَّةِ الْكُتُبِ، وَذَكَرَ وَجْهَهُ، وَظَاهِرُ كَلَامِ الْوَانِيِّ وَعَزْمِي زَادَهْ الْمَيْلُ إِلَيْهِ، وَكَذَا الْقُهُسْتَانِيُّ حَيْثُ قَالَ: وَفِيهِ أَنَّ الْقَاضِيَ لَمْ يَلْتَفِتْ لِهَذِهِ الشَّهَادَةِ وَلَكِنْ يُزَكِّي الشُّهُودَ سِرًّا وَعَلَنًا، فَإِنْ عُدِّلُوا قَبِلَهَا وَعَزَاهُ لِلْمُضْمَرَاتِ وَجَعَلَهُ الْبُرْجَنْدِيُّ عَلَى قَوْلِهِمَا لَا قَوْلِهِ فَتَنَبَّهْ مِثْلَ أَنْ يَشْهَدُوا عَلَى شُهُودِ الْمُدَّعِي عَلَى الْجَرْحِ الْمُجَرَّدِ بِأَنَّهُمْ فَسَقَةٌ أَوْ زُنَاةٌ أَوْ أَكَلَةُ الرِّبَا أَوْ شَرَبَةُ الْخَمْرِ أَوْ عَلَى إِقْرَارِهِمْ أَنَّهُمْ شَهِدُوا بِزُورٍ أَوْ أَنَّهُمْ أُجَرَاءُ فِي هَذِهِ الشَّهَادَةِ أَوْ أَنَّ الْمُدَّعِيَ مُبْطِلٌ فِي هَذِهِ الدَّعْوَى أَوْ أَنَّهُ لَا شَهَادَةَ لَهُمْ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي هَذِهِ الْحَادِثَةِ فَلَا تُقْبَلُ بَعْدَ التَّعْدِيلِ بَلْ قَبْلَهُ دُرَرٌ، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ

ترجمہ: اور اگر دو وصیوں نے اس کے یعنی میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے لیے گواہی دی تو بالاتفاق جائز نہیں ہے، عن قریب وصایا میں آرہا ہے، جیسے اس جرح یعنی فسق پر گواہی قبول نہیں، جو حق اللہ یا حق العبد ثابت کرنے سے خالی ہو، لہذا اگر اثبات کو متضمن ہو تو گواہی مقبول ہے ورنہ نہیں، (یہ) تعدیل کے بعد ہے اور اگر تعدیل سے پہلے ہو تو گواہی قبول ہے؛ بل کہ یہ اخبار ہے، اگرچہ جرح مجرد پر ایک ہی آدمی کی طرف سے ہو، ایسے ہی اعتماد کیا ہے مصنف علام نے اس کی اتباع کرتے ہوئے جس کو صدر الشریعہ نے ثابت رکھا ہے، نیز ملا خسرو نے اس کو فقہاء کے اس قول کے تحت داخل کیا کہ دفع رفع سے زیادہ آسان ہے، اس کی وجہ بھی ذکر کی اور ابن کمال نے عام کتب کی اتباع کرتے ہوئے مطلقا اس کی گواہی کو مردود کہا ہے اور اس کی وجہ ذکر کی ہے، وانی اور عزمی زادہ کے ظاہری کلام سے ابن الکمال کے کلام کی طرف مائل ہونا ثابت ہوتا ہے، ایسا ہی قہستانی نے کہا، جیسا کہ نقایہ میں ہے کہ قاضی اس گواہی کی طرف التفات نہ کرے؛ لیکن سراً و علانیۃً گواہ کا تزکیہ کرے، اگر عادل ہوں تو قبول کرے، اس کو قہستانی نے مضمرات کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے (تعدیل کی صورت میں) صاحبین کا قول کہا ہے، نہ کہ حضرت امام کا قول، اس لیے متنبہ رہنا چاہیے، جیسے مدعی کے گواہوں کے خلاف جرح مجرد پر گواہی دے کہ وہ فاسق ہیں یا زنا کیا یا سود کھایا، یا شراب پی، یا ان کے اقرار پر گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی، انھوں نے اس گواہی میں اجرت لی ہے، یا مدعی اس دعویٰ میں ناحق پر ہے، یا یہ اقرار کہ اس حادثہ میں ان کی گواہی مدعیٰ علیہ کے خلاف نہیں ہے، لہذا تعدیل کے بعد گواہی قبول نہیں ہوگی؛ بل کہ تعدیل سے پہلے، جیسا کہ درر میں ہے اور مصنف علام نے (اپنی شرح میں) اسی پر اعتماد کیا ہے۔

دو وصیوں کی گواہی

و لو شهدا فی ماله الخ: دو وصی میت کے مال میں کسی بڑے آدمی کے حق کی گواہی دیں تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک گواہی قبول نہیں ہوگی اور حضرات صاحبین کے نزدیک قبول ہو جائے گی؛ البتہ دونوں وصی اگر چھوٹے بچے کے لیے گواہی دیں تو بالاتفاق گواہی قبول نہیں ہوگی۔

وَتُقْبَلُ لَوْ شَهِدُوا عَلَى الْجَرْحِ الْمُرَكَّبِ كَإِقْرَارِ الْمُدَّعِي بِفِسْقِهِمْ أَوْ إِقْرَارِهِ بِشَهَادَتِهِمْ بِزُورٍ أَوْ بِأَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُمْ عَلَى هَذِهِ الشَّهَادَةِ أَوْ عَلَى إِقْرَارِهِمْ أَنَّهُمْ لَمْ يَحْضُرُوا الْمَجْلِسَ الَّذِي كَانَ فِيهِ الْحَقُّ عَيْنِيٌّ أَوْ أَنَّهُمْ عَبِيدٌ أَوْ مَحْدُودُونَ بِقَذْفٍ أَوْ أَنَّهُ ابْنُ الْمُدَّعِي أَوْ أَبُوهُ عِنَايَةٌ أَوْ قَاذِفٌ

وَالْمَقْذُوفُ يَدَّعِيهِ أَوْ أَنَّهُمْ زَنَوْا وَوَصَفُوهُ أَوْ سَرَقُوا مِنِّي كَذَا وَبَيَّنَهُ أَوْ شَرِبُوا الْخَمْرَ وَلَمْ يَتَقَادَمِ الْعَهْدُ كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ أَوْ قَتَلُوا النَّفْسَ عَمْدًا عَيْنِيٌّ أَوْ شُرَكَاءُ الْمُدَّعِي أَيْ وَالْمُدَّعَى مَالٌ أَوْ أَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُمْ بِكَذَا لَهَا لِلشَّهَادَةِ وَأَعْطَاهُمْ ذَلِكَ مِمَّا كَانَ لِي عِنْدَهُ مِنَ الْمَالِ وَلَوْ لَمْ يَقُلْهُ لَمْ تُقْبَلْ لِدَعْوَاهُ الِاسْتِئْجَارَ لِغَيْرِهِ وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ أَوْ إِنِّي صَالَحْتُهُمْ عَلَى كَذَا وَدَفَعْتُهُ إِلَيْهِمْ أَيْ رِشْوَةً وَإِلَّا فَلَا صُلْحَ بِالْمَعْنَى الشَّرْعِيِّ، وَلَوْ قَالَ وَلَمْ أَدْفَعْهُ لَمْ تُقْبَلْ عَلَى أَنْ لَا يَشْهَدُوا عَلَيَّ زُورًا وَ قَدْ شَهِدُوا زُورًا وَأَنَا أَطْلُبُ مَا أَعْطَيْتُهُمْ وَإِنَّمَا قُبِلَتْ فِي هَذِهِ الصُّوَرِ لِأَنَّهَا حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى أَوِ الْعَبْدِ فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ لِإِحْيَائِهِمَا.

ترجمہ: جرح مرکب پر گواہی دے تو قبول کی جائے گی، جیسے مدعی کا گواہوں کے سلسلے میں فاسق ہونے کا اقرار یا گواہوں کے جھوٹے ہونے کا اقرار یا مدعی کا یہ اقرار کہ گواہوں کو گواہی دینے کے لیے اجرت پر لیا ہے یا گواہوں کا یہ اقرار کہ وہ اس مجلس میں حاضر نہ تھے، جس میں مدعی کا حق تھا، جیسا کہ عینی میں ہے، یا وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں، یا وہ مدعی کے بیٹے یا باپ ہیں، جیسا کہ عنایہ میں ہے، یا شاہد قاذف ہے، مدعی مقذوف ہے، یا گواہوں نے زنا کیا اور اس کی صفت بیان کی، یا گواہوں نے میرا مال چرایا ہے اور مال کی صفت بیان کی، یا شراب پی ہے اور شراب پینے کا زمانہ مقدم نہیں ہوا، جیسا کہ اس کے بیان میں گذر چکا، یا کسی کو جان بوجھ کر مارا ہے، جیسا کہ عینی میں ہے، یا گواہ مدعی کے شریک ہیں اور جس میں دعویٰ ہے وہ مال ہے، یا گواہوں کو مدعی نے اتنی اجرت پر گواہی دینے کے لیے اجرت پر لیا ہے اور ان کو اجرت اس مال میں سے دی ہے جو مدعی کے پاس میرا تھا یہ نہیں کہا تو قبول نہیں ہے دوسرے کے لیے اس کے استیجار کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے، جس پر اس کو ولایت نہیں ہے، یا میں نے گواہوں سے اتنے مال کے بدلے صلح کی اور میں نے ان کو بطور رشوت کے مال دیا تو شرعاً صلح ثابت نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے مال نہیں دیا ہے تو گواہی مقبول نہیں (مال اس شرط پر دیا تھا کہ) میرے خلاف جھوٹی گواہی نہ دیں، حالاں کہ ان سب نے جھوٹی گواہی دی، اس لیے میں ان سے وہ مال طلب کرتا ہوں جو میں نے دیا ہے، ان صورتوں میں گواہی قبول ہوگی، اس لیے کہ یہ یا تو حق اللہ ہے یا حق العبد، لہٰذا ان دونوں کے احیاء کی ضرورت پڑی۔

جرح مرکب پر گواہی وتقبل لو شهدوا الخ: جرح مرکب سے متعلق اگر مدعی علیہ گواہ پیش کرے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔

شَهِدَ عَدْلٌ فَلَمْ يَبْرَحْ عَنْ مَجْلِسِ الْقَاضِي وَلَمْ يَطُلِ الْمَجْلِسُ وَلَمْ يُكَذِّبْهُ الْمَشْهُودُ لَهُ حَتَّى قَالَ أَوْهَمْتُ أَخْطَأْتُ بَعْضَ شَهَادَتِي وَلَا مُنَاقَضَةَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ بِجَمِيعِ مَا شَهِدَ بِهِ لَوْ عَدْلًا وَلَوْ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى خَانِيَّةٌ وَبَحْرٌ. قُلْتُ: لَكِنَّ عِبَارَةَ الْمُلْتَقَى تَقْتَضِي قَبُولَ قَوْلِهِ أَوْهَمْتُ وَأَنَّهُ يَقْضِي بِمَا بَقِيَ وَهُوَ مُخْتَارُ السَّرَخْسِيِّ وَغَيْرِهِ، وَظَاهِرُ كَلَامِ الْأَكْمَلِ وَسَعْدِيٍّ تَرْجِيحُهُ فَتَنَبَّهْ وَتَبَصَّرْ وَإِنْ قَالَهُ الشَّاهِدُ بَعْدَ قِيَامِهِ عَنِ الْمَجْلِسِ لَا تُقْبَلُ عَلَى الظَّاهِرِ احْتِيَاطًا وَكَذَا لَوْ وَقَعَ الْغَلَطُ فِي بَعْضِ الْحُدُودِ أَوِ النَّسَبِ هِدَايَةٌ بَيِّنَةُ أَنَّهُ أَيِ الْمَجْرُوحَ مَاتَ مِنَ الْجُرْحِ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ الْمَوْتِ بَعْدَ الْبُرْءِ وَلَوْ أَقَامَ أَوْلِيَاءُ مَقْتُولٍ بَيِّنَةً عَلَى أَنَّ زَيْدًا جَرَحَهُ وَقَتَلَهُ

وَأَقَامَ زَيْدٌ بَيِّنَةً عَلَى أَنَّ الْمَقْتُولَ قَالَ إِنَّ زَيْدًا لَمْ يَجْرَحْنِي وَلَمْ يَقْتُلْنِي فَبَيِّنَةُ زَيْدٍ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ مَجْمُوعُ الْفَتَاوَى. مِنْ يَتِيمٍ بَلَغَ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ كَوْنِ الْقِيمَةِ أَيْ قِيمَةُ مَا اشْتَرَاهُ مِنْ وَصِيِّهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ مِثْلَ الثَّمَنِ لِأَنَّهَا تُثْبِتُ أَمْرًا زَائِدًا وَلِأَنَّ بَيِّنَةَ الْفَسَادِ أَرْجَحُ مِنْ بَيِّنَةِ الصِّحَّةِ دُرَرٌ خِلَافًا لِمَا فِي الْوَهْبَانِيَّةِ، أَمَّا بِدُونِ الْبَيِّنَةِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ مُنْيَةٌ وَبَيِّنَةُ كَوْنِ الْمُتَصَرِّفِ فِي نَحْوِ تَدْبِيرٍ أَوْ خُلْعٍ أَوْ خُصُومَةٍ ذَا عَقْلٍ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ الْوَرَثَةِ مَثَلًا كَوْنَهُ مَخْلُوطَ الْعَقْلِ أَوْ مَجْنُونًا وَلَوْ قَالَ الشُّهُودُ لَا نَدْرِي كَانَ فِي صِحَّةٍ أَوْ مَرَضٍ فَهُوَ عَلَى الْمَرَضِ، وَلَوْ قَالَ الْوَارِثُ كَانَ يَهْذِي يُصَدَّقُ حَتَّى يَشْهَدَا أَنَّهُ كَانَ صَحِيحَ الْعَقْلِ بَزَّازِيَّةٌ وَبَيِّنَةُ الْإِكْرَاهِ فِي إِقْرَارِهِ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ الطَّوْعِ إِنْ أَرَّخَا وَاتَّحَدَ تَارِيخُهُمَا، فَإِنْ اخْتَلَفَا أَوْ لَمْ يُؤَرِّخَا فَبَيِّنَةُ الطَّوْعِ أَوْلَى مُلْتَقَطٌ وَغَيْرُهُ، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ وَابْنُهُ وَعَزْمِي زَادَهْ.

ترجمہ: عادل آدمی نے گواہی دی، ابھی وہ قاضی کی مجلس (ہی) میں تھا، مجلس دراز نہیں ہوئی اور مشہود علیہ نے اس گواہ کو جھٹلایا (بھی) نہیں، یہاں تک کہ گواہ نے کہا میں نے اپنی بعض شہادت میں غلطی کی اور دونوں قولوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی، گواہی دی گئی تمام چیزوں کے ساتھ قبول کی جائے گی، اگر فیصلہ کے بعد ہوا ہی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیہ اور بحر میں ہے، میں کہتا ہوں؛ لیکن شاہد کا قول ''میں نے غلطی'' کے سلسلے میں ملتقی کی عبارت کا تقاضہ یہ ہے کہ قبول ہو اور مابقیہ کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا یہی سرخسی وغیرہ کا مختار ہے اور اکمل وسعدی کا ظاہری کلام اس کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے، اسی لیے متنبہ اور ہوشیار رہنا چاہیے، اور اگر شاہد نے مجلس سے جانے کے بعد غلطی کا اقرار کیا تو قبول نہیں ہوگا، جیسا کہ ظاہری روایت میں احتیاطاً ہے، ایسے ہی اگر بعض حدود یا نسب میں غلطی واقع ہو جائے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، یہ گواہی کہ زخمی زخم کی وجہ سے مرا ہے، (قبولیت کے اعتبار سے) زیادہ اولیٰ ہے، اس بینہ سے کہ اچھا ہونے کے بعد مرا ہے، مقتول کے اولیاء نے اس پر گواہی قائم کی کہ زید نے اس کو زخمی کر کے قتل کر دیا اور زید نے اس پر گواہی قائم کی کہ مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے کہ (آنے والی) میری موت کا ذمہ دار ہو، تو زید کا بینہ اولیاء کے مقتول کے بینہ سے اولیٰ ہے جیسا کہ مجمع الفتاویٰ میں ہے، اس یتیم کے غبن کی گواہی جو بالغ ہو گیا اولیٰ ہے اس گواہی سے کہ وصی سے خریدتے وقت اس کی قیمت ثمن کے مثل تھی، اس لیے کہ گواہ امر زائد ثابت کر رہے ہیں، نیز فساد کا بینہ صحت کے بینہ سے راجح ہے، جیسا کہ درر میں ہے، اس کے خلاف جو وہبانیہ میں ہے، بہر حال بغیر بینہ کے تو مدعی صحت کے قول کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ منیہ میں ہے، یہ بینہ کہ تدبیر، خلع یا خصومت جیسے معاملات میں تصرف کرنے والا ذی عقل تھا اولیٰ ہے، وارثین کے بینہ سے کہ مخلوط العقل یا مجنون تھا، اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ صحت میں تھا کہ مرض میں تو مرض پر محمول ہوگا، وارثین نے کہا کہ بدحواس تھا، تو تصدیق کی جائے گی، یہاں تک کہ گواہی دیں کہ صحیح العقل تھا جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اقرار میں اکراہ کا بینہ مقدم ہے اطاعت کے بینہ سے، اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور تاریخ متحد ہوئی اور اگر تاریخ بیان نہیں کی، یا تاریخ مختلف ہوئی تو اطاعت کی گواہی مقدم ہوگی جیسا کہ ملتقط وغیرہ میں ہے، اس پر مصنف علام، ان کے لڑکے اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے۔

گواہی کے بعد بعض امور سے انکار کرنا

شهد عدل فلم يبرح الخ: عادل آدمی نے گواہی دی، ابھی مجلس قضا ہی میں تھا اور مدعی علیہ نے اس پر کوئی جرح بھی نہیں کی تھی کہ اس نے یہ اقرار کیا کہ گواہی دینے میں اس سے کچھ غلطی ہوئی ہے۔ ان غلطیوں کے اظہار کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس کی پہلی گواہی اور بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق تو نہیں ہے۔ اگر اتفاق ہے تو اس کی پہلے والی گواہی قبول ہوگی اور اگر دونوں بیان میں اختلاف ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

فُرُوعٌ: بَيِّنَةُ الْفَسَادِ أَوْلَى مِنْ بَيِّنَةِ الصِّحَّةِ شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ. وَفِي الْأَشْبَاهِ: اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الصِّحَّةِ وَالْبُطْلَانِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الْبُطْلَانِ. وَفِي الصِّحَّةِ وَالْفَسَادِ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ الْإِقَالَةِ. وَفِي الْمُلْتَقَطِ اخْتَلَفَا فِي الْبَيْعِ وَالرَّهْنِ فَالْبَيْعُ أَوْلَى. اخْتَلَفَا فِي الْبَتَاتِ وَالْوَفَاءِ فَالْوَفَاءُ أَوْلَى اسْتِحْسَانًا شَهَادَةُ قَاصِرَةٍ يُتِمُّهَا غَيْرُهُمْ تُقْبَلُ كَأَنْ شَهِدَا بِالدَّارِ بِلَا ذِكْرِ أَنَّهَا فِي يَدِ الْخَصْمِ فَشَهِدَ بِهِ آخَرَانِ أَوْ شَهِدَا بِالْمِلْكِ بِالْمَحْدُودِ وَآخَرَانِ بِالْحُدُودِ أَوْ شَهِدَا عَلَى الِاسْمِ وَالنَّسَبِ وَلَمْ يَعْرِفَا الرَّجُلَ بِعَيْنِهِ فَشَهِدَ آخَرَانِ أَنَّهُ الْمُسَمَّى بِهِ دُرَرٌ. شَهِدَ وَاحِدٌ فَقَالَ الْبَاقُونَ: نَحْنُ نَشْهَدُ كَشَهَادَتِهِ لَمْ تُقْبَلْ حَتَّى يَتَكَلَّمَ كُلُّ شَاهِدٍ بِشَهَادَتِهِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. شَهَادَةُ النَّفْيِ الْمُتَوَاتِرِ مَقْبُولَةٌ. الشَّهَادَةُ إِذَا بَطَلَتْ فِي الْبَعْضِ بَطَلَتْ فِي الْكُلِّ إِلَّا فِي عَبْدٍ بَيْنَ مُسْلِمٍ وَنَصْرَانِيٍّ فَشَهِدَ نَصْرَانِيَّانِ عَلَيْهِمَا بِالْعِتْقِ قُبِلَتْ فِي حَقِّ النَّصْرَانِيِّ فَقَطْ أَشْبَاهٌ. قُلْتُ: وَزَادَهُ مُحَشِّيهَا خَمْسَةً أُخْرَى مَعْزِيَّةً لِلْبَزَّازِيَّةِ.

ترجمہ: فساد کا بینہ صحت کے بینہ پر مقدم ہے، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے اور اشباہ میں ہے کہ متعاقدین نے صحت وبطلان میں اختلاف کیا تو مدعی بطلان کے قول کا اعتبار ہوگا اور صحت وفساد میں مدعی صحت کا، مگر اقالہ کے مسئلے میں۔ ملتقط میں ہے کہ بیع اور رہن میں اختلاف کیا تو بیع مقدم ہوگی، اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے اور بیع وفا میں، تو استحساناً بیع وفا مقدم ہوگی۔ شہادت قاصرہ کو دوسرے گواہوں نے پوری کر دی، تو قبول ہوگی، جیسے دو گواہوں نے گواہی دی کسی گھر کی، اس کا ذکر کیے بغیر کہ خصم کے قبضے میں ہے؛ لیکن دوسروں نے اس کی گواہی دی، دو شخصوں نے ملک فی المحدود کی گواہی دی اور دوسروں نے حدود کی، یا دو آدمی نے اسم ونسب کے ساتھ گواہی دی؛ لیکن اس متعین آدمی کو نہیں جانتا ہے؛ لیکن دوسروں نے گواہی دی کہ مسمی یہی ہے جیسا کہ درر میں ہے، ایک نے گواہی دی اور باقی نے کہا کہ ہم سب اس کی گواہی کی طرح گواہی دیتے ہیں تو قبول نہیں ہوگی یہاں تک کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے ساتھ بولے، نفی متواتر کی شہادت مقبول ہے، شہادت جب بعض میں باطل ہوتی ہے تو کل میں باطل ہو جاتی ہے، مگر ایسے غلام میں جو مسلم اور نصرانی کے درمیان مشترک ہو، چناں چہ دو نصرانیوں نے دونوں (مسلم و نصرانی) کے خلاف آزاد کرنے کی گواہی دی، تو صرف نصرانی کے حق میں قبول ہوگی جیسا کہ اشباہ میں ہے، میں کہتا ہوں اشباہ کے محشیوں نے اور پانچ (صورتوں) کا بزازیہ کے حوالے سے زیادہ کیا ہے، بات پوری ہوئی۔

بَابُ الِاخْتِلَافِ فِي الشَّهَادَةِ

مَبْنَى هَذَا الْبَابِ عَلَى أُصُولٍ مُقَرَّرَةٍ مِنْهَا أَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى حُقُوقِ الْعِبَادِ لَا تُقْبَلُ بِلَا دَعْوَى، بِخِلَافِ حُقُوقِهِ تَعَالَى. وَمِنْهَا أَنَّ الشَّهَادَةَ بِأَكْثَرَ مِنَ الْمُدَّعَى بَاطِلَةٌ، بِخِلَافِ الْأَقَلِّ لِلِاتِّفَاقِ فِيهِ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمِلْكَ الْمُطْلَقَ أَزْيَدُ مِنَ الْمُقَيَّدِ لِثُبُوتِهِ مِنَ الْأَصْلِ وَالْمِلْكُ بِالسَّبَبِ مُقْتَصِرٌ عَلَى وَقْتِ السَّبَبِ. وَمِنْهَا مُوَافَقَةُ الشَّهَادَتَيْنِ لَفْظًا وَمَعْنًى، وَمُوَافَقَةُ الشَّهَادَةِ الدَّعْوَى مَعْنًى فَقَطْ وَسَيَتَّضِحُ. تَقَدُّمُ الدَّعْوَى فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ شَرْطُ قَبُولِهَا لِتَوَقُّفِهَا عَلَى مُطَالَبَتِهِمْ وَلَوْ بِالتَّوْكِيلِ، بِخِلَافِ حُقُوقِ اللَّهِ تَعَالَى لِوُجُوبِ إِقَامَتِهَا عَلَى كُلِّ أَحَدٍ فَكُلُّ أَحَدٍ خَصْمٌ فَكَأَنَّ الدَّعْوَى مَوْجُودَةٌ فَإِذَا وَافَقَتْهَا أَيْ وَافَقَتِ الشَّهَادَةُ الدَّعْوَى قُبِلَتْ وَإِلَّا تُوَافِقْهَا لَا تُقْبَلْ وَهَذَا أَحَدُ الْأُصُولِ الْمُتَقَدِّمَةِ فَلَوِ ادَّعَى مِلْكًا مُطْلَقًا فَشَهِدَا بِهِ بِسَبَبٍ كَشِرَاءٍ أَوْ إِرْثٍ قُبِلَتْ لِكَوْنِهَا بِالْأَقَلِّ مِمَّا ادَّعَى فَتَطَابَقَا مَعْنًى كَمَا مَرَّ وَعَكْسُهُ بِأَنِ ادَّعَى بِسَبَبٍ وَشَهِدَا بِمُطْلَقٍ لَا تُقْبَلُ لِكَوْنِهَا بِالْأَكْثَرِ كَمَا مَرَّ. قُلْتُ: وَهَذَا فِي غَيْرِ دَعْوَى إِرْثٍ وَنِتَاجٍ وَشِرَاءٍ مِنْ مَجْهُولٍ كَمَا بَسَطَهُ الْكَمَالُ، وَاسْتَثْنَى فِي الْبَحْرِ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ.

ترجمہ: یہ باب چند اصول مقررہ پر مبنی ہے ان میں سے ایک یہ کہ حقوق العباد میں بغیر دعویٰ کے گواہی قبول نہیں ہوگی، بخلاف حقوق اللہ کے، ان میں سے یہ کہ مدعیٰ سے زیادہ گواہی باطل ہے، بخلاف اقل کے، اس میں اتفاق ہونے کی وجہ سے، ان میں سے یہ کہ ملک مطلق زیادہ ہے ملک مقید سے، مطلق کا ثبوت اصل سے ہونے کی وجہ سے اور ملک مقید وقت السبب کے ساتھ مقصور ہے، ان میں سے دونوں شہادتوں کا لفظا اور معنی متفق ہونا ضروری ہے اور شہادت دعویٰ کا صرف معنی میں، اس کو ہم آگے واضح کریں گے حقوق العباد میں۔ گواہی قبول ہونے کے لیے دعویٰ شرط ہے، حقوق بندوں کے مطالبے پر موقوف ہونے کی وجہ سے، اگر چہ وکیل کے ذریعے ہو، بخلاف حقوق اللہ کے ہر شخص پر اقامت واجب ہونے کی وجہ سے، گویا کہ ہر آدمی خصم ہے، لہذا اگر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے شراء یا ارث کے سبب کے ساتھ گواہی دی تو قبول ہے، شہادت دعویٰ سے کم ہونے کی وجہ سے، لہذا معنی مطابقت ہے جیسا کہ گذر چکا اور اس کا الٹا اس طور پر کہ سبب کا دعویٰ کیا اور مطابق کی گواہی دی تو قبول نہیں ہوگی، زیادتی کی گواہی ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا، میں کہتا ہوں یہ ارث، نتاج اور مجہول آدمی سے خریدنے کے علاوہ کے دعویٰ میں ہے، جیسا کہ کمال نے اس کی تفصیل کی ہے اور بحر میں تئیس صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔

حقوق العباد میں دعویٰ کی حیثیت

تقدم الدعویٰ الخ: قبول شہادت کے لیے حقوق العباد میں دعویٰ کا مقدم ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ حقوق العباد کے ثبوت کے لیے مطالبہ (دعوی) ضروری ہے اور جب دعویٰ نہیں ہے تو شہادت چہ معنی دارد؛ حقوق اللہ میں ایسا نہیں ہے، وہاں ہر آدمی خصم ہے، اس لیے وہ خصم کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف گواہ کی ضرورت ہے۔

وَكَذَا تَجِبُ مُطَابَقَةُ الشَّهَادَتَيْنِ لَفْظًا وَمَعْنًى إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ وَأَرْبَعِينَ مَسْأَلَةً مَبْسُوطَةً فِي الْبَحْرِ

وَزَادَ ابْنُ الْمُصَنِّفِ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى الْأَشْبَاهِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ أُخَرَ تَرَكْتُهَا خَشْيَةَ التَّطْوِيلِ بِطَرِيقِ الْوَضْعِ لَا التَّضَمُّنِ، وَاكْتَفَيَا بِالْمُوَافَقَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَبِهِ قَالَتِ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ وَلَوْ شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِالنِّكَاحِ وَالْآخَرُ بِالتَّزْوِيجِ قُبِلَتْ لِاتِّحَادِ مَعْنَاهُمَا كَذَا الْهِبَةُ وَالْعَطِيَّةُ وَنَحْوُهُمَا، وَلَوْ شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِأَلْفٍ وَالْآخَرُ بِأَلْفَيْنِ أَوْ مِائَةٍ وَمِائَتَيْنِ أَوْ طَلْقَةٍ وَطَلْقَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ رُدَّتْ لِاخْتِلَافِ الْمَعْنَيَيْنِ كَمَا لَوِ ادَّعَى غَصْبًا أَوْ قَتْلًا فَشَهِدَ أَحَدُهُمَا بِهِ وَالْآخَرُ بِالْإِقْرَارِ بِهِ لَمْ تُقْبَلْ، وَلَوْ شَهِدَا بِالْإِقْرَارِ بِهِ قُبِلَتْ. وَكَذَا لَا تُقْبَلُ فِي كُلِّ قَوْلٍ جُمِعَ مَعَ فِعْلٍ بِأَنِ ادَّعَى أَلْفًا فَشَهِدَ أَحَدُهُمَا بِالدَّفْعِ وَالْآخَرُ بِالْإِقْرَارِ بِهَا لَا تُسْمَعُ لِلْجَمْعِ بَيْنَ قَوْلٍ وَفِعْلٍ قُنْيَةٌ، إِلَّا إِذَا اتَّحَدَا لَفْظًا كَشَهَادَةِ أَحَدِهِمَا بِبَيْعٍ أَوْ قَرْضٍ أَوْ طَلَاقٍ أَوْ عَتَاقٍ وَالْآخَرِ بِالْإِقْرَارِ بِهِ فَتُقْبَلُ لِاتِّحَادِ صِيغَةِ الْإِنْشَاءِ وَالْإِقْرَارِ، فَإِنَّهُ يَقُولُ فِي الْإِنْشَاءِ بِعْتُ وَاقْتَرَضْتُ وَفِي الْإِقْرَارِ كُنْتُ بِعْتُ وَاقْتَرَضْتُ فَلَمْ يَمْنَعِ الْقَبُولَ، بِخِلَافِ شَهَادَةِ أَحَدِهِمَا بِقَتْلِهِ عَمْدًا بِسَيْفٍ وَالْآخَرِ بِهِ بِسِكِّينٍ لَمْ تُقْبَلْ لِعَدَمِ تَكْرَارِ الْفِعْلِ بِتَكَرُّرِ الْآلَةِ مُحِيطٌ وَشُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَتُقْبَلُ عَلَى أَلْفٍ فِي شَهَادَةِ أَحَدِهِمَا بِأَلْفٍ وَ الْآخَرِ بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ إِنِ ادَّعَى الْمُدَّعِي الْأَكْثَرَ لَا الْأَقَلَّ إِلَّا أَنْ يُوَفِّقَ بِاسْتِيفَاءٍ أَوْ إِبْرَاءٍ ابْنُ كَمَالٍ، وَهَذَا فِي الدَّيْنِ وَفِي الْعَيْنِ تُقْبَلُ عَلَى الْوَاحِدِ كَمَا لَوْ شَهِدَ وَاحِدٌ أَنَّ هَذَيْنِ الْعَبْدَيْنِ لَهُ وَآخَرُ أَنَّ هَذَا لَهُ قُبِلَتْ عَلَى الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الَّذِي اتَّفَقَا عَلَيْهِ اتِّفَاقًا دُرَرٌ. وَفِي الْعَقْدِ لَا تُقْبَلُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ الْمُدَّعَى أَقَلَّ الْمَالَيْنِ أَوْ أَكْثَرَهُمْ عَزْمِي زَادَهْ. ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ بِقَوْلِهِ فَلَوْ شَهِدَ وَاحِدٌ بِشِرَاءِ عَبْدٍ أَوْ كِتَابَتِهِ عَلَى أَلْفٍ وَآخَرُ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ رُدَّتْ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ إِثْبَاتُ الْعَقْدِ، وَهُوَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْبَدَلِ فَلَمْ يَتِمَّ الْعَدَدُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ وَمِثْلُهُ الْعِتْقُ بِمَالٍ وَالصُّلْحُ عَنْ قَوَدٍ وَالرَّهْنُ وَالْخُلْعُ إِنِ ادَّعَى الْعَبْدُ وَالْقَاتِلُ وَالرَّاهِنُ وَالْمَرْأَةُ لَفٌّ وَنَشْرٌ مُرَتَّبٌ إِذْ مَقْصُودُهُمْ إِثْبَاتُ الْعَقْدِ كَمَا مَرَّ وَإِنِ ادَّعَى الْآخَرُ كَالْمَوْلَى مَثَلًا فَكَدَعْوَى الدَّيْنِ إِذْ مَقْصُودُهُمُ الْمَالُ فَتُقْبَلُ عَلَى الْأَقَلِّ إِنِ ادَّعَى الْأَكْثَرَ كَمَا مَرَّ.

ترجمہ: ایسے ہی شہادتین کا لفظاً اور معنیٰ مطابقت ضروری ہے، مگر بیالیس مسئلوں میں، جو بحر میں پھیلے ہوئے ہیں اور ابن المصنف نے اشباہ کے اپنے حاشیے میں تیرہ کا اضافہ کیا ہے، میں نے ان کو تطویل کے ڈر سے چھوڑ دیا، وضع کے طریقے پر، نہ کہ تضمین کے طور پر اور صاحبین نے موافقت معنوی پر اکتفا کیا اور یہی ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں، گواہوں میں سے ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی، تو دونوں کے معنی متحد ہونے کی وجہ سے قبول ہے، ایسے ہی ہبہ اور عطیہ وغیرہ، اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی، یا ایک سو اور دو سو کی، یا ایک طلاق اور دو تین طلاق کی، تو معنی کے اختلاف کی وجہ سے گواہی رد ہو جائے گی، جیسا کہ اگر غصب یا قتل کا دعویٰ کیا، چناں چہ ایک نے غصب کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار قتل کی، تو قبول نہیں ہوگی اور اگر دونوں اقرار قتل کی گواہی دیں تو قبول ہے، ایسے ہی ہر اس قول میں گواہی

مقبول نہیں جس کو فعل کے ساتھ جمع کیا، اس طور پر کہ ایک ہزار کا دعویٰ کیا چناں چہ ایک نے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار کی تو قول وفعل کے درمیان جمع ہونے کی وجہ سے یہ شہادت مسموع نہیں ہوگی جیسا کہ قنیہ میں ہے الا یہ کہ لفظاً متحد ہو جیسے ان میں سے ایک کی گواہی، بیع، طلاق، قرض یا عتاق کے بارے میں اور دوسرے کی (گواہی) اقرار سے متعلق تو قبول ہوگی، صیغۂ انشاء اور اقرار متحد ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ وہ انشاء میں بعت و اقترضت کہتا ہے اور اقرار میں کنت بعت و اقترضت، لہذا قبول کے لیے مانع نہیں ہے، بخلاف دونوں گواہوں میں سے ایک کی گواہی تلوار سے جان بوجھ کر قتل کرنے کی اور دوسرے کی چھری سے تو گواہی مقبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ تکرار آلہ سے فعل مکرر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ محیط اور شرنبلالیہ میں ہے، قبول ہے ایک ہزار پر ان میں سے ایک کی ایک ہزار کی گواہی اور دوسرے کی گیارہ سو کی گواہی کی صورت میں، اگر مدعی زیادہ کا دعویٰ کرے نہ کہ کم کا، الا یہ کہ مدعی استیفاء یا ابراء سے برابر کردے، جیسا کہ ابن کمال میں ہے، یہ دین میں ہے اور عین میں ایک پر گواہی مقبول ہے، جیسے ایک نے گواہی دی کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے نے کہ یہ اس کا ہے، تو اس ایک غلام میں گواہی قبول ہوگی، جس میں دونوں متفق ہیں جیسا کہ درر میں ہے، اثبات عقد میں مطلقاً گواہی قبول نہیں ہوگی مدعی کم کا دعویٰ کرے یا زیادہ کا، جیسا کہ عزمی زاردہ نے صراحت کی ہے، پھر اس اصول پر اپنے قول سے متفرع کیا کہ اگر ایک نے غلام کو خریدنے یا ایک ہزار کے عوض مکاتب بنانے کی گواہی دی اور دوسرے نے پندرہ سو پر، تو گواہی رد ہو جائے گی، اس لیے کہ مقصود عقد کو ثابت کرنا ہے جو عوض کے بدلنے سے مختلف ہو جاتا ہے، لہذا ہر ایک پر عدد تام نہیں ہوئی، بیع کے مانند مال کے عوض عتق، قصاص کے عوض عتق، رہن اور خلع ہے، اگر غلام، قاتل، راہن اور عورت نے دعویٰ کیا۔ اس لیے کہ ان کا مقصود عقد کو ثابت کرنا ہے، جیسا کہ گذر چکا، اور اگر دوسرا یعنی مولی مثال کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ دین کی طرح ہے اس لیے کہ ان کا مقصود مال ہے، اقل پر قبول ہوگا، اگر اکثر کا دعویٰ کرے جیسا کہ گذر چکا۔

شہادتوں میں اتفاق

و كذا يجب مطابقة الشهادتين الخ: گواہی دینے میں دونوں شاہدوں کے کلام میں موافقت ضروری ہے، دونوں گواہوں کے الفاظ میں اختلاف ہو جائے اور دونوں کے معانی بھی الگ الگ ہیں تو ایسی گواہی قبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس اختلاف سے سمجھا جائے گا کہ واقعے کی صحیح تصویر کشی نہیں کی جارہی ہے۔

وَالْإِجَارَةُ كَالْبَيْعِ لَوْ فِي أَوَّلِ الْمُدَّةِ لِلْحَاجَةِ لِإِثْبَاتِ الْعَقْدِ وَكَالدَّيْنِ بَعْدَهَا لَوِ الْمُدَّعِي الْمُؤَجِّرَ، وَلَوِ الْمُسْتَأْجِرَ فَدَعْوَى عَقْدٍ اتِّفَاقًا وَصَحَّ النِّكَاحُ بِالْأَقَلِّ أَيْ بِأَلْفٍ مُطْلَقًا اسْتِحْسَانًا خِلَافًا لَهُمَا وَلَزِمَ فِي صِحَّةِ الشَّهَادَةِ الْجَرُّ بِشَهَادَةِ إِرْثٍ بِأَنْ يَقُولَا مَاتَ وَتَرَاكَهُ مِيرَاثًا لِلْمُدَّعِي إِلَّا أَنْ يَشْهَدَا بِمِلْكِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ يَدِهِ أَوْ يَدِ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ كَمُسْتَأْجِرٍ وَمُسْتَعِيرٍ وَغَاصِبٍ وَمُودِعٍ فَيُغْنِي ذَلِكَ عَنِ الْجَرِّ، لِأَنَّ الْأَيْدِيَ عِنْدَ الْمَوْتِ تَنْقَلِبُ يَدَ مِلْكٍ بِوَاسِطَةِ الضَّمَانِ، فَإِذَا ثَبَتَ الْمِلْكُ ثَبَتَ الْجَرُّ ضَرُورَةً وَلَا بُدَّ مَعَ الْجَرِّ الْمَذْكُورِ مِنْ بَيَانِ سَبَبِ الْوِرَاثَةِ وَ بَيَانِ أَنَّهُ أَخُوهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ أَوْ لِأَحَدِهِمَا وَنَحْوِ ذَلِكَ ظَهِيرِيَّةٌ، وَبَقِيَ شَرْطٌ ثَالِثٌ وَ هُوَ قَوْلُ الشَّاهِدِ لَا وَارِثَ أَوْ لَا أَعْلَمُ لَهُ وَارِثًا غَيْرَهُ وَرَابِعٌ، وَهُوَ أَنْ يُدْرِكَ الشَّاهِدُ الْمَيِّتَ وَإِلَّا فَبَاطِلَةٌ لِعَدَمِ مُعَايَنَةِ السَّبَبِ

ذَكَرَهُمَا الْبَزَّازِيُّ وَذِكْرُ اسْمِ الْمَيِّتِ لَيْسَ بِشَرْطٍ وَإِنْ شَهِدَا بِيَدِ حَيٍّ سَوَاءٌ قَالَا مُذْ شَهْرٍ أَوْ لَا رُدَّتْ لِقِيَامِهَا بِمَجْهُولٍ لِتَنَوُّعِ يَدِ الْحَيِّ بِخِلَافِ مَا لَوْ شَهِدَا أَنَّهَا كَانَتْ مِلْكَهُ أَوْ أَقَرَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَوْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ كَانَ فِي يَدِ الْمُدَّعِي دُفِعَ لِلْمُدَّعِي لِمَعْلُومِيَّةِ الْإِقْرَارِ، وَجَهَالَةُ الْمُقَرِّ بِهِ لَا تُبْطِلُ الْإِقْرَارَ. وَالْأَصْلُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بِالْمِلْكِ الْمُنْقَضِي مَقْبُولَةٌ لَا بِالْيَدِ الْمُنْقَضِيَةِ لِتَنَوُّعِ الْيَدِ لَا الْمِلْكِ بَزَّازِيَّةٌ، وَلَوْ أَقَرَّ أَنَّهُ كَانَ بِيَدِ الْمُدَّعِي بِغَيْرِ حَقٍّ هَلْ يَكُونُ إِقْرَارًا لَهُ بِالْيَدِ؟ الْمُفْتَى بِهِ: نَعَمْ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ.

ترجمہ: اجارہ پہلی مدت میں بیع کی طرح ہے، اثبات عقد کی ضرورت کی وجہ سے اور مدت کے بعد دین کی طرح ہے، موجر اور مستاجر دونوں مدعی ہیں تو بالاتفاق عقد کا دعویٰ ہے، ایک ہزار سے کم (دعویٰ) کے ساتھ نکاح صحیح ہے، مطلقاً (مدعی زوج ہو کہ زوجہ، اقل کا ہو کہ اکثر کا) استحساناً صاحبین کے خلاف، (میراث کی) گواہی کی صحت کے لیے لازم ہے کہ گواہان جو میراث کو بیان کرے، اس طور پر کہ مورث مرا ہے اور اس نے مدعی کے لیے میراث چھوڑی ہے، الا یہ کہ دونوں گواہ موت کے وقت اس کی ملکیت، قبضہ یا قائم مقام کے قبضہ کی گواہی دیں جیسے مستاجر، عاریت میں لینے والا، غاصب یا امانت دار، لہٰذا یہ جر میراث کے تذکرہ سے بے نیاز کرنے والے ہیں، اس لیے کہ موت کے وقت قبضہ، ضمان کے واسطے سے ملکیت کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا جب ملکیت ثابت ہوگئی تو لازماً جر ثابت ہوجائے گا اور جر مذکور میں سے سبب وراثت کا بیان کرنا ضروری ہے کہ وارث میت کا حقیقی بھائی ہے یا سوتیلا وغیرہ ذلک، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ شاہد کہے کہ مدعی کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے یا میں نہیں جانتا، چوتھی شرط یہ ہے کہ گواہ نے میت کو دیکھا ہو، ورنہ نہ دیکھنے کے سبب سے گواہی باطل ہے، ان دونوں کو بزازیہ نے ذکر کیا ہے، میت کے نام کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اگر دونوں گواہوں نے زندہ آدمی کے قبضے کی گواہی دی اور کہا ایک مہینے سے قبضہ ہے یا مہینے کا تذکرہ نہیں کیا تو گواہی رد ہوجائے گی، امر مجہول پر گواہی قائم ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ زندہ آدمی کے قبضہ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں بخلاف اس کے کہ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مدعی کی ملکیت ہے، یا مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے، یا دو گواہوں نے گواہی دی کہ مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ مدعی کے قبضے میں تھا، تو وہ مدعی کو دے دیا جائے گا اقرار معلوم ہونے کی وجہ سے اور مقر بہ کی جہالت اقرار کو باطل نہیں کر سکے گی، قاعدہ یہ ہے کہ ملک کی شہادت قبولیت کا تقاضہ کرتی ہے، نہ کہ قبضے کی شہادت، قبضے کی مختلف صورتیں ہونے کی وجہ سے نہ کہ ملک کی، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کے قبضے میں ناحق تھا، تو کیا یہ مدعی کے قبضے کا اقرار ہوگا، مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ہاں، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔

اجارہ کا حکم

والاجارة كالبيع الخ: اجارہ شروع میں بیع کی طرح ہے اور انعقاد کے بعد دین کی طرح ہے، اس لیے کہ اب انعقاد کی ضرورت نہیں ہے، وہاں تو اب مال (اجرت) مقصود ہے۔

فُرُوعٌ: شَهِدَا بِأَلْفٍ وَقَالَ أَحَدُهُمَا قَضَى خَمْسَمِائَةٍ قُبِلَتْ بِأَلْفٍ إِلَّا إِذَا شَهِدَ مَعَهُ آخَرُ. وَلَا يَشْهَدُ مَنْ عَلِمَهُ حَتَّى يُقِرَّ الْمُدَّعِي بِهِ. شَهِدَا بِسَرِقَةِ بَقَرَةٍ وَاخْتَلَفَا فِي لَوْنِهَا قُطِعَ خِلَافًا لَهُمَا وَاسْتَظْهَرَ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ قَوْلَهُمَا، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَذْكُرِ الْمُدَّعِي لَوْنَهَا ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ. ادَّعَى

الْمَدْيُونُ الْإِيصَالَ مُتَفَرِّقًا وَشَهِدَا بِهِ مُطْلَقًا أَوْ جُمْلَةً لَمْ تُقْبَلْ وَهْبَانِيَّةٌ. شَهِدَا فِي دَيْنِ الْحَيِّ بِأَنَّهُ كَانَ عَلَيْهِ كَذَا تُقْبَلُ إِلَّا إِذَا سَأَلَهُمَا الْخَصْمُ عَنْ بَقَائِهِ الْآنَ فَقَالَا لَا نَدْرِي، وَفِي دَيْنِ الْمَيِّتِ لَا تُقْبَلُ مُطْلَقًا حَتَّى يَقُولَا مَاتَ وَهُوَ عَلَيْهِ بَحْرٌ. قُلْتُ: وَيُخَالِفُهُ مَا فِي مُعِينِ الْحُكَّامِ مِنْ ثُبُوتِهِ بِمُجَرَّدِ بَيَانِ سَبَبِهِ وَإِنْ لَمْ يَقُولَا مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ اهـ وَالِاحْتِيَاطُ لَا يَخْفَى. ادَّعَى مِلْكًا فِي الْمَاضِي وَشَهِدَا بِهِ فِي الْحَالِ لَمْ تُقْبَلْ فِي الْأَصَحِّ كَمَا لَوْ شَهِدَا بِالْمَاضِي أَيْضًا جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ.

ترجمہ: دو گواہوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ (مدعیٰ علیہ نے) پانچ سو ادا کیے تھے تو ہزار والوں کی گواہی قبول کی جائے گی، الا یہ کہ اس ایک کے ساتھ کوئی دوسرا گواہ ہو، اپنی جانکاری کی بنیاد پر گواہی نہ دے، یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے، گائے چوری کرنے کی گواہی دی؛ لیکن اس کے رنگ بیان کرنے میں اختلاف ہو گیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، صاحبین کے خلاف، صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہری روایت کہا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدعی نے رنگ کا تذکرہ نہ کیا ہو، اس کو زیلعی نے ذکر کیا ہے، مدیون نے قسط وار دین وصول ہونے کا دعویٰ کیا اور شاہدوں نے مطلقاً یا ایک بارگی کی گواہی دی تو قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ وہبانیہ میں ہے، زندہ آدمی کے دین کے بارے میں گواہی دی، اس طور پر کہ اس پر اس کا قرض ہے، تو مقبول ہے، الا یہ کہ مدعیٰ علیہ نے گواہوں سے اب تک دین باقی رہنے کے بارے میں پوچھا تو گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے (تو گواہی مقبول نہیں) دین میت کے سلسلے میں گواہی مطلقاً مقبول نہیں، الا یہ کہ گواہان کہیں کہ وہ دین کی حالت میں مرا ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کی مخالفت کرتا ہے، جو معین الحکام میں ہے کہ سبب دین کے مجرد بیان سے ثابت ہو جاتا ہے، اگرچہ گواہوں نے "مات و علیہ دین" نہ کہا ہو، بات پوری ہوئی، احتیاط مخفی نہیں، (بحر کے قول میں احتیاط ہے) مدعی نے ماضی میں ملکیت کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے فی الحال ملک کی گواہی دی، تو گواہی قبول نہیں ہے، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ اگر گواہان ماضی کی بھی گواہی دیں جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ بات پوری ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

هِيَ مَقْبُولَةٌ وَإِنْ كَثُرَتْ اسْتِحْسَانًا فِي كُلِّ حَقٍّ عَلَى الصَّحِيحِ إِلَّا فِي حَدٍّ وَقَوَدٍ لِسُقُوطِهِمَا بِالشُّبْهَةِ وَجَازَ الْإِشْهَادُ مُطْلَقًا، لَكِنْ لَا تُقْبَلُ إِلَّا بِشَرْطِ تَعَذُّرِ حُضُورِ الْأَصْلِ بِمَوْتٍ أَيْ مَوْتِ الْأَصْلِ، وَمَا نَقَلَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ عَنْ قَضَاءِ النِّهَايَةِ فِيهِ كَلَامٌ فَإِنَّهُ نَقَلَهُ عَنْ الْخَانِيَّةِ عَنْهَا، وَهُوَ خَطَأٌ وَالصَّوَابُ مَا هُنَا أَوْ مَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ وَاكْتَفَى الثَّانِي بِغَيْبَتِهِ بِحَيْثُ يَتَعَذَّرُ أَنْ يَبِيتَ بِأَهْلِهِ، وَاسْتَحْسَنَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ. وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَالسِّرَاجِيَّةِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ أَوْ كَوْنِ الْمَرْأَةِ مُخَدَّرَةً لَا تُخَالِطُ الرِّجَالَ وَإِنْ خَرَجَتْ لِحَاجَةٍ وَحَمَّامٍ قُنْيَةٌ. وَفِيهَا لَا يَجُوزُ الْإِشْهَادُ لِسُلْطَانٍ وَأَمِيرٍ، وَهَلْ يَجُوزُ لِمَحْبُوسٍ إِنْ مِنْ غَيْرِ حَاكِمِ الْخُصُومَةِ، نَعَمْ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي الْوَكَالَةِ وَقَوْلُهُ عِنْدَ الشَّهَادَةِ عِنْدَ الْقَاضِي قَيْدٌ لِلْكُلِّ لِإِطْلَاقِ جَوَازِ الْإِشْهَادِ لَا الْأَدَاءِ كَمَا مَرَّ

(وَ) بِشَرْطِ شَهَادَةِ عَدَدِ نِصَابٍ وَلَوْ رَجُلًا وَامْرَأَتَيْنِ، وَمَا فِي الْحَاوِي غَلَطٌ بَحْرٌ عَنْ كُلِّ أَصْلٍ وَلَوْ امْرَأَةً لَا تَغَايُرِ فَرْعَيْ هَذَا وَذَاكَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ.

ترجمہ: شہادت علی الشہادت مقبول ہے، استحساناً اگرچہ زیادہ ہو ہر طرح کے حق میں، صحیح قول کے مطابق، مگر حد اور قصاص میں، ان دونوں کے شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جانے کی وجہ سے، اشہاد مطلقاً جائز ہے، مگر مقبول نہیں ہے، الا یہ کہ موت کی وجہ سے اصل گواہ کی حاضری متعذر رہو یعنی اصل گواہ مرجائے اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضاء کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس میں کلام ہے، اس لیے کہ انھوں نے خانیہ سے نقل کیا ہے جو غلط ہے اور صحیح وہ ہے جو یہاں ہے یا مرض وسفر کی وجہ سے (اصل گواہ حاضر ہونے سے معذور ہو) امام ابو یوسف نے اصل گواہ کے غائب ہونے پر اکتفا کیا ہے، اس طور پر کہ اس کا اپنے گھر والوں کے ساتھ رات گذارنا متعذر رہو، اس قول کو بہت علماء نے پسند کیا ہے، سے جیسا کہ قہستانی اور سراجیہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے، یا عورت مردوں کے اختلاط سے ڈرتی ہو، اگرچہ حاجت وحمام کے لیے نکلتی ہو، جیسا کہ قنیہ میں ہے، قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کے لیے دوسرے کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے، اور کیا محبوس کے لیے اشہاد جائز ہے؟ اگر حاکم کے علاوہ خصومت نے قید کیا ہے، تو جائز ہے، اس کو مصنف علام نے کتاب الوکالت میں ذکر کیا ہے، اور مصنف علام کا قول قاضی کے پاس گواہی دیتے وقت ہر ایک کے لیے قید ہے، جواز اشہاد مطلق ہونے کی وجہ سے نہ کہ ادا جیسا کہ گذر چکا، شہادت علی الشہادت میں نصاب کی تعداد شرط ہے، اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور جو حاوی میں ہے وہ غلط ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، ہر اصل سے، اگرچہ عورت ہو نہ مغائر ہونا اس اصل کی دو فرع کا، یہ حضرت امام شافعی کے خلاف ہے۔

شہادت علی الشہادت

هی مقبولة الخ: شہادت ایک عبادت ہے، اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں نیابت جائز نہیں ہونی چاہیے؛ لیکن بعض مرتبہ لوگوں کے حقوق ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے استحساناً شہادت علی الشہادت کو جائز قرار دیا ہے، تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

(وَ) كَيْفِيَّتُهَا أَنْ (يَقُولَ الْأَصْلُ مُخَاطِبًا لِلْفَرْعِ) وَلَوْ ابْنَهُ بَحْرٌ (اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي أَنِّي أَشْهَدُ بِكَذَا) وَيَكْفِي سُكُوتُ الْفَرْعِ، وَلَوْ رَدَّهُ ارْتَدَّ قُنْيَةٌ، وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَشْهَدَ عَلَى شَهَادَةِ مَنْ لَيْسَ بِعَدْلٍ عِنْدَهُ حَاوِي (وَيَقُولُ الْفَرْعُ أَشْهَدُ أَنَّ فُلَانًا أَشْهَدَنِي عَلَى شَهَادَتِهِ بِكَذَا وَقَالَ لِي اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي بِذَلِكَ) هَذَا أَوْسَطُ الْعِبَارَاتِ وَفِيهِ خَمْسُ شِينَاتٍ. وَالْأَقْصَرُ أَنْ يَقُولَ اشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِي بِكَذَا وَيَقُولَ الْفَرْعُ أَشْهَدُ عَلَى شَهَادَتِهِ، وَكَذَا فَتْوَى السَّرَخْسِيِّ وَغَيْرِهِ ابْنُ كَمَالٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ كَمَا فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ الزَّاهِدِيِّ.

ترجمہ: اس کی کیفیت یہ ہے کہ اصل فرع کو مخاطب کر کے کہے، اگرچہ اس کا لڑکا ہو، جیسا کہ بحر میں ہے کہ تو میری شہادت پر شاہد ہو کہ میں ایسی گواہی دیتا ہوں، فرع کا خاموش رہنا کافی ہے؛ لیکن اگر وہ رد کرے، تو رد ہو جائے گا، جیسا کہ قنیہ میں ہے، مناسب نہیں ہے کہ فرع ایسے شخص کی شہادت پر گواہی دے، تو اس کی نظر میں عادل نہیں ہے، جیسا کہ حاوی میں ہے

فرع کہے میں گواہی دیتا ہوں اس پر کہ فلاں شاہد نے مجھ کو اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے اور اس نے کہا کہ تو میری شہادت پر اس طرح گواہی دینا، یہ اوسط العبارات ہے اور اس میں پانچ چیزیں ہیں، اس سے مختصر یہ ہے کہ اصل کہے میری گواہی پر اس طرح گواہی دے اور فرع کہے کہ میں اپنی گواہی پر اس طرح گواہی دیتا ہوں، اسی پر سرخسی وغیرہ کا فتویٰ ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، یہی اصح ہے جیسا کہ قہستانی میں زاہدی کے حوالے سے ہے۔

شہادت علی الشہادت کا طریقہ

وکیفیتها ان یقول الاصل الخ: شہادت علی الشہادت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل شاہد جس کو شاہد بنائے اس کو مخاطب کر کے کہے میں تجھ کو اپنی شہادت پر گواہ بناتا ہوں، اس نے سن کر اس کی تردید نہیں کی، تو اب وہ گواہ بن گیا وہ اب عدالت میں اس طرح گواہی دے کہ فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے جس کی میں گواہی دیتا ہوں۔

وَيَكْفِي تَعْدِيلُ الْفَرْعِ لِأَصْلِهِ إِنْ عُرِفَ الْفُرُوعُ بِالْعَدَالَةِ وَإِلَّا لَزِمَ تَعْدِيلُ الْكُلِّ كَمَا يَكْفِي تَعْدِيلُ أَحَدِ الشَّاهِدَيْنِ صَاحِبَهُ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّ الْعَدْلَ لَا يُتَّهَمُ بِمِثْلِهِ وَإِنْ سَكَتَ الْفَرْعُ عَنْهُ نَظَرَ الْقَاضِي فِي حَالِهِ وَكَذَا لَوْ قَالَ لَا أَعْرِفُ عَلَى الصَّحِيحِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَشَرْحُ الْمَجْمَعِ، وَكَذَا لَوْ قَالَ لَيْسَ بِعَدْلٍ عَلَى مَا فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ الْمُحِيطِ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: فرع کا عادل ہونا اصل کے لیے کافی ہے، اگر فروع معروف بالعدالت ہوں، ورنہ سب کی تعدیل ضروری ہے، جیسے دو گواہوں میں سے ایک کی تعدیل دوسرے کے لیے کافی ہے، اصح قول کے مطابق، اس لیے کہ ایک عادل دوسرے عادل سے متہم نہیں ہوتا ہے اور اگر فرع عدالت بیان کرنے سے ساکت ہو، تو قاضی اصل کے حال کو دیکھے، یہی حکم ہے، اگر فرع کہے کہ میں اصل کے حال کو نہیں جانتا، جیسا کہ شرنبلالیہ اور شرح المجمع میں ہے، اور یہی حکم ہے اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں ہے، جیسا کہ قہستانی میں محیط کے حوالے سے ہے، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے۔

فرع کی عدالت

ویکفی تعدیل الفرع الخ: شہادت علی الشہادت میں فرع کی عدالت ثابت ہو جائے تو اب شہادت قبول کی جائے گی، اصل کی عدالت جاننے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ اگر فرع کی جانب سے ہی اصل کے بارے میں شک وشبہ ہونے لگے، تو پھر اصل گواہ کی بھی تعدیل کی جائے گی۔

وَتَبْطُلُ شَهَادَةُ الْفَرْعِ بِأُمُورٍ بِنَهْيِهِمْ عَنْ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَظْهَرِ خُلَاصَةٌ وَسَيَجِيءُ مَتْنًا مَا يُخَالِفُهُ، وَبِخُرُوجِ أَصْلِهِ عَنْ أَهْلِيَّتِهَا كَفِسْقٍ وَخَرَسٍ وَعَمًى وَ بِإِنْكَارِ أَصْلِهِ الشَّهَادَةَ كَقَوْلِهِمْ مَا لَنَا شَهَادَةٌ أَوْ لَمْ نُشْهِدْهُمْ أَوْ أَشْهَدْنَاهُمْ وَغَلِطْنَا، وَلَوْ سُئِلُوا فَسَكَتُوا قُبِلَتْ خُلَاصَةٌ. شَهِدَا عَلَى شَهَادَةِ اثْنَيْنِ عَلَى فُلَانَةَ بِنْتِ فُلَانٍ الْفُلَانِيَّةِ وَقَالَا أَخْبَرَانَا بِمَعْرِفَتِهَا وَجَاءَ الْمُدَّعِي بِامْرَأَةٍ لَمْ يَعْرِفَا أَنَّهَا هِيَ قِيلَ لَهُ هَاتِ شَاهِدَيْنِ أَنَّهَا هِيَ فُلَانَةُ وَلَوْ مُقِرَّةً وَمِثْلُهُ الْكِتَابُ الْحُكْمِيُّ وَهُوَ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي لِأَنَّهُ كَالشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ، فَلَوْ جَاءَ الْمُدَّعِي بِرَجُلٍ لَمْ يَعْرِفَاهُ كُلِّفَ إِثْبَاتَ أَنَّهُ هُوَ وَلَوْ مُقِرًّا لِاحْتِمَالِ التَّزْوِيرِ بَحْرٌ، وَيَلْزَمُ مُدَّعِيَ الِاشْتِرَاكِ الْبَيَانُ كَمَا

بَسَطَهُ قَاضِي خَانَ وَلَوْ قَالَا فِيهِمَا التَّمِيمِيَّةُ لَمْ تَجُزْ حَتَّى يَنْسُبَاهَا إِلَى فَخِذِهَا كَجَدِّهَا، وَيَكْفِي نِسْبَتُهَا لِزَوْجِهَا، وَالْمَقْصُودُ الْإِعْلَامُ أَشْهَدَهُ عَلَى شَهَادَتِهِ ثُمَّ نَهَاهُ عَنْهَا لَمْ يَصِحَّ أَيْ نَهْيُهُ، فَلَهُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى ذَلِكَ دُرَرٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا، لَكِنَّهُ قَدَّمَ تَرْجِيحَ خِلَافِهِ عَنِ الْخُلَاصَةِ.

ترجمہ: فرع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے چند امور سے، فرع کو گواہی سے روک دینے سے، اظہر قول کے مطابق، جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور متن میں آرہا ہے، جو اس کے مخالف ہے اور اصل کے اہلیت قضاء سے نکل جانے کی وجہ سے، جیسے فاسق، گونگا، یا اندھا ہو گیا اور اصل کا شہادت سے انکار کرنے سے، جیسے اصل کا قول کہ ہم گواہ نہیں ہیں یا ہم نے گواہ نہیں بنایا ہے، ہم نے ان کو گواہ بنایا؛ لیکن غلط اور اگر اصل سے فرع کی گواہی کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے خاموشی اختیار کی، تو فرع کی گواہی قبول ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، دو شخصوں نے گواہی دی، دو آدمیوں کی گواہی پر فلانی بنت فلاں، فلاں قبیلے کی، نیز دونوں فرع نے کہا کہ اصل نے ہمیں اس کا تعارف کرایا ہے، مدعی نے ایک عورت کو حاضر کیا؛ لیکن فرع اس عورت کو نہیں جانتے یہ وہی عورت ہے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ دو گواہ لائیے کہ یہ وہی عورت ہے، اگر چہ عورت اقرار کرے کہ میں وہی عورت ہوں، اسی کے مانند ہے "کتاب حکمی" یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس، اس لیے کہ وہ شہادت علی الشہادت کی طرح ہے، اس لیے کہ مدعی نے ایسے شخص کو حاضر کیا جسے وہ دونوں نہیں جانتے تو مدعی کو یہ ثابت کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ یہ وہی شخص ہے، اگر چہ وہ اقرار کرے، جھوٹ کے احتمال کی وجہ سے، جیسا کہ بحر میں ہے، مدعی کے لیے بیان میں اشتراک ضروری ہے، جیسا کہ قاضی خان نے اس کی تفصیل کی ہے اور دونوں فرع نے عورت کو تمیمیہ کی طرف منسوب کیا، تو جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو قبیلۂ خاصہ کی طرف منسوب نہ کرے، اس کو شوہر کی طرف منسوب کرنا کافی ہے، اس لیے کہ مقصود تعارف ہے، اپنی گواہی پر گواہ بنایا، پھر اس کو گواہی سے منع کر دیا، تو اس کو منع کرنا صحیح نہیں ہے، لہذا اس کو یہ اختیار ہے کہ اس پر گواہی دے، جیسا کہ درر میں ہے اور مصنف نے یہاں اسی کو ثابت رکھا ہے؛ لیکن گذر چکا کہ اس کے خلاف کو ترجیح ہے، خلاصہ کے حوالے سے۔

فرع کی شہادت کب باطل ہوتی ہے؟

و تبطل شهادة الفرع الخ: چند صورتیں ہیں، جن سے فرع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اصل فرع کو شہادت سے منع کر دے، تو اب فرع گواہی نہیں دے سکتا ہے اور جو آگے دوسرا قول نقل کیا گیا ہے کہ اصل کے منع کرنے کے باوجود فرع گواہی دے سکتا ہے، یہ قول اظہر کے خلاف ہے۔ "مایخالفه و هو خلاف الاظهر" (ردالمحتار: ۸/ ۲۲۹) باقی صورتیں ترجمے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

كَافِرَانِ شَهِدَا عَلَى شَهَادَةِ مُسْلِمَيْنِ لِكَافِرٍ عَلَى كَافِرٍ لَمْ تُقْبَلْ كَذَا شَهَادَتُهُمَا عَلَى الْقَضَاءِ لِكَافِرٍ عَلَى كَافِرٍ؛ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ رَجُلٍ عَلَى شَهَادَةِ أَبِيهِ وَعَلَى قَضَاءِ أَبِيهِ فِي الصَّحِيحِ دُرَرٌ خِلَافًا لِلْمُلْتَقَطِ. شَهِدَ بِزُورٍ بِأَنْ أَقَرَّ عَلَى نَفْسِهِ وَلَمْ يَدَّعِ سَهْوًا أَوْ غَلَطًا كَمَا حَرَّرَهُ ابْنُ الْكَمَالِ، وَلَا يُمْكِنُ إِثْبَاتُهُ بِالْبَيِّنَةِ لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ النَّفْيِ عُزِّرَ بِالتَّشْهِيرِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى سِرَاجِيَّةٌ، وَزَادَ ضَرْبَهُ وَحَبْسَهُ مَجْمَعٌ. وَفِي الْبَحْرِ: وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّ لِلْقَاضِي أَنْ يُسَخِّمَ وَجْهَهُ إِذَا رَآهُ سِيَاسَةً، وَقِيلَ إِنْ رَجَعَ مُصِرًّا ضُرِبَ إِجْمَاعًا، وَإِنْ تَائِبًا لَمْ يُعَزَّرْ إِجْمَاعًا، وَتَفْوِيضُ مُدَّةِ تَوْبَتِهِ

لِرَأْيِ الْقَاضِي عَلَى الصَّحِيحِ لَوْ فَاسِقًا، وَلَوْ عَدْلًا أَوْ مَسْتُورًا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ أَبَدًا. قُلْتُ: وَعَنِ الثَّانِي تُقْبَلُ، وَبِهِ يُفْتَى عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: دو کافروں نے دو مسلمانوں کی شہادت پر کسی کافر کے حق میں کسی کافر کے خلاف گواہی دی، تو قبول نہیں ہے، ایسے ہی دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم سے ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر کے خلاف، اور کسی آدمی کی گواہی اس کے باپ کی گواہی یا اس کے باپ کے حکم کی بنیاد پر قبول ہے، صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ درر میں ہے، ملتقط کے خلاف، جس کے بارے میں یہ ظاہر ہو جائے کہ اس نے جھوٹی گواہی دی اس طور پر کہ اس نے جھوٹ کا اقرار کیا اور سہو وغلط کا دعویٰ نہیں کیا، جیسا کہ ابن کمال نے اس کو تحریر کیا ہے، اس کو بینہ سے بھی ثابت کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ یہ نفی کے باب سے ہے، اس کو تشہیر کی سزا دی جائے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور صاحبین نے اس کو مارنا اور قید کرنا زیادہ کیا ہے، جیسا کہ مجمع میں ہے، بحر میں ہے کہ فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ اگر قاضی سیاسی طور پر مصلحت دیکھے تو اس کا منہ کالا کرے، کہا گیا کہ اگر وہ مصر ہو کر رجوع کرے تو اس کو بالاتفاق مارا جائے اور اگر وہ توبہ کر لے، تو نہ مارا جائے اجماعا، جھوٹے گواہی کی توبہ کی مدت قاضی کی رائے پر ہے، صحیح قول کے مطابق، اگر وہ فاسق ہے؛ لیکن اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں ہوگی، میں کہتا ہوں کہ حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اس کی بھی گواہی قبول ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے۔

کافر کو گواہ بنانا

کافران شهدا الخ: مسلمان نے اپنی شہادت پر کافر کو گواہ بنایا اور دونوں کافر گواہ نے کافر کے حق میں دوسرے کافر کے خلاف گواہی دی، تو بھی قبول نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں بھی مسلمان پر کافر کی ولایت ثابت ہوتی ہے۔ ”قوله لم تقبل لعل وجه عدم القبول اى فيهما لما فيه من ثبوت ولاية الكافر على المسلم شرنبلالية“۔ (طحطاوی علی الدر: ۳/۲۶۰)

بَابُ الرُّجُوعِ عَنِ الشَّهَادَةِ

هُوَ أَنْ يَقُولَ رَجَعْتُ عَمَّا شَهِدْتُ بِهِ وَنَحْوَهُ، فَلَوْ أَنْكَرَهَا لَا يَكُونُ رُجُوعًا وَ الرُّجُوعُ شَرْطُهُ مَجْلِسُ الْقَاضِي وَلَوْ غَيْرَ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ فَسْخٌ أَوْ تَوْبَةٌ وَهِيَ بِحَسَبِ الْجِنَايَةِ كَمَا قَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - السِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ فَلَوْ ادَّعَى الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ رُجُوعَهُمَا عِنْدَ غَيْرِهِ وَبَرْهَنَ أَوْ أَرَادَ يَمِينَهُمَا لَا يُقْبَلُ لِفَسَادِ الدَّعْوَى، بِخِلَافِ مَا لَوْ ادَّعَى وُقُوعَهُ عِنْدَ قَاضٍ وَتَضْمِينَهُ إِيَّاهُمَا مُلْتَقَى أَوْ بَرْهَنَ أَنَّهُمَا أَقَرَّا بِرُجُوعِهِمَا عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي قُبِلَ وَجُعِلَ إِنْشَاءً لِلْحَالِ ابْنُ مَلَكٍ فَإِنْ رَجَعَا قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا سَقَطَتْ وَلَا ضَمَانَ وَعُزِّرَ وَلَوْ عَنْ بَعْضِهَا لِأَنَّهُ فَسَّقَ نَفْسَهُ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ وَبَعْدَهُ لَمْ يُفْسَخِ الْحُكْمُ مُطْلَقًا لِتَرْجِيحِهِ بِالْقَضَاءِ

ترجمہ: رجوع عن الشہادت یہ ہے کہ وہ کہے میں نے اس چیز سے رجوع کیا، جس کی میں نے گواہی دی ہے، اور اس طرح سے، لہذا اگر شاہد نے شہادت سے انکار کیا، تو یہ رجوع نہیں ہوگا، رجوع کے لیے مجلس قضاء شرط ہے، اگر چہ دوسرے قاضی کے پاس ہو، اس لیے کہ یہ فسخ یا توبہ ہے اور یہ گناہ کے مطابق ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مخفی

گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ ہے، لہٰذا اگر مدعیٰ علیہ نے دعویٰ کیا کہ دونوں شاہدوں نے غیر قاضی کے پاس رجوع کیا ہے اور اسی کو گواہوں سے ثابت کر دیا یا گواہوں سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قبول نہیں ہوگا، دعویٰ فاسد ہونے کی وجہ سے۔ بخلاف اس کے اگر دعویٰ کرے کسی قاضی کے پاس رجوع کا اور ان دونوں سے ضمان لینے کا، جیسا کہ ملتقی میں ہے، یا اس پر گواہ لائے کہ ان دونوں نے غیر قاضی کے پاس رجوع کیا ہے، تو مقبول ہوگا اور سمجھا جائے گا کہ ان دونوں نے ابھی (قاضی کے پاس) رجوع کیا، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، اگر گواہان نے قاضی کے فیصلے سے پہلے گواہی سے رجوع کی تو گواہی ساقط ہوگی اور کوئی ضمان نہیں ہوگا؛ البتہ سزا دے، اگرچہ بعض گواہی سے رجوع ہو، اس لیے کہ رجوع کر کے شاہد نے اپنے آپ کو فسق کے ساتھ منسوب کیا، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے اور فیصلے کے بعد مطلقا حکم نہیں توڑا جائے گا، قضاء سے راجح ہو جانے کی وجہ سے۔

رجوع عن الشہادت

ھو ان یقول رجعت الخ: گواہی دینے کے بعد اگر گواہ اپنی گواہی سے قاضی کی مجلس میں فیصلہ صادر ہونے سے پہلے پہلے رجوع کرے تو اس کا رجوع معتبر ہوگا، اس کو سزا بھی دی جائے گی؛ لیکن اگر فیصلہ صادر ہونے کے بعد شہادت سے رجوع کرے، تو اس کا رجوع کرنا اب معتبر نہیں ہوگا۔

بِخِلَافِ ظُهُورِ الشَّاهِدِ عَبْدًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ فَإِنَّ الْقَضَاءَ يَبْطُلُ وَيُرَدُّ مَا أَخَذَ وَتَلْزَمُ الدِّيَةُ لَوْ قِصَاصًا، وَلَا يَضْمَنُ الشُّهُودُ لِمَا مَرَّ أَنَّ الْحَاكِمَ إِذَا أَخْطَأَ فَالْغُرْمُ عَلَى الْمَقْضِيِّ لَهُ شَرْحُ تَكْمِلَةٍ

ترجمہ: بخلاف اس کے کہ گواہ غلام یا محدود فی القذف ہو، اس لیے کہ قضاء اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے، اس لیے مقضی لہ واپس کر دے اس چیز کو جو اس نے لیا ہے اور ولی مقتول پر دیت لازم ہے اگر قصاص کا فیصلہ ہوا ہو اور گواہان ضامن نہیں ہوں گے اس لیے کہ گذر چکا ہے کہ جب قاضی فیصلہ کرنے میں غلطی کرے تو تاوان مقضی لہ پر ہے، جیسا کہ شرح تکملہ میں ہے۔

رجوع کرنے والا شاہد غلام ہو؟

بخلاف ظهور الشاهد الخ: گواہوں نے فیصلہ کے بعد رجوع کیا تو یہ رجوع نا قابل اعتبار ہوگا؛ لیکن اگر فیصلہ کے بعد رجوع کرنے والے گواہ کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ غلام ہیں، یا محدود فی القذف ہیں، تو اب جو فیصلہ ہوا ہے وہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ جن کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ ہوا ہے، ان کی گواہی گواہی ہی نہیں تھی۔

وَضَمِنَا مَا أَتْلَفَاهُ لِلْمَشْهُودِ عَلَيْهِ لِتَسَبُّبِهِمَا تَعَدِّيًا مَعَ تَعَذُّرِ تَضْمِينِ الْمُبَاشِرِ لِأَنَّهُ كَالْمُلْجَإِ إِلَى الْقَضَاءِ قَبَضَ الْمُدَّعِي الْمَالَ أَوْ لَا بِهِ يُفْتَى بَحْرٌ وَبَزَّازِيَّةٌ وَخُلَاصَةٌ وَخِزَانَةُ الْمُفْتِينَ، وَقَيَّدَهُ فِي الْوِقَايَةِ وَالْكَنْزِ وَالدُّرَرِ وَالْمُلْتَقَى بِمَا إِذَا قَبَضَ الْمَالَ لِعَدَمِ الْإِتْلَافِ قَبْلَهُ، وَقِيلَ إِنَّ الْمَالَ عَيْنًا فَكَالْأَوَّلِ، وَإِنْ دَيْنًا فَكَالثَّانِي وَأَقَرَّهُ الْقُهُسْتَانِيُّ. وَالْعِبْرَةُ فِيهِ لِمَنْ بَقِيَ مِنَ الشُّهُودِ لَا لِمَنْ رَجَعَ فَإِنْ رَجَعَ أَحَدُهُمَا ضَمِنَ النِّصْفَ، وَإِنْ رَجَعَ أَحَدُ ثَلَاثَةٍ لَمْ يَضْمَنْ، وَإِنْ رَجَعَ آخَرُ ضَمِنَا النِّصْفَ، وَإِنْ رَجَعَتْ امْرَأَةٌ مِنْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ ضَمِنَتْ الرُّبْعَ، وَإِنْ رَجَعَتَا فَالنِّصْفُ، وَإِنْ رَجَعَ ثَمَانِ نِسْوَةٍ مِنْ رَجُلٍ وَعَشْرِ نِسْوَةٍ لَمْ يَضْمَنْ، فَإِنْ رَجَعَتْ أُخْرَى ضَمِنَ التِّسْعُ رُبْعَهُ لِبَقَاءِ

ثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ النِّصَابِ فَإِنْ رَجَعُوا فَالْغُرْمُ بِالْأَسْدَاسِ وَقَالَا عَلَيْهِنَّ النِّصْفُ كَمَا لَوْ رَجَعْنَ فَقَطْ. وَلَا يَضْمَنُ رَاجِعٌ فِي النِّكَاحِ شَهِدَ بِمَهْرِ مِثْلِهَا أَوْ أَقَلَّ إِذِ الْإِتْلَافُ بِعِوَضٍ كَلَا إِتْلَافٍ وَإِنْ زَادَ عَلَيْهِ ضَمِنَاهَا لَوْ هِيَ الْمُدَّعِيَةَ وَهُوَ الْمُنْكِرَ عَزْمِي زَادَهْ.

ترجمہ: دونوں گواہ ضامن ہوں گے، مشہود علیہ کے اس مال کا جس کو تلف کیا ہے، اس لیے کہ یہ دونوں تعدی کی راہ سے تلف کے سبب واقع ہوئے، نیز مباشر (قاضی) کو ضامن بنانا متعذر رہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ قاضی تو فیصلہ دینے پر مجبور ہے، مدعی نے مال پر قبضہ کیا ہو کہ نہ کیا ہو، جیسا کہ بحر، بزازیہ، خلاصہ اور خزانۃ المفتیین میں ہے اور وقایہ، کنز، درر اور ملتقی میں اس کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب مال پر قبضہ کر لیا ہو، مال پر قبضہ سے پہلے ضائع نہ ہونے کی وجہ سے، کہا گیا ہے کہ اگر مال عینی ہو تو اول کی طرح ہے اور اگر دین ہو تو دوسرے کی طرح ہے، اس کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے، ضمان میں اعتبار ان گواہوں کا ہے جو باقی رہ گئے ہوں، نہ ان گواہوں کا جنھوں نے رجوع کیا ہے، لہٰذا اگر دونوں میں سے ایک نے رجوع کیا ہے تو آدھا ضمان دے اور اگر تین میں سے ایک نے رجوع کیا تو ضمان نہ دے اور اگر دوسرے نے بھی رجوع کر لیا تو دونوں آدھے کے ضامن ہوں گے اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں ایک عورت نے رجوع کیا، تو ربع کی ضامن ہوگی اور اگر دونوں عورتوں نے رجوع کر لیا تو آدھے کی ضامن ہوں گی اور اگر ایک مرد اور دس عورتوں کی گواہی میں آٹھ عورتوں نے رجوع کیا تو کوئی ضامن نہ ہوگا، لہٰذا اگر نویں نے بھی رجوع کر لیا تو نو عورتیں ربع کی ضامن ہوں گی، نصاب میں سے تین چوتھائی باقی رہنے کی وجہ سے اور اگر سب نے رجوع کیا تو تاوان سدس کے حساب سے ہے اور صاحبین نے کہا کہ عورتوں پر نصف ہے، جیسا کہ صرف عورتیں رجوع کریں (تو ان پر نصف ہے)، نکاح کی گواہی رجوع کرنے والے ضمان نہیں دیں گے خواہ مہر مثل کی گواہی دی ہو یا اس سے کم کی، اس لیے کہ عوض کی صورت میں اتلاف، اتلاف نہ کرنے کی طرح ہے اور اگر مہر مثل سے زیادہ کی گواہی دی، تو دونوں گواہ زیادتی کے ضامن ہوں گے، اگر عورت نکاح کی مدعیہ ہے اور مرد منکر ہے، جیسا کہ عزمی زادہ میں ہے۔

ضامن کون ہوگا؟

و ضمنا ما اتلفاه الخ: گواہی دی، فیصلہ بھی ہوگیا، اس کے بعد گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا، تو اب چوں کہ فیصلہ تو بدلا نہیں جائے گا، اس لیے اس فیصلے کی وجہ سے مدعیٰ علیہ کا جو نقصان ہوا ہے، اس نقصان کی بھرتی رجوع کرنے والے گواہان کریں گے، اس لیے کہ نقصان کے اصل ذمہ دار شہادت سے رجوع کرنے والے گواہان ہی ہیں۔

وَلَوْ شَهِدَا بِأَصْلِ النِّكَاحِ بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُعْتَمَدِ لِتَعَذُّرِ الْمُمَاثَلَةِ بَيْنَ الْبُضْعِ وَالْمَالِ بِخِلَافِ مَا لَوْ شَهِدَا عَلَيْهَا بِقَبْضِ الْمَهْرِ أَوْ بَعْضِهِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا لَهَا لِإِتْلَافِهِمَا الْمَهْرَ وَضَمِنَا فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَا نَقَصَ عَنْ قِيمَةِ الْمَبِيعِ لَوْ لِشَهَادَةٍ عَلَى الْبَائِعِ أَوْ زَادَ لَوْ الشَّهَادَةُ عَلَى الْمُشْتَرِي لِلْإِتْلَافِ بِلَا عِوَضٍ، وَلَوْ شَهِدَا بِالْبَيْعِ وَبِنَقْدِ الثَّمَنِ، فَلَوْ فِي شَهَادَةٍ وَاحِدَةٍ ضَمِنَا الْقِيمَةَ، وَلَوْ فِي شَهَادَتَيْنِ ضَمِنَا الثَّمَنَ عَيْنِيٌّ.

ترجمہ: اور اگر اصل نکاح کی گواہی دی مہر مثل سے کم پر تو معتمد قول کے مطابق ضمان نہیں ہے، شرم گاہ اور مال کے

درمیان مماثلت متعذر رہونے کی وجہ سے، بخلاف اس کے کہ عورت کے خلاف گواہی دی مہر پر قبضہ کرنے کی، پھر گواہوں نے رجوع کیا، تو گواہ ضامن ہوں گے، ان دونوں کے مہر ضائع کرنے کی وجہ سے، بیع وشراء میں دونوں گواہ (گواہی سے رجوع کرنے کی صورت میں) ضامن ہوں گے، جو مبیع کی قیمت کم ہوگئی ہے، اگر گواہی بائع کے خلاف تھی یا جو قیمت زیادہ ہوئی ہے، اگر گواہی مشتری کے خلاف تھی، بغیر عوض کے ضائع کرنے کی وجہ سے، دونوں نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی، اگر ایک ہی گواہی میں ہے تو قیمت کے ضامن ہوں گے اور اگر دو شہادتوں میں ہے تو ثمن کے ضامن ہوں گے جیسا کہ عینی میں ہے۔

مہر کی گواہی دے کر رجوع کرنا

ولو شهد باصل النكاح الخ: نکاح میں گواہوں نے مہر کے سلسلے میں گواہی دی اس کے بعد رجوع کر لیا، تو اب دیکھا جائے گا کہ وہ مہر "مہر مثل" سے کم ہے یا برابر اگر کم یا برابر ہے، تو کسی پر کوئی ضمان نہ ہوگا؛ لیکن اگر وہ مہر "مہر مثل" سے زیادہ ہے تو دونوں گواہ جنھوں نے گواہی دینے کے بعد گواہی سے رجوع کر لیا ہے وہ اس زیادتی کے ذمہ دار ہوں گے، باقی مہر مثل کے برابر شوہر کے ذمے ہوگا۔

وَلَوْ شَهِدَا عَلَى الْبَائِعِ بِالْبَيْعِ بِأَلْفَيْنِ إِلَى سَنَةٍ وَقِيمَتُهُ أَلْفٌ، فَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ الشُّهُودُ قِيمَتَهُ حَالًا، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمُشْتَرِي إِلَى سَنَةٍ وَأَيَّامَا اخْتَارَ بَرِئَ الْآخَرُ وَتَمَامُهُ فِي خِزَانَةِ الْمُفْتِينَ وَفِي الطَّلَاقِ قَبْلَ وَطْءٍ وَخَلْوَةٍ ضَمِنَا نِصْفَ الْمَالِ الْمُسَمَّى أَوْ الْمُتْعَةِ إِنْ لَمْ يُسَمِّ وَلَوْ شَهِدَا أَنَّهُ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَآخَرَانِ أَنَّهُ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً قَبْلَ الدُّخُولِ ثُمَّ رَجَعُوا فَضَمَانُ نِصْفِ الْمَهْرِ عَلَى شُهُودِ الثَّلَاثِ لَا غَيْرُ لِلْحُرْمَةِ الْغَلِيظَةِ وَلَوْ بَعْدَ وَطْءٍ أَوْ خَلْوَةٍ فَلَا ضَمَانَ وَلَوْ شَهِدَا بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ وَآخَرَانِ بِالدُّخُولِ ثُمَّ رَجَعُوا ضَمِنَ شُهُودُ الدُّخُولِ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِ الْمَهْرِ وَشُهُودُ الطَّلَاقِ رُبْعَهُ اخْتِيَارٌ.

ترجمہ: اور اگر دو گواہوں نے بائع کے خلاف دو ہزار میں بیچنے کی گواہی دی ایک سال کی مدت پر حالاں کہ اس کی قیمت ایک ہزار ہے، بائع اگر چاہے تو فی الحال والی قیمت گواہوں سے بطور ضمان لے لے اور اگر چاہے تو مشتری ایک سال پر (دو ہزار کا) مطالبہ کرے، دونوں میں سے بائع جس کو اختیار کرے گا دوسرا بری ہو جائے گا، اس کا پورا بیان خزانۃ المفتیین میں ہے، طلاق میں وطی وخلوت سے پہلے آدھے مال مسمی کے ضامن ہوں گے، یا متعہ میں اگر متعین نہ ہو اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور دوسروں نے گواہی دی کہ ایک طلاق دی ہے دخول سے پہلے پھر رجوع کر لیا تو تین طلاق کی گواہی دینے والے آدھے مہر کے ضامن ہوں گے، حرمت غلیظہ کو ثابت کرنے کی وجہ سے دوسرے نہیں اور اگر وطی یا خلوت کے بعد تو کسی پر ضمان نہیں ہے، اور اگر دو گواہوں نے دخول سے پہلے طلاق کی گواہی دی اور دوسروں نے دخول کے بعد پھر رجوع کیا تو دخول کی گواہی دینے والے تین ربع (پون) مہر کے ضامن ہوں گے اور (صرف) طلاق کی گواہی دینے والے ایک ربع کے (ضامن ہوں گے) جیسا کہ اختیار میں ہے۔

وَلَوْ شَهِدَا بِعِتْقٍ فَرَجَعَا ضَمِنَا الْقِيمَةَ لِمَوْلَاهُ مُطْلَقًا وَلَوْ مُعْسِرَيْنِ لِأَنَّهُ ضَمَانُ إِتْلَافٍ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ لِعَدَمِ تَحَوُّلِ الْعِتْقِ إِلَيْهِمَا بِالضَّمَانِ فَلَا يَتَحَوَّلُ الْوَلَاءُ هِدَايَةٌ وَفِي التَّدْبِيرِ ضَمِنَا مَا

نَقْصَهُ وَهُوَ ثُلُثُ قِيمَتِهِ، وَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ مِنَ الثُّلُثِ وَلَزِمَهُمَا بَقِيَّةُ قِيمَتِهِ، وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَفِي الْكِتَابَةِ يَضْمَنَانِ قِيمَتَهُ كُلَّهَا، وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الْمُكَاتَبَ وَلَا يَعْتِقُ حَتَّى يُؤَدِّيَ مَا عَلَيْهِ إِلَيْهِمَا وَتَصَدَّقَا بِالْفَضْلِ وَالْوَلَاءِ لِمَوْلَاهُ، وَلَوْ عَجَزَ عَادَ لِمَوْلَاهُ وَرَدَّ قِيمَتَهُ عَلَى الشُّهُودِ وَفِي الِاسْتِيلَادِ يَضْمَنَانِ نُقْصَانَ قِيمَتِهَا بِأَنْ تُقَوَّمَ قِنَّةً وَأُمَّ وَلَدٍ لَوْ جَازَ بَيْعُهَا فَيَضْمَنَانِ مَا بَيْنَهُمَا فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ وَضَمِنَا بَقِيَّةَ قِيمَتِهَا أَمَةً لِلْوَرَثَةِ وَتَمَامُهُ فِي الْعَيْنِيِّ وَفِي الْقِصَاصِ الدِّيَةُ فِي مَالِ الشَّاهِدَيْنِ وَوَرِثَاهُ وَلَمْ يَقْتَصَّا لِعَدَمِ الْمُبَاشَرَةِ، وَلَوْ شَهِدَا بِالْعَفْوِ لَمْ يَضْمَنَا لِأَنَّ الْقِصَاصَ لَيْسَ بِمَالٍ اخْتِيَارٌ وَضَمِنَ شُهُودُ الْفَرْعِ بِرُجُوعِهِمْ لِإِضَافَةِ التَّلَفِ إِلَيْهِمْ لَا شُهُودُ الْأَصْلِ بِقَوْلِهِمْ بَعْدَ الْقَضَاءِ لَمْ نُشْهِدِ الْفُرُوعَ عَلَى شَهَادَتِنَا أَوْ أَشْهَدْنَاهُمْ وَغَلِطْنَا وَكَذَا لَوْ قَالُوا رَجَعْنَا عَنْهَا لِعَدَمِ إِتْلَافِهِمْ وَلَا الْفُرُوعُ لِعَدَمِ رُجُوعِهِمْ وَلَا اعْتِبَارَ بِقَوْلِ الْفُرُوعِ بَعْدَ الْحُكْمِ كَذَبَ الْأُصُولُ أَوْ غَلِطُوا فَلَا ضَمَانَ، وَلَوْ رَجَعَ الْكُلُّ ضَمِنَ الْفَرْعُ فَقَطْ

ترجمہ: دو گواہوں نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی، پھر گواہی سے رجوع کیا تو مطلقا مولی کے لیے ضامن ہوں خواہ گواہ تنگ دست ہوں، اس لیے کہ یہ اتلاف کا ضمان ہے اور ولاء آزاد کرنے والے کا ہے، ضمان کی وجہ سے آزادی گواہی کی طرف نہ پھرنے کی وجہ سے، لہذا ولاء نہیں پھرے گی، جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور تدبیر میں اس حصے کے ضامن ہوں گے جو کم ہوا ہے اور وہ اس کی قیمت کی تہائی ہے، اگر مولی مرجائے، تو اس کے ثلث مال سے آزاد ہوگا اور باقی قیمت دونوں پر لازم ہوگی، اس کی پوری بحث بحر میں ہے، بدل کتابت میں دونوں گواہ پوری قیمت کے ضامن ہوں گے اور اگر چاہے تو مولی مکاتب غلام سے وصول کرے اور مکاتب غلام آزاد نہ ہوگا، جب تک کہ وہ دونوں گواہوں کو وہ نہ دے دے جو اس پر ہے اور دونوں گواہ زائد کو خیرات کرے ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے، اگر مکاتب غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو مولی کی طرف لوٹ آئے اور مولیٰ گواہوں کو قیمت دے دے، استیلاد کی صورت میں دونوں گواہ نقصان شدہ قیمت کے ضامن ہوں گے، اس طور پر کہ لونڈی اور ام ولد کی قیمت متعین کی جائے گی اگر اس کی بیع جائز ہو، ان دونوں کے درمیان جو قیمت ہوگی، اس کے ضامن ہوں گے، اگر مولی مرجائے تو آزاد ہو جائے گی اور دونوں گواہ ام ولد کی بقیہ قیمت کا ضمان وارثین کو دیں، اس کی پوری بحث عینی میں ہے، قصاص میں گواہوں کے مال سے دیت ہوگی (اور اگر یہ گواہ) وارث ہیں، تو محروم نہیں ہوں گے، ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور اگر معافی کی گواہی دیں تو ضامن نہیں ہوں گے، اس لیے کہ قصاص مال نہیں ہے، جیسا کہ اختیار میں ہے، فرع گواہ ضامن ہوگا رجوع کرنے کی وجہ سے، اس لیے کہ تلف کی اضافت ان ہی کی طرف ہے، نہ کہ اصل گواہ کی طرف، اصل گواہ ضمان نہ دیں گے قضاء کے بعد یہ کہنے کی صورت میں کہ ہم نے فروع کو گواہ نہیں بنایا ہے یا ہم نے ان کو گواہ بنا کر غلطی کی، ایسے ہی ضمان نہ دیں گے، اگر اصل گواہ نے کہا کہ ہم نے رجوع کیا اس لیے کہ انھوں نے ضائع نہیں کیا ہے اور نہ ہی فروع اس لیے کہ انھوں نے رجوع نہیں کیا ہے، فیصلے کے بعد فروع کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ اصل نے جھوٹ کہا تھا یا انھوں نے غلطی کی تھی، ان پر ضمان بھی نہیں ہے اور اگر سب نے رجوع کیا تو صرف فرع پر ضمان ہے۔

وَضَمِنَ الْمُزَكُّونَ وَلَوْ الدِّيَةَ بِالرُّجُوعِ عَنْ التَّزْكِيَةِ مَعَ عِلْمِهِمْ بِكَوْنِهِمْ عَبِيدًا خِلَافًا لَهُمَا أَمَّا مَعَ الْخَطَإِ فَلَا إجْمَاعًا بَحْرٌ وَضَمِنَ شُهُودُ التَّعْلِيقِ قِيمَةَ الْقِنِّ وَنِصْفَ الْمَهْرِ لَوْ قَبْلَ الدُّخُولِ لَا شُهُودُ الْإِحْصَانِ لِأَنَّهُ شَرْطٌ، بِخِلَافِ التَّزْكِيَةِ لِأَنَّهَا عِلَّةٌ وَالشَّرْطِ وَلَوْ وَحْدَهُمْ عَلَى الصَّحِيحِ عَيْنِيٌّ. قَالَ: وَضَمِنَ شَاهِدَا الْإِيقَاعِ لَا التَّفْوِيضِ لِأَنَّهُ عِلَّةٌ وَالتَّفْوِيضَ سَبَبٌ اهـ.

ترجمہ: مزکی ضمان دیں، اگر چہ دیت کا ہو تزکیہ سے رجوع کرنے کی صورت میں، یہ جانتے ہوئے کہ گواہ غلام ہے، صاحبین کے خلاف، بہر حال غلطی کی صورت میں تو بالاجماع ضمان نہیں ہے جیسا کہ بحر میں ہے، تعلیق کے گواہ ضمان دیں قیمت غلام کی اور نصف مہر کی، اگر دخول سے پہلے ہو، احصان کے گواہ ضمان نہیں دیں گے اس لیے کہ وہ شرط ہے بخلاف تزکیہ کے یہ علت ہے، شرط کے گواہ ضمان نہ دیں صحیح قول کے مطابق، اگر چہ تنہا ہو، جیسا کہ عینی میں ہے، عینی نے کہا ایقاع کے گواہ ضامن ہوں گے، نہ کہ تفویض کے، اس لیے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہے۔ بات پوری ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كِتَابُ الْوَكَالَةِ

مُنَاسَبَتُهُ أَنَّ كُلًّا مِنَ الشَّاهِدِ وَالْوَكِيلِ سَاعٍ فِي تَحْصِيلِ مُرَادِ غَيْرِهِ

ترجمہ: شہادت سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ شاہد اور وکیل میں سے ہر ایک دوسرے کی مراد کو حاصل کرنے میں کوشش کرتا ہے۔

مناسبت مناسبته ان کلا الخ: وکالت کی شہادت سے مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سے شہادت میں شاہد دوسرے (مشہود) کو حق دلانے کی کوشش کرتا ہے، ایسے ہی وکالت میں وکیل دوسرے کے لیے کوشش کرتا ہے۔

التَّوْكِيلُ صَحِيحٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَ تَعَالَى {فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ} - وَوَكَّلَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ بِشِرَاءِ أُضْحِيَّةٍ، وَعَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، وَهُوَ خَاصٌّ وَعَامٌّ كَأَنْتَ وَكِيلِي فِي كُلِّ شَيْءٍ عَمَّ الْكُلَّ حَتَّى الطَّلَاقَ قَالَ الشَّهِيدُ: وَبِهِ يُفْتَى، وَخَصَّهُ أَبُو اللَّيْثِ بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَوَقْفٍ، وَاعْتَمَدَهُ فِي الْأَشْبَاهِ، وَخَصَّهُ قَاضِي خَانْ بِالْمُعَاوَضَاتِ، فَلَا يَلِي الْعِتْقَ وَالتَّبَرُّعَاتِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ كَمَا فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ وَزَوَاهِرِ الْجَوَاهِرِ، وَسَيَجِيءُ أَنَّ بِهِ يُفْتَى، وَاعْتَمَدَهُ فِي الْمُلْتَقَطِ فَقَالَ: وَأَمَّا الْهِبَاتُ وَالْعَتَاقُ فَلَا يَكُونُ وَكِيلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ. وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ: وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُوَكِّلِ صِنَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ فَالْوَكَالَةُ بَاطِلَةٌ

ترجمہ: غیر کو وکیل بنانا قرآن وحدیث سے صحیح ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اب تم اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر بھیجو" حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو اپنا اضحیہ خریدنے کے لیے وکیل بنایا تھا؛ نیز اس پر اجماع ہے، توکیل عام بھی ہے اور خاص بھی، جیسے (توکل کا قول کہ) تو ہر چیز میں میرا وکیل ہے، تو یہ ہر چیز کو عام ہے، یہاں تک کہ طلاق کو، شہید نے کہا اسی پر فتویٰ ہے، فقیہ ابو اللیث نے طلاق، عتاق اور وقف کے علاوہ کے ساتھ خاص کیا ہے، جس پہ اشباہ میں اعتماد کیا

ہے اور قاضی خاں نے معاوضات کے ساتھ خاص کیا ہے؛ لہذا اعتق اور تبرعات شامل نہیں ہوں گے یہی مذہب ہے، جیسا کہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے، عن قریب میں آرہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، جس پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے، چناں چہ انھوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہبات اور عتاق میں وکیل نہیں ہوگا، امام محمدؒ کے خلاف شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر مؤکل کا کوئی مشہور پیشہ نہ ہو، تو وکالت باطل ہے۔

وکالت کا ثبوت

التوکیل صحیح الخ: وکالت کا ثبوت قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ اور اجماع امت سے ہے، جیسا کہ حضرت شارح علامؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔

وکالت کا دائرہ

وھو خاص وعام الخ: وکالت کا دائرہ بہت وسیع ہے، حتی کہ ایک آدمی وکیل بن کر اپنے مؤکل کے لیے ہر طرح کے معاملات، معاوضات اور مالی عبادات میں وکالت کرسکتا ہے، بس حدود وقصاص میں وکالت نہیں کرسکتا ہے، اس لیے کہ حدود وقصاص شبہ سے ساقط ہوجایا کرتے ہیں تجوز الوکالۃ بالخصومۃ في سائر الحقوق لما قدمنا من الحاجۃ اذ لیس کل احد یھتدی الی وجوہ الخصومات ـــ الا في الحدود و القصاص ـــ لأنھا اي الحدود والقصاص تندرئ بالشبھات۔ (ہدایہ مع الفتح: ۷/ ۵۰۴)

وَهُوَ إِقَامَةُ الْغَيْرِ مَقَامَ نَفْسِهِ تَرَفُّهًا أَوْ عَجْزًا فِي تَصَرُّفٍ جَائِزٍ مَعْلُومٍ، فَلَوْ جُهِلَ ثَبَتَ الْأَدْنَى وَهُوَ الْحِفْظُ مِمَّنْ يَمْلِكُهُ أَيِ التَّصَرُّفُ نَظَرًا إِلَى أَصْلِ التَّصَرُّفِ، وَإِنِ امْتَنَعَ فِي بَعْضِ الْأَشْيَاءِ بِعَارِضِ النَّهْيِ ابْنُ كَمَالٍ فَلَا يَصِحُّ تَوْكِيلُ مَجْنُونٍ وَصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ مُطْلَقًا وَصَبِيٌّ يَعْقِلُ بِتَصَرُّفٍ ضَارٍّ نَحْوَ طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَهِبَةٍ وَصَدَقَةٍ، وَصَحَّ بِمَا يَنْفَعُهُ بِلَا إِذْنِ وَلِيِّهِ كَقَبُولِ هِبَةٍ، وَ صَحَّ بِمَا تَرَدَّدَ بَيْنَ ضَرَرٍ وَنَفْعٍ كَبَيْعٍ وَإِجَارَةٍ إِنْ مَأْذُونًا وَإِلَّا تَوَقَّفَ عَلَى إِجَازَةِ وَلِيِّهِ كَمَا لَوْ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ وَلَا يَصِحُّ تَوْكِيلُ عَبْدٍ مَحْجُورٍ وَصَحَّ لَوْ مَأْذُونًا أَوْ مُكَاتَبًا، وَتَوَقَّفَ تَوْكِيلُ مُرْتَدٍّ، فَإِنْ أَسْلَمَ نَفَذَ، وَإِنْ مَاتَ أَوْ لَحِقَ أَوْ قُتِلَ لَا خِلَافًا لَهُمَا وَصَحَّ تَوْكِيلُ مُسْلِمٍ ذِمِّيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ وَشِرَائِهِمَا كَمَا مَرَّ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَمُحْرِمٍ حَلَالًا بِبَيْعِ صَيْدٍ وَإِنِ امْتَنَعَ عَنْهُ الْمُوَكِّلُ لِعَارِضِ النَّهْيِ كَمَا قَدَّمْنَا فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: وہ دوسرے کو اپنی ذات کے مقام پر قائم کرنا ہے، سہولت کے لیے یا عاجزی کی بنیاد پر، ایسے جائز تصرف میں جو معلوم ہو؛ لہذا اگر مجہول ہو، تو ادنی یعنی حفاظت ثابت ہوگی، اس شخص کی طرف سے جو اس کا یعنی تصرف مالک ہو، اصل تصرف کو دیکھتے ہوئے؛ اگرچہ بعض اشیاء میں نہی عارض ہونے کی وجہ سے (وکیل کے لیے) تصرف ممنوع ہو، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے؛ لہذا مجنون اور صبی غیر عاقل کا وکیل بنانا مطلقاً صحیح نہیں ہے اور سمجھ دار بچے کا نقصان دہ تصرف میں، جیسے طلاق، عتاق، ہبہ اور صدقہ اور جس چیز سے صبی عاقل کو فائدہ ہو بغیر اذن ولی کے اس کی توکیل صحیح ہے، جیسے ہبہ قبول کرنا، اور صحیح ہے جن میں نفع اور نقصان کا احتمال ہو، جیسے بیع اجارہ اگر (صبی عاقل) ماذون ہو، ورنہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا جیسا کہ صبی عاقل اگر از خود معاملہ کرلے، عبد محجور کا وکیل بنانا صحیح نہیں ہے اور ماذون اور مکاتب کا صحیح ہے، مرتد کا وکیل بنانا

موقوف رہے گا؛ اگر وہ مسلمان ہو جائے، تو توکیل نافذ ہے؛ لیکن اگر مر جائے دار الحرب میں چلا جائے یا قتل کر دیا جائے، تو توکیل نافذ نہیں ہے، صاحبین کے خلاف صحیح ہے مسلمان کے لیے شراب اور سور بیچنے کے لیے ذمی کو وکیل بنانا، نیز خریدنے کے لیے، جیسا کہ بیع فاسد میں گذر چکا اور محرم کے لیے غیر محرم کو (وکیل بنانا) شکار بیچنے کے لیے، اگر چہ مؤکل کے لیے یہ نہی عارض ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، لہٰذا آگاہ رہنا چاہیے۔

اصطلاحی: وهو اقامة الغير الخ:

مجنون کی توکیل

فلا يصح توكيل مجنون الخ: مجنون اور صبی غیر عاقل اگر کسی کو وکیل بنا دے، تو یہ وکالت مطلقاً باطل ہے اس لیے کہ مجنون اور صبی غیر عاقل خود تصرف کے حق دار نہیں ہیں تو یہ دونوں حق تصرف دوسرے کے حوالے نہیں کر سکتے، اس لیے کہ یہ دونوں خود مالک نہیں ہیں، فلابد من كون المؤكل يملكه (فتح القدير: ۷/ ۵۱۲)

ثُمَّ ذَكَرَ شَرْطَ التَّوْكِيلِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْوَكِيلُ يَعْقِلُ الْعَقْدَ وَلَوْ صَبِيًّا أَوْ عَبْدًا مَحْجُورًا لَا يَخْفَى أَنَّ الْكَلَامَ الْآنَ فِي صِحَّةِ الْوَكَالَةِ لَا فِي صِحَّةِ بَيْعِ الْوَكِيلِ فَلِذَا لَمْ يَقُلْ وَيَقْصِدُهُ تَبَعًا لِلْكَنْزِ.

ترجمہ: پھر توکیل کی شرط ذکر کرتے ہوئے کہا اگر وکیل عقد کو سمجھتا ہو، اگر چہ صبی یا عبد مجور ہو، یہ بات مخفی نہ رہنے کہ اس وقت بات وکالت کی صحت میں ہے، نہ کہ بیع وکیل کی صحت میں، اسی لیے نہیں کہا "ويقصده" کنز کی اتباع میں۔

توکیل کی شرط

ثم ذكر شرط التوكيل الخ: وکیل بنانے کی شرط یہ ہے کہ مؤکل عقد کی حقیقت کو سمجھتا ہو کہ بیع سے مبیع چلی جاتی ہے اور ثمن ملتا ہے۔

ثُمَّ ذَكَرَ ضَابِطَ الْمُوَكَّلِ فِيهِ فَقَالَ بِكُلِّ مَا يُبَاشِرُهُ الْمُوَكِّلُ بِنَفْسِهِ لِنَفْسِهِ فَشَمِلَ الْخُصُومَةَ فَلِذَا قَالَ فَصَحَّ بِخُصُومَةٍ فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ بِرِضَا الْخَصْمِ وَصَحَّحَهُ فِي النِّهَايَةِ، وَالْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى تَفْوِيضُهُ لِلْحَاكِمِ دُرَرٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ مَرِيضًا لَا يُمْكِنُهُ حُضُورُ مَجْلِسِ الْحُكْمِ بِقَدَمَيْهِ ابْنُ كَمَالٍ أَوْ غَائِبًا مُدَّةَ سَفَرٍ أَوْ مُرِيدًا لَهُ وَيَكْفِي قَوْلُهُ أَنَا أُرِيدُ السَّفَرَ ابْنُ كَمَالٍ أَوْ مُخَدَّرَةً لَمْ تُخَالِطِ الرِّجَالَ كَمَا مَرَّ أَوْ حَائِضًا أَوْ نُفَسَاءَ وَالْحَاكِمُ بِالْمَسْجِدِ إِذَا لَمْ يَرْضَ الطَّالِبُ بِالتَّأْخِيرِ بَحْرٌ أَوْ مَحْبُوسًا مِنْ غَيْرِ حَاكِمِ هَذِهِ الْخُصُومَةِ فَلَوْ مِنْهُ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ بَزَّازِيَّةٌ بَحْثًا أَوْ لَا يُحْسِنُ الدَّعْوَى خَانِيَةٌ لَا يَكُونُ مِنَ الْأَعْذَارِ إِنْ كَانَ الْمُوَكِّلُ شَرِيفًا خَاصَمَ مَنْ دُونَهُ بَلِ الشَّرِيفُ وَغَيْرُهُ سَوَاءٌ بَحْرٌ وَلَهُ الرُّجُوعُ عَنِ الرِّضَا قَبْلَ سَمَاعِ الْحَاكِمِ الدَّعْوَى لَا بَعْدَهُ قُنْيَةٌ وَلَوِ اخْتَلَفَا فِي كَوْنِهَا مُخَدَّرَةً إِنْ مِنْ بَنَاتِ الْأَشْرَافِ فَالْقَوْلُ لَهَا مُطْلَقًا وَلَوْ ثَيِّبًا فَيُرْسِلُ أَمِينَهُ لِيُحَلِّفَهَا مَعَ شَاهِدَيْنِ بَحْرٌ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَإِنْ مِنَ الْأَوْسَاطِ فَالْقَوْلُ لَهَا لَوْ بِكْرًا، وَإِنْ هِيَ مِنَ الْأَسَافِلِ فَلَا فِي الْوَجْهَيْنِ عَمَلًا بِالظَّاهِرِ بَزَّازِيَّةٌ. وَ صَحَّ بِإِيفَائِهَا وَ كَذَا بِ بِاسْتِيفَائِهَا إِلَّا فِي حَدٍّ وَقَوَدٍ بِغَيْبَةِ مُوَكِّلِهِ عَنِ الْمَجْلِسِ مُلْتَقَى

ترجمہ: پھر مصنف علامؒ نے وکالت میں مؤکل کا ضابطہ ذکر کیا، چناں چہ انھوں نے کہا (کہ توکیل) ہر اس چیز میں

(صحیح ہے) اس لیے کہ وکیل بنانا اس کا خالص حق ہے، یہ صورت تو شامل ہے اس لیے مصنف علام نے کہا اگر توکیل اس صورت میں صحیح ہے جو حقوق اللہ میں ہو خصم کی رضامندی سے، حضرات صاحبین نے خصم کی رضامندی کے بغیر (توکیل کو) جائز قرار دیا ہے یہی حضرات ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے اسی پر ابو اللیث وغیرہ کا فتویٰ ہے اور عتابی نے اختیار کیا ہے، کہا یہی صحیح قرار دیا ہے اور فتویٰ کے لیے پسندیدہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو حاکم کے حوالے کر دے (وہ اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرے) جیسا کہ درر میں ہے الا یہ کہ مؤکل مریض ہو جس کا قدم سے چل کر قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا ممکن نہ ہو، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، مسافت سفر کی دوری پر ہو یا سفر کا ارادہ رکھتا ہو، اس کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، یا پردہ نشین ہو جو مردوں سے اختلاط نہیں رکھتی، جیسا کہ گزر چکا، یا حالت حیض یا نفاس میں ہو اور حاکم مسجد میں ہو اس شرط کے ساتھ کہ خصم مؤخر پر راضی نہ ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، یا اس وقت کے حاکم کے علاوہ کے پاس قید ہو، لہذا اگر اسی حاکم کے پاس قید ہے تو عذر نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تفصیل ہے اور جو ٹھیک سے دعویٰ نہ کر سکتا ہو، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ (ان تمام صورتوں میں خصم کی رضامندی کے بغیر بھی وکیل بنانا صحیح ہے) یہ عذر میں سے نہیں ہے کہ اگر مؤکل شریف ہو اور جھگڑا فریق شریف سے ہو جائے، بلکہ اگر شریف اور فریق شریف نہ ہو تب بھی، جیسا کہ بحر میں ہے، خصم کے لیے حاکم کی سماعت دعویٰ سے پہلے رضامندی سے پلٹ جانا صحیح ہے، نہ کہ سماعت کے بعد، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اور اگر عورت کے پردہ نشین ہونے میں اختلاف کرے تو اگر وہ اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت کی بات مانی جانے گی مطلقاً اگرچہ ثیبہ ہو، لہذا حاکم اپنا امین بھیجے۔ اسلامی قانون نے عورت کے حقوق کی کس قدر رعایت کی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر واقعتاً کوئی عورت پردہ نشین ہے اور مردوں سے اختلاط سے بچتی ہے، تو اس کو حق دلانے کے لیے، عدالت اس کے سامنے آئے گی اس کے برخلاف دوسرے قوانین میں عورتوں کی اس طرح رعایت نہیں ہے، تاکہ دو گواہوں کی موجودگی میں اس کا حلفیہ بیان لے، جیسا کہ بحر میں ہے، نیز مصنف نے اسے ثابت کیا ہے، اور اگر اوسط طبقے کی ہو تو عورت کی بات مانی جائے گی، اگر باکرہ ہے اور اگر نچلے طبقے کی ہو، تو دونوں صورتوں میں ظاہر پر عمل ہوگا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، (وکالت) صحیح ہے حقوق کے دینے ایسے ہی لینے میں، مگر حدود و قصاص میں مجلس سے مؤکل کے غائب ہونے کی صورت میں (وکالت صحیح نہیں ہے) جیسا کہ ملتقی میں ہے۔

مؤکل کا ضابطہ

ثم ذکر ضابط المؤکل الخ: مؤکل کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ وہ ہر ان معاملات، معاوضات اور مالی عبادات میں دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، جن کو وہ خود انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ فریق مخالف اس وکالت سے راضی ہو ------ یہ راضی ہونے کی شرط حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک ہے؛ لیکن حضرات ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک کسی کو وکیل بنانے کے لیے فریق مخالف کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے، اس کی مرضی کے خلاف، اگر مؤکل کسی کو وکیل بنا دے، تو وکالت صحیح ہے۔ احناف کے نزدیک فتویٰ حضرت امام اعظمؒ کے قول پر ہے، افتی الرملی بقول الامام الذی علیہ المتون واختارہ غیر واحد۔ (ردالمحتار: ۸/ ۲۴۴) مؤکل بیمار ہے، سفر میں ہے، یا سفر کا ارادہ رکھتا ہے، پردہ نشین خاتون ہے، عورت حالت حیض میں ہے اور قاضی کی مجلس مسجد میں لگتی ہے، وغیرہ وغیرہ ان صورتوں میں مؤکل فریق مخالف کی رضامندی کے بغیر ہی دوسرے کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے۔

وَحُقُوقُ عَقْدٍ لَا بُدَّ مِنْ إِضَافَتِهِ أَيْ ذَلِكَ الْعَقْدِ إِلَى الْوَكِيلِ كَبَيْعٍ وَإِجَارَةٍ وَصُلْحٍ عَنْ إِقْرَارٍ يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا دَامَ حَيًّا وَلَوْ غَائِبًا ابْنُ مَلَكٍ إِنْ لَمْ يَكُنْ مَحْجُورًا كَتَسْلِيمِ مَبِيعٍ وَقَبْضِهِ وَقَبْضِ ثَمَنٍ وَرُجُوعٍ بِهِ عِنْدَ اسْتِحْقَاقِهِ وَخُصُومَةٍ فِي عَيْبٍ بِلَا فَصْلٍ بَيْنَ حُضُورِ مُوَكِّلِهِ وَغَيْبَتِهِ، لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ حَقِيقَةً وَحُكْمًا، لَكِنْ فِي الْجَوْهَرَةِ: لَوْ حَضَرَا فَالْعُهْدَةُ عَلَى آخِذِ الثَّمَنِ لَا الْعَاقِدِ فِي أَصَحِّ الْأَقَاوِيلِ، وَلَوْ أَضَافَ الْعَقْدَ إِلَى الْمُوَكِّلِ تَتَعَلَّقُ الْحُقُوقُ بِالْمُوَكِّلِ اتِّفَاقًا ابْنُ مَلَكٍ فَلْيُحْفَظْ، فَقَوْلُهُ: لَا بُدَّ، فِيهِ مَا فِيهِ وَلِذَا قَالَ ابْنُ الْكَمَالِ يَكْتَفِي بِالْإِضَافَةِ إِلَى نَفْسِهِ فَافْهَمْ.

ترجمہ: جس عقد کے حقوق کا انتساب وکیل کی طرف ضروری ہے، جیسے بیع، اجارہ اور صلح عن الاقرار تو یہ وکیل سے متعلق ہوں گے، جب تک وکیل زندہ ہے، اگرچہ غائب ہو، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وکیل ممنوع التصرف نہ ہو (حقوق) جیسے مبیع حوالہ کرنا، اس پر قبضہ کرنا، ثمن پر قبضہ کرنا، استحقاق کے وقت ثمن کو پھیر دینا، عیب کی صورت میں، مؤکل کے حاضر و غائب کے درمیان فرق کیے بغیر خصومت کرنا، اس لیے کہ حقیقتاً اور حکماً وکیل ہی عاقد ہے؛ لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر دونوں حاضر ہوں تو ذمہ داری ثمن لینے والے پر ہے نہ کہ عاقد پر اصح اقوال میں سے؛ اگر وکیل نے عقد کا انتساب مؤکل کی طرف کر دیا، تو حقوق بالاتفاق مؤکل سے متعلق ہوں گے: جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، اس لیے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

لہٰذا مصنف علامؒ کا لابد کہنا اس میں خلل ہے، اسی لیے ابن کمال نے کہا وکیل اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے پر کفایت کرے، اسی کو سمجھ لینا چاہیے۔

وکیل کے لیے طریقہ عقد

وحقوق عقد لابد الخ: اس عبارت سے مصنف علامؒ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وکیل کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عقد کا انتساب اپنی ہی طرف کرے مؤکل کی طرف نہ کرے، حضرت شارحؒ نے ابن ملک کا قول نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مصنف علامؒ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وکیل اگر عقد کی اضافت مؤکل کی طرف کر دے، تو وہ عقد منعقد ہو جاتی ہے، جیسا کہ ابن ملک میں ہے؛ لیکن حضرت علامہ شامی نے حضرت شارحؒ کے قول کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ صاحب بحر نے ابن ملک کے قول کو رد کر دیا ہے، اس لیے مصنف علامؒ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے، "رده في البحر فراجعه فلا يرد اعتراضه على المصنف"۔ (ردالمحتار: ۸/۲۴۶)

وَشَرْطُ الْمُوَكِّلِ عَدَمُ تَعَلُّقِ الْحُقُوقِ بِهِ أَيْ بِالْوَكِيلِ لَغْوٌ بَاطِلٌ جَوْهَرَةٌ وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ لِلْمُوَكِّلِ ابْتِدَاءً فِي الْأَصَحِّ فَلَا يَعْتِقُ قَرِيبُ الْوَكِيلِ بِشِرَائِهِ وَلَا يَفْسُدُ نِكَاحُ زَوْجَتِهِ بِهِ وَ لَكِنْ هُمَا ثَابِتَانِ عَلَى الْمُوَكِّلِ لَوْ اشْتَرَى وَكِيلُهُ قَرِيبَ مُوَكِّلِهِ وَزَوْجَتَهُ، لِأَنَّ الْمُوجِبَ لِلْعِتْقِ وَالْفَسَادِ الْمِلْكُ الْمُسْتَقِرُّ وَفِي كُلِّ عَقْدٍ لَا بُدَّ مِنْ إِضَافَتِهِ إِلَى مُوَكِّلِهِ يَعْنِي لَا يَسْتَغْنِي عَنِ الْإِضَافَةِ إِلَى مُوَكِّلِهِ، حَتَّى لَوْ أَضَافَهُ إِلَى نَفْسِهِ لَا يَصِحُّ ابْنُ كَمَالٍ كَنِكَاحٍ وَخُلْعٍ وَصُلْحٍ عَنْ دَمِ عَمْدٍ أَوْ عَنْ إِنْكَارٍ وَعِتْقٍ عَلَى مَالٍ وَكِتَابَةٍ وَهِبَةٍ وَتَصَدُّقٍ وَإِعَارَةٍ وَإِيدَاعٍ وَرَهْنٍ وَإِقْرَاضٍ وَشَرِكَةٍ وَمُضَارَبَةٍ عَيْنِيٍّ

تَتَعَلَّقُ بِمُوَكِّلِهِ لَا بِهِ لِكَوْنِهِ فِيهَا سَفِيرًا مَحْضًا، حَتَّى لَوْ أَضَافَهُ لِنَفْسِهِ وَقَعَ النِّكَاحُ لَهُ فَكَانَ كَالرَّسُولِ فَلَا مُطَالَبَةَ عَلَيْهِ فِي النِّكَاحِ بِمَهْرٍ وَتَسْلِيمٍ لِلزَّوْجَةِ وَلِلْمُشْتَرِي الْإِبَاءُ عَنْ دَفْعِ الثَّمَنِ لِلْمُوَكِّلِ وَإِنْ دَفَعَ لَهُ صَحَّ وَلَوْ مَعَ نَهْيِ الْوَكِيلِ اسْتِحْسَانًا وَلَا يُطَالِبُهُ الْوَكِيلُ ثَانِيًا لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ، نَعَمْ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنِ الْوَكِيلِ لَوْ وَحْدَهُ وَيَضْمَنُهُ لِمُوَكِّلِهِ بِخِلَافِ وَكِيلِ يَتِيمٍ وَصَرْفٍ عَيْنِيٌّ وَمِثْلُهُ أَيْ مِثْلُ الْوَكِيلِ عَبْدٌ مَأْذُونٌ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ مَعَ مَوْلَاهُ فَلَا يَمْلِكُ قَبْضَ دُيُونِهِ، وَلَوْ قَبَضَ صَحَّ اسْتِحْسَانًا مَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؛ لِأَنَّهُ لِلْغُرَمَاءِ بَزَّازِيَّةٌ.

ترجمہ: موکل کا، اس کے یعنی وکیل کے لیے حقوق متعلق نہ ہونے کی شرط لگانا لغو یعنی باطل ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، اس لیے کہ ملک اصح قول کے مطابق شروع سے ہی موکل کے لیے ثابت ہے؛ لہٰذا وکیل کا قرابت اس کے خریدنے سے آزاد نہ ہوگا اور نہ وکیل کی زوجہ کا نکاح کا فاسد ہونا اس کے خریدنے سے؛ لیکن یہ دونوں موکل پر ثابت ہیں، اگرچہ موکل کا وکیل اس کے قرابت دار اور اس کی بیوی کو خریدے، اس لیے کہ عتق اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے اور ہر اس عقد میں جس میں موکل کی طرف اضافت ضروری ہے یعنی موکل کی طرف اضافت کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے؛ یہاں تک کہ وکیل اگر اپنی طرف منسوب کر لے، تو صحیح نہ ہو جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، جیسے نکاح، خلع، صلح عن دم عمد یا دم عمد سے انکار، عتق علی مال، کتابت، ہبہ، صدقہ، عاریت، ودیعت، رہن، قرض، شرکت اور مضاربت، جیسا کہ عینی نے صراحت کی ہے، یہ سب مؤکل سے متعلق ہوں گے نہ کہ وکیل سے، اس لیے کہ وہ ان میں سفیر محض ہے، حتی کہ اگر وہ ان کو اپنی طرف منسوب کر لے، اسی کے لیے نکاح منعقد ہو جائے گا، گویا کہ وہ رسول کی طرح ہے، لہٰذا وکیل سے مہر اور تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، البتہ مشتری کو اختیار ہے، موکل کو ثمن دینے سے انکار کا، اگر وہ دے دے، تو صحیح ہے اور وکیل کے منع کرنے کی صورت میں استحساناً صحیح ہے، وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نہ کرے فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے ہاں وکیل کے دین سے کاٹ لینا صحیح ہے، اگر وہ تنہا مقروض ہے اور وہ وکیل موکل کے لیے ثمن کا ضامن ہوگا بخلاف وکیل یتیم اور صرف کے، جیسا کہ عینی میں ہے، اس کے مثل یعنی وکیل کے مثل وہ عبد ماذون ہے، جس پر مولیٰ کے ساتھ دین نہیں ہے، تو وہ غلام کے دین پر قبضہ کرنے کا مالک نہیں ہے، اور اگر قبضہ کر لے تو استحساناً صحیح ہے، جب تک کہ غلام پر دین نہ ہو، اس لیے کہ اس صورت میں قرض خواہوں کا حق ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

موکل کی ایک لغو شرط

و شرط المؤكل الخ: موکل نے وکیل بناتے وقت یہ شرط لگا دی کہ جتنے حقوق متعلق ہوں گے وہ مجھ سے متعلق ہوں گے، تو (وکیل) ان حقوق میں شریک نہیں ہوگا، یہ شرط لغو ہے، اس لیے کہ وکیل کی طرف سے کیے جانے والے عقد سے متعلق جملہ حقوق موکل سے متعلق ہیں نہ کہ وکیل سے، اس کے باوجود موکل کا اپنے لیے خاص کرنا فضول ہے۔

فَرْعٌ: التَّوْكِيلُ بِالِاسْتِقْرَاضِ بَاطِلٌ لَا الرِّسَالَةُ دُرَرٌ، وَالتَّوْكِيلُ بِقَبْضِ الْقَرْضِ صَحِيحٌ فَتَنَبَّهْ.

ترجمہ: قرض لینے کے لیے وکیل بنانا باطل ہے، نہ کہ رسالت، جیسا کہ درر میں ہے اور قرض وصول کرنے کے لیے وکیل بنانا صحیح ہے، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے۔

قرض لینے کے لیے وکیل بنانا

التوكيل بالاستقراض الخ: قرض لینے کے لیے وکیل بنانا باطل ہے، اس لیے کہ قرض لینے والے کے ذمے بدل دین کی وجہ سے لازم نہیں ہوتا ہے؛ بل کہ قبضہ کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور قبضے کے لیے وکیل بنانا صحیح نہیں ہے "لان البدل فيه لا يجب دينا في ذمة المستقرض بالعقد بل بالقبض والامر بالقبض لا يصح لانه ملك الغير" (طحطاوی علی الدر: ۳/۲۶۹)

بَابُ الْوَكَالَةِ

بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ الْأَصْلُ أَنَّهَا إِنْ عَمَّتْ أَوْ عُلِمَتْ أَوْ جُهِلَتْ جَهَالَةً يَسِيرَةً وَهِيَ جَهَالَةُ النَّوْعِ الْمَحْضِ كَفَرَسٍ صَحَّتْ وَإِنْ فَاحِشَةً وَهِيَ جَهَالَةُ الْجِنْسِ كَدَابَّةٍ بَطَلَتْ، وَإِنْ مُتَوَسِّطَةً كَعَبْدٍ، فَإِنْ بَيَّنَ الثَّمَنَ أَوْ الصِّفَةَ كَتُرْكِيٍّ صَحَّتْ وَإِلَّا لَا.

ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ وکالت اگر عام یا معلوم ہو یا جہالت یسیرہ کے ساتھ ہو اور وہ محض نوع کی جہالت ہے، جیسے گھوڑا، تو (وکالت) صحیح ہے اور جہالت فاحشہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے، جیسے چوپایہ، تو (وکالت) باطل ہے اور اگر جہالت متوسطہ ہو، جیسے غلام، تو اگر ثمن یا صفت بیان کر دے، تو صحیح ہے، جیسے ترکی، تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

فائدہ

الاصل انها عمت الخ: قاعدہ یہ ہے کہ کسی متعین چیز کو خریدنے کے لیے وکیل بنایا یا وکیل کو کلی اختیار دے دیا کہ تم جو چاہو خریدو (یہ عموماً تجارت میں ہوتا ہے، چوں کہ وہاں نفع مقصود ہوتا ہے، اسی مقصود کے مدنظر وکیل اپنی صواب دید کے مطابق خریدتا ہے) ان دونوں صورتوں میں وکالت بلا قیل وقال کے صحیح ہے؛ لیکن وکالت مجہول میں قدرے تفصیل ہے، اگر جہالت یسیرہ ہے، تو بلا چوں وچرا کے وکالت صحیح ہے، اور اگر جہالت فاحشہ کے طور پر وکیل بنایا ہے، تو وکالت صحیح نہیں ہے، البتہ اگر جہالت متوسطہ ہے، اس صورت میں اگر ثمن یا شئی کی صفت بیان کر دے، تو جہالت دور ہو جانے کی وجہ سے وکالت صحیح ہے۔

وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ ثَوْبٍ هَرَوِيٍّ أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ صَحَّ بِمَا يَحْتَمِلُهُ حَالُ الْآمِرِ زَيْلَعِيٌّ فَرَاجِعْهُ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ ثَمَنًا؛ لِأَنَّهُ مِنْ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ وَبِشِرَاءِ دَارٍ أَوْ عَبْدٍ جَازَ إِنْ سَمَّى الْمُوَكِّلُ ثَمَنًا يُخَصِّصُ نَوْعًا أَوْ لَا بَحْرٌ أَوْ نَوْعًا كَحَبَشِيٍّ زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ: أَوْ قَدْرًا كَكَذَا قَفِيزًا وَإِلَّا يُسَمِّ ذَلِكَ لَا يَصِحُّ. وَأُلْحِقَ بِجَهَالَةِ الْجِنْسِ وَهِيَ مَا لَوْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ ثَوْبٍ أَوْ دَابَّةٍ لَا يَصِحُّ وَإِنْ سَمَّى ثَمَنًا لِلْجَهَالَةِ الْفَاحِشَةِ وَبِشِرَاءِ طَعَامٍ وَبَيَّنَ قَدْرَهُ أَوْ دَفَعَ ثَمَنَهُ وَقَعَ فِي عُرْفِنَا عَلَى الْمُعْتَادِ الْمُهَيَّإِ لِلْأَكْلِ مِنْ كُلِّ مَطْعُومٍ يُمْكِنُ أَكْلُهُ بِلَا إدَامٍ كَلَحْمٍ مَطْبُوخٍ أَوْ مَشْوِيٍّ وَبِهِ قَالَتْ الثَّلَاثَةُ، وَبِهِ يُفْتَى عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ كَمَا فِي الْيَمِينِ وَفِي الْوَصِيَّةِ لَهُ أَيْ لِشَخْصٍ بِطَعَامٍ يَدْخُلُ كُلُّ مَطْعُومٍ وَلَوْ دَوَاءً بِهِ حَلَاوَةٌ كَسَكَنْجَبِينَ بَزَّازِيَّةٌ

ترجمہ: کسی کو ہروی کپڑا، گھوڑا یا خچر خریدنے کا وکیل بنایا، تو موکل کے احتمال حال کے مطابق صحیح ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، اس کو دیکھنا چاہیے، اگرچہ موکل نے ثمن کا تذکرہ نہ کیا ہو، اس لیے کہ یہ پہلی قسم ہے، (اور اگر وکیل بنایا) گھر یا غلام خریدنے کا، تو موکل کے ثمن کا تذکرہ کرنے کی صورت میں جائز ہے، اسی لیے (اس سے) نوع کی تخصیص ہو جاتی ہے، ورنہ نہیں،

جیسا کہ بحر میں ہے، یا نوع کا تذکرہ کیا، جیسے حبشی، بزازیہ میں زیادہ کیا ہے یا قدر کا تذکرہ کرے، جیسے اتنے قفیز اور اگر ان کا تذکرہ نہ کرے، تو جہالت جنس کے ساتھ ملحق ہو کر صحیح نہیں ہے، جنس کی جہالت یہ ہے کہ کپڑا یا چوپایہ خریدنے کا وکیل بنائے، تو صحیح نہیں ہے، اگرچہ ثمن کا تذکرہ کرے جہالت فاحشہ کی وجہ سے، اور اگر کھانا خریدنے کا وکیل بنایا اور اس کی مقدار بیان کردی یا اس کو ثمن دے دیا، تو ہمارے عرف کے مطابق اس کھانے پر واقع ہوگا، جو کھانے کے لیے مہیا ہے، ہر اس کھانے میں سے جن کا بغیر سالن کے کھانا ممکن ہو، جیسے پکا ہوا یا بھنا ہوا گوشت، یہی ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ عینی وغیرہ نے تصریح کی ہے، عرف کا اعتبار کرتے ہوئے جیسا کہ یمین میں اور کسی شخص کے لیے طعام کی وصیت، اس میں ہر طرح کے کھانے داخل ہیں، اگرچہ دوائی ہو، جس میں مٹھاس ہو، جیسے سکنجبین، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

جہالت نوع کے ساتھ خرید پر توکیل

و کلہ بشراء الخ: جہالت کی تین قسمیں ہیں ایک جہالت یسیرہ، اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہے، تو موکل نے نوع کے تذکرے کے ساتھ کوئی سامان خریدنے کے لیے وکیل بنایا، تو یہ وکالت، جہالت کی پہلی قسم یعنی جہالت یسیرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے صحیح ہے، جیسے ہروی کپڑا یا سوتی کپڑا کہ اس سے اس کی نوع متعین ہو جانے کی وجہ سے اتنی جہالت باقی نہیں رہی کہ جو نا قابل برداشت ہو؛ البتہ مطلق کپڑے کی خرید کی توکیل جہالت فاحشہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

وَلِلْوَكِيلِ الرَّدُّ بِالْعَيْبِ مَا دَامَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ لِتَعَلُّقِ الْحُقُوقِ بِهِ وَلِوَارِثِهِ أَوْ وَصِيِّهِ ذَلِكَ بَعْدَ مَوْتِهِ مَوْتِ الْوَكِيلِ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا فَلِمُوَكِّلِهِ ذَلِكَ أَيْ الرَّدُّ بِالْعَيْبِ وَكَذَا الْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَهَذَا إذَا لَمْ يُسَلِّمْهُ فَلَوْ سَلَّمَهُ إلَى مُوَكِّلِهِ امْتَنَعَ رَدُّهُ إلَّا بِأَمْرِهِ لِانْتِهَاءِ الْوَكَالَةِ بِالتَّسْلِيمِ بِخِلَافِ وَكِيلٍ بَاعَ فَاسِدًا فَلَهُ الْفَسْخُ مُطْلَقًا لِحَقِّ الشَّرْعِ قُنْيَةٌ وَ لِلْوَكِيلِ حَبْسُ الْمَبِيعِ بِثَمَنٍ دَفَعَهُ الْوَكِيلُ مِنْ مَالِهِ أَوْ لَا بِالْأَوْلَى؛ لِأَنَّهُ كَالْبَائِعِ وَلَوْ اشْتَرَاهُ الْوَكِيلُ بِنَقْدٍ ثُمَّ أَجَّلَهُ الْبَائِعُ كَانَ لِلْوَكِيلِ الْمُطَالَبَةُ بِهِ حَالًّا وَهِيَ الْحِيلَةُ خُلَاصَةٌ، وَلَوْ وَهَبَهُ كُلَّ الثَّمَنِ رَجَعَ بِكُلِّهِ، وَلَوْ بَعْضَهُ رَجَعَ بِالْبَاقِي؛ لِأَنَّهُ حَطٌّ بَحْرٌ. هَلَكَ الْمَبِيعُ مِنْ يَدِهِ قَبْلَ حَبْسِهِ هَلَكَ مِنْ مَالِ مُوَكِّلِهِ وَلَمْ يَسْقُطْ الثَّمَنُ؛ لِأَنَّ يَدَهُ كَيَدِهِ وَلَوْ هَلَكَ بَعْدَ حَبْسِهِ فَهُوَ كَمَبِيعٍ فَيَهْلِكُ بِالثَّمَنِ، وَعِنْدَ الثَّانِي كَرَهْنٍ

ترجمہ: وکیل کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق ہے، جب تک مبیع اس کے ہاتھ میں رہے، اس کے ساتھ حقوق متعلق ہونے کی وجہ سے اور اس کے وارث و وصی کو واپس کرنے کا حق ہے اس کی موت یعنی وکیل کی موت کے بعد، اگر وارث و وصی نہ ہوں، تو عیب کی وجہ سے واپسی کا حق موکل کو ہے، ایسے ہی بیع کے وکیل کا حکم ہے، یہ اس وقت تک ہے کہ جب تک وکیل نے موکل کو مبیع حوالہ نہ کیا ہو، اگر موکل کے حوالے کر دیا، تو اب واپس کرنا وکیل کے لیے ممنوع ہے؛ مگر مؤکل کے حکم سے، حوالہ کی وجہ سے وکالت ختم ہونے کی وجہ سے، بخلاف اس وکیل کے جس نے بیع فاسد کی، تو اس کو مطلقاً واپس کرنے کا حق ہے، حق شرعی کی وجہ سے جیسا کہ قنیہ میں ہے وکیل کو ثمن کے واسطے (مؤکل سے) مبیع روکنے کا حق ہے، وکیل نے اپنے مال سے ثمن دیا ہو یا نہ دیا ہو، نہ دینے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ روک سکتا ہے، اس لیے کہ وہ بائع کی طرح ہے اور اگر وکیل نے نقد خریدا، پھر بائع نے

وکیل کو مہلت دی، تو وکیل کو فی الحال مطالبہ کرنے کا حق ہے اور یہ حیلہ ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اور اگر بائع نے وکیل کو کل ثمن ہبہ کردیا، تو وکیل (مؤکل سے) پورا ثمن لے لے اور اگر بعض ثمن ہبہ کیا ہے، تو جو باقی ہے اتنا ہی لے گا، اس لیے کہ یہ کم کرنا ہے (اصل ثمن سے)، جیسا کہ بحر میں ہے، وکیل کے ہاتھ سے مبیع حبس سے پہلے ہلاک ہوگئی، تو مؤکل کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہ ہوگا، اس لیے کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کے قبضہ کی طرح ہے اور اگر حبس کے بعد ہلاک ہوتی، تو مبیع کے ہلاک ہونے کی طرح ہے: لہٰذا ثمن کے ساتھ ہلاک ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک رہن کی طرح ہے۔

وکیل کا اختیار

و للوکیل الرد الخ: وکیل نے کوئی سامان خریدا، خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب دیکھا، تو وکیل کو مبیع واپس کرنے کا کلی اختیار ہے، اس لیے کہ بیع کے حقوق ان سے متعلق ہے اور ان حقوق میں سے ایک حق عیب کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا حق بھی ہے، اس لیے وہ مبیع میں عیب ہونے کی صورت میں واپس کرسکتا ہے۔

وکیل کا دوسرا اختیار

و للوکیل حبس المبیع الخ: وکیل نے سامان خریدلیا؛ لیکن ابھی موکل کی طرف سے ادا کرنے کے لیے ثمن نہیں ملا ہے، تو وکیل موکل سے ثمن وصول کرنے کے لیے مبیع کو اپنے پاس ہی روک سکتا ہے۔

مبیع ہلاک ہوجانا

ھلک المبیع من یدہ الخ: وکیل کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے خریدا اور اس کے ہاتھ سے مبیع ہلاک ہوگئی، تو یہ موکل کے مال سے ہلاک ہوگا اور نقصان موکل کے ذمے ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں وکیل کا قبضہ موکل ہی کا قبضہ ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے سامان خریدنے کے بعد ثمن وصول کرنے کے لیے ثمن اپنے پاس ہی روک لیا اور موکل کو نہیں دیا، اسی دوران اگر مبیع ہلاک ہوجائے، تو اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار وکیل ہوگا، اس لیے کہ مبیع روک لینے کی صورت میں خود یہ بائع کی طرح ہوگیا، اس لیے نقصان کا ذمہ دار یہی ہوگا۔

وَلَا اعْتِبَارَ بِمُفَارَقَةِ الْمُوَكِّلِ وَلَوْ حَاضِرًا كَمَا اعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ خِلَافًا لِلْعَيْنِيِّ وَابْنِ مَلَكٍ بَلْ بِمُفَارَقَةِ الْوَكِيلِ وَلَوْ صَبِيًّا فِي صَرْفٍ وَسَلَمٍ فَيَبْطُلُ الْعَقْدُ بِمُفَارَقَتِهِ صَاحِبَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ؛ لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ، وَالْمُرَادُ بِالسَّلَمِ الْإِسْلَامُ لَا قَبُولُ السَّلَمِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ ابْنُ كَمَالٍ وَالرَّسُولُ فِيهِمَا أَيْ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ لَا تُعْتَبَرُ مُفَارَقَتُهُ بَلْ مُفَارَقَةُ مُرْسِلِهِ؛ لِأَنَّ الرِّسَالَةَ فِي الْعَقْدِ لَا الْقَبْضِ، وَاسْتُفِيدَ صِحَّةُ التَّوْكِيلِ بِهِمَا.

ترجمہ: موکل کے جدا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر چہ وہ حاضر ہو، جیسا کہ مصنف علامؒ نے صاحب بحر کی اتباع میں اس پر اعتماد کیا ہے، عینی اور ابن ملک کے خلاف؛ بل کہ وکیل کے جدا ہونے کا اعتبار ہے، اگر چہ صبی ہو صرف اور سلم میں، لہٰذا عقد صاحب عقد کے قبل القبضہ جدا ہونے کی وجہ سے باطل ہوگا، اس لیے کہ وہی عاقد ہے اور سلم سے مراد بیع سلم کرنا ہے نہ کہ سلم سے پہلے، اس لیے کہ یہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، اور ان دونوں یعنی صرف اور سلم میں رسول کی جدائیگی کا اعتبار نہیں ہے؛ بل کہ بھیجنے والے کی جدائیگی کا ہے، اس لیے کہ سفارت عقد میں ہے نہ کہ قبض میں اس سے ان دونوں (صرف اور سلم) میں توکیل کی صحت معلوم ہوئی۔

بیع صرف اور سلم میں مؤکل کا جدا ہونا

و لا اعتبار بمفارقته الخ: مؤکل کی موجودگی میں وکیل نے بیع صرف یا سلم کیا ابھی قبضہ نہیں کیا تھا کہ مؤکل جدا ہو گیا، تو اس صورت میں مؤکل کے جدا ہونے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا یعنی مؤکل کے جدا ہو جانے کی صورت میں عقد کے اندر کوئی فرق نہیں آئے گا اور عقد علی حالہ باقی رہے گا اس لیے کہ وکیل ہی عاقد ہے اور احکامات عاقد ہی سے متعلق ہوتے ہیں نہ کہ دوسرے سے۔

وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشَرَةِ أَرْطَالِ لَحْمٍ بِدِرْهَمٍ فَاشْتَرَى ضِعْفَهُ بِدِرْهَمٍ مِمَّا يُبَاعُ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِدِرْهَمٍ لَزِمَ الْمُوَكِّلَ مِنْهُ عَشَرَةٌ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ خِلَافًا لَهُمَا وَالثَّلَاثَةِ. قُلْنَا إِنَّهُ مَأْمُورٌ بِأَرْطَالٍ مُقَدَّرَةٍ فَيَنْفُذُ الزَّائِدُ عَلَى الْوَكِيلِ، وَلَوْ شَرَى مَا لَا يُسَاوِي ذٰلِكَ وَقَعَ لِلْوَكِيلِ إِجْمَاعًا كَغَيْرِ مَوْزُونٍ وَلَوْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالنِّكَاحِ إِذَا تَزَوَّجَهَا لِنَفْسِهِ صَحَّ مُنْيَةٌ، وَالْفَرْقُ فِي الْوَانِيِّ غَيْرِ الْمُوَكِّلِ لَا يَشْتَرِيهِ لِنَفْسِهِ وَلَا لِمُوَكِّلٍ آخَرَ بِالْأَوْلَى عِنْدَ غَيْبَتِهِ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا دَفْعًا لِلْغَرَرِ فَلَوِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ النُّقُودِ أَوْ بِخِلَافِ مَا سَمَّى الْمُوَكِّلُ لَهُ مِنَ الثَّمَنِ وَقَعَ الشِّرَاءُ لِلْوَكِيلِ لِمُخَالَفَتِهِ أَمْرَهُ وَيَنْعَزِلُ فِي ضِمْنِ الْمُخَالَفَةِ عَيْنِيٌّ وَإِنْ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ فَالشِّرَاءُ لِلْوَكِيلِ إِلَّا إِذَا نَوَاهُ لِلْمُوَكِّلِ وَقْتَ الشِّرَاءِ أَوْ شَرَاهُ بِمَالِهِ أَيْ بِمَالِ الْمُوَكِّلِ، وَلَوْ تَكَاذَبَا فِي النِّيَّةِ حُكِمَ بِالنَّقْدِ إِجْمَاعًا، وَلَوْ تَوَافَقَا أَنَّهَا لَمْ تَحْضُرْهُ فَرِوَايَتَانِ.

ترجمہ: کسی کو وکیل بنایا ایک درہم کے عوض دس رطل گوشت خریدنے کا چناں چہ اس نے ایک درہم میں ڈبل گوشت خریدا، ایسے گوشت میں سے جسے ایک درہم کے عوض دس رطل بیچا جاتا ہے، تو اس میں سے مؤکل کو دس رطل آدھے درہم سے لینا لازم ہے، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے خلاف، ہم جواب دیتے ہیں کہ وہ متعین ارطال پر مامور تھا، لہٰذا زائد وکیل پر نافذ ہوگا اور اگر گھٹیا گوشت دو درہم میں بیس رطل خریدا، تو یہ بیع بالاتفاق وکیل کے لیے لازم ہوگی، جیسے غیر موزون میں، اور اگر ایسی معین شئی کی خرید کا وکیل بنایا، جو مؤکل کی غیر ہے، تو اس کو اپنے اور دوسرے مؤکل کے لیے بدرجہ اولیٰ نہ خریدے، بخلاف وکیل بالنکاح کے، جب وہ خود سے نکاح کر لے گا، تو صحیح ہے، جیسا کہ منیہ میں ہے، اور فرق والی (کے حاشیہ درر) میں ہے، مؤکل کی غیر موجودگی میں (اس شرط کے ساتھ خرید سکتا ہے کہ امر مؤکل) کی مخالفت نہ ہو، لہٰذا اگر وکیل نے شئی معین کو غیر نقود یا مؤکل کے متعین ثمن کے علاوہ کے عوض خریدا، تو خریداری وکیل کے لیے ہوگی، مؤکل کے امر کی مخالفت کی وجہ سے، نیز مخالفت کے ضمن میں معزول ہو جائے گا، جیسا کہ عینی میں ہے، اور اگر غیر معین شئی کی خرید کا وکیل بنایا، تو خریداری وکیل کے لیے ہوگی، الا یہ کہ خرید کے وقت مؤکل کی نیت کرے یا اس کے یعنی مؤکل کے مال سے خرید کرے، (اس صورت میں) نیت کے بارے میں دونوں نے ایک دوسرے کو جھٹلایا، تو بالاتفاق نقد کو بنیاد بنا کر فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ کوئی نیت نہ تھی، تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

جتنا کہا تھا اس سے زیادہ خرید لیا

و کلہ بشراء عشرة الخ: زیادہ خریدنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مؤکل نے وکیل کو جیسا مال خریدنے کے لیے کہا تھا، اس نے ویسا ہی مال، مؤکل کے دیئے

ہوئے ثمن سے خریدا؛ لیکن اتفاق ایسا کہ موکل نے جو ثمن دیا تھا اسی ثمن سے ویسا ہی مال زیادہ مل گیا، ایسی صورت میں، موکل نے جتنا مال خریدنے کے لیے کہا تھا، اتنا مال خریدی گئی قیمت کے حساب سے لے گا اور زائد مال بقیہ ثمن واپس کر کے وکیل رکھ لے گا، اس لیے کہ موکل کو اتنا ہی مال لینا لازم ہے جتنے کا اس نے وکیل بنایا ہے اور باقی زائد مال چوں کہ وکیل نے اپنی مرضی سے خریدا ہے، اس لیے وہ مال وہی لے گا، الا یہ کہ مال معمولی زیادہ ہو، یہ حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ وکیل نے اگر موکل کے دیئے ہوئے ثمن سے زیادہ مال خرید لیا ہے، تو موکل کو لینا لازم ہوگا، اس لیے کہ اس کے حق میں اس نے اچھا ہی کیا ہے، اور اگر گھٹیہ مال خریدا ہے، تو وکیل کو لازم ہے کہ وہ اس گھٹیہ مال کو لے لے۔

زَعَمَ أَنَّهُ اشْتَرَى عَبْدًا لِمُوَكِّلِهِ فَهَلَكَ وَقَالَ مُوَكِّلُهُ بَلْ شَرَيْتَهُ لِنَفْسِكَ، فَإِنْ كَانَ الْعَبْدُ مُعَيَّنًا وَهُوَ حَيٌّ قَائِمٌ فَالْقَوْلُ لِلْمَأْمُورِ مُطْلَقًا إِجْمَاعًا نَقَدَ الثَّمَنَ أَوْ لَا لِإِخْبَارِهِ عَنْ أَمْرٍ يَمْلِكُ اسْتِئْنَافَهُ وَإِنْ مَيِّتًا وَ الْحَالُ أَنَّ الثَّمَنَ مَنْقُودٌ فَكَذٰلِكَ الْحُكْمُ وَإِلَّا يَكُنْ مَنْقُودًا فَالْقَوْلُ لِلْمُوَكِّلِ؛ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الرُّجُوعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْعَبْدَ غَيْرُ مُعَيَّنٍ وَهُوَ حَيٌّ أَوْ مَيِّتٌ فَكَذَا أَيْ يَكُونُ لِلْمَأْمُورِ إِنَّ الثَّمَنَ مَنْقُودًا؛ لِأَنَّهُ أَمِينٌ وَإِلَّا فَلِلْآمِرِ لِلتُّهْمَةِ خِلَافًا لَهُمَا. قَالَ: بِعْنِي هٰذَا لِعَمْرٍو فَبَاعَهُ ثُمَّ أَنْكَرَ الْأَمْرَ أَيْ أَنْكَرَ الْمُشْتَرِي أَنَّ عَمْرًا أَمَرَهُ بِالشِّرَاءِ أَخَذَهُ عَمْرٌو وَلَغَا إِنْكَارُهُ الْأَمْرَ لِمُنَاقَضَتِهِ لِإِقْرَارِهِ بِتَوْكِيلِهِ بِقَوْلِهِ بِعْنِي لِعَمْرٍو إِلَّا أَنْ يَقُولَ عَمْرٌو لَمْ آمُرْهُ بِهِ أَيْ بِالشِّرَاءِ فَلَا يَأْخُذُهُ عَمْرٌو؛ لِأَنَّ إِقْرَارَ الْمُشْتَرِي ارْتَدَّ بِرَدِّهِ إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَهُ الْمُشْتَرِي إِلَيْهِ أَيْ إِلَى عَمْرٍو؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ عَلَى وَجْهِ الْبَيْعِ بَيْعٌ بِالتَّعَاطِي، وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ نَقْدُ الثَّمَنِ لِلْعُرْفِ.

ترجمہ: وکیل نے کہا کہ میں نے غلام کو موکل کے لیے خریدا ہے، جو ہلاک ہو گیا اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے لیے خریدا تھا، اگر غلام متعین ہے، موجود اور زندہ ہے، تو وکیل کے قول کا اعتبار ہوگا، بالا جماع مطلقاً ثمن ادا کرے یا نہ کرے، ایسے امر کی خبر دینے کی وجہ سے جس کے استئناف کا وہ مالک ہے اور اگر مردہ ہے، اس شرط کے ساتھ کہ ثمن نقد ہے، تو ایسا ہی حکم ہے اور اگر ثمن نقد نہیں ہے، تو موکل کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وکیل ثمن ادا کرنے سے انکار کر رہا ہے، اور اگر غلام غیر متعین ہے، خواہ وہ زندہ رہے یا مردہ، تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ یعنی وکیل کی بات کا اعتبار ہوگا، اگر ثمن نقد ہے، اس لیے کہ وکیل امین ہے، ورنہ موکل کی بات کا اعتبار ہوگا، تہمت سے بچنے کے لیے، صاحبین کے خلاف ۔۔۔ کسی نے کہا کہ یہ سامان میرے ہاتھ عمرو کی طرف سے بیچ دے، چناں چہ اس نے بیچ دیا، پھر امر کا انکار کیا یعنی مشتری نے عمرو کی طرف سے بیچنے کے حکم کا انکار کیا، تو عمرو اس مبیع کو لے لے گا، اور امر کا انکار لغو ہو جائے گا، اس کے قول ''بعنی لعمرو'' کی وجہ سے اقرار بالتوکیل کے ساتھ مناقض ہونے کی وجہ سے الا یہ کہ عمرو کہہ دے کہ میں نے، اس کو خریدنے کا وکیل نہیں بنایا ہے، لہٰذا عمرو اس کو نہ لے، اس لیے کہ مشتری کا اقرار عمرو کے رد کرنے کی وجہ سے رد ہو گیا، الا یہ کہ مشتری جب عمرو کو مبیع دے، تو وہ لے لے، اس لیے کہ بیع کے طریقے پر تسلیم بیع طعاطی ہے، اگر نقد ثمن کا ادا کرنا نہ پایا جائے عرف کی وجہ سے۔

خرید کے بعد وکیل و موکل میں اختلاف ہو جائے

زعم انه اشتری عبدا الخ: موکل نے مال خریدا وہ ہلاک ہو گیا، اس کے بعد موکل اور وکیل کے درمیان اختلاف ہو گیا، وکیل کہتا ہے کہ یہ مال میں نے موکل کے لیے خریدا تھا، جو ہلاک ہو گیا، موکل کہتا ہے کہ یہ تو وکیل نے اپنے لیے خریدا تھا، ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، کہ اگر وکیل نے اسی متعینہ غلام کو خریدا ہے جسے موکل خریدنے کے لیے کہا تھا تو وکیل کی بات کا اعتبار ہوگا، خواہ ثمن ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس لیے کہ وکیل اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے، جس کا اس کو مختار بنایا تھا اور اگر ثمن نقد ادا کیا ہے اور غلام مردہ ہے، تو اس صورت میں بھی وکیل کی بات مانی جائے گی اور اگر غلام غیر معین ہو، تو موکل کی بات مانی جائے گی۔

أَمَرَهُ بِشِرَاءِ شَيْئَيْنِ مُعَيَّنَيْنِ أَوْ غَيْرِ مُعَيَّنَيْنِ إِذَا نَوَاهُ لِلْمُوَكِّلِ كَمَا مَرَّ بَحْرٌ وَ الْحَالُ أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ ثَمَنًا فَاشْتَرَى لَهُ أَحَدَهُمَا بِقَدْرِ قِيمَتِهِ أَوْ بِزِيَادَةٍ يَسِيرَةٍ يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهَا صَحَّ عَنِ الْآمِرِ وَإِلَّا لَا إِذْ لَيْسَ لِلْوَكِيلِ الشِّرَاءُ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ إِجْمَاعًا، بِخِلَافِ وَكِيلِ الْبَيْعِ كَمَا سَيَجِيءُ وَ كَذَا بِشِرَائِهِمَا بِأَلْفٍ وَقِيمَتُهُمَا سَوَاءٌ فَاشْتَرَى أَحَدَهُمَا بِنِصْفِهِ أَوْ أَقَلَّ صَحَّ وَ لَوْ بِالْأَكْثَرِ وَلَوْ يَسِيرًا لَا يَلْزَمُ الْآمِرَ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَ الثَّانِيَ مِنَ الْمُعَيَّنَيْنِ مَثَلًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْأَلْفِ قَبْلَ الْخُصُومَةِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَجَوَّزَاهُ إِنْ بَقِيَ مَا يُشْتَرَى بِمِثْلِهِ الْآخَرُ وَ لَوْ أَمَرَ رَجُلٌ مَدْيُونَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ بِدَيْنٍ لَهُ عَلَيْهِ وَعَيَّنَهُ أَوْ عَيَّنَ الْبَائِعَ صَحَّ وَجُعِلَ الْبَائِعُ وَكِيلًا بِالْقَبْضِ دَلَالَةً فَيَبْرَأُ الْغَرِيمُ بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَيَّنِ؛ لِأَنَّ تَوْكِيلَ الْمَجْهُولِ بَاطِلٌ وَلِذَا قَالَ وَإِلَّا يُعَيِّنْ فَلَا يَلْزَمُ الْآمِرَ وَنَفَذَ عَلَى الْمَأْمُورِ فَهَلَاكُهُ عَلَيْهِ خِلَافًا لَهُمَا، وَكَذَا الْخِلَافُ لَوْ أَمَرَهُ أَنْ يُسَلِّمَ مَا عَلَيْهِ أَوْ يَصْرِفَهُ بِنَاءً عَلَى تَعَيُّنِ النُّقُودِ فِي الْوَكَالَاتِ عِنْدَهُ وَعَدَمِ تَعَيُّنِهَا فِي الْمُعَاوَضَاتِ عِنْدَهُمَا

ترجمہ: وکیل کو دو معین یا غیر معین چیز خریدنے کا حکم کیا، جب وہ موکل کے لیے نیت کرے، جیسا کہ بحر کے حوالے سے گذر چکا، اس حال میں کہ ثمن کا تذکرہ نہیں کیا (اس صورت میں) وکیل نے ان میں سے ایک کو اس کی قیمت کے برابر میں خریدا یا تھوڑی زیادتی سے جس میں لوگوں کو (عموماً) دھوکہ ہو جاتا ہے، تو موکل کی طرف سے صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وکیل کے لیے غبن فاحش کے ساتھ خریدنا بالاجماع صحیح نہیں ہے، بخلاف وکیل البیع کے جیسا کہ آرہا ہے، ایسے ہی دو چیزوں کو ایک ہزار میں خریدنے کا حکم دیا، اس حال میں کہ دونوں کی قیمت برابر ہے، چناں چہ وکیل نے ان میں سے ایک کو آدھی یا کم قیمت میں خریدا تو صحیح ہے اور اگر زیادہ سے خریدا، اگر چہ زیادتی کم ہو، آمر کو لینا لازم نہیں ہے، الا یہ کہ متعینہ سامان میں سے دوسرے کو خصومت سے پہلے مثلاً ایک ہزار کے مابقی سے خرید لے، مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے اور صاحبین نے اس صورت میں اس کو جائز کہا ہے کہ مابقی (قیمت) سے پہلے کی طرح دوسرا خریدا جا سکے، اور اگر آدمی نے اپنے مدیون کو متعین شیٔ اس دین کے عوض میں خریدنے کا حکم کیا، جو اس پر ہے، اس سامان یا بائع کو متعین کرنے کی صورت میں صحیح ہے اور بائع کو دلالت حال کی وجہ سے قبضے کا وکیل مانا جائے گا لہٰذا مدیون دائن کو حوالہ کرنے سے بری الذمہ ہو جائے گا، بخلاف غیر معین کے، اس لیے کہ ''توکیل مجہول'' باطل ہے، اسی لیے مصنف علامؒ نے کہا اگر مبیع یا بائع کو متعین نہ کرے، تو موکل کے لیے لازم نہیں ہے، لہٰذا وکیل

پر نافذ ہو کر اس کی ہلاکت کا نقصان وکیل پر ہے، صاحبین کے خلاف، ایسے ہی اختلاف ہے، اگر دائن مدیون کو اس دین کے عوض میں بیع سلم یا صرف کرنے کا حکم کرے، جو اس پر ہے، اس بنیاد پر کہ امام صاحب کے نزدیک وکالت میں نقود متعین ہیں اور ان دونوں کے نزدیک معاوضات میں متعین نہیں ہے۔

دو چیز کی خرید کا وکیل بنانا

امرہ بشراء شیئین الخ: موکل نے وکیل کو دو چیزیں خریدنے کے لیے کہا، خواہ معین ہو کہ غیر معین اب وکیل نے ایک کو اتنی قیمت میں خریدی، جتنی اس کی قیمت ہے، یا قیمت سے تھوڑا زیادہ دام لگ گیا، جس میں عموماً لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے، تو یہ بیع آمر کے لیے صحیح ہے اور اگر زیادہ نقصان کا سامنا ہو جسے غبن فاحش کہتے ہیں، تو یہ بیع موکل کے لیے صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنے کے لیے وکیل نہیں بنایا ہے۔

قیمت میں برابر دو چیزوں کی خرید کا وکیل بنانا

و کذا بشرائهما بالف الخ: دو متعین یا غیر متعین سامان کے خریدنے کا وکیل بنایا اور یہ بھی بتادیا کہ دونوں کو ایک ہزار میں خریدنا اور دونوں کی قیمت برابر ہے، اب وکیل نے ایک کو پانچ سو یا اس سے کم میں خریدا، تو بیع صحیح ہے اور اگر پانچ سو سے زیادہ قیمت میں خرید کرے، تو بیع صحیح نہیں ہے؛ البتہ ایک صورت ہے کہ ایک کو تو پانچ سو سے زیادہ میں خرید لیا اور دوسرے سامان کو خصومت سے پہلے، پہلے اتنے میں خرید لیا کہ دونوں کی قیمت ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہورہی ہے، تو صحیح ہے۔

وَلَوْ أَمَرَهُ أَيْ أَمَرَ رَجُلٌ مَدْيُونَهُ بِالتَّصَدُّقِ بِمَا عَلَيْهِ صَحَّ أَمْرُهُ بِجَعْلِهِ الْمَالَ لِلَّهِ تَعَالَى وَهُوَ مَعْلُومٌ كَمَا صَحَّ أَمْرُهُ لَوْأَمَرَ الْآجِرُ الْمُسْتَأْجِرَ بِمَرَمَّةِ مَا اسْتَأْجَرَهُ مِمَّا عَلَيْهِ مِنَ الْأُجْرَةِ وَكَذَا لَوْ أَمَرَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ يَسُوقُ الدَّابَّةَ وَيُنْفِقُ عَلَيْهَا صَحَّ اتِّفَاقًا لِلضَّرُورَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجِدُ الْآجِرَ كُلَّ وَقْتٍ فَجَعَلَ الْمُؤَجَّرَ كَالْمُؤَجِّرِفِي الْقَبْضِ. قُلْتُ: وَفِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لِقَاضِي خَانَ: إِنْ كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ وُجُوبِ قَبُولِهِ الْأُجْرَةَ لَا يَجُوزُ، وَبَعْدَ الْوُجُوبِ قِيلَ عَلَى الْخِلَافِ إلَخْ فَرَاجِعْهُ

ترجمہ: اور اگر اس کو حکم دیا یعنی کسی آدمی نے اپنے مدیون کو وہ دین صدقہ کرنے کے لیے کہا، جو اس پر ہے، تو اس کا حکم کرنا صحیح ہے، اپنے اس مال کو اللہ کے لیے کرنے کی وجہ سے جو معلوم ہے، جیسے صحیح ہے اس کا حکم کہ اگر اجرت دینے والا مستاجر کو مرمت کا حکم اس اجرت کے عوض میں کرے، جو اس پر ہے، ایسے ہی اس شخص کو غلام خریدنے کا حکم کرے، جو جانور ہانکتا ہے اور ان پر خرچ کرتا ہے، تو صحیح ہے، بالاتفاق ضرورت کی وجہ سے، اس لیے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا ہے، اس لیے اجارہ والی چیز کو قبضہ کرنے میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دیا، میں کہتا ہوں قاضی خاں کی جامع صغیر کی شرح میں ہے کہ اگر یہ اجرت واجب ہونے سے پہلے ہو، تو جائز نہیں ہے، اور وجوب کے بعد امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف کے مطابق حکم ہے، لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

مدیون کو دین صدقہ کرنے کے لیے کہنا

و لو امرہ ای امر الخ: دائن مدیون سے دین لینے کے بجائے مدیون کو وہ دین صدقہ کرنے کے لیے کہتا ہے، تو یہ اس کا حکم کرنا صحیح ہے۔

وَ لَوْ أَمَرَهُ بِشِرَائِهِ بِأَلْفٍ وَدَفَعَ الْأَلْفَ فَاشْتَرَى وَقِيمَتُهُ كَذَلِكَ فَقَالَ الْآمِرُ اشْتَرَيْتَ بِنِصْفِهِ وَقَالَ

الْمَأْمُورَ بَلْ بِكُلِّهِ صُدِّقَ ؛ لِأَنَّهُ أَمِينٌ وَإِنْ كَانَ قِيمَتُهُ نِصْفَهُ فَالْقَوْلُ لِلْآمِرِ بِلَا يَمِينٍ دُرَرٌ، وَابْنُ كَمَالٍ تَبَعًا لِصَدْرِ الشَّرِيعَةِ حَيْثُ قَالَ: صُدِّقَ فِي الْكُلِّ بِغَيْرِ الْحَلِفِ وَتَبِعَهُمْ الْمُصَنِّفُ، لَكِنْ جَزَمَ الْوَانِيُّ بِأَنَّهُ تَحْرِيفٌ وَصَوَابُهُ بَعْدَ الْحَلِفِ وَإِنْ لَمْ يَدْفَعْ الْأَلْفَ وَقِيمَتُهُ نِصْفُهُ فَالْقَوْلُ لِلْآمِرِ بِلَا يَمِينٍ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلدُّرَرِ كَمَا مَرَّ. قُلْتُ: لَكِنْ فِي الْأَشْبَاهِ: الْقَوْلُ لِلْوَكِيلِ بِيَمِينِهِ إلَّا فِي أَرْبَعٍ فَبِالْبَيِّنَةِ فَتَنَبَّهْ وَإِنْ كَانَ قِيمَتُهُ أَلْفًا فَيَتَحَالَفَانِ ثُمَّ يُفْسَخُ الْعَقْدُ بَيْنَهُمَا فَيَلْزَمُ الْمَبِيعُ الْمَأْمُورَ وَكَذَا لَوْ أَمَرَهُ بِشِرَاءِ مُعَيَّنٍ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ ثَمَنٍ فَقَالَ الْمَأْمُورُ اشْتَرَيْتُهُ بِكَذَا وَ إِنْ صَدَّقَهُ بَائِعُهُ عَلَى الْأَظْهَرِ وَقَالَ الْآمِرُ بِنِصْفِهِ تَحَالَفَا فَوُقُوعُ الِاخْتِلَافِ فِي الثَّمَنِ يُوجِبُ التَّحَالُفَ وَلَوْاخْتَلَفَا فِي مِقْدَارِهِ أَيْ الثَّمَنِ فَقَالَ الْآمِرُ أَمَرْتُكَ بِشِرَائِهِ بِمِائَةٍ وَقَالَ الْمَأْمُورُ بِأَلْفٍ فَالْقَوْلُ لِلْآمِرِ بِيَمِينِهِ فَإِنْ بَرْهَنَا قُدِّمَ بُرْهَانُ الْمَأْمُورِ ؛ لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إثْبَاتًا وَ لَوْ أَمَرَهُ بِشِرَاءِ أَخِيهِ فَاشْتَرَى الْوَكِيلُ فَقَالَ الْآمِرُ لَيْسَ هَذَا الْمُشْتَرَى بِأَخِي فَالْقَوْلُ لَهُ بِيَمِينِهِ وَيَكُونُ الْوَكِيلُ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ وَالْأَصْلُ أَنَّ الشِّرَاءَ مَتَى لَمْ يَنْفُذْ عَلَى الْآمِرِ يَنْفُذُ عَلَى الْمَأْمُورِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ، كَمَا مَرَّ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ وَعِتْقُ الْعَبْدِ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْوَكِيلِ لِزَعْمِهِ عِتْقَهُ عَلَى مُوَكِّلِهِ فَيُؤَاخَذُ بِهِ خَانِيَّةٌ وَ لَوْ أَمَرَهُ عَبْدٌ بِشِرَاءِ نَفْسِ الْآمِرِ مِنْ مَوْلَاهُ بِكَذَا وَدَفَعَ الْمَبْلَغَ فَقَالَ الْوَكِيلُ لِسَيِّدِهِ اشْتَرَيْتُهُ لِنَفْسِهِ فَبَاعَهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ عَتَقَ عَلَى الْمَالِكِ وَوَلَاؤُهُ لِسَيِّدِهِ وَكَانَ الْوَكِيلُ سَفِيرًا وَإِنْ قَالَ الْوَكِيلُ اشْتَرَيْتُهُ وَلَمْ يَقُلْ لِنَفْسِهِ فَالْعَبْدُ مِلْكٌ لِلْمُشْتَرِي وَالْأَلْفُ لِلسَّيِّدِ فِيهِمَا ؛ لِأَنَّهُ كَسْبُ عَبْدِهِ وَعَلَى الْعَبْدِ أَلْفٌ أُخْرَى فِي الصُّورَةِ الْأُولَى بَدَلَ الْإِعْتَاقِ كَمَا عَلَى الْمُشْتَرِي أَلْفٌ مِثْلُهَا فِي الثَّانِيَةِ ؛ لِأَنَّ الْأُولَى مَالُ الْمَوْلَى فَلَا يَصْلُحُ بَدَلًا وَشِرَاءُ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ إعْتَاقٌ فَتَلْغُو أَحْكَامُ الشِّرَاءِ فَلِذَا قَالَ فَلَوْشَرَى الْعَبْدُ نَفْسَهُ إلَى الْعَطَاءِ صَحَّ الشِّرَاءُ بِخَرٍّ كَمَا صَحَّ فِي حِصَّتِهِ إذَا اشْتَرَى نَفْسَهُ مِنْ مَوْلَاهُ وَمَعَهُ رَجُلٌ آخَرُ وَبَطَلَ الشِّرَاءُ فِي حِصَّةِ شَرِيكِهِ بِخِلَافِ مَا لَوْ شَرَى الْأَبُ وَلَدَهُ مَعَ رَجُلٍ آخَرَ فَإِنَّهُ يَصِحُّ فِيهِمَا بُيُوعٌ. الْخَانِيَّةُ مِنْ بَحْثِ الِاسْتِحْقَاقِ. وَالْفَرْقُ انْعِقَادُ الْبَيْعِ فِي الثَّانِي لَا الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ جَعَلَهُ إعْتَاقًا وَلِذَا بَطَلَ فِي حِصَّةِ شَرِيكِهِ لِلُزُومِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ.

ترجمہ: اور اگر وکیل کو ایک ہزار کے عوض میں خرید کا حکم کیا اور (اس کو) ایک ہزار دیے، چناں چہ اس نے خرید لیا، اور اس کی قیمت ایک ہزار ہے، لیکن موکل نے کہا کہ تو نے آدھے میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو پورے ایک ہزار میں خریدا ہے، تو وکیل کی تصدیق کی جائے گی مصنف نے جس کی اتباع کی ہے؛ لیکن وانی نے یقین کیا ہے کہ تحریف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ حلف کے بعد تصدیق کی جائے گی، اس لیے کہ وہ امین ہے اور اگر اس کی قیمت آدھی ہو، تو موکل کی بات کا اعتبار ہوگا، بغیر یمین کے جیسا کہ درر میں ہے اور ابن کمال نے صدر الشریعہ کی اتباع میں صراحت کی ہے کہ دونوں صورتوں میں،

بغیر حلف کے موکل کی تصدیق کی جائے گی، اور اگر ایک ہزار نہیں دیے تھے اور اس کی قیمت آدھی ہے، تو بلا یمین موکل کی بات کا اعتبار ہوگا، جسے مصنف علام نے درر کی اتباع میں کہا ہے، جیسا کہ گذر چکا، میں کہتا ہوں؛ لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، مگر چار صورتوں میں بینہ کے ساتھ معتبر ہے، اس لیے آگاہ رہنا چاہیے، اور اگر اس کی قیمت ایک ہزار ہے، تو دونوں قسم کھائیں گے؛ پھر ان دونوں کے درمیان عقد فسخ ہو کر مبیع وکیل کو لازم ہوگی یہی حکم ہے۔ اگر اس کو معین شئ بغیر ثمن کی صراحت کے خریدنے کے لیے کہا، چناں چہ وکیل کہتا ہے کہ میں نے اس کو اتنے میں خریدا ہے، اگر چہ بائع وکیل کی تصدیق کرے اظہر قول کے مطابق اور موکل کہتا ہے کہ تو نے آدھے میں خریدا ہے، تو دونوں قسم کھائیں گے، ثمن میں اختلاف واقع ہونے کی وجہ سے، جس کا موجب تحالف ہے، اور اگر اس کی یعنی ثمن کی مقدار میں اختلاف ہو، چناں چہ موکل کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو سو روپے میں خریدنے کے لیے کہا تھا اور وکیل کہتا ہے کہ ایک ہزار میں خریدنے کے لیے کہا تھا، تو قسم کے ساتھ موکل کا قول معتبر ہوگا، اگر دونوں گواہ پیش کریں، تو موکل کے گواہ کا اعتبار ہوگا، اس لیے کہ وہ زیادہ ثابت کر رہا ہے، اور اگر اپنے اور موکل نے اپنا بھائی خریدنے کے لیے کہا، چناں چہ وکیل نے خرید لیا، تو موکل نے کہا یہ خریدا ہوا میرا بھائی نہیں ہے، تو اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی اور وکیل اپنے لیے خریدنے والا ہوگا، قاعدہ یہ ہے کہ جب خریداری موکل پر نافذ نہ ہو تو وکیل پر نافذ ہوگی، بیع کے خلاف، جیسا کہ خیار الرویت میں گذر چکا اور اس یعنی وکیل کی طرف سے غلام آزاد ہو جائے گا، موکل کی طرف اس کے آزاد ہونے کا گمان کرنے کی وجہ سے، لہٰذا وہ اس کی وجہ سے ماخوذ ہوگا، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور اگر غلام نے حکم دیا اپنی خریداری کا، اپنے مولیٰ سے اتنے کے عوض اور پیسہ بھی دے دیا، چناں چہ وکیل نے غلام کے آقا سے کہا، میں نے اس غلام کو اسی کے لیے خریدا، چناں چہ مالک نے اس طریقے پر بیچ دیا، تو یہ عتق علی المال ہوگا اور غلام کا ولا آقا کے لیے ہوگا اور وکیل سفیر محض ہوگا، اور اگر وکیل نے کہا میں نے اس غلام کو خریدا اور یہ نہ کہا کہ اسی کے لیے خریدا، تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار روپے دونوں صورتوں میں آقا کے لیے ہوں گے، اس لیے کہ یہ اس کے غلام کی کمائی ہے، پہلی صورت میں آزادی کے عوض غلام پر دوسرے ایک ہزار واجب ہوں گے، جیسا کہ دوسری صورت میں مشتری پر ایسا ہی لازم ہے، اس لیے کہ پہلا مولیٰ کا مال ہے، جو بدل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، مالک سے غلام کی خریداری آزادی ہے، لہٰذا اشراء کے احکام لغو ہو جائیں گے، غلام نے اپنے آپ کو عطاء تک خریدا تو شراء صحیح ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، جیسا کہ صحیح ہے اس کی خود کی خریداری اپنے حصے سے اپنے مالک سے، جب کہ اس کے ساتھ دوسرا آدمی ہو اور غلام کے ساتھی کے حصے میں خریداری باطل ہے، بخلاف اس میں کہ باپ نے اپنے بیٹے کو دوسرے آدمی کے ساتھ خریدا، تو دونوں کے حق میں خریداری صحیح ہے، جیسا کہ خانیہ کی کتاب البیوع استحقاق کے بیان میں ہے اور فرق یہ ہے کہ باپ کی شرکت میں بیع منعقد ہو جاتی ہے نہ کہ غلام کی شرکت میں، اس لیے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے، اس لیے غلام کے شریک کے حصے میں بیع باطل ہوگی جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آنے کی وجہ سے۔

وکیل و موکل میں اختلاف ہو جائے

و لو امرہ الخ: وکیل اور موکل کے درمیان مبیع کے ثمن میں اختلاف ہو جائے وکیل زیادہ بتاتا ہے اور موکل کم بتاتا ہے، ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ

واقعتاً مبیع کی کیا قیمت ہے، اگر وکیل کے بیان کے مطابق یا اس سے قریب قریب اس کی قیمت ہے، تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر موکل کے بیان کے مطابق مطابق بازار میں اس کی قیمت ہوسکتی ہے، تو موکل کی تصدیق کی جائے گی۔

قَالَ لِعَبْدٍ اشْتَرِ لِي نَفْسَكَ مِنْ مَوْلَاكَ فَقَالَ لِمَوْلَاهُ بِعْنِي نَفْسِي لِفُلَانٍ فَفَعَلَ أَيْ بَاعَهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ فَهُوَ لِلْآمِرِ فَلَوْ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا، إِنْ عَلِمَ بِهِ الْعَبْدُ فَلَا رَدَّ؛ لِأَنَّ عِلْمَ الْوَكِيلِ كَعِلْمِ الْمُوَكِّلِ، وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ فَالرَّدُّ لِلْعَبْدِ اخْتِيَارٌ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِفُلَانٍ: عَتَقَ؛ لِأَنَّهُ أَتَى بِتَصَرُّفٍ آخَرَ فَنَفَذَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الثَّمَنُ فِيهِمَا لِزَوَالِ حَجْرِهِ بِعَقْدٍ بَاشَرَهُ مُقْتَرِنًا بِإِذْنِ الْمَوْلَى دُرَرٌ.

فَرْعٌ: الْوَكِيلُ إِذَا خَالَفَ، إِنْ خِلَافًا إِلَى خَيْرٍ فِي الْجِنْسِ كَبِعْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَبَاعَهُ بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ نَفَذَ، وَلَوْ بِمِائَةِ دِينَارٍ لَا، وَلَوْ خَيْرًا خُلَاصَةٌ وَدُرَرٌ.

ترجمہ: غلام سے کہا تو اپنے آپ کو اپنے آقا سے میرے لیے خرید لے، چناں چہ اس نے اپنے آقا سے کہا میں نے اپنے کو فلاں کے لیے خریدا، چناں چہ آقا نے اس طریقے پر اس کو بیچ دیا، تو وہ موکل کے لیے ہے، لہٰذا اگر اس میں عیب ملا، اگر غلام اس عیب کو جانتا ہے، تو واپس نہیں ہوگا، اس لیے کہ وکیل کا علم موکل کے علم کی طرح ہے اور اگر غلام نہیں جانتا ہے، تو غلام کے لیے رد کا اختیار ہوگا اور اگر ”لفلان“ نہیں کہا، تو آزاد ہوگا، اس لیے کہ اس نے دوسرا تصرف کیا، لہٰذا یہ اس پر نافذ ہوجائے گا اور دونوں صورتوں میں اس پر ثمن لازم ہوگا، اس کی ممانعت زائل ہونے کی وجہ سے، ایسے عقد سے جس کا وہ مباشر ہے، جو مولیٰ کی اجازت سے ملا ہوا ہے، جیسا کہ درر میں ہے، جب وکیل موکل کی مخالفت کرے، اگر اس کی مخالفت بھلائی کے لیے ہے جنس میں، جیسے بیچنا تھا ایک ہزار درہم میں، بیچ دیا گیارہ سو درہم میں، تو یہ بیع نافذ ہوگی اور اگر سو دینار کے عوض میں، تو نافذ نہیں ہوگا، اگرچہ مفید ہو جیسا کہ خلاصہ اور درر میں ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

غلام آقا سے خود کو خرید لے

قال لعبد اشتر لی نفسک الخ: غلام نے آقا سے اپنے آپ کو یہ کہہ کر خرید لیا کہ میں نے اپنے آپ کو فلاں کے لیے خریدا اور آقا نے بیچ دیا، تو یہ بیع نافذ ہوگی اور وہ غلام موکل کا ہوجائے گا اور اگر غلام نے فلاں کے لیے نہیں کہا، تو بھی بیع نافذ ہوگی اور غلام آزاد ہوجائے گا۔

سوال

غلام ہے وہ بھی غلام مجور، اس لیے اس نے جو بیع کی ہے وہ بیع نافذ نہیں ہونی چاہیے، حالاں کہ یہاں دونوں صورتوں میں غلام مجور کی بیع نافذ ہو رہی ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب

لزوال حجرہ الخ: سے شارح نے اسی سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ واقعتاً صراحت کے ساتھ آقا نے اس غلام کو بیع کی اجازت نہیں دی ہے؛ لیکن آقا کا خود اس کے ساتھ بیع کا معاملہ اس بات کی علامت ہے کہ آقا نے دلالۃً اس کو بیع کی اجازت دے دی ہے، اسی لیے تو وہ اس کے ساتھ بیع کر رہا ہے، ورنہ وہ بیع کرتا ہی نہیں۔

فَصْلٌ لَا يَعْقِدُ وَكِيلُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ

وَالْإِجَارَةَ وَالصَّرْفَ وَالسَّلَمَ وَنَحْوَهَا مَعَ مَنْ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ لَهُ لِلتُّهْمَةِ وَجَوَّزَاهُ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ إِلَّا مِنْ عَبْدِهِ وَمُكَاتَبِهِ إِلَّا إِذَا أَطْلَقَ لَهُ الْمُوَكِّلُ كَبِعْ مِمَّنْ شِئْتَ فَيَجُوزُ بَيْعُهُ لَهُمْ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ اتِّفَاقًا

كَمَا يَجُوزُ عَقْدُهُ مَعَهُمْ بِأَكْثَرَ مِنَ الْقِيمَةِ اتِّفَاقًا: أَيْ بَيْعُهُ لَا شِرَاؤُهُ بِأَكْثَرَ مِنْهَا اتِّفَاقًا، كَمَا لَوْ بَاعَ بِأَقَلَّ مِنْهَا بِغَبْنٍ فَاحِشٍ لَا يَجُوزُ اتِّفَاقًا، وَكَذَا بِيَسِيرٍ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا ابْنُ مَلَكٍ وَغَيْرُهُ. وَفِي السِّرَاجِ: لَوْ صَرَّحَ بِهِمْ جَازَ إِجْمَاعًا إِلَّا مِنْ نَفْسِهِ وَطِفْلِهِ وَعَبْدِهِ غَيْرِ الْمَدْيُونِ. وَصَحَّ بَيْعُهُ بِمَا قَلَّ أَوْ كَثُرَ وَبِالْعَرْضِ وَخَصَّاهُ بِالْقِيمَةِ وَبِالنُّقُودِ وَبِهِ يُفْتَى بَزَّازِيَّةٌ، وَلَا يَجُوزُ فِي الصَّرْفِ كَدِينَارٍ بِدِرْهَمٍ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ إِجْمَاعًا؛ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مِنْ وَجْهٍ، شِرَاءٌ مِنْ وَجْهٍ صَيْرَفِيَّةٌ

ترجمہ: وکیل کی بیع، شرائ، اجارہ، صرف، سلم اور اس طرح کے معاملات اس شخص کے ساتھ منعقد نہیں ہوں گے (قربت کی وجہ سے) جس کے حق میں اس (وکیل) کی شہادت رد کردی جائے، تہمت کی وجہ سے اور صاحبین نے قیمت مثل کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، البتہ اپنے غلام اور مکاتب سے جائز نہیں ہے، الا یہ کہ موکل وکیل کو عام اجازت دے، تو بالاتفاق (ان سب کے ساتھ بیع جائز ہے) جیسے وکیل کا زیادہ قیمت سے ان سب کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے، جیسا کہ ان سب سے کم قیمت غبن فاحش کے ساتھ بیع کرے، تو بالاتفاق جائز نہیں ہے، ایسے ہی کم قیمت سے امام صاحب کے نزدیک، صاحبین کے خلاف، جیسا کہ ابن ملک وغیرہ نے صراحت کی ہے، سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے ان سب سے بیع کرنے کی صراحت کردی ہے، تو بالاجماع جائز ہے، مگر وکیل کا اپنی ذات، اپنے بچے اور اپنے غیر مدیون غلام۔ سے (جائز نہیں ہے اور اس کی بیع کی زیادتی اور سامان کے ساتھ صحیح ہے اور صاحبین نے نقود اور قیمت کے ساتھ خاص کیا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، صرف میں ایک دینار کی بیع ایک درہم سے، غبن فاحش کے ساتھ بالاجماع جائز نہیں ہے، اس لیے کہ عقد صرف من وجہ بیع ہے۔

وکیل کا قریبی رشتہ دار سے بیع کرنا

لا یعقد وکیل البیع الخ: وکیل اپنے قریبی رشتہ دار سے بیع کرے، تو منعقد نہ ہوگی اس لیے کہ اس صورت میں وکیل پر یہ تہمت لگے گی کہ اس نے یہ معاملہ کم میں طے کرلیا ہے، البتہ اگر اس کو وکالت کی عام اجازت دی ہے یا قریبی رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے، تو اب وکیل کا اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ معاملہ کرنا صحیح ہے۔

وَصَحَّ بِالنَّسِيئَةِ إِنِ التَّوْكِيلُ بِالْبَيْعِ لِلتِّجَارَةِ وَإِنْ كَانَ لِلْحَاجَةِ لَا يَجُوزُ كَالْمَرْأَةِ إِذَا دَفَعَتْ غَزْلًا إِلَى رَجُلٍ لِيَبِيعَهُ لَهَا وَيَتَعَيَّنُ النَّقْدُ بِهِ يُفْتَى خُلَاصَةٌ، وَكَذَا فِي كُلِّ مَوْضِعٍ قَامَتْ الدَّلَالَةُ عَلَى الْحَاجَةِ كَمَا أَفَادَهُ الْمُصَنِّفُ، وَهَذَا أَيْضًا إِنْ بَاعَ بِمَا يَبِيعُ النَّاسُ نَسِيئَةً، فَإِنَّ طُولَ الْمُدَّةِ لَمْ يَجُزْ بِهِ يُفْتَى ابْنُ مَلَكٍ، وَمَتَى عَيَّنَ الْآمِرُ شَيْئًا تَعَيَّنَ إِلَّا فِي بِعْهُ بِالنَّسِيئَةِ بِأَلْفٍ فَبَاعَ بِالنَّقْدِ بِأَلْفٍ جَازَ بَحْرٌ. قُلْتُ: وَقَدَّمْنَا أَنَّهُ إِنْ خَالَفَ إِلَى خَيْرٍ فِي ذَلِكَ الْجِنْسِ جَازَ وَإِلَّا لَا وَأَنَّهَا تَتَقَيَّدُ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ، لَكِنْ فِي الْبَزَّازِيَّةِ الْوَكِيلُ إِلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ وَكِيلٌ فِي الْعَشَرَةِ وَبَعْدَهَا فِي الْأَصَحِّ، وَكَذَا الْكَفِيلُ لَكِنَّهُ لَا يُطَالَبُ إِلَّا بَعْدَ الْأَجَلِ كَمَا فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ. وَفِي زَوَاهِرِ الْجَوَاهِرِ: قَالَ بِعْهُ بِشُهُودٍ أَوْ بِرَأْيِ فُلَانٍ أَوْ عِلْمِهِ أَوْ مَعْرِفَتِهِ وَبَاعَ بِدُونِهِمْ جَازَ، بِخِلَافِ: لَا تَبِعْ إِلَّا بِشُهُودٍ أَوْ إِلَّا بِمَحْضَرِ فُلَانٍ بِهِ يُفْتَى، وَقُلْتُ: وَبِهِ عُلِمَ حُكْمُ وَاقِعَةِ الْفَتْوَى: دَفَعَ لَهُ مَالًا

وَقَالَ اشْتَرِ لِي زَيْتًا بِمَعْرِفَةِ فُلَانٍ فَذَهَبَ وَاشْتَرَى بِلَا مَعْرِفَتِهِ فَهَلَكَ الزَّيْتُ لَمْ يَضْمَنْ، بِخِلَافِ لَا تَشْتَرِ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ فُلَانٍ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: صحیح ہے ادھار بیع، اگر توکیل بالبیع تجارت کے لیے ہو اور اگر ضرورت کے لیے ہو، تو جائز نہیں ہے، جیسے کوئی عورت سوت کسی مرد کو بیچنے کے لیے دے، تو یہ نقد ثمن کے ساتھ متعین ہو جائے گا، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، ایسے ہی ہر اس جگہ میں (ثمن نقد کے ساتھ متعین ہوگا) جہاں دلالت حال ضرورت کے ساتھ قائم ہو، جیسا مصنف علام نے (اپنی شرح) میں بیان کیا ہے یہ بھی (اس صورت میں جائز ہے) اگر وکیل اسی کے مطابق ادھار بیچے جیسا کہ لوگ (عموماً) بیچتے ہیں، اگر مدت لمبی ہو جائے، تو جائز نہیں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، جب موکل کسی چیز کو متعین کر دے، تو متعین ہو جائے گی، مگر اس صورت میں کہ موکل نے ایک ہزار کے عوض ادھار بیچنے کے لیے کہا؛ لیکن اس نے ایک ہزار کے عوض نقد بیچ دیا، تو جائز ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، میں کہتا ہو کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اگر وکیل بھلائی کے لیے اسی جنس میں مخالفت کرے، تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے، وکالت زمان ومکان کے ساتھ مقید ہوتی ہے؛ لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن کا وکیل دس دن تک وکیل ہے اور اصح قول کے مطابق اس کے بعد بھی، ایسے ہی کفیل؛ لیکن کفیل سے مدت کے بعد ہی مطالبہ ہوگا، جیسا کہ تنویر البصائر میں ہے زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ اس کو گواہوں کی موجودگی، یا فلاں کے مشورے یا فلاں کی دانست اور معرفت سے بیچ؛ لیکن اس نے ان کے بغیر بیچ دیا، تو جائز ہے، بخلاف اس کے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ اس کو گواہوں کی موجودگی یا فلاں شخص کے سامنے ہی بیچنا، اسی پر فتویٰ ہے، اس سے اس واقعہ کا حکم جان لیا گیا کہ موکل نے وکیل کو مال دے کر کہا کہ میرے لیے فلاں کی معرفت سے میرے لیے زیتون خرید؛ لیکن اس نے جا کر فلاں کی معرفت کے بغیر خرید لیا اور وہ زیتون ہلاک ہو گیا، تو وکیل ضامن نہیں ہوگا، بخلاف اس کے کہ فلاں ہی کی موجودگی میں خریدنا، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

وکیل کا ادھار بیچنا

وصح بالنسیئة الخ: ادھار بیچنے کے لیے وکیل بنانا اور اس کا معاملہ کرنا صحیح ہے، اس شرط کے ساتھ کہ یہ وکالت تجارت کے لیے ہو؛ لیکن اگر کوئی ضرورت کے لیے ادھار بیع کے لیے وکیل بناتا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ضرورت نقد سے پوری ہو جائے گی؛ لیکن تجارت میں مجبوری بھی ہے، اس لیے وہاں جائز ہے۔

وَ صَحَّ أَخْذُهُ رَهْنًا وَكَفِيلًا بِالثَّمَنِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ إِنْ ضَاعَ الرَّهْنُ فِي يَدِهِ أَوْ تَوِيَ الْمَالُ عَلَى الْكَفِيلِ ؛ لِأَنَّ الْجَوَازَ الشَّرْعِيَّ يُنَافِي الضَّمَانَ. وَتَقَيَّدَ شِرَاؤُهُ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ وَغَبْنٍ يَسِيرٍ وَهُوَ مَا يُقَوَّمُ بِهِ مُقَوِّمٌ وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ سِعْرُهُ مَعْرُوفًا وَإِنْ كَانَ سِعْرُهُ مَعْرُوفًا بَيْنَ النَّاسِ كَخُبْزٍ وَلَحْمٍ وَمَوْزٍ وَجُبْنٍ لَا يَنْفُذُ عَلَى الْمُوَكِّلِ وَإِنْ قَلَّتِ الزِّيَادَةُ وَلَوْ فَلْسًا وَاحِدًا بِهِ يُفْتَى بَحْرٌ وَبِنَايَةٌ.

ترجمہ: وکیل کا ثمن میں رہن اور کفیل لینا صحیح ہے، لہٰذا اس پر ضمان نہیں ہے، اگر اس کے ہاتھ میں رہن ہلاک ہو جائے، یا ضامن پر مال برباد ہو جائے، اس لیے کہ شرعی جواز ضمان کے منافی ہے، وکیل کی خرید قیمت مثل کے ساتھ متعین ہے، نیز غبن یسیر کے ساتھ غبن یسیر وہ قیمت ہے، جو کوئی واقف کار لگائے، یہ اس صورت میں ہے کہ بھاؤ متعین نہ ہو اور اگر بھاؤ لوگوں کے درمیان متعین ہو، جیسے روٹی، گوشت، کیلا اور پنیر، تو (یہ خرید) موکل پر نافذ نہیں ہوگی، اگرچہ زیادتی کم ہی ہو، ایک پیسہ سہی،

اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بحر اور نہایہ میں ہے۔

ثمن کی جگہ رہن میں کوئی سامان لینا

وصح اخذه رهنا الخ: وکیل نے بیع کی اب اس کی ذمہ داری تھی کہ ثمن لے کر موکل کو ادا کرے، اس نے ثمن لینے کے بجائے رہن کے طور پر کوئی چیز لے لی اور وہ چیز اس کے پاس سے ہلاک ہوگئی، تو وکیل پر ضمان نہیں آئے گا، اس لیے کہ اس کا رہن کے طور پر کچھ لینا شرعی اجازت کی بنیاد پر تھا اور شرعی اجازت جہاں تک ہے، اسی دائرے میں رہتے ہوئے، اگر نقصان ہو جائے، تو ضمان لازم نہیں آتا ہے، اس لیے یہاں بھی ضمان لازم نہیں آئے گا۔

وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدٍ فَبَاعَ نِصْفَهُ صَحَّ لِإِطْلَاقِ التَّوْكِيلِ. وَقَالَا إِنْ بَاعَ الْبَاقِيَ قَبْلَ الْخُصُومَةِ جَازَ وَإِلَّا لَا وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ مُلْتَقًى وَهِدَايَةٌ، وَظَاهِرُهُ تَرْجِيحُ قَوْلِهِمَا وَالْمُفْتَى بِهِ خِلَافُهُ بَحْرٌ، وَقَيَّدَ ابْنُ الْكَمَالِ الْخِلَافَ بِمَا يَتَعَيَّبُ بِالشَّرِكَةِ وَإِلَّا جَازَ اتِّفَاقًا فَلْيُرَاجَعْ وَفِي الشِّرَاءِ يَتَوَقَّفُ عَلَى شِرَاءِ بَاقِيهِ قَبْلَ الْخُصُومَةِ اتِّفَاقًا وَلَوْ رُدَّ مَبِيعٌ بِعَيْبٍ عَلَى وَكِيلِهِ بِالْبَيْعِ بِبَيِّنَةٍ أَوْ نُكُولِهِ أَوْ إِقْرَارِهِ فِيمَا لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ رَدَّهُ الْوَكِيلُ عَلَى الْآمِرِ، وَ لَوْ بِإِقْرَارِهِ فِيمَا يَحْدُثُ لَا يَرُدُّهُ وَلَزِمَ الْوَكِيلَ.

ترجمہ: غلام کو بیچنے کے لیے وکیل بنایا، اس نے آدھا غلام بیچ دیا، تو توکیل مطلق ہونے کی وجہ سے صحیح ہے اور صاحبین نے کہا کہ اگر خصومت سے وکیل نے باقی آدھے کو بیچ دیا، تو جائز ہے، ورنہ نہیں، یہ استحسانا ہے، جیسا کہ ملتقی اور ہدایہ میں ہے ظاہر ہدایہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح ہے، مفتی بہ قول امام صاحب کے خلاف ہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور ابن کمال نے اختلاف کو اس صورت کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب شرکت سے عیب ہو جائے، ورنہ بالاتفاق جائز ہے، لہٰذا رجوع کرنا چاہیے، اور (آدھا) بیچنے میں خصومت سے پہلے بالاتفاق باقی بیچنے پر موقوف رہے گا، اور اگر وکیل بالبیع پر، بینہ، یا انکار، یا اقرار کی بنیاد ایسے عیب کی وجہ سے مبیع واپس کردی گئی، جو اس مدت میں پیدا نہیں ہوتا ہے، تو وکیل موکل کو پھیر دے گا اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے ایسے عیب کی بنیاد پر واپس کی گئی، جو اس مدت میں پیدا ہو سکتا ہے، تو موکل کو نہیں پھیرے گا اور ذمہ دار ہوگا۔

آدھا غلام بیچنا

و کله ببیع عبد الخ: موکل نے کسی کو غلام بیچنے کے لیے وکیل بنایا، اس نے پورا غلام بیچنے کے بجائے آدھا غلام بیچ دیا، حضرت امام اعظم کے نزدیک بیع منعقد ہو جائے گی، اس لیے کہ توکیل مطلق ہے، جس میں آدھے غلام کی بیع بھی داخل ہے اس کے مطابق اس نے بیع کی ہے، اس لیے آدھے غلام کی بیع منعقد ہو جائے گی، اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ توکیل مطلق ضرور ہے، جس میں آدھے غلام کی بیع بھی شامل ہے؛ لیکن عرف میں ایسا ہوتا نہیں ہے، اس لیے آدھے غلام کی بیع جائز نہیں ہے، اسی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے، فتویٰ حضرات صاحبین کے قول پر ہے "وقد علمت ان المفتی بہ خلاف قولہ" (ردالمحتار: ۸/ ۲۶۰)

فِي الْوَكَالَةِ الْخُصُوصُ وَفِي الْمُضَارَبَةِ الْعُمُومُ وَفَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَإِنْ بَاعَ الْوَكِيلُ نَسِيئَةً فَقَالَ أَمَرْتُكَ بِنَقْدٍ وَقَالَ أَطْلَقْتَ صُدِّقَ الْآمِرُ، وَفِي الِاخْتِلَافِ فِي الْمُضَارَبَةِ صُدِّقَ الْمُضَارِبُ عَمَلًا بِالْأَصْلِ

ترجمہ: قاعدہ ہے کہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے، اس پر اپنے قول سے تفریع کی کہ اگر وکیل نے ادھار بیچا؛ لیکن موکل نے کہا کہ میں نے نقد بیچنے کے لیے کہا تھا، اس پر وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا، تو موکل کی تصدیق کی جائے گی اور مضاربت میں اختلاف کی صورت میں، مضارب کی تصدیق کی جائے گی، قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے۔

قاعدہ

الاصل في الوكالة الخ: قاعدہ یہ ہے کہ وکالت میں خصوص کا مفہوم ہوتا ہے، الا یہ کہ موکل وکالت کو عام کردے، اسی طرح مضاربت میں اس کا الٹا ہوتا ہے، یعنی اس میں مضاربت میں عموم کا مفہوم ہوتا ہے، اس لیے حکم یہ ہے کہ وکیل ادھار بیچ دے اور موکل کہنے لگے کہ ادھار کیوں بیچا میں نے، تو نقد بیچنے کے لیے کہا تھا، اس پر وکیل کہے کہ مجھے، تو تو نے مطلق وکیل بنایا تھا، ایسی صورت میں موکل کی تصدیق کی جائے گی اس لیے کہ وکالت میں خصوص کا مفہوم ہوتا ہے۔

لَا يَنْفُذُ تَصَرُّفُ أَحَدِ الْوَكِيلَيْنِ مَعًا كَوَكَّلْتُكُمَا بِكَذَا وَحْدَهُ وَلَوْ الْآخَرُ عَبْدًا أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَاتَ أَوْ جُنَّ إِلَّا فِيمَا إِذَا وَكَّلَهُمَا عَلَى التَّعَاقُبِ بِخِلَافِ الْوَصِيَّيْنِ كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِهِ وَ فِي خُصُومَةٍ بِشَرْطِ رَأْيِ الْآخَرِ لَا حَضْرَتِهِ عَلَى الصَّحِيحِ إِلَّا إِذَا انْتَهَيَا إِلَى الْقَبْضِ فَحَتَّى يَجْتَمِعَا جَوْهَرَةٌ وَعِتْقٌ مُعَيَّنٍ وَطَلَاقُ مُعَيَّنَةٍ لَمْ يُعَوَّضَا بِخِلَافِ مُعَوَّضٍ وَغَيْرِ مُعَيَّنٍ وَتَعْلِيقٌ بِمَشِيئَتِهِمَا أَيْ الْوَكِيلَيْنِ فَإِنَّهُ يَلْزَمُ اجْتِمَاعُهُمَا عَمَلًا بِالتَّعْلِيقِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ. قُلْتُ: وَظَاهِرُهُ عَطْفُهُ عَلَى لَمْ يُعَوَّضَا كَمَا يُعْلَمُ مِنْ الْعَيْنِيِّ وَالدُّرَرِ، فَحَقُّ الْعِبَارَةِ وَلَا عُلِّقَا بِمَشِيئَتِهِمَا فَتَدَبَّرْ

ترجمہ: ان دو وکیلوں میں سے ایک کا تصرف نافذ نہیں ہوگا، جن کو موکل نے ایک ساتھ وکیل بنایا ہے، یہ کہہ کر میں نے دونوں کو وکیل بنایا اگر دوسرا غلام، بچہ، یا دیوانہ ہو یا پھر مر گیا ہو، مگر اس صورت میں تصرف نافذ ہے، جب دونوں کو یکے بعد دیگرے وکیل بنایا ہے، بخلاف دو وصیوں کے، جیسا کہ اس کے بیان میں آرہا ہے، خصومت (کے دونوں وکیلوں میں سے ایک کا تصرف صحیح ہے) دوسرے وکیل کی رائے کی شرط کے باوجود، البتہ دوسرے کی حاضری کی شرط کے ساتھ (ایک کا تصرف صحیح نہیں ہے) صحیح قول کے مطابق، الا یہ کہ جب دونوں قبضے کی طرف منتہی ہو (تو ایک کا تصرف جائز نہیں ہے) یہاں تک کہ دونوں جمع ہوں، دونوں وکیلوں میں سے ایک کا تصرف متعین غلام کو آزاد کرنے اور متعین عورت کو طلاق دینے میں نافذ نہیں ہوگا، بخلاف عتق بالمال، طلاق بالمال اور غیر متعین کو آزاد کرنے یا طلاق دینے کے دونوں (وکیلوں) کی مرضی کے ساتھ تعلیق، (میں) دونوں وکیلوں کا اجتماع ضروری ہے، تعلیق پر کرتے ہوئے، جسے مصنف علام نے کہا ہے، میں کہتا ہوں، ظاہراً "اس کا عطف" لم یعوضا پر ہے، جیسا کہ عینی اور درر (کی عبارت) سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے اصل عبارت یہ ہونی تھی "ولا علقها بمشيتهما" اس لیے غور کرنا چاہیے۔

دونوں وکیلوں کا تصرف

لا ينفذ تصرف احد الوكيلين الخ: موکل نے دو آدمی کو ایک ساتھ وکیل بنایا، اب ان میں سے ایک دوسرے کی شرکت کے بغیر تصرف کرتا ہے، تو دونوں وکیلوں میں سے ایک کا تصرف دوسرے کی شرکت کے بغیر صحیح نہیں ہے؛ لیکن اگر دونوں کو ایک ساتھ نہیں باری باری سے وکیل بنایا ہے، تو ایسی صورت میں ایک وکیل دوسرے کی شرکت کے بغیر تصرف کر لیتا ہے، تو اس صورت میں دونوں میں سے ایک کا تصرف صحیح ہے۔

وَ فِي تَدْبِيرٍ وَرَدِّ عَيْنٍ كَوَدِيعَةٍ وَعَارِيَةٍ وَمَغْصُوبٍ وَمَبِيعٍ فَاسِدٍ خُلَاصَةٌ بِخِلَافِ اسْتِرْدَادِهَا، فَلَوْ

قَبَضَ أَحَدُهُمَا ضَمِنَ كُلَّهُ لِعَدَمِ أَمْرِهِ بِقَبْضِ شَيْءٍ مِنْهُ وَحْدَهُ سِرَاجٌ وَ فِي تَسْلِيمِ هِبَةٍ بِخِلَافِ قَبْضِهَا وَلَوْ الْجِيَّةُ وَقَضَاءِ دَيْنٍ بِخِلَافِ اقْتِضَائِهِ عَيْنِيٌّ وَ بِخِلَافِ الْوِصَايَةِ لِاثْنَيْنِ وَ كَذَا الْمُضَارَبَةُ وَالْقَضَاءُ وَالتَّحْكِيمُ وَالتَّوْلِيَةُ عَلَى الْوَقْفِ فَإِنَّ هَذِهِ السِّتَّةَ كَالْوَكَالَةِ فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا الِانْفِرَادُ بَحْرٌ إِلَّا فِي مَسْأَلَةِ مَا إِذَا شَرَطَ الْوَاقِفُ النَّظَرَ لَهُ أَوْ الِاسْتِبْدَالَ مَعَ فُلَانٍ فَإِنَّ لِلْوَاقِفِ الِانْفِرَادَ دُونَ فُلَانٍ أَشْبَاهٌ وَالْوَكِيلُ بِقَضَاءِ الدَّيْنِ مِنْ مَالِهِ أَوْ مَالِ مُوَكِّلِهِ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمُوَكِّلِ عَلَى الْوَكِيلِ دَيْنٌ وَهِيَ وَاقِعَةُ الْفَتْوَى كَمَا بَسَطَهُ الْعِمَادِيُّ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ. قَالَ: وَمُفَادُهُ أَنَّ الْوَكِيلَ بِبَيْعِ عَيْنٍ مِنَ الْمُوَكِّلِ لِوَفَاءِ دَيْنِهِ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ كَمَا لَا يُجْبَرُ الْوَكِيلُ بِنَحْوِ طَلَاقٍ وَلَوْ بِطَلَبِهَا عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَعِتْقٍ وَهِبَةٍ مِنْ فُلَانٍ وَبَيْعٍ مِنْهُ لِكَوْنِهِ مُتَبَرِّعًا إِلَّا فِي مَسَائِلَ: إِذَا وَكَّلَهُ بِدَفْعِ عَيْنٍ ثُمَّ غَابَ، أَوْ بِبَيْعِ رَهْنٍ شُرِطَ فِيهِ أَوْ بَعْدَهُ فِي الْأَصَحِّ. أَوْ بِخُصُومَةٍ بِطَلَبِ الْمُدَّعِي وَغَابَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَشْبَاهٌ خِلَافًا لِمَا أَفْتَى بِهِ قَارِئُ الْهِدَايَةِ. قُلْتُ: وَظَاهِرُ الْأَشْبَاهِ أَنَّ الْوَكِيلَ بِالْأَجْرِ يُجْبَرُ فَتَدَبَّرْ، وَلَا تَنْسَ مَسْأَلَةَ وَاقِعَةِ الْفَتْوَى وَرَاجِعْ تَنْوِيرَ الْبَصَائِرِ فَلَعَلَّهُ أَوْفَى. وَفِي فُرُوقِ الْأَشْبَاهِ: التَّوْكِيلُ بِغَيْرِ رِضَا الْخَصْمِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ الْإِمَامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُوَكِّلُ حَاضِرًا بِنَفْسِهِ أَوْ مُسَافِرًا أَوْ مَرِيضًا أَوْ مُخَدَّرَةً.

ترجمہ: (دونوں وکیلوں میں سے ایک کا تصرف نافذ نہیں ہوگا مگر) مدبر بنانے اور عین و دین ادا کرنے میں نافذ ہے جیسے ودیعت، عاریت، مال مغصوب اور بیع فاسد کو واپس کرنے میں، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، بخلاف اس کے وصول کرنے کے، اس لیے اگر دونوں وکیلوں میں سے ایک نے قبضہ کیا، تو (ہلاک ہونے کی صورت میں) پورے تاوان کا ضامن ہوگا، ایک کے لیے قبضے کا اختیار نہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ سراج میں ہے، ہبہ کرنے میں بخلاف اس کو قبضہ کرنے کے، جیسا کہ [illegible] میں ہے اور دین ادا کرنے کے بخلاف قرض لینے کے (اس میں دونوں کی شمولیت ضروری ہے) جیسا کہ عینی میں ہے، بخلاف دو کے لیے وصیت، ایسے ہی دو کے لیے مضاربت، دو کے لیے قضاء و تحکیم اور دو کے لیے تولیت علی الوقف، یہ چھ وکالت کی طرح ہیں، اس لیے دونوں میں سے ایک کو انفراد کا حق نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، مگر اس مسئلے میں کہ جب وقف کرنے والے نے اس کی نظامت و استبدال کو اپنے لیے خاص کر لیا کسی دوسرے کے ساتھ، تو وقف کرنے والے کو انفراد کا حق حاصل ہے، نہ کہ دوسرے کو، جیسا کہ اشباہ میں ہے، قضائے دین کے وکیل کو ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، خواہ ادا کرنا اس کے اپنے مال سے ہو یا مؤکل کے مال سے، اس صورت میں کہ جب وکیل پر مؤکل کا دین نہ ہو، یہ فتویٰ کی حالت ہے، جیسا کہ عمادی نے اس کی تفصیل کی ہے، نیز مصنف علیہ السلام نے اعتماد کیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ وکیل مؤکل کے عین کو بیچ کر اس کا دین ادا کرنے کا ذمہ دار ہونے کی صورت میں، وکیل کو بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ وکیل پر جبر نہیں ہے، طلاق دینے میں، اگرچہ مطالبہ طلاق عورت کی طرف سے ہو معتمد قول کے مطابق، نیز آزاد کرنے، فلاں سے ہبہ کرنے اور اس کے ہاتھ بیچنے پر جبر نہیں ہے، اس لیے کہ یہ وکیل کی طرف سے تبرع ہے؛ مگر چند مسئلے میں (وکیل کو جبر کیا جائے گا) کہ جب اس کو وکیل بنایا دفع عین کا پھر مؤکل غائب ہو گیا، یا

مرہون کی بیع کا وکیل بنایا، جس کی بیع مشروط ہے، یا رہن کے بعد بیع کی شرط ہوئی، اصح قول کے مطابق، یا اس کو خصومت میں وکیل کیا مدعی کے مطالبہ پر اور مدعی علیہ غائب ہو گیا، جیسا کہ اشباہ میں ہے، اس فتوی کے خلاف جو قاری ہدایہ نے دیا ہے، میں کہتا ہوں کہ اشباہ کا ظاہر یہ ہے کہ وکیل بالا جرت مجبور کیا جائے گا، لہٰذا غور کرنا چاہیے، واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو نہیں بھولنا چاہیے، نیز تنویر البصائر کی طرف رجوع کیجئے امید کہ وہاں تفصیل ملے، اشباہ کے فروق میں ہے حضرت امام اعظم کے نزدیک خصم کی رضامندی کے بغیر وکیل بنانا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ موکل بذات خود موجود ہو، یا مسافر ہو، یا مریض ہو، یا پردہ نشین ہو۔

تدبیر میں دونوں وکیلوں کا تصرف

و في تدبير الخ: ایک آدمی نے اپنے غلام کو مدبر بنانے کے لیے دو وکیلوں کو ذمہ دار بنایا اب اگر ان دونوں میں سے ایک وکیل اس کو مدبر بنا دے، تو اس طرح سے اس کا مدبر بنانا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ موکل نے جب دونوں کو وکیل بنایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ موکل دونوں کی رائے، چاہتا ہے، اب اگر تصرف کر دے، تو موکل کا مقصد پورا نہیں ہوا، اس لیے ایک تصرف صحیح نہیں ہے۔

فائدہ

ایک وکیل نے تصرف کیا، اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک نے تصرف کیا دوسرا وہاں موجود ہے، وہ اگر اجازت دے دیتا ہے، تو یہ تصرف صحیح ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک نے تصرف کیا؛ لیکن دوسرا وہاں موجود نہیں ہے غائب ہے بعد میں وہ اگر اجازت دے دیتا ہے، تو یہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، مگر حضرت امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

الْوَكِيلُ لَا يُوَكِّلُ إِلَّا بِإِذْنِ آمِرِهِ لِوُجُودِ الرِّضَا إِلَّا إِذَا وَكَّلَهُ فِي دَفْعِ زَكَاةٍ فَوَكَّلَ آخَرَ ثُمَّ دَفَعَ الْأَخِيرُ جَازَ وَلَا يَتَوَقَّفُ، بِخِلَافِ شِرَاءِ الْأُضْحِيَّةِ أُضْحِيَّةُ الْخَانِيَةِ وَ إِلَّا الْوَكِيلُ فِي قَبْضِ الدَّيْنِ إِذَا وَكَّلَ مَنْ فِي عِيَالِهِ صَحَّ ابْنُ مَلَكٍ وَ إِلَّا عِنْدَ تَقْدِيرِ الثَّمَنِ مِنَ الْمُوَكِّلِ الْأَوَّلِ لَهُ أَيْ لِوَكِيلِهِ فَيَجُوزُ بِلَا إِجَازَتِهِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ دُرَرٌ وَالتَّفْوِيضُ إِلَى رَأْيِهِ كَ " اعْمَلْ بِرَأْيِكَ " كَالْإِذْنِ فِي التَّوْكِيلِ إِلَّا فِي طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ ؛ لِأَنَّهُمَا مِمَّا يُحْلَفُ بِهِ فَلَا يَقُومُ غَيْرُهُ مَقَامَهُ قُنْيَةٌ. فَإِنْ وَكَّلَ الْوَكِيلُ غَيْرَهُ بِدُونِهِمَا بِدُونِ إِذْنٍ وَتَفْوِيضٍ فَفَعَلَ الثَّانِي بِحَضْرَتِهِ أَوْ غَيْبَتِهِ فَأَجَازَهُ الْوَكِيلُ الْأَوَّلُ صَحَّ وَتَتَعَلَّقُ حُقُوقُهُ بِالْعَاقِدِ عَلَى الصَّحِيحِ إِلَّا فِي مَا لَيْسَ بِعَقْدٍ نَحْوِ طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ لِتَعَلُّقِهِمَا بِالشَّرْطِ فَكَأَنَّ الْمُوَكِّلَ عَلَّقَهُ بِاللَّفْظِ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي وَإِبْرَاءٍ عَنِ الدَّيْنِ قُنْيَةٌ وَخُصُومَةٍ وَقَضَاءِ دَيْنٍ فَلَا تَكْفِي الْحَضْرَةُ ابْنُ مَلَكٍ خِلَافًا لِلْخَانِيَةِ وَإِنْ فَعَلَ أَجْنَبِيٌّ فَأَجَازَهُ الْوَكِيلُ الْأَوَّلُ جَازَ إِلَّا فِي شِرَاءٍ فَإِنَّهُ يَنْفُذُ عَلَيْهِ وَلَا يَتَوَقَّفُ مَتَى وَجَدَ نَفَاذًا. وَإِنْ وَكَّلَ بِهِ أَيْ بِالْأَمْرِ أَوِ التَّفْوِيضِ فَهُوَ أَيِ الثَّانِي وَكِيلُ الْآمِرِ وَحِينَئِذٍ فَلَا يَنْعَزِلُ بِعَزْلِ مُوَكِّلِهِ أَوْ مَوْتِهِ وَيَنْعَزِلَانِ بِمَوْتِ الْأَوَّلِ كَمَا مَرَّ فِي الْقَضَاءِ. وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الْخُلَاصَةِ وَالْخَانِيَةِ: لَهُ عَزْلُهُ فِي قَوْلِهِ اصْنَعْ مَا شِئْتَ لِرِضَاهُ بِصُنْعِهِ، وَعَزْلُهُ مِنْ صُنْعِهِ، بِخِلَافِ: اعْمَلْ بِرَأْيِكَ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: فَعَلَيْهِ لَوْ قِيلَ لِلْقَاضِي: اصْنَعْ مَا شِئْتَ فَلَهُ عَزْلُ نَائِبِهِ بِلَا تَفْوِيضِ الْعَزْلِ صَرِيحًا؛ لِأَنَّ النَّائِبَ كَوَكِيلِ الْوَكِيلِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الْوَكِيلَ وَكَالَةً عَامَّةً مُطْلَقَةً مُفَوَّضَةً إِنَّمَا يَمْلِكُ الْمُعَاوَضَاتِ لَا

الطَّلَاقَ وَالْعَتَاقَ وَالتَّبَرُّعَاتِ بِهِ يُفْتَى زَوَاهِرُ الْجَوَاهِرِ وَتَنْوِيرُ الْبَصَائِرِ.

ترجمہ: وکیل کسی کو وکیل نہ بنائے، مگر موکل کی اجازت سے، اس کی رضامندی پائی جانے کی وجہ سے، الا یہ کہ اس کو زکوۃ ادا کرنے کے لیے وکیل بنایا، پھر اس نے دوسرے کو وکیل بنایا، اسی طرح سے اس نے دوسرے کو، چناں چہ آخری وکیل نے زکوۃ ادا کردی، تو جائز ہے اور یہ (موکل کی اجازت پر) موقوف نہیں رہے گا، بخلاف شرائے اضحیہ کے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، (وکیل بنانا جائز نہیں ہے) مگر قبض دین کا وکیل کہ جب اس نے اپنے عیال میں سے وکیل بنایا، تو صحیح ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، موکل اول کی جانب سے ثمن متعین ہوجانے کی صورت میں، موکل کی اجازت کے بغیر وکیل کے لیے وکیل بنانا جائز ہے، مقصود حاصل ہوجانے کی وجہ سے، جیسا کہ درر میں ہے، وکیل کی رائے کے حوالے کرنا، جیسے تو اپنی رائے سے عمل کر، وکیل بنانے میں اذن کی طرح ہے، مگر طلاق اور عتاق میں، اس لیے کہ یہ دونوں ان امور میں سے ہے، جن سے قسم کھائی جاتی ہے، لہٰذا دو اس کی قائم مقامی نہیں کرسکتا ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، اس لیے اگر وکیل نے دوسرے کو ان دونوں یعنی اذن و تفویض کے بغیر وکیل بنایا اور وکیل ثانی نے وکیل اول کی موجودگی یا عدم موجودگی میں وکالت کی، جسے وکیل اول نے جائز رکھا، تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد (وکیل ثانی) سے متعلق ہوں گے صحیح قول کے مطابق، الا۔ ان میں جو عقد نہیں ہیں جیسے طلاق، عتاق، ان دونوں کے شرط کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے، گویا کہ موکل نے طلاق یا عتاق کو وکیل اول کے لفظ کے ساتھ معلق کیا نہ کہ وکیل ثانی کے ساتھ ابراء عن الدین، خصومت اور قضائے دین میں وکیل اول کا حاضر ہونا کافی نہیں ہے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، خانیہ کے خلاف اور اگر اجنبی نے کام کیا جسے وکیل اول نے جائز رکھا، تو جائز ہے، مگر شراء میں، اس لیے کہ یہ وکیل ثانی پر نافذ ہے اور اجازت پر موقوف نہیں ہے جب اجازت ملے، وکیل اول نے کسی کو موکل کی اجازت یا تفویض سے وکیل بنایا، تو یہ وکیل ثانی موکل کا وکیل ہے لہٰذا یہ وکیل اول کی موت یا اس کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہوگا؛ لیکن یہ دونوں موکل اول کی موت سے معزول ہوجائیں گے، جیسا کہ قضاء کے بیان میں گذر چکا ہے، بحر میں خلاصہ اور خانیہ کے حوالے سے ہے وکیل اول کو موکل کے "اصنع ما شئت" کہنے کی صورت میں معزول کرنے کا حق ہے، موکل کے، اس کی صنعت سے راضی ہونے کی وجہ سے اور عزل وکیل اول کی صنعت ہے، بخلاف "اعمل برائک" مصنف نے (اپنی شرح میں) کہا کہ اس قول کے مطابق اگر قاضی سے کہا جائے "اصنع ما شئت"، تو قاضی کو صراحتاً عزل کرنے کا اختیار دیئے بغیر اپنے نائب کو معزول کرنے کا حق ہے، اس لیے کہ نائب وکیل کی طرح ہے، جاننا چاہیے کہ وکیل کو وکالت عامہ ہونے کی وجہ سے مطلقا معاوضات کا مالک ہے، نہ کہ طلاق، عتاق، اور تبرعات کا، اسی کا فتوی ہے، جیسا کہ زواہر الجواہر اور تنویر البصائر میں ہے۔

وکیل نے وکیل بنایا

الوکیل لا یوکل الخ: موکل نے کسی کو وکیل بنایا اور بنانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اختیار دے دیا کہ آپ کسی کو وکیل بنانا چاہیں، تو بنا سکتے ہیں، اس صورت میں وکیل اول جس کو بھی وکیل بنا کر عقد کرائے مطلقا وہ عقد نافذ ہوں گے؛ لیکن اگر موکل نے وکیل کو وکیل بنانے کا اختیار نہیں دیا، اور اس نے کسی کو وکیل بنالیا، تو اب دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایسے عقد میں وکیل بنایا جس میں حقوق وکیل سے متعلق ہوتے ہیں، تو ایسے عقد میں موکل کی اجازت کے بغیر بھی وکیل اول کسی کو وکیل بنا دے، تو اس کا اس طرح وکیل بنانا صحیح ہے، جیسے بیع شراء میں؛ لیکن اگر ایسا عقد ہے جس میں حقوق

موکل سے متعلق ہوتے ہیں، جیسے نکاح، طلاق اور عتاق، ان میں وکیل اول موکل کی اجازت کے بغیر دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا ہے "المراد انه لا یوکل فیما وکل فیه فیخرج التوکیل بحقوق العقد فیما ترجع الحقوق فیه الی الوکیل فله التوکیل بلااذن لکونه اصیلا فیها" (ردالمحتار:۸/۲۶۵) اس عبارت سے بات واضح نہیں ہوسکی اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جن عقود میں حقوق وکیل سے متعلق ہوتے ہیں ان میں موکل کی اجازت کے بغیر وکیل اول دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، اور جن میں حقوق موکل سے متعلق ہوتیہیں ان میں وکیل اول کسی کو اپنا وکیل نہیں بنا سکتا ہے، تو پھر زکوۃ کی ادائے گی میں موکل کی اجازت کے بغیر وکیل اول کو وکیل بنانے کا اختیار کیوں ہے، اس لیے کہ وہاں تو حقوق سیدھے موکل سے متعلق ہیں نہ کہ وکیل سے، اس لیے کہ لوگوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ موکل اپنے متعین کردہ وکیل سے خوش ہے نہ کہ وکیل الوکیل کے تصرفات سے "و لیس للوکیل ان یوکل فیما وکل به لانه فوض الیه التصرف دون التوکیل به وهذا لانه رضی برائه والناس متفاوتون فی الآرائ" قال ابن الهمام "اصل الدلیل انه رضی بفعله دون فعل غیره، و الناس متفاوتون فی الافعال" (الہدایہ مع الفتح:۸/۹۹)

قَالَ لِرَجُلٍ فَوَّضْتُ إِلَيْكَ أَمْرَ امْرَأَتِي صَارَ وَكِيلًا بِالطَّلَاقِ وَتَقَيَّدَ طَلَاقُهُ بِالْمَجْلِسِ بِخِلَافِ قَوْلِهِ وَكَّلْتُكَ فِي أَمْرِ امْرَأَتِي فَلَا يَتَقَيَّدُ بِهِ دُرَرٌ. مَنْ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَجُزْ تَصَرُّفُهُ فِي حَقِّهِ وَحِينَئِذٍ (فَإِذَابَاعَ عَبْدٌ أَوْ مُكَاتَبٌ أَوْ ذِمِّيٌّ أَوْ حَرْبِيٌّ عَيْنِيٌّ مَالَ صَغِيرِهِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ أَوْ شَرَى وَاحِدٌ مِنْهُمْ بِهِ أَوْ زَوَّجَ صَغِيرَةً كَذَلِكَ أَيْ حُرَّةً مُسْلِمَةً لَمْ يَجُزْ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ. وَالْوِلَايَةُ فِي مَالِ الصَّغِيرِ إِلَى الْأَبِ ثُمَّ وَصِيِّهِ ثُمَّ وَصِيِّ وَصِيِّهِ إِذِ الْوَصِيُّ يَمْلِكُ الْإِيصَاءَ ثُمَّ إِلَى الْجَدِّ أَبِي الْأَبِ ثُمَّ إِلَى وَصِيِّهِ ثُمَّ وَصِيِّ وَصِيِّهِ ثُمَّ إِلَى الْقَاضِي ثُمَّ إِلَى مَنْ نَصَّبَهُ الْقَاضِي ثُمَّ وَصِيِّ وَصِيِّهِ وَلَيْسَ لِوَصِيِّ الْأُمِّ وَوَصِيِّ الْأَخِ وِلَايَةُ التَّصَرُّفِ فِي تَرِكَةِ الْأُمِّ مَعَ حَضْرَةِ الْأَبِ أَوْ وَصِيِّهِ أَوْ وَصِيِّ وَصِيِّهِ أَوِ الْجَدِّ أَبِي الْأَبِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ وَاحِدٌ مِمَّا ذَكَرْنَا فَلَهُ أَيْ لِوَصِيِّ الْأُمِّ الْحِفْظُ وَلَهُ بَيْعُ الْمَنْقُولِ لَا الْعَقَارِ وَلَا يَشْتَرِي إِلَّا الطَّعَامَ وَالْكِسْوَةَ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ جُمْلَةِ حِفْظِ الصَّغِيرِ خَانِيَّةٌ.

ترجمہ: کسی شخص سے کہا "فوضت الیک امر امرأتی" تو وہ طلاق کا وکیل ہے اور اس کا طلاق دینا مجلس کے ساتھ مقید ہوگا بخلاف اس کے قول "وکلتک فی امر امرأتی" تو مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہوگا، جیسا کہ درر میں ہے جس شخص کو دوسرے پر ولایت نہیں ہے، تو اس کا تصرف اس کے حق میں جائز نہیں ہے، لہٰذا غلام، مکاتب، ذمی یا حربی نے آزاد مسلمان کے چھوٹے بچے کے مال کو بیچ دیا یا ان میں سے کسی نے اس کے لیے خرید دیا یا اسی طرح یعنی آزاد مسلمان چھوٹی بچی کا نکاح کردے، تو ولایت نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، چھوٹے بچے کے مال میں باپ کو ولایت حاصل ہے، پھر باپ کے وصی کو پھر وصی کے وصی کو، اس لیے کہ وصی دوسرے کو وصی بنانے کا مالک ہے، پھر دادا یعنی باپ کے باپ، پھر اس کے وصی، پھر اس کے وصی کے وصی، پھر قاضی، پھر جس کو قاضی متعین کردے، پھر اس وصی کے وصی، ماں اور بھائی کے وصی کو ماں کے ترکے میں باپ، اس کے وصی یا اس کے وصی کے وصی یا دادا یعنی باپ کے باپ کی موجودگی میں تصرف کا اختیار نہیں ہے اور ان ذکر کردہ لوگوں میں

سے کوئی نہیں ہے، تو مال کی حفاظت کے لیے ماں کے وصی کو اختیار ہے، نیز اس کے لیے منقول کے بیچنے کا اختیار ہے نہ کہ غیر منقول کا اور وہ کھانا اور کپڑا کے علاوہ کچھ نہ خریدے، اس لیے کہ یہ دونوں صغیر کی حفاظت کے ذرائع میں سے ہیں۔

طلاق کا وکیل

قال لو جل فوضت اليك الخ: طلاق کا وکیل بنانے کی یہاں دوصورتیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت میں طلاق مجلس کے ساتھ مقید رہے گی، یعنی اگر پہلی صورت میں مجلس کے اندر طلاق دے دے، تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں اور دوسری صورت میں طلاق کی وکالت مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہے، اس لیے بعد میں بھی اگر طلاق دے، تو طلاق ہو جائے گی۔

فُرُوعٌ: وَصِيُّ الْقَاضِي كَوَصِيِّ الْأَبِ إِلَّا إِذَا قَيَّدَ الْقَاضِي بِنَوْعٍ تَقَيَّدَ بِهِ، وَفِي الْأَبِ يَعُمُّ الْكُلَّ عِمَادِيَّةٌ. وَفِي مُتَفَرِّقَاتِ الْبَحْرِ الْقَاضِي أَوْ أَمِينُهُ لَا تَرْجِعُ حُقُوقُ عَقْدٍ بَاشَرَاهُ لِلْيَتِيمِ إِلَيْهِمَا بِخِلَافِ وَكِيلٍ وَوَصِيٍّ وَأَبٍ، فَلَوْ ضَمِنَ الْقَاضِي أَوْ أَمِينُهُ ثَمَنَ مَا بَاعَهُ لِلْيَتِيمِ بَعْدَ بُلُوغِهِ صَحَّ بِخِلَافِهِمْ. وَفِي الْأَشْبَاهِ: جَازَ التَّوْكِيلُ بِكُلِّ مَا يَعْقِدُهُ الْوَكِيلُ لِنَفْسِهِ إِلَّا الْوَصِيُّ فَلَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَالَ الْيَتِيمِ لِنَفْسِهِ لَا لِغَيْرِهِ بِوَكَالَةٍ وَجَازَ التَّوْكِيلُ بِالتَّوْكِيلِ.

ترجمہ: قاضی کا وصی باپ کے وصی کی طرح ہے، مگر یہ کہ قاضی ایک نوع کے ساتھ اس کی وصیت خاص کر دے؛ لیکن باپ کا وصی (خاص کرنے کی صورت میں بھی) عام رہے گا، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، بحر کے متفرقات میں ہے کہ قاضی یا اس کے امین کی طرف اس عقد کے حقوق جس کو ان دونوں نے یتیم کے لیے کیا ہے ان دونوں کی طرف راجع نہ ہوں گے، بخلاف وصی اور اب کے، لہٰذا اگر قاضی یا اس کا امین یتیم کے لیے یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس ثمن کے ضامن ہو جائیں، جس کو انھوں نے بیچا ہے، تو صحیح ہے بخلاف باپ اور وصی کے، ان چیزوں میں وکیل بنانا صحیح ہے، جن میں وکیل اپنی ذات کے لیے عقد کر سکتا ہے، مگر وصی اس لیے کہ اس کو اختیار ہے کہ وہ یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے، نہ کہ دوسرے کے لیے وکالت کے طریقے پر اور وکیل بنانے کے واسطے وکیل بنانا صحیح ہے۔

باپ اور قاضی کے وصی میں فرق

وصی القاضی کوصی الاب الخ: قاضی کا وصی باپ کے وصی کی طرح ہے؛ لیکن فرق یہ ہے کہ اگر قاضی نے اپنے وصی کو ایک نوع کے ساتھ خاص کر دیا، اس صورت میں وصی کا اختیار محدود ہو جائے گا؛ مگر باپ نے اپنے وصی کو کسی نوع کے ساتھ خاص کر دیا ہے اس صورت میں بھی اس کے اختیارات محدود نہیں ہوں گے؛ بل کہ عام رہیں گے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ بِالْخُصُومَةِ وَالْقَبْضِ

وَكِيلُ الْخُصُومَةِ وَالتَّقَاضِي أَيْ أَخْذِ الدَّيْنِ لَا يَمْلِكُ الْقَبْضَ عِنْدَ زُفَرَ وَبِهِ يُفْتَى لِفَسَادِ الزَّمَانِ، وَاعْتَمَدَ فِي الْبَحْرِ الْعُرْفَ وَ لَا الصُّلْحَ إِجْمَاعًا بَحْرٌ وَرَسُولُ التَّقَاضِي يَمْلِكُ الْقَبْضَ لَا الْخُصُومَةَ إِجْمَاعًا بَحْرٌ، أَرْسَلْتُكَ أَوْ كُنْ رَسُولًا عَنِّي إِرْسَالٌ وَأَمَرْتُكَ بِقَبْضِهِ تَوْكِيلٌ خِلَافًا لِلزَّيْلَعِيِّ وَلَا يَمْلِكُهُمَا أَيِ الْخُصُومَةَ وَالْقَبْضَ وَكِيلُ الْمُلَازَمَةِ كَمَا لَا يَمْلِكُ الْخُصُومَةَ وَكِيلُ

الصُّلْحِ بَحْرٌ وَوَكِيلُ قَبْضِ الدَّيْنِ يَمْلِكُهَا أَيِ الْخُصُومَةَ خِلَافًا لَهُمَا لَوْ وَكِيلَ الدَّائِنِ، وَلَوْ وَكِيلَ الْقَاضِي لَا يَمْلِكُهَا اتِّفَاقًا كَوَكِيلِ قَبْضِ الْعَيْنِ اتِّفَاقًا. وَأَمَّا وَكِيلُ قِسْمَةٍ وَأَخْذِ شُفْعَةٍ وَرُجُوعِ هِبَةٍ وَرَدٍّ بِعَيْبٍ فَيَمْلِكُهَا مَعَ الْقَبْضِ اتِّفَاقًا ابْنُ مَلَكٍ.

ترجمہ: خصومت اور تغادہ (یعنی قرض وصول کرنے) کا وکیل امام زفر کے نزدیک قبضہ کرنے کا مالک نہیں ہے؛ نیز فساد زمانہ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے اور بحر میں عرف پر اعتماد کیا ہے، نہ ہی (یہ دونوں) صلح کرنے کے مالک ہیں بالاجماع، جیسا کہ بحر میں ہے، تغادہ کرنے والا قاصد قبضہ کرنے کا مالک ہے، نہ کہ خصومت کا بالاجماع، جیسا کہ بحر میں ہے ــــ "ارسلتک" یا "کن رسولا عنی" کہنا قاصد بنانا ہے اور "امرتک بقبضۃ" وکیل بنانا ہے، زیلعی کے خلاف، وکیل ملازمت ان دونوں یعنی خصومت اور قبض کا مالک نہیں ہوگا، جیسے صلح کا وکیل خصومت کا مالک نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، حالاں کہ دین پر قبضہ کرنے کا وکیل خصومت کا مالک ہے، صاحبین کے خلاف، اگر دائن کا وکیل ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہے، تو بالاتفاق خصومت کا مالک نہیں ہے، جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک نہیں ہے، البتہ قسمت کا وکیل، شفعہ لینے، ہبہ پھیرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا وکیل، قبضہ کرنے کے ساتھ خصومت کا مالک ہے بالاتفاق، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے۔

وکیل خصومت کا قبضہ

وکیل الخصومت و التقاضی الخ: حضرات احناف کے نزدیک اصل یہی ہے کہ خصومت اور تغادے کا وکیل قبضہ کرنے کا بھی مالک ہے، اس لیے کہ جو شخص کسی چیز کا مالک ہے، تو وہ اس کو انجام تک پہنچانے کا بھی مالک ہے اور اس کا انجام قبضہ کرنا ہے، اس لیے خصومت اور تغادے کا وکیل قبضہ کرنے کا بھی مالک ہے، لیکن اس مسئلے میں حضرت امام زفرؒ نے حضرات احناف سے اختلاف کیا اور انھوں نے کہا کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں وکلاء کی دیانت بھی پہلی جیسی نہیں رہی، اس لیے خصومت اور تغادے کا وکیل قبضہ کرنے کا مالک نہیں ہوگا، چوں کہ خیانت کر دیتا ہے اور چوں کہ عرف بھی یہی ہے اور حقیقت متروک ہوگئی، اس لیے فقہائے متاخرین نے حضرت امام زفر کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے: فالتحقیق فی هذا المقام ان التوکیل بالتقاضی کان مستعملا علی حقیقته فی الأوائل، و لم یجر العرف علی خلاف ذلک فی تلک الأیام، فکان الوکیل بالتقاضی یملک القبض بالإتفاق علی ما وقع فی أصل الروایة، و أما الیوم فلما ظهرت الخیانة فی الوکلاء و جری العرف علی أن جعلوا التقاضی فی التوکیل بالتقاضی مستعملا فی المطالبة مجازا و صارت الحقیقة مهجورة افتی مشائخنا المتاخرون بان الوکیل بالتقاضی لا یملک القبض بالاتفاق بناء علی الاصل المقرر المتفق علیه عند المجتهدین من ان المجاز المتعارف اولی من الحقیقة المهجورة فلم یبق فی المقام غبار اصلا" (فتح القدیر:۸/۱۰۹)

أَمَرَهُ بِقَبْضِ دَيْنِهِ وَأَنْ لَا يَقْبِضَهُ إِلَّا جَمِيعًا فَقَبَضَهُ إِلَّا دِرْهَمًا لَمْ يَجُزْ قَبْضُهُ الْمَذْكُورُ عَلَى الْآمِرِ لِمُخَالَفَتِهِ لَهُ فَلَمْ يَصِرْ وَكِيلًا وَ الْآمِرُ لَهُ الرُّجُوعُ عَلَى الْغَرِيمِ بِكُلِّهِ وَكَذَا لَا يَقْبِضُ دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ بَحْرٌ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْغَرِيمِ بَيِّنَةٌ عَلَى الْإِيفَاءِ فَقَضِيَ عَلَيْهِ بِالدَّيْنِ وَقَبَضَهُ الْوَكِيلُ فَضَاعَ مِنْهُ ثُمَّ بَرْهَنَ الْمَطْلُوبُ عَلَى الْإِيفَاءِ لِلْمُوَكِّلِ فَلَا سَبِيلَ لَهُ لِلْمَدْيُونِ عَلَى الْوَكِيلِ، وَإِنَّمَا

يَرْجِعُ عَلَى الْمُوَكِّلِ، لِأَنَّ يَدَهُ كَيَدِهِ ذَخِيرَةٌ الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ إِذَا أَبَى الْخُصُومَةَ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهَا فِي الْأَشْبَاهِ: لَا يُجْبَرُ الْوَكِيلُ إِذَا امْتَنَعَ عَنْ فِعْلِ مَا وُكِّلَ فِيهِ لِتَبَرُّعِهِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ كَمَا مَرَّ (بِخِلَافِ الْكَفِيلِ) فَإِنَّهُ يُجْبَرُ عَلَيْهَا لِلِالْتِزَامِ.

ترجمہ: موکل نے اس طور پر اپنے دین پہ قبضہ کرنے کے لیے کہا کہ پورے دین پر قبضہ کرنا؛ لیکن اس نے ایک درہم کے علاوہ پورے دین پر قبضہ کیا، تو اس کا قبضہ مذکور اپنے موکل کی مخالفت کی وجہ سے جائز نہیں ہے، گویا کہ وہ وکیل ہی نہیں ہے موکل کے لیے جائز ہے وہ مدیون سے یک مشت قرض واپس لے لے اور اسی طرح ایک دو درہم کر کے نہ لے، جیسا کہ بحر میں ہے، اور اگر مدیون کے پاس قرض کی؛ ادائے گی کا گواہ نہیں ہے اور قاضی نے اس کے خلاف دین کا فیصلہ دے دیا، حالاں کہ وکیل نے اس پر قبضہ کر کے ضائع کر دیا تھا، پھر مدیون نے ادائے گی پر گواہ قائم کر دیا، تو مدیون کا وکیل پر کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ وہ موکل سے واپس لے گا، اس لیے کہ اس کا ہاتھ موکل کے ہاتھ کی طرح ہے، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، وکیل بالخصومت جب خصومت سے انکار کر دے، تو اس کو خصومت کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا، اشباہ میں ہے وکیل جب اس کام سے منع کر دے، جس کام کے لیے اس کو وکیل بنایا گیا ہے، تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا، اس کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے، مگر تین چیزوں میں، جیسا کہ گذر چکا، بخلاف کفیل کے، لہٰذا اس کو اس پر مجبور کیا جائے گا، لازم کر لینے کی وجہ سے۔

موکل کی مخالفت ہونے کی صورت میں

امرہ بقبض دینہ الخ: موکل نے کل دین پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا اور اس وکیل نے کل دین پر قبضہ کرنے کے بجائے کچھ پر قبضہ کیا یا کچھ کو چھوڑ دیا، تو اس کا یہ قبضہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ امر موکل کی مخالفت کی وجہ سے وہ وکیل ہی نہیں رہا، اس لیے اب اس کا قبضہ بھی صحیح نہیں ہے۔

وَكَّلَهُ بِخُصُومَاتِهِ وَأَخْذِ حُقُوقِهِ مِنَ النَّاسِ عَلَى أَنْ لَا يَكُونَ وَكِيلًا فِيمَا يُدَّعَى عَلَى الْمُوَكِّلِ جَازَ هَذَا التَّوْكِيلُ فَلَوْ أَثْبَتَ الْوَكِيلُ الْمَالَ لَهُ أَيْ لِمُوَكِّلِهِ ثُمَّ أَرَادَ الْخَصْمُ الدَّفْعَ لَا يُسْمَعُ عَلَى الْوَكِيلِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَكِيلٍ فِيهِ دُرَرٌ وَصَحَّ إِقْرَارُ الْوَكِيلِ بِالْخُصُومَةِ لَا بِغَيْرِهَا مُطْلَقًا بِغَيْرِ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ عَلَى مُوَكِّلِهِ عِنْدَ الْقَاضِي دُونَ غَيْرِهِ اسْتِحْسَانًا وَإِنْ انْعَزَلَ الْوَكِيلُ بِهِ أَيْ بِهَذَا الْإِقْرَارِ حَتَّى لَا يَدْفَعَ إِلَيْهِ الْمَالَ وَإِنْ بَرْهَنَ بَعْدَهُ عَلَى الْوَكَالَةِ لِلتَّنَاقُضِ دُرَرٌ وَكَذَا إِذَا اسْتَثْنَى الْمُوَكِّلُ إِقْرَارَهُ بِأَنْ قَالَ وَكَّلْتُكَ بِالْخُصُومَةِ غَيْرَ جَائِزِ الْإِقْرَارِ صَحَّ التَّوْكِيلُ وَالْإِسْتِثْنَاءُ عَلَى الظَّاهِرِ بَزَّازِيَّةٌ فَلَوْ أَقَرَّ عِنْدَهُ أَيِ الْقَاضِي لَا يَصِحُّ وَخَرَجَ بِهِ عَنِ الْوَكَالَةِ فَلَا تُسْمَعُ خُصُومَتُهُ دُرَرٌ وَصَحَّ التَّوْكِيلُ بِالْإِقْرَارِ وَلَا يَصِيرُ بِهِ أَيْ بِالتَّوْكِيلِ مُقِرًّا بَحْرٌ

ترجمہ: موکل نے خصومات اور اپنے حقوق کا وکیل بنایا، اس شرط کے ساتھ کہ موکل پر دعویٰ کا وکیل نہیں ہوگا، تو یہ توکیل جائز ہے، چناں چہ اگر وکیل موکل کے لیے مال ثابت کر دے، پھر خصم نے دفع کا ارادہ کیا، تو اس کا دعویٰ وکیل کے خلاف مسموع نہ ہوگا، اس لیے کہ وہ اس معاملے میں وکیل نہیں ہے، جیسا کہ درر میں ہے، وکیل خصومت کا اقرار صحیح ہے اور غیر خصومت

کے وکیل کا اقرار مطلقا صحیح نہیں ہے، حدود اور قصاص کے علاوہ میں، اپنے موکل کے خلاف، قاضی کے پاس نہ کہ دوسرے کے پاس استحسانا، اگر چہ وکیل اس اقرار کی وجہ سے معزول ہو جائے، حتی کہ اس کو مال نہیں دیا جائے گا، اگر چہ اقرار کے بعد وکالت پر گواہ لائے، تناقض کی وجہ سے، جیسا کہ درر میں ہے، اسی طرح (صحیح ہے) جب موکل نے اپنے اقرار کو مستثنی کیا، اس طور پر کہ اس نے کہا میں نے تجھ کو ناجائز اقرار کا وکیل بالخصومت بنایا، تو یہ توکیل اور استثناء صحیح ہے ظاہری قول کے مطابق جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اگر اس نے قاضی کے پاس اقرار کیا، تو صحیح نہیں ہے اور وہ اس اقرار کی بنیاد پر وکالت سے نکل جائے گا، تو اس کا خصومت کرنا مسموع نہ ہوگا، جیسا کہ درر میں ہے، اقرار کرنے کے لیے وکیل بنانا صحیح ہے؛ لیکن محض وکیل بالاقرار سے اقرار کرنے والا نہیں ہوگا، جیسا کہ بحر میں ہے، (اقرار کے ثبوت کے لیے اقرار کرنا ضروری ہے، محض توکیل سے اقرار ثابت نہیں ہوگا۔

محدود توکیل

و کله بخصو ماته الخ: موکل نے خصومات اور لوگوں سے حقوق لینے کے لیے کسی کو وکیل بنایا اور یہ شرط لگا دی کہ مجھ پر کسی طرح کا کوئی دعویٰ ہو، تو تو اس کا وکیل نہیں ہے، تو اس طرح سے کسی کو وکیل بنانا صحیح ہے اور وہ وکیل اسی طرح کا تصرف کرے گا آگے کچھ نہیں کرے گا۔

وَبَطَلَ تَوْكِيلُ الْكَفِيلِ بِالْمَالِ لِئَلَّا يَصِيرَ عَامِلًا لِنَفْسِهِ كَمَا لَا يَصِحُّ لَوْ وَكَّلَهُ بِقَبْضِهِ أَيْ الدَّيْنِ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ عَبْدِهِ لِأَنَّ الْوَكِيلَ مَتَى عَمِلَ لِنَفْسِهِ بَطَلَتْ إِلَّا إِذَا وَكَّلَ الْمَدْيُونَ بِإِبْرَاءِ نَفْسِهِ، فَيَصِحُّ وَيَصِحُّ عَزْلُهُ قَبْلَ إِبْرَائِهِ نَفْسَهُ أَشْبَاهٌ أَوْ وَكَّلَ الْمُحْتَالُ الْمُحِيلَ بِقَبْضِهِ مِنَ الْمُحَالِ عَلَيْهِ أَوْ وَكَّلَ الْمَدْيُونُ وَكِيلَ الطَّالِبِ بِالْقَبْضِ لَمْ يَصِحَّ لِاسْتِحَالَةِ كَوْنِهِ قَاضِيًا وَمُقْتَضِيًا قُنْيَةٌ بِخِلَافِ كَفِيلِ النَّفْسِ وَالرَّسُولِ وَوَكِيلِ الْإِمَامِ بِبَيْعِ الْغَنَائِمِ وَالْوَكِيلِ بِالتَّزْوِيجِ حَيْثُ يَصِحُّ ضَمَانُهُمْ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمْ سَفِيرٌ. الْوَكِيلُ بِقَبْضِ الدَّيْنِ إِذَا كَفَلَ صَحَّ وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ؛ لِأَنَّ الْكَفَالَةَ أَقْوَى لِلُزُومِهَا فَتَصْلُحُ نَاسِخَةً بِخِلَافِ الْعَكْسِ، وَكَذَا كُلَّمَا صَحَّتْ كَفَالَةُ الْوَكِيلِ بِالْقَبْضِ بَطَلَتْ وَكَالَتُهُ تَقَدَّمَتِ الْكَفَالَةُ أَوْ تَأَخَّرَتْ لِمَا قُلْنَا

ترجمہ: کفیل بالمال کو وکیل بنانا باطل ہے، تاکہ وہ اپنی ذات کے لیے عامل نہ ہو جائے، جیسا کہ صحیح نہیں ہے، اگر اس کو اس دین پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنائے، جو اس پر ہے یا اس کے غلام پر، اس لیے کہ وکیل جب اپنی ذات کے لیے وکالت کرے گا، تو اس کی وکالت باطل ہوگی، الا یہ کہ مدیون اپنی ذات کو بری کرنے کے لیے وکیل بنائے، تو صحیح ہے، نیز اس کے اپنی ذات کو بری کرنے سے پہلے مدیون اس کو معزول کردے، تو یہ صحیح ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، یا محتال (دائن) محیل (مدیون) کو محال علیہ (کفیل) یا مدیون طالب (دائن) کے وکیل کو وکیل بنائے، تو صحیح نہیں ہے، ایک آدمی کے دینے والا اور تقاضہ کرنے والا محال ہونے کی وجہ سے جیسا کہ قنیہ میں ہے، بخلاف کفیل بالنفس قبضے کا قاصد، غنائم بیچنے کے لیے امام کا وکیل اور نکاح کا وکیل کے، اس طور پر کہ ان کا ضامن ہونا صحیح ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک سفیر محض ہے، دین پر قبضہ کرنے کا وکیل جب مدیون کا ضامن بن جائے، تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ کفالت اقوی ہے اس کے لازم ہونے کی وجہ سے لہٰذا کفالت وکالت کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے، بخلاف اس کے الٹا کے، ایسے ہی جب وکیل بالقبض کی کفالت صحیح ہے، تو اس کی

وکالت باطل ہے، خواہ کفالت مقدم ہو یا مؤخر اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

کفیل بالمال کی وکالت

و بطل توكيل الكفيل بالمال الخ: ایک آدمی کا کسی پر قرض تھا، اس قرض کو ادا کرنے کے لیے تیسرا شخص ضامن ہوا، تو اب دائن اس تیسرے شخص (ضامن) کو قرض پر قبضہ کرنے کا وکیل نہیں بنا سکتا ہے، اس لیے کہ اس صورت میں خود ضامن کا اپنی ذات کے لیے قبضہ کرنا لازم آئے گا، جو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وکالت میں، تو غیر کے لیے قبضہ ہوتا ہے، نہ کہ اپنے لیے اور یہاں خود اپنی ذات کے لیے قبضہ ہو رہا ہے، اس لیے یہاں وکالت صحیح نہیں ہے۔

وَكِيلُ الْبَيْعِ إِذَا ضَمِنَ الثَّمَنَ لِلْبَائِعِ عَنِ الْمُشْتَرِي لَمْ يَجُزْ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ يَصِيرُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فَإِنْ أَدَّى بِحُكْمِ الضَّمَانِ رَجَعَ لِبُطْلَانِهِ وَبِدُونِهِ لَا لِتَبَرُّعِهِ.

ترجمہ: بیع کا وکیل اگر بائع کے لیے مشتری کی جانب سے ثمن کا ضامن ہو، تو جائز نہیں ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی کہ وہ خود اپنی ذات کے لیے عامل ہوگا، لہٰذا اگر اس نے ضمان کے طور پر ادا کیا، تو مشتری سے واپس لے لے، ضمان کے باطل ہونے کی وجہ سے اور اگر ضمان کے طور پر ادا نہیں کیا ہے، تو واپس نہ لے، اس کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے۔

وکیل بیع کا ضامن ہونا

و كيل البيع اذا ضمن الثمن الخ: کسی نے کوئی سامان فروخت کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنایا، اب وہ وکیل سامان خریدنے والے (مشتری) کی طرف سے بائع کے لیے ضامن بن رہا ہے تو اس وکیل کا ضامن بننا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں وہ خود اپنی ذات کے لیے ضامن بن رہا ہے، جو جائز نہیں ہے۔

ادَّعَى أَنَّهُ وَكِيلُ الْغَائِبِ بِقَبْضِ دَيْنِهِ فَصَدَّقَهُ الْغَرِيمُ أُمِرَ بِدَفْعِهِ إِلَيْهِ عَمَلًا بِإِقْرَارِهِ وَلَا يُصَدَّقُ لَوْ ادَّعَى الْإِيفَاءَ فَإِنْ حَضَرَ الْغَائِبُ فَصَدَّقَهُ فِي التَّوْكِيلِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَإِلَّا أَمَرَ الْغَرِيمُ بِدَفْعِ الدَّيْنِ إِلَيْهِ أَيِ الْغَائِبِ ثَانِيًا لِفَسَادِ الْأَدَاءِ بِإِنْكَارِهِ مَعَ يَمِينِهِ وَرَجَعَ الْغَرِيمُ بِهِ عَلَى الْوَكِيلِ إِنْ بَاقِيًا فِي يَدِهِ وَلَوْ حُكْمًا بِأَنِ اسْتَهْلَكَهُ فَإِنَّهُ يَضْمَنُ مِثْلَهُ خُلَاصَةٌ وَإِنْ ضَاعَ لَا عَمَلًا بِتَصْدِيقِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ قَدْ ضَمَّنَهُ عِنْدَ الدَّفْعِ بِقَدْرِ مَا يَأْخُذُهُ الدَّائِنُ ثَانِيًا لَا مَا أَخَذَهُ الْوَكِيلُ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ لَا تَجُوزُ بِهَا الْكَفَالَةُ زَيْلَعِيٌّ وَغَيْرُهُ أَوْ قَالَ لَهُ قَبَضْتُ مِنْكَ عَلَى أَنِّي أَبْرَأْتُكَ مِنَ الدَّيْنِ فَهُوَ كَمَا لَوْ قَالَ الْأَبُ لِلْخَتَنِ عِنْدَ أَخْذِ مَهْرِ بِنْتِهِ آخُذُ مِنْكَ عَلَى أَنِّي أَبْرَأْتُكَ مِنْ مَهْرِ بِنْتِي، فَإِنْ أَخَذَتْهُ الْبِنْتُ ثَانِيًا رَجَعَ الْخَتَنُ عَلَى الْأَبِ فَكَذَا هَذَا بَزَّازِيَّةٌ وَكَذَا يَضْمَنُهُ إِذَا لَمْ يُصَدِّقْهُ عَلَى الْوَكَالَةِ يَعُمُّ صُورَتَيِ السُّكُوتِ وَالتَّكْذِيبِ وَدَفَعَ لَهُ ذَلِكَ عَلَى زَعْمِهِ الْوَكَالَةَ فَهَذِهِ أَسْبَابٌ لِلرُّجُوعِ عِنْدَ الْهَلَاكِ فَإِنِ ادَّعَى الْوَكِيلُ هَلَاكَهُ أَوْ دَفْعَهُ لِمُوَكِّلِهِ صُدِّقَ الْوَكِيلُ بِحَلِفِهِ وَفِي الْوُجُوهِ الْمَذْكُورَةِ كُلِّهَا الْغَرِيمُ لَيْسَ لَهُ الِاسْتِرْدَادُ حَتَّى يَحْضُرَ الْغَائِبُ وَإِنْ بَرْهَنَ أَنَّهُ لَيْسَ بِوَكِيلٍ أَوْ عَلَى إِقْرَارِهِ بِذَلِكَ أَوْ أَرَادَ اسْتِحْلَافَهُ لَمْ يُقْبَلْ لِسَعْيِهِ فِي نَقْضِ مَا أَوْجَبَهُ لِلْغَائِبِ، نَعَمْ لَوْ بَرْهَنَ أَنَّ

الطَّالِبَ جَحَدَ الْوَكَالَةَ وَأَخَذَ مِنِّي الْمَالَ تُقْبَلُ بَحْرٌ، وَلَوْ مَاتَ الْمُوَكِّلُ وَوَرِثَهُ غَرِيمُهُ أَوْ وَهَبَهُ لَهُ أَخَذَهُ قَائِمًا، وَلَوْ هَالِكًا ضَمِنَهُ إِلَّا إِذَا صَدَّقَهُ عَلَى الْوَكَالَةِ، وَلَوْ أَقَرَّ بِالدَّيْنِ وَأَنْكَرَ الْوَكَالَةَ حَلَفَ مَا يَعْلَمُ أَنَّ الدَّائِنَ وَكَّلَهُ عَيْنِيٌّ.

ترجمہ: مدیون نے دعویٰ کیا کہ فلاں دین پر قبضہ کرنے کے لیے غائب کا وکیل ہے، چناں چہ دائن نے اس کی تصدیق کی، تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا، اس کے اقرار پر عمل کرتے ہوئے اور اگر وہ دین ادا کرنے کا دعویٰ کرے (تو محض دعویٰ سے) اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، غائب نے حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی، تو ٹھیک ہے، ورنہ مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ وہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے، اس کے انکار کی وجہ سے ادا فاسد ہونے کی وجہ سے، اس کے یمین کے ساتھ اور مدیون واپس کیا گیا قرض وکیل سے لے گا، اگر اس کے پاس باقی ہے، اگر چہ حکما ہو، اس طور پر کہ اس نے اس دین کو ہلاک کر دیا، تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا، جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور اگر ضائع ہوگیا، تو مدیون نہیں لے گا، اس کی تصدیق کرتے ہوئے، الا یہ کہ جب وکیل دفع کے وقت ضامن ہو، اس کے بقدر جس کو دائن نے دوسری مرتبہ لیا ہے، نہ کہ اس کے بقدر جس کو وکیل نے لیا ہے، اس لیے کہ یہ امانت ہے، جس میں ضمانت جائز نہیں ہے، جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے یا وکیل نے قرض واپس لیتے وقت کہا کہ میں آپ سے اس شرط پر قرض واپس لیتا ہوں کہ میں نے آپ کو قرض سے بری کر دیا، تو یہ ایسا ہی ہے کہ اگر باپ نے داماد سے بیٹی کا مہر لیتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ سے اپنی بیٹی کا مہر اس شرط کے ساتھ لیا کہ میں نے اپنی بیٹی کا مہر معاف کر دیا، اگر لڑکی دوبارہ مہر لے، تو داماد باپ سے دیا ہوا مہر لے گا، ایسے ہی اس میں، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، ایسے ہی وکیل ضامن ہوگا جب دائن، اس کی وکالت کی تصدیق نہ کرے، عام ہے خواہ سکوت کی صورت میں ہو یا تکذیب کی صورت میں، حالاں کہ مدیون نے قرض واپس کیا، اس کے وکیل ہونے کے گمان پر، تو یہ ہلاک کے وقت رجوع کے اسباب ہیں، لہٰذا اگر وکیل نے، مال ہلاک ہونے، یا موکل کو دینے کا دعویٰ کیا، تو وکیل کی تصدیق کی جائے گی، اس کی قسم کے ساتھ، تمام وجوہ مذکورہ میں مدیون کے لیے جائز نہیں ہے کہ دیا ہوا قرض واپس لے لے، یہاں تک کہ غائب حاضر ہو جائے، اگر مدیون نے گواہ قائم کیے کہ یہ وکیل نہیں ہے، یا اس کے اقرار پر کہ یہ وکیل نہیں ہے، یا وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا، تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی، اس چیز کے توڑنے میں اس کے کوشش کرنے کی وجہ سے، جو اس نے غائب کے لیے واجب کی ہے، ہاں اگر گواہ لائے کہ موکل نے وکالت کا انکار کیا، یا وہ مجھ سے مال لے چکا ہے، تو مقبول ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، اگر موکل اس حال میں مرا کہ مدیون خود اس کا وارث ہے، یا دین کو اس کے لیے ہبہ کر دیا، تو موجودہ مال کو لے لے اور اگر ہلاک ہوگیا ہے، تو اس کا تاوان دے الا یہ کہ اس کے وکیل ہونے کی تصدیق کر دے اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا؛ لیکن وکالت کا انکار کیا، تو گویا کہ اس نے قسم کھائی کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کو دائن نے وکیل بنایا ہے، یا نہیں۔

دعویٰ مدیون کی تصدیق

ادعی انه وکیل الغائب الخ: اب تک یہ بات چلی کہ وکیل دعویٰ کرتا تھا کہ میں دین پر قبضہ کرنے کے لیے فلاں کا وکیل ہوں، یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ مدیون ہی خود دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ شخص دین پر قبضہ کرنے کے لیے فلاں غائب کا وکیل ہے، اگر دائن اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دے، تو مدیون کو قرض ادا کرنے

کے لیے کہا جائے گا۔

قَالَ إِنِّي وَكِيلٌ بِقَبْضِ الْوَدِيعَةِ فَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ لَمْ يُؤْمَرْ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ عَلَى الْمَشْهُورِ خِلَافًا لِابْنِ الشِّحْنَةِ، وَلَوْ دَفَعَ لَمْ يَمْلِكْ الِاسْتِرْدَادَ مُطْلَقًا لِمَا مَرَّ وَكَذَا الْحُكْمُ لَوْ ادَّعَى شِرَاءَهَا مِنَ الْمَالِكِ وَصَدَّقَهُ الْمُودَعُ لَمْ يُؤْمَرْ بِالدَّفْعِ؛ لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ عَلَى الْغَيْرِ وَلَوْ ادَّعَى انْتِقَالَهَا بِالْإِرْثِ أَوْ الْوَصِيَّةِ مِنْهُ وَصَدَّقَهُ أُمِرَ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَى مِلْكِ الْوَارِثِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ مُسْتَغْرِقٌ وَلَا بُدَّ مِنَ التَّلَوُّمِ فِيهِمَا لِاحْتِمَالِ ظُهُورِ وَارِثٍ آخَرَ وَلَوْ أَنْكَرَ مَوْتَهُ أَوْ قَالَ لَا أَدْرِي لَا يُؤْمَرُ بِهِ مَا لَمْ يُبَرْهِنْ، وَدَعْوَى الْإِيصَاءِ كَوَكَالَةٍ فَلَيْسَ لِمُودَعِ مَيِّتٍ وَمَدْيُونِهِ الدَّفْعُ قَبْلَ ثُبُوتِ أَنَّهُ وَصِيٌّ، وَلَوْلَا وَصِيٌّ فَدَفَعَ لِبَعْضِ الْوَرَثَةِ بَرِئَ عَنْ حِصَّتِهِ فَقَطْ وَلَوْ وَكَّلَهُ بِقَبْضِ مَالٍ فَادَّعَى الْغَرِيمُ مَا يُسْقِطُ حَقَّ مُوَكِّلِهِ كَأَدَاءٍ أَوْ إِبْرَاءٍ أَوْ إِقْرَارِهِ بِأَنَّهُ مِلْكِي دَفَعَ الْغَرِيمُ الْمَالَ وَلَوْ عَقَارًا إِلَيْهِ أَيْ الْوَكِيلِ لِأَنَّ جَوَابَهُ تَسْلِيمٌ مَا لَمْ يُبَرْهِنْ، وَلَهُ تَحْلِيفُ الْمُوَكِّلِ لَا الْوَكِيلِ؛ لِأَنَّ النِّيَابَةَ لَا تَجْرِي فِي الْيَمِينِ خِلَافًا لِزُفَرَ

ترجمه: کسی نے کہا کہ میں امانت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں، جس کی امانت دار نے تصدیق کی، تو مشہور قول کے مطابق وکیل کو دینے کے لیے امانت دار سے نہیں کہا جائے گا، ابن شحنہ کے خلاف اور اگر امانت دار نے وکیل کو امانت دے دی، تو وہ مطلق واپس لینے کا مالک نہ ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی اور یہی حکم ہے، اگر مالک سے امانت خریدنے کا دعویٰ کیا اور امانت دار نے اس کی تصدیق کی، تو دینے کے لیے نہیں کہا جائے گا، اس لیے کہ یہ غیر شخص پر اقرار ہے اور اگر وکیل نے دعویٰ کیا ارث یا وصیت کی بنیاد پر اس کی طرف امانت کے منتقل ہونے کا، نیز امانت دار نے اس کی تصدیق کی، تو اس کو وکیل کے حوالے کرنے کے لیے کہا جائے گا، دونوں کے ملک وارث پر، متفق ہونے کی وجہ سے، جب کہ میت پر دین مستغرق نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں انتظار ضروری ہے دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال کی وجہ سے اور اگر اس کی موت کا انکار کیا یا کہا کہ میں نہیں جانتا، تو ادا کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا، جب تک گواہ قائم نہ کرے، وصی بنانے کا دعویٰ وکالت کی طرح ہے، لہٰذا میت کے امانت دار اور اس کے مدیون کے لیے جائز نہیں ہے، کہ اس کے وصی ثابت ہونے سے پہلے ادا کرے اور اگر اس کا کوئی وصی نہیں تھا، چناں چہ مدیون نے بعض وارث کو قرض ادا کر دیا تو صرف ان کے حصے سے بری الذمہ ہوگا اور اگر موکل نے، اس کو مال پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا؛ لیکن مدیون نے ایسا دعویٰ کیا جس سے موکل کا حق ساقط ہو جائے، جیسے ادا کر دیا، یا مجھے معاف کر دیا ہے، یا مدیون کا اقرار کہ میری ملک ہے، ان صورتوں میں مدیون مال وکیل کے حوالے کرے، اگر چہ عقار ہو، اس لیے کہ مدیون کا (مذکورہ) جواب (قرض) تسلیم کر لینا ہے، جب تک کہ وہ گواہ نہ لائے اور مدیون کو یہ اختیار ہے کہ وہ موکل سے قسم لے نہ کہ وکیل سے، اس لیے کہ قسم میں نیابت نہیں چلتی ہے، امام زفر کے خلاف۔

رب الودیعۃ کے وکیل کا حکم

قال الی وکیل بقبض الودیعۃ الخ: کسی نے مودع سے کہا کہ میں ودیعت کے مالک کا وکیل ہوں، اس لیے مجھے یہ امانت دے دی جائے، جس کی مودع نے تصدیق بھی کی؛

لیکن مودع کے ذمے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ امانت اس کے حوالے کردے، اس لیے کہ مودع کا یہ اقرار غیر کے حق کے لیے ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وَلَوْ وَكَّلَهُ بِعَيْبٍ فِي أَمَةٍ وَادَّعَى الْبَائِعُ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ رَضِيَ بِالْعَيْبِ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَحْلِفَ الْمُشْتَرِي وَالْفَرْقُ أَنَّ الْقَضَاءَ هُنَا فَسْخٌ لَا يَقْبَلُ التَّدَارُكَ، بِخِلَافِ مَا مَرَّ خِلَافًا لَهُمَا فَلَوْ رَدَّهَا الْوَكِيلُ عَلَى الْبَائِعِ بِالْعَيْبِ فَحَضَرَ الْمُوَكِّلُ وَصَدَّقَهُ عَلَى الرِّضَا كَانَتْ لَهُ لَا لِلْبَائِعِ اتِّفَاقًا فِي الْأَصَحِّ، لِأَنَّ الْقَضَاءَ لَا عَنْ دَلِيلٍ بَلْ لِلْجَهْلِ بِالرِّضَا ثُمَّ ظَهَرَ خِلَافُهُ فَلَا يَنْفُذُ بَاطِنًا نِهَايَةٌ. وَالْمَأْمُورُ بِالْإِنْفَاقِ عَلَى أَهْلٍ أَوْ بِنَاءٍ أَوْ الْقَضَاءِ لِدَيْنٍ أَوْ الشِّرَاءِ أَوْ التَّصَدُّقِ عَنْ زَكَاةٍ إِذَا أَمْسَكَ مَا دُفِعَ إِلَيْهِ وَنَقَدَ مِنْ مَالِهِ نَاوِيًا الرُّجُوعَ كَذَا قَيَّدَ الْخَامِسَةَ فِي الْأَشْبَاهِ حَالَ قِيَامِهِ لَمْ يَكُنْ مُتَبَرِّعًا بَلْ يَقَعُ التَّقَاصُّ اسْتِحْسَانًا إِذَا لَمْ يُضِفْ إِلَى غَيْرِهِ فَلَوْ كَانَتْ وَقْتَ الْإِنْفَاقِ مُسْتَهْلَكَةً وَلَوْ بِصَرْفِهَا لِدَيْنِ نَفْسِهِ أَوْ أَضَافَ الْعَقْدَ إِلَى دَرَاهِمِ نَفْسِهِ ضَمِنَ وَصَارَ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ مُتَبَرِّعًا بِالْإِنْفَاقِ، لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ تَتَعَيَّنُ فِي الْوَكَالَةِ نِهَايَةٌ وَبَزَّازِيَّةٌ، نَعَمْ فِي الْمُنْتَقَى: لَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَقْبِضَ مِنْ مَدْيُونِهِ أَلْفًا وَيَتَصَدَّقَ فَتَصَدَّقَ بِأَلْفٍ لِيَرْجِعَ عَلَى الْمَدْيُونِ جَازَ اسْتِحْسَانًا.

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک کو عیب کی بنیاد پر باندی واپس کرنے کا وکیل بنایا، حالاں کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری عیب سے راضی تھا، تو وکیل بائع کو واپس نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وکیل قسم کھائے، فرق یہ ہے کہ قضاء یہاں فسخ ہے، جو تلافی کو قبول نہیں کرتا ہے، بخلاف اس کے جو گذر چکا، صاحبین کے خلاف، اس لیے اگر وکیل نے عیب کی وجہ سے باندی واپس کردی اور موکل (مشتری) نے حاضر ہو کر بائع کی تصدیق کی کہ میں باندی میں عیب کے ساتھ راضی تھا تو وہ باندی موکل کی ہوگی نہ کہ بائع کی بالاتفاق اصح قول کے مطابق، اس لیے کہ قاضی کا فیصلہ دلیل کی وجہ سے نہیں؛ بل کہ مجہول رضاء کی بنیاد پر تھا، پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا، لہٰذا باطن میں نافذ نہیں ہوگا، جیسا کہ نہایہ میں ہے اور جو اہل یا تعمیر خرچ کرنے، یا دین ادا کرنے، یا شرائی، یا زکوۃ دینے پر مامور ہوا، جب اس نے دیا ہوا مال روک کر، رجوع کی نیت سے اپنا مال خرچ کر دیا، ایسے ہی اشباہ کے اندر زکوۃ میں رجوع کی قید لگائی ہے، نیت کی موجودگی کے حال میں تبرع نہیں ہوگا، بل کہ استحسانا مجرا ہو جائے گا، جب کہ مامور نے (اس مال کو) موکل کے علاوہ کی طرف منسوب نہ کیا ہو لہٰذا اگر خرچ کے وقت دراہم ہلاک ہو جائے اگر اپنا قرض ادا کرتے وقت ہو یا عقد کی اضافت اپنے دراہم کی طرف کرتے وقت ہو، وہ ضامن ہو کر، اپنے لیے خریدار ہوگا اور خرچ کرنے میں متبرع ہوگا، اس لیے کہ دراہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نہایہ اور بزازیہ میں ہے، ہاں ملتقی میں ہے کہ اگر کسی کو وکیل بنایا کہ میرے مدیون سے ایک ہزار لے کر صدقہ کردے، چناں چہ اس نے ایک ہزار خرچ کر دیئے تا کہ مدیون سے واپس لے لے تو استحسانا جائز ہے۔

وکالت بعیب کی صورت میں

ولو وکلہ بعیب الخ: مشتری نے کسی کو عیب کی وجہ سے باندی کو واپس کرنے کے لیے وکیل بنایا، تو وہ وکیل قضائے قاضی کے باوجود اس عیب دار باندی کو واپس نہیں کرسکتا ہاں اگر مشتری یہ قسم کھالے کہ میں اس باندی کے عیب سے راضی نہیں ہوں، تو اب واپس کی جائے گی، اس لیے کہ اس کی واپسی

کی اصل بنیاد عیب ہے نہ کہ قضائے قاضی، جب اس باندی میں عیب ہے، تو اس عیب کی وجہ سے ہی وہ باندی واپس ہوگی اور قضائے قاضی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے یہاں قضائے قاضی فاسد ہے۔

وَصِيٌّ أَنْفَقَ مِنْ مَالِهِ وَ الْحَالُ أَنَّ مَالَ الْيَتِيمِ غَائِبٌ فَهُوَ أَيِ الْوَصِيُّ كَالْأَبِ مُتَطَوِّعٌ إِلَّا أَنْ يُشْهِدَ أَنَّهُ قَرْضٌ عَلَيْهِ أَوْ أَنَّهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ جَامِعُ الْفُصُولَيْنِ وَغَيْرُهُ، وَعَلَّلَهُ فِي الْخُلَاصَةِ بِأَنَّ قَوْلَ الْوَصِيِّ وَإِنِ اُعْتُبِرَ فِي الْإِنْفَاقِ لَكِنْ لَا يُقْبَلُ فِي الرُّجُوعِ فِي مَالِ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالْبَيِّنَةِ.

ترجمہ: وصی نے اپنے مال سے خرچ کر دیا، حالاں کہ یتیم کا مال اس کے پاس موجود نہیں تھا، تو وہ یعنی وصی باپ کی طرح متبرع ہے، الا یہ کہ اس پر گواہ بنالے کہ یہ یتیم پر قرض ہے، یا وہ اس سے واپس لے گا، جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ہے، اور خلاصہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے میں معتبر ہے؛ لیکن یتیم کے مال سے واپس لینے میں مقبول نہیں ہے، مگر گواہ سے۔

انفاق وصی کا حکم

وصی انفق الخ: وصی نے اپنے مال سے یتیم پر خرچ کر دیا، تو اب وہ یتیم کے مال سے واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لیے کہ وہ باپ کی طرح ہے، اس لیے یہ اس کی طرف سے تبرع ہوگا؛ لیکن اگر وہ اس پر گواہ بنالے کہ میں ابھی اپنے مال سے خرچ کر رہا ہوں بعد میں یتیم کے مال سے لے لوں گا تو اس صورت میں لینے کی اجازت ہے۔

فُرُوعٌ: الْوَكَالَةُ الْمُجَرَّدَةُ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ وَبَيَانُهُ فِي الدُّرَرِ صَحَّ التَّوْكِيلُ بِالسَّلَمِ لَا بِقَبُولِ عَقْدِ السَّلَمِ، فَلِلنَّاظِرِ أَنْ يُسْلِمَ مِنْ رَيْعِهِ فِي زَيْتِهِ وَحُصُرِهِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُوَكِّلَ بِهِ مَنْ يَجْعَلُهُ بِجُعْلٍ أَمِينًا عَلَى الْقَرْيَةِ فَيَأْمُرُهُ بِعَقْدِ السَّلَمِ وَيَسْتَلِمُ مِنْهُ عَلَى مَا قَرَّرَ لَهُ بَاطِنًا؛ لِأَنَّهُ وَكِيلُ الْوَاقِفِ وَالْوَكَالَةُ أَمَانَةٌ لَا يَصِحُّ بَيْعُهَا، وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ.

ترجمہ: وہ وکالت جو حقوق العباد سے خالی ہو وہ قضاء کے تحت داخل نہیں ہے، جس کا بیان درر میں ہے، سلم کی توکیل صحیح ہے، نہ کہ عقد سلم قبول کرنے کی، لہٰذا وقف کے ناظر کے لیے جائز ہے وقف کے محاصل سے زیتون اور چٹائی میں عقد سلم کرے؛ لیکن اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس شخص کو عقد سلم کرنے کے لیے وکیل بنائے، جس کو گاؤں پر امین بنایا ہے، چناں چہ ناظر امین کو عقد سلم کرنے کا حکم کرے، اور اس سے وہ رأس المال لے، جو باطن میں مقرر کیا ہے، اس لیے کہ ناظر واقف کا وکیل ہے، اور وکالت امانت ہے، جس کی بیع صحیح نہیں ہے، جس کی پوری بحث شرح وہبانیہ میں ہے۔

وکالت مجردہ کا حکم

الوكالة المجردة الخ: ایسی وکالت جس سے لوگوں کے حقوق متعلق نہیں ہیں، ایسی وکالت میں قضائے قاضی کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

بَابُ عَزْلِ الْوَكِيلِ

الْوَكَالَةُ مِنَ الْعُقُودِ الْغَيْرِ اللَّازِمَةِ كَالْعَارِيَةِ فَلَا يَدْخُلُهَا خِيَارُ شَرْطٍ وَلَا يَصِحُّ الْحُكْمُ بِهَا مَقْصُودًا وَإِنَّمَا يَصِحُّ فِي ضِمْنِ دَعْوَى صَحِيحَةٍ عَلَى غَرِيمٍ وَبَيَانُهُ فِي الدُّرَرِ فَلِلْمُوَكِّلِ الْعَزْلُ مَتَى شَاءَ

مَا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ كَوَكِيلِ خُصُومَةٍ بِطَلَبِ الْخَصْمِ كَمَا سَيَجِيءُ وَلَوْ الْوَكَالَةُ دَوْرِيَّةً فِي طَلَاقٍ وَعَتَاقٍ عَلَى مَا صَحَّحَهُ الْبَزَّازِيُّ، وَسَيَجِيءُ عَنْ الْعَيْنِيِّ خِلَافُهُ فَتَنَبَّهْ بِشَرْطِ عِلْمِ الْوَكِيلِ أَيْ فِي الْقَصْدِيِّ، أَمَّا الْحُكْمِيُّ فَيَثْبُتُ وَيَنْعَزِلُ قَبْلَ الْعِلْمِ كَالرَّسُولِ وَلَوْ عَزَلَهُ قَبْلَ وُجُودِ الشَّرْطِ فِي الْمُعَلَّقِ بِهِ أَيْ بِالشَّرْطِ بِهِ يُفْتَى شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ وَيَثْبُتُ ذَلِكَ أَيْ الْعَزْلُ بِمُشَافَهَةٍ بِهِ وَبِكِتَابَةِ مَكْتُوبٍ بِعَزْلِهِ وَإِرْسَالِهِ رَسُولًا مُمَيِّزًا عَدْلًا أَوْ غَيْرَهُ اتِّفَاقًا حُرًّا أَوْ عَبْدًا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا صَدَّقَهُ أَوْ كَذَّبَهُ، ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ

ترجمہ: وکالت عقود غیر لازمہ میں سے ہے، جیسے عاریت، لہٰذا اس میں خیار شرط داخل نہیں ہوگا، لہٰذا قاضی کے لیے، اس کو ثابت کرنے کے لیے مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ دعویٰ کے ضمن میں صحیح ہے مدیون کے خلاف، جس کا بیان درر میں ہے، لہٰذا موکل کو اختیار ہے وکیل کو معزول کرنے کا جب چاہے، جب تک اس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، جیسے خصومت کا وکیل خصم کے مطالبہ پر، جیسا کہ آرہا ہے، اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق وعتاق میں، جس کی بزازی نے تصحیح کی ہے، حالاں کہ عینی کے حوالے سے اس کے خلاف آرہا ہے، لہٰذا آگاہ رہنا چاہیے، وکیل کی جانکاری کی شرط کے ساتھ، یعنی عزل قصدی میں، بہر حال حکمی میں عزل ثابت ہو جائے گا وکیل کی جانکاری کے بغیر، جیسے قاصد، اگرچہ عزل وجود شرط سے پہلے ہو وجود شرط کے ساتھ (عزل) معلق ہونے کی صورت میں، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے، عزل ثابت ہوتا ہے، سامنے کہنے سے، معزولی کا خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے، خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق، آزاد ہو یا غلام، صغیر ہو کہ کبیر، سچا ہو خواہ جھوٹا، جسے مصنف علام نے "متفرقات القضاء" میں ذکر کیا ہے۔

وکالت کا حکم

الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ الخ: وکالت عقود غیر لازم میں سے ہے، اس لیے موکل جب چاہے وکیل کو معزول کرسکتا ہے، نیز اس کو باقی رکھنے کے لیے قاضی بھی فیصلہ نہیں کرے گا، الا یہ کہ دوسرے کے حقوق ضائع ہو رہے ہوں، تو اس صورت میں، ضابطے کی کارروائی ہوگی، یعنی موکل اب اس کو بذات خود معزول نہیں کرے گا؛ بل کہ اس کو دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنی ہوں گی۔

إِذَا قَالَ الرَّسُولُ الْمُوَكِّلُ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ لِأُبَلِّغَكَ عَزْلَهُ إِيَّاكَ عَنْ وَكَالَتِهِ وَلَوْ أَخْبَرَهُ فُضُولِيٌّ بِالْعَزْلِ فَلَا بُدَّ مِنْ أَحَدِ شَطْرَيْ الشَّهَادَةِ عَدَدٌ أَوْ عَدَالَةٌ كَأَخَوَاتِهَا الْمُتَقَدِّمَةِ فِي الْمُتَفَرِّقَاتِ، وَقَدَّمْنَا أَنَّهُ مَتَى صَدَّقَهُ قُبِلَ وَلَوْ فَاسِقًا اتِّفَاقًا ابْنُ مَلَكٍ وَفَرَّعَ عَلَى عَدَمِ لُزُومِهَا مِنْ الْجَانِبَيْنِ بِقَوْلِهِ

ترجمہ: جب قاصد نے کہا کہ موکل نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، تاکہ میں ان کی طرف سے آپ کو معزول کرنے کی خبر پہنچا دوں اور اگر وکیل کو فضولی نے عزل کی خبر دی، تو شہادت کے دو حصے میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، خواہ عدد کے اعتبار سے ہو یا عدالت کے اعتبار سے، اس کے مانند اور مسئلے جو متفرقات میں مقدم ہو چکے ہیں، پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ جب مخبر کی تصدیق کی جائے، تو اس کی بات مانی جائے گی، اگرچہ فاسق ہو بالاتفاق، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، آگے مصنف علام نے دونوں جانب سے وکالت لازم نہ ہونے کی تفریع کی ہے۔

قاصد کا عزل کی خبر دینا

اذاقال الوسول الخ: قاصد نے وکیل کو خبر دی کہ آپ کو موکل نے معزول کر دیا ہے، تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی نیز ایسی بات کے خبر دی جس میں دو گواہ کی ضرورت ہے، تو اس میں دو آدمی کے خبر دینے کی ضرورت ہے اور جہاں ایک عادل کی گواہی کافی ہے، وہاں ایک عادل آدمی کی خبر کافی ہے۔

فَلِلْوَكِيلِ أَيْ بِالْخُصُومَةِ وَبِشِرَاءِ الْمُعَيَّنِ لَا الْوَكِيلِ بِنِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَبَيْعِ مَالِهِ وَبِشِرَاءِ شَيْءٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ كَمَا فِي الْأَشْبَاهِ عَزْلُ نَفْسِهِ بِشَرْطِ عِلْمِ مُوَكِّلِهِ وَكَذَا يُشْتَرَطُ عِلْمُ السُّلْطَانِ بعزل قاض واما نفسهما والا لا.

ترجمہ: وکیل بالخصومت اور معین چیز خریدنے والے وکیل خود کو معزول کرنے کا مختار ہے نہ کہ موکل کی جانکاری کی شرط کے ساتھ نکاح، طلاق، عتاق اور غیر معین مال بیچنے اور خریدنے کے وکیل کو، جیسا کہ اشباہ میں ہے، ایسے ہی سلطان کی جانکاری شرط ہوگی قاضی اور امام کے خود کو معزول کرنے کی صورت میں، (جانکاری نہیں ہوئی سلطان کو) تو معزول نہیں ہوں گے، جیسا کہ جواہر میں اس کی تفصیل کی ہے۔

وکیل کا خود کو معزول کرنا

فللوكيل اى بالخصومة الخ: خصومت اور معین چیز کی خریداری پر مامور وکیل موکل کو جانکاری دے کر، خود کو معزول کر سکتا ہے، اگر موکل کو خبر نہیں ہے، تو وکیل معزول نہیں ہوگا۔

وكله بقبض الدين ملك عزله إنْ بِغَيْرِ حَضْرَةِ الْمَدْيُونِ، وَإِنْ وَكَّلَهُ بِحَضْرَتِهِ لَا لِتَعَلُّقِ حَقِّهِ بِهِ كَمَا مَرَّ إِلَّا إِذَا عَلِمَ بِهِ بِالْعَزْلِ الْمَدْيُونُ فَحِينَئِذٍ يَنْعَزِلُ. ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَلَوْ دَفَعَ الْمَدْيُونُ دَيْنَهُ إِلَيْهِ أَيْ الْوَكِيلِ قَبْلَ عِلْمِهِ أَيْ الْمَدْيُونِ بِعَزْلِهِ يَبْرَأُ وَبَعْدَهُ لَا لِدَفْعِهِ لِغَيْرِ وَكِيلٍ

ترجمہ: موکل نے دین پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا، تو وہ خود کو معزول کرنے کا مختار ہے، اگر اس کو مدیون کی غیر موجودگی میں وکیل بنایا ہے؛ لیکن اگر اس کو مدیون کی موجودگی میں وکیل بنایا ہے، تو وکیل از خود اپنے کو معزول نہیں کر سکتا ہے، اس کا حق اس کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا، الا یہ کہ مدیون اس کی معزولی کو جان لے، تو اس وقت معزول ہو جائے گا، پھر اس پر اپنے اس قول سے تفریع کی، لہٰذا اگر مدیون نے قرض وکیل کی معزول کی خبر ملنے سے پہلے ہی ادا کر دیا، تو بری ہو جائے گا اور جانکاری کے بعد ادا کرنے کی صورت میں بری نہیں ہوگا، غیر وکیل کو ادا کرنے کی وجہ سے۔

دین پر قبضہ کرنے والے وکیل کا حکم

و كله بقبض الدين الخ: موکل نے کسی کو دین پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا اس کی دو صورتیں ہیں، ایک کہ مدیون کے سامنے اس کو وکیل بنایا، دوم یہ کہ مدیون کی غیر موجودگی میں اس کو وکیل بنایا، اگر مدیون کی غیر موجودگی میں اس کو وکیل بنایا ہے، تو وہ خود کو معزول کرنے کا مختار ہے؛ لیکن اگر اسی کو مدیون کی موجودگی میں وکیل بنایا ہے، تو وہ اب خود کو معزول کرنے کا مختار نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں موکل کے حقوق ضائع ہونے کا امکان ہے؛ البتہ وہ اس صورت میں اس طور پر معزول ہو جائے گا کہ وہ مدیون کو اپنی معزولی کی اطلاع دے دے۔

وَلَوْ عَزَلَ الْعَدْلُ الْمُوَكَّلُ بِبَيْعِ الرَّهْنِ نَفْسَهُ بِحَضْرَةِ الْمُرْتَهِنِ إِنْ رَضِيَ بِهِ بِالْعَزْلِ صَحَّ وَإِلَّا لَا

لِتَعَلُّقِ حَقِّهِ بِهِ، وَكَذَا الْوَكَالَةُ بِالْخُصُومَةِ بِطَلَبِ الْمُدَّعِي عِنْدَ غَيْبَتِهِ كَمَا مَرَّ وَلَيْسَ مِنْهُ تَوْكِيلُهُ بِطَلَاقِهَا بِطَلَبِهَا عَلَى الصَّحِيحِ؛ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهَا فِيهِ وَلَا قَوْلُهُ: كُلَّمَا عَزَلْتُكَ فَأَنْتَ وَكِيلِي لِعَزْلِهِ بِكُلَّمَا وَكَّلْتُكَ فَأَنْتَ مَعْزُولٌ عَيْنِيٌّ وَقَوْلُ الْوَكِيلِ بَعْدَ الْقَبُولِ بِحَضْرَةِ الْمُوَكِّلِ الْغَيْبُ تَوْكِيلِي أَوْ أَنَا بَرِيءٌ مِنَ الْوَكَالَةِ لَيْسَ بِعَزْلٍ كَجُحُودِ الْمُوَكِّلِ بِقَوْلِهِ لَمْ أُوَكِّلْكَ لَا يَكُونُ عَزْلًا إِلَّا أَنْ يَقُولَ الْمُوَكِّلُ لِلْوَكِيلِ وَاللّٰهِ لَا أُوَكِّلُكَ بِشَيْءٍ فَقَدْ عَرَفْتُ تَهَاوُنَكَ فَعَزْلٌ زَيْلَعِيٌّ، لَكِنَّهُ ذَكَرَ فِي الْوَصَايَا أَنَّ جُحُودَهُ عَزْلٌ، وَحَمَلَهُ الْمُصَنِّفُ عَلَى مَا إِذَا وَافَقَهُ الْوَكِيلُ عَلَى التَّرْكِ، لَكِنْ أَثْبَتَ الْقُهُسْتَانِيُّ اخْتِلَافَ الرِّوَايَةِ وَقَدَّمَ الثَّانِي وَعَلَّلَهُ بِأَنَّ جُحُودَهُ مَا عَدَا النِّكَاحَ فَسْخٌ. ثُمَّ قَالَ: وَفِي رِوَايَةٍ لَمْ يَنْعَزِلْ بِالْجُحُودِ اهـ. فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: اور اگر اس عادل وکیل نے مرتہن کے سامنے خود کو معزول کرلیا، جو شئ مرہون کی بیع کے لیے راہن کا وکیل متعین ہوا ہے، اگر مرتہن اس کے عزل سے راضی ہے، تو صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں ہے، اس کے ساتھ اس کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے، ایسے ہی وکالت بالخصومت کی طلب کے وقت مدعیٰ علیہ کے غائب ہونے کی صورت میں، جیسا کہ گذر چکا، اس قسم سے زوجہ کے مطالبہ پر اس کو طلاق دینے کے لیے وکیل بنانے کی صورت نہیں ہے صحیح قول کے مطابق، اس لیے کہ زوجہ کا اس میں حق نہیں ہے، نیز یہ قسم (بھی) اس میں داخل نہیں ہے کہ موکل کہے "کلما عزلتک فانت وکیلی" "کلما وکلتک فانت معزول" کی وجہ سے اس کے معزول ہوجانے کی وجہ سے، جیسا کہ عینی میں ہے، وکالت قبول کرنے کے بعد موکل کی موجودگی میں وکیل کا کہنا کہ میں نے اپنی وکالت لغو کی، یا میں وکالت سے بری ہوں، تو یہ عزل نہیں ہے، جیسے موکل کا یہ کہہ کر انکار کرنا میں نے تجھ کو وکیل نہیں بنایا ہے، عزل نہیں ہوگا، الا یہ کہ موکل وکیل سے کہے خدا کی قسم میں نے تجھ کو کسی چیز کا وکیل نہیں بنایا ہے، میں نے تیری سستی جان لی، تو معزول ہوگا، جیسا کہ زیلعی میں ہے؛ لیکن مصنف علامؒ نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا ہے کہ موکل کا انکار عزل ہے، اس کو مصنف علام نے اس صورت پہ محمول کیا ہے کہ وکیل وکالت چھوڑنے میں موکل کی موافقت کرے؛ لیکن قہستانی نے اختلاف ذکر کر کے دوسرے کو مقدم کیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ نکاح کے بعد اس کا انکار فسخ ہے، پھر انھوں نے کہا کہ ایک روایت کے مطابق انکار سے وکیل معزول نہیں ہوتا ہے، بات پوری ہوئی، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

عادل وکیل کا خود کو معزول کرلینا

و عزل العدل الموکل الخ: راہن نے شئ مرہون کو بیچنے کے لیے کسی عادل کو وکیل بنایا اب اس عادل وکیل نے مرتہن کی موجودگی میں اپنے آپ کو معزول کرلیا، اگر مرتہن اس کے عزل سے راضی ہے، تو وہ معزول ہوجائے گا ورنہ معزول نہیں ہوگا، اس کی رضامندی کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس عادل وکیل سے اس کے حقوق متعلق ہیں، اس کے اپنے آپ کو معزول کرلینے کی صورت میں اس کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کی رضا کی شرط لگائی گئی ہے۔

وَيَنْعَزِلُ الْوَكِيلُ بِلَا عَزْلٍ بِنِهَايَةِ الشَّيْءِ الْمُوَكَّلِ فِيهِ كَأَنْ وَكَّلَهُ بِقَبْضِ دَيْنٍ فَقَبَضَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ وَكَّلَهُ بِنِكَاحٍ فَزَوَّجَهُ الْوَكِيلُ بَزَّازِيَّةٌ، وَلَوْ بَاعَ الْمُوَكِّلُ وَالْوَكِيلُ مَعًا أَوْ لَمْ يُعْلَمِ السَّابِقُ فَبَيْعُ

الْمُوَكِّلِ أَوْلَى عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَشْتَرِكَانِ وَيُخَيَّرَانِ كَمَا فِي الِاخْتِيَارِ وَغَيْرِهِ وَ يَنعزِلُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا وَجُنُونِهِ مُطْبِقًا بِالْكَسْرِ. أَيْ مُسْتَوْعِبًا سَنَةً عَلَى الصَّحِيحِ دُرَرٌ وَغَيْرُهَا، لَكِنْ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنْ الْمُضْمَرَاتِ شَهْرٌ، وَبِهِ يُفْتَى وَكَذَا فِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَالْبَاقَانِيِّ وَجَعَلَهُ قَاضِي خَانْ فِي فَصْلٍ فِيمَا يُقْضَى بِالْمُجْتَهَدَاتِ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَنَّ عَلَيْهِ الْفَتْوَى فَلْيُحْفَظْ وَ بِالْحُكْمِ بِلُحُوقِهِ مُرْتَدًّا ثُمَّ لَا تَعُودُ بِعَوْدِهِ مُسْلِمًا عَلَى الْمَذْهَبِ وَلَا بِإِفَاقَتِهِ بَحْرٌ.

ترجمہ: معاملہ اپنی انتہاء کو پہنچنے کی صورت میں وکیل معزول کیے بغیر ہی معزول ہو جائے گا، جیسا کہ وکیل کو دین پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا تھا؛ لیکن موکل نے خود قبضہ کرلیا، یا اس کو نکاح کا وکیل بنایا اور خود نکاح کیا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اگر موکل و وکیل دونوں نے ساتھ بیع کی؛ لیکن یہ معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہے، تو موکل کی بیع اولی ہوگی امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں (مشتری) شریک ہیں اور (بیع باقی رکھنے اور فسخ کرنے میں) مختار ہیں، جیسا کہ اختیار وغیرہ میں ہے، دونوں میں سے ایک کی موت سے وکیل معزول ہو جائے گا اور ایک کے سال بھر پاگل رہنے کی وجہ سے، صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے؛ لیکن شرنبلالیہ میں مضمرات کے حوالے سے ایک مہینہ ہے، اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی قہستانی اور باقانی میں ہے قاضی خاں نے اس کو "فیما یقضی بالمجتهدات" کی فصل میں امام ابوحنیفہ کا قول قرار دیا ہے، نیز یہ کہ اسی پر فتویٰ ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہو کر دار الحرب چلے جانے کی صورت میں وکالت ختم ہو جاتی ہے، پھر وکالت نہیں لوٹتی ہے، مسلمان ہو کر دار الاسلام آنے کے باوجود، صحیح مذہب کے مطابق اور نہ ہی جنون ختم ہونے سے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

بلاعزل وکیل کا معزول ہونا

وینعزل الوکیل بلاعزل الخ: کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے وکیل عزل کیے بغیر ہی معزول ہو جاتا ہے، یعنی جس کام کے لیے وکیل بنایا تھا وہ کام پورا ہو گیا، جیسے وکیل کو دین پر قبضہ کرنے کے لیے ذمہ دار بنایا تھا اب موکل نے خود دین پر قبضہ کرلیا، یا دونوں میں سے کوئی ایک احکام شرعیہ کا مکلف نہ رہا جیسے موت ہوگئی یا پاگل ہو گیا، ایسی صورت میں وکیل خود بخود معزول ہو جائے گا۔

وَفِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ: وَاعْلَمْ أَنَّ الْوَكَالَةَ إِذَا كَانَتْ لَازِمَةً لَا تَبْطُلُ بِهَذِهِ الْعَوَارِضِ فَلِذَا قَالَ إِلَّا الْوَكَالَةَ اللَّازِمَةَ إِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْعَدْلَ أَوْ الْمُرْتَهِنَ بِبَيْعِ الرَّهْنِ عِنْدَ حُلُولِ الْأَجَلِ فَلَا يَنعزِلُ بِالْعَزْلِ، وَلَا بِمَوْتِ الْمُوَكِّلِ وَجُنُونِهِ كَالْوَكِيلِ بِالْأَمْرِ بِالْيَدِ وَالْوَكِيلِ بِبَيْعِ الْوَفَاءِ لَا يَنعزِلَانِ بِمَوْتِ الْمُوَكِّلِ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْخُصُومَةِ أَوْ الطَّلَاقِ بَزَّازِيَّةٌ. قُلْتُ: وَالْحَاصِلُ كَمَا فِي الْبَحْرِ أَنَّ الْوَكَالَةَ بِبَيْعِ الرَّهْنِ لَا تَبْطُلُ بِالْعَزْلِ حَقِيقِيًّا أَوْ حُكْمِيًّا وَلَا بِالْخُرُوجِ عَنْ الْأَهْلِيَّةِ بِجُنُونٍ وَرِدَّةٍ، وَفِيمَا عَدَاهَا مِنْ اللَّازِمَةِ لَا تَبْطُلُ بِالْحَقِيقِيِّ بَلْ بِالْحُكْمِيِّ وَبِالْخُرُوجِ عَنْ الْأَهْلِيَّةِ. قُلْتُ: فَإِطْلَاقُ الدُّرَرِ فِيهِ نَظَرٌ وَ يَنعزِلُ بِافْتِرَاقِ أَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ وَلَوْ بِتَوْكِيلِ ثَالِثٍ بِالتَّصَرُّفِ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ الْوَكِيلُ ؛ لِأَنَّهُ عَزْلٌ حُكْمِيٌّ.

ترجمہ: شرح مجمع میں ہے کہ جان لے کہ جب وکالت لازم ہوتی ہے، تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی ہے، اسی لیے

مصنف علامؒ نے کہا، مگر وکالت لازمہ، جب راہن، یا مرتہن نے مدت کی آمد پر شئ رہن کو بیچنے کے لیے کسی عادل شخص کو وکیل بنایا، تو وہ عزل کرنے سے معزول نہیں ہوگا اور نہ ہی موکل کے مرنے اور پاگل ہونے سے، جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفاء کا وکیل، یہ دونوں موکل کی موت کی وجہ سے معزول نہیں ہوں گے، بخلاف وکالت بالخصومت، یا طلاق کے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، خلاصہ یہ کہ، جیسا کہ بحر میں ہے کہ بیع الرہن کی وکالت عزل سے باطل نہیں ہوگی، حقیقتاً ہو یا حکماً اور نہ ہی جنون یا ردت کی بنیاد پر اہلیت سے نکلنے کی وجہ سے، اور ان کے سوا وکالت لازمہ حقیقی سے باطل نہیں ہوتی ہے؛ بل کہ حکمی سے اور اہلیت سے نکلنے کی بنیاد پر، میں کہتا ہوں درر کے اطلاق میں بحث ہے، نیز دونوں شریک میں سے ایک کے جدا ہونے سے وکیل معزول ہوجاتا ہے، اگر تصرف کے لیے تیسرے آدمی نے وکیل بنایا ہے، اگرچہ وکیل نہ جانتا ہو، اس لیے کہ عزل حکمی ہے۔

وکالت لازمہ کا حکم

وفی شرح المجمع الخ: ایک ہے وکالت غیر لازمہ اس میں معزول کی بات چلتی ہے اور وکالت کا دوسرا طریقہ وکالت لازمہ ہے، وکالت لازمہ سے وہ وکالت مراد ہے، جس میں دوسرے کے حقوق متعلق ہوں، اس میں معزولی کی بات نہیں چلتی ہے، اس لیے کہ معزولی کی صورت میں دوسرے کے حقوق ضائع ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ "لان التوكيل في هذا النوع صار لازما لتعلق حق الغير به"۔ (العنایۃ مع الفتح: ۸/ ۱۴۲)

وَ يَنْعَزِلُ بِعَجْزِ مُوَكِّلِهِ لَوْ مُكَاتَبًا وَحَجْرِهِ أَيْ مُوَكِّلُهُ لَوْ مَأْذُونًا كَذَلِكَ أَيْ عَلِمَ أَوْ لَا، لِأَنَّهُ عَزْلٌ حُكْمِيٌّ كَمَا مَرَّ، وَهَذَا إِذَا كَانَ وَكِيلًا فِي الْعُقُودِ وَالْخُصُومَةِ، أَمَّا إِذَا كَانَ وَكِيلًا فِي قَضَاءِ دَيْنٍ وَاقْتِضَائِهِ وَقَبْضِ وَدِيعَةٍ فَلَا يَنْعَزِلُ بِحَجْرٍ وَعَجْزٍ، وَلَوْ عَزَلَ الْمَوْلَى وَكِيلَ عَبْدِهِ الْمَأْذُونِ لَمْ يَنْعَزِلْ وَ يَنْعَزِلُ بِتَصَرُّفِهِ أَيِ الْمُوَكِّلِ بِنَفْسِهِ فِيمَا وَكَّلَ فِيهِ تَصَرُّفًا يَعْجِزُ الْوَكِيلُ عَنِ التَّصَرُّفِ مَعَهُ وَإِلَّا لَا، كَمَا لَوْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً وَالْعِدَّةُ بَاقِيَةٌ فَلِلْوَكِيلِ تَطْلِيقُهَا أُخْرَى لِبَقَاءِ الْمَحَلِّ، وَلَوِ ارْتَدَّ الزَّوْجُ أَوْ لَحِقَ؛ وَقَعَ طَلَاقُ وَكِيلِهِ مَا بَقِيَتِ الْعِدَّةُ وَتَعُودُ الْوَكَالَةُ إِذَا عَادَ إِلَيْهِ أَيِ الْمُوَكِّلِ قَدِيمُ مِلْكِهِ كَأَنْ وَكَّلَهُ بِبَيْعٍ فَبَاعَ مُوَكِّلُهُ ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ فَسْخٌ بَقِيَ عَلَى وَكَالَتِهِ أَوْ بَقِيَ أَثَرُهُ أَيْ أَثَرُ مِلْكِهِ كَمَسْأَلَةِ الْعِدَّةِ بِخِلَافِ مَا لَوْ تَجَدَّدَ الْمِلْكُ.

ترجمہ: وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے (بدل کتابت سے) عاجز ہونے کی وجہ سے اگر موکل مکاتب ہو اور موکل کے محجور ہونے سے، اگر وہ ماذون (فی التجارت) ہو، ایسے ہی یعنی وکیل معزولی کو جانے یا نہ جانے، اس لیے کہ یہ عزل حکمی ہے، جیسا کہ گذر چکا اور یہ (عزل) اس وقت ہے، جب وہ عقود اور خصومت میں وکیل ہو؛ لیکن اگر وہ ادائے دین، طلب دین اور قبض ودیعت میں وکیل ہو، تو موکل کے عجز اور حجر کی وجہ سے معزول نہیں ہوگا اور اگر مولیٰ نے اپنے ماذون غلام کے وکیل کو معزول کر دیا، تو وہ معزول نہیں ہوگا، ہاں معزول ہوگا موکل کے از خود تصرف کرنے سے اس معاملے میں جس میں تصرف کرنے کے لیے اس کو وکیل بنایا ہے، اس صورت میں کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو اور اگر (اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز نہیں ہے) تو معزول نہیں ہوگا، جیسے اگر موکل نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور عدت باقی ہے، تو وکیل کو دوسری طلاق دینے کا اختیار ہے، محل باقی رہنے کی وجہ سے اور اگر شوہر مرتد ہوگیا یا دار الحرب چلا گیا، تو جب تک عدت باقی

ہے، اس کے وکیل کی طلاق واقع ہوگی اور وکالت لوٹ آئے گی جب اس کی (موکل کی) طرف اس کی قدیم ملکیت لوٹ آئے، جیسے ایک شخص کو بیع کا وکیل کر کے موکل نے از خود بیع کر لی، پھر فسخ کی صورت ہو کر موکل کو وہ سامان واپس ہو گیا، تو وہ (سابقہ) وکالت پر باقی ہے، یا موکل کی ملکیت کا اثر باقی رہے، جیسے عدت کا مسئلہ، بخلاف اس کے کہ اگر ملکیت جدید ہو جائے۔

موکل کے عاجز ہو جانے کی صورت میں

و ینعزل بعجز موکله الخ: موکل مکاتب تھا، اس نے کسی کو وکیل بنایا، ابھی وکیل نے تصرف نہیں کیا تھا کہ وہ مکاتب موکل بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا، جس کی وجہ سے آقا نے اس کو پھر غلام بنا لیا، غلام بنانے کی صورت میں اس کے اختیارات چوں کہ ختم ہو گئے، اس لیے اس کا وکیل بھی اب مختار نہیں رہا، اس لیے وہ معزول ہو جائے گا۔

فُرُوعٌ: فِي الْمُلْتَقَطِ عَزَلَ وَكَتَبَ لَا يَنْعَزِلُ مَالَمْ يَصِلْهُ الْكِتَابُ. وَكَّلَ غَائِبًا ثُمَّ عَزَلَهُ قَبْلَ قَبُولِهِ صَحَّ وَبَعْدَهُ لَا. دَفَعَ إِلَيْهِ قُمْقُمَةً لِيَدْفَعَهَا إِلَى إِنْسَانٍ يُصْلِحُهَا فَدَفَعَهَا وَنَسِيَ لَا يَضْمَنُ الْوَكِيلُ بِالدَّفْعِ. أَبْرَأَهُ مِمَّا لَهُ عَلَيْهِ بَرِئَ مِنَ الْكُلِّ قَضَاءً، وَأَمَّا فِي الْآخِرَةِ فَلَا إِلَّا بِقَدْرِ مَا يَتَوَهَّمُ أَنَّ لَهُ عَلَيْهِ. وَفِي الْأَشْبَاهِ: قَالَ لِمَدْيُونِهِ مَنْ جَاءَكَ بِعَلَامَةِ كَذَا أَوْ مَنْ أَخَذَ إِصْبَعَكَ أَوْ قَالَ لَكَ كَذَا فَادْفَعْ إِلَيْهِ لَمْ يَصِحَّ؛ لِأَنَّهُ تَوْكِيلُ الْمَجْهُولِ فَلَا يَبْرَأُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ. وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ قَالَ:

وَمَنْ قَالَ أَعْطِ الْمَالَ قَابِضَ خِنْصِرٍ ☆ فَأَعْطَاهُ لَمْ يَبْرَأْ وَبِالْمَالِ يَخْسَرُ
وَبِعْهُ وَبِعْ بِالنَّقْدِ أَوْ بِعْ لِخَالِدٍ ☆ فَخَالَفَهُ قَالُوا يَجُوزُ التَّغَيُّرُ
وَفِي الدَّفْعِ قُلْ قَوْلُ الْوَكِيلِ مُقَدَّمٌ ☆ كَذَا قَوْلُ رَبِّ الدَّيْنِ وَالْخَصْمُ يُجْبَرُ
وَلَوْ قَبَضَ الدَّلَّالُ مَالَ الْمَبِيعِ كَيْ ☆ يُسَلِّمَهُ مِنْهُ وَضَاعَ يُشَطَّرُ

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ (وکیل کو) معزول کر کے خط لکھ دیا، تو وہ معزول نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو خط نہ مل جائے، غائب شخص کو وکیل بنایا، پھر قبول کرنے سے پہلے اس کو معزول کیا، تو صحیح ہے اور قبول کے بعد (بغیر جانکاری کے) صحیح نہیں ہے، وکیل کو آفتابہ دیا، تا کہ وہ ایسے انسان کو دے، جو اس کو درست کرے، چناں چہ اس نے درست کرنے کے لیے دے دیا؛ لیکن وہ بھول گیا (کہ درست کرنے کے لیے کس کو دیا ہے) تو محض دینے سے وکیل ضامن نہیں ہوگا، دائن نے مدیون کو اس دین سے بری کر دیا، جو اس پر تھا، تو کل دین سے بری ہو جائے گا بہر حال آخرت میں اتنا ہی معاف ہوگا، جتنا کہ دائن کے دل میں ہے اور اشباہ میں ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا جو شخص آپ کے پاس ایسی علامت سے آئے، یا آپ کی انگلی پکڑ لے، یا یہ بات کہے، تو اس کو دین ادا کر دیجیے، تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ یہ توکیل مجہول ہے، لہٰذا دین وکیل کے حوالے کرنے کی صورت میں مدیون بری نہیں ہوگا، وہبانیہ میں ہے کہ جس شخص نے کہا کہ خنصر پکڑنے والے کو مال دے دیجیے، چناں چہ اس نے اس کو دے دیا، تو وہ بری نہیں ہوگا اور اس کو دوبارہ مال دینا ہوگا، موکل نے وکیل سے کہا اس کو بیچ دے اور نقد بیچ، یا خالد کے ہاتھ بیچ؛ لیکن اس نے مخالفت کی، علماء کہتے ہیں کہ (اتنا) تغیر جائز ہے، مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے، ایسے ہی صاحب دین کا قول مقدم ہے اور موکل مجبور کیا جائے گا اور اگر دلال نے ثمن پہ قبضہ کیا، تا کہ بائع کے حوالے کر دے اور وہ ضائع ہو گیا، تو نقصان

دلال اور بائع کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔

وکیل کی معزولی کا وقت في الملقفط عزل و كتب الخ: موکل نے کسی کو وکیل بنایا وہ وکیل امور مفوضہ کی انجام دہی کے لیے چلا گیا، اس دوران موکل نے اس وکیل کو تحریری طور پر معزول کر دیا، تو وہ وکیل اس وقت تک معزول نہیں ہوگا جب تک کہ اس وکیل کو معزولی کا وہ خط نہیں مل جائے، خط ملتے ہی وہ معزول ہو جائے گا؛ لیکن اگر وکیل کو وکالت کی خبر نہیں ہو سکی، اسی دوران اس کو معزول کر دیا، تو وکیل کو اطلاع ملے، یا نہ ملے دونوں صورتوں میں معزول ہو جائے گا۔

كِتَابُ الدَّعْوٰى

لَا يَخْفَى مُنَاسَبَتُهَا لِلْوَكَالَةِ بِالْخُصُومَةِ هِيَ لُغَةً قَوْلٌ يَقْصِدُ بِهِ الْإِنْسَانُ إِيجَابَ حَقٍّ عَلَى غَيْرِهِ وَأَلِفُهَا لِلتَّأْنِيثِ فَلَا تُنَوَّنُ وَجَمْعُهَا دَعَاوَى بِفَتْحِ الْوَاوِ كَفَتْوَى وَفَتَاوَى دُرَرٌ، لَكِنْ جَزَمَ فِي الْمِصْبَاحِ بِكَسْرِهَا أَيْضًا فِيهِمَا مُحَافَظَةً عَلَى أَلِفِ التَّأْنِيثِ، وَشَرْعًا قَوْلٌ مَقْبُولٌ عِنْدَ الْقَاضِي يُقْصَدُ بِهِ طَلَبُ حَقٍّ قِبَلَ غَيْرِهِ خَرَجَ الشَّهَادَةُ وَالْإِقْرَارُ أَوْ دَفْعَهُ أَيْ دَفْعَ الْخَصْمِ عَنْ حَقِّ نَفْسِهِ دَخَلَ دَعْوَى دَفْعِ التَّعَرُّضِ فَتُسْمَعُ بِهِ يُفْتَى بَزَّازِيَّةٌ، بِخِلَافِ دَعْوَى قَطْعِ النِّزَاعِ فَلَا تُسْمَعُ سِرَاجِيَّةٌ وَهَذَا إِذَا أُرِيدَ بِالْحَقِّ فِي التَّعْرِيفِ الْأَمْرُ الْوُجُودِيُّ، فَلَوْ أُرِيدَ مَا يَعُمُّ الْوُجُودِيَّ وَالْعَدَمِيَّ لَمْ يَحْتَجْ لِهَذَا الْقَيْدِ. وَالْمُدَّعِي مَنْ إِذَا تَرَكَ دَعْوَاهُ تُرِكَ أَيْ لَا يُجْبَرُ عَلَيْهَا وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِخِلَافِهِ أَيْ يُجْبَرُ عَلَيْهَا، فَلَوْ فِي الْبَلْدَةِ قَاضِيَانِ كُلٌّ فِي مَحَلَّةٍ فَالْخِيَارُ لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ بِهِ يُفْتَى بَزَّازِيَّةٌ وَلَوِ الْقُضَاةُ فِي الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ عَلَى الظَّاهِرِ، وَبِهِ أَفْتَيْتُ مِرَارًا بَحْرٌ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَلَوِ الْوِلَايَةُ لِقَاضِيَيْنِ فَأَكْثَرَ عَلَى السَّوَاءِ فَالْعِبْرَةُ لِلْمُدَّعِي، نَعَمْ لَوْ أَمَرَ السُّلْطَانُ إِجَابَةَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَزِمَ اعْتِبَارُهُ لِعَزْلِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهَا كَمَا مَرَّ مِرَارًا. قُلْتُ: وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا كَانَ كُلُّ قَاضٍ عَلَى مَحَلَّةٍ عَلَى حِدَةٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ فِي الْمِصْرِ حَنَفِيٌّ وَشَافِعِيٌّ وَمَالِكِيٌّ وَحَنْبَلِيٌّ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ أَوْ وِلَايَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَقَعَ الْخِلَافُ فِي إِجَابَةِ الْمُدَّعِي لِمَا أَنَّهُ صَاحِبُ الْحَقِّ كَذَا بِخَطِّ الْمُصَنِّفِ عَلَى هَامِشِ الْبَزَّازِيَّةِ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: اس کی مناسبت وکالت بالخصومت سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ لغت میں وہ قول ہے، جس سے آدمی دوسرے پر اپنا حق ثابت کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اس کا الف تانیث کے لیے ہے، لہٰذا اس پر تنوین نہیں آئے گی اور اس کی جمع دعاوی واو پر فتح کے ساتھ (آتی ہے) جیسے فتویٰ اور فتاویٰ، جیسا کہ درر میں ہے؛ لیکن مصباح میں ان دونوں کے اندر واو پہ کسرے کے ساتھ بھی یقین کیا ہے، الف تانیث کی حفاظت کی غرض سے، اور شریعت میں وہ قول ہے، جو قاضی کے پاس مقبول ہو، جس کے ذریعے دوسرے شخص سے طلب حق کا ارادہ کیا جائے، اس سے شہادت اور اقرار نکل گئے، یا خصم اس کا دفاع کرے، اپنی ذات کے حق سے، دعوائے تعرض کا دفاع داخل ہے، لہٰذا مسموع ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، بخلاف دعوائے قطع النزاع کے وہ مسموع نہیں ہوگا، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور تعریف میں دفاع کی قید اس وقت ہے، جب حق سے امر وجودی کا ارادہ کیا ہو، لہٰذا اگر

ایسا ارادہ کیا ہے، جو وجودی اور عدمی کو عام ہو، تو اس قید کی ضرورت نہیں ہے، مدعی جب دعویٰ چھوڑ دے، تو چھوڑ دیا جائے گا، یعنی اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ لیکن مدعی علیہ کا حکم اس کے خلاف ہے، یعنی اس کو اس پر مجبور کیا جائے گا، لہٰذا اگر شہر میں دو قاضی ہوں، دونوں (الگ الگ) محلے میں ہوں، تو امام محمد کے نزدیک مدعی علیہ کو اختیار ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اگر چاروں مذہب کے قاضی ہوں، ظاہر قول کے مطابق اس پر میں نے بار بار فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا دو یا زیادہ قاضیوں کی ولایت برابر ہو، تو مدعی کا اعتبار ہوگا، جی اگر سلطان نے (کسی قاضی سے) مدعی علیہ کو جواب دینے کے لیے کہا، تو اس کا اعتبار لازم ہے، مدعی علیہ کی طرف منسوب ہو کر دوسرے قاضی کے معزول ہو جانے کی وجہ سے، جیسا کہ بار بار گذر چکا ہے، یہ اختلاف اس صورت میں ہے، جب ہر قاضی الگ الگ محلے میں ہوں؛ لیکن اگر ایک ہی شہر میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی قاضی ایک ہی حکومت کے تحت ایک ہی مجلس میں ہوں، تو مناسب نہیں ہے کہ مدعی کو جواب دینے میں، اختلاف واقع ہو، اس لیے کہ وہ صاحب حق ہے، جیسا کہ بزازیہ کے حاشیے پر مصنف علام کے نوٹ میں ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

دعویٰ کے لغوی معنی

هی لغة الخ: دعویٰ کے لغوی معنی ایسی بات جس سے انسان دوسرے پر اپنا حق ثابت کرے۔

اصطلاحی معنی

و شرعا قول مقبول الخ: ایسے شخص کی مجلس میں کسی حق کا مطالبہ کہ پایۂ ثبوت کو پہنچنے کی صورت میں وہ اپنا حق لے سکے، دعویٰ کہلاتا ہے۔

مدعی کا دعویٰ ترک کر دینا

و المدعی من اذا ترک دعواه الخ: مدعی نے دعویٰ دائر کرنے کے بعد، اس سے دست بردار ہو گیا، تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس نے اپنا حق چھوڑ دیا، تو دوسرے کو کیا پڑی ہے؟ لیکن اگر مدعی علیہ حق کی ادائے گی میں پہلوتہی سے کام لے رہا ہے، تو اس کو حق دینے کے لیے مجبور کیا جائے گا۔

وَرُكْنُهَا إِضَافَةُ الْحَقِّ إِلَى نَفْسِهِ لَوْ أَصِيلًا كَلِيَ عَلَيْهِ كَذَا أَوْ إِضَافَتُهُ إِلَى مَنْ نَابَ الْمُدَّعِي مَنَابَهُ كَوَكِيلٍ وَوَصِيٍّ عِنْدَ النِّزَاعِ مُتَعَلِّقٌ بِإِضَافَةِ الْحَقِّ.

ترجمہ: اس کا رکن نزاع کے وقت حق کو اپنی طرف منسوب کرنا، اگر اصیل ہو، جیسے میرا اس پر اتنا ہے، یا حق کو اس کی طرف منسوب کرنا، جو مدعی کا قائم مقام ہو، جیسے وکیل ووصی، "عند النزاع" اضافت حق کے ساتھ متعلق ہے۔

دعویٰ کا رکن

ور کنها الخ: دعوی کا رکن یہ ہے کہ مدعی نزاع کے وقت حق کو اپنی طرف منسوب کرے، خواہ اصیل کی شکل میں ہو، جیسے مدعی خود دعویٰ کرے، یا قائم کی شکل میں ہو، جیسے وکیل یا وصی دعویٰ دائر کرے۔

وَأَهْلُهَا الْعَاقِلُ الْمُمَيِّزُ وَلَوْ صَبِيًّا لَوْ مَأْذُونًا فِي الْخُصُومَةِ وَإِلَّا لَا أَشْبَاهٌ.

ترجمہ: دعویٰ کا اہل عاقل ممیز ہے، اگر چہ بچہ ہو اور وہ بچہ خصومت میں ماذون ہو، ورنہ نہیں، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

دعویٰ کا اہل

و اهلها العاقل الخ: دعویٰ کرنے کا اہل وہ شخص ہے، جو عقل تمیز کا مالک ہو، تا کہ وہ اچھی طرح سے مقدمہ کی پیروی کر سکے۔

شَرْطُ جَوَازِ الدَّعْوَى وَشَرْطُهَا أَيْ شَرْطُ جَوَازِ الدَّعْوَى مَجْلِسُ الْقَضَاءِ وَحُضُورُ خَصْمِهِ فَلَا

يُقْضَى عَلَى غَائِبٍ وَهَلْ يَحْضُرُهُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى؟ إِنْ بِالْمِصْرِ أَوْ بِحَيْثُ يَبِيتُ بِمَنْزِلِهِ نَعَمْ وَإِلَّا فَحَتَّى يُبَرْهِنَ أَوْ يَحْلِفَ مُنْيَةٌ وَمَعْلُومِيَّةُ الْمَالِ الْمُدَّعَى إِذْ لَا يُقْضَى بِمَجْهُولٍ، وَلَا يُقَالُ مُدَّعًى فِيهِ وَبِهِ إِلَّا أَنْ يَتَضَمَّنَ الْإِخْبَارَ وَ شَرْطُهَا أَيْضًا كَوْنُهَا مُلْزِمَةً شَيْئًا عَلَى الْخَصْمِ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَإِلَّا كَانَ عَبَثًا وَكَوْنُ الْمُدَّعَى مِمَّا يَحْتَمِلُ الثُّبُوتَ فَدَعْوَى مَا يَسْتَحِيلُ وُجُودُهُ عَقْلًا أَوْ عَادَةً بَاطِلَةٌ لِتَيَقُّنِ الْكَذِبِ فِي الْمُسْتَحِيلِ الْعَقْلِيِّ كَقَوْلِهِ لِمَعْرُوفِ النَّسَبِ أَوْ لِمَنْ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ هَذَا ابْنِي، وَظُهُورُهُ فِي الْمُسْتَحِيلِ الْعَادِي كَدَعْوَى مَعْرُوفٍ بِالْفَقْرِ أَمْوَالًا عَظِيمَةً عَلَى آخَرَ أَنَّهُ أَقْرَضَهُ إِيَّاهَا دَفْعَةً وَاحِدَةً أَوْ غَصَبَهَا مِنْهُ، فَالظَّاهِرُ عَدَمُ سَمَاعِهَا بَحْرٌ، وَبِهِ جَزَمَ ابْنُ الْغَرْسِ فِي الْفَوَاكِهِ الْبَدْرِيَّةِ.

ترجمہ: اس کی شرط یعنی جواز دعویٰ کی شرط مجلس قضاء اور خصم کی موجودگی ہے، لہٰذا غائب پر فیصلہ نہیں ہوگا اور کیا قاضی مدعیٰ علیہ کو محض دعویٰ سے حاضر ہونے کے لیے کہے گا؟ اگر اسی شہر میں ہو یا اس طور پر کہ (جواب دے کر) اپنے گھر میں رات گذار سکے، تو محض دعویٰ سے ہی حاضر ہونے کے لیے کہے، ورنہ یہاں تک کہ گواہ لائے، یا قسم کھائے اور اس مال کا معلوم ہونا جس کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس لیے کہ مجہول کا فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے، مال مدعیٰ کو مدعیٰ فیہ و بہ نہ کہا جائے، الا یہ کہ معنی اخبار کو متضمن ہو، دعوی کی شرط یہ بھی ہے کہ وہ شئ ثبوت کے بعد خصم پر لازم ہو، لازم نہ ہونے کی صورت میں دعویٰ بے کار ہوگا، نیز یہ شرط ہے کہ شئ مدعیٰ ان چیزوں میں سے ہو، جس کا ثابت ہونا ممکن ہو، لہٰذا ایسی چیز کا دعویٰ جس کا وجود عقلا یا عادۃ محال ہو (اس کا دعویٰ) باطل ہے، عقلا وجود محال ہونے کی بنیاد پر جھوٹ کے یقین ہونے کی وجہ سے، جیسے معروف النسب یا ایسے بچے کو اپنا بچہ کہنا کہ اس جیسا بچہ ایسے آدمی سے پیدا نہیں ہوسکتا ہے اور عادۃ ظہور محال ہونے کی مثال، جیسے مفلس مشہور کا دوسرے شخص اموال عظیمہ کا دعوی کہ میں نے اس کو اتنا ایک ہی مرتبہ میں قرض دیا ہے یا اس نے اس کو غصب کرلیا ہے، ظاہرا یہ دعویٰ غیر سموع ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، ابن الغرس نے "فواکہ بدریہ" میں اسی پر یقین کیا ہے۔

دعویٰ کی شرط

و شرطھا ای شرط جواز الدعوی الخ: دعویٰ جائز ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے، قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کرنے کے بعد ہی مقدمہ قابل سماعت ہوگا، دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کا دعویٰ کیا جارہا ہے وہ معلوم و متعین ہو، تاکہ شئ مجہول پر فیصلہ لازم نہ آئے، ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز سے متعلق دعویٰ کیا جارہا ہے وہ شئ مدعیٰ علیہ پر لازم ہو، ایسا نہ ہو کہ جب شئ مدعی کے لیے ثابت ہوجائے، تو مدعیٰ علیہ مکر جائے اور بولے کہ یہ تو اسی کی تھی، یہ بھی ایک شرط ہے، کہ ایسی چیز کا دعویٰ نہ ہو جس کا وجود عقلا یا عادتا محال ہو، اس کی مثال ترجمے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

وَحُكْمُهَا وُجُوبُ الْجَوَابِ عَلَى الْخَصْمِ وَهُوَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِلَا أَوْ بِنَعَمْ، حَتَّى لَوْ سَكَتَ كَانَ إِنْكَارًا فَتُسْمَعُ الْبَيِّنَةُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَخْرَسَ اخْتِيَارٌ وَسَنُحَقِّقُهُ. وَسَبَبُهَا تَعَلُّقُ الْبَقَاءِ الْمُقَدَّرِ بِتَعَاطِي الْمُعَامَلَاتِ فَلَوْ كَانَ مَا يَدَّعِيهِ مَنْقُولًا فِي يَدِ الْخَصْمِ ذَكَرَ الْمُدَّعِي أَنَّهُ فِي يَدِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ مَرْهُونًا فِي يَدِهِ أَوْ مَحْبُوسًا بِالثَّمَنِ فِي يَدِهِ وَطَلَبَ الْمُدَّعِي إِحْضَارَهُ إِنْ

أَمْكَنَ فَعَلَى الْغَرِيمِ إِحْضَارُهُ لِيُشَارَ إِلَيْهِ فِي الدَّعْوَى وَالشَّهَادَةِ وَالِاسْتِحْلَافِ وَذَكَرَ الْمُدَّعِي قِيمَتَهُ إِنْ تَعَذَّرَ إِحْضَارُ الْعَيْنِ بِأَنْ كَانَ فِي نَقْلِهَا مُؤْنَةٌ وَإِنْ قَلَّتْ ابْنُ كَمَالٍ مَعْزِيًّا لِلْخِزَانَةِ بِهَلَاكِهَا أَوْ غَيْبَتِهَا لِأَنَّهُ مِثْلُهُ مَعْنًى وَإِنْ تَعَذَّرَ إِحْضَارُهَا مَعَ بَقَائِهَا كَرَحًى وَصُبْرَةِ طَعَامٍ وَقَطِيعِ غَنَمٍ بَعَثَ الْقَاضِي أَمِينَهُ لِيُشَارَ إِلَيْهَا وَإِلَّا تَكُنْ بَاقِيَةً اكْتَفَى فِي الدَّعْوَى بِذِكْرِ الْقِيمَةِ وَقَالُوا لَوْ ادَّعَى أَنَّهُ غَصَبَ مِنْهُ عَيْنَ كَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ قِيمَتَهَا تُسْمَعُ فَيُحَلَّفُ خَصْمُهُ أَوْ يُجْبَرُ عَلَى الْبَيَانِ دُرَرٌ وَابْنُ مَلَكٍ وَلِهَذَا لَوْ ادَّعَى أَعْيَانًا مُخْتَلِفَةَ الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ وَذَكَرَ قِيمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً كَفَى ذَلِكَ الْإِجْمَالُ عَلَى الصَّحِيحِ، وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ أَوْ يَحْلِفُ عَلَى الْكُلِّ مَرَّةً وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ قِيمَةَ كُلِّ عَيْنٍ عَلَى حِدَةٍ لِأَنَّهُ لَمَّا صَحَّ دَعْوَى الْغَصْبِ بِلَا بَيَانٍ فَلَأَنْ يَصِحَّ إِذَا بَيَّنَ قِيمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً بِالْأَوْلَى، وَقِيلَ فِي دَعْوَى السَّرِقَةِ يُشْتَرَطُ ذِكْرُ الْقِيمَةِ لِيُعْلَمَ كَوْنُهَا نِصَابًا، فَأَمَّا فِي غَيْرِهَا فَلَا يُشْتَرَطُ عِمَادِيَّةٌ وَهَذَا كُلُّهُ فِي دَعْوَى الْعَيْنِ لَا الدَّيْنِ. فَلَوْ ادَّعَى قِيمَةَ شَيْءٍ مُسْتَهْلَكٍ اشْتَرَطَ بَيَانَ جِنْسِهِ وَنَوْعِهِ فِي الدَّعْوَى وَالشَّهَادَةِ لِيَعْلَمَ الْقَاضِي بِمَاذَا يَقْضِي.

ترجمہ: دعویٰ کا حکم یہ ہے کہ خصم یعنی مدعیٰ علیہ پر "لا" یا "نعم" سے جواب واجب ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ خاموش رہا، تو یہ انکار سمجھ کر اس کے خلاف گواہی سنی جائے گی، الا یہ کہ گونگا ہو، جیسا کہ اختیار میں ہے، عن قریب ہم اس کی تحقیق کریں گے، اور اس کا سبب بقائے عالم ہے معاملات کے استعمال سے، تو اگر مدعی نے ایسی منقول چیز کا دعویٰ کیا ہے، جو خصم کے ہاتھ میں ہے، تو مدعی کہے کہ اس کے ہاتھ میں وہ شیٔ ناحق ہے، اس کے ہاتھ میں مرہون یا ثمن کے عوض محبوس ہونے کی وجہ سے اور مدعی اس چیز کو حاضر کرنے کا مطالبہ کرے، اگر حاضر کرنا ممکن ہو، لہٰذا خصم پر اس کا حاضر کرنا لازم ہے، تاکہ دعویٰ، شہادت اور استحلاف میں اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے، مدعی اس کی قیمت بیان کرے، اگر عین کا حاضر کرنا مشکل ہو، اس طور پر کہ اس کو منتقل کرنے میں مشقت ہو، اگرچہ کم ہو، جیسا کہ ابن کمال نے خزانہ کے حوالے سے صراحت کی ہے، اس کے ہلاک یا غائب ہو جانے کی صورت میں، اس لیے کہ معنیً مثلی ہے اور اگر عین کی بقا کے ساتھ اس کا حاضر کرنا ناممکن ہو، جیسے چکی، غلے کا ڈھیر اور بکری کا گلہ، تو قاضی اپنا امین بھیجے، تاکہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے اور اگر وہ شیٔ باقی نہ ہو، تو دعویٰ میں اس کی قیمت کا تذکرہ کافی ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری فلانی چیز غصب کی ہے؛ لیکن اس کی قیمت بیان نہیں کی ہے، تو دعویٰ مسموع ہو کر خصم سے قسم لی جائے گی، یا نہیں، تو قیمت بیان کرائی جائے گی، جیسا کہ درر میں ہے، نیز ابن کمال نے صراحت کی ہے، اسی لیے اگر مدعی نے مختلف الجنس والنوع والصفت کا دعویٰ کیا اور ہر ایک کی قیمت اکٹھی بیان کر دی، تو یہ اجمال صحیح قول کے مطابق صحیح ہے (نیز قیمت بیان کرنے کے بارے میں) مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے یا مدعی کا خصم ہر ایک پر اکھٹے قسم کھائے، اگرچہ ہر چیز کی علاحدہ قیمت بیان نہیں کی، اس لیے کہ جب غصب کا دعویٰ بلا بیان قیمت کے صحیح ہے، تو ہر ایک کی اجمال طور پر قیمت بیان کرنے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ صحیح ہوگا، کہا گیا چوری کے دعویٰ میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے، تاکہ اس کا نصاب جان لیا جائے؛ لیکن اس کے علاوہ میں شرط نہیں ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور یہ سب عین کے دعویٰ میں ہے، نہ کہ دین

کے دعویٰ میں، اگر ہلاک شدہ شی کی قیمت کا دعویٰ کیا، تو دعویٰ اور شہادت میں اس کے جنس اور نوع کا بیان شرط ہے، تا کہ قاضی جان لے کہ کیا فیصلہ کرے۔

دعویٰ کا حکم

وحكمها وجوب الجواب الخ: دعویٰ کا حکم یہ ہے کہ مدعی جب دعویٰ کر لے، تو مدعیٰ علیہ پر لازم ہے کہ وہ مدعی کے دعوے کا جواب ہاں یا نہیں سے جواب دے، ہاں سے جواب دینے کی صورت میں کوئی جھول جھمیلہ نہیں ہے، اس لیے کہ مدعی جو مطالبہ کر رہا ہے وہ مدعیٰ علیہ تسلیم کر رہا ہے، البتہ مدعیٰ علیہ کے انکار کی صورت میں قضاء کے معروف طریقے چلیں گے۔

وَاخْتُلِفَ فِي بَيَانِ الذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ فِي الدَّابَّةِ فَشَرَطَهُ أَبُو اللَّيْثِ أَيْضًا وَاخْتَارَهُ فِي الِاخْتِيَارِ، وَشَرَطَ الشَّهِيدُ بَيَانَ السِّنِّ أَيْضًا وَتَمَامُهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ. وَفِي دَعْوَى الْإِيدَاعِ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ مَكَانَهُ أَيْ مَكَانَ الْإِيدَاعِ سَوَاءٌ كَانَ لَهُ حَمْلٌ أَوْ لَا وَفِي الْغَصْبِ أَنَّ لَهُ حَمْلًا وَمُؤْنَةً فَلَا بُدَّ لِصِحَّةِ الدَّعْوَى مِنْ بَيَانِهِ وَإِلَّا حَمْلَ لَهُ لَا وَفِي غَصْبِ غَيْرِ الْمِثْلِيِّ يُبَيِّنُ قِيمَتَهُ يَوْمَ غَصْبِهِ عَلَى الظَّاهِرِ عِمَادِيَّةٌ.

ترجمہ: جانور کے نر اور مادہ کے بیان میں اختلاف ہے، چناں چہ فقیہ ابو اللیث نے اس کو بھی شرط قرار دی ہے، اس کو اختیار میں پسند کیا ہے اور شہید نے عمر کا بیان بھی شرط قرار دی ہے، جس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے، ایداع کے دعوے میں، ایداع کے مکان کا بیان ضروری ہے، خواہ ایداع بار برداری ہو یا نہ ہو اور غصب کے دعویٰ میں اگر اس کے بار برداری میں مشقت ہو، تو صحت دعویٰ کے لیے مکان کا بیان ضروری ہے؛ لیکن اگر اس کے لیے بار برداری نہیں ہے، تو مکان کا بیان ضروری نہیں ہے، اور غیر مثلی کے غصب میں غصب کے دن کی قیمت کا بیان ضروری ہے، ظاہری قول کے مطابق، جیسا کہ عمادیہ میں ہے۔

جانور کے دعویٰ میں نر مادہ کی تفصیل

و اختلف في بيان الخ: یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ عین کے دعوے میں اس کی قیمت کا بیان کرنا ضروری ہے، اس لیے جن حضرات نے یہ محسوس کیا کہ جانور کے نر و مادہ کا بیان ہوئے بغیر اس کی صحیح قیمت کا اندازہ نہیں لگ سکتا ہے چوں کہ بعض مرتبہ خود مدعی صحیح قیمت نہیں لگا پاتا ہے، اس لیے ان حضرات نے جانور کے دعویٰ میں نر و مادہ کی تفصیل شرط قرار دی اور جن حضرات نے یہ محسوس کیا کہ محض قیمت کی تفصیل سے دعویٰ کی کارروائی آگے بڑھانے کے لیے راہ ہموار ہو جاتی ہے، اس لیے ان حضرات نے صرف قیمت کی تفصیل کو کافی قرار دیا۔

وَيُشْتَرَطُ التَّحْدِيدُ فِي دَعْوَى الْعَقَارِ كَمَا يُشْتَرَطُ فِي الشَّهَادَةِ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ الْعَقَارُ مَشْهُورًا خِلَافًا لَهُمَا إِلَّا إِذَا عَرَفَ الشُّهُودُ الدَّارَ بِعَيْنِهَا فَلَا يَحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِ حُدُودِهَا كَمَا لَوْ ادَّعَى ثَمَنَ الْعَقَارِ لِأَنَّهُ دَعْوَى لِدَيْنٍ حَقِيقَةً بَحْرٌ وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ بَلْدَةٍ بِهَا الدَّارُ ثُمَّ الْمَحَلَّةِ ثُمَّ السِّكَّةِ فَيَبْدَأُ بِالْأَعَمِّ ثُمَّ الْأَخَصِّ فَالْأَخَصِّ كَمَا فِي النَّسَبِ وَيَكْتَفِي بِذِكْرِ ثَلَاثَةٍ فَلَوْ تَرَكَ الرَّابِعَ صَحَّ، وَإِنْ ذَكَرَهُ وَغَلِطَ فِيهِ لَا مُلْتَقَى لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يَخْتَلِفُ بِهِ ثُمَّ إِنَّمَا يَثْبُتُ الْغَلَطُ بِإِقْرَارِ الشَّاهِدِ فُصُولَيْنِ وَذِكْرِ أَسْمَاءِ أَصْحَابِهَا أَيِ الْحُدُودِ وَأَسْمَاءِ أَنْسَابِهِمْ، وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ الْجَدِّ لِكُلِّ

مِنْهُمْ إِنْ لَمْ يَكُنِ الرَّجُلُ مَشْهُورًا وَإِلَّا اكْتَفَى بِاسْمِهِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَ ذِكْرِ أَنَّهُ أَيِ الْعَقَارَ فِي يَدِهِ لِيَصِيرَ خَصْمًا وَيَزِيدُ عَلَيْهِ بِغَيْرِ حَقٍّ إِنْ كَانَ الْمُدَّعَى مَنْقُولًا لِمَا مَرَّ وَلَا تَثْبُتُ يَدُهُ فِي الْعَقَارِ بِتَصَادُقِهِمَا بَلْ لَا بُدَّ مِنْ بَيِّنَةٍ أَوْ عِلْمِ قَاضٍ لِاحْتِمَالِ تَزْوِيرِهِمَا بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ لِمُعَايَنَةِ يَدِهِ، ثُمَّ هٰذَا لَيْسَ عَلَى إِطْلَاقِهِ بَلْ إِذَا ادَّعَى الْعَقَارَ مِلْكًا مُطْلَقًا. أَمَّا فِي دَعْوَى الْغَصْبِ وَ دَعْوَى الشِّرَاءِ مِنْ ذِي الْيَدِ فَلَا يَفْتَقِرُ لِبَيِّنَةٍ، لِأَنَّ دَعْوَى الْفِعْلِ كَمَا تَصِحُّ عَلَى ذِي الْيَدِ تَصِحُّ عَلَى غَيْرِهِ أَيْضًا بَزَّازِيَّةٌ وَ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ لِتَوَقُّفِهِ عَلَى طَلَبِهِ وَلِاحْتِمَالِ رَهْنِهِ أَوْ حَبْسِهِ بِالثَّمَنِ وَبِهِ اسْتَغْنَى عَنْ زِيَادَةِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَافْهَمْ.

ترجمہ: عقار کے دعویٰ میں چوحدی کا بیان شرط ہے، جیسا کہ اس پر گواہی دینے میں تحدید شرط ہے، اگر چہ عقار مشہور ہو، صاحبین کے خلاف، الا یہ کہ گواہ گھر کو اس کی تعین کے ساتھ جانتے ہوں، تو اس کے حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ اگر عقار کے ثمن کا دعویٰ کیا (تو تحدید ضروری نہیں ہے) اس لیے کہ یہ حقیقت میں دین کا دعویٰ ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، اس شہر کا بیان ضروری ہے، جس میں وہ گھر ہے، پھر محلہ، پھر کوچہ، لہٰذا وہ عام سے شروع کرے، پھر خاص، پھر اخص، جیسا کہ نسب میں ہوتا ہے، تین طرف کا بیان کافی ہے لہٰذا اگر چوتھے کو چھوڑ دیا، تو صحیح ہے اور اگر چوحدی بیان کرنے میں غلطی کی، تو صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ملتقی میں ہے، اس لیے کہ مدعیٰ اس سے مختلف ہو جاتا ہے، پھر غلطی شاہد کے اقرار سے ثابت ہوگی، جیسا کہ فصولین میں ہے، چوحدی والوں کے نام، ان کے انساب کا ذکر کرے جو دادا تک ضروری ہے، اگر آدمی مشہور نہ ہو، ورنہ اس کا نام کافی ہے، مقصود حاصل ہو جانے کی وجہ سے، نیز یہ ذکر کرے کہ وہ عقار اس کے ہاتھ میں ہے، تا کہ وہ خصم ہو جائے، مدعی اس پر بغیر حق کا اضافہ کرے، اگر مدعیٰ منقول ہو، اس وکیل کی وجہ سے جو گذر چکی، مدعیٰ علیہ کا قبضہ فریقین کے باہم تصدیق کرنے سے ثابت نہیں ہوتا ہے، بل کہ گواہی یا علم قاضی ضروری ہے، دونوں پر جھوٹ کا گمان ہونے کی وجہ سے، بخلاف منقول کے اس کا قبضہ نظر آنے کی وجہ سے، پھر یہ (بینہ یا علم قاضی) مطلقاً شرط نہیں ہے، بل کہ (اس وقت ہے) جب عقار میں مطلقاً (سبب ملک کے بغیر) ملک کا دعویٰ کرے؛ بہر حال غصب ہونے اور صاحب قبضہ سے خریدنے کے دعوے میں، بینہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ فعل کا دعویٰ جیسے قابض کے خلاف صحیح ہے، غیر قابض کے خلاف بھی صحیح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، مدعی ذکر کرے کہ وہ مدعیٰ علیہ سے اس کا مطالبہ کرتا ہے، اس کی طلب پر موقوف ہونے کی وجہ سے، نیز رہن کے احتمال یا ثمن کے عوض میں محبوس کے احتمال کی وجہ سے، اس کی وجہ سے "بغیر حق" کی زیادتی کی ضرورت نہیں رہی، اس کو سمجھ لینا چاہیے۔

عقار میں دعویٰ کا طریقہ

ویشترط التحدید الخ: مدعی عقار کا دعویٰ کرے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ چوحدی بھی بیان کرے، اس لیے کہ عقار کا تعارف اسی سے ہوتا ہے۔

وَلَوْ كَانَ مَا يَدَّعِيهِ دَيْنًا مَكِيلًا أَوْ مَوْزُونًا نَقْدًا أَوْ غَيْرَهُ ذَكَرَ وَصْفَهُ لِأَنَّهُ لَا يُعْرَفُ إِلَّا بِهِ.

ترجمہ: جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے وہ دین ہے، خواہ مکیلی ہو، یا موزونی، نقد ہو یا اور کچھ، اس کے وصف کو ذکر کرے، اس لیے کہ ایسی چیز وصف سے ہی جانی جاتی ہے۔

دین میں دعویٰ کا طریقہ

ولو کان مایدعیہ الخ: مدعی اگر دین کا دعویٰ کرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس چیز کا وصف بھی بیان کرے، تا کہ اس چیز کا تعارف ہوجائے کہ قاضی کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہوجائے۔

وَلَا بُدَّ فِي دَعْوَى الْمِثْلِيَّاتِ مِنْ ذِكْرِ الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ وَالْقَدْرِ وَسَبَبِ الْوُجُوبِ فَلَوْ ادَّعَى كُرَّ بُرٍّ دَيْنًا عَلَيْهِ وَلَمْ يَذْكُرْ سَبَبًا لَمْ تُسْمَعْ؛ وَإِذَا ذَكَرَ، فَفِي السَّلَمِ إِنَّمَا لَهُ الْمُطَالَبَةُ فِي مَكَانِ عَيَّنَاهُ، وَفِي نَحْوِ قَرْضٍ وَغَصْبٍ وَاسْتِهْلَاكٍ فِي مَكَانِ الْقَرْضِ وَنَحْوِهِ بَحْرٌ فَلْيُحْفَظْ.

مثلیات میں دعویٰ کا طریقہ

ولا بد فی دعوی المثلیات الخ: مثلیات کا دعوی کرنے والے مدعی پر لازم ہے کہ شیٔ کی جنس نوع، صفت، قدر اور سبب ملک کو بھی بیان کرے، ان شرائط کو پوری نہ کرنے کی صورت میں اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا۔

وَيَسْأَلُ الْقَاضِي الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَنِ الدَّعْوَى فَيَقُولُ إِنَّهُ ادَّعَى عَلَيْكَ كَذَا فَمَاذَا تَقُولُ بَعْدَ صِحَّتِهَا وَإِلَّا تَصْدُرُ صَحِيحَةً لَا يَسْأَلُ لِعَدَمِ وُجُوبِ جَوَابِهِ فَإِنْ أَقَرَّ فِيهَا أَوْ أَنْكَرَ فَبَرْهَنَ الْمُدَّعِي قَضَى عَلَيْهِ بِلَا طَلَبِ الْمُدَّعِي وَإِلَّا يُبَرْهِنْ حَلَّفَهُ الْحَاكِمُ بَعْدَ طَلَبِهِ إِذْ لَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهِ الْيَمِينَ فِي جَمِيعِ الدَّعَاوَى إِلَّا عِنْدَ الثَّانِي فِي أَرْبَعٍ عَلَى مَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ، قَالَ: وَأَجْمَعُوا عَلَى التَّحْلِيفِ بِلَا طَلَبٍ فِي دَعْوَى الدَّيْنِ عَلَى الْمَيِّتِ. وَإِذَا قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَا أُقِرُّ وَلَا أُنْكِرُ لَا يُسْتَحْلَفُ بَلْ يُحْبَسُ لِيُقِرَّ أَوْ يُنْكِرَ دُرَرٌ، وَكَذَا لَوْ لَزِمَ السُّكُوتَ بِلَا آفَةٍ عِنْدَ الثَّانِي خُلَاصَةٌ. قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَبِهِ أَفْتَيْت لِمَا أَنَّ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِ الثَّانِي فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالْقَضَاءِ اهـ. ثُمَّ نُقِلَ عَنْ الْبَدَائِعِ: الْأَشْبَهُ أَنَّهُ إِنْكَارٌ فَيُسْتَحْلَفُ، قَيَّدْنَا بِتَحْلِيفِ الْحَاكِمِ لِأَنَّهُمَا لَوْ اصْطَلَحَا عَلَى أَنْ يَحْلِفَ عِنْدَ غَيْرِ قَاضٍ وَيَكُونُ بَرِيئًا فَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّ الْقَاضِي مَعَ طَلَبِ الْخَصْمِ وَلَا عِبْرَةَ بِالْيَمِينِ وَلَا نُكُولَ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي فَلَوْ بَرْهَنَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى حَقِّهِ يُقْبَلُ وَإِلَّا يُحَلِّفُهُ ثَانِيًا عِنْدَ قَاضٍ بَزَّازِيَّةٌ إِلَّا إِذَا كَانَ حَلَّفَهُ الْأَوَّلُ عِنْدَهُ فَيَكْفِي دُرَرٌ. وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ الْقُنْيَةِ أَنَّ التَّحْلِيفَ حَقُّ الْقَاضِي، فَمَا لَمْ يَكُنْ بِاسْتِحْلَافِهِ لَمْ يُعْتَبَرْ. وَكَذَا لَوْ اصْطَلَحَا أَنَّ الْمُدَّعِيَ لَوْ حَلَفَ فَالْخَصْمُ ضَامِنٌ لِلْمَالِ وَحَلَفَ أَيْ الْمُدَّعِي لَمْ يَضْمَنْ الْخَصْمُ لِأَنَّ فِيهِ تَغْيِيرَ الشَّرْعِ. وَالْيَمِينُ لَا تُرَدُّ عَلَى مُدَّعٍ لِحَدِيثِ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَحَدِيثُ الشَّاهِدِ وَالْيَمِينِ ضَعِيفٌ، بَلْ رَدَّهُ ابْنُ مَعِينٍ، بَلْ أَنْكَرَهُ الرَّاوِي عَيْنِيٌّ.

ترجمہ: قاضی مدعی علیہ سے دعویٰ کے بارے میں پوچھے، چناں چہ وہ کہے کہ تجھ پر فلاں نے ایسا دعویٰ کیا ہے، تو تو کیا کہتا ہے، (یہ پوچھنا) صحت دعویٰ کے بعد ہو اور اگر دعویٰ صحیح ثابت نہ ہو، تو نہ پوچھے جواب دینا واجب نہ ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اگر اقرار کرے، تو ٹھیک ہے اور اگر انکار کرے، تو مدعی گواہ لائے اور قاضی مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ کرے مطالبۂ مدعی کے بغیر، اگر مدعی گواہ نہ لا سکے، تو قاضی مدعی کے مطالبہ پر مدعی علیہ سے قسم لے، اس لیے کہ تمام دعاوی میں قسم کے لیے مدعی کا مطالبہ

ضروری ہے، مگر امام ابو یوسف کے نزدیک چار دعاوی میں جیسا کہ بزازیہ میں ہے، نیز صاحب بزازیہ نے کہا کہ احناف نے، میت پر دین کے دعوی میں بغیر طلب کے قسم کھلانے پر اجماع کیا ہے اور جب مدعیٰ علیہ کہے میں نہ اقرار کروں گا نہ انکار، تو اس سے قسم نہ لی جائے؛ بل کہ اس کو قید کرے، تا کہ وہ اقرار کرے، یا انکار کرے، جیسا کہ درر میں ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک بلا مرض کے خاموش رہنے کی صورت میں قید کیا جائے گا، جیسا کہ خلاصہ میں ہے، بحر میں کہا میں نے اسی کا فتویٰ دیا، اس لیے کہ متعلقات قضاء میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے، پھر بدائع سے نقل کیا کہ (عدم اقرار وانکار) انکار کے زیادہ مشابہ ہے، اس لیے قسم لی جائے گی، ہم نے قسم کی تحلیف قاضی کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لیے کہ اگر دونوں نے مصالحت کر لی کہ مدعیٰ علیہ قاضی کے علاوہ دوسرے کے پاس قسم کھا کر بری ہو جائے گا، تو یہ باطل ہے، اس لیے کہ قسم کھلانا خصم کے مطالبہ پر قاضی کا حق ہے اور غیر قاضی کے پاس قسم کھانے اور اس سے انکار کا کوئی اعتبار نہیں (غیر قاضی کے پاس قسم کھانے کے بعد) مدعی اپنے حق پر گواہ لائے، تو گواہ مقبول ہوں گے، ورنہ قاضی کے پاس مدعیٰ علیہ سے دوسری مرتبہ قسم لی جائے گی، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، الا یہ کہ مدعیٰ علیہ کی پہلی قسم قاضی کے پاس ہو تو وہ کافی ہے، جیسا کہ درر میں ہے، مصنف علام نے قنیہ سے نقل کی ہے کہ قسم لینا قاضی کا حق ہے، لہٰذا اگر قاضی قسم نہ لے، تو اعتبار نہیں ہوگا، ایسے ہی اگر فریقین نے مصالحت کر لی کہ اگر مدعی قسم کھالے، تو مدعیٰ علیہ مال کا ضامن ہوگا، (اس کے مطابق) مدعی نے قسم کھالی، تو مدعیٰ علیہ ضامن نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس میں شریعت کو بدلنا ہے، اس لیے کہ قسم مدعی پر نہیں پھیری جاتی، ''گواہ مدعی پر ہے'' الحدیث کی وجہ سے اور ''شاہد والیمین'' والی حدیث ضعیف ہے؛ بل کہ اس کو ابن معین نے رد کیا ہے اور راوی حدیث نے انکار کیا ہے، جیسا کہ عینی میں ہے۔

فیصلہ کا طریقہ

و بسأ القاضي المدعى عليه الخ: جب دعویٰ ثابت ہو جائے، تو قاضی کے ذمے یہ ہے کہ وہ مدعیٰ علیہ سے پوچھے کہ تم فلاں نے ایسا دعویٰ کیا ہے، تو تم کیا کہتے ہو، قاضی کے سامنے مدعی اقرار کرے، تو قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کر دے اور اگر انکار کرے، تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے، اگر وہ گواہ لے آئے، تو گواہی کے مطابق فیصلہ کر دے؛ لیکن اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے، تو مدعی کے مطالبہ پر مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر فیصلہ کر دے اور اگر مدعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار ایسی صورت میں حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک مدعیٰ علیہ کو مقید کیا جائے گا، تا کہ وہ یا تو اقرار کرے یا انکار؛ لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک اس کو انکار پر محمول کر کے مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر مقدمے کا فیصلہ کر دیا جائے گا، فقہاء نے صاحبینؒ کے قول کی تصحیح کی ہے ''قال في البحر و في المجمع و لو قال لا اقر و لا انكر فالقاضي لا يستحلفه قال الشارح بل يحبسه عند ابي حنيفة حتى يقر او ينكر و قالا يستحلف و في البدائع انه انكار و هو تصحيح لقولهما كما لا يخفى فان الاشبه من الفاظ التصحيح كما في البزازية۔ (ردالمحتار: ج۸،ص۲۹۵)

بَرْهَنَ الْمُدَّعِي عَلَى دَعْوَاهُ وَطَلَبَ مِنَ الْقَاضِي أَنْ يُحَلِّفَ الْمُدَّعِي أَنَّهُ مُحِقٌّ فِي الدَّعْوَى أَوْ عَلَى أَنَّ الشُّهُودَ صَادِقُونَ أَوْ مُحِقُّونَ فِي الشَّهَادَةِ لَا يُجِيبُهُ الْقَاضِي إلَى طَلَبِهِ لِأَنَّ الْخَصْمَ لَا يَحْلِفُ مَرَّتَيْنِ فَكَيْفَ الشَّاهِدُ لِأَنَّ لَفْظَ أَشْهَدُ عِنْدَنَا يَمِينٌ، وَلَا يُكَرِّرُ الْيَمِينُ لِأَنَّا أُمِرْنَا بِإِكْرَامِ الشُّهُودِ وَلِذَا لَوْ عَلِمَ الشَّاهِدُ أَنَّ الْقَاضِيَ يُحَلِّفُهُ وَيَعْمَلُ بِالْمَنْسُوخِ لَهُ الِامْتِنَاعُ عَنْ أَدَاءِ

الشَّهَادَةِ لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ بَزَّازِيَّةٌ. وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ فِي الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ الَّذِي لَمْ يُذْكَرْ لَهُ سَبَبٌ أَحَقُّ مِنْ بَيِّنَةِ ذِي الْيَدِ لِأَنَّهُ الْمُدَّعِي وَالْبَيِّنَةُ لَهُ بِالْحَدِيثِ، بِخِلَافِ الْمُقَيَّدِ بِسَبَبٍ كَنِتَاجٍ وَنِكَاحٍ فَالْبَيِّنَةُ لِذِي الْيَدِ إِجْمَاعًا كَمَا سَيَجِيءُ. وَقَضَى الْقَاضِي عَلَيْهِ بِنُكُولِهِ مَرَّةً لَوْ نُكُولُهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي حَقِيقَةً بِقَوْلِهِ لَا أَحْلِفُ أَوْ حُكْمًا كَأَنْ سَكَتَ وَعُلِمَ أَنَّهُ مِنْ غَيْرِ آفَةٍ كَخَرَسٍ وَطَرَشٍ فِي الصَّحِيحِ سِرَاجٌ وَعَرْضُ الْيَمِينِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْقَضَاءُ أَحْوَطُ. وَهَلْ يُشْتَرَطُ الْقَضَاءُ عَلَى فَوْرِ النُّكُولِ، خِلَافٌ دُرَرٌ، وَلَمْ أَرَ فِيهِ تَرْجِيحًا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ. قُلْتُ: قَدَّمْنَا أَنَّهُ يُفْتَرَضُ الْقَضَاءُ فَوْرًا إِلَّا فِي ثَلَاثٍ. قُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَحْلِفَ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ وَالْقَضَاءُ عَلَى حَالِهِ مَاضٍ دُرَرٌ فَبَلَغَتْ طُرُقُ الْقَضَاءِ ثَلَاثًا، وَعَدَّهَا فِي الْأَشْبَاهِ سَبْعًا: بَيِّنَةٌ، وَإِقْرَارٌ، وَيَمِينٌ، وَنُكُولٌ عَنْهُ، وَقَسَامَةٌ، وَعِلْمُ قَاضٍ عَلَى الْمَرْجُوحِ، وَالسَّابِعُ قَرِينَةٌ قَاطِعَةٌ كَأَنْ ظَهَرَ مِنْ دَارٍ خَالِيَةٍ إِنْسَانٌ خَائِفٌ بِسِكِّينٍ مُتَلَوِّثٍ بِدَمٍ فَدَخَلُوهَا فَوْرًا فَرَأَوْا مَذْبُوحًا لِحِينِهِ أُخِذَ بِهِ إِذْ لَا يَمْتَرِي أَحَدٌ أَنَّهُ قَاتِلُهُ.

ترجمہ: مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے، اس پر مدعیٰ علیہ نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ مدعی قسم کھائے کہ وہ اپنے دعویٰ میں حق پر ہے، یا یہ کہ گواہ سچے ہیں، یا یہ کہ گواہی دینے میں حق بجانب ہیں، تو قاضی اس کے مطالبے کو نہ مانے، اس لیے کہ مدعیٰ علیہ سے جب دوبارہ قسم نہیں لی جاتی ہے، تو گواہ سے قسم کیسے لی جائے گی، اس لیے کہ لفظ "اشہد" ہمارے نزدیک قسم ہے اور یمین میں تکرار نہیں ہے، نیز گواہوں کے اکرام کا حکم ہے، اسی لیے اگر گواہ جان لی کہ قاضی ان سے قسم لے کر منسوخ پر عمل کرے گا، تو ان کے لیے ادائے شہادت سے رک جانے کا اختیار ہے، اسی لیے کہ اس صورت میں ادائے گواہی لازم نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، ملک مطلق یعنی جس میں سبب ملک ذکر نہ ہو اس میں خارج شخص کا بینہ صاحب قبضہ سے زیادہ حق دار ہے، اس لیے کہ وہ مدعی ہے اور حدیث کی وجہ سے بینہ اس کے لیے ہے، بخلاف ملک مقید بسبب کے، جیسے نتاج نکاح، چناں چہ بینہ صاحب قبضہ کے لیے ہے بالاجماع جیسا کہ آرہا ہے قاضی نے مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ دیا قاضی کی مجلس میں اس کے انکار کی بنیاد پر، خواہ اس کا انکار حقیقۃً ہو، جیسے میں قسم نہیں کھاؤں گا، یا وہ خاموش رہا اور قاضی جانتا ہے کہ اس کی خاموشی بغیر آفت جیسے گونگے، بہرے کے ہے، صحیح قول کے مطابق، جیسا کہ سراج میں ہے، تین مرتبہ قسم پیش کر کے فیصلہ کرانا احوط ہے اور کیا قسم سے انکار کی صورت میں فوراً فیصلہ دینا شرط ہے، اس میں اختلاف ہے، جیسا کہ درر میں ہے، میں نے اس میں ترجیح نہیں دیکھی، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں قاضی پر فوراً فیصلہ کرنا لازم ہے؛ مگر تین صورتوں میں، مدعیٰ علیہ کے انکار کی بنیاد پر قاضی نے فیصلہ کر دیا، پھر مدعیٰ علیہ قسم کھانے کا ارادہ کرتا ہے، تو اسی کی طرف قاضی التفات نہ کرے اور فیصلہ اسی حالت میں باقی رہے گا، جیسا کہ درر میں ہے؛ لہٰذا فیصلے کے طریقے تین ہو گئے، لیکن اشباہ میں سات شمار کرائے ہیں، (۱) گواہ، (۲) اقرار (۳) قسم (۴) قسم سے انکار (۵) قسامت (۶) علم قاضی (۷) یقینی قرینہ، جیسے کوئی انسان

خوف ناک حالت میں خالی گھر سے نکلا، لوگ اس گھر میں فوراً داخل ہوئے، تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا، تو وہ اس میں ماخوذ ہوگا، اس لیے کہ اس کے قاتل ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔

مدعیٰ علیہ کا مطالبہ

برھن المدعی علی دعواہ الخ: مدعی نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کردے، اب مدعیٰ علیہ قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ مدعی سے یہ قسم لی جائے کہ واقعتاً وہ اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہے، تو اس کا یہ مطالبہ نہیں مانا جائے گا، اس لیے کہ ازروئے شرع مدعی پر قسم ہے ہی نہیں اس لیے اس کا یہ دعویٰ شرع کے خلاف ہے۔

شَكَّ فِيمَا يُدَّعَى عَلَيْهِ يَنْبَغِي أَنْ يُرْضِيَ خَصْمَهُ وَلَا يَحْلِفُ تَحَرُّزًا عَنِ الْوُقُوعِ فِي الْحَرَامِ وَإِنْ أَبَى خَصْمُهُ إِلَّا حَلْفَهُ، إِنْ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّ الْمُدَّعِيَ مُبْطِلٌ حَلَفَ وَإِلَّا بِأَنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ مُحِقٌّ لَا يَحْلِفُ بَزَّازِيَّةٌ. وَتُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ لَوْ أَقَامَهَا الْمُدَّعِي وَإِنْ قَالَ قَبْلَ الْيَمِينِ لَا بَيِّنَةَ لِي سِرَاجٌ خِلَافًا لِمَا فِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ عَنِ الْمُحِيطِ بَعْدَ يَمِينِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ كَمَا تُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ بَعْدَ الْقَضَاءِ بِالنُّكُولِ خَانِيَةٌ عِنْدَ الْعَامَّةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِقَوْلِ شُرَيْحٍ: الْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ أَحَقُّ أَنْ تُرَدَّ مِنَ الْبَيِّنَةِ الْعَادِلَةِ، وَلِأَنَّ الْيَمِينَ كَالْخَلَفِ عَنِ الْبَيِّنَةِ فَإِذَا جَاءَ الْأَصْلُ انْتَهَى حُكْمُ الْخَلَفِ كَأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ أَصْلًا بَحْرٌ. وَيَظْهَرُ كَذِبُهُ بِإِقَامَتِهَا أَيِ الْبَيِّنَةِ لَوِ ادَّعَاهُ أَيِ الْمَالَ بِلَا سَبَبٍ فَحَلَفَ أَيِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَقَامَهَا حَتَّى يَحْنَثَ فِي يَمِينِهِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى طَلَاقُ الْخَانِيَةِ خِلَافًا لِإِطْلَاقِ الدُّرَرِ. وَإِنِ ادَّعَاهُ بِسَبَبٍ فَحَلَفَ أَنَّهُ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَقَامَهَا الْمُدَّعِي عَلَى السَّبَبِ لَا يَظْهَرُ كَذِبُهُ لِجَوَازِ أَنَّهُ وَجَدَ الْقَرْضَ ثُمَّ وَجَدَ الْإِبْرَاءَ أَوِ الْإِيفَاءَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى فُصُولَيْنِ وَسِرَاجٌ وَشُمُنِّيٌّ وَغَيْرُهُمْ. وَلَا تَحْلِيفَ فِي نِكَاحٍ أَنْكَرَهُ هُوَ أَوْ هِيَ وَرَجْعَةٍ جَحَدَهَا هُوَ أَوْ هِيَ بَعْدَ عِدَّةٍ وَفَيْءِ إِيلَاءٍ أَنْكَرَهُ أَحَدُهُمَا بَعْدَ الْمُدَّةِ وَاسْتِيلَادٍ تَدَّعِيهِ الْأَمَةُ، وَلَا يَتَأَتَّى عَكْسُهُ لِثُبُوتِهِ بِإِقْرَارِهِ وَرِقٍّ وَنَسَبٍ بِأَنِ ادَّعَى عَلَى مَجْهُولٍ أَنَّهُ قِنُّهُ أَوِ ابْنُهُ وَبِالْعَكْسِ وَوَلَاءِ عَتَاقَةٍ أَوْ مُوَالَاةٍ ادَّعَاهُ الْأَعْلَى أَوِ الْأَسْفَلُ وَحَدٍّ وَلِعَانٍ وَالْفَتْوَى عَلَى أَنَّهُ يُحَلَّفُ الْمُنْكِرُ فِي الْأَشْيَاءِ السَّبْعَةِ، وَمَنْ عَدَّهَا سِتَّةً أَلْحَقَ أُمُومَةَ الْوَلَدِ بِالنَّسَبِ أَوِ الرِّقِّ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُفْتَى بِهِ التَّحْلِيفُ فِي الْكُلِّ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَمِنْهَا حَدُّ قَذْفٍ وَلِعَانٍ فَلَا يَمِينَ إِجْمَاعًا، لَا إِذَا تَضَمَّنَ حَقًّا بِأَنْ عَلَّقَ عِتْقَ عَبْدِهِ بِزِنَا نَفْسِهِ فَلِلْعَبْدِ تَحْلِيفُهُ، فَإِنْ نَكَلَ ثَبَتَ الْعِتْقُ لَا الزِّنَا.

ترجمہ: مدعی کو اس میں شک ہوا جس کا اس نے مدعیٰ علیہ پر دعویٰ کیا ہے، تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ مدعیٰ علیہ کو راضی کرے اور قسم نہ لے، تاکہ حرام میں واقع ہونے سے بچے، اگر مدعی قسم کھلائے بغیر نہ مانے، تو اگر مدعیٰ علیہ کو ظن غالب ہو کہ مدعی باطل پر ہے، تو قسم کھالے اور اگر یہ گمان ہو کہ مدعی حق پر ہے، تو قسم نہ کھائے جیسا کہ بزازیہ میں ہے، مدعی کے پیش کردہ گواہ قبول ہوں گے، اگرچہ قسم سے پہلے کہہ دیا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہے، جیسا کہ سراج میں ہے، اس کے خلاف جو شرح المجمع میں محیط کے حوالے سے ہے، مدعیٰ علیہ کی قسم کے بعد (مدعی کے گواہ قبول ہیں) جیسے انکار کی صورت میں قضاء کے بعد بینہ مقبول

ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے عام فقہاء کے نزدیک یہی صحیح ہے شریح کے اس قول کی وجہ سے کہ فاجر آدمی کی قسم اس کے زیادہ لائق ہے کہ عادل آدمی کی گواہی سے رد کردی جائے، اس لیے کہ وہ گواہ کی خلیفہ ہے، اس لیے جب اصل آگیا، تو خلیفہ کا حکم ختم ہوگیا، جیسا کہ وہ اصل میں تھا ہی نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے مدعیٰ علیہ کا جھوٹا ہونا گواہ پیش کرنے سے ظاہر ہوجائے گا، اگر مال کا دعویٰ بغیر سبب کے کیا ہے، اس لیے اگر مدعیٰ علیہ نے قسم کھائی، پھر مدعی نے گواہ پیش کردے، تو مدعیٰ علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیہ کی کتاب الطلاق میں ہے، اطلاق درر کے خلاف اور سبب ملک کے ساتھ دعویٰ کیا، پھر مدعیٰ علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر کوئی قرض نہیں ہے، اس کے بعد مدعی نے سبب ملک پر گواہ پیش کیے، تو مدعیٰ علیہ کا جھوٹا ہونا ظاہر نہیں ہوگا، اس لیے کہ ممکن ہے کہ قرض پایا گیا، پھر بری یا ادائے گی پائی گئی، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ فصولین، سراج اور شمنی وغیرہ میں ہے، قسم نہیں کھلائی جائے گی نکاح میں، خواہ مرد انکار کرے یا عورت، رجعت میں، خواہ مرد انکار کرے یا عورت عدت کے بعد، ایلاء میں جب دونوں میں سے ایک عدت ایلاء کے بعد انکار کرے، استیلاد میں (قسم نہیں ہے) جب باندی دعویٰ کرے، اس کا الٹا نہیں ہوگا (مولیٰ کو دعوائے استیلاد کا حق نہیں ہے) اس کے اقرار سے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے، رقیت اور نسب میں (قسم نہیں ہے) اس طور پر کہ مجہول شخص کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام یا لڑکا ہے، یا اس کے برعکس، نہ ولائے عتاقہ، یا موالات میں کہ ولا کا دعویٰ کیا، اعلیٰ، یا اسفل نے اور حدود ولعان میں (قسم نہیں ہے) لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ ان ساتوں چیزوں میں منکر سے قسم لی جائے گی اور جن لوگوں نے چھ شمار کرائے ہیں انھوں نے ام ولد کو نسب یا رق کے ساتھ ملا دیا ہے، خلاصہ یہ کہ مفتی بہ قول حدود کے علاوہ تمام مسائل میں قسم کھلانے کا ہے، اسی میں سے حد قذف اور لعان ہے، لہٰذا ان میں بالاجماع قسم نہیں ہے، الا یہ کہ غلام کے حق کے ساتھ متضمن ہو، اس طور پر کہ غلام کی آزادی کو خود زنا کرنے پر معلق کیا، تو غلام کو قسم لینے کا حق ہے، اگر وہ قسم سے انکار کرے، تو آزادی ثابت ہوگی، نہ کہ زنا۔

مدعی کو شک ہونا

شک فیما یدعی علیہ الخ: مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس میں اس کو شک ہوگیا کہ معلوم نہیں میں نے جو دعویٰ کیا ہے وہ حق ہے کہ ناحق، ایسی صورت میں مدعی کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ مدعیٰ علیہ سے قسم نہ لے، تا کہ مدعی ایک حرام حرکت سے بچ جائے، اس لیے کہ ناحق کسی کو قسم کھلانا صحیح نہیں ہے۔

وَكَذَا يُسْتَحْلَفُ السَّارِقُ لِأَجْلِ الْمَالِ فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ وَلَمْ يُقْطَعْ وَإِنْ أَقَرَّ بِهَا قُطِعَ، وَقَالُوا: يُسْتَحْلَفُ فِي التَّعْزِيرِ كَمَا بَسَطَهُ فِي الدُّرَرِ. وَفِي الْفُصُولِ: ادَّعَى نِكَاحَهَا فَحِيلَةُ دَفْعِ يَمِينِهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ فَلَا تَحْلِفُ. وَفِي الْخَانِيَةِ لَا اسْتِحْلَافَ فِي إِحْدَى وَثَلَاثِينَ مَسْأَلَةً. النِّيَابَةُ تَجْرِي فِي الِاسْتِحْلَافِ لَا الْحَلِفِ وَفَرَّعَ عَلَى الْأَوَّلِ بِقَوْلِهِ فَالْوَكِيلُ وَالْوَصِيُّ وَالْمُتَوَلِّي وَأَبُو الصَّغِيرِ يَمْلِكُ الِاسْتِحْلَافَ فَلَهُ طَلَبُ يَمِينِ خَصْمِهِ وَلَا يَحْلِفُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا إِذَا ادَّعَى عَلَيْهِ الْعَقْدُ أَوْ صَحَّ إِقْرَارُهُ عَلَى الْأَصِيلِ فَيُسْتَحْلَفُ حِينَئِذٍ، كَالْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ فَإِنَّ إِقْرَارَهُ صَحِيحٌ عَلَى الْمُوَكِّلِ، فَكَذَا نُكُولُهُ. وَفِي الْخُلَاصَةِ: كُلُّ مَوْضِعٍ لَوْ أَقَرَّ لَزِمَهُ فَإِذَا أَنْكَرَهُ يُسْتَحْلَفُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ ذَكَرَهَا، وَالصَّوَابُ فِي أَرْبَعٍ وَثَلَاثِينَ لِمَا مَرَّ عَنِ الْخَانِيَةِ؛ وَزَادَ سِتَّةً أُخْرَى فِي الْبَحْرِ،

وَزَادَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ حَاشِيَةِ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ لِابْنِ الْمُصَنِّفِ، وَلَوْلَا خَشْيَةُ التَّطْوِيلِ لَأَوْرَدْتُهَا كُلَّهَا.

ترجمہ: ایسے ہی مال کی وجہ سے چور سے قسم لی جائے گی، اگر وہ قسم سے انکار کرے، تو مال کا ضامن ہوگا؟ لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؛ البتہ اگر وہ چوری کا اقرار کرے، تو ہاتھ کاٹا جائے گا، فقہاء نے کہا تعزیر میں قسم لی جائے گی، جیسا کہ اس کو درر میں بیان کیا ہے، فصول میں ہے کہ کسی مرد نے عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا، تو قسم سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ وہ (عورت دوسرے مرد سے) نکاح کرلے، اس صورت میں قسم نہیں کھلائی جائے گی، اور خانیہ میں ہے کہ اکتیس (۳۱) مسئلوں میں قسم نہیں ہے۔ قسم لینے میں نیابت جاری ہوتی ہے، نہ کہ قسم کھانے میں، چناں چہ مصنف علام نے اپنے قول سے تفریع کی کہ وکیل، وصی، متولی اور چھوٹے بچے کا باپ قسم لینے کے مالک ہیں، لہٰذا وہ خصم سے قسم کھائے گا مطالبہ کرسکتے ہیں؛ لیکن ان میں سے کوئی قسم نہیں کھا سکتا، الا یہ کہ جب ان پر عقد کا دعویٰ کرے اور ان کا اقرار اصیل پر صحیح ہو، تو اس وقت قسم کھلائی جائے گی، جیسے وکیل بالبیع، اس لیے کہ اگر وہ اقرار کرلے، تو اسی کا اقرار مؤکل پر صحیح ہے، ایسے ہی اس کا انکار بھی صحیح ہے، خلاصہ میں ہے کہ جہاں اقرار لازم ہے، جب انکار کرے گا، تو قسم لی جائے گی، مگر تین صورتوں کے جن کو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے؛ مگر صحیح یہ ہے کہ چونتیس وتین یہ اور اکتیس خانیہ کے حوالے سے گذر چکی ہیں، بحر الرائق میں چھ صورتیں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر یعنی ابن مصنف کے حاشیے "الاشباہ والنظائر" میں زیادہ کی ہیں، اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا، تو میں ان تمام کو تفصیل سے بیان کرتا۔

چور سے قسم

و کذا یستحلف السارق الخ: چور نے چوری کی اور چوری کا انکار کرتا ہے، تو اس سے قسم لی جائے گی، اگر وہ قسم کھالیتا ہے، تو ٹھیک ہے؛ لیکن اگر وہ قسم کا انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں صرف اس پر مال کا تاوان لازم آئے گا اور اگر وہ چوری کا اقرار کرے، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لیے کہ اقرار کی صورت میں شبہ ختم ہوگیا، تو اب اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

التَّحْلِيفُ عَلَى فِعْلِ نَفْسِهِ يَكُونُ عَلَى الْبَتَاتِ أَيْ الْقَطْعِ بِأَنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ وَ التَّحْلِيفُ عَلَى فِعْلِ غَيْرِهِ يَكُونُ عَلَى الْعِلْمِ أَيْ إِنَّهُ لَا يَعْلَمُ أَنَّهُ كَذَلِكَ لِعَدَمِ عِلْمِهِ بِمَا فَعَلَ غَيْرُهُ ظَاهِرًا، اللَّهُمَّ إِلَّا إِذَا كَانَ فِعْلُ الْغَيْرِ شَيْئًا يَتَّصِلُ بِهِ أَيْ بِالْحَالِفِ وَفَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَإِنْ ادَّعَى مُشْتَرِي الْعَبْدِ سَرِقَةَ الْعَبْدِ أَوْ إِبَاقَهُ وَأَثْبَتَ ذَلِكَ يَحْلِفُ الْبَائِعُ. عَلَى الْبَتَاتِ مَعَ أَنَّهُ فِعْلُ الْغَيْرِ وَإِنَّمَا صَحَّ بِاعْتِبَارِ وُجُوبِ تَسْلِيمِهِ سَلِيمًا فَرَجَعَ إِلَى فِعْلِ نَفْسِهِ فَحَلَفَ عَلَى الْبَتَاتِ لِأَنَّهَا آكَدُ وَلِذَا تُعْتَبَرُ مُطْلَقًا بِخِلَافِ الْعَكْسِ دُرَرٌ عَنْ الزَّيْلَعِيِّ. وَفِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ عَنْهُ: هَذَا إِذَا قَالَ الْمُنْكِرُ لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ، وَلَوْ ادَّعَى الْعِلْمَ حَلَفَ عَلَى الْبَتَاتِ كَمُودِعٍ ادَّعَى قَبْضَ رَبِّهَا

ترجمہ: قسم کھانے اپنے فعل پر یقین کے ساتھ ہوتا ہے، اس طور پر کہ اس طرح نہیں ہے اور قسم کھانے دوسرے کے فعل پر جانکاری پر ہوتا ہے، یعنی وہ نہیں جانتا کہ ایسا ہی ہے دوسرے کے بعد پر جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے ظاہری طور پر، الا یہ کہ دوسرے کا فعل ایسی چیز ہو، جو حالف سے متصل ہو، اس پر مصنف علام نے اپنے قول سے تفریع کی کہ اگر مشتری غلام نے

غلام کے چوری کرنے یا اس کے بھگوڑے ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ ثابت ہوگیا، تو بائع یقین کی بنیاد پر قسم کھائے، اگر چہ یہ دوسرے کا فعل ہے، اور یہ اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر بلا عیب حوالہ کرنا واجب تھا (لیکن ایسا ہوا نہیں) اس لیے اس کی ذات کی طرف لوٹ آیا لہٰذا وہ یقین پر قسم کھائے اس لیے کہ یہ زیادہ مؤکد ہے، اس لیے کہ مطلقاً یہ معتبر ہوا، بخلاف اس کے عکس کے، جیسا کہ درر میں زیلعی کے حوالے سے ہے اور شرح مجمع میں زیلعی کے حوالے سے ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب منکر کہے کہ مجھے اس کی کوئی جانکاری نہیں ہے اور اگر جانکاری کا دعویٰ کرے، تو یقین پر قسم کھائے، جیسے امین نے صاحب مال کے قابض ہونے کا دعویٰ کیا۔

اپنے فعل پر قسم

التحلیف علی فعل نفسہ الخ: آدمی کو اپنے فعل پر یقین ہوتا ہے، اس لیے خود کے فعل پر قسم کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، چوں کہ یقین ہوتا ہے اور قسم یقین ہی کی بیناد پر کھائی جاتی ہے۔

وَفَرَّعَ عَلَى قَوْلِهِ وَفِعْلِ غَيْرِهِ عَلَى الْعِلْمِ بِقَوْلِهِ وَإِذَا ادَّعَى بَكْرٌ سَبْقَ الشِّرَاءِ لَهُ عَلَى شِرَاءِ زَيْدٍ وَلَا بَيِّنَةَ يُحَلِّفُ خَصْمَهُ وَهُوَ بَكْرٌ عَلَى الْعِلْمِ أَيْ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ قَبْلَهُ لِمَا مَرَّ. وَلَوْ ادَّعَى مَعًا أَيِ الدَّيْنَ وَالْعَيْنَ الْوَارِثُ عَلَى غَيْرِهِ يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ عَلَى الْبَتَاتِ كَمَوْهُوبٍ وَشِرَاءٍ دُرَرٌ. وَ يَحْلِفُ جَاحِدُ الْقَوَدِ إِجْمَاعًا فَإِنْ نَكَلَ، فَإِنْ كَانَ فِي النَّفْسِ حُبِسَ حَتَّى يُقِرَّ أَوْ يَحْلِفَ وَفِيمَا دُونَهُ يُقْتَصُّ لِأَنَّ الْأَطْرَافَ خُلِقَتْ وِقَايَةً لِلنَّفْسِ كَالْمَالِ فَيَجْرِي فِيهَا الِابْتِذَالُ خِلَافًا لَهُمَا.

ترجمہ: جانکاری کی بنیاد پر دوسرے کے فعل پر قسم کھانے سے متعلق تفریع کرتے ہوئے فرمایا بکر نے زید کے خریدنے سے پہلے خرید کا دعویٰ کیا؛ لیکن گواہ نہیں ہے، تو اس کے یعنی بکر کے خصم سے قسم لی جائے گی علم کی بنیاد پر یعنی وہ نہیں جانتا کہ اس سے پہلے کسی نے اس کو خریدا ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، جیسے جب دین یا عین کا وارث پر دعویٰ کیا، اس شرط کے ساتھ کہ قاضی جانتا ہے، یا مدعی نے اس کا اقرار کیا، یا خصم نے اس پر گواہ پیش کیے، تو مدعیٰ علیہ جانکاری کی بنیاد پر قسم کھائے اور اگر دین یا عین کے وارث نے دوسرے پر دعویٰ کیا، تو مدعیٰ علیہ یقین کی بنیاد پر قسم کھائے، جیسے موہوب اور شرائی، جیسا کہ درر میں ہے قصاص کا منکر بالاتفاق قسم کھائے، اگر وہ انکار کرے، تو اگر دعویٰ جان (قتل) میں ہے، تو قید کیا جائے گا؛ یہاں تک کہ وہ اقرار کرلے اور قتل کے علاوہ میں قصاص لے، اس لیے کہ اعضاء جان کی حفاظت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، مال کی طرح، لہٰذا اعضاء میں ابتذال جاری ہوگا، صاحبین کے خلاف۔

دوسرے کے فعل پر قسم

وفرع علی قولہ وفعل غیرہ الخ: یقین کا ایک ذریعہ علم وآگاہی بھی ہے، خود کیا نہیں ہے؛ لیکن دوسرے کے فعل کی اس کو جانکاری ہے، تو اس جانکاری کیا بنیاد پر وہ قسم کھا سکتا ہے، اس لیے کہ اس جانکاری کی وجہ سے اس کو یقین ہے، جیسے مذکورہ صورت میں دوسرے کے فعل پر اس کو یقین ہے کہ کام ہوا ہی نہیں ہے، اس لیے کہ اس کو جانکاری ہی نہیں ہے۔

قَالَ الْمُدَّعِي: لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ فِي الْمِصْرِ وَطَلَبَ يَمِينَ خَصْمِهِ لَمْ يَحْلِفْ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ

حَاضِرَةً فِي مَجْلِسِ الْحُكْمِ لَمْ يَحْلِفْ اتِّفَاقًا، وَلَوْ غَائِبَةً عَنِ الْمِصْرِ حَلَفَ اتِّفَاقًا ابْنُ مَلَكٍ، وَقَدَّرَ فِي الْمُجْتَبَى الْغَيْبَةَ بِمُدَّةِ السَّفَرِ وَيَأْخُذُ الْقَاضِي فِي مَسْأَلَةِ الْمَتْنِ فِيمَا لَا يَسْقُطُ بِشُبْهَةٍ كَفِيلًا ثِقَةً يَأْمَنُ هُرُوبَهُ بَحْرٌ فَلْيُحْفَظْ مِنْ خَصْمِهِ وَلَوْ وَجِيهًا وَالْمَالُ حَقِيرًا فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ عَيْنِيٌّ بِنَفْسِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الصَّحِيحِ، وَعَنِ الثَّانِي إِلَى مَجْلِسِهِ الثَّانِي وَصُحِّحَ فَإِنْ امْتَنَعَ مِنْ إِعْطَاءِ ذَلِكَ الْكَفِيلِ لَازَمَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ أَمِينِهِ مِقْدَارَ مُدَّةِ التَّكْفِيلِ لِئَلَّا يَغِيبَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْخَصْمُ غَرِيبًا أَيْ مُسَافِرًا فَـ يُلَازِمُ أَوْ يُكَفِّلُ إِلَى انْتِهَاءِ مَجْلِسِ الْقَاضِي دَفْعًا لِلضَّرَرِ، حَتَّى لَوْ عَلِمَ وَقْتَ سَفَرِهِ يُكَفِّلُهُ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ فِي زِيِّهِ أَوْ يَسْتَخْبِرُ رُفَقَاءَهُ لَوْ أَنْكَرَ الْمُدَّعِي بَزَّازِيَّةٌ. قَالَ لَا بَيِّنَةَ لِي وَطَلَبَ يَمِينَهُ فَحَلَّفَهُ الْقَاضِي ثُمَّ بَرْهَنَ عَلَى دَعْوَاهُ بَعْدَ الْيَمِينِ قُبِلَ ذَلِكَ الْبُرْهَانُ عِنْدَ الْإِمَامِ مِنْهُ وَكَذَا لَوْ قَالَ الْمُدَّعِي كُلُّ بَيِّنَةٍ أَتَى بِهَا فَهِيَ شُهُودُ زُورٍ أَوْ قَالَ إِذَا حَلَفْتَ فَأَنْتَ بَرِيءٌ مِنَ الْمَالِ فَحَلَفَ ثُمَّ بَرْهَنَ عَلَى الْحَقِّ قُبِلَ خَانِيَةٌ، وَبِهِ جَزَمَ فِي السِّرَاجِ كَمَا مَرَّ وَقِيلَ لَا يُقْبَلُ قَائِلُهُ مُحَمَّدٌ كَمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ، وَعَكَسَهُ ابْنُ مَلَكٍ، وَكَذَا الْخِلَافُ لَوْ قَالَ لَا دَفْعَ لِي ثُمَّ أَتَى بِدَفْعٍ، أَوْ قَالَ الشَّاهِدُ: لَا شَهَادَةَ لِي ثُمَّ شَهِدَ. وَالْأَصَحُّ الْقَبُولُ لِجَوَازِ النِّسْيَانِ ثُمَّ التَّذَكُّرِ كَمَا فِي الدُّرَرِ، وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمه: مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور اس نے اپنے خصم سے قسم کا مطالبہ کیا، تو قسم نہ کھائے، صاحبین کے خلاف اور اگر گواہ قاضی کی مجلس میں ہوں، تو بالاتفاق قسم کھائے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، مجتبیٰ میں غیبت کو مدت سفر کے ساتھ متعین کیا ہے، متن کے مسئلے میں (بینۃ حاضرۃ فی المصر) جس میں شبہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے، قاضی معتمد ضامن لے، اس کے بھاگ جانے کے اطمینان سے، جیسا کہ بحر میں ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہیے مدعیٰ علیہ کی ذات سے تین دن تک، اگر چہ وہ معتبر اور مال حقیر ہو، ظاہر مذہب میں، جیسا کہ عینی میں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی کی دوسری مجلس تک، جس کی تصحیح کی ہے، لہٰذا اگر مدعیٰ علیہ حاضر ضامن دینے سے انکار کرے، تو مدعی یا اس کا امین، مدت تکفیل کی مقدار تک اس کی نگرانی کرے، تا کہ غائب نہ ہو جائے، الا یہ کہ مدعیٰ علیہ غریب یعنی مسافر ہو، تو اس کی نگرانی کرے یا کفیل لے، قاضی کی مجلس کے اختتام تک، ضرر دور کرنے کے لیے، یہاں تک کہ اگر مدعیٰ علیہ کا وقت سفر معلوم ہو، تو اس وقت تک کفیل لے، اس کی پوشاک دیکھے اور اس کے ساتھیوں سے پوچھے، اگر مدعی انکار کرے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، مدعی نے یہ کہہ کر کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں، مدعیٰ علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا، چناں چہ قاضی نے اس سے قسم لی، پھر مدعی نے قسم کے بعد اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ گواہ مقبول ہوں گے، ایسے ہی مدعی نے کہا کہ میں جن گواہوں کو لاؤں گا وہ سب جھوٹے ہیں، یا مدعی نے مدعیٰ علیہ سے کہا جب تو قسم کھالے، تو مال سے بری ہے، چناں چہ اس نے قسم کھائی، اس کے بعد سچے گواہ پیش کیے، تو مقبول ہوں گے، جیسا کہ خانیہ میں ہے اس پر سراج میں یقین کیا ہے، جیسا کہ گذر چکا کہا گیا (قسم کے بعد گواہ) مقبول نہیں ہیں اس کے قائل امام محمد ہیں، جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور ابن ملک نے اس کا الٹا کہا ہے، ایسے ہی اختلاف ہے، اگر مدعیٰ علیہ نے کہا میرے

پاس دفاع (کی وجہ) نہیں ہے، پھر وہ دفاع لے کر آیا، یا گواہ نے کہا مجھے گواہی کا حق نہیں پھر گواہی دی، تو اصح یہ ہے کہ قبول ہے، نسیان ممکن ہونے کی وجہ سے پھر یاد آیا، جیسا کہ درر میں ہے، جس کو مصنف علام نے ثابت رکھا ہے۔

قسم کے بعد بینہ

قال المدعی لی بینة الخ: مدعی نے کہا کہ میرے گواہ یہاں موجود نہیں ہیں شہر میں موجود ہیں، تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی؛ بل کہ گواہ حاضر کرنے تک انتظار کیا جائے گا، اس لیے کہ حکم یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے کے بعد اگر مدعی گواہ لائے، تو مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہاں تو ابھی قسم کھائی نہیں ہے، اس لیے بدرجۂ اولیٰ اس کا انتظار کیا جائے گا۔

ادَّعَى الْمَدْيُونُ الْإِيصَالَ فَأَنْكَرَ الْمُدَّعِي ذٰلِكَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ عَلَى مُدَّعَاهُ فَطَلَبَ يَمِينَهُ فَقَالَ الْمُدَّعِي اجْعَلْ حَقِّي فِي الْخَتْمِ ثُمَّ اسْتَحْلِفْنِي لَهُ ذٰلِكَ قُنْيَةٌ. وَالْيَمِينُ بِاللّٰهِ تَعَالَى لِحَدِيثِ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ تَعَالَى أَوْ لِيَذَرْ وَهُوَ قَوْلُ وَاللّٰهِ خِزَانَةٌ، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَوْ حَلَّفَهُ بِغَيْرِهِ لَمْ يَكُنْ يَمِينًا، وَلَمْ أَرَهُ صَرِيحًا بَحْرٌ. لَا بِطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَإِنْ أَلَحَّ الْخَصْمُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى تَتَارْخَانِيَّةٌ، لِأَنَّ التَّحْلِيفَ بِهَا حَرَامٌ خَانِيَةٌ وَقِيلَ إِنْ مَسَّتِ الضَّرُورَةُ فُوِّضَ إِلَى الْقَاضِي اتِّبَاعًا لِلْبَعْضِ فَلَوْ حَلَّفَهُ الْقَاضِي بِهِ فَنَكَلَ فَقَضَى عَلَيْهِ بِالْمَالِ لَمْ يَنْفُذْ قَضَاؤُهُ عَلَى قَوْلِ الْأَكْثَرِ كَذَا فِي خِزَانَةِ الْمُفْتِينَ، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ مُفَرَّعٌ عَلَى قَوْلِ الْأَكْثَرِ، أَمَّا عَلَى الْقَوْلِ بِالتَّحْلِيفِ بِهِمَا فَيُعْتَبَرُ نُكُولُهُ وَيُقْضَى بِهِ وَإِلَّا فَلَا فَائِدَةَ بَحْرٌ، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ. قُلْتُ: وَلَوْ حَلَفَ بِالطَّلَاقِ أَنَّهُ لَا مَالَ عَلَيْهِ ثُمَّ بَرْهَنَ الْمُدَّعِي عَلَى الْمَالِ، إِنْ شَهِدُوا عَلَى السَّبَبِ كَالْإِقْرَاضِ لَا يُفَرَّقُ، وَإِنْ شَهِدُوا عَلَى قِيَامِ الدَّيْنِ يُفَرَّقُ لِأَنَّ السَّبَبَ لَا يَسْتَلْزِمُ قِيَامَ الدَّيْنِ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي الشَّهَادَةِ عَلَى قِيَامِ الْمَالِ لَا يَحْنَثُ لِاحْتِمَالِ صِدْقِهِ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ، كَذَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ وَقَدْ تَقَدَّمَ. وَيُغَلَّظُ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ تَعَالَى وَقَيَّدَهُ بَعْضُهُمْ بِفَاسِقٍ وَمَالٍ خَطِيرٍ وَالِاخْتِيَارُ فِيهِ وَ فِي صِفَتِهِ إِلَى الْقَاضِي وَيُجْتَنَبُ الْعَطْفُ كَيْ لَا تَتَكَرَّرَ الْيَمِينُ فَلَوْ حَلَفَ بِاللّٰهِ وَنَكَلَ عَنِ التَّغْلِيظِ لَا يُقْضَى عَلَيْهِ بِهِ أَيْ بِالنُّكُولِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْحَلِفُ بِاللّٰهِ وَقَدْ حَصَلَ زَيْلَعِيٌّ. لَا يُسْتَحَبُّ التَّغْلِيظُ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَ لَا بِ مَكَانٍ كَذَا فِي الْحَاوِي، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ مُبَاحٌ.

ترجمہ: مدیون نے دین ادا کرنے کا دعویٰ کیا؛ لیکن مدعی نے اس کا انکار کیا اور اپنے مدعیٰ پر اس کے گواہ نہیں ہیں، چناں چہ مدیون نے اس کو قسم کھانے کے لیے کہا، تو مدعی (دائین) نے کہا میرا حق دے، تب مجھ سے قسم لے، تو اس کو اس میں اختیار ہے، جیسا کہ قنیہ میں ہے، قسم اللہ کے نام سے ہوتی ہے، جو قسم کھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے، یا پرہیز کرے "ولی حدیث کی وجہ سے اور وہ" واللہ کہنا ہے، جیسا کہ خزانہ میں ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ سے قسم کھائے، تو قسم منعقد نہیں ہوگی؛ لیکن میں نے اس کی صراحت نہیں دیکھی، جیسا کہ بحر میں ہے، لفظ طلاق اور عتاق سے قسم نہیں ہے، اگر خصم اس پر اصرار کرے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے، اس لیے کہ ان دونوں سے قسم کھانا حرام ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، کہا

گیا ہے کہ اگر لفظ طلاق وعتاق سے قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے، تو بعض فقہاء کی اتباع کرتے ہوئے قاضی کو سونپ دے، چناں چہ قاضی نے (لفظ طلاق وعتاق سے) قسم کھلائی اور اس نے انکار کیا اس قاضی نے اس کے خلاف مال کا فیصلہ کیا، تو اس کا فیصلہ اکثر کے قول کے مطابق نافذ نہیں ہوگا، جیسا کہ خزابة المتین میں ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ اکثر کے قول پر متفرع ہے، بہر حال ان دونوں کے ذریعے سے قسم کھلانے کے قول کے مطابق اس کے انکار کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا، ورنہ تو کوئی فائدہ نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، جس پر مصنف علام نے (اپنی شرح میں) اعتماد کیا ہے۔۔۔۔

میں کہتا ہوں اگر طلاق سے قسم کھائی کہ اس پر کوئی مال نہیں ہے، پھر مدعی مال پر گواہ لے کر آیا، اگر گواہوں نے سبب مال پر گواہی دی ہے، جیسے اقراض، تو فرق نہیں کیا جائے گا اور اگر قیام دین پر گواہی دی ہے، تو فرق کیا جائے گا، اس لیے کہ سبب قیام دین کو مستلزم نہیں ہے، امام محمد نے کہا قیام مال پر گواہی دینے کے سلسلے میں حانث نہیں ہوگا، مدعیٰ علیہ کے سچے ہونے کے احتمال کی وجہ سے، امام ابو یوسف کے خلاف جیسا کہ شرنبلالیہ کی شرح وہبانیہ میں ہے، یہ گذر چکا ہے قسم سخت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ذکر سے اور بعض فقہاء نے فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ذریعے قسم کو سخت کرنے کے سلسلے میں قاضی کو اختیار ہے، قسم میں عطف سے اجتناب کرے، تا کہ قسم مکرر نہ ہو جائے، اگر اللہ کی قسم کھائی اور اس میں تغلیظ سے انکار کیا، جو حاصل ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، مستحب نہیں ہے کہ مسلمان پر قسم کو زمان ومکان کے ذریعے سخت کرے، جیسا کہ حاوی میں ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ مباح ہے۔

مدیون کا دعویٰ

ادعی المدیون الخ: مدیون نے دعویٰ کیا کہ میں نے قرض ادا کر دیا ہے؛ لیکن دائن نے انکار کیا کہ آپ نے قرض ادا نہیں کیا ہے اور مدیون کے پاس گواہ بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں مدیون دائن سے قسم کا مطالبہ کیا، اس پر دائن نے کہا کہ میرا حق سامنے لا کر رکھ دے، تو میں قسم کھالوں تو یہ دائن کا حق ہے، اس طرح سے وہ مطالبہ کر سکتا ہے۔

قسم کا طریقہ

و الیمین باللہ تعالیٰ الخ: قسم کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے صفات سے قسم کھائے اور دوسری چیزوں سے قسم نہ کھائے، اس لیے کہ شریعت یک یہی ہدایت ہے "و القسم باللہ تعالیٰ او باسم من اسمائه کالرحمن الخ" (رد المحتار: ج۸، ص۳۰۴) بل کہ ممانعت ہے "قال علیه الصلوة و السلام من حلف بغیر اللہ فقد اشرک" (ہدایہ مع الفتح: ج۸، ص۱۹۵)

وَيُسْتَحْلَفُ الْيَهُودِيُّ بِاللّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، وَالنَّصْرَانِيُّ بِاللّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى، وَالْمَجُوسِيُّ بِاللّٰهِ الَّذِي خَلَقَ النَّارَ فَيُغَلَّظُ عَلَى كُلٍّ بِمُعْتَقَدِهِ، فَلَوْ اكْتَفَى بِاللّٰهِ كَالْمُسْلِمِ كَفَى اخْتِيَارٌ. وَالْوَثَنِيُّ بِاللّٰهِ تَعَالَى لِأَنَّهُ يُقِرُّ بِهِ وَإِنْ عَبَدَ غَيْرَهُ، وَجَزَمَ ابْنُ الْكَمَالِ بِأَنَّ الدَّهْرِيَّةَ لَا يَعْتَقِدُونَهُ تَعَالَى. قُلْت: وَعَلَيْهِ فَبِمَاذَا يَحْلِفُونَ. وَبَقِيَ تَحْلِيفُ الْأَخْرَسِ أَنْ يَقُولَ لَهُ الْقَاضِي عَلَيْكَ عَهْدُ اللّٰهِ وَمِيثَاقُهُ إنْ كَانَ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَوْمَأَ بِرَأْسِهِ أَيْ نَعَمْ صَارَ حَالِفًا، وَلَوْ أَصَمَّ أَيْضًا كَتَبَ لَهُ لِيُجِيبَ بِخَطِّهِ إنْ عَرَفَهُ وَإِلَّا فَبِإِشَارَتِهِ، وَلَوْ أَعْمَى أَيْضًا فَأَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ أَوْمَنْ نَصَبَهُ الْقَاضِي شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ. وَلَا يَحْلِفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَاتِهِمْ لِكَرَاهَةِ دُخُولِهَا بَحْرٌ.

ترجمہ: یہودی سے اس طرح قسم لے کہ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے کہ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی اور مجوسی اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس نے آگ پیدا کی، (اس طرح قسم لے کہ) اس کے اعتقاد کے مطابق سخت ہو جائے، لہٰذا اگر مسلمان کی طرح (صرف) اللہ کی قسم کھائی تو کافی ہے، جیسا کہ اختیار میں ہے بت پرست سے اللہ تعالیٰ کی، اس لیے وہ اللہ کا اقرار کرتے ہیں، اگر چہ دوسرے کی عبادت کرتے ہیں، ابن کمال نے یقین کیا ہے کہ دہریہ اللہ کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں، اسی پر ہے، ورنہ وہ کس چیز کی قسم کھائیں گے، گونگے کی قسم باقی رہی (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر اللہ کا عہد اور وعدہ ہے، اگر ایسا، ایسا ہو اور وہ اپنے سر سے ہاں کا اشارہ کرے، تو قسم کھانے والا ہوگا اور اگر بہرا بھی ہو، تو قاضی اس کے لیے لکھے تا کہ وہ لکھ کر جواب دے، اگر وہ لکھنا جانتا ہو، ورنہ اشارہ سے قسم لے اور اگر وہ اندھا بھی ہو، تو اس کا باپ، وصی، یا جس کو قاضی نصب کرے وہ قسم کھائے، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے اور ان سے ان کی عبادت گاہوں میں قسم نہ لے، ان کی عبادت گاہوں میں داخلہ مکروہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

یہودیوں کی قسم کا طریقہ

و یستحلفون الیھودی الخ: یہودیوں کی قسم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس طرح قسم کھائیں کہ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی ہے۔

نصرانی کی قسم کا طریقہ

و النصرانی الخ: نصرانی کی قسم کا طریقہ یہ ہے وہ اس طرح قسم کھائیں کہ میں اس اللہ کی قسم کھا ہوں جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی ہے۔

مجوسی کی قسم کا طریقہ

و المجوسی الخ: مجوسی اس طرح قسم کھائیں کہ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس نے آگ پیدا کی ہے۔

بت پرست کی قسم کا طریقہ

و الوثنی الخ: بت پرست سے اللہ قسم لی جائے، اس لیے کہ وہ اللہ کا اعتقاد رکھتے ہیں، اگر چہ اللہ کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں۔

گونگے سے قسم کا طریقہ

بقی تحلیف الاخرس الخ: گونگے سے اشارہ کے ذریعے قسم لے اور اگر وہ بہرا بھی ہے، تو تحریری طور پر قسم لی جائے گی، اگر وہ لکھنا جانتا ہو، ورنہ اس سے بھی اشارہ کے ذریعے قسم لی جائے گی۔

وَيُحَلِّفُ الْقَاضِي فِي دَعْوَى سَبَبٍ يَرْتَفِعُ عَلَى الْحَاصِلِ أَيْ عَلَى صُورَةِ إِنْكَارِ الْمُنْكِرِ، وَفَسَّرَهُ بِقَوْلِهِ أَيْ بِاللّٰهِ مَا بَيْنَكُمَا نِكَاحٌ قَائِمٌ وَ مَا بَيْنَكُمَا بَيْعٌ قَائِمٌ وَمَا يَجِبُ عَلَيْكَ رَدُّهُ لَوْ قَائِمًا أَوْ بَدَلِهِ لَوْ هَالِكًا وَمَا هِيَ بَائِنٌ مِنْكَ وَقَوْلُهُ الْآنَ مُتَعَلِّقٌ بِالْجَمِيعِ مِسْكِينٌ فِي دَعْوَى نِكَاحٍ وَبَيْعٍ وَغَصْبٍ وَطَلَاقٍ فِيهِ لَفٌّ وَنَشْرٌ لَا عَلَى السَّبَبِ أَيْ بِاللّٰهِ مَا نَكَحْتَ وَمَا بِعْتَ خِلَافًا لِلثَّانِي نَظَرًا لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَيْضًا لِاحْتِمَالِ طَلَاقِهِ وَإِقَالَتِهِ إِلَّا إِذَا لَزِمَ مِنَ الْحَلِفِ عَلَى الْحَاصِلِ تَرْكُ النَّظَرِ لِلْمُدَّعِي فَيَحْلِفُ بِالْإِجْمَاعِ عَلَى السَّبَبِ أَيْ عَلَى صُورَةِ دَعْوَى الْمُدَّعِي كَدَعْوَى شُفْعَةٍ بِالْجِوَارِ وَنَفَقَةٍ مَبْتُوتَةٍ وَالْخَصْمُ لَا يَرَاهُمَا لِكَوْنِهِ شَافِعِيًّا لِصِدْقِ حَلِفِهِ عَلَى الْحَاصِلِ فِي مُعْتَقَدِهِ فَيَتَضَرَّرُ الْمُدَّعِي. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ بِمَذْهَبِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَأَمَّا مَذْهَبُ

الْمُدَّعِي فَفِيهِ خِلَافٌ، وَالْأَوْجَهُ أَنْ يَسْأَلَهُ الْقَاضِي هَلْ تَعْتَقِدُ وُجُوبَ شُفْعَةِ الْجِوَارِ أَوْ لَا، وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ. وَكَذَا أَيْ يَحْلِفُ عَلَى السَّبَبِ إِجْمَاعًا فِي سَبَبٍ لَا يَرْتَفِعُ بِرَافِعٍ بَعْدَ ثُبُوتِهِ كَعَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدَّعِي عَلَى مَوْلَاهُ عِتْقَهُ لِعَدَمِ تَكَرُّرِ رِقِّهِ وَ أَمَّا فِي الْأَمَةِ وَلَوْ مُسْلِمَةً وَالْعَبْدِ الْكَافِرِ فَلِتَكَرُّرِ رِقِّهِمَا بِاللَّحَاقِ حَلَفَ مَوْلَاهُمَا عَلَى الْحَاصِلِ وَالْحَاصِلُ اعْتِبَارُ الْحَاصِلِ إِلَّا لِضَرَرِ مُدَّعٍ وَسَبَبٍ غَيْرِ مُتَكَرِّرٍ.

ترجمہ: قاضی قسم دے ایسے سبب کے دعویٰ میں، جو اٹھ سکتا ہے حاصل پر، یعنی منکر انکار کی صورت میں، مصنف علام نے اپنے اس قول سے تفسیر کی کہ اللہ کی قسم آپ دونوں کے درمیان نکاح قائم نہیں ہے، نہ آپ دونوں کے درمیان بیع قائم ہے، نہ ہی اس کا پھیر دینا واجب ہے، اگر موجود ہے اور نہ ہی اس کے بدل کا ہلاک ہونے کی صورت میں اور یہ تجھ سے بائن نہیں ہے، مصنف علام کا قول ''الآن'' سب سے متعلق ہے، جیسا کہ مسکین میں ہے، نکاح، بیع، غصب اور طلاق کے دعویٰ میں اس میں لف ونشر مرتب ہے، سبب پر قسم نہ دے یعنی اللہ کی قسم تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی بیع کی امام ابو یوسفؒ کے خلاف، مدعیٰ علیہ کی رعایت کرتے ہوئے، اس کے طلاق دینے اور اقالہ کرنے کے احتمال کی وجہ سے، الا یہ کہ حاصل پر قسم کھانے کی صورت میں مدعی کے لیے ترک نظر لازم آئے، تو بالاجماع سبب پر قسم کھلائی جائے کی یعنی دعوائے مدعی کی صورت میں، جیسے جواز کی بنیاد پر شفعہ اور نفقہ مبتوتہ کا دعویٰ، حالاں کہ مدعیٰ علیہ ان دونوں کو لازم نہیں سمجھتا اس کے شافعی ہونے کی وجہ سے، اس کے اعتقاد کے مطابق حاصل پر قسم سچی ہونے کی وجہ سے، لہٰذا مدعی کا نقصان ہے، میں کہتا ہوں اس کا فائدہ یہ ہے کہ مدعی کے مذہب کا اعتبار نہیں ہے، بہر حال مدعیٰ علیہ کا مذہب، تو اس میں اختلاف ہے اور اوجہ یہ ہے کہ قاضی مدعی سے پوچھے کہ تو جوار کی بنیاد پر حق شفعہ کا اعتقاد رکھتا ہے یا نہیں، جس پر مصنف نے (اپنی شرح میں) اعتماد کیا ہے، ایسے ہی بالاجماع اس سبب پر قسم لے، جو ثبوت کے بعد رافع کی بنیاد پر مرتفع نہیں ہوتا ہے، جیسے مسلمان غلام اپنے مالک پر آزاد کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی رقیت مکرر نہ ہونے کی وجہ سے اور بہر حال باندی اگر چہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں، لحوق دار الحرب رقیت مکرر ہو سکتی ہے، اس لیے قاضی حاصل پر آقا کو قسم دے، خلاصہ یہ کہ حاصل کا اعتبار ہے، مگر مدعی کے ضرر اور سبب غیر مکرر میں۔

حاصل کا مطلب

ویحلف القاضی الخ: کوئی چیز آدمی کی ملکیت میں داخل ہوتی ہے، اس کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ہوتا ہے اس ذریعہ کا نام سبب ہے، جیسے بیع، نکاح اور اس ذریعہ سے جو ملکیت حاصل ہوتی ہے اس کا نام حاصل ہے، تو اگر ایسا سبب ہے، جو کسی رافع کی وجہ سے مرتفع نہیں ہوتا ہے، تو بالاجماع سبب پر قسم کھلائی جائے گی اور اگر سبب مرتفع ہو جاتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر حاصل پر قسم کھانے کی صورت میں مدعی کا نقصان ہے، تو سبب پر قسم کھلائی جائے گی اور اگر مدعی کا نقصان نہیں ہے، تو حضرات طرفین کے نزدیک حاصل پر قسم کھلائی جائے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک سبب پر۔

وَصَحَّ فِدَاءُ الْيَمِينِ وَالصُّلْحُ مِنْهُ لِحَدِيثِ ذُبُّوا عَنْ أَعْرَاضِكُمْ بِأَمْوَالِكُمْ وَقَالَ الشَّهِيدُ: الِاحْتِرَازُ عَنِ الْيَمِينِ الصَّادِقَةِ وَاجِبٌ. قَالَ فِي الْبَحْرِ: أَيْ ثَابِتٌ بِدَلِيلِ جَوَازِ الْحَلِفِ صَادِقًا. وَلَا يَحْلِفُ الْمُنْكِرُ بَعْدَهُ أَبَدًا لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ وَ قَيَّدَ بِالْفِدَاءِ أَوِ الصُّلْحِ لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ لَوْ

أَسْقَطَهُ أَيِ الْيَمِينَ قَصْدًا بِأَنْ قَالَ بَرِئْت مِنَ الْحَلِفِ أَوْ تَرَكْته عَلَيْهِ أَوْ وَهَبْته لَا يَصِحُّ وَلَهُ التَّحْلِيفُ بِخِلَافِ الْبَرَاءَةِ عَنِ الْمَالِ لِأَنَّ التَّحْلِيفَ لِلْحَاكِمِ بَزَّازِيَّةٌ، وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى يَمِينَهُ لَمْ يَجُزْ لِعَدَمِ رُكْنِ الْبَيْعِ دُرَرٌ. فَرْعٌ: اسْتَحْلَفَ خَصْمَهُ فَقَالَ حَلَّفْتنِي مَرَّةً، إِنَّ عِنْدَ حَاكِمٍ أَوْ مُحَكَّمٍ وَبَرْهَنَ قُبِلَ وَإِلَّا فَلَهُ تَحْلِيفُهُ دُرَرٌ. قُلْت: وَلَمْ أَرَ مَا لَوْ قَالَ: إِنِّي قَدْ حَلَفْت بِالطَّلَاقِ إِنِّي لَا أَحْلِفُ فَيُحَرَّرُ.

ترجمہ: قسم کا بدلہ دینا اور اس سے صلح کرنا جائز ہے، ''اپنے مال دے کر اپنی عزت بچاؤ'' والی حدیث کی وجہ سے، شہید نے کہا سچی قسم سے بچنا ثابت ہے، اس لیے کہ بحر میں ثابت ہے، سچی قسم جائز ہونے کی بنیاد پر، منکر فدیہ یا صلح کے بعد کبھی بھی قسم نہیں کھائے گا، اس لیے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا اور فداء وصلح کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لیے کہ مدعی نے اگر از خود یمین کو ساقط کر دیا اس طور پر کہ مدعی نے کہا میں نے تجھ کو قسم سے بری کر دیا، یا میں نے اپنا حق چھوڑ دیا، یا میں نے ہبہ کر دیا، تو صحیح نہیں ہے اور مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی، بخلاف مال سے برأت کے، اس لیے کہ تحلیف قاضی کا حق ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، ایسے ہی جب مدعیٰ علیہ مدعی سے یمین کو خرید لے، تو جائز نہیں ہے، رکن بیع معدم ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ درر میں ہے ــــ مدعی نے قسم کا مطالبہ کیا، اس پر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ تو تو مجھ سے ایک مرتبہ قسم لے چکا ہے، اگر یہ قاضی یا محکم کے پاس ہوا ہے اور اس پر گواہ بھی ہیں، تو مقبول ہے، ورنہ قسم لی جائے گی، جیسا کہ درر میں ہے، میں کہتا ہوں میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ مدعیٰ علیہ نے کہا میں تو طلاق کی قسم کھا چکا، میں قسم نہیں کھاؤں گا، اس کی تحقیق ہونی چاہیے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

قسم کا فدیہ دینا

وصح فداء الیمین الخ: قسم کا فدیہ دینا اور اس سے صلح کرنا، تا کہ قسم کھانے کی نوبت نہ آئے، اس طرح کرنا صحیح ہے، اس لیے کہ شرفاء سچی قسم کھانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں، نیز حدیث شریف میں ہے، اپنی عزت کی حفاظت کے لیے مال خرچ کیا جانا چاہیے۔

بَابُ التَّحَالُفِ

لَمَّا قَدَّمَ يَمِينَ الْوَاحِدِ ذَكَرَ يَمِينَ الِاثْنَيْنِ اخْتَلَفَا أَيِ الْمُتَبَايِعَانِ فِي قَدْرِ ثَمَنٍ أَوْ وَصْفِهِ أَوْ جِنْسِهِ أَوْ فِي قَدْرِ مَبِيعٍ حُكِمَ لِمَنْ بَرْهَنَ لِأَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِالْحُجَّةِ وَإِنْ بَرْهَنَا فَلِلْمُثْبِتِ الزِّيَادَةَ إِذِ الْبَيِّنَاتُ لِلْإِثْبَاتِ وَإِنِ اخْتَلَفَا فِيهِمَا أَيِ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ جَمِيعًا قُدِّمَ بُرْهَانُ الْبَائِعِ لَوِ الِاخْتِلَافُ فِي الثَّمَنِ وَبُرْهَانُ الْمُشْتَرِي لَوْ فِي الْمَبِيعِ نَظَرًا لِإِثْبَاتِ الزِّيَادَةِ وَإِنْ عَجَزَا فِي الصُّوَرِ الثَّلَاثِ عَنِ الْبَيِّنَةِ، فَإِنْ رَضِيَ كُلٌّ بِمَقَالَةِ الْآخَرِ فِيهَا وَ إِنْ لَمْ يَرْضَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِدَعْوَى الْآخَرِ تَحَالَفَا مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ خِيَارٌ فَيَفْسَخُ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ

ترجمہ: جب ایک آدمی کی قسم کو بیان کر دیا، تو (بعد میں) دو آدمی کی قسم کا تذکرہ کیا، بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مقدار وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں، تو اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، جو گواہ لائے، اس لیے کہ اس نے حجت سے اپنا دعویٰ روشن کر دیا، اگر دونوں گواہ لائے، تو اس کی گواہی معتبر ہوگی جو زیادہ ثابت کرے، اس لیے کہ گواہ ثابت کرنے کے لیے

ہیں، اور اگر دونوں نے ثمن اور مبیع میں اختلاف کیا، تو بائع کے گواہ مقدم ہوں گے، اگر اختلاف ثمن میں ہے اور اگر مبیع میں اختلاف ہے، تو مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے، زیادتی کی رعایت میں اور اگر تینوں صورتوں میں دونوں گواہ پیش کرنے سے عاجز ہوں، تو اگر ہر شخص دوسرے کی بات سے راضی ہو، تو ٹھیک ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی دوسرے کے دعویٰ سے راضی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے، اگر اس میں کسی کو خیار نہ ہو، لہٰذا جس کو خیار ہے وہ فسخ کر دے گا۔

دو آدمی سے قسم

لما قدم یمین الواحد الخ: مقدمے میں عموماً ایک فریق مدعی اور دوسرا مدعیٰ علیہ ہوتا ہے؛ لیکن بعض مرتبہ ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ صاحب معاملہ من وجہ مدعیٰ علیہ ہوتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کسی کے پاس گواہ نہیں ہے، اور معاملہ فسخ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے، تو دونوں فریق سے قسم لی جائے گی، کوئی بھی فریق قسم کھانے سے انکار کرے، تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر دونوں فریق قسم کھالے، تو قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ معاملہ کو فسخ کر دے، تاکہ جھگڑا نہ رہے، اس لیے کہ اصل مقصود دفع نزاع ہے: "إن القاضي يقول لكل منهما اما ان ترضى بدعوى صاحبك والا فسخناه لان المقصود قطع المنازعة"۔ (طحطاوی علی الدر: ج ۳/ص ۳۰۳)

وَبُدِئَ بِيَمِينِ الْمُشْتَرِي لِأَنَّهُ الْبَادِئُ بِالْإِنْكَارِ، وَهَذَا لَوْ كَانَ بَيْعَ عَيْنٍ بِدَيْنٍ وَإِلَّا بِأَنْ كَانَ مُقَايَضَةً أَوْ صَرْفًا فَهُوَ مُخَيَّرٌ وَقِيلَ يُقْرِعُ ابْنُ مَلَكٍ، وَيَقْتَصِرُ عَلَى النَّفْيِ فِي الْأَصَحِّ. وَفَسَخَ الْقَاضِي الْبَيْعَ بِطَلَبِ أَحَدِهِمَا أَوْ بِطَلَبِهِمَا، وَلَا يَنْفَسِخُ بِالتَّحَالُفِ وَلَا بِفَسْخِ أَحَدِهِمَا بَلْ بِفَسْخِهِمَا بَحْرٌ. وَمَنْ نَكَلَ مِنْهُمَا لَزِمَهُ دَعْوَى الْآخَرِ بِالْقَضَاءِ، وَأَصْلُهُ قَوْلُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ بِعَيْنِهَا تَحَالَفَا وَتَرَادَّا: وَهَذَا كُلُّهُ لَوْ الِاخْتِلَافُ فِي الْبَدَلِ مَقْصُودًا، فَلَوْ فِي ضِمْنِ شَيْءٍ كَاخْتِلَافِهِمَا فِي الزِّقِّ فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي فِي أَنَّهُ الزِّقُّ وَلَا تَحَالُفَ، كَمَا لَوْ اخْتَلَفَا فِي وَصْفِ الْمَبِيعِ كَقَوْلِهِ اشْتَرَيْته عَلَى أَنَّهُ كَاتِبٌ أَوْ خَبَّازٌ وَقَالَ الْبَائِعُ لَمْ أَشْتَرِطْ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَلَا تَحَالُفَ ظَهِيرِيَّةٌ وَ قَيَّدَ بِاخْتِلَافِهِمَا فِي ثَمَنٍ وَمَبِيعٍ لِأَنَّهُ لَا تَحَالُفَ فِي غَيْرِهِمَا لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلُّ بِهِ قِوَامُ الْعَقْدِ نَحْوُ أَجَلٍ وَشَرْطِ رَهْنٍ أَوْ خِيَارٍ أَوْ ضَمَانٍ وَقَبْضِ بَعْضِ ثَمَنٍ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ بِيَمِينِهِ. وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يَتَحَالَفَانِ.

ترجمہ: قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے، اس لیے کہ وہی انکار کا ابتداء کرنے والا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب عین کی بیع دین (سونے چاندی) سے ہو، ورنہ اگر بیع مقایضہ یا صرف ہو، تو قاضی مختار ہے، (جس سے چاہے قسم لے) کہا گیا ہے کہ قاضی قرعہ اندازی کر لے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، اصح قول کے مطابق نفی پر اختصار کرے، ایک یا دونوں کے مطالبے پر قاضی بیع فسخ کر دے، دونوں کے قسم کھانے سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ایک کے فسخ کرنے سے؛ بل کہ دونوں کو فسخ کرنے سے (بیع) فسخ ہوتی ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، دونوں میں سے، جو قسم کھانے سے انکار کرے اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا قاضی کے حکم سے، اس کی دلیل حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے، جب متبایعین اختلاف کریں اور سامان ہو بہو موجود ہو، تو دونوں قسم کھائیں اور رد بیع کریں" اور یہ سب (تحالف اور فسخ) اس صورت میں ہے کہ اختلاف بدل

میں مقصود ہو، لہٰذا اگرشئی کے ضمن میں ہو، جیسے زق (پیمانہ) میں دونوں کا اختلاف، لہٰذا مشتری کا قول معتبر ہوگا کہ یہ وہی پیمانہ ہے اور قسم نہیں کھلائی جائے گی، جیسے اگر دونوں وصف مبیع میں اختلاف کریں، جیسے مشتری کا قول کہ میں نے اس کو اس شرط پر خریدا ہے کہ یہ کاتب یا نابنائی ہے، اور بائع کہتا ہے کہ میں نے کوئی شرط نہیں کی، تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہیں کھلائی جائے گی، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، ان دونوں کے اختلاف کو ثمن اور مبیع میں مقید کیا ہے، اس لیے کہ ثمن اور مبیع کے علاوہ میں اختلاف کی بنیاد پر قسم نہیں کھلائی جائے گی، اس لیے کہ اس سے بیع کے وجود کو خلل نہیں ہوتا، جیسے مدت، شرط رہن، خیار شرط، شرط ضمان اور بعض ثمن میں قبضہ (کا اختلاف) اور منکر کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہے؛ لیکن امام زفر وشافعی نے کہا کہ دونوں قسم کھائیں گے۔

قسم کی ابتداء

و بدأ بيمين المشتري الخ: بائع اور مشتری کے درمیان اختلاف کی صورت میں قاضی کے لیے ہدایت یہ ہے کہ وہ مشتری سے قسم لینا شروع کرے، اس لیے کہ وہ منکر ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اختلاف مبیع میں ہو جائے، تو ظاہر یہ ہے کہ قسم کی ابتداء بائع سے کی جائے: "هذا ظاهر في التحالف في الثمن اما في المبيع مع الاتفاق على الثمن فلا يظهر لان البائع هو المنكر فالظاهر البداءة به" (ردالمحتار: ج۸، ص ۳۱۰)

وَلَا تَحَالُفَ إذَا اخْتَلَفَا بَعْدَ هَلَاكِ الْمَبِيعِ أَوْ خُرُوجِهِ عَنْ مِلْكِهِ أَوْ تَعَيُّبِهِ بِمَا لَا يُرَدُّ بِهِ وَحَلَفَ الْمُشْتَرِي إلَّا إذَا اسْتَهْلَكَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ غَيْرُ الْمُشْتَرِي. وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: يَتَحَالَفَانِ وَيُفْسَخُ عَلَى قِيمَةِ الْهَالِكِ وَهَذَا لَوْ الثَّمَنُ دَيْنًا، فَلَوْ مُقَابَضَةً تَحَالَفَا إجْمَاعًا لِأَنَّ الْمَبِيعَ كُلٌّ مِنْهُمَا وَيَرُدُّ مِثْلَ الْهَالِكِ أَوْ قِيمَتَهُ، كَمَا لَوْ اخْتَلَفَا فِي جِنْسِ الثَّمَنِ بَعْدَ هَلَاكِ السِّلْعَةِ بِأَنْ قَالَ أَحَدُهُمَا دَرَاهِمُ وَالْآخَرُ دَنَانِيرُ تَحَالَفَا وَلَزِمَ الْمُشْتَرِيَ رَدُّ الْقِيمَةِ سِرَاجٌ. وَلَا تَحَالُفَ بَعْدَ هَلَاكِ بَعْضِهِ أَوْ خُرُوجِهِ عَنْ مِلْكِهِ كَعَبْدَيْنِ مَاتَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ الْمُشْتَرِي بَعْدَ قَبْضِهِمَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي قَدْرِ الثَّمَنِ لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - إلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ بِتَرْكِ حِصَّةِ الْهَالِكِ أَصْلًا فَحِينَئِذٍ يَتَحَالَفَانِ، هَذَا عَلَى تَخْرِيجِ الْجُمْهُورِ، وَصَرَفَ مَشَايِخُ بَلْخٍ الِاسْتِثْنَاءَ إلَى يَمِينِ الْمُشْتَرِي وَلَا فِي قَدْرِ بَدَلِ كِتَابَةٍ لِعَدَمِ لُزُومِهَا وَ قَدْرِ رَأْسِ مَالٍ بَعْدَ إقَالَةِ عَقْدِ السَّلَمِ بَلْ الْقَوْلُ لِلْعَبْدِ وَالْمُسْلَمِ إلَيْهِ وَلَا يَعُودُ السَّلَمُ. وَإِنْ اخْتَلَفَا أَيْ الْمُتَعَاقِدَانِ فِي مِقْدَارِ الثَّمَنِ بَعْدَ الْإِقَالَةِ وَلَا بَيِّنَةَ تَحَالَفَا

ترجمہ: دونوں قسم نہیں کھائیں گے، جب اختلاف کریں مبیع کے ہلاک ہونے، یا اس کے ملکیت سے نکلنے، یا ایسے عیب سے معیوب ہو جانے کے بعد کہ اس کی وجہ سے مبیع واپس نہیں ہو سکتی، تو (فقط) مشتری قسم کھائے، مگر یہ کہ غیر مشتری نے بائع کے قبضے میں مبیع ہلاک کر دی، امام محمد اور شافعی نے کہا دونوں قسم کھائیں گے اور ہالک کی قیمت پر بیع فسخ ہو گی، یہ اس وقت ہے جب ثمن دین ہو؛ لیکن اگر مقایضہ ہے، بالاتفاق دونوں قسم کھائیں گے، اس لیے کہ بدلین میں سے ہر ایک مبیع ہے ہالک کی مثل واپس کی جائے (اگر مثلی ہو) ورنہ قیمت، جیسے دونوں نے مبیع ہلاک ہونے کے بعد جنس ثمن میں اختلاف کیا، اس طور پر کہ ایک نے کہا دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے، تو دونوں قسم کھائیں گے اور مشتری کو قیمت دینا لازم ہے، جیسا کہ سراج

میں ہے، بعض کے ہلاک ہونے یا ملکیت سے نکل جانے کے بعد قسم نہیں کھائیں گے، جیسے دو غلام میں سے ایک دونوں پر مشتری کے قبضہ کے بعد مر گیا، اس کے بعد متعاقدین نے ثمن کی مقدار میں اختلاف کیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسم نہیں کھائیں گے، الا یہ کہ بائع حصہ ہالک چھوڑانے پر راضی ہو جائے، اصلاً تو اس وقت دونوں قسم کھائیں گے، یہ جمہور کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثناء کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہے، بدل کتابت کی مقدار میں (اختلاف کی بنیاد پر) قسم نہیں ہے، اس کے لازم نہ ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی اقالہ کے بعد عقد سلم کے رأس المال کی مقدار میں؛ بل کہ غلام اور مسلم الیہ کے قول کا اعتبار ہوگا اور عقد سلم کا عدد نہ ہوگا اور اگر متعاقدین نے اقالہ کے بعد مقدار ثمن میں اختلاف کیا اور بینہ نہیں ہے، تو دونوں قسم کھائیں گے اور بیع ثابت ہوگی، یہ اس صورت میں ہے کہ جب مبیع اور ثمن میں سے ہر ایک مقبوض ہو اور مشتری نے مبیع اقالہ کی وجہ سے واپس نہ کی ہو، لہٰذا اگر مشتری نے اقالہ کی وجہ سے مبیع واپس کر دی، تو قسم نہیں کھائیں گے، امام محمد کے خلاف۔

مبیع ہلاک ہونے کی صورت میں

و لا تحالف اذا اختلفا الخ: مبیع ہلاک ہونے کے بعد مقدار ثمن میں اختلاف ہو جائے، تو دونوں قسم نہیں کھائیں گے؛ بل کہ صرف مشتری قسم کھائے گا۔

وَعَادَ الْبَيْعُ لَوْ كَانَ كُلٌّ مِنَ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ مَقْبُوضًا وَلَمْ يَرُدَّهُ الْمُشْتَرِي إِلَى بَائِعِهِ بِحُكْمِ الْإِقَالَةِ فَإِنْ رَدَّهُ إِلَيْهِ بِحُكْمِ الْإِقَالَةِ لَا تَحَالُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ. وَإِنْ اخْتَلَفَا أَيْ الزَّوْجَانِ فِي قَدْرِ الْمَهْرِ أَوْ جِنْسِهِ قُضِيَ لِمَنْ أَقَامَ الْبُرْهَانَ، وَإِنْ بَرْهَنَا فَلِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ شَاهِدًا لِلزَّوْجِ بِأَنْ كَانَ كَمَقَالَتِهِ أَوْ أَقَلَّ وَإِنْ كَانَ شَاهِدًا لَهَا بِأَنْ كَانَ كَمَقَالَتِهَا أَوْ أَكْثَرَ فَبَيِّنَتُهُ أَوْلَى لِإِثْبَاتِهَا خِلَافَ الظَّاهِرِ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ شَاهِدٍ لِكُلٍّ مِنْهُمَا بِأَنْ كَانَ بَيْنَهُمَا فَالتَّهَاتُرُ لِلِاسْتِوَاءِ وَيَجِبُ مَهْرُالْمِثْلِ عَلَى الصَّحِيحِ وَإِنْ عَجَزَا عَنِ الْبُرْهَانِ تَحَالَفَا وَلَمْ يُفْسَخْ النِّكَاحُ لِتَبَعِيَّةِ الْمَهْرِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَيَبْدَأُ بِيَمِينِهِ لِأَنَّ أَوَّلَ التَّسْلِيمَيْنِ عَلَيْهِ فَيَكُونُ أَوَّلُ الْيَمِينَيْنِ عَلَيْهِ ظَهِيرِيَّةٌ وَيُحَكَّمُ بِالتَّشْدِيدِ أَيْ يُجْعَلُ مَهْرُمِثْلِهَا حُكْمًا لِسُقُوطِ اعْتِبَارِ التَّسْمِيَةِ بِالتَّحَالُفِ فَيُقْضَى بِقَوْلِهِ لَوْ كَانَ كَمَقَالَتِهِ أَوْ أَقَلَّ، وَبِقَوْلِهَا لَوْ كَمَقَالَتِهَا أَوْ أَكْثَرَ، وَبِهِ لَوْ بَيْنَهُمَا أَيْ بَيْنَ مَا تَدَّعِيهِ وَيَدَّعِيهِ.

ترجمہ: اگر میاں بیوی نے مہر کی مقدار یا اس کی جنس میں اختلاف کیا، تو اس کے حق میں فیصلہ کرے جو گواہ لائے اور اگر دونوں گواہ لائیں، تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے، جب مہر مثل، شوہر کے شاہد ہو، اس طور پر کہ مہر مثل شوہر کے دعویٰ کے مطابق ہو، یا اس سے کم اور اگر بیوی کے شاہد ہو، اس طور پر کہ اس کے دعویٰ کے مطابق یا اس سے زیادہ ہو، تو شوہر کے گواہ مقبول ہوں گے، اس لیے کہ گواہ ظاہر کے خلاف ثابت کرانے کے لیے ہوتے ہیں اور اگر دونوں میں سے کسی کا شاہد نہ ہو، اس طور پر کہ ان دونوں کے دعویٰ کے درمیان ہو، تو برابری کی وجہ سے دونوں کے گواہ ساقط ہو جائیں گے اور صحیح قول کے مطابق مہر مثل واجب ہوگا اور اگر دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوں، تو دونوں قسم کھائیں گے اور نکاح فسخ نہیں ہوگا، مہر نکاح کے تابع ہونے کی وجہ سے، بخلاف بیع کے، قسم پہلے شوہر سے لی جائے، اس لیے کہ دو تسلیموں میں سے پہلی تسلیم شوہر پر ہے، لہٰذا پہلی قسم اسی پر ہوگی، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، مہر مثل کو حکم بنایا جائے گا، تحالف کی وجہ سے معین مہر کا اعتبار ساقط ہونے کی وجہ سے، لہٰذا قاضی شوہر کے دعویٰ کے

مطابق فیصلہ کرے، اگر مہر مثل اس کے دعویٰ کے مطابق ہو، یا اس سے کم اور بیوی کا دعویٰ مہر مثل کے مطابق یا اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں بیوی کے دعویٰ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ان دونوں کے درمیان ہو، تو مہر مثل کے مطابق فیصلہ کر دے۔

مہر میں اختلاف کی صورت میں

و ان اختلفا ای الزوجان الخ: میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف ہو گیا، تو جس کے پاس گواہ ہوں گے اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہیں، تو جس کے گواہ کی گواہی مہر مثل کے قریب تر ہوگی اس گواہ کی بات مانی جائے گی، اور اگر دونوں گواہ پیش کرنے سے عاجز ہوں، تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور مہر مثل کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وَلَوْ اخْتَلَفَا أَيْ الْمُؤَجِّرُ وَالْمُسْتَأْجِرُ فِي بَدَلِ الْإِجَارَةِ أَوْ فِي قَدْرِ الْمُدَّةِ قَبْلَ الِاسْتِيفَاءِ لِلْمَنْفَعَةِ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا وَبُدِئَ بِيَمِينِ الْمُسْتَأْجِرِ لَوْ اخْتَلَفَا فِي الْبَدَلِ وَالْمُؤَجِّرِ لَوْ فِي الْمُدَّةِ وَإِنْ بَرْهَنَا فَالْبَيِّنَةُ لِلْمُؤَجِّرِ فِي الْبَدَلِ وَلِلْمُسْتَأْجِرِ فِي الْمُدَّةِ وَبَعْدَهُ لَا وَالْقَوْلُ لِلْمُسْتَأْجِرِ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ لِلزِّيَادَةِ وَلَوْ اخْتَلَفَا بَعْدَ التَّمَكُّنِ مِنْ اسْتِيفَاءِ الْبَعْضِ مِنْ الْمَنْفَعَةِ تَحَالَفَا وَفُسِخَ الْعَقْدُ فِي الْبَاقِي وَالْقَوْلُ فِي الْمَاضِي لِلْمُسْتَأْجِرِ لِانْعِقَادِهَا سَاعَةً فَسَاعَةً فَكُلُّ جُزْءٍ كَعَقْدٍ بِخِلَافِ الْبَيْعِ.

ترجمہ: اور اگر موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ یا قدر مدت میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے اختلاف کیا، تو دونوں قسم کھا کر اجارہ کو ختم کر دیں اور مستاجر سے قسم کی ابتداء کی جائے، اگر بدل میں اختلاف ہو اور اگر مدت میں اختلاف ہو، تو پہلے موجر سے قسم لی جائے، اگر دونوں گواہ پیش کر دیں، تو بدل میں موجر کے گواہ اور مدت میں مستاجر کے گواہ مقبول ہوں گے، منفعت حاصل کرنے کے بعد تحلیف نہیں ہے؛ لیکن مستاجر کا قول معتبر ہوگا، اس لیے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے، اور اگر اختلاف کیا بعض منفعت حاصل کرنے کے بعد، تو دونوں قسم کھا کر باقی میں عقد فسخ کر لیں گے؛ لیکن (باقی) گذشتہ میں مستاجر کا قول معتبر ہوگا، باری، باری عقد اجارہ منعقد ہونے کی وجہ سے، لہٰذا ہر جز اس کا معقود علیہ ہے، بیع کے خلاف۔

عقد اجارہ میں اختلاف

و لو اختلفا الخ: عقد اجارہ کے بعد موجر اور مستاجر کے درمیان اجرت یا مدت میں اختلاف ہو گیا، تو اب دیکھا جائے گا کہ فائدہ حاصل کیا ہے، یا نہیں اگر فائدہ حاصل نہیں کیا ہے، تو دونوں سے قسم لے کر عقد اجارہ فسخ کر دیا جائے گا؛ لیکن اگر فائدہ حاصل کیا ہے، تو جتنے میں فائدہ حاصل کیا ہے، اتنے میں مستاجر کی بات مان کر مابقیہ میں عقد اجارہ فسخ کر دیا جائے گا، اس لیے کہ عقد اجارہ اکھٹے منعقد نہیں ہو جاتا؛ بل کہ جیسے جیسے استعمال کرتا رہتا ہے ویسے ویسے منعقد ہوتا رہتا ہے، تو جتنا استعمال کر چکا ہے، اتنے میں عقد منعقد مان لیا جائے گا اور باقی میں فسخ کر دیا جائے گا، بخلاف بیع کے کہ اس میں عقد اکھٹے منعقد ہو جاتا ہے، اس لیے وہاں بعض مبیع کو استعمال کرنے کی صورت میں فسخ کی صورت ختم ہو جاتی ہے۔

وَإِنْ اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ وَلَوْ مَمْلُوكَيْنِ أَوْ مُكَاتَبَيْنِ أَوْ صَغِيرَيْنِ وَالصَّغِيرُ يُجَامِعُ أَوْ ذِمِّيَّةٌ مَعَ مُسْلِمٍ قَامَ النِّكَاحُ أَوَّلًا فِي بَيْتٍ لَهُمَا أَوْ لِأَحَدِهِمَا خِزَانَةُ الْأَكْمَلِ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْيَدِ لَا لِلْمِلْكِ فِي مَتَاعٍ هُوَ هُنَا مَا كَانَ فِي الْبَيْتِ وَلَوْ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً فَالْقَوْلُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِيمَا صَلَحَ لَهُ

مَعَ يَمِينِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا يَفْعَلُ أَوْ يَبِيعُ مَا يَصْلُحُ لِلْآخَرِ فَالْقَوْلُ لَهُ تَعَارُضُ الظَّاهِرَيْنِ دُرَرٌ وَغَيْرُهَا وَالْقَوْلُ لَهُ فِي الصَّالِحِ لَهُمَا لِأَنَّهَا وَمَا فِي يَدِهَا فِي يَدِهِ وَالْقَوْلُ لِذِي الْيَدِ بِخِلَافِ مَا يَخْتَصُّ بِهَا لِأَنَّ ظَاهِرَهَا أَظْهَرُ مِنْ ظَاهِرِهِ وَهُوَ يَدُ الِاسْتِعْمَالِ وَلَوْ أَقَامَا بَيِّنَةً يُقْضَى بِبَيِّنَتِهَا لِأَنَّهَا خَارِجَةٌ خَانِيَةٌ وَالْبَيْتُ لِلزَّوْجِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهَا بَيِّنَةٌ بَحْرٌ. وَهَذَا لَوْ حَيَّيْنِ. وَإِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا وَاخْتَلَفَ وَارِثُهُ مَعَ الْحَيِّ فِي الْمُشْكِلِ الصَّالِحِ لَهُمَا فَالْقَوْلُ فِيهِ لِلْحَيِّ وَلَوْ رَقِيقًا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ: الْكُلُّ بَيْنَهُمَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى: الْكُلُّ لَهُ وَقَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ الْكُلُّ لَهَا وَهِيَ الْمُسَبَّعَةُ وَقَالَ فِي الْخَانِيَةِ تِسْعَةَ أَقْوَالٍ وَلَوْ أَحَدُهُمَا مَمْلُوكًا وَلَوْ مَأْذُونًا أَوْ مُكَاتَبًا وَقَالَا وَالشَّافِعِيُّ هُمَا كَالْحُرِّ فَالْقَوْلُ لِلْحُرِّ فِي الْحَيَاةِ وَلِلْحَيِّ فِي الْمَوْتِ لِأَنَّ يَدَ الْحُرِّ أَقْوَى وَلَا يَدَ لِلْمَيِّتِ. أُعْتِقَتِ الْأَمَةُ أَوِ الْمُكَاتَبَةُ وَالْمُدَبَّرَةُ وَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَمَا فِي الْبَيْتِ قَبْلَ الْعِتْقِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ، وَمَا بَعْدَهُ قَبْلَ أَنْ تَخْتَارَ نَفْسَهَا فَهُوَ عَلَى مَا وَصَفْنَاهُ فِي الطَّلَاقِ بَحْرٌ وَفِيهِ: طَلَّقَهَا وَمَضَتِ الْعِدَّةُ فَالْمُشْكِلُ لِلزَّوْجِ وَلِوَرَثَتِهِ بَعْدَهُ لِأَنَّهَا صَارَتْ أَجْنَبِيَّةً لَا يَدَ لَهَا وَلَمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْمُشْكِلَ لِلزَّوْجِ فِي الطَّلَاقِ فَكَذَا لِوَارِثِهِ. أَمَّا لَوْ مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ فَالْمُشْكِلُ لَهَا فَكَأَنَّهُ لَمْ يُطَلِّقْهَا بِدَلِيلِ إِرْثِهَا. وَلَوِ اخْتَلَفَ الْمُؤَجِّرُ وَالْمُسْتَأْجِرُ فِي مَتَاعِ الْبَيْتِ فَالْقَوْلُ لِلْمُسْتَأْجِرِ بِيَمِينِهِ وَلَيْسَ لِلْمُؤَجِّرِ إِلَّا مَا عَلَيْهِ مِنْ ثِيَابِ بَدَنِهِ. وَلَوِ اخْتَلَفَ إِسْكَافِيٌّ وَعَطَّارٌ فِي آلَاتِ الْأَسَاكِفَةِ وَآلَاتِ الْعَطَّارِينَ، وَهِيَ فِي أَيْدِيهِمَا فَهِيَ بَيْنَهُمَا بِلَا نَظَرٍ لِمَا يَصْلُحُ مِنْهُمَا وَتَمَامُهُ فِي السِّرَاجِ.

ترجمہ: اور اگر میاں بیوی نے اختلاف کیا، اگر چہ دونوں مملوک، مکاتب یا چھوٹے ہوں اور اتنے چھوٹے کہ جماع کے قابل ہو، یا بیوی ذمیہ ہو مسلم مرد کے ساتھ، نکاح باقی ہو یا نہ ہو، ایسے گھر کے بارے میں جو دونوں کا مملوک ہے، یا ان میں سے ایک کا، جیسا کہ خزانۃ الاکمل میں ہے، اس لیے کہ اعتبار استعمال کا ہے، نہ ملکیت کا، اس سامان کے بارے میں جو گھر میں ہے، اگر چہ سونا یا چاندی ہو، تو ان دونوں میں سے اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی، جس کے لائق وہ سامان ہو، الا یہ کہ دونوں میں سے ہر ایک اس سامان کو بناتا یا بیچتا ہو، جو دوسرے کے لائق ہے، تو شوہر کی بات مانی جائے گی، دونوں ظاہر کے تعارض کی وجہ سے، جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے اور جو دونوں کے لائق ہے اس میں شوہر کی بات مانی جائے گی اس لیے کہ بیوی اور جو اس کے قبضے میں ہے وہ شوہر کے استعمال میں ہیں اور بات صاحب استعمال میں ہونا ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے، تو بیوی کے گواہ مقبول ہوں گے، اس لیے کہ عورت خارج ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے اور اگر گھر شوہر کا ہوگا، اور یہ کہ عورت کے پاس گواہ ہوں، جیسا کہ بحر میں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب میاں بیوی دونوں زندہ ہوں اور اگر ان میں سے ایک مر گیا اور اس کے وارث نے زندہ کے ساتھ اختلاف کیا، ایسے سامان کے بارے میں جو دونوں کے لائق ہے، تو زندہ کی بات مانی جائے گی، اگر چہ غلام ہو؛ لیکن امام مالک اور شافعی نے کہا کہ دونوں برابر ہیں، ابن ابی لیلیٰ نے کا کل مال شوہر کے ہیں اور حسن بصری

نے کہا کل مال بیوی کے ہیں، اس مسئلے میں سات قول ہیں اور خانیہ میں نوشمار کرائے ہیں، اگر چہ ان میں سے ایک مملوک ہو، خواہ ماذون ہو یا مکاتب؛ لیکن صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ یہ دونوں آزاد کی طرح ہیں، تو آزاد کی بات مانی جائے گی اور موت کی صورت میں زندہ کی، اس لیے کہ آزاد کی ملکیت اقویٰ ہے اور مردہ کی ملکیت ہی نہیں ہے، باندی، مکاتب یا مدبرہ نے آزاد ہو کر اپنے آپ کو اختیار کیا، تو جو کچھ آزادی سے پہلے گھر میں تھا وہ شوہر کے لیے ہے اور جو کچھ آزادی کے بعد اپنے آپ کو اختیار کرنے سے پہلے ہے، وہ اسی حکم کے مطابق ہے، جو ہم نے کتاب الطلاق میں بیان کیا ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، بحر میں ہے کہ بیوی کو طلاق دی اور عدت بھی گذر گئی، تو سامان شوہر کا ہے اور شوہر کے انتقال کے بعد اس کے وارث کا، اس لیے کہ بیوی اب اجنبیہ ہوگئی، جس کے لیے اس میں تصرف ثابت نہیں اور جب ہم نے ذکر کیا طلاق کی صورت میں سامان شوہر کے لیے ہے، ایسے ہی شوہر کے وارث کے لیے؛ لیکن اگر شوہر مر گیا اور وہ عورت عدت میں ہے، تو سامان عورت کے لیے ہے، گویا کہ اس کو طلاق ہی نہیں دی، اس کے وارث ہونے کی وجہ سے، اور اگر موجر اور مستاجر نے گھر کے سامان میں اختلاف کیا، تو مستاجر کا قول معتبر ہوگا اس کے قسم کے ساتھ موجر کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر یہ کہ جو کپڑے اس کے بدن میں ہیں، کفش گر اور عطار نے کفش گروں اور عطاروں کے آلات میں اختلاف کیا اور وہ ان دونوں کے قبضے میں ہوں، تو وہ آلات بلا دلیل ان دونوں کے ہیں، اس لیے وہ ان دونوں کے لیے ہو سکتے ہیں، اس کی پوری تفصیل سراج میں ہے۔

زوجین میں اختلاف

و ان اختلف الخ: کسی سامان کے بارے میں میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہوا، تو وہ سامان اس کے لیے ہوگا جس کے استعمال کے لائق ہے، اس کی قسم کے ساتھ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے، تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے، اس لیے کہ وہ ایک خارج شئ ثابت کر رہی ہے۔

رَجُلٌ مَعْرُوفٌ بِالْفَقْرِ وَالْحَاجَةِ صَارَ بِيَدِهِ غُلَامٌ وَعَلَى عُنُقِهِ بَدْرَةٌ وَذٰلِكَ بِدَارِهِ فَادَّعَاهُ رَجُلٌ عُرِفَ بِالْيَسَارِ وَادَّعَاهُ صَاحِبُ الدَّارِ فَهُوَ لِلْمَعْرُوفِ بِالْيَسَارِ وَكَذَا كَنَّاسٌ فِي مَنْزِلِ رَجُلٍ وَعَلَى عُنُقِهِ قَطِيفَةٌ يَقُولُ الَّذِي عَلَى عُنُقِهِ هِيَ لِي وَادَّعَاهَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ فَهِيَ لِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ رَجُلَانِ فِي سَفِينَةٍ بِهَا دَقِيقٌ فَادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ السَّفِينَةَ وَمَا فِيهَا وَأَحَدُهُمَا يُعْرَفُ بِبَيْعِ الدَّقِيقِ وَالْآخَرُ يُعْرَفُ بِأَنَّهُ مَلَّاحٌ فَالدَّقِيقُ لِلَّذِي يُعْرَفُ بِبَيْعِهِ وَالسَّفِينَةُ لِمَنْ يُعْرَفُ بِأَنَّهُ مَلَّاحٌ عَمَلًا بِالظَّاهِرِ وَلَوْ فِيهَا رَاكِبٌ وَآخَرُ مُمْسِكٌ وَآخَرُ يَجْذِبُ وَآخَرُ يَمُدُّهَا وَكُلُّهُمْ يَدَّعُونَهَا فَهِيَ بَيْنَ الثَّلَاثَةِ أَثْلَاثًا وَلَا شَيْءَ لِلْمَادِّ. رَجُلٌ يَقُودُ قِطَارَ إِبِلٍ وَآخَرُ رَاكِبٌ أَنَّ عَلَى الْكُلِّ مَتَاعُ الرَّاكِبِ فَكُلُّهَا لَهُ وَالْقَائِدُ أَجِيرُهُ وَأَنْ لَا شَيْءَ عَلَيْهَا فَلِلرَّاكِبِ مَا هُوَ رَاكِبُهُ وَالْبَاقِي لِلْقَائِدِ بِخِلَافِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فِي خِزَانَةِ الْأَكْمَلِ.

ترجمہ: ایک آدمی فقر اور محتاجگی میں مشہور ہے اور اس کے ہاتھ ایک ایسا غلام لگ گیا، جس کی گردن میں دس ہزار درہم کی تھیلی ہے، جو اس غریب کے گھر میں ہے، چناں چہ اس غلام کا ایسے شخص نے دعویٰ کیا، جو مالداری میں مشہور ہے اور گھر والے نے بھی دعویٰ کیا، تو وہ غلام اس مالدار کے لیے ہے، ایسے ہی کسی آدمی کے گھر میں جاروب کش ہے، جس کی گردن پہ مخمل کی

چادر ہے، وہ اس چادر کے بارے میں کہتا ہے میری ہے اور گھر والا بھی دعویٰ کرتا ہے، جو آدمی ایک ایسی کشتی میں ہیں، جس میں آٹا ہے، چناں چہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے کشتی و مافیہا کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ایک آٹے کے تاجر اور دوسرے ملاح سے مشہور ہے، تو آٹا تاجر کے لیے ہوگا اور کشتی اسی ملاح کے لیے، ظاہر پر عمل کرتے ہوئے، ایک آدمی کشتی میں سوار ہے، دوسرا اس کشتی کو پکڑے ہوا ہے، تیسرا اس کشتی کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور چوتھا اس کو بہا رہا ہے، نیز ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ کشتی میری ہے، تو پہلے تین کو ایک تہائی کر کے ملے گی اور بہانے والے کو کچھ نہیں ملے گا، ایک آدمی اونٹوں کی قطار ہانک رہا ہے اور دوسرا سوار ہے، اگر ہر اونٹ پر سامان ہے تو یہ سب اونٹ سوار کے لیے ہیں اور قائد اس کا اجیر ہے اور اگر اونٹوں پر کوئی سامان نہیں ہے، تو سوار کے لیے صرف وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہے اور باقی قائد کے لیے، بخلاف گائے اور بکری کے، اس کا پورا بیان خزانۃ الاکمل میں ہے۔

غریب آقا اور پیسے والا غلام

رجل معروف بالفقر الخ: ایک آدمی مفلسی میں مشہور ہے اور اس کو ایک ایسا غلام مل گیا، جس کی گردن میں ایک ہزار درہم کی تھیلی ہے، جو اسی غری کے گھر میں رہتا ہے، اسی غریب کے گھر میں رہتا ہے، اس کے بارے میں ایک مال دار شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اس کے ساتھ ساتھ اس غریب نے بھی دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے، تو وہ غلام مال دار کو ملے گا، اس لیے کہ ظاہری حالت اسی کے دعویٰ کی تصدیق کرتی ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِي دَفْعِ الدَّعَاوٰى

لَمَّا قَدَّمَ مَنْ يَكُونُ خَصْمًا ذَكَرَ مَنْ لَا يَكُونُ قَالَ ذُو الْيَدِ هٰذَا الشَّيْءُ الْمُدَّعَى بِهِ مَنْقُولًا كَانَ أَوْ عَقَارًا أَوْدَعَنِيهِ أَوْ أَعَارَنِيهِ أَوْ آجَرَنِيهِ أَوْ رَهَنَنِيهِ زَيْدٌ الْغَائِبُ أَوْ غَصَبْته مِنْهُ مِنْ الْغَائِبِ وَبَرْهَنَ عَلَيْهِ عَلَى مَا ذُكِرَ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ لَا هَالِكَةٌ وَقَالَ الشُّهُودُ نَعْرِفُهُ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ أَوْ بِوَجْهِهِ. وَشَرَطَ مُحَمَّدٌ مَعْرِفَتَهُ بِوَجْهِهِ أَيْضًا فَلَوْ حَلَفَ لَا يَعْرِفُ فُلَانًا وَهُوَ لَا يَعْرِفُهُ إِلَّا بِوَجْهِهِ لَا يَحْنَثُ ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَفِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنْ خَطِّ الْعَلَّامَةِ الْمَقْدِسِيِّ عَنْ الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ تَعْوِيلَ الْأَئِمَّةِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ اهـ فَلْيُحْفَظْ دُفِعَتْ خُصُومَةُ الْمُدَّعِي لِلْمِلْكِ الْمُطْلَقِ لِأَنَّ يَدَ هٰؤُلَاءِ لَيْسَتْ يَدَ خُصُومَةٍ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِنْ عُرِفَ ذُو الْيَدِ بِالْحِيَلِ لَا تَنْدَفِعُ وَبِهِ يُؤْخَذُ مُلْتَقَى وَاخْتَارَهُ فِي الْمُخْتَارِ وَهٰذِهِ مُخَمَّسَةُ كِتَابِ الدَّعْوَى. لِأَنَّ فِيهَا أَقْوَالَ خَمْسَةِ عُلَمَاءَ كَمَا بُسِطَ فِي الدُّرَرِ أَوْ لِأَنَّ صُوَرَهَا خَمْسٌ عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ. قُلْت: وَفِيهِ نَظَرٌ إِذْ الْحُكْمُ كَذٰلِكَ لَوْ قَالَ وَكَّلَنِي صَاحِبُهُ بِحِفْظِهِ، أَوْ أَسْكَنَنِي فِيهَا زَيْدٌ الْغَائِبُ أَوْ سَرَقْته مِنْهُ أَوْ انْتَزَعْته مِنْهُ أَوْ ضَلَّ مِنْهُ فَوَجَدْته بَحْرٌ أَوْ هِيَ فِي يَدِي مُزَارَعَةً بَزَّازِيَّةٌ فَالصُّوَرُ إِحْدَى عَشْرَةَ. قُلْت: لٰكِنْ أَلْحَقَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ الْمُزَارَعَةَ بِالْإِجَارَةِ أَوْ الْوَدِيعَةِ فَلَا يُزَادُ عَلَى الْخَمْسِ وَقَدْ حَرَّرْته فِي شَرْحِ الْمُلْتَقَى.

ترجمہ: جب خصم کو مقدم کیا، تو اب اس کو ذکر کر رہے ہیں، جو خصم نہیں ہوتا ہے، صاحب قبضہ نے کہا یہ چیز جس کا

دعویٰ کیا گیا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول، میرے پاس ودیعت رکھی، یا مجھے عاریت دی، یا مجھے اجرت میں دی، یا میرے پاس رہن میں رکھی، اس زید نے جو غائب ہے، یا میں نے اس غائب سے غصب کیا، نیز اس نے اپنے مدعیٰ پر گواہ پیش کیے اور سامان موجود ہے، ہلاک نہیں ہوا ہے، نیز گواہوں نے کہا کہ ہم اس غائب کو اس کے نام ونسب یا چہرے سے جانتے ہیں؛ لیکن امام محمد نے نام ونسب کے ساتھ اس کے چہرے سے بھی پہچاننے کی شرط لگائی ہے، لہٰذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو نہیں جانتا ہے اور وہ اس کو صرف چہرے سے جانتا ہے، تو حانث نہیں ہوگا، اس کو زیلعی نے ذکر کیا ہے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے ہے کہ ائمہ کا اعتماد امام محمد کے قول پر ہے، بات ختم ہوئی اس کو یاد رکھنا چاہیے، (اس برہان سے) اس مدعی کی خصومت ختم ہو جائے گی، جو ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہے، اس لیے کہ ان لوگوں کا قبضہ خصومت کا قبضہ نہیں ہے، امام ابو یوسف نے کہا کہ اگر صاحب قبضہ حیلہ گری میں مشہور ہو، تو خصومت ختم نہیں ہوگی، یہی قول لیا جائے گا، جیسا کہ ملتقی میں ہے، جسے مختار میں اختیار کیا ہے، یہ کتاب الدعویٰ میں مخمسہ ہے، اس لیے کہ اس میں پانچ علماء کے اقوال ہیں، جیسا کہ درر میں تفصیل ہے، یا یہ کہ اس کی پانچ صورتیں ہیں، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں نظر ہے، اس لیے کہ حکم اسی طرح ہے تو اگر کہا اس کے مالک نے مجھے حفاظت کے لیے وکیل بنایا ہے، یا زید غائب نے مجھے اس میں ٹھہرایا ہے، یا میں نے زید غائب سے چرایا ہے، یا میں نے اس سے اس کو نکال لیا، یا میں نے گم شدہ چیز پائی ہے، جیسا کہ بحر میں ہے یا یہ زمین میرے قبضے میں بطور مزارعت کے ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، یہ کل گیارہ صورتیں ہوئیں، میں کہتا ہوں؟ لیکن وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعہ یا تو اجارہ کے ساتھ ملحق ہے یا ودیعت کے ساتھ، چناں چہ بزازیہ نے کہا پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں، اس کو ہم نے شرح ملتقی میں لکھا ہے۔

دعویٰ ختم ہو جانا

قال ذی الید هذا الشیٔ المدعی الخ: ایک چیز کے بارے میں مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے، جس پر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ جس چیز کے بارے میں مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ فلاں نے غائب کی ہے، جس نے میرے پاس ودیعت میں رکھی ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس بات کو گواہوں سے ثابت کر دیا، تو اب مدعی کا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ هَالِكًا أَوْ قَالَ الشُّهُودُ أَوْدَعَهُ مَنْ لَا نَعْرِفُهُ أَوْ أَقَرَّ ذُو الْيَدِ بِيَدِ الْخُصُومَةِ كَأَنْ قَالَ ذُو الْيَدِ اشْتَرَيْته أَوْ اتَّهَبْته مِنَ الْغَائِبِ أَوْ لَمْ يَدَّعِ الْمِلْكَ الْمُطْلَقَ بَلْ ادَّعَى عَلَيْهِ الْفِعْلَ بِأَنْ قَالَ الْمُدَّعِي غَصَبْته مِنِّي أَوْ قَالَ سُرِقَ مِنِّي وَبَنَاهُ لِلْمَفْعُولِ لِلسَّتْرِ عَلَيْهِ فَكَأَنَّهُ قَالَ سَرَقْته مِنِّي بِخِلَافِ غُصِبَ مِنِّي أَوْ غَصَبَهُ مِنِّي فُلَانٌ الْغَائِبُ كَمَا سَيَجِيءُ حَيْثُ تَنْدَفِعُ وَهَلْ تَنْدَفِعُ بِالْمَصْدَرِ الصَّحِيحُ لَا بَزَّازِيَّةٌ وَقَالَ ذُو الْيَدِ فِي الدَّفْعِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ وَبَرْهَنَ عَلَيْهِ لَا تَنْدَفِعُ فِي الْكُلِّ لِمَا قُلْنَا.

ترجمہ: اور اگر مدعیٰ بہ ہلاک ہو جائے، یا گواہوں نے کہا کہ ودیعت رکھنے والے کو ہم نہیں جانتے، یا صاحب قبضہ نے قبضۂ خصومت کا اقرار کیا، اس طور پر کہ صاحب قبضہ نے کہا کہ میں نے اس کو شخص غائب سے خریدا ہے یا بطور ہبہ کے لیا ہے، یا مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ نہیں کیا، بل کہ اس میں مدعیٰ علیہ کے فعل کا دعویٰ کیا، اس طور پر کہ مدعی نے کہا تو نے اس کو مجھ سے غصب کیا ہے، یا کہا مجھ سے چرا لیا گیا، مصنف علام نے اس کو مجہول ذکر کیا، اس طور پر کہ مدعیٰ علیہ کی پردہ پوشی کے لیے، گویا کہ

اس نے کہا تو نے اس کو چرایا ہے بخلاف اس کے کہ مجھ سے غصب کیا گیا، یا مجھ سے غصب کیا فلاں غائب نے، جیسا کہ آرہا ہے، اس طور پر کہ وہاں خصومت ختم ہو جائے گی اور کیا صیغہ مصدر سے خصومت ختم ہوگی، صحیح بات یہ ہے کہ خصومت ختم نہیں ہوگی، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اگر صاحب قبضہ نے دفع خصومت میں دعویٰ کیا کہ فلاں غائب نے میرے پاس ودیعت رکھی ہے اور اس پر گواہ لائے، تو کل میں خصومت ختم نہیں ہوگی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

مدعیٰ بہ کا ہلاک ہو جانا

و ان کان ھالکا الخ: مدعیٰ بہ ہلاک ہو گیا، یا گواہوں نے شخص غائب کی پہنچان سے انکار کیا، تو اسی صورت میں خصومت ختم نہیں ہوگی اور مدعیٰ بہ میں مدعی کا دعویٰ بدستور قائم رہے گا۔

قَالَ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْحُكْمِ إِنَّهُ مِلْكِي ثُمَّ قَالَ فِي مَجْلِسِهِ إِنَّهُ وَدِيعَةٌ عِنْدِي أَوْ رَهْنٌ مِنْ فُلَانٍ تَنْدَفِعُ مَعَ الْبُرْهَانِ عَلَى مَا ذُكِرَ وَلَوْ بَرْهَنَ الْمُدَّعِي عَلَى مَقَالَتِهِ الْأُولَى يَجْعَلُهُ خَصْمًا وَيُحْكَمُ عَلَيْهِ لِسَبْقِ إِقْرَارٍ يَمْنَعُ الدَّفْعَ بَزَّازِيَّةٌ. وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي اشْتَرَيْته مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ وَقَالَ ذُو الْيَدِ أَوْدَعَنِيهِ فُلَانٌ ذَلِكَ أَيْ بِنَفْسِهِ فَلَوْ بِوَكِيلِهِ لَمْ تَنْدَفِعْ بِلَا بَيِّنَةٍ دُفِعَتْ الْخُصُومَةُ وَإِنْ لَمْ يُبَرْهِنْ لِتَوَافُقِهِمَا أَنَّ أَصْلَ الْمِلْكِ لِلْغَائِبِ إِلَّا إِذَا قَالَ اشْتَرَيْته وَوَكَّلَنِي بِقَبْضِهِ وَبَرْهَنَ وَلَوْ صَدَّقَهُ فِي الشِّرَاءِ لَمْ يُؤْمَرْ بِالتَّسْلِيمِ لِئَلَّا يَكُونَ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ بِإِقْرَارِهِ وَهِيَ عَجِيبَةٌ ثُمَّ اقْتِصَارُ الدُّرَرِ وَغَيْرِهَا عَلَى دَعْوَى الشِّرَاءِ قَيْدٌ اتِّفَاقِيٌّ. فَلِذَا قَالَ: وَلَوْ ادَّعَى أَنَّهُ لَهُ غَصَبَهُ مِنْهُ فُلَانٌ الْغَائِبُ وَبَرْهَنَ عَلَيْهِ وَزَعَمَ ذُو الْيَدِ أَنَّ هَذَا الْغَائِبَ أَوْدَعَهُ عِنْدَهُ انْدَفَعَتْ لِتَوَافُقِهِمَا أَنَّ الْيَدَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ وَلَوْ كَانَ مَكَانَ دَعْوَى الْغَصْبِ دَعْوَى سَرِقَةٍ لَا تَنْدَفِعُ بِزَعْمِ ذِي الْيَدِ إِيدَاعَ ذَلِكَ الْغَائِبِ اسْتِحْسَانًا بَزَّازِيَّةٌ وَفِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ لَوْ اتَّفَقَا عَلَى الْمِلْكِ لِزَيْدٍ وَكُلٌّ يَدَّعِي الْإِجَارَةَ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ الثَّانِي خَصْمًا لِلْأَوَّلِ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَا لِمُدَّعِي رَهْنٍ أَوْ شِرَاءٍ أَمَّا الْمُشْتَرِي فَخَصْمٌ لِلْكُلِّ. فُرُوعٌ: قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِي دَفْعٌ يُمْهَلُ إِلَى الْمَجْلِسِ الثَّانِي صُغْرَى. لِلْمُدَّعِي تَحْلِيفُ الْمُدَّعِي الْإِيدَاعَ عَلَى الْبَتَاتِ دُرَرٌ وَلَهُ تَحْلِيفُ الْمُدَّعِي عَلَى الْعِلْمِ وَتَمَامُهُ فِي الْبَزَّازِيَّةِ. وَكِّلْ بِنَقْلِ أَمَتِهِ فَبَرْهَنَتْ أَنَّهُ أَعْتَقَهَا قُبِلَ لِلدَّفْعِ لَا لِلْعِتْقِ مَا لَمْ يَحْضُرْ الْمَوْلَى ابْنُ مَلَكٍ.

ترجمہ: قاضی کی مجلس کے علاوہ میں کہا کہ یہ میری ملکیت ہے، پھر قاضی کی مجلس میں کہا کہ میرے پاس ودیعت ہے، یا فلاں غائب کا رہن ہے، تو گواہوں کے ساتھ خصومت ختم ہو جائے گی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے، اگر مدعی اس کے پہلے قول پر گواہ لائے، اس کو خصم قرار دے اس کے خلاف فیصلہ دے گا، اس کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہونے کی وجہ سے جو دفع خصومت کے لیے ممنوع ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، اگر مدعی نے کہا کہ تو نے فلاں غائب سے خریدا ہے اور صاحب قبضہ نے کہا کہ فلاں غائب نے خود سے میرے پاس ودیعت رکھی ہے، تو خصومت ختم ہو جائے گی، اگر چہ گواہ نہ لائے، دونوں کے موافق ہونے کی وجہ سے کہ اصل ملک غائب کی ہے، لہٰذا اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ فلاں غائب کے وکیل نے ودیعت رکھی ہے، تو بغیر گواہ

کے خصومت ختم نہ ہوگی، (جیسے) جب مدعی نے کہا میں نے اس کو خریدا ہے اور مجھ کو قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے، نیز اس پر گواہ لایا، اگر چہ مدعیٰ علیہ اس کے خریدنے پر تصدیق کرے، تو حوالہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا، تا کہ اس کے اقرار کی وجہ سے غائب پر فیصلہ کرنا لازم نہ آئے، یہ مسئلہ عجیب ہے، پھر درر وغیرہ کا خرید کے دعویٰ کے ساتھ خاص کرنا قید اتفاقی ہے، اسی لیے مصنف علام نے کہا کہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے، جیسے فلاں غائب نے غصب کی ہے، جس پر گواہ بھی پیش کیے اور صاحب قبضہ نے کہا کہ یہ فلاں غائب کی ہے جس نے میرے پاس ودیعت رکھی ہے، تو صاحب قبضہ سے خصومت ختم ہو جائے گی، دونوں کے اس پر متفق ہونے کی وجہ سے کہ ملکیت فلاں غائب کی ہے اور اگر دعوائے غصب کی جگہ دعوائے سرقہ ہو، تو صاحب قبضہ کے شخص غائب کی طرف سے ودیعت کے دعویٰ سے خصومت ختم نہیں ہوگی استحسانا جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور شرنبلالیہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو آدمی نے زید کی ملکیت پر اتفاق کیا اور ہر ایک نے اس سے اجرت پر لینے کا دعویٰ کیا، تو دوسرا پہلے کے لیے خصم نہیں ہوتا، صحیح قول کے مطابق اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراء کے جدی کا خصم ہوسکتا ہے؛ البتہ مشتری پر ایک کا خصم ہوسکتا ہے۔

مدعیٰ علیہ نے کہا میرے پاس یا دفاع کرنے کی وجہ ہے، تو دوسری مجلس تک اس کو مہلت دی جائے گی، جیسا کہ صغریٰ میں ہے، مدعی کے لیے جائز ہے کہ یقین پر مدعی ایداع سے قسم لے، جیسا کہ درر میں ہے اور مدعی ایداع کے لیے جائز ہے کہ وہ مدعی سے علم پر قسم لے، اس کا پورا بیان بزازیہ میں ہے کسی شخص نے اپنی لونڈی لے جانے کا کسی کو وکیل بنایا؛ لیکن باندی نے اس پر گواہ پیش کیے کہ مجھ کو آزاد کر دیا ہے، تو دفاع کے لیے مقبول ہوگا، نہ کہ عتق کے لیے، جب تک مولی حاضر نہ ہو جائے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

عدالت میں کچھ اور باہر کچھ اور کہتا ہے

قال في غير مجلس الحكم الخ: صاحبِ قبضہ نے عدالت سے باہر یہ کہا کہ یہ سامان میرا ہے اور قاضی کی عدالت میں یہ کہا یہ سامان مجھے فلاں غائب نے ودیعت میں دی ہے، اب اگر وہ قاضی کی عدالت میں اپنی دوسری بات ثابت کر دیتا ہے، تو خصومت ختم ہو جائے گی؛ لیکن اگر یہ اپنی دوسری بات ثابت نہیں کر پاتا ہے اور مدعی اس کی پہلی بات یعنی جو اس نے عدالت سے باہر کہی ہے، اسی کو مدعی گواہ سے ثابت کر دیتا ہے، تو خصومت باقی رہے گی۔

بَابُ دَعْوَى الرَّجُلَيْنِ

تُقَدَّمُ حُجَّةُ خَارِجٍ فِي مِلْكٍ مُطْلَقٍ أَيْ لَمْ يُذْكَرْ لَهُ سَبَبٌ كَمَا مَرَّ عَلَى حُجَّةِ ذِي الْيَدِ وَإِنْ وَقَّتَ أَحَدُهُمَا فَقَطْ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: ذُو الْوَقْتِ أَحَقُّ وَثَمَرَتُهُ فِيمَا لَوْ قَالَ فِي دَعْوَاهُ هَذَا الْعَبْدُ لِي غَابَ مُنْذُ شَهْرٍ وَقَالَ ذُو الْيَدِ لِي مُنْذُ سَنَةٍ قُضِيَ لِلْمُدَّعِي لِأَنَّ مَا ذَكَرَهُ تَارِيخُ غَيْبَةٍ لَا مِلْكٍ فَلَمْ يُوجَدْ التَّارِيخُ مِنْ الطَّرَفَيْنِ فَقُضِيَ بِبَيِّنَةِ الْخَارِجِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يُقْضَى لِلْمُؤَرِّخِ وَلَوْ حَالَةَ الِانْفِرَادِ. وَيَنْبَغِي أَنْ يُفْتَى بِقَوْلِهِ لِأَنَّهُ أَوْفَقُ وَأَظْهَرُ كَذَا فِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ

ترجمہ: ملک مطلق میں خارج شخص کی حجت مقدم ہوگی، ذی الید کی حجت پر، ملک مطلق وہ ہے جس میں سبب ملک

مذکور نہ ہو، اگر چہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے؛ لیکن امام ابو یوسف نے کہا وقت والا زیادہ حق دار ہے، اس کا نتیجہ وہاں برآمد ہوگا کہ اگر اپنے دعوے میں کہا کہ یہ غلام میرا ہے، جو ایک مہینے سے غائب ہے اور صاحب قبضہ نے کہا کہ میرے پاس ایک سال سے ہے، تو فیصلہ مدعی خارج کے حق میں ہوگا، اس لیے کہ اس نے جو تاریخ ذکر کی ہے وہ غائب ہونے کی تاریخ ہے، نہ کہ مالک ہونے کی تاریخ، لہٰذا دونوں طرف سے، تو طرفین سے ملک کی تاریخ نہیں پائی گئی (صرف ایک کی طرف سے پائی گئی جس کا اعتبار نہیں)، اس لیے خارج کے گواہ پر فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسف نے کہا کہ ملک کی تاریخ بیان کرنے والے کے حق میں فیصلہ ہوگا، اگر چہ اس نے تنہا بیان کی ہے، مناسب یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کرے، اس لیے کہ یہ اوفق اور اظہر ہے، جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) ثابت رکھا ہے۔

دو آدمی کا دعویٰ

تقدم حجة خارج الخ: ایک چیز ہے جس میں دو آدمیوں نے سبب ملک کا ذکر کیے بغیر اپنا اپنا دعویٰ کیا اور وہ سامان ایک کے قبضے میں ہے، تو اس شخص کے گواہ زیادہ معتبر ہوں گے، جس کے قبضے میں وہ سامان نہیں ہے، اگر چہ ان میں سے ایک ملک کی تاریخ بھی کرے، اس لیے کہ ایک آدمی کے تاریخ ملک بیان کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس بارے میں حضرت امام اعظمؒ ہی کا قول صحیح اور مشہور ہے۔ "لکن الصحیح و المشهور من مذهبه یعني اباحنیفة انه ای تاریخ ذی الید وعده غیر معتبر۔" (رد المحتار: ۸/۳۲۶)

وَلَوْ بَرْهَنَ خَارِجَانِ عَلَى شَيْءٍ قُضِيَ بِهِ لَهُمَا فَإِنْ بَرْهَنَا فِي دَعْوَى نِكَاحٍ سَقَطَا لِتَعَذُّرِ الْجَمْعِ لَوْ حَيَّةً وَلَوْ مَيْتَةً قُضِيَ بِهِ بَيْنَهُمَا وَعَلَى كُلٍّ نِصْفُ الْمَهْرِ وَيَرِثَانِ مِيرَاثَ زَوْجٍ وَاحِدٍ وَلَوْ وَلَدَتْ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُمَا وَتَمَامُهُ فِي الْخُلَاصَةِ وَهِيَ لِمَنْ صَدَّقَتْهُ إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي يَدِ مَنْ كَذَّبَتْهُ وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ مَنْ كَذَّبَتْهُ بِهَا هَذَا إِذَا لَمْ يُؤَرِّخَا فَإِنْ أَرَّخَا فَالسَّابِقُ أَحَقُّ بِهَا فَلَوْ أَرَّخَ أَحَدُهُمَا فَهِيَ لِمَنْ صَدَّقَتْهُ أَوْ لِذِي الْيَدِ بَزَّازِيَّةٌ. قُلْت: وَعَلَى مَا مَرَّ عَنْ الثَّانِي يَنْبَغِي اعْتِبَارُ تَارِيخِ أَحَدِهِمَا، وَلَمْ أَرَ مَنْ نَبَّهَ عَلَى هَذَا فَتَأَمَّلْ وَإِنْ أَقَرَّتْ لِمَنْ لَا حُجَّةَ لَهُ فَهِيَ لَهُ، وَإِنْ بَرْهَنَ الْآخَرُ قُضِيَ لَهُ وَلَوْ بَرْهَنَ أَحَدُهُمَا وَقُضِيَ لَهُ ثُمَّ بَرْهَنَ الْآخَرُ لَمْ يُقْضَ لَهُ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ سَبْقُهُ لِأَنَّ الْبُرْهَانَ مَعَ التَّارِيخِ أَقْوَى مِنْهُ بِدُونِهِ كَمَا لَمْ يُقْضَ بِبُرْهَانِ خَارِجٍ عَلَى ذِي يَدٍ ظَهَرَ نِكَاحُهُ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ سَبْقُهُ أَيْ أَنَّ نِكَاحَهُ أَسْبَقُ

ترجمہ: اور اگر دو خارج نے ایک چیز پر گواہ قائم کئے، وہ دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گی، لہٰذا اگر نکاح کے دعوے میں دونوں نے گواہ پیش کیے تو دونوں کے گواہ ساقط ہو جائیں گے، جمع متعذر رہونے کی وجہ سے، اگر بیوی زندہ ہو اور اگر مرگئی ہے تو دونوں کے لیے نکاح کا حکم ہوگا، دونوں پر آدھا آدھا مہر ہوگا اور یہ دونوں ایک شوہر کی میراث (کے برابر) میں وارث ہوں گے اور اگر کوئی بچہ ہوا ہے اس بچے کا دونوں سے نسب ثابت ہوگا اور اس کا پورا بیان خلاصہ میں ہے اور یہ عورت اس مرد کی ہوگی، جس کی وہ تصدیق کرے، جب کہ وہ عورت اس کے قبضے میں نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی ہے، نیز جس کی اس عورت نے تکذیب کی ہے، اس نے اس سے وطی نہ کی ہو، یہ اس صورت میں ہے جب دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو، لہٰذا اگر

دونوں نے تاریخ بیان کی، تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ عورت کا زیادہ حق دار ہے اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی تو یہ عورت اسی کی ہے جس کی وہ عورت تصدیق کرے یا جس کے قبضے میں ہو، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، میں کہتا ہوں جو امام ابو یوسف سے گذر چکا کہ مناسب ہے کہ دونوں کی تاریخ میں سے ایک کا اعتبار کیا جائے؛ لیکن میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس پر آگاہ کیا ہو، لہذا غور کرنا چاہیے، اور اگر عورت نے اس کے لیے اقرار کیا جس کے پاس حجت نہیں ہے تو وہ اسی کی ہوگی اور اگر دوسرے نے گواہ قائم کیے، تو وہ عورت دوسرے کی ہوگی، اگر ایک نے گواہ قائم کیے جس کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے تو دوسرے کے حق میں فیصلہ نہیں ہوگا، الا یہ کہ وہ سبقتِ تاریخ بیان کرے، اس لیے کہ تاریخ کے ساتھ گواہ بغیر تاریخ کے گواہ سے اقویٰ ہے، جیسے خارج کے گواہ سے اس صاحب قبضہ کے خلاف فیصلہ نہیں ہوگا، جس کا نکاح ظاہر ہو، الا یہ کہ ظاہر سبقتِ نکاح کو بیان کرے۔

دونوں خارج کا گواہ قائم کرنا

ولو برهن خارجان الخ: کسی چیز پر دو خارج نے گواہ قائم کیے، تو وہ شئے دونوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی۔

وَإِنْ ذَكَرَا سَبَبَ الْمِلْكِ بِأَنْ بَرْهَنَا عَلَى شِرَاءِ شَيْءٍ مِنْ ذِي يَدٍ، فَلِكُلٍّ نِصْفُهُ بِنِصْفِ الثَّمَنِ إِنْ شَاءَ أَوْ تَرَكَهُ إِنَّمَا خُيِّرَ لِتَفْرِيقِ الصَّفْقَةِ عَلَيْهِ وَإِنْ تَرَكَ أَحَدُهُمَا بَعْدَمَا قُضِيَ لَهُمَا لَمْ يَأْخُذِ الْآخَرُ كُلَّهُ لِانْفِسَاخِهِ بِالْقَضَاءِ فَلَوْ قَبْلَهُ فَلَهُ، وَهُوَ أَيْ مَا ادَّعَيَا شِرَاءَهُ لِلسَّابِقِ تَارِيخًا إِنْ أَرَّخَا فَيَرُدُّ الْبَائِعُ مَا قَبَضَهُ مِنَ الْآخَرِ إِلَيْهِ سِرَاجٌ وَ هُوَ لِذِي يَدٍ إِنْ لَمْ يُؤَرِّخَا أَوْ أَرَّخَ أَحَدُهُمَا وَاسْتَوَى تَارِيخُهُمَا وَ هُوَ لِذِي وَقْتٍ إِنْ وَقَّتَ أَحَدُهُمَا فَقَطْ وَ الْحَالُ أَنَّهُ لَا يَدَ لَهُمَا وَإِنْ لَمْ يُوَقِّتَا فَقَدْ مَرَّ أَنَّ لِكُلٍّ نِصْفَهُ بِنِصْفِ الثَّمَنِ وَالشِّرَاءُ أَحَقُّ مِنْ هِبَةٍ وَصَدَقَةٍ وَرَهْنٍ وَلَوْ مَعَ قَبْضٍ وَهَذَا إِنْ لَمْ يُؤَرِّخَا فَلَوْ أَرَّخَا وَاتَّحَدَ الْمُمَلِّكُ فَالْأَسْبَقُ أَحَقُّ لِقُوَّتِهِ وَلَوْ أَرَّخَتْ إِحْدَاهُمَا فَقَطْ فَالْمُؤَرَّخَةُ أَوْلَى ، وَلَوِ اخْتَلَفَ الْمُمَلِّكُ اسْتَوَيَا وَهَذَا فِيمَا لَا يُقْسَمُ اتِّفَاقًا وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فِيمَا يُقْسَمُ كَالدَّارِ وَالْأَصَحُّ أَنَّ الْكُلَّ لِمُدَّعِي الشِّرَاءِ لِأَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ مِنْ قَبِيلِ الشُّيُوعِ الْمُقَارِنِ لَا الطَّارِئِ هِبَةُ الدُّرَرِ وَالشِّرَاءُ وَالْمَهْرُ سَوَاءٌ فَيُنَصَّفُ وَتَرْجِعُ هِيَ بِنِصْفِ الْقِيمَةِ وَهُوَ بِنِصْفِ الثَّمَنِ أَوْ يَفْسَخُ لِمَا مَرَّ هَذَا إِذَا لَمْ يُؤَرِّخَا أَوْ أَرَّخَا وَاسْتَوَى تَارِيخُهُمَا فَإِنْ سَبَقَ تَارِيخُ أَحَدِهِمَا كَانَ أَحَقَّ قُيِّدَ بِالشِّرَاءِ لِأَنَّ النِّكَاحَ أَحَقُّ مِنْ هِبَةٍ أَوْ رَهْنٍ أَوْ صَدَقَةٍ عِمَادِيَّةٌ. وَالْمُرَادُ مِنَ النِّكَاحِ: الْمَهْرُ كَمَا حَرَّرَهُ فِي الْبَحْرِ مُغَلِّطًا لِلْجَامِعِ. نَعَمْ يَسْتَوِي النِّكَاحُ وَالشِّرَاءُ لَوْ تَنَازَعَا فِي الْأَمَةِ مِنْ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَلَا مُرَجِّحَ فَتَكُونُ مِلْكًا لَهُ مَنْكُوحَةً لِلْآخَرِ فَتَدَبَّرْ وَرَهْنٌ مَعَ قَبْضٍ أَحَقُّ مِنْ هِبَةٍ بِلَا عِوَضٍ مَعَهُ اسْتِحْسَانًا وَلَوْ بِهِ فَهِيَ أَحَقُّ لِأَنَّهَا بَيْعٌ انْتِهَاءً، وَالْبَيْعُ، وَلَوْ بِوَجْهٍ أَقْوَى مِنَ الرَّهْنِ وَلَوِ الْعَيْنُ مَعَهُمَا اسْتَوَيَا مَا لَمْ يُؤَرِّخَا وَأَحَدُهُمَا أَسْبَقُ

ترجمہ: اور اگر دونوں مدعی نے سبب ملک کا تذکرہ کیا، اس طور پر کہ دونوں نے صاحب قبضہ سے کوئی چیز خریدنے پر

گواہ پیش کیے، تو ہر ایک کے لیے وہ چیز آدھی آدھی ہوگی، آدھے آدھے ثمن کے ساتھ، اگر لینا چاہے یا اس کو چھوڑ دے یا اس پر تفریق صفقہ کی وجہ سے اختیار ملا ہے، اگر دونوں کے لیے فیصلہ ہونے کے بعد ایک نے چھوڑ دیا، تو اب دوسرا پورا نہیں لے سکتا، فیصلے کی بنیاد پر بیع فاسخ ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اگر دوسرا قضا سے پہلے اپنا حق چھوڑ دے، تو دوسرے کے لیے جائز ہے اور وہ یعنی جس کی خرید کا دونوں نے دعویٰ کیا ہے وہ اس مدعی کا ہے، جس کی تاریخ مقدم ہے، اگر دونوں نے تاریخ بیان کی، تو بائع پھیر دے، جو اس نے دوسرے سے ثمن لیا ہے، جیسا کہ سراج میں ہے اور وہ صاحب قبضہ کے لیے ہے، اگر دونوں نے تاریخ بیان کی، یا صرف ایک نے تاریخ بیان کی، یا دونوں کی تاریخ برابر ہے، نیز وہ وقت بیان کرنے والے کے لیے ہے، اگر ان دونوں میں سے صرف ایک نے وقت بیان کیا ہے، حالاں کہ اس پر دونوں میں سے کسی کا قبضہ نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے وقت بیان نہیں کیا، تو گذر چکا کہ ہر ایک کے لیے آدھا آدھا ہے آدھے کے عوض میں، نیز دعوائے شراء احق ہے ہبہ، صدقہ اور رہن سے، اگرچہ قبضے کے ساتھ ہو، یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں نے تاریخ بیان نہیں کی، لہٰذا اگر دونوں تاریخ بیان کریں اور مالک بنانے والا ایک ہو، تو جس کی تاریخ مقدم ہے وہ احق ہے، اس کے قوی ہونے کی وجہ سے اور اگر ان دونوں میں سے صرف ایک نے تاریخ بیان کی، تو تاریخ کی صورت مقدم ہوگی اور اگر مالک بنانے والے مختلف ہوں، تو دونوں برابر ہیں، یہ ان چیزوں میں ہے جو قابل تقسیم نہ ہوں، بالاتفاق اور قابل تقسیم چیزوں میں علماء کی تصحیح مختلف ہے، جیسے گھر؛ لیکن اصح یہ ہے کہ وہ پوری چیز مدعیِ خرید کے لیے ہے، اس لیے کہ مشتری کا استحقاق من قبل الشیوع کے مقارن ہے، نہ کہ طاری کے قبیل سے، جیسا کہ درر کی کتاب الہبہ میں ہے، شراء اور مہر برابر ہیں، لہٰذا دونوں کے لیے آدھا آدھا ہے، لہٰذا عورت آدھی قیمت دے اور مرد آدھا ثمن، یا بیع فسخ کردے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں نے تاریخ بیان نہیں کی، یا دونوں کی تاریخ برابر ہے، لہٰذا اگر ایک کی تاریخ مقدم ہے، تو وہ احق ہے، شراء کے ساتھ مقید کیا گیا، اس لیے کہ ہبہ، رہن یا صدقہ سے احق ہے، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، نکاح سے مراد مہر ہے، جیسا کہ بحر میں اس کو جامع الفصولین کی طرف غلط نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے، جی نکاح اور شراء برابر ہوں گے، اگر دو شخصوں نے ایک آدمی کی باندی میں (نکاح اور شراء کا) دعویٰ کیا اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں ہے، تو وہ ایک کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے کی منکوحہ، اس کو سمجھ لینا چاہیے۔

رہن مع القبض احق ہے، ہبہ بلا عوض پہ قبضہ کرنے سے، استحساناً اور اگر ہبہ عوض کے ساتھ ہو تو وہ احق ہے، اس لیے کہ یہ نتیجۃً بیع ہے اور بیع جس طریقے سے ہو رہن سے اقویٰ ہے اور اگر سامان دونوں کے قبضے میں ہو، تو رہن اور ہبہ برابر ہیں، جب تک کہ دونوں تاریخ نہ بیان کردیں، اس طور پر کہ ایک کی تاریخ مقدم ہو۔

سبب ملک ذکر کرنے کی صورت میں

وان ذکر سبب الملک الخ: اگر دونوں مدعی نے سبب ملک ذکر کیا نیز دونوں نے اس کو گواہ سے ثابت بھی کردیا تو وہ دونوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔

وَإِنْ بَرْهَنَ خَارِجَانِ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ أَوْ شِرَاءٍ مُؤَرَّخٍ مِنْ وَاحِدٍ غَيْرِ ذِي يَدٍ أَوْ بَرْهَنَ خَارِجٌ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ وَذُو يَدٍ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ أَقْدَمَ فَالسَّابِقُ أَحَقُّ وَإِنْ بَرْهَنَا عَلَى شِرَاءٍ مُتَّفِقٍ تَارِيخُهُمَا أَوْ مُخْتَلِفٍ عَيْنِيٍّ وَكُلٌّ يَدَّعِي الشِّرَاءَ مِنْ رَجُلٍ آخَرَ أَوْ وَقَّتَ أَحَدُهُمَا فَقَطْ اسْتَوَيَا

إِنْ تَعَدَّدَ الْبَائِعُ، وَإِنْ اتَّحَدَ فَذُو الْوَقْتِ أَحَقُّ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ الْمُدَّعِي وَشُهُودِهِ مَا يُفِيدُ مِلْكَ بَائِعِهِ إِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْبَائِعِ وَلَوْ شَهِدَ بِيَدِهِ فَقَوْلَانِ بَزَّازِيَّةٌ فَإِنْ بَرْهَنَ خَارِجٌ عَلَى الْمِلْكِ وَذُو الْيَدِ عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ، أَوْ بَرْهَنَا عَلَى سَبَبِ مِلْكٍ لَا يَتَكَرَّرُ كَالنِّتَاجِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ كَنَسْجٍ لَا يُعَادُ وَغَزْلِ قُطْنٍ وَحَلْبِ لَبَنٍ وَجَزِّ صُوفٍ وَنَحْوِهَا وَلَوْ عِنْدَ بَائِعِهِ دُرَرٌ فَذُو الْيَدِ أَحَقُّ مِنَ الْخَارِجِ إِجْمَاعًا إِلَّا إِذَا ادَّعَى الْخَارِجُ عَلَيْهِ فِعْلًا كَغَصْبٍ أَوْ وَدِيعَةٍ أَوْ إِجَارَةٍ وَنَحْوِهَا فِي رِوَايَةٍ دُرَرٌ أَوْ كَانَ سَبَبًا يَتَكَرَّرُ كَبِنَاءٍ وَغَرْسٍ - وَنَسْجِ خَزٍّ وَزَرْعِ بُرٍّ وَنَحْوِهِ أَوْ أَشْكَلَ عَلَى أَهْلِ الْخِبْرَةِ فَهُوَ لِلْخَارِجِ؛ لِأَنَّهُ الْأَصْلُ وَإِنَّمَا عَدَلْنَا عَنْهُ بِحَدِيثِ النِّتَاجِ وَإِنْ بَرْهَنَ كُلٌّ مِنَ الْخَارِجَيْنِ أَوْ ذَوِي الْأَيْدِي أَوِ الْخَارِجِ وَذِي الْيَدِ عَيْنِيٌّ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ بِلَا وَقْتٍ سَقَطَا وَتُرِكَ الْمَالُ الْمُدَّعَى بِهِ فِي يَدِ مَنْ مَعَهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُقْضَى لِلْخَارِجِ. قُلْنَا: الْإِقْدَامُ عَلَى الشِّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لَهُ وَلَوْ أَثْبَتَا قَبْضًا تَهَاتَرَتَا اتِّفَاقًا دُرَرٌ

ترجمہ: اگر دو خارج شخصوں نے ملک (مطلق) مؤرخ یا شراء مؤرخ پر گواہ پیش کیے، ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں ہے، یا خارج شخص نے ملک مؤرخ پر گواہ پیش کیے، نیز ذی الید نے ملک مؤرخ پر گواہ پیش کیے، تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ احق ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے، جن کے خریدنے کی تاریخ ایک ہے یا الگ، جیسا کہ عینی میں ہے اور ہر مدعی دوسرے سے خریدنے کا دعویٰ کرتا ہے، یا صرف ایک نے وقت بیان کیا، تو دونوں برابر ہوں گے، اگر بائع متعدد ہوں اور اگر ایک ہی بائع ہو تو وقت والا احق ہے، پھر مدعی اور گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ اس چیز کا تذکرہ کریں، جو بائع کے لیے مفید ملک ہو، اگرچہ (فی الحال) مبیع بائع کے قبضے میں نہ ہو؛ لیکن اگر (فی الحال بائع کے) قبضہ کی گواہی دی تو اس میں دو قول ہیں، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔

خارج شخص نے گواہ پیش کیے ملک پر اور صاحبِ قبضہ نے خریدنے پر اور دونوں نے ایسے سبب ملک پر گواہ پیش کیے، جو مکرر نہیں ہوتا ہے، جیسے بچے کی پیدائش یا جو اس کے مانند ہے، جیسے بُنا ہوا کپڑا، اس کو دوبارہ نہیں بنتے ہیں، روئی کا کاتنا، دودھ دوہنا، بالوں کا کاٹنا وغیرہ، اگرچہ بائع کے پاس ہو، جیسا کہ درر میں ہے، لہٰذا ذو الید بالاجماع خارج سے احق ہے، مگر جب خارج ذی الید پر فعل یعنی غصب، ودیعت یا اجارہ وغیرہ کا دعویٰ کرے، ایک قول کے مطابق، جیسا کہ درر میں ہے، یا ایسے سبب ملک کا دعویٰ جو مکرر ہو سکتا ہے، جیسے عمارت بنانا، باغ لگانا، ریشم کا بننا، اور گیہوں وغیرہ بونا، یا واقف کاروں پر مشکل ہو، تو وہ خارج کے لیے ہے اس لیے کہ خارج کے گواہ اصل ہیں اور جہاں ہم نے اس سے عدول کیا ہے اس کی وجہ حدیث نتاج ہے اور اگر ایک یعنی دونوں خارج، دونوں صاحب قبضہ یا خارج اور صاحبِ قبضہ نے، جیسا کہ عینی میں ہے دوسرے سے خریدنے پر بغیر وقت کے گواہ قائم کیے، تو دونوں کے گواہ ساقط ہو جائیں گے اور جس مال کا دعویٰ کیا ہے وہ اسی کے پاس رہے گا جس کے قبضے میں ہے؛ لیکن امام محمد نے کہا کہ خارج کے حق میں فیصلہ ہوگا، ہم کہتے ہیں شراء پر اقدام دوسرے کی ملک کا اقرار ہے، لہٰذا اگر دونوں قبضہ ثابت کریں گے تو بالاتفاق ساقط ہو جائے گا جیسا کہ درر میں ہے۔

سبب ملک پر دو خارج کے گواہ

وان برهن خارجان الخ: دو خارج نے سبب ملک پر گواہ پیش کیے، تو اس کی گواہی مقبول ہوگی، جس کی تاریخ مقدم ہوگی۔

وَلَا يُرَجَّحُ بِزِيَادَةِ عَدَدِ الشُّهُودِ فَإِنَّ التَّرْجِيحَ عِنْدَنَا بِقُوَّةِ الدَّلِيلِ لَا بِكَثْرَتِهِ، ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ بِقَوْلِهِ فَلَوْ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ أَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ فِي ذَلِكَ وَكَذَا لَا تَرْجِيحَ بِزِيَادَةِ الْعَدَالَةِ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ أَصْلُ الْعَدَالَةِ، إِذْ لَا حَدَّ لِلْأَعْدَلِيَّةِ. دَارٌ فِي يَدِ آخَرَ ادَّعَى رَجُلٌ نِصْفَهَا، وَآخَرُ كُلَّهَا وَبَرْهَنَا فَلِلْأَوَّلِ رُبُعُهَا وَالْبَاقِي لِلْآخَرِ بِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ وَهُوَ أَنَّ النِّصْفَ سَالِمٌ لِمُدَّعِي الْكُلِّ بِلَا مُنَازَعَةٍ ثُمَّ اسْتَوَتْ مُنَازَعَتُهُمَا فِي النِّصْفِ الْآخَرِ فَيُنَصَّفُ وَقَالَا الثُّلُثُ لَهُ وَالْبَاقِي لِلثَّانِي بِطَرِيقِ الْعَوْلِ لِأَنَّ فِي الْمَسْأَلَةِ كُلًّا وَنِصْفًا فَالْمَسْأَلَةُ مِنْ اثْنَيْنِ وَتَعُولُ إِلَى الثَّلَاثَةِ: وَاعْلَمْ أَنَّ أَنْوَاعَ الْقِسْمَةِ أَرْبَعَةٌ: مَا يُقْسَمُ بِطَرِيقِ الْعَوْلِ إِجْمَاعًا وَهُوَ ثَمَانٍ مِيرَاثٌ وَدُيُونٌ وَوَصِيَّةٌ – وَمُحَابَاةٌ وَدَرَاهِمُ مُرْسَلَةٌ وَسِعَايَةٌ وَجِنَايَةُ رَقِيقٍ. وَبِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ إِجْمَاعًا وَهُوَ مَسْأَلَةُ الْفُضُولِيِّينَ. وَبِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ عِنْدَهُ وَالْعَوْلِ عِنْدَهُمَا، وَهُوَ ثَلَاثُ مَسَائِلَ مَسْأَلَةُ الْكِتَابِ وَإِذَا أَوْصَى لِرَجُلٍ بِكُلِّ مَالِهِ أَوْ بِعَبْدٍ بِعَيْنِهِ وَلِآخَرَ بِنِصْفِ ذَلِكَ. وَبِطَرِيقِ الْعَوْلِ عِنْدَهُ وَالْمُنَازَعَةِ عِنْدَهُمَا وَهُوَ خَمْسٌ كَمَا بَسَطَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَالْعَيْنِيُّ وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ. وَالْأَصْلُ عِنْدَهُ أَنَّ الْقِسْمَةَ مَتَى وَجَبَتْ لِحَقٍّ ثَابِتٍ فِي عَيْنٍ أَوْ ذِمَّةٍ شَائِعًا فَعَوْلِيَّةٌ أَوْ مُمَيَّزًا أَوْ لِأَحَدِهِمَا شَائِعًا وَلِلْآخَرِ فِي الْكُلِّ فَمُنَازَعَةٌ وَعِنْدَهُمَا مَتَى ثَبَتَا مَعًا عَلَى الشُّيُوعِ فَعَوْلِيَّةٌ وَإِلَّا فَمُنَازَعَةٌ فَلْيُحْفَظْ وَلَوْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا فَهِيَ لِلثَّانِي نِصْفٌ لَا بِالْقَضَاءِ وَنِصْفٌ بِهِ لِأَنَّهُ خَارِجٌ وَلَوْ فِي يَدِ ثَلَاثَةٍ وَادَّعَى أَحَدُهُمْ كُلَّهَا، وَآخَرُ نِصْفَهَا وَآخَرُ ثُلُثَهَا وَبَرْهَنُوا قُسِمَتْ عِنْدَهُ بِالْمُنَازَعَةِ، وَعِنْدَهُمَا بِالْعَوْلِ وَبَيَانُهُ فِي الْكَافِي

ترجمہ: گواہوں کی تعداد میں زیادتی کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جائے گی، اس لیے کہ ہمارے نزدیک ترجیح قوت دلیل کی وجہ سے ہے، نہ کہ اس کی کثرت سے، پھر مصنف علام نے اس پر تفریع کرتے ہوئے کہا، لہٰذا اگر ایک مدعی نے دو گواہ اور دوسرے نے چار گواہ قائم کیے، تو اس بارے میں دونوں برابر ہیں، ایسے ہی زیادتی عدالت کی وجہ سے ترجیح نہیں ہے، اس لیے کہ اصل عدالت معتبر ہے، جس کی (زیادتی کی) کوئی حد نہیں ہے۔

ایک گھر ایک آدمی کے قبضے میں ہے، اس پر ایک آدمی نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے پورے گھر کا، اس پر دونوں نے گواہ قائم کیے، تو پہلے کو ایک چوتھائی اور دوسرے کو تین چوتھائی ملے گی بطریق منازعہ اور وہ یہ کہ کل کا دعویٰ کرنے والے کے لیے بلا منازعہ آدھا ہے، پھر ان دونوں کا منازعہ دوسرے آدھے میں ہے، جس کو ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر دیا جائے گا؛ لیکن صاحبین نے کہا پہلے کے لیے ایک ثلث اور باقی دوسرے کے لیے ہوگا عول کے طریقے پر، اس لیے کہ مسئلے میں کل اور نصف (جمع) ہیں، اس لیے مسئلہ دو سے ہو کر تین سے عول ہوگا ـــ جان لے کہ اقسام قسمت چار ہیں، ان میں سے ایک عول

کا طریقہ ہے بالاجماع، وہ آٹھ ہیں (۱) میراث (۲) دیون (۳) وصیت (۴) محابات (۵) دراہم مرسلہ (۶) سعایہ (۷) جنایت رقیق غیر مدبر (۸) جنایت رقیق مدبر ـــــ دوسری قسم منازعت کا طریقہ ہے بالاجماع اور وہ فضولیوں کا مسئلہ ہے ـــــ تیسری قسم امام صاحب کے نزدیک منازعت کا طریقہ ہے اور صاحبین کے نزدیک عول کا اور یہ تین مسئلے ہیں ایک کتاب والا (۲) ایک آدمی کے لیے کل مال اور دوسرے کے لیے آدھا مال (۳) ایک کے لیے پورا غلام اور دوسرے کے لیے آدھا غلام جب وصیت کرے ـــــ چوتھی قسم امام صاحب کے نزدیک عول کا طریقہ اور صاحبین کے نزدیک منازعت کا اور یہ پانچ مسئلے ہیں، جیسا کہ زیلعی اور عینی نے اس کی تفصیل کی ہے، اس کا پورا بیان بحر میں ہے ـــــ اس سلسلے میں امام صاحب کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ عین یا ذمے میں جزوے شائع کے طور پر حق ثابت ہونے کی وجہ سے تقسیم واجب ہو جائے، تو عول کے طریقے پر تقسیم ہوگی، یا اگر بطریق ممیز یا ایک کے لیے شائع اور دوسرے کے لیے کل میں حق ثابت ہو، تو منازعت کے طریقے پر تقسیم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دونوں کا حق ایک بطریق جزوے شائع ثابت ہو تو عول کے طریقے پر تقسیم ہوگی، ورنہ منازعت کے طریقے پر، اس کو یاد رکھنا چاہیے، اور اگر گھر دونوں کے قبضے میں ہو تو آدھا گھر بغیر قضاء کے دوسرے کے لیے ہے اور دوسرا آدھا قضاء کے ساتھ پہلے کے لیے ہے، اس لیے کہ وہ خارج ہے اور اگر تین آدمی کے قبضے میں ہو، ایک کل کا دعوی کرے، دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا، نیز ہر ایک نے گواہ سے ثابت کر دیا، تو امام صاحب کے نزدیک منازعت کے طریقے پر تقسیم کیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک عول کے طریقے پر، اس کا بیان کافی میں ہے۔

گواہ تعداد میں زیادہ ہونا

ولا یرجح بزیادۃ عدد الشھود الخ: ایک فریق نے نصاب سے زیادہ تعداد میں گواہ پیش کیے، تو اس کی وجہ سے فیصلے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس لیے کہ ہمارے نزدیک ترجیح قوت دلیل کی وجہ سے ہے نہ کہ کثرت دلائل کی وجہ سے۔

وَلَوْ بَرْهَنَا عَلَى نِتَاجِ دَابَّةٍ فِي أَيْدِيهِمَا أَوْ أَحَدِهِمَا أَوْ غَيْرِهِمَا وَأَرَّخَا قُضِيَ لِمَنْ وَافَقَ سِنُّهَا تَارِيخَهُ بِشَهَادَةِ الظَّاهِرِ فَلَوْ لَمْ يُؤَرِّخَا قُضِيَ بِهَا لِذِي الْيَدِ وَلَهُمَا أَنْ فِي أَيْدِيهِمَا أَوْ فِي يَدِ ثَالِثٍ إِنْ لَمْ يُوَافِقْهُمَا بِأَنْ خَالَفَ أَوْ أَشْكَلَ فَلَهُمَا إِنْ كَانَتْ فِي أَيْدِيهِمَا أَوْ كَانَا خَارِجَيْنِ فَإِنْ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا قُضِيَ بِهَا لَهُ هُوَ الْأَصَحُّ. قُلْت: وَهَذَا أَوْلَى مِمَّا وَقَعَ فِي الْكَنْزِ وَالدُّرَرِ وَالْمُلْتَقَى فَتَبَصَّرْ بَرْهَنَ أَحَدُ الْخَارِجَيْنِ عَلَى الْغَصْبِ مِنْ زَيْدٍ وَالْآخَرُ عَلَى الْوَدِيعَةِ مِنْهُ اسْتَوَيَا لِأَنَّهَا بِالْجَحْدِ تَصِيرُ غَصْبًا

ترجمہ: اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے جانور کے نتاج پر، جو دونوں کے قبضے میں یا ایک کے قبضے میں، یا کسی دوسرے کے قبضے میں ہے، ساتھ دونوں نے تاریخ بیان کی، تو اس مدعی کے حق میں فیصلہ ہوگا، جس کی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہو، ظاہری شہادت کی بنیاد پر؛ لیکن اگر ان دونوں نے تاریخ بیان نہیں کی، تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا، جس مدعی کے قبضے میں ہے اور اگر جانور دونوں کے قبضے میں، یا کسی دوسرے کے قبضے میں ہے، یا ان دونوں نے جو تاریخ بیان کی ہے وہ عمر کے موافق نہیں ہے، تو جانور دونوں کے لیے ہے، لہذا اگر کسی ایک مدعی کے قبضے میں ہے، تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، یہی

اصح ہے، میں کہتا ہوں یہ تعبیر (وان لم یوفقهما) سے بہتر ہے، جو کنز، درر اور ملتقی میں ہے، لہذا اس کو دیکھ لینا چاہیے ـــــ دو خارج میں سے ایک نے زید سے غصب کرنے پر گواہ پیش کیے اور دوسرے نے زید سے ودیعت پر، تو دونوں برابر ہوں گے، اس لیے کہ ودیعت انکار کی وجہ سے غصب ہو جاتی ہے۔

جانور کے بچے پر گواہ پیش کرنا

ولو برھنا علی نتاج الخ: دونوں مدعی نے جانور کے بچے پر گواہ پیش کیے اور دونوں نے تاریخ بیان کی، تو اس کے گواہ معتبر ہوں گے، جس کی تاریخ اس کی عمر کے موافق ہوگی۔

النَّاسُ أَحْرَارٌ بِلَا بَيَانٍ إِلَّا فِي أَرْبَعِ الشَّهَادَةُ وَالْحُدُودُ وَالْقِصَاصُ وَالْقَتْلُ كَذَا فِي نُسْخَةِ الْمُصَنِّفِ وَفِي نُسْخَةٍ: وَالْعَقْلُ، وَعِبَارَةُ الْأَشْبَاهِ الدِّيَةُ وَحِينَئِذٍ فَلَوْ ادَّعَى عَلَى مَجْهُولِ الْحَالِ أَحُرٌّ أَمْ لَا أَنَّهُ عَبْدُهُ فَأَنْكَرَ وَقَالَ أَنَا حُرُّ الْأَصْلِ فَالْقَوْلُ لَهُ لِتَمَسُّكِهِ بِالْأَصْلِ وَاللَّابِسُ لِلثَّوْبِ أَحَقُّ مِنْ آخِذِ الْكُمِّ وَالرَّاكِبُ أَحَقُّ مِنْ آخِذِ اللِّجَامِ وَمَنْ فِي السَّرْجِ مِنْ رَدِيفِهِ وَذُو حِمْلِهَا مِمَّنْ عَلَّقَ كُوزَهُ بِهَا لِأَنَّهُ أَكْثَرُ تَصَرُّفًا وَالْجَالِسُ عَلَى الْبِسَاطِ وَالْمُتَعَلِّقُ بِهِ سَوَاءٌ كَجَالِسَيْهِ وَرَاكِبَيْ سَرْجٍ كَمَنْ مَعَهُ ثَوْبٌ وَطَرَفُهُ مَعَ الْآخَرِ لَا هُدْبَتُهُ أَيْ طُرَّتُهُ الْغَيْرُ الْمَنْسُوجَةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِثَوْبٍ بِخِلَافِ جَالِسَيْ دَارٍ تَنَازَعَا فِيهَا حَيْثُ لَا يُقْضَى لَهُمَا لِاحْتِمَالِ أَنَّهَا فِي يَدِ غَيْرِهِمَا وَهُنَا: عُلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ فِي يَدِ غَيْرِهِمَا عَيْنِيٌّ الْحَائِطُ لِمَنْ جُذُوعُهُ عَلَيْهِ أَوْ مُتَّصِلٌ بِهِ اتِّصَالَ تَرْبِيعٍ بِأَنْ تَتَدَاخَلَ أَنْصَافُ لَبِنَاتِهِ فِي لَبِنَاتِ الْآخَرِ وَلَوْ مِنْ خَشَبٍ فَبِأَنْ تَكُونَ الْخَشَبَةُ مُرَكَّبَةً فِي الْأُخْرَى لِدَلَالَتِهِ عَلَى أَنَّهُمَا بُنِيَا مَعًا وَلِذَا سُمِّيَ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يُبْنَى مُرَبَّعًا لَا لِمَنْ لَهُ اتِّصَالُ مُلَازَقَةٍ أَوْ نَقْبٍ وَإِدْخَالٍ أَوْ هَرَادِيَّ كَقَصَبٍ وَطَبَقٍ يُوضَعُ عَلَى الْجُذُوعِ بَلْ يَكُونُ بَيْنَ الْجَارَيْنِ لَوْ تَنَازَعَا وَلَا يُخَصُّ بِهِ صَاحِبُ الْهَرَادِيِّ بَلْ صَاحِبُ الْجِذْعِ وَالْوَاحِدُ أَحَقُّ مِنْهُ خَانِيَّةٌ وَلَوْ لِأَحَدِهِمَا جُذُوعٌ وَلِلْآخَرِ اتِّصَالٌ فَلِذِي الِاتِّصَالِ وَلِلْآخَرِ حَقُّ الْوَضْعِ، وَقِيلَ لِذِي الْجُذُوعِ مُلْتَقًى وَتَمَامُهُ فِي الْعَيْنِيِّ وَغَيْرِهِ، وَأَمَّا حَقُّ الْمُطَالَبَةِ بِرَفْعِ جُذُوعٍ وُضِعَتْ تَعَدِّيًا فَلَا يَسْقُطُ بِإِبْرَاءٍ وَلَا صُلْحٍ وَعَفْوٍ وَبَيْعٍ - وَإِجَارَةٍ أَشْبَاهٌ مِنْ أَحْكَامِ السَّاقِطِ لَا يَعُودُ فَلْيُحْفَظْ وَذُو بَيْتٍ مِنْ دَارٍ فِيهَا بُيُوتٌ كَثِيرَةٌ كَذِي بُيُوتٍ مِنْهَا فِي حَقِّ سَاحَتِهَا فَهِيَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ كَالطَّرِيقِ بِخِلَافِ الشِّرْبِ إِذَا تَنَازَعَا فِيهِ فَإِنَّهُ يُقَدَّرُ بِالْأَرْضِ: بِقَدْرِ سَقْيِهَا بَرْهَنَا أَيْ الْخَارِجَانِ عَلَى يَدٍ لِكُلٍّ مِنْهُمَا فِي أَرْضٍ قُضِيَ بِيَدِهِمَا فَتُنَصَّفُ وَلَوْ بَرْهَنَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْيَدِ أَحَدُهُمَا أَوْ كَانَ تَصَرَّفَ فِيهَا بِأَنْ لَبَّنَ أَوْ بَنَى قُضِيَ بِيَدِهِ لِوُجُودِ تَصَرُّفِهِ.

ترجمہ: لوگ آزاد ہیں بلا بیان آزادی کے، مگر چار چیزوں میں (آزادی بلا اثبات معتبر نہیں) (۱) شہادت (۲) حدود (۳) قصاص (۴) قتل، ایسے ہی مصنف کے نسخے میں ہے، دوسرے نسخے میں (قتل کے بجائے) عقل ہے اور اشباہ کی عبارت میں "دیت" ہے، اس وقت اگر مجہول الحال شخص پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا غلام ہے، چناں چہ اس نے انکار کیا اور کہا میں اصلاً

آزاد ہوں، چناں چہ اس کی بات مانی جائے گی، اصل سے دلیل پکڑتے ہوئے، کپڑا پہننے والا آستین پکڑنے والے سے احق ہے، سوار لگام پکڑنے والے سے، زین میں بیٹھنے والا پیچھے بیٹھنے والے سے اور سامان والا پیالہ لٹکانے والے سے احق ہے، اس لیے کہ وہ تصرف کے زیادہ حق دار ہیں، فرش پر بیٹھنے والا اور اس کو پکڑنے والا دونوں برابر ہیں، جیسے زین پر سوار اور اس پر بیٹھنے والا دونوں برابر ہیں، جیسے ایک کے پاس ایک کپڑا ہے، اس کا دوسرا کنارہ کسی اور نے پکڑ رکھا ہے، نہ کہ اس کا چھور یعنی کپڑے کا وہ کنارہ جو بنا نہیں گیا ہے، اس لیے کہ وہ کپڑا نہیں ہے، بخلاف کسی گھر میں دو آدمی کے بیٹھ کر جھگڑا کرنے کے بارے میں کہ یہ گھر ہمارا ہے، اس احتمال کی وجہ سے کہ یہ گھر ان دونوں کے علاوہ کسی اور کا ہو سکتا ہے اور فرش کے بارے میں جان لیا گیا کہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے کا نہیں ہے، جیسا کہ عینی میں ہے، دیوار اس شخص کی ہے جس کی کڑیاں اس پر ہیں، یا دیوار تربیع کی طرح ملی ہوئی ہو، اس طور پر کہ اس دیوار کی آدھی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار لکڑی کی ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار کی لکڑیوں سے ملی ہوئی ہوں، تربیع کا اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے کہ یہ دونوں دیواریں ایک ساتھ بنی ہیں، اسی لیے اس کا نام تربیع رکھا گیا ہے، اس لیے کہ اسی وقت مربع (کی شکل میں) بنتی ہے، اس شخص کی دیوار نہیں ہوگی جس کی چپک کر ملی ہو، یا سوراخ کر کے لکڑیاں داخل کی ہوں، یا ہرادی والے کی دیوار نہیں ہے، جیسے بانس اور طبق جو کڑی پر رکھ دی جاتی ہیں؛ بل کہ ہرادی والی دیوار دونوں پڑسیوں کی ہوگی، اگر جھگڑا کریں، یہ دیوار صاحب ہرادی کی مخصوص نہ ہوگی؛ بل کہ ایک کڑی والا اس سے زیادہ حق دار ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے، اگر دیوار پر ایک کی کڑیاں ہیں اور دوسرے کی دیوار (بطور تربیع) ملی ہوئی ہے، تو دیوار اتصال والے کی ہے اور دوسرے کی کڑیاں رکھنے کا حق ہے، نیز کہا گیا ہے کہ وہ دیوار کڑیوں والے کی ہے، جیسا کہ ملتقی میں ہے اور اس کا پورا بیان عینی وغیرہ میں ہے، بہر حال ظلماً دیوار پر رکھی گئی کڑیوں کے اٹھانے کا مطالبہ ابرائ، صلح، معاف، بیع اور اجارہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے، جیسے اشباہ کے اندر "احکام الساقط لا یعود" کے بیان میں ہے، اس لیے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ ایک کوٹھری والا اور دوسرا ایسے گھر کا مالک جس میں بہت ساری کوٹھریاں ہیں، صحن کے استعمال میں دونوں برابر ہیں، راستے کی طرح، بخلاف شرب کے، جب دونوں جھگڑا کریں، تو زمین کے مطابق تقسیم کی جائے گی سینچائی کے حساب سے، دو خارج شخصوں نے اس پر گواہ پیش کیے کہ فلاں زمین ہم دونوں کے قبضے میں تھی، تو دونوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک نے اس پر قبضہ کے گواہ پیش کیے، یا اس کے قبضے میں ہے، اس طور پر کہ اس نے اس پر اینٹیں بنائی ہیں، یا عمارت بنائی ہے، تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، اس کا تصرف پائے جانے کی وجہ سے۔

انسان کی حیثیت

الناس احرار الخ: تمام لوگ اصلاً آزاد ہیں، اگر کوئی شخص اپنے آزاد ہونے کا اظہار کرتا ہے، تو یہ بات مان لی جائے گی کہ واقعتاً وہ آزاد ہے، اس سے کسی طرح کی گواہی وغیرہ کا مطالبہ نہ ہوگا؛ لیکن چار صورتیں ہیں شہادت، حدود، قصاص اور قتل ان میں صرف آزادی ظاہر کرنے سے کام نہیں چلے گا؛ بل کہ فریق مخالف آزادی ثابت کرنے کا مطالبہ کر دے، تو گواہوں کو آزادی ثابت کرنا ضروری ہو جائے گا۔

ادَّعَى الْمِلْكَ فِي الْحَالِ وَشَهِدَ الشُّهُودُ أَنَّ هَذَا الْعَيْنَ كَانَ مِلْكَهُ تُقْبَلُ لِأَنَّ مَا ثَبَتَ فِي زَمَانٍ يُحْكَمُ بِبَقَائِهِ مَا لَمْ يُوجَدْ الْمُزِيلُ دُرَرٌ صَبِيٌّ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ أَيْ يَعْقِلُ مَا يَقُولُ قَالَ أَنَا حُرٌّ

فَالقَوْلُ لَهُ لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ كَالْبَالِغِ فَإِنْ قَالَ أَنَا عَبْدُ فُلَانٍ لِغَيْرِ ذِي الْيَدِ قُضِيَ بِهِ لِذِي الْيَدِ كَمَنْ لَا يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ لِإِقْرَارِهِ بِعَدَمِ يَدِهِ فَلَوْ كَبِرَ وَادَّعَى الْحُرِّيَّةَ تُسْمَعُ مَعَ الْبُرْهَانِ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ التَّنَاقُضَ فِي دَعْوَى الْحُرِّيَّةِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الدَّعْوَى.

ترجمہ: مدعی نے فی الحال ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اس کی ملکیت زمانہ ماضی میں ہونے کی گواہی دی تو قبول ہے، اس لیے کہ جو چیز زمانہ سابق میں ثابت ہو جائے، اس کے باقی رہنے کا حکم لگایا جائے گا، جب تک ملکیت کو زائل کرنے والی کوئی وجہ نہ پائی جائے، جیسا کہ درر میں ہے، ایک عقل مند بچہ کہتا ہے، میں آزاد ہوں، تو اس کی بات مانی جائے گی، اس لیے کہ وہ اپنی ذات میں تصرف کے بارے میں بالغ کی طرح ہے، چناں چہ اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں کا غلام ہوں، جس کے قبضے میں وہ نہیں ہے، وہ غلام صاحب قبضہ کو دلایا جائے گا، جیسے وہ غلام جو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اپنا حال بیان نہیں کر سکتا، تو صاحب قبضہ کو دے دیا جائے گا، لہٰذا اگر اس نے بڑے ہو کر آزادی کا دعویٰ کیا، تو گواہوں کے ساتھ اس کا دعویٰ سنا جائے گا، اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا کہ حریت کا دعویٰ تناقض کے باوجود صحت دعویٰ کے لیے مانع نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ملکیت کا بقا

ادعى الملك في الحال الخ: مدعی نے فی الحال ملکیت کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اس کے خلاف ماضی میں اس کی ملکیت کی گواہی دی، تو یہ گواہی مقبول ہوگی، اس لیے کہ جب ایک مرتبہ ملک ثابت ہو جاتی ہے، تو وہ ملکیت باقی رہتی ہے، الا یہ کہ کوئی ایسی چیز پائی جائے، جو ملکیت کو زائل کرنے والی ہو۔

بَابُ دَعْوَى النَّسَبِ

الدَّعْوَةُ نَوْعَانِ دَعْوَةُ اسْتِيلَادٍ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ أَصْلُ الْعُلُوقِ فِي مِلْكِ الْمُدَّعِي وَدَعْوَةُ تَحْرِيرٍ وَهُوَ بِخِلَافِهِ وَالْأُولَى أَقْوَى لِسَبْقِهِ وَاسْتِنَادِهَا لِوَقْتِ الْعُلُوقِ وَاقْتِصَارِ دَعْوَى التَّحْرِيرِ عَلَى الْحَالِ وَسَيَتَّضِحُ مَبِيعَةٌ وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ بِيعَتْ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ اسْتِحْسَانًا لِعُلُوقِهَا فِي مِلْكِهِ وَمَبْنَى النَّسَبِ عَلَى التَّمَنِ وَ لَكِنْ إِذَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي قَبْلَهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ لِوُجُودِ مِلْكِهِ وَأُمِّيَّتِهَا بِإِقْرَارِهِ وَقِيلَ يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ نَكَحَهَا وَاسْتَوْلَدَهَا ثُمَّ اشْتَرَاهَا وَلَوْ ادَّعَاهُ مَعَهُ أَيْ مَعَ ادِّعَاءِ الْبَائِعِ أَوْ بَعْدَهُ لَا لِأَنَّ دَعْوَتَهُ تَحْرِيرٌ، وَالْبَائِعُ اسْتِيلَادٌ فَكَانَ أَقْوَى كَمَا مَرَّ وَكَذَا يَثْبُتُ مِنَ الْبَائِعِ لَوْ ادَّعَاهُ بَعْدَ مَوْتِ الْأُمِّ بِخِلَافِ مَوْتِ الْوَلَدِ لِفَوَاتِ الْأَصْلِ وَيَأْخُذُهُ الْبَائِعُ بَعْدَ مَوْتِ أُمِّهِ وَيَسْتَرِدُّ الْمُشْتَرِي كُلَّ الثَّمَنِ وَقَالَا حِصَّتَهُ وَإِعْتَاقُهُمَا أَيْ إِعْتَاقُ الْمُشْتَرِي الْأُمَّ وَالْوَلَدَ كَمَوْتِهِمَا فِي الْحُكْمِ وَالتَّدْبِيرُ كَالْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ أَيْضًا لَا يَحْتَمِلُ الْإِبْطَالَ وَيَرُدُّ حِصَّتَهُ اتِّفَاقًا مُلْتَقَى وَغَيْرُهُ وَكَذَا حِصَّتَهَا أَيْضًا عَلَى الصَّحِيحِ مِنْ مَذْهَبِ الْإِمَامِ كَمَا فِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَالْبُرْهَانِ وَنَقَلَهُ فِي الدُّرَرِ وَالْمِنَحِ عَنِ الْهِدَايَةِ عَلَى خِلَافِ مَا فِي الْكَافِي عَنِ الْمَبْسُوطِ وَعِبَارَةُ الْمَوَاهِبِ وَإِنْ ادَّعَاهُ بَعْدَ عِتْقِهَا أَوْ مَوْتِهَا ثَبَتَ مِنْهُ، وَعَلَيْهِ رَدُّ الثَّمَنِ وَاكْتَفَيَا بِرَدِّ حِصَّتِهِ وَقِيلَ: لَا يَرُدُّ حِصَّتَهَا فِي الْإِعْتَاقِ بِالِاتِّفَاقِ اهـ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: دعویٰ کی دو قسمیں ہیں، ایک دعوہ استیلاد اور وہ یہ ہے کہ نطفے کا استقرار مدعی کی ملک میں ہو اور دوسرا دعوہ آزاد کرنے کا ہے، جو دعوہٗ استیلاد کے خلاف ہے، یعنی مدعی کی ملک میں نطفے کا استقرار نہ ہوسکا، دعوہ استیلاد اقویٰ ہے، اس کے سابق ہونے اور مستند ہونے کے وقت علوق سے، نیز آزاد کرنے کا دعوہ حال کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ آگے واضح کیا جائے گا، بیچی ہوئی باندی نے، بیع کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ جنا، چناں چہ بائع نے اس بچے کا دعویٰ کیا، تو استحساناً بائع سے اس بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا، گویا کہ بائع ہی کی ملک میں نطفے کا استقرار ہو گیا تھا اور چوں کہ نسب کی بنیاد خفاء پر ہے، اس لیے اس میں تناقض معاف ہے، جب دعوہ صحیح ہوا، تو علوق مستند ہو کر وہ ام ولد ہوجائے گی، لہٰذا بیع فسخ کر کے ثمن واپس کر دیا جائے گا؛ لیکن اگر مشتری نے بائع سے پہلے دعویٰ کیا، تو اس سے نسب ثابت ہوجائے گا، اس کی ملک پائے جانے کی وجہ سے اور وہ باندی اس کے اقرار سے اس کی ام ولد ہوگی، کہا گیا ہے کہ اس پر محمول کیا جائے کہ اس نے اس باندی سے پہلے شادی کی، پھر وطی کی، اس کے بعد اس نے خریدی اور اگر مشتری نے بائع کے ساتھ یا اس کے بعد دعویٰ کیا، تو اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس کا دعویٰ آزاد کرنے کا ہے اور بائع کا استیلاد کا، اس لیے اس کا دعویٰ اقویٰ ہے، جیسا کہ گذر چکا، ایسے ہی بائع سے ثابت ہوجائے گا، اگر وہ باندی کی موت کے بعد دعویٰ کرے، بخلاف لڑکے کی موت کے بعد، اصل فوت ہوجانے کی وجہ سے، لہٰذا بائع اس بچے کو لے گا باندی کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن واپس لے گا؛ لیکن صاحبین نے کہا کہ بقدر حصہ ولد کے ثمن واپس لے گا ـــــ مشتری کا باندی یا لڑکے کو آزاد کرنا، حکم میں ان دونوں کی موت کی طرح ہے، مدبر بنانا آزاد کرنے کی طرح ہے، اس لیے کہ تدبیر بھی ابطال کا احتمال نہیں رکھتا ہے، لہٰذا بائع ولد کا حصہ بالاتفاق واپس کر دے، جیسا کہ ملتقی وغیرہ میں ہے، ایسے ہی ام ولد کا بھی حصہ واپس کر دے صحیح قول کے مطابق، امام ابوحنیفہ کے مذہب کے اعتبار سے، جیسا کہ قہستانی اور برہان میں ہے، جس کو درر اور منح میں ہدایہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس کے خلاف، جو مبسوط کے حوالے سے کافی میں ہے ـــــ مواہب کی عبارت یہ ہے کہ بائع نے باندی کو آزاد کرنے یا موت کے بعد (بچے کا) دعویٰ کیا، تو اس سے نسب ثابت ہوجائے گا اور اس پر ثمن کا واپس کرنا لازم ہوگا؛ لیکن صاحبین نے، لڑکے کا حصہ واپس کرنے پر اکتفا کیا ہے، نیز کہا گیا ہے کہ آزادی کی صورت میں بالاتفاق باندی کا حصہ نہیں واپس کیا جائے گا، بات پوری ہوئی، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

باندی کے بچے میں نسب کا دعویٰ

الدعوة نوعان الخ: باندی بیچ دی گئی، اس کے بعد کے بطن سے بچہ پیدا ہوا، تو اس بچے کے ثبوت نسب میں دو طریقے ہیں، ایک استیلاد کا یعنی وہ باندی جس کی ملکیت میں ہے، اس سے حاملہ ہوئی ہے، تو یہ دعوہٗ استیلاد ہے، دوسرا دعوہٗ تحریر ہے، یعنی ایسے وقت میں استقرار حمل ہوا جب وہ باندی اس کی ملکیت میں نہیں تھی، ملکیت چوں کہ ایک بہت بڑی چیز ہے، اس لیے ملکیت میں ہونے کے دوران اگر استقرار ہوا ہے، تو یہ اقویٰ ہے، اس صورت سے کہ ملکیت سے نکلنے کے بعد علوق ہو۔

چھ ماہ سے پہلے ولادت

مبیعة ولدت لاقل من ستة اشهر الخ: باندی کی بیع ہوئی اور ابھی چھ مہینے کی مدت نہیں گذری تھی کہ باندی کو بچہ پیدا ہوا، تو اب اس بچے پر بائع یا مشتری میں سے جو بھی پہلے دعویٰ

کرے گا اس سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا مشتری سے، تو اس لیے کہ باندی اس کی ملک میں ہے اور بائع سے اس لیے کہ اس کا بیع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ باندی کو ام ولد بنانے کے لیے آزاد کر چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ بائع سے اس بچے کا نسب استحسانا ثابت ہوگا، ورنہ تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ بائع سے اس بچے کا نسب ثابت نہ ہو، اس لیے کہ اس کا بیع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس کی باندی ہے۔

وَلَوْ وَلَدَتْ الْأَمَةُ الْمَذْكُورَةُ لِأَكْثَرَ مِنْ حَوْلَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ وَصَدَّقَهُ الْمُشْتَرِي ثَبَتَ النَّسَبُ بِتَصْدِيقِهِ وَهِيَ أُمُّ وَلَدِهِ عَلَى الْمَعْنَى اللُّغَوِيِّ - نِكَاحًا حَمْلًا لِأَمْرِهِ عَلَى الصَّلَاحِ. بَقِيَ لَوْ وَلَدَتْ فِيمَا بَيْنَ الْأَقَلِّ وَالْأَكْثَرِ إِنْ صَدَّقَهُ فَحُكْمُهُ كَالْأَوَّلِ لِاحْتِمَالِ الْعُلُوقِ قَبْلَ بَيْعِهِ وَإِلَّا لَا، وَلَوْ تَنَازَعَا فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي اتِّفَاقًا وَكَذَا الْبَيِّنَةُ لَهُ عِنْدَ الثَّانِي خِلَافًا لِلثَّالِثِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَشَرْحُ مَجْمَعٍ، وَفِيهِ لَوْ وَلَدَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي وَلَدَيْنِ أَحَدُهُمَا لِدُونِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَالْآخَرُ لِأَكْثَرَ ثُمَّ ادَّعَى الْبَائِعُ الْأَوَّلَ ثَبَتَ نَسَبُهُمَا بِلَا تَصْدِيقِ الْمُشْتَرِي.

ترجمہ: اگر مذکورہ باندی نے بیع کے وقت سے دو سال کے بعد بچہ جنا، (پھر بائع نے نسب کا دعویٰ کیا) جس کی مشتری نے تصدیق کی اس کے تصدیق کرنے کی وجہ سے بائع سے نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ باندی لغوی معنی کے لحاظ سے ام ولد ہوگی (اس مدت میں) نکاح (تسلیم کر لے) تا کہ بائع کا حال صلاح پر محمول ہو جائے، یہ بات باقی رہ گئی، اگر اقل یا اکثر مدت کے درمیان بچہ پیدا ہوا، تو اگر مشتری بائع کی تصدیق کر دے، تو اس کا حکم پہلی صورت کی طرح ہے، بیع سے پہلے استقرار حمل کے احتمال کی وجہ سے، ورنہ نہیں، اور اگر بائع اور مشتری دونوں نے تنازع کیا، تو مشتری کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا، ایسے ہی دونوں کے بینہ لانے کی صورت میں مشتری کا بینہ زیادہ معتبر ہوگا، امام ابو یوسف کے نزدیک، بخلاف امام محمد کے، جیسا کہ شرنبلالیہ اور شرح مجمع میں ہے، شرح میں ہے کہ اگر باندی نے مشتری کے گھر دو بچے دیئے ایک چھ مہینے سے پہلے اور دوسرا چھ مہینے کے بعد، پھر بائع نے پہلے بچے کے بارے میں دعویٰ کیا، تو مشتری کی تصدیق کے بغیر دونوں بچے کا نسب بائع سے ثابت ہو جائے گا۔

دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا

ولو ولدت الأمة المذكورة الخ: بیع کے بعد دو سال کی مدت گذر گئی، اس کے بعد باندی نے بچہ جنا، تو یہ بچہ مشتری کا ہے، خواہ وہ دعویٰ کرے یا نہ کرے؛ لیکن اگر دو سال کی مدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں بائع دعویٰ کرتا اور مشتری اس کی تصدیق بھی کرتا ہے، تو اس بچے کا نسب بائع سے ثابت ہو جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ مشتری نے خریدنے کے بعد بائع سے باندی کا نکاح کرا دیا تھا اور نکاح کے بعد علوق ہوا ہے، اس لیے بائع سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے۔

بَاعَ مَنْ وُلِدَ عِنْدَهُ وَادَّعَاهُ بَعْدَ بَيْعِ مُشْتَرِيهِ ثَبَتَ نَسَبُهُ لِكَوْنِ الْعُلُوقِ فِي مِلْكِهِ وَرَدَّ بَيْعَهُ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَحْتَمِلُ النَّقْضَ وَكَذَا الْحُكْمُ لَوْ كَاتَبَ الْوَلَدَ أَوْ رَهَنَهُ أَوْ آجَرَهُ أَوْ كَاتَبَ الْأُمَّ أَوْ رَهَنَهَا أَوْ آجَرَهَا أَوْ زَوَّجَهَا ثُمَّ ادَّعَاهُ فَيَثْبُتُ نَسَبُهُ وَتُرَدُّ هَذِهِ التَّصَرُّفَاتُ بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ كَمَا مَرَّ بَاعَ أَحَدَ التَّوْأَمَيْنِ الْمَوْلُودَيْنِ يَعْنِي عَلَقًا وَوَلَدًا عِنْدَهُ وَأَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ ادَّعَى الْبَائِعُ الْوَلَدَ الْآخَرَ

ثَبَتَ نَسَبُهُمَا وَبَطَلَ عِتْقُ الْمُشْتَرِي بِأَمْرٍ فَوْقَهُ وَهُوَ حُرِّيَّةُ الْأَصْلِ لِأَنَّهُمَا عَلِقَا فِي مِلْكِهِ، حَتَّى لَوْ اشْتَرَاهَا حُبْلَى لَمْ يَبْطُلْ عِتْقُهُ لِأَنَّهَا دَعْوَةُ تَحْرِيرٍ فَتَقْتَصِرُ عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ وَجَزَمَ بِهِ الْمُصَنِّفُ ثُمَّ قَالَ: وَحِيلَةُ إِسْقَاطِ دَعْوَى الْبَائِعِ أَنْ يُقِرَّ الْبَائِعُ أَنَّهُ ابْنُ عَبْدِهِ فُلَانٍ فَلَا تَصِحُّ دَعْوَاهُ أَبَدًا مُجْتَبَى وَقَدْ أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ قَالَ عَمْرٌو لِصَبِيٍّ مَعَهُ أَوْ مَعَ غَيْرِهِ عَيْنِيٌّ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ الْغَائِبِ ثُمَّ قَالَ هُوَ ابْنِي لَمْ يَكُنْ ابْنَهُ أَبَدًا وَإِنْ وَصْلِيَّةٌ جَحَدَ زَيْدٌ بُنُوَّتَهُ خِلَافًا لَهُمَا لِأَنَّ النَّسَبَ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ بَعْدَ ثُبُوتِهِ حَتَّى لَوْ صَدَّقَهُ بَعْدَ تَكْذِيبِهِ صَحَّ، وَلِذَا لَوْ قَالَ لِصَبِيٍّ هَذَا الْوَلَدُ مِنِّي ثُمَّ قَالَ لَيْسَ مِنِّي لَا يَصِحُّ نَفْيُهُ لِأَنَّهُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ بِهِ لَا يَنْتَفِي بِالنَّفْيِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْإِقْرَارِ بِهِ ثَانِيًا وَلَا سَهْوَ فِي عِبَارَةِ الْعِمَادِيِّ كَمَا زَعَمَهُ مُنْلَا خسرو كَمَا أَفَادَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ وَهَذَا إِذَا صَدَّقَهُ الِابْنُ وَأَمَّا بِدُونِهِ فَلَا إِلَّا إِذَا عَادَ الِابْنُ إِلَى التَّصْدِيقِ لِبَقَاءِ إِقْرَارِ الْأَبِ، وَلَوْ أَنْكَرَ الْأَبُ الْإِقْرَارَ فَبَرْهَنَ عَلَيْهِ الِابْنُ قُبِلَ وَأَمَّا الْإِقْرَارُ بِأَنَّهُ أَخُوهُ فَلَا يُقْبَلُ، لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ عَلَى الْغَيْرِ.

ترجمہ: بائع نے اس بچے کو بیچ دیا، جو اس کے پاس پیدا ہوا تھا، پھر مشتری نے اس کو تیسرے کے ہاتھ بیچ دیا، اس کے بعد بائع اول نے اس بچے کے نسب کا دعویٰ کیا، اس سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اس لیے کہ علوق اسی کی ملکیت میں ہوا تھا، اور بیع ٹوٹ جائے گی، اس لیے کہ بیع نقض کا احتمال رکھتی ہے ـــ یہی حکم ہے اگر مشتری نے اس بچے کو مکاتب بنایا، یا رہن میں رکھا، یا اجارہ میں دیا، یا اس کی ماں کو مکاتب بنایا، یا اس کو رہن میں رکھا، یا اس کی شادی کرادی، پھر بائع نے نسب کا دعویٰ کیا، تو اس سے نسب ثابت ہو کر یہ سارے تصرفات ختم ہو جائیں گے بخلاف اعتاق، جیسا کہ گذر چکا کہ اعتاق ابطال کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

مشتری نے ان دو جڑواں بچے میں سے ایک کو بیچ دیا جن کا علوق اور جن کی ولادت بائع کے پاس ہوئی تھی، اس کو دوسرے مشتری نے آزاد کر دیا، اس کے بعد بائع نے دوسرے لڑکے پہ نسب کا دعویٰ کیا، تو دونوں سے نسب ثابت ہو کر، مشتری کا آزاد کرنا باطل ہو جائے گا، اس چیز کی وجہ سے، جو اونچا ہے اور وہ اصلاً آزاد ہونا ہے (پیدائشی آزادی بعد کی آزادی سے اعلیٰ ہے)، اس لیے کہ دونوں کا علوق اسی کی ملکیت میں ہوا تھا، یہاں تک کہ اس نے باندی کو حاملہ کی حالت میں خریدا، تو مشتری کا آزاد کرنا باطل نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ دعوۂ تحریر ہے، لہٰذا (معاملہ ایک بچے پر) منحصر ہوگا، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے، مصنف علام نے (اپنی شرح میں) اسی پر اعتماد کیا ہے، پھر مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا کہ بائع کے دعویٰ کو ساقط کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ یہ لڑکا، میرے غلام کا بیٹا ہے، تو اس کا دعویٰ کبھی بھی صحیح نہیں ہوگا، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے، جس کو مصنف علامؒ نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ عمرو نے اس بچے کے بارے میں کہا کہ جو اس کے ساتھ، یا دوسرے کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا لڑکا ہے، پھر اس نے کہا کہ وہ تو میرا لڑکا ہے، تو اس سے کبھی بھی نسب ثابت نہیں ہوگا، اگرچہ زید اس کو اپنا لڑکا تسلیم نہ کرے، صاحبین کے خلاف، اس لیے کہ نسب ثابت ہونے کے بعد نقض کا احتمال نہیں رکھتا ہے، حتی کہ اگر زید عمرو کی تکذیب کے بعد اس کی تصدیق کرے، تو صحیح ہے، اسی لیے اگر کسی بچے کے بارے میں کہا یہ بچہ میرا ہے، پھر اس نے کہا میرا بچہ نہیں ہے، تو اس

کا نفی کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اقرار کرنے کے بعد نفی کرنے سے نفی نہیں ہو سکتی ہے، لہذا دوبارہ اقرار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نیز عمادی کی عبارت میں کوئی سہو نہیں ہے، جیسا کہ ملا خسرو نے گمان کیا ہے، جیسا کہ شرنبلالی نے اس کو بیان کیا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ بیٹا باپ کی تصدیق کرے، لہذا بیٹے کی تصدیق کے بغیر نسب ثابت نہیں ہوگا، الا یہ کہ باپ کا اقرار باقی رہنے تک میں بیٹا باپ کی تصدیق کر دے اور اگر باپ نے اقرار کا انکار کیا، پھر بیٹے نے گواہ پیش کیے تو گواہ مقبول ہوں گے، بہر حال بھائی ہونے کا اقرار تو یہ مقبول نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ دوسرے پر اقرار ہے۔

بیع کے بعد بائع نے دعویٰ کیا

باع من ولد عنده الخ: بائع کے پاس بچہ پیدا ہوا اس بچے کو بائع نے بیچ دیا، پھر مشتری نے اس بچے کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا، اس کے بعد بائع اول نے اس بچے سے اپنے نسب کا دعویٰ کیا، تو اس سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، اس لیے کہ علوق اسی کی ملکیت میں ہوا تھا۔

فُرُوعٌ: لَوْ قَالَ لَسْتُ وَارِثَهُ ثُمَّ ادَّعَى أَنَّهُ وَارِثُهُ وَبَيَّنَ جِهَةَ الْإِرْثِ صَحَّ - إِذِ التَّنَاقُضُ فِي النَّسَبِ عَفْوٌ وَلَوِ ادَّعَى بُنُوَّةَ الْعَمِّ لَمْ يَصِحَّ مَا لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ الْجَدِّ وَلَوْ بَرْهَنَ أَنَّهُ أَقَرَّ أَنِّي ابْنُهُ تُقْبَلُ لِثُبُوتِ النَّسَبِ بِإِقْرَارِهِ وَلَا تُسْمَعُ إِلَّا عَلَى خَصْمٍ هُوَ وَارِثٌ أَوْ دَائِنٌ أَوْ مَدْيُونٌ أَوْ مُوصًى لَهُ وَلَوْ أَحْضَرَ رَجُلًا لِيَدَّعِيَ عَلَيْهِ حَقًّا لِأَبِيهِ وَهُوَ مُقِرٌّ بِهِ أَوْ لَا فَلَهُ إِثْبَاتُ نَسَبِهِ بِالْبَيِّنَةِ عِنْدَ الْقَاضِي بِحَضْرَةِ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَلَوِ ادَّعَى إِرْثًا عَنْ أَبِيهِ فَلَوْ أَقَرَّ بِهِ أُمِرَ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ، وَلَا يَكُونُ قَضَاءً عَلَى الْأَبِ حَتَّى لَوْ جَاءَ حَيًّا يَأْخُذُهُ مِنَ الدَّافِعِ، وَالدَّافِعُ عَلَى الِابْنِ، وَلَوْ أَنْكَرَ قِيلَ لِلِابْنِ بَرْهِنْ عَلَى مَوْتِ أَبِيكَ وَأَنَّكَ وَارِثُهُ، وَلَا يَمِينَ وَالصَّحِيحُ تَحْلِيفُهُ عَلَى الْعِلْمِ بِأَنَّهُ ابْنُ فُلَانٍ وَأَنَّهُ مَاتَ ثُمَّ يُكَلَّفُ الِابْنُ بِالْبَيِّنَةِ بِذَلِكَ وَتَمَامُهُ فِي جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ مِنَ الْفَصْلِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ

ترجمہ: کسی شخص نے کہا میں اس کا وارث نہیں ہوں، پھر اس نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا وارث ہوں ساتھ ہی اس نے وارث ہونے کی وجہ بیان کی، تو صحیح ہے، اس لیے کہ نسب میں تناقض معاف ہے اور اگر چچا کا لڑکا ہونے کا دعویٰ کیا، تو صحیح نہیں ہے، البتہ دادا کا نام ذکر کرنے کی صورت میں صحیح ہے اور اگر بچے نے گواہ پیش کیے کہ اس نے میرے بارے میں بیٹا ہونے کا اقرار کیا تھا، تو گواہ مقبول ہوں گے، اس کے اقرار سے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے، میراث کی گواہی مقبول نہیں، مگر خصم پر اور وہ وارث، دائن، مدیون اور موصی لہ ہیں، اگر کسی نے کسی شخص کو حاضر کیا، تا کہ وہ اس پر میرے باپ کے لیے حق کا دعویٰ کرے، تو مدعیٰ علیہ حق کا اقرار کرے، خواہ انکار کرے، دونوں صورتوں میں اس کے لیے ضروری ہے کہ قاضی کے پاس اس آدمی کی موجودگی میں بینہ سے اپنا نسب ثابت کرے، کسی نے باپ کی جانب سے وارث ہونے کا دعویٰ کیا اس صورت میں اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرے، تو وہ مال بیٹے کو دینے کے لیے کہا جائے گا، اور یہ باپ پر قضاء نہیں ہے، حتی کہ اگر وہ زندہ آ کر مال کا مطالبہ کرے، تو وہ دافع سے مال لینے کا حق دار ہے اور دافع اس کے بیٹے سے مال لے لے اور اگر مدعیٰ علیہ نے انکار کر کے بیٹے سے کہا کہ تو اپنے باپ کی موت اور اس کے وارث ہونے کو گواہ سے ثابت کر، نیز مدعی کے گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں مدعی علیہ پر قسم نہیں ہے؛ صحیح یہ ہے کہ جانکاری کی بنیاد پر اس پہ قسم ہے (مدعیٰ علیہ یوں کہے میں نہیں جانتا) کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے، جو مر چکا ہے، (اگر

مدعیٰ علیہ کے قسم کے باوجود مدعی مال لینا چاہے) تو اب مدعی اس بات کا مکلف ہوگا کہ وہ اس پر گواہ لائے، اس کا پورا بیان جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل میں ہے۔

دعوائے وراثت کے بعد انکار

لو قال لست وارثه الخ: ایک آدمی نے کہا کہ میں وارث نہیں ہوں، اس کے بعد اس نے وارث ہونے کا دعویٰ کیا اور اس نے یہ وجہ بھی بیان کیا کہ وہ کس وجہ سے وارث ہے، تو بعد میں اس کا یہ دعویٰ کرنا صحیح ہے اور پہلا والا اقرار کالمعدوم ہوگا، اس لیے کہ دعوائے نسب میں تناقض معاف ہے۔

وَلَوْكَانَ الصَّبِيُّ مَعَ مُسْلِمٍ وَكَافِرٍ فَقَالَ الْمُسْلِمُ: هُوَعَبْدِي، وَقَالَ الْكَافِرُ: هُوَ ابْنِي فَهُوَ حُرٌّ ابْنُ الْكَافِرِ لِنَيْلِهِ الْحُرِّيَّةَ حَالًا وَالْإِسْلَامَ مَآلًا لَكِنْ جَزَمَ ابْنُ الْكَمَالِ بِأَنَّهُ يَكُونُ مُسْلِمًا لِأَنَّ حُكْمَهُ حُكْمُ دَارِ الْإِسْلَامِ، وَعَزَاهُ لِلتُّحْفَةِ فَلْيُحْفَظْ قَالَ زَوْجُ امْرَأَةٍ لِصَبِيٍّ مَعَهُمَا هُوَ ابْنِي مِنْ غَيْرِهَا وَقَالَتْ هُوَ ابْنِي مِنْ غَيْرِهِ فَهُوَ ابْنُهُمَا إِنْ ادَّعَيَا مَعًا وَإِلَّا فَفِيهِ تَفْصِيلُ ابْنِ كَمَالٍ وَهَذَا لَوْ غَيْرَ مُعَبِّرٍ وَإِلَّا بِأَنْ كَانَ مُعَبِّرًا فَهُوَ لِمَنْ صَدَّقَهُ لِأَنَّ قِيَامَ أَيْدِيهِمَا وَفِرَاشِهِمَا يُفِيدُ أَنَّهُ مِنْهُمَا

ترجمہ: اگر ایک لڑکا مسلمان اور کافر کے ساتھ ہے، چناں چہ کافر نے کہا یہ میرا غلام ہے اور کافر نے کہا یہ میرا لڑکا ہے، تو وہ کافر کا لڑکا مان کر آزاد ٹھہرے گا، آزادی فی الحال حاصل ہونے کی وجہ سے اور اسلام کا اظہار تو مستقبل پر موقوف ہے اور ابن کمال نے یقین کیا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا، اس لیے کہ اس کا حکم دارالاسلام کا حکم ہے، اس قول کو تحفہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ـــ میاں بیوی میں سے شوہر نے اس بچے کے بارے میں جوان کے ساتھ ہے کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے، دوسری بیوی سے، یا بیوی نے کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے دوسرے شوہر سے، تو اگر دونوں نے ساتھ ساتھ دعویٰ کیا ہے، تو یہ دونوں کا لڑکا ہوگا، ورنہ اس میں تفصیل ہے، جیسا کہ ابن کمال نے بیان کیا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب لڑکا اپنا حال بیان نہ کر سکے لیکن اگر وہ لڑکا اپنا حال بیان کر سکے تو اس کا ہوگا جس کی وہ تصدیق کرے، اس لیے کہ (لڑکے پر) دونوں کا تصرف اور دونوں کا فراش ایک ہونا اس بات کا فائدہ دیتے ہیں کہ لڑکا ان دونوں کا ہو۔

آزادی کو اسلام پر ترجیح

ولو كان الصبی: ایک بچہ ہے اس کے بارے میں ایک مسلمان دعویٰ کرتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور ایک کافر دعویٰ کرتا ہے کہ میرا لڑکا ہے، تو کافر کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی، اس لیے کہ حریت فی الحال ثابت ہو رہی ہے۔

وَلَوْ وَلَدَتْ أَمَةٌ اشْتَرَاهَا فَاسْتُحِقَّتْ غَرِمَ الْأَبُ قِيمَةَ الْوَلَدِ يَوْمَ الْخُصُومَةِ لِأَنَّهُ يَوْمُ الْمَنْعِ وَهُوَ حُرٌّ لِأَنَّهُ مَغْرُورٌ وَالْمَغْرُورُ مَنْ يَطَأُ امْرَأَةً مُعْتَمِدًا عَلَى مِلْكِ يَمِينٍ أَوْ نِكَاحٍ فَتَلِدُ مِنْهُ ثُمَّ تُسْتَحَقُّ فَلِذَا قَالَ وَكَذَا الْحُكْمُ لَوْ مَلَكَهَا بِسَبَبٍ آخَرَ أَيَّ سَبَبٍ كَانَ عَيْنِيٌّ كَمَا لَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى أَنَّهَا حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ لَهُ ثُمَّ اُسْتُحِقَّتْ غَرِمَ قِيمَةَ وَلَدِهِ فَإِنْ مَاتَ الْوَلَدُ قَبْلَ الْخُصُومَةِ فَلَا شَيْءَ عَلَى أَبِيهِ لِعَدَمِ الْمَنْعِ كَمَا مَرَّ وَإِرْثُهُ لَهُ لِأَنَّهُ حُرُّ الْأَصْلِ فِي حَقِّهِ فَيَرِثُهُ فَإِنْ قَتَلَهُ أَبُوهُ أَوْ غَيْرُهُ وَقَبَضَ الْأَبُ مِنْ دِيَتِهِ قَدْرَ قِيمَتِهِ غَرِمَ الْأَبُ قِيمَتَهُ لِلْمُسْتَحِقِّ كَمَا لَوْ كَانَ حَيًّا، وَلَوْ لَمْ يَقْبِضْ شَيْئًا لَا

شَيْءَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَبَضَ أَقَلَّ لَزِمَهُ بِقَدْرِهِ عَيْنِيٌّ وَرَجَعَ بِهَا أَيْ بِالْقِيمَةِ فِي الصُّورَتَيْنِ كَمَا يَرْجِعُ بِثَمَنِهَا وَلَوْ هَالِكَةً عَلَى بَائِعِهَا وَكَذَا لَوْ اسْتَوْلَدَهَا الْمُشْتَرِي الثَّانِي لَكِنْ إِنَّمَا يَرْجِعُ الْمُشْتَرِي الْأَوَّلُ عَلَى الْبَائِعِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ فَقَطْ كَمَا فِي الْمَوَاهِبِ وَغَيْرِهَا لَا بِعُقْرِهَا الَّذِي أَخَذَهُ مِنْهُ الْمُسْتَحِقُّ لِلُزُومِهِ بِاسْتِيفَاءِ مَنَافِعِهَا كَمَا مَرَّ فِي بَابَيْ الْمُرَابَحَةِ وَالِاسْتِحْقَاقِ مَعَ مَسَائِلِ التَّنَاقُضِ، وَغَالِبُهَا مَرَّ فِي مُتَفَرِّقَاتِ الْقَضَاءِ، وَيَجِيءُ فِي الْإِقْرَارِ.

ترجمہ: اس باندی سے بچہ پیدا ہوا جسے مشتری نے خریدی ہے؛ لیکن وہ دوسرے کی نکلی، تو باپ (مشتری) خصومت کے دن کے حساب سے لڑکے کی قیمت کا تاوان دے اس لیے کہ وہ یوم المنع ہے اور وہ لڑکا آزاد ہے اس لیے کہ مشتری فریب خوردہ ہے، اور مغرور وہ ہے جو عورت سے یہ سمجھ کر وطی کرے کہ وہ اس کی باندی ہے، یا منکوحہ ہے، اس کے نتیجے میں اس عورت سے بچہ پیدا ہوا، پھر وہ عورت دوسرے کی نکلی، وہ (فریب خوردہ) اس لڑکے کی قیمت کا تاوان دے، البتہ اگر خصومت سے پہلے وہ لڑکا مر گیا، تو باپ پر کچھ نہیں ہے، منع نہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ گذر چکا، اس کا وارث بھی ہوگا، اس لیے کہ باپ کے حق میں وہ حر اصلی ہے، لہذا باپ اس کا وارث ہوگا، لہذا اگر باپ نے اس کو قتل کیا یا باپ کے علاوہ نے قتل کیا اور باپ نے اس کی قیمت کے بقدر دیت لی، تو باپ اس کی قیمت کے بقدر مستحق کو تاوان دے، جیسا کہ حیات کی صورت میں تاوان لازم تھا، اگر باپ نے قتل کی صورت میں تاوان نہیں لیا، تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر قیمت سے کم تاوان لیا، تو اس کے بقدر قیمت لازم آئے گی، جیسا کہ عینی میں ہے، اور مشتری دونوں صورتوں میں (مستحق کو قیمت دینے کے بعد) بائع سے واپس لے لے، اگر چہ لونڈی مر گئی ہو، ایسے ہی مشتری ثانی، لیکن مشتری اول بائع سے صرف ثمن لے گا، جیسا کہ مواہب وغیرہ میں ہے، نہ کہ عقر جیسا کہ مستحق نے لیا ہے اس کے منافع سے مستفید ہونے کی صورت میں لازم ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ باب المرابحہ والاستحقاق میں گذر چکا، نیز اکثر تناقض کے ساتھ قضاء متفرقات میں گذر چکا، اور اقرار میں آئیگا۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد باندی غیر کی نکلی

ولو ولدت امة الخ: باندی خریدی اس سے بچہ پیدا ہوا؛ لیکن وہ باندی غیر کی نکلی، تو اب بچہ کی قیمت کے برابر مشتری مستحق کو تاوان دے گا، اور یہ مشتری مستحق کو تاوان دے گا، اور یہ مشتری وہی دیا ہوا تاوان بائع سے واپس لے گا۔

فُرُوعٌ: التَّنَاقُضُ فِي مَوْضِعِ الْخَفَاءِ عَفْوٌ. لَا تُسْمَعُ الدَّعْوَى عَلَى غَرِيمِ مَيِّتٍ إِلَّا إِذَا وَهَبَ جَمِيعَ مَالِهِ لِأَجْنَبِيٍّ، وَسَلَّمَهُ لَهُ فَإِنَّهَا تُسْمَعُ عَلَيْهِ لِكَوْنِهِ زَائِدًا. لَا يَجُوزُ لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ الْإِنْكَارُ مَعَ عِلْمِهِ بِالْحَقِّ إِلَّا فِي دَعْوَى الْعَيْبِ لِيُبَرْهِنَ فَيَتَمَكَّنَ مِنَ الرَّدِّ وَفِي الْوَصِيِّ إِذَا عَلِمَ بِالدَّيْنِ. لَا تَحْلِيفَ مَعَ الْبُرْهَانِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: دَعْوَى دَيْنٍ عَلَى مَيِّتٍ، وَاسْتِحْقَاقِ مَبِيعٍ وَدَعْوَى آبِقٍ. الْإِقْرَارُ لَا يُجَامِعُ الْبَيِّنَةَ إِلَّا فِي أَرْبَعٍ: وَكَالَةٌ وَوِصَايَةٌ وَإِثْبَاتُ دَيْنٍ عَلَى مَيِّتٍ وَاسْتِحْقَاقُ عَيْنٍ مِنْ مُشْتَرٍ وَدَعْوَى الْأَبَقِ. لَا تَحْلِيفَ عَلَى حَقٍّ مَجْهُولٍ إِلَّا فِي سِتٍّ: إِذَا اتَّهَمَ الْقَاضِي وَصِيَّ يَتِيمٍ وَمُتَوَلِّي وَقْفٍ وَفِي رَهْنٍ مَجْهُولٍ وَدَعْوَى سَرِقَةٍ وَغَصْبٍ وَخِيَانَةِ مُودَعٍ لَا يَحْلِفُ

الْمُدَّعِي إِذَا حَلَفَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي مَسْأَلَةٍ فِي دَعْوَى الْبَحْرِ قَالَ: وَهِيَ غَرِيبَةٌ يَجِبُ حِفْظُهَا أَشْبَاهٌ. قُلْتُ: وَهِيَ مَا لَوْ قَالَ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ كَانَتْ قِيمَةُ ثَوْبِي مِائَةً وَقَالَ الْغَاصِبُ لَمْ أَدْرِ وَلَكِنَّهَا لَا تَبْلُغُ مِائَةً صُدِّقَ بِيَمِينِهِ وَأُلْزِمَ بِبَيَانِهِ فَلَوْ لَمْ يُبَيِّنْ يَحْلِفُ عَلَى الزِّيَادَةِ ثُمَّ يَحْلِفُ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ أَيْضًا أَنَّ قِيمَتَهُ مِائَةٌ وَلَوْ ظَهَرَ خُيِّرَ الْغَاصِبُ بَيْنَ أَخْذِهِ أَوْ قِيمَتِهِ فَلْيُحْفَظْ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ترجمه: تناقض پوشیدہ مقام میں معاف ہے، میت کے غریم کے خلاف دعویٰ مسموع نہیں ہے، الا یہ کہ میت اپنا سارا مال ہبہ کر کے قبضہ کرادے، تو اس وقت مسموع ہوگا، ثلث مال سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اور مدعیٰ علیہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ انکار کرے مدعی کا حق ثابت ہونے کی صورت میں، مگر مبیع کے عیب میں انکار کی گنجائش ہے تا کہ مدعی گواہ سے عیب ثابت کرے تا کہ مدعیٰ علیہ مبیع واپس کرنے پر قادر ہو جائے اور دعوائے وصی میں انکار جائز نہیں جب وہ دین کو جانتا ہو ــــ گواہ کے ساتھ قسم نہیں ہے، مگر تین مسئلوں میں (۱) میت پر دین (۲) استحقاق مبیع (۳) عبد آبق کے دعویٰ میں، اقرار بینہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا ہے، مگر چار مسئلوں میں (۱) وکالت (۲) وصایہ (۳) میت پر دین کے ثبات (۴) بھگوڑے غلام میں مشتری کے دعوائے استحقاق میں، حق مجہول پر قسم نہیں ہے، مگر چھ صورتوں میں (۱) جب قاضی یتیم کے وصی اور متولی وقف کو متہم جانے، رہن مجہول میں، سرقہ، غصب اور مودع کے دعویٰ میں، مدعی قسم نہ کھائے، جب مدعیٰ علیہ قسم کھالے، مگر ایک مسئلے میں، جو بحر کی کتاب الدعویٰ میں ہے، نیز انھوں نے کہا یہ مسئلہ عجیب ہے، اس کا یاد رکھنا واجب ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، میں کہتا ہوں وہ مسئلہ یہ ہے کہ مغصوب منہ نے کہا میرے کپڑے کی قیمت سو روپے تھی، لیکن غاصب نے کہا کہ میں نہیں جانتا، مگر اس کی قیمت سو سے کم تھی، تو غاصب کی تصدیق ہوگی اس کی قسم کے ساتھ، نیز غاصب پر اس کی قیمت کا بیان کرنا لازم ہے، لہٰذا اگر وہ بیان نہ کر سکے، تو زیادتی پر قسم کھائے، پھر مغصوب منہ بھی قسم کھائے کہ اس کی قیمت سو روپے تھی، اس کے بعد کپڑا مل جائے، تو غاصب کو وہ کپڑا لینے یا قیمت واپس لینے کا اختیار ہوگا، اسی کو یاد رکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم

چند اہم مسائل

التناقض في موضع الخفاء الخ: مذکورہ بالا ترجمہ میں چند اہم مسئلے ہیں ان کو دیکھنے کی صورت میں فائدے ہی فائدے ہیں۔

كِتَابُ الْإِقْرَارِ

مُنَاسَبَتُهُ أَنَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِمَّا مُنْكِرٌ أَوْ مُقِرٌّ وَهُوَ أَقْرَبُ لِغَلَبَةِ الصِّدْقِ هُوَ لُغَةً الْإِثْبَاتُ يُقَالُ: قَرَّ الشَّيْءُ إِذَا ثَبَتَ وَشَرْعًا إِخْبَارٌ بِحَقٍّ عَلَيْهِ لِلْغَيْرِ مِنْ وَجْهٍ، إِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ قُيِّدَ بِعَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ لِنَفْسِهِ يَكُونُ دَعْوَى لَا إِقْرَارًا.

ترجمه: کتاب الدعویٰ سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ یا تو منکر ہوگا یا مقر اور یہ (اقرار دعوی کے زیادہ) قریب ہے غلبۂ صدق کی وجہ سے، وہ لغت میں ثابت کرنا ہے، کہا جاتا ہے "قر الشيئ" جب ثابت ہو جائے اور شریعت میں وہ خبر دینا ہے اس حق کی جو دوسرے کی اس پر ہے، من وجہ (خبر ہے) اور من وجہ انشاء ہے، مصنف علامؒ نے علیہ کے ساتھ مقید کیا

ہے، اس لیے کہ اگر وہ اس کی ذات کے لیے ہو، تو وہ دعویٰ ہوگا، نہ کہ اقرار۔

مناسبت مناسبته المدعی علیه الخ: کتاب الاقرار کی کتاب الدعویٰ سے مناسبت یہ ہے کہ مدعی جب دعویٰ کرتا ہے، تو مدعی یا تو انکار کرتا یا اقرار چوں کہ مدعی کے دعویٰ کے زیادہ قریب ہے، اس لیے کہ اس صورت میں، مدعی کی تصدیق ہو کر صدق کا غلبہ ہوتا ہے، اس لیے کتاب الدعویٰ کے بعد کتاب الاقرار کو بیان فرمایا۔

لغوی معنی هو لغة الاثبات الخ: اقرار کے لغوی معنی ثابت کرنے کے آتے ہیں، اس لیے کہ اہل عرب شئے ثابت ہونے کی صورت میں بولتے ہیں "قر الشیئ"۔

اصطلاحی معنی وشرعاً الخ: دوسرے کا حق اپنے ذمے ہونے کی خبر دینے کا نام اقرار ہے۔

فائدہ من وجه انشاء من وجه: واقع شدہ شئے کی اطلاع دینے کا نام اخبار ہے اور جو چیز واقع نہیں ہوئی ہے، اس کو وجود میں لانے کے لیے کوئی فقرہ استعمال کیا جائے تو اسے اصطلاح میں انشاء کہتے ہیں۔

ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى كُلٍّ مِنَ الشَّبَهَيْنِ فَقَالَ فَا لِوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْإِخْبَارُ صَحَّ إِقْرَارُهُ بِمَالٍ مَمْلُوكٍ لِلْغَيْرِ وَمَتَى أَقَرَّ بِمِلْكِ الْغَيْرِ يَلْزَمُهُ تَسْلِيمُهُ إِلَى الْمُقَرِّ لَهُ إِذَا مَلَكَهُ بُرْهَةً مِنَ الزَّمَانِ لِنَفَاذِهِ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ إِنْشَاءً لَمَا صَحَّ لِعَدَمِ وُجُودِ الْمِلْكِ وَفِي الْأَشْبَاهِ أَقَرَّ بِحُرِّيَّةِ عَبْدٍ ثُمَّ شَرَاهُ عَتَقَ عَلَيْهِ وَلَا يَرْجِعُ بِالثَّمَنِ أَوْ بِوَقْفِيَّةِ دَارٍ ثُمَّ شَرَاهَا أَوْ وَرِثَهَا صَارَتْ وَقْفًا مُؤَاخَذَةً لَهُ بِزَعْمِهِ وَلَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ مُكْرَهًا وَلَوْ كَانَ إِنْشَاءً لَصَحَّ لِعَدَمِ التَّخَلُّفِ وَصَحَّ إِقْرَارُ الْمَأْذُونِ بِعَيْنٍ فِي يَدِهِ، وَالْمُسْلِمِ بِخَمْرٍ وَبِنِصْفِ دَارِهِ مُشَاعًا وَالْمَرْأَةِ بِالزَّوْجِيَّةِ مِنْ شُهُودٍ وَلَوْ كَانَ إِنْشَاءً لَمَا صَحَّ وَلَا تُسْمَعُ دَعْوَاهُ عَلَيْهِ بِأَنَّهُ أَقَرَّ لَهُ بِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ بِنَاءً عَلَى الْإِقْرَارِ لَهُ بِذَلِكَ بِهِ يُفْتَى لِأَنَّهُ إِخْبَارٌ يَحْتَمِلُ الْكَذِبَ. حَتَّى لَوْ أَقَرَّ كَاذِبًا لَمْ يَحِلَّ لَهُ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَيْسَ سَبَبًا لِلْمِلْكِ. نَعَمْ لَوْ سَلَّمَهُ بِرِضَاهُ كَانَ ابْتِدَاءَ هِبَةٍ، وَهُوَ الْأَوْجَهُ بَزَّازِيَّةٌ إِلَّا أَنْ يَقُولَ فِي دَعْوَاهُ هُوَ مِلْكِي وَأَقَرَّ لِي بِهِ أَوْ يَقُولَ لِي عَلَيْهِ كَذَا وَهَكَذَا أَقَرَّ بِهِ فَتُسْمَعُ إِجْمَاعًا لِأَنَّهُ لَمْ يَجْعَلِ الْإِقْرَارَ سَبَبًا لِلْوُجُوبِ. ثُمَّ لَوْ أَنْكَرَ الْإِقْرَارَ هَلْ يَحْلِفُ؟ الْفَتْوَى أَنَّهُ لَا يَحْلِفُ عَلَى الْإِقْرَارِ، بَلْ عَلَى الْمَالِ وَأَمَّا دَعْوَى الْإِقْرَارِ فِي الدَّفْعِ فَتُسْمَعُ عِنْدَ الْعَامَّةِ

ترجمه: پھر مصنف علام نے دونوں شبہوں پر تفریع کی، چناں چہ پہلی وجہ یعنی اخبار کے اعتبار سے صحیح ہے دوسرے کے مال کا اقرار کرنا، جب اس نے ملک غیر کا اقرار کیا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس شئے کو مقرلہ کے حوالے کردے، اگر وہ تھوڑی مدت کے لیے مالک ہوا ہو، مقر کی ذات پر نافذ ہونے کی وجہ سے اور اگر انشاء ہوتا تو صحیح نہیں ہوتا ملکیت نہیں پائے جانے کی وجہ سے، اشباہ میں ہے کہ کسی غلام کے آزاد ہونے کا اقرار کیا، پھر اس کو خرید لیا، تو اس پر وہ آزاد ہو جائے گا، نیز وہ ثمن واپس نہیں لے گا، یا کسی گھر کے وقف ہونے کا (اقرار کیا) پھر اس کو خرید لیا یا وارث ہوا، وہ وقف ہو جائے گا اس کے گمان پر مواخذہ کرتے ہوئے، زبردستی کی حالت میں طلاق اور عتاق کا اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر انشاء ہو تو صحیح ہے، تخلف نہ ہونے کی وجہ سے، عبد ماذون

کا اقرار صحیح ہے اس مال میں جو اس کے پاس ہے، مسلمان کا شراب میں، اپنے گھر میں آدھے کا جز وے شائع کے طور پر اور عورت کا اقرار بیوی ہونے کا، بغیر گواہ کے اور اگر انشاء ہوتا تو صحیح نہیں ہوتا، مقر کا دعویٰ مقرلہ کے خلاف نہیں سنا جائے گا کہ اس نے مقرلہ کے لیے شئ معین کا اقرار کیا ہے، اس کی بنا اس کے اقرار پر ہونے کی وجہ سے، اسی پر فتویٰ ہے، اس لیے کہ یہ اخبار ہے، جو کذب کا احتمال رکھتا ہے، یہاں تک کہ اگر جھوٹا اقرار کیا تو اس کے لیے حلال نہیں ہے، اس لیے کہ اقرار ملک کے لیے سبب نہیں ہے، جی اگر مقر اپنی رضامندی سے، وہ چیز مقرلہ کو دے دے، تو یہ ابتداء ہبہ ہے، یہی اوجہ ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، الا یہ کہ مقرلہ اپنے دعویٰ میں کہے کہ اس میں میری ملکیت ہے، جس کا اس نے اقرار کیا ہے، یا یوں کہے میرا اس پر اتنا حق ہے، جس کا اس نے اقرار کیا ہے، تو بالاجماع دعویٰ مسموع ہوگا، اس لیے مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا، پھر اگر مقر اقرار کا انکار کرے تو کیا اس سے قسم لی جائے گی، فتویٰ اس پر ہے کہ اقرار پر قسم نہیں لی جائے گی، بل کہ مال پر قسم لی جائے گی، بہرحال اقرار کے دعویٰ کو دفع کرنے کے لیے مقر کا دعویٰ سنا جائے گا، عام فقہاء کے نزدیک۔

پہلی قسم پر تفریع

ثم فرع علی کل الخ: پہلی قسم یعنی اخبار کے طور پر اقرار کرنے کی صورت میں مقر کا اقرار صحیح ہے، نیز صحیح ہونے کی صورت میں مال مقرلہ کے حوالے کرنا ضروری ہے؛ لیکن اخبار کے طور پر اقرار کر کے مقر مکر جائے، اس پر مقرلہ دعویٰ کرے کہ اس نے میرے لیے فلاں چیز کا اقرار کیا ہے، تو اس صورت میں مقرلہ کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ مقر نے جھوٹا اقرار کیا ہو؛ البتہ اگر مقرلہ اس طرح دعویٰ کرے کہ فلاں شئے میری ہے جس کا اس نے اقرار کیا ہے تو اب دعویٰ مسموع ہوگا۔

وَ الْوَجْهُ الثَّانِي وَهُوَ الْإِنْشَاءُ لَوْ رَدَّ الْمُقَرُّ لَهُ إِقْرَارَهُ ثُمَّ قَبِلَ لَا يَصِحُّ وَلَوْ كَانَ إِخْبَارًا لَصَحَّ. وَأَمَّا بَعْدَ الْقَبُولِ فَلَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ وَلَوْ أَعَادَ الْمُقِرُّ إِقْرَارَهُ فَصَدَّقَهُ لَزِمَهُ لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ آخَرُ ثُمَّ لَوْ أَنْكَرَ إِقْرَارَهُ الثَّانِيَ لَا يَحْلِفُ وَلَا تُقْبَلُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ قَالَ الْبَدِيعُ: وَالْأَشْبَهُ قَبُولُهَا وَاعْتَمَدَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ وَأَقَرَّهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ

ترجمہ: دوسری قسم یعنی انشاء کے طور پر کیے گئے اقرار کو مقرلہ نے رد کر دیا، پھر اس کو قبول کیا، تو صحیح نہیں ہے؛ لیکن اگر اخبار کے طور پر ہوتا تو صحیح تھا، بہر حال قبول کرنے کے بعد (اقرار) رد نہیں ہوتا ہے اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا، جس کی تصدیق مقرلہ نے کی، تو مقر کو لازم ہوگا، اس لیے کہ اقرار ہے، اس کے بعد اگر دوبارہ مقر اقرار کا انکار کرے تو اس سے قسم نہیں لی جائے گی، نیز اس کے خلاف گواہ بھی قبول نہیں ہوں گے، یہ قول بدیع کا ہے؛ لیکن اشبہ قبول کرنا ہے، جس پر ابن شحنہ نے اعتماد کیا ہے، نیز شرنبلالی نے ثابت رکھا ہے۔

دوسری قسم پر تفریع

وللوجه الثاني الخ: دوسری قسم یعنی انشاء کے طور پر اقرار کرنے کی صورت میں، اگر مقرلہ انکار کر دے، تو اس کا انکار مانا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ قبول کرے، تو اس کا قبول کرنا بے کار ہوگا، یہ اس صورت میں ہے کہ جب معاملہ ایک آدمی سے جڑا ہوا ہو، جیسے ہبہ؛ لیکن اگر معاملے کا تعلق دونوں کے ساتھ لازم ملزوم ہو، جیسے نکاح تو اس حالت میں رد کرنے کی صورت میں رد نہیں ہوگا، رد کے بعد اگر دوبارہ قبول کرے، تو اس کا قبول کرنا قبول مانا جائے گا۔

وَالْمِلْكُ الثَّابِتُ بِهِ بِالْإِقْرَارِ لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الزَّوَائِدِ الْمُسْتَهْلَكَةِ فَلَا يَمْلِكُهَا الْمُقَرُّ لَهُ وَلَوْ إخْبَارًا لَمَلَكَهَا أَقَرَّ حُرٌّ مُكَلَّفٌ يَقْظَانَ طَائِعًا أَوْ عَبْدٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَعْتُوهٌ مَأْذُونٌ لَهُمْ إنْ أَقَرُّوا بِتِجَارَةٍ كَإِقْرَارِ مَحْجُورٍ بِحَدٍّ وَقَوَدٍ وَإِلَّا فَبَعْدَ عِتْقِهِ، وَنَائِمٌ وَمُغْمًى عَلَيْهِ كَمَجْنُونٍ وَسَيَجِيءُ السَّكْرَانُ وَمَرَّ الْمُكْرَهُ بِحَقٍّ مَعْلُومٍ أَوْ مَجْهُولٍ صَحَّ لِأَنَّ جَهَالَةَ الْمُقَرِّ بِهِ لَا تَضُرُّ إلَّا إذَا بَيَّنَ سَبَبًا تَضُرُّهُ الْجَهَالَةُ كَبَيْعٍ وَإِجَارَةٍ. وَأَمَّا جَهَالَةُ الْمُقِرِّ فَتَضُرُّ كَقَوْلِهِ لَكَ عَلَى أَحَدِنَا أَلْفُ دِرْهَمٍ لِجَهَالَةِ الْمَقْضِيِّ عَلَيْهِ إلَّا إذَا جَمَعَ بَيْنَ نَفْسِهِ وَعَبْدِهِ فَيَصِحُّ وَكَذَا تَضُرُّ جَهَالَةُ الْمُقَرِّ لَهُ إنْ فَحُشَتْ كَلِوَاحِدٍ مِنَ النَّاسِ عَلَيَّ كَذَا وَإِلَّا لَا كَلِأَحَدِ هَذَيْنِ عَلَيَّ كَذَا فَيَصِحُّ وَلَا يُجْبَرُ عَلَى الْبَيَانِ لِجَهَالَةِ الْمُدَّعِي بَحْرٌ وَنَقَلَهُ فِي الدُّرَرِ لَكِنْ بِاخْتِصَارٍ مَخِلٍّ كَمَا بَيَّنَهُ عَزْمِي زَادَهْ

ترجمہ: جوملکیت اقرار کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے، وہ زوائد مستہلکہ کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتی ہے، لہذا مقرلہ اس کا مالک نہیں ہوگا؛ لیکن اگر اخبار ہوتو مالک ہو جائے گا، اقرار کیا آزاد مکلف نے جاگنے کی حالت میں اپنی مرضی سے، یا غلام (ماذون) صبی (ماذون) یا معتوہ ماذون کا اقرار صحیح ہے، اگر اقرار تجارت کے قبیل سے ہو، جیسے مجور کا اقرار ''حد'' اور ''قصاص'' میں، ورنہ آزادی کے بعد (اقرار صحیح ہوگا) سونے والا اور غشی طاری ہونے والا مجنون کی طرح ہے، مجور کا اقرار آئے گا اور مکرہ کا اقرار گذر چکا، حق معلوم یا مجہول کا، تو صحیح ہے، اس لیے کہ مقربہ کی جہالت مضر نہیں ہے، مگر یہ کہ جب ایسا سبب بیان کرے، جس کی جہالت مضر ہو، جیسے بیع اور اجارہ؛ البتہ مقر کی جہالت مضر ہے، جیسے مقر کا قول کہ ہم میں سے ایک پر تیرے ایک ہزار ہیں، اس شخص کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے، جس پر ہزار درہم کا حکم لگایا جائے، مگر جب وہ اقرار کرنے میں خود کو اور اپنے غلام کو جمع کر لے، تو ایسا اقرار (ایک پر متعین نہ ہونے کے باوجود) صحیح ہے، ایسے ہی مقرلہ کی جہالت مضر ہے، اگر فاحش ہو، جیسے لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھ پر اتنا مال ہے، ورنہ نہیں، جیسے ان دونوں میں سے ایک کا مجھ پر اتنا مال ہے، لہذا اقرار صحیح ہے؛ لیکن مقر کو بیان کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا مدعی مجہول ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ بحر میں ہے، اس کو درر میں نقل کیا ہے؛ لیکن ایسے اختصار کے ساتھ جس سے خلل ہوتا ہے، جیسا کہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے۔

ثابت شدہ ملکیت کا دائرہ

والملک الثابت الخ: ایک آدمی نے کسی کے لیے اقرار کیا، تو جتنا اقرار کیا ہے، اتنے کا مقر لہ مالک ہوگا، جس چیز کا اقرار کیا ہے، اس سے حاصل شدہ منافع (زوائد) کا مقرلہ مالک نہیں ہوگا، جیسے مقر نے گائے کا اقرار کیا ابھی وہ گائے مقرلہ کو نہیں ملی تھی کہ اس گائے نے ایک بچہ دیا تو مقرلہ صرف گائے کا مالک ہوگا، بچے کا مالک نہیں ہوگا، اس لیے کہ اقرار یہ حجت قاصرہ ہے۔

وَلَزِمَهُ بَيَانُ مَا جُهِلَ كَشَيْءٍ وَحَقٍّ بِذِي قِيمَةٍ كَفَلْسٍ وَجَوْزَةٍ لَا بِمَا لَا قِيمَةَ لَهُ كَحَبَّةِ حِنْطَةٍ وَجِلْدِ مَيْتَةٍ وَصَبِيٍّ حُرٍّ لِأَنَّهُ رُجُوعٌ فَلَا يَصِحُّ وَالْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ مَعَ حَلِفِهِ لِأَنَّهُ الْمُنْكِرُ إنْ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ وَلَا بَيِّنَةَ وَلَا يُصَدَّقُ فِي أَقَلَّ مِنْ دِرْهَمٍ فِي عَلَيَّ مَالٌ وَمِنَ النِّصَابِ أَيْ نِصَابِ الزَّكَاةِ فِي الْأَصَحِّ اخْتِيَارٌ وَقِيلَ: إنْ كَانَ الْمُقِرُّ فَقِيرًا فَنِصَابُ السَّرِقَةِ وَصُحِّحَ فِي: مَالٌ

عَظِيمٌ لَوْ بَيَّنَهُ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ لِأَنَّهَا أَدْنَى نِصَابٍ يُؤْخَذُ مِنْ جِنْسِهِ وَمِنْ قَدْرِ النِّصَابِ قِيمَةً فِي غَيْرِ مَالِ الزَّكَاةِ مِنْ ثَلَاثَةِ نُصُبٍ فِي أَمْوَالٍ عِظَامٍ وَلَوْ فَسَّرَهُ بِغَيْرِ مَالِ الزَّكَاةِ اُعْتُبِرَ قِيمَتُهَا كَمَا مَرَّ وَفِي دَرَاهِمَ ثَلَاثَةٌ وَ فِي دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ ثِيَابٍ كَثِيرَةٍ عَشَرَةٌ لِأَنَّهَا نِهَايَةُ اسْمِ الْجَمْعِ وَكَذَا دِرْهَمًا دِرْهَمٌ عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَلَوْ خَفَضَهُ لَزِمَهُ مِائَةٌ وَفِي دُرَيْهِمٍ أَوْ دِرْهَمٍ عَظِيمٍ دِرْهَمٍ وَالْمُعْتَبَرُ الْوَزْنُ الْمُعْتَادُ إِلَّا بِحُجَّةٍ زَيْلَعِيٌّ وَكَذَا كَذَا دِرْهَمًا أَحَدَ عَشَرَ وَكَذَا وَكَذَا أَحَدٌ وَعِشْرُونَ لِأَنَّ نَظِيرَهُ بِالْوَاوِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ وَلَوْ ثَلَّثَ بِلَا وَاوٍ فَأَحَدَ عَشَرَ إِذْ لَا نَظِيرَ لَهُ فَحُمِلَ عَلَى التَّكْرَارِ وَمَعَهَا فَمِائَةٌ وَأَحَدٌ وَعِشْرُونَ وَإِنْ رَبَّعَ مَعَ الْوَاوِ زِيدَ أَلْفٌ وَلَوْ خَمَّسَ زِيدَ عَشَرَةُ آلَافٍ وَلَوْ سَدَّسَ زِيدَ مِائَةُ أَلْفٍ وَلَوْ سَبَّعَ زِيدَ أَلْفُ أَلْفٍ وَهَكَذَا يُعْتَبَرُ نَظِيرُهُ أَبَدًا

ترجمہ: قیمتی اشیاء کی جہالت واضح کرنا مقر پر لازم ہے، جیسے پیسے اخروٹ، اس کی جہالت بیان کرنا لازم نہیں ہے، جس کی کوئی قیمت نہ ہو، جیسے گیہوں کا ایک دانا، جلد میتہ اور آزاد بچہ، اس لیے کہ غیر قیمتی اشیاء کا بیان کرنا رجوع ہے، لہذا اقرار صحیح نہیں ہوگا، مقر کی بات اس کی قسم کے ساتھ مانی جائے گی، اس لیے کہ وہ منکر ہے، اگر مقرلہ اس سے زیادہ کا دعوی کرے، نیز اس کے پاس گواہ نہ ہو، "علی المال" کہنے کی صورت میں مقر کی ایک درہم سے کم میں تصدیق نہیں کی جائے گی، "علی مال عظیم من الذهب والفضة" کہنے کی صورت میں نصاب زکوۃ سے کم میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ اختیار میں ہے، کہا گیا ہے کہ اگر مقر فقیر ہے، تو نصاب سرقہ کے برابر میں تصدیق کی جائے گی، اس کو صحیح کہا ہے اور "مال عظیم من الابل" کہنے کی صورت میں، پچیس اونٹ سے کم میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ اونٹ کے نصاب میں کم سے کم پچیس اونٹ ہیں، نصاب کے علاوہ مال میں، نصاب کے بقدر قیمت میں تصدیق کی جائے گی "اموال عظام" میں تین نصاب کے بقدر میں اس کی تصدیق ہوگی، اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ سے کرے، تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ گذر چکا، "علی دراهم" کی صورت میں، تین درہم سے کم میں تصدیق نہیں کی جائے گی، دراہم، دنانیر یا ثیاب کثیرہ کہنے کی صورت میں دس لازم ہوں گے، اس لیے کہ دس کا عدد جمع کی انتہاء ہے، "كذا درهما" کہنے کی صورت میں ایک درہم لازم ہوگا معتمد قول کے مطابق اور اگر کسرہ دے، تو سو درہم لازم ہوں گے، دریھم (تصغیر کے ساتھ) یا درھم عظیم کہنے کی صورت میں ایک درہم لازم ہوگا اور جو درہم اس شہر میں چلتا ہے، اسی کے وزن کے اعتبار ہوگا، مگر دلیل سے، جیسا کہ زیلعی میں ہے "علی كذا كذا درهما" کی صورت میں گیارہ درہم اور "كذا و كذا درهما" کہنے کی صورت میں اکیس درہم لازم ہوں گے، اس لیے کہ واو کے ساتھ نہیں کی نظیر احد و عشرون ہے اور اگر "كذا كذا كذا" تین مرتبہ بغیر واو کے بولا تو گیارہ درہم لازم ہوں گے، اس لیے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، تو تیسرے کو تکرار پر محمول کیا جائے گا اور واو کے ساتھ (كذا و كذا و كذا) کہنے کی صورت میں ایک سو اکیس لازم ہوں گے، اگر چار کذا واو کے ساتھ کہے، تو ایک ہزار زیادہ لازم ہوں گے اور اگر پانچ کذا واو کے ساتھ کہے، تو دس ہزار زیادہ لازم ہوں گے، اگر واو کے ساتھ چھ کذا کہے، تو ایک لاکھ زیادہ لازم ہوں گے اور اگر سات

مرتبہ کہے، تو گیارہ لاکھ زیادہ لازم ہوں گے، اسی طرح اس کی نظیر کا ہمیشہ اعتبار ہوگا۔

اقرار کے بعد

ولزمه بيان ما جهل الخ: اقرار کے بعد مقر بہ میں کچھ جہالت رہ گئی ہے، تو مقر پر اس کا بیان کرنا لازم ہے، جیسے اقرار کردہ شئے کی کیا قیمت ہے۔

وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَوْ لَهُ قِبَلِي فَهُوَ إِقْرَارٌ بِدَيْنٍ لِأَنَّ عَلَيَّ لِلْإِيجَابِ وَقِبَلِي لِلضَّمَانِ غَالِبًا وَصُدِّقَ إِنْ وَصَلَ بِهِ هُوَ وَدِيعَةٌ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُهُ مَجَازًا وَإِنْ فَصَلَ لَا يُصَدَّقُ لِتَقَرُّرِهِ بِالسُّكُوتِ عِنْدِي أَوْ مَعِي أَوْ فِي بَيْتِي أَوْ فِي كِيسِي أَوْ فِي صُنْدُوقِي إِقْرَارًا بِالْأَمَانَةِ عَمَلًا بِالْعُرْفِ جَمِيعُ مَالِي أَوْ مَا أَمْلِكُهُ لَهُ أَوْ لَهُ مِنْ مَالِي أَوْ مِنْ دَرَاهِمِي كَذَا فَهُوَ هِبَةٌ لَا إِقْرَارٌ وَلَوْ عَبَّرَ بِفِي مَالِي أَوْ بِفِي دَرَاهِمِي كَانَ إِقْرَارًا بِالشَّرِكَةِ فَلَا بُدَّ لِصِحَّةِ الْهِبَةِ مِنَ التَّسْلِيمِ بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ. وَالْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى أَضَافَ الْمُقَرُّ بِهِ إِلَى مِلْكِهِ كَانَ هِبَةً وَلَا يَرِدُ مَا فِي بَيْتِي لِأَنَّهَا إِضَافَةُ نِسْبَةٍ لَا مِلْكٍ، وَلَا الْأَرْضُ الَّتِي حُدُودُهَا كَذَا لِطِفْلِي فُلَانٍ فَإِنَّهُ هِبَةٌ، وَإِنْ لَمْ يَقْبِضْهُ، لِأَنَّهُ فِي يَدِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِمَّا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ، فَيُشْتَرَطُ قَبْضُهُ - مُفْرَزًا لِلْإِضَافَةِ تَقْدِيرًا بِدَلِيلِ قَوْلِ الْمُصَنِّفِ: أَقَرَّ لِآخَرَ بِمُعَيَّنٍ وَلَمْ يُضِفْهُ لَكِنْ مِنَ الْمَعْلُومِ لِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ أَنَّهُ مِلْكُهُ فَهَلْ يَكُونُ إِقْرَارًا أَوْ تَمْلِيكًا يَنْبَغِي الثَّانِي فَيُرَاعَى فِيهِ شَرَائِطُ التَّمْلِيكِ فَرَاجِعْهُ.

ترجمہ: اور اگر "له علی" یا "له قبلی" کہا، تو یہ دین کا اقرار ہے، اس لیے کہ "علی" ایجاب اور "قبلی" اکثر ضمان کے لیے ہیں، اگر اس نے اس کے ساتھ "هو وديعة" ملایا، تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لیے یہ مجازاً ودیعت کا احتمال رکھتا ہے؛ لیکن اگر اس نے فصل کر دیا، تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، سکوت کی وجہ سے دین ثابت ہونے کی وجہ سے "عندی" یا "معی" یا "فی بیتی" یا "فی کیسی" یا "فی صندوقی" کہنے کی صورت میں امانت کا اقرار ہے، عرف پر عمل کرتے ہوئے، "جمع مالی" یا "ما املکه له" یا "من مالی" یا "من دراهمی کذا" کہنے کی صورت میں ہبہ ہے، نہ کہ اقرار اور اگر میرے مال میں، یا میرے دراہم میں کہنے کی صورت میں، شرکت کا اقرار ہے، صحت ہبہ کے لیے تسلیم کا ہونا ضروری ہے، بخلاف اقرار کے، قاعدہ یہ ہے کہ جب مقر بہ کو اپنی ملکیت کی طرف منسوب کرے، تو ہبہ ہے، "فی بیتی" سے اعتراض نہ ہو، اس لیے کہ نسبت اضافت ہے، نہ کہ نسبت ملکیت، اس زمین کی وجہ سے اعتراض نہ ہو (جس کے بارے میں کہا کہ) وہ زمین جس کی حد یہ ہے، میرے فلاں بچے کی ہے، تو یہ ہبہ ہے، اگر چہ اس پہ قبضہ نہ کیا ہو، اس لیے کہ وہ تو اسی کی ملکیت ہے، (جو لوگوں کو معلوم ہے، جس کی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھی گئی) مگر یہ ایسی زمین ہو جو قسمت کا احتمال رکھے، تو اس میں الگ سے قبضہ کرنا شرط ہے، بات پوری ہوئی، متکلم کی طرف اس کی اضافت تقدیراً ہونے کی وجہ سے، مصنف علامؒ کے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ کسی نے دوسرے کے لیے شئے معین کا اقرار کیا، حالاں کہ اس نے اس کی اضافت اپنی طرف نہیں کی، لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ اس کی ملکیت ہے، تو کیا یہ اقرار ہوگا کہ تملیک، مناسب یہ ہے کہ تملیک ہو، اس لیے کہ اس میں شرائط تملیک کی رعایت کی گئی ہے۔

اقرار کا دین بن جانا

ولو قال علی الخ: مقر نے "لہ علی" کہا تو اس صورت میں اقرار ضرور ہے؛ لیکن یہ اقرار دین بن جائے گا۔

قَالَ لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ اتَّزِنْهُ أَوْ انْتَقِدْهُ أَوْ أَجِّلْنِي بِهِ أَوْ قَضَيْتُكَ إِيَّاهُ أَوْ أَبْرَأْتَنِي مِنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَيَّ أَوْ وَهَبْتَهُ لِي أَوْ أَحَلْتُكَ بِهِ عَلَى زَيْدٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَهُوَ إِقْرَارٌ لَهُ بِهَا لِرُجُوعِ الضَّمِيرِ إِلَيْهَا فِي كُلِّ ذَلِكَ عَزْمِي زَادَهُ، فَكَانَ جَوَابًا، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَبِيلِ الِاسْتِهْزَاءِ، فَإِنْ كَانَ وَشَهِدَ الشُّهُودُ بِذَلِكَ لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْءٌ: أَمَّا لَوْ ادَّعَى الِاسْتِهْزَاءَ لَمْ يُصَدَّقْ وَبِلَا ضَمِيرٍ مِثْلُ اتَّزِنْ إلَخ وَكَذَا نَتَحَاسَبُ أَوْ مَا اسْتَقْرَضْتُ مِنْ أَحَدٍ سِوَاكَ أَوْ غَيْرِكَ أَوْ قَبْلَكَ أَوْ بَعْدَكَ لَا يَكُونُ إِقْرَارًا لِعَدَمِ انْصِرَافِهِ إِلَى الْمَذْكُورِ فَكَانَ كَلَامًا مُبْتَدَأً، وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَا يَصْلُحُ جَوَابًا لَا ابْتِدَاءً يُجْعَلُ جَوَابًا، وَمَا يَصْلُحُ لِلِابْتِدَاءِ لَا لِلْبِنَاءِ أَوْ يَصْلُحُ لَهُمَا يُجْعَلُ ابْتِدَاءً لِئَلَّا يَلْزَمَهُ الْمَالُ بِالشَّكِّ اخْتِيَارٌ وَهَذَا إِذَا كَانَ الْجَوَابُ مُسْتَقِلًّا فَلَوْ غَيْرَ مُسْتَقِلٍّ كَقَوْلِهِ: نَعَمْ كَانَ إِقْرَارًا مُطْلَقًا حَتَّى لَوْ قَالَ أَعْطِنِي ثَوْبَ عَبْدِي هَذَا، أَوْ افْتَحْ لِي بَابَ دَارِي هَذِهِ أَوْ جَصِّصْ لِي دَارِي هَذِهِ أَوْ أَسْرِجْ دَابَّتِي هَذِهِ أَوْ أَعْطِنِي سَرْجَهَا أَوْ لِجَامَهَا فَقَالَ نَعَمْ كَانَ إِقْرَارًا مِنْهُ بِالْعَبْدِ وَالدَّارِ وَالدَّابَّةِ كَافِي قَالَ أَلَيْسَ لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ بَلَى فَهُوَ إِقْرَارٌ لَهُ بِهَا وَإِنْ قَالَ نَعَمْ لَا وَقِيلَ نَعَمْ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ يُحْمَلُ عَلَى الْعُرْفِ لَا عَلَى دَقَائِقِ الْعَرَبِيَّةِ كَذَا فِي الْجَوْهَرَةِ وَالْفَرْقُ أَنَّ بَلَى جَوَابُ الِاسْتِفْهَامِ الْمَنْفِيِّ بِالْإِثْبَاتِ وَنَعَمْ جَوَابُهُ بِالنَّفْيِ

ترجمہ: ایک شخص نے کسی سے کہا میرے تجھ پر ایک ہزار ہیں، اس پر مخاطب نے کہا کیا تو نے وزن کرلیا ہے، یا تو نے اس کو پرکھ لیا ہے، یا یہ کہ تو مجھے مہلت دے، یا میں نے ادا کردیا ہے، یا تو نے مجھے اس سے معاف کردیا ہے، یا تو نے مجھے وہ صدقہ کردیا ہے، یا تو نے وہ ہبہ میں دیا ہے، یا میں نے وہ تو زید سے دلادیا ہے، تو یہ ایک ہزار کا اقرار ہے، ایک ہزار کی طرف ہر ایک ضمیر لوٹنے کی وجہ سے، جیسا کہ عزمی زادہ میں ہے، گویا کہ یہ جواب ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ استہزاء کے طور پر نہ ہو، لہذا اگر استہزاء کے طور پر ہو اور شہود استہزاء کی گواہی دیں، تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، اگر وہ استہزاء کا دعویٰ کرے، تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور بلا ضمیر کے جیسے "اتزن الخ" ایسے ہی "نتحاسبہ" یا "ما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک" تو یہ اقرار نہیں ہوگا، ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف نہ لوٹنے کی وجہ سے، جداگانہ کلام ہونے کی بنیاد پر اور قاعدہ ہے کہ جو کلام جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ کہ ابتداء کی، تو اسی کو جواب بنایا جائے گا اور جو ابتداء کی لیاقت رکھتا ہے، نہ کہ جواب کی یا جو دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے، تو اسی کو ابتداء پر محمول کیا جائے گا، تاکہ شک کی وجہ سے مال لازم نہ آئے، جیسا کہ اختیار میں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب جواب مستقل ہو، لہٰذا اگر غیر مستقل ہو جیسے نعم، تو یہ مطلقا اقرار ہوگا، یہاں تک کہ اگر کہا "اعطنی ثوب عبدی هذا او افتح لی باب داری هذه او جصص لی داری هذه او اسرج دابتی هذه او اعطنی سرجها او لجامها" اس پر مخاطب نے نعم کہا، تو اس کی طرف سے غلام، گھر اور دابہ کا اقرار ہوگا جیسا کہ کافی میں ہے، کسی

نے کہا کیا میرے تجھ پر ایک ہزار نہیں ہیں، اس پر کہا کیوں نہیں، تو یہ ایک ہزار کا اقرار ہے اور اگر نعم کہا، تو اقرار نہیں ہے، اس لیے کہ اقرار عرف پر محمول ہوتا ہے، نہ کہ عربی باریکیوں پر، جیسا کہ جوہرہ میں ہے اور فرق یہ ہے کہ "بلی" استفہام انکاری کے جواب میں ثابت کرنے کے لیے ہے اور "نعم" سے اس کا جواب منفی کرنے کے لیے ہے۔

ضمیر کے ساتھ جواب دینے کی صورت میں

قال لی علیک الف الخ: کسی نے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار ہیں، اس پر مخاطب نے کہا کہ کیا تو نے اس کو وزن کرلیا ہے، یعنی ضمیر کے ساتھ کہا، تو یہ اقرار ہے؛ لیکن اگر بلا ضمیر کے کہا، تو اقرار نہ ہوگا، گویا کہ اس نے یہ کہہ کر اپنے اوپر لازم کرلیا کہ تیرے جو مجھ پر ایک ہزار ہیں، کیا تو نے اس کو وزن کرلیا ہے، یہ تو ظاہری طور پر خود یہ لازم کرتا ہے، اس لیے ذکر ضمیر کی صورت میں اقرار مانا گیا ہے؛ لیکن بغیر ضمیر کی صورت میں اقرار نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں مقربہ متعین نہیں ہوتا ہے۔

وَالْإِيمَاءُ بِالرَّأْسِ مِنَ النَّاطِقِ لَيْسَ بِإِقْرَارٍ بِمَالٍ وَعِتْقٍ وَطَلَاقٍ وَبَيْعٍ وَنِكَاحٍ وَإِجَارَةٍ وَهِبَةٍ بِخِلَافِ إِفْتَاءٍ وَنَسَبٍ وَإِسْلَامٍ وَكُفْرٍ وَأَمَانِ كَافِرٍ وَإِشَارَةِ مُحْرِمٍ لِصَيْدٍ وَالشَّيْخِ بِرَأْسِهِ فِي رِوَايَةِ الْحَدِيثِ وَالطَّلَاقِ فِي أَنْتِ طَالِقٌ هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِثَلَاثٍ إِشَارَةَ الْأَشْبَاهِ وَيُزَادُ الْيَمِينُ كَحَلِفِهِ لَا يَسْتَخْدِمُ فُلَانًا أَوْ لَا يُظْهِرُ سِرَّهُ أَوْ لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ وَأَشَارَ حَنِثَ عِمَادِيَّةٌ فَتَحَرَّرَ بُطْلَانُ إِشَارَةِ النَّاطِقِ إِلَّا فِي تِسْعٍ فَلْيُحْفَظْ

ترجمہ: بولنے والے آدمی کا سر سے اشارہ کرنا اقرار نہیں ہے، مال، عتق، طلاق، بیع، نکاح، اجارہ اور ہبہ کا، بخلاف فتویٰ، نسب، اسلام، کفر، کافر کو امان دینے، محرم کا اشارہ شکار کے لیے، استاذ کا روایت حدیث کے لیے سر سے اشارہ کرنا، انت طالق میں سر سے اشارہ کرنا، ایسے ہی تین بار اشارہ کیا، جیسا کہ اشباہ میں ہے اور زیادہ کی گئی ہے قسم، جیسے کسی کا قسم کھانا کہ وہ فلاں سے خدمت نہیں لے گا، یا اس کا راز ظاہر نہیں کرے گا، یا اس کی راہ نمائی نہیں کرے گا، پھر اس نے اشارہ کیا، تو حانث ہو جائے گا، جیسا کہ عمادیہ میں ہے، چناں چہ بولنے والے کا اشارہ باطل ہوگیا، مگر نو صورتوں میں، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

اشارہ سے اقرار

والایماء بالرأس الخ: سر سے اشارہ کر کے اقرار کرنا باطل ہے؛ لیکن نو صورتوں (جو ترجمے میں مذکور ہیں) بلکہ ایک شاہد کی تعدیل بھی اشارہ سے شامل کی جائے، یہ مکمل دس ہیں، جن میں اشارہ معتبر ہے۔

وَإِنْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ وَادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ حُلُولَهُ لَزِمَهُ الدَّيْنُ حَالًّا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - مُؤَجَّلًا بِيَمِينِهِ كَإِقْرَارِهِ بِعَبْدٍ فِي يَدِهِ أَنَّهُ لِرَجُلٍ وَأَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ مِنْهُ فَلَا يُصَدَّقُ فِي تَأْجِيلِ إِجَارَةٍ لِأَنَّهُ دَعْوَى بِلَا حُجَّةٍ وَ حِينَئِذٍ يُسْتَحْلَفُ الْمُقَرُّ لَهُ فِيهِمَا بِخِلَافِ مَا لَوْ أَقَرَّ بِالدَّرَاهِمِ السُّودِ فَكَذَّبَهُ فِي صِفَتِهَا حَيْثُ يَلْزَمُهُ مَا أَقَرَّ فَقَطْ لِأَنَّ السُّودَ نَوْعٌ، وَالْأَجَلُ عَارِضٌ لِثُبُوتِهِ بِالشَّرْطِ وَالْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ فِي النَّوْعِ وَلِلْمُنْكِرِ فِي الْعَوَارِضِ كَإِقْرَارِ الْكَفِيلِ بِدَيْنٍ مُؤَجَّلٍ فَإِنَّ الْقَوْلَ لَهُ فِي الْأَجَلِ لِثُبُوتِهِ فِي كَفَالَةِ الْمُؤَجَّلِ بِلَا شَرْطٍ وَشِرَاؤُهُ أَمَةً - مُتَنَقِّبَةً إِقْرَارٌ بِالْمِلْكِ لِبَائِعِهِ كَثَوْبٍ فِي جِرَابٍ كَذَا الْاِسْتِيَامُ وَالْاِسْتِيدَاعُ وَقَبُولُ الْوَدِيعَةِ بَحْرٌ وَالْإِعَارَةُ وَالْاِسْتِيهَابُ

وَالِاسْتِئْجَارُ وَلَوْ مِنْ وَكِيلٍ فَكُلُّ ذَلِكَ إِقْرَارٌ بِمِلْكِ ذِي الْيَدِ فَيَمْنَعُ دَعْوَاهُ لِنَفْسِهِ وَلِغَيْرِهِ بِوَكَالَةٍ أَوْ وِصَايَةٍ لِلتَّنَاقُضِ بِخِلَافِ إِبْرَائِهِ عَنْ جَمِيعِ الدَّعَاوَى ثُمَّ الدَّعْوَى بِهِمَا لِعَدَمِ التَّنَاقُضِ ذَكَرَهُ فِي الدُّرَرِ قُبَيْلَ الْإِقْرَارِ وَصَحَّحَهُ فِي الْجَامِعِ خِلَافًا - لِتَصْحِيحِ الْوَهْبَانِيَّةِ وَوَفَّقَ شَارِحُهَا الشُّرُنْبُلَالِيُّ بِأَنَّهُ إِنْ قَالَ: بِعْنِي هَذَا كَانَ إِقْرَارًا وَإِنْ قَالَ: أَتَبِيعُ لِي هَذَا لَا يُؤَيِّدُهُ مَسْأَلَةُ كِتَابَتِهِ وَخَتْمِهِ عَلَى صَكِّ الْبَيْعِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِإِقْرَارٍ بِعَدَمِ مِلْكِهِ وَ لَهُ عَلَيَّ مِائَةٌ وَدِرْهَمٌ كُلُّهَا دَرَاهِمُ وَكَذَا الْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ اسْتِحْسَانًا وَفِي: مِائَةٌ وَثَوْبٌ، وَمِائَةٌ وَثَوْبَانِ يُفَسِّرُ الْمِائَةَ لِأَنَّهَا مُبْهَمَةٌ وَفِي: مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ كُلُّهَا ثِيَابٌ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -. قُلْنَا: الْأَثْوَابُ لَمْ تُذْكَرْ بِحَرْفِ الْعَطْفِ فَانْصَرَفَ التَّفْسِيرُ إِلَيْهِمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْحَاجَةِ إِلَيْهِ

ترجمہ مقر نے دین مؤجل کا اقرار کیا اور مقرلہ نے بلا مدت کے دعویٰ کیا، تو دین بلا مدت لازم ہوگا؛ لیکن امام شافعی کے نزدیک اس کی قسم کے ساتھ بلا مدت لازم ہوگا، جیسے اس کا اقرار ایسے غلام کا جو اس کے قبضے میں ہے کہ یہ ایک آدمی کا ہے، جس سے میں نے اجارہ کے طور لیا ہے تو تاجیل دین اور اجارہ میں مقر کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ یہ بغیر دلیل کے دعویٰ ہے، اسوقت مقرلہ سے دونوں صورتوں میں قسم لی جائے گی، بخلاف اس کے کہ اگر کالے دراہم کا اقرار کیا، چناں چہ مقرلہ نے دراہم کی صفت میں اس کی تکذیب کی، تو مقر پہ صرف وہی لازم ہوگا جس کا اس نے اقرار کیا ہے، اس لیے کہ کالا ہونا درہم کی قسم ہے اور مدت عارض ہے، شرط کی بنیاد پر ثابت ہونے کی وجہ سے اور (چوں کہ) نوع میں مقر کا اور عوارض میں مقرلہ کے قول کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کفیل کا اقرار دین مؤجل کے بارے میں، چناں چہ مدت میں اسی کے قول کا اعتبار ہوگا، کفالت میں مدت بلا شرط ثابت ہونے کی وجہ سے، نقاب پوش باندی کی خریداری، بائع کے لیے ملکیت کا اقرار ہے، جیسے گٹھری کا کپڑا (بائع کی ملکیت میں ہے)، ایسے ہی بھاؤ چکانا، ودیعت کی درخواست کرنا اور ودیعت قبول کرنا، جیسا کہ بحر میں ہے، نیز اعارہ، ہبہ اور اجارہ، اگر چہ وکیل کے ذریعہ ہو، ان تمام صورتوں میں صاحب قبضہ کی ملکیت کا اقرار ہے، لہذا اس کا اپنے لیے، یا دوسرے کے لیے وکیل کے ذریعے یا از خود دعویٰ کرنا ممنوع ہے، تناقض کی وجہ سے، بخلاف تمام دعاوی سے بری کرنے کے، پھر وکالت یا اصالت سے دعویٰ کرنا، تناقض نہ ہونے کی وجہ سے، اس کو درر میں اقرار سے پہلے بیان کیا ہے، جامع میں اس کی تصحیح کی ہے، وہبانیہ کی تصحیح کے خلاف جامع (صغیر) کے شارح شرنبلالی نے موافقت کرتے ہوئے کہا کہ اس کو میرے ہاتھ بیچ تو اقرار ہے اور اگر کہا کہ کیا تو اس کو بیچتا ہے؟ مسئلے کی تائید نہیں کرتا ہے، اس کا لکھنا بیع نامہ پر مہر لگانا اقرار نہیں ہے، اسکی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے، اس کے مجھ پر سو اور ایک درہم ہیں، تمام دراہم (لازم) ہوں گے، ایسے ہی مکیلی اور موزونی استحساناً اور سو اور ایک کپڑا، یا سو اور دو کپڑے کی صورت میں سو کی تفصیل کرائی جائے گی، اس لیے کہ مبہم ہے اور سو اور تین کپڑے کی صورت میں سب کپڑے لازم ہوں گے، امام شافعی کے خلاف، ہم جواب دیتے ہیں کہ "الاثواب" حرف عطف کے ساتھ مذکور نہیں ہے، اس لیے ضرورت کی بنیاد پر دونوں کی برابری کی صورت میں ان دونوں کی طرف تفسیر پھیر دی گئی۔

دین مؤجل کا اقرار

وان اقر بدین مؤجل الخ: دین مؤجل کا اقرار کیا، اس پر دائن نے کہا کہ دین مؤجل نہیں؛ بل کہ معجّل ہے، تو دائن کی بات مان کر مدیون سے کہا جائے گا کہ فی الفور قرض ادا کردے۔

وَالْإِقْرَارُ بِدَابَّةٍ فِي إِصْطَبْلٍ تَلْزَمُهُ الدَّابَّةُ فَقَطْ وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا يَصْلُحُ ظَرْفًا إِنْ أَمْكَنَ نَقْلُهُ لَزِمَاهُ، وَإِلَّا لَزِمَ الْمَظْرُوفَ فَقَطْ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، وَإِنْ لَمْ يَصْلُحْ لَزِمَ الْأَوَّلَ فَقَطْ كَقَوْلِهِ دِرْهَمٌ فِي دِرْهَمٍ. قُلْت: وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ قَالَ: دَابَّةٌ فِي خَيْمَةٍ لَزِمَاهُ وَلَوْ قَالَ ثَوْبٌ فِي دِرْهَمٍ لَزِمَهُ الثَّوْبُ وَلَمْ أَرَهُ فَيُحَرَّرْ

ترجمه: اصطبل میں جانور کے اقرار سے صرف جانور لازم ہوگا (نہ کہ اصطبل) قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ظرف کی صلاحیت رکھے اور اس کا نقل کرنا ممکن ہو، تو دونوں چیزیں لازم ہوں گی، ورنہ صرف مظروف لازم ہوگا، امام محمد کے خلاف اور اگر ظرف کی صلاحیت نہ رکھے، تو پہلی چیز لازم ہوگی، جیسے مقر کا قول، ایک درہم ایک درہم میں، جیسا کہ درر میں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خیمے میں دابہ کا اقرار کیا، تو دونوں لازم ہوں گے؛ لیکن اگر درہم میں کپڑے کا اقرار کیا تو صرف کپڑا لازم ہوگا، اس کی میں نے صراحت نہیں دیکھی، اس لیے اس کو لکھنا چاہیے۔

اصطبل میں دابہ کا اقرار

والاقرار بدابة الخ: اصطبل میں گھوڑے کا اقرار کیا، تو صرف گھوڑا لازم ہوگا، نہ کہ اصطبل، اس لیے کہ گھوڑے کا منتقل کرنا ممکن ہے، ان میں چوری کا، غصب کا امکان ہے، لیکن اصطبل غیر منقول ہے، اس لیے حضرات شیخین کے نزدیک اس میں غصب کا بھی تحقق نہیں ہوتا ہے، اس لیے اصطبل لازم نہیں ہوگا؛ لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک اصطبل بھی لازم ہوگا، اس لیے کہ ان کی رائے کے مطابق غیر منقول میں بھی غصب کا تحقق ہوتا ہے۔

وَبِخَاتَمٍ تَلْزَمُهُ حَلْقَتُهُ وَفَصُّهُ جَمِيعًا وَبِسَيْفٍ جَفْنُهُ وَحَمَائِلُهُ وَنَصْلُهُ وَبِحَجَلَةٍ بِحَاءٍ فَجِيمٍ بَيْتٌ مُزَيَّنٌ بِسُتُورٍ وَسُرُرٍ الْعِيدَانُ وَالْكِسْوَةُ وَبِتَمْرٍ فِي قَوْصَرَّةٍ أَوْ بِطَعَامٍ فِي جَوَالِقَ أَوْ فِي سَفِينَةٍ أَوْ ثَوْبٍ فِي مِنْدِيلٍ أَوْ فِي ثَوْبٍ يَلْزَمُهُ الظَّرْفُ كَالْمَظْرُوفِ لِمَا قَدَّمْنَاهُ وَمِنْ قَوْصَرَّةٍ مَثَلًا لَا تَلْزَمُهُ الْقَوْصَرَّةُ وَنَحْوُهَا كَثَوْبٍ فِي عَشَرَةٍ وَطَعَامٍ فِي بَيْتٍ فَيَلْزَمُهُ الْمَظْرُوفُ فَقَطْ لِمَا مَرَّ؛ إذْ الْعَشَرَةُ لَا تَكُونُ ظَرْفًا لِوَاحِدٍ عَادَةً وَبِخَمْسَةٍ فِي خَمْسَةٍ وَعَنَى مَعْنَى عَلَى أَوْ الضَّرْبَ خَمْسَةٌ لِمَا مَرَّ وَأَلْزَمَهُ زُفَرُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ وَعَشَرَةٍ إنْ عَنَى مَعَ كَمَا مَرَّ فِي الطَّلَاقِ وَمِنْ دِرْهَمٍ إلَى عَشَرَةٍ أَوْ مَا بَيْنَ دِرْهَمٍ إلَى عَشَرٍ تِسْعَةٌ لِدُخُولِ الْغَايَةِ الْأُولَى ضَرُورَةً؛ إذْ لَا وُجُودَ لِمَا فَوْقَ الْوَاحِدِ بِدُونِهِ بِخِلَافِ الثَّانِيَةِ، وَمَا بَيْنَ الْحَائِطَيْنِ فَلِذَا قَالَ

ترجمه: انگوٹھی کے اقرار میں، حلقہ اور نگ دونوں لازم ہوں گے، تلوار کے اقرار میں، اس کا میان، پرتلا اور پھل شامل ہیں، حجلہ کا اقرار، حاء پھر جیم کے ساتھ، ایسا گھر جو پردوں اور چارپائی سے مزین ہو، لکڑیا اور کپڑے (لازم ہوں گے) کھجور کا اقرار ٹوکرے میں، طعام گون یا کشتی میں یا کپڑے کا اقرار رومال یا کپڑے میں، ظرف مظروف کی طرح لازم ہوگا (دونوں لازم ہوں گے) اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے مقدم کی ہے، کھجور کے اقرار میں ٹوکری مثال کے طور پر، ٹوکری وغیر لازم

نہیں ہوں گے، جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑوں میں اور طعام کا اقرار کوٹھری میں صرف مظروف لازم ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے، جو گذر چکی، اس لیے کہ دس ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، لہٰذا اگر وہ لے لے، تو واپس کر دے، پانچ کا اقرار پانچ میں اور "في" کا معنی "علی" یا "ضرب" لیا، تو پانچ لازم ہوں گے، اس دلیل کی وجہ سے، جو گذر چکی اور امام زفر نے پچیس لازم کیے ہیں، "في" کا معنی "مع" مراد لینے کی صورت میں، دس لازم ہوں گے، جیسا کہ طلاق میں گذر چکا، ایک درہم سے دس تک، یا جو ایک سے دس تک کے درمیان ہے (کے اقرار میں) نو درہم لازم ہوں گے، پہلی حد لازماً داخل ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ ایک سے اوپر ایک کے بغیر وجود ممکن نہیں ہے، بخلاف دوسری حد (یعنی دس) کے اور بین الحائطین کے خلاف، اسی لیے کہا۔

انگوٹھی کے اقرار میں کسی نے انگوٹھی کا اقرار کیا، تو اس اقرار میں انگوٹھی کا حلقہ اور اس کا نگ دونوں چیزیں داخل ہوں گی۔

وَ فِي لَهُ كُرُّ حِنطَةٍ إِلَى كُرِّ شَعِيرٍ لَزِمَاهُ جَمِيعًا إِلَّا قَفِيزًا ؛ لِأَنَّهُ الْغَايَةُ الثَّانِيَةُ وَلَوْ قَالَ: لَهُ عَلَيَّ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ إِلَى عَشَرَةِ دَنَانِيرَ يَلْزَمُهُ الدَّرَاهِمُ وَتِسْعَةُ دَنَانِيرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - لِمَا مَرَّ نِهَايَةٌ وَفِي لَهُ مِنْ دَارِي مَا بَيْنَ هَذَا الْحَائِطِ إِلَى هَذَا الْحَائِطِ لَهُ مَا بَيْنَهُمَا فَقَطْ لِمَا مَرَّ وَصَحَّ الْإِقْرَارُ بِالْحَمْلِ الْمُحْتَمَلِ وُجُودُهُ وَقْتَهُ أَيْ وَقْتَ الْإِقْرَارِ بِأَنْ تَلِدَ لِدُونِ نِصْفِ حَوْلٍ لَوْ مُزَوَّجَةً أَوْ لِدُونِ حَوْلَيْنِ لَوْ مُعْتَدَّةً لِثُبُوتِ نَسَبِهِ وَلَوْ الْحَمْلُ غَيْرَ آدَمِيٍّ وَيُقَدَّرُ بِأَدْنَى مُدَّةٍ يُتَصَوَّرُ ذَلِكَ عِنْدَ أَهْلِ الْخِبْرَةِ زَيْلَعِيٌّ. لَكِنْ فِي الْجَوْهَرَةِ أَقَلُّ مُدَّةِ حَمْلِ الشَّاةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَأَقَلُّهَا لِبَقِيَّةِ الدَّوَابِّ سِتَّةُ أَشْهُرٍ

ترجمہ: اس اقرار میں کہ اس کے مجھ پر ایک کر گیہوں ہے، جو کے ایک کر تک، تو دونوں لازم ہوں گے، سوائے ایک قفیز کے، اس لیے کہ قفیز دوسری حد ہے اور اگر کہا کہ اس کے مجھ پر دس درہم ہیں، دس دینار تک، تو دس درہم اور نو دینار لازم ہوں گے امام ابوحنیفہ کے نزدیک، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، اس اقرار میں کہ اس کا میرے گھر میں، جو اس دیوار کے درمیان اس دیوار تک ہے، تو اس کے لیے صرف وہ حصہ ہے، جو دونوں دیواروں کے درمیان ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، ایسے حمل کا اقرار صحیح ہے، جس کا وجود اقرار کے وقت ممکن ہو، اس طور پر کہ چھ ماہ سے پہلے ولادت ہوئی، اگر منکوحہ ہو، یا دو سال سے پہلے ولادت ہوئی، اگر وہ عدت میں ہو (عدت تک) اس کا نسب ثابت ہونے کی وجہ سے، اگر چہ حمل چوپایہ کا اور اس کے لیے وہ مدت متعین ہوگی، جو تجربہ کار لوگوں کے نزدیک ممکن ہو، جیسا کہ زیلعی میں ہے، لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کے حمل کی اقل مدت چار مہینے اور دوسرے چوپایوں کے حمل کی اقل مدت چھ مہینے ہیں۔

کر سے قفیز کا استثنا وفي له كر حنطة الخ: کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ مجھ پہ فلاں کے ایک کر گیہوں ہے، ایک کر جو تک، تو ایک کر گیہوں کے ساتھ ساتھ ایک کر جو بھی لازم آئے گا؛ لیکن ان میں سے ایک قفیز الگ کر لیا جائے گا، اس لیے کہ کر میں سے یہ ایک قفیز اس کی حد الگ ہے۔

وَ صَحَّ لَهُ إِنْ بَيَّنَ الْمُقِرُّ سَبَبًا صَالِحًا يُتَصَوَّرُ لِلْمَحَلِّ كَالْإِرْثِ وَالْوَصِيَّةِ كَقَوْلِهِ: مَاتَ أَبُوهُ فَوَرِثَهُ أَوْ أَوْصَى لَهُ بِهِ فُلَانٌ يَجُوزُ، وَإِلَّا فَلَا كَمَا يَأْتِي فَإِنْ وَلَدَتْهُ حَيًّا لِأَقَلَّ مِنْ نِصْفِ حَوْلٍ مُذْ

أَقَرَّ فَلَهُ مَا أَقَرَّ، وَإِنْ وَلَدَتْ حَيَّيْنِ فَلَهُمَا نِصْفَيْنِ، وَلَوْ أَحَدُهُمَا ذَكَرًا وَالْآخَرُ أُنْثَى فَكَذَلِكَ فِي الْوَصِيَّةِ بِخِلَافِ الْمِيرَاثِ وَإِنْ وَلَدَتْ مَيِّتًا فَيُرَدُّ لِوَرَثَةِ ذَلِكَ الْمُوصِي وَالْمُورِثِ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْجَنِينِ وَإِنْ فَسَّرَهُ بِمَا لَا يُتَصَوَّرُ كَهِبَةٍ أَوْ بَيْعٍ أَوْ إِقْرَاضٍ أَوْ أَبْهَمَ الْإِقْرَارَ وَلَمْ يُبَيِّنْ سَبَبًا لَغَا وَحَمَلَ مُحَمَّدٌ الْمُبْهَمَ عَلَى السَّبَبِ الصَّالِحِ، وَبِهِ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ وَ أَمَّا الْإِقْرَارُ لِلرَّضِيعِ فَإِنَّهُ صَحِيحٌ وَإِنْ بَيَّنَ الْمُقِرُّ سَبَبًا غَيْرَ صَالِحٍ مِنْهُ حَقِيقَةً كَالْإِقْرَاضِ أَوْ ثَمَنِ مَبِيعٍ لِأَنَّ هَذَا الْمُقِرَّ مَحَلٌّ لِثُبُوتِ الدَّيْنِ لِلصَّغِيرِ فِي الْجُمْلَةِ أَشْبَاهٌ.

ترجمہ: ممکنہ حمل کا اقرار صحیح ہے، اگر مقر ایسا سبب صالح بیان کرے، جو اس کے لیے ممکن ہو، جیسے ارث اور وصیت، جیسے مقر کا قول کہ اس کا باپ مرا جس کا وہ وارث ہے، یا فلاں نے اس کے لیے وصیت کی ہے، تو جائز ہے ورنہ نہیں، جیسا کہ آرہا ہے، لہٰذا اگر عورت نے اقرار کے وقت سے چھ مہینے سے کم مدت میں زندہ بچہ جنا، تو وہ اس کا ہے، جس کا اس نے اقرار کیا ہے، اور اگر دو بچے جنے، تو وہ مال دونوں بچوں کے لیے آدھا آدھا ہوگا؛ لیکن اگر ایک لڑکا اور دوسری لڑکی ہے، تو وصیت میں دونوں کو آدھا آدھا مال ملے گا، میراث کے برخلاف یعنی میراث میں لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا اور اگر مردہ بچہ پیدا ہوا، تو وہ مال موصی اور مورث کو واپس ہو جائے گا، جنین کے اہل نہ ہونے کی وجہ سے، اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا، جو ممکن نہیں ہے، جیسے ہبہ، بیع، قرض یا اقرار کے سبب کو مبہم رکھا اور اس کو بیان نہیں کیا، تو اقرار لغو ہوگا؛ لیکن امام محمد نے مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے، یہی قول ائمہ ثلاثہ کا بھی ہے؛ البتہ شیر خوار کے لیے اقرار کرنا صحیح ہے، اگر چہ مقر سبب غیر صالح بیان کرے، جیسے قرض، یا مبیع کا ثمن، اس لیے کہ یہ مقر (اقرار کرنے والا) صغیر کے لیے ثبوت دین کا محل ہو سکتا ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے۔

سبب صالح کی صورت میں

وصح له ان بين الخ: اگر مقر اقرار کا سبب صالح بیان کرے، تو اقرار صحیح ہے؛ لیکن اگر مقر سبب غیر صالح بیان کرے، یا سبب کو مبہم رکھے، تو اقرار صحیح نہیں ہے؛ لیکن اگر صغیر کے سبب غیر صالح بیان کرے، تو بھی اقرار صحیح ہے، اس لیے کہ ثبوت اقرار کے لیے قبول کرنا ضروری نہیں ہے اور مقر لہ یہاں موجود ہے، اگر چہ صغیر ہے، اس لیے اس کے حق میں اقرار صحیح ہے۔

أَقَرَّ بِشَيْءٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَزِمَهُ بِلَا خِيَارٍ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ إِخْبَارٌ، فَلَا يَقْبَلُ الْخِيَارَ وَإِنْ وَصْلِيَّةٌ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي الْخِيَارِ لَمْ يُعْتَبَرْ تَصْدِيقُهُ إِلَّا إِذَا أَقَرَّ بِعَقْدِ بَيْعٍ وَقَعَ بِالْخِيَارِ لَهُ فَيَصِحُّ بِاعْتِبَارِ الْعَقْدِ إِذَا صَدَّقَهُ أَوْ بَرْهَنَ فَلِذَا قَالَ إِلَّا أَنْ يُكَذِّبَهُ الْمُقَرُّ لَهُ فَلَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ الْقَوْلُ لَهُ كَإِقْرَارِهِ بِدَيْنٍ بِسَبَبِ كَفَالَةٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي مُدَّةٍ، وَلَوْ الْمُدَّةُ طَوِيلَةً أَوْ قَصِيرَةً فَإِنَّهُ يَصِحُّ إِذَا صَدَّقَهُ لِأَنَّ الْكَفَالَةَ عَقْدٌ أَيْضًا بِخِلَافِ مَا مَرَّ لِأَنَّهَا أَفْعَالٌ لَا تَقْبَلُ الْخِيَارَ زَيْلَعِيٌّ

ترجمہ: تین دن کے اختیار کے ساتھ اقرار کیا، تو بغیر خیار کے لازم ہوگا، اس لیے کہ اقرار اخبار ہے، جو خیار کو قبول نہیں کرتا ہے، اگر چہ خیار کے بارے میں مقر لہ اس کی تصدیق کرے، تو اس کی تصدیق کا اعتبار نہیں ہے، مگر یہ کہ جب ایسے عقد بیع کا اقرار کرے، جو شرط خیار کے ساتھ واقع ہو، تو عقد کے اعتبار سے صحیح ہے، جب مقر لہ اس کی تصدیق کرے، یا مقر گواہ

لائے، اسی لیے مصنف علام نے کہا کہ جب مقرلہ اس کی تصدیق کرے، تو اقرار صحیح نہیں ہوگا، اس لیے کہ منکر ہے اور قول منکر کا معتبر ہے، جیسے اس دین کا اقرار جو کفالت کے سبب سے ہے، اس طور پر کہ اس کو خیار ہے مدت میں، مدت طویل ہو کہ قصیر، یہ صحیح ہے، جب مقرلہ اس کی تصدیق کرے، اس لیے کہ کفالت بھی عقد ہے، بخلاف جو گذر چکا (قرض، غصب یا ودیعت) اس لیے کہ وہ فعل ہے، جو خیار کو قبول نہیں کرتا ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

شرط خیار کے ساتھ اقرار

اقر بشرط الخیار الخ: کسی نے اقرار کیا اور یہ شرط لگا دی کہ مجھے تین دن تک خیار ہے، تین دن کے اندر میں چاہوں تو اس اقرار کو مسترد کر سکتا ہوں تو مقر کی یہ شرط نہیں مانی جائے گی، اس لیے کہ اقرار اخبار ہے، جو خیار کو قبول نہیں کرتا ہے؛ البتہ اگر شرط خیار کے ساتھ بیع کا اقرار کرے، تو اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ مقرلہ مقر کی تصدیق کرے، یا مقر گواہ سے شرط خیار کو ثابت کر دے، اس لیے کہ بیع میں شرط خیار کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کفالت کا اقرار شرط خیار کے ساتھ صحیح ہے، اس لیے کہ وہ بھی عقد بیع ہی کی طرح ہے۔

الْأَمْرُ بِكِتَابَةِ الْإِقْرَارِ إِقْرَارٌ حُكْمًا فَإِنَّهُ كَمَا يَكُونُ بِاللِّسَانِ يَكُونُ بِالْبَنَانِ فَلَوْ قَالَ لِلصَّكَّاكِ: اُكْتُبْ خَطَّ إِقْرَارِي بِأَلْفٍ عَلَيَّ أَوْ اُكْتُبْ بَيْعَ دَارِي أَوْ طَلَاقَ امْرَأَتِي صَحَّ كَتَبَ أَمْ لَمْ يَكْتُبْ وَحَلَّ لِلصَّكَّاكِ أَنْ يَشْهَدَ إِلَّا فِي حَدٍّ وَقَوَدٍ خَانِيَّةٌ وَقَدَّمْنَا فِي الشَّهَادَاتِ عَدَمَ اعْتِبَارِ مُشَابَهَةِ الْخَطَّيْنِ أَحَدُ الْوَرَثَةِ أَقَرَّ بِالدَّيْنِ الْمُدَّعَى بِهِ عَلَى مُوَرِّثِهِ وَجَحَدَهُ الْبَاقُونَ يَلْزَمُهُ الدَّيْنُ كُلُّهُ يَعْنِي إِنْ وَفَّى مَا وَرِثَهُ بِهِ بُرْهَانٌ وَشَرْحُ مَجْمَعٍ وَقِيلَ حِصَّتُهُ وَاخْتَارَهُ أَبُو اللَّيْثِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ، وَلَوْ شَهِدَ هَذَا الْمُقِرُّ مَعَ آخَرَ أَنَّ الدَّيْنَ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ قُبِلَتْ وَبِهَذَا عُلِمَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ الدَّيْنُ فِي نَصِيبِهِ بِمُجَرَّدِ إِقْرَارِهِ بَلْ بِقَضَاءِ الْقَاضِي عَلَيْهِ بِإِقْرَارِهِ فَلْتُحْفَظْ هَذِهِ الزِّيَادَةُ دُرَرٌ.

ترجمہ: کتابت اقرار کا حکم دینا اقرار ہے، حکما، اس لیے کہ اقرار جس طرح زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے پوروں سے ہوتا ہے، لہذا اگر اس نے قبالہ نویس سے کہا کہ میرا یہ اقرار لکھ کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں، یا میرے گھر کا بیع نامہ لکھ، یا میری عورت کا طلاق نامہ لکھ، تو صحیح ہے، خواہ لکھے یا نہیں لکھے، نیز قبالہ نویس کے لیے حلال ہے کہ وہ اس اقرار کی گواہی دے، مگر حد اور قصاص میں، جیسا کہ خانیہ میں ہے، ''کتاب الشہادۃ'' میں بیان کر چکے ہیں کہ دو خط کی مشابہت کا اعتبار نہیں ہے، وارثین میں سے ایک نے اس دین کا اقرار کیا، جس کا مدعی نے مورث پر دعویٰ کیا تھا؛ لیکن باقی وارثین نے انکار کیا، تو اس مقر پر پورا دین لازم ہوگا، یعنی اگر وراثت میں ملے ہوئے حصے سے وہ دین ادا ہو سکے، جیسا کہ برہان اور شرح مجمع میں ہے، نیز کہا گیا ہے کہ اس کے سہم کے بقدر لازم ہوگا، جسے فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے، نقصان سے بچنے کے لیے اور اگر اس مقر نے دوسرے گواہوں کے ساتھ گواہی دی کہ دین میت پر تھا تو قبول ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ محض اقرار کی وجہ سے اس کے حصے میں دین حلول نہیں کرے گا؛ بل کہ قضائے قاضی سے حلول ہوگا، اس زیادتی کو یاد رکھنا چاہیے، جیسا کہ درر میں ہے۔

لکھنے کا حکم دینے کی صورت میں

الامر بکتابۃ الاقرار الخ: کسی نے کاتب کو اس انداز سے لکھنے کا حکم دیا جس سے اقرار کی بو جھلکتی ہے، اس کا امر کرنا ہی اقرار ہے؛ لیکن اقرار حکمی، اس لیے کہ امر انشاء

ہے اور اقرار اخبار سے ثابت ہوتا ہے، تو دونوں ایک نہ ہوں گے؛ بل کہ مراد یہ ہے کہ جب کتابت اقرار کا امر حاصل ہوا، تو حکما اقرار حاصل ہو گیا۔

أَشْهَدَ عَلَى أَلْفٍ فِي مَجْلِسٍ وَأَشْهَدَ رَجُلَيْنِ آخَرَيْنِ فِي مَجْلِسٍ آخَرَ بِلَا بَيَانِ السَّبَبِ لَزِمَ الْمَالَانِ أَلْفَانِ كَمَا اخْتَلَفَ السَّبَبُ بِخِلَافِ مَا لَوِ اتَّحَدَ السَّبَبُ أَوِ الشُّهُودُ أَوْ أَشْهَدَ عَلَى صَكٍّ وَاحِدٍ أَوْ أَقَرَّ عِنْدَ الشُّهُودِ ثُمَّ عِنْدَ الْقَاضِي أَوْ بِعَكْسِهِ ابْنُ مَلَكٍ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُعَرَّفَ أَوِ الْمُنَكَّرَ إِذَا أُعِيدَ مُعَرَّفًا كَانَ الثَّانِي عَيْنَ الْأَوَّلِ أَوْ مُنَكَّرًا فَغَيْرُهُ وَلَوْ نَسِيَ الشُّهُودُ أَفِي مَوْطِنٍ أَوْ مَوْطِنَيْنِ فَهُمَا مَالَانِ مَا لَمْ يُعْلَمْ اتِّحَادُهُ وَقِيلَ وَاحِدٌ وَتَمَامُهُ فِي الْخَانِيَّةِ.

ترجمہ: مقر نے ایک مجلس میں گواہ بنائے کہ مجھ پہ ایک ہزار ہیں، پھر دوسری مجلس میں دوسرے دو شخصوں کو گواہ بنائے، بلا بیان سبب کے، دونوں مال یعنی دو ہزار لازم ہوں گے، جیسا کہ اگر سبب مختلف ہو جائے، بخلاف اس کے اگر سبب یا گواہ متحد ہو، یا تمام گواہوں کو ایک ہی دستاویز پر گواہ بنائے، یا پہلے گواہوں کے پاس اقرار کیا، پھر قاضی کے پاس یا اس کا الٹا، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر معرفہ یا نکرہ، جب معرفہ ہو کر دوسری مرتبہ آئے، تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر گواہ (اس بات کو) بھول گئے کہ اقرار ایک مجلس میں تھا کہ دو مجلسوں میں، تو دونوں مال لازم ہوں گے، جب تک اتحاد مجلس (یقین کے ساتھ) نہ جان لیا جائے، کہا گیا کہ ایک مال (لازم ہوگا) اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے۔

دو مجلسوں میں مختلف لوگوں کے سامنے اقرار

اشهد علي الف الخ: ایک آدمی نے دو مجلسوں میں الگ الگ لوگوں کے سامنے دو مرتبہ میں اقرار کیا، تو مقر پر دونوں اقرار لازم ہوں گے؛ لیکن اگر گواہ، یا مجلس، یا دستاویز میں سے کوئی ایک بھی متحد ہو جائے، تو صرف ایک مال لازم ہوگا۔

أَقَرَّ ثُمَّ ادَّعَى الْمُقِرُّ أَنَّهُ كَاذِبٌ فِي الْإِقْرَارِ يَحْلِفُ الْمُقَرُّ لَهُ أَنَّ الْمُقِرَّ لَمْ يَكُنْ كَاذِبًا فِي إِقْرَارِهِ عِنْدَ الثَّانِي وَبِهِ يُفْتَى دُرَرٌ وَكَذَا الْحُكْمُ يَجْرِي لَوِ ادَّعَى وَارِثُ الْمُقِرِّ فَيَحْلِفُ وَإِنْ كَانَتِ الدَّعْوَى عَلَى وَرَثَةِ الْمُقَرِّ لَهُ فَالْيَمِينُ عَلَيْهِمْ بِالْعِلْمِ أَنَّا لَا نَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ كَاذِبًا صَدْرُ الشَّرِيعَةِ.

ترجمہ: مقر نے اقرار کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ وہ اقرار میں جھوٹا ہے، تو مقر لہ سے قسم لی جائے گی کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا نہیں ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ درر میں ہے، یہی حکم (اس صورت میں) جاری ہوگا، اگر مقر کا وارث دعویٰ کرے (کہ مقر جھوٹا تھا) تو قسم لی جائے گی اور اگر دعوی مقر لہ کے وارث کے خلاف ہو، تو مقر لہ کے وارثین پر علم کی قسم لازم ہوگی کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ جھوٹا ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ نے صراحت کی ہے۔

اقرار کے بعد مکر جائے

اقر ثم ادعى الخ: اقرار کے بعد مقر مکر گیا، تو مقر لہ سے کہا جائے گا کہ تم اس کے اقرار کو قسم کھا کر ثابت کرو، اگر وہ قسم کھالے، تو اس کو مل جائے گا، ورنہ نہیں۔

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

فِي كَوْنِهِ مُغَيِّرًا كَالشَّرْطِ وَنَحْوِهِ هُوَ عِنْدَنَا تَكَلُّمٌ بِالْبَاقِي بَعْدَ الثُّنْيَا بِاعْتِبَارِ الْحَاصِلِ مِنْ

مَجْمُوعِ التَّرْكِيبِ وَنَفْيٌ وَإِثْبَاتٌ بِاعْتِبَارِ الْأَجْزَاءِ فَالْقَائِلُ لَهُ عَلَيَّ عَشَرَةٌ إلَّا ثَلَاثَةً لَهُ عِبَارَتَانِ مُطَوَّلَةٌ وَهِيَ مَا ذَكَرْنَاهُ وَمُخْتَصَرَةٌ وَهِيَ أَنْ يَقُولَ ابْتِدَاءً لَهُ عَلَيَّ سَبْعَةٌ، وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِهِمْ تَكَلُّمٌ بِالْبَاقِي بَعْدَ الثُّنْيَا أَيْ بَعْدَ الِاسْتِثْنَاءِ وَشُرِطَ فِيهِ الِاتِّصَالُ بِالْمُسْتَثْنَى مِنْهُ إلَّا لِضَرُورَةٍ كَنَفَسٍ أَوْ سُعَالٍ أَوْ أَخْذِ فَمٍ بِهِ يُفْتَى وَالنِّدَاءُ بَيْنَهُمَا لَا يَضُرُّ لِأَنَّهُ لِلتَّنْبِيهِ وَالتَّأْكِيدِ كَقَوْلِهِ لَك عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ يَا فُلَانُ إلَّا عَشَرَةً بِخِلَافِ لَك عَلَيَّ أَلْفٌ فَاشْهَدُوا إلَّا كَذَا وَنَحْوَهُ مِمَّا يُعَدُّ فَاصِلًا لِأَنَّ الْإِشْهَادَ يَكُونُ بَعْدَ تَمَامِ الْإِقْرَارِ فَلَمْ يَصِحَّ الِاسْتِثْنَاءُ فَمَنْ اسْتَثْنَى بَعْضَ مَا أَقَرَّ بِهِ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُهُ وَلَوْ الْأَكْثَرَ عِنْدَ الْأَكْثَرِ وَلَزِمَهُ الْبَاقِي وَلَوْ مِمَّا لَا يُقْسَمُ كَ هَذَا الْعَبْدُ لِفُلَانٍ إلَّا ثُلُثَهُ أَوْ ثُلُثَيْهِ صَحَّ عَلَى الْمَذْهَبِ

ترجمه: یہ باب استثناء اور اس کے ہم معنی کے بیان میں ہے، اس طور پر کہ اقرار کو بدل دے، جیسے شرط وغیرہ، وہ ہمارے نزدیک مستثنیٰ کے بعد باقی کو بولنا ہے، پوری ترکیب سے حاصل ہونے کے اعتبار سے اور نفی واثبات باعتبار اجزاء کے ہوگا، چناں چہ "له علی عشرة الا ثلاثة" دو عبارتیں ہیں، ایک مطول جس کو ہم نے ذکر کیا اور دوسری مختصر اور وہ یہ کہ شروع میں کہے "علی سبعة" فقہاء کا قول "تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء" کا یہی مطلب ہے، استثناء میں مستثنیٰ منہ سے متصل ہونا شرط ہے، مگر ضرورت کے وقت، جیسے سانس لینا، یا کھانسی ہونا، یا منہ کو پکڑ لینا، اسی پر فتویٰ ہے، مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان مقرلہ کا پکارنا مضر نہیں ہے، اس لیے کہ یہ تنبیہ اور تاکید کے لیے ہے، جیسے مقر کا قول "لک علی الف درهم یا فلان الا عشرة" بخلاف اس کے کہ مجھ پر تیرے ایک ہزار ہیں، اس لیے گواہ رہو، مگر اتنے اور مانند اس کے، ان چیزوں میں سے ہے جسے فاصلہ شمار کرتے ہیں، اس لیے گواہ بنانا، اقرار مکمل ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے استثناء صحیح نہیں ہوگا، چناں چہ جس نے اقرار میں سے بعض کا استثناء کیا، تو اس کا استثناء کرنا صحیح ہے، اگر چہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے زیادہ ہو، اکثر علماء کے نزدیک، لہذا باقی لازم ہوگا، اگر چہ ان چیزوں میں سے ہو جس کی تقسیم ممکن نہیں، جیسے یہ غلام فلاں کے لیے ہے، مگر اس کا ثلث، یا دو ثلث، صحیح ہے، مذہب کے مطابق۔

اقرار میں استثناء

باب الاستثناء وما فی معناه الخ: کسی شخص نے ایک ہزار کا اقرار کرنے کے بعد، اس میں سے کچھ، یا زیادہ متصلا استثناء کر لیتا ہے، تو اس کا استثناء کرنا صحیح ہے؛ لیکن اگر اس نے استثناء کرنے میں دیر کردی، یا اپنے اقرار پر گواہ بنا لیے، تو اس صورت میں استثناء کرنا فضول ہوگا، البتہ اگر مجبوری کی وجہ سے وہ متصلا استثناء نہیں کرسکا، جیسے کھانسی، یا کسی نے اس کا منہ بند کر دیا، اب وہ بعد میں استثناء کرے، تو اس کا استثناء کرنا صحیح ہے۔

وَالِاسْتِثْنَاءُ الْمُسْتَغْرِقُ بَاطِلٌ، وَلَوْ فِيمَا يَقْبَلُ الرُّجُوعَ كَوَصِيَّةٍ لِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْكُلِّ لَيْسَ بِرُجُوعٍ بَلْ هُوَ اسْتِثْنَاءٌ فَاسِدٌ هُوَ الصَّحِيحُ جَوْهَرَةٌ وَهَذَا إنْ كَانَ الِاسْتِثْنَاءُ بِ عَيْنِ لَفْظِ الصَّدْرِ أَوْ مُسَاوِيهِ كَمَا يَأْتِي وَإِنْ بِغَيْرِهِمَا كَ عَبِيدِي أَحْرَارٌ إلَّا هَؤُلَاءِ أَوْ إلَّا سَالِمًا وَغَانِمًا وَرَاشِدًا وَمِثْلُهُ نِسَائِي طَوَالِقُ إلَّا هَؤُلَاءِ أَوْ إلَّا زَيْنَبَ وَعَمْرَةَ وَهِنْدَ وَهُمْ الْكُلُّ صَحَّ الِاسْتِثْنَاءُ وَكَذَا ثُلُثُ مَالِي لِزَيْدٍ إلَّا أَلْفًا وَالثُّلُثُ أَلْفٌ صَحَّ فَلَا يَسْتَحِقُّ شَيْئًا؛ إذْ الشَّرْطُ إبْهَامُ الْبَقَاءِ لَا حَقِيقَتُهُ حَتَّى لَوْ:

طَلَّقْتُهَا سِتًّا إِلَّا أَرْبَعًا صَحَّ وَوَقَعَ ثِنْتَانِ

ترجمہ: استثنائے مستغرق باطل ہے، اگر چہ ان چیزوں میں ہو جن میں رجوع مقبول ہے، جیسے وصیت، اس لیے کہ تمام کا استثناء کرنا رجوع نہیں ہے، بل کہ فاسد ہے، یہی صحیح ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ استثناء صدر کلام کے عین سے، یا اس کے برابر سے ہو، جیسا کہ آرہا ہے اور اگر ان دونوں طریقوں کے علاوہ ہو، جیسے میرے غلام آزاد ہیں، مگر ان غلاموں کے، یا سوائے سالم، غانم، یا راشد کے، یا اس کے مثل (جیسے) میری عورتوں کو طلاق ہے، یا سوائے زینب، عمرہ، یا ہندہ کے (حالاں کہ ان عورتوں کے علاوہ اور کوئی عورت اس کی بیوی نہیں ہے) اور یہی کل ہیں، تو استثناء صحیح ہے، ایسے ہی میرا ثلث مال زید کے لیے ہے، مگر ایک ہزار، حالاں کہ ثلث ایک ہزار ہے، تو استثناء صحیح ہے، لہذا (مقرلہ) کسی چیز کا مستحق نہیں ہوگا، اس لیے کہ استثناء کی شرط بقاء کا فرض کرنا ہے، حقیقت میں ہونا ضروری نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر اپنی بیوی کو چھ طلاق دی، مگر چار تو استثناء صحیح ہے اور دو واقع ہوں گی۔

استثنائے مستغرق

والاستثناء المستغرق باطل الخ: استثنائے مستغرق سے مراد یہ ہے کہ جس لفظ سے اقرار کیا ہے، اسی لفظ سے استثناء کرے، تو یہ باطل ہے؛ لیکن اگر لفظ بدل کر استثناء کرے اور اس استثناء کی صورت مقرلہ کو کچھ بھی نہیں مل سکے، تو استثناء درست ہے، اگر چہ مقرلہ کو کچھ بھی نہ ملے۔ ”اعلم ان هذا الذی ذکره فیما اذا کان المستثنی من جنس لفظ المستثنی منه واما اذا کان من غیر جنسه صح الاستثناء وان اتی علی جمیع المستثنی منه نحو ان یقول نسائی طوالق الا هؤلاء ولیس له نساء الا هؤلاء یصح الاستثناء ولم تطلق واحدة فیهن ولو قال نسائی طوالق الا نسائی لم یصح الاستثناء وطلقن کلهن۔“ (فتح القدیر: ۸/ ۳۵۳)

كَمَا صَحَّ اسْتِثْنَاءُ الْكَيْلِيِّ وَالْوَزْنِيِّ وَالْمَعْدُودِ الَّذِي لَا تَتَفَاوَتُ آحَادُهُ كَالْفُلُوسِ وَالْجَوْزِ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَيَكُونُ الْمُسْتَثْنَى الْقِيمَةَ اسْتِحْسَانًا لِثُبُوتِهَا فِي الذِّمَّةِ فَكَانَتْ كَالثَّمَنَيْنِ وَإِنْ اُسْتُغْرِقَتْ الْقِيمَةُ مَا أَقَرَّ بِهِ لِاسْتِغْرَاقِهِ بِغَيْرِ الْمُسَاوِي بِخِلَافِ لَهُ عَلَيَّ. دِينَارٌ إِلَّا مِائَةَ دِرْهَمٍ لِاسْتِغْرَاقِهِ بِالْمُسَاوِي فَيَبْطُلُ لِأَنَّهُ اسْتَثْنَى الْكُلَّ بَحْرٌ لَكِنْ فِي الْجَوْهَرَةِ وَغَيْرِهَا عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ وَقِيمَتُهَا مِائَةٌ أَوْ أَكْثَرُ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ فَيُحَرَّرُ

ترجمہ: استثناء صحیح ہے کیلی، وزنی اور ان معدود کا، جن کے افراد متفاوت نہیں ہوتے ہیں، جیسے فلوس واخروٹ کا دراہم ودنانیر سے، اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی، استحساناً، (کیلی، وزنی اور معدود) ذمے میں ثابت ہونے کی وجہ سے، گویا کہ یہ ثمنی کے مانند ہو گئے، اگر چہ قیمت اس چیز کے برابر ہو جائے، جس کا اس نے اقرار کیا ہے، غیر مساوی سے استغراق ہونے کی وجہ سے، بخلاف اس کے کہ اس کے مجھ پر ایک دینار ہے، مگر ایک سو درہم، مساوی سے استغراق ہونے کی وجہ سے، لہذا باطل ہوگا، اس لیے کہ کل کا استثناء ہے، جیسا کہ بحر میں ہے؛ لیکن جوہرہ وغیرہ میں ہے کہ مجھ پر سو درہم ہیں، مگر دس دینار، حالاں کہ اس کی قیمت سو درہم یا زیادہ ہو تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، اس کی تحقیق ہونی چاہیے۔

کیلی کا استثناء ثمنی سے

کما صح استثناء الکیلی الخ: دراہم یا دنانیر کا اقرار کیا، اس کے بعد اس میں سے، کیلی، وزنی یا معدود متقارب کا استثناء کیا، تو یہ استثناء صحیح ہے اور دنانیر و دراہم سے جس چیز کا استثناء کیا ہے اس کی قیمت کو اس حساب سے مقر پر جتنا لازم ہوتا ہے، اتنا ہی دینا ہوگا؛ لیکن اگر اس چیز کی قیمت کل اقرار کے برابر ہو جاتی ہے تو مقر پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ کل کا استثناء ہے۔

وَلَوْ اسْتَثْنَى عَدَدَيْنِ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الشَّكِّ كَانَ الْأَقَلُّ مُخْرَجًا نَحْوُ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا مِائَةَ دِرْهَمٍ أَوْ خَمْسِينَ دِرْهَمًا فَيَلْزَمُهُ تِسْعُمِائَةٍ وَخَمْسُونَ عَلَى الْأَصَحِّ بَحْرٌ وَإِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنَى مَجْهُولًا ثَبَتَ الْأَكْثَرُ نَحْوُ لَهُ عَلَيَّ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا شَيْئًا أَوْ إِلَّا قَلِيلًا أَوْ إِلَّا بَعْضًا لَزِمَهُ أَحَدٌ وَخَمْسُونَ لِوُقُوعِ الشَّكِّ فِي الْمُخْرَجِ بِخُرُوجِ الْأَقَلِّ

ترجمہ: دو عدد کا استثناء کیا جن کے درمیان حرف شک ہے، تو اقل لازم ہوگا جیسے اس کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں، مگر سو درہم یا پچاس درہم، تو اس پر نو سو پچاس درہم لازم ہوں گے، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ بحر میں ہے اور جب مستثنیٰ مجہول ہو تو اکثر ثابت ہوگا، جیسے مجھ پر سو درہم ہیں، مگر کچھ، یا قلیل، یا بعض، تو اس پر اکیاون لازم ہوں گے، مخرج میں شک واقع ہونے کی وجہ سے، بعد اقل کے خروج پر حکم ہوگا۔

حرف شک سے دو مرتبہ استثناء کرنا

واذا استثنی عددین الخ: اقرار کے بعد دو مرتبہ استثناء کیا اور ان دونوں کے درمیان حرف شک لایا، تو اس صورت میں وہ استثناء معتبر ہوگا، جو کم ہو، اس لیے کہ استثناء میں شک واقع ہونے کی صورت میں اقل لازم ہوتا ہے۔

وَلَوْ وَصَلَ إِقْرَارَهُ بِإِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى أَوْ فُلَانٌ أَوْ عَلَّقَهُ بِشَرْطٍ عَلَى خَطَرٍ لَا بِكَائِنٍ كَإِنْ مِتُّ فَإِنَّهُ يُنَجَّزُ بَطَلَ إِقْرَارُهُ بَقِيَ لَوْ ادَّعَى الْمَشِيئَةَ هَلْ يُصَدَّقُ؟ لَمْ أَرَهُ وَقَدَّمْنَا فِي الطَّلَاقِ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ لَا فَلْيَكُنْ الْإِقْرَارُ كَذَلِكَ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ

ترجمہ: اور اگر اپنے اقرار کو ان شاء اللہ کے ساتھ ملا دیا، یا فلاں کی مشیت سے ملایا، یا ایسی شرط کے ساتھ ملایا، جو محتمل الوجود ہے، تو اس کا اقرار باطل ہے۔ یہ بات باقی رہی کہ اگر وہ مشیت کا مدعی ہو تو کیا اس کی تصدیق کی جائے گی؟ میں نے اس کی صراحت نہیں دیکھی؛ لیکن ہم نے کتاب الطلاق میں مقدم کیا ہے کہ معتمد یہ ہے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوگی، لہٰذا اقرار بھی ایسا ہی ہوگا، حق العبد سے متعلق ہونے کی وجہ سے، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا ہے۔

اقرار کے ساتھ ان شاء اللہ ملانا

ولو وصل اقرارہ الخ: اقرار کے ساتھ ''ان شاء اللہ'' کہنے کی صورت میں اقرار کا تحقق نہیں ہوگا، اس لیے کہ ''ان شاء اللہ'' ملانے کی صورت میں اقرار کا تحقق نہیں ہوتا ہے۔

وَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ الْبَيْتِ مِنَ الدَّارِ لَا اسْتِثْنَاءُ الْبِنَاءِ مِنْهُمَا لِدُخُولِهِ تَبَعًا فَكَانَ وَصْفًا وَاسْتِثْنَاءُ الْوَصْفِ لَا يَجُوزُ وَإِنْ قَالَ بِنَاؤُهَا لِي وَعَرْصَتُهَا لَكَ فَكَمَا قَالَ لِأَنَّ الْعَرْصَةَ هِيَ الْبُقْعَةُ لَا الْبِنَاءُ حَتَّى لَوْ قَالَ: وَأَرْضُهَا لَكَ كَانَ لَهُ الْبِنَاءُ أَيْضًا لِدُخُولِهِ تَبَعًا إِلَّا إِذَا قَالَ بِنَاؤُهَا لِزَيْدٍ وَالْأَرْضُ لِعَمْرٍو

فَكَمَا قَالَ.

ترجمہ: دار سے بیت کا استثناء صحیح ہے، نہ کہ دونوں سے عمارت کا استثنائی، اس لیے کہ عمارت تبعاً (دونوں میں) داخل ہے، گویا کہ عمارت وصف ہے اور وصف کا استثناء جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اس کی عمارت میری ہے او اس کا صحن تیرا ہے تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا، اس لیے کہ صحن زمین کا ایک ٹکڑا ہے، نہ کہ عمارت، حتی کہ اگر کہا اس کی زمین تیری ہے، تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہرے گی، اس لیے کہ عمارت گھر میں تبعاً داخل ہے، مگر یہ کہ جب کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی، تو ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس نے کہا۔

وَ اسْتِثْنَاءُ فَصِّ الْخَاتَمِ وَنَخْلَةِ الْبُسْتَانِ وَطَوْقِ الْجَارِيَةِ كَالْبِنَاءِ فِيمَا مَرَّ وَإِنْ قَالَ مُكَلَّفٌ لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ مَا قَبَضْتُهُ الْجُمْلَةُ صِفَةُ عَبْدٍ وَقَوْلُهُ مَوْصُولًا بِإِقْرَارِهِ حَالٌ مِنْهَا ذَكَرَهُ فِي الْحَاوِي فَلْيُحْفَظْ وَعَيَّنَهُ أَيْ عَيْنَ الْعَبْدِ وَهُوَ فِي يَدِ الْمُقَرِّ لَهُ فَإِنْ سَلَّمَهُ إِلَى الْمُقِرِّ لَزِمَهُ الْأَلْفُ وَإِلَّا لَا عَمَلًا بِالصِّفَةِ وَإِنْ لَمْ يُعَيِّنِ الْعَبْدَ لَزِمَهُ الْأَلْفُ مُطْلَقًا وَصَلَ أَمْ فَصَلَ وَقَوْلُهُ مَا قَبَضْتُهُ لَغْوٌ لِأَنَّهُ رُجُوعٌ كَقَوْلِهِ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ مَالِ قِمَارٍ أَوْ حُرٍّ أَوْ مَيْتَةٍ أَوْ دَمٍ فَيَلْزَمُهُ مُطْلَقًا وَإِنْ وَصَلَ لِأَنَّهُ رُجُوعٌ إِلَّا إِذَا صَدَّقَهُ أَوْ أَقَامَ بَيِّنَةً فَلَا يَلْزَمُهُ وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَيَّ أَلْفُ دِرْهَمٍ حَرَامٌ أَوْ رِبًا فَهِيَ لَازِمَةٌ مُطْلَقًا وَصَلَ أَمْ فَصَلَ لِاحْتِمَالِ حِلِّهِ عِنْدَ غَيْرِهِ وَلَوْ قَالَ: زُورًا أَوْ بَاطِلًا لَزِمَهُ إِنْ كَذَّبَهُ الْمُقَرُّ لَهُ، وَإِلَّا بِأَنْ صَدَّقَهُ لَا يَلْزَمُهُ وَالْإِقْرَارُ بِالْبَيْعِ تَلْجِئَةً هِيَ أَنْ يُلْجِئَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَمْرًا بَاطِنُهُ عَلَى خِلَافِ ظَاهِرِهِ فَإِنَّهُ عَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ إِنْ كَذَّبَهُ لَزِمَ الْبَيْعُ، وَإِلَّا لَا

ترجمہ: نگینے کا انگوٹھی سے، درخت کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے استثناء عمارت کی طرح ہے، جیسا کہ گذر چکا، اور اگر مکلف نے کہا کہ اس کے مجھ پر ایک ہزار ہیں، اس غلام کا ثمن جس پر میں نے قبضہ نہیں کیا ہے، خلاصہ یہ کہ (اقرار کو) غلام کا ثمن قرار دیا، اس کا (عدم قبضہ کا) قول اقرار کے ساتھ متصل ہو "موصولاً" حال واقع ہے "الجملة" سے، جس کو حاوی میں ذکر کیا ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، ساتھ ہی اس کو یعنی غلام کو متعین کر دیا، جو مقرلہ کے قبضے میں ہے، تو اگر مقرلہ مقر کو غلام حوالہ کر دے، تو مقر پر ایک ہزار لازم ہوں گے، ورنہ نہیں، صفت (عدم قبض) پر عمل کرتے ہوئے، لہذا اگر مقر نے غلام کو متعین نہیں کیا، تو مطلقا ایک ہزار لازم ہوں گے، عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملائے، یا نہ ملائے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ اس غلام پر میں نے قبضہ نہیں کیا ہے، لغو ہوگا، اس لیے کہ یہ اقرار سے رجوع ہے (اقرار کے بعد) جیسے مقر کا قول کہ اس کے مجھ پر (ایک ہزار ہیں) شراب، یا خنزیر کا ثمن، یا جوا، یا حرام مال، یا میتہ، یا خون، تو مقر پر مطلقا لازم ہوں گے، اگر چہ اقرار کے ساتھ ملائے، اس لیے کہ یہ اقرار سے رجوع ہے، الا یہ کہ مقرلہ اس کی تصدیق کرے، یا مقر گواہ قائم کرے، تو لازم نہیں ہوگا اور اگر کہا اس کے مجھ پر حرام کے سود کے یا سود درہم ہیں، تو یہ مطلقا لازم ہوں گے، ملائے یا نہ ملائے، دوسرے کے پاس اس کے حلال ہونے کے احتمال کی وجہ سے اور اگر کہا جھوٹ، یا باطل کے، تو لازم ہوں گے، اگر مقرلہ اس کی تکذیب کرے اور اگر اس کی تصدیق کرے، تو لازم نہیں ہوں گے، بیع تلجیہ کا اقرار اسی تفصیل کے مطابق ہے، اگر اس کی تکذیب کرے، تو بیع لازم ہوگی، ورنہ نہیں۔

نگینے کا استثناء انگوٹھی سے

واستثناء فص الخاتم الخ: انگوٹھی سے نگینے کا استثناء کرنے کی صورت میں اس کے استثناء کا اعتبار نہ ہوگا، اس لیے کہ نگینہ اور انگوٹھی دونوں لازم وملزوم ہیں، جب انگوٹھی لازم ہوگی، تو نگینہ بھی لازم ہوگا، البتہ باندی کے طوق کے بارے میں یہ ہے کہ اگر وہ قیمتی ہے، تو باندی کے تابع ہوکر اقرار میں شامل نہیں ہوگا؛ لیکن وہ معمولی قیمت کا ہے، جیسے لوہا، یا تانبہ کا، تو وہ باندی کا تابع ہوگا۔

ولو قال: لهٗ عَلَيَّ أَلفُ دِرْهَمٍ زُيُوفٌ) وَلَمْ يَذْكُرِ السَّبَبَ (فَهِيَ كَمَا قَالَ عَلَى الأَصَحِّ بَحْرٌ وَلَوْ قَالَ: لهٗ عَلَيَّ أَلفٌ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ أَوْ قَرْضٍ، وَهِيَ زُيُوفٌ مَثَلًا لَمْ يُصَدَّقْ مُطْلَقًا لِأَنَّهُ رُجُوعٌ، وَلَوْ قَالَ مِنْ غَصْبٍ أَوْ وَدِيعَةٍ إِلَّا أَنَّهَا زُيُوفٌ أَوْ نَبَهْرَجَةٌ صُدِّقَ مُطْلَقًا وَصَلَ أَمْ فَصَلَ وَإِنْ قَالَ سَتُّوقَةٌ أَوْ رَصَاصٌ فَإِنْ وَصَلَ صُدِّقَ وَإِنْ فَصَلَ لَا لِأَنَّهَا دَرَاهِمُ مَجَازًا وَصُدِّقَ بِيَمِينِهِ فِي غَصَبْتُهُ أَوْ أَوْدَعَنِي ثَوْبًا إِذَا جَاءَ بِمَعِيبٍ وَلَا بَيِّنَةَ وَ صُدِّقَ فِي لهٗ عَلَيَّ أَلفٌ وَلَوْ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ مَثَلًا إِلَّا أَنَّهُ يَنْقُصُ كَذَا أَيِ الدَّرَاهِمُ وَزْنَ خَمْسَةٍ لَا وَزْنَ سَبْعَةٍ مُتَّصِلًا، وَإِنْ فَصَلَ بِلَا ضَرُورَةٍ لَا يُصَدَّقُ لِصِحَّةِ اسْتِثْنَاءِ الْقَدْرِ لَا الْوَصْفِ كَالزِّيَافَةِ وَلَوْ قَالَ لِآخَرَ أَخَذْتُ مِنْكَ أَلْفًا وَدِيعَةً فَهَلَكَتْ فِي يَدِي بِلَا تَعَدٍّ، وَقَالَ الْآخَرُ بَلْ أَخَذْتَهَا مِنِّي غَصْبًا ضَمِنَ الْمُقِرُّ لِإِقْرَارِهِ بِالْأَخْذِ وَهُوَ سَبَبُ الضَّمَانِ وَفِي قَوْلِهِ أَنْتَ أَعْطَيْتَنِيهِ وَدِيعَةً وَقَالَ الْآخَرُ بَلْ غَصَبْتَهُ مِنِّي لَا يَضْمَنُ بَلِ الْقَوْلُ لهٗ لِإِنْكَارِهِ الضَّمَانَ وَفِي هَذَا كَانَ وَدِيعَةً أَوْ قَرْضًا لِي عِنْدَكَ فَأَخَذْتُهُ مِنْكَ فَقَالَ الْمُقَرُّ لهٗ بَلْ هُوَ لِي أَخَذَهُ الْمُقَرُّ لَهُ لَوْ قَائِمًا وَإِلَّا فَقِيمَتُهُ لِإِقْرَارِهِ بِالْيَدِ لهٗ ثُمَّ بِالْأَخْذِ مِنْهُ وَهُوَ سَبَبُ الضَّمَانِ وَصُدِّقَ مَنْ قَالَ آجَرْتُ فُلَانًا فَرَسِي هَذِهِ أَوْ ثَوْبِي هَذَا فَرَكِبَهُ أَوْ لَبِسَهُ أَوْ أَعَرْتُهُ ثَوْبِي أَوْ أَسْكَنْتُهُ بَيْتِي وَرَدَّهُ أَوْ خَاطَ فُلَانٌ ثَوْبِي هَذَا بِكَذَا فَقَبَضْتُهُ مِنْهُ وَقَالَ فُلَانٌ: بَلْ ذَلِكَ لِي فَالْقَوْلُ لِلْمُقِرِّ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ الْيَدَ فِي الْإِجَارَةِ ضَرُورِيَّةٌ بِخِلَافِ الْوَدِيعَةِ هَذَا الْأَلْفُ وَدِيعَةُ فُلَانٍ لَا بَلْ وَدِيعَةُ فُلَانٍ فَالْأَلْفُ لِلْأَوَّلِ وَعَلَى الْمُقِرِّ أَلْفٌ مِثْلُهُ لِلثَّانِي بِخِلَافِ هِيَ لِفُلَانٍ لَا بَلْ لِفُلَانٍ بِلَا ذِكْرِ إِيدَاعٍ حَيْثُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ لِلثَّانِي شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُقِرَّ بِإِيدَاعِهِ وَهَذَا إِنْ كَانَتْ مُعَيَّنَةً وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ لَزِمَهُ أَيْضًا كَقَوْلِهِ غَصَبْتُ فُلَانًا مِائَةَ دِرْهَمٍ وَمِائَةَ دِينَارٍ وَكُرَّ حِنْطَةٍ لَا بَلْ فُلَانًا لَزِمَهُ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كُلُّهُ وَإِنْ كَانَتْ بِعَيْنِهَا فَهِيَ لِلْأَوَّلِ وَعَلَيْهِ لِلثَّانِي مِثْلُهَا، وَلَوْ كَانَ الْمُقَرُّ لهٗ وَاحِدًا يَلْزَمُهُ أَكْثَرُهُمَا قَدْرًا وَأَفْضَلُهُمَا وَصْفًا نَحْوُ لَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ لَا بَلْ أَلْفَانِ أَوْ أَلْفُ دِرْهَمٍ جِيَادٌ لَا بَلْ زُيُوفٌ أَوْ عَكْسُهُ

ترجمہ: اور اگر کہا کہ اس کے مجھ پر کھوٹے درہم ہیں اور سبب کو ذکر نہیں کیا تو وہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس نے کہا، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ بحر میں ہے اور اگر کہا اس کے مجھ پر ثمن مبیع کے، یا قرض کے ایک ہزار ہیں، حالاں کہ مثلاً وہ کھوٹے ہیں، تو مطلقاً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ رجوع ہے اور اگر کہا غصب، یا ودیعت کے، مگر یہ کہ وہ دراہم کھوٹے یا

نبہرجہ ہیں، تو مطلقا اس کی تصدیق کی جائے گی (اقرار کے ساتھ) ملائے، یا نہ ملائے اور اگر کہا کہ ستوقہ، یا سیسے کے ہیں، اگر اقرار کے ساتھ ملائے، تو تصدیق کی جائے گی، ورنہ نہیں، اس لیے کہ مجازا یہ بھی دراہم ہیں، قسم کے ساتھ اس کی تصدیق کی جائے گی (اس صورت میں) کہ میں نے اس سے غصب کیا ہے، یا اس نے میرے پاس کپڑا بطور امانت کے رکھا ہے، جب کہ وہ عیب دار کپڑا جائے، حالاں کہ مقرلہ کے پاس گواہ نہیں ہیں، مقرلہ کی تصدیق ہوگی اس قول میں، اس کے مجھ پر ایک ہزار ہیں، اگر چہ مبیع کا ثمن ہو مثال کے طور پر، مگر یہ کہ وہ دراہم وزن میں کم ہیں، یعنی دراہم وزن خمسہ ہیں، نہ کہ وزن سبعہ، اگر ملا کر کہے اور اگر بلا ضرورت استثناء کو الگ کر کے کہا، تو تصدیق نہیں کی جائے گی، قدر کا استثناء صحیح ہونے کی وجہ سے، نہ کہ وصف کی، جیسے کھوٹا کسی شخص نے دوسرے سے کہا، میں نے تجھ سے ایک ہزار بطور ودیعت کے لیے لیے تھے، جو بغیر تعدی کے میرے پاس سے ہلاک ہو گئے؛ لیکن دوسرے نے کہا کہ تو نے تو اس کو مجھ سے بطور غصب کے لیا تھا، تو مقر اخذ کے اقرار کی وجہ سے ضامن ہوگا، جو ضمان کا سبب ہے؛ لیکن اس قول میں کہ میں نے تجھ کو ودیعت کے طور پر دیا ہے اور دوسرے نے کہا؛ بل کہ تو نے مجھ سے غصب کیا ہے، تو (مقر) ضامن نہیں ہوگا؛ بل کہ مقر کی بات مانی جائے گی، ضمان کا منکر ہونے کی وجہ سے، اس قول میں کہ تیرے پاس میری امانت یا قرض تھے، چناں چہ میں نے تجھ سے لے لیا، اس پر مقرلہ نے کہا کہ وہ سامان تو میرا ہے، تو مقرلہ وہ سامان لے لے، اگر موجود ہے، ورنہ اس کی قیمت لے، اس کی ملکیت، پھر اس سے لینے کی وجہ سے، جو سبب ضمان ہے، تصدیق کی جائے گی، اس شخص کی، جو کہے کہ میں نے اپنا یہ گھوڑا فلاں کو اجرت میں دیا ہے، یا اپنا یہ کپڑا، جس پر وہ سوار ہوا، یا جس کو اس نے پہنا، یا میں نے اس کو اپنا کپڑا اعاریت پر دیا، یا اس کو میں نے اپنے گھر میں رکھا (لیکن دوسرے نے) اس کی تردید کی، یا فلاں شخص نے میرا یہ کپڑا سیا، اتنی مزدوری میں، جس پر میں نے قبضہ کر لیا ہے؛ لیکن فلاں نے کہا بل کہ وہ تو میرا ہے، تو استحسانا مقر کی بات مانی جائے گی، اس لیے کہ اجارہ میں قبضہ ضروری ہے، بخلاف ودیعت کے، یہ ایک ہزار فلاں کی امانت ہے، نہیں؛ بل کہ فلاں کی امانت ہے، تو ایک ہزار پہلے کے لیے ہو کر مقر پر اسی کے مثل ایک ہزار دوسرے کے لیے لازم ہوگا بخلاف اس کے کہ یہ فلاں کے لیے، نہیں؛ بل کہ فلاں کے لیے ہے، ذکر امانت کے بغیر، تو اس پر دوسرے کے لیے کچھ لازم نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس نے امانت کا اقرار نہیں کیا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب معین ہو؛ لیکن اگر غیر معین ہے، تو دوسرے کے لیے بھی لازم ہوگا، جیسے مقر کا قول کہ میں نے فلاں کے سو درہم، سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیے؛ بل کہ فلاں کے، تو ان میں سے ہر ایک کے لیے تمام لازم ہوں گے، اگر وہ سامان موجود ہیں تو وہ اول کے لیے ہیں اور دوسرے کے لیے اس کے مثل اور اگر مقرلہ ایک ہو، تو ان میں سے جو مقدار میں زیادہ یا وصف میں اچھا ہو وہ لازم ہوگا، جیسے اس کے ایک ہزار درہم لازم ہیں، نہیں؛ بل کہ دو ہزار، یا ایک ہزار درہم اچھے نہیں؛ بل کہ کھوٹے، یا اسی کا الٹا۔

کھوٹے درہم کا اقرار

ولو قال علی الف درهم زیوف الخ: کسی نے کھوٹے درہم کا اقرار کیا؛ لیکن اس کا سبب بیان نہیں کیا کہ یہ کھوٹے درہم کس سبب سے لازم ہیں تو مقر پر کھوٹے درہم ہی لازم ہوں گے۔

وَلَوْ قَالَ الدَّيْنُ الَّذِي لِي عَلَى فُلَانٍ لِفُلَانٍ أَوْ الْوَدِيعَةُ عِنْدَ فُلَانٍ هِيَ لِفُلَانٍ فَهُوَ إِقْرَارٌ لَهُ، وَحَقُّ الْقَبْضِ لِلْمُقِرِّ وَ لَكِنْ لَوْ سَلَّمَ إِلَى الْمُقَرِّ لَهُ بَرِئَ خُلَاصَةٌ لَكِنَّهُ مُخَالِفٌ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ إِنْ

أَضَافَ لِنَفْسِهِ كَانَ هِبَةً فَيَلْزَمُ التَّسْلِيمُ، وَلِذَا قَالَ فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ: وَلَوْ لَمْ يُسَلِّطْهُ عَلَى الْقَبْضِ فَإِنْ قَالَ: وَاسْمِي فِي كِتَابِ الدَّيْنِ عَارِيَةٌ صَحَّ وَإِنْ لَمْ يَقُلْهُ لَمْ يَصِحَّ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي عَامَّةِ الْمُعْتَبَرَاتِ خِلَافًا لِلْخُلَاصَةِ فَتَأَمَّلْ عِنْدَ الْفَتْوَى.

ترجمہ: اور اگر کہا میرا جو دین فلاں پر ہے، وہ فلاں کا ہے، یا جو امانت فلاں کے پاس ہے، وہ فلاں کی ہے، تو وہ اس نے لیے اقرار ہے اور قبضے کا حق مقر کے لیے ہے؛ لیکن اگر (مدیون، یا مودع) مقرلہ کے حوالے کر دے، تو بری ہو جائیں گے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے؛ لیکن یہ اس کے مخالف ہے، جو گذر چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کی طرف منسوب کرے، تو یہ ہبہ ہوگا، جس کا حوالہ کرنا لازم ہے۔ اسی حاوی قدسی نے کہا اور اگر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے اور کہے میرا نام دین کے کھاتے میں عاریت ہے، تو صحیح ہے اور اگر نہ کہے، تو صحیح نہیں ہے، جسے مصنف علام نے (اپنی شرح میں) کہا ہے، یہی عام کتب معتبرہ میں ہے، خلاصہ کے خلاف، اس لیے فتوی دیتے وقت غور کر لینا چاہیے۔

بلاعنوان | ولو قال الدین الذی الخ: کسی نے یوں کہا کہ فلاں پر میرا جو قرض ہے، وہ تو فلاں کا ہے، تو یہ ایک طرح کا اقرار ہے۔

بَابُ إِقْرَارِ الْمَرِيضِ

يَعْنِي مَرَضَ الْمَوْتِ وَحَدُّهُ مَرَّ فِي طَلَاقِ الْمَرِيضِ وَسَيَجِيءُ فِي الْوَصَايَا إِقْرَارُهُ بِدَيْنٍ لِأَجْنَبِيٍّ نَافِذٌ مِنْ كُلِّ مَالِهِ بِأَثَرِ عُمَرَ وَلَوْ بِعَيْنٍ فَكَذَلِكَ إِلَّا إِذَا عَلِمَ تَمَلُّكَهُ لَهَا فِي مَرَضِهِ فَيَتَقَيَّدُ بِالثُّلُثِ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي مُعِينِهِ فَلْيُحْفَظْ وَأُخِّرَ الْإِرْثُ عَنْهُ، وَدَيْنُ الصِّحَّةِ مُطْلَقًا وَمَا لَزِمَهُ فِي مَرَضِهِ بِسَبَبٍ مَعْرُوفٍ بِبَيِّنَةٍ أَوْ بِمُعَايَنَةِ قَاضٍ قُدِّمَ عَلَى مَا أَقَرَّ بِهِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ، وَلَوْ الْمُقَرُّ بِهِ وَدِيعَةً وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ الْكُلُّ سَوَاءٌ

ترجمہ: یعنی مرض الموت اور اس کی تعریف طلاق المریض میں گذر چکی، نیز عن قریب وصایا میں آئے گی، دین سے متعلق اس کا اقرار، اجنبی (غیر وارث) کے لیے نافذ ہے، اس کے تمام مال سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے اور اگر عین کا اقرار ہو، تو ایسا ہی حکم ہے، الا یہ کہ جان لیا جائے کہ اجنبی کو مالک بنانا، مرض موت میں ہے، تو (وصیت) ثلث مال میں نافذ ہوگی، اس کو مصنف علام نے "المعین" میں ذکر کیا ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، وراثت دین سے موخر ہوگی اور دین صحت پر مطلقا اور دین صحت مطلقا مقدم ہوگا، جو مرض الموت میں سبب معروف سے لازم ہوا ہے، خواہ بینہ کی بنیاد پر، یا قاضی کے معائنہ کی وجہ سے، یہ مرض الموت میں اقرار پر مقدم ہوں گے، اگر چہ مرض کی حالت میں اقرار کردہ ودیعت ہو؛ لیکن امام شافعی کے نزدیک سب برابر ہیں۔

مرض الموت | یعنی مرض الموت وحدہ الخ: مرض الموت سے وہ مرض مراد ہے، جس میں آدمی مبتلا ہو کر ایسا صاحب فراش ہو جائے کہ وہ ضروریات کے لیے گھر سے باہر نہ نکل سکے۔

مرض الموت میں اقرار | اقرارہ بدین لاجنبی الخ: مرض الموت کی حالت میں کسی اجنبی کے لیے اقرار کیا، تو ثلث مال کی مقدار کے برابر تک میں اس کا اقرار نافذ ہوگا، ثلث مال سے زیادہ میں اس کا اقرار نافذ

نہیں ہوگا؛ لیکن اگر صحت کے زمانے میں اقرار کرے، تو جتنے مال کا اقرار کرے گا، اتنے مال میں اقرار نافذ ہو جائے گا، اگر چہ کل مال کا ہو۔ "قال استاذنا: فهذا كالتنصيص على أن المريض إذا أقر بعين في يده للأجنبي فإنما يصح إقراره من جميع المال إذا لم يكن تمليكه إياه في حال مرضه معلوماً حتى أمكن جعل تمليكه إظهاراً، فإما إذا علم تملكه في حال مرضه فإقراره به لا يصح إلا من ثلث المال۔" (ردالمحتار: ۸/۳۸۰-۳۸۱)

وَالسَّبَبُ الْمَعْرُوفُ مَا لَيْسَ بِتَبَرُّعٍ كَنِكَاحٍ مُشَاهَدٍ إِنْ بِمَهْرِ الْمِثْلِ أَمَّا الزِّيَادَةُ فَبَاطِلَةٌ، وَإِنْ جَازَ النِّكَاحُ عِنَايَةٌ وَبَيْعٌ مُشَاهَدٌ وَإِتْلَافٌ كَذَلِكَ أَيْ مُشَاهَدٌ وَ الْمَرِيضُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْضِيَ دَيْنَ بَعْضِ الْغُرَمَاءِ دُونَ بَعْضٍ وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ إِعْطَاءَ مَهْرٍ وَإِيفَاءَ أُجْرَةٍ فَلَا يُسَلَّمُ لَهُمَا إِلَّا فِي مَسْأَلَتَيْنِ إِذَا قَضَى مَا اسْتَقْرَضَ فِي مَرَضِهِ أَوْ نَقَدَ ثَمَنَ مَا اشْتَرَى فِيهِ لَوْ بِمِثْلِ الْقِيمَةِ كَمَا فِي الْبُرْهَانِ وَقَدْ عَلِمَ ذَلِكَ أَيْ ثَبَتَ كُلٌّ مِنْهُمَا بِالْبُرْهَانِ لَا بِإِقْرَارِهِ لِلتُّهْمَةِ بِخِلَافِ إِعْطَاءِ الْمَهْرِ وَنَحْوِهِ وَ مَا إِذَا لَمْ يُؤَدِّ حَتَّى مَاتَ فَإِنَّ الْبَائِعَ أُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِي الثَّمَنِ إِذَا لَمْ تَكُنْ الْعَيْنُ الْمَبِيعَةُ فِي يَدِهِ أَيْ يَدِ الْبَائِعِ فَإِنْ كَانَتْ كَانَ أَوْلَى.

ترجمہ: سبب معروف وہ ہے جو متبرع نہ ہو، جیسے وہ نکاح جو گواہوں کے سامنے مہر مثل کے شرط کے ساتھ ہوا ہو، لہٰذا اس سے زیادہ (کا اقرار) باطل ہے، اگر چہ نکاح جائز ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے، گواہوں کے سامنے بیع اور ایسے ہی اتلاف، یعنی گواہوں کے سامنے مریض کے لیے جائز نہیں ہے کہ بعض قرض خواہوں کا دین ادا کرے اور بعض کا نہیں، اگر یہ مہر ادا کرنا، یا اجرت کا دینا ہو، چناں چہ ان کو دینا سلامت نہیں رہے گا، مگر دو مسئلوں میں، جب کہ اس نے مرض الموت میں قرض لیا ہو، یا وہ ثمن ادا کرے، جو اس نے مرض الموت کی حالت میں خریدا ہے، اگر چہ ثمن قیمت کے برابر ہو، جیسا کہ برہان میں ہے، نیز ان دونوں میں سے ہر ایک گواہوں سے ثابت ہوئے ہوں، نہ کہ اقرار سے تہمت سے (بچنے کے لیے) بخلاف مہر وغیرہ کے اور جب مبیع کا ثمن ادا نہیں کیا، یہاں تک کہ مشتری مر گیا، تو ثمن لینے میں بائع دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہے، جب کہ مبیع بائع کے قبضے میں نہ ہو، لہٰذا اگر بائع کے قبضے میں ہے، تو وہ مقدم ہوگا۔

سبب معروف

والسبب المعروف الخ: سبب معروف وہ ہے جو دوسرے کے لیے تبرع نہ ہو، جیسے مرض الموت میں نکاح، اس شرط کے ساتھ کہ مہر "مہر مثل" سے زیادہ نہ ہو، لہٰذا اگر صاحب فراش نے نکاح کیا اور مہر "مہر مثل" سے زیادہ مقرر کیا، تو نکاح صحیح ہوگا؛ لیکن جتنا "مہر مثل" سے زیادہ مہر متعین ہوا ہے، وہ باطل ہوگا۔

وَإِذَا أَقَرَّ الْمَرِيضُ بِدَيْنٍ ثُمَّ أَقَرَّ بِدَيْنٍ تَحَاصًّا وَصَلَ أَوْ فَصَلَ لِلِاسْتِوَاءِ وَلَوْ أَقَرَّ بِدَيْنٍ ثُمَّ بِوَدِيعَةٍ تَحَاصًّا وَبِعَكْسِهِ الْوَدِيعَةُ أَوْلَى وَإِبْرَاؤُهُ مَدْيُونَهُ وَهُوَ مَدْيُونُهُ غَيْرُ جَائِزٍ أَيْ لَا يَجُوزُ إِنْ كَانَ أَجْنَبِيًّا وَإِنْ كَانَ وَارِثًا فَلَا يَجُوزُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ الْمَرِيضُ مَدْيُونًا أَوْ لَا لِلتُّهْمَةِ، وَحِيلَةُ صِحَّتِهِ أَنْ يَقُولَ لَا حَقَّ لِي عَلَيْهِ كَمَا أَفَادَهُ بِقَوْلِهِ وَقَوْلُهُ لَمْ يَكُنْ لِي عَلَى هَذَا الْمَطْلُوبِ شَيْءٌ يَشْمَلُ الْوَارِثَ وَغَيْرَهُ صَحِيحٌ قَضَاءً لَا دِيَانَةً فَتَرْتَفِعُ بِهِ مُطَالَبَةُ الدُّنْيَا لَا مُطَالَبَةُ الْآخِرَةِ حَاوِي

إِلَّا الْمَهْرَ فَلَا يَصِحُّ عَلَى الصَّحِيحِ بَزَّازِيَّةٌ أَيْ لِظُهُورِ أَنَّهُ عَلَيْهِ غَالِبًا بِخِلَافِ إِقْرَارِ الْبِنْتِ فِي مَرَضِهَا بِأَنَّ الشَّيْءَ الْفُلَانِيَّ مِلْكُ أَبِي أَوْ أُمِّي لَا حَقَّ لِي فِيهِ أَوْ أَنَّهُ كَانَ عِنْدِي عَارِيَةً فَإِنَّهُ يَصِحُّ وَلَا تُسْمَعُ دَعْوَى زَوْجِهَا فِيهِ كَمَا بَسَطَهُ فِي الْأَشْبَاهِ قَائِلًا فَاغْتَنِمْ هٰذَا التَّحْرِيرَ فَإِنَّهُ مِنْ مُفْرَدَاتِ كِتَابِي.

ترجمہ: مریض نے ایک دین اقرار کرنے کے بعد دوسرے دین کا اقرار کیا، تو دونوں (مقرلہ) حصہ پائیں گے، وصل کے ساتھ اقرار کرنے یا فصل کے ساتھ (دونوں کے) برابر ہونے کی وجہ سے اور دین کے اقرار کے بعد ودیعت کا اقرار کیا، تو دونوں حصہ پائیں گے اور اس کے اثنا میں ودیعت مقدم ہوگی، مدیون کا قرض معاف کرنا حالاں کہ وہ (مریض خود) مقروض ہے، تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، (یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ) جب مدیون اجنبی ہو اور اگر مدیون مریض کا وارث ہے، تو مطلقاً معاف کرنا جائز نہیں ہے، خواہ مریض مدیون ہو، یا نہ ہو، تہمت کی وجہ سے اس کے صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اس پر کچھ حق نہیں ہے، جسے مصنف علام نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ مریض کہے کہ اس مطلوب پر میرا کوئی حق نہیں ہے، جو وارث اور غیر وارث کو شامل ہے، یہ قضائی صحیح ہے، نہ کہ دیانتاً، لہٰذا اس سے دنیا کا مطالبہ ختم ہوگا نہ کہ آخرت کا، جیسا کہ حاوی میں ہے، مگر مہر، لہٰذا (عورت کا مرض کی حالت میں مہر معاف کرنا) صحیح قول کے مطابق صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، یہ ظاہر ہونے کی وجہ سے کہ مہر اکثر مرد پر باقی رہتا ہے، بخلاف مرض کی حالت میں بیٹی کے اس اقرار کے کہ فلاں چیز میرے باپ یا میری والدہ کی ملک ہے، جس پر میرا کوئی حق نہیں ہے، یا یہ کہ وہ میرے پاس بطور عاریت کے تھی تو یہ صحیح ہے، لہٰذا اس کے شوہر کا دعویٰ اس بارے میں مسموع نہ ہوگا، جیسا کہ اشباہ میں اس کی تفصیل ہے، یہ کہتے ہوئے کہ اس تحریر کو غنیمت جان، اس لیے کہ یہ میری کتاب کے امتیازات میں سے ہے۔

دو دین کا اقرار

و اذا اقر المريض بدين الخ: مریض نے ایک مرتبہ ایک دین کا اقرار کیا، اس کے بعد پھر دوسرے دین کا اقرار کیا، تو یہ دونوں دین لازم ہوں گے، خواہ مریض دونوں دین کا اقرار ایک ساتھ کرے، یا دو مرتبہ میں الگ الگ مجلسوں میں کرے، ایسے ہی پہلے دین کا اقرار کیا، اس کے بعد امانت کا، تو یہ بھی برابر ہوں گے؛ البتہ اگر پہلے امانت کا اقرار کرے، اس کے بعد دین کا، تو امانت کا ادا کرنا مقدم ہوگا، اس لیے کہ جب مریض نے امانت کا اقرار کیا تو یہ سمجھا گیا کہ اس شئے میں وراثت نہیں ہے، اس لیے کہ وہ امانت ہے، اس کے بعد جس قرض کا اقرار کیا گیا ہے، وہ اس امانت کے ساتھ شامل نہیں ہوگا۔

وَإِنْ أَقَرَّ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ بِمُفْرَدِهِ أَوْ مَعَ أَجْنَبِيٍّ بِعَيْنٍ أَوْ دَيْنٍ بَطَلَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ -: وَلَنَا حَدِيثُ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَلَا إِقْرَارَ لَهُ بِدَيْنٍ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ بَقِيَّةُ الْوَرَثَةِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ وَارِثٌ آخَرُ أَوْ أَوْصَى لِزَوْجَتِهِ أَوْ هِيَ لَهُ صَحَّتْ الْوَصِيَّةُ وَأَمَّا غَيْرُهُمَا فَيَرِثُ الْكُلَّ فَرْضًا وَرَدًّا فَلَا يَحْتَاجُ لِوَصِيَّةٍ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَفِي شَرْحِهِ لِلْوَهْبَانِيَّةِ أَقَرَّ بِوَقْفٍ، وَلَا وَارِثَ لَهُ فَلَوْ عَلَى جِهَةٍ عَامَّةٍ صَحَّ بِتَصْدِيقِ السُّلْطَانِ أَوْ نَائِبِهِ وَكَذَا لَوْ وَقَفَ خِلَافًا لِمَا زَعَمَهُ الطَّرَسُوسِيُّ فَلْيُحْفَظْ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ إِقْرَارًا بِقَبْضِ دَيْنِهِ أَوْ غَصْبِهِ أَوْ رَهْنِهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى وَارِثِهِ

أَوْ عَبْدِ وَارِثِهِ أَوْ مُكَاتَبِهِ لَا يَصِحُّ لِوُقُوعِهِ لِمَوْلَاهُ وَلَوْ فَعَلَهُ ثُمَّ بَرِئَ ثُمَّ مَاتَ جَازَ كُلُّ ذٰلِكَ لِعَدَمِ مَرَضِ الْمَوْتِ اخْتِيَارٌ وَلَوْ مَاتَ الْمُقَرُّ لَهُ ثُمَّ الْمَرِيضُ وَوَرَثَةُ الْمُقَرِّ لَهُ مِنْ وَرَثَةِ الْمَرِيضِ جَازَ إِقْرَارُهُ كَإِقْرَارِهِ لِلْأَجْنَبِيِّ بَحْرٌ وَسَيَجِيءُ عَنِ الصَّيْرَفِيَّةِ بِخِلَافِ إِقْرَارِهِ لَهُ أَيْ لِوَارِثِهِ بِوَدِيعَةٍ مُسْتَهْلَكَةٍ فَإِنَّهُ جَازَ. وَصُورَتُهُ أَنْ يَقُولَ: كَانَتْ عِنْدِي وَدِيعَةٌ لِهٰذَا الْوَارِثِ فَاسْتَهْلَكْتُهَا جَوْهَرَةٌ. وَالْحَاصِلُ: أَنَّ الْإِقْرَارَ لِلْوَارِثِ مَوْقُوفٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مَذْكُورَةٍ فِي الْأَشْبَاهِ مِنْهَا إِقْرَارُهُ بِالْأَمَانَاتِ كُلِّهَا وَمِنْهَا النَّفْيُ كَلَاحِقٍ لِي قِبَلَ أَبِي أَوْ أُمِّي، وَهٰذِهِ الْحِيلَةُ فِي إِبْرَاءِ الْمَرِيضِ وَارِثَهُ، وَمِنْهُ هٰذَا الشَّيْءُ الْفُلَانِيُّ مِلْكُ أَبِي أَوْ أُمِّي كَانَ عِنْدِي عَارِيَةً، وَهٰذَا حَيْثُ لَا قَرِينَةَ، وَتَمَامُهُ فِيهَا فَلْيُحْفَظْ فَإِنَّهُ مُهِمٌّ.

ترجمہ: اور اگر مریض نے صرف اپنے وارث کے لیے، یا اجنبی کے ساتھ عین، یا دین کا اقرار کیا، تو باطل ہے، امام شافعی کے خلاف، ہماری دلیل یہ حدیث ہے: "لا وصية لوارث ولا اقرار له بدين" الا یہ کہ باقی ورثاء مریض کی تصدیق کرے، لہذا اگر دوسرے وارث نہیں ہیں اور زوجین میں سے کسی نے دوسرے (زوج یا زوجہ) کے لیے وصیت کی، تو وصیت صحیح ہے، بہر حال ان دونوں کے علاوہ کے لیے تو قرض، یا رد کے طور پر کل کا وارث ہوگا، اس لیے کہ وصیت کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، شرنبلالیہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ وارث نہ ہونے کی صورت میں وقف کا اقرار کیا، اگر یہ وقف عام لوگوں کے لیے ہے، تو سلطان یا اس کے نائب کی تصدیق کے ساتھ صحیح ہے، ایسے ہی اگر وقف کرے، اس کے خلاف جس کا طرسوسی نے گمان کیا ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، اور اگر وہ اس دین، غصب، یا رہن وغیرہ پر قبض کرنے کا اقرار ہو، جو اس پر یعنی وارث پر ہے، یا وارث کے غلام یا مکاتب پر ہے، تو صحیح نہیں ہے، اپنے مولیٰ کے لیے واقع ہونے کی وجہ سے اور اگر مریض نے اقرار کیا، پھر صحت یاب ہو کر مرا، تو یہ سب جائز ہے، مرض الموت نہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ اختیار میں ہے اور اگر مقرلہ مرا، اس کے بعد مریض مرا اور مقرلہ کے ورثاء مریض کے ورثاء میں سے ہیں، تو مریض کا اقرار صحیح ہے، جیسا کہ اجنبی کے لیے اس کا اقرار صحیح ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، عن قریب صیرفیہ کے حوالے سے آئے گا، بخلاف مریضِ وارث کا اقرار کرنا "ودیعت مستہلکہ" کا، تو یہ جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مریض وارث کہے کہ میرے پاس اس وارث کی امانت تھی جسے میں نے ہلاک کر دی ہے، جیسا کہ جوہرہ میں ہے، خلاصہ یہ کہ وارث کے لیے اقرار موقوف ہے، مگر تین صورتوں میں، جو اشباہ میں مذکور ہے (۱) اقرار مریض تمام امانات کا (۲) اپنے والدین کی طرف سے ہر حق کی نفی، یہی حیلہ ہے مریض کا اپنے وارث کو بری کرنے کا (۳) یہ فلاں چیز میرے باپ یا میری ماں کی ملک ہے، جو میرے پاس بطور عاریتاً ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب قرینہ نہ ہو اور اس کا تمام بیان اشباہ میں ہے، لہذا اس کو یاد رکھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ اہم ہے۔

اپنے وارث کے لیے اقرار

وان اقر المریض لوارثه الخ: مریض کا اپنے وارث کے لیے اقرار کرنا باطل ہے، اس لیے کہ حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے مریض کو اپنے وارث کے لیے اقرار، یا وصیت سے منع فرمادیا ہے، اس لیے کہ اس صورت میں بعض ورثاء کو نقصان ہے، البتہ اگر دوسرے ورثاء ہی خود اپنے حق سے دست بردار

ہوجائیں، تو بات دوسری ہے، یعنی اگر دوسرے ورثاء مریض کے اقرار سے راضی ہیں، تو یہ اقرار صحیح ہے۔

أَقَرَّ فِيهِ أَيْ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ لِوَارِثِهِ يُؤْمَرُ فِي الْحَالِ بِتَسْلِيمِهِ إِلَى الْوَارِثِ، فَإِذَا مَاتَ يَرُدُّهُ بَزَّازِيَّةٌ وَفِي الْقُنْيَةِ تَصَرُّفَاتُ الْمَرِيضِ نَافِذَةٌ وَإِنَّمَا تَنْقَضُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعِبْرَةُ لِكَوْنِهِ وَارِثًا وَقْتَ الْمَوْتِ لَا وَقْتَ الْإِقْرَارِ فَلَوْ أَقَرَّ لِأَخِيهِ مَثَلًا ثُمَّ وُلِدَ لَهُ صَحَّ الْإِقْرَارُ لِعَدَمِ إِرْثِهِ إِلَّا إِذَا صَارَ وَارِثًا وَقْتَ الْمَوْتِ بِسَبَبٍ جَدِيدٍ كَالتَّزْوِيجِ وَعَقْدِ الْمُوَالَاةِ فَيَجُوزُ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ فَلَوْ أَقَرَّ لَهَا أَيْ لِأَجْنَبِيَّةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا صَحَّ بِخِلَافِ إِقْرَارِهِ لِأَخِيهِ الْمَحْجُوبِ بِكُفْرٍ أَوْ ابْنٍ إِذَا زَالَ حَجْبُهُ بِإِسْلَامِهِ أَوْ بِمَوْتِ الِابْنِ فَلَا يَصِحُّ لِأَنَّ إِرْثَهُ بِسَبَبٍ قَدِيمٍ لَا جَدِيدٍ وَبِخِلَافِ الْهِبَةِ لَهَا فِي مَرَضِهِ وَالْوَصِيَّةِ لَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَلَا تَصِحُّ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ تَمْلِيكٌ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَهِيَ حِينَئِذٍ وَارِثَةٌ

ترجمہ: اس میں یعنی مرض الموت میں اپنے وارث کے لیے اقرار کیا، تو فی الحال وارث کے حوالہ کرنے کے لیے کہا جائے گا، جب وہ مرجائے، تو واپس لے لیا جائے گا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات نافذ ہوں گے؛ البتہ موت کے بعد ٹوٹ جائے گا، اس کے موت کے وقت وارث ہونے کی وجہ سے نہ کہ اقرار کے وقت، چناں چہ اگر مثال کے طور پر اپنے بھائی کے لیے وصیت کی، پھر مریض کے بچہ پیدا ہوا، تو (بھائی کے لیے) اقرار صحیح ہے، اس کے وارث نہیں ہونے کی وجہ سے، الا یہ کہ سبب جدید کی وجہ سے موت کے وقت وارث ہوجائے، جیسے نکاح اور عقد موالات تو جائز ہے، جیسا کہ اپنے قول سے ذکر کیا کہ اگر اجنبی کے لیے اقرار کیا، پھر اس سے نکاح کرلیا، تو صحیح ہے، بخلاف مریض کا اپنے ایسے بھائی کے لیے اقرار، جو کفر یا ولد کی وجہ سے محجوب ہے، جب اس کا حجب اسلام، یا موت ولد کی وجہ سے زائل ہوجائے، تو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا ارث سبب قدیم کی وجہ سے ہے، نہ کہ سبب جدید کی وجہ سے، بخلاف اجنبیہ کو مرض الموت میں ہبہ کرنے اور اس کو وصیت کرنے، پھر اس سے نکاح کرنے کے، تو وصیت صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وصیت موت کے بعد تملیک ہے اور وہ اس وقت وارث ہوچکی ہے۔

مرض الموت میں اپنے وارث کے لیے اقرار

اقر فيه اى فى مرض موته الخ: صاحب فراش نے اپنے وارث کے لیے اقرار کیا، تو اس مریض کو یہ ہدایت کی جائے گی کہ اس نے جس وارث کے لیے اقرار کیا ہے، اسے مقر بہ حوالہ کردے، اگر وہ مریض جاں بر ہوجائے، تو اقرار علی حالہ باقی رہے گا؛ لیکن اگر وہ مرجائے تو وارث کے لیے کیا گیا اقرار اس کا باطل ہوجائے گا۔

أَقَرَّ فِيهِ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى ابْنَتِهِ الْمَيِّتَةِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ قَدْ اسْتَوْفَيْتُهَا وَلَهُ أَيْ لِلْمُقِرِّ ابْنٌ يُنْكِرُ ذَلِكَ صَحَّ إِقْرَارُهُ لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِوَارِثٍ كَمَا لَوْ أَقَرَّ لِامْرَأَتِهِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ بِدَيْنٍ ثُمَّ مَاتَتْ قَبْلَهُ وَتَرَكَ مِنْهَا وَارِثًا صَحَّ الْإِقْرَارُ وَقِيلَ لَا قَائِلُهُ بَدِيعُ الدِّينِ صَيْرَفِيَّةٌ وَلَوْ أَقَرَّ فِيهِ لِوَارِثِهِ وَلِأَجْنَبِيٍّ بِدَيْنٍ لَمْ يَصِحَّ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ عِمَادِيَّةٌ وَإِنْ أَقَرَّ لِأَجْنَبِيٍّ مَجْهُولٍ نَسَبُهُ ثُمَّ أَقَرَّ بِبُنُوَّتِهِ وَصَدَّقَهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ التَّصْدِيقِ ثَبَتَ نَسَبُهُ مُسْتَنِدًا لِوَقْتِ الْعُلُوقِ وَإِذَا ثَبَتَ بَطَلَ إِقْرَارُهُ لِمَا مَرَّ وَلَوْ لَمْ يَثْبُتْ بِأَنْ كَذَّبَهُ أَوْ عُرِفَ نَسَبُهُ صَحَّ الْإِقْرَارُ لِعَدَمِ ثُبُوتِ النَّسَبِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ مَعْزِيًّا لِلْيَنَابِيعِ

ترجمہ: مرض الموت میں اقرار کیا کہ میری مردہ بیٹی پر میرے دس درہم تھے، جو میں نے اس سے لے لیے ہیں اوراس کا یعنی مقر کا ایک لڑکا ہے جو اس اقرار کا انکار کرتا ہے، تو اس کا اقرار صحیح ہے، اس لیے کہ میت اس کا وارث نہیں ہے، جیسا کہ مرض الموت میں اپنی بیوی کے لیے دین کا اقرار کیا، پھر اس کی بیوی اس سے پہلے مرگئی، نیز مقر نے مذکورہ بیوی کے بطن سے ایک وارث چھوڑا ہے، تو اقرار صحیح ہے، نیز کہا گیا ہے کہ نہیں، اس کا قائل دین کا موجد ہے، جیسا کہ صیرفیہ میں ہے، اگر مرض الموت میں اجنبی اور اپنے وارث کے لیے دین کا اقرار کیا، تو صحیح نہیں ہے، امام محمد کے خلاف، جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور اگر ایسے اجنبی کے لیے اقرار کیا جو مجہول النسب ہے، پھر اقرار کیا کہ وہ اس کا لڑکا ہے، نیز مقر لہ نے اس کی تصدیق کردی جو تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے، تو علوق کے وقت کی طرف مستند ہو کر اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور جب نسب ثابت ہو گیا تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی اور اگر نسب ثابت نہیں ہوا اس طور پر کہ مقر لہ نے اس کی تکذیب کردی، یا اس کا نسب معروف ہے، تو نسب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اقرار صحیح ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ینابیع کے حوالے سے ہے۔

وارث نہ ہونے کی صورت میں

اقر فیہ انہ کان الخ: کسی نے اپنی مردہ بیٹی کے بارے میں اقرار کیا کہ اس پر میرے دس درہم تھے، جو میں نے لے لیے ہیں، تو اس طرح کا اقرار صحیح ہے، اس لیے کہ اولاد اگر والدین سے پہلے مرجائے، تو مرنے والی اولاد زندہ والدین کے وارث نہیں ہوا کرتے ہیں۔

وَلَوْ أَقَرَّ لِمَنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا يَعْنِي بَائِنًا فِيهِ أَيْ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ فَلَهَا الْأَقَلُّ مِنَ الْإِرْثِ وَالدَّيْنِ وَيَدْفَعُ لَهَا ذَلِكَ بِحُكْمِ الْإِقْرَارِ لَا بِحُكْمِ الْإِرْثِ حَتَّى لَا تَصِيرَ شَرِيكَةً فِي أَعْيَانِ التَّرِكَةِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَهَذَا إِذَا كَانَتْ فِي الْعِدَّةِ وَ طَلَّقَهَا بِسُؤَالِهَا فَإِذَا مَضَتِ الْعِدَّةُ جَازَ لِعَدَمِ التُّهْمَةِ عَزْمِيَّةٌ وَإِنْ طَلَّقَهَا بِلَا سُؤَالِهَا فَلَهَا الْمِيرَاثُ بَالِغًا مَا بَلَغَ، وَلَا يَصِحُّ الْإِقْرَارُ لَهَا لِأَنَّهَا وَارِثَةٌ؛ إِذْ هُوَ فَارٌّ وَأَهْمَلَهُ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ لِظُهُورِهِ مِنْ كِتَابِ الطَّلَاقِ

ترجمہ: اور اگر مرض وفات میں ایسی عورت کے لیے اقرار کیا، جسے تین طلاق یعنی طلاق بائن دی ہے تو اس کو وہ ملے گا، جو وراثت اور دین میں سے کم ہو اور یہ کم اس کو اقرار کی وجہ سے ملے گا، نہ کہ وراثت کی وجہ سے، حتی کہ متروکہ اشیاء میں وہ شریک نہیں ہوگی، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ عدت میں ہو، نیز عورت کی طلب پر اس کو طلاق دی ہو، لہذا اگر عدت گذر گئی، تو تہمت نہ ہونے کی وجہ سے اقرار جائز ہے، جیسا کہ عزمیہ میں ہے اور اگر عورت کی طلب کے بغیر اس کو طلاق دی ہے تو اس کے لیے پورا میراث ہے، جتنا اس کا حصہ بنتا ہے، نیز اس عورت کے لیے اقرار صحیح نہیں ہے، اس لیے وہ عورت اس کی وارث ہے، چوں کہ مرد اس کو طلاق دے کر راہ فرار اختیار کرنے والا ہے، اس مسئلے کو اکثر مشائخ نے کتاب الطلاق سے ظاہر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

مطلقہ کے لیے اقرار

ولو اقر لمن طلقها ثلاثا الخ: عورت کو طلاق بائن دینے کے بعد اس کے لیے اقرار کیا، تو اب دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ عورت ابھی عدت میں ہے، نیز طلاق اس کی طلب پر دی گئی ہے، تو اقرار اور میراث میں سے جو کم ہو وہی اس عورت کو دیا جائے گا؛ لیکن اگر مرد نے از خود طلاق دی ہے، تو عورت کو میراث والا حصہ مکمل

ملے گا، اس لیے کہ مرد مرض الموت میں طلاق دے کر عورت کو میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لیے زجراً ایسے مرد سے مطلقہ عورت میراث سے مکمل حصہ پائے گی۔

وَإِنْ أَقَرَّ لِغُلَامٍ مَجْهُولِ النَّسَبِ فِي مَوْلِدِهِ أَوْ فِي بَلَدٍ هُوَ فِيهَا وَهُمَا فِي السِّنِّ بِحَيْثُ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ أَنَّهُ ابْنُهُ وَصَدَّقَهُ الْغُلَامُ لَوْ مُمَيِّزًا وَإِلَّا لَمْ يَحْتَجْ لِتَصْدِيقِهِ كَمَا مَرَّ وَحِينَئِذٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ وَلَوِ الْمُقِرُّ مَرِيضًا وَ إِذَا ثَبَتَ شَارَكَ الْغُلَامُ الْوَرَثَةَ فَإِنِ انْتَفَتْ هَذِهِ الشُّرُوطُ يُؤَاخَذُ الْمُقِرُّ مِنْ حَيْثُ اسْتِحْقَاقُ الْمَالِ كَمَا لَوْ أَقَرَّ بِأُخُوَّةِ غَيْرِهِ كَمَا مَرَّ عَنِ الْيَنَابِيعِ كَذَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ فَيُحَرَّرُ عِنْدَ الْفَتْوَى وَ الرَّجُلُ صَحَّ إِقْرَارُهُ أَيِ الْمَرِيضِ بِالْوَلَدِ وَالْوَالِدَيْنِ قَالَ فِي الْبُرْهَانِ وَإِنْ عَلَيَا قَالَ الْمَقْدِسِيُّ: وَفِيهِ نَظَرٌ لِقَوْلِ الزَّيْلَعِيِّ وَلَوْ أَقَرَّ بِالْجَدِّ وَابْنِ الِابْنِ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ فِيهِ حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ بِالشُّرُوطِ الثَّلَاثَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِي الِابْنِ وَ صَحَّ بِالزَّوْجَةِ بِشَرْطِ خُلُوِّهَا عَنْ زَوْجٍ وَعِدَّتِهِ وَخُلُوِّهِ أَيِ الْمُقِرِّ عَنْ أُخْتِهَا مَثَلًا وَأَرْبَعٍ سِوَاهَا وَ صَحَّ بِالْوَلِيِّ مِنْ جِهَةِ الْعَتَاقَةِ إِنْ لَمْ يَكُنْ وَلَاؤُهُ ثَابِتًا مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ أَيْ غَيْرِ الْمُقِرِّ وَ الْمَرْأَةُ صَحَّ إِقْرَارُهَا بِالْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجِ وَالْمَوْلَى الْأَصْلُ أَنَّ إِقْرَارَ الْإِنْسَانِ عَلَى نَفْسِهِ حُجَّةٌ لَا عَلَى غَيْرِهِ. قُلْتُ: وَمَا ذَكَرَهُ مِنْ صِحَّةِ الْإِقْرَارِ بِالْأُمِّ كَالْأَبِ هُوَ الْمَشْهُورُ الَّذِي عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ وَقَدْ ذَكَرَ الْإِمَامُ الْعَتَّابِيُّ فِي فَرَائِضِهِ أَنَّ الْإِقْرَارَ بِالْأُمِّ لَا يَصِحُّ، وَكَذَا فِي ضَوْءِ السِّرَاجِ لِأَنَّ النَّسَبَ لِلْآبَاءِ لَا لِلْأُمَّهَاتِ وَفِيهِ حَمْلُ الزَّوْجِيَّةِ عَلَى الْغَيْرِ فَلَا يَصِحُّ اهـ وَلَكِنَّ الْحَقَّ صِحَّتُهُ بِجَامِعِ الْأَصَالَةِ فَكَانَتْ كَالْأَبِ فَلْيُحْفَظْ وَ كَذَا صَحَّ بِالْوَلَدِ إِنْ شَهِدَتْ امْرَأَةٌ، وَلَوْ قَابِلَةً بِتَعْيِينِ الْوَلَدِ أَمَّا النَّسَبُ فَبِالْفِرَاشِ شُمُنِّيٌّ، وَلَوْ مُعْتَدَّةً جَحَدَتْ وِلَادَتَهَا فَبِحُجَّةٍ تَامَّةٍ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ ثُبُوتِ النَّسَبِ أَوْ صَدَّقَهَا الزَّوْجُ إِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ أَوْ كَانَتْ مُعْتَدَّةً مِنْهُ وَ صَحَّ مُطْلَقًا إِنْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ أَيْ مُزَوَّجَةً وَلَا مُعْتَدَّةً أَوْ كَانَتْ مُزَوَّجَةً وَادَّعَتْ أَنَّهُ مِنْ غَيْرِهِ فَصَارَ كَمَا لَوِ ادَّعَاهُ مِنْهَا لَمْ يُصَدَّقْ فِي حَقِّهَا إِلَّا بِتَصْدِيقِهَا. قُلْتُ: بَقِيَ لَوْ لَمْ يُعْرَفْ لَهَا زَوْجٌ غَيْرُهُ لَمْ أَرَهُ فَيُحَرَّرُ وَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِ هَؤُلَاءِ إِلَّا فِي الْوَلَدِ إِذَا كَانَ لَا يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ لِمَا مَرَّ أَنَّهُ حِينَئِذٍ كَالْمَتَاعِ

ترجمہ: اور اگر مجہول النسب لڑکے کے بارے میں، اس کی جائے ولادت، یا وطن میں اقرار کیا اور دونوں کی عمر ایسی ہے کہ ایسے آدمی کا ایسا لڑکا ہو سکتا ہے (اقرار کیا) کہ وہ میرا لڑکا ہے، جس کی اس لڑکے نے ممیز ہونے کی وجہ سے تصدیق کر دی (تو صحیح ہے) اگر ممیز نہیں ہے، اس بچے کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ گذر چکا، تو اس وقت اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اگر چہ مقر مریض ہو، جب نسب ثابت ہو جائے، تو غلام دوسرے ورثاء کے ساتھ شریک ہوگا، جب یہ شروط (جہالت نسب، یو لد مثلہ لمثلہ اور غلام کی تصدیق) نہ پائی جائیں، تو مقر باعتبار استحقاق مال کے ماخوذ ہوگا، جیسا کہ اگر دوسرے کو اپنا بھائی کہے، جیسا کہ ینابیع کے حوالے سے گذر چکا، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، اس لیے فتویٰ دیتے وقت تحقیق ہونی چاہیے، مریض

مرد کا اقرار صحیح ہے ولد اور والدین کا، برہان میں کہا، اگرچہ والدین اونچے (دادا) ہوں، مقدسی نے کہا زیلعی کے اس قول کی وجہ سے اس میں اعتراض ہے کہ اگر جد، یا پوتے کا اقرار کیا، تو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں دوسرے پر نسب ڈالنا ہے، پہلے بیان کی گئیں تین شرطوں کے ساتھ (کسی عورت کے بارے میں) بیوی ہونے کا اقرار صحیح ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ عورت کسی کے نکاح اور عدت میں نہ ہو، مقر کے نکاح میں اس عورت کی بہن (مثال کے طور پر) اور چار عورتیں نہ ہوں، آزادی کے واسطے سے مولیٰ کا اقرار صحیح ہے، اگرچہ شرط کے ساتھ کہ غیر مقر سے اس کا ولاء ثابت نہ ہو، کسی کے بارے میں عورت کا اقرار والدین، شوہر اور مولیٰ ہونے کا صحیح ہی ——— قاعدہ ہے کہ انسان کا اقرار اپنے خلاف صحیح ہے، نہ کہ دوسرے پر، میں کہتا ہوں کہ جو مصنف علام نے باپ کی طرح ماں کا اقرار صحیح نہیں ہے، ایسے ہی ضوء السراج میں ہے، اس لیے کہ نسب باپوں سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ ماؤں سے، نیز اس صورت میں دوسرے پر زوجیت کا بوجھ ڈالنا ہے جو صحیح نہیں ہے، بات پوری ہوئی؛ لیکن حق صحیح ہونا ہے اصالت میں (والدین کے) جامع ہونے کی وجہ سے، لہذا ماں باپ کی طرح ہوئی، اس کو یاد رکھنا چاہیے، ایسے ہی عورت کا اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے، اگر (کم سے کم) ایک عورت گواہی دے، اگرچہ دائی تعیین ولد کی گواہی دے، البتہ نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ شمنی میں ہے اور اگر معتدہ کی ولادت کا انکار ہو، تو پوری حجت سے ثابت ہوگا، جیسا کہ ثبوت النسب کے باب میں گذر چکا، شوہر والی، یا عدت والی عورت کا اقرار (کہ یہ میرا لڑکا ہے) صحیح ہے، اگر شوہر اس کی تصدیق کرے اور اگر شوہر والی نہیں ہے، تو اس کا اقرار مطلقاً صحیح ہے، یا شوہر والی ہو کر اقرار کیا کہ یہ لڑکا دوسرے مرد سے ہے، تو یہ ایسا ہی ہوگیا کہ مرد نے دعویٰ کیا یہ لڑکا اُس عورت سے ہے، تو اس عورت کے حق میں تصدیق نہیں کی جائے گی، الا یہ کہ اس عورت کی تصدیق سے، میں کہتا ہوں کہ یہ صورت باقی رہ گئی عورت کا اِس شوہر کے علاوہ دوسرا شوہر معروف نہیں ہے، یہ صورت میں نے نہیں دیکھی، اس لیے اس کی تحقیق ہونی چاہیے، ان سب (مقر بہ) کی تصدیق ضروری ہے، مگر اس لڑکے کے بارے میں جو اپنا حال بیان نہ کر سکے، اس دلیل کی وجہ سے جو گذر چکی، اس لیے کہ اس وقت یہ سامان کی طرح ہے۔

بچے کے بارے میں اقرار

وان اقر لغلام مجهول النسب الخ: ایک چھوٹا بچہ ہے، جس کا نسب ثابت نہیں ہے، اس کے بارے میں کسی نے اس بچے کے شہر میں اقرار کیا یہ میرا بچہ ہے، تو اس بچے کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا، اگر بچہ بڑا ہے، تو اس سے تصدیق کرائی جائے گی، لیکن اگر چھوٹا ہے، تو اس بچے کی تصدیق بھی ضروری نہیں ہے۔

وَلَوْ كَانَ الْمُقَرُّ لَهُ عَبْدَ الْغَيْرِ اشْتَرَطَ تَصْدِيقَ مَوْلَاهُ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ وَصَحَّ التَّصْدِيقُ مِنَ الْمُقَرِّ لَهُ بَعْدَ مَوْتِ الْمُقِرِّ لِبَقَاءِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَّا تَصْدِيقَ الزَّوْجِ بِمَوْتِهَا مُقِرَّةً لِانْقِطَاعِ النِّكَاحِ بِمَوْتِهَا وَلِهَذَا لَيْسَ لَهُ غُسْلُهَا بِخِلَافِ عَكْسِهِ وَلَوْ أَقَرَّ رَجُلٌ بِنَسَبٍ فِيهِ تَحْمِيلٌ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَقُلْ مِنْ غَيْرِ وِلَادٍ كَمَا فِي الدُّرَرِ لِفَسَادِهِ بِالْجَدِّ وَابْنِ الِابْنِ قَالَ كَمَا قَالَ كَالْأَخِ وَالْعَمِّ وَالْجَدِّ وَابْنِ الِابْنِ لَا يَصِحُّ الْإِقْرَارُ فِي حَقِّ غَيْرِهِ إِلَّا بِبُرْهَانٍ وَمِنْهُ إِقْرَارُ اثْنَيْنِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ ثُبُوتِ النَّسَبِ فَلْيُحْفَظْ وَكَذَا لَوْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ عَلَيْهِ أَوِ الْوَرَثَةُ وَهُمْ مِنْ أَهْلِ التَّصْدِيقِ وَيَصِحُّ فِي حَقِّ نَفْسِهِ حَتَّى يَلْزَمَهُ أَيِ الْمُقِرَّ الْأَحْكَامُ مِنَ النَّفَقَةِ وَالْحَضَانَةِ وَالْإِرْثِ إِذَا

تَصَادَقَا عَلَيْهِ أَيْ عَلَى ذَلِكَ الْإِقْرَارِ لِأَنَّ إِقْرَارَهُمَا حُجَّةٌ عَلَيْهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَيْ لِهَذَا الْمُقِرِّ وَارِثٌ غَيْرُهُ مُطْلَقًا لَا قَرِيبًا كَذَوِي الْأَرْحَامِ وَلَا بَعِيدًا كَمَوْلَى الْمُوَالَاةِ عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ وَرِثَهُ وَإِلَّا لَا لِأَنَّ نَسَبَهُ لَمْ يَثْبُتْ فَلَا يُزَاحِمُ الْوَارِثَ الْمَعْرُوفَ، وَالْمُرَادُ غَيْرُ الزَّوْجَيْنِ لِأَنَّ وُجُودَهُمَا غَيْرُ مَانِعٍ قَالَهُ ابْنُ الْكَمَالِ، ثُمَّ لِلْمُقِرِّ أَنْ يَرْجِعَ عَنْ إِقْرَارِهِ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ مِنْ وَجْهٍ زَيْلَعِيٌّ أَيْ وَإِنْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ كَمَا فِي الْبَدَائِعِ لَكِنْ نَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ شُرُوحِ السِّرَاجِيَّةِ أَنَّ بِالتَّصْدِيقِ يَثْبُتُ النَّسَبُ فَلَا يَنْفَعُ الرُّجُوعُ فَلْيُحَرَّرْ عِنْدَ الْفَتْوَى

ترجمہ: اور اگر مقرلہ دوسرے کا غلام ہو، تو اس کے مولیٰ کی تصدیق ضروری ہے، اس لیے کہ حق اس کا ہے، مقر کی موت کے بعد مقرلہ کی تصدیق صحیح ہے، موت کے بعد نسب اور عدت باقی رہنے کی وجہ سے، مگر شوہر کی تصدیق بیوی کی موت کے بعد (صحیح نہیں ہے) بیوی کی موت سے نکاح ختم ہو جانے کی وجہ سے، اسی لیے مرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کو غسل دے، بخلاف اس کے الٹا کے، کسی شخص نے ایسے نسب کا اقرار کیا جو دوسرے پر ڈالا جائے، جیسے بھائی، چچا، دادا، یا پوتا ہے، تو دوسرے کے حق میں اقرار صحیح نہیں ہے، مگر شہادت سے، مصنف علام نے غیر اولاد کی قید نہیں لگائی، جیسا کہ درر میں ہے، جد اور ابن الابن سے فاسد ہونے کی وجہ سے، اسی حکم کے مطابق دو شخصوں کا اقرار ہے، جیسا کہ ثبوت النسب کے باب میں گذر چکا، اس کو یاد رکھنا چاہیے، ایسے ہی اگر مقر علیہ، یا وارثین نے اہل تصدیق ہونے کی وجہ سے مقر کی تصدیق کر دی (تو صحیح ہے) مقر کا اقرار اس کی ذات کے حق میں صحیح ہے، حتی کہ مقر پر نفقہ، پرورش اور وراثت کے احکام لازم ہوں گے، جب دونوں اس اقرار کی تصدیق کر دیں، اس لیے کہ ان دونوں کا اقرار دونوں پر حجت ہے، چناں چہ اگر اس مقر کا مطلقاً کوئی وارث نہ ہو یعنی وارث قریب، جیسے ذوی الارحام اور نہ ہی بعید، جیسے مولی الموالات، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے، تو یہ وارث ہوگا، ورنہ نہیں، اس لیے کہ اس کا نسب ثابت نہیں ہے، لہذا یہ مشہور وارث سے نہیں ٹکرائے گا، (یہاں وارث سے) مراد زوجین کے علاوہ ہے، اس لیے کہ ان دونوں کا وجود (اس مقر کے لیے) مانع نہیں ہے، جسے ابن الکمال نے کہا ہے پھر مقر کے لیے جائز ہے کہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے، اس لیے یہ من وجہ وصیت ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، یعنی اگر مقرلہ مقر کی تصدیق کرے، جیسا کہ بدائع میں ہے؛ لیکن مصنف علام نے سراجیہ کی شرح سے نقل کی ہے کہ تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے، لہذا رجوع فائدہ مند نہیں ہے، اس لیے فتویٰ کے وقت غور کر لیا جائے۔

غلام غیر کے لیے اقرار

ولو کان المقر له عبد الغير الخ: کسی نے غلام غیر کے لیے اقرار کیا، تو اس کے آقا کی تصدیق ضروری ہے، اس لیے کہ مقر بہ اسی کو ملنے والا ہے۔

وَمَنْ مَاتَ أَبُوهُ فَأَقَرَّ بِأَخٍ شَارَكَهُ فِي الْإِرْثِ فَيَسْتَحِقُّ نِصْفَ نَصِيبِ الْمُقِرِّ وَلَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ إِقْرَارَهُ مَقْبُولٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَقَطْ. قُلْت: بَقِيَ لَوْ أَقَرَّ الْأَخُ بِابْنٍ هَلْ يَصِحُّ؟ قَالَ الشَّافِعِيَّةُ لَا لِأَنَّ مَا أَدَّى وُجُودُهُ إِلَى نَفْيِهِ انْتَفَى مِنْ أَصْلِهِ، وَلَمْ أَرَهُ لِأَئِمَّتِنَا صَرِيحًا، وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ نَعَمْ فَلْيُرَاجَعْ وَإِنْ تَرَكَ شَخْصٌ ابْنَيْنِ، وَلَهُ عَلَى آخَرَ مِائَةٌ فَأَقَرَّ أَحَدُهُمَا بِقَبْضِ أَبِيهِ

خَمْسِينَ مِنْهَا فَلَا شَيْءَ لِلْمُقِرِّ لِأَنَّ إِقْرَارَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى نَصِيبِهِ وَلِلْآخَرِ خَمْسُونَ بَعْدَ حَلِفِهِ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ أَنَّ أَبَاهُ قَبَضَ شَطْرَ الْمِائَةِ قَالَهُ الْأَكْمَلُ. قُلْت: وَكَذَا الْحُكْمُ لَوْ أَقَرَّ أَنَّ أَبَاهُ قَبَضَ كُلَّ الدَّيْنِ لَكِنَّهُ هُنَا يَحْلِفُ لِحَقِّ الْغَرِيمِ زَيْلَعِيٌّ.

ترجمہ: باپ کے مرنے کے بعد لڑکے نے اقرار کیا کہ فلاں میرا بھائی ہے تو مقر وراثت میں شریک ہوگا، لہذا وہ مقر کے آدھے حصے کا مستحق ہوگا؛ لیکن اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کا اقرار صرف اس کے حق میں مقبول ہے، میں کہتا ہوں یہ بات باقی رہ گئی کہ اگر بھائی نے اقرار کیا کہ یہ میت کا بیٹا ہے، تو کیا اقرار صحیح ہے؟ شافعیہ نے کہا کہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جس کا وجود حاجب ہوا صلاوہ معدوم ہوگا، میں نے اپنے ائمہ سے اس کی صراحت نہیں دیکھی، البتہ اس کا ظاہر ی کلام صحت پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس کی تلاش ہونی چاہیے، ایک آدمی نے دو بیٹے چھوڑے، اس حال میں کہ اس کے دوسرے پر سو درہم تھے، چناں چہ دونوں بیٹوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ والد صاحب نے اس سے پچاس درہم لے لیے ہیں، تو اس بیٹے کو کچھ نہیں ملے گا، اس لیے کہ اس کا اقرار اس کے حصے کی طرف پھر جائے گا اور دوسرے بیٹے کو قسم کے بعد پچاس درہم مل جائیں گے کہ مجھے نہیں معلوم کہ والد صاحب نے سو کے حصے پر قبضہ کیا ہے، جسے کمال نے کہا ہے میں کہتا ہوں یہی حکم ہے، اگر اقرار کیا کہ والد صاحب نے کل دین پر قبضہ کر لیا تھا؛ لیکن یہاں حق مدیون کے واسطے قسم ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے۔

ایک بھائی نے قبضہ کا اقرار کیا

ومن مات ابوه الخ: ایک نے دو بیٹے چھوڑے اور اس کے سو درہم کسی پر تھے، باپ کی موت کے بعد سو درہم وصول کرنے کی بات آئی، تو ایک بھائی نے کہا کہ والد صاحب تو اس آدمی سے پچاس درہم لے چکے ہیں، تو یہ اقرار اس کے حق میں صحیح ہے اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو پچاس مل چکے ہیں، اس لیے اب اس کو کچھ نہیں ملے گا اور باقی پچاس درہم دوسرے بھائی کو دے دیئے جائیں گے۔

فَصْلٌ فِي مَسَائِلَ شَتَّى

أَقَرَّتْ الْحُرَّةُ الْمُكَلَّفَةُ بِدَيْنٍ لِآخَرَ فَكَذَّبَهَا زَوْجُهَا صَحَّ إِقْرَارُهَا فِي حَقِّهِ أَيْضًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَتُحْبَسُ الْمُقِرَّةُ وَتُلَازَمُ وَإِنْ تَضَرَّرَ الزَّوْجُ وَهَذِهِ إِحْدَى الْمَسَائِلِ السِّتِّ الْخَارِجَةِ مِنْ قَاعِدَةِ الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ عَلَى الْمُقِرِّ وَلَا يَتَعَدَّى إِلَى غَيْرِهِ وَهِيَ فِي الْأَشْبَاهِ، وَيَنْبَغِي أَنْ يَخْرُجَ أَيْضًا مَنْ كَانَ فِي إِجَارَةِ غَيْرِهِ فَأَقَرَّ لِآخَرَ بِدَيْنٍ فَإِنَّ لَهُ حَبْسَهُ وَإِنْ تَضَرَّرَ الْمُسْتَأْجِرُ وَهِيَ وَاقِعَةُ الْفَتْوَى وَلَمْ نَرَهَا صَرِيحَةً وَعِنْدَهُمَا لَا تُصَدَّقُ فِي حَقِّ الزَّوْجِ فَلَا تُحْبَسُ وَلَا تُلَازَمُ دُرَرٌ. قُلْتُ: وَيَنْبَغِي أَنْ يُعَوَّلَ عَلَى قَوْلِهِمَا إِفْتَاءً وَقَضَاءً لِأَنَّ الْغَالِبَ أَنَّ الْأَبَ يُعَلِّمُهَا الْإِقْرَارَ لَهُ أَوْ لِبَعْضِ أَقَارِبِهَا لِيَتَوَصَّلَ بِذَلِكَ إِلَى مَنْعِهَا بِالْحَبْسِ عِنْدَهُ عَنْ زَوْجِهَا كَمَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِرَارًا حِينَ أُبْتُلِيتُ بِالْقَضَاءِ كَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ.

ترجمہ: آزاد عاقلہ بالغہ عورت نے دوسرے کے لیے دین کا اقرار کیا؛ اس کے شوہر نے انکار کیا، تو عورت کا اقرار شوہر کے حق میں بھی صحیح ہے، ابو حنیفہ کے نزدیک، چناں چہ اقرار کرنے والی قید کی جائے گی اور اس کا پیچھا کیا جائے گا، اگر چہ

شوہر کو نقصان ہو اور یہ ان چھ مسائل میں سے ایک ہے، جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار مقر پر حجت قاصرہ ہے، جو دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوتا ہے یہ سب اشباہ میں ہیں، مناسب ہے کہ یہ بھی اس سے خارج ہو کہ جو شخص دوسرے کی نوکری میں ہو وہ دوسرے کے لیے دین کا اقرار کرے، تو مقرلہ کے لیے جائز ہے کہ اس کو قید کرے، اگرچہ مستاجر کو نقصان ہو، یہ فتوے کا واقعہ ہے؛ لیکن میں نے اس کی صراحت نہیں دیکھی، صاحبین کے نزدیک شوہر کے حق میں تصدیق نہیں ہوگی، لہذا عورت قید نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس کا پیچھا کیا جائے گا، جیسا کہ درر میں ہے، میں کہتا ہوں مناسب یہ ہے کہ فتویٰ اور قضاء کے وقت صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے، اس لیے کہ باپ بیٹی کو سکھاتا ہے کہ میرے لیے یا اپنے اقارب کے لیے دین کا اقرار کرے تاکہ اس بہانے سے اس کو شوہر کے پاس جانے سے روک سکے جیسا کہ میں اس پر متعدد بار واقف ہوا ہوں، جب میں عہدۂ قضاء پر فائز تھا، جیسا کہ مصنف علام نے (اپنی شرح میں) ذکر کیا ہے۔

آزاد عورت کا اقرار

اقرت الحرة المكلفة الخ: عاقل، بالغ، آزاد عورت نے کسی کے لیے دین کا اقرار کیا، تو اس کا یہ اقرار صحیح ہے، اگرچہ اس دین کو وصول کرنے کے لیے عورت کو قید کرنے، یا اس کا پیچھا کرنے کی صورت میں شوہر کا نقصان ہو، یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے؛ لیکن صاحبین کا کہنا ہے کہ اس عورت سے دین وصول کرنے کی صورت میں، اگر شوہر کا نقصان ہو، تو اس عورت کی تصدیق نہیں کی جائے گی، حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر فتویٰ ہے، اس لیے کہ اصحاب ترجیح میں سے کسی سے بھی صاحبین کے قول کی تصحیح ثابت نہیں ہے۔

مَجْهُولَةُ النَّسَبِ أَقَرَّتْ بِالرِّقِّ لِإِنْسَانٍ وَصَدَّقَهَا الْمُقَرُّ لَهُ وَلَهَا زَوْجٌ وَأَوْلَادٌ مِنْهُ أَيْ الزَّوْجِ وَكَذَّبَهَا زَوْجُهَا صَحَّ فِي حَقِّهَا خَاصَّةً فَوَلَدٌ عَلِقَ بَعْدَ الْإِقْرَارِ رَقِيقٌ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ لَا فِي حَقِّهِ يَرِدُ عَلَيْهِ انْتِقَاضُ طَلَاقِهَا كَمَا حَقَّقَهُ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ وَحَقِّ الْأَوْلَادِ وَفَرَّعَ عَلَى حَقِّهِ بِقَوْلِهِ فَلَا يَبْطُلُ النِّكَاحُ وَعَلَى حَقِّ الْأَوْلَادِ بِقَوْلِهِ وَأَوْلَادٌ حَصَلَتْ قَبْلَ الْإِقْرَارِ وَمَا فِي بَطْنِهَا وَقْتَهُ أَحْرَارٌ لِحُصُولِهِمْ قَبْلَ إِقْرَارِهَا بِالرِّقِّ.

ترجمہ: مجہول النسب عورت نے کسی آدمی کی باندی ہونے کا اقرار کیا ساتھ ہی مقرلہ نے اس کی تصدیق کر دی اور اس عورت کا شوہر ہے جس سے اولاد بھی ہے؛ لیکن شوہر نے اس عورت کی تکذیب کی، تو یہ اقرار صرف عورت کے حق میں صحیح ہے، تو وہ بچہ جس کا علوق ہوا ہے اقرار کے بعد وہ غلام ہوگا، امام محمد کے خلاف، شوہر کے حق میں نہیں، اس قول پر انتقاض طلاق کا اعتراض واقع ہوتا ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق شرنبلالیہ میں ہے اور نہ ہی اولاد کے حق میں (اقرار) صحیح ہے۔ "علی حقه" پر تفریع کرتے ہوئے کہا، لہذا نکاح باطل نہیں ہوگا اور "حق الاولاد" پر تفریع کرتے ہوئے کہا، وہ اولاد جو اقرار سے پہلے پیدا ہوئی ہے اور جو اقرار کے وقت بطن میں ہے، سب آزاد ہیں، مملوکیت کے اقرار سے پہلے حاصل ہونے کی وجہ سے۔

مجہول النسب عورت کا اقرار

مجهولة النسب الخ: مجہول النسب عورت تھی اس کی شادی ہوئی، شادی کے بعد بچے بھی ہوئے، یا حاملہ تھی، اس دوران اس نے یہ اقرار کیا کہ میں تو فلاں آدمی کی باندی ہوں، اس اقرار پر مقرلہ نے اس کی تصدیق بھی کر دی، یہ اقرار صرف اس عورت کے حق میں صحیح ہے، یعنی وہ مذکورہ شخص کی باندی

مان لی جائے گی؛ لیکن شوہر اور اولاد کے حق میں وہ اقرار صحیح نہیں ہوگا، یعنی نکاح باطل نہیں ہوگا اور اسی شوہر سے اقرار سے پہلے جتنے بچے ہوئے ہیں سب آزاد ہیں۔

مَجْهُولُ النَّسَبِ حَرَّرَ عَبْدَهُ ثُمَّ أَقَرَّ بِالرِّقِّ لِإِنْسَانٍ وَصَدَّقَهُ الْمُقَرُّ لَهُ صَحَّ إِقْرَارُهُ فِي حَقِّهِ فَقَطْ دُونَ إِبْطَالِ الْعِتْقِ، فَإِنْ مَاتَ الْعَتِيقُ يَرِثُهُ وَارِثُهُ إِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ يَسْتَغْرِقُ التَّرِكَةَ وَإِلَّا فَيَرِثُ الْكُلَّ أَوْ الْبَاقِيَ كَافِي وشُرُنْبُلَالِيَّة الْمُقَرُّ لَهُ فَإِنْ مَاتَ الْمُقِرُّ ثُمَّ الْعَتِيقُ فَإِرْثُهُ لِعَصَبَةِ الْمُقِرِّ وَلَوْ جَنَى هَذَا الْعَتِيقُ سَعَى فِي جِنَايَتِهِ لِأَنَّهُ لَا عَاقِلَةَ لَهُ وَلَوْ جَنَى عَلَيْهِ يَجِبُ أَرْشُ الْعَبْدِ وَهُوَ كَالْمَمْلُوكِ فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّ حُرِّيَّتَهُ بِالظَّاهِرِ وَهُوَ يَصْلُحُ لِلدَّفْعِ لَا لِلِاسْتِحْقَاقِ.

ترجمه: مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد یہ اقرار کیا کہ میں فلاں انسان کا غلام ہوں اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کر دی، تو اس کا اقرار صرف اس کے حق میں صحیح ہے، نہ کہ عتق باطل کرنے میں، لہذا اگر آزاد شدہ غلام مرجائے، تو اس کے وارث ہونے کی صورت میں کل ترکہ کا وارث ہوگا، ورنہ (مقرلہ) کل یا باقی کا وارث ہوگا، جیسا کہ کافی اور شرنبلالیہ میں ہے، اگر مقر مرے، اس کے بعد آزاد شدہ غلام، تو (آزاد شدہ) غلام کا ترکہ مقر کے عصبہ پائیں گے اور اگر یہ آزاد شدہ غلام جنایت کرے، تو یہ اپنی جنایت میں سعی کرے، اس لیے کہ اس کا کوئی عاقلہ نہیں ہے، اور اگر کوئی اس کے خلاف جنایت کرے، تو ایک غلام کی قیمت لازم ہوگی، اس لیے کہ یہ گواہی دینے میں مملوک کی طرح ہے، اس لیے کہ اس کی آزادی ظاہری حالت سے ثابت ہے، جو دفع ہونے کا امکان رکھتا ہے، نہ کہ استحقاق کی وجہ سے۔

مجہول النسب آقا کا اقرار

مجہول النسب الخ: مجہول النسب آدمی تھا، اس کا ایک غلام تھا، اس نے اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد یہ اقرار کیا کہ میں تو فلاں کا غلام ہوں، اس پر مقرلہ نے اس کی تصدیق بھی کر دی، تو یہ اقرار صرف آزاد کرنے والے کے حق میں صحیح ہوگا اور غلام کے حق میں صحیح نہیں ہوگا۔

قَالَ رَجُلٌ لِآخَرَ لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ فِي جَوَابِهِ الصِّدْقَ أَوْ الْحَقَّ أَوْ الْيَقِينَ أَوْ نَكَّرَ كَقَوْلِهِ حَقًّا وَنَحْوَهُ أَوْ كَرَّرَ لَفْظَ الْحَقِّ أَوْ الصِّدْقِ كَقَوْلِهِ الْحَقَّ الْحَقَّ أَوْ حَقًّا حَقًّا وَنَحْوَهُ أَوْ قَرَنَ بِهَا الْبِرَّ كَقَوْلِهِ الْبِرُّ حَقٌّ أَوْ الْحَقُّ بِرٌّ إلَخْ فَإِقْرَارٌ وَلَوْ قَالَ الْحَقُّ حَقٌّ أَوْ الصِّدْقُ صِدْقٌ أَوْ الْيَقِينُ يَقِينٌ لَا يَكُونُ إقْرَارًا لِأَنَّهُ كَلَامٌ تَامٌّ بِخِلَافِ مَا مَرَّ، لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ لِلِابْتِدَاءِ فَجُعِلَ جَوَابًا فَكَأَنَّهُ قَالَ ادَّعَيْتَ الْحَقَّ إلَخْ.

ترجمه: کسی آدمی نے دوسرے سے کہا میرے تجھ پر ایک ہزار ہیں، چناں چہ اس کے جواب میں اس نے کہا "الصدق، الحق، یا الیقین" کہا؟ یا ان الفاظ کو نکرہ کے ساتھ استعمال کیا، جیسے حقا وغیرہ، یا لفظ "الحق او الصدق" کو مکرر کہا، جیسے الحق الحق، یا حقا حقا وغیرہ، یا ان الفاظ کے ساتھ "البر" کو ملایا، جیسے "البر حق، یا الحق بر الی آخرہ، تو یہ اقرار ہے اور اگر (اس نے جواب میں) الحق حق، یا الصدق صدق، یا الیقین یقین کہا، تو اقرار نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ کلام تام ہے، بخلاف اس کے جو گذر چکا، اس لیے کہ وہ ابتداءً کلام ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، لہذا وہ جواب ٹھہرے، گویا کہ اس نے

کہا میں نے حق بات کا دعویٰ کیا، الی آخرہ۔

الصدق جواب دینے کی صورت میں

قال رجل لآخر الخ: کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ایک ہزار ہیں اس دوسرے نے لفظ "الصدق او الحق او الیقین" کے لفظ سے جواب دیا، یا الحق الحق کہا، تو یہ اقرار ہے، اس لیے کہ یہ کلمات مکمل کلام کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، اس لیے یہ سمجھا جائے گا کہ یہ اسی کا جواب ہے؛ لیکن اگر الصدق صدق کہے، تو یہ اقرار نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو ایک کامل جملہ ہونے کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے یہ سمجھا جائے گا کہ یہ جواب نہیں ہے، بل کہ یہ دوسرا کلام ہے۔

قَالَ لِأَمَتِهِ يَا سَارِقَةُ يَا زَانِيَةُ يَا مَجْنُونَةُ يَا آبِقَةُ أَوْ قَالَ هٰذِهِ السَّارِقَةُ فَعَلَتْ كَذَا وَبَاعَهَا فَوُجِدَ بِهَا وَاحِدٌ مِنْهَا أَيْ مِنْ هٰذِهِ الْعُيُوبِ لَا تُرَدُّ بِهِ لِأَنَّهُ نِدَاءٌ أَوْ شَتِيمَةٌ لَا إِخْبَارٌ بِخِلَافِ هٰذِهِ سَارِقَةٌ أَوْ هٰذِهِ آبِقَةٌ أَوْ هٰذِهِ زَانِيَةٌ أَوْ هٰذِهِ مَجْنُونَةٌ حَيْثُ تُرَدُّ بِإِحْدَاهَا؛ لِأَنَّهُ إِخْبَارٌ، وَهُوَ لِتَحْقِيقِ الْوَصْفِ وَبِخِلَافِ يَا طَالِقُ أَوْ هٰذِهِ الْمُطَلَّقَةُ فَعَلَتْ كَذَا حَيْثُ تَطْلُقُ امْرَأَتُهُ لِتَمَكُّنِهِ مِنْ إِثْبَاتِهِ شَرْعًا فَجُعِلَ إِيجَابًا لِيَكُونَ صَادِقًا بِخِلَافِ الْأَوَّلِ دُرَرٌ.

ترجمہ: اپنی باندی سے یا سارقہ، یا زانیہ، یا مجنونہ، یا آبقہ، یا کہا کہ اس سارقہ نے ایسا کیا اور اس کو بیچ دیا، پھر ان عیوب میں سے کوئی عیب اس میں پایا گیا تو واپس نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ یہ نداء یا گالی ہے، نہ کہ اخبار، بخلاف یہ سارقہ، یہ زانیہ، یا یہ مجنونہ کے اس صورت میں ان عیوب میں سے کسی ایک کی وجہ سے واپس کی جائے گی، اس لیے کہ اخبار ہے، جو وصف کو ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے، بخلاف یا طالق، یا اس مطلقہ نے ایسا کیا، تو اس کی عورت پہ طلاق واقع ہو جائے گی، شوہر کے شرعاً طلاق ثابت کرنے پر قادر ہونے کی وجہ سے، تو: یہ کلام ایجاب ٹھہرا، تا کہ وہ سچا ہو جائے، بخلاف اول کے جیسا کہ درر میں ہے۔

یا سارقہ کہنے کی صورت میں

کسی نے اپنی باندی کو یا سارقہ وغیرہ کہا اس کے بعد اس کو بیچ دیا، بعد میں اس باندی میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب پایا گیا، تو اس عیب کی وجہ سے باندی واپس نہیں کی جائے گی، اس لیے یہ ایک طرح سے گالی ہے، اخبار نہیں ہے؛ لیکن اگر اشارہ کر کے "ہٰذہ سارقۃ" کہا، تو اس کی وجہ سے واپس کی جائے گی، اس لیے کہ یہ اخبار ہے، جس سے وصف ثابت ہو جاتا ہے، اس لیے اس صورت میں باندی واپس بھی کی جا سکتی ہے۔

إِقْرَارُ السَّكْرَانِ بِطَرِيقٍ مَحْظُورٍ أَيْ مَمْنُوعٍ مُحَرَّمٍ صَحِيحٌ فِي كُلِّ حَقٍّ فَلَوْ أَقَرَّ بِقَوَدٍ أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ فِي سُكْرِهِ وَفِي السَّرِقَةِ يَضْمَنُ الْمَسْرُوقَ كَمَا بَسَطَهُ سَعْدِيٌّ أَفَنْدِي فِي بَابِ حَدِّ الشُّرْبِ إِلَّا فِي مَا يَقْبَلُ الرُّجُوعَ كَالرِّدَّةِ وَ حَدِّ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَإِنْ سَكِرَ بِطَرِيقٍ مُبَاحٍ كَشُرْبِهِ مُكْرَهًا لَا يُعْتَبَرُ بَلْ هُوَ كَالْإِغْمَاءِ إِلَّا فِي سُقُوطِ الْقَضَاءِ وَتَمَامُهُ فِي أَحْكَامَاتِ الْأَشْبَاهِ.

ترجمہ: ممنوع چیز سے مست ہونے والے کا اقرار ہر حق میں صحیح ہے، لہٰذا اگر اس نے حد کا اقرار کیا، تو نشہ کی حالت میں اس پر قائم کی جائے گی اور سرقہ کا اقرار کی صورت میں مسروقہ شئے کا ضامن ہوگا، جیسا کہ سعدی آفندی نے حد الشرب کے بیان میں اس کی تفصیل کی ہے، مگر وہ اقرار (صحیح نہیں ہے) جو رجوع کو قبول کرے، جیسے مرتد ہونے، حد الزنا اور شرب خمر کا اور اگر

مست ہوا ہے جائز طریقے پر، جیسے جبر کی حالت میں شراب پی لی، تو اعتبار نہیں ہے، بل کہ وہ بے ہوش ہوجانے والے کی طرح ہے، مگر قضاء نماز کے ساقط ہونے میں، اس کا پورا بیان اشباہ کے احکامات میں ہے۔

نشہ کی حالت میں اقرار

اقرار السکران الخ: کسی نے شراب پی کر مست کی حالت میں ایسا اقرار کیا، جس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا ہے، تو وہ اقرار صحیح ہے؛ لیکن اگر ایسا اقرار کیا ہے جس سے رجوع کیا جا سکتا ہے یا اس کو کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا جس کے نتیجے میں مست ہونے کی وجہ سے اقرار کیا، تو وہ اقرار صحیح نہیں ہوگا۔

الْمُقَرُّ لَهُ إِذَا كَذَّبَ الْمُقِرَّ بَطَلَ إِقْرَارُهُ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّهُ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ إِلَّا فِي سِتٍّ عَلَى مَا هُنَا تَبَعًا لِلْأَشْبَاهِ الْإِقْرَارُ بِالْحُرِّيَّةِ وَالنَّسَبِ وَوَلَاءِ الْعَتَاقَةِ وَالْوَقْفِ فِي الْإِسْعَافِ لَوْ وَقَفَ عَلَى رَجُلٍ فَقَبِلَهُ ثُمَّ رَدَّهُ لَمْ يَرْتَدَّ وَإِنْ رَدَّهُ قَبْلَ الْقَبُولِ ارْتَدَّ وَالطَّلَاقُ وَالرِّقُّ فَكُلُّهَا لَا تَرْتَدُّ وَيُزَادُ الْمِيرَاثُ بَزَّازِيَّةٌ وَالنِّكَاحُ كَمَا فِي مُتَفَرِّقَاتِ قَضَاءِ الْبَحْرِ وَتَمَامُهُ ثَمَّةَ وَاسْتَثْنَى ثَمَّةَ مَسْأَلَتَيْنِ مِنَ الْإِبْرَاءِ: وَهُمَا إِبْرَاءُ الْكَفِيلِ لَا يَرْتَدُّ وَإِبْرَاءُ الْمَدْيُونِ بَعْدَ قَوْلِهِ أَوْ أَبْرِئْنِي فَأَبْرَأَهُ لَا يَرْتَدُّ فَالْمُسْتَثْنَى عَشَرَةٌ فَلْتُحْفَظْ وَفِي وَكَالَةِ الْوَهْبَانِيَّةِ وَمَتَى صَدَّقَهُ فِيهَا ثُمَّ رَدَّهُ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ وَهَلْ يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الرَّدِّ مَجْلِسُ الْإِبْرَاءِ خِلَافٌ؟ وَالضَّابِطُ أَنَّ مَا فِيهِ تَمْلِيكُ مَالٍ مِنْ وَجْهٍ يَقْبَلُ الرَّدَّ، وَإِلَّا فَلَا كَإِبْطَالِ شُفْعَةٍ وَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ لَا يَقْبَلُ الرَّدَّ وَهَذَا ضَابِطٌ جَيِّدٌ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: مقر لہ نے جب مقر کی تکذیب کردی، تو اس کا اقرار باطل ہوجائے گا، اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار رد کرنے سے رد ہوجاتا ہے، مگر ان چھ میں، جن کو مصنف علام نے یہاں اشباہ کی اتباع میں بیان کیے ہیں، حریت، نسب، ولائے عتاقہ اور وقف کا اقرار، اسعاف میں ہے کہ کسی شخص کو وقف کیا، اس نے قبول کیا، پھر وہ رد کرے، تو رد نہیں اور اگر اقرار کو قبول کرنے سے پہلے رد کردے تو رد ہوجائے گا اور طلاق ورقیت کا اقرار یہ سب رد نہیں ہوں گے، اس پر میراث زیادہ کی جائے گی، جیسا کہ اشباہ میں ہے اور نکاح جیسا کہ بحر کی کتاب القضاء کے متفرقات میں ہے، اس کا پورا بیان وہیں ہے اور دو مسئلے ابراء سے مستثنیٰ ہیں وہ دونوں کفیل کا بری کرنا رد نہیں ہوتا، مدیون کو بری کرنا اس کی فرمائش پر، چناں چہ اس کو بری کردیا، تو رد نہیں ہوگا، یہ دس مسئلے مستثنیٰ ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے، وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ وکالت کی تصدیق کے بعد اس کو رد کرنے سے رد نہیں ہوگا اور کیا صحت ابراء کے لیے مجلس ابراء شرط ہے؟ مشائخ کا اختلاف ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس میں کسی طرح سے مال کی تملیک ہو تو رد کو قبول کرے گا، ورنہ نہیں، جیسے شفعہ کا باطل ہونا، طلاق اور عتاق رد کو قبول نہیں کرتا ہے، یہ ضابطہ اچھا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

مقر کی تکذیب کی صورت میں

المقر لہ اذا کذب الخ: مقر لہ نے مقر کی تکذیب کردی، تو اس کا اقرار باطل ہوجائے گا؛ لیکن دس ایسے مسئلے ہیں جن میں مقر لہ کے رد کرنے کے باوجود اقرار رد نہیں ہوگا، اس کی تفصیل ترجمے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

صَالَحَ أَحَدَ الْوَرَثَةِ وَأَبْرَأَهُ إِبْرَاءً عَامًّا أَوْ قَالَ لَمْ يَبْقَ لِي حَقٌّ مِنْ تَرِكَةِ أَبِي عِنْدَ الْوَصِيِّ أَوْ قَبَضْتُ الْجَمِيعَ وَنَحْوَ ذَلِكَ ثُمَّ ظَهَرَ فِي يَدِ وَصِيِّهِ مِنَ التَّرِكَةِ شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ وَقْتَ الصُّلْحِ

وَتَحَقُّقَهُ تُسْمَعُ دَعْوَى حِصَّتِهِ مِنْهُ عَلَى الْأَصَحِّ صُلْحُ الْبَزَّازِيَّةِ وَلَا تَنَاقُضَ لِحَمْلِ قَوْلِهِ لَمْ يَبْقَ لِي حَقٌّ أَيْ مِمَّا قَبَضْتُهُ عَلَى أَنَّ الْإِبْرَاءَ عَنِ الْأَعْيَانِ بَاطِلٌ وَحِينَئِذٍ فَالْوَجْهُ عَدَمُ صِحَّةِ الْبَرَاءَةِ كَمَا أَفَادَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ وَاعْتَمَدَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ وَسَنُحَقِّقُهُ فِي الصُّلْحِ.

ترجمہ: وارثین میں سے ایک نے (مدعیٰ علیہ) سے صلح کی اور اس کو ابرائے عام کر دیا، یا یوں کہا کہ میرے والد کے ترکہ سے وصی کے پاس میرا کوئی حق باقی نہیں ہے، یا میں نے سب لے لیا ہے، وغیرہ ذلک، پھر وصی کے پاس ترکہ میں سے ایسی چیز نکلی، جس کا تذکرہ صلح کے وقت نہیں ہوا تھا، جس کو وارث نے بینہ سے ثابت کر دیا، تو اس کے حصے کے بقدر میں اس کا دعویٰ مسموع ہوگا، اصح قول کے مطابق، جیسا کہ بزازیہ کی کتاب الصلح میں ہے، کوئی اعتراض نہیں ہوگا وارث کے قول "لم یبق لی حق" کو اس چیز پر محمول کرنے کی صورت میں جس پر اس نے قبضہ کیا ہے، ورنہ تو (وارث کا) اعیان سے بری کرنا باطل ہے، اس وقت براءت کا صحیح نہ ہونے کی وجہ ہی (صحیح) ہے، جیسا کہ ابن الشحنہ نے بیان کیا ہے، نیز اس پر شرنبلالی نے اعتماد کیا ہے، عن قریب اس کو ہم کتاب الصلح میں بیان کریں گے۔

وارث کے صلح کرنے کی صورت میں

صالح احد الورثۃ الخ: وصی کے پاس مورث کا مال تھا، اس کو لینے کے بجائے ایک وارث نے وصی سے صلح کر لی، اس صلح کے بعد وارث نے وصی کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس کے پاس میرے والد کے ترکہ میں سے مال ہے، صلح کے بعد ایسا دعویٰ ہے، تو ہدایت یہ ہے کہ اب دیکھا جائے گا کہ وارث نے جس مال کا دعویٰ کیا ہے، صلح کے وقت اس کا ذکر آیا تھا کہ نہیں، اگر آیا تھا، تو وارث کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا؛ لیکن اگر صلح کے وقت اس مال کا تذکرہ نہیں آیا تھا، جسے وصی نے چھپا رکھا تھا، تو اس صورت میں وارث کا دعویٰ اس کے حصے کے بقدر میں مسموع ہوگا۔

أَقَرَّ رَجُلٌ بِمَالٍ فِي صَكٍّ وَأَشْهَدَ عَلَيْهِ بِهِ ثُمَّ ادَّعَى أَنَّ بَعْضَ هَذَا الْمَالِ الْمُقَرِّ بِهِ قَرْضٌ وَبَعْضُهُ رِبًا عَلَيْهِ فَإِنْ أَقَامَ عَلَى ذَلِكَ بَيِّنَةً تُقْبَلُ وَإِنْ كَانَ مُتَنَاقِضًا؛ لِأَنَّا نَعْلَمُ أَنَّهُ مُضْطَرٌّ إِلَى هَذَا الْإِقْرَارِ شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ. قُلْتُ: وَحَرَّرَ شَارِحُهَا الشُّرُنْبُلَالِيُّ أَنَّهُ لَا يُفْتَى بِهَذَا الْفَرْعِ لِأَنَّهُ لَا عُذْرَ لِمَنْ أَقَرَّ غَايَتُهُ أَنْ يُقَالَ بِأَنَّهُ يَحْلِفُ الْمُقَرُّ لَهُ عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوَى فِي هَذِهِ وَنَحْوِهَا اهـ. قُلْتُ: وَبِهِ جَزَمَ الْمُصَنِّفُ فِيمَنْ أَقَرَّ فَتَدَبَّرْ.

ترجمہ: ایک آدمی نے چیک میں مال کا اقرار کیا اور اس پر گواہ بھی بنا دیئے، پھر اسنے دعویٰ کیا کہ کچھ مال تو قرض کا ہے اور کچھ بیاج ہے، اگر وہ اس پر گواہ قائم کر دے، تو اس کی بات مانی جائے گی، اگر چہ تناقض ہو، اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار میں مضطر ہے، جیسا کہ شرح وہبانیہ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس فرع پر فتویٰ نہ دے، اس لیے کہ اقرار کے بعد کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا، نتیجۃً کہا جائے کہ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق مقرلہ قسم کھائے، اس لیے کہ وہ اس جیسے مسئلے میں فتویٰ دینے کے زیادہ حق دار ہیں، بات ختم ہوئی، میں کہتا ہوں اسی پر مصنف علام نے اعتماد کیا ہے، جیسا کہ گذر چکا، لہذا غور کر لینا چاہیے۔

اقرار کے بعد کچھ الگ کرنا

اقر رجل بمال فی صک الخ: ایک آدمی نے چیک میں کچھ مال کا اقرار کیا، اس پر گواہ بھی بنا لیے، اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ جتنے کا میں نے اقرار کیا ہے، اس میں سے اتنا تو قرض کا ہے اور اتنا مال بیاج کا ہے، اگر اس کے پاس گواہ ہیں، تو اس کی بات مانی جائے گی ورنہ چیک میں جتنے کا مال کا اقرار کیا ہے، اتنا مال دینا لازم ہوگا۔

أَقَرَّ بَعْدَ الدُّخُولِ مِنْ هُنَا إِلَى كِتَابِ الصُّلْحِ ثَابِتٌ فِي نُسَخِ الْمَتْنِ سَاقِطٌ مِنْ نُسَخِ الشَّرْحِ أَنَّهُ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ لَزِمَهُ مَهْرٌ بِالدُّخُولِ وَنِصْفٌ بِالْإِقْرَارِ أَقَرَّ الْمَشْرُوطُ لَهُ الرِّيعُ أَوْ بَعْضُهُ أَنَّهُ أَيْ رِيعَ الْوَقْفِ يَسْتَحِقُّهُ فُلَانٌ دُونَهُ صَحَّ وَسَقَطَ حَقُّهُ، وَلَوْ كِتَابُ الْوَقْفِ بِخِلَافِهِ وَلَوْ جَعَلَهُ لِغَيْرِهِ أَوْ أَسْقَطَهُ لَا لِأَحَدٍ لَمْ يَصِحَّ وَكَذَا الْمَشْرُوطُ لَهُ النَّظَرُ عَلَى هٰذَا كَمَا مَرَّ فِي الْوَقْفِ وَذَكَرَهُ فِي الْأَشْبَاهِ ثَمَّةَ وَهُنَا وَفِي السَّاقِطِ لَا يَعُودُ فَرَاجِعْهُ. الْقِصَصُ الْمَرْفُوعَةُ إِلَى الْقَاضِي لَا يُؤَاخَذُ رَافِعُهَا بِمَا كَانَ فِيهَا مِنْ إِقْرَارٍ وَتَنَاقُضٍ لِمَا قَدَّمْنَا فِي الْقَضَاءِ أَنَّهُ لَا يُؤَاخَذُ بِمَا فِيهَا إِلَّا إِذَا أَقَرَّ بِلَفْظِهِ صَرِيحًا قَالَ: لَهُ عَلَيَّ أَلْفٌ فِي عِلْمِي أَوْ فِيمَا أَعْلَمُ أَوْ أَحْسِبُ أَوْ أَظُنُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ خِلَافًا لِلثَّانِي فِي الْأَوَّلِ قُلْنَا: هِيَ لِلشَّكِّ عُرْفًا نَعَمْ لَوْ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ لَزِمَهُ اتِّفَاقًا

ترجمہ: یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخے میں ثابت ہے؛ لیکن مصنف علام کی شرح سے ساقط ہے، دخول کے بعد اقرار کیا کہ میں نے اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی ہے، تو اس پہ دخول کی وجہ سے پورا مہر اور اقرار کی وجہ سے آدھا مہر لازم ہوگا، جس کے لیے وقف کے تمام منافع مشروط ہیں اس نے اقرار کیا کہ فلاں کے لیے ربع، یا بعض منافع ہیں، تو فلاں ربع منافع کا مستحق ہوگا، نہ کہ وہ تو یہ اقرار صحیح ہو کر اس کا حق ساقط ہو جائے گا، اگر وقف کے دستاویز میں اس کے خلاف ہو اور حق کو دوسرے کے لیے مقرر کر دیا، یا (بلا تعیین) دوسرے کے لیے ساقط کر دیا، تو صحیح نہیں ہے، ایسے ہی جس کے لیے وقف کی نظامت مشروط ہے، اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے، جیسا کہ کتاب الوقف میں گذر چکا اور اشباہ میں کتاب الوقف اور کتاب الاقرار میں اس قاعدے کے تحت (مذکور) ہے کہ ساقط لوٹتا نہیں ہے، اس لیے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے، قصے لکھ کر قاضی کے پاس پیش کرنے والا ماخوذ نہیں ہوگا، جو کچھ اس میں اقرار اور تناقض میں سے ہو، اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے قضاء میں بیان کی ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ماخوذ نہیں ہوگا، الا یہ کہ وہ لفظ صریح سے اقرار کرے، کسی نے کہا میری جانکاری کے مطابق اس کے مجھ پر ایک ہزار ہیں، یا جو میں جانتا ہوں، یا میرے حساب وگمان کے مطابق، تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے؛ لیکن پہلی صورت (فی علمی) میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، ہم کہتے ہیں یہ سب عرفاً شک کے لیے ہیں، جی اگر "علمت" کہے تو لازم ہوگا بالاتفاق۔

دخول کے بعد طلاق کا اقرار کرنا

اقر بعد الدخول الخ: کسی شخص نے بیوی سے دخول کے بعد یہ اقرار کیا کہ میں نے تو اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی تھی، تو اس صورت میں اس پر دو مہر لازم ہوں

گے ایک دخول کی وجہ سے اور دوسرا اس اقرار کی وجہ سے کہ میں نے اس کو دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی ہے، اس لیے کہ اس صورت میں نصف مہر لازم ہوتا ہے۔

قَالَ غَصَبْنَا أَلْفًا مِنْ فُلَانٍ ثُمَّ قَالَ كُنَّا عَشَرَةَ أَنْفُسٍ مَثَلًا وَادَّعَى الْغَاصِبُ كَذَا فِي نُسَخِ الْمَتْنِ وَقَدْ عَلِمْتَ سُقُوطَ ذَلِكَ مِنْ نُسَخِ الشَّرْحِ، وَصَوَابُهُ: وَادَّعَى الطَّالِبُ كَمَا عَبَّرَ بِهِ فِي الْمَجْمَعِ وَقَالَ شُرَّاحُهُ أَيِ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ أَنَّهُ هُوَ وَحْدَهُ غَصَبَهَا لَزِمَهُ الْأَلْفُ كُلُّهَا وَأَلْزَمَهُ زُفَرُ بِعُشْرِهَا قُلْنَا: هَذَا الضَّمِيرُ يُسْتَعْمَلُ فِي الْوَاحِدِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِفِعْلِهِ دُونَ غَيْرِهِ فَيَكُونُ قَوْلُهُ كُنَّا عَشَرَةً رُجُوعًا فَلَا يَصِحُّ نَعَمْ لَوْ قَالَ غَصَبْنَاهُ كُلُّنَا صَحَّ اتِّفَاقًا لِأَنَّهُ لَا يُسْتَعْمَلُ فِي الْوَاحِدِ.

قَالَ رَجُلٌ أَوْصَى أَبِي بِثُلُثِ مَالِهِ لِزَيْدٍ بَلْ لِعَمْرٍو بَلْ لِبَكْرٍ فَالثُّلُثُ وَلَيْسَ لِغَيْرِهِ شَيْءٌ وَقَالَ زُفَرُ لِكُلٍّ ثُلُثُهُ وَلَيْسَ لِلِابْنِ شَيْءٌ قُلْنَا نَفَاذُ الْوَصِيَّةِ فِي الثُّلُثِ وَقَدْ أَقَرَّ بِهِ لِلْأَوَّلِ فَاسْتَحَقَّهُ فَلَمْ يَصِحَّ رُجُوعُهُ بَعْدَ ذَلِكَ لِلثَّانِي بِهَا بِخِلَافِ الدَّيْنِ لِنَفَاذِهِ مِنَ الْكُلِّ. الْكُلُّ مِنَ الْمَجْمَعِ.

ترجمہ: کسی نے اقرار کیا کہ ہم نے فلاں شخص سے ایک ہزار غصب کیے، پھر مقر نے کہا کہ ہم سب دس تھے، مثال کے طور؛ لیکن مغصوب نے دعویٰ کیا کہ غاصب نے تنہا غصب کیے ہیں، تو تنہا مقر پر ایک ہزار (درہم) لازم ہوں گے اور امام زفر نے دسوں پر لازم کیے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ یہ (جمع متکلم کی) ضمیر واحد کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کی خبر دیتا ہے، نہ کہ دوسرے کی، لہٰذا اس کا ''کنا عشرۃ'' کہنا اقرار سے رجوع ہے، جو صحیح نہیں ہے، ہاں اگر کہتا کہ ہم میں سے ہر ایک نے غصب کیا ہے، تو بالاتفاق صحیح ہوتا، اس لیے کہ یہ تعبیر واحد کے لیے مستعمل نہیں ہے، ایک آدمی نے کہا کہ میرے والد نے زید کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہے؛ بل کہ عمر کے لیے، بل کہ بکر کے لیے، تو ایک ثلث پہلے کے لیے ہے اور دوسروں کے لیے کچھ نہیں ہے؛ لیکن امام زفر نے کہا کہ ہر ایک کے لیے ایک ایک ثلث ہے اور ابن کے لیے کچھ نہیں ہے، ہم جواب دیتے ہیں وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے، جس کا اقرار پہلے کے لیے ہو چکا ہے، نیز وہ مستحق ہو گیا ہے، لہٰذا اس کے بعد رجوع صحیح نہیں ہوگا کہ اس میں سے کچھ دوسرے کو ملے بخلاف دین کے کل میں اس کے نافذ ہونے کی وجہ سے، یہ تمام مسئلے مجمع سے ماخوذ ہیں۔ واللہ اعلم

اقرار کر کے دوسروں کو شامل کرنا

قال غصبنا الفا الخ: ایک آدمی نے جمع کے صیغہ کے ساتھ اقرار کیا، تو یہ اقرار اس کے حق میں صحیح ہے اور اس نے جتنے کا اقرار کیا ہے اتنا دینا لازم ہوگا، اب اگر وہ یہ کہے کہ ہم دس تھے، تو اس کی یہ بات تسلیم نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ بعد میں اس کا یہ کہنا سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کر رہا ہے، جو صحیح نہیں ہے، ہاں اگر وہ یہ کہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے غصب کیا ہے، تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لی کہ یہ تعبیر واحد کے لیے مستعمل نہیں ہے۔

فُرُوعٌ: أَقَرَّ بِشَيْءٍ ثُمَّ ادَّعَى الْخَطَأَ لَمْ يُقْبَلْ إِلَّا إِذَا أَقَرَّ الطَّلَاقَ بِنَاءً عَلَى إِفْتَاءِ الْمُفْتِي، ثُمَّ تَبَيَّنَ عَدَمُ الْوُقُوعِ لَمْ يَقَعْ يَعْنِي دِيَانَةً قُنْيَةٌ. إِقْرَارُ الْمُكْرَهِ بَاطِلٌ إِلَّا إِذَا أَقَرَّ السَّارِقُ مُكْرَهًا

فَأَفْتَى بَعْضُهُمْ بِصِحَّتِهِ ظَهِيرِيَّةٌ. الْإِقْرَارُ بِشَيْءٍ مُحَالٍ وَبِالدَّيْنِ بَعْدَ الْإِبْرَاءِ مِنْهُ بَاطِلٌ، وَلَوْ بِمَهْرٍ بَعْدَ هِبَتِهَا لَهُ عَلَى الْأَشْبَهِ. نَعَمْ لَوْ ادَّعَى دَيْنًا بِسَبَبٍ حَادِثٍ بَعْدَ الْإِبْرَاءِ الْعَامِّ، وَأَنَّهُ أَقَرَّ بِهِ يَلْزَمُهُ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي فَتَاوِيهِ. قُلْتُ: وَمُفَادُهُ أَنَّهُ لَوْ أَقَرَّ بِبَقَاءِ الدَّيْنِ أَيْضًا فَحُكْمُهُ كَالْأَوَّلِ وَهِيَ وَاقِعَةُ الْفَتْوَى فَتَأَمَّلْ. الْفِعْلُ فِي الْمَرَضِ أَحَطُّ مِنْ فِعْلِ الصِّحَّةِ إلَّا فِي مَسْأَلَةِ إسْنَادِهِ النَّاظِرَ لِغَيْرِهِ بِلَا شَرْطٍ فَإِنَّهُ صَحِيحٌ فِي الْمَرَضِ لَا فِي الصِّحَّةِ تَتِمَّةٌ وَتَمَامُهُ فِي الْأَشْبَاهِ

وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ:

أَقَرَّ بِمَهْرِ الْمِثْلِ فِي ضَعْفِ مَوْتِهِ ☆ فَبَيِّنَةُ الْإِيهَابِ مِنْ قَبْلُ تُهْدَرُ

وَإِسْنَادُ بَيْعٍ فِيهِ لِلصِّحَّةِ اقْبَلَنْ ☆ وَفِي الْقَبْضِ مِنْ ثُلْثِ التُّرَاثِ يُقَدَّرُ

وَلَيْسَ بِلَا تَشْهَدْ مُقِرًّا نَعُدُّهُ ☆ وَلَوْ قَالَ لَا تُخْبِرْ فَخُلْفٌ يُسَطَّرُ

وَمَنْ قَالَ مِلْكِي ذَا الَّذِي كَانَ مُنْشَأً ☆ وَمَنْ قَالَ هَذَا مِلْكُ ذَا فَهُوَ مُظْهِرُ

وَمَنْ قَالَ لَا دَعْوَى لِي الْيَوْمَ عِنْدَ ذَا ☆ فَمَا يَدَّعِي مِنْ بَعْدُ مِنْهَا فَمُنْكَرُ.

ترجمہ: کسی چیز کا اقرار کر کے خطاء کا دعویٰ کرتا ہے، تو قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ کسی مفتی کے فتویٰ کی بنیاد پر طلاق کا اقرار کیا، پھر واقع نہ ہونا ظاہر ہوا، تو دیانتاً طلاق واقع نہ ہوگی، جیسا کہ قنیہ میں ہے، مکرہ کا اقرار باطل ہے، مگر جب کہ چور مکرہ کی حالت میں اقرار کرے، تو بعضوں نے صحت کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، شئے محال اور معاف کرنے کے بعد دین کا اقرار باطل ہے، اگر چہ بیوی کی جانب سے شوہر کو ہبہ کرنے کے بعد مہر کا اقرار ہو، قول اشبہ کے مطابق، جی اگر نئے سبب کی وجہ سے دین کا دعویٰ کرے، ابرائے عام کے بعد، نیز یہ دعویٰ کہ مدیون نے اس کا اقرار کیا ہے، تو یہ لازم ہوگا، جسے مصنف علام نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر (معافی کے بعد) دین کا اقرار کرے، تو اس کا بھی حکم پہلے کی طرح ہے (باطل ہے) اور یہ فتوے کی حالت ہے، اس لیے تامل کرنا چاہیے، مریض کا فعل غیر مریض کے فعل سے کم تر ہے، مگر ناظر کے مسئلے میں کہ اس نے دوسرے کے لیے بلا شرط نظارت کو منسوب کرے تو صحیح ہے مرض کی حالت میں، نہ کہ صحت کی حالت میں، جیسا کہ تتمہ میں ہے، اس کا پورا بیان اشباہ میں ہے — وہبانیہ میں ہے:

مرض الموت میں مہر مثل کا اقرار کیا — تو مرض سے پہلے مہر ہبہ کرنے کی گواہی باطل ہے

بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر — اور قبض ثمن میں، تو ثلث مال میراث سے متعین کیا جائے گا

یہ اقرار نہیں ہے کہ اس کی گواہی نہ دیجیے اس لیے اقرار شمار نہیں کرتے — اور اگر کہا با خبر نہ کیجیے، تو اس میں اختلاف ہے

جس نے کہا یہ میری ملک فلاں کی ہے تو وہ ملک کا موجد ہے — اور جس نے کہا یہ ملک فلاں کی ہے، تو وہ ملک کا مظہر ہے

جس نے کہا آج میرا فلاں پر کوئی دعویٰ نہیں ہے — لہذا وہ (آج) جو دعویٰ کرے گا وہ مقبول نہیں ہے

اقرار کے بعد غلطی کا اعتراف کرنا

اقر بشيء الخ: اقرار کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اقرار تو میں نے غلطی سے کر لیا تھا، تو اس کا یہ غلطی کا اعتراف مقبول نہیں ہوگا اور اس کو اپنے اقرار کے مطابق ادا کرنا ہی ہوگا۔

كِتَابُ الصُّلْحِ

مُنَاسَبَتُهُ أَنَّ إِنْكَارَ الْمُقِرِّ سَبَبٌ لِلْخُصُومَةِ الْمُسْتَدْعِيَةِ لِلصُّلْحِ هُوَ لُغَةً اسْمٌ مِنَ الْمُصَالَحَةِ وَشَرْعًا عَقْدٌ يَرْفَعُ النِّزَاعَ وَيَقْطَعُ الْخُصُومَةَ .

ترجمہ: کتاب الاقرار سے اس کی مناسب یہ ہے کہ مقر کا اقرار جھگڑے کا سبب ہے جو صلح کو چاہتا ہے وہ نام ہے مصالحت کا اور شرعا وہ عقد ہے جس سے نزع اٹھ جائے یعنی جھگڑا ختم ہو جائے۔

مناسبت مناسبته الخ: کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے مناسب یہ ہے کہ مقر کا انکار جھگڑے کا سبب ہے اور یہ جھگڑے ختم کر دیتی ہے، یعنی ایک سے مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور دوسرے کی وجہ سے وہ مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، یہی مناسبت کی وجہ ہے۔

لغوی: ھو لغة اسم من المصالحة: یہ مصالحت سے مشتق ہے، جس کے معنی صلح کرنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: و شرعاً الخ: اصطلاح شرع میں صلح ایسے عقد کو کہا جاتا ہے، جس سے جھگڑا ختم ہو جائے۔

(وَرُكْنُهُ الْإِيجَابُ) مُطْلَقًا (وَالْقَبُولُ) فِيمَا يَتَعَيَّنُ أَمَّا فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ كَالدَّرَاهِمِ فَيَتِمُّ بِلَا قَبُولٍ عِنَايَةٌ وَسَيَجِيءُ.

ترجمہ: اس کا رکن مطلقاً ایجاب ہے اور متعین اشیاء میں قبول ہے، بہر حال جو اشیاء متعین نہ ہوں جیسے دراہم، تو بغیر قبول کے پورا ہو جائے گا، جیسا کہ عنایہ میں ہے اور عن قریب آرہا ہے۔

صلح کا رکن رکنه الایجاب الخ: صلح کی جانے والی چیز دو طرح کی ہوں گی ایک یہ کہ متعین کرنے سے متعین ہو جائے گی، دوم یہ کہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوگی، جیسے دراہم، اگر پہلی صورت ہے، تو ایجاب وقبول دونوں رکن ہوں گے؛ لیکن اگر دوسری صورت ہے کہ صلح کی جانے والی چیز ایسی ہے کہ متعین کرنے سے متعین نہ ہو، تو صرف ایجاب رکن ہے اور قبول رکن نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اسقاط کی صورت ہے، جس میں قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

وَشَرْطُهُ الْعَقْلُ لَا الْبُلُوغُ وَالْحُرِّيَّةُ فَصَحَّ مِنْ صَبِيٍّ مَأْذُونٍ إِنْ عَرَى صُلْحُهُ عَنْ ضَرَرٍ بَيِّنٍ وَ صَحَّ مِنْ عَبْدٍ مَأْذُونٍ وَمُكَاتَبٍ لَوْ فِيهِ نَفْعٌ وَ شَرْطُهُ أَيْضًا كَوْنُ الْمُصَالَحِ عَلَيْهِ مَعْلُومًا إِنْ كَانَ يَحْتَاجُ إِلَى قَبْضِهِ وَ كَوْنُ الْمُصَالَحِ عَنْهُ حَقًّا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ، وَلَوْ كَانَ غَيْرَ مَالٍ كَالْقِصَاصِ وَالتَّعْزِيرِ مَعْلُومًا كَانَ الْمُصَالَحُ عَنْهُ أَوْ مَجْهُولًا لَا يَصِحُّ لَوِ الْمُصَالَحُ عَنْهُ مِمَّا لَا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ وَبَيَّنَهُ بِقَوْلِهِ كَحَقِّ شُفْعَةٍ وَحَدِّ قَذْفٍ وَكَفَالَةٍ بِنَفْسٍ وَيَبْطُلُ بِهِ الْأَوَّلُ وَالثَّالِثُ وَكَذَا الثَّانِي لَوْ قَبْلَ الرَّفْعِ لِلْحَاكِمِ لَا حَدَّ زِنًا وَشُرْبٍ مُطْلَقًا.

ترجمہ: اس کی شرط عقل مند ہونا ہے، نہ کہ بلوغ اور حریت، لہذا صبی ماذون سے صحیح ہے، اگر اس کی صلح ظاہری ضرر سے خالی ہو، نیز عبد ماذون اور مکاتب سے صحیح ہے، اگر اس میں نفع ہو، اس کی شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز پر صلح کی جارہی ہے وہ معلوم ہو، اگر اس میں قبضے کی ضرورت ہو، نیز مصالح عنہ ایسا حق ہو، جس کا عوض لینا جائز ہو، اگر مال کے علاوہ ہو، جیسے قصاص اور تعزیر؛ لیکن اگر مصالح عنہ ان چیزوں میں سے ہے جس کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے، معلوم ہو کہ مجہول، تو صلح صحیح نہیں ہے، مصنف

علام نے اپنے قول سے مثال دی، جیسے شفعہ، حد قذف اور کفالت بالنفس، پہلا اور تیسرا، تو (مطلقا) باطل ہے اور دوسرا باطل ہے، اگر حاکم کے پاس لے جانے سے پہلے ہو، حد شرب اور زنا پر صلح مطلقا صحیح نہیں ہے۔

شرائط صلح وشرطه العقل الخ: صلح کی تین شرطیں ہیں (۱) یہ کہ صلح کرنے والے عاقل ہوں (۲) جس چیز پر صلح کی جارہی ہے وہ معلوم ہو (۳) یہ کہ جس چیز کی صلح کی جارہی ہے وہ ایسا حق ہو کہ جس کا بدلہ لینا شرعاً جائز ہو۔

وَطَلَبُ الصُّلْحِ كَافٍ عَنِ الْقَبُولِ مِنَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِنْ كَانَ الْمُدَّعَى بِهِ مِمَّا لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَطَلَبُ الصُّلْحِ عَلَى ذَلِكَ، لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ لِلْبَعْضِ، وَهُوَ يَتِمُّ بِالْمُسْقِطِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَبُولِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لِأَنَّهُ كَالْبَيْعِ بَحْرٌ. وَحُكْمُهُ وُقُوعُ الْبَرَاءَةِ عَنِ الدَّعْوَى وَوُقُوعُ الْمِلْكِ فِي مُصَالَحٍ عَلَيْهِ وَعَنْهُ لَوْ مُقِرًّا أَوْ هُوَ صَحِيحٌ مَعَ إِقْرَارٍ أَوْ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ فَالْأَوَّلُ حُكْمُهُ كَبَيْعٍ إِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ وَحِينَئِذٍ فَتَجْرِي فِيهِ أَحْكَامُ الْبَيْعِ كَالشُّفْعَةِ وَالرَّدِّ بِعَيْبٍ وَخِيَارِ رُؤْيَةٍ وَشَرْطٍ وَيُفْسِدُهُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ الْمُصَالَحِ عَلَيْهِ لَا جَهَالَةُ الْمُصَالَحِ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ يَسْقُطُ وَتُشْتَرَطُ الْقُدْرَةُ عَلَى تَسْلِيمِ الْبَدَلِ وَمَا اُسْتُحِقَّ مِنَ الْمُدَّعِي أَيِ الْمُصَالَحِ عَنْهُ يَرُدُّ الْمُدَّعِي حِصَّتَهُ مِنَ الْعِوَضِ أَيِ الْبَدَلِ إِنْ كُلًّا فَكُلًّا أَوْ بَعْضًا فَبَعْضًا وَمَا اُسْتُحِقَّ مِنَ الْبَدَلِ يَرْجِعُ الْمُدَّعِي بِحِصَّتِهِ مِنَ الْمُدَّعَى كَمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ، وَهَذَا حُكْمُهَا وَحُكْمُهُ كَإِجَارَةٍ إِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ مَالٍ بِمَنْفَعَةٍ كَخِدْمَةِ عَبْدٍ وَسُكْنَى دَارٍ فَشَرْطُ التَّوْكِيلِ فِيهِ إِنْ اُحْتِيجَ إِلَيْهِ وَإِلَّا لَا كَصَبْغِ ثَوْبٍ.

ترجمہ: طلب صلح پر مدعی علیہ کی جانب سے قبول کرنے سے بے نیاز ہے، اگر مدعی بہ ان چیزوں میں سے ہو، جو متعین کرنے سے متعین نہ ہو، جیسے دراہم ودنانیر، نیز اس صورت میں طلب صلح بعض کا اسقاط ہے، جو ساقط کرنے والے سے پورا ہوجاتا ہے اور اگر ان چیزوں میں سے ہو جو متعین کرنے سے متعین ہوجائے، تو مدعی علیہ پر قبول کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ بیع کی طرح ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔ اس کا حکم دعویٰ سے براءت واقع ہونا اور مصالح علیہ وعنہ میں (مدعی) کی ملک واقع ہونا ہے، اگر (مدعی علیہ) مقر ہو اور یہ اقرار، سکوت، یا انکار کی صورت میں صحیح ہے، لہذا پہلا اس کا حکم بیع کی طرح ہے، اگر صلح مال کے بدلے میں مال ہو، اس وقت اس میں بیع کے احکام جاری ہوں گے، جیسے شفعہ، عیب کی بنیاد پر واپسی، خیار شرط ورؤیت، نیز بدل یعنی مصالح علیہ کی جہالت سے (صلح) فاسد ہوجائے گی، نہ کہ مصالح عنہ کی جہالت سے، اس لیے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے، بدل کی حوالگی پر قادر ہونا بھی شرط ہے، مصالح عنہ میں سے جتنے کا غیر مستحق نکلے، مدعی اپنے حصے سے اتنا بدل واپس کردے، اگر کل ہے، تو کل، یا بعض ہے تو بعض اور جتنے حصے کا مدعی مستحق ہے وہ اتنا لے لے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اس لیے کہ معاوضہ ہے، اس لیے کہ معاوضہ کا یہی حکم ہے اس کا حکم اجارہ کی طرح اس وقت ہے، جب مال کی صلح منفعت کے بدلے ہو، جیسے خدمت عبد اور سکنیٰ دار، تو اس صورت میں ضرورت پر توقیت شرط ہوگی، ورنہ کپڑا رنگنے کی طرح ہے۔

صلح کا حکم

وحکمه وقوع البراءة الخ: اس کا حکم صاحب معاملہ کو بری کر کے، اس انداز میں معاملے کا تصفیہ کر لے کہ نزاع کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

وَيَبْطُلُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا وَبِهَلَاكِ الْمَحَلِّ فِي الْمُدَّةِ وَكَذَا لَوْ وَقَعَ عَنْ مَنْفَعَةٍ بِمَالٍ أَوْ بِمَنْفَعَةٍ عَنْ جِنْسٍ آخَرَ ابْنُ كَمَالٍ لِأَنَّهُ حُكْمُ الْإِجَارَةِ. وَالْأَخِيرَانِ أَيِ الصُّلْحُ بِسُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ مُعَاوَضَةٌ فِي حَقِّ الْمُدَّعِي وَفِدَاءُ يَمِينٍ وَقَطْعُ نِزَاعٍ فِي حَقِّ الْآخَرِ وَحِينَئِذٍ فَلَا شُفْعَةَ فِي صُلْحٍ عَنْ دَارٍ مَعَ أَحَدِهِمَا أَيْ مَعَ سُكُوتٍ أَوْ إِنْكَارٍ لَكِنْ لِلشَّفِيعِ أَنْ يَقُومَ مَقَامَ الْمُدَّعِي فَيُدْلِي بِحُجَّتِهِ، فَإِنْ كَانَ لِلْمُدَّعِي بَيِّنَةٌ أَقَامَهَا الشَّفِيعُ عَلَيْهِ وَأَخَذَ الدَّارَ بِالشُّفْعَةِ لِأَنَّ بِإِقَامَةِ الْحُجَّةِ تَبَيَّنَ أَنَّ الصُّلْحَ كَانَ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ، وَكَذَا لَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَحَلَفَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَنَكَلَ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَتَجِبُ فِي صُلْحٍ وَقَعَ عَلَيْهَا بِأَحَدِهِمَا أَوْ بِإِقْرَارٍ، لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يَأْخُذُهَا عَنِ الْمَالِ فَيُؤَاخَذُ بِزَعْمِهِ. وَمَا اسْتُحِقَّ مِنَ الْمُدَّعِي رَدَّ الْمُدَّعِي حِصَّتَهُ مِنَ الْعِوَضِ وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ فَيُخَاصِمُ الْمُسْتَحِقَّ لِخُلُوِّ الْعِوَضِ عَنِ الْغَرَضِ وَمَا اسْتُحِقَّ مِنَ الْبَدَلِ رَجَعَ إِلَى الدَّعْوَى فِي كُلِّهِ أَوْ بَعْضِهِ هَذَا إِذَا لَمْ يَقَعِ الصُّلْحُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ فَإِنْ وَقَعَ بِهِ رَجَعَ بِالْمُدَّعِي نَفْسِهِ لَا بِالدَّعْوَى؛ لِأَنَّ إِقْدَامَهُ عَلَى الْمُبَايَعَةِ إِقْرَارٌ بِالْمِلْكِيَّةِ عَيْنِيٌّ وَغَيْرُهُ.

ترجمہ: دونوں میں سے ایک کی موت سے صلح باطل ہو جاتی ہے، ایسے ہی مدت میں محل کے ہلاک ہونے سے یہی حکم ہے، اگر منفعت پر صلح واقع ہو مال کے بدلے، یا منفعت پر صلح ہو دوسری جنس کے عوض، جیسا کہ ابن کمال نے صراحت کی ہے، اس لیے کہ یہ اجارہ کا حکم ہے، اخیر کی دونوں یعنی سکوت وانکار سے صلح، تو یہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہے اور مدعیٰ علیہ کے حق میں قطع نزاع اور یمین کا بدلہ ہے، لہٰذا ان دونوں یعنی سکوت اور انکار کے ساتھ گھر پر صلح کی صورت میں شفعہ نہیں ہوگا؛ لیکن شفیع کو اختیار ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو کر مدعی کی حجت سے وسیلہ پکڑے، لہٰذا اگر مدعی کے پاس بینہ ہے، تو شفیع مدعیٰ علیہ کے خلاف گواہ قائم کر کے، شفعہ کی بنیاد پر گھر کو لے لے، اس لیے کہ گواہ قائم کر دینے کی صورت میں صلح بیع کے حکم میں ہوگئی، یہی حکم ہے، اگر بینہ نہیں ہے، تو مدعیٰ علیہ سے قسم کا مطالبہ؛ لیکن اس نے انکار کیا، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، واجب ہے اس صلح میں جو گھر پر ہوئی ان دونوں، یا اقرار کی بنیاد پر، اس لیے کہ مدعی گھر کو مال کے عوض میں لیتا ہے، اس لیے وہ اپنے گمان کے مطابق لے گا اور مصالح عنہ کا غیر مستحق نکلے، تو مدعی اس کو اس کے حصے سے دے دے اور وہ مالک مستحق سے تقادہ کر کے واپس لے لے عوض کے، غرض سے خالی ہونے کی وجہ سے اور بدل صلح کا غیر مستحق نکلے، تو کل کو یا بعض کو دعویٰ کی طرف پھیرے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب صلح لفظ بیع کے ساتھ واقع نہ ہو، لہٰذا اگر لفظ بیع کے ساتھ واقع ہو تو خود مدعیٰ (مصالح عنہ) کو واپس کر لے، دعویٰ کی حاجت نہیں ہے، اس لیے کہ مدعیٰ علیہ کی بیع کے لیے پیش قدمی ملکیت کا اقرار ہے، جیسا کہ عینی وغیرہ میں ہے۔

صلح کرنے والا نہ رہے

ویبطل بموت احدهما الخ: صلح کرنے والے میں سے کوئی مرجائے، تو صلح باطل ہو جائے گی، اس لیے کہ جب تکمیل عقد سے پہلے ہی عاقدین میں سے کوئی مرجائے، تو عقد باطل ہو جایا کرتا ہے۔

وَهَلَاكُ الْبَدَلِ كُلًّا أَوْ بَعْضًا قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَهُ أَيْ لِلْمُدَّعِي كَاسْتِحْقَاقِهِ كَذَلِكَ فِي الْفَصْلَيْنِ أَيْ مَعَ إِقْرَارٍ أَوْ سُكُوتٍ وَإِنْكَارٍ وَهَذَا لَوْ الْبَدَلُ مِمَّا يَتَعَيَّنُ، وَإِلَّا لَمْ يَبْطُلْ بَلْ يَرْجِعُ بِمِثْلِهِ عَيْنِيٌّ. صَالَحَ عَنْ كَذَا نُسَخُ الْمَتْنِ وَالشَّرْحِ وَصَوَابُهُ عَلَى بَعْضِ مَا يَدَّعِيهِ أَيْ عَيْنٍ يَدَّعِيهَا لِجَوَازِهِ فِي الدَّيْنِ كَمَا سَيَجِيءُ فَلَوْ ادَّعَى عَلَيْهِ دَارًا فَصَالَحَهُ عَلَى بَيْتٍ مَعْلُومٍ مِنْهَا فَلَوْ مِنْ غَيْرِهَا صَحَّ قُهُسْتَانِيٌّ لَمْ يَصِحَّ لِأَنَّ مَا قَبَضَهُ مِنْ عَيْنِ حَقِّهِ، وَإِبْرَاءٌ عَنْ الْبَاقِي، وَالْإِبْرَاءُ عَنْ الْأَعْيَانِ بَاطِلٌ قُهُسْتَانِيٌّ وَحِيلَةُ صِحَّتِهِ مَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ إِلَّا بِزِيَادَةِ شَيْءٍ آخَرَ كَثَوْبٍ وَدِرْهَمٍ فِي الْبَدَلِ فَيَصِيرُ ذَلِكَ عِوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِيمَا بَقِيَ أَوْ يَلْحَقُ بِهِ الْإِبْرَاءُ عَنْ دَعْوَى الْبَاقِي لَكِنَّ ظَاهِرَ الرِّوَايَةِ الصِّحَّةُ مُطْلَقًا شُرُنْبُلَالِيَّةٌ، وَمَشَى عَلَيْهِ فِي الِاخْتِيَارِ وَعَزَاهُ فِي الْعَزْمِيَّةِ لِلْبَزَّازِيَّةِ وَفِي الْجَلَالِيَّةِ لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ وَجَعَلَ مَا فِي الْمَتْنِ رِوَايَةَ ابْنِ سِمَاعَةَ وَقَوْلُهُمْ الْإِبْرَاءُ عَنْ الْأَعْيَانِ بَاطِلٌ مَعْنَاهُ: بَطَلَ الْإِبْرَاءُ عَنْ دَعْوَى الْأَعْيَانِ وَلَمْ يَصِرْ مِلْكًا لِلْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَلِذَا لَوْ ظَفِرَ بِتِلْكَ الْأَعْيَانِ حَلَّ لَهُ أَخْذُهَا لَكِنْ لَا تُسْمَعُ دَعْوَاهُ فِي الْحُكْمِ، وَأَمَّا الصُّلْحُ عَلَى بَعْضِ الدَّيْنِ فَيَصِحُّ وَيَبْرَأُ عَنْ دَعْوَى الْبَاقِي أَيْ قَضَاءً لَا دِيَانَةً فَلِذَا لَوْ ظَفِرَ بِهِ أَخَذَهُ قُهُسْتَانِيٌّ وَتَمَامُهُ فِي أَحْكَامِ الدَّيْنِ مِنْ الْأَشْبَاهِ وَقَدْ حَقَّقْته فِي شَرْحِ الْمُلْتَقَى.

ترجمہ: کل یا بعض مبیع کا ہلاک ہونا، مدعی کے حوالہ کرنے سے پہلے، جیسے اس کا مستحق ہونا (بھی) ایسا ہی ہے، دونوں صورتوں یعنی اقرار کے ساتھ، یا سکوت وانکار کے ساتھ، یہ اس صورت میں ہے کہ بدل ان چیزوں میں ہو، جو متعین ہو جائے، ورنہ باطل نہیں ہوگا، بل کہ اس کے مثل واپس لے لیے، جیسا کہ عینی میں ہے، جس چیز پر دعویٰ کیا اس کے بعض پر صلح کی، تو یعنی اس کے عین پر، دین پر جائز ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ آرہا ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے دوسرے کے خلاف گھر کا دعویٰ کیا اور اس گھر کے ایک کمرے پر صلح کرلی، اگر اس گھر کے علاوہ (کوئی کمرہ) ہے، تو صحیح ہے، جیسا کہ قہستانی میں ہے، اس لیے کہ جو اس نے قبضہ کیا ہے، اس کے حق کا عین ہے، اس کی صحت کا حیلہ یہ ہے، جسے مصنف علام نے اپنے قول سے بیان کیا، مگر کسی دوسری چیز کی زیادتی سے، جیسے ثوب اور درہم بدل میں، تو یہ عوض ہو جائے گا مدعی کے باقی حق سے، یا اس کے ساتھ اس کو ملحق کیا جائے (کہ ایک کمرے پہ صلح کر کے) باقی گھر سے دست بردار ہو جائے؛ لیکن ظاہری روایت مطلقاً صحت کی ہے، جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے، جس پر صاحب اختیار چلے ہیں، عزمیہ میں اس کو بزازیہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف، جو متن میں ہے اس کو ابن ساعہ کی روایت قرار دی ہے ــــــ فقہاء کا قول "اعیان سے ابراء باطل ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اعیان کے دعویٰ سے دست بردار ہونا باطل ہے، لہٰذا وہ مدعیٰ علیہ کی ملک اس پر نہیں ہوگی، اس لیے اگر مدعی اس اعیان پر قبضہ کرلے، تو اس کے لیے اس کا لینا جائز ہے؛ لیکن قضاء میں اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا، بہرحال بعض دین پر صلح صحیح ہے اور بعض سے دست بردار ہو جانا، یعنی قضائی نہ کہ دیانۃ، اس لیے اگر وہ کامیاب ہو جائے تو لے لے، جیسا کہ قہستانی میں ہے، اس کا پورا بیان اشباہ کے احکام الدین میں ہے اور میں نے شرح ملتقی میں اسی کو ثابت کیا ہے۔

بدل کا ہلاک ہو جانا

وهلاک البدل الخ: حوالہ سے پہلے بدل ہلاک ہو جانے کی صورت میں صلح باطل ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اب محل باقی نہیں رہا، تو اب عقد بھی باقی نہیں رہے گا۔

وَصَحَّ الصُّلْحُ عَنْ دَعْوَى الْمَالِ مُطْلَقًا وَلَوْ بِإِقْرَارٍ أَوْ بِمَنْفَعَةٍ وَ عَنْ دَعْوَى الْمَنْفَعَةِ وَلَوْ بِمَنْفَعَةٍ عَنْ جِنْسٍ آخر وَ عَنْ دَعْوَى الرِّقِّ وَكَانَ عِتْقًا عَلَى مَالٍ وَيَثْبُتُ الْوَلَاءُ لَوْ بِإِقْرَارٍ، وَإِلَّا لَا إِلَّا بِبَيِّنَةٍ دُرَرٌ. قُلْتُ: وَلَا يَعُودُ بِالْبَيِّنَةِ رَقِيقًا وَكَذَا فِي كُلِّ مَوْضِعٍ أَقَامَ بَيِّنَةً بَعْدَ الصُّلْحِ لَا يَسْتَحِقُّ الْمُدَّعِي، لِأَنَّهُ بِأَخْذِ الْبَدَلِ بِاخْتِيَارِهِ نَزَلَ بَائِعًا فَلْيُحْفَظْ وَ عَنْ دَعْوَى الزَّوْجِ النِّكَاحَ عَلَى غَيْرِ مُزَوَّجَةٍ وَكَانَ خُلْعًا وَلَا يَطِيبُ لَوْ مُبْطِلًا وَيَحِلُّ لَهَا التَّزَوُّجُ لِعَدَمِ الدُّخُولِ وَلَوْ ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ فَصَالَحَهَا لَمْ يَصِحَّ وِقَايَةٌ وَنُقَايَةٌ وَدُرَرٌ وَمُلْتَقًى، وَصَحَّحَهُ فِي الْمُجْتَبَى وَالِاخْتِيَارِ وَصَحَّحَ الصِّحَّةَ فِي دُرَرِ الْبِحَارِ.

ترجمہ: مال کے دعویٰ میں، اگر چہ اقرار یا منفعت سے ہو اور منفعت کے دعویٰ میں، اگر چہ منفعت دوسری جنس سے ہو اور رق کے دعویٰ میں اور آزادی مال کے عوض ہوگی، اگر صلح اقرار کی وجہ سے ہے تو ولاء ثابت ہوگی، ورنہ نہیں، البتہ بینہ ہونے کی صورت میں ولاء ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ درر میں ہے، میں کہتا ہوں (مدعیٰ علیہ) بینہ کی بنیاد پر پھر غلام نہیں ہوگا، ایسے ہی ہر اس جگہ جہاں صلح کے بعد گواہ قائم ہو، مدعی مستحق نہیں ہوگا، اس لیے کہ اپنے اختیار سے بدل لینے کی وجہ سے بائع ہو گیا، اس کو یاد رکھنا چاہیے، غیر شادی شدہ پر نکاح کے دعویٰ میں اور یہ خلع ہوگا، یہ مرد کے لیے جائز نہیں ہے، اگر جھوٹا ہے، دخول نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے زوج حلال ہے اور اگر عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا، تو اس عورت سے صلح کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ وقایہ، نقایہ، درر اور ملتقی میں ہے، اس کو مجتبیٰ اور اختیار میں صحیح کہا ہے اور درر البحار میں صحت کو صحیح کہا ہے۔

مال کے دعویٰ میں صلح

وصح الصلح الخ: ایک آدمی نے مال کا دعویٰ کیا، پھر مال پر، یا منفعت پر صلح کرنا چاہے، تو صلح صحیح ہے۔

وَإِنْ قَتَلَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا لَمْ يَجُزْ صُلْحُهُ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ تِجَارَتِهِ فَلَمْ يَلْزَمِ الْمَوْلَى لَكِنْ يَسْقُطُ بِهِ الْقَوَدُ وَيُؤَاخَذُ بِالْبَدَلِ بَعْدَ عِتْقِهِ وَإِنْ قَتَلَ عَبْدٌ لَهُ أَيْ لِلْمَأْذُونِ رَجُلًا عَمْدًا وَصَالَحَهُ الْمَأْذُونُ عَنْهُ جَازَ لِأَنَّهُ مِنْ تِجَارَتِهِ وَالْمُكَاتَبُ كَالْحُرِّ.

ترجمہ: اگر عبد ماذون فی التجارۃ نے کسی شخص کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، تو اپنی ذات سے صلح کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ تجارت نہیں ہے، نیز یہ صلح اس کے آقا پر بھی لازم نہیں ہے؛ لیکن اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور اس آزادی کے بعد اس سے خون بہا لیا جائے گا اور عبد ماذون کے غلام نے کسی کو قتل کر دیا، اس پر عبد ماذون اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لے، تو جائز ہے، یہ تجارت کے قبیل سے ہے اور مکاتب آزاد کی ہے۔

عبد ماذون کا صلح کرنا

وان قتل العبد الماذون الخ: عبد ماذون نے کسی کو قتل کر دیا، اس کے بعد اگر وہ خون بہا کی صلح کرے تو اس کی یہ صلح صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ صرف تجارت کرنے کا مجاز ہے، نہ کہ صلح کا، اس لیے اس کی صلح صحیح نہیں ہوگی۔

وَالصُّلْحُ عَنِ الْمَغْصُوبِ الْهَالِكِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهِ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالْقِيمَةِ جَائِزٌ كَصُلْحِهِ بِعَرْضٍ فَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْغَاصِبِ بَعْدَهُ أَيِ الصُّلْحِ عَلَى أَنَّ قِيمَتَهُ أَقَلُّ مِمَّا صَالَحَ عَلَيْهِ وَلَا رُجُوعَ لِلْغَاصِبِ عَلَى الْمَغْصُوبِ مِنْهُ بِشَيْءٍ لَوْ تَصَادَقَا بَعْدَهُ أَنَّهَا أَقَلُّ بَحْرٌ.

ترجمہ: مغصوب ہالک کی صلح کرنا اس کی قیمت سے زیادہ پر، قیمت کا فیصلہ ہونے سے پہلے جائز ہے، جیسے سامان سے مغصوب کی صلح جائز ہے، لہذا صلح کے بعد اس بات پر غاصب کے گواہ قبول نہیں ہوں گے مغصوب کی قیمت صلح شدہ قیمت سے کم ہے اور غاصب کے لیے مغصوب منہ سے کچھ لینا جائز نہیں ہے، اگر دونوں صلح کے بعد اتفاق کرلیں کہ اس کی قیمت کم تھی، جیسا کہ بحر میں ہے۔

مال مغصوب پر صلح کرنا

والصلح عن المغصوب الخ: غاصب نے غصب کرنے کے بعد مغصوب منہ سے صلح کرلی اور اتفاق ہے کہ مغصوب کی قیمت زیادہ لگ گئی، تو بھی صلح جائز ہے اور جتنی زیادہ قیمت پر صلح ہوئی ہے اتنی قیمت دینا لازم ہے، اس سے اب کم کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب مال مغصوب کے سلسلے میں قاضی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا ہو، اگر قاضی کا فیصلہ ہو جائے، تو اب صلح کا مرحلہ ختم ہو گیا۔

وَلَوْ أَعْتَقَ مُوسِرٌ عَبْدًا مُشْتَرَكًا فَصَالَحَ الْمُوسِرُ الشَّرِيكَ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ قِيمَتِهِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ شَرْعًا فَبَطَلَ الْفَضْلُ اتِّفَاقًا كَالصُّلْحِ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى عَلَى أَكْثَرَ مِنْ قِيمَةِ الْمَغْصُوبِ بَعْدَ الْقَضَاءِ بِالْقِيمَةِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّ تَقْدِيرَ الْقَاضِي كَالشَّارِعِ. وَكَذَا لَوْ صَالَحَ بِعَرْضٍ صَحَّ، وَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ أَكْثَرَ مِنْ قِيمَةِ مَغْصُوبٍ تَلِفَ لِعَدَمِ الرِّبَا.

ترجمہ: اگر مال دار نے مشترک غلام کو آزاد کیا اور دوسرے شریک نے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی، تو جائز نہیں ہے، اس لیے کہ غلام کی قیمت شرعاً متعین ہے، لہذا زیادتی بالاتفاق باطل ہے، جیسے پہلے مسئلے میں مال مغصوب کی قیمت کے بارے میں قاضی کے فیصلے کے بعد صلح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قاضی کا متعین کردہ شارع کی طرح ہے، ایسے ہی سامان سے صلح صحیح ہے، اگرچہ مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ ہو ربا نہ ہونے کی وجہ سے۔

مشترک غلام کی آزادی پر صلح

ولو اعتق موسر عبدا مشتركا الخ: دو مال داروں کا ایک مشترک غلام تھا، ان میں سے ایک نے اپنے آدھے حصے کو آزاد کر دیا، تو اب دوسرے مال دار کے لیے جائز نہیں ہے کہ غلام کی آدھی قیمت سے زیادہ دے کر صلح کرلے، اس لیے کہ شرعاً غلام کی قیمت متعین ہے، اس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

وَصَحَّ فِي الْجِنَايَةِ الْعَمْدِ مُطْلَقًا وَلَوْ فِي نَفْسٍ مَعَ إِقْرَارٍ بِأَكْثَرَ مِنَ الدِّيَةِ وَالْأَرْشِ أَوْ بِأَقَلَّ لِعَدَمِ الرِّبَا، وَفِي الْخَطَإِ كَذَلِكَ لَا تَصِحُّ الزِّيَادَةُ لِأَنَّ الدِّيَةَ فِي الْخَطَإِ مُقَدَّرَةٌ حَتَّى لَوْ صَالَحَ بِغَيْرِ مَقَادِيرِهَا صَحَّ كَيْفَمَا كَانَ بِشَرْطِ الْمَجْلِسِ لِئَلَّا يَكُونَ دَيْنًا بِدَيْنٍ وَتَعْيِينُ الْقَاضِي أَحَدَهَا يُصَيِّرُ غَيْرَهُ كَجِنْسٍ آخَرَ وَلَوْ صَالَحَ عَلَى خَمْرٍ فَسَدَ فَتَلْزَمُ الدِّيَةُ فِي الْخَطَإِ وَيَسْقُطُ الْقَوَدُ لِعَدَمِ مَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ اخْتِيَارٌ.

ترجمہ: جنایت عمد میں مطلقاً (صلح) صحیح ہے، اگرچہ نفس میں ہو اقرار کے ساتھ، دیت اور ارش میں کم یا زیادہ کے

ساتھ، ربانہ ہونے کی وجہ سے اور خطا میں زیادتی کے ساتھ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ دیت خطا میں متعین ہے، حتی کہ اگر دیت میں متعین چیزوں کے علاوہ پر صلح کر لے، تو جیسے چاہے، صحیح ہے، اتحاد مجلس کے ساتھ، تاکہ دین کا بدلہ دین سے لازم نہ آئے، نیز قاضی ان میں سے ایک کو متعین کر دینے سے، اس کے علاوہ دوسری جنس کی طرح ہو جاتا ہے اور اگر خمر پر صلح کرے تو فاسد ہے، لہذا خطا میں دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہو جائے گا، اس چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

جنایت عمد میں صلح

وصح في الجناية الخ: جنایت عمد میں کی زیادتی جیسے چاہے صلح کرلے، البتہ جنایت خطا میں کی زیادتی کے ساتھ صلح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ "دیت" خطا میں شرعاً متعین ہے۔

وَكَّلَ زَيْدٌ عَمْرًا بِالصُّلْحِ عَنْ دَمِ عَمْدٍ أَوْ عَلَى بَعْضِ دَيْنٍ يَدَّعِيهِ عَلَى آخَرَ مِنْ مَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ لَزِمَ بَدَلُهُ الْمُوَكِّلَ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ فَكَانَ الْوَكِيلُ سَفِيرًا إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ الْوَكِيلُ فَيُؤَاخَذُ بِضَمَانِهِ كَمَا لَوْ وَقَعَ الصُّلْحُ مِنَ الْوَكِيلِ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ عَنْ إِقْرَارٍ فَيَلْزَمُ الْوَكِيلَ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ كَبَيْعٍ أَمَّا إِذَا كَانَ عَنْ إِنْكَارٍ لَا يَلْزَمُ الْوَكِيلَ مُطْلَقًا بَحْرٌ وَدُرَرٌ.

ترجمہ: زید نے عمر کو قتل عمد میں صلح کرنے کا وکیل بنایا، یا ایسے بعض دین میں صلح کرنے کا وکیل بنایا، مکیلی ہو کہ موزونی، تو اس کا بدل موکل پر لازم ہوگا، اس لیے کہ یہ اسقاط ہے، اس لیے وکیل سفیر محض ہوگا، مگر یہ کہ وہ وکیل ضامن ہو، تو ضمانت کی وجہ سے ماخوذ ہوگا (نہ کہ وکیل ہونے کی وجہ سے) جیسے اگر وکیل کی جانب سے مال کی صلح مال کے عوض موکل کے اقرار کی بنیاد پر واقع ہو، تو وکیل پر لازم ہوگا، اس لیے کہ اس وقت بیع کی طرح ہے، بہر حال اگر موکل کے انکار پر ہو، تو مطلقاً وکیل پر لازم نہیں ہے، جیسا کہ بحر اور درر میں ہے۔

صلح کے لیے وکیل

وكل زيد عمرا بالصلح الخ: زید نے عمر کو قتل عمد پر صلح کا وکیل بنایا، تو بدل صلح موکل (زید) پر لازم ہوگا، اس لیے اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے اور سفیر محض پر کچھ لازم ہوتا نہیں ہے۔

صَالَحَ عَنْهُ فُضُولِيٌّ بِلَا أَمْرٍ صَحَّ إِنْ ضَمِنَ الْمَالَ أَوْ أَضَافَ الصُّلْحَ إِلَى مَالِهِ أَوْ قَالَ عَلَى هَذَا أَوْ كَذَا وَسَلَّمَ الْمَالَ صَحَّ وَصَارَ مُتَبَرِّعًا فِي الْكُلِّ إِلَّا إِذَا ضَمِنَ بِأَمْرِهِ عَزْمِي زَادَهْ وَإِلَّا يُسَلِّمْ فِي الصُّورَةِ الرَّابِعَةِ فَهُوَ مَوْقُوفٌ فَإِنْ أَجَازَهُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ جَازَ وَلَزِمَهُ الْبَدَلُ وَإِلَّا بَطَلَ

ترجمہ: فضولی نے مدعیٰ علیہ کی جانب سے اس کی اجازت کے بغیر صلح کر لی، تو صحیح ہے، اگر وہ مال کا ضامن بنے، یا اپنے مال کی طرف صلح کی اضافت کرے، یا کہے اس پر یا ان پر اور وہ مال حوالہ کرے، تو صحیح ہے، ان تمام صورتوں میں تبرع ہوگا، مگر یہ کہ اس کی اجازت سے ضامن ہو، جیسا کہ عزمی زادہ میں ہے اور اگر چوتھی صورت میں مال حوالہ نہ کرے، تو موقوف رہے گی، اگر مدعیٰ علیہ صلح کی اجازت دے دے، تو جائز ہو کر بدل لازم ہوگا، ورنہ باطل ہوگا۔

فضولی کی صلح

صالح عنه فضولي الخ: فضولی نے مدعیٰ علیہ کی اجازت کے بغیر صلح کر لی، تو یہ صلح صحیح ہے، اس شرط کے ساتھ کہ صلح کی بنیاد پر مالی معاوضے کا وہ خود ذمہ دار ہو، یعنی صلح کی بنیاد پر جو مال لازم ہوتا ہے، وہ خود ادا کرے۔

وَالْخُلْعُ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْأَحْكَامِ الْخَمْسَةِ كَالصُّلْحِ ادَّعَى وَقْفِيَّةَ دَارٍ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ

فَصَالَحَهُ الْمُنْكِرُ لِقَطْعِ الْخُصُومَةِ جَازَ وَطَابَ لَهُ الْبَدَلُ لَوْ صَادِقًا فِي دَعْوَاهُ وَقِيلَ قَائِلُهُ صَاحِبُ الْأَجْنَاسِ لَا يَطِيبُ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مَعْنًى، وَبَيْعُ الْوَقْفِ لَا يَصِحُّ.

ترجمہ: مذکورہ احکام خمسہ میں خلع صلح کی طرح ہے، مدعی نے (وقف کا) دعویٰ کیا؛ لیکن مدعیٰ علیہ نے انکار کیا، نیز مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے، چناں چہ مدعیٰ علیہ نے جھگڑا ختم کرنے کے لیے صلح کرلی، تو جائز ہے اور بدل صلح اس کے لیے حلال ہے، اگر دعویٰ میں سچا ہو، کہا گیا کہ جائز نہیں ہے، اس قول کے قائل صاحب اجناس ہیں، اس لیے کہ یہ معنی بیع ہے اور وقف کی بیع صحیح نہیں ہے۔

فضولی کا خلع

والخلع فی جمیع ماذکرنا الخ: فضولی کسی کا خلع کردے، تو یہ صلح کی طرح ہے، یعنی مذکورہ بالا یا پانچوں طریقے کے مطابق خلع کرنے کی صورت میں مالی معاوضے کا ذمہ دار فضولی ہوگا۔

كُلُّ صُلْحٍ بَعْدَ صُلْحٍ فَالثَّانِي بَاطِلٌ وَكَذَا النِّكَاحُ بَعْدَ النِّكَاحِ وَالْحَوَالَةُ بَعْدَ الْحَوَالَةِ وَ الصُّلْحُ بَعْدَ الشِّرَاءِ وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ عَقْدٍ أُعِيدَ فَالثَّانِي بَاطِلٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مَذْكُورَةٍ فِي بُيُوعِ الْأَشْبَاهِ الْكَفَالَةُ وَالشِّرَاءُ وَالْإِجَارَةُ فَلْتُرَاجَعْ أَقَامَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بَيِّنَةً بَعْدَ الصُّلْحِ عَنْ إِنْكَارٍ أَنَّ الْمُدَّعِيَ قَالَ قَبْلَهُ قَبْلَ الصُّلْحِ لَيْسَ لِي قِبَلَ فُلَانٍ حَقٌّ فَالصُّلْحُ مَاضٍ عَلَى الصِّحَّةِ. وَلَوْ قَالَ الْمُدَّعِي بَعْدَهُ مَا كَانَ لِي قِبَلَهُ قِبَلَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَقٌّ بَطَلَ الصُّلْحُ بَحْرٌ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَهُوَ مُقَيِّدٌ لِإِطْلَاقِ الْعِمَادِيَّةِ ثُمَّ نَقَلَ عَنْ دَعْوَى الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّهُ لَوِادَّعَى الْمِلْكَ بِجِهَةٍ أُخْرَى لَمْ يَبْطُلْ فَيُحَرَّرُ

ترجمہ: صلح کے بعد صلح، تو دوسری صلح باطل ہے، ایسے نکاح نکاح کے بعد اور حوالہ حوالہ کے بعد، نیز صلح شراء کے بعد، قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عقد جس کو دہرایا جائے، تو دوسرا باطل ہے، مگر تین میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہے: (۱) کفالہ (۲) شراء (۳) اجارہ، اس لیے وہاں دیکھنا چاہیے، مدعیٰ علیہ نے مدعی کے انکار پر ہونے والی صلح کے بعد گواہ قائم کیے کہ مدعی نے صلح سے پہلے کہا تھا کہ میرا فلاں پر کوئی حق نہیں ہے، تو صلح صحت پر جاری رہے گی اور اگر صلح کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعیٰ علیہ کی جانب سے مجھ پر کوئی حق نہیں، تو صلح باطل ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، مصنف علام نے کہا کہ بحر کی عبارت عمادیہ کے اطلاق کی وجہ سے مقید ہے، پھر بزازیہ کی کتاب الدعویٰ میں منقول ہے کہ اگر ملکیت کا دعویٰ دوسری وجہ سے ہو، تو صلح باطل نہیں ہوگی۔

صلح کے بعد صلح

کل صلح بعد صلح الخ: صلح کے بعد پھر اس صلح شدہ شئے پر صلح کرے تو یہ صلح باطل ہے، اس لیے کہ ایک مرتبہ صلح ہونے کے بعد صلح ثانی کا محل باقی نہیں رہا۔

وَالصُّلْحُ عَنِ الدَّعْوَى الْفَاسِدَةِ يَصِحُّ، وَعَنِ الْبَاطِلَةِ لَا وَالْفَاسِدَةُ مَا يُمْكِنُ تَصْحِيحُهَا بَحْرٌ وَحَرَّرَ فِي الْأَشْبَاهِ أَنَّ الصُّلْحَ عَنْ إِنْكَارٍ بَعْدَ دَعْوَى فَاسِدَةٍ فَاسِدٌ لَا فِي دَعْوَى بِمَجْهُولٍ فَجَائِزٌ فَلْيُحْفَظْ وَقِيلَ: اشْتِرَاطُ صِحَّةِ الدَّعْوَى لِصِحَّةِ الصُّلْحِ غَيْرُ صَحِيحٍ مُطْلَقًا فَيَصِحُّ الصُّلْحُ مَعَ بُطْلَانِ الدَّعْوَى كَمَا اعْتَمَدَهُ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ آخِرَ الْبَابِ وَأَقَرَّهُ ابْنُ الْكَمَالِ وَغَيْرُهُ فِي بَابِ الِاسْتِحْقَاقِ كَمَا مَرَّ فَرَاجِعْهُ

ترجمہ: دعویٰ فاسدہ پہ صلح صحیح ہے، باطلہ پہ نہیں، فاسدہ وہ ہے، جسکا صحیح ہونا ممکن ہو، جیسا کہ بحر میں ہے، اشباہ میں تحریر

ہے کہ انکار کی صورت میں دعویٰ فاسدہ کے بعد صلح فاسد ہے، مگر دعویٰ مجہول میں جائز ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے، نیز کہا گیا ہے کہ صحت دعویٰ کی شرط صلح کی صحت کے لیے مطلقاً صحیح نہیں ہے، لہٰذا دعویٰ باطل ہونے کے باوجود صلح صحیح ہے، جیسا کہ صدر الشریعہ نے باب کے آخر میں اعتماد کیا ہے، ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے، جیسا کہ گذر چکا لہٰذا وہاں دیکھنا چاہیے۔

دعوائے فاسدہ میں صلح

والصلح عن الدعوى الفاسدة الخ: دعویٰ فاسدہ میں صلح صحیح ہے، اس لیے کہ دعوائے فاسدہ کی تصحیح ممکن ہے؛ لیکن دعوائے باطلہ میں صلح صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ باطل ہونے کی صورت میں اس کے صحیح ہونے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

وَصَحَّ الصُّلْحُ عَنْ دَعْوَى حَقِّ الشُّرْبِ وَحَقِّ الشُّفْعَةِ وَحَقِّ وَضْعِ الْجُذُوعِ عَلَى الْأَصَحِّ الْأَصْلُ أَنَّهُ مَتَى تَوَجَّهَتْ الْيَمِينُ نَحْوَ الشَّخْصِ فِي أَيِّ حَقٍّ كَانَ فَافْتَدَى الْيَمِينَ بِدَرَاهِمَ جَازَ حَتَّى فِي دَعْوَى التَّعْزِيرِ مُجْتَبَى بِخِلَافِ دَعْوَى حَدٍّ وَنَسَبٍ دُرَرٌ. الصُّلْحُ إنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ بِأَنْ كَانَ دِينَارٌ بِعَيْنٍ يُنْتَقَضُ بِنَقْضِهِمَا أَيْ بِفَسْخِ الْمُتَصَالِحَيْنِ وَإِنْ كَانَ لَا بِمَعْنَاهَا أَيْ الْمُعَاوَضَةِ بَلْ اسْتِيفَاءُ الْبَعْضِ، وَإِسْقَاطُ الْبَعْضِ فَلَا تَصِحُّ إقَالَتُهُ وَلَا نَقْضُهُ لِأَنَّ السَّاقِطَ لَا يَعُودُ قُنْيَةٌ وَصَيْرَفِيَّةٌ فَلْيُحْفَظْ.

ترجمہ: حق شرب، حق شفعہ اور وضع الجذوع کے حق میں صلح صحیح ہے، اصح قول کے مطابق، قاعدہ یہ ہے جب کسی شخص کی طرف کسی حق میں یمین متوجہ ہوئی، پھر اس نے یمین کے بدلے دراہم دیئے، تو جائز ہے، حتی کہ تعزیر کے دعویٰ میں، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے، بخلاف حد اور نسب کے دعویٰ میں، جیسا کہ درر میں ہے، صلح اگر معاوضہ کے معنی میں ہو، اس طور پر کہ دین عین کے بدلے ہو، تو متصالحین کے توڑنے کی وجہ سے ٹوٹ جائے گا اور اگر معاوضہ کے معنی میں نہ ہو؛ بل کہ بعض کے استیفاء یا اسقاط کی بنیاد پر ہو، تو اقالہ اور نقض صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ساقط ہونے کے بعد لوٹتا نہیں، جیسا کہ قنیہ اور صیرفیہ میں ہے، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

حق شرب میں صلح

وصح الصلح الخ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا، مدعی پر لازم ہے کہ ثبوت دعویٰ کے لیے گواہ پیش کرے، اس کے گواہ پیش نہ کر پانے کی صورت میں مدعیٰ علیہ پر قسم ہے، تو مدعیٰ علیہ قسم نہ کھائے اور مال دے کر صلح کرنا چاہے، تو صلح کر سکتا ہے؛ لیکن دعویٰ حد اور نسب میں صلح جائز نہیں ہے۔

وَلَوْ صَالَحَ عَنْ دَعْوَى دَارٍ عَلَى سُكْنَى بَيْتٍ مِنْهَا أَبَدًا أَوْ صَالَحَ عَلَى دَرَاهِمَ إلَى الْحَصَادِ أَوْ صَالَحَ مَعَ الْمُودِعِ بِغَيْرِ دَعْوَى الْهَلَاكِ لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ فِي الصُّوَرِ الثَّلَاثِ سِرَاجِيَّةٌ قُيِّدَ بِعَدَمِ دَعْوَى الْهَلَاكِ لِأَنَّهُ لَوْ ادَّعَاهُ وَصَالَحَهُ قَبْلَ الْيَمِينِ صَحَّ بِهِ يُفْتَى خَانِيَّةٌ. وَيَصِحُّ الصُّلْحُ بَعْدَ حَلِفِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ دَفْعًا لِلنِّزَاعِ بِإِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ، وَلَوْ بَرْهَنَ الْمُدَّعِي بَعْدَهُ عَلَى أَصْلِ الدَّعْوَى لَمْ تُقْبَلْ إلَّا فِي الْوَصِيِّ عَنْ مَالِ الْيَتِيمِ عَلَى إنْكَارٍ إذَا صَالَحَ عَلَى بَعْضِهِ ثُمَّ وَجَدَ الْبَيِّنَةَ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ وَلَوْ بَلَغَ الصَّبِيُّ، فَأَقَامَهَا تُقْبَلُ، وَلَوْ طَلَبَ يَمِينَهُ لَا يُحَلِّفُ أَشْبَاهٌ وَقِيلَ لَا جَزَمَ بِالْأَوَّلِ فِي الْأَشْبَاهِ، وَبِالثَّانِي فِي السِّرَاجِيَّةِ وَحَكَاهُمَا فِي الْقُنْيَةِ مُقَدِّمًا لِلْأَوَّلِ. طَلَبُ الصُّلْحِ وَالْإِبْرَاءِ

عَنِ الدَّعْوَى لَا يَكُونُ إِقْرَارًا بِالدَّعْوَى عِنْدَ الْمُتَقَدِّمِينَ، وَخَالَفَهُمُ الْمُتَأَخِّرُونَ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ بَزَّازِيَّةٌ بِخِلَافِ طَلَبِ الصُّلْحِ عَنِ الْمَالِ وَالْإِبْرَاءُ عَنِ الْمَالِ فَإِنَّهُ إِقْرَارٌ أَشْبَاهٌ. صَالَحَ عَنْ عَيْبٍ أَوْ دَيْنٍ وَظَهَرَ عَدَمُهُ أَوْ زَالَ الْعَيْبُ بَطَلَ الصُّلْحُ وَيَرُدُّ مَا أَخَذَهُ أَشْبَاهٌ وَدُرَرٌ.

ترجمہ: اور اگر گھر کے دعویٰ میں صلح کی ایک کوٹھری میں ہمیشہ رہنے پر، یا دراہم پر صلح کی کھیتی کٹنے تک، یا مودع کے ساتھ بغیر دعویٰ ہلاکت کے صلح کی، تو ان تینوں صورتوں میں صلح صحیح نہیں ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے، مصنف علام نے دعوائے ہلاک نہ ہونے کی قید لگائی ہے، اس لیے کہ اگر ہلاکت کا دعویٰ ہو اور یمین سے پہلے صلح کرلے، تو صحیح ہے، اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانیہ میں ہے ــــ مدعیٰ علیہ کی قسم کے بعد صلح صحیح ہے، تاکہ مدعی دوبارہ بینہ قائم کر کے، جھگڑا نہ کر سکے اور اگر صلح کے بعد مدعی اصل دعویٰ پر گواہ قائم کرے، تو مقبول نہیں ہوگا، مگر وصی کے دعویٰ میں یتیم کے اس مال میں، جس میں مدعیٰ علیہ کے انکار کی بنیاد پر بعض مال پہ صلح کرلی، پھر گواہ مل گئے، تو یہ مقبول ہوگا اور اگر بچے نے بالغ ہونے کے بعد گواہ قائم کیے، تو مقبول ہے اور اگر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے، تو وہ قسم نہ کھائے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، کہا گیا کہ صلح صحیح نہیں ہے، پہلے قول پر اشباہ میں اور دوسرے قول پر سراجیہ میں یقین کیا ہے اور قنیہ میں ان دونوں کو پہلے قول کو پہلے (تحریر کرتے ہوئے) بیان کیا ہے، صلح اور دعویٰ سے دست برداری کا مطالبہ دعویٰ کا اقرار نہیں ہوگا، متقدمین کے نزدیک؛ لیکن متاخرین نے ان کی مخالفت کی، البتہ پہلا اصح ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے، بخلاف صلح اور مال سے دست برداری کے، اس لیے کہ یہ اقرار ہے، جیسا کہ اشباہ میں ہے، عیب یا دین پر صلح کی، پھر (سرے سے) عیب نہ ہونا، یا عیب کے زائل ہونا ظاہر ہوا، تو صلح باطل ہے اور جو اس نے (بدل صلح) لیا ہے واپس کردے، جیسا کہ اشباہ اور درر میں ہے۔

دار کے دعویٰ میں بیت پر صلح جیسے گھر سے بیت کا استثناء درست ہے، ایسے ہی دار کے دعویٰ میں بیت کو الگ کر کے، صرف اسی پر صلح کرنا صحیح ہے۔

فَصْلٌ فِي دَعْوَى الدَّيْنِ

الصُّلْحُ الْوَاقِعُ عَلَى بَعْضِ جِنْسِ مَالِهِ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ أَوْ غَصْبٍ أَخْذٌ لِبَعْضِ حَقِّهِ وَحَطٌّ لِبَاقِيهِ لَا مُعَاوَضَةٌ لِلرِّبَا وَحِينَئِذٍ فَصَحَّ الصُّلْحُ بِلَا اشْتِرَاطِ قَبْضِ بَدَلِهِ عَنْ أَلْفٍ حَالٍّ عَلَى مِائَةٍ حَالَّةٍ أَوْ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلٍ وَعَنْ أَلْفٍ جِيَادٍ عَلَى مِائَةٍ زُيُوفٍ وَلَا يَصِحُّ عَنْ دَرَاهِمَ عَلَى دَنَانِيرَ مُؤَجَّلَةٍ لِعَدَمِ الْجِنْسِ فَكَانَ صَرْفًا فَلَمْ يَجُزْ نَسِيئَةً أَوْ عَنْ أَلْفٍ مُؤَجَّلٍ عَلَى نِصْفِهِ حَالًّا إِلَّا فِي صُلْحِ الْمَوْلَى مُكَاتَبَهُ فَيَجُوزُ زَيْلَعِيٌّ أَوْ عَنْ أَلْفٍ سُودٍ عَلَى نِصْفِهِ بِيضًا وَالْأَصْلُ أَنَّ الْإِحْسَانَ إِنْ وُجِدَ مِنَ الدَّائِنِ فَإِسْقَاطٌ وَإِنْ مِنْهُمَا فَمُعَاوَضَةٌ.

ترجمہ: وہ صلح جو واقع ہوئی، اس مال کی بعض جنس سے، جو اس پر دین، یا غصب کی وجہ سے لازم ہے، اس میں سے کچھ لے لیا اور باقی چھوڑ دیا، تو اس کا معاوضہ نہیں ہوگا، ربا کی وجہ سے، لہذا اس وقت ایک ہزار بدل پر فی الحال قبض کی شرط کے بغیر صلح صحیح ہے سو نقد پر، یا ادھار پر اور ایک ہزار اچھے کی کھوٹے سے؛ لیکن دراہم کی صلح دنانیر سے ادھار صحیح نہیں ہے، ایک جنس نہ

ہونے کی وجہ سے، گویا کہ یہ بیع صرف ہے، جو ادھار صحیح نہیں ہے، ایک ہزار ادھار کی صلح پانچ سو نقد پر (صحیح نہیں ہے) مگر مولیٰ کی صلح مکاتب سے جائز ہے، جیسا کہ زیلعی میں ہے، یا ایک ہزار کالے دراہم کی (صلح) پانچ سو سفید دراہم سے (صحیح نہیں ہے) قاعدہ یہ ہے کہ اگر احسان ایک کی جانب سے ہے، تو اسقاط ہے اور اگر دونوں کی طرف سے ہے، تو معاوضہ ہے۔

بعض معاف کر کے صلح کرنا

الصلح الواقع الخ: جتنا قرض تھا، اس میں کچھ کم کرا کے صلح کرے، تو صحیح ہے، اس لیے کہ یہ اسقاط ہے اور اسقاط صحیح ہے۔

قَالَ لِغَرِيمِهِ أَدِّ إِلَيَّ خَمْسَمِائَةٍ غَدًا مِنَ أَلْفٍ لِي عَلَيْكَ عَلَى أَنَّكَ بَرِيءٌ مِنَ النِّصْفِ الْبَاقِي فَقَبِلَ وَأَدَّى فِيهِ بَرِئَ وَإِنْ لَمْ يُؤَدِّ ذَلِكَ فِي الْغَدِ عَادَ دَيْنُهُ كَمَا كَانَ لِفَوَاتِ التَّقْيِيدِ بِالشَّرْطِ، وَوُجُوهُهَا خَمْسَةٌ: أَحَدُهَا هَذَا وَ الثَّانِي إِنْ لَمْ يُوَقِّتْ بِالْغَدِ لَمْ يَعُدْ لِأَنَّهُ إِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ وَ الثَّالِثُ كَذَا لَوْ صَالَحَهُ مِنْ دَيْنِهِ عَلَى نِصْفِهِ يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ غَدًا وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا فَضَلَ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَدْفَعْهُ غَدًا فَالْكُلُّ عَلَيْهِ كَانَ الْأَمْرُ كَالْوَجْهِ الْأَوَّلِ كَمَا قَالَ لِأَنَّهُ صَرَّحَ بِالتَّقْيِيدِ، وَالرَّابِعُ فَإِنْ أَبْرَأَهُ عَنْ نِصْفِهِ عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ مَا بَقِيَ غَدًا فَهُوَ بَرِيءٌ أَدَّى الْبَاقِيَ فِي الْغَدِ أَوْ لَا لِبُدَاءَتِهِ بِالْإِبْرَاءِ لَا بِالْأَدَاءِ وَ الْخَامِسُ لَوْ عَلَّقَ بِصَرِيحِ الشَّرْطِ كَإِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ كَذَا أَوْ إِذَا أَوْ مَتَى لَا يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ تَعْلِيقَهُ بِالشَّرْطِ - صَرِيحًا - بَاطِلٌ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ مِنْ وَجْهٍ.

ترجمہ: قرض خواہ نے مدیون سے کہا کہ تو میرے ایک ہزار قرض میں سے کل پانچ سو ادا کر دے، تو باقی آدھے سے بری ہو جائے گا، چناں چہ اس نے قبول کرتے ہوئے آدھا ادا کر دیا، تو بری ہو جائے گا؛ لیکن اگر کل اس نے آدھا ادا نہیں کیا، تو جتنا قرض تھا وہ لوٹ آئے گا، شرط کے ساتھ تقیید فوت ہونے کی وجہ سے ـــــ اس کی پانچ وجہیں ہیں ایک یہی، دوم اگر کل کے ساتھ موقت نہیں کیا، تو نہیں لوٹے گا، اس لیے کہ یہ مطلقا بری کرنا ہے، سوم ایسے ہی اگر ایسے نصف دین پر صلح کی کہ وہ کل (نصف) دے دے اور جو اس سے زیادہ ہے اس سے بری ہے، اگر اس نے کل نصف نہیں دیا، تو پورا دین لوٹ آئے گا، گویا کہ معاملہ پہلی قسم کی طرح ہے، اس لیے کہ تقیید کی صراحت کر دی ہے، چہارم اگر اس نے آدھے سے بری کر دیا اس شریک کے ساتھ کہ بقیہ آدھا کل دے دے، تو وہ بری ہے کل آدھا دے، یا نہ دے، ابراء سے شروع کرنے کی وجہ سے نہ کہ ادا سے، پنجم اگر ابراء کو شرط صریح کے ساتھ معلق کیا، جیسے اگر تو مجھ کو اس قدر ادا کرے، یا جب، یا جس وقت ادا کرے تو ابراء صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شرط صریح کے ساتھ تعلیق باطل ہے، اس لیے کہ یہ من وجہ تملیک ہے۔

شرط کے ساتھ بری کرنا

قال لغریمہ الخ: قرض خواہ نے مدیون سے کہا کہ میرا ایک ہزار میں سے کل تو اگر پانچ سو ادا کر دے تو بقیہ پانچ سو سے بری ہے، چناں چہ اس شرط کے مطابق کل اس نے پانچ سو ادا کر دیئے، تو بقیہ پانچ سو سے بری ہو جائے گا؛ لیکن اگر اس نے دائن کی مذکورہ شرط پوری نہیں کی، تو پھر ایک ہزار قرض لوٹ آئے گا، اس لیے کہ شرط فوت ہو گئی۔

وَإِنْ قَالَ الْمَدْيُونُ لِآخَرَ سِرًّا لَا أُقِرُّ لَكَ بِمَالِكَ حَتَّى تُؤَخِّرَهُ عَنِّي أَوْ تَحُطَّ عَنِّي فَفَعَلَ الدَّائِنُ التَّأْخِيرَ

أَوْ الْحَطَّ صَحَّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُكْرَهٍ عَلَيْهِ. وَلَوْ أَعْلَنَ مَا قَالَهُ سِرًّا أَخَذَ مِنْهُ الْكُلَّ لِلْحَالِ وَلَوْ ادَّعَى أَلْفًا وَجَحَدَ فَقَالَ أَقْرِرْ لِي بِهَا عَلَى أَنْ أَحُطَّ مِنْهَا مِائَةً جَازَ، بِخِلَافِ عَلَى أَنْ أُعْطِيَكَ مِائَةً لِأَنَّهَا رِشْوَةٌ، وَلَوْ قَالَ: إِنْ أَقْرَرْتَ لِي حَطَطْتُ لَكَ مِنْهَا مِائَةً فَأَقَرَّ صَحَّ الْإِقْرَارُ لَا الْحَطُّ مُجْتَبَى.

ترجمہ: اگر مدیون نے دوسرے (دائن) سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اس وقت تک اقرار نہ کروں گا، جب تک کہ تو مجھ سے دین کو مؤخر، یا کم نہ کرے، چناں چہ دائن نے تاخیر، یا کم کر دیا، تو صحیح ہے، اس لیے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اس نے مخفی کہنے کے بعد اعلانیہ کہہ دیا، تو اس سے فی الحال پورا دین لے لے، اور اگر دائن نے ایک ہزار کا دعویٰ کیا؛ لیکن مدیون نے انکار کیا، اس پر دائن نے کہا کہ تو میرے لیے ایک ہزار کا اقرار کر لے میں اس میں سے سو کم کر دوں گا، تو جائز ہے، بخلاف اس کے کہ میں تجھ کو سو دوں گا، اس لیے کہ یہ رشوت ہے اور اگر کہا اگر تو میرے لیے ایک ہزار کا اقرار کرے گا، تو اس میں سے سو کم کر دوں گا، تو اقرار صحیح ہے نہ کہ کم کرنا، جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔

مخفی اقرار

وان قال المديون الخ: مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ جب تک تو سو کم نہ کرے اس وقت تک میں تیرے ایک ہزار قرض کا اقرار نہ کروں گا، چناں چہ دائن نے ایسا کر دیا، تو یہ صحیح ہے، اس لیے کہ اس صورت میں مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں ٹھہرا؛ بل کہ یہ تو دائن کی رضامندی سے ہوا۔

الدَّيْنُ الْمُشْتَرَكُ بِسَبَبٍ مُتَّحِدٍ كَثَمَنِ مَبِيعٍ بِيعَ صَفْقَةً وَاحِدَةً، أَوْ دَيْنٍ مَوْرُوثٍ أَوْ قِيمَةِ مُسْتَهْلَكٍ مُشْتَرَكٍ إِذَا قَبَضَ أَحَدُهُمَا شَيْئًا مِنْهُ شَارَكَهُ الْآخَرُ فِيهِ إِنْ شَاءَ أَوْ أَتْبَعَ الْغَرِيمَ كَمَا يَأْتِي وَحِينَئِذٍ فَلَوْ صَالَحَ أَحَدُهُمَا عَنْ نَصِيبِهِ عَلَى ثَوْبٍ أَيْ خِلَافِ جِنْسِ الدَّيْنِ أَخَذَ الشَّرِيكُ الْآخَرُ نِصْفَهُ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ رُبْعَ أَصْلِ الدَّيْنِ فَلَا حَقَّ لَهُ فِي الثَّوْبِ وَلَوْ لَمْ يُصَالِحْ بَلْ اشْتَرَى بِنِصْفِهِ شَيْئًا ضَمَّنَهُ شَرِيكُهُ الرُّبْعَ لِقَبْضِهِ النِّصْفَ بِالْمُقَاصَّةِ أَوْ أَتْبَعَ غَرِيمَهُ فِي جَمِيعِ مَا مَرَّ لِبَقَاءِ حَقِّهِ فِي ذِمَّتِهِ. وَإِذَا أَبْرَأَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ الْغَرِيمَ عَنْ نَصِيبِهِ لَا يَرْجِعُ لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ لَا قَبْضٌ وَكَذَا الْحُكْمُ إِنْ كَانَ لِلْمَدْيُونِ عَلَى أَحَدِهِمَا دَيْنٌ قَبْلَ وُجُوبِ دَيْنِهِمَا عَلَيْهِ حَتَّى وَقَعَتْ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنِهِ السَّابِقِ لِأَنَّهُ قَاضٍ لَا قَابِضٌ. وَلَوْ أَبْرَأَ الشَّرِيكُ الْمَدْيُونَ عَنْ الْبَعْضِ قُسِمَ الْبَاقِي عَلَى سِهَامِهِ وَمِثْلُهُ الْمُقَاصَّةُ وَلَوْ أَجَّلَ نَصِيبَهُ صَحَّ عِنْدَ الثَّانِي، وَالْغَصْبُ وَالِاسْتِئْجَارُ بِنَصِيبِهِ قَبْضٌ لَا التَّزَوُّجُ وَالصُّلْحُ عَنْ جِنَايَةِ عَمْدٍ، وَحِيلَةُ اخْتِصَاصِهِ بِمَا قَبَضَ أَنْ يَهَبَهُ الْغَرِيمُ قَدْرَ دَيْنِهِ ثُمَّ يُبْرِئَهُ أَوْ يَبِيعَهُ بِهِ كَفًّا مِنْ تَمْرٍ مَثَلًا ثُمَّ يُبْرِئَهُ مُلْتَقَطٌ وَغَيْرُهُ، وَمَرَّتْ فِي الشَّرِكَةِ. صَالَحَ أَحَدُ رَبَّيْ السَّلَمِ عَنْ نَصِيبِهِ عَلَى مَا دَفَعَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ فَإِنْ أَجَازَهُ الشَّرِيكُ الْآخَرُ نَفَذَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ رَدَّهُ رُدَّ لِأَنَّ فِيهِ قِسْمَةَ الدَّيْنِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَأَنَّهُ بَاطِلٌ نَعَمْ لَوْ كَانَا شَرِيكَيْ مُفَاوَضَةٍ جَازَ مُطْلَقًا بَحْرٌ.

ترجمہ: وہ دین مشترک جو سبب واحد سے ہو، جیسے ایک عقد والی مبیع کا ثمن، یا دین موروث، یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو، جب ان میں سے ایک کسی چیز پر قبضہ کرے، تو دوسرا شریک ہوگا، اگر وہ چاہے، یا مدیون کا پیچھا کرے، جیسا کہ آرہا

ہے، اس وقت اگر دونوں میں سے ایک نے کپڑے یعنی خلاف جنس پر صلح کی، تو دوسرا شریک آدھا کپڑا لے گا، الا یہ کہ دوسرا اصل دین میں سے چوتھائی کا ضامن ہو جائے، تو کپڑے میں اس کا کوئی حق نہیں ہوگا، اور اگر شریک نے صلح نہیں کی؛ بل کہ اپنے حصے کے بدلے میں کوئی چیز خرید لی، تو یہ شریک ربع دین کا ضامن ہوگا، نصف پر مقاصہ (مجرا) کے طور پر قبضہ کرنے کی وجہ سے، یا دوسرا شریک تمام صورتوں میں مدیون کا پیچھا کرے اس کے ذمے میں دائن کا حق باقی رہنے کی وجہ سے، جب شریکین میں سے ایک نے مدیون کو اپنے حصے سے بری کر دیا، تو وہ نہیں لے گا، اس لیے کہ یہ اتلاف ہے، نہ کہ قبض اور یہی حکم ہے اگر ان دونوں میں سے ایک پر مدیون کا دین ہوا ان دونوں کا دین مدیون پر واجب ہونے سے پہلے، حتی کہ اس کے پہلے دین سے مجرا ہو جائے گا، اس لیے کہ وہ ادا کرنے والا ہے، نہ کہ قبضہ کرنے والا اور اگر شریک، اپنے بعض حصے سے مدیون کو بری کر دے، تو باقی دین اس کے حصے پر مقسوم ہوگا، ابراء کے مانند مقاصہ ہے، ایک شریک نے اپنے حصے میں مدت متعین کی، تو امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے، اپنے حصے کے بدلے غصب اور استیجار قبض ہے، نہ کہ نکاح کرنا اور جنایت عمد میں صلح کرنا مقبوض پر ایک شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون دائن کو اس کے حصے کے بقدر دین ہبہ کر دے، پھر دائن مدیون کو بری کر دے، یا ایک مٹھی کھجور بیچے اس کی قیمت ٹھہرا دے، مثال کے طور پر پھر دائن معاف کر دے، جیسا کہ ملتقط وغیرہ میں ہے، نیز کتاب الشرکۃ میں گذر چکا ـــــ رب السلم میں سے ایک نے مسلم فیہ کے اپنے حصے کے بقدر میں صلح کی، تو اگر دوسرے شریک اجازت دیں، تو صلح دونوں پر نافذ ہوگی، ورنہ رد ہو جائے گی، اس لیے کہ اس میں تقسیم سے پہلے دین پر قبضہ ہے جو باطل ہے، جی اگر دونوں بطور مفاوضہ کے شریک ہیں تو مطلقا جائز ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

شریکین میں سے ایک کا قبضہ

الدین المشترک الخ: دین مشترک ہے، اس پہ ایک شریک نے قبضہ کر لیا، تو اس مقبوض میں دوسرا حصے دار بھی شریک ہوگا۔

فَصْلٌ فِي التَّخَارُجِ

أَخْرَجَتْ الْوَرَثَةُ أَحَدَهُمْ عَنْ التَّرِكَةِ وَهِيَ عَرَضٌ أَوْ هِيَ عَقَارٌ بِمَالٍ أَعْطَاهُ لَهُ أَوْ أَخْرَجُوهُ عَنْ تَرِكَةٍ هِيَ ذَهَبٌ بِفِضَّةٍ دَفَعُوهَا لَهُ أَوْ عَلَى الْعَكْسِ أَوْ عَنْ نَقْدَيْنِ بِهِمَا صَحَّ فِي الْكُلِّ صَرْفًا لِلْجِنْسِ بِخِلَافِ جِنْسِهِ قَلَّ مَا أَعْطَوْهُ أَوْ كَثُرَ لَكِنْ بِشَرْطِ التَّقَابُضِ فِيمَا هُوَ صَرْفٌ وَفِي إخْرَاجِهِ عَنْ نَقْدَيْنِ وَغَيْرِهَا بِأَحَدِ النَّقْدَيْنِ لَا يَصِحُّ إلَّا أَنْ يَكُونَ مَا أُعْطِيَ لَهُ أَكْثَرَ مِنْ حِصَّتِهِ مِنْ ذَلِكَ الْجِنْسِ تَحَرُّزًا عَنْ الرِّبَا، وَلَا بُدَّ مِنْ حُضُورِ النَّقْدَيْنِ عِنْدَ الصُّلْحِ وَعِلْمِهِ بِقَدْرِ نَصِيبِهِ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ وَجَلَالِيَّةٌ وَلَوْ بِعَرَضٍ جَازَ مُطْلَقًا لِعَدَمِ الرِّبَا، وَكَذَا لَوْ أَنْكَرُوا إرْثَهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ لَيْسَ بِبَدَلٍ بَلْ لِقَطْعِ الْمُنَازَعَةِ.

ترجمہ: وارثین نے ایک وارث کو ترکہ سے نکال دیا اور وہ ترکہ سامان ہے، یا عقار اس مال کے عوض میں، جو انھوں نے وارث کو دیا ہے، یا اس کو نکالا اس متروکہ سے جو سونا ہے چاندی کے عوض میں یعنی اس کو چاندی دی، یا اس کا الٹا، یا ان دونوں کے بدلے نقد پیسے دیئے، تو تمام صورتوں میں صحیح ہے، ایک جنس کو دوسری جنس کے خلاف کر کے، جو اس کو دیا ہے وہ کم ہو کہ زیادہ؛

لیکن جو عقد صرف کے خانہ میں آتا ہے، اس میں قبضہ شرط ہے اور نقد وغیرہ میں نقد کے بدلے نکالنا صحیح نہیں ہے؛ مگر یہ کہ جو اس کو دیا ہے وہ اس جنس میں سے اس کے حصہ سے زیادہ ہو ربا سے بچنے کے لیے، صلح کے وقت دونوں نقد کو حاضر کرنا لازم ہے، نیز اس کے حصے کا جاننا، جیسا کہ شرنبلالیہ اور جلالیہ میں ہے اور اگر سامان کے بدلے میں ہو، تو ربا نہ ہونے کی وجہ سے مطلقا جائز ہے، ایسے ہی اس کی وراثت کے منکر ہوں، تو اس لیے کہ اس وقت بدل نہیں، بل کہ جھگڑا ختم کرنے کے لیے ہے۔

تخارج

اخوجت الورثة الخ: تخارج علم فرائض کی ایک اصطلاح ہے ”ورثاء میں آپس کی رضامندی سے کسی وارث کا کوئی چیز لے کر بقیہ ترکہ سے دست بردار ہو جانا“ تخارج ہے۔

وَبَطَلَ الصُّلْحُ إِنْ أَخْرَجَ أَحَدُ الْوَرَثَةِ، وَفِي التَّرِكَةِ دُيُونٌ بِشَرْطِ أَنْ تَكُونَ الدُّيُونُ لِبَقِيَّتِهِمْ لِأَنَّ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ بَاطِلٌ ثُمَّ ذَكَرَ لِصِحَّتِهِ حِيَلًا فَقَالَ وَصَحَّ لَوْ شَرَطُوا إِبْرَاءَ الْغُرَمَاءِ مِنْهُ أَيْ مِنْ حِصَّتِهِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ فَيَسْقُطُ قَدْرُ نَصِيبِهِ عَنِ الْغُرَمَاءِ أَوْ قَضَوْا نَصِيبَ الْمُصَالِحِ مِنْهُ أَيِ الدَّيْنِ تَبَرُّعًا مِنْهُمْ وَأَحَالَهُمْ بِحِصَّتِهِ أَوْ أَقْرَضُوهُ قَدْرَ حِصَّتِهِ مِنْهُ وَصَالَحُوهُ عَنْ غَيْرِهِمْ بِمَا يَصْلُحُ بَدَلًا وَأَحَالَهُمْ بِالْقَرْضِ عَلَى الْغُرَمَاءِ وَقَبِلُوا الْحَوَالَةَ، وَهَذِهِ أَحْسَنُ الْحِيَلِ ابْنُ كَمَالٍ وَالْأَوْجَهُ أَنْ يَبِيعُوهُ كَفًّا مِنْ تَمْرٍ أَوْ نَحْوِهِ بِقَدْرِ الدَّيْنِ ثُمَّ يُحِيلَهُمْ عَلَى الْغُرَمَاءِ ابْنُ مَلَكٍ.

ترجمہ: صلح باطل ہے اگر ترکہ میں دیون ہونے کی صورت میں ایک وارث کو نکالا اس شرط کے ساتھ کہ دیون باقی وارثین کے لیے ہیں، اس لیے کہ مدیون کے علاوہ کسی اور کو دین کا مالک بنانا باطل ہے، پھر اس کی صحت کا حیلہ ذکر کرتے ہوئے کہا، اگر وارثین شرط کرلیں کہ ایک وارث کو اس کے حصے کے بقدر مدیون معاف کر دیں، تو صحیح ہے، اس لیے کہ یہ مدیون کو مالک بنانا ہے، لہٰذا اس کے حصے کے بقدر مدیون سے ساقط ہو جائے گا، یا وارثین اپنے حصے سے ایک وارث کو دے دے بطور تبرع اور وہ اپنا حصہ وارثین کے حوالے کر دے، یا قرض دے دے وارثین ایک وارث کے حصے کے بقدر اور دین کے علاوہ ایسی چیز کے عوض صلح کرلے، جو بدل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اور وہ قرض وارثین کے حوالہ کر دے، نیز وہ قبول کرلے (تو صحیح ہے) یہ بہترین حیلے ہیں، جیسا کہ ابن کمال میں ہے، سب سے بہترین یہ ہے کہ وارثین اس کے دین کے بقدر کے عوض میں ایک مٹھی کھجور وغیرہ بیچیں اور وہ وارث وہ دین وارثین کے حوالہ کر دیں، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہے۔

صلح باطل ہے

وبطل الصلح الخ: ترکہ میں دیون ہوں اور اس دین کے بدلے میں ایک وارث سے صلح کرنا چاہے، تو یہ صلح باطل ہے، مدیون کے علاوہ کسی اور کے لیے نفس دین پر قبضہ کرنا باطل ہے، اس لیے یہ صلح بھی باطل ہے — اس کے جواز کے کچھ حیلے بھی ہیں، جو ترجمے میں مذکور ہیں۔

وَفِي صِحَّةِ صُلْحٍ عَنْ تَرِكَةٍ مَجْهُولَةٍ أَعْيَانُهَا وَلَا دَيْنَ فِيهَا عَلَى مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ مُتَعَلِّقٌ بِصُلْحٍ اخْتِلَافٌ وَالصَّحِيحُ الصِّحَّةُ زَيْلَعِيٌّ لِعَدَمِ اعْتِبَارِ شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ، وَقَالَ ابْنُ الْكَمَالِ: إِنْ فِي التَّرِكَةِ جِنْسُ بَدَلِ الصُّلْحِ لَمْ يَجُزْ وَإِلَّا جَازَ وَإِنْ لَمْ يُدْرَ فَعَلَى الِاخْتِلَافِ وَلَوْ التَّرِكَةُ مَجْهُولَةً

وَهِيَ غَيْرُ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ فِي يَدِ الْبَقِيَّةِ مِنَ الْوَرَثَةِ صَحَّ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّهَا لَا تُفْضِي إلَى الْمُنَازَعَةِ لِقِيَامِهَا فِي يَدِهِمْ حَتَّى لَوْ كَانَتْ فِي يَدِ الْمُصَالِحِ أَوْ بَعْضِهَا لَمْ يَجُزْ مَا لَمْ يَعْلَمْ جَمِيعَ مَا فِي يَدِهِ لِلْحَاجَةِ إلَى التَّسْلِيمِ ابْنُ مَلَكٍ. وَبَطَلَ الصُّلْحُ وَالْقِسْمَةُ مَعَ إحَاطَةِ الدَّيْنِ بِالتَّرِكَةِ إلَّا أَنْ يَضْمَنَ الْوَارِثُ الدَّيْنَ بِلَا رُجُوعٍ أَوْ يَضْمَنَ أَجْنَبِيٌّ بِشَرْطِ بَرَاءَةِ الْمَيِّتِ أَوْ يُوفِيَ مِنْ مَالٍ آخَرَ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَالِحَ وَلَا يَقْسِمَ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِالدَّيْنِ فِي غَيْرِ دَيْنٍ مُحِيطٍ وَلَوْ فَعَلَ الصُّلْحَ وَالْقِسْمَةَ صَحَّ لِأَنَّ التَّرِكَةَ لَا تَخْلُو عَنْ قَلِيلِ دَيْنٍ فَلَوْ وَقَفَ الْكُلُّ تَضَرَّرَ الْوَرَثَةُ فَيُوقَفُ قَدْرُ الدَّيْنِ اسْتِحْسَانًا وِقَايَةٌ لِئَلَّا يَحْتَاجُوا إلَى نَقْضِ الْقِسْمَةِ بَحْرٌ.

ترجمہ: ایسے مجہول ترکے میں صلح، جس میں نہ عین ہے نہ دین، مکیلی اور موزونی پر (صلح میں) اختلاف ہے: لیکن صحیح یہ ہے صلح صحیح ہے، شبہ مشبہ کا اعتبار نہ ہونے کی وجہ سے، ابن الکمال نے کہا کہ اگر ترکہ میں بدل صلح کی جنس ہو، تو جائز نہیں ہے، ورنہ جائز ہے اور اگر معلوم نہ ہو، تو اختلاف پر ہے، اور اگر ترکہ مکیلی، یا موزونی کے علاوہ بقیہ وارثین کے ہاتھ میں مجہول ہو، تو اصح قول کے مطابق صلح جائز ہے، اس لیے کہ ان کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے جھگڑے کا اندیشہ نہیں ہے، حتی کہ اگر کل، یا بعض ترکہ صلح کرنے والے وارث کے ہاتھ میں ہو، تو جب تک تفصیل نہ جان لے، صلح جائز نہیں ہے، حوالہ کرنے کی ضرورت ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ ابن ملک نے صراحت کی ہی ـــــ صلح اور تقسیم باطل ہے، دین سے ترکہ محیط ہونے کی وجہ سے، الا یہ کہ بغیر رجوع کے وارثین ضامن ہوں، یا اجنبی ضامن ہو، میت کو بری کرنے کی شرط کے ساتھ یا دوسرے مال سے ادا کریں اور دین محیط ترکہ نہ ہونے کی صورت میں، دین ادا کرنے سے پہلے صلح اور تقسیم مناسب نہیں ہے اور اگر کرلیا، تو صلح اور تقسیم صحیح ہیں، اس لیے کہ ترکہ تھوڑے بہت دین سے خالی نہیں ہوتا ہے، لہذا کل دین کا موقوف ہونا، وارثین کے لیے نقصان ہے، اس لیے استحسانا دین کے بقدر میں موقوف رہے گا، جیسا کہ وقایہ میں ہے، تا کہ وارثین کو تقسیم توڑنے کی ضرورت نہ پڑے، جیسا کہ بحر میں ہے۔

مجہول ترکہ پر صلح

وفی صحة صلح الخ: ترکہ مجہول ہے، یہ پتہ نہیں کہ کس جنس کا ہے، یا ترکہ کتنا ہے، تو اس صورت میں وارثین ایک وارث سے صلح کرنا چاہیں تو صلح کر سکتے ہیں، اس لیے کہ اس صورت میں شبہ پر شبہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وَلَوْ أَخْرَجُوا وَاحِدًا مِنَ الْوَرَثَةِ فَحِصَّتُهُ تُقْسَمُ بَيْنَ الْبَاقِي عَلَى السَّوَاءِ إنْ كَانَ مَا أَعْطَوْهُ مِنْ مَالِهِمْ غَيْرَ الْمِيرَاثِ، وَإِنْ كَانَ الْمُعْطَى مِمَّا وَرِثُوهُ فَعَلَى قَدْرِ مِيرَاثِهِمْ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ وَقَيَّدَهُ الْخَصَّافُ بِكَوْنِهِ عَنْ إنْكَارٍ فَلَوْ عَنْ إقْرَارٍ فَعَلَى السَّوَاءِ، وَصُلْحُ أَحَدِهِمْ عَنْ بَعْضِ الْأَعْيَانِ صَحِيحٌ، وَلَوْ لَمْ يَذْكُرْ فِي صَكِّ التَّخَارُجِ أَنَّ فِي التَّرِكَةِ دَيْنًا أَمْ لَا فَالصَّكُّ صَحِيحٌ وَكَذَا لَوْ لَمْ يَذْكُرْهُ فِي الْفَتْوَى فَيُفْتَى بِالصِّحَّةِ، وَيُحْمَلُ عَلَى وُجُودِ شَرَائِطِهَا مَجْمَعُ الْفَتَاوَى وَالْمُوصَى لَهُ بِمَبْلَغٍ مِنَ التَّرِكَةِ كَوَارِثٍ فِيمَا قَدَّمْنَاهُ مِنْ مَسْأَلَةِ التَّخَارُجِ.

ترجمہ: اور اگر وارثین نے ایک وارث کو خارج کر دیا، تو اس کا حصہ بقیہ وارثین پر برابر تقسیم ہوگا، اگر اس کو دیا گیا

مال میراث کے علاوہ ہو اور اس کو ترکہ میں سے دیا گیا ہے، ان کے سہام کے مطابق مال تقسیم ہوگا، خصاف نے قید لگائی ہے کہ یہ تفصیل انکار کی صورت میں ہے، لہذا اگر اقرار کی صورت میں ہو تو برابر برابر تقسیم ہوگا، ان میں سے ایک کا بعض اعیان پر صلح کرنا صحیح ہے اور اگر تخارج کے دستاویز میں ذکر نہیں کیا کہ ترکہ میں دین ہے یا نہیں، تو دستاویز صحیح ہے، ایسے ہی اگر استفتاء میں ذکر نہیں کیا تو صحت کا فتویٰ دیا جائے گا اور صحت کی شرائط کے وجود پر محمول کیا جائے گا، جیسا کہ مجمع الفتاویٰ میں ہے، جس شخص کے لیے ترکے کی وصیت کی گئی ہے، وہ وارث کی طرح ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، تخارج کے مسئلے میں۔

صلح کے بعد

ولو اخرجوا واحدا الخ: اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وارثین نے ایک وارث کو میراث کے علاوہ دوسرا مال دے کر صلح کی، تو بقیہ وارثین کے درمیان اس ایک وارث کا حصہ برابر برابر تقسیم ہو جائے گا؛ لیکن اگر ترکہ میں سے دے، تو ہر ایک کے سہام کے مطابق مال تقسیم ہوگا۔

صَالَحُوا أَيْ الْوَرَثَةُ أَحَدَهُمْ وَخَرَجَ مِنْ بَيْنِهِمْ ثُمَّ ظَهَرَ لِلْمَيِّتِ دَيْنٌ أَوْ عَيْنٌ لَمْ يَعْلَمُوهَا هَلْ يَكُونُ ذَلِكَ دَاخِلًا فِي الصُّلْحِ الْمَذْكُورِ قَوْلَانِ أَشْهَرُهُمَا لَا بَلْ بَيْنَ الْكُلِّ وَالْقَوْلَانِ حَكَاهُمَا فِي الْخَانِيَةِ مُقَدِّمًا لِعَدَمِ الدُّخُولِ وَقَدْ ذَكَرَ فِي أَوَّلِ فَتَاوَاهُ أَنَّهُ يُقَدِّمُ مَا هُوَ الْأَشْهَرُ فَكَانَ هُوَ الْمُعْتَمَدَ كَذَا فِي الْبَحْرِ. قُلْتُ: وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّهُ الْأَصَحُّ وَلَا يَبْطُلُ الصُّلْحُ، وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ:

وَفِي مَالِ طِفْلٍ بِالشُّهُودِ فَلَمْ يَجُزْ ☆ وَمَا يَدَّعِ خَصْمٌ وَلَا يَتَنَوَّرُ
وَصَحَّ عَلَى الْإِبْرَاءِ مِنْ كُلِّ غَائِبٍ ☆ وَلَوْ زَالَ عَيْبٌ عَنْهُ صَالَحَ يُهْدَرُ
وَمَنْ قَالَ إِنْ تَحْلِفْ فَتَبْرَأْ فَلَمْ يَجُزْ ☆ وَلَوْ مُدَّعٍ كَالْأَجْنَبِيِّ يُصَوَّرُ

ترجمہ: وارثین نے ایک وارث سے صلح کی اور وہ وارث ان کے درمیان سے نکل گیا، پھر میت کے لیے دین، یا عینی ظاہر ہوا، جسے وہ لوگ صلح کے وقت نہیں جانتے تھے، تو یہ صلح مذکور میں داخل ہوگا، یا نہیں، اس میں دو قول ہیں، ان دونوں میں زیادہ مشہور داخل نہ ہونے کا ہے؛ بل کہ اس میں ہر ایک کا حصہ ہے، ان دونوں قولوں کو خانیہ میں بیان کیا ہے، عدم دخول کو پہلے بیان کرتے ہوئے، نیز انھوں نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ جو زیادہ مشہور ہے، اس کو مقدم کیا جائے، گویا کہ یہی معتمد ہے، جیسا کہ بحر میں ہے، میں کہتا ہوں، بزازیہ میں ہے کہ یہی اصح ہے، لہذا صلح باطل نہ ہوگی اور وہبانیہ میں ہے۔

صلح یتیم کے اس مال میں جائز نہیں، جو گواہوں سے ثابت ہو اور جو دعویٰ کرے یتیم کے خلاف اور (گواہ سے) روشن نہ کرے۔

ہر عیب سے بری ہونے پر (صلح) صحیح ہے ــــ اور اگر مصالح عنہ سے عیب چلا جائے، تو صلح باطل ہے۔

جس نے کہا تو قسم کھالے، تو بری ہے، تو جائز نہیں ہے ــــ اگرچہ مدعی اجنبی کی طرح خیال کیا جائے۔

صلح کے بعد مال کا علم ہو

صالحوا ای الورثة الخ: وارثین نے ایک وارث سے صلح کی اس کے بعد معلوم ہوا کہ وارث کا اور مال ہے، جس کا علم صلح کے وقت نہیں تھا، تو اس مال کے بارے میں ہدایت یہ ہے کہ وہ مال صلح میں داخل نہیں ہوگا، یعنی جو صلح ہوئی ہے اس کا نفاذ موجودہ مال ہی میں ہوگا، اور بعد میں جو مال ملا ہے اس میں وہ وارث بھی شریک ہوگا، جس نے موجودہ مال میں سے کچھ مال لے کر صلح کر لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆